اردو ترجمہ

درمختار

المرسومہ

غایۃ الاوطار

جلد دوم

سعید کمپنی ایم اے
ادب منزل
پاکستان چوک کراچی

باسمہٖ تعالیٰ

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

اہلِ علم و دانش سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں

الحمد للہ والمنۃ مسلک امام اعظم ابو حنیفہ اور فتاوٰی حنفیہ پر مشتمل

اُردو ترجمہ

دُرّ المختار

الموسوم بہ

غایۃ الاوطار

جلد دوم

مترجمہ مولانا خرم علی و مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی رحمہما اللہ تعالےٰ

دُرّ المختار اور اس کی مبسوط شرح فتاوی شامی یعنی ردّ المحتار کا مکمل اردو ترجمہ علماء کی ضروری تشریحات و توضیحات پر مشتمل خزینہ اور علماءِ کرام، مفتیانِ عظام اور خواص و عوام کیلئے ایک قیمتی سرمایہ

☆

ناشر

سعید ایچ۔ ایم کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی

Marfat.com

نام کتاب ——— غایۃ الاوطار

جلد ——— دوم

مترجم ——— مولانا خرم علی و مولانا احسن صدیقی

طابع ——— حاجی محمد زکی عفی عنہ

مطبع ——— ایجوکیشنل پریس کراچی

ضخامت ——— ۷۱۴ صفحات

تعداد ——— چھ سو

سنہ طباعت ——— ۱۳۹۸ھ

باردوم ——— ۱۴۰۶ھ

ناشر

ایچ۔ ایم سعید کمپنی

ادب منزل۔ پاکستان چوک

کراچی

Marfat.com

فہرست مضامین دُرالمختار اُردو جلد دوم

مضمون	صفحہ
فہرست	۳
کتاب النکاح	۵
فصل فی المحرمات	۱۴
سوال وجواب لطیف	۱۶
باب الولی	۲۸
باب الکفاءۃ	۴۲
باب المہر	۴۷
باب نکاح الرقیق	۶۸
باب نکاح الکافر	۷۷
باب القسم	۸۴
باب الرضاع	۸۸
کتاب الطلاق	۹۹
باب الطلاق الصریح	۱۰۷
باب الکنایات	۱۳۱
باب تفویض الطلاق	۱۴۰
باب الامر بالید	۱۴۶
باب التعلیق	″
باب طلاق المریض	۱۵۴
باب الرجعۃ	۱۸۱
باب الایلاء	۱۹۴

مضمون	صفحہ
باب الخلع	۲۰۲
باب الظہار	۲۱۴
باب الکفارۃ	۲۱۹
باب اللعان	۲۲۷
ف قضا اور قاضی برائے مذہب وغیرنافذ	۲۳۲
باب العنین وغیرہ	۲۳۵
باب العدۃ	۲۴۰
فصل فی الحدود	۲۵۵
فصل فی ثبوت النسب	۲۶۱
باب الحضانۃ	۲۷۲
باب النفقۃ	۲۸۳
کتاب العتق	۳۲۲
باب عتق البعض	۳۳۷
باب الحلف بالعتق	۳۵۰
باب العتق علی جعل	۳۵۲
ف عتق علی المال کتابت سے بیس باتوں میں جدا ہے ۱۲	۳۵۳
باب التدبیر	۳۵۸
کتاب الایمان	۳۷۳
باب الیمین فی الدخول والخروج والسکنیٰ والاتیان الخ	۳۹۲

Marfat.com

مضمون	صفحہ
باب الیمین فی الاکل والشرب والبس والکلام	۴۰۴
ف امام اعظم رحمہ نے چودہ مسئلوں میں فرمایا کہ ان کا جواب میں نہیں جانتا۔	۴۲۴
باب الیمین فی الطلاق والعتاق	۴۲۶
باب الیمین فی البیع والشراء والصوم والصلوۃ وغیرہا	۴۳۲
باب الیمین فی الضرب والقتل وغیر ذلک	۴۴۵
کتاب الحدود	۴۵۶
باب الوطی الذی یوجب الحد والذی لایوجب	۴۶۸
باب الشہادت علی الزنا والرجوع عنہا	۴۷۶
باب حد الشرب المحرم	۴۷۹
باب حد القذف	۴۸۳
باب التعزیر	۴۹۳
کتاب السرقۃ	۵۰۸
باب کیفیۃ القطع واثباتہ	۵۲۳
باب قطع الطریق	۵۲۹
کتاب الجہاد	۵۳۴
باب المغنم وقسمتہ	۵۴۷

مضمون	صفحہ
باب استیلاء الکفار	۵۵۸
باب المستامن	۵۶۲
فصل فی استیمان الکافر	۵۶۴
باب العشر والخراج والجزیۃ	۵۶۹
فصل فی الجزیۃ	۵۷۸
باب المرتد	۵۹۰
باب البغاۃ	۶۱۰
کتاب اللقیط	۶۱۵
کتاب اللقطہ	۶۱۹
کتاب الابق	۶۲۴
کتاب المفقود	۶۲۸
کتاب الشرکۃ	۶۳۲
فصل فی الشرکۃ الفاسدۃ	۶۴۶
کتاب الوقف	۶۵۳
فصل (شروط واقف کی مراعات میں)	۶۷۳
فصل (اولاد کے متعلق	//

Marfat.com

کتاب النکاح

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

← لیس لنا عبادۃ شرعت من عہد آدم علیہ السلام الی الآن تستمر فی الجنۃ الا النکاح والایمان

یہ کتاب ہے مسائل نکاح میں، نہیں کوئی ایسی عبادت ہم مسلمانوں کے واسطے جو مشروع رہی ہو زمانِ آدم علیہ السلام سے اب تک پھر بہشت میں دائمی رہے بجز نکاح اور ایمان کے، یعنی نکاح اور ایمان دائمی عبادت ہیں ان میں نسخ کو گنجایش نہیں، نکاح کو بعد حج کے اس واسطے بیان کیا کہ دونوں میں مال کی حاجت ہے۔ ہو عند الفقہاء عقدٌ یُفِیْدُ مِلْکَ المُتْعَۃِ۔ ای حل استمتاع الرجل من امراۃ لم یمنع من نکاحہا مانع شرعی فخرج الذکر والخنثی المشکل لجواز ذکوریتہ والوثنیۃ والمحارم والمجنیۃ وانسان الماء لاختلاف الجنس واجاز الحسن نکاح الجنیۃ بشہود قنیہ۔ نکاح نزدیک فقہاء کے عقد مخصوص کا نام ہے، یعنی ایسی بندش ایجاب اور قبول کی جو مفید ہو ملک تمتع کی یعنی حلال ہو نفع لینا مرد کا اس عورت سے کہ نہیں روکتا اس کے نکاح کو مانع شرعی جیسے ذی رحم محرم ہونا یا مشرک ہونا یا نا جنس ہونا عورت کی قید سے مرد اور خنثی مشکل جس کا مرد یا عورت ہونا ہنوز ثابت نہیں نکل گیا کہ شاید وہ مرد ہو اور مانع شرعی کی قید سے مشرکہ بت پرست اور محارم عورتیں نکل گئیں اور جنی عورت اور دریائی انسان بھی نکل گیا کہ جنس کا اختلاف ہے اور جائز رکھا ہے حسن بصریؒ نے نکاح جنیہ کا گواہوں سے کذا فی القنیہ قصدًا خرج ما یفید الحل ضمنًا کشراء امۃ للتسری، یعنی بالقصد تمتع کا فائدہ پہنچے، اس کا نام نکاح ہے۔ نکل گیا اس قید سے جو مفید ہو حلت کا ضمنًا جیسے خرید کرنا لونڈی کا حرم بنالے کے واسطے یعنی وطی کے لیے۔ تو یہاں اگرچہ بہ نیت وطی کے خرید ہوئی لیکن خرید سے مقصود اصلی ملکیت ہے اور قربت کرنا ضمنًا ثابت ہے۔ تو اس حلت ضمنی کا شرع میں نکاح نام نہیں۔ و عند اہل الاصول واللغۃ حقیقۃ فی الوطی مجاز فی العقد فحیث جاء فی الکتاب والسنۃ مجردًا عن القرائن یراد الوطی کما فی ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم فتحرم مزنیۃ الاب علی الابن بخلاف حتی تنکح زوجًا غیرہ لاسنادہ الیہا والمقصود منہا العقد لا الوطی الا مجازًا۔ اور نکاح نزدیک علماء اصول اور لغت عرب کے حقیقت ہے یعنی جماع میں اور مجاز ہے عقد میں، تو جہاں آوے لفظ نکاح کا قرآن اور حدیث میں خالی قرائن سے تو وہاں جماع مراد ہوگا، یعنی اس واسطے کہ حقیقت مقدم ہے مجاز پر جیسا کہ اس آیت شریف میں ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم، یعنی نہ جماع کرو تم جن سے تمہارے باپوں نے جماع کیا جماع عام ہے حلال ہو یا حرام، تو جس سے باپ نے زنا کیا وہ بیٹے پر حرام ہوئی بخلاف اس آیت کے کہ حتی تنکح زوجًا غیرہ، یعنی عورت مطلقہ ثلاثہ شوہر اول کو حلال نہیں تاوقتیکہ وہ نکاح کرے شوہر سے جو غیر ہے اول شوہر کا۔ اس آیت میں نکاح سے جماع مراد نہیں بسبب نسبت کرنے نکاح کے طرف عورت کے یعنی اسناد نکاح کی عورت کی طرف۔ یہ قرینہ ہے کہ یہاں معنی حقیقی مراد نہیں، اس واسطے کہ جماع کرنا عورت سے متصور نہیں، کیونکہ عورت مفعول ہے نہ فاعل اور ممکن اس سے عقد ہے نہ جماع کرنا، مگر باعتبار مجاز کے کوئی شبہ نہ کرے کہ مطلقہ ثلاثہ شوہر اول پر جب حلال ہے کہ شوہر ثانی اس سے جماع کرے،

Marfat.com

اوراس آیت سے فقطِ نکاح کافی معلوم ہوتا ہے، اس واسطے کہ مشروط ہونا جماع کا حدیث عسیلہ[1] سے ثابت ہے۔ نہ اس آیت سے ویکون واجبًا عند التوقان۔ فان تیقن الزنا الا بہ فرض نہایۃ و ہذا اذا ملک المہر والنفقۃ والا فلا اثم بترکہ بدائع۔ اور ہوتا ہے نکاح واجب وقت غلبۂ شہوت کے۔ پس اگر یقین ہو جائے زنا کا بدون نکاح کے تو نکاح فرض ہے۔ کذا فی النہایۃ، اور یہ وجوب اور فرضیت اس وقت ہے کہ مالک ہو مہر دینے اور نفقہ رسانی پر، اور اگر مہر اور نفقہ کا مقدور نہیں تو اس کے ترک سے گناہ نہیں۔ کذا فی البدائع ویکون سنۃ مؤکدۃً فی الاصح فیاثم بترکہ ویثاب ان نوی تحصینًا او ولدا حال الاعتدال ای القدرۃ علی وطی ومہر و نفقہ وسنح فی المہر وجوبہ لثبوت المواظبۃ علیہ والانکار علی من رغب عنہ، اور ہوتا ہے نکاح سنت موکدہ بنا بر مذہب اصح کے تو گنہگار ہوگا اس کے ترک سے اور ثواب پاوے گا اگر نیت کرے عفت کی یا اولاد کی نکاح سنت ہے حالت اعتدال میں یعنی جو قادر ہو جماع اور مہر اور نفقہ پر اور اگر قادر نہ ہو یا زنا اور جور اور ترک فرائض اور سنن سے ڈرے تو وہ معتدل نہیں، سو اس کا نکاح بھی سنت موکدہ نہیں۔ کذا فی حاشیۃ المدنی، اور ترجیح دی نہر الفائق میں نکاح اعتدال کے واجب ہونے کو بسبب ثابت ہونے مواظبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ثابت ہونے انکار کے اس پر جو نکاح سے اعراض کرے۔ ہم صحیحین میں وارد ہے، حضرت نے فرمایا کہ میں نکاح کرتا ہوں عورتوں سے، جو میری سنت کی رغبت نہ رکھے وہ میرے طریق پر نہیں لیکن یہ حدیث وجوب پر دلیل نہیں ہو سکتی، جیسا کہ صاحب نہر نے استدلال کیا ہے۔ اس واسطے کہ انکار اس حدیث میں تارک نکاح پر نہیں، بلکہ بے رغبت پر ہے اور واجب وہ ہے جس کے تارک پر انکار ہو۔ کذا فی حاشیۃ المدنی ومکروہًا لخوف الجور وان تیقنہ حرم۔ اور نکاح مکروہ ہے بسبب خوف ظلم مرد کے عورت پر اور اگر مرد ظلم کو یقینی جانے تو اس وقت نکاح حرام ہے۔ ہم محشی مدنی نے کہا کہ شارح نے قسم سادس نکاح کو ترک کیا، یعنی نکاح مباح کو۔ نکاح مباح اس وقت ہوتا ہے جب خوف عجز کا ہو ادائے حقوق سے کذا فی المجتبیٰ وندب اعلانہ وتقدیم خطبۃ اور مستحب ہے نکاح کو ظاہر کرنا اور شہرت دینا اور نکاح سے پہلے خطبہ پڑھنا، جامع ترمذی میں حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشہور کرو نکاح کو مسجدوں میں اور دف بجاؤ۔ تو معلوم ہوا کہ اعلان شانِ نکاح ہے اور اخفا خاصہ زنا ہے وکونہ فی مسجد یوم الجمعۃ بعاقد رشید وشہود عدول ولا ستدانۃ لہ والنظر الیہا قبلہ، اور مستحب ہے ہونا نکاح کا مسجد میں اس واسطے کہ حدیث میں حکم ہے اور نکاح از قسم عبادت ہے مستحب ہے جمعہ کے دن بواسطہ عاقد ہوشیار اور متقی گواہوں کے تاکہ کوئی شرط نکاح کی فوت نہ ہو اور صحت نکاح بالاتفاق ہو۔ اس واسطے کہ گواہوں کی عدالت امام شافعیؒ کے نزدیک شرط ہے اور مستحب ہے قرض لینا نکاح کے واسطے یعنی تو انگر بھی قرض لے اس واسطے کہ حق تعالیٰ اس کے ادا کا ضامن ہے کذا فی البحر۔ اور مستحب ہے نظر کر لینا عورت کی طرف نکاح سے پہلے تاکہ الفت ہو اور اگر نہ دیکھ لے گا تو شاید افسوس کرے، سوائے چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں کے اور بدن نہ دیکھے اور دیکھنا بھی اس وقت درست ہے جب طرف ثانی سے امید نکاح کر دینے کی ہو۔ تو خاکروب وغیرہ کو عالم یا امیر کی بیٹی اس نیت سے دیکھنا درست نہیں کہ ظاہر میں نکاح ہونا متصور نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وکونہا دونہ سنًا وحسبًا وغنًی ومالاً۔ اور مستحب ہے ہونا عورت کا کمتر شوہر سے عمر میں اور حسب میں اور عزت میں اور مال میں، حسب فضائل آبائی کا نام ہے کذا فی القاموس جیسے علماء اور سلاطین اور حاتم اور رستم کی اولاد اور اگر عورت مالدار ہوگی تو شوہر اس کی نظر میں ذلیل ہوگا۔ وفوقہ خلقًا وادبًا ودینًا وجمالاً۔ اور مستحب ہے ہونا عورت کا زیادہ تر شوہر سے اخلاق میں اور ادب میں اور پرہیزگاری میں اور حسن میں۔ ہم بحر الرائق میں کہا کہ مرد نکاح کرے اس عورت سے جو نسب اور حسب اور دینداری میں مشہور ہو کہ صفات خاندانی اولاد میں اکثر منتقل ہوتے ہیں اور خوبصورت کمینی عورت سے نکاح نہ کرے اور کنواری اور کم خرچ کو اختیار کرے اور نہ نکاح کرے لمبی دبلی اور ٹھنگنی سے اور نہ بدخلق اور اولاد والی اور نہ بڑی عمر والی اور نہ لونڈی سے

[1] حدیث مسئلہ یہ ہے کہ رفاعہ نے اپنی زوجہ کو طلاق مغلظہ دی تھی۔ اس نے دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر دوسرے شوہر کا نامرد ہونا بیان کیا، آپ نے فرمایا کیا تو رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہے اس نے عرض کیا کہ ہاں، آپ نے فرمایا کہ یہ نہیں ہو سکتا جب تک تو اس کا اور وہ تیرا عسیلہ نہ چکھے یعنی مزہ صحبت ۱۲

Marfat.com

باوجود قدرت حرّہ کے اور نہ حرّہ سے بدون اجازت ولی کے اور نہ زانیہ سے اور عورت کو چاہیے کہ شوہر دیندار نیک بخت سخی مقدور والے کو اختیار کرے اور فاسق سے نکاح نہ کرے اور کوئی اپنی جوان بیٹی کو نہایت بڈھے مرد کے نکاح میں نہ دے اور نہ بدشکل کو دے کذا فی حاشیۃ المدنی وہل یکرہ الزفاف المختار لا اذا لم یشتمل علی مفسدۃ دینیۃ. اور کیا مکروہ ہے زفاف یعنی عورت کا پہنچانا اس کے خاوند کے پاس، روایت مختار یہ ہے کہ مکروہ نہیں. جب کوئی مفسدہ دینی نہ ہو جیسے اختلاط مردوں کا عورتوں سے اور خوش طبعی سے کسیکو ذلیل کرنا یا بڑائی مارنا. ہم فقط زفاف لائق اختلاف کے نہیں کہ کوئی جائز رکھے اور کوئی مکروہ تو مراد زفاف سے یہاں عورتوں کا اجتماع ہے اس واسطے کہ شب زفاف میں عورتوں کا جمع ہونا عرف میں لازم ہے اور بعضوں نے کہا کہ مراد زفاف باعلان دف بجانے کے ہے کذا فی حاشیۃ المدنی. اور یہ جو بعضی جگہ ہندوستان میں رواج ہے کہ شب زفاف میں دُلہن کو دُلہا کے پاس پردے میں پہنچا کر عورتیں جھانکا کرتی ہیں سو بلاشبہ مکروہ بلکہ حرام ہے وینعقد ملتبسا بایجاب من احدہما وقبول من الآخر وضعا للمضی لان الماضی ادل علی التحقیق کزوجت نفسی او ابنتی او موکلتی منک ویقول الآخر تزوجت. اور نکاح منعقد اور بندھتا ہے یعنی گٹھتا ہے جب ملے ایک کے ایجاب سے اور دوسرے کے قبول سے، درآں حالیکہ ایجاب اور قبول موضوع ہوں فعل ماضی کے واسطے، اس واسطے کہ فعل ماضی خوب تر دلالت کرتا ہے تحقق اور وقوع پر کیونکہ زمانۂ حال کی کچھ حقیقت نہیں کہ وہ مرکب ہے ماضی اور استقبال سے اور زمانہ مستقبل وقت تکلم کے معدوم المضمون ہے، اس واسطے ایجاب اور قبول کے لیے صیغہ ماضی کا معین ہوا. جیسے کوئی کہے نکاح کیا میں نے اپنی ذات کا یا اپنی بیٹی کا یا اپنی موکلہ کا تجھ سے اس کلام اول کو ایجاب کہتے ہیں مرد کہے یا عورت، اور دوسرا کہے میں نے قبول کیا اپنی ذات کے واسطے یا اپنے بیٹے کے واسطے یا اپنے موکل کے واسطے اس دوسرے کلام کو قبول کہتے ہیں خواہ مرد کہے خواہ عورت، زوجت نفسی عاقد اصیل کہے اور زوجت ابنتی ولی کہے اور زوجت موکلتی وکیل کہے وینعقد ایضا بما ای بلفظین وضع احدہما لہ ای للمضی والاخری للاستقبال او الحال فالاول الامر کزوجنی اوزوجینی نفسک او کوفی امرأتی. اور بھی منعقد ہوتا ہے نکاح ان دو لفظوں سے کہ ان میں ایک تو موضوع ہو ماضی کے واسطے اور دوسرا استقبال یا حال کے واسطے سو اول یعنی استقبال سے مراد امر کا صیغہ ہے جیسے کہ مرد کہے ولی سے یا عورت کے وکیل سے کہ میرا نکاح کردے یا خود عورت سے کہے کہ میرا نکاح اپنی ذات سے کردے یا یوں کہے کہ تو میری جورو ہوجا. فانہ لیس بایجاب بل توکیل او ضمنی. فاذا قال فی المجلس زوجت او قبلت او بالسمع والطاعۃ قام مقام الطرفین. سو البتہ یہ صیغہ امر کا خود ایجاب نہیں بلکہ ضمناً دوسرے کو وکیل کرنا ہے اپنے نکاح کے واسطے یعنی جب زوجنی کہا تو درضمن امر کے گویا مطلب یہ ہوا کہ تو میری طرف سے وکیل ہوکر میرا نکاح کردے. پھر جب دوسرے شخص نے کہا اسی مجلس میں کہ میں نے نکاح کردیا یا قبول کیا یا مان لیا بسمع وطاعت. تو یہ قبول قائم ہوگیا بجائے ایجاب اور قبول عاقدین کے تو نکاح صحیح ہوگیا۔ وقیل ہو ایجاب ورجحہ فی البحر. اور بعضوں نے مثل قاضی خان اور صاحب خلاصہ کے کہا کہ یہ صیغہ امر کا خود ایجاب ہے توکیل نہیں اور ترجیح دی ہے اس قول ثانی کو بحر الرائق میں. والثانی المضارع المبدء بہمزۃ او بنون او بتاء کتزوجینی نفسک او الم ینو الاستقبال. اور دوسرا لفظ مضارع کا جو مصدر ہمزہ ہو جیسے اَتزوّجکَ یا مصدر نون جیسے نتزوجک یا مصدر تاء ہو جیسے خود شارح نے مثال دی تو صیغہ مضارع سے اس وقت نکاح منعقد ہوگا، جب متکلم استقبال کے معنی کا ارادہ نہ کرے بلکہ معنی حال مراد رکھے اور اگر استقبال کا ارادہ کریگا تو وعدۂ نکاح ہوگا نہ ایقاع نکاح. وکذا انا متزوجک او جئتک خاطبا لعدم جریان المساومۃ فی النکاح. اور اسی طرح نکاح منعقد ہوتا ہے اسم فاعل بمعنی حال سے جیسے کہ کہے، میں اب تیرے ساتھ نکاح کرنے والا ہوں یا یوں کہے کہ میں آیا تیرے پاس منگنی کرنے والا اس واسطے نکاح صحیح ہوگا کہ مول چکانا نکاح میں جاری اور مروج نہیں. بخلاف بیع کے کہ وہاں فقط انا مشتری یا جئتک مشتریا سے، اور بعد اس کے بائع کے یوں کہنے سے کہ بعتک. بیع منعقد نہیں ہوتی، جب تک اس کے بعد اشتریت نہ کہے. اسواسطے کہ بیع میں مول چکانا اور قیمت ٹھہرانا مروج ہے کذا فی حاشیۃ المدنی، وہل اعطیتہما ان المجلس للنکاح وان الوعد فوعد یا منعقد ہوتا ہے نکاح اس طرح بھی

Marfat.com

جبکہ مرد کہے عورت کے باپ سے کہ کیا تو نے وہ عورت مجھ کو دی اور اس کا باپ کہے اعطیت یعنی دی. بشرطیکہ مجلس نکاح کی ہو تو دلالت حال نافع ہوئی استفہامی معنی کو یا مساومت کو. اور اگر مجلس وعدہ کرنے کی ہے تو اس کلام سے وعدہ نکاح کا ہوگا تو اس صورت میں نکاح منعقد نہ ہوگا، ولو قال لها یا عرسی فقالت لبیک انعقد علی المذہب. اور اگر مرد نے کہا عورت سے کہ اے میری جورو. سو اس نے جواب دیا کہ لبیک نکاح منعقد ہوگیا. بنا بر مذہب مختار کے اس واسطے کہ یا عرسی قائم مقام انا اتزوجک کے ہے اور لبیک بمعنی اجیبک[1] اجابۃ بعد اجابۃ کے تو ایجاب بمعنی حال ہوا اور قبول صیغہ ماضی سے ہوا اس واسطے نکاح منعقد ہوگیا. کذا فی حاشیۃ المدنی فلا ینعقد بقبول بالفعل کقبض مہر. جب کہ ایجاب اور قبول لفظی شرط ہوا تو نکاح منعقد نہ ہوگا قبول فعلی سے جیسے مہر پر قبضہ کرنا بدون لفظ قبلت کے ولا یتعاطی اور نہ منعقد ہوگا نکاح تعاطی سے. تعاطی یہ کہ باپ نے اپنی بیٹی کسی مرد کو دی اس نے مہر اس کو حوالہ کیا شاہدوں کے روبرو بدون تلفظ کے ولا بکتابۃ حاضر بل غائب بشرط اعلام الشہود بما فی الکتاب، اور نہیں منعقد ہوتا نکاح شخص حاضر کے لکھنے سے بلکہ غائب کے لکھنے سے نکاح منعقد ہوتا ہے. بشرطیکہ شاہدوں کو مضمون خط سے آگاہ کر دیا ہو خواہ خط پڑھ کر خواہ زبانی عالم یکن بلفظ الامر فتتولی الطرفین فتح غائب کی تحریر پر اعلام شاہدوں کا اس وقت ضرور ہے. جب خط میں صیغہ امر کا نہ ہو یعنی لکھا ہو کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا، اور اگر امر کا صیغہ اس طرح ہو کہ زوجنی نفسک یعنی میرا نکاح اپنی ذات سے کر دے تو اس صورت توکیل میں عورت دونوں طرف کی متولی اور متصرف ہوگی. کذا فی فتح القدیر. تو اس صورت میں عورت کا یوں کہنا کہ زوجت نفسی منہ. یعنی میں نے اپنا نکاح اس کے ساتھ کر دیا. قائم مقام ایجاب اور قبول کے ہوگا اس وقت میں خط کا مضمون شاہدوں کو سنانا فرض نہیں، فقط لفظ قبول سنانا کافی ہے **بالاقرار علی المختار**. خلاصہ کقولہ بی امرأتی فلان الاقرار اظہار بما ہو ثابت ولیس بانشاء. اور نہ منعقد ہوگا نکاح اقرار سے بنا بر مذہب مختار کے. کذا فی الخلاصہ مثل قول مرد کے کہ یہ میری جورو ہے. اس واسطے اقرار سے نکاح نہ ہوگا کہ اقرار ثابت چیز کے اظہار کا نام ہے اقرار انشاء نہیں حالانکہ نکاح میں انشا چاہیے **وقیل ان کان بحضرۃ الشہود صح** کما یصح بلفظ الجعل. اور بعضوں نے کہا کہ اگر اقرار نکاح کا شاہدوں کے حضور میں ہوا تو نکاح صحیح ہوگا، یعنی اس صورت میں اقرار کو انشاء نکاح قرار دیا گویا اب نکاح ہوا جیسے نکاح صحیح ہوتا ہے جعل کے لفظ سے. م. منح الغفار میں فتح القدیر سے نقل کیا کہ اگر زوج نے اقرار کیا شاہدوں کے روبرو نکاح کا اور حالانکہ نکاح بدون گواہوں کے ہوا تھا تو اس میں اختلاف ہے، اصح یہ ہے کہ اگر زوج اور زوجہ نے مہر کا نام لیا تو نکاح جدید منعقد ہوا اور اگر عورت مرد نے بدون نکاح ہونے نکاح کا اقرار کیا تو نکاح منعقد نہ ہوگا. مگر اس وقت نکاح منعقد ہوگا. جب شاہدوں نے یوں کہا کہ جعلنا ہذا نکاحا. یعنی ہم نے اس اقرار کو نکاح بنایا پھر دونوں نے قبول کیا تو یہاں بلفظ جعل نکاح صحیح ہوا. کذا فی حاشیۃ المدنی وجعل الاقرار انشاء وہو الاصح ذخیرۃ اور اقرار انشاء کرڈالا گیا اور یہی اصح ہے کذا فی الزیعیۃ یعنی اقرار جملہ خبریہ ہے اور نکاح جملہ انشائیہ سے منعقد ہوتا ہے اس واسطے اس کو انشاء قرار دیا. **ولا ینعقد بتزوجت نصفک فی الاصح** احتیاطا خانیۃ بل لابد ان نصیفہ الی کلہا او ما یعبر بہ عن الکل ومنہ الظہر والبطن علی الاشبہ ذخیرۃ ورجحوا فی الطلاق خلافہ فیحتاج للفرق. اور نہیں منعقد ہوتا نکاح اس کلام سے کہ تو نے کہا کہ میں نے تیرے نصف بدن سے نکاح کیا. مذہب اصح میں بنا بر احتیاط کے کذا فی الخانیۃ اس واسطے کہ حلت اور حرمت ایک ذات میں جمع ہوئی تو احتیاطاً حرمت کو غلبہ دیا بلکہ ضرور ہے صحت نکاح کے واسطے کہ نسبت کرے نکاح کو عورت کے تمام بدن کی طرف یا اس عضو کی طرف جو بجائے کل بدن بولا جاتا ہے جیسے پشت اور شکم بنا بر اشبہ مذہب کے کذا فی الذخیرۃ اور ترجیح دی ہے فقہاء نے طلاق میں برخلاف اس کے یعنی یوں کہا ہے کہ اگر کوئی مرد کہے کہ میں نے اپنی عورت کی پشت یا شکم کو طلاق دی تو بروایت اصح طلاق نہیں واقع ہوتی تو احتیاج پڑی اظہار فرق کی کہ کیا وجہ کہ اضافت پشت اور شکم سے نکاح تو صحیح ہوا اور طلاق نہ پڑی **واذا وصل الایجاب**

[1] یعنی ماتا میں نے تیرا پیغام نامزد بعد ادنی ۔۔۔

Marfat.com

بالتسمیۃ للمھر کان من تمامہ ای الایجاب فلو قبل الاخر قبلہ لم یصح لتوقف اقل الکلام علی آخرہ ولو فیہ ما یغیر اولہ اور جب ملایا ایجاب کو تسمیہ مہر کے ساتھ تو ہوگا مہر تمامی ایجاب سے۔ سو اگر قبول کیا دوسرے نے تسمیہ مہر سے پہلے تو نکاح صحیح نہ ہوگا واسطے موقوف ہونے اول کلام کے اپنے آخر پر۔ اگر آخر کلام میں وہ مضمون ہو جو مخالف ہو اول کلام کے مثلاً عورت نے مرد سے کہا کہ میں نے نکاح کیا تیرے ساتھ ہزار درم پر اور مرد نے قبول کر لیا مہر کے نام لینے سے پہلے تو نکاح صحیح نہ ہوگا۔ ومن شرائط الایجاب والقبول اتحاد المجلس لو حاضرین وان طال کمخیرۃ۔ اور شرائط ایجاب اور قبول سے مجلس کا متحد ہونا ہے۔ اگرچہ دونوں حاضر ہوں۔ اگرچہ مجلس دراز ہو تو اگر عورت نے ایجاب کیا اور مرد نے دوسری مجلس میں قبول کیا تو نکاح نہ ہوگا۔ کیونکہ مجلس ایک نہ رہی اور اگر کوئی غائب ہو اور اس نے خط میں ایجاب لکھا ہو تو اتحاد مجلس شرط نہیں ایجاب اور قبول میں اتحاد مجلس ایسی شرط ہے جیسے عورت مخیرہ میں شرط ہے۔ مخیرہ سے وہ عورت مراد ہے جس کے شوہر نے اس سے کہا کہ تو اپنی ذات کو اختیار کر یعنی اگر تیرا جی چاہے تو تو طلاق لے تو یہ اختیار مجلس کا تکلم تک مقید ہے۔ مجلس بدلی اختیار گیا۔ وان لا یخالف الایجاب والقبول کقبلت النکاح لا المھر۔ اور شرائط ایجاب اور قبول سے یہ ہے کہ ایجاب قبول کے مخالف نہ ہو جیسے کہ مرد نے کہا کہ میں نے نکاح کو قبول کیا نہ مہر کو مثلاً مرد نے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ ہزار درم پر نکاح کیا۔ عورت نے جواب دیا کہ میں نے نکاح قبول کیا نہ مہر تو نکاح خالی ہوا مہر مسمی سے تو مہر مثل ہوگا۔ حالانکہ مہر مثل اور مہر مسمی باہم مغائر ہیں تو ایجاب مخالف ہوا قبول کے لہٰذا عقد صحیح نہ ہوگا۔ کذا فی حاشیۃ المدنی۔ نعم یصح الحط۔ ہاں صحیح ہے مہر کا کم کرنا عورت کی طرف سے۔ مثلاً مرد نے کہا کہ میں نے ہزار درم مہر پر تجھ سے نکاح کیا۔ عورت نے کہا کہ میں نے پانچ سو درم مہر پر نکاح قبول کیا۔ گویا یہ مطلب ہوا کہ ہزار درم کا مہر قبول کیا اور اس میں سے پانچ سو کم کر ڈالے۔ اس صورت میں مرد کو کمی مہر قبول کرنا شرط نہیں اس واسطے کہ یہ اسقاط اور ابرا ہے کزیادۃ قبلتہا[1] فی المجلس۔ مہر کا کم کرنا ایسا صحیح ہے جیسے وہ زیادتی مہر کی صحیح ہے۔ جس کو عورت نے اسی مجلس میں قبول کیا۔ مثلاً عورت نے کہا کہ میں نے ہزار درم مہر پر نکاح کیا، مرد نے کہا کہ میں نے دو ہزار درم مہر کو قبول کیا تو صحیح ہے بشرطیکہ عورت نے دو ہزار کو اسی مجلس میں قبول کر لیا ہو۔ وان لا یکون مضافاً ولا معلقاً کسیجئ، اور شرائط ایجاب اور قبول سے یہ ہے کہ نکاح مضاف نہ ہو زمان مستقبل کی طرف جیسے کوئی کہے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا کل کے دن یا کہا۔ میں قبول کروں گا کل۔ اور شرط یہ ہے کہ نکاح معلق شرط پر نہ ہو جیسے کسی نے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا اگر میرا باپ راضی ہوگا، چنانچہ اس کا ذکر آوے گا۔ ولا المنکوحۃ مجہولۃ۔ اور شرائط ایجاب اور قبول سے یہ ہے کہ منکوحہ نامعلوم نہ ہو۔ جیسے ایک شخص کی دو بیٹیاں ہیں اور اس نے ایک بیٹی کا نکاح بے نام لیے کر دیا تو نکاح صحیح نہ ہوگا بسبب جہالت کے۔ ولا یشترط العلم بمعنی الایجاب والقبول فیما یستوی فیہ الھزل والھول اذ لم یحتج الی نیتہ بہ یفتی۔ اور نہیں شرط ہے دانست ایجاب اور قبول کے معنی کی اس عقد میں جس میں قصد کرنا اور نہ کرنا یکساں ہے اس واسطے کہ اس عقد میں نیت کی احتیاج نہیں اسی پر فتویٰ ہے ہم اس میں فقہاء کو اختلاف ہے۔ بعضوں نے کہا کہ عاقدین کو ایجاب اور قبول کے معنوں کا علم ضرور ہے۔ کذا فی الدرر۔ اور بعضوں نے کہا قضاءً ضرور نہیں۔ دیانۃً علم ضرور ہے کذا فی الخانیۃ اور عمادیہ میں روایت ہے کہ کوئی عقد بدون علم معنی کے صحیح نہیں۔ اور بعضوں نے کہا۔ سب صحیح ہیں علم ہو یا نہ ہو اور بعضوں نے کہا جو عقد ایسا ہو کہ جس میں قصد کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہوں جیسے طلاق اور نکاح اور عتاق۔ تو اس میں علم ضرور نہیں۔ اس واسطے کہ علم سے غرض قصد کرنا ہے اور حالانکہ اس میں قصد اور غیر قصد دونوں برابر ہیں۔ مثلاً اگر کوئی ہزل سے نکاح کرے یا طلاق دے تو صحیح ہوگا۔ اگرچہ اس کا قصد متعلق نہیں۔ اسی قول کو شارح نے پسند کیا اور ترجیح دی بخلاف بیع کے کہ بدون علم کے صحیح نہیں۔ کذا فی حاشیۃ المدنی واللہ اعلم وانما یصح بلفظ تزویج و نکاح لانہما صریح وما عداہما کنایۃ وسوکل لفظ وضع لتملیک العین کاملۃ فلا یصح بالشرکۃ۔ اور البتہ نکاح صحیح ہے تزویج اور نکاح کے لفظ سے۔

[1] اور ایک نسخہ میں قبلہا بصیغہ مذکر ہے ۱۲۔

Marfat.com

اس واسطے کہ دونوں لفظ صریحًا اسی کے واسطے موضوع ہیں اور جو لفظ ان دو کے سوا ہے سو کنایہ ہے یعنی غیر صریح ہے اور نکاح کا کنایہ وہ لفظ ہے جو موضوع ہو واسطے تملیک ذات کے بطور تملیک کامل کے تو نہ صحیح ہوگا نکاح شرکت کے لفظ سے اس واسطے کہ شرکت میں پوری تملیک نہیں فی الحال خرج الوصیۃ غیر المقیدۃ بالحال یعنی تملیک ذات کی بالفعل ہو تو اس سے نکل گئی وصیت جس میں بالفعل کی قید نہیں جیسے کسی نے کہا کہ میں نے وصیت کی اپنی لونڈی کی قربت کی ہزار درم کے بدلے اپنی موت کے بعد اور دوسرے شخص نے قبول کیا تو نکاح صحیح نہ ہوگا. اس واسطے کہ تملیک فی الحال نہ ہوئی. اور وصیت بالفعل میں نکاح صحیح ہوگا کہبۃ وتملیک وصدقۃ وعطیۃ. تملیک بالفعلی جیسے ہبہ اور تملیک اور صدقہ اور عطا. مثلاً اگر عورت کہے. کہ میں نے اپنی ذات کو ہبہ کیا یا تجھ کو ملک کیا یا صدقہ دیا یا دے ڈالا وغیرہ اور دوسرے نے قبول کیا تو نکاح صحیح ہوگا وسلم واستیجار اور نکاح صحیح ہے بلفظ بیع سلم اور استیجار کے. سو اگر عورت کو اجرت قرار دیا تو نکاح صحیح ہے جیسے یوں کہے کہ میں نے اپنا گھر ایک برس کو اجارہ دیا تیری بیٹی کے بدلے اور اگر یوں کہے کہ میں نے اجارہ دیا اپنی بیٹی کو ہزار درم کے بدلے تو صحیح یہ ہے کہ نکاح نہ ہوگا کہ اس میں تملیک دائمی نہیں بخلاف صورت اول کے کذا فی حاشیۃ المدنی وفرض وصلح وصرف وکلما تملک بہ الرقاب بشرط نیۃ او قرینۃ وفہم الشہود المقصود، اور نکاح صحیح ہوتا ہے بلفظ فرض اور صلح اور صرف کے اور جو لفظ کہ گردنوں کی ملکیت کا فائدہ بخشے بشرط نیت متکلم کے یا قرینہ مقام کے اور سمجھنے شہود کے مقصود کو یعنی بلفظ ہبہ وغیرہ کے نکاح جب منعقد ہوتا ہے کہ نکاح کی نیت ہو یا قرینہ ہو اور گواہ بھی اس مطلب کو سمجھ گئے ہوں ہبہ وغیرہ میں نیت کی حاجت اس واسطے ہوئی کہ یہ الفاظ کنایہ ہیں نکاح کے صریحًا نکاح کے واسطے موضوع نہیں جو محتاج نیت کے نہ ہوں لایصح بلفظ اجارۃ براد او بزار، نہ صحیح ہوگا نکاح اجارہ کے لفظ سے. اجارہ براد مہملہ ہو یا بزار معجمہ ہو. لفظ اجارہ سے نکاح صحیح نہ ہوا اس واسطے کہ اس میں تملیک دائمی نہیں بلکہ تملیک منفعت کی موقت ہے اور نکاح میں دوام مشروط ہے بخلاف لفظ استیجار کے چنانچہ سابق مذکور ہو چکا اور اجازت سے اس واسطے نکاح نہیں منعقد ہوتا کہ لفظ اجازت کا تملیک عین کے واسطے موضوع نہیں واعارۃ ووصیۃ ورہن وودیعۃ ونحوہا مما لا یفید الملک لکن یثبت بہ الشبہۃ فلا یحد ولہا الاقل من المسمی ومہر المثل. اور نہیں صحیح ہے نکاح بلفظ اعارۃ اور وصیت اور رہن اور ودیعت اور مانند ان الفاظ کے جو ملک کے مفید نہیں، لیکن ایسے الفاظ سے شبہ نکاح کا ثابت ہوتا ہے تو حد نہ ماری جاویگی اس کو جس نے ان الفاظ سے نکاح کیا. اس واسطے کہ حد شبہ پڑنے سے ٹل جاتی ہے اور اس صورت میں عورت کو مہر ملے گا جو کمتر ہو مہر مسمی سے، جس پر دونوں راضی ہو گئے اور مہر مثل سے یعنی اگر مہر مسمی کم ہے مہر مثل سے تو مسمی ملے گا اور اگر مہر مثل کم ہے مسمی سے تو مہر مثل ملے گا. وکذا تثبت بکل لفظ لا ینعقد بہ النکاح فلیحفظ اور اسی طرح شبہ نکاح کا ثابت ہوتا ہے ہر ایک اس لفظ سے جس سے نکاح منعقد نہیں ہوتا. سو اس کو یاد رکھنا چاہیے ظاہر یہ مضمون مکرر ہو گیا. وبالفاظ مصحفۃ کتجوزت لصدورہ لا عن قصد صحیح بل عن تحریف و تصحیف فلم یکن حقیقۃ ولا مجازا لعدم العلاقۃ بل غلطا فلا اعتبار بہ اصلا تلویح. اور نہیں منعقد ہوتا نکاح ان الفاظ سے جن میں تصحیف واقع ہوئی. جیسے تجوزت بجائے تزوجت کے تصحیف لغت میں خطا فی الصحیفہ کو کہتے ہیں اور یہاں مطلق خطا مراد ہے تصحیف ہو یا تحریف لفظوں کی غلطی تصحیف ہے جیسے زوج بمعنی جفت کو، روح بمعنی جان کہنا. اور تحریف صورت کی غلطی کو کہتے ہیں جیسے سلیم بروزن کریم کو سلیم بروزن حسین بولنا. تصحیف اور تحریف سے اس واسطے نکاح منعقد نہیں ہوتا کہ اس کا صدور قصد صحیح سے نہیں بلکہ تبدیل اور تغییر ہے نہ تو حقیقت ٹھہرا نہ مجاز اس واسطے کہ تحریف اور تصحیف میں اصل لفظ سے کچھ علاقہ نہیں ہوتا اور حالانکہ مجازی معنی میں حقیقی معنی سے علاقہ ہونا لازم ہے بلکہ ایسے الفاظ محض غلط ہیں تو ان کا کچھ اعتبار نہیں کذا فی التلویح نعم او اتفق قوم علی النطق بہذہ الغلط وصدرت عن قصد کان ذلک وضعا جدیدا فیصح بہ افتی ابو السعود ہاں اگر اتفاق کر لیوے کوئی قوم ایسے غلط الفاظ کے بولنے پر اور صدور ان کا بالقصد ہو تو ہوگا یہ اجماعی متکلم وضع جدید تو اس وقت میں غلط الفاظ سے نکاح منعقد ہوگا اسی پر

Marfat.com

فتویٰ دیا شیخ الاسلام مفتی ابوسعود نے، واما الطلاق فیقع بہا قضاء کما فی اوائل الاشباہ. اور طلاق تو صحیح ہوگی ایسے غلط الفاظ سے قاضی کے روبرو. نہ بنا بر دیانت کے، چنانچہ کتاب اشباہ ونظائر کے اوائل میں اس کی تصریح ہے جیسے کوئی طلاق کو تلاق یا طلاک کہے تو طلاق واقع ہوگی بخلاف نکاح کے ولا بتعاط احترازا للفروج، اور نہ منعقد ہوگا نکاح تعاطی سے واسطے تعظیم اور تکریم فروج کے یعنی حلت فروج اور اجناس کی طرح ذلیل نہیں کہ ایجاب اور قبول لفظی اس میں شروط نہ ہو، تعاطی[1] کے معنی سابق ہو چکے وشرط سماع کل من العاقدین لفظ الآخر لتحقق رضا لہما، اور صحت نکاح میں شرط ہے سننا ہر ایک کا عاقدین سے دوسرے کے لفظ کو واسطے ثبوت رضا طرفین کے وشرط حضور شاہدین اور شرط ہے صحت نکاح میں موجود ہونا دو شاہدوں کا اس واسطے کہ جامع ترمذی میں حدیث ہے کہ زانی عورتیں وہ ہیں کہ اپنے نکاح بدون شاہدوں کے کرلیتی ہیں اور محمد بن حسن نے مرفوعاً روایت کیا کہ لا نکاح الا بشہود، یعنی نکاح صحیح نہیں بدون شاہدوں کے اور جب دو شاہدوں کے روبرو نکاح ہوا تو ادنیٰ رتبہ اعلان کا ثابت ہوا. نکاح سر اور نکاح مخفی اس کو نہ کہیں گے اس واسطے کہ دو شاہدوں سے زیادہ اعلان شرط نہیں، اور اگر شاہدوں سے کہا کہ تم اظہار نہ کرنا تو بھی نکاح فاسد نہیں ہوتا، اگرچہ ترک مستحب ہوا کہ شہرت کامل نہ ہوئی اور ضرور ہے امتیاز منکوحہ کی شاہدوں کے نزدیک تاکہ جہالت نہ رہے. سو اگر منکوحہ مجلس عقد میں حاضر ہو تو اشارہ اس کی طرف کفایت کرتا ہے اور چہرہ کھول کر دیکھنا زیادہ تر احتیاط ہے. پھر اگر جسم منکوحہ نظر نہ آوے اور وہ اندر مکان سے ایجاب اور قبول کرے سو اگر وہاں وہ اکیلی ہو تو نکاح جائز ہے اور اگر اس کے ساتھ اور عورت بھی ہو تو درست نہیں کہ جہالت مرتفع نہ ہوئی. اور اسی طرح اگر منکوحہ نے کسی کو اپنے نکاح کا وکیل کیا تو یہی تفصیل وہاں بھی ضرور ہے اور اگر منکوحہ مجلس عقد سے غائب ہو اور وکیل نکاح باندھے تو اگر شاہد عورت کا ارادہ جانتے ہوں اور اس کو پہچانتے ہوں تو فقط اس کا نام لینا کفایت کرتا ہے اور اگر عورت کو نہ پہچانتے ہوں تو اس کا نام اور اس کے باپ دادا کا نام لینا ضرور ہے. کذا فی البحر کہا سید احمد طحطاوی حنفی نے کہ یہ جو بعضے لوگوں میں معمول ہے کہ شاہد دروازے یا پردے کی آڑ سے توکیل عورت کی زبانی سن لیتے ہیں اور حالانکہ وہاں عورتوں کی کثرت ہوتی ہے تو جائز نہیں اس واسطے کہ امتیاز منکوحہ کی نہیں ہوتی تو ایسے مقام میں کوئی مخلص اور صورت جواز کی نہیں سوائے اس کے کہ اس کو نکاح فضولی قرار دیجیے کہ عورت کی اجازت قولی یا فعلی سے تمام ہو کذا فی حاشیۃ المدنی حرتین او حر وحرتین. گواہ دو حر ہوں یا ایک مرد حر اور دو حرہ عورتیں ہوں تو غلاموں اور فقط عورتوں کی گواہی سے نکاح نہ ہوگا، مکلفین دونوں عاقل اور بالغ ہوں تو لڑکوں اور دیوانوں کی گواہی سے نکاح نہ ہوگا سامعین معا قولہما علی الاصح دونوں ساتھ ہی سامع ہوں، عاقدین کے قول کو بنا بر مذہب اصح کے. سو اگر عاقدین نے ایجاب اور قبول کو ایک گواہ کو سنایا پھر دوسری مجلس میں دوسرے گواہ کو سنایا تو نکاح درست نہ ہوگا اور اسی طرح حضور نائمین اور اصمین سے نکاح صحیح نہیں. فاہمین انہ نکاح علی المذہب بحر دونوں گواہ سمجھتے ہوں کہ کلام عاقدین کا نکاح ہے بنا بر مذہب مختار کے کذا فی البحر. تو اگر ہندی گواہوں کے روبرو عربی یا فارسی میں ایجاب اور قبول ہوا اور ان کو نکاح ہونے کا فہم نہ ہو تو نکاح صحیح نہ ہوگا اور اگر فہم ہو گیا گو الفاظ کے معنی نہ سمجھے تو نکاح صحیح ہوگا مسلمین فی نکاح مسلمۃ ولو فاسقین. دونوں گواہوں کا مسلمان ہونا شرط ہے عورت مسلمان کے نکاح میں اگرچہ فاسق ہوں. اس واسطے کہ گواہی کافر کی مسلمان پر درست نہیں، او محدودین فی قذف او اعمیین. یا دونوں گواہوں پر تہمت زنا لگانے سے مار پڑے یا دونوں اندھے ہوں تو بھی گواہی درست ہے. او ابنی الزوجین باگواہ دو بیٹے زوج اور زوجہ کے ہوں. جیسے عورت کا بیٹا دوسرے شوہر سے ہو اور مرد کا بیٹا دوسری عورت سے یا انھیں زوج اور زوجہ سے دو بیٹے ہوں، سو یہ دوسری صورت اس وقت واقع ہوگی، جب زوجین میں کسی وجہ سے نکاح ٹوٹ گیا ہو، اور پھر دونوں

[1] یعنی منہ سے کچھ لفظ نہ کہے اور مرد مثلاً مہر سامنے رکھ دے اور عورت اس کے ساتھ ہو لے ۱۲ ؛

Marfat.com

نکاح ثانی کا ارادہ کریں او ابنی احدہما وان لم یثبت النکاح بھای الابنین اِنِ ادَّعَی الْقَرِیْبُ یا زوجین میں فقط ایک ہی کے دو بیٹے گواہ ہوں اگرچہ نکاح نہیں ثابت ہوگا دونوں بیٹوں کی گواہی سے۔ اگر بیٹوں والا مدعی ہوگا یعنی فقط عورت کے دو بیٹے ہوں یا فقط مرد کے دو بیٹے ہوں تو ان کی بھی گواہی سے نکاح صحیح ہوجائیگا، لیکن اگر عورت کے دو بیٹوں کی گواہی سے نکاح ہوا تھا اور مرد نکاح کا منکر ہوا اور عورت نکاح کی مدعی ہوئی تو اس کے بیٹوں کی گواہی سے قاضی کے روبرو اس کا دعویٰ ثابت نہ ہوگا اور اس صورت میں اگر مرد مدعی ہوگا تو عورت کے بیٹوں کی گواہی سے اس کا دعویٰ ثابت ہوجائیگا اور اسی طرح اگر مرد کے بیٹوں کی گواہی سے نکاح ہوا تھا تو مرد کا دعویٰ ثابت نہ ہوگا اور عورت کا دعویٰ ثابت ہوجائیگا اس واسطے کہ فرع کی گواہی سے اصل کا نفع ثابت نہیں ہوتا البتہ ضرر ثابت ہوتا ہے۔ (کما صح نکاح مسلم ذمیۃ عند ذمیین) ولو مخالفین لدینہا (وان لم یثبت النکاح بہما مع انکارہ) جیسے کہ صحیح ہے نکاح مسلمان مرد کا ذمی عورت سے دو ذمیوں کے نزدیک گو دونوں ذمی عورت کے دین کے مخالف ہوں یعنی اگرچہ عورت نصرانیہ ہو تو گواہ یہودی ہوں یا بالعکس اگرچہ نہ ثابت ہوگا نکاح ذمیوں کی گواہی سے مسلمان کے منکر ہونے کے وقت یعنی اگر مسلمان ذمیہ کے نکاح کا انکار کریگا اور عورت مدعی ہوگی تو ذمیوں کی گواہی سے دعویٰ اس کا ثابت نہ ہوگا، اس واسطے کہ کافر کی گواہی مسلمان کے ضرر پر درست نہیں۔ والاصل عندنا ان کل من ملک قبول النکاح بولایۃ نفسہ انعقد بحضرتہ، اور قاعدہ کلیہ ہم حنفیوں کے نزدیک صحت شہادت میں یہ ہے کہ جو شخص مالک ہوسکتا ہے قبول نکاح کا اپنی ذات کی ولایت سے اس کے روبرو نکاح بھی منعقد ہوگا۔ مثلاً فاسق اور ذمی کو قبول نکاح کا اختیار ہے تو ان کا گواہ ہونا بھی درست ہے بخلاف صبی اور عبد اور مجنون کے کہ ان کو اپنی ذاتوں کا اختیار نہیں تو ان کی گواہی بھی درست نہیں (امر الاب رجلا ان یزوج صغیرتہ فزوجہا عند رجل او المرأتین والحال ان الاب حاضر صح) لانہ یجعل عاقدًا حکمًا۔ امر کیا باپ نے کسی مرد کو کہ نکاح کردے اس کی صغیرہ کا پھر نکاح کردیا اس وکیل نے روبرو ایک مرد کے یا دو عورتوں کے اور حالانکہ باپ موجود ہے تو نکاح صحیح ہوگا۔ اس واسطے کہ باپ کو اس صورت میں عاقد قرار دیا جائیگا حکمًا یعنی جب باپ موجود ہوا اسی مجلس میں تو اس مرد کی وکالت کی کچھ حاجت نہ رہی تو اس صورت میں باپ تو گویا خود عاقد ہوا اور وکیل اور دوسرا مرد یا دو عورتیں شاہد نکاح کی ہوگئیں تو بلا تامل نکاح صحیح ہوگا۔ والا لا۔ اور اگر باپ مجلس نکاح میں حاضر نہیں اور وکیل نے ایک مرد یا دو عورتوں کے روبرو نکاح باندھا تو نکاح صحیح نہ ہوگا اس واسطے کہ وکیل تو عاقد ٹھہرا تو گواہ ہوا ایک مرد یا دو عورتیں حالانکہ ایک مرد یا دو عورتوں کی گواہی سے نکاح نہیں ہوتا (ولو زوج ابنتہ البالغۃ العاقلۃ بحضرۃ شاہد واحد جاز ان کانت ابنتہ حاضرۃ لانہا تجعل عاقدۃ والا لا۔ اور اگر نکاح کردیا باپ نے اپنی جوان عاقل بیٹی کا ایک شاہد کے سامنے تو نکاح جائز ہوگا اگر اس کی بیٹی مجلس عقد میں موجود ہو، اس واسطے کہ بیٹی عاقدہ قرار دی جائے گی اور باپ اور دوسرا مرد شاہد ہوجائیں گے اور اگر اس کی بیٹی مجلس عقد میں حاضر نہ ہوگی تو نکاح درست نہ ہوگا۔ اس واسطے کہ اس صورت میں باپ عاقد ہے شاہد نہیں، تو ایک شاہد سے نکاح نہ ہوگا۔ والاصل ان الآمر بتی حضر جعل مباشرا، اور اصل قاعدہ مسائل امر میں یہ ہے کہ امر کرنے والا جب موجود ہوگا تو وہی مباشر اور عاقد قرار دیا جاویگا اور شخص مامور سفیر محض ہوجائیگا، پھر جب مامور عاقد نہ ٹھہرا تو شاہد ہوسکے گا۔ ثم انما تقبل شہادۃ المامور اذا لم یذکر انہ عقدہ لنفسہ لا یشہد علی فعل نفسہ۔ پھر شہادت مامور کی اسی صورت میں مقبول ہوگی جب تک وہ آپ کو عاقد نہ کہے تاکہ نہ لازم آوے گواہی دینا اپنی ذات کے فعل پر یعنی جب مامور نے آپ کو عاقد کہا تو اس وقت میں اس کی گواہی درست ہوگی، اس واسطے کہ خود اپنے فعل کی گواہی دینا جائز نہیں، ولو زوج المولی عبدہ البالغ بحضرتہ وواحد لم یخبر علی الظاہر۔ اور اگر نکاح کردیا مالک نے اپنے بالغ غلام کا اسی غلام اور شاہد کے سامنے تو نکاح نہ جائز ہوگا بنا بر قول ظاہر کے، اس واسطے کہ بدون اجازت مالک کے غلام کو عاقد ہونے کی لیاقت نہیں کہ مالک کو دوسرا شاہد قرار دیجیے، ولو اذن لہ فعقد بحضرۃ المولی ورجل صح والفرق لا یخفی۔ اور اگر اجازت دی مالک نے اپنے غلام کو نکاح کرلینے کی، پھر غلام نے عقد کیا مالک اور ایک مرد کے حضور میں تو نکاح

Marfat.com

صحیح ہوگا. اس واسطے کہ غلام مالک کے حکم سے اس صورت میں عاقد ہوا اور مالک اور دوسرا مرد شاہد ہوگئے. تو نکاح صحیح ہوگیا اور فرق دونوں صورتوں میں ظاہر ہے. چنانچہ بیان فرق مفصل ہوچکا (ولو قال رجل لآخر زوجتنی ابنتک فقال الآخر (زوجت او قال نعم) مجیبا لم یکن نکاحا مالم یقبل الموجب بعدہ قبلت لان زوجتنی استخبار ولیس بعقد، اور اگر کہا ایک مرد نے دوسرے سے کہ تو نے میرا نکاح کردیا اپنی بیٹی سے سو دوسرے نے کہا میں نے نکاح کردیا، یا جواب میں فقط ہاں کہا تو یہ نکاح نہ ہوگا. جب تک ایجاب کرنے والا اس کے بعد یوں نہ کہے کہ میں نے قبول کیا. اس واسطے کہ لفظ زوجتنی کا استخبار اور استفہام ہے اور عقد نہیں. سابق میں ہوچکا کہ بل اعطیتنا اور اعطیت سے مجلس نکاح میں نکاح صحیح ہوتا ہے کہ قبلت کہنے کی حاجت نہیں تو یہاں کیوں نہ صحیح ہوا اور حالانکہ استفہام دونوں صورتوں میں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ وہاں مجلس نکاح کے قرینہ سے استفہام باقی نہ رہا. بخلاف یہاں کے، کذا فی حاشیۃ المدنی، بخلاف زوجنی فانہ توکیل. برخلاف اس کے اگر مرد نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنی بیٹی کا مجھ سے نکاح کردے اور اس نے کہا کہ میں نے نکاح کردیا تو بعد اس کے قبلت کہنے کی حاجت نہیں عقد کامل ہوگیا اس واسطے کہ لفظ زوجنی کا توکیل ہے یعنی جب مرد نے بیٹی کے باپ سے کہا کہ میرا نکاح اپنی بیٹی سے کردے تو اس نے اس کو اپنے نکاح کا وکیل کردیا تو اب زوجت کہنا قائم مقام ایجاب اور قبول کے ہوگیا اس واسطے کہ نکاح میں ایک شخص متولی طرفین کا ہوسکتا ہے بخلاف بیع کے چنانچہ سابق مذکور ہوچکا ہے (غلط وکیلہا بالنکاح فی اسم ابیہا بغیر حضورہا لم یصح للجہالۃ) عورت کے نکاح کا وکیل چوک گیا عورت کے باپ کے نام میں بدوں حاضر ہونے عورت کے تو نکاح صحیح نہ ہوگا. بسبب عدم امتیاز کے یعنی زید کی بیٹی کو بھول کر خالد کی بیٹی کہہ گیا اور عورت وہاں موجود نہیں تو نکاح نہ ہوگا اور اگر عورت وہاں موجود ہے تو وکیل کا چوکنا مضر نہیں کرتا نکاح میں. کہ اس کے موجود ہونے اور اسی کی طرف اشارہ کرنے سے امتیاز حاصل ہے. ولذا لو غلط فی اسم ابنتہ الا اذا کانت حاضرۃ واشارالیہا فیصح. اور اسی طرح اگر چوک گیا مرد اپنی بیٹی کے نام میں نکاح کرنے کے وقت تو نکاح نہ صحیح ہوگا. لیکن جب بیٹی مجلس عقد میں حاضر ہو اور اسی کی طرف اشارہ کرے کہ اس کا میں نے نکاح کیا تو نکاح صحیح ہوگا. نام کی غلطی اس صورت میں مضر نہیں اس واسطے کہ اشارہ قوی تر ہے نام سے، ولو لہ بنتان وارادتزویج الکبری فغلط فسماہا باسم الصغری صح للصغری خانیۃ. اور اگر ایک مرد کی دو بیٹیاں ہوں اور اس نے بڑی بیٹی کے نکاح کردینے کا ارادہ کیا اور غلطی سے چھوٹی بیٹی کا نام لے گیا تو چھوٹی بیٹی کا نکاح صحیح ہوجائیگا کذا فی الخانیۃ. بشرطیکہ کوئی مانع نکاح نہ ہو اور اگر چھوٹی بیٹی کسی کی منکوحہ ہو یا زوج کی محرم ہو تو اس صورت میں نہ چھوٹی کا نکاح صحیح ہوگا نہ بڑی کا. چھوٹی کا اس واسطے صحیح نہ ہوگا کہ محل نکاح نہیں اور بڑی کا اس واسطے نہیں کہ اس کا نام مذکور نہ ہوا. کذا فی حاشیۃ المدنی ولو بعث مریدالنکاح اقواما للخطبۃ فزوجہا الاب والولی بحضرتہم فصح فیعجل المتکلم فقط خاطبا والباقی شہودا بہ یفتی فتح. اور اگر بھیجا نکاح کے ارادہ کرنے والے نے چند قوم کو منگنی کے واسطے سو نکاح کردیا باپ نے یا اور ولی نے ان کے حضور میں تو نکاح صحیح ہوگا تو فقط ایک بولنے والا خاطب قرار دیا جائیگا اور باقی لوگ شاہد ہوجائیں گے. اسی روایت پر فتویٰ ہے. کذا فی فتح القدیر **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے قال زوجنی ابنتک علی ان امرہا بیدک لم یکن لہ الامر لانہ تفویض قبل النکاح، ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ میرا نکاح اپنی بیٹی سے کردے اس شرط پر کہ اس کی طلاق تیرے ہاتھ میں رہے تو اس صورت میں باپ کو طلاق کا اختیار نہ ہوگا اور نکاح صحیح ہوگا. اس واسطے کہ اس میں طلاق کی تفویض ہے نکاح سے پہلے اور حالانکہ یہ صحیح نہیں وکلہ بان یزوجہ فلانۃ بکذا فزاد الوکیل فی المہر لم ینفذ وکیل کیا ایک مرد نے دوسرے کو کہ ان کا نکاح فلانی عورت سے کردے اتنے درم پر مثلاً ہزار درم پر، سو زیادہ کردیا مہر وکیل نے مثلاً دو ہزار کا مہر مقرر کردیا تو یہ نکاح نافذ نہ ہوگا، موکل چاہے تو زیادتی مہر کی قبول کرے اور نکاح کو صحیح کردے اور چاہے نہ مانے تو نکاح باطل ہوجاوے. ولو لم یعلم حتی دخل بہا بقی الخیار بین اجازتہ وفسخہ ولہا الاقل من المسمی ومہر المثل لان الموقوف کالفاسد، پھر اگر موکل کو زیادتی مہر کا علم نہ ہوا یہاں تک کہ عورت کی

Marfat.com

قربت کی تو بھی باقی رہے گا اختیار زوج کو نکاح کے صحیح نہ رکھنے میں اور باطل کر دینے میں، سو اگر صحیح رکھے گا تو مہر مسمی قبول کریگا اور اگر فسخ کرے گا تو عورت کو کمتر مہر مسمی اور مہر مثل سے ملے گا یعنی مہر مسمی زوج پر واجب ہوگا اگر مہر مسمی مہر مثل سے کم ہوگا اور مہر مثل واجب ہوگا، اگر مہر مثل مسمی سے کم ہوگا، اس واسطے کہ نکاح غیر نافذ جس کو نکاح موقوف کہتے ہیں نکاح فاسد کے برابر ہے تو نکاح فاسد کا حکم نکاح موقوف میں جاری ہوگا اور نکاح فاسد کا یہی حکم ہے کہ اس میں کمتر مہر ملتا ہے۔ تزوج بشہادۃ اللہ ورسولہ لم یجز بل قیل یکفرہ۔ نکاح کیا کسی شخص نے خدا اور رسول کی گواہی سے تو نکاح درست نہ ہوگا۔ بلکہ بعضوں نے یعنی ابوالقاسم صفار نے اس کے کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ کفر اس کا دو دلیلوں سے منقول ہے، اول یہ کہ اس نے حرام کو حلال جانا، اس واسطے کہ اللہ اور اس کے رسول نے نکاح کی گواہی آدمیوں پر مخصوص کی ہے۔ اس کے سوا اور کی گواہی کا حکم نہیں دیا، اور دوسری دلیل یہ ہے کہ جب اس نے رسول کو گواہ قرار دیا تو رسول کو عالم غیب ثابت کیا، اور حالانکہ علم غیب حق تعالیٰ کو خاص[1] ہے۔ واللہ اعلم۔ کذا فی حاشیۃ المدنی۔

فصل فی المحرمات

اس فصل میں بیان ہے محرمات کا یعنی وہ عورتیں جن کا نکاح مرد کو شرع میں درست نہیں، اسباب التحریم انواعٌ۔ اسباب تحریم کے چند قسم ہیں یعنی تو ہین قرابۃ پہلا سبب حرمت کا قرابت ہے یعنی نسبی سات عورتیں حرام ہیں، ماں، بیٹی، بہن، عمہ، خالہ، بھتیجی، بھانجی۔ مصاہرۃ دوسری حرمت سسرالی رشتہ سے جیسے خوش دامن اور مدخولہ کی لڑکیاں اور بہو، رضاع تیسری حرمت شیر خوارگی کی چنانچہ دایہ اور اس کی لڑکیاں۔ جمعٌ چوتھی حرمت اجتماع کرنے سے جیسے دو بہنوں کو یا عورت اور اس کی عمہ یا خالہ کو نکاح میں جمع کرنا، ملکٌ پانچویں حرمت ملکیت کے سبب سے جیسے مالک کا نکاح اپنی لونڈی سے یا بی بی کا نکاح اپنے غلام سے، شرکٌ چھٹی حرمت مشرک ہونے سے جیسے مجوسیہ اور بت پرست سے نکاح کرنا، ادخال امۃ علی حرۃ ساتویں حرمت بی بی پر لونڈی لانا، یعنی زوجہ حرہ کے ہوتے لونڈی سے نکاح کرنا۔ فہی سبعۃ ذکرہا المصنف بہذا الترتیب۔ یہ سات سبب حرمت کے مصنف نے اسی ترتیب سے ذکر کیے، وبقیت التطلیق ثلثا وتعلق حق الغیر بنکاح او عدۃ ذکرہما فی الرجعۃ۔ باقی رہا تین بار کی طلاق دینا اور حرمت بسبب تعلق ہونے حق غیر کے نکاح سے یا عدت سے یعنی مطلقہ ثلثہ بھی حرام ہے اور غیر کی منکوحہ اور معتدہ بھی حرام ہے۔ ان دو سببوں کو مصنف نے فصل رجعت میں مذکور کیا، تو نو سبب حرمت کے ہو گئے۔ اور محشیوں نے اکیس سبب حرمت کے شمار کیے ہیں جیسے لعان اور خنثیٰ مشکل اور جنیہ اور دریائی انسان، مترجم نے خوف تطویل سے سب کا شمار کرنا ضرور نہ جانا، اس واسطے کہ اگر عاقل آدمی کتاب النکاح میں غور کرے تو جا بجا سے سب معلوم ہو سکتے ہیں (حرم) علی المتزوج ذکرًا کان او انثی نکاح (اصلہ وفرعہ) علا او نزل۔ حرام ہے نکاح کرنے والے پر مرد ہو یا عورت نکاح کرنا اپنی جڑ کا اور شاخ کا۔ اگرچہ جڑ نہایت اونچی ہو جیسے ماں اور باپ دادا دادی پردادا پردادی اور نانا نانی پرنانا پرنانی سرنانا سرنانی اور شاخ بھی حرام ہے اگرچہ جڑ نہایت نیچی ہو جیسے بیٹا، بیٹی، پوتا پوتی، پروتا پروتی، اور نواسن نواسی، پرنواسن پرنواسی وعلی ہذا القیاس (وبنت اخیہ) اور حرام ہے اپنی بھتیجی سے سگے بھائی کی بیٹی ہو یا سوتیلے کی۔ (واختہ) اور حرام ہے اپنی بہن سگی ہو یا سوتیلی یا اخیافی (وبنتہا) اور حرام ہے اپنی بھانجی سگی بہن کی بیٹی ہو یا سوتیلی کی، ولو من زنا۔ اگرچہ یہ سب رشتہ زنا سے ہوں تو بھی حرام ہیں یعنی اصل اور فروع اور بھتیجی اور بہن اور بھانجی ہر طرح سے حرام ہیں یہ رشتے نکاح سے ہوں یا زنا سے (وعمتہ) اور اپنی پھوپھی حرام ہے نکاح سے ہو یا زنا سے (وخالتہ) اور اپنی خالہ حرام ہے نکاح سے ہو یا زنا سے۔ شارح اگر قید زنا کی محرمات نسبیہ کے آخر میں لگاتا تو نہایت مناسب ہوتا کہ سب کو حکم شامل ہو جاتا

[1] یہ دونوں دلیلیں پوچ ہیں اس لیے کہ ہو سکتا ہے کہ ناکح نے اللہ کی گواہی بحکم کفیٰ باللہ شہیدا نیت کی ہو اور رسول کی گواہی سے شریعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ کیا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفر کا اطلاق اس شخص پر نہایت سختی ہے ۱۲ ؛

Marfat.com

فہذہ السبعۃ مذکورۃ فی آیۃ حرمت علیکم امہاتکم، سو یہ ساتوں رشتے محرمات کے حرمت علیکم امہاتکم کی آیت میں مذکور ہیں. ویدخل عمۃ جدہ وجدتہ وخالتہما الاشقاء وغیرہن، اور داخل ہے عمہ اور خالہ کی حرمت میں دادا اور دادی کی عمہ اور ان دونوں کی خالہ سوائے اصل اور فرع کے باقی رشتہ برابر ہیں حرمت میں سگی ہوں یا سوتیلی یا اخیافی، چنانچہ اس کا بیان ترجمہ میں مفصل ہو چکا، واما عمۃ[1] عمۃ امہ وخالۃ خالۃ ابیہ فحلال. اور مادری عمہ کی عمہ اور سوتیلی خالہ کی خالہ حلال ہے اس واسطے کہ مادری عمہ کا باپ دادی کا زوج ہے تو مادری عمہ کی عمہ دادی کی زوج بن ہوئی اور چونکہ زوج الام کی بہن حرام نہیں، تو زوج الجدہ کی بہن بطریق اولیٰ نہ حرام ہوگی اور اگر عمہ سگی یا سوتیلی ہے تو عمہ کی عمہ حرام ہے اس واسطے کہ عمہ یہاں عبارت ہے باپ کی بہن سے، تو عمہ کی عمہ دادا کی بہن ہوئی تو جیسے باپ کی بہن حرام ہے ویسے ہی دادا کی بہن حرام ہے اور سوتیلی خالہ کی خالہ اس واسطے حلال ہوئی کہ سوتیلی خالہ کی ماں سگی نانی نہیں بلکہ نانا کی زوجہ ہے تو اس کی بہن سالی ہوئی نانا کی، اور نانا کی ایسی سالی ناتی پر حرام نہیں اور اس کی خالہ یا مادری خالہ ہے، تو اس صورت میں خالہ کی خالہ حلال نہیں، کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر عن المحیط طحطاوی نے کہا، شارح کا یوں کہنا مناسب تھا واما عمۃ[2] العمۃ لام تاکہ جار مجرور مضاف الیہ کا صفت ہوتا اور مدعا واضح ہو جاتا، کبنت عمہ وعمتہ وخالہ وخالتہ واحل لکم ماوراء ذالکم، چنانچہ چچا اور عمہ کی بیٹی اور ماموں اور خالہ کی بیٹی بھی حلال ہے بموجب اس قول حق تعالیٰ کے کہ حلال کر دیا گیا تم پر سوائے اس کے. اول حق تعالیٰ نے محرمات کو ذکر فرمایا، پھر ارشاد فرمایا کہ سوائے ان محرمات کے سب عورتیں حلال ہیں اور چونکہ عمہ اور خالہ کی بیٹیاں اور مادری عمہ کی عمہ اور سوتیلی خالہ کی خالہ محرمات مذکورہ میں داخل نہیں تو ان کی حلت صاف ثابت ہوگئی (وحرم) بالمصاہرۃ (بنت زوجتہ الموطوءۃ) اور حرام ہے بسبب سسرالی رشتہ کے اپنی زوجہ مدخولہ کی بیٹی یعنی ربیبہ[3]، اور اگر عورت سے نکاح کیا اور بدون جماع اس کو طلاق دی تو اس کی بیٹی سے نکاح درست ہے (وام زوجتہ) ابدا تاما مطلقا بمجرد العقد الصحیح (وان لم توطأ زوجتہ) اور حرام ہے اپنی زوجہ کی ماں اور دادیاں نانیاں ہر طرح سے سگی ہوں یا سوتیلی حرمت ثابت ہوتی ہے بمجرد نکاح صحیح کے اگرچہ زوجہ سے جماع نہ کیا ہو نکاح صحیح کی اس واسطے قید دی کہ مجرد نکاح فاسد سے خوشدامن حرام نہیں ہوتی، جب تک جماع یا مساس وغیرہ نہ ہوا ہو، لما تقرران وطی الامہات یحرم البنات ونکاح البنات یحرم الامہات حرمت ربیبہ کا مقید ہونا جماع زوجہ پر اور خوش دامن کی حرمت بلا قید اس واسطے ہے کہ ثابت ہو چکا ہے شرع میں کہ ماؤں کا جماع بیٹیوں کو حرام کر دیتا ہے اور فقط بیٹیوں کا نکاح بدون جماع کے حرام کر دیتا ہے ماؤں کو. چنانچہ کلام مجید میں یہ دونوں صورتیں صاف مصرح ہیں، ویدخل بنات الربیبۃ والربیب، اور داخل ہے ربیبہ کی حرمت میں ربیبہ اور ربیب کی بیٹیوں کی حرمت وفی الکشاف واللمس ونحوہ کالدخول عند ابی حنیفۃ رح واقرہ المصنف، اور تفسیر کشاف میں ہے کہ مساس وغیرہ شہوت سے قائم مقام دخول کے ہے نزدیک ابی حنیفہ رحمہ اللہ کے، تو فقط مساس سے بھی حرمت ربیبہ کی امام اعظم رح کے نزدیک ثابت ہو گی اور اس کو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں مسلم رکھا ہے (وزوجۃ اصلہ) اور حرام ہے اپنی اصل کی زوجہ یعنی جن عورتوں سے باپ دادا نے نکاح صحیح کیا وہ حرام ہیں جماع ان سے کیا ہو یا نہ کیا (وفرعہ) مطلقا ولو بعیدا دخل بہا اولا اور حرام ہے مطلقا اپنی شاخ کی زوجہ یعنی اولاد کی، اگرچہ شاخ بعید ہو، جیسے پوتا اور ناتی اولاد نے اپنی زوجات سے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو. یعنی بیٹے اور پوتے کی زوجہ اور باپ اور دادے پر حرام ہیں جماع یہاں مشروط نہیں فقط نکاح صحیح چاہیے. واما بنت زوجۃ ابیہ وابنہ فحلال اور اپنے باپ کی زوجہ کی بیٹی یعنی سوتیلی ماں کی لڑکی جو باپ کے نطفہ سے نہیں اور اپنے فرزند کی زوجہ کی بیٹی جو فرزند کے نطفہ سے نہیں سو حلال ہے اس واسطے کہ دونوں میں خون کا میل نہیں. واحرم الکل مما مر

[1] یعنی اخیافی پھوپھی کی پھوپھی ۱۲ [2] یعنی عمہ اس پھوپھی کی جو ماں کی طرف سے ہے یعنی اخیافی بہن باپ کی ۱۲ [3] وہ لڑکی جو اول شوہر سے ہو، دوسرے شوہر کی ربیبہ کہلاتی ہے اور لڑکے کو ربیب کہتے ہیں، ہندی میں کڈھیلا بولتے ہیں ۱۲

Marfat.com

تحریمہ نسباً ومصاہرۃً ۔ضاعۃ الا ما استثنی فی بابہ ۔ اور حرام ہیں سب رشتے جن کی تحریم نسبا اور مصاہرۃ مذکور ہوئی رضاعی شیر خوارگی سے مگر جن کی حلت رضاعت سے مستثنیٰ ہے ۔چنانچہ اس کی تفصیل آگے آویگی ، رضاعی ماں اور بہن اور رضاعی دادی نانی اور رضاعی بھتیجی بھانجی حرام ہیں ۔ خلاصہ یہ کہ دایہ کی سب قرابت والی شیر خوار پر حرام ہیں اور شیر خوار کی طرف سے زوجین[1] اور فروع دایہ وغیرہ پر حرام ہیں ۔چنانچہ یہ قاعدہ حرمت کا اس بیت میں موجود ہے ۔ بیت ازجانب شیردہ ہمہ خویش شوند ہ وزجانب شیر خوار زوجان وفروع ۔ فروع تقع مغلطۃ چند فروع متعلق بمحرمات شارح مذکور کرتا ہے جن کے جواب دینے میں خطا کا احتمال ہے ۔ طلق امرأتہ تطلیقتین ولہا منہ لبن فاعتدت فنکحت صغیرا فان رضعتہ فحرمت علیہ فنکحت آخر فدخل بہا فابانہا فہل تعود للاولیٰ واحدۃ ام ثلث الجواب لا تعود الیہ ابدا لصیرورتہا علیہ ابنہ رضاعا ۔ ایک مرد ہے جس نے اپنی زوجہ کو دو بار طلاق دی اور زوجہ شیر دار ہے ۔ اس مرد کے نطفے سے ، پھر عدت کے بعد اس نے نکاح کیا کسی شیر خوار لڑکے سے سو اس نے اس کو دودھ پلایا تو حرام ہوگئی اس پر پھر اس نے اور مرد سے نکاح کیا تو اس نے عورت سے جماع کیا پھر اس نے اس کو طلاق بائن دی ، سو یہ عورت کیا پھر نکاح کر سکتی ہے پہلے شوہر سے ایک طلاق سے یا تین طلاقوں سے ۔ یعنی شوہر اول دو بار طلاق دے چکا تھا ، سو دوسرے نکاح میں شوہر اول کو ایک باقی ماندہ طلاق کا اختیار ہوگا یا تینوں طلاق کا مالک ہوگا ۔ جواب اس سوال کا یہ ہے کہ یہ عورت کبھی نہیں پھر سکتی ہے شوہر اول کی طرف اس واسطے کہ وہ زوجہ ہوگئی مرد کے رضاعی بیٹے کی اور ہو کبھی حلال نہیں ہو سکتی ، شرعی امتہ ابیہ لا تحل لہ ان علم انہ ولیہا ۔ خرید کی اپنے باپ کی لونڈی تو ولد کو اس کی وطی حلال نہیں ۔ اگر اس کو معلوم ہو کہ باپ نے اس سے وطی کی ۔ تزوج بکرا فوجدہا ثیبا وقالت ابوک قضنی صداقہا ثت بلا مہر والا ثمنی ۔ نکاح کیا ایک مرد نے باکرہ عورت سے تو اس کو باکرہ نہ پایا ۔ پھر اس نے پوچھا کہ کس نے تیرا ازالۂ بکارت کیا ۔ اس نے جواب دیا کہ تیرے باپ نے میری بکارت کا ازالہ کیا ۔ سو اگر زوج نے اس کی تصدیق کی تو اس کا نکاح ٹوٹ گیا بدوں مہر کے یعنی مہر دینا شوہر پر واجب نہ ہوا قصور عورت کا تھا کہ اس نے اول کیوں نہ ظاہر کیا اور اگر شوہر نے عورت کی تصدیق نہ کی تو نکاح نہ ٹوٹا ، چاہے اس کو رکھے چاہے چھوڑ دے ۔ وحرم ایضا بالصہریۃ اصل مزنیۃ ۔ اور بھی حرام ہے سسرالی رشتہ سے عورت مزنیہ کی اصل یعنی جس عورت سے زنا کیا تو اس کی ماں اور دادی اور نانی مرد پر حرام ہیں ، اراد بالزنا الوطی الحرام ، مصنف نے زنا سے حرام جماع مراد رکھا اس واسطے کہ نکاح فاسدہ کی منکوحہ اور جاریہ مشترکہ اور زوجہ حائضہ اور نفاسہ کے جماع سے بھی حرمت مصاہرت کی ثابت ہوتی ہے تو اعتبار جماع کا ٹھہرا حلال ہو یا حرام ۔ یہ حرمت فقط زنا پر مخصوص نہ ہوئی ۔ واصل ممسوسۃ بشہوۃ ولو بشعر علی الراس بحائل لا یمنع الحرارۃ اور حرام ہے اصل اس عورت کی جس کو شہوت سے مساس کیا اگرچہ سر کے لپٹے ہوئے بالوں کو مساس کیا ہو ، اور اگرچہ ایسا باریک کپڑا درمیان میں حائل ہو کہ گرمی بدن کی وصول کی مانع نہ ہو تو معلوم ہوا کہ لٹکے بالوں کا مساس حرمت کا سبب نہیں ، اور اسی طرح گاڑھے کپڑے کا حائل ہونا جو بدن کی گرمی معلوم ہونے کا مانع ہے ممسوسہ کی اصول کو حرام نہیں کرتا واصل ماسۃ وناظرۃ الی فرجہا الداخل ولو نظرۃ من زجاج او من ماء ہی فیہ ۔ اور حرام ہے اصل اس عورت کی جس نے مرد کو شہوت سے چھو لیا یا مرد کے آلہ تناسل کو شہوت سے دیکھ لیا اور اس عورت کی اصل حرام ہے جس کی گول شرمگاہ اندر والی کو مرد نے شہوت سے دیکھا ، گو شیشے سے دیکھا ہو یا اس پانی سے دیکھا ہو جس کے اندر عورت داخل ہے سو اگر عورت کی شرمگاہ آئینہ میں دیکھی یا عورت حوض پر بیٹھی ہو اور اس کی شرمگاہ پانی سے نظر پڑی یا ظاہری شرمگاہ دیکھی یا باطنی نہ دیکھی تو اس کی اصول اور فروع کی حرمت ثابت نہیں ہوتی وفروعہن مطلقا ۔ اور فروع ان محرمات مذکورہ کے حرام ہیں مطلقا یعنی جیسے عورت مزنیہ اور ممسوسہ اور ماسہ اور ناظرہ اور منظورہ کی اصول حرام ہیں ، ویسے فروع بھی حرام ہیں ، اصول پدری اور مادری اگرچہ عالی ہوں اور فروع پسری اور دختری اگرچہ

سوال وجواب

[1] یعنی شیر خوار اور اس کی زوجہ اور اس کی اولاد ۱۲ ۔

Marfat.com

ساقل ہوں، والعبرۃ للشہوۃ عند المس والنظر لا بعدہما، اور اعتبار شہوت کا مساس کرنے اور نظر کرنے کے وقت کا ہے نہ بعد کا یعنی مساس اور نظر کے وقت اگر شہوت ہوگی تو حرمت مذکورہ ثابت ہوگی اور اگر بعد مساس کرنے اور بعد نظر پڑنے کے شہوت ہوئی تو اس کا کچھ اعتبار نہیں، وحدہا فیہما تحرک آلتہ او زیادتہ بہ یفتیٰ، اور مقدار شہوت کے مساس اور نظر میں یہ ہے کہ آلہ تناسل جنبش میں آوے یا نظر اور مساس کرنے سے جنبش سابق سے زیادہ ہوجاوے، اگر سابق سے کچھ شہوت تھی اسی روایت پر فتویٰ ہے، کذا فی بحر الرائق وفی امرأۃ ونحو شیخ کبیر تحرک القلب او زیادتہ، اور مقدار شہوت کی عورت اور بڈھے سے مرد میں یہ ہے کہ دل میں جنبش اور خواہش ہو یا دل کی خواہش سابق سے زیادہ ہوجائے، شیخ کے مانند میں جنین اور مریض اور مقطوع الذکر داخل ہوگئے، وفی الجوہرۃ لا یشترط فی النظر للفرج تحریک آلتہ بہ یفتیٰ، اور جوہرہ میں یہ روایت ہے کہ عورت کی شرمگاہ کے نظر کرنے میں جنبش آلہ تناسل کی شرط نہیں اسی پر فتویٰ ہے۔ ہذا اذا لم ینزل فلو انزل مع مس او نظر فلا حرمۃ بہ یفتی ابن کمال وغیرہ۔ یہ حرمت مساس اور نظر کی اس وقت تک ہے جب تک انزال نہیں ہوا اور اگر انزال ہوگیا مساس اور نظر کرنے کے ساتھ تو حرمت ثابت نہیں اسی پر فتویٰ دیا ہے ابن کمال وغیرہ نے عدم انزال سبب حرمت کا اس واسطے ہوا کہ جب تک انزال نہیں ہوا تو جماع کی خواہش ہے اس واسطے اس کو قائم مقام جماع کے کردیا ہے بخلاف انزال کے کہ اس وقت مطلق خواہش جماع کی نہیں ہوتی پھر کیونکر جماع کے قائم مقام ہو، کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الاشباہ وفی الخلاصۃ وطیٔ اختِ امرأتہ لا تحرم علیہ امرأتہ، اور خلاصہ میں یہ ہے جماع اپنی زوجہ کی بہن کا اس کی زوجہ کو اس پر حرام نہیں کردیتا یعنی مصاہرت کی حرمت سوائے فروع اور اصول کے اور کہیں ثابت نہیں ہوتی، چنانچہ زوجہ کی بہن کے جماع سے زوجہ حرام نہ ہوگی لیکن اگر وطی بالشبہ ہوئی تو زوجہ کی بہن پر عدت بیٹھنا واجب ہے اور عدت تک زوجہ کے جماع سے پرہیز لازم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی لا تحرم المنظور الی فرجہا الداخل[1] من مرآۃ ومائہ لان المرئی مثالہ بالانعکاس لا ہو حرام، نہیں اصول اور فروع اس عورت کی جس کی شرمگاہ نہانی پر نظر پڑی آئینہ سے یا پانی سے اس واسطے کہ شرمگاہ کی مثال نظر پڑی انعکاس سے نہ خود شرمگاہ اور اسی طرح تصور اور خیال کرنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ ہذا اذا کانت حیۃ مشتہاۃ ولو ماضیا اما غیرہا یعنی المیتۃ وصغیرۃ لم تشتہ، فلا تثبت الحرمۃ بہا اصلا کوطی دبر مطلقا، یہ حرمت مصاہرت کی زنا اور مساس اور نظر سے جب ہے کہ عورت زندہ لائق شہوت کے ہو، اگرچہ زمانہ ماضی میں لائق شہوت کے تھی اور اب نہ ہو جیسے بڈھی بدشکل، اور اگر سوائے اس کے ہو، یعنی عورت مردہ ہو یا نو برس سے چھوٹی ہو تو اس کے جماع اور مساس اور نظر شرمگاہ سے ہرگز حرمت ثابت نہیں ہوتی، چنانچہ عورت یا مرد کے اغلام سے مطلق حرمت مصاہرت نہیں، اگر کوئی سوال کرے کہ یہ عجیب بات ہے کہ فقط مساس سے اصول اور فروع کی حرمت تو ثابت ہو اور عورت کے اغلام سے نہ ہو حالانکہ اس میں بھی مساس کامل موجود ہے، اس کا جواب بحر الرائق میں یوں دیا ہے کہ واقع میں علت حرمت کی وہ جماع ہے جس سے لڑکا پیدا ہو، اور مساس وغیرہ سے اس واسطے حرمت ثابت ہوتی کہ اس جماع خاص کا سبب ہے اور اغلام میں اس کا مطلق احتمال نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی، وکما لو افضاہا لعدم تیقن کونہ فی الفرج مالم تحبل منہ۔ اور اسی طرح اگر مرد نے اس عورت سے جماع کیا جس کے قبل اور دبر کا پردہ پھٹ کر ایک ہوگیا، حرمت مصاہرت کی ثابت نہیں ہوتی اس واسطے کہ تیقن نہیں اس بات کا کہ جماع قبل میں واقع ہوا یعنی جب دونوں مقام مل گئے تو کیونکر یقین کامل ہو کہ دخول فقط قبل میں ہوا دبر میں نہ ہوا، اس صورت میں حرمت اس وقت ہوگی جب عورت اس سے حاملہ ہوجاوے، اس واسطے کہ حمل قبل سے ہوتا ہے نہ دبر سے، بلا فرق بین زنا ونکاح، یعنی میت اور صغیرہ کے جماع سے حرمت ثابت نہیں اس میں زنا اور نکاح کا کچھ فرق نہیں، فلو تزوج صغیرۃ لا تشتہی فدخل بہا فطلقہا وانقضت عدتہا وتزوجت باٰخر جاز لہ، ای

[1] ایک نسخہ میں الداخل کے بعد اذا لم اہ ہے ۱۲

Marfat.com

للاول التزوج ببنتها لعدم الاشتهاء، سو اگر نکاح کیا ایک مرد نے صغیرہ سے جو لائق شہوت کے نہیں پھر اس سے صحبت کی، پھر اس کو طلاق دی اور اس کی عدت گذر گئی اور اس عورت نے بعد مشتہاۃ ہونے کے نکاح کیا اور شخص سے تو جائز ہے پہلے شوہر کو کہ اس عورت کی بیٹی سے نکاح کر لے اس واسطے کہ شوہر اول کے پاس لائق شہوت کے نہ تھی اور حرمت مصاہرت کی بدون اشتہا کے ثابت نہیں ہوتی لیکن اس عورت کی ماں شوہر اول پر بلاشبہ حرام ہے اس واسطے کہ نکاح بنات محرم ہے امہات کا، وکذا تشترط الشهوة فی الذکر فلو جامع غیر مراہق زوجة ابیه لم تحرم فتح، اور اسی طرح حرمت مصاہرت میں شرط ہے کہ شہوت ہو مرد میں بھی، سو اگر جماع کیا باپ کی زوجہ سے لڑکے نے جو قریب البلوغ نہیں تو باپ کی زوجہ باپ پر حرام نہ ہوگی، کذا فی فتح القدیر یعنی بسبب عدم شہوت کے بہو نہ ٹھہرے گی کہ باپ پر حرام ہو جائے ولا فرق فیما ذکر بین اللمس والنظر بشهوة بین عمد ونسیان وخطاء واکراه۔ اور مسائل مذکورہ میں کچھ فرق نہیں مساس اور شہوت کی نظر سے درمیان قصد کرنے اور بھول جانے اور چوکنے اور زبردستی کے یعنی ہر صورت سے مصاہرت کی حرمت ثابت ہو جاتی ہے اور نسیان اور خطا اور اکراہ یہاں سب برابر ہیں، فلو ایقظ زوجته و ایقظته ہی لجماعها فمست یده بنتها المشتهاة او یدها ابنه حرمت الام ابدا فتح، سو اگر جگایا اپنی زوجہ کو یا جگایا زوجہ نے شوہر کو قربت کے لیے، پھر لگ گیا مرد کا ہاتھ زوجہ کی جوان بیٹی کو، بیٹی اس مرد سے ہو یا غیر سے یا لگ گیا زوجہ کا ہاتھ شوہر کے بیٹے سے، اسی عورت سے بیٹا ہو یا اور سے تو ماں ہمیشہ کو حرام باپ پر ہو جائے گی، کذا فی فتح القدیر، اس واسطے کہ جب شہوت سے مساس ہوا تو عمدا اور خطاءً دونوں برابر ہیں۔ قبل ام امرأته فی ای موضع کان علی الصحیح جوہرہ، حرمت علیه امرأته مالم یظهر عدم الشهوة ولو علی الفم کما فهمه فی الذخیرة، بوسہ لیا اپنی زوجہ کی ماں کا کسی جگہ کا بوسہ ہو بنا بر مذہب صحیح کے کذا فی الجوہرۃ حرام ہو جائے گی اس پر زوجہ اس کی جب تک شہوت نہ ہو نا ظاہر نہ ہو گو بوسہ منہ پر لیا ہو، چنانچہ ذخیرہ میں اس کا مصنف یوں ہی سمجھا ہے اور اگر خوشدامن کے بوسہ لینے کے وقت شہوت ظاہر نہ ہوگی تو زوجہ حرام نہ ہوگی اگرچہ منہ پر بوسہ لیا ہو محشیوں نے لکھا ہے کہ یہ جو عموم تقبیل کا شارح نے جوہرہ سے نقل کیا اس میں شارح چوک گیا اس واسطے کہ جوہرہ میں عموم مذکور نہیں اگرچہ عموم اور معتبر کتابوں میں مثل بحر الرائق وغیرہ کے موجود ہے، کذا فی حاشیة المدنی وفی المس لا تحرم مالم تعلم الشهوة لان الاصل فی التقبیل الشهوة بخلاف المس۔ اور خوشدامن کے مساس کرنے میں مرد پر زوجہ حرام نہیں ہوتی جب تک نہ یقین کرے شہوت کا اور اگر شہوت کا یقین ہوگا تو خوشدامن کے مساس سے زوجہ حرام ہوگی تقبیل میں شہوت شرط نہ ہوئی اور مساس میں ہوئی، اس واسطے کہ اصل تقبیل میں شہوت ہے یعنی بوسہ لینا کم شہوت سے خالی ہوتا ہے، بخلاف مساس کے کہ اکثر شہوت سے خالی ہوتا ہے والمعانقة کالتقبیل وکذا القرص والعض بشهوة ولو لاجنبیة وتکفی الشهوة من احدهما، اور باہم گلے لگنا مثل بوسہ لینے کے ہے یعنی معانقہ میں بھی اصل شہوت ہے تو اس سے بھی حرمت ثابت ہوگی، جب تک عدم شہوت ظاہر نہ ہو اور اسی طرح ہے شہوت سے چٹکی لینا اور دانت سے کاٹنا، اگرچہ اجنبی عورت سے ہو یعنی اگر اجنبی عورت کا بوسہ لیا یا اس کو گلے لگایا یا اس کی چٹکی لی یا دانت سے کاٹا تو اس کی بیٹی مرد پر حرام ہو جائیگی اور اگر ان امور کے ساتھ شہوت مطلق نہ ہوگی تو حرمت ثابت نہ ہوگی، اور کفایت کرتی ہے شہوت ان امور میں دو میں سے ایک کی، یعنی ان امور میں عورت مرد دونوں کو شہوت ہونا ضرور نہیں، ایک کو بھی اگر شہوت ہوگی، تو حرمت ثابت ہو جائے گی ومراہق ومجنون وسکران کبالغ بزازیة، اور ان امور میں قریب البلوغ اور دیوانہ اور مست بالغ کے برابر ہے، کذا فی البزازیة وفی القنیة قبل السکران بنته تحرم امها، اور قنیہ میں ہے کہ مست نے اپنی بیٹی کا بوسہ لیا تو ماں اس کی اس پر حرام ہوگئی وبحرمة المصاهرة لا یرتفع النکاح حتی لا یحل لها التزوج باخر الا بعد المتارکة وانقضاء العدة والوطی بها لا یکون زنا، اور حرمت مصاہرت سے نکاح ٹوٹ نہیں جاتا، یہاں تک کہ عورت کو دوسرے سے نکاح کرنا حلال نہیں بدون چھوڑ دینے کے یعنی بعد طلاق دینے اور عدت گذرنے کے نکاح ہو سکتا ہے، اور

Marfat.com

قربت کرنا اس حرمت میں زنا نہ ہوگا، یعنی زوج اگر قبل تفریق کے صحبت کرے گا تو اس پر حد زنا کی نہ واجب ہوگی، کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن الذخیرۃ وفی الخانیۃ ان النظر بفرج ابنتیہ بشہوۃ یوجب حرمت امرأتہ. خانیہ میں ہے کہ نظر کرنا اپنی بیٹی کی شرمگاہ کو شہوت سے اس کی زوجہ کو اس پر حرام کر دیتا ہے وکذا لو فزعت فدخلت فراش ابیہا عریانۃ فانتشر لہا ابوہا تحرم علیہ امہا. اور اسی طرح اگر بیٹی ڈری اور ننگی گھس گئی اپنے باپ کے بچھونے میں، پھر باپ کو اس سے شہوت ہوئی تو حرام ہو جائے گی باپ پر اس بیٹی کی ماں بشرطیکہ باپ نے مساس کیا ہو اور اگر مساس نہیں کیا تو فقط گھس جانے سے حرمت ثابت نہیں ہوئی، کذا فی حاشیۃ المدنی. وبِنْتٌ سِنُّہَا دُوْنَ تِسْعٍ لَیْسَتْ بِمُشْتَہَاۃٍ بہ یفتی، اور جو لڑکی کہ عمر اس کی نو برس سے کم ہے وہ مشتہاۃ نہیں یعنی لائق شہوت کے نہیں، اسی روایت پر فتویٰ ہے موٹی اور دبلی ہونے میں کچھ فرق نہیں، وَاِنْ اِدَّعَتِ الشَّہْوَۃَ فی تقبیلہ او تقبیلہا، اِبْنَۃٌ وَاَنْکَرَہَا الرَّجُلُ فَہُوَ مُصَدَّقٌ لاہی، اور اگر دعویٰ کیا عورت نے مرد کے بوسہ لینے میں یا اپنے بوسہ لینے میں شوہر کے بیٹے کا اور انکار کیا شہوت کا مرد نے تو یہاں شوہر کی تصدیق کی جائے گی نہ عورت کی یعنی اگر زوجہ نے دعویٰ کیا کہ شوہر نے میری ماں کا یا بیٹی کا بوسہ شہوت سے لیا، یا یوں دعویٰ کیا کہ میں نے شوہر کے اصول یا فروع کا بوسہ شہوت سے لیا اور شوہر شہوت کا منکر ہے تو شوہر کے قول کی تصدیق ہو گی نہ زوجہ کے یعنی اس صورت میں حرمت مصاہرت نہ ثابت ہوگی، اِلَّا اِنْ یَقُوْمَ اِلَیْہَا مُنْتَشِرًا آلَتُہٗ فَیُعَانِقُہَا لقرینۃ کذبہ وَیَاْخُذُ ثَدْیَہَا اَوْ یُرْکَبُ مَعَہَا اَوْ یَمُسُّہَا علی الفرج او یقبلہا علی الفم قالہ الحدادی، مگر شوہر کی تصدیق اس وقت نہ ہوگی جب شوہر اٹھے زوجہ کی بیٹی کی طرف آلہ تناسل کی استادگی میں پھر اس کو گلے لگا دے، تصدیق شوہر کی اس واسطے نہ ہوگی کہ اس کے جھوٹ کا قرینہ موجود ہے یا مرد عورت کی چھاتی پکڑ لے یا اس کے ساتھ سوار ہو یا اس کی شرمگاہ کو مساس کرے یا اس کے منہ کا بوسہ لے، یہ کہا حدادی نے جوہرہ میں، یعنی ان صورتوں میں اگر مرد کہے کہ مجھ کو شہوت نہ تھی تو اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی، حرمت مصاہرت کی ثابت ہو جائے گی، وفی الفتح یترای الحاق الخدین بالفم، اور فتح القدیر میں ہے کہ رائے میں آتا ہے ملانا دونوں رخساروں کا منہ کے ساتھ، یعنی قیاس میں یوں آتا ہے کہ رخساروں کا بوسہ لینا اور لبوں کا بوسہ لینا حکم میں برابر ہے۔ وفی الخلاصۃ قیل لہ ما فعلت بام امرأتک فقال جامعتہا تثبت الحرمۃ ولا یصدق انہ اکذب ولو ہازلا۔ اور خلاصہ میں ہے کہ ایک مرد سے کہا گیا کہ کیا تو نے اپنی خوشدامن سے کیا سو اس نے کہا کہ میں نے اس سے جماع کیا تو حرمت مصاہرت کی ثابت ہو جائے گی اور اس کے کاذب ہونے کی تصدیق نہ کی جائے گی اگرچہ اس نے ہنسی سے کہا ہو، وتُقْبَلُ الشَّہَادَۃُ علی الاقرارِ باللمس والتقبیل عن شہوۃٍ. اور قبول ہوگی گواہی شہوت سے چھونے اور بوسہ لینے کی اقرار پر، یعنی مرد نے شاہدوں کے روبرو اقرار کیا کہ میں نے زوجہ کی بیٹی کو شہوت سے مساس کیا یا بوسہ لیا، پھر جب زوجہ نے اس کا دعویٰ کیا تو مرد منکر ہو گیا تو اس صورت میں اس کے اقرار کی گواہی مسموع ہوگی اور زوجہ زوج پر حرام ہو جائے گی، وکذا تقبل علی نفسِ اللمسِ والتقبیلِ والنظر الی ذکرہ او فرجہا عن شہوۃٍ فی المختارِ تجنیسٌ لان الشہوۃ مما یوقف علیہا فی الجملۃ بانتشار او آثار. اور اسی طرح سے مقبول ہے گواہی خود چھونے اور بوسہ لینے اور مرد کے آلہ تناسل یا عورت کی شرمگاہ شہوت سے دیکھنے پر، بنا بر مذہب مختار کے کذا فی التجنیس، اس واسطے کہ شہوت اس قسم کی چیز ہے جس پر فی الجملہ اطلاع ہو سکتی ہے آلہ تناسل کی استادگی سے یا اور آثار سے۔ وحرم الجمع بین المحارمِ نکاحًا ای عقدًا صحیحًا، اور حرام ہے جمع کرنا محرم عورتوں کا نکاح میں یعنی عقد صحیح میں جمع بین المحارم جیسے دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا یا خالہ اور بھانجی یا پھوپھی اور بھتیجی سے نکاح کرنا محارم عام ہیں نسبی ہوں یا رضاعی، شارح نے عقد صحیح کی اس واسطے قید لگائی کہ نکاح فاسد میں جمع حرام نہیں، جیسے ایک عورت سے نکاح فاسد کیا پھر اس کی بہن سے نکاح صحیح کیا تو درست ہے، اس واسطے کہ نکاح فاسد میں وطی کرنا حلال نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وعدۃٍ ولو من طلاقٍ بائنٍ. اور حرام ہے جمع کرنا محارم کا عدت میں اگرچہ طلاق بائن کی عدت ہو

Marfat.com

یعنی جب عورت کو طلاق رجعی یا بائن دی تو جب تک عدت نہ ہو چکے تو اس کی بہن یا خالہ یا پھوپھی سے نکاح کرنا درست نہیں، وحرم الجمع وطئا بملک یمین اور حرام ہے جمع کرنا محارم کا وطی میں بواسطے ملک یمین کے یعنی جب لونڈی تصرف میں آئی تو اس کی بہن یا خالہ یا پھوپھی کو ساتھ تصرف میں نہ لائے بَیْنَ امْرَأَتَیْنِ اَیَّتُهُمَا فُرِضَتْ ذَکَرًا لَمْ تَحِلَّ لَهُ الْاُخْرٰی اَبَدًا، یعنی نکاح اور عدت اور وطی ملک یمین سے جمع کرنا ان دو عورتوں میں حرام ہے کہ ان دو میں سے جس کو مرد فرض کیجیے تو نہ حلال ہو اس کو دوسری کبھی جیسے عورت اور اس کی عمہ سو اگر عورت کو مرد فرض کیجیے تو عمہ کے ساتھ نکاح حلال نہ ہوگا، اور عمہ کو اگر مرد فرض کیجیے تو بھتیجی سے نکاح درست نہ ہوگا اور اسی طرح خالہ اور بھانجی کا حال ہے. لحدیث مسلم لَا تُنْکَحُ الْمَرْأَةُ عَلٰی عَمَّتِهَا وبہو مشہور یصلح مخصصا للکتاب، جمع کرنا دو عورتوں کا بسبب حدیث صحیح مسلم کے حرام ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکاح نہ کیا جاوے عورت کا اس کی عمہ پر اور حدیث صحیح مسلم کی مشہور حدیث ہے صلاحیت رکھتی ہے کہ قرآن کی مخصص ہو جاوے، یعنی ہر چند قرآن مجید میں سوائے جمع بین الاختین کے بھتیجی اور عمہ کا جمع کرنا نہیں منع ہے بلکہ عموم اُحِلَّ لَکُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِکُمْ[1] سے حلت معلوم ہوتی ہے لیکن عموم آیت کا حدیث مسلم سے مخصوص ہو گیا. اس واسطے کہ اصول فقہ میں ثابت ہو چکا ہے کہ عموم آیت کا حدیث مشہور سے تخصیص قبول کر لیتا ہے. تیسیر الاصول میں صحاح ستہ سے ابو ہریرہ رضؓ کی روایت موجود ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ نکاح کیا جاوے عورت کا اس کی عمہ پر اور عورت کا اس کی خالہ پر. جمع بین المحارم اس واسطے حرام ہوا کہ اس میں قطع رحم ہوتا ہے، چنانچہ طبرانی میں اسی مضمون کی حدیث موجود ہے، کذا فی حاشیۃ المدنی، فَیَجُوزُ الْجَمْعُ بَیْنَ امْرَأَةٍ وبِنْتِ زَوْجِهَا او امْرَأَةِ ابْنِهَا وامته ثم سید تہا لانہ لو فرضت المرأة او امرأة الابن او السیدة ذکرا لم یحرم بخلاف عکسہ. تو جائز ہے جمع کرنا عورت میں اور اس کے شوہر کی بیٹی میں اور جائز ہے جمع عورت میں اور اس کے بیٹے کی جورو میں اور جائز ہے جمع کرنا لونڈی میں، پھر اس کے مالک کی بی بی میں. اس واسطے کہ اگر عورت کو اور بیٹے کی جورو کو اور بی بی کو مرد فرض کیجیے تو دوسری حرام نہیں ہوتی اور اس کے برخلاف میں حرمت ہے یعنی جمع کرنا ان دو عورتوں کا حرام ہے جن کے مرد فرض کرنے سے دونوں طرف سے حرمت ہو اور تینوں صورتوں میں ایک طرف سے حرمت ہے دوسری طرف سے نہیں. اس واسطے جمع کرنا جائز ہوا، مثلاً پہلی صورت میں اگر عورت کو مرد فرض کیجیے تو اس عورت کے شوہر کی بیٹی اس پر حرام نہیں اور اگر شوہر کے بیٹے کو مرد فرض کیجیے تو البتہ اس پر عورت حرام ہوگی اور دوسری صورت میں اگر بیٹے کی جورو کو مرد فرض کیجیے تو عورت اس پر حرام نہیں، اور اگر عورت کو مرد کیجیے تو البتہ بہو حرام ہوگی، اور تیسری صورت میں اگر بی بی کو مرد قرار دیجیے تو لونڈی حرام نہیں اور اگر لونڈی کو مرد ٹھہرائیے تو البتہ بی بی حرام ہوگی فَاِنْ تَزَوَّجَ بِنِکَاحٍ صَحِیحٍ اُخْتَ اَمَتِهٖ قَدْ وَطِئَهَا صَحَّ النِّکَاحُ لٰکِنْ لَا یَطَأُ وَاحِدَةً مِنْهُمَا حَتّٰی یُحَرِّمَ حل الاستمتاع اَحَدُهُمَا بِسَبَبٍ مَا. پھر اگر صحیح نکاح کیا لونڈی کی بہن سے جس لونڈی کو صحبت میں لا چکا ہے تو نکاح اس کی بہن کا صحیح ہوگا لیکن دونوں میں سے کسی کو تصرف میں نہ لاوے جب تک ایک کی حلت جماع کو اپنے اوپر کسی سبب سے حرام نہ کرے، اگر منکوحہ کو رکھنا منظور ہو تو لونڈی کی صحبت سے پرہیز کرے اور اگر لونڈی کو رکھنا چاہے تو منکوحہ کو چھوڑ دے، لان للعقد حکم الوطی حتی لو نکح مشرقی مغربیۃ یثبت نسب اولادہا منہ لثبوت الوطی حکما. لونڈی یا اس کی منکوحہ بہن کا حرام کرنا اس واسطے ضرور ہوا کہ نکاح جماع کے حکم میں ہے، یہاں تک کہ اگر نکاح کیا مرد مشرقی نے عورت مغربیہ سے اس طرح کہ اس کے ولی نے مشرق میں نکاح کر دیا تو ثابت ہوگا اس عورت کی اولاد کا نسب مشرقی مرد سے واسطے ثابت ہونے جماع حکمی کے بسبب نکاح ہونے کے اس واسطے کہ قطع مسافت بطریق کرامت یا بواسطہ اعمال علویہ کے ممکن ہے، ولو لم یکن وطی الامۃ لہ وطی المنکوحۃ، اور اگر لونڈی سے جماع نہ کیا ہو تو مرد کو جائز ہے کہ اس کی منکوحہ بہن سے جماع کرے اس واسطے کہ مملوک ہونا وطی کے حکم میں نہیں، وودا عی الوطی کالوطی ابن کمال، اور وطی کے

[1] حلال کی گئی تمہارے لیے سوا ان کے ۱۲

Marfat.com

اسباب وطی کے برابر ہیں حرمت جمع میں کذا قالہ ابن کمال. یعنی اگر لونڈی سے مساس یا تقبیل بشہوت کیا، پھر اس کی بہن سے نکاح کیا تو کسی کی وطی بدون تحریم دوسری کے حلال نہ ہوگی وان تزوجہما معا ای الاختین او من بعناہما او بعقدین وسبق النکاح الاول فرق بینہ وبینہما ویکون طلاقا اور اگر ایک مرد نے نکاح کیا دو محارم سے[1] تو ہی ایک ایجاب اور قبول سے یعنی دو بہنوں سے نکاح کیا یا جو دو بہنوں کی مانند ہوں حرمت میں یا دونوں سے نکاح کیا دو عقد میں یعنی ہر ایک سے ایجاب اور قبول علیحدہ کیا اور پہلا نکاح بھول گیا تو جدائی کی جائے گی درمیان مرد اور دونوں عورتوں کے، اور یہ جدائی طلاق ہوویگی نہ فسخ یعنی اس میں طلاق کے احکام جاری ہوں گے نہ فسخ کے. ولہما نصف المہر یعنی فی مسئلۃ النسیان اذا لحکم فی تزوجہما معا البطلان وعدم وجوب المہر الا بالوطی کما فی عامۃ الکتب ضیتہ. اور واجب ہوگا ان دونوں بہنوں کے واسطے آدھا مہر یعنی وجوب نصف مہر کا نسیان کے مسئلہ میں ہے جہاں دو عقد سے نکاح ہوا، اس واسطے کہ دونوں کے ساتھ نکاح ہونے میں بطلان نکاح اور نہ واجب ہونے مہر کا حکم ہے مگر وطی سے البتہ مہر واجب ہوگا، چنانچہ یہ مسئلہ تمام کتب فقہ میں مصرح ہے سو اس مقام میں آگاہ رہنا دھوکا نہ کھانا، وہذا ان کان مہرہما متساویین قدرا وجنسا وہو مسمی فی العقد وکانت الفرقۃ قبل الدخول او ادعت کل منہما انہا الاولی ولا بینۃ لہما. اور یہ وجوب نصف مہر کا اس وقت ہے کہ جب دونوں کے مہر برابر ہوں مقدار میں اور ایک جنس ہونے میں اور مہر معین ہو گیا ہو عقد میں اور جدائی قبل دخول ہوئی ہو یا ہر ایک عورت دعوی کرتی ہو کہ میرا نکاح پہلے ہوا اور دونوں کے گواہ نہ ہوں. فان اختلف مہرہما فان علا فلکل ربع مہر ہا والا فلکل نصف اقل المسمیین. سو اگر مختلف ہوں دونوں کے مہر پھر اگر دونوں کے مہر معلوم ہوں کہ فلانی کا اتنا اور فلانی کا اتنا تو ہر ایک کو اس کا چوتھائی مہر ملے گا اور اگر ہر ایک کا مہر بالخصوص معلوم نہ ہو تو اگرچہ یہ معلوم ہے کہ ایک کا مثلاً ہزار ہے اور دوسرے کا دو ہزار تو اس صورت میں ہر ایک عورت کو دونوں مہر سے جو کمتر ہے اس کا نصف نصف ملے گا، مثلاً ہزار دو ہزار سے کم ہے تو ہر عورت پانسو پاوے گی وان لم یکن مسمی فالواجب متعۃ واحدۃ لہما بدل نصف المہر اور اگر مہر معین نہ ہو تو واجب ایک پوشاک ہے دونوں کے واسطے عوض نصف مہر کے وان کانت الفرقۃ بعد الدخول وجب لکل واحدۃ مہر کامل لتقرر بالدخول. اور اگر جدائی دونوں بہنوں کی بعد دخول کے ہوئی تو واجب ہوگا ہر ایک کو مہر کامل بسبب ثابت ہونے مہر کے دخول سے، ومنہ یعلم حکم دخولہ بواحدۃ، اور اس مقام سے ایک عورت کے دخول کا حکم بھی معلوم ہو گیا یعنی اگر دونوں عورتوں کی جدائی ایک عورت کے مدخول ہونے کے بعد ہوئی تو مدخولہ کو مہر کامل ملے گا اور غیر مدخولہ چوتھائی مہر پاوے گی وکذا الحکم فیہا جمعہا من المحارم فی نکاح، یعنی جیسا حکم جمع بین الاختین کا ہے ویسا ہی حکم جمع بین المحارم کا ہے نکاح میں اسی تفصیل سے جس کا بیان ہو چکا وحرم نکاح المولی امتہ اور حرام ہے نکاح کرنا مالک کا اپنی لونڈی سے اس واسطے کہ جماع کی ملکیت مالک کو نکاح سے قبل بھی ثابت ہے اور یہاں حرمت سے یہ مراد نہیں کہ نکاح کرنے سے مولی لائق عذاب کے ہوگا بلکہ مراد یہ ہے کہ مولی پر نکاح کے احکام مثل مہر اور طلاق وغیرہ کے لازم نہ آویں گے والعبد سیدتہ لان الملوکیۃ تنافی المالکیۃ اور حرام ہے نکاح غلام کو اپنی بی بی سے اس واسطے کہ مملوک ہونا مخالف ہے مالک ہونے کے یعنی غلام کا نکاح بی بی سے اس واسطے حرام ہوا کہ غلام مملوک ہے اور مملوک کو مغلوب ہونا لازم ہے، پھر غلام کا شوہر ہونا غالب ہونے کا مقتضی ہے سو ایک شخص غالب بھی ہو اور مغلوب بھی یہ کیونکر ہو سکے. نعم لو فعلہ المولی احتیاطا کان حسنا وفیہ انہ لا احتیاط فی عدم عدہا خامسۃ ونحوہا فتامل. ہاں اگر نکاح کرے مولی اپنی لونڈی سے احتیاط کی راہ سے، تو خوب ہوگا اس واسطے کہ شاید حرہ یعنی آزاد ہو اس واسطے کہ دست بدست جانے سے ایسا اکثر ہو جاتا ہے کذا فی البحر شارح نے کہا کہ اس میں یہ ہے کہ اس لونڈی کو پانچویں یا مثل اس کے نہ شمار کرنے میں احتیاط نہیں سو اس کو تامل کرے یعنی اگر بالفرض اس کے نکاح میں چار آزاد

---

[1] اور ایک نسخہ میں فرق القاضی ہے بجائے فرق مجہول کے ۱۲ ؛

Marfat.com

یا لونڈیاں ہوں تو نئی کو پانچویں نہ شمار کرنے میں احتیاط نہیں یا یہ کہ لونڈی سے حرہ پر نکاح کرے تو اس نکاح میں کچھ احتیاط نہیں پس اس عبارت سے بظاہر ایسا پایا جاتا ہے کہ مولیٰ کے لیے احتیاط یہی ہے کہ اپنی لونڈی سے عقد نکاح نہ کرے اور فتاوی عالمگیری میں فتاوی سراجیہ سے روایت یوں ہے کہ علماء نے کہا ہے کہ اس زمانے میں بہتر یہ ہے کہ اپنی لونڈی سے نکاح کرلے تاکہ اگر حرہ ہو تو نکاح سے جماع اس کا حلال ہو جاوے اور بزازیہ میں ہے کہ اگر لونڈی مول لے اور جماع کا ارادہ کرے تو احتیاط یہ ہے کہ اس سے نکاح کرلے اس واسطے کہ اگر واقع میں وہ حرۃ ہے۔ تو نکاح سے حرمت وطی کی جاتی رہی اور اگر لونڈی ہے تو کچھ نکاح سے ضرر نہیں، اس روایت سے معلوم ہوا کہ مولیٰ پر اپنی لونڈی کا نکاح حرام نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی **وَحَرُمَ نِكَاحُ الْوَثَنِيَّةِ** بالاجماع اور حرام ہے نکاح عورت مشرکہ بت پرست کا بالاتفاق، فتح القدیر میں ہے کہ آفتاب پرست بت پرست اور ستارہ پرست اور صورت پرست اور معطلہ اور زندیق یعنی ملحد اور باطنیہ اور باحیہ بت پرست میں داخل ہیں اور شرح وجیز میں ہے کہ جو مذہب ایسا ہو کہ اس کے اعتقاد پر تکفیر وارد ہو تو اس مذہب والی عورت سے نکاح نہیں جائز۔ اس واسطے کہ مشرک کا نام ان سب کو شامل ہے اور بحر الرائق میں بھی اسی قسم کا مضمون ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **وَصَحَّ نِكَاحُ كِتَابِيَّةٍ**۔ وان کرہ تنزیہا۔ اور صحیح ہے نکاح کتاب والی عورت سے اگرچہ مکروہ ہے بکراہت تنزیہی، فتح القدیر میں کہا کہ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح درست ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ نہ کرے اور کتابیہ حربیہ سے بالاتفاق مکروہ ہے تاکہ مسلمان دار الحرب میں نہ رہ پڑے اور صحبت اہل کفر سے اولاد کے اعتقاد اور اخلاق نہ بگڑ جائیں، کذا فی حاشیۃ المدنی **مُؤْمِنَةٍ بِنَبِيٍّ مُرْسَلٍ مُقِرَّةٍ بِكِتَابٍ** منزل وان اعتقدوا المسیح الٰہا۔ کتابیہ سے مراد وہ عورت ہے جو نبی مرسل کا ایمان رکھتی ہو۔ اور کتاب آسمانی کا اقرار کرتی ہو جیسے یہود اور نصاریٰ اگرچہ اہل کتاب حضرت مسیح علیہ السلام کو معبود جانتے ہوں گو کہ اس اعتقاد سے وہ مشرک ہو گئے لیکن شرع میں اہل کتاب کو مشرکوں سے جدا کیا، چنانچہ قرآن شریف میں فرمایا (لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ) اس واسطے کہ عطف دلیل ہے مغائرت کی وکذا حل ذبیحتہم علی المذہب بحر، یعنی جیسے کہ کتابیہ سے نکاح درست ہے ویسے ہی اہل کتاب کا ذبح کیا ہوا جانور بھی حلال ہے بنا بر مذہب قوی کے کذا فی بحر الرائق، وصرح فی النہر بجواز مناکحۃ المعتزلۃ لانا لا نکفر احدا من اہل القبلۃ وان وقع لہم الزاما فی المباحث، اور صاف کہہ دیا ہے نہر الفائق میں مناکحت معتزلہ کی جواز کو اس واسطے کہ ہم اہل سنت اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے اگرچہ واقع ہو گئی ہے تکفیر ان کی بطور الزام کے مباحث خلافیہ میں، معتزلہ ایک فرقہ ہے اسلام کا قرآن مجید کو مخلوق کہتے ہیں اور قیامت میں دیدار الٰہی کے منکر ہیں اور عباد کو خالق اپنے افعال کا جانتے ہیں وغیر ذلک من القبائح۔ فاضل خیر الدین رملی نے مصنف کی شرح منح الغفار کے حاشیہ میں کہا کہ رافضیوں[1] کے سب فرقے اور معتزلیوں کے سب گروہ اہل کتاب میں داخل ہیں تو نہ جائز ہوگا، سنی عورت کا نکاح رافضی سے اس واسطے کہ عورت مسلمان ہے اور مرد کافر اور حالانکہ مسلمہ کا نکاح کافر سے جائز نہیں انتہی اور شیخ رحمتی نے کہا کہ بعضوں نے معتزلہ سے نکاح کرنا مطلقاً ناجائز کہا۔ تو رافضی ان کے برابر ہوں گے یا ان سے بھی بدتر، فاضل رملی نے ان کو از قبیل اہل کتاب کے قرار دیا تو ان کی عورتوں سے نکاح کرنا اہل سنت کو درست ہوگا اور سنیہ کا نکاح رافضی یا معتزلی سے ناجائز ہوگا اور یہ قول اعدل الاقوال ہے، اس واسطے کہ رافضیوں کے کفر میں شک نہیں، بسبب ان کے اعتقاد کفریات کے، لیکن جب کتابیہ سے نکاح درست ہوا تو اہل کتاب عیسیٰ علیہ السلام کو معبود یا ابن اللہ کہیں تو مقتضا اس کا یہ ہے کہ رافضی عورت سے بھی نکاح درست ہوا اور جو شبہات سے بچا اس نے اپنا دین بچایا، انتہی کذا فی حاشیۃ المدنی **لَا يَصِحُّ النِّكَاحُ عَابِدَةِ كَوْكَبٍ لَا كِتَابَ لَهَا**، نہیں صحیح ہے نکاح عورت ستارہ پرست کا جس کے پاس آسمانی کتاب نہیں۔ صابیہ ایک فرقہ ہے کفار کا، ان کے اہل کتاب

[1] رفضہ مثل اہل کتاب کے ہیں اور سنی عورت کا نکاح ان سے درست نہیں ۱۲ ؛

Marfat.com

ہونے میں اشتباہ ہے. صاحب ہدایہ نے کہا کہ صابیہ عورت سے نکاح درست ہے اگر ان کو کسی نبی پر ایمان ہو اور آسمانی کتاب ہو اور اگر وہ ستارہ پرست ہوں اور کتاب نہ رکھتی ہوں تو نکاح درست نہیں اس واسطے کہ مشرک ہیں مصنف نے بھی اس قول میں صاحب ہدایہ کی پیروی کی. ولا وطیا بملک یمین. اور نہیں حلال وطی ستارہ پرست کی ملک یمین سے والمجوسیۃ اور نہیں صحیح ہے نکاح آتش پرست عورت کا اور نہ اس کی وطی حلال ہے ملک یمین سے، اسی پر اجماع ہے چاروں اماموں کا والوثنیۃ اور نہیں صحیح نکاح عورت بت پرست کا. یہاں عورت بت پرست کے نکاح کی عدم صحت بیان ہوئی اور سابق میں عدم حلت مذکور ہو چکی ہے تو تکرار نہ ہوا. اس واسطے کہ عدم صحت کو عدم حلت لازم نہیں. وہذا ساقط من نسخ الشرح ثابت فی نسخ المتن وہو عطف علی عابدۃ کوکب. اور یہ یعنی مجوسیہ اور وثنیہ کا لفظ مصنف کی شرح منح الغفار کے نسخوں سے ساقط ہے اور متن کے نسخوں میں ثابت ہے اور وہ عابدۃ کوکب پر عطف ہے تو مطلب یہ ہوا کہ عابدۃ کوکب اور مجوسیہ اور وثنیہ کا نکاح درست نہیں. والمحرمۃ بحج اوعمرۃ ولو بمحرم عطف علی کتابیۃ فتنبہ. اور صحیح ہے نکاح اس عورت کا جس نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا اگرچہ مرد بھی محرم ہو تو بھی صحیح ہے. لفظ محرمہ کتابیہ پر عطف ہے تو صحت نکاح محرمہ ثابت ہوئی. عابدۃ کوکب پر عطف نہیں کہ عدم صحت کوئی سمجھے. سو شارح کہتا ہے. اے کتاب دیکھنے والے اس مقام میں خبردار رہنا. کہیں عطف محرمہ کا عابدۃ کوکب پر نہ کرنا کہ مطلب الٹا ہو جائے. والامۃ ولو کانت کتابیۃ او مع طول الحرۃ. اور صحیح ہے نکاح کرنا لونڈی سے اگرچہ کتابیہ ہو یا بی بی کے ساتھ نکاح کرنے کا مقدور ہو. نکاح حرہ کا مقدور ہو یعنی اس کے مہر دینے کا مقدور ہو تو بھی لونڈی سے نکاح کرنا صحیح ہے، واالاصل عندنا ان کل وطی یحل بملک یمین یحل بنکاح ومالا فلا. اور قاعدہ ہم حنفیوں کے نزدیک یہ ہے کہ جو وطی حلال ہے ملک یمین سے وہ نکاح سے بھی حلال ہے اور جو ملک یمین سے حلال نہیں وہ نکاح سے بھی حلال نہیں. تو کتابیہ لونڈی کی وطی ملک یمین سے حلال ہے تو نکاح سے بھی حلال ہے اور لونڈی کی وطی ملک یمین سے باوجود قدرت نکاح حرہ کے جائز ہے تو نکاح سے بھی جائز ہے. اور مجوسیہ اور بت پرست کی وطی ملک یمین سے درست نہیں تو نکاح سے بھی درست نہیں، وان کرہ تحریما فی المحرمۃ وتنزیہا فی الامۃ. اگرچہ نکاح مکروہ ہے کراہت تحریمی محرمہ کے نکاح میں اور کراہت تنزیہی لونڈی کے نکاح میں. شارح نے کراہت تحریمی نکاح محرمہ کی نہر الفائق کی پیروی سے بیان کی، حالانکہ یہ قول جمہور فقہاء کے مخالف ہے. اس واسطے کہ ان کے اقوال میں نکاح محرمہ کی حلت مصرح ہے اور حلت کراہت تحریمی کے مباین ہے اور صحاح ستہ میں ابن عباس رضی کی روایت سے ثابت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھے ہوئے حضرت میمونہ رضی سے نکاح کیا. اور حالانکہ حضرت کے افعال میں کراہت تحریمی کا ہرگز احتمال نہیں تو قول صاحب نہر الفائق کا اور اس کے تابع شارح کا لائق التفات کے نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی مفصلا وحرۃ علی امۃ اور صحیح ہے نکاح حرہ کا لونڈی پر یعنی اگر اول لونڈی سے نکاح کیا پھر حرہ سے نکاح کیا تو درست ہے. لا یصح عکسہ اور اس کا عکس صحیح نہیں یعنی اول حرہ سے نکاح کیا پھر لونڈی سے نکاح کرے تو درست نہیں. اس واسطے کہ طبرانی میں حدیث ہے کہ منع کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈی کا نکاح حرہ پر کذا فی حاشیۃ المدنی ولو ام ولد فی عدۃ حرۃ ولو من بائن. اگرچہ نکاح ام ولد کا حرہ کی عدت میں ہو. گو عدت طلاق بائن کی ہو تو بھی صحیح نہیں. وصح لو راجعہا ای الامۃ علی حرۃ لبقاء الملک اور صحیح ہے اگر رجوع کیا لونڈی کی طرف حرہ پر یعنی اگر اول لونڈی سے نکاح کیا پھر حرہ سے نکاح کیا، پھر لونڈی کو طلاق رجعی دی، پھر اس کی طرف رجوع کیا باوجود حرہ کے تو درست ہے واسطے باقی رہنے ملکیت نکاح لونڈی کے. اس واسطے کہ طلاق رجعی سے لونڈی نکاح سے باہر نہ ہوئی تو حرہ پر اد خال امۃ نہ لازم آیا کہ نادرست ہوتا ولو تزوج اربعا من الاماء وخمسا من الحرائر فی عقد واحد صح نکاح الاماء لبطلان الخمس. اور اگر نکاح کیا چار لونڈیوں سے اور پانچ حرہ سے ایک عقد میں تو صحیح ہو گیا نکاح لونڈیوں کا واسطے باطل ہونے نکاح پانچ حرہ کے یعنی جیسا حرہ پر لونڈیوں کا نکاح درست نہیں، ویسے ہی حرہ

Marfat.com

اور لونڈی کا ایک عقد میں نکاح صحیح نہیں لیکن یہاں اس واسطے درست ہوا کہ جب پانچ حرہ کا نکاح باطل ٹھہرا تو چار لونڈیوں کا نکاح صحیح ہوگیا۔
وصح نکاح اربع من الحرائر والاماء فقط للحر لا الاکثر. اور صحیح ہے نکاح فقط چار حرہ کا اور فقط چار لونڈیوں کا مرد حر کے واسطے چار سے زیادہ
جائز نہیں وله التسری بما شاء من الاماء. اور جائز ہے حر کو لونڈی رکھنا صحبت کے واسطے جتنی لونڈیاں کہ چاہے یعنی لونڈیوں کی مقدار مقرر
نہیں. فلو له اربع من الحرائر والف سریة او اراد شراء اخری فلامه رجل خیف علیه الکفر. پس اگر ایک شخص کے پاس چار بیبیاں اور ہزار لونڈیاں ہوں
اور وہ ایک لونڈی کی خرید کا ارادہ کرے پھر اس کو کوئی مرد ملامت کرے تو اس مرد ملامت کرنے والے پر کفر کا خوف ہے. اس واسطے کہ
قرآن میں لونڈیوں کے تصرف پر کتنی ہی ہوں ملامت نہیں. تو اس کا ملامت کرنا ظاہراً اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس کو قرآن کا یقین نہیں. ولو اراد
التسری فقالت امرأته اقتل نفسی لا یمنع لانه مشروع. اور اگر ارادہ کیا ایک شخص نے لونڈی کے تصرف کا یا دوسرے نکاح کا. پھر کہا اس کی جورو
نے کہ میں جان کو ہلاک کرتی ہوں تو نہ باز رہے لونڈی کے تصرف سے اس واسطے کہ شرع میں حلال ہے یعنی باز رہنا اس پر واجب نہیں. لکن لو
ترک لئلا یغمایو جر لحدیث من رق امتی رق الله له بزازیة. لیکن اگر لونڈی کا تصرف یا دوسرے نکاح کو اس واسطے ترک کرے کہ زوجہ کو رنج نہ ہو تو
ثواب پاوے گا. اس حدیث کی دلیل سے کہ جو میری امت پر نرمی اور شفقت کرے گا تو حق تعالیٰ اس پر رحم کریگا. کذا فی البزازیہ. کہا محشی شیخ عابد
محدث مدنی نے کہ اس حدیث کا ٹھکانا مجھ کو معلوم نہیں لیکن اس مضمون کی حدیث جامع ترمذی اور ابوداؤد میں موجود ہے. حضرت نے فرمایا کہ رحم
کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے. زمین والوں پر رحم کرو تاکہ آسمان والا تم پر رحم کرے اور ابن عساکر اور دیلمی نے صدیق اکبرؓ سے حدیث قدسی
مرفوع نقل کی ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم میری رحمت کی امید رکھتے ہو تو میری خلق پر رحم کیا کرو. ونصفها للعبد ولو مدبرا ومنع علیه غیر ذلک
فلا تحل له التسری لانه لا یملک الا الطلاق. اور جتنی عورتوں کا نکاح حر کو جائز ہے. اس کے نصف کا غلام کو صحیح ہے یعنی دو حرہ کا اور دو لونڈیوں کا اگرچہ
غلام مدبر ہو اور منع ہے اس پر اس کے سوا تو حلال نہیں اس کو لونڈیوں کا تصرف اس واسطے کہ غلام کو کسی چیز کی ملکیت نہیں سوائے طلاق دینے اپنی
منکوحہ کے. غلام و مدبر اس کو کہتے ہیں جس سے مالک کہے کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے. وصح نکاح حبلی من زنا لا حبلی من غیره اے
الزنا لثبوت نسبه ولو من حربی او سیدها المقر به. اور صحیح ہے نکاح حاملہ کا جس کا حمل زنا سے ہے. زنا کے سوائے اور حاملہ سے نکاح جائز نہیں.
اس واسطے کہ اس کا نسب ثابت ہے. اگرچہ حمل کافر حربی سے ہو یا لونڈی کے ایسے مالک سے جو اس کا اقرار کرتا ہے اور اگر اقرار نہ کرے تو
نکاح حاملہ سے درست ہے. اس واسطے کہ نفی ولد کی جیسے صریح قول سے ثابت ہوتی ہے ویسے ہی دلالت حال سے ثابت ہوتی ہے. کذا فی
حاشیة المدنی. وان حرم وطیها ودواعیه حتی تضع متصل بالمسئلة الاولیٰ. اگرچہ زانیہ حاملہ کی وطی اور بوسہ وغیرہ حرام ہے لڑکا ہونے تک شارح
نے کہا کہ حرمت وطی پہلے مسئلہ سے متصل ہے. یعنی زانیہ حاملہ کا نکاح درست ہے وطی درست نہیں. اس کے سوائے اور حاملہ کا نہ نکاح درست
ہے نہ وطی. لئلا یسقی ماءه زرع غیره او الشعر ینبت منه. زانیہ حاملہ کی وطی اس واسطے منع ہے کہ نہ سینچے اس کا جماع کرنے والا اپنا پانی بیگانی
کھیتی میں. اس واسطے کہ بال اس سے جمتے ہیں. یعنی زیادہ جمتے ہیں. نہ یہ کہ اسی پر جمنا موقوف ہے کذا فی حاشیة المدنی فروع لو نکحها الزانی حل
له وطیها اتفاقا والولد له ولزمه النفقة. یہ چند مسائل ہیں جن کو شارح نے بڑھایا. اگر زانیہ حاملہ سے زانی مرد نے نکاح کیا تو اس کو اس سے وطی کرنا
بالاتفاق حنفی رح اور شافعی رح کے حلال ہے اور بیٹا اسی کا ہوگا اور اس پر نفقہ دینا لازم آوے گا اس واسطے کہ وطی اس کو حلال ہے بخلاف غیر زانی
کے اور لڑکے کا نسب زانی سے اس شرط سے ثابت ہوگا جب نکاح کرنے سے چھ مہینے یا زیادہ مدت میں پیدا ہوا اور اگر چھ مہینے سے کم میں پیدا ہو
گا تو ثابت النسب نہ ہوگا. ولو زوج امته او ام ولده الحامل بعد علمه قبل اقراره به جاز وکان نفیا للولد مهر عن التوشیح. اور اگر نکاح کر دیا ایک مرد نے

Marfat.com

اپنی حاملہ لونڈی کا یا حاملہ ام ولد کا بعد دریافت کرنے حمل کے اور ولد کے اقرار کرنے سے پہلے تو جائز ہے اور یہ حمل میں نکاح کر دینا باوجود اس کے علم نفی کے ہے ولد کے اپنے نسب سے، کذا فی النہر عن التوشیح. وصح نکاح الموطوءۃ بملک یمین، اور صحیح ہے نکاح اس عورت کا جس سے صحبت کی جاتی تھی ملک یمین سے، یعنی اگر ایک شخص کی لونڈی تھی کہ اس کے تصرف میں رہا کرتی تھی، پھر اس نے دوسرے شخص سے نکاح کر دیا تو درست ہے بشرطیکہ حاملہ نہ ہو، اس واسطے کہ لونڈی قوی فراش مالک کی نہیں، یہاں تک کہ اگر اس کے لڑکا پیدا ہو تو بدون اقرار مولیٰ کے ثابت النسب نہ ہوگا بخلاف زوجہ کے ولا یستبرئہا زوجہا اور نہ استبراء کرے زوج اس کا نہ وجوبا نہ استحسانا کذا فی الہدایہ اور امام محمد کے نزدیک استبرا مستحب ہے اور اگر لونڈی خرید کرے تو مشتری پر استبرا واجب ہے اگرچہ عورت یا لڑکے سے خرید کی ہو استبرا یہ ہے کہ بدون ایک بار حیض ہونے کے صحبت نہ کرنا بل سیدہا وجوبا علی الصحیح ذخیرۃ بلکہ اس کے مالک پر واجب ہے کذا فی الذخیرۃ او الموطوءۃ بزنا ای جاز نکاح الزانیۃ وان راہا تزنی ولہ وطیہا بلا استبراء یا اس عورت کی وطی زنا سے ہوتی ہو تو بھی اس کا نکاح صحیح ہے یعنی زانیہ کا نکاح جائز ہے اگرچہ مرد نے عورت کو زنا کرتے دیکھا، اور اس کو جائز ہے وطی کرنا بدوں استبرا کے بشرطیکہ حاملہ نہ ہو، چنانچہ سابق میں مذکور ہو چکا، واما قولہ تعالیٰ الزانیۃ لا ینکحہا الا زان فمنسوخ بآیۃ فانکحوا ما طاب لکم. اور یہ جو قول ہے حق تعالیٰ کا کہ عورت زانیہ سے نکاح نہیں کرتا مگر زانی مرد تو اس کا جواب یہ ہے کہ قول مذکور فانکحوا ما طاب لکم کی آیت سے منسوخ ہو گیا، یعنی نکاح کرو جو تم کو اچھا معلوم ہو عورتوں سے، اس آیت میں بلا قید زنا کے نکاح کا حکم ہوا، اور نسخ کی دلیل یہ ہے کہ ایک مرد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ! میری عورت کسی ہاتھ لگانے والے کا ہاتھ نہیں ٹالتی یعنی زانیہ ہے. حضرت نے فرمایا کہ طلاق دے اس کو، اس نے کہا کہ وہ خوبصورت ہے، میں اس کو چاہتا ہوں، حضرتؐ نے فرمایا تو اپنا مطلب نکال اس سے یعنی نہ طلاق دے اور اس کو صحبت میں رکھ. کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر. ف اس مضمون کی حدیث ابوداؤد اور نسائی میں موجود ہے ابن عباس رضؓ کی روایت سے کذا فی تیسیر الوصول. وفی آخر خطر المجتبیٰ لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ ولا یجب علیہا تسریح الفاجر الا اذا خافا ان لا یقیما حدود اللہ فلا باس ان یتفرق فما فی الوہبانیۃ ضعیف کما بسط المصنف، اور مجتبیٰ کے باب الخطر کے آخر میں ہے، کہ واجب نہیں مرد پر طلاق دینا بدکار عورت کا، بدکاری زنا سے ہو یا ترک فرائض وغیرہ سے ہو، اور نہیں واجب عورت پر اپنا خلاص کرنا مرد بدکار سے مگر اس وقت جب دونوں ڈریں کہ اقامتِ احکام الٰہی کی نہ کر سکیں گے تو کچھ مضائقہ نہیں دونوں کی جدائی میں، سو جو روایت کہ وہبانیہ میں ہے کہ زانیہ کی وطی زوج پر حرام ہے بدوں حیض ہو جانے کے تو وہ روایت ضعیف ہے، چنانچہ اس کو خوب بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں، وصح نکاح المضمومۃ الی محرمۃ، اور صحیح ہے نکاح حلال عورت کا جو ملائی گئی محرم عورت سے یعنی ایک عورت مرد پر حلال ہے. اور دوسری حرام ہو، ان دونوں سے ایک عقد میں نکاح کیا تو حلال عورت کا نکاح صحیح ہوگا اور محرم عورت کا نکاح باطل ہو جائیگا والمسمّی کلہ لہا اور مہر معین سب حلال عورت کا ہوگا یعنی دونوں کا مہر اسی کو ملے گا، امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دونوں کے مہر مثل پر تقسیم ہوگا، ولو دخل بالمحرمۃ فلہا مہر المثل. اور اگر صحبت کی محرم عورت سے تو اس کو مہر مثل ملے گا کتنا ہی ہو وبطل نکاح متعۃ اور باطل ہے نکاح متعہ کا، متعہ اس کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص عورت سے کہے کہ میں نے تجھ سے متعہ کیا دس دن یا مہینے تک اتنے مال پر، اول متعہ خیبر اور فتح مکہ میں مباح تھا، جبکہ مردوں پر مجرد رہنا نہایت سخت تھا اور عورتوں کی قلت تھی، پھر بعد فتح مکہ کے قیامت تک حرام ہو گیا، چنانچہ صحیح مسلم میں ربیع بن سبرہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تین روز فتح مکہ میں متعہ مباح کیا، پھر فرمایا کہ اے لوگو میں نے تم کو متعہ کرنے کی اجازت دی تھی عورتوں سے اور بالتحقیق حق تعالیٰ نے اس کو حرام کر دیا ہے قیامت کے دن تک، ابن عباس رضؓ اول حلت متعہ کے قائل تھے، آخر کو وہ بھی حرمت کے قائل ہوئے. چنانچہ جامع ترمذی میں مصرح ہے تو باجماع صحابہ اس کی حرمت ثابت ہوئی اور جو متعہ کو حلال جانے وہ کافر ہے چنانچہ مضمرات

Marfat.com

ہیں موجود ہے۔ کذا فی حاشیۃ المدنی وَمُوَقَّتٌ اور باطل ہے نکاح موقت، یعنی مدت مقرر کرنا نکاح میں اُس کو نکاح موقت کہتے ہیں۔ نکاح موقت اور متعہ میں چند وجود سے فرق ہے۔ متعہ میں لفظ متعہ کا بولنا ضروری ہے اور موقت میں لفظ تزویج اور نکاح لازم ہے اور متعہ میں تعیین مقدار مہر کی لازم ہے موقت میں نہیں اور متعہ میں گواہ شرط نہیں بخلاف موقت کے۔ کذا فی حاشیۃ المدنی وان جہلت المدۃ اوطالت فی الاصح، نکاح موقت باطل ہے اگرچہ مدت مجہول ہو یا طویل ہو، بنا بر قول اصح کے۔ ولیس منہ مالو نکحہا علی ان یطلقہا بعد شہر، اور نکاح موقت سے یہ نہیں اگر نکاح کیا عورت سے اس شرط پر کہ اس کو طلاق دیگا بعد ایک مہینے کے، اس واسطے کہ طلاق قاطع ہے نکاح کی، تو مدت کی شرط قاطع میں ہوئی نہ نکاح میں، تو شرط باطل ہوگی اور نکاح صحیح ہوگا بخلاف نکاح موقت کے کہ اس میں خود نکاح مشروط ہے، اونوی مکثہ معہ مدۃ معینۃ، یا نیت کی نکاح کرنے والے نے زوجہ کے ساتھ مدت معین تک رہنے کی یعنی یہ بھی نکاح موقت میں داخل نہیں۔ ولا بأس بتزوج النہاریات عینی، اور کچھ مضائقہ نہیں نہاریات کے نکاح میں، کذا فی العینی، نہاریات وہ عورتیں ہیں جن کے پاس شوہر دن کو رہے نہ رات کو وَحَلَّ لَہٗ وَطْیُ امْرَأَۃٍ ادَّعَتْ عَلَیْہِ عِنْدَ قَاضٍ اَنَّہٗ تَزَوَّجَہَا بِنِکَاحٍ صَحِیْحٍ۔ وَہِیَ ای والحال انہا محل للانشاء ای لانشاء النکاح خلیۃ عن الموانع وَقَضَی الْقَاضِیْ بِنِکَاحِہَا بِبَیِّنَۃٍ اقامتہا وَلَمْ یَکُنْ فِیْ نَفْسِ الْاَمْرِ تَزَوَّجَہَا، اور حلال ہے مرد کو وطی اس عورت کی جس نے مرد پر دعویٰ کیا قاضی کے نزدیک اس کا کہ مرد نے اس سے صحیح نکاح کیا، اور حالانکہ وہ عورت محل ہے وجود نکاح کی حلال ہے محرم نہیں خالی ہے موانع نکاح سے یعنی مثلاً غیر کی منکوحہ یا معتدہ نہیں اور حکم کر دیا قاضی نے اس کے ثبوت نکاح کا بسبب گواہی ان گواہوں کے جن کو عورت نے قائم کیا اور حالانکہ درحقیقت مرد نے اس سے نہیں نکاح کیا تھا، مدعیہ اور گواہ دونوں جھوٹے۔ سو قاضی کا حکم ظاہر میں نافذ ہوگا۔ نفقہ وغیرہ مرد پر لازم آویگا، اور باطن میں بھی نزدیک امام اعظم رح کے نافذ ہوگا یعنی بلا تردد وطی حلال ہوگی۔ امام اعظم رح کی دلیل یہ ہے کہ ایک مرد نے گواہوں سے ایک عورت کا نکاح ثابت کیا علی مرتضیٰ رض کے روبرو۔ حضرت نے اس کے ثبوت نکاح کا حکم کیا، عورت نے کہا کہ دعویٰ اس کا جھوٹا ہے، چار و ناچار اگر یہی حکم منظور ہے تو میرا نکاح ہی کر دیجیے۔ حضرت علی رض نے فرمایا کہ تیرے دونوں شاہدوں نے تیرا نکاح کر دیا یعنی اب نکاح کی کچھ حاجت نہیں۔ اگر نکاح نہ تھا تو بھی بشہادت شہود ہو گیا۔ کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر وَکَذَا تَحِلُّ لَہٗ لَوْ اَدَّعٰی بُطْلَانَ نِکَاحِہَا خِلَافًا لَہُمَا، اور اسی طرح سے حلال ہے وطی مرد کو اگر خود اسی نے عورت کے نکاح کا دعویٰ کیا اور گواہ سنکر قاضی نے حکم دیا۔ لیکن اول صورت میں دعوی باطل سے عورت گنہگار ہوگی اور صورت ثانی میں مرد ہوگا، اور یہ قول حلت وطی کا خلاف ہے صاحبین کے نزدیک۔ اس واسطے کہ ان کے نزدیک بدون نکاح جدید کے وطی کرنا حلال نہیں، وفی الشرنبلالیۃ عن المواہب بقولہما الفتیٰ، اور شرنبلالیہ میں بروایت مواہب صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے۔ احتیاط اسی میں ہے کہ وطی نہ کرے، لیکن حکم قاضی کا ظاہر میں بالاتفاق نافذ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وَلَوْ قَضٰی بِبُطْلَانِہَا بِشَہَادَۃِ الزُّوْرِ مَعَ عِلْمِہَا بِذٰلِکَ نَفَذَ وَحَلَّ لَہَا التَّزَوُّجُ بِآخَرَ بَعْدَ الْعِدَّۃِ، اور اگر حکم کیا قاضی نے عورت کی طلاق کا شہادت زُور سے باوجود دریافت ہونے عورت کے کہ شہادت زُور ہے قضا نافذ ہوگی اور حلال ہوگا عورت کا نکاح کر لینا دوسرے مرد سے عدت گذرنے کے بعد شہادت زور کا علم عورت کو یوں متصور ہے کہ اس نے خود طلاق کا دعویٰ کیا اور کاذب گواہ پیش کیے تو وہ یقیناً جانتی ہے کہ اس کے شوہر نے طلاق نہیں دی وَحَلَّ لِلشَّاہِدِ زَوْرًا تَزَوُّجُہَا وَحُرِّمَتْ عَلَی الْاَوَّلِ اور حلال ہے شاہد زور کو نکاح کر لینا اس عورت کا اس واسطے کہ قضا نافذ ہوگئی ظاہر اور باطن میں اور حرام ہوئی عورت پہلے شوہر پر، وعند الثانی لا تحل لہما وعند محمد تحل لاول مالم یدخل الثانی وہی من فروع القضاء بشہادۃ الزور کما سیجیٔ۔ اور نزدیک ابو یوسف رح کے دونوں پر حلال نہیں نہ اول شوہر پر نہ ثانی پر، اور نزدیک محمد رح کے شوہر اول پر حلال ہے جب تک شوہر ثانی نے صحبت نہ کی اور اگر صحبت کی تو اول پر حرام ہوگی بسبب وجوب عدت کے، اور یہ

Marfat.com

مسئلہ نکاح اور طلاق کا قضاء شہادت زور کی فروع سے ہے، چنانچہ آگے کتاب القضاء میں آویگا، **والنِّکاحُ لَایَصِحُّ تَعْلِیْقُہٗ بِالشَّرْطِ** اور نکاح کا معلق کرنا شرط پر صحیح نہیں. اس واسطے کہ تعلیق بالشرط استاطات خالصہ کو مخصوص ہے جو حلف واقع ہوتے ہیں جیسے طلاق اور عتاق اور نکاح ان میں سے نہیں. کنز وجتک ان رضی ابی لم ینعقد النکاح لتعلیقہ بالخطر کما فی العمادیۃ وغیرہا، جیسے کوئی کہے کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا اگر میرا باپ راضی ہوگا اور دوسرے نے کہا میں نے قبول کیا تو نکاح نہ منعقد ہوگا بواسطے معلق ہونے نکاح کے خطر پر، محتمل ہے کہ شرط واقع ہو یا نہ ہو. چنانچہ عدم صحت نکاح معلق کی عمادیہ اور سوائے اس کے میں موجود ہے چنانچہ فتح القدیر اور خلاصہ اور ظہیریہ اور بزازیہ اور خانیہ اور تاتارخانیہ اور فتاوی ابواللیث اور جامع الفصولین اور قنیہ میں مصرح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی و مافی الدرر ففیہ نظر. اور جو روایت درر میں ہے سو اس میں بحث اور نظر ہے یعنی مخالف ہے فقہاء کے، لائق اسناد کے نہیں، صاحب درر نے کہا کہ نکاح بالشرط جیسے کوئی کہے کہ اگر تو گھر میں جائے گی تو فلانے سے تیرا نکاح کردوں گا اور فلانے نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو یہ تعلیق باطل ہے اور نکاح صحیح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **وَلَا اِضَافَتُہٗ اِلَی الْمُسْتَقْبَلِ** کنز وجتک غدا او بعد غد لم یصح. اور نہیں صحیح ہے اضافت کرنا نکاح کا زمانہ آیندہ کی طرف جیسے یوں کہے کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا آج کے بعد کل یا پرسوں تو نہ صحیح ہوگا **وَلٰکِنْ لَایَبْطُلُ النِّکَاحُ بِالشَّرْطِ الْفَاسِدِ** ولیکن نکاح نہیں باطل ہوتا شرط فاسد سے جیسے کوئی کہے کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا اس شرط سے کہ مہر نہ دوں گا یا اپنا گھر مجھ کو عاریت دے یا اپنا نفقہ مجھ سے نہ مانگیو یا میری خدمت کرنا **وَاِنَّمَا یَبْطُلُ الشَّرْطُ دُوْنَہٗ** یعنی لو عقد مع شرط فاسد لم یبطل النکاح بل الشرط بخلاف ما لو علقہ بالشرط. اور باطل تو شرط ہوتی ہے نہ نکاح، یعنی اگر عقد شرط فاسد کے ساتھ ہوا تو نکاح نہ باطل ہوگا شرط باطل ہوگی، بخلاف اس کے کہ اگر نکاح کو شرط پر معلق کیا تو وہاں شرط بھی باطل، اور نکاح بھی باطل **ف۱** اس مقام میں فرق بتانا معلق علی الشرط اور مشروط بشرط فاسد کا ضروری ہے کہ ناواقفوں کو حیرانی نہ رہے. معلق علی الشرط سے یہ مراد ہے کہ ایسی شرط پر نکاح تعلیق کرے کہ وہ محتمل الوجود[1] ہو نہ متحصل الوجود جیسے کسی کی دل کی خوشی یا دخول دار یا ہوا کا چلنا یا پانی کا برسنا. یا کسی کے جینے مرنے پر نکاح کا معلق کرنا اس کو معلق علی الشرط کہتے ہیں، اور نکاح مشروط بشرط فاسد سے یہ مراد ہے کہ نکاح کے ساتھ ایسی شرط کی جو لوازم نکاح کے مخالف ہے جیسے مہر اور نفقہ نہ دینا وعلی ہذا القیاس **اِلَّا اَنْ یُّعَلِّقَہٗ بِشَرْطٍ مَاضٍ کَائِنٍ لَامَحَالَۃَ**، مگر نکاح معلق اس وقت درست ہے جب اس کی تعلیق کرے شرط ماضی موجود بلا تردد پر، یعنی سابق سے شرط پائی گئی یا وقت ایجاب وقبول کے حادث ہوئی، چنانچہ کسی نے کہا کہ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح تجھ سے کردیا بشرط آنے زید کے. دوسرے نے قبول کیا اور حالت قبول میں فوراً زید آگیا تو نکاح منعقد ہو جائے گا. کذا فی حاشیۃ المدنی. **فَیَکُوْنُ تَحْقِیْقًا فَیَنْعَقِدُ لِلْحَالِ کَاَنْ خَطَبَ بِنْتًا لِابْنِہٖ فَقَالَ اَبُوْہَا زَوَّجْتُہَا قَبِلْتُ مِنْ فُلَانٍ فَکَذَّبَہٗ فَقَالَ اِنْ لَمْ اَکُنْ زَوَّجْتُہَا مِنْ فُلَانٍ فَقَدْ زَوَّجْتُہَا اِیَّاہُ فَقِیْلَ ثُمَّ عَلِمَ کَذِبَہٗ اَنْعَقَدَ لِلْحَالِ** معلقہ بموجود. یعنی جب موجود شرط پر تعلیق ہوئی تو نکاح تحقیق ہوگیا معلق نہ رہا تو اسی وقت منعقد ہو جائے گا. جیسے ایک شخص نے اپنے فرزند کے واسطے کسی کی بیٹی سے منگنی کی تو اس کے باپ نے کہا کہ میں تو تجھ سے پہلے اس کا نکاح کرچکا ہوں فلانے شخص سے، سو اس نے اس کی تکذیب کی، پھر بیٹی کے باپ نے کہا کہ اگر میں نے فلانے شخص سے نہیں نکاح کردیا تو البتہ اس کا نکاح تیرے فرزند سے کیا سو اسنے قبول کیا، پھر اس کا کذب معلوم ہوگیا خود اس کے اقرار سے یا فلانے شخص کے اظہار سے تو یہ نکاح منعقد ہوگیا واسطے معلق ہونے نکاح کے شرط موجود پر، یعنی نکاح معلق اس سبب سے صحیح نہیں کہ شرط کا وجود حاصل نہیں اور جب شرط موجود ٹھہری تو نکاح معلق نہ رہا بلکہ محقق ہوگیا تو البتہ صحیح ہوگا. **وَکَذَا اِذَا وُجِدَ الْمُعَلَّقُ عَلَیْہِ فِی الْمَجْلِسِ** کذا ذکرہ جوی زادہ وعمہ المصنف بحثا. اور اسی طرح نکاح صحیح ہو جاویگا

[1] یعنی جس کا پایا جانا ممکن ہو نہ یہ کہ ہو بھی جاوے ۱۲

Marfat.com

جب معلق علیہ یعنی جس پر تعلیق نکاح کی ہوئی، وہ ایجاب اور قبول کی مجلس میں پایا جاوے، جیسا کہ اس کو جوی زادہ[1] نے مذکور کیا اور بعضے نسخوں میں جوی زادہ کے مقام پر خواہر زادہ مرقوم ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں اس کو عام رکھا ہے، بحث کر کے مصنف نے عادیہ سے نقل کی، کہ اگر عورت نے کہا کہ میں نے تجھ سے ہزار درم پر نکاح کیا، اگر فلانا شخص آج راضی ہو اور وہ شخص مجلس میں حاضر تھا، سو بولا کہ میں راضی ہوا تو نکاح صحیح ہوگا بطریق استحسان کے، اور اگر حاضر نہ ہوگا تو نہ جائز ہوگا اور ظہیریہ میں ہے کہ اگر یوں کہا کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا اگر میرا باپ راضی ہو اور اجازت دے، پھر دوسرے نے قبول کیا تو صحیح نہیں، اس واسطے کہ تعلیق ہے اور نکاح تعلیق کا احتمال نہیں رکھتا، اور اگر باپ مجلس میں حاضر ہوگا اور قبول کرے تو نکاح جائز ہوگا تو معلوم ہوا کہ فقط وجود معلق علیہ کا مجلس میں کافی نہیں جب تک کہ وہ راضی نہ ہو اور اجازت نہ دے اور اگر مجلس کے بعد اجازت دے گا تو جائز نہ ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی، لکن فی النہر قبیل کتاب الصرف فی مسئلۃ التعلیق برضی الاب والحق الاطلاق فلیتامل المفتی. لیکن نہر الفائق میں کتاب الصرف کے قبل مسئلہ تعلیق برضائے والد کے یوں کہا ہے کہ حق یہ ہے کہ تعلیق علی الاطلاق صحیح نہیں. خواہ باپ مجلس میں حاضر ہو کر راضی ہو یا نہ راضی ہو، اور معلق علیہ خواہ باپ ہو یا اجنبی، کسی طرح نکاح صحیح نہیں، اس اطلاق کو صاحب نہر نے خانیہ سے نقل کیا تو چاہیے کہ مفتی تامل کرے اس مسئلہ کے بیان میں اس واسطے کہ خانیہ نہایت معتمد کتاب ہے کہ قاضی خان اس کی تصحیحات پر اعتماد کرتا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ۔

بابُ الولی

یہ باب ہے تعریف اور احکام ولی میں، ہو لغۃً خلاف العدو وعرفًا العارفُ باللہ تعالیٰ وشرعًا البالغُ العاقلُ ولو فاسقًا علی المذہب عالم یکن متہتکا، ولی لغت میں بمعنی دوست ہے خلاف دشمن کا اور عرف میں ولی عارف باللہ کو کہتے ہیں اور شرع میں ولی اس کو کہتے ہیں جو بالغ اور عاقل اور وارث ہو اگرچہ فاسق ہو بنا بر مذہب صحیح کے بشرطیکہ پردہ در حرمت کھونے والا نہ ہو، اس تعریف میں سلطان اور مالک عبد داخل نہیں، اس واسطے کہ وارث نہیں. تو مصنف اور شارح کو لازم تھا کہ ان کو تعریف میں داخل کرتے، فخرج نحو صبی ووصی مطلقًا علی المذہب. تو نکل گیا ولی کی تعریف سے لڑکا اور دیوانہ اور بے ہوش اور وصی مطلقا بنا بر مذہب صحیح کے، لڑکا بالغ کی قید سے نکلا اور دیوانہ اور بے ہوش عاقل کی قید سے نکلے اور وصی وارث کی قید سے نکلا. وصی کو مطلقًا ولایت نکاح کی نہیں، خواہ اس کو نکاح کر دینے کی باپ نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو اور وارث کی قید سے کافر اور غلام بھی نکل گیا. تو کافر اپنے بیٹے مسلمان کا اور غلام حر کا ولی نہیں، وَالْوِلَایَۃُ تَنْفِیْذُ الْقَوْلِ عَلَی الْغَیْرِ اور ولایت عبارت ہے جاری ہونے قول سے غیر پر یعنی دوسرے پر اس کا قول نافذ ہو جائے، فثبت باربع قرابۃ وملک وولاء وامامۃ، سو ثابت ہے ولایت چار سبب سے. اول قرابت سے جیسے نکاح بیٹی کا باپ کر دے، دوسرے ملک جیسے نکاح لونڈی یا غلام کا مالک کر دے تیرے ولایت آزاد کرنے کی جیسے نکاح آزاد کا سید کر دے، چوتھے امامت جیسے نکاح لاوارث کا بادشاہ یا قاضی کر دے شَاءَ اَوْاَبَی الْغَیْرُ راضی ہو یا ناراضی، یعنی ولی کا قول بہر صورت غیر پر نافذ ہے وہ خوش ہو یا ناخوش، وہی ہنا نوعان ولایۃ ندب علی المکلفۃ ولو بکرًا، اور ولایت یہاں نکاح میں دو قسم ہے. ولایت مستحب عاقلہ بالغہ پر اگرچہ کنواری ہو، یعنی باپ وغیرہ کو بالغہ بیٹی پر جبر کرنا نہیں پہنچتا نکاح میں لیکن مکلفہ کو مناسب ہے کہ اپنا نکاح ولی پر رکھے تاکہ خلاف فقہاء سے بچے اور بے حیائی کی طرف منسوب نہ ہو، وولایۃ اجبار علی الصغیرۃ ولو ثیبا مستوہۃ مرقوقۃ، اور دوسری قسم زبردستی کی ولایت ہے چھوٹی لڑکی پر اگرچہ کنواری نہ ہو، اور ولایت جبری ہے بالغہ بے ہوش پر اور لونڈی پر، ولایت اجبار کے یہ معنی کہ ولی کے عقد کرنے سے ان کا نکاح نافذ ہوتا ہے گو یہ انکار کریں، کما افادہ بقولہ وہو ای الولی شرط صحۃ النکاح صغیر ومجنون ورقیق

[1] اور ایک نسخہ میں عمومی زادہ ہے ۱۲ ۔

Marfat.com

لامکلفہ، چنانچہ قسم ثانی ولایت کو یعنی اجبار کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا، کہ وہ یعنی ولی شرط ہے صغیر اور مجنون اور عبد کے نکاح کی صحت میں، نہ مکلفہ میں، قید ذکورت کی اتفاقی ہے صغیرہ اور مجنونہ اور مرقوقہ کا نکاح بدون اولیاء کے صحیح نہیں، فَنَفَذَ نِکَاحُ حُرَّۃٍ مُکَلَّفَۃٍ بِلَا رِضٰی وَلِیٍّ تو نافذ ہوگا نکاح حرہ بالغہ عاقلہ کا بدون رضامندی ولی کے کفو میں یا غیر کفو میں اس واسطے کہ اس پر ولایت استحبابی ہے، جبری نہیں ہے، یہی مذہب ہے امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کا اور محمدؒ نے بھی اسی طرف رجوع کیا اور امام شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک عورتوں کو بدون اولیاء کے نکاح کا اختیار نہیں، اس واسطے کہ حدیث شریف میں آیا ہے، لانکاح[1] الا بولی، اور ہمارا جواب یہ ہے کہ اکثر آیات قرآنی میں عورتوں کو اختیار نکاح کا ثابت ہوتا ہے، کما قال تعالیٰ "لاجناح علیکم فیما فعلن فی انفسھن"۔ اور حدیث لانکاح الا بولی صحیح نہیں، بلکہ مضطرب ہے، بخاری اور یحییٰ بن معین نے کہا کہ اس باب میں یعنی اشتراط ولی میں کوئی صحیح حدیث نہیں ثابت، چنانچہ زیلعی نے اس کو نقل کیا اور اگر صحت کو حدیث کی مسلم کیجیے تو مراد کمال کی نفی ہے نہ جواز کی، توفیقا بین الادلۃ، اور اگر نفی جواز کی مراد لیجیے تو بھی نکاح مکلفہ کا بطلان ثابت نہیں ہوتا، اس واسطے کہ مکلفہ خود اپنی ذات کی ولی ہے، چنانچہ جوان مرد اگر نکاح بدون ولی کے کرے تو جائز ہے خود اپنی ولایت سے اور صحیح مسلم میں حدیث مرفوع موجود ہے کہ (الأیم احق بنفسھا من ولیھا) یعنی عورت بے شوہر اپنی ذات کی سزاوار تر ہے بہ نسبت اپنے ولی کے، ایم کہتے ہیں عورت بے شوہر کو اس میں باکرہ اور غیر باکرہ دونوں شامل ہیں تو معلوم ہوا کہ بالغہ پر ولی کا جبر ثابت نہیں، اس کو خود اختیار ہے کذا فی حاشیۃ المدنی، والاصل ان کل من تصرف فی مالہ تصرف فی نفسہ والا فلا، اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو اپنے مال میں تصرف کر سکتا ہے وہ اپنی ذات میں بھی تصرف کر سکتا ہے اور جس کو اپنے مال میں تصرف نہیں اس کو اپنی ذات پر بھی تصرف نہیں، سو عاقلہ بالغہ کو اپنے مال میں تصرف کا اختیار ہے تو اپنے نکاح میں بھی اختیار ہے اور صغیرہ اور مجنونہ کو اپنے مال میں اختیار نہیں تو اپنے نکاح میں بھی اختیار نہیں، وَلِیَّ ای للولی اِذَا کَانَ عَصَبَۃً ولو غیر محرم کابن العم فی الاصح خانیہ وخرج ذوی الارحام والام والقاضی الاعتراض فی غیر الکفو، اور جائز ہے ولی کو جب عصبہ بنفسہ ہو اگرچہ غیر محرم ہو جیسے چچا کا بیٹا، قول اصح میں کذا فی الخانیۃ اعتراض کرنا غیر کفو میں اس طرح کہ قاضی کے پاس جا کر نکاح کو فسخ کروا ڈالے، اور نکل گئے عصبہ کی قید سے ذوی الارحام اور ماں اور قاضی یعنی ان کو اعتراض کا حق نہیں ویتجدد بتجدد النکاح، اور جدید ہوگا فسخ نکاح کا نکاح کے تجدد سے، چنانچہ ولی نے عورت کا نکاح کفو سے کر دیا، پھر عورت نے اس کو پھیر کر دوسرے غیر کفو سے نکاح کیا بدون مرضی ولی کے تو یہاں بھی ولی کو تفریق کا اختیار ہوگا، اس واسطے کہ نکاح اول کی رضا سے لازم نہیں آتا کہ دوسرے نکاح سے بھی راضی ہو، فیفسخہ القاضی مالم یسکت حتی تلد منہ لئلا یضیع الولد، تو نکاح کو فسخ کر دے قاضی بشرطیکہ سکوت نہ کیا ہو ولی نے، یہاں تک کہ عورت شوہر غیر کفو سے جنے، اور اگر اس سے لڑکا پیدا ہو تو ولی کو حق اعتراض نہ رہا، تاکہ لڑکا نہ ضائع ہو، معلوم ہوا کہ بدون قاضی کے جدائی کا اختیار ولی کو نہیں اور قبل تفریق قاضی کے نکاح کے احکام مثل ارث اور طلاق کے ثابت رہیں گے، سو اگر تفریق بعد دخول کے ہوئی تو عورت کو مہر معین ملے گا اور اس پر عدت لازم آوے گی اور اگر قبل دخول کے تفریق ہوئی تو مہر نہ ملے گا، اس واسطے کہ جدائی شوہر کی طرف سے نہیں، کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الخانیۃ، ویثبت الحاق الحبل الظاہر بہ اور مناسب ہے حمل ظاہر کا ملحق کرنا ولادت کے حکم سے یعنی اگر ولی ساکت رہا، یہاں تک کہ عورت حاملہ ہوگئی تو حق فسخ کا ساقط ہوگیا اور یہ تجویز ہے صاحب درر کی، ویفتی فی غیر الکفو بِعَدَمِ جَوَازِہٖ اَصْلًا وہو المختار للفتوی، اور فتویٰ دیا گیا غیر کفو میں عدم جواز نکاح کا یعنی اگر عورت غیر کفو سے بدون مرضی ولی کے نکاح کرے تو اصلاً جائز نہیں، اور یہی روایت پسندیدہ ہے فتویٰ دینے کے واسطے اور یہی روایت کی ہے حسن بن زیاد نے

[1] یعنی نہیں نکاح ہے مگر ولی کے ہوتے ۱۲

Marfat.com

امام اعظم رح سے کہ اگر زوج کفو ہے تو نکاح بدوں ولی کے نافذ ہوگا اور اگر غیر کفو ہے تو ہرگز نافذ نہ ہوگا اور معراج میں خانیہ سے نقل کیا کہ ہمارے زمانہ میں مختار فتویٰ دینے کے واسطے حسن کی روایت ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ حسن کی روایت کو اکثر مشائخ نے لیا ہے لِفَسَادِ الزَّمَانِ عدم جواز پر فتویٰ ہوا بسبب فساد زمانہ کے، نہ ہر مکلفہ باشرم وحیا سے کہ عزت کا خیال رکھے، نہ ہر قاضی عادل ہے، نہ ہر ولی کو نالش کا سلیقہ ہے. فلا تحل مطلقۃ ثلثا لکمت غیر کفو بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ. تو نہ شوہر اول کیلئے حلال ہوگی مطلقہ ثلثہ جس نے نکاح کیا غیر کفو سے بدوں مرضی ولی کے. بعد پہچان لینے ولی کے شوہر غیر کو. سو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ امر غیر کفو میں کثیر الوقوع ہے یعنی جب فتویٰ ہوا نکاح غیر کفو کے عدم جواز پر. تو ایسے نکاح سے شوہر اول کو مطلقہ ثلثہ نہ حلال ہوگی، اور اگر مطلقہ کا کوئی ولی نہیں یا ولی راضی ہو گیا شوہر غیر کفو کو جان بوجھ کر تو مطلقہ شوہر اول پر حلال ہوگی بعد طلاق دینے شوہر ثانی کے. اور نہر الفائق میں بزازیہ سے نقل کیا کہ برہان الائمہ نے ذکر کیا کہ فتویٰ امام اعظم رح کے قول پر ہے، بسبب قوت دلیل کے. یعنی اگر مکلفہ غیر کفو سے نکاح کرے بدون مرضی ولی کے تو جائز ہے باکرہ ہو یا ثیبہ، کذا فی حاشیۃ المدنی. تو معلوم ہوا اس مسئلہ میں فتویٰ مختلف ہے سو اس کو بھی یاد رکھنا چاہیے، وبناء علی الاول وہو ظاہر الروایۃ فرضی البعض من الاولیاء قبل العقد او بعدہ کالکل لثبوتہ مکمل کملا، اور بنا بر قول اول کے یعنی ظاہر الروایت کے راضی ہونا بعض اولیاء کا قبل عقد کے مابعد عقد کے سب کے راضی ہونے کے برابر ہے اس واسطے کہ حق ولایت کا ہر ایک کو پورا ثابت ہے یعنی جب ایک ولی راضی ہوا تو باقی ولیوں کو حق اعتراض نہ رہا، کولایۃ امان وقود وسنحققہ فی الوقف مانند ولایت امان اور قصاص کے، یعنی اگر ایک مسلمان نے حربی کو امان دی تو اور مسلمانوں کو اس کا تعرض نہیں پہنچتا، اور اسی طرح اگر ایک ولی نے قصاص معاف کیا تو باقی اولیاء کو طلب قصاص کا حق نہ رہا، اور کتاب الوقف میں اس کی ہم آگے تحقیق کریں گے، لو استووہ فی الدرجۃ والا فلا اقرب منہم حق الفسخ. ایک ولی کی رضا سب کی رضا کے برابر ہے، اگر سب اولیاء درجہ میں برابر ہوں، جیسے دو بھائی اور دو چچا، اور اگر اولیاء، برابر نہ ہوں ایک زیادہ قریب ہو جیسے باپ اور دوسرا البعید جیسے مثلاً بھائی، تو اولیاء میں سے اقرب کو حق ہے فسخ کا یعنی اگر بھائی نے نکاح کر دیا تو باپ نکاح کو فسخ کر سکتا ہے وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ لَہَا وَلِیٌّ فہو ای العقد صحیح نافذ مُطْلَقًا اِتِّفَاقًا، اور اگر عورت کا کوئی ولی نہیں تو عقد صحیح اور نافذ ہے مطلقاً. خواہ کفو سے نکاح کیا ہو خواہ غیر کفو سے سب کے نزدیک. وقبضہ ای ولی لہ حق الاعتراض المہر ونحوہ مما یدل علی الرضا رضا دلالۃ ان کان عدم الکفاءۃ ثابتا عند القاضی قبل مخاصمتہ والا لا یکون رضا. اور قبض کرنا اس ولی کا جس کو حق اعتراض ہے مہر کو اور جو مہر کے مانند ہو اس قسم سے جو رضامندی پر دلیل ہو جیسے تحفہ لینا رضامندی ہے باعتبار دلالت حال کے، اگر عدم کفارت ثابت ہو قاضی کے نزدیک قبل مخاصمت ولی کے اور اگر عدم کفارت قاضی کے نزدیک ثابت نہیں نالش سے پہلے تو مہر وغیرہ کا قبض کرنا ولی کی رضا پر دلیل نہیں، کَمَا لَا یَکُوْنُ سُکُوْتُہٗ رضا مالم تلد. جیسا چپ رہنا ولی کا رضامندی پر دلیل نہیں جب تک عورت نہ جنے، چنانچہ یہ مسئلہ سابق ہو چکا، واما تصدیقہ بانہ کفو فلا یسقط حق الباقین، مبسوط. اور تصدیق کرنا ایک ولی کا کہ زوج کفو ہے ساقط نہیں کرتا باقی اولیاء کے حق کو کذا فی المبسوط. ولا تجبر البالغۃ البکر علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ. اور جبر کرنا نہیں پہنچتا بالغہ باکرہ پر نکاح کا بواسطے قطع ہونے ولایت کے بالغ ہونے سے، فان استاذنہا ہو ای الولی وہو السنۃ او وکیلہ او رسولہ او زوجہا ولیہا واخبرہا رسولہ فضولی عدل فسکتت عن ردہ فمختارۃ. پس اگر اجازت نکاح کی مانگی بالغہ سے ولی نے اور یہی سنت ہے یا ولی کے وکیل نے یا اس کے پیغامی نے اجازت مانگی یا اس کا نکاح کر دیا اس کے ولی نے استیذان سے پہلے اور خبر کی بالغہ کو نکاح کی ولی کے پیغامی نے یا فضولی عادل نے، فضولی وہ جو ولی کا وکیل اور رسول نہ ہو، پھر سکوت کیا بالغہ نے رد نکاح سے حالت اختیار میں. تو اگر استیذان کے وقت عورت کو چھینک یا کھانسی آئی، پھر بعد فراغت کے اس نے کہا کہ میں راضی نہیں. نکاح رد ہو گیا. ایسا سکوت عذر بے اختیاری لائق اعتبار کے نہیں اور شارح

Marfat.com

نے سکوت میں قید عن الرد کی لگائی، اس واسطے کہ اگر استیذان کے وقت یا نکاح کی خبر سننے کے بعد بالغہ نے کوئی اجنبی بات کی تو ایسا سکوت میں شمار کیا جائیگا، اس واسطے کہ کلام اجنبی رد نکاح نہیں تو اجازت میں داخل ہوگا۔ **او ضحکت غیر مستہزئۃ**، یا بالغہ ہنسی بدون تمسخر کے سوا گر تمسخر اور استہزار سے ہنسی تو یہ ضحک اذن نہ ہوگا۔ **او تبسمت او بکت بلا صوت**، فلو بصوت لم یکن اذنا ولا ردا حتی لو رضت بعدہ انعقد معراج وغیرہ فما فی الوقایۃ والملتقی فیہ نظر، یا مسکرائی یا روئی بدون آواز کے اور اگر آواز سے روئی تو یہ رونا نہ اذن ہوگا نہ رد نکاح کا ہوگا، یہاں تک کہ اگر راضی ہوگی بعد اس رونے کے تو نکاح منعقد ہو جائے گا، کذا فی المعراج وغیرہ، سو جو روایت وقایہ اور ملتقی میں ہے اس میں نظر اور اعتراض ہے یعنی صحیح نہیں، وقایۃ الروایت اور ملتقی الابحر میں یوں ہے کہ بالغہ کا رونا بے آواز اذن ہے۔ اور آواز سے روئی شارح نے اس اعتراض میں صاحب بحر اور نہر اور منح کی پیروی کی ہے اور حالانکہ متون مقدم ہیں شروح پر، اور وقایہ اور ملتقی کے شاہد ہیں۔ اور دو متن یعنی نقایہ اور اصلاح اور ان کی شروح۔ سو کیونکر کہا جاوے کہ ان کی روایت صحیح نہیں، بلکہ یوں کہنا اولی ہے کہ اس مسئلہ میں دو قول ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی **فھو اذن**، ای توکیل فی الاول ان اتحد الولی۔ تو یہ سکوت اور ضحک اور تبسم اور بکا اذن ہے نکاح کا۔ یعنی اپنے نکاح کا وکیل کرنا ہے۔ ولی کو اول صورت میں یعنی استیذان میں اگر ولی ایک ہی ہے۔ **فلو تعدد الزوج لم یکن سکوتہا اذنا**، سو اگر اولیاء نکاح کر دینے والے کثیر ہوں تو اس کا سکوت اذن نہ ہوگا۔ مثلاً عورت کے دو بھائی ہیں، ایک بھائی نے کہا کہ میں تیرا نکاح زید سے کرتا ہوں اور دوسرے نے کہا کہ محمود سے کرتا ہوں اور دونوں کے استیذان میں عورت چپ رہی تو یہ سکوت اذن نہ ہوگا۔ **واجازۃ فی الثانی ان بقی النکاح لا لو بطل بموتہ**۔ اور سکوت بالغہ کا یا ضحک وغیرہ جائز رکھنا نکاح کا ہے دوسری صورت میں یعنی ولی نے قبل استیذان نکاح کر دیا، پھر بعد خبر ہونے کے اس نے سکوت کیا تو یہ سکوت اجازت ہے نکاح کی اگر ولی ایک ہو، اور اگر اولیاء زیادہ ہوں اور بالغہ ہر ایک کی تزویج سن کر سکوت کرے تو یہ سکوت اجازت نہ ہوگا بلکہ دونوں نکاح موقوف رہیں گے یہاں تک کہ ایک پر اجازت قولی یا فعلی ظاہر کرے کذا فی البدائع۔ اور اگر دونوں کو جائز رکھا تو دونوں نکاح باطل ہوں گے کذا فی حاشیۃ المدنی سکوت اجازت ہوگا اگر نکاح باقی ہے خبر معلوم ہونے تک اور اگر نکاح باطل ہو گیا بسبب موت شوہر کے یعنی شوہر کے مرنے کے بعد بالغہ کو خبر نکاح کی پہنچی تو اس وقت میں اس کا سکوت اجازت نہ ہوگا اس واسطے کہ نکاح خود باطل ہو گیا، **ولو قالت بعد موتہ زوجنی ابی بامری وانکرت الورثۃ فالقول لہا فترث وتعتد**۔ اور اگر بعد مرنے شوہر کے عورت نے کہا کہ میرا نکاح کر دیا تھا میرے باپ نے میرے اذن سے اور شوہر کے وارث اس کے منکر ہیں تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا تو اپنے شوہر کی وارث ہوگی اور عدت بیٹھے گی، **ولو قالت بغیر امری لکنہ بلغنی فرضیت فالقول لہم**، اور اگر عورت نے کہا کہ میرا نکاح میرے باپ نے بدون میرے اذن کے کیا لیکن جب مجھ کو خبر نکاح کی پہنچی تو میں راضی ہو گئی، سو اس صورت میں شوہر کے وارثوں کا قول معتمد ہوگا تو اس کو نہ مہر ملے گا نہ میراث، لیکن اگر اس کو صحت نکاح کا علم ہے تو اس پر عدت لازم آوے گی کذا فی حاشیۃ المدنی **وقولہا غیرہ اولی منہ ردہ قبل العقد لا بعدہ**، اور عورت کا یوں بولنا کہ غیر اس کا بہتر ہے اس سے یہ رد ہے قبل عقد کے نہ بعد عقد کے یعنی بالغہ سے ولی نے اذن مانگا زید کے ساتھ نکاح میں، اور اس نے کہا زید کے سوا اور شخص بہتر ہے تو اگر یہ قول عقد سے پہلے ہے تو اجازت نہ ہوئی انکار ہوا اور اگر بعد عقد کے کہا تو انکار نہ ہوگا بلکہ اجازت ہے، کذا فی الظہیریہ۔ اور بحر الرائق میں کہا کہ قبل عقد اور بعد عقد دونوں صورتوں میں یہ قول انکار ہے کذا فی حاشیۃ المدنی، **ولو زوجہا الفضولی فسکوتہا رد بعد العقد لا قبلہ**۔ اور اگر نکاح کیا بالغہ کا ولی نے اپنے ساتھ تو سکوت کرنا اس کا رد ہے بعد عقد کے نہ قبل عقد کے، یعنی نکاح کیا ایک شخص نے اپنے چچا کی بیٹی کے ساتھ بدون اس کے اذن کے، پھر جب بالغہ کو خبر پہنچی تو وہ ساکت ہو رہی تو یہ سکوت بعد العقد رضا نہ ہوگا، اس واسطے کہ ابن العم اس نکاح میں اصیل ہوا اپنی طرف سے اور فضولی ہوا عورت کی

Marfat.com

طرف سے، اور متولی عقد طرفین میں یہ شرط ہے کہ فضولی نہ ہو ایک طرف سے نہ دو طرف سے تو یہ عقد امام اعظمؒ اور محمدؒ کے نزدیک قابل رد اور اجازت کے نہیں، یہاں تک کہ اگر عورت اجازت قول بھی دے تو بھی صحیح نہیں اور اگر استیذان قبل عقد کے ہوا تو سکوت کرنا اس کا رضا ہو جائے گا اور عقد صحیح ہوگا بالاتفاق، کذا فی الخانیۃ، اس واسطے کہ ابن العم اس صورت میں وکیل ہوا عورت کی طرف سے اور اصیل ہوا اپنی طرف سے تو اب اس کو متولی عقد طرفین ہونا صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی، ولو استاذنها فی معین فردت ثم زوجها منه فسکتت صح فی الاصح، اور اگر اذن مانگا ولی نے عورت سے ایک مرد معین میں سو اس نے رد کیا نہ مانا پھر بعد اس کے نکاح کر دیا اسی شخص مذکور سے سو ساکت ہو گئی بعد خبر معلوم ہونے کے تو نکاح صحیح ہوگا قول اصح میں، بخلاف ما لو بلغها فردت ثم قالت رضیت لم یجز لبطلانه بالرد، بخلاف اس کے کہ اگر عورت کو نکاح کی خبر پہنچی تو اس نے انکار کیا پھر بولی کہ میں راضی ہوں تو نکاح نہ جائز ہوگا بسبب باطل ہو جانے نکاح اول کے انکار سے۔ ولذا استحسنوا التجدید عند الزفاف لان الغالب اظهار النفور عند فجارة السماع، اور اسی واسطے بہتر جانا ہے فقہاء نے تجدید نکاح کو زفاف کے وقت[1]، اس واسطے کہ غالب عادت کنواری عورتوں کی اظہار نفرت ہے ناگہاں سماعت نکاح کے وقت یعنی احتمال ہے کہ اعلان نکاح کے وقت نکاح سے نفرت کی ہو اور جب نکاح باطل ہو گیا ہو بسبب عدم رضا کے پھر جب بعد اس کے نکاح جدید کر لیا تو یہ اشتباہ جاتا رہا، بحر الرائق میں کہا تجدید نکاح اس وقت مستحب ہے جب نکاح قبل استیذان کے ہوا ہو اور اگر بعد استیذان کے نکاح ہوا ہو تو اس کی کچھ حاجت نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ولو استاذنها فی معین فسکتت فوکل من یزوجها من سماه جاز ان عرف الزوج والمهر کما فی القنیۃ، اور اگر اذن لیا ولی نے عورت سے ایک مرد معین میں سو اس نے سکوت کیا، پھر وکیل کیا ولی نے ایک شخص کو کہ عورت کا نکاح کر دے اس سے جس کا نام لے دیا تو یہ توکیل اور عقد وکیل جائز ہے اگر زوج اور مہر کی معرفت ہو گئی ہو کذا فی القنیۃ، صحت نکاح میں معرفت زوج کی ضروری ہے عورت بھی اس کو جان گئی ہو اور وکیل بھی جان گیا ہو تاکہ دوسرے سے نہ عقد کر دے، اور مہر کی معرفت میں اختلاف ہے چنانچہ ماتن آگے تصریح کرے گا کہ مہر پر صحت نکاح کی موقوف نہیں، واستشکله فی البحر بانه لیس للوکیل ان یوکل بلا اذن فمقتضاه عدم الجواز اذا نها مستثنا و اور مشکل جانا ہے مسئلہ سابق کو بحر الرائق میں اس طرح ہے کہ وکیل کو اختیار نہیں کہ دوسرے کو وکیل کرے بدون اجازت موکل کے تو اس سے لازم آتا ہے عدم جواز نکاح کا یعنی بالغہ کے سکوت سے ولی اس کا وکیل ٹھہرا، پھر اس کو وکیل کرنے کا اختیار نہیں کہ ولی کے وکیل کی تزویج جائز ہو یا یہ کہیے کہ یہ مسئلہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے یعنی ہر چند وکیل کو توکیل کا اختیار نہیں لیکن نکاح میں اختیار ہے، اس واسطے کہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ نکاح کی وکالت حقیقی وکالت نہیں بلکہ یہاں سفیر محض اور معبر ہوتا ہے اور اسی واسطے حقوق عقد کے وکیل کی طرف رجوع نہیں کرتے، اور باب الوکالت میں آویگا کہ اگر موکل نے قیمت معین کر دی ہو تو وکیل کو اختیار ہے کہ دوسرے کو وکیل کر دے، اسی طرح یہاں بھی شوہر اور مہر معروف اور معلوم ہیں تو البتہ وکالت صحیح ہوگی تو اب کچھ اشکال باقی نہ رہا کذا فی حاشیۃ المدنی ان علمت بالزوج انه من هو تظهر الرغبة فیه او عنه و فی ضمن العام کجیرانی اوبنی عمی ولو یحصون، سکوت بالغہ کا اذن ہوگا اگر وہ جان گئی ہو شوہر کو کہ وہ کون ہے تاکہ اس میں شوق ظہور کرے یا نفرت اگرچہ علم شوہر کا در ضمن عام ہو جیسے ولی نے کہا کہ میں تیرا نکاح کرتا ہوں اپنے ہمسایوں سے یا اپنے چچا کے بیٹوں میں سے ایک مرد کے ساتھ بشرطیکہ وہ متناہی ہوں تاکہ ہر ایک کا حال عورت کو معلوم ہو سکے، والا لا مالم تفوض له الامر، اور اگر متناہی نہ ہوں گے تو رضا نہ ثابت ہوگی، جب تک ولی کو اپنا امر سپرد نہ کرے مثلاً اگر یوں کہے کہ جو تو کرے میں اس پر راضی ہوں یا یوں کہے کہ میرا نکاح کر دے جس سے تو چاہے تو البتہ رضا ثابت ہوگی لا العلم بالمهر وقیل یشترط وهو قول المتاخرین کذا فی البحر عن الذخیرة واقره المصنف وما صححه فی الدرر عن الکافی رده الکمال، شرط نہیں

[1] تجدید نکاح زفاف کے وقت مستحب ہے ۱۲ ہ

Marfat.com

مہر کا علم یعنی استیذان میں مقدار مہر کا علم ضروری نہیں اس واسطے کہ صحت نکاح مہر پر موقوف نہیں، کذا فی الہدایہ۔ اور بعضوں نے کہا کہ مہر کا ذکر کرنا شرط ہے اس واسطے کہ قلت اور کثرت مہر سے شوق مختلف ہوتا ہے اور یہی ہے قول متاخرین فقہاء کا کذا فی البحر عن الذخیرۃ، اور مصنف نے بھی اسی قول کو ثابت رکھا ہے، شرح منح الغفار میں اور جس کی تصحیح کی ہے درر میں بروایت کافی کے، اس کو رد کیا ہے کمال الدین محقق نے درر میں کہا کہ اگر ولی باپ یا دادا ہے تو ذکر شوہر کا کافی ہے مہر کا ذکر ضروری نہیں۔ اور اگر باپ دادا کے سوا اور کوئی ولی ہے تو مہر کا تسمیہ ضرور ہے، محقق نے اس کو یوں کہا کہ اس طرح تفصیل کرنا قائل کی غفلت ہے، اس واسطے کہ باپ دادا میں اور ان کے سوا اور اولیاء میں تفرقہ کرنے کا محل تزویج صغیرہ ہے کہ وہاں ولایت اجبار ثابت ہے اور یہاں گفتگو بالغہ میں ہے، اس میں باپ اجنبی کے برابر ہے، بدون اس کی رضا کے کچھ نہیں کر سکتا، وکذا اذا زوجہا الولی عندہا ای بحضرتہا فسکتت صح فی الاصح ان علمتہ کامر۔ اور اسی طرح جب نکاح کر دیا بالغہ کا ولی نے اس کے روبرو پھر وہ چپ ہو رہی تو نکاح صحیح ہوگا قول اصح میں بشرطیکہ شوہر کو اس نے جانا ہو چنانچہ سابق میں مذکور ہو گیا، والسکوت کالنطق فی سبع وثلثین مسئلۃ مذکورۃ فی الاشباہ، اور سکوت نطق کے برابر ہے سینتیس ۳۷ مسئلہ میں جن کا ذکر اشباہ میں ہے، کتاب الاشباہ والنظائر میں ابن نجیم صاحب بحر الرائق نے بارہویں قاعدہ میں کہا کہ سینتیس ۳۷ مسئلہ میں سکوت مانند نطق کے ہے۔ ۱۔ سکوت باکرہ کا وقت استیذان ولی کے قبل عقد ہو یا بعد ۲۔ سکوت کرنا اس کا اپنے قبض مہر کے وقت۔ ۳۔ سکوت باکرہ کا اپنے بالغ ہونے کے وقت اپنے خیار نفس میں جبکہ باپ دادا کے سوا اور ولی نے اس کا نکاح کیا ہو۔ ۴۔ عورت نے نکاح کرنے کی قسم کھائی ہو پھر اس کے باپ نے اس کا نکاح کر دیا اور وہ چپ رہی تو حانث ہوگی یعنی قسم ٹوٹ جائے گی، ۵۔ سکوت متصدق علیہ یعنی فقیر کا برابر قبول کے ہے نہ موہوب لہ کا، ۶۔ قبض موہوب لہ اور متصدق علیہ کے وقت سکوت کرنا مالک کا اذن میں داخل ہے، ۷۔ سکوت وکیل کا قبول ہے اور رد کرنے سے وکالت رد ہو جاتی ہے، ۸۔ سکوت مقرلہ کا قبول ہے، ۹۔ مفوض الیہ یعنی جس کو کچھ سپرد کیجیے اس کا چپ رہنا قبول ہے اور رد ہوتا ہے رد کرنے سے، ۱۰۔ موقوف علیہ کا سکوت جس پر کوئی چیز وقف کیجیے قبول ہے اور رد ہوتا ہے رد کرنے سے، ۱۱۔ بیع التلجیہ میں بائع یا مشتری نے کہا کہ میں اس بیع کو صحیح کرتا ہوں اور دوسرا چپ رہا تو یہ سکوت تصحیح بیع ہوگا، ۱۲۔ غاصبین میں تقسیم مال کے وقت مالک قدیم کا سکوت رضامندی ہے، ۱۳۔ عبد کو بیع اور شری کرتے دیکھ کر مشتری بالخیار کا سکوت کرنا خیار کو ساقط کرتا ہے ۱۴۔ مشتری کا قبضہ مبیع پر دیکھ کر اس بائع کا سکوت کرنا جس کو حبس مبیع میں اختیار تھا اجازت ہے قبضہ کرنے کی، ۱۵۔ بیع معلوم ہونے کے وقت شفیع کا سکوت حق شفعہ کا مبطل ہے، ۱۶۔ غلام کو غیر کا مال خرید و فروخت کرتے دیکھ کر مولیٰ کا سکوت اجازت ہے تجارت کی، ۱۷۔ مولی نے قسم کھائی کہ غلام کو تجارت کا اذن نہ دوں گا پھر سکوت کیا خرید و فروخت کرتے دیکھ کر تو حانث ہوگا، ۱۸۔ غلام کا سکوت اور انقیاد بیع اور رہن کے وقت اقرار ہے غلامی کا، ۱۹۔ ایک شخص نے قسم کھائی کہ فلانے شخص کو اپنے گھر نہ اترنے دوں گا، پھر اس کو اپنے گھر میں اترتے دیکھا اور سکوت کیا، تو حانث ہوگا، ۲۰۔ شوہر کا سکوت کرنا عورت کی ولادت کے وقت یا مبارکبادی دینے کے وقت اقرار ہے ثبوت نسب کا، پھر سکوت کے بعد نفی ولد کا اختیار نہیں، ۲۱۔ مولی کا سکوت نزدیک ولادت ام ولد کے اقرار ہے ولد کا، ۲۲۔ قبل بیع کے مبیع کا عیب سن کر سکوت کرنا رضا بالعیب ہے بشرطیکہ مخبر عادل ہو، ۲۳۔ سکوت باکرہ کا تزویج ولی کے معلوم ہونے کے وقت رضا ہے نکاح کی، ۲۴۔ زوجہ نے یا اور کسی قریب نے زمین بیچی اور اس وقت شوہر نے سکوت کیا تو یہ سکوت اقرار ہے اس کا کہ وہ زمین شوہر کی نہیں اسی پر فتویٰ ہے مشائخ سمرقند کا بخلاف مشائخ بخارا کے۔ اور اسی طرح زوجہ کا سکوت زوج کی بیع کے وقت اقرار ہے اپنی عدم ملکیت کا، ۲۵۔ ایک شخص نے دیکھا کہ اس کا اسباب گھر کسی نے بیچا، پھر مدت تک مشتری اس پر تصرف کرتا رہا اور یہ شخص چپ ہے تو اس کا سکوت اس کے دعویٰ کا مسقط ہے، ۲۶۔ شرکت عنان کے دو شریک ہیں، ایک نے

Marfat.com

دوسرے سے کہا کہ اس لونڈی کو خاص میں اپنے واسطے لیتا ہوں اور دوسرا چپ رہا تو اس میں دونوں کی شراکت نہ ہوگی، ۲۷۔ وکیل نے موکل سے کہا کہ فلانی چیز کو میں خاص اپنے واسطے خرید کرتا ہوں اور وہ ساکت رہا تو وہ چیز وکیل ہی کی ہوگی، ۲۸۔ صبی عاقل کو خرید فروخت کرتے دیکھ کر اس کے ولی نے سکوت کیا تو یہ اذن ہوا، ۲۹۔ غیر کو مشک پھاڑتے دیکھا یہاں تک کہ بہہ گیا جو اس میں تھا تو یہ سکوت رضا ہے۔ ۳۰۔ قسم کھائی کہ مملوک سے خدمت نہ لوں گا، پھر وہ بدوں اس کے امر اور نہی کے خدمت کرنے لگا اور یہ ساکت ہے تو حانث ہوا، یہ تیس مسائل جامع الفصولین وغیرہ میں تھے اور سات اگلے اشباہ کے مصنف نے زیادہ کیے۔ ۳۱۔ ماں نے بیٹی کے جہیز میں کچھ اسباب باپ کا دیا اور باپ ساکت ہے تو اس کو پھیر لینا نہیں پہنچتا، ۳۲۔ ماں نے بیٹی کے جہیز میں وہ سامان دیا جس کا رواج ہے اور باپ ساکت تھا تو ماں اس کی ضامن نہ ہوگی، ۳۳۔ زیور پہنے لونڈی کو بیچا بدون شرط کے، پھر لونڈی مشتری کو مع زیور حوالہ کی اور وہ اس کو لے گیا اور بائع ساکت رہا تو یہ سکوت بمنزلہ تسلیم ہے۔ زیور کا مالک مشتری ہوگا۔ ۳۴۔ استاد کے آگے شاگرد کا پڑھنا اور استاد کا چپ رہنا تو یہ سکوت بمنزلہ نطق کے ہے قول اصح میں، ۳۵۔ بے عذر مدعا علیہ کا ساکت رہنا انکار ہے اور بعضوں نے کہا کہ انکار نہیں، کذا فی القضاء الخلاصۃ، ۳۶۔ سکوت راہن کا مرتہن کے قبضہ کرتے وقت مرہون پر۔ ۳۷۔ قاضی نے شاہد کا حال مزکی سے پوچھا اور اس نے سکوت کیا تو اس کا سکوت تعدیل ہے شاہد کی، اور ۴۱ مسئلے حموی نے اشباہ کے حاشیہ میں زیادہ کیے تو سب اکاون مسئلے ہوئے جن میں سکوت برابر نطق کے ہے۔ خوف طوالت سے ان کا مذکور کرنا ضروری نہ جانا فان استاذنہا غیر الاقرب کاجنبی او ولی بعید فلا عبرۃ بسکوتہا۔ سو اگر اذن چاہا باکرہ بالغہ سے غیر ولی اقرب نے جیسے اجنبی یا ولی بعید نے اقرب ولی کے ہوتے ہوئے تو اس کے سکوت کا اس وقت میں کچھ اعتبار نہیں، بل لابد من القول کالثیب البالغۃ۔ بلکہ اس وقت میں بولنا ضروری ہے مثل ثیبہ بالغہ کے، ثیب اس عورت کو کہتے ہیں جس کا ایک بار نکاح ہوا اور صحبت بھی ہوئی، پھر شوہر کی موت سے یا طلاق وغیرہ سے جدائی ہوئی۔ لا فرق بینہما الا فی السکوت۔ نہیں فرق دونوں میں مگر سکوت میں، یعنی باکرہ بالغہ اور ثیبہ بالغہ میں سوائے سکوت اور کچھ فرق نہیں، مثلاً باپ نے اذن نکاح کا چاہا تو اس وقت میں بالغہ باکرہ کا سکوت دلیل ہے رضا کی اور ثیبہ کا سکوت کافی نہیں بدون رضائے قولی کے۔ لان رضاہما یکون بالدلالۃ کما ذکرہ بقولہ او ما ہو فی معناہ من فعل یدل علی الرضاء کطلب مہرہا ونفقتہا وتمکینہا من الوطی ودخولہ بہا برضاہا ظہیریۃ۔ اس واسطے کہ دونوں کی رضا دلالت حال سے بھی معلوم ہوتی ہے، چنانچہ مصنف نے اپنے اس قول میں بیان کیا، یعنی ضرور ہے رضائے قولی یا جو قول کے مانند ہے یعنی وہ فعل جو رضا پر دلالت کرے جیسے اپنا مہر مانگنا اور نفقہ مانگنا اور وطی کی قدرت دینا اور اپنی خوشی سے شوہر سے خلوت کرنا، کذا فی الظہیریۃ، مراد دخول سے خلوت ہے نہ وطی اس واسطے کہ وطی کا ذکر اول ہو چکا، وقبول التہنیۃ والضحک سرورا ونحو ذلک بخلاف خدمتہ او قبول ہدیتہ۔ اور مبارکباد کو قبول کرنا اور خوشی سے ہنسنا اور مانند ان افعال کے رضامندی پر دلیل ہیں جیسے اپنا اسباب شوہر کے گھر اٹھا لے جانا بخلاف خدمت کرنے شوہر کے اور قبول کرنے اس کے تحفہ کے کہ یہ رضامندی کی دلیل نہیں من زالت بکارتہا بوثبۃ ای نطۃ او درور حیض او حصول جراحۃ او تعنیس ای کبر بکر حقیقۃ کتفریق بجب او عنۃ او طلاق او موت بعد خلوۃ قبل وطی، جس عورت کی بکارت زائل ہوئی یعنی شرمگاہ کا پردہ پھٹ گیا اچھلنے کودنے سے یا حیض جاری ہونے سے یا وہاں زخم لگنے سے یا زیادہ عمر ہونے سے تو وہ عورت حقیقی باکرہ ہے کہ مرد سے مطلق خبر نہیں مانند اس عورت کے جس کی تفریق واقع ہوئی شوہر کے مقطوع الذکر والخصیتین ہونے سے یا اس کے نامرد ہونے سے یا طلاق دینے یا مرنے شوہر سے بعد خلوت قبل وطی کے، او زنا وہذہ فقط بکر حکما ان لم یتکرر ولم تحد بہ۔ یا بکارت زائل ہوئی ہے زنا سے اور یہی عورت فقط حکمی باکرہ ہے، یعنی بمنزلہ باکرہ کے ہے بشرطیکہ تکرار زنا کی نہ ہوئی ہو، اور زنا کی حد بھی اس پر نہ قائم ہوئی ہو، خلاصہ یہ کہ باکرہ حقیقی اور حکمی کا سکوت وقت استیذان ولی کے بجائے نطق کے

Marfat.com

ہے .بولنا اس کا شرط نہیں، والافثیب کرطوۃ بشبہۃ اونکاح فاسد، اوراگرچند بار زنا ہوا یا اس پر زنا کی حد ماری گئی تو وہ باکرہ نہیں ثیبہ ہے، مانند اس عورت کے جس کی صحبت شبہ سے ہوئی یا نکاح فاسد سے، قَالَ الزَّوْجُ لِلْبِکْرِ الْبَالِغَۃِ بَلَغَکِ النِّکَاحُ فَسَکَتَتْ وَقَالَتْ بَلْ رَدَدْتُ النِّکَاحَ وَلَا بَیِّنَۃَ لَہُمَا عَلٰی ذٰلِکَ وَلَمْ یَکُنْ دَخَلَ بِہَا طَوْعًا فِی الْاَصَحِّ فَالْقَوْلُ قَوْلُہَا بِیَمِیْنِہَا عَلَی الْمُفْتٰی بِہٖ. کہا زوج نے باکرہ بالغہ سے کہ تجھ کو خبر پہنچی نکاح کی سو تو ساکت رہی اور اس نے کہا بلکہ میں نے نکاح کو رد کیا اور حالانکہ دونوں کے گواہ نہیں اپنے اس دعویٰ پر اور دخول بھی رضامندی سے نہ ہوا قول اصح میں تو لائق اعتبار کے عورت کا قول ہوگا اس کی قسم کھانے کے ساتھ بنا بر قول مفتی بہ کے یعنی اگر عورت قسم کھائے گی تو نکاح نہ ثابت ہوگا. وتقبل بینتہ علی سکوتہا لانہ وجودی لبضم الشفتین، اور مقبول ہوں گے زوج کے گواہ زوجہ کے سکوت پر اس واسطے کہ سکوت امر وجودی ہے بسبب ملانے دونوں لبوں کے، یہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ سکوت عبارت ہے عدم کلام سے، پھر زوج کے گواہ نفی پر کیونکر مقبول ہوں گے .شارح نے جواب دیا کہ سکوت دونوں لبوں کے ملانے سے ہوتا ہے تو وجودی ہوا نہ کہ عدمی. ولو برہنا فبینتہا اولی الا ان یبرہن علی رضاہا اواجازتہا. اور اگر دونوں گواہ لائے تو عورت کے گواہ اولیٰ ہیں لیکن اگر شوہر گواہ لایا عورت کی رضامندی پر یا اس کی اجازت پر تو شوہر کے گواہ اولیٰ ہوں گے. کما لو زوجہا اَبُوْہَا مَثَلًا زَاعِمًا عدم بلوغہا فَقَالَتْ اَنَا بَالِغَۃٌ وَالنِّکَاحُ لَمْ یَصِحَّ وَہِیَ مُرَاہِقَۃٌ وَقَالَ الْاَبُ اوالزوج بَلْ ہِیَ صَغِیْرَۃٌ فَاِنْ قَوْلُہَا ان ثبت اَنَّ سِنَّہَا تِسْعٌ. چنانچہ اگر نکاح کر دیا عورت کا مثلاً اس کے باپ نے نابالغہ جان کر، سو عورت نے کہا کہ میں تو بالغہ ہوں اور نکاح صحیح نہیں اور حالانکہ وہ قریب البلوغ ہے اور کہا باپ نے یا زوج نے بلکہ یہ صغیرہ ہے اس صورت میں بھی معتبر قول عورت ہی کا قول ہوگا. اگر یہ ثابت ہو کہ عورت کی عمر نو برس کی ہے. وکذا لو ادعی المراہق بلوغہ، اور اسی طرح اگر دعویٰ کیا صبی قریب البلوغ نے اپنے بلوغ کا، یعنی باپ نے اپنے بیٹے کی کوئی چیز بیچی، بیٹا بولا کہ میں بالغ ہوں بدون میری مرضی بیع صحیح نہیں اور باپ یا مشتری نے کہا بلکہ وہ نابالغ ہے تو قول بیٹے کا معتبر ہوگا، ولو برہنا فبینۃ البلوغ اولیٰ. اور اگر باپ بیٹے دونوں نے گواہ گذرائے تو گواہ بلوغ کے اولیٰ ہوں گے. علی الاصح قول صغیرہ یا صغیر کا معتبر ہے بنا بر مذہب اصح کے اور غیر اصح میں قول باپ کا معتبر ہے، بخلاف قول الصغیرۃ رددتُ حین بلغت وکذبہا الزوج فالقول لہا لانکارہ زوال ملکہ. بخلاف اس قول صغیرہ کے کہ میں نے نکاح رد کیا جب میں بالغ ہوئی اور زوج اس کی تکذیب کرتا ہو تو یہاں معتبر قول زوج کا قول ہوگا اس واسطے کہ زوج اپنے زوال ملک کا منکر ہے اور صغیرہ مدعی ہے ظاہر میں اور حالانکہ لائق اعتبار کے منکر کا قول ہوتا ہے نہ مدعی کا، لو اختلفا بعد زمان البلوغ ولو حالۃ البلوغ فالقول لہا شرح وہبانیۃ فلیحفظ. لائق اعتبار کے قول زوج کا ہے، اگر زوج اور صغیرہ میں اختلاف ہوا بعد زمان بلوغ کے. اور اگر وقت بلوغ کے اختلاف ہوا تو قول صغیرہ کا معتبر ہوگا کذا فی شرح الوہبانیۃ، سو اس کو یاد رکھنا چاہیے وللولی الاتی بیانہ انکاح الصغیر والصغیرۃ جبرًا ولو ثیبًا لمعتوہ ومجنون شرعًا، واسطے اس ولی کے جس کا بیان آگے آوے گا. اختیار ہے صغیر اور صغیرہ کے نکاح کر دینے کا زبردستی اگرچہ صغیرہ ثیبہ ہو مانند احمق بدتدبیر اور مجنون کے. جس کا جنون مہینہ بھر برابر رہتا ہو، ولزم النکاح ولو بغبن فاحش بنقص مہرہا وزیادۃ مہرہ اوزوجہا بغیر کفو ان کان الولی المزوج بنفسہ بغبن ابا او جدًا وکذا المولی وابن المجنونۃ، اور لازم ہوگا نکاح یعنی صغیر اور صغیرہ کو فسخ کا اختیار نہیں ہوگا بعد بلوغ کے. اگرچہ نکاح نقصان صریح سے ہو یعنی اس طرح کہ صغیرہ کا مہر کم کر دیا ہو اور صغیر کا زیادہ یا اگرچہ صغیرہ کا نکاح غیر کفو سے کر دیا ہو، اگر ولی جس نے نکاح بذات خود صریح نقصان سے کیا ہو. باپ ہو یا دادا. اور اسی طرح مولا بھی جس نے صغیر اور صغیرہ غلام لونڈی کا نکاح کر کے آزاد کیا اور اسی طرح مجنون کا بیٹا ولم یعرف منہما سوء الاختیار مجانۃ وفسقا وان عرف لا یصح النکاح اتفاقا. ایسے باپ یا دادا کا نکاح کر دینا لازم ہے جن کی بدتدبیری از راہ بیباکی اور فسق کے معروف نہیں اور اگر ان کی بدتدبیری معروف ہے تو نکاح صحیح نہیں.

Marfat.com

بہ اتفاق امام اور صاحبین کے وکذا لو کان سکران فزوجہا من فاسق او شریر او فقیر او ذی حرفۃ دنیۃ لظہور سوء اختیارہ فلا یعارضہ شفقۃ المظنونۃ اسی طرح بالاتفاق نکاح صحیح نہیں اگر باپ یا دادا مست ہو پھر صغیرہ کا نکاح کر دے فاسق سے یا شریر سے یا محتاج سے جو مہر اور نفقہ دینے پر قادر نہیں یا ذلیل کسب والے سے جیسے خاکروب اور موچی اور حجاما نکاح صحیح نہ ہوگا بسبب ظاہر ہو جانے اس کی بد تدبیری کے سو ولی کی شفقت مظنون معارض نہ ہوگی اس کی بد تدبیری کے یعنی ان صورتوں میں ولی کی حماقت کھل گئی گمان شفقت زائل ہو گیا وَاِنْ کَانَ الْمُزَوِّجُ غَیْرَہُمَا ای غیر الاب وابیہ ولو الام او القاضی او وکیل الاب لکن فی النہر بحثا لو عین لوکیلہ القدر صح لا یصح النکاح من غیر کفؤ او بلغبن فاحش اصلا اگر نکاح کر دینے والا باپ دادے کے سوا ہو اگرچہ ماں ہو یا قاضی یا باپ کا وکیل لیکن نہر الفائق میں بحث کر کے کہا کہ اگر باپ نے اپنے وکیل سے مہر کی مقدار معین کر دی تو نکاح صحیح ہوگا تزویج غیر اب وجد سے نکاح صحیح نہیں غیر کفو سے یا صریح نقصان سے ہرگز وما فی صدر الشریعۃ صح ولہما فسخ وہم" اور جو کہ کتاب صدر الشریعۃ میں ہے کہ غیر اب وجد کا غیر کفو یا نقصان صریح سے نکاح کر دینا صحیح ہے اور صغیر اور صغیرہ کو بعد بلوغ کے فسخ کا اختیار ہے سو یہ قول خطا ہے ہرگز یہ نکاح صحیح نہیں کذا فی فتح القدیر وغایۃ البیان وانکان من کفو ومہر المثل صح ولکن لہما ای لصغیر وصغیرۃ ولحق بہما خیار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بعد القصور لشفقۃ اور اگر تزویج غیر اب وجد کی کفو سے ہے اور ساتھ مہر مثل کے تو نکاح صحیح ہے، ولیکن ان دونوں کو یعنی صغیر اور صغیرہ اور ان کے ملحق کو یعنی احمق اور مجنون کو اختیار ہے نکاح فسخ کر دینے کا اگرچہ بعد دخول کے ہو فسخ کا اختیار ہے بالغ ہونے کے وقت یا بعد بالغ ہونے کے نکاح معلوم ہونے کے وقت یعنی اگر اول سے نکاح کا علم تھا تو بلوغ کے وقت اختیار ہے، اور اگر نکاح اول معلوم نہ تھا تو بعد بلوغ کے بھی معلوم ہونے تک اختیار ہے بسبب کم شفقتی ولی کے یعنی باپ دادا کے برابر اور اولیاء کو مہربانی نہیں ہوتی تو اس واسطے صغیر اور صغیرہ کے وقت بلوغ کے اختیار دیا چاہیں نکاح رکھیں چاہیں توڑ دیں. ولغنی عنہ خیار العتق. اور اختیار آزادی کا اختیار بلوغ سے بے پروا کرتا ہے. مثلاً صغیرہ لونڈی کا مالک نے نکاح کر دیا، پھر اس کو قبل بلوغ آزاد کیا تو بلوغ کے وقت اس میں دو اختیار مجتمع ہوئے، خیار بلوغ اور خیار عتق، سو ایسی صورت میں کون سے فسخ کا اختیار ہوگا، خیار بلوغ سے یا خیار عتق سے، شارح نے جواب دیا کہ ہوتے خیار عتق کے خیار بلوغ کی کچھ حاجت نہیں بسبب قوی ہونے خیار عتق کے، اس واسطے کہ خیار عتق بسبب سکوت اور قیام مجلس کے باطل نہیں ہوتا بخلاف خیار بلوغ کے اور حق یہ ہے کہ اس صورت میں خیار بلوغ مطلق نہیں. اس واسطے کہ تزویج مولیٰ کی برابر تزویج اب اور جد کے ہے اور حالانکہ وہاں بلوغ کے وقت پر فسخ کا اختیار نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی، ولو بلغت وہو صغیر فرق بینہما بحضرۃ ابیہ او وصیہ بشرط القضاء للفسخ فیتوارثان فیہ ویلزم کل المہر، اور اگر بالغ ہوئی زوجہ اور زوج صغیر ہے اور زوجہ نے نکاح توڑنا چاہا. تو تفریق کروائی جائیگی دونوں صغیر کے باپ کے رُوبرُو یا اس کے وصی کے رُوبرو بشرط حکم قاضی کے، واسطے فسخ کے تو دونوں باہم وارث ہونگے ایک دوسرے کے نکاح میں، اور لازم ہوگا تمام مہر یعنی وقت بلوغ صغیرہ کے قاضی نے نکاح فسخ نہ کیا، یہاں تک کہ دونوں میں سے کوئی مر گیا. تو بسبب نکاح باقی رہنے کے ایک دوسرے کا وارث ہوگا اور تمام مہر لازم آویگا اس واسطے کہ موت بمنزلہ دخول کے ہے مہر پورا کرنے میں. ثم الفرقۃ ان من قبلہا فسخ لا ینقص عدد الطلاق. پھر جدائی اگر عورت کی جانب سے ہے تو فسخ ہی نکاح کا کم نہیں کرتا طلاق کے عدد کو یعنی اگر حرہ سے بعد فسخ کے بخوشی اس کے نکاح کیا تو زوج پوری تین طلاق کا مالک ہوگا. یہاں وہ فرقت مراد ہے جو غیر ہے خیار بلوغ کی کہ وہ تو محض فسخ ہے طلاق کا اس میں احتمال نہیں. ولا یلحقہا طلاق الا فی الردۃ، اور نہیں لاحق ہوتی طلاق اس عورت کو جو فسخ کی عدت میں ہے، مگر مرتد ہو جانے میں طلاق لاحق ہوتی ہے، یعنی ارتداد عورت کا اگرچہ فسق ہے لیکن مرتدہ کی عدت میں طلاق پڑ سکتی ہے، وان من قبلہ فطلاق. اور اگر فرقت جانب زوج سے ہے تو طلاق ہے فرقت زوج سے مراد وہ فرقت ہے جو عورت کی طرف سے نہ ہو سکے تو تقبیل اور اسلام اور ارتداد اور خیار بلوغ وغیرہ کی فرقت نکل گئی

Marfat.com

اس واسطے کہ اس قسم کی فرقت طلاق نہیں بلکہ فسخ ہے کیونکہ عورت اور مرد دونوں کی طرف سے یہ فرقت ہوتی ہے، فقط مرد ہی کو خاص نہیں، الا بملک اوردۃ او خیار عتق، مرد کی طرف فرقت طلاق ہے لیکن ملک یا ارتداد یا خیار عتق میں طلاق نہیں، ملک کی صورت یہ کہ ایک مرد نے لونڈی سے نکاح کیا، پھر اس کو مول لیا تو نکاح فسخ ہو گیا تو جدائی مرد کی طرف سے ہوئی اور طلاق نہ ہوئی بلکہ فسخ ہوا، اور ارتداد زوج بھی فسخ ہے طلاق نہیں، اور ذکر خیار عتق میں شارح سے سہو ہوا، اس واسطے کہ غلام کو خیار عتق نہیں ہوتا، چنانچہ اس کی تصریح باب نکاح الرقیق میں آویگی، ولیس لنا فرقۃ منہ ولا مہر علیہ الا اذا اختار نفسہ بخیار عتق، اور نہیں ہے ہم حنفیوں کے نزدیک کوئی جدائی زوج کی طرف سے جس میں زوج پر مہر نہ ہو مگر جبکہ اختیار کرے اپنی ذات کو خیار عتق سے، شارح کو لازم تھا کہ بجائے خیار عتق کے خیار بلوغ کہتا، چنانچہ ابھی اس کا ذکر ہو چکا، یعنی زوج کی طرف سے سب جدائیوں میں زوج پر مہر دینا واجب ہے سوائے خیار بلوغ کے کہ اس میں مہر ساقط ہے، کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی، وشرط لکل قضاء الا ثمانیۃ اور مشروط ہے سب جدائیوں کے واسطے حکم قاضی کا مگر آٹھ جدائیوں میں قاضی کا حکم شرط نہیں، ونظمہ فی النہر فقال، اور نظم کیا ہے نہر الفائق میں، سو یوں کہا اس کے مصنف نے ؎ فرق النکاح اتتک جمعًا نافعًا ٭ فسخ طلاق و ہذا الدر یحکیہا ٭ جدائیاں نکاح کی آئیں تیرے پاس مجموعہ نافع ہو کر اور وہ دو جنس میں منحصر ہیں فسخ یا طلاق، اور یہ نظم جو نفاست میں موتی کے مانند ہے ان کو بیان کرتی ہے ؎ تبائن الدار مع نقصان مہر کذا ٭ فساد عقد وفقد الکفو ینعیہا، اول فرقت میں تبائن دار و دوسری فرقت کمی مہر کی ساتھ نکاح کے اسی طرح تیسری فرقت فساد عقد اور چوتھی فرقت فقدان کفو کا عورت کو خبر موت کی سناتا ہے، تبائن دار، مثلاً عورت دار الحرب چھوڑ کر دار الاسلام میں آئی مسلمان ہو کر یا ذمیہ ہو کر تو اپنے شوہر سے جدا ہو گئی، اگر حاملہ نہ ہو تو فی الفور اس کا نکاح درست ہے، دوسری فرقت نقصان مہر سے یعنی عورت نے اپنا نکاح مہر مثل سے کم کر لیا تو ولی دونوں میں تفریق کروائیگا، اگر قبل دخول کے تفریق ہوئی تو کچھ مہر نہ پاوے گی، اور اگر بعد دخول کے تفریق ہوئی تو مہر مسمی پاوے گی، تیسری فرقت فساد عقد کی جیسے لونڈی سے نکاح حرہ پر، چوتھی فرقت فقدان کفو کی یعنی جب عورت نے نکاح غیر کفو سے کر لیا تو اولیاء کو فسخ کرا دینے کا حق ہے ؎ تقبیل سبی واسلام المحارب ٭ ارضاع ضرتہا قد عددا فیہا ٭ پانچویں فرقت تقبیل کی، چھٹی فرقت سبی کی، ساتویں فرقت اسلام حربی کی، آٹھویں فرقت سوت کے دودھ پلانے کی اسلام اور ارضاع بھی انھیں میں معدود ہیں، تقبیل کی فرقت یعنی بوسہ لینے سے نکاح ٹوٹنا مراد تقبیل سے جو عمل کہ حرمت مصاہرت کا باعث ہو، مثلاً عورت نے شوہر کے بیٹے کو شہوت سے مساس کیا یا بوسہ لیا تو نکاح ٹوٹ گیا یا شوہر نے زوجہ کی بیٹی کی مساس کیا، تو نکاح فسخ ہو گیا، سبی کی فرقت یعنی عورت کا قید ہو کر دار الاسلام میں آنا، ناظم سے یہاں سہو ہوا، اس واسطے کہ باب نکاح الکافر میں معلوم ہو گا کہ عورت تبائن دارین سے جدا ہوتی ہے سبی سے جدا نہیں ہوتی، اور اگر سبی مع تبائن دار مراد لیجیے تو فقط تبائن دار فرقت میں کافی ہے، سبی کی کچھ حاجت نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی، اسلام حربی کی فرقت یعنی شوہر حربی مسلمان ہوا اور عورت کے تین حیض ہو چکے یا تین مہینے گذر گئے، تو یہ جدائی فسخ ہے ارضاع کی فرقت یعنی جوان عورت نے اپنی صغیرہ سوت کو دودھ پلایا جس کی عمر دو برس سے کم تھی تو دونوں کا نکاح فسخ ہو گیا۔ ؎ خیار عتق بلوغ ردۃ وکذا ٭ ملک لبعض وتلک الفسخ یحصیہا ٭ نویں فرقت خیار عتق کی، دسویں فرقت خیار بلوغ کی گیارہویں فرقت ارتداد کی، بارھویں فرقت ملک بعض کی، ان سب جدائیوں کو فسخ کرنا ہے، یعنی یہ سب جدائیاں جو مذکور ہوئیں فسخ ہیں طلاق نہیں، خیار عتق کی فرقت فقط عورت کی طرف سے ہوتی ہے نہ مرد کی طرف سے، چنانچہ سابق میں مذکور ہو چکا بخلاف اگلی جدائیوں کے کہ وہ دونوں طرف سے ہوتی ہے، ملک بعض کی فرقت یعنی زوج زوجہ کا مالک ہوا یا زوجہ زوج کی مالک ہوئی کل ملکیت ہو یا بعض، نکاح نہ رہے گا، ناظم نے ملک بعض کو اس واسطے بیان کیا، کہ جب ملک بعض سے فرقت ہوئی تو ملک کل سے بطریق اولیٰ ہو گی، اما الطلاق فجب عنہ کذا ٭ ایلاءہ ولعان ذاک یتلوہا ٭ اور جو جدائیاں کہ طلاق ہیں

Marfat.com

وہ چار ہیں، مجبوب ہونا اور عنین ہونا اور ایلاء اور لعان، یہ حکم میں ماقبل کا تابع ہے. مجبوب ہونے کی جدائی یعنی عورت نے مرد کو مقطوع الذکر والخصیتین پایا اور اسی طرح عنین یعنی نامرد پانے کی جدائی. اور ایلاء کی فرقت یعنی مرد نے چار مہینے نہ صحبت کرنے کی قسم کھائی اور چار مہینے بدون جماع گذر گئے. لعان کی جدائی یعنی مرد نے عورت کو بدکاری کی نسبت کی بدون گواہوں کے پھر کاذب پر لعنت کرکے دونوں میں جدائی ہوگئی، یہ سولہ قسم کی جدائیاں مذکور ہوئیں، ان میں سے بارہ جدائیاں فسخ ہیں اور چار جدائیاں طلاق ہے قضاء قاض الی شرط الجمع خلا عتق وملک واسلام اتی فیہا ؛ حکم قاضی کا ان سب جدائیوں میں شرط ہے سوائے خیار عتق اور ملک اور اسلام کے اور انھیں میں اگلی چیزیں ہیں ہے تقبیل سبی مع الایلاء یا الی ؛ تبائن مع فساد العقد مدنیا ؛ اور تقبیل اور سبی ساتھ ایلاء کے اے میری امیدگاہ اور تبائن دار ساتھ فساد عقد کے، یہ فساد عقد عورت کو اس کے مرتبہ سے اتارتا ہے، یعنی کوئی فرقت بدون حکم قاضی کے تمام نہیں ہوتی زوجین کو قاضی کے پاس رجوع کرنا ضرور ہے لیکن ان آٹھ جدائیوں میں قاضی کے حکم کی کچھ حاجت نہیں، فرقت خیار عتق کی، ملک کی، فرقت اسلام حربی کی، فرقت تقبیل وغیرہ کی، فرقت سبی کی، فرقت ایلاء کی، فرقت تباین دارین کی، فرقت فساد عقد کی وَبَطَلَ خِیَارُ الْبِکْرِ بِالسُّکُوْتِ لو مختارۃ عالمۃ باصل النکاح، اور باطل ہوتا ہے اختیار باکرہ کا بشرطیکہ مختار ہو سکوت میں معذور نہ ہو اور اصل نکاح کا علم رکھتی ہو، تو اگر چھینک اور کھانسی آنے سے یا کسی کے منہ بند کر لینے سے بول نہ سکے تو یہ سکوت عذری مبطل خیار کا نہیں اور علم نکاح کا اس واسطے شرط ہوا کہ بدون دانست کے تصرف ممکن نہیں لیکن ثبوت اختیار کا علم شرط نہیں. ولو سالت عن قدر المہر قبل الحکومۃ او عن الزوج او سلمت علی شہود لم یبطل خیارہا نہر بحثا۔ اور اگر باکرہ نے مقدار مہر کی پوچھی قبل خلوت کے یا زوج کا حال پوچھا یا سلام کیا، شاہدوں کو تو ایسے کلام سے اس کا اختیار باطل نہیں ہوتا، چنانچہ یہ روایت نہر الفائق میں ہے بحث کے ساتھ. ولا یمتد الی آخر المجلس لانہ کالشفعۃ، اور خیار بلوغ کا دراز نہیں ہوتا آخر مجلس تک اس واسطے کہ خیار بلوغ کا مانند حق شفعہ کے ہے یعنی جس مجلس میں عورت کو بلوغ ہوا یا علم نکاح کا ہوا تو فوراً اظہار کرے، اگر سکوت کرے گی تو سماعت نہ ہوگی جیسے حق شفعہ کا بعد علم بیع کے سکوت سے باطل ہو جاتا ہے. ولو اجتمعت معہ تقول اطلب الحقین ثم تبدأ بخیار البلوغ لانہ دینی وتشہد قائلۃ بلغت الان ضرورۃ احیاء الحق، اور اگر حق شفعہ خیار بلوغ کے ساتھ جمع ہوا تو کہے میں دو حق طلب کرتی ہوں پھر بیان میں ابتداء خیار بلوغ سے کرے اس واسطے کہ یہ دینی امر ہے اور گواہ کرے اپنے بلوغ بدیوں کہتی ہوئی کہ میں اب بالغ ہوئی یہ کہنا احیاء حق کی ضرورت کے سبب سے ہے. بحر الرائق میں کہا کہ جب سے خون حیض دیکھے طلب کرے. پھر اگر رات کو دیکھے تو زبان سے یوں طلب کرے کہ میں نے نکاح فسخ کیا اور صبح کو گواہ کرے اور کہے کہ میں نے خون اب دیکھا اس واسطے کہ حیض ہر دم اندک اندک جاری رہتا ہے. صبح کو یہ کہنا کہ میں نے اب دیکھا کذب نہیں علاوہ اس کے بضرورت احیاء حق اس میں کذب بھی روا ہے. چنانچہ امام محمدؒ سے مروی ہے. کذا فی حاشیۃ المدنی، وان جہلت بہ لیفرغہا للعلم بخلاف خیار المعتقۃ فانہ یمتد لشغلہا بالمولی، یعنی سکوت سے خیار بلوغ کا باطل ہو جاتا ہے، اگرچہ حرہ باکرہ حق خیار سے جاہل ہو بسبب فارغ رہنے حرہ کے احکام شرعی کے دریافت کے واسطے بخلاف آزاد عورت کی خیار کے کہ اس کو امتداد ہے، دریافت ہونے تک بسبب مصروف رہنے لونڈی کے خدمت مولی میں، یعنی دار الاسلام میں حرہ کا جہل عذر نہیں، اس واسطے کہ وہ جان ومال کی مالک تھی کیوں نہ اس نے احکام شرعیہ کو سیکھا اور لونڈی کا جہل عذر ہے اس واسطے کہ مالک کی خدمت سے فراغت نہ تھی کہ احکام شرعیہ کو سیکھتی، و خِیَارُ الصَّغِیْرِ وَالصَّغِیْبِ اِذَا بَلَغَا لَا یَبْطُلُ بالسکوت بلا صریح رضا او دلالۃ علیہ کقبلۃ ولمس ودفع مہر، اور خیار صغیر اور صغیب کا جبکہ وہ بالغ ہوں باطل نہیں ہوتا سکوت سے بدون صریح رضامندی کے یا جو فعل کہ رضامندی پر دلالت کرے جیسے بوسہ لینا اور مساس کرنا اور مہر کا دینا یعنی لڑکا نابالغ تھا اور صغیب بھی صغیر تھی، ان کا نکاح غیر اب وجد نے کر دیا تو ان کا خیار بمجرد بالغ ہونے کے باطل نہیں ہوتا، وَلَا یَبْطُلُ بِقِیَامِہَا

Marfat.com

عن المجلس لان وقتہ العمر فیبقی حتی یوجد الرضا، اور اختیار باطل نہیں ہوتا، دونوں کے کھڑے ہونے سے مجلس میں سے اس واسطے کہ ان کے اختیار کا وقت تمام عمر ہے سو باقی رہے گا اختیار جب تک رضامندی پائی جاوے، ولو ادعت التمکین کرہا صدقت، اور اگر شوہر نے بعد بالغ ہونے ثیب کے جماع کیا اور عورت نے دعوی کیا قادر ہونا جماع پر زبردستی سے تھا تو عورت کی تصدیق کی جائے گی اس واسطے کہ ظاہر حال اس کا مصدق ہے، ومفادہ ان القول لمدعی الاکراہ ولو فی حبس الوالی فلیحفظ، اور حاصل کلام سابق کا یہ ہے کہ جو دعوی کرے زبردستی کا اس کا قول لائق اعتبار کے ہے اگرچہ مدعی حاکم کی قید میں ہو، سو اس قاعدہ کو یاد رکھنا چاہیے، اَلْوَلِیُّ فِی النِّکَاحِ المال العَصَبَۃ بنفسہ ولی نکاح میں نہ مال میں وہ ہے جو عصبہ ہو بذات خود یہ تعریف ہے نکاح کے ولی کی مال کے ولی کی تعریف آگے آویگی، عصبہ بنفسہ کی قید سے عصبہ مع غیرہ نکل گیا، جیسے بنت ابن کے ساتھ عصبہ ہوتی ہے، وہو من یتصل بالمیت حتی المعتقۃ بلا توسط انثی بیان لما قبلہ، اور عصبہ بنفسہ وہ ہے جو لگاؤ رکھے میت سے حتی کہ آزاد عورت سے بدون واسطے عورت کے کہا شارح نے کہ بلا توسط انثی بیان ہے ماقبل کا یعنی عصبہ بنفسہ کا، مثلاً باپ اور بیٹا اور مولی عصبہ بنفسہ میں کہ باپ کا اتصال بیٹے سے اور بیٹی کا اتصال ماں سے اور مولی کا اتصال آزاد عورت سے بواسطہ عورت کے نہیں، شارح کو مناسب تھا کہ تعریف عصبہ بنفسہ میں میت کا لفظ نہ کہتا، اس واسطے کہ نکاح میں میت سے کیا علاقہ ہے بلکہ لائق تھا کہ یوں تعریف کرتا کہ عصبہ بنفسہ وہ ہے جو غیر مکلف[1] سے بلا واسطہ عورت کے اتصال رکھے، کذا فی حاشیۃ المدنی، عَلٰی تَرْتِیْبِ الْاِرْثِ وَالْحُجُبِ فیقدم ابن المجنونۃ علی ابیہا لانہ یحجبہ حجب نقصان، ولایت نکاح کی اوپر ترتیب وراثت اور حجب کے ہے تو مقدم ہوگا مجنونہ کا بیٹا مجنونہ کے باپ پر اس واسطے کہ بیٹا حاجب ہوتا ہے باپ کا حجب نقصان سے اگر بیٹا نہ ہوتا تو باپ سب مال پاتا اور بیٹے کے ہونے سے کل نہ پاویگا، چھٹا حصہ پاویگا تو بیٹے کے سبب حجب نقصان ہوا، اس واسطے ولایت بیٹے کی باپ پر مقدم ہوئی، بِشَرْطِ حُرِّیَّۃٍ وَتَکْلِیْفٍ وَاِسْلَامٍ فِیْ حَقِّ مُسْلِمَۃٍ تریدالتزوج وولد مسلم لعدم الولایۃ، عصبہ بنفسہ ولی ہے بشرط حرہ ہونے اور مکلف ہونے اور مسلمان ہونے کے عورت مسلمان کے حق میں کہ ارادہ نکاح کا رکھتی ہے اور اسلام شرط ہے ولد مسلم کے حق میں، اس واسطے کہ کافر کی ولایت مسلمان پر نہیں اور عبد اور صغیر کو تو مطلق ولایت نہیں وکذا لا ولایۃ فی نکاح ولا مال لمسلم علی کافرۃ اِلَّا بالسبب العام بِاَنْ یَکُوْنَ المسلم سَیِّدَ اَمَۃٍ کَافِرَۃٍ او سلطانا او نائبا او شاہدا، یعنی جیسے کافر کو مسلم پر ولایت نہیں ویسے ہی مسلم کو نکاح اور مال میں کافرہ پر ولایت نہیں مگر عام سبب سے البتہ ولایت ہے سبب عام یہ کہ مسلم مالک ہو کافر لونڈی کا یا بادشاہ ہو یا اس کا نائب ہو جیسے قاضی یا شاہد ہو، وَلِلْکَافِرِ وِلَایَۃٌ عَلٰی کَافِرٍ مثلہ اتفاقا، اور کافر کو ولایت ہے اپنے سے کافر پر بالاتفاق اصل کفر میں مماثلت چاہیے، گو ملت ہر ایک کی جدا ہو تو نصرانی کو یہودی کی بیٹی پر ولایت ہے فان لم یکن عَصَبَۃٌ فَالْوِلَایَۃُ لِلْاُمِّ ثم لام الاب وفی القنیۃ عکسہ ثم للبنت ثم لبنت الابن ثم لبنت البنت ثم لبنت ابن الابن ثم لبنت بنت البنت وہکذا ثم للجد الفاسد، سو اگر عورت کا کوئی عصبہ نہ ہو تو ولایت نکاح کی ماں کو ہے پھر دادی کو، اور قنیہ میں اس کے برعکس ہے یعنی اول دادی پھر ماں پھر دادی کے بعد ولایت ہے بیٹی کو مجنون اور مجنونہ کی پھر پوتی کو پھر ناتن کو پھر پروتی کو پھر پراتن کو اسی طرح آخر فروع تک پھر ولایت نانا کو، ثُمَّ الْاُخْتُ لِاَبٍ وَاُمٍّ ثُمَّ الاخت لِاَبٍ ثُمَّ لِوَلَدِ الْاُمِّ الذکر والانثی سواء ثم لاولادہم، پھر نانا کے بعد ولایت ہے سگی بہن کو پھر سوتیلی بہن کو، پھر مادری اولاد کو، ان میں مرد عورت برابر ہیں، پھر مادری اولاد کی اولاد کو، ثم لذوی الارحام العمات ثم الاخوال ثم الخالات ثم بنات الاعمام وبہذا الترتیب اولادہم ثمنی، پھر ولایت

[1] لفظ غیر مکلف خالی از تکلف نہیں میری دانست میں اگر یوں ہوتا ہو من یتصل بالمرأۃ بلا توسط انثی تو خوب ہوتا اور کیا عجب ہے کہ شارح نے ایسا ہی لکھا ہو، اور قلم ناسخ سے بالمیت ہوگیا ہو، اس لیے کہ حتی المعتقۃ بالمرأۃ کے ساتھ زیادہ چسپاں ہے ۱۲

Marfat.com

ہے بقیہ ذوی الارحام کو یعنی پھوپھیوں کو پھر ماموؤں کو، پھر خالاؤں کو، پھر چچا کے بیٹوں کو اور اسی ترکیب سے ان کی اولاد کو ولایت ہے، یعنی پھوپھیوں کی اولاد کو، پھر ماموؤں کی اولاد کو وعلیٰ ہذا القیاس کذا فی الشمنی، ثم مولی الموالات، پھر ولایت ہے مولی موالات کو، مولی موالات اس کو کہتے ہیں کہ جس کے ہاتھ پر کوئی مسلمان ہوا، مثلاً زید کے ہاتھ پر خالد مسلمان ہوا اور وہ مجہول النسب تھا، اور وہ مرگیا اور وہ اس کی بیٹی صغیرہ ہے سو اس کے نکاح کی ولایت زید کو ہوگی، ثم للسلطان ثم لقاضی نفذ له علیه فی مشوره ثم لنوابه ان فرض له ذلک زوالا لا، پھر ولایت بادشاہ کو پھر قاضی کو جس کی سند قضا میں تصریح کردی گئی ہے نکاح صغار کی ولایت پر، پھر قاضی کے نائبوں کو اگر قاضی کو تزویج صغار کا حکم ہوا ہو بادشاہ کی طرف سے، اور اگر قاضی کو تزویج صغار کا حکم نہ ہو تو قاضی کے نائبوں کو تزویج صغار کی درست نہیں، ولیس للوصی من حیث هو وصی ان یزوج الیتیم مطلقا وان اوصی الیه الاب بذلک علی المذهب، اور جائز نہیں وصی کو وصی ہونے کی راہ سے یہ کہ نکاح کرے یتیم کا کسی طرح اگرچہ اس کو باپ نے نکاح کردینے کی وصیت کی ہو، بنابر قوی مذہب کے، نعم وکان قریبا او حاکما بل کالولایة کما لا یخفی، ہاں اگر وصی قرابت دار یا حاکم ہو تو مالک ہوگا تزویج کا بسبب ولایت کے نہ بسبب وصی ہونے کے چنانچہ یہ مخفی نہیں فروع، مسائل ملحقہ شارح کے، ولیس للقاضی تزویج الصغیرة من نفسه ولا من لا تقبل شهادته له کما فی معین الحکام، جائز نہیں قاضی کو تزویج صغیرہ کی اپنی ذات سے کی نہ اس سے کہ جس کی گواہی اس کے حق مقبول نہیں جیسے باپ اور بیٹا کما فی معین الحکام، واقره المصنف وبه علم ان فعله حکم وان عری عن الدعوی، اور ثابت رکھا ہے مسئلہ سابقہ کو مصنف نے اپنی شرح میں اور اس سے معلوم ہوا کہ قاضی کا فعل بھی حکم ہے اگرچہ خالی ہے دعویٰ سے، صغیرة زوجت نفسها ولا ولی ولا حاکم ثمة توقف ولفذ با جازتها بعد بلوغها لان له مخیرا وهو السلطان، صغیرہ نے نکاح کیا اپنا اور وہاں کوئی ولی یا حاکم یعنی قاضی وغیرہ نہیں تو یہ نکاح موقوف رہے گا اور نافذ ہوگا بسبب اجازت صغیرہ کے بعد بالغ ہونے کے یہ نکاح باطل نہیں بلکہ موقوف ہے اس واسطے کہ اس کا اجازت دینے والا موجود ہے اور وہ بادشاہ ہے، یہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ یہ نکاح موقوف نہیں بلکہ باطل ہے، اس واسطے کہ صدور عقد کے وقت اگر اس کا کوئی مخیر نہ ہو تو وہ عقد باطل ہے، شارح نے جواب دیا کہ یہ باطل نہیں کہ اس کا مخیر بادشاہ ہے، ولو زوجها ولیان مستویان قدم السابق فان لم یدر او وقعا معا بطل، اور اگر اس کا نکاح دو برابر کے ولیوں نے کردیا تو پہلا نکاح مقدم کیا جائیگا، اور اگر معلوم نہ ہو کہ پہلا کون اور پچھلا کون ہے یا دونوں نکاح ساتھ ہی ہوئے تو دونوں باطل ہوں گے دو برابر کے ولی جیسے دو بھائی یا دو چچا، للولی الابعد التزویج بغیبة الاقرب فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازته، اور جائز ہے ولی ابعد کو نکاح کردینا ولی اقرب کے غائب ہونے میں سو اگر نکاح کردیا ابعد نے اقرب کے موجود ہونے میں تو نکاح موقوف رہے گا اس کی اجازت پر، مثلاً سوتیلے بھائی نے نکاح کردیا سگے بھائی کے ہوتے تو نکاح موقوف رہے گا چاہے سگا بھائی جائز رکھے چاہے باطل کردے، ولو تحولت الولایة الیه لم یجز الا باجازته بعد التحول قهستانی وظهیریة، اور اگر پھر آئی ولایت ابعد کی طرف تو بھی نکاح نہ جائز ہوگا مگر ابعد کی اجازت سے بعد پھر آنے ولایت کے کذا فی القهستانی والظهیریة یعنی ابعد نے اقرب کے ہوتے نکاح کردیا، پھر اقرب مرگیا یا بالکل غائب ہوگیا تو اب ولایت ابعد پر پھر آئی تو بھی وہ نکاح جائز ہوگا بدون اس وقت کی اجازت کے مسافة القصر واختار فی الملتقی ما لم ینتظر الکفو الخاطب جوابه واعتمده الباقانی ونقل ابن الکمال ان الفتوی علیه، تزویج ابعد کی جائز ہے، جب اقرب غائب ہو بمقدار مسافت قصر کے یعنی تین شبانہ روز اور تبیین میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے کذا فی حاشیة المدنی اور اختیار کیا ملتقی میں، کہ غیبت کی مقدار یہاں تک ہے کہ کفو منگنی کرنے والا ولی اقرب کے جواب کا منتظر نہ رہ سکے اور اسی پر باقانی نے اعتماد کیا اور نقل کیا ابن کمال نے کہ اسی روایت پر فتویٰ ہے بحر الرائق میں کہا کہ تعریف غیبت میں تصحیح مختلف ہے تو اس روایت پر فتویٰ دینا بہتر ہے کہ جس پر اکثر مشائخ ہیں

Marfat.com

یعنی ملتقی کی روایت پر کذا فی حاشیۃ المدنی، وثمرۃ الخلاف فیمن اختفی فی المدینۃ ہل تکون غیبۃ منقطعۃ، اور ثمرہ اختلاف بین القولین کا اس ولی اقرب میں ظاہر ہوگا جو چھپ رہا شہر میں اس طرح کہ یہ معلوم نہیں ہوسکتا، آیا یہ اختفاء غیبت منقطعہ ہے یا نہیں، تو بموجب روایت متن کے اس صورت میں ابعد کی تزویج نہ جائز ہوگی، اسواسطے کہ مسافت قصر کی نہیں، اور بموجب روایت ملتقی کے جائز ہے اگر کفو انتظار نہ کرسکے، ولو زوجہا الاقرب حیث ہو جاز النکاح علی القول الظاہر ظہیریۃ، اور اگر نکاح کیا عورت کا ولی اقرب نے جہاں کہ وہ ہے یعنی اپنے محل غیبت میں تو یہ نکاح جائز ہوگا بنا بر قول ظاہر کے کذا فی الظہیریۃ، اور نہر الفائق میں کہا کہ یہ نکاح جائز نہیں، اس واسطے کہ بسبب غیبت کے ولایت منقطع ہوگئی چنانچہ محیط اور مبسوط میں ہے کذا فی حاشیۃ المدنی، وثبت للابعد من اولیاء النسب شرح الوہبانیۃ لکن فی القہستانی عن الغیاث لو لم یزوج الاقرب زوج القاضی عند فوت الکفو، اور ثابت ہے ابعد کو اولیاء نسبی سے تو بادشاہ اور قاضی نکل گیا کذا فی شرح الوہبانیۃ لیکن قہستانی میں غیاث المفتیین سے نقل کیا کہ اگر نکاح نہ کردے ولی اقرب تو قاضی نکاح کردے جب خوف ہو کفو کے نہ ملنے کا التزویج بعزل الاقرب ای بامتناعہ عن التزویج اجماعا خلاصۃ یعنی ثابت ہے ابعد کو نکاح اقرب کے رد کنے سے یعنی اس کے امتناع تزویج سے ابعد کو نکاح کردینا ثابت ہے بالاجماع کذا فی الخلاصۃ. یعنی جب اقرب نے بالکل نکاح کو روک دیا تو ولایت سے معزول ہوا تو اس وقت میں ابعد قائم مقام اقرب کے ہوگا، ولا یبطل تزویجہ السابق بعود الاقرب لحصولہ بولایۃ تامۃ. اور نہ باطل ہوگی غیبت اقرب میں تزویج ابعد کی جو سابق ہو چکی اقرب کے پھر آنے سے بسبب حاصل ہونے تزویج کے پوری ولایت سے وولی المجنونۃ والمجنون ولو عارضا فی النکاح اما السفہ فی المال للاب اتفاقا ابنہا وان اسفل دون ابیہا کما مر، اور ولی مجنونہ اور مجنون کا اگرچہ جنون عارضی ہو نکاح میں بیٹا ہے امامؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک گو سافل ہو جیسے پوتا اور پردادا، نہ باپ مجنونہ کا چنانچہ آگے مذکور ہو چکا اور مال کے تصرف میں پوتا باپ ولی ہے بالاتفاق شیخین اور محمدؒ کے والاولی ان یامر الاب بہ یصح اتفاقا اور بہتر یہ کہ مجنونہ کے نکاح میں باپ امر کرے بیٹے کو کہ اس کا نکاح کردے تا کہ باتفاق امام اور صاحبین کے صحیح ہو ولو اقر ولی صغیرا و صغیرۃ او اقر وکیل رجل او امراۃ او مولی العبد بالنکاح لم ینفذ لانہ اقرار علی الغیر، اور اگر اقرار کیا صغیر یا صغیرہ کے ولی نے یا اقرار کیا مرد کے وکیل یا عورت کے وکیل نے یا غلام کے میاں نے نکاح کا تو اقرار نافذ نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ اقرار ہے غیر شخص پر اور اقرار اپنی ذات پر حجت ہوتا ہے نہ غیر پر، فتح القدیر میں کہا کہ صغیر اور صغیرہ جبکہ بالغ ہو کر نکاح کے منکر ہوں اس وقت میں ولی کا اقرار نافذ نہیں، اور اگر ولی نے ان کی حالت صغر میں اقرار نکاح کا کیا اور دونوں نے بعد بلوغ کے اس کا انکار نہ کیا تو بالاتفاق صحیح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی. بخلاف مولی الامۃ حیث ینفذ اجماعا لان منافع بضعہا ملکہ، بخلاف لونڈی کے مالک کے اس واسطے کہ اس کا اقرار نافذ ہے اجماعا اس سبب سے کہ منافع اس کے قربت کے مولی کی ملک ہیں یعنی ایک مرد نے لونڈی کے نکاح کا دعوی کیا، اور گواہ اس کے نہیں اور اس لونڈی کے میاں نے اس کی تصدیق کی تو اقرار مولی کا نافذ ہوگا، الا ان یشہد الشہود علی النکاح بان ینصب القاضی خصما عن الصغیر حتی ینکر فیقام البینۃ علیہ، مگر اس وقت اقرار ولی کا نافذ ہو گا جب گواہی دیں گواہ نکاح کی اس طرح پر کہ قاضی قائم کرے ایک مدعی علیہ صغیر کی طرف سے تاکہ وہ نکاح کا انکار کرے، پھر اس پر گواہ قائم ہوں یہاں سوال کا مقام تھا کہ اقامت بینۃ کی صغیر منکر پر کیونکر صحیح ہوگی شارح نے جواب دیا کہ صغیر کے قائم مقام پر اقامت بینہ ہوگی، او یدرک الصغیر والصغیرۃ فیصدقہ ای الولی المقر، بیٹا بالغ ہو صغیر یا صغیرہ پھر اس کی تصدیق کرے یعنی ولی مقر کی او یصدق الموکل او العبد عند ابی حنیفۃ رح وقالا یصدق فی ذلک، یا تصدیق کرے موکل اپنے وکیل کے اقرار کی یا تصدیق کرے غلام اپنے میاں کے اقرار کی نزدیک ابی حنیفہ رح کے اور صاحبین نے کہا کہ بدون شہادت اور تصدیق کے بھی ولی وغیرہ کے اقرار کی تصدیق ہوگی وہذہ المسئلۃ مخرجۃ من قولہم من ملک الانشاء ملک الاقرار بہ ولہا نظائر

Marfat.com

اور یہ مسئلہ اقرار کا خارج ہے فقہ کے اس قول سے کہ جو مالک ہے انشا کا وہ مالک ہے اس کے اقرار کرنے کا یعنی باوجودیکہ ولی انشا کا مالک ہے لیکن اقرار نکاح کا مالک نہیں تو اس قاعدہ سے یہ مسئلہ مستثنیٰ ہوا اور اس مسئلہ مستثنیٰ کی اور بھی مثالیں ہیں جیسے قرض لینا وصی کا یتیم پر کہ وصی اس کے انشا کا مالک ہے اور اس کے اقرار کا مالک نہیں یعنی اس کا اقرار بدون شہادت کے نافذ نہیں فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا اہل لولی مجنون ومعتوہ تزویجہ اکثر من واحدۃ لم ارہ ومنعہ الشافعی وجوزنی الصبی للحاجۃ آیا درست ہے مجنون اور احمق بدتدبیر کے ولی کو اس کا نکاح کر دینا ایک عورت سے زیادہ شارح صاحب النہر کا پیرو ہو کر کہتا ہے کہ یہ مسئلہ اپنے مذہب میں میں نے نہیں دیکھا اور اس کو امام شافعیؒ نے منع کیا ہے اور اس کو صبی کے حق میں جائز رکھا ہے بسبب حاجت کے۔

باب الکفائۃ

من کافاہ اذا ساواہ والمراد ہنا مساواۃ مخصوصۃ او کون المرأۃ ادنی یہ باب ہے کفأت کا عرب بولتے ہیں کافاہ جب کسی چیز کے برابر ہو اور کتاب النکاح میں کفأت سے مراد مخصوص برابری ہے جس کا آگے مذکور ہوگا یا ہونا عورت کا کم تر مرد سے تو اگر عورت نے اپنا نکاح کیا اپنے سے افضل مرد سے تو یہاں ولی کو حق تفریق نہیں اس واسطے کہ اس صورت میں ولی کو مقام تنگ نہیں الکفاءۃ معتبرۃ فی ابتداء النکاح للزوم او صحتہ برابری معتبر ہے شروع نکاح میں تو اگر نکاح کے وقت مرد عورت کے برابر تھا پھر کم تر ہو گیا یعنی مثلاً فاسق ہو گیا تو نکاح فسخ نہیں ہوتا کفاءت معتبر ہے لزوم نکاح کے واسطے یعنی ہر چند نکاح بدون کفاءت کے بھی صحیح ہے لیکن ولی کا حق اعتراض باقی ہے پھر جب برابر سے نکاح ہوا تو لازم ہو گیا اور روایت پر کفاءت کا اعتبار واسطے صحت نکاح کے ہے یعنی نکاح بدون کفاءت کے صحیح نہیں ہوتا من جانبہ ای الرجل لان الشریفۃ تابی ان یکون فراشا للدنی کفأت کا اعتبار ہے مرد کی جانب سے اس واسطے کہ عورت شریف انکار کرتی ہے کمتر کے فراش ہونے سے یعنی مرد کے نیچے رہنا قبول نہیں کرتی ولذا لا تعتبر من جانبہا لان الزوج مستفرش فلا تغیظ دناءۃ الفراش اس لیے برابری معتبر نہیں عورت کی طرف سے اس واسطے کہ زوج طالب ہے فراش کا تو اس کو رنج نہیں آتا کمتری مفروش سے وہذا عند الکل فی الصحیح کما فی الجنازیۃ لکن فی الظہیریۃ وغیرہا عندہ وعندہما تعتبر فی جانبہا ایضاً اور یہ یعنی کفأت کا اعتبار مرد کی جانب میں نہ عورت کی جانب میں امام اور صاحبین کے نزدیک ہے قول صحیح میں کما فی الجنازیہ لیکن ظہیریہ وغیرہا میں یہ یعنی عورت کی کفاءت کا اسقاط امام کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک کفاءۃ بہتر دو معتبر ہے عورت کی جانب میں بھی والکفاءۃ ہی حق الولی لاحقہا فلو نکحت رجلا ولم تعلم حالہ فاذا ہو غیر لاخیار لہا بل للاولیاء اور کفاءت حق ہے ولی کا نہ حق عورت کا تو اگر نکاح کیا عورت نے ایک مرد سے اور اس کا حال عورت کو معلوم نہ تھا سو ناگہاں وہ غلام نکلا تو اختیار ہوگا عورت کو بلکہ اس کے اولیا کو حق فسخ ثابت ہے ولو زوجہا برضاہا ولم یعلموا بعدم الکفاءۃ ثم علموا لاخیار لاحد الا اذا شرطوا الکفاءۃ او اخبرہم بہا قبل العقد فرضوا بہا علی ذلک ثم ظہر انہ غیر کفو کان لہم الخیار ولو الجیۃ فلیحفظ اور اگر اولیا نے عورت کا نکاح کر دیا اس کی رضامندی سے اور نہ جانا اولیا نے عدم کفاءت کو پھر معلوم کیا کہ زوج کفو نہیں تو کسی کو اختیار فسخ کا نہیں نہ اولیا کو نہ عورت کو مگر اس وقت کہ جب شرط کر لی ہو اولیا نے کفأت کی اور خبر کر دی زوج نے اولیا کو کفو ہونے کی نکاح کے وقت سو اولیا نے اسی شرط پر اس کا نکاح کر دیا پھر ظاہر ہوا کہ زوج غیر کفو ہے تو اولیا کو اختیار ہوگا فسخ کا کذا فی الولوالجیہ سو اس کو یاد رکھنا چاہیے ولتعتبر الکفاءۃ للزوم النکاح خلافا لمالک اور معتبر ہے کفاءت واسطے لزوم نکاح کے بخلاف امام مالکؒ کے کہ ان کے نزدیک کفاءت کا کچھ اعتبار نہیں نسباً اول اعتبار برابری کا بحسب نسب کے ہے اس واسطے کہ آدمی نسب کا بڑا فخر کرتے ہیں فقریش بعضہم اکفاء بعض سو قریش آپس میں ایک دوسرے کے ہمسر اور برابر ہیں قریش ان کو کہتے ہیں جو اولاد ہیں نضر بن کنانہ کی اور نضر بن کنانہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارھویں پشت ہیں اور چاروں خلفاء راشدین قریش ہیں قریش باعتبار نسب کے ایک دوسرے سے افضل نہیں تو ہاشمی اور نوفلی اور تیمی اور عدوی سب برابر ہیں اور اسی واسطے علی المرتضیٰؓ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا عمر فاروقؓ سے نکاح کر دیا حالانکہ علی مرتضیٰؓ ہاشمی ہیں اور عمر فاروقؓ عدوی ہیں ولبقیۃ العرب بعضہم اکفاء بعض قریش کے سوا اور باقی عرب آپس میں ایک دوسرے کے ہمسر اور برابر ہیں تو عجم کے لوگ عرب کے ہمسر نہیں واستثنی فی الملتقی تبعا للہدایۃ بنی باہلۃ لہم دالحق الاطلاق

Marfat.com

قالہ المصنف کالبحر والنہر والفتح ولیفقدہ اطلاق المصنف کالکنز والدرر اور ملتقی میں ہدایہ کی پیروی سے نکالا ہے نوبا ہلہ کو اور عرب سے بسبب ان کی خست اور دناءت کے اور حق یہ ہے کہ ان کو عرب سے نکال ڈالنا صحیح نہیں بلکہ مطلق عرب برابر ہیں یہی کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں مثل بحر الرائق اور نہر الفائق اور فتح القدیر کے اور اسی کی تائید کرتا ہے مصنف کا مطلق کہنا اس متن میں مثل کنز اور درر کے وہذا فی العرب واما فی العجم فتعتبر حریۃ واسلاما واور یہ یعنی کفائت نسب کا اعتبار فقط عرب میں ہے اس واسطے کہ عجمی لوگوں نے اپنے نسب کو ضائع کر دیا تو عرب کے سوا عجم کے لوگوں میں برابری معتبر ہے حر ہونے میں اور مسلمان ہونے میں فمسلم بنفسہ او معتق یعنی کفو لمن ابوہا مسلم او حر او معتق وامہا حرۃ الاصل سو جو مرد خود مسلمان ہو یا آزاد ہو وہ برابر نہیں اس عورت کے جس کا باپ مسلمان ہے یا حر ہے یا باپ اس کا آزاد ہے اور ماں اس کی حرہ اصلی ہے ومن ابوہ مسلم او حر یعنی کفو لذات الابوین اور جس مرد کا باپ مسلمان ہے یا حر ہے وہ برابر نہیں اس عورت کے جس کا باپ اور دادا دونوں مسلمان ہیں والبوان فیہما کالاب لتمام النسب بالجد اور باپ دادا کا حر اور مسلمان ہونا برابر ہے چند پشت کے اسلام اور حر ہونے کے یعنی دو پشت کی آزادی اور اسلام دو پشت کی آزادی اور اسلام کے برابر ہے بسبب تمام ہونے نسب کے دادا پر فی الفتح لا یبعد مکافاۃ مسلم بنفسہ لمعتق اور فتح القدیر میں ہے کہ بعید نہیں ہے برابری مسلمان بنفسہ کی آزاد بنفسہ سے اس واسطے کہ مسلمان کے باپ دادا حر تھے مگر مسلمان نہیں اور آزاد کے باپ دادا مسلمان تھے مگر آزاد نہیں تو عیب سے دونوں خالی نہیں وامامعتق الوضیع فلا یکافی معتقۃ الشریف اور جو مرد آزاد ہے کم ذات کا سو برابر نہیں اس عورت کے جس کا آزاد کرنے والا شریف ہے وامامرتد اسلم فکفو لمن لم تزد اور جو مرتد ہو کر پھر مسلمان ہوا سو برابر ہے اس مسلمان کے جو مرتد نہیں ہوا وامالکفاۃ بین الذمیین فلا تعتبر الا لفقہ اور کفاءت درمیان دو ذمیوں کے سو معتبر نہیں مگر واسطے دفع فساد کے یعنی راجہ اور چمار دونوں برابر ہیں لیکن اگر راجہ کی بیٹی نے چمار سے نکاح کیا تو قاضی جدائی کرا دے گا نہ بخیال عدم کفاءت کے بلکہ واسطے رفع فساد کے وتعتبر فی العرب والعجم دیانۃ ای تقوی فلیس فاسق کفوا لصالحۃ اور فاسقہ بنت صالح معلنا کان او لا علی الظاہر نہ اور معتبر ہے عرب اور عجم میں کفاءت دینداری کی یعنی پرہیزگاری کی تو مرد فاسق برابر نہیں عورت صالحہ کے یا فاسقہ کے جو صالح کی بیٹی ہے فاسق خواہ معلن ہو خواہ غیر معلن بنا بر قول ظاہر کے کذا فی النہر ومالا بان یقدر علی المعجل ونفقۃ شہر لو غیر موسر والا فان یکسب کل یوم کفایتہا لو تطیق الجماع اور معتبر ہے کفاءت مال میں اس طرح کہ قادر ہو زوج مہر معجل پر بطور رواج کے اور قادر ہو ایک مہینے کے نفقہ پر اگر پیشہ ور نہ ہو اور اگر پیشہ ور ہو تو کسب کر سکتا ہو ہر روز بقدر کفایت عورت کے قدرت نفقہ پر اس وقت ضرور ہے اگر عورت کو جماع کی برداشت ہو والا فقط مہر معجل کی قدرت کافی ہے کما فی الذخیرۃ وحرفۃ کمثل حائک غیر کفو لمثل خیاط اور برابری معتبر ہے پیشہ میں سو مان جولاہے کی برابر نہیں مثل درزی کی بیٹی کے اس واسطے کہ جولاہہ درزی سے ذلیل ہے والخیاط لبزاز وتاجر دلالہما لعالم وقاض اور نہ درزی برابر ہے بزاز اور سوداگر کے اور نہ وہ دونوں ہمسر ہیں عالم اور قاضی کے وامااتباع الظلمۃ فاخس من الکل اور حکام ظالمین کے خدام تو سب پیشہ وروں سے خسیس تر اور بدتر ہیں اگرچہ صاحب مروت اور مال دار ہوں اس واسطے کہ ان کے مال ظلم اور ستم سے جمع ہوئے ہیں وامالوظائف فمن الحرف فصاحبہا کفو لتاجر لو غیر موبخۃ کبوابۃ اور وقف کے وظائف اور روزینے حرفوں میں داخل ہیں جیسے امامت اور خطبہ خوانی سو وقف کا وظیفہ دار ہمسر ہے تاجر کا اگر وظیفہ حقیر نہ ہو جیسے دربانی اور فراشی ووذ تدریس او نظر کفو لبنت الامیر بمصر نحو او مدرس یا ناظر ہمسر ہے امیر کی بیٹی کا مصر میں کذا فی البحر والکفاءۃ اعتبارہا عند ابتداء العقد فلا یضرہ زوالہا بعدہ اور اعتبار کفاءت کا نزدیک شروع عقد کے ہے سو ضرر نہیں کرتا زوال ہمسری کا بعد عقد کے فلو کان وقت کفوا ثم فجر لم یفسخ سو اگر زوج وقت نکاح کے عورت کا ہمسر تھا پھر مثلاً فاسق ہو گیا تو نکاح فسخ نہ ہو گا وامالو کان دباغا ثم صار تاجرا فان بقی عار ہا لم یکن کفوا والا نہ بحثا اور اگر شوہر پہلے دباغ تھا پھر تاجر ہو گیا سو اگر وہ بات کی عار باقی ہے تو ہمسر نہ ہو گا اور اگر اس کی عار باقی نہیں تو برابر ہو گا چنانچہ نہر الفائق میں ہے باعتبار بحث کے نہ بنا بر روایت مذہب کے العجمی لا یکون کفوا للعربیۃ ولو کان العجمی عالما او سلطانا وہو الاصح فتح عن الینابیع وادعی فی البحر انہ ظاہر فی الروایۃ واقراہ المصنف مرد عجمی برابر نہیں عورت عربیہ کے اگرچہ عجمی عالم ہو یا بادشاہ

Marfat.com

ہو اور یہی قول اصح ہے چنانچہ فتح القدیر میں ہے بنا بیع سے اور دعوی کیا بحرالرائق میں کہ یہی ظاہر الروایت ہے اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں ولکن فی النہر ان فسر الحسیب بذی المنصب والجاہ فغیر کفو للعلویۃ کما فی النہایۃ یعنی دان بالعالم فکفوان شرف العلم فوق شرف النسب والمال کما جزم بہ البزازی وارتضاہ الکمال وغیرہ والوجہ فیہ ظاہر ولذا قیل ان عائشۃ افضل من فاطمۃ قہستانی لیکن نہر الفائق میں ہے کہ اگر حسیب کی تفسیر صاحب منصب اور جاہ کی کیجیے تو حسب والا ہمسر علویہ کا نہیں کذا فی النہایۃ اور اگر تفسیر حسیب کی عالم کو کیجیے تو برابر ہے علویہ کے اس واسطے کہ بزرگی علم کی فوق ہے بزرگی نسب اور مال سے چنانچہ اسی کا یقین کیا ہے بزازی نے اور پسند کیا ہے کمال وغیرہ نے اور وجہ اس کی ظاہر ہے بسبب اشرفیت علم کے اور اسی واسطے کہا گیا ہے کہ عائشہ صدیقہؓ افضل ہیں فاطمہ زہراؓ سے یعنی بسبب کثرت علم کے کذا فی القہستانی ہم بہ جندی میں تصریح ہے کہ عالم اور بادشاہ علویہ کا کفو نہیں تو اس روایت سے تفصیل نہر الفائق کی نفی ہوتی ہے اور قول اصح وہی ہے جو تتمہ میں ہے بموجب تصریح سید احمد مجتبیٰ کے کذا فی حاشیہ المدنی والحنفی کفو لبنت الشافعیؒ اور حنفی مرد کفو ہے شافعی مذہب کی بیٹی کا ظاہر ایوں کہنا تھا کہ شافعی ہمسر ہے حنفی کا اس واسطے کہ حنفی کے ہمسر ہونے میں شافعی سے علما حنفی کو تامل نہیں لیکن شارح نے برعکس کہا اس واسطے کہ بعضے حنفی متعصب شافعیؒ مذہب پر طعن کرتے ہیں حالانکہ امام شافعیؒ رکن اعظم ہیں ارکان اسلام سے اور مجتہد برحق ہیں رحمۃ اللہ علیہ تو ان کے مقلد بھی برحق ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ومتی سئلنا عن مذہبہ اجبنا بمذہبنا کما بسطہ المصنف مغربا بالجواہر الفتاوی اور جب ہم سے سوال ہو مذہب شافعی کا تو ہم جواب دیں گے اپنے مذہب سے چنانچہ اس کو تفصیل بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں جواہر الفتاوی سے نقل کر کے جواہر الفتاوی میں یوں ہے کہ بالغہ شافعی مذہب نے حنفی سے نکاح کیا اور باپ اس کا راضی نہ تھا تو نکاح صحیح ہے اور اسی طرح اگر شافعی مذہب نے نکاح کرے پھر ہم سے اگر سوال ہو کہ یہ نکاح مذہب شافعی میں صحیح ہے یا نہیں تو ہم یہی جواب دیں گے کہ نکاح صحیح ہے ابوحنیفہ کے نزدیک اس واسطے کہ ہمارا مذہب راجح ہے اور شافعی کا مذہب مرجوح اور اس مسئلہ کا باب الکفاءۃ سے کچھ تعلق نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی والقروی کفو للمدنی فلا عبرۃ بالبلد کما لا عبرۃ بالجمال خانیۃ ولا بالعقل ولا بالعیوب یفسخ بہا البیع خلافا للشافعی اور گاؤں کا رہنے والا کفو ہے شہر کے رہنے والے کا تو کفایت میں شہر کا کچھ اعتبار نہیں جیسے خوبصورتی کا کچھ اعتبار نہیں کذا فی الخانیۃ اور نہ عقل کا کچھ اعتبار ہے یعنی مجنون کفو ہے عاقل کا اور نہ ان عیبوں کا اعتبار ہے جن سے بیع فسخ ہو جاتی ہے جیسے جذام اور برص اور گندہ دہنی برخلاف مذہب شافعی کے لکن فی النہر عن المرغینانی المجنون لیس بکفو للعاقل لیکن نہر الفائق میں منقول ہے مرغینانی سے کہ مجنون ہمسر عاقل کا نہیں وکذا الصبی کفو لبناء ابیہ او امہ او جدہ نہر بالنسبۃ الی مہر یعنی المعجل کما مر لا بالنسبۃ الی النفقۃ لان العادۃ ان الاباء یتحملون عن الابناء المہر لا النفقۃ ذخیرۃ اور اسی طرح لڑکا کفو ہے بسبب مالداری اپنے باپ کے یا اپنی ماں کے یا اپنے دادا کے کذا فی النہر کفو ہے بہ نسبت مہر کے یعنی مہر معجل کے چنانچہ سابق میں مذکور ہو چکا نہ بہ نسبت نفقہ کے اس واسطے کہ عادت یہ ہے کہ باپ اٹھا لیتے ہیں اپنے بیٹوں کا مہر نہ نفقہ کذا فی الذخیرہ ولو نکحت باقل من مہر ہا فللولی العصبۃ الاعتراض حتی یتم مہر مثلہا او یفرق القاضی بینہما دفعا للعار اور اگر نکاح کیا عورت نے کمتر اپنے مہر مثل سے تو جائز ہے ولی عصبہ کو روک دینا یہاں تک کہ مہر مثل اس کا پورا ہو جاوے یا جدائی کر دے قاضی دونوں میں ولی کو حق اعتراض واسطے دفع عار کے ہے ولو طلقہا الزوج قبل تفریق الولی قبل الدخول فلہا نصف المسمی اور اگر طلاق دی اسی عورت مذکورہ کو شوہر نے قبل تفریق ولی کے دخول سے پہلے تو اس کو آدھا مہر معین ملے گا ولو فرق الولی بینہما قبل الدخول فلا مہر لہا وان بعدہ فلہا المسمی اور اگر تفریق کر دی ولی نے دونوں میں قبل دخول کے تو اس کا کچھ مہر نہیں اور اگر بعد دخول کے تفریق ہوئی تو اس کو پورا مہر معین ملے گا وکذا لو مات احدہما قبل التفریق فلیس للولی المطالبۃ بالاتمام لانتہاء النکاح بالموت جواہر الفتاوی اور اسی طرح مہر معین ملے گا اگر دونوں میں کوئی مر گیا قبل تفریق کے تو ولی کے مہر مثل پورا کر لینے کا مطالبہ نہیں بواسطے آخر ہونے نکاح کے موت سے کذا فی جواہر الفتاوی امرہ بتزویج امرأۃ فزوجہ انہ نفذ وقالا لا یصح وہو الصحیح ملتقی تبعا للہدایہ امر کیا ایک نے دوسرے کو کسی

Marfat.com

ورت سے نکاح کر دینے کا سو وکیل نے موکل کا نکاح کر دیا لونڈی سے تو نکاح نافذ ہو گا اور صاحبین نے کہا کہ یہ نکاح صحیح نہیں یعنی نافذ نہیں
ہ یہ قول استحسان یعنی قیاس خفی ہے یہ روایت ملتقی میں ہے ہدایہ کی پیروی سے وجہ استحسان کی یہ ہے کہ نکاح کر لینے پر ہر ایک کو قدرت ہے تو وکیل کرنے سے
ہ عرض یہ ہوتی ہے کہ نکاح ہمسر اور برابر سے ہو نہ کمتر سے وفی شرح الطحاوی قولہما احسن للفتوی واختارہ ابواللیث واقرہ المصنف اور شرح طحاوی میں ہے کہ قول
احبین کا بہتر ہے فتوی کے واسطے اور پسند کیا اس فقیہ ابواللیث نے اور ثابت رکھا اس کو مصنف نے اپنی شرح میں واجمعوا انہ لو زوجہ بنتہ الصغیرۃ او مولیتہ لم یجز
امرہ بمعینۃ او بحرۃ او امۃ مخالف او امرہ بتزویج بہا دلم تعین فزوجہا غیر کفو لم یجز اتفاقا اور اجماع کیا فقہا نے اس پر کہ اگر نکاح کر دیا وکیل نے موکل کا اپنی
چھوٹی بیٹی سے یا اپنی محکوم عورت سے آزاد لونڈی ہو اس کی یا بعیتی تو جائز نہ ہو گا کذا فی حاشیۃ الدنی جیسے وہ نکاح جائز نہیں کہ امر کیا ایک نے دوسری کو
نکاح کر دے معین عورت سے یا حرہ سے یا لونڈی سے پھر وکیل نے موکل کی مخالفت کی یا عورت نے اپنے وکیل سے اپنے نکاح کر دینے کو کہا اور زوج
معین نہ کر دیا سو وکیل نے اس کا نکاح غیر کفو سے کر دیا تو یہ نکاح بالاتفاق جائز نہ ہو گا ولو زوجہ المامور بنکاح امرأۃ امرأتین فی عقد واحد لا ینفذ
للمخالفۃ اور جس کو امر کیا تھا ایک عورت سے نکاح کر دینے کا اس نے دو عورتوں سے نکاح کر دیا ایک عقد میں تو یہ نکاح نافذ نہ ہو گا بسبب مخالفت امر
کے ولہ ان یجیز ہما او احدہما ولو فی عقدین لزم الاول وتوقف الثانی اور جائز ہے موکل کو کہ دونوں عورتوں کا نکاح درست رکھے یا ایک عورت کا
اور اگر دونوں کا نکاح دو عقد میں ہوا ہو تو پہلا نکاح لازم ہو گا اور دوسرا موقوف رہے گا موکل کی اجازت پر ولو امرہ بامرأتین فی عقد فزوجہ واحدۃ او اثنتین فی
عقدتین جاز الاذا قال لا تزوجنی الا امرأتین فی عقد او عقدتین لم یجز المخالفۃ اور اگر امر کیا ایک نے دوسرے کو دو عورتوں کے نکاح کا ایک عقد میں سو نکاح
کر دیا اس کا وکیل نے ایک عورت سے یا دو عورتوں سے دو عقد میں تو جائز ہے مگر جب کہ کہا موکل نے کہ میرا نکاح نہ کرنا مگر دو ہی عورتوں سے ایک عقد
میں سو وکیل نے دو عقد میں دو عورتوں سے کیا یا یوں کہا تھا کہ میرا نکاح نہ کرنا مگر دو ہی عورتوں سے دو عقد میں سو وکیل نے دو عورتوں سے ایک عقد
میں کر دیا تو یہ مخالفت جائز نہ ہو گی ولا یتوقف الایجاب علی قبول غائب عن المجلس فی سائر العقود من نکاح وبیع وغیرہما بل یبطل الایجاب ولا
تلحقہ الاجازۃ اتفاقا اور نہیں موقوف رہتا ایجاب اس کے قبول کرنے پر جو مجلس ایجاب سے غائب ہے حاضر نہیں تمام عقود میں یعنی معاوضہ کے عقود میں
از قسم نکاح اور بیع اور ان دونوں کے سوا جیسے صلح اور اجارہ بلکہ ایجاب باطل ہو جاتا ہے اور نہیں لاحق ہو سکتی اس کو اجازت بالاتفاق وتتولی طرفی النکاح
واحد بایجاب یقوم مقام القبول اور دو طرفوں نکاح کا یعنی ایجاب اور قبول کا شخص متنول ہوتا ہے فقط ایجاب سے جو قائم مقام ہے قبول کے چنانچہ زوجین
صغیرین کے ولی نے کہا کہ میں نے دونوں کا نکاح کر دیا تو یہ ایسا ایجاب ہے کہ قبول کے معنی اس میں موجود ہیں اب اس کے بعد قبول جداگانہ کی حاجت نہیں
فی خمس صور کان کان ولیا او وکیلا من الجانبین او اصیلا من جانب ووکیلا من اخر او ولیا من اخر او ولیا من جانب ووکیلا من آخر کزوجت بنتی من موکلی ایجاب
اور قبول میں ایک شخص کا متنولی ہونا پانچ صورتوں میں منحصر ہے (۱) جیسے ایک شخص جانبین کا ولی ہو مثلاً زید یوں کہے کہ میں نے اپنی نابالغ کا نکاح اپنے مولیٰ
سے کر دیا (۲) یا ایک شخص وکیل ہو دونوں طرف سے تو یوں کہے کہ میں نے اپنے موکل کا نکاح اپنی موکلہ سے کیا (۳) یا ایک طرف سے اصیل ہو اور دوسری
طرف سے وکیل ہو تو یوں کہے کہ میں نے اپنی موکلہ کا نکاح اپنی ذات سے کیا (۴) یا اصیل ہو ایک طرف سے اور دوسری کا ولی ہو تو یوں کہے کہ میں نے اپنے
چچا کی بیٹی صغیرہ کا نکاح اپنی ذات سے کیا (۵) یا ولی ہو ایک طرف سے اور وکیل دوسری طرف سے جیسے یوں کہا کہ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے موکل
سے کیا لیس ذلک الواحد بفضول ولو من جانب دان تکلم بکلامین علی الراجح اذ قبولہ غیر معتبر شرعا لما تقرران الایجاب لا یتوقف علی قبول غائب بشرطیکہ یہ شخص
واحد جو متنولی ہے طرفین کا فضول نہ ہو گو ایک ہی طرف سے یعنی فضولی نہ چاہیے نہ دو طرف سے نہ ایک طرف سے اگرچہ فضول دونوں کلام بولے بنا بر قول
راجح کے یعنی یوں کہے کہ میں نے زید کا نکاح کریمہ سے کیا پھر یوں کہے کہ میں نے کریمہ کی طرف سے قبول کیا تو بھی درست نہیں اس واسطے کہ قبول کرنا فضول

Marfat.com

کا معتبر نہیں شرنبلالی اس واسطے کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ایجاب موقوف نہیں رہتا غائب کے قبول پر ونکاح عبدہ امتہ لغیر اذن السید موقوف علی الاجازۃ کنکاح الفضولی اور نکاح کرنا غلام اور لونڈی کا بغیر اذن میاں کے موقوف ہے میاں کی اجازت پر جبکہ نکاح کر دینا فضولی کا موقوف ہے زوج یا زوجہ کی اجازت پر فضولی وہ جو غیر کے واسطے تصرف کرے بدون ولایت اور وکالت کے مثلاً زید محمود کا نکاح کسی عورت سے کرے حالانکہ نہ زید محمود کا ولی ہے نہ وکیل تو یہ نکاح موقوف ہے محمود کی اجازت پر اگر محمود نے اس کو جائز رکھا تو نکاح نافذ ہوا اور نہیں تو باطل ہو گیا یسمی فی البیوع توقف عقودہ کلہا ان لہا مجیز حالۃ العقد والا بطل عنقریب آوے گا کتاب البیوع میں موقوف ہونا تمام عقود فضولی کا اگر ان عقود کا اجازت دینے والا وقت عقد کے ہو گا اور اگر حالت عقد میں ان کا مجیز نہیں تو عقود باطل ہیں ولا ابن العم ان یزوج بنت عمہ الصغیرۃ اور جائز ہے چچا کے بیٹے کو نکاح کرنا اپنے چچا کی چھوٹی بیٹی کا اپنے ساتھ فلو کبیرۃ فلا بد من استیذان حتی لو تزوجہا بلا استیذان فسکتت او ضحت بالرضاء ولا یجوز عندہما وقال ابو یوسف یجوز وکذا المولی المعتق والحاکم والسلطان جوہرہ یعنی بخلاف الصغیرۃ کما مر فیجوز سو اگر بنت عم کبیرہ ہو یعنی بالغہ تو ضرور ہے استیذان سے یہاں تک کہ اگر ابن عم نے اس سے نکاح کر لیا بدون استیذان کے سو وہ چپ رہی یا رضامندی کی تصریح کر دی تو بھی نکاح جائز نہیں نزدیک امام اعظمؒ اور محمدؒ کے اور کہا ابو یوسفؒ نے کہ جائز ہے اور اسی طرح مولی آزاد کرنے والے کو اور حاکم اور سلطان کو نکاح بالغہ میں استیذان ضرور ہے بدون استیذان کے عقد جائز نہیں کذا فی الجواہرہ یعنی بخلاف صغیرہ کے اس واسطے کہ قاضی اور سلطان کو صغیرہ سے اپنا نکاح کرنا جائز نہیں چنانچہ یہ سابق مذکور ہو چکا تو یہاں تحریر اور تنقیح چاہیے ایسا نہ ہو کہ کوئی قاضی اور سلطان کو بسبب تشبیہ کے جواز نکاح صغیرہ میں مانند ابن عم کے بجعل من نفسہ فیکون اصیلا من جانب ولیا من آخر ابن عم کو جائز ہے نکاح صغیرہ کا اپنی ذات سے تو ہو گا ابن عم اصیل اپنی جانب سے اور ولی دوسری جانب سے اور اسی طرح مولی آزاد کنندہ صغیرہ کے نکاح میں اصیل ہو گا اپنی طرف سے اور ولی ہو گا صغیرہ کی طرف سے کما للوکیل الذی وکلتہ ان یزوجہا من نفسہ فان لہ ذلک فیکون اصیلا من جانب وکیلا من آخر جیسا کہ جائز ہے عورت کے وکیل کو کہ اس کا نکاح کر لے اپنی ذات سے سو اس کو یہ نکاح کر لینا درست ہے تو ہو گا اصیل اپنی جانب سے اور وکیل عورت کی طرف سے بخلاف مالو وکلتہ تزوجہا من رجل فزوجہا من نفسہ لانہا رضیتہ مزوجا لا متزوجا بر خلاف اس کے یہ ہے کہ اگر عورت نے اس کو وکیل کیا اپنے نکاح کر دینے کا کسی مرد سے سو وکیل نے اس کا نکاح اپنے ساتھ کر لیا تو جائز نہیں اس واسطے کہ عورت نے وکیل کو نکاح کر دینے والا قرار دیا نہ نکاح کر لینے والا او وکلتہ ان تتصرف فی امرہا او قالت لہ زوج نفسی فمن شئت لم یصح تزویجہا من نفسہ کما فی الخانیۃ والاصل ان الوکیل معرف بالخطاب فلا یدخل تحت النکرۃ یا وکیل کیا عورت نے اس کو کہ تصرف کرے اس کے امر میں یا کہا اس سے کہ میرا نکاح کر دے جس سے کہ تو چاہے تو نہ صحیح ہو گا وکیل کو اس کا نکاح کر لینا اپنی ذات سے کذا فی الخانیۃ اور عدم جواز کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ وکیل بسبب خطاب کرنے عورت کے معرفہ یعنی معین ہو گیا تو نہ داخل ہو گا معرفہ تحت نکرہ کے یعنی غیر معین کے خلاصہ یہ ہے کہ وکیل بسبب خطاب کے معین ہو گیا اور عورت نے وکالت میں زوج کو معین نہ کیا اور قاعدہ یہ ہے کہ معین غیر معین میں داخل نہیں ہوتا ولو اجاز من لہ الاجازۃ نکاح الفضولی بعد موتہ صح لان الشرط قیام المعقود لہ واحد العاقدین فقط بخلاف اجازۃ بیعہ فانہ یشترط قیام اربعۃ اشیاء کما یجئ اور اگر اجازت دی جس کو اجازت دینے کا اختیار ہے یعنی زوج یا زوجہ نے جائز رکھا فضولی کے نکاح کو بعد اس کے مرنے کے تو نکاح صحیح ہو گا اس واسطے کہ صحت نکاح میں اجازت کے وقت شرط ہے قیام معقود لہ کا یعنی جس کے واسطے نکاح منعقد ہوا اور احد العاقدین کا فقط ایک عاقد کی موت یعنی فضولی کی مضر صحت نہیں اس واسطے کہ دوسرا عاقد موجود ہے بخلاف اجازت بیع فضولی کے کہ بعد موت فضولی کے جائز نہیں اس واسطے کہ بیع فضولی کی صحت میں چار چیز کا قیام شرط ہے یعنی مبیع اور دونوں عاقد اور قیمت کا چنانچہ اس کا بیان آگے آوے گا کتاب البیوع میں فروع یہ چند مسائل ہیں شارح کے الحاقی الفضولی قبل الاجازۃ لا یملک نقض النکاح بخلاف البیع فضولی قبل اجازت مالک کے مالک نہیں نکاح توڑنے کا بخلاف بیع کے کہ اس کو توڑ سکتا ہے یشترط للزوم عقد الوکیل والفقہ

Marfat.com

المہر المسمی شرط ہے واسطے لازم ہونے عقد وکیل کے موافقت رکھنا موکل کی مہر مسمی میں تو عدم موافقت میں نکاح لازم نہ ہوگا بلکہ موکل کو اختیار ہوگا قبول
ے یا نہ کرے وحکم رسول کو وکیل اور حکم پیامی کا مثل حکم وکیل کے ہے مثلاً مرد نے عورت کے پاس کسی کو بھیجا نکاح کا پیام لے کر اور عورت نے شہود کے
ر قبول کر لیا تو نکاح صحیح ہوگا بشرطیکہ مہر مسمی میں مخالفت نہ کی ہو

باب المہر

ومن اسمائہ الصداق والصدقۃ والنحلۃ والعطیۃ والعقر یہ باب ہے مہر کا صداق اور صدقہ اور نحلہ اور عطیہ اور عقر یہ سب مہر کے نام ہیں اور اجر اور علائق اور حبا اور فریضہ بھی مہر کو کہتے ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وفی استیلاد الجواہرۃ العقر فی الجزائر مہر المثل وفی الاماء عشر قیمۃ بکر ونصف عشر قیمۃ الثیب اور جوہرہ کے باب استیلاد میں ہے کہ بیبیوں میں عقر مہر مثل ہے اور لونڈیوں میں دسواں حصہ قیمت باکرہ کا اور بیسواں حصہ ثیب عقر ہے اقلہ عشرۃ دراہم لحدیث البیہقی وغیرہ لامہر اقل من عشرۃ دراہم کمتر درجہ کا مہر دس درم میں بدلیل حدیث بیہقی وغیرہ کے کہ نہیں ہے مہر کمتر دس درم سے اور اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن بسبب کثرت طرق کے درجہ حسن تک بلند ہو گئی ہے تو لائق حجت کے ہوئی کذا فی النہر روایۃ الاقل تحمل علی المعجل اور روایت دس درم کی محمول ہے مہر معجل پر مثلاً بخاری اور مسلم میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری مرد سے مہر کے واسطے فرمایا کہ تو کچھ تلاش کر لا اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہو ابوداؤد میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنی عورت کے مہر میں دو لپ بھر کر ستو یا کھجور کو دیا تو اس نے وطی کو حلال کر لیا حالانکہ لوہے کی انگوٹھی اور اتنے ستو اور کھجور دس درم سے نہایت کم ہیں تو ایسی روایات کا شارح نے جواب دیا کہ کثر کی روایت مہر معجل پر محمول ہے اس واسطے کہ عرب کی عادت یہ تھی کہ مہر میں سے کچھ قبل دخول کے جلد ادا کرتے تھے اور یہ مراد نہیں کہ سوائے انگوٹھی اور ستو کے اور کچھ مہر نہ تھا علاوہ اس کے حدیث جابرؓ کی متعہ کے مہر کی ہے تو قیاس نکاح کا متعہ پر جائز نہیں اور ایک شخص نہایت محتاج تھا چند سورتیں قرآن مجید کی اس کو یاد تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نکاح ایک عورت سے کر دیا اور فرمایا ملکتہا بما معک من القرآن کہ میں نے تجھ کو عورت کا مالک کر دیا بسبب قرآن کے جو تیرے ساتھ ہے اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ قرآن کو مہر ٹھہرایا اور اسی واسطے عورت کو قرآن کا سکھلانا شرط نہیں کیا بلکہ مطلب یہ ہے کہ حفظ قرآن کی بزرگی سے تیرا نکاح کر دیا اور اغلب یہ ہے کہ مہر اس کا حضرت نے خود ادا کیا ہوگا اس واسطے کہ محتاج مسلمین کے اخراجات کے حضرت خود کفیل ہوا کرتے تھے فضۃ وزن سبعۃ مثاقیل کما فی الزکوۃ چاندی کے دس درم جو وزن میں سات مثقال کی برابر ہیں چنانچہ بیان زکوۃ میں مذکور ہو چکا دس درم شرعی کے ساڑھے اکتیس ملثے ہوتے ہیں جس کے ڈیڑھ ماشہ کم تین روپے ہوئے اگر گیارہ ماشہ کا روپیہ ہو معتبر وبہ کانت او لا دلو دینا او عرضا قیمتہ عشرۃ وقت العقد امانی ضمانہا بطلاق قبل الوطی فیوم القبض درم سکہ دار ہوں یا بے سکہ جیسے چاندی کی ڈلی یا پترا اگرچہ قرض ہو یعنی شوہر کے دس درم کسی پر قرض تھے اور اس نے نکاح میں انھیں دس درموں کا مہر مقرر کیا تو جائز ہے یا کوئی جنس ایسی ہو جس کی قیمت دس درم ہوں وقت نکاح کے تو اگر بعد نکاح کے اس کی قیمت کم ہو جائے تو کچھ ضرر نہیں لیکن جنس کی قیمت کے ضامن ہونے میں بسبب طلاق قبل وطی کے تو قبضہ کرنے کے دن کا اعتبار ہے مثلاً عورت کا نکاح ایک کپڑے پر ہوا جس کی قیمت دس درم تھی پھر جس دن عورت نے کپڑے پر قبضہ کیا تو قیمت اس کی بیس درم ہو گئی تھی سو طلاق دی اس کو شوہر نے قبل دخول کے اور کپڑا ضائع ہو گیا تو عورت کو دس درم پھیر دینا چاہیے اس واسطے کہ اگرچہ کپڑا دس درم کا تھا لیکن جس دن عورت کے قبضہ میں آیا تو بیس کا تھا کذا فی حاشیۃ المدنی نقلا عن المجیا وتجب العشرۃ ان سماہا او دونہا ویجب الاکثر منہا ان سمی الاکثر او واجب ہیں دس درم اگر دس کا نام لیا یا دس سے کم کا نام لیا یعنی اگر پانچ درم کا مثلاً مہر باندھا تو بھی دس ہی درم دینا واجب ہوگا اور واجب ہوں گے دس سے زیادہ اگر دس سے زیادہ کا نام رکھا کتنے ہی کیوں نہ ہوں زیادہ مہر کی کچھ حد نہیں ویتاکد عند وطی او خلوۃ صحت من زوج او مولت احدہما اور پورا مہر لازم اور محکم ہوتا ہے نزدیک وطی کے یا خلوت کے جو صحیح ہو گئی زوج کی طرف سے یا نزدیک مرجانے زوج یا زوجہ کے او تزوج

Marfat.com

ثانیا فی العدۃ یا نزدیک دوبارہ نکاح کرنے کے عدت میں صورت اس کی یہ ہے کہ عورت کو طلاق بائن دی بعد دخول کے پھر اس سے نکاح کیا عدت میں پھر طلاق دی قبل دخول کے تو واجب ہوگا دوسرا مہر پورا اور عدت جداگانہ واجب ہوگی مہر کامل قبل خلوت کے اس واسطے واجب ہوا کہ وجوب عدت کا فوتی ہے خلوت پر کذا فی البحر اور بائن کی قید اس واسطے لگائی کہ طلاق رجعی میں نکاح دوسرا نہیں اور اول مہر کے سوا دوسرا مہر نہیں ہوتا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والدنی اوزالہ بکارتہا بخوحجر بخلاف ازالتہا بدفعہ فانہ یجب النصف بالطلاق قبل وطی یا مہر کامل ہوتا ہے بسبب ازالہ بکارت عورت کا پتھر وغیرہ سے جیسے انگلی یا کنجی سے یا موم کی بتی سے بخلاف اس کے اگر دھکیلنے سے ازالہ بکارت کا ہوگیا تو نصف مہر مسمی واجب ہوگا طلاق قبل وطی سے ولو الدفع من اجنبی فعلی الاجنبی ایضا نصف مہر مثلہا ان فلقت قبل الدخول والا فکلہ مہر کنتا اور اگر اجنبی کے دھکیلنے سے ازالہ بکارت کا ہوگیا تو اجنبی پر بھی نصف مہر مثل واجب ہوگا اگر طلاق ہوئی عورت کو قبل دخول کے اور اگر بعد دخول کے طلاق ہوئی تو پورا مہر مثل واجب ہوگا چنانچہ یہ روایت نہر الفائق میں ہے بنا بر بحث کے ویجب نصفہ بطلاق قبل وطی او خلوۃ فلو کان نکحہا علی مائتین خمسۃ کان لہا النصف درہمان ونصف اور واجب ہوتا ہے نصف مہر طلاق قبل وطی یا خلوت سے تو اگر نکاح کیا عورت سے ایسی چیز پر جس کی قیمت پانچ درم تھی پھر اس کو طلاق دی قبل وطی یا خلوت کے تو دو چیز آدھی عورت کو ملے گی اور اڑھائی درم اور ملیں گے آدھی چیز عورت کو اس واسطے ملے گی کہ نصف مہر ملتا ہے طلاق قبل وطی سے اور چونکہ مہر دس درم سے کم تھا تو دس درم کا پورا کرنا واجب ہوا اس واسطے کہ اڑھائی درم کو اور ملیں گے تا اقل مہر کامل ہو جائے وعاد النصف الی ملک الزوج بمجرد الطلاق اذا لم یکن مسلما لہا لم یطل ملکہا منہ بل توقف عودہ الی ملکہ علی القضاء او الرضاء اور پھر آدھے گا نصف مہر زوج کی ملکیت میں بمجرد طلاق دینے کے جب کہ زوج نے زوجہ کا مہر نہ تسلیم کیا ہو اور اگر مہر کو تسلیم کر دیا ہو تو عورت کی ملکیت کل مہر سے قبل وطی کے باطل نہیں ہوتی بلکہ نصف مہر کی ملکیت کا عود کرنا زوج کی طرف سے موقوف ہے قاضی کے حکم پر یا عورت کی رضامندی پر فلہذا لا نفذ لعتقہ ای الزوج عند المہر بعد طلاقہا قبلہ ای قبل القضاء ونحوہ لعدم ملکہ قبلہ تو اسی سبب سے نافذ نہیں زوج کا آزاد کرنا مہر کے غلام کو بعد طلاق دینے عورت کے قضا یا رضا سے پہلے بسبب نہ مالک ہونے زوج کے قبل قضا یا رضا کے یعنی جب ملکیت زوج کی قضا یا رضا پر موقوف ہوئی تو بدون اس کے آزاد کرنا کیونکر ثابت ہوگا ونفذ تصرف المراۃ قبلہ فی الکل البقاء ملکہا اور نافذ ہوگا تصرف کرنا عورت کا قبل قضا یا رضا کے کل مہر میں بسبب باقی رہنے ملکیت عورت کے اوس غلام پر عورت نے مہر کی وجہ سے قبضہ کیا بعد طلاق ہونے کے بھی اگر اس کو آزاد کر دے تو یہ عتق نافذ ہوگا اس واسطے کہ اس کی ملکیت کل مہر پر قبل قضاء یا رضا کے ثابت ہے وملکہا نصف قیمتہ الاصل یوم القبض لان زیادۃ المہر المنفصلۃ تنتصف قبل القبض لابعدہ اور عورت پر واجب ہوگی نصف قیمت اصل کی جو قبضہ کرنے کے دن قیمت تھی فقط اصل قیمت اس واسطے واجب ہوئی کہ مہر کی جدی زیادتی تنصیف ہوتی ہے قبضہ کرنے سے پہلے نہ بعد قبضہ کرنے کے یعنی عورت کو مثلاً لونڈی مہر میں ملی پھر اس کی لڑکی پیدا ہوئی پھر عورت مطلقہ ہوئی قبل وطی کے تو جتنی لونڈی کی قیمت قبضہ کرنے کے دن تھی اس کی نصف قیمت عورت زوج کو پھیر دے گی مگر لونڈی کی اولاد کو بالکل اپنی ملک میں رکھے گی اس واسطے کہ اولاد زیادتی منفصل ہے اور زیادتی منفصل کی تنصیف قبضہ کرنے کے بعد نہیں ہوتی وتجب مہر المثل فی الشغار وہو ان یزوج بنتہ او اختہ علی ان یزوجہ الآخر بنتہ او اختہ مثلاً معاوضۃ بالعقدین اور واجب ہے مہر مثل شغار میں شغار اس کو کہتے ہیں کہ نکاح کر دے ایک مرد اپنی بیٹی یا بہن کا دوسرے مرد سے اس شرط پر کہ دوسرا مرد مثلاً اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح کر دے اس سے تاکہ ایک عقد دوسرے عقد کا بدلا ہو جائے تو دونوں نکاح مہر سے خالی ہوئے وہو منہی عنہ لخلو عن المہر فاوجبنا فیہ مہر المثل فلم یبق شغارا اور شغار ممنوع ہے حدیث سے بسبب خالی ہونے شغار کے مہر سے سو ہم نے اس میں مہر مثل واجب کیا سو شغار نہ باقی رہا یعنی شغار اسی سبب سے ممنوع ہوا کہ اس میں مہر نہیں ہوتا پھر جب مہر مثل اس میں واجب قرار دیا تو حقیقت میں شغار نہ باقی رہا صحاح ستہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شغار سے منع فرمایا وفی خدمۃ زوج ترسۃ للا مہار لحرۃ ادامۃ لان فیہ قلب الموضوع کذا قالوا اور واجب ہے

Marfat.com

مہر مثل زوج حر کی خدمت میں ایک برتن تک یعنی ایک برس کی خدمت کرنا مہر ٹھہرا ہو حرہ کا یا لونڈی کا اس واسطے کہ شوہر کے خادم ہونے میں قلب موضوع ہے یعنی الٹا معاملہ ہے یعنی لازم یوں ہے کہ زوجہ زوج کی خدمت کرے پھر جب زوج کا خدمت کرنا مہر ٹھہرا تو برعکس ہوا اس واسطے کہ نادرست ہوا اور مہر مثل اس میں واجب ہوا ایسا کچھ فقہا نے کہا ہے قاضی خاں نے کہا کہ زوج سے خدمت لینا حرام ہے اس واسطے کہ ذلت کا سبب ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ومفادہ صحۃ تزویجہا علی ان یخدم سیدہا ولیہا لقصۃ شعیب مع موسیٰ علیہما السلام اور مفاد تحلیل فقہا کا یہ ہے کہ صحیح ہو نکاح لونڈی کا اس مہر پر کہ خدمت کرے زوج اس کے مالک کی یا حرہ کا نکاح اس شرط پر کہ زوج اس کے ولی کی خدمت کرے بدلیل قصہ شعیب کے ساتھ موسیٰ علیہما السلام کے اس واسطے کہ شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی کا نکاح موسیٰ علیہ السلام سے کیا اور آٹھ برس یا دس برس اپنی بکریاں چرانا مہر مقرر کیا ان سے کصحۃ علی خدمۃ عبدہ او امۃ او عبد الغیر برضاہ مولاہ او حر آخر برضاہ جیسے صحیح ہے نکاح اس مہر پر کہ شوہر کا غلام یا لونڈی خدمت کرے زوجہ کی یا غیر کا غلام خدمت کرے اپنے مالک کی رضامندی سے یا کوئی اور حر اپنی خوشی سے خدمت کرے لیکن جب حر کی خدمت مہر ہوگا تو زوج پر خدمت کی قیمت واجب ہوگی اس واسطے کہ خدمت حر میں مفاسد بہت ہیں جیسے خلوت ہونا اجنبی سے یا انکشاف بعض اعضا کا کذا فی فتح القدیر وفی تعلیم القرآن لنفس بالابتغاء بالمال اور واجب ہے مہر مثل تعلیم قرآن میں بموجب نص قرآنی کے کہ طلب نکاح کی مال سے چاہیے قرآن شریف میں فرمایا ہے ﴿ان تبتغوا باموالکم﴾ یعنی نکاح طلب کرو اپنے مالوں سے اور تعلیم قرآن مال نہیں اس واسطے تعلیم قرآن میں مہر مثل واجب کیا دبا ازوجک بما معک من القرآن للسببیۃ او للتعلیل لکن فی النہر ینبغی ان یصح علی قول المتاخرین اور بے ازوجک بما معک من القرآن کے واسطے سببیت یا تعلیل کے ہے یہ شارح نے رفع دخل کا کیا یعنی حدیث میں آیا ہے کہ حضرتؐ نے ایک صحابی سے فرمایا کہ ازوجک بما معک من القرآن کہ میں نیز انکاح کرتا ہوں بدلے قرآن کے جو تجھے ساتھ ہے تو معلوم ہوا کہ تعلیم قرآن کی مہر ہو سکتا ہے شارح نے اس کا جواب دیا کہ یہ دلیل اس دقت میں پوری ہوتی کہ اس حدیث میں بے کا حرف فقط عوض کے معنی میں مخصوص ہوتا بلکہ سببیت کے اور معنی اس میں ہو سکتے ہیں یعنی بسبب قرآن یاد ہونے کے یا قرآن کی برکت سے نیز انکاح کیا تو تعلیم قرآن کا مہر ہونا ثابت نہ ہوا چنانچہ اول باب میں اس حدیث کا بیان ہو چکا لیکن نہر الفائق میں کہا ہے سزاوار یہ ہے کہ تعلیم قرآن متاخرین کے قول پر مہر ہو سکے بحر الرائق اور نہر الفائق میں کہا ہے کہ متاخرین کا فتوی اس پر ہے کہ تعلیم قرآن اور تعلیم فقہ پر اجرت لینا درست ہے پھر جب اجرت لینا درست ہوا تو مہر ہونا بھی درست ہوگا اس واسطے کہ جس کی اجرت لینا جائز ہے اس کا مہر ہونا بھی جائز ہے اور فتح القدیر میں ہے قول مفتی بہ پر تعلیم قرآن کا مہر ہونا صحیح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولہا خدمتہ لو کان الزوج عبدا ماذونا فی ذلک اما الحر فخدمتہ لہا حرام لما فیہ من الاہانۃ والاذلال وکذا استخدامہ نہر عن البدائع اور جائز ہے حرہ عورت کو خدمت لینا شوہر سے بشرطیکہ شوہر غلام ہو اور اس کے مالک نے خدمت کرنے کی اجازت دی ہو یعنی اگر غلام باجازت اپنے مولی کے حرہ سے نکاح کرے اور ایک برس کی خدمت مثلاً مہر ٹھہرا دے تو درست ہے اس واسطے کہ خدمت کرنے میں غلام کی ذلت نہیں لیکن حر کو خدمت کرنا زوجہ کی حرام ہے اس واسطے کہ اس میں ذلت اور اہانت ہے اور اسی طرح زوجہ کو شوہر سے خدمت لینا حرام ہے چنانچہ نہر الفائق میں ہے بدائع سے وکذا یجب مہر المثل فیما اذا لم یسم مہرا او نفی ان وطی الزوج ادمات احدہما اذا لم تبرا ضیا علی شیء یصلح مہرا الا فذاک الشی ہو الواجب اور اسی طرح واجب ہے مہر مثل اس صورت میں جب کہ مہر کا نام نہ لیا گیا یعنی نکاح کیا اور مہر کے ذکر سے سکوت کیا یا نفی مہر کی یعنی یوں کہا کہ ہم نے نکاح کیا بدون مہر کے تو مہر مثل واجب ہوگا اگر وطی کی ہو زوج نے یا دونوں سے ایک مر گیا یا اس وقت ہے جب دونوں نہ راضی ہو گئے ہوں کسی چیز پر جو مہر ہونے کی لیاقت رکھتی ہو اور اگر کسی چیز پر راضی ہو گئی ہو تو وہی چیز واجب ہوگی مہر مثل کی کچھ ضرورت نہیں او سمی خمرا او خنزیرا او ہذا الحمل وہو خمر او لذا العبد وہو حر لتعذر التسلیم یا نام لیا شراب یا سور کا مہر میں تو مہر مثل واجب ہوگا اس واسطے کہ شراب اور سور مسلمان کے حق میں مال نہیں یا اشارہ کیا ایک برتن کی طرف اور کہا کہ یہ سرکہ مہر ہے حالانکہ وہ شراب ہے یا ایک شخص کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ یہ غلام مہر ہے حالانکہ وہ حر ہے تو مہر مثل واجب ہوگا اس واسطے کہ تسلیم کرنا حر کا متعذر ہے اسی طرح تسلیم خمر اور خنزیر

Marfat.com

بھی متعذر ہے کہ مسلمان کے کام کی نہیں او دابۃ او ثوبا او دارا ولم یبین جنسہا لفحش الجہالۃ یا نام لیا مہر میں جانور کا یا کپڑے کا یا گھر کا اور نہ بیان کیا ان کی جنس کو کہ کون جانور گھوڑا یا بیل اور کون کپڑا ململ یا گزی اور کیسا گھر کچا یا پکا تو ایسا مہر صحیح نہیں بسبب کثرت جہالت کے کچھ امتیاز نہیں ہو سکتی لہذا ان صورتوں میں مہر مثل واجب ہوگا ویجب متعۃ لمفوضۃ ہی من زوجت بلا مہر طلقت قبل الوطی اور واجب ہے متعہ مفوضہ کے واسطے مفوضہ وہ عورت ہے جس کا نکاح ہوا بدون مہر کے جو مطلقہ ہو قبل وطی کے وہی درع وخمار ولحفۃ ولا تزید علی نصفہ ای نصف مہر المثل لو الزوج غنیا ولا تنقص عن خمسۃ دراہم لو فقیرا اور مراد متعہ سے تین کپڑے ہیں ایک کرتی دوسری اوڑھنی تیسری چادر سر سے قدم تک زیادہ نہ ہو ان تینوں کپڑوں کی قیمت نصف مہر مثل سے اگر زوج مال دار ہے اور کم نہ ہو پانچ درم سے اگر زوج محتاج ہے وتعتبر المتعۃ بحالہما کالنفقۃ بہ یفتی اور معتبر ہے متعہ بقدر حال زوجین کے مثل نفقہ کے اسی کا فتوی بحر الرائق میں ہے کہ اگر دونوں محتاج ہیں تو واجب کرپاس متوسط ہے اور اگر دونوں غنی ہیں تو واجب ریشمی کپڑا متوسط ہے اور ایک غنی ہے اور دوسرا محتاج تو کپڑا متوسط ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وتستحب المتعۃ لمن سواہا ای المفوضۃ الامن سمی لہا مہر وطلقت قبل وطی فلا تستحب لہا بل للموطوءۃ لا سمی لہا مہرا ولا فالمطلقات اربع اور مستحب ہے متعہ دنیا سوائے مفوضہ کے مگر جس کا مہر معین ہوا اور وہ مطلقہ ہوئی قبل وطی کے تو اس کے واسطے متعہ مستحب نہیں بلکہ متعہ اس عورت کو مستحب ہے جس کی وطی ہوئی اور اس کا مہر معین ہوا ہو یا نہ ہوا ہو تو مطلقہ عورتیں چار ٹھہریں ایک وہ مطلقہ جس کی وطی نہ ہوئی نہ مہر معین ہوا تو اس کے واسطے متعہ واجب ہے دوسری وہ مطلقہ جس کا مہر معین تھا اور وطی نہ ہوئی تو اس کو متعہ دینا مستحب نہیں تیسری وہ مطلقہ جس کی وطی ہوئی اور مہر معین نہ ہوا چوتھے وہ مطلقہ جس کی وطی ہوئی اور مہر اس کا معین تھا تو ان دونوں کو متعہ دینا مستحب ہے کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی وما فرض قبل افضیہا او بفرض قاض مہر المثل بعد العقد الخالی عن المہر او زید علی ما سمی فانہا تلزمہ لشرط قبولہا فی المجلس او قبول ولی الصغیرۃ فی معرفۃ قدرہا وبقاء الزوجیۃ علی الظاہر مہر اور جو مہر کہ مقرر ہوا زوجین کی تراضی سے یا بسبب ٹھہرانے قاضی کے مہر مثل کو بعد نکاح کے جو خالی تھا مہر سے یا جو مہر کہ معین پر بڑھایا گیا زوج نے زیادہ کر دیا یا اس کے ولی نے سو یہ زیادہ کرنا زوج پر لازم ہو جاتا ہے بشرط قبول کرنے عورت کے مجلس میں یا قبول کرنے عورت کے یہ زیادتی لازم ہوگی درصورت معرفت مقدار زیادتی کے اور باقی رہنے زوجیت کے بنابر قول ظاہر کے کذا فی النہر تو یہ اگر زوج نے کہا کہ میں نے تیرا مہر زیادہ کر دیا تو صحیح نہ ہوگا اس واسطے کہ زیادتی مجہول ہے اور اگر بعد طلاق بائن کے کچھ مہر زیادہ کیا تو صحیح نہ ہوگا اس واسطے کہ زوجیت باقی نہیں رہی وفی الکافی جدد النکاح بزیادۃ الف لزمہ اللفان علی الظاہر نہر اور کافی میں یوں ہے کہ زوج نے نکاح کی تجدید کی ہزار درم زیادہ کر کے تو اس پر دو ہزار درم لازم آویں گے بنابر قول ظاہر کے کذا فی النہر دو ہزار اس واسطے لازم ہوئے کہ ایک ہزار اول نکاح کے اور ایک ہزار دوسرے نکاح کے وفی الخانیۃ لو وہب مہرہا ثم اقر بقبض من المہر وقبلت صح ویحمل علی الزیادۃ وفی البزازیۃ الاشبہ انہ لا یصح بلا قصد الزیادۃ اور خانیہ میں ہے کہ اگر زوجہ نے زوج کو بخش دیا پھر اقرار کیا زوج نے اتنے مہر کا اور قبول کر لیا عورت نے تو صحیح ہے اور یہ محمول ہوگا مہر زیادہ کر دینے پر اور بزازیہ میں ہے اشبہ بحق یہ ہے کہ یہ اقرار صحیح نہیں بدون قصد زیادتی کے لا نیصف لاختصاص التنصیف بالمفروض فی العقد بالنص یعنی جو مہر کہ مفروض ہوا بعد عقد کے یا زیادہ ہوا اسمی پر اس کا تنصیف نہ ہوگی طلاق قبل وطی میں واسطے مخصوص ہونے تنصیف کے عقد کے مفروض سے بموجب نص قرآن کے قرآن میں ارشاد ہوا فنصف ما فرضتم یعنی آدھا مہر مفروض دینا لازم ہے اور عرف میں مفروض اسی مہر کو کہتے ہیں جو عقد کے وقت مقرر ہوا نہ اس کو جو بعد عقد کے مفروض ہوا یا زیادہ ہوا بل تجب المتعۃ فی الاول ونصف الاصل فی الثانی بلکہ واجب ہوگا متعہ اول صورت میں یعنی مفروض بعد العقد میں اور واجب ہوگا نصف اصل مہر کا ثانی صورت میں یعنی زیادت علی المسمی وصح حطہا کلہ او بعضہ عنہ قبل او لا وبرئ بالرد بحر اور صحیح ہے ساقط کر دینا عورت کا کل مہر کو یا بعض کو شوہر سے قبول کیا ہو شوہر نے اس کو یا نہ قبول کیا ہو اور پھرتا ہے پھیرنے سے کذا فی البحر یعنی زوجہ اگر زوج سے اپنا مہر معاف کر دے تو صحیح ہے خواہ زوج قبول کرے یا نہ کرے یہاں تک کہ اگر بعد زوج کے یا طلاق بائن کے بھی معاف کرے گی

Marfat.com

زمعاف ہو جاوے گا لیکن اگر زوج یوں کہے کہ مہر کا معاف کرنا میں نہیں مانتا تو البتہ نہ معاف ہوگا اور شرط یہ ہے کہ عورت اپنے مرض الموت میں نہ اسقاط کرے اور قنیہ میں ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ میں تیرے پاس نہیں لیٹتا جب تک تو مہر سے ابرا نہ کرے سو زوجہ نے ابرا کیا بعضوں نے کہا کہ مہر معاف ہو گیا اس واسطے کہ حدیث میں آیا ہے کہ آپس میں تحفہ دیا کرو تاکہ دوست ہو جاؤ تو جب محبت کے واسطے تحفہ دینے کا حکم ہوا تو محبت کے واسطے مہر معاف کرنا بھی صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ الدنی عن البحر والخلوۃ مبتداء خبرہ قولہ الآتی کالوطی اور لفظ خلوت کا مبتداء ہے اور خبر اس کی مصنف کا آئندہ قول کالوطی ہے یہاں سے احکام خلوت صحیحہ کے شروع ہوئے خلوت صحیحہ برابر وطی کے ہے بشرطیکہ رفع موانع کے اور مبتداء اور خبر میں موانع کا بیان ہے بلا مانع حسی کمرض لاحدہما ولا مانع الوطی وطبعی کوجو ثالث ماقبل ذکرہ ابن الکمال وجعلہ فی الاسرار من الحسی وعلیہ فلیس للطبعی مثال مستقل خلوت بدون مانع حسی کے مانند وطی کے ہے مانع حسی وہ جو حواس سے معلوم ہو جیسے زوج یا زوجہ کا ایسا بیمار ہونا کہ مانع ہو وطی کا اور خلوت بدون مانع طبعی کے جیسے زوج اور زوجہ میں تیسرے شخص عاقل کا موجود ہونا ایسا ذکر کیا ابن کمال نے اور وجود ثالث کو اسرار میں مانع حسی سے ٹھہرایا ہے تو اس تقدیر پر مانع طبعی کی کوئی مستقل مثال نہیں ہے وشرعی کاحرام الفرض والنفل اور مانع شرعی جیسے احرام فرض حج کا یا نفل حج کا ومن الحسی رتق بفتحتین التلاحم وقرن بالسکون عظم وعقل بفتحتین عذۃ وصغر ولو بزوج لایطیق معہ الجماع اور مانع حسی سے رتق ہے رتق بفتحتین بمعنی تلاحم ہے یعنی شرمگاہ کا ایسا بند ہونا کہ دخول ممکن نہ ہو اور مانع حسی سے قرن ہے قرن بالسکون عظم ہے یعنی ایسی ہڈی شرمگاہ میں ہو مانع ہو دخول کی اور بعضے قرن کو غدد غلیظہ کہتے ہیں اور بعضے گوشت زائد کہتے ہیں اور مانع حسی سے عقل ہے عقل بفتحتین عذۃ ہے قاموس میں کہا کہ عقل ایک شے ہے کہ عورت کی شرمگاہ سے نکلتی ہے جیسے فوطہ بڑھنے کی بیماری مرد کو ہوتی ہے اور بحر الرائق میں کہا کہ عقل ایک شے مدورہ ہے کہ عورت کی شرمگاہ سے نکلتی ہے یعنی مثل توڑی کے اور مانع حسی سے لڑکپن ہے اگرچہ زوج ہی کم سن ہو ایسا لڑکپن کہ قدرت نہ ہو اس حال کے ساتھ جماع کرنے کی وبلا وجود ثالث معہما دلونا ما اعمی الا ان یکون الثالث صغیر الا یعقل بان لا یعبر عما یکون بینہما او مجنونا او اعمی علیہ لکن فی البزازیۃ ان فی اللیل صحت لا فی النہار وکذا الاعمی فی الاصح او جاریۃ احدہما فلا یمنع بلفتی متبغی اور خلوت مانند وطی کے ہے بدون موجود ہونے تیسرے شخص کے زوجین کے ساتھ اگرچہ شخص ثالث سوتا ہو یا اندھا مانع ہے خلوت کا مگر یہ کہ تیسرا شخص صغیر لا یعقل ایسا ہو کہ بیان نہ کر سکے جو دونوں میں ہوتا ہے یا دیوانہ یا بے ہوش ہو تو خلوت زوجین کا مانع نہیں لیکن بزازیہ میں ہے کہ اگر خلوت رات میں ہے اور دیوانہ یا بے ہوش پاس ہو تو خلوت صحیح ہے اور دن میں خلوت صحیح نہیں اس واسطے کہ مجنون کو کبھی ادراک ہوتا ہے اور بے ہوش کا ہے ہوش میں آتا ہے اور ایسا ہی حال اندھے کا ہے قول اصح میں یا شخص ثالث لونڈی ہو زوج کی یا زوجہ کی تو لونڈی کا ہونا زوجین کے پاس خلوت کا مانع نہیں یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی البحر الرائق میں کہا کہ جاریہ میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ جاریہ مانع خلوت کی نہیں زوجین کی ہو یا اور کسی کی اور بعضوں نے کہا کہ زوجہ کی جاریہ مانع ہے خلوت کی بخلاف جاریہ زوج کے اور مختار یہ ہے کہ زوج اور زوجہ دونوں کی جاریہ مانع خلوت کی ہیں کذا فی الخلاصۃ اور اسی پر فتوی ہے کذا فی التبغی اور امام سرخسی نے مبسوط میں کہا دونوں کی جاریہ مانع ہے خلوت کی اور یہی ہے قول امام اور صاحبین کا اس واسطے کہ لونڈی کے روبرو جماع کرنا زوجہ سے بالطبع نہیں ہو سکتا انتہی علی الخصوص زوجہ کی جاریہ کے روبرو وطی کرنا کسی طرح حلال نہیں اس واسطے کہ وہ اجنبی ہے زوج سے اور لائق یہ ہے کہ اس قول سے عدول نہ کیجیے کہ باعتبار روایت اور درایت کے قوی ہے اور عجب ہے کہ امام اور صاحبین کے مخالف قول کو مفتی بہ قرار دیجیے اور متن میں داخل کیجیے حالانکہ کسی طرح لائق ترجیح کے نہیں کذا فی حاشیۃ الدنی عن الشیخ رحمتی الحنفی والکلب یمنع ان کان عقورا مطلقا وفی الفتح وعندی ان کلبہ لا یمنع مطلقا او کان للزوجۃ والا یمنع عقورا او کان لہ لا یمنع اور کتے کا ہونا زوجین کے پاس مانع ہے خلوت صحیحہ کا اگر کاٹنے والا ہو تو مطلق مانع ہے زوج کا کتا ہو یا زوجہ کا رات ہو یا دن اور فتح القدیر میں کہا کہ میرے نزدیک زوج کا کتا مطلقا مانع خلوت کا نہیں کٹہا ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ اپنے مالک کو ہرگز نہیں کاٹتا تو وہ بے خوف وطی پر قادر ہوگا یا کتا زوجہ کا ہو تو اس کا ہونا مانع ہے خلوت کا اس واسطے کہ زوجہ کا کتا اپنی بی بی کو مرد کے تلے

Marfat.com

دیکھ کر غضب میں آوے گا اور حملہ کرے گا اور اگر کتا کٹہا نہ ہو یا کٹہا ہو اور زوج کا ہو تو مانع خلوت کا نہیں اس واسطے کہ کلب عقور اپنے مالک کو نہیں کاٹتا چنانچہ فتح القدیر کی روایت میں مذکور ہو چکا وبقی منہ عدم صلاحیۃ المکان کمسجد وطریق وصحراء وسطح وبیت بابہ مفتوح مما ذالم یعرفہا اور باقی رہ گیا مانع حسی سے عدم صلاحیت مکان کی یعنی مکان لائق وطی کے نہ ہونا جیسے مسجد اور راہ اور بیابان اور چھت بدون پردہ کی اور کوٹھری جس کا دروازہ کھلا ہو اس واسطے کہ یہ مکانات آمد ورفت اور نظر غیر سے خالی نہیں اور باقی رہی مانع شرعی کی وہ صورت جب کہ زوج زوجہ کو نہ پہچانے اس واسطے کہ قدرت وطی کی بدون معرفت یقینی کے شرعاً متصور نہیں وصوم التطوع والنذر والکفارات والقضاء غیر مانع لصحتہا فی الاصح اذ لا کفارۃ بالافساد ومفادہ انہ لو اکل ناسیا فامسک فخلی بہا ان تنصح وکذا کل ما اسقط الکفارۃ نہر اور روزہ نفل کا اور نذر اور کفارات اور قضا کا مانع نہیں صحت خلوت کا قول اصح میں اس واسطے کہ ان روزوں کے توڑنے میں کفارہ نہیں اور مفاد اس تحلیل کا یہ ہے کہ اگر صائم بھول کر کھا گیا پھر اس نے باقی دن کا امساک کیا پھر عورت سے خلوت کی تو یہ خلوت صحیح ہوگی اس واسطے کہ اس میں کفارہ نہیں چنانچہ اس کی تفصیل کتاب الصوم میں ہو چکی اور اسی طرح جو کفارہ کو ساقط کرے سو مانع صحت کا نہیں کذا فی النہر بل المانع صوم رمضان اداءً وصلوۃ الفرض فقط بلکہ مانع خلوت صحیحہ کا صوم ہے ادائے رمضان کا اور نماز فرض فقط خواہ نماز ادا کی ہو خواہ قضا کی اور باقی رہ گیا موانع شرعیہ سے وہ طلاق جو خلوت پر معلق ہو یعنی زوج نے کہا عورت سے کہ اگر میں تیرے ساتھ خلوت کروں تو تجھ کو طلاق ہے پھر اس نے خلوت کی تو طلاق واقع ہوئی تو زوج فقط نصف مہر دے گا اس واسطے کہ خلوت کرتے ہی عورت مطلقہ ہو گئی تو وطی حرام ہوئی کذا فی الواقعات اور بزازیہ اور خلاصہ میں ہے کہ اس طلاق میں عدت واجب نہیں کذا فی حاشیۃ الدنی کالوطی فیما یجی ولو کان الزوج مجبوبا او خصیا او خنثی ان ظہر حالہ والا فنکاحہ موقوف یعنی خلوت بدون موانع مذکورہ کے برابر وطی کے ہے چند احکام میں جن کا ذکر آگے آتا ہے اگرچہ زوج مقطوع الذکر والخصیتین ہو یا نامرد ہو یا خصی ہو یا خنثی ہو بشرطیکہ خنثی کا حال قبل خلوت کے کھل گیا ہو یعنی مرد ہونا اس کا ثابت ہو گیا ہو تب اس کی خلوت مانند وطی کے ہوگی اور اگر خنثی کا حال نہ ظاہر ہوا ہو کہ مرد ہے یا عورت تو اس کا نکاح موقوف رہے گا حال ظاہر ہونے تک تو ایسے خنثی کی خلوت مانند وطی کے نہیں دمانی البحر والاشباہ لیس علی ظاہرہ کما بسطہ فی النہر اور جو خنثی کا مسئلہ بحر الرائق اور اشباہ میں ہے وہ اپنے ظاہر پر محمول نہیں چنانچہ اس کو خوب بیان کیا ہے نہر الفائق میں ہم اشباہ میں کہا ہے کہ اگر خنثی کے باپ نے اس کا نکاح مرد سے کیا پھر مرد نے اس سے وطی کی تو جائز ہے اور اگر مرد وطی نہ کر سکا تو مجھ کو اس کا علم نہیں اور اگر خنثی کے باپ نے اس کا نکاح عورت سے کیا پھر خنثی نے عورت سے وطی کی تو جائز ہے اور نہیں تو اس کی مدت مقرر ہوگی عنین کے مانند انتہی عبارتہ اس عبارت سے یوں ظاہر ہوتا ہے کہ قبل ظاہر ہونے حال خنثی کے خلوت کرنا اس کو جائز ہے اور نہر الفائق میں مبسوط سے نقل کیا کہ نکاح خنثی کا قبل ظاہر ہونے اس کے حال کے موقوف ہے پھر بعد بالغ ہونے کے اگر خنثی مرد نکلا اور نکاح عورت سے ہوا تھا تو نکاح صحیح ہوگا اور اگر مرد سے ہوا تھا تو نکاح باطل ہے اس عبارت سے صریحاً ظاہر ہوتا ہے کہ خنثی کو خلوت کرنا قبل ظاہر ہونے اس کے حال کے صحیح نہیں وفیہ عین شرح الوہبانیۃ قد یکون العنۃ لمرض او ضعف خلقۃ او کبر سن اور نہر الفائق میں ہے شرح وہبانیہ سے اور کاہے ہوتی ہے نامردی بیماری سے یا ضعف پیدائش سے یا درازی عمر سے م یہ جواب اس سوال کا ہے جو نہر الفائق کی عبارت پر وارد ہوتا ہے نہر الفائق میں کہا کہ اگر خنثی بعد بالغ ہونے کے جماع پر قادر نہ ہوا تو اس کی مدت مقرر ہوگی مانند عنین کے اس عبارت پر سوال لگتا ہے کہ نامردی تو درازی عمر میں ہوتی ہے بلوغ کے وقت تو جوش شہوت کا زمانہ ہے اس وقت میں نامردی کیونکر متصور ہو شارح نے اس کا جواب شرح وہبانیہ سے نقل کیا کہ نامردی فقط پیری پر موقوف نہیں بلکہ بیماری اور ضعف خلقت سے بھی ہوتی ہے کذا فی حاشیۃ الدنی فی ثبوت النسب ولو من المجبوب یعنی خلوت صحیحہ مانند وطی کے ہے ثابت ہونے نسب میں اگرچہ خلوت زوج مقطوع الذکر والخصیتین سے ہو مناسب یوں تھا کہ ماتن ثبوت نسب کو احکام خلوت سے نہ شمار کرتا اس واسطے کہ نسب تو مجرد عقد سے ثابت ہو جاتا ہے خلوت پر موقوف نہیں وفی تاکد المہر المسمی ومہر المثل بلا تسمیۃ اور خلوت مانند وطی کے ہے مہر مسمی اور مہر بدون تسمیہ کے ثابت اور محکم ہونے میں یعنی جیسے

Marfat.com

وطی سے مہر مسمی اور مہر مثل غیر مسمی میں زوج پر لازم ہوتا ہے ویسا ہی خلوت صحیحہ سے بھی دونوں لازم ہو جاتے ہیں والنفقۃ والسکنی اور خلوت مانند وطی کے ہے نفقہ اور سکنی لازم ہونے میں یعنی نکاح کے بعد اگر خلوت صحیحہ کر کے طلاق دے تو زوج پر نفقہ اور سکنی تا عدت لازم ہوگا والعدۃ وحرمۃ نکاح اختہا واربع سواہا فی عدتہا اور خلوت مانند وطی کے ہے وجوب عدت میں اور منکوحہ کی بہن کا نکاح اور اس کے سوائے چار عورتوں کے نکاح حرام ہونے میں اس کی عدت کے اندر یعنی عورت سے نکاح کیا پھر خلوت صحیحہ کر کے اس کو طلاق دی تو اس کی عدت میں اسکی بہن سے نکاح حرام ہے اور اسی طرح سوائے اس عورت کے اور چار عورتوں سے نکاح کرنا اس کی عدت میں حرام ہے ومحرمۃ نکاح الامۃ اور خلوت مانند وطی کے ہے لونڈی کے نکاح حرام ہونے میں یعنی حرہ منکوحہ بعد خلوت کے مطلقہ ہوئی تو اس کی عدت میں لونڈی سے نکاح کرنا حرام ہے ومراعات وقت الطلاق فی حقہا اور خلوت مانند وطی کے ہے وقت طلاق کے رعایت کرنے میں عورت کے حق میں یعنی وطی جیسے بعد وطی کے مسنون ہے کہ طہر میں طلاق رجعی سے نہ حیض میں ویسے ہی بعد خلوت صحیحہ کے بھی وقت طلاق کی رعایت رکھے چنانچہ اس کی تصریح کتاب الطلاق میں آوے گی وکذا فی وقوع طلاق بائن آخر علی المختار اور اسی طرح خلوت مانند وطی کے ہے دوسری طلاق بائن پڑنے میں بنا بر قول مختار کے یعنی خلوت کے بعد ایک طلاق دی پھر عدت کے اندر دوسری طلاق بائن دی تو دوسری طلاق واقع ہوگی قول مختار میں اور اگرچہ پہلی طلاق بلفظ صریح تھی لیکن وہ بھی در حکم بائن ہے علما کے نزدیک احتیاطا اور مزید تصریح اس کی حاشیہ طحطاوی اور مدنی میں ہے جس کو زیادہ شوق ہو وہاں دیکھ لے لاتکون کالوطی فی حق بقیۃ الاحکام کالغسل نہیں ہے خلوت برابر وطی کے بقیہ احکام کے حق میں جیسے غسل میں یعنی وطی سے زوجین پر غسل واجب ہوتا ہے اور خلوت صحیحہ سے نہیں والاحصان اور نہیں ہے خلوت صحیحہ مانند وطی کے ثبوت احصان میں یعنی وطی سے حکم احصان کا ثابت ہوتا ہے اور خلوت سے نہیں محصن اگر زنا کرے تو سنگسار ہو بخلاف خلوت والی کے وحرمۃ البنات اور نہیں خلوت ہے مانند وطی کے بیٹیوں کی حرمت میں یعنی مرد نے جس عورت سے وطی کی تو اس کی بیٹی مرد پر حرام ہے اور خلوت سے اس عورت کی بیٹی حرام نہیں وحلہا للاول اور نہیں خلوت مانند وطی کے عورت کے حلال ہونے میں پہلے زوج کے واسطے یعنی مطلقہ ثلثہ زوجہ ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال ہوتی ہے اور زوج ثانی کی خلوت سے اس کو حلال نہیں ہوتی والرجعۃ اور نہیں خلوت مانند وطی کے رجعت میں یعنی وطی کے بعد طلاق دینے میں رجعت درست ہے اور خلوت کے بعد طلاق ہونے سے رجعت درست نہیں اس واسطے کہ بعد خلوت کے طلاق رجعی نہیں رہتی بلکہ بائن ہو جاتی ہے چنانچہ ذخیرہ وغیرہ میں اس کی تصریح موجود ہے کذا فی حاشیۃ المدنی والمیراث اور نہیں خلوت مانند وطی کے در حق میراث یعنی اگر بعد خلوت کے طلاق ہوئی اور عدت میں زوج مر گیا تو عورت نہ وارث ہوگی مرد کی بخلاف وطی کے وتزویجہا کالابکار علی المختار وغیر ذلک کما نظمہ صاحب النہر فقال اور تزویج خلوت والی عورت کی مثل باکرہ عورتوں کے ہے بنا بر قول مختار کے یعنی جب باکرہ کو بعد خلوت کے طلاق ملے تو اس کا نکاح ثانی مانند باکرہ عورتوں کے ہوگا اور سوائے اس کے اور احکام میں جن میں خلوت وطی کے مانند نہیں جیسے اجازت نکاح موقوف کی خلوت سے نہیں ہوتی بخلاف وطی کے چنانچہ اس کو نہر الفائق کے مصنف نے نظم کیا ہے اور کہا ؎ وخلوۃ الزوج مثل الوطی فی صور :: وغیرہ وبہذا العقد تحصیل :: اور خلوت کرنا زوج کا مانند وطی کے ہے چند صورتوں میں اور مغائر ہے وطی کے چند صورتوں میں اور اس نظم سے جو کہ موتیوں کی لڑی ہے احکام خلوت کی تحصیل ہے ؎ تکمیل مہر واعداد کذا نسب :: انفاق سکنی ومنع الاخت مقبول :: خلوت برابر ہے وطی کے تکمیل مہر میں اور وجوب عدت میں اور اسی طرح نسب میں اور نفقہ دینے میں اور سکنی میں اور بہن کے نکاح منع ہونے میں مقبول ہے یہ قول علما کے نزدیک مردود نہیں ؎ واربع وکذا قالوا الاماء ولقد :: راعوا زمان فراق فیہ ترحیل :: اور خلوت مانند وطی کے ہے چار عورتوں کے نکاح حرام ہونے میں اس کی عدت کے اندر اور اسی طرح علما نے لونڈیوں کو کہا ہے اور مقرر رعایت کی ہے علما نے زمانۂ فراق کی جس میں رخصت کرنا ہے یعنی طہر کے وقت طلاق دینا چاہیے نہ حیض میں ؎ واوقعوا فیہ تطلیقا اذا لحقا :: وقیل لا والصواب الاول القیل :: اور واقع کی ہے علما نے طلاق کے اندر دوسری طلاق جب کہ وہ لاحق ہو اول طلاق سے اور

Marfat.com

بعضوں نے کہا کہ دوسری طلاق نہیں واقع ہوتی اور درست پہلا ہی قول ہے یعنی واقع ہوتی ہے ؎ اما المغایر فالاحصان یا املی ٭ ورجعۃ وکذا التوریث معقول ٭ لیکن وہ احکام جن میں خلوت مغائر ہے وطی کی اول ان میں سے احصان ہے اے میرے مقصود اور رجعت ہے اور اسی طرح وراثت معقول ہے ؎ سقوط وطی واحلال لہا وکذا ٭ تحریم بنت نکاح البکر بندول ٭ اور ساقط ہونا وطی کا یعنی جب ایک بار زوجہ سے وطی کی تو اس کا وطی کا مطالبہ ساقط ہو گیا اور اگر فقط خلوت کی تو زوجہ کو وطی کے مطالبہ کرنے کا حق ہے اور حلال زوجہ کا یعنی زوج ثانی نے اگر عورت کو بعد خلوت کے طلاق دی تو زوج اول کو یہ عورت نہ حلال ہو گی بخلاف وطی کے اور اسی طرح حرام ہونا بیٹی کا یعنی اگر عورت سے خلوت کی بدون مساس وغیرہ کے پھر طلاق دی تو اس عورت کی بیٹی زوج پر حرام نہیں بخلاف وطی کے اور نکاح باکرہ مبذول ہے یعنی باکرہ کی طرح خلوت والی عورت کا نکاح ہو یعنی استیذان ولی میں اس کا سکوت قائم مقام نطق کے ہے باکرہ کے مانند ؎ کذلک الفی والتکفیر ما فسدت ٭ عبادۃ وکذا بالغسل تکمیل ٭ اسی طرح ایلا سے رجوع کرنا یعنی زوج نے قسم کھائی کہ زوجہ سے چار مہینے وطی نہ کروں گا پھر اگر قسم پوری کی تو طلاق بائن ہوئی اور اگر مدت مذکورہ میں وطی کی تو اس کو فی کہتے ہیں یعنی نکاح باقی رہنے کی طرف رجوع تو ایلا کرنے والے کا رجوع وطی کرنے سے ہوتا ہے نہ خلوت سے اور اسی طرح کفارہ دینا صائم کو خلوت سے واجب نہیں ہوتا اور وطی سے کفارہ واجب ہے اور اسی طرح خلوت سے عبادت حج اور صوم اور اعتکاف فاسد نہیں ہوتی بخلاف وطی کے اور اسی طرح خلوت سے غسل واجب نہیں ہوتا بخلاف وطی کے اور غسل تک تکمیل ہوئی ان مسائل کی جن میں خلوت مانند وطی کے نہیں **ولو افترقا فقالت بعد الدخول وقال الزوج قبل الدخول فالقول لہا** لانکارہا سقوط نصف المہر وان انکرت الوطی اور اگر جدائی ہوئی زوج اور زوجہ میں سو زوجہ نے کہا کہ مجھ کو طلاق دی بعد دخول کے اور زوج نے کہا قبل دخول کے تو عورت کا قول معتبر ہو گا بسبب منکر ہونے عورت کے سقوط نصف مہر کو اگرچہ منکر ہو وطی کی تو بھی اسی قول معتبر ہو گا اور پورا مہر پاوے گی **ولو لم تمکنہ فی الخلوۃ فان بکر صحت والا لا لان البکر انما توطأ کرہا** کما بحثہ الطرسوسی واقرہ المصنف اور اگر نہ قادر ہونے دیا زوجہ نے زوج کو خلوت میں تو اگر زوجہ باکرہ ہے تو خلوت صحیحہ ہوئی اس واسطے کہ باکرہ کی وطی نہیں ہوتی مگر زبردستی سے چنانچہ یہی تفصیل کی ہے طرسوسی نے اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں **ولو قال ان خلوت بک فانت طالق فخلا بہا طلقت بائنا لوجود الشرط ووجب نصف المہر ولا عدۃ علیہا** بزازیہ اور اگر کہا زوج نے زوجہ سے کہ اگر میں تیرے ساتھ خلوت کروں تو تجھ کو طلاق ہے پھر خلوت کی زوجہ سے تو اس کو طلاق بائن ہو گئی بسبب پائے جانے شرط کے اور واجب ہو گا نصف مہر اور عدت اس عورت پر واجب نہیں کذا فی البزازیہ پھر جب عدت نہ ہوئی تو نفقہ اور سکنی اور لباس بھی نہ ہو گا اس واسطے کہ یہ چیزیں فروع عدت سے ہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **وتجب العدۃ فی الکل** ای کل انواع الخلوۃ ولو فاسدۃ **احتیاطا** ای استحسانا لتوہم الشغل اور واجب ہوتی ہے عدت کل میں یعنی کل اقسام خلوت میں اگرچہ خلوت فاسدہ ہو خلوت سے عدت واجب ہے احتیاطا یعنی باعتبار استحسان کے بجہت توہم شغل کے یعنی اس توہم سے کہ رحم عورت کا نطفہ زوج سے مشغول ہو گیا ہر چند سابق میں خلوت سے وجوب عدت کا حکم مذکور ہو چکا لیکن مصنف نے یہاں علیحدہ کر کے پھر اس واسطے بیان کیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ خلوت صحیحہ اور فاسدہ دونوں میں عدت واجب ہے چنانچہ شارح نے اس کی طرف اشارہ کر دیا اور سابق فقط خلوت صحیحہ کے احکام مذکور ہوئے تھے **وقیل** قالہ القدوری واختارہ تمرتاشی وقاضی خان **ان کان المانع شرعیا کصوم تجب العدۃ وان کان حسیا کصغر ومرض مدنف لا تجب والمذہب** الاول لانہ نص محمد قالہ المصنف اور کہا گیا ہے اس قول کا قائل قدوری ہے اور پسند کیا ہے اس کو تمرتاشی اور قاضی خان نے کہ اگر خلوت صحیحہ کا مانع شرعی ہے جیسے روزہ تو عدت واجب ہے اور اگر مانع خلوت کا حقیقی ہے جیسے کم سن ہونا یا مرض دائمی جس نے قوت کو بالکل توڑ دیا تو عدت واجب نہیں اور مذہب مختار اول ہی قول ہے یعنی بہر صورت عدت واجب ہے خلوت[1] صحیح ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ تصریح کر دی ہے امام محمد نے جامع صغیر میں چنانچہ مصنف نے اس کو اپنی شرح میں کہا ہے

[1] صواب یوں کہنا تھا کہ مانع شرعی ہو یا حقیقی کما لا یخفی تو یہ مترجم سے تسامح ہوا ۱۲

Marfat.com

وفی المجتبی الموت ایضا کالوطی فی حق العدۃ والمہر فقط حتی لو ماتت الام قبل دخولہ بہا حلت بنتہا اور مجتبیٰ میں ہے کہ موت بھی مانند وطی کے ہے عدت کے
حق میں اور مہر میں فقط یہاں تک کہ اگر ماں مرگئی قبل دخول کے تو اس کی بیٹی حلال ہوگی ماں کے زوج پر **قبضت الف المہر فوہبتہ لہ وطلقت قبل وطی**
رجع علیہا بنصفہ لعدم تعیین النقود فی العقود قبض کیے زوجہ نے ہزار درم مہر کے پھر دیدی ہزار زوج کو ہبہ کیے اور طلاق ہوگئی زوجہ کو قبل وطی کے تو زوج
زوجہ سے نصف مہر یعنی پانچ سو پھیرلے اس واسطے کہ مہر فقط ہزار تھا تو طلاق قبل وطی سے آدھا زوج پر واجب ٹھہرا اور زوجہ نے پورا مہر لے لیا تھا تو آدھا مہر زوجہ
کو پھیر دینا چاہیے اور زوجہ نے جو زوج کو ہبہ کیا اس کا اعتبا نہیں اس واسطے کہ جو مستحق الاسترداد تھا وہ بعینہ زوج کو نہیں پہنچا بلکہ غیر مستحق پہنچا بسبب متعین
ہونے نقود کے عقود میں مثلاً ایک مرد نے عورت سے نکاح دس درم پر جو اس کے پاس موجود تھے کیا پھر مرد کو اختیار ہے کہ ان درموں کو اپنے پاس رکھے اور
ان کے مانند اور درم زوجہ کو دے اور اسی طرح بیع وغیرہ عقود میں نقود کی تعیین معتبر نہیں **وان لم تقبضہ او قبضت نصفہ فوہبت الکل فی الصورۃ الاولی**
او ما بقی وہب النصف فی الثانیۃ او وہبت عرض المہر کثوب معین او فی الذمۃ قبل القبض او بعدہ لا رجوع لحصول المقصود اور اگر زوجہ نے مہر پر قبضہ نہ
کیا یا نصف پر قبضہ کیا پھر زوج کو سب مہر ہبہ کیا پہلی صورت میں یعنی عدم قبض میں یا باقی مہر کو ہبہ کیا یعنی نصف مہر کو دوسری صورت میں یعنی نصف مہر کے
قبضہ کرنے میں یا مہر نقد نہ تھا بلکہ جنس تھی اور زوجہ نے جنس مہر کی زوج کو ہبہ کی جیسے کوئی معین کپڑا یا وہ کپڑا ہبہ کیا جو کسی کے ذمہ پر قرض تھا قبل قبضہ کرنے
جنس مہر کے ہبہ ہوا ہو یا بعد قبضہ کرنے کے پھر طلاق ہوئی عورت کو قبل وطی کے تو ان چاروں صورتوں میں نصف مہر کا پھیر لینا زوجہ سے نہیں پہنچتا بسبب حصول
مقصود کے یعنی زوج کا حق بعینہ مل گیا متعین ہو کر **نکحہا بالف علی ان لا یخرجہا من البلد او لا یتزوج علیہا او نکحہا علی الف ان اقام بہا وعلی**
الفین ان اخرجہا فان وفی بما شرطہ فی الصورۃ الاولی واقام بہا فی الثانیۃ فلہا الالف لرضا لہ بہا فہنا صورتان الاولی تسمیۃ المہر مع ذکر شرط ینفعہا والثانیۃ
تسمیۃ المہر علی تقدیر وغیرہ علی تقدیر والایوف ولم یقم فمہر المثل لفقد رضاہ بفوات النفع نکاح کیا عورت سے بعوض ہزار درم کے اس شرط پر کہ عورت کو شہر سے
نہ نکال لے جائے گا یا اس شرط پر کہ اس عورت پر دوسرا نکاح نہ کرے گا یا نکاح کیا عورت سے ہزار درم کے مہر پر اگر رہا مرد عورت کے شہر میں اور دو ہزار
درم کے مہر پر اگر عورت کو اس کے شہر سے باہر لے گیا سو اگر زوج نے شرط کو پوری کی پہلی صورت میں یعنی شہر سے باہر نہ لے گیا یا دوسرا نکاح نہ کیا اور دوسری
صورت میں عورت کے شہر میں مقیم رہا تو عورت کو ہزار درم ملیں گے بسبب راضی ہونے عورت کے تسمیہ مہر پر تو یہاں دو صورتیں ہیں ایک تو مہر کا معین ہونا
ایسی شرط کے ساتھ جو عورت کو مفید ہے دوسری صورت یہ کہ تسمیہ مہر کا ایک تقدیر پر اور اس کے سوا دوسری تقدیر یعنی اقامت میں ہزار اور اخراج میں دو
ہزار اور اگر شرط پوری نہ کی اول صورت میں اور اقامت شہر کی نہ کی دوسری صورت میں تو مہر مثل واجب ہوگا بواسطے نہ راضی ہونے عورت کے مہر مسمی پر بسبب
فوت ہونے منفعت کے **لکن لا یزاد المہر فی المسئلۃ الاخیرۃ[1] علی الفین ولا ینقص عن الف لاتفاقہا علی ذلک** لیکن مہر مثل زیادہ نہ کیا جائے گا دو ہزار
سے مسئلہ اخیرہ میں یعنی جس میں شرط ہوئی تھی کہ اقامت میں ہزار اور اخراج میں دو ہزار اور کم نہ ہوگا مہر مثل ہزار سے بسبب متفق ہونے زوجین کے
اس پر یعنی عورت راضی ہو چکی تھی دو ہزار پر حالت اخراج میں تو اس کو دو ہزار سے زیادہ کیونکر لیں مثلاً مہر مثل پانچ ہزار تھے تو دو ہی ہزار پاوے گی نہ
زیادہ اور اگر مہر مثل پانچ سو تھے تو ہزار سے کم نہ دیے جائیں گے اس واسطے کہ مرد راضی ہو چکا تھا ہزار پر حالت اقامت میں تو حالت اخراج میں کیونکر
ہزار سے کم ہو سکے **ولو طلقہا قبل الدخول ینصف المسمی فی المسئلتین لسقوط الشرط قال الشرطان صحیحان** اور اگر طلاق دی عورت کو قبل دخول کے تو آدھا
مہر مسمی دیا جائے گا دونوں مسئلوں میں بسبب ساقط ہو جانے شرط کے طلاق قبل دخول سے اور صاحبین نے کہا کہ دونوں شرطیں صحیح ہیں یعنی عورت
ہزار پاوے گی اگر مرد شہر میں رہا اور دو ہزار پاوے گی اگر اس کو باہر لے گیا کذا فی حاشیۃ الدنی **بخلاف ما اذا تزوجہا علی الف ان کانت**

[1] ایک نسخہ میں الاخیرۃ کی جگہ الثانیۃ ذات التقدیمین ہے یعنی دوسرے مسئلہ دو صورتوں والے ہیں ۱۲ منہ

Marfat.com

قبیحۃ وعلی الفین ان کانت جمیلۃ فانہ یصح الشرطان اتفاقا فی الاصح لقلۃ الجہالۃ مسئلہ سابقہ پر خلاف ہے اس کے کہ جب نکاح کیا عورت سے ہزار پر اگر بدصورت ہو اور دو ہزار پر اگر خوبصورت ہو تو یہ دونوں شرطیں صحیح ہیں باتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح میں بسبب قلت جہالت کے اس واسطے کہ خوبصورتی اور بدصورتی ایسی چیز نہیں کہ جس کی معرفت دشوار ہو اور اس کے حصول اور عدم حصول میں تردد واقع ہو تو دونوں شرطیں صحیح ہوں گی بخلاف شرط اقامت واخراج کے کہ اس کا وجود اور عدم دونوں محتمل ہیں تو ایسی شرط صحیح نہیں بخلاف مالو ردد فی المہر بین القلۃ والکثرۃ للشیوعۃ والبکارۃ فانہا ان ثیبا لزمہ الاقل ولا فمہر المثل للزیادۃ علی الاکثر ولا ینقص عن الاقل فتح بخلاف اس کے کہ اگر تردید کی قلت اور کثرت مہر میں بسبب ثیب ہونے اور باکرہ ہونے کے یعنی یوں کہا کہ اگر عورت ثیب ہے تو ہزار درم اور اگر باکرہ ہے تو دو ہزار ہو اگر عورت ثیب ہوگی تو مرد پر لازم ہوگا کمتر مہر مثلاً ہزار اور اگر باکرہ ہوگی تو مہر مثل لازم ہوگا نہ زیادہ ہوگا اکثر مہر سے مثلاً دو ہزار سے اور نہ کم ہوگا کمتر مہر سے مثلاً ہزار سے کذا فی فتح القدیر ولو شرط البکارۃ فوجدا ثیبا لزم الکل ورد بہ فی البزازیۃ اور اگر شرط کی بکارت کی پھر اس کو ثیب پایا تو مرد پر لازم ہوگا کل مہر کذا فی الدرر اور ترجیح دی ہے اس عبارت کو بزازیہ میں اس واسطے کہ مہر مشروط ہے مجرد استمتاع کے واسطے نہ بکارت کے واسطے تو یہ شرط فاسد ہوئی اور شرط فاسد سے نکاح باطل نہیں ہوتا بلکہ شرط باطل ہو جاتی ہے ولو تزوجہا علی ہذا العبد او علی ہذا الالف او الالفین او علی ہذا العبد او ہذا العبد او علی احد ہذین واحدہما او کس حکم القاضی مہر المثل فان مثل الارفع او فوقہ فلہا الارفع وان مثل الاوکس او دونہ فلہا الاوکس والا فمہر المثل اور اگر مہر میں نام لیا دو چیزیں مختلف القیمت کا متحد الجنس ہوں خواہ مختلف جیسے نکاح کیا عورت سے اس غلام پر یا ایک ہزار درم پر یا دو ہزار درم پر یا نکاح کیا اس غلام پر یا یوں کہا کہ دو میں سے کسی پر اور ان دو چیزوں میں ایک کم قیمت ہے اور دوسری زائد تو حکم کرے گا ان صورتوں میں قاضی مہر مثل کو سو اگر مہر مثل ادنیٰ قیمت والے کے برابر ہو یا زیادہ تو عورت کو ادنیٰ قیمت والی چیز ملے گی اور اگر مہر مثل کم قیمتی چیز کے برابر ہو یا اس سے بھی کم تر ہو تو عورت کو کم قیمتی چیز ملے گی اور اگر مہر مثل بیش قیمتی سے کم ہو اور کم قیمتی سے زیادہ تو عورت کو مہر مثل ہی ملے گا دنی الطلاق قبل الدخول فحکم متعۃ المثل لانہا الاصل حتی لو کان نصف الاوکس اقل من المتعۃ وجبت المتعۃ فتح اور اسی مسئلہ میں طلاق ہونے قبل دخول کے حکم کیا جائے گا متعہ مثل کا اس واسطے کہ متعہ مثل کا اصل ہے فساد تسمیہ کے وقت جیسے مہر مثل اصل ہے قبل طلاق کے سو اگر متعہ مثل کا برابر ہے نصف بیش قیمتی چیز سے یا زائد ہے نصف بیش قیمتی سے تو عورت کو نصف بیش قیمتی ملے گی اور اگر متعہ مثل برابر ہے نصف کم قیمتی چیز سے تو اس کو اس صورت میں نصف کم قیمتی ملے گا یہاں تک کہ اگر نصف کم قیمتی کا کمتر ہوگا متعہ سے تو واجب ہوگا متعہ مثل کا چنانچہ فتح القدیر میں ہے کذا فی حاشیۃ الدنی ولو تزوجہا علی فرس او عبد او ثوب ہروی او فراش بیت او عدد معلوم من نحو ابل فالواجب فی کل جنس لہ وسط الوسط او قیمتہ اور اگر نکاح کیا عورت سے گھوڑے کے مہر پر یا غلام پر مثلاً ہرات کے کپڑے پر یا کوٹھری کے فرش پر یا عدد معلوم پر اونٹ وغیرہ سے تو واجب ہوگا متوسط ہر جنس توسط والی میں یا قیمت متوسط کی واجب ہوگی مرد کو اختیار ہے چاہے جنس متوسط دے اور چاہے اس کی قیمت دے وکل مالم یجز السلم فیہ فالخیار للزوج والا فللمرأۃ اور جو چیز کہ جس میں بیع سلم جائز نہیں جیسے جانور اور جواہر اور مچھلی تو اس میں اختیار زوج کو ہے خواہ جانور وغیرہ کو دے خواہ اس کی قیمت کو اور جس چیز میں کہ بیع سلم جائز ہے جیسے مکیل اور موزون تو اس میں عورت کا اختیار ہے چاہے وہی چیز لے چاہے اس کی قیمت لے وکذا الحکم وہو لزوم الوسط فی کل حیوان ذکر جنسہ ہو عند الفقہاء المقول علی کثیرین مختلفین فی الاحکام دون نوعہ ہو المقول علی کثیرین متفقین فیہا اور ایسا ہی ہے حکم یعنی لازم ہونا متوسط کا ہر حیوان کے مہر ہونے میں جس حیوان کی جنس مذکور ہوئی ہو نہ اس کی نوع فقہا کے نزدیک جنس اس کو کہتے ہیں جو بہت افراد پر صادق آوے اور وہ افراد احکام میں مختلف ہوں جیسے انسان کہ مرد اور عورت دونوں پر صادق آتا ہے اور دونوں کے حکم فقہ میں مختلف ہیں مثلاً مرد قضا اور خلافت اور اذان کی لیاقت رکھتا ہے نہ عورت اور گھوڑا بھی جنس ہے کہ فرس غازی

Marfat.com

اور فرس غیر نازی پر صادق آتا ہے فرس نازی کا قیمت میں حصہ ہے نہ اور فرس کا اور نوع فقہا کے نزدیک اس کو کہتے ہیں جو کثیرین متفق الاحکام پر صادق آوے جیسے فرس عربی اور ترکی اور غلام حبشی اور ہندی اور مرد اور عورت بخلاف مجہول الجنس کثوب ودابۃ لانہ لاوسط لہ بخلاف مجہول الجنس کے جیسے کپڑا اور جانور یعنی اگر مجہول الجنس کا مہر ہوگا تو اس جنس کا متوسط نہ مراد ہوگا اس واسطے کہ مجہول الجنس میں متوسط نہیں مجہول الجنس وہ کہ جس کے احکام کثرت سے مختلف ہوں جیسے کپڑا کہ لباس حرام اور حلال دونوں کو شامل ہے جیسے حریر اور غیر حریر پھر ان دونوں میں باعتبار قیمت کے بڑا اختلاف ہے اور اسی طرح جانور میں بڑا اختلاف ہے بعضے حلال بعضے حرام بعضے سواری کے لائق ہیں بعضے نہیں تو اگر مجہول الجنس کا مہر میں نام لیا جاوے گا تو تسمیہ فاسد ہے اس وقت میں مہر مثل واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وسط العبید فی زماننا الحبشی اور غلاموں میں متوسط ہمارے زمانے میں حبشی غلام ہے ذخیرہ میں کہا کہ متوسط غلام ہمارے زمانے میں سندھی غلام ہے اور ادنی ترکی اور اعلی ہندی اور مصر میں صالح بحر الرائق کے وقت میں حبشی متوسط اور اعلی رومی اور ادنی سیاہ غرض کہ اعلی اور ادنی اور متوسط ہونا باعتبار رواج ہر ملک کے اور ہر زمانے کے مختلف ہے جو جس ملک میں ہو وہیں کے رواج کا اعتبار ہے وان اقرہا العبدین والحال ان احدہما حر فمہرہا العبد عند الامام ان سادی اقل ای عشرۃ دراہم والاکمل لہا العشرۃ لان وجوب المسمی وان اقل یمنع مہر المثل اور اگر مہر مقرر کیا زوج نے زوجہ کا دو غلام کو اور حالانکہ ایک ان دونوں میں کا حر ہے تو مہر عورت کا وہی ایک غلام ہوگا نزدیک امام اعظمؒ کے بشرطیکہ برابر ہو اس غلام کی قیمت اقل مہر سے یعنی دس درم سے اور اگر اس غلام کی قیمت دس درم سے کم ہو تو پورا کر دیا جائے گا عورت کے واسطے دس درم کو مثلاً اگر غلام سات درم کا تھا تو تین درم دے کر عشرہ پورا کر دیا جائے گا اس واسطے کہ وجوب مہر مسمی کا اگرچہ کم ہو اقل مہر سے مانع ہے وجوب مہر مثل کا وعند الثانی لہا قیمۃ الحر لو عبدا اور وجہ الکمال کما لو استحق احدہما اور نزدیک ابو یوسفؒ کے عورت کو حر کی قیمت ملے گی اگر حر غلام ہوتا یعنی جب دو غلام کا مہر مقرر ہوا اور ایک اس میں حر نکلا تو عورت اس غلام کو لے گی اور حر کی قیمت لے گی اس طرح کہ حر کی دو صورت غلام ہونے کے جو قیمت ہو سکتی ہے زوج سے طلب کرے گی اور اسی قول کو ترجیح ہے کمال نے چنانچہ دو غلاموں میں سے اگر ایک غلام عیب کا ثابت ہو تو عورت عیب کے غلام کی قیمت پا دے گی اسی طرح ایک کے حر ہونے میں بھی اس کو قیمت ملے گی ویجب مہر المثل فی نکاح فاسد وہو الذی فقد شرطا من شرائط الصحۃ کشہود اور واجب ہوتا ہے مہر مثل نکاح فاسد میں نکاح فاسد وہ جس میں کوئی شرط شرائط صحت نکاح سے مفقود ہو چنانچہ گواہ نہ ہوں یعنی بدون گواہوں کے زوجین نے ایجاب اور قبول کر لیا یا خدا اور رسول کو گواہ قرار دیا تو یہ نکاح صحیح نہیں فاسد ہے اور اسی طرح دو بہنوں سے ساتھ ہی نکاح کرنا یا ایک بہن کی عدت میں دوسری بہن سے نکاح کرنا یا عدت والی عورت سے نکاح کرنا یا پانچویں عورت سے چوتھی عورت کی عدت میں نکاح کرنا یا لونڈی سے نکاح کرنا حرہ پر یہ سب قسمیں نکاح کی فاسد ہیں اس واسطے کہ صحت نکاح کی ان میں شرط نہیں بالوطی فی القبل لا بغیرہ کالخلوۃ لحرمۃ وطیہا مہر مثل واجب ہے نکاح فاسد میں فرج میں جماع کرنے سے نہیں واجب ہوتا مہر مثل بدون وطی کے مانند خلوت کے یعنی جیسا خلوت سے نکاح صحیح میں مہر واجب ہوتا ہے اس طرح نکاح فاسد میں خلوت سے مہر واجب نہیں ہوتا بسبب حرام ہونے وطی عورت کے یعنی نکاح فاسد میں جماع عورت کا حرام ہے تو وجود مانع شرعی سے خلوت صحیحہ نہ ہوئی اس واسطے خلوت قائم مقام وطی کے نہیں ہو سکتی بخلاف نکاح صحیح کے اور وطی میں شرط یہ ہے کہ وطی فی القبل ہو تو وطی فی الدبر سے نکاح فاسد میں مہر نہیں واجب ہوتا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولم یزد مہر المثل علی المسمی لرضاہا بالحط ولو کان دون المسمی لزم مہر المثل لفساد التسمیۃ بفساد العقد ولم یسم او جہل لزم بالغا ما بلغ اور مہر مثل زیادہ نہ کیا جاوے گا مہر مسمی پر بسبب راضی ہو جانے عورت کے کمی مہر پر اور اگر مہر مثل کم ہوگا مہر مسمی سے تو بھی مہر مثل ہی لازم ہوگا نہ مہر مسمی بسبب فاسد ہو جانے تسمیہ مہر کے فساد عقد سے اور اگر نکاح فاسد میں مہر کا نام نہ لیا یا مہر مسمی ہوا لیکن اس کی

Marfat.com

مقدار مجہول اور نامعلوم ہوگئی تو مہر مثل ہی لازم آوے گا کتنا ہی کیوں نہ ہو مع نکاح فاسد میں اگر مہر مثل کم ہو گا مسمی سے تو مہر مثل ہی واجب ہوگا اگرچہ دس درم سے بھی کم ہو مثلاً پانچ درم کا مہر مثل ہو تو بھی زیادہ نہ ہو گا بخلاف نکاح صحیح کے کہ جب اس میں مہر مثل واجب ہو گا اور کم ہوگا دس درم سے تو دس درم پورے کیے جاویں گے لیکن اگر نکاح فاسد محرم سے ہوا تو مہر مثل واجب ہوگا کتنا ہی کیوں نہ ہو اگرچہ مہر مسمی سے بھی زیادہ ہو جاوے کمافی حاشیۃ الدنی والطحطاوی وتثبت لکل واحد منہما فسخہ دلو بغیر محضر من صاحبہ دخل بہا او لا فی الاصح خروجا عن المعصیۃ فلا ینافی وجوبہ بل یجب علی القاضی التفریق بینہما اور ثابت ہے ہر واحد کو زوجین سے فسخ کر دینا نکاح فاسد کا اگرچہ بدون حاضر ہونے اپنے ساتھی کے ہو وطی کی ہو عورت سے یا نہ کی ہو قول اصح میں ہر واحد کو فسخ کا اختیار ہے گناہ سے نکلنے کے واسطے اس واسطے کہ عقد فاسد کا مرتکب ہونا پھر اس کو قائم رکھنا حرام ہے سو ملکیت فسخ کی منافی وجوب فسخ کی نہیں یعنی اگر کوئی کہے کہ نکاح فاسد کا فسخ کرنا واجب ہے تو مانن کو لازم تھا بجائے لکل واحد علی کل واحد بولنا شارح نے جواب دیا کہ ملکیت فسخ اور وجوب فسخ میں منافات نہیں جو علی کل واحد مانن کو کہنا ضرور ہوتا شارح نے کہا بلکہ واجب ہے قاضی پر جدائی کر دینی درمیان دونوں کے یعنی اگر زوجین فسخ نہ کریں تو قاضی پر تفریق واجب ہے ویجب العدۃ بعد الوطی لا الخلوۃ للطلاق لا للموت اور واجب ہے عدت نکاح فاسد میں بعد وطی کے نہ بعد خلوت کے واجب ہے عدت طلاق کی نہ عدت موت کی یعنی نکاح فاسد میں بعد وطی کے اگر زوج نے نکاح فسخ کیا یا وہ مر گیا تو عورت پر طلاق کی عدت واجب ہوگی یعنی تین حیض یا تین مہینے یا وضع حمل اور زوج کی موت سے عدت موت کی نہ واجب ہوگی یعنی چار مہینے اور دس دن کی من وقت التفریق او متارکۃ الزوج وان لم تعلم المرأۃ بالمتارکۃ فی الاصح عدت واجب ہے تفریق قاضی کے وقت سے یا زوج کے چھوڑ دینے سے اگرچہ عورت کو چھوڑنے کا علم نہ ہو قول اصح میں وتثبت النسب احتیاطا بلا دعوۃ اور ثابت ہوگا نسب بنا بر احتیاط حفظ ولد کے بدون دعوی کے یعنی اگر زوج ثبوت نسب کا مدعی نہ ہوگا تو بھی نسب ثابت ہوگا ولعتبر مدتہ من الوطی اور معتبر ہوگی مدت نسب کی وطی سے مدت نسب کے چھ مہینے ہیں فان کانت منہ لما لو وضع اقل مدۃ الحمل یعنی ستہ اشہر فاکثر یثبت النسب والا بان ولدتہ لاقل من ستہ اشہر لا یثبت بذا قول محمد وبہ یفتی پھر اگر ہو وقت وطی سے پیدائش تک کمتر مدت حمل کی یعنی چھ مہینے ہوں یا زیادہ تو ثابت ہوگا نسب اور اگر اقل مدت سے نہ ہو اس طرح کہ جنے لڑکی کو کم چھ مہینے سے تو نسب ثابت ہوگا یہ قول ہے محمد کا اور اسی پر فتوی ہے اس واسطے کہ نکاح فاسد بسبب حرام ہونے کے موجب وطی کا نہیں بخلاف نکاح صحیح کے کہ اس میں وقت عقد سے نسب ثابت ہوتا ہے وقالا ابتداء المدۃ من وقت العقد کما یصح درجہ فی النہر بانہ احوط ذکر من التصرفات الفاسدۃ احد وعشرین ونظم منہا العشرۃ التی فی الخلاصۃ فقال اور کہا امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ نے کہ ابتدا مدت ثبوت نسب کی عقد کے وقت سے ہے مانند نکاح صحیح کے اور ترجیح دی ہے اس قول کو نہر الفائق میں اس طرح کہ اسی میں زیادہ تر احتیاط ہے اور صاحب نہر الفائق نے تصرفات فاسدہ کے اکیس ذکر کیے ہیں اور ان میں سے وہ دس نظم کیے ہیں جو خلاصہ میں مذکور ہیں سو نظم میں یوں کہا ؎ فاسد من العقود عشر ۞ اجارۃ وحکم ہذا الاجر ۞ وجوب ادنی المثل او مسمی ۞ ادکلہ مع فقدک المسمی ۞ اور عقود فاسدہ دس ہیں ایک ان میں سے اجارہ فاسدہ ہے اور حکم اس کا ہے وجوب اجرت کا اس طرح کہ اگر اجرت معین ہوگئی ہے تو کم اجر واجب ہوگا یعنی اگر اجر مثل کم ہوگا مسمی سے تو اجر مثل واجب ہوگا اور اگر مسمی کم ہوگا تو مسمی واجب ہوگا یا پورا اجر مثل واجب ہوگا ساتھ فقدان مسمی کے یعنی اگر تسمیہ اجر کا نہ ہوا یا اجر مجہول ہوا تو اجر مثل واجب ہوگا کتنا ہی کیوں نہ ہو اجارہ فاسدہ وہ ہے جس میں شرط صحت اجارہ کے نہ ہوں ؎ والواجب الاکثر فی الکتابۃ ۞ من الذی سماہ من قیمۃ ۞ اور کتابت فاسدہ میں جو مسمی اور قیمت سے زائد ہے وہ واجب ہے ؎ وفی النکاح المثل ان یکن دخل ۞ وخارج البذر الی مالک اجل ۞ اور نکاح فاسد میں مہر مثل واجب ہے اگر وطی ہوئی ہو اور مزارعت فاسدہ میں جو چیز کہ پیدا ہوتی ہے کھیت میں وہ بیج کے مالک کی ہے پھر اگر بیج زمین والے کا ہے تو عامل کو اجر مثل ہے اور اگر بیج عامل کا ہے تو زمین والے کو اجرت زمین کی ہے ؎ والفلح والربع لکل فیقضہ ۞ امانۃ وکالصحیح حکما ۞

Marfat.com

اور صلح فاسد اور رہن فاسد میں ہر ایک کو عاقدین میں سے اختیار ہے توڑ دینے کا اور بدل صلح کا مصالح کے ہاتھ میں امانت ہے اور اسی طرح رہن مرتہن کے ہاتھ میں امانت ہے یا صلح فاسد کا مثل صلح صحیح کے حکم ہے اور رہن فاسد کا مثل رہن صحیح کے حکم ہے ؎ ثم الہبۃ مضمونۃ یوم قبض ؛ وصح بیعہ لعبد قرض ؛ پھر ہبہ فاسد میں موہوب کا ضمان ہے موہوب لہ پر جس دن قبضہ کیا اور قرض فاسد میں جیسے جانور کے قرض لینے میں مستقرض مالک ہوتا ہے تو بیع کرنا غلام کا صحیح ہے قرض لینے والے کو اور اس وقت میں اس کی قیمت کا ضمان دے گا مقرض کو ؎ مضاربۃ وحکمہا الامانۃ ؛ والمثل فی البیع والا القیمۃ ؛ اور اور مضاربت فاسدہ میں مال مضاربت کا امانت ہے مضارب کے ہاتھ میں اور بیع فاسد میں اگر مثلی چیز ہے تو مثل مقبوض مالک کا ضمان مشتری پر اور اگر قیمت والی چیز ہے تو قیمت کا ضمان اور آگے ان عقود کی خود تصریح آوے گی اس واسطے کہ زیادہ تر تصریح کرنا ضرور نہیں والحرۃ مہر مثلہا شرعی مہر مثلہا اللغوی ای مہر امرأۃ تماثلہا اور حرہ کا مہر مثل شرعی وہ ہے جو اس کے مثل لغوی کا مہر ہے یعنی مہر مثل شرع میں اس کو کہتے ہیں جو دوسری عورت برابر والی کا مہر ہو من قوم ابیہا لا امہا ان لم تکن من قومہ کبنت عمہ وہ عورت برابر والی اس عورت کے باپ کی قوم سے ہو نہ اس کی ماں کی قوم سے اگر اس کی ماں اس کے باپ کی قوم سے نہ ہو اور اگر ماں بھی باپ کی قوم سے ہو جیسے اس کے چچا کی بیٹی تو ماں کی قوم کا بھی اعتبار ہوگا اس واسطے کہ دونوں ایک ہی قوم ٹھہرے خلاصہ یہ کہ اعتبار باپ کی قوم کا ہے نہ ماں کی قوم کا وفی الخلاصۃ یعتبر باخواتہا وعماتہا فان لم تکن فبنت الشقیقۃ وبنت العم انتہی ومفادہ اعتبار الترتیب فلیحفظ اور خلاصہ میں ہے کہ مہر مثل میں اول اعتبار ہوگا عورت کی بہنوں کا اور پھوپھیوں کا پھر اگر وہ نہ ہوں گی تو سگی بھانجی اور چچا کی بیٹی کا اعتبار ہوگا انتہی اور مفاد قول خلاصہ کا یہ ہے کہ باپ کی قوم میں بھی ترتیب کا اعتبار ہے اول زیادہ تر قریب کا اعتبار ہے پھر اور قرابت والے درجہ بدرجہ اس کو یاد رکھنا چاہیے وتعتبر المماثلۃ فی الاوصاف وقت العقد سنا وجمالا ومالا وبلدا وعصرا وعقلا ودینا وبکارۃ وثیوبۃ وعفۃ وعلما وادبا وکمال خلق وعدم ولد اور معتبر ہے برابری اس عورت کے باپ کی قوم کی عورتوں سے وقت عقد کے ان اوصاف میں عمر میں اور جمال میں اور مال میں اور ایک شہر کے رہنے میں اور ہمعصر ہونے میں اور عقل میں اور تقوی میں اور باکرہ ہونے میں اور ثیبہ ہونے میں اور پاک دامنی میں اور علم وادب میں اور کمال خلق میں اور نہ لڑکا ہونے میں تو چھوٹی عورت بڑی عورت کے برابر نہیں اور خوبصورت بدصورت کے برابر نہیں اور مالدار مفلس کے برابر نہیں اور ایک شہر کے رہنے والی دوسرے شہر والی کے برابر نہیں اور ایک زمانے والی دوسرے زمانے والی کے برابر نہیں اور عاقلہ اور مجنونہ برابر نہیں اور متقیہ اور فاسقہ برابر نہیں اور باکرہ اور غیر باکرہ برابر نہیں اور عفیفہ اور غیر عفیفہ برابر نہیں اور عالمہ اور غیر عالمہ برابر نہیں اور ادب والی اور بے ادب برابر نہیں اور خلیق اور بدخلق برابر نہیں اور لڑکے والی اور بے لڑکے والی برابر نہیں وتعتبر حال الزوج ایضا ذکرہ الکمال وقال ومہر الامۃ بقدر الرغبۃ فیہا اور معتبر ہے حال زوج کا بھی مماثلت میں یعنی اس عورت کا زوج اور عورتوں کے ازواج کے برابر ہو مال اور حسب میں ذکر کیا ہے اس کو کمال ابن الہمام نے فتح القدیر میں اور کہا ہے لونڈی کا مہر مثل بقدر اس کی خواہش کے ہے یعنی دیکھنا چاہیے کہ اس کا خواہش کرنے والا کہاں تک مہر دے سکتا ہے وہی اس کا مہر مثل ہے اور لونڈی میں اس کے باپ کی قوم کا کچھ اعتبار نہیں بحر الرائق میں کہا کہ مہر مثل وہاں واجب ہوتا ہے جہاں نکاح صحیح ہو اور مہر کا تسمیہ نہ ہو یا تسمیہ مجہول ہو یا اس چیز کا تسمیہ ہو جو شرعاً حلال نہیں اور نکاح فاسد میں بعد وطی کے مہر مثل ہے اور وطی بالشبہہ میں جو مہر لازم آتا ہے تو مراد اس سے یہ مہر مثل مذکور نہیں ہوتی بلکہ وہاں مہر مثل سے مراد عقر ہے عقر اس کو کہتے ہیں کہ اگر زنا حلال ہوتا تو اس عورت کی کیا اجرت ہوتی اسی قدر وطی بالشبہہ میں دینا لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ویشترط فیہ ای فی ثبوت مہر مثل بما ذکر اخبار رجلین او رجل وامرأتین ولفظ الشہادۃ اور شرط ہے ثبوت مہر مثل میں اشیاء مذکورہ کے اندر خبر دینا دو عادل مردوں کا یا ایک مرد اور دو عورتوں کا اور شرط ہے لفظ شہادت کا یعنی فقط اخبار بدون لفظ گواہی کے معتبر نہیں فان لم توجد شہود عدل فالقول للزوج بیمینہ

Marfat.com

وفی المحیط من ان للقاضی فرض المہر حملا فی النہر علی ما اذا رضیا بذلک سو اگر نہ پائے جاویں گواہ عادل تو قول زوج کا قسم کے ساتھ تقدیر مہر مثل میں معتبر ہو گا اور جو محیط میں یہ ہے کہ گواہ نہ ہونے میں قاضی کو چاہیے مہر مثل کا ٹھہرانا سو اس کو نہر الفائق میں اس صورت پر محمول کیا ہے جب کہ زوجین فرض قاضی پر راضی ہو گئے ہوں فان لم یوجد من قبیلۃ ابیہا فمن الاجانب ای من قبیلۃ تماثل قبیلۃ ابیہا سو اگر نہ پائے جائیں سب اوصاف مذکورہ یا بعض عورت کے باپ کے برادری میں تو اجنبی قوم کے مہر کا اعتبار ہو گا یعنی اجنبی وہ قوم جو مساوی اور مماثل ہو اس کے باپ کی قوم سے تو ادنیٰ قوم یا اعلیٰ قوم کا اعتبار نہ ہو گا مم شرح مجمع اور برجندی میں ہے کہ اگر سب اوصاف مذکورہ باپ کی قوم میں نہ ہوں تو جس قدر موجود ہوں وہی معتبر ہوں گے اس واسطے کہ ان سب اوصاف کا دو عورتوں میں جمع ہونا متعذر ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فان لم یوجد فالقول لہ ای للزوج فی ذلک بیمینہ کی مہر اگر یہ قوم میں بھی مماثلت باپ کے قوم کی نہ پائی جاوے تو معتبر قول زوج کا ہو گا مہر مثل کی تقدیر میں قسم کھانے کے ساتھ چنانچہ عنقریب گذرا وصح ضمان الولی مہر ما ولو المرأۃ صغیرۃ ولو عاقدا لانہ سفیر لکن بشرط صحۃ فلو فی مرض موتہ وہو وارثہ لم یصح والا صح من الثلث وقبول المرأۃ او قیامہا مجلس الضمان اور یہ صحیح ہے ضامن ہونا ولی کا عورت کے مہر کو اگرچہ عورت صغیرہ ہو اگرچہ ولی عاقد ہو نکاح کا تو بھی اس کا ضامن ہونا درست ہے اس واسطے کہ ولی عاقد تو محض سفیر معتبر ہوتا ہے حقوق نکاح کے اس پر لازم نہیں آتے کہ ایک ہی شخص عاقد بھی ٹھہرے اور ضامن بھی ٹھہرے ولی ضامن زوج کا ولی ہو یا زوجہ کا خواہ زوجین صغیر ہوں یا جوان لیکن جواز ضمان بشرط صحت ولی کے ہے تو اگر ولی ضامن ہو گا اپنے مرض موت میں اور مکفول عنہ یا مکفول لہ وارث ہے ولی کا تو ولی کا ضامن ہونا صحیح نہیں اور اگر مکفول عنہ یعنی جس کی طرف سے ضامن ہوا یا مکفول لہ یعنی جس کے واسطے ضامن ہو وارث نہیں ہے ولی کا تو ضمانت صحیح ہو گی ولی کے ثلث مال سے یعنی ولی کے ثلث متروکہ سے مہر ادا کیا جاوے گا اور دوسری شرط صحت ضمان ولی کی قبول کرنا عورت کا ہے یا اس کے غیر کا مجلس ضمان میں یعنی بشرطیکہ عورت بالغہ مجلس ضمان میں ولی کی ضمانت قبول کرے اور اگر عورت صغیرہ ہو تو اس کا ولی قبول کرے تب اس کی ضمانت صحیح ہو گی نہر الفائق میں ہے کہ اگر صغیرہ کا ولی ضامن ہو تو اس کا ضامن ہونا قائم مقام ہے عورت کے قبول کذا فی حاشیۃ المدنی وتطالب ایا شاءت من زوجہا البالغ او الولی الضامن اور عورت مہر کو طلب کرے جس سے چاہے خواہ اپنے زوج بالغ سے یا ولی ضامن سے خواہ ولی ضامن زوجہ کا ولی ہو خواہ زوج کا اور اگر زوج بالغ نہیں تو مطالبہ مہر کا فقط ولی ہی سے ہو گا نہ زوج سے فان ادی رجع علی الزوج ان امر کما ہو حکم الکفالۃ پھر اگر ولی ضامن نے مہر کو اپنے پاس سے ادا کیا تو زوج سے پھیر لے اگر امر کیا ہو زوج نے ضامن ہونے کا چنانچہ یہی حکم ہے ضمانت کا اور اگر بدون امر زوج کے ضامن ہوا تو پھیر لینا نہیں پہنچتا ولا یطالب الاب بمہر ابنہ الصغیر الفقیر اما الغنی فیطالب ابوہ بالدفع من مال ابنہ لا من مال نفسہ اور مطالبہ نہ ہو گا باپ سے اس کے بیٹے صغیر محتاج کے مہر کا یعنی اگر باپ مہر کا ضامن نہیں تو اس کے بیٹے صغیر محتاج کے مہر کا اس سے مطالبہ نہ ہو گا لیکن فرزند مال دار صغیر کے مہر کا باپ سے تقاضا ہو گا کہ اپنے بیٹے کے مال سے ادا کرے نہ اپنے مال سے اذا زوجہ امرأۃ الا اذا ضمنہ علی المعتمد کما فی النفقۃ فانہ لا یوخذ بہا الا اذا ضمن ولا رجوع للاب الا اذا اشہد علی الرجوع عند الاداء ابن صغیر فقیر کے مہر کا باپ پر مطالبہ نہیں جب کہ نکاح کر دیا ہو اس کا کسی عورت سے یعنی فقط نکاح کر دینے سے باپ کو مہر دینا لازم نہیں ہوتا مگر جب کہ ضامن ہو مہر کا بنا بر قول معتمد کے چنانچہ نفقہ دینے میں مواخذہ باپ سے نہیں ہوتا بدون ضمانت کے اور جب کہ باپ نے بیٹے صغیر کا مہر ادا کیا خواہ صغیر محتاج ہو یا غنی تو اس کو پھیر لینا بیٹے سے نہیں پہنچتا مگر جس صورت میں کہ باپ نے گواہ کر لیا ہو پھیر لینے پر مہر ادا کرتے وقت یا ضامن ہونے کے وقت تو البتہ پھیر لے سکتا ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی لہا منعہ من الوطی ودواعیہ شرح مجمع والسفر بہا ولو بعد وطی او خلوۃ رضیتہا لان کل وطء معقود علیہا فتسلیم البعض لا یوجب التسلیم الباقی جائز ہے عورت کو روکنا زوج کو وطی سے اور اس کے دواعی سے یعنی تقبیل اور مساس سے کذا فی شرح المجمع اور روک دینا اپنے سفر سے جانے سے اگرچہ روکا ہو عورت نے اس وطی یا خلوت کے بعد

Marfat.com

جو اس کی رضامندی سے ہو چکی یعنی عورت کو مہر معجل کے لینے کے واسطے دخلی اور سفر سے روکنا پہنچتا ہے اگرچہ اس کی خوشی سے ایک بار دخلی ہو چکی ہو یا خلوت ہو چکی ہو تو بھی اس کو منع کرنے کا حق ثابت ہے اس واسطے کہ ہر دخلی مہر پر معقود ہے یعنی ہر دخلی پر جدا جدا مہر لازم ہے تو تسلیم بعض کی موجب نہیں تسلیم باقی کی لاخذ ما بین لتعجیلہ من المہر کلا او بعضا او اخذ قدر ما یحل لمثلہا عرفا یفتی لان المعروف کالمشروط ان لم یحل او یعجل کلہ فکما تشرط الان الصریح بفوق الدلالۃ عورت کو جائز ہے روک دینا دخلی کا واسطے لینے اس مہر کے جس کا جلد دینا بیان ہو چکا ہے کل مہر ہو یا بعض یا واسطے لینے اس قدر مہر کے جو جلد دیا جاتا ہے اس سے عورت کو عرف میں اسی کا فتوی ہے اس واسطے کہ مروج مثل مشروط کے ہے رواج کا اعتبار ہے اگر کل مہر کی مدت یا تعجیل نہ مقرر ہو گئی ہو اور اگر کل مہر کی مدت مقرر ہو چکی ہو تو ویسا ہی کرنا چاہیے جیسا کہ دونوں نے شرط کیا یعنی مہر موجل میں عورت کو منع کرنا دخلی سے نہیں پہنچتا اور معجل میں پہنچتا ہے مشروط مروج پر اس واسطے کہ مقدم ہوا صریح فائق ہے دلالت پر معلوم ہوا کہ کل مہر کی بھی تاجیل درست ہے بخلاف منظومہ کے کہ اس نے اپنے فتاوی میں عدم صحت مذکور کی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا جہل الاجل جہالۃ فاحشۃ فیجب حالا غایۃ البیان الا التاجیل لطلاق او موت فیصح للعرف بزازیۃ مہر موجل میں عورت کو حق منع دخلی کا نہیں مگر اس وقت جب کہ مدت مجہول ہو جہالت فاحشہ کو جیسے مہر کی مدت مقرر ہوئی ہو زوج کی کشائش تک یا آندھی چلنے تک یا پانی برسنے تک کہ ان چیزوں کا ایک وقت مقرر نہیں تو ایسی مدت میں مہر فی الحال واجب ہو گا کذا فی غایۃ البیان لیکن اگر مہر کی مدت طلاق ہونے تک یا موت تک مقرر ہو تو صحیح ہے حالانکہ اس میں بھی جہالت فاحشہ ہے کہ ہرگز طلاق اور موت کا وقت معین نہیں مگر صحیح ہے بسبب رواج کے کذا فی البزازیہ زاہدی نے کہا کہ تاخیر مہر کی موت اور طلاق تک خوارزم میں عادت ماثورہ اور شریعت معروفہ ہو گئی ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی م اکثر بلاد ہندوستان میں بھی ایسا مروج ہے بلکہ اگر مروج مہر دینے کا ارادہ کرے تو عورت ہرگز نہیں لیتی نادانی سے جانتی ہے کہ مہر لینے سے نکاح فسخ ہو جاوے گا وعند الثانی لہا منعہ ان اجل کلہ وبہ یفتی استحسانا ولوالجیہ اور ابو یوسف سے منقول ہے کہ عورت کو منع دخلی کا حق ہے اگر کل مہر کی مدت مقرر ہو گئی ہو اور اسی پر فتوی ہے بدلیل استحسان کے کذا فی الولوالجیہ دلیل استحسانی یہ ہے کہ جب زوج نے سب مہر کی مدت مقرر کی تو گویا اپنے حق استمتاع کے ساقط ہونے پر راضی ہو گیا اس واسطے مہر بدلا ہے استمتاع کا خلاصہ میں ہے کہ استاد ظہیر الدین کا فتوی عدم امتناع پر ہے اور صدر شہید کا فتوی جواز امتناع پر ہے بحر الرائق میں کہا تو معلوم ہوا کہ اس میں فتوی مختلف ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی النہر تزوجہا علی مائۃ علی حکم الحلول علی ان یعجل اربعین لہا منعہ حتی تقبضہ اور نہر الفائق میں ہے کہ اگر نکاح کیا عورت نے سو درم مہر کا بشرط انقضاء مدت معین کے اس شرط پر کہ چالیس درم جلد ادا کر دے گا تو عورت کو جائز ہے منع کرنا دخلی وغیرہ کا زوج سے یہاں تک کہ باقی درموں کو بھی قبضہ کرلے ولہا النفقۃ بعد المنع اور ثابت ہے عورت کے واسطے نفقہ بعد منع کے بھی نزدیک امام کے بشرطیکہ قبل مطالبہ کے خلوت یا دخول رضامندی سے ہو چکا ہو ولہا السفر والخروج من بیت زوجہا لحاجۃ ولہا زیارۃ اہلہا بلا اذنہ مالم تقبضہ ای المعجل اور جائز ہے عورت کو سفر کرنا اور شوہر کے گھر سے نکلنا حاجت کے واسطے تو بے حاجت نکلنا جائز نہیں اور جائز ہے عورت کو زیارۃ کرنا اپنے اقربا کی بدون اذن زوج کے جب تک کہ مہر معجل نہ پا جاوے فلا تخرج الا لحق لہا او علیہا او لزیارۃ ابویہا کل جمعۃ مرۃ او المحارم کل سنۃ او لکونہا قابلۃ او غاسلۃ لا فیما عدا ذلک وان اذن کانا غاصبین اور جب مہر معجل پا چکی ہو تو گھر سے نہ نکلے مگر بسبب حق کے عورت کا حق کسی پر ہو یا کسی کا حق عورت پر ہو یعنی اگر عورت کا قرض کسی پر ہو یا کسی کا قرض عورت پر ہو تو اس کا نکلنا درست ہے زوج کی اجازت ہو یا نہ ہو یا عورت نکلے واسطے زیارت ماں باپ کے ہر ہفتہ میں ایک بار یا محارم کی ملاقات کے واسطے نکلے ہر سال اگرچہ زوج منع کرے کذا فی فتح القدیر یا عورت دائی جنائی ہو یا مردہ شو تو بھی نکلنا درست ہے لیکن دائی اور مردہ شو کو زوج منع کر سکتا ہے نہ نکلے ان کے سوا میں یعنی سوائے قرض اور زیارت والدین محارم کے اور لڑکا جنانے اور مردہ نہلانے کے اور کسی کام کے واسطے نکلنا عورت کا جائز نہیں اور اگر زوج سوائے ان امور کے نکلنے کی اجازت دے گا تو زوج اور زوجہ دونوں گناہ گار ہوں گے والمعتمد جواز الحمام بلا تزئین اشباہ وسیجئ فی النفقۃ اور قول معتمد یہ ہے

Marfat.com

کہ عورت کا حمام میں جانا درست ہے بدون آرائش اور عطر ملنے کے کذانی الاشباہ اور عنقریب مسائل خروج عورت کے باب النفقہ میں بھی آوے گا محقق ابن ہمام نے کہا کہ جہاں عورت کا نکلنا درست ہے وہاں یہی شرط ہے کہ آرائش اور سنگار نہ کرے بلکہ ایسی صورت بگاڑ کے نکلے کہ مردوں کی نظر اس پر نہ پڑے اور چند احادیث نسائی اور ترمذی اور حاکم میں در باب حمام وارد ہوئی ہیں ازانجملہ یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب تم پر ملک عجم فتح ہوگا اور وہاں تم چند بیوت پاؤ گے ان کو حمام کہتے ہیں تو مرد اس میں نہ جاویں بدون ازار کے اور عورتوں کو اس میں نہ جانے دو سوائے مریضہ اور نفاس والی کے کذانی حاشیۃ المدنی **ولیسافر بہا بعد اداء کلہ موجلا او معجلا اذا کان مامونا علیہا والا لیو کلہ ادلم یکن مامونا لایسافر بہا** یعنی کما فی شرح المجمع واختارہ فی الملتقی الابحر ومجمع الفتاوی واعتمد المصنف وبہ افتی شیخنا الرملی اور سفر میں ساتھ لے جائے عورت کو تین منزل یا زیادہ بعد ادا کرنے کل مہر کے موجل ہو یا معجل ہو جب کہ زوج پر اطمینان ہو عورت کی طرف سے یعنی سفر میں ایذا رسانی کا خوف نہ ہو اور اگر کل مہر ادا نہ کیا اور زوج لائق اطمینان کے نہ ہو تو عورت کو سفر میں نہ لے جائے اور اسی قول پر فتوی ہے کذانی شرح مجمع اور اسی کو پسند کیا ملتقی نے الابحر اور مجمع الفتاوی میں اور مصنف نے اپنی شرح میں اسی پر اعتماد کیا ہے اور اسی پر فتوی دیا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے لکن فی القہستانی والذی علیہ العمل فی دیارنا انہ لایسافر بہا جبرا علیہا وجزم بہ البزازی وغیرہ وفی المختار علیہ الفتوی وفی الفصول یفتی بما یقع عندہ من المصلحۃ لیکن نہر الفائق میں ہے جس پر عمل ہے ہمارے ملک یعنی مصر میں وہ یہ ہے کہ عورت کو سفر میں نہ لے جائے اس پر زبردستی کر کے یعنی سفر عورت کی خوشی پر موقوف ہے اور اسی قول کی حقیقت پر یقین کیا ہے بزازی وغیرہ نے اور مختار میں ہے کہ اسی پر فتوی ہے اور فصول میں ہے کہ فتوی دے مفتی جو اس کے نزدیک مصلحت اور مناسب معلوم ہو یعنی اگر زوج امانت دار اور صالح ہو اور نہ جانے میں عورت کی سرکشی معلوم ہو تو سفر میں لے جانے کا فتوی دے والا نہ لے جانے کا فتوی دے کذانی حاشیۃ الطحطاوی **ویقلہا فیما دون مدۃ** ای السفر **من المصر القریۃ وبالعکس ومن قریۃ بقریۃ لانہ لیس بغربۃ وقیدہ فی التاتارخانیہ بقریۃ یمکنہ الرجوع قبل اللیل الی وطنہ واطلقہ فی الکافی وعلیہ الفتوی** اور لے جاوے زوج زوجہ کو وہاں جو مدت سفر سے کم ہو یعنی تین منزل سے کم ہو خواہ شہر سے گاؤں کی طرف لے جاوے خواہ گاؤں سے شہر میں لاوے اور ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں میں لے جاوے اس واسطے کہ اتنی دور جانا غربت نہیں اور قید لگائی ہے فتاوی تاتارخانیہ میں گاؤں کی یعنی ایسے گاؤں تک لے جانا جائز ہے کہ ممکن ہو پلٹ آنا زوج کو رات کے آنے سے پہلے اپنے وطن تک اور کافی میں اس کو مطلق رکھا ہے یوں کہہ کر اسی پر فتوی ہے **وان اختلفا فی المہر ففی اصلہ حلف منکر التسمیۃ فان نکل ثبت وان حلف یجب مہر المثل** اور اگر اختلاف کیا زوجین نے مہر میں سو اگر اختلاف اصل مہر میں کیا اس طرح کہ ایک نے کہا کہ مہر معین تھا اور دوسرے نے کہا نہیں حالانکہ دونوں گواہ لانے سے عاجز ہیں تو قسم کھاوے منکر تسمیہ کا سو اگر منکر نے قسم سے انکار کیا تو دعوی تسمیہ کا ثابت ہوگا اور اگر منکر نے قسم کھائی تو واجب ہوگا مہر مثل لیکن اگر عورت مدعی ہے تو مہر مثل اس کے دعوی سے زیادہ نہ دیا جائے گا مثلاً عورت نے کہا تھا کہ مہر میرا ہزار تھا اور مہر مثل دو ہزار ہے تو ایک ہزار سو دو پاوے گی نہ دو ہزار اور اگر مرد مدعی تھا تو مہر مثل اس کے دعوی سے کم نہ کیا جاوے گا مثلاً مہر مثل ایک ہزار تھا اور مرد مدعی دو ہزار کا ہے تو وہی ہزار اس سے دلائے جاویں گے کذانی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البدائع **وفی المہر بحلف اجماعا** اور مہر میں منکر پر قسم ہے باتفاق امام اور صاحبین کے لفظ اجماع سے ماتن نے رد کیا قول صدر الشریعت کا کہ اس نے کہا کہ منکر پر قسم ہے صاحبین کے نزدیک نہ امام اعظم کے نزدیک اس واسطے کہ امام کے نزدیک نکاح میں قسم نہیں صاحب بحر الرائق وغیرہ نے جواب دیا کہ یہاں اصل نکاح پر قسم نہیں بلکہ مال پر قسم ہے تو بالاجماع منکر مہر پر قسم ثابت ہوئی کذانی حاشیۃ المدنی والطحطاوی **وان اختلفا فی قدرہ حال قیام النکاح فالقول لمن شہد لہ مہر المثل یمینا** اور اگر اختلاف کیا زوجین نے مقدار مہر میں قیام نکاح کے وقت تو قول اسی کا معتبر ہے جس کی گواہی دے مہر مثل ساتھ قسم کے تو اگر مہر مثل زوج کے دعوی سے برابر ہو یا کم تو

Marfat.com

زوج کا قول معتبر ہوگا قسم کے ساتھ اور اگر مہر مثل زوجہ کے دعوی سے برابر ہو یا زیادہ تو زوجہ کا قول مع الیمین معتبر ہوگا وای اقام بینۃ قبلت سواء شہدلہ مہر المثل اولہا اولا اور اختلاف مقدار میں زوج میں سے جو اپنے شاہد قائم کرے گا مقبول ہوں گے خواہ مہر مثل زوج کی شہادت دے یا زوجہ کی یا دونوں کا شاہد نہ ہو یعنی گواہوں کے ہونے مہر مثل کی موافقت اور عدم موافقت کا کچھ اعتبار نہیں وان اقاما البینۃ فبینتہا مقدۃ ان شہدلہ مہر المثل وبینتہ مقدمۃ ان شہدلہا مہر المثل لان البینات لاثبات خلاف الظاہر اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو گواہ عورت کے مقدم ہوں گے اگر مہر مثل مرد کے دعوی سے موافق ہو اور گواہ مرد کے مقدم ہیں اگر مہر مثل عورت کے دعوی سے مطابق ہو اس واسطے کہ گواہ مقرر ہوئے ہیں واسطے ثابت کرنے خلاف ظاہر کے اور ظاہر کے خلاف اسی کا دعوی ہے جو مہر مثل سے موافق نہ ہو وان کان مہر المثل بینہما تحالفا اور اگر مہر مثل دونوں کے مابین ہو تو دونوں سے قسم لی جاوے مثلاً عورت دو ہزار کے مہر کی مدعی ہو اور مرد ایک ہزار کا اور مہر مثل ہو پندرہ سو تو مہر مثل کسی کے موافق نہ ہو بلکہ دونوں کے درمیان میں پڑا تو دونوں پر قسم آوے گی مرد اس طرح قسم کھاوے کہ واللہ میں نے دو ہزار پر نکاح نہیں کیا اور عورت اس طرح قسم کھاوے کہ واللہ میں نے ایک ہزار پر نکاح نہیں کیا فان حلفا او برہنا قضی بہ سو اگر دونوں نے قسم کھائی یا دونوں گواہ لائے تو حکم کرے گا قاضی مہر مثل پر یعنی مہر مثل دلاوے گا اس واسطے کہ دونوں کی قسم اور گواہ برابر ہیں کسی کا دعوی ثابت نہیں ہو سکتا وان برہن احدہما قبل برہانہ لانہ ورد دعوۃ اور اگر دونوں میں سے کوئی ایک گواہ لایا تو مقبول ہوں گے اس کے گواہ اس واسطے کہ اس نے اپنے دعوی کو روشن اور ظاہر کر دیا وفی الطلاق قبل الوطی حکم متعۃ المثل لو المسمی دینا وان عینا کمسئلۃ العبد والجاریۃ فلہا المتعۃ بلا تحکیم الا ان یرضی الزوج بنصف الجاریۃ اور طلاق قبل وطی میں فیصلہ مقرر ہوگا متعہ مثل پر یعنی اگر اختلاف ہوا زوجین میں بعد طلاق قبل وطی کے تو متعہ مثل جس کے دعوی سے مطابق ہوگا اسی کے قول کا اعتبار ہوگا قسم کے ساتھ بشرطیکہ مہر مسمی دین ہو جیسے درم یا دینار اور اگر مہر مسمی عین ہو یعنی مثلی ہو قیمتی چیز ہو جیسے مسئلہ غلام اور لونڈی کا مثلاً زوج کہتا ہو کہ مہر غلام تھا اور زوجہ کہتی ہو کہ مہر لونڈی تھی تو زوجہ کو متعہ مثل ملے گا بدون تحکیم کے مگر اس صورت میں متعہ مثل کی حاجت نہیں اگر زوج راضی ہو جائے نصف جاریہ پر وای اقام بینۃ قبلت اور دونوں میں سے جو گواہ لاوے گا تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے فان اقاما فبینتہا اولی ان شہدت لہ المتعۃ وبینتہ ان شہدت لہا سو اگر دونوں گواہ لائے تو عورت کے گواہ اولی ہیں اگر موافق ہو متعہ مثل کا مرد کے اور گواہ مرد کے اولی ہیں اگر مطابق ہو متعہ عورت کے اس واسطے کہ گواہ خلاف ظاہر کو اثبات کرتے ہیں وان کانت المتعۃ بینہما تحالفا وان حلفا وجب متعۃ المثل اور اگر متعہ مثل دونوں کے مابین میں واقع ہو یعنی نصف دعوی زوج سے زیادہ ہو اور نصف دعوی زوجہ سے کم ہو تو دونوں سے قسم لی جائے گی اور اگر دونوں نے قسم کھائی تو متعہ مثل کا واجب ہوگا وموت احدہما کحیوتہما فی الحکم اصلا وقدرا لعدم سقوطہ بموت احدہما اور دونوں میں کسی کا مرنا ان کے زندہ ہونے کے برابر ہے حکم خواہ اختلاف اصل مہر میں ہو یا مقدار بسبب ساقط نہ ہونے مہر مثل کے ایک کی موت سے وبعد موتہما ففی القدر القول لورثتہ اور اگر دونوں کے مرنے کے بعد اختلاف ہو وارثوں میں تو مقدار مہر کی اختلاف میں زوج کے وارثوں کا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے وفی اصل القول لمنکر التسمیۃ اور اصل مہر کے اختلاف میں منکر تسمیہ کا قول معتبر ہوگا یعنی زوج کے وارثوں کا اس واسطے کہ اگر عورت کے وارث تسمیہ مہر کے منکر ہوں تو ان کا حق ثابت ہوتا ہے لم یقض بشیء مالم یبرہن علی التسمیۃ یعنی بعد موت زوجین کے اختلاف پڑا اصل تسمیہ مہر میں تو کچھ حکم نہ کیا جاوے گا جب تک کہ گواہ نہ قائم کیے جاویں گے تسمیہ پر یعنی بدون گواہوں کے مہر مثل پر فیصلہ نہ ہوگا نزدیک امام کے اس واسطے کہ مرنا زوجہ کا دلالت کرتا ہے کہ اس کی ممسر عورتیں بھی مر گئیں تو قاضی کس عورت کے مہر کو مہر مثل ٹھہرا دے کذا فی الہدایہ اس دلیل سے معلوم ہوا کہ مہر مثل کا اعتبار کرنا اس صورت میں ہے جب زوجین کی موت کا زمانہ بہت گذر گیا ہو اور زمانہ قریب ہوگا تو مہر مثل پر فیصلہ ہوگا کذا فی حاشیۃ الدنی

Marfat.com

والطحطاوی ناقلا عن البحر وقالا یقضی بمہر المثل کحال الحیوٰۃ وبہ یفتی اور کہا صاحبین نے بعد موت زوجین کے بھی مہر مثل پر حکم ہوگا مانند حال زندگی کے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی قاضی خان لیکن اگر زوج کے وارث گواہ لاویں ادائے مہر یا زوجہ کے اقرار پر یا اس کے اقرار پر کہ ہم مہر پا چکے تو اس صورت میں مہر مثل کے اعتبار کی کچھ حاجت نہیں وہذا کلہ اذا لم تسلم نفسہا اور یہ سب اس صورت میں ہے جب کہ زوجہ نے اپنی ذات بخوشی زوج کو نہ تسلیم کی ہو یعنی تحکیم مہر مثل اختلاف قدر مہر میں زوجین کی حیات میں یا ایک کی حیات یا دونوں کی موت میں یا اختلاف اصل مہر میں درصورت عدم تسلیم ہے فان سلمت وقع الاختلاف فی الحالین الحیوٰۃ وبعدہا لا یحکم بمہر المثل لانہا لا تسلم نفسہا الا بعد تعجیل شیٔ عادۃ پھر اگر زوجہ نے اپنی ذات تسلیم کی زوج کو اور واقع ہوا اختلاف دو حال میں یعنی زندگی میں اور بعد اس کے تو نہ فیصلہ ہوگا مہر مثل پر اس واسطے کہ عورت اپنی ذات تسلیم نہیں کرتی مگر کچھ مہر معجل لینے کے بعد بطور رواج کے اور تعجیل مہر کی دلیل ہے تسمیہ مہر کی اور تسمیہ کے ہوتے مہر مثل کا اعتبار نہیں لیکن یہ اس صورت میں ہے جہاں عادت ہو مہر تعجیل کی اور جہاں کل مہر کی تاخیر ہوتی ہو طلاق یا موت تک جیسے خوارزم میں تو وہاں تسلیم اور عدم تسلیم دونوں برابر ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن القاسمیۃ بل یقال لہا لا بد ان تقری بما تعجلت والا قضینا علیک بالمتعارف تعجیلہ ثم یعمل فی الباقی کما ذکرنا وہذا اذا ادعی لزوج ایصال الیہا بحر بلکہ عورت سے یا اس کے وارثوں سے کہا جائے گا کہ بالضرور تجھ کو مہر معجل پانے کا اقرار کرنا ہوگا اور نہیں تو ہم تجھ پر حکم کریں گے تعجیل متعارف کا چنانچہ مصر میں دو ثلث مہر معجل دینے کا رواج ہے پھر بعد وضع متعارف کے عمل کیا جائے گا باقی مہر میں یعنی مثلاً ثلث میں جیسا کہ ہم نے بیان کیا اور یہ اس وقت ہے جب زوج نے کچھ عورت کو دینے کا وعدہ کیا کذا فی البحر یعنی متعارف التعجیل پر فیصلہ اس وقت ہوگا جب زوج کچھ ادا کرنے کا مدعی ہو اور اگر زوج مدعی نہ ہوگا تو متعارف پر فیصلہ نہ ہوگا بلکہ سابق کی تفصیل پر عمل ہوگا اور قضا بالمتعارف بحر الرائق اور نہر الفائق میں محیط سے منقول ہے اور یہی قول ہے فقیہ ابو اللیث کا اور قاضی خان کے نزدیک یہ قول مسلم نہیں واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی ولو بعث الی امرأتہ شیئا ولم یذکر جہۃ عند الدفع غیر جہۃ المہر کقولہ لشمع او حناء ثم قال انہ من المہر لم یقبل قنیۃ لوقوعہ ہدیۃ فلا ینقلب مہرا اور اگر بھیجا زوج نے اپنی عورت کو کچھ نقد یا جنس اور نہ بیان کیا دینے کے وقت کسی وجہ کو جو مغائر ہو جہت مہر کی یعنی دینے کے وقت مہر یا غیر مہر کچھ ذکر نہ کیا سو اگر غیر مہر کو ذکر کیا مثلاً یوں کہا کہ اس نقد کو شمع میں صرف کر دیا مہندی میں پھر زوج نے کہا کہ وہ تو مہر میں تھی تو اس کا قول مقبول نہ ہوگا کذا فی القنیۃ اس واسطے کہ وہ چیز ہدیہ ہو چکی تو مہر نہ ہو سکے گی اور اگر قبل عقد کے کچھ بھیجا تھا تو اس کا بعینہ پھیر لینا درست ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فقالت ہو ای المبعوث ہدیۃ وقال ہو من المہر او من الکسوۃ او عاریۃ فالقول لہ بیمینہ والبینۃ لہا سو کہا عورت نے وہ بھیجی چیز ہدیہ ہے اور کہا زوج نے کہ وہ مہر میں ہے یا از قسم لباس ہے یا عاریت ہے تو قول زوج کا معتبر ہوگا ساتھ قسم کے اور اگر وہ دونوں گواہ لائے تو عورت کے گواہ مقدم ہوں گے فان حلف والمبعوث قائم فلہا ان تردہ او ترجع بباقی المہر ذکرہ ابن کمال پھر اگر قسم کھائی زوج نے اور بھیجی چیز موجود ہے تو عورت کو اختیار ہے کہ اس کو پھیر دے اور اپنا باقی مہر زوج سے لے چنانچہ ابن کمال نے اس کو بیان کیا ولو عوضتہ ثم ادعاہ عاریۃ فلہا ان تسترد العوض من جنس زیلعی اور اگر زوج نے ہدیہ بھیجا عورت کی طرف اور عوض میں عورت نے بھیجا زوج کی طرف پھر عورت کا زفاف ہوا پھر مرد نے اس کو جدا کیا پھر دعوی کیا کہ وہ چیز عاریت ہے تو جائز ہے عورت کو کہ عوض کی چیز کو پھیر لے عوض کی جنس سے کذا فی الزیلعی لفظ من جنسہ کا زیلعی اور بحر الرائق میں نہیں اور فتاوی عالمگیری میں یوں ہے کان للمراۃ ان تسترد منہ ما عوضتہ علیہ کذا فی حاشیۃ المدنی فی غیر المہیا للاکل کثیاب وشاۃ حیۃ وسمن وعسل وما بقی شہرا اخی زادہ اختلاف زوجین میں زوج کا قول معتبر ہوگا اس میں جو کھانے کے واسطے مہیا نہیں جیسے کپڑے اور زندہ بکری اور گھی اور شہد اور جو چیز کہ مہینہ بھر باقی رہے اور نہ سڑے کذا ذکرہ اخی زادہ والقول لہا بیمینہا فی المہیا لہ کخبز ولحم مشوی لان الظاہر یکذبہ ولذا قال الفقیہ المختار انہ یصدق فیما لا یجب علیہ کخف وملاءۃ فیما یجب کخمار ودرع یعنی ما لم یدع انہ کسوۃ لان الظاہر معہ اور قول زوجہ کا معتبر ہے قسم کے ساتھ اس میں جو کھانے کے واسطے مہیا ہے

Marfat.com

جیسے روٹی اور بھونا گوشت عورت کا قول کھانے کی چیزوں میں اس واسطے معتبر ہوا کہ ظاہر حال زوج کا جھٹلاتا ہے یعنی روٹی اور پختہ گوشت کوئی مہر
میں نہیں دیتا اور اسی واسطے فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ مختار یہ ہے کہ زوج کی تصدیق اس میں ہوگی جو زوج پر واجب نہیں جیسے موزہ اور چادر یا باریک کپڑا
تو اس میں تصدیق ہوگی جو اس پر واجب ہے جیسے اوڑھنی اور قمیص یعنی جب تک زوج نے اس کا دعویٰ نہ کیا ہو کہ اوڑھنی اور قمیص کو پوشاک میں
دیا ہے اور اگر پوشاک کا دعویٰ کیا زوج نے اور زوجہ نے کہا کہ پوشاک نہیں بلکہ ہدیہ ہے تو اس صورت میں زوج ہی کا قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ
ظاہر حال زوج کا مصدق ہے خطب بنت رجل وبعث الیہا اشیاء ولم یزوجہا ابوہا فما بعث المہر یسترد عینہ قائما فقط وان تغیر بالاستعمال وقیمتہ
ہالکا لانہ معاوضۃ ولم تتم فجاز الاسترداد منگنی کی ایک مرد کی بیٹی سے اور بھیجا زوج نے عورت کی طرف چند اشیا کو اور عورت کے باپ نے عورت کا نکاح نہ
کیا تو جو چیز مہر کے واسطے بھیجی ہو اور وہ موجود بھی ہو تو فقط اسی کو پھیر لے نہ اس کی قیمت کو اگرچہ متغیر ہو گئی ہو استعمال سے یا قیمت اس کی پھیر لے اگر نہ موجود ہو
اس واسطے پھیر لے کہ یہ تو بدلا تھا سو پورا نہ ہوا تو پھیر لینا جائز ہوا وکذا یسترد ما بعث ہدیۃ وہو قائم دون الہالک والمستہلک لان فیہ معنی الہبۃ اور اسی
طرح اس کو پھیر لے جو بطریق تحفہ کے بھیجا اور وہ موجود بھی ہو نہ پھیری ہالک اور مستہلک کو ہالک وہ جو آپ بگڑ گیا جیسے میوہ سڑ گیا اور مستہلک وہ جو دوسرے
کے فعل سے معدوم ہوا جیسے شیرینی کسی نے کھالی ہالک اور مستہلک کا پھیر لینا اس واسطے جائز نہ ہوا کہ تحفہ دینے میں معنی ہبہ کے موجود ہیں اور موہوب
جب ہالک اور مستہلک ہوا تو اس کا پھیر لینا درست نہیں ولو ادعت انہ ای المبعوث من المہر وقال ہو ودیعۃ فان کان من جنس المہر فالقول
لہا وان کان من خلافہ فالقول لہ بشہادۃ الظاہر اور اگر دعویٰ کیا عورت نے کہ بھیجی چیز مہر ہے اور کہا زوج نے کہ وہ امانت ہے تو اگر وہ چیز مہر
کی جنس سے ہو جیسے مہر مسمی میں روپیہ اور اشرفی تو عورت کا قول معتبر ہوگا اور اگر وہ چیز مخالف ہے جنس مہر کے جیسے مہر تھا درم اور زوج نے فرش یا
کپڑا بھیجا تو زوج کا قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ دونوں صورتوں میں ظاہر حال دونوں کا گواہ ہے انفق رجل علی معتدۃ الغیر بشرط ان یتزوجہا
بعد عدتہا ان تزوجتہ لا رجوع مطلقا وان ابت فلہ الرجوع ان کان دفع لہا وان اکلت معہ فلا مطلقا بحر عن العمادیۃ خرچ کیا ایک مرد نے
غیر کی معتدہ پر اس شرط سے کہ نکاح کرے گا اس سے بعد عدت کے تو اگر عورت نے اس مرد سے نکاح کر لیا تو خرچ کا پھیر لینا مطلقا نہیں خواہ دونوں
ساتھ کھاتے ہوں یا علیحدہ اور اگر عورت نے نکاح سے انکار کیا تو مرد کو خرچ کا پھیر لینا پہنچتا ہے اگر عورت کو دیا ہو اور اگر عورت مرد کے ساتھ کھاتی
ہو تو مطلقا پھیر لینا نہیں خواہ نکاح کیا ہو یا نہ کیا ہو کذا فی البحر عن العمادیۃ وفیہ عن المبتغی جہز ابنتہ بجہاز وسلمہا ذلک لیس لہ الاسترداد منہا
ولا لورثتہ بعدہ ان سلمہا ذلک فی صحتہ بل تختص بہ وبہ یفتی اور بحر الرائق میں مبتغی سے منقول ہے باپ نے اپنی بیٹی کو جہیز دیا اور اس کے قبضہ میں کر دیا تو
اس کو پھیر لینا اس سے نہیں پہنچتا اور نہ باپ کے وارثوں کو بعد مرنے باپ کے اگر بیٹی کو جہیز تسلیم کیا ہو باپ نے اپنی صحت میں بلکہ اس جہیز کی ملکیت
بیٹی کو مخصوص ہوگی اور اسی پر فتویٰ ہے اور جہیز تسلیم نہیں کیا تو پھیر لے سکتا ہے اس واسطے کہ تملیک بدون تسلیم کے تمام نہیں ہوتی اور اسی طرح
اگر مرض الموت میں باپ نے جہیز تسلیم کیا تو وہ وصیت ہوگی اور وصیت وارث کے حق میں درست نہیں وکذا لو اشتراہ لہا فی صغرہا ولو الجیۃ اور اسی
طرح اگر استرداد نہ ہوگا اگر باپ نے جہیز کو مول لیا صغیرہ بیٹی کے واسطے کذا فی الولوالجیۃ اس صورت میں تسلیم کی حاجت نہیں اس واسطے کہ باپ کا
قبضہ قائم مقام صغیرہ کے قبضہ کے ہے والحیلۃ ان یشہد عند التسلیم الیہا انہ انما سلمہ عاریۃ اور حیلہ استرداد کا یہ ہے کہ گواہ کرے باپ بیٹی کے جہیز
دینے کے وقت اس پر کہ جہیز کو بطور عاریت ہی دیا ہے والاحوط ان یشتریہ منہا ثم تبریہ درر اور زیادہ تر احتیاط حیلہ استرداد میں یہ ہے کہ باپ جہیز
کو بیٹی سے مول لے پھر بیٹی قیمت سے ابرا کرے کذا فی الدرر اخذ اہل المرأۃ شیئا عند التسلیم فللزوج ان یستردہ انہ رشوۃ زوجہ کے
لوگوں نے کچھ لیا تسلیم زوجہ کے وقت مثلاً بھائی نے بدون لیے رخصت نہ کیا تو زوج اس کو پھیر لے سکتا ہے اس واسطے کہ یہ رشوت ہے

Marfat.com

جہزا بنتہ ثم ادعی ان ما دفعہ الیہا عاریۃ وقالت ہو تملیک او قال الزوج ذلک لبعد موتہا لیرث منہ وقال الاب او ورثتہ بعدہ
فالمعتمد ان القول للزوج ولہا اذا کان العرف مستمرا ان الاب یدفع مثلہ جہازا لا عاریۃ اور جہیز دیا اپنی بیٹی کو پھر دعوی کیا کہ اس کو تو عاریۃ
ہی دیا ہے اور بیٹی نے کہا کہ وہ تملیک ہے یا زوج نے بھی کہا بعد مرنے زوجہ کے تاکہ جہیز کا وارث ہو اور باپ نے یا اس کے وارثوں نے اس کے
مرنے کے بعد کہا کہ عاریت ہے تو قول زوج اور بیٹی کا معتمد ہوگا جب رواج دائمی عموماً اسی کا ہو کہ باپ اتنا مال جہیز میں دیا کرتا ہو نہ بطور عاریت کے
واما ان کان مشترکا بمصر والشام فالقول للاب کما لو کان اکثر ہما یجہز بہ مثلہا اور اگر رواج مشترک ہو یعنی بعضے جہیز دیتے ہوں اور بعضے عاریت تو قول باپ
کا معتبر ہوگا چنانچہ اگر جہیز زیادہ تر ہے اس سے جو اس جیسی عورت کو ملا کرتا ہے یعنی رواج سے جہیز زیادہ تر دیا تو سوائے زوج کے زیادتی میں
کا قول معتمد ہوگا والام کالاب فی تجہیز ہا وکذا ولی الصغیرۃ شرح وہبانیۃ اور ماں مثل باپ کے ہے بیٹی کے جہیز میں اور اسی طرح صغیرہ کا ولی کذا فی
الوہبانیہ یعنی اگر ماں نے جہیز تسلیم کر دیا تو استرداد نہیں کر سکتی اور دعوی عاریت میں ماں اور ولی صغیرہ کا وہی حکم ہے جو باپ کا حکم معلوم ہوا واستحسن
فی النہر تبعا لقاضی خان ان الاب ان کان من الاشراف لم یقبل قولہ انہ عاریۃ اور مستحسن جانا ہے نہر الفائق میں قاضی خاں کی پیروی سے یہ کہ باپ اشراف
میں سے ہے تو اس کا یہ قول مقبول نہ ہوگا کہ جہیز عاریت ہے ولو دفعت فی تجہیز الا بنتہا اشیاء من امتعۃ الاب بجہزتہ وعلمہ وکان
وزفت الی الزوج فلیس للاب ان یسترد ذلک من ابنتہ لجریان العرف بہ اور اگر ماں نے بیٹی کے جہیز میں کچھ چیزیں دیں باپ کے اس
سے اس کے حضور اور دانست میں اور وہ ساکت رہا اور بیٹی زوج کے گھر پہنچائی گئی تو باپ کو نہیں پہنچتا کہ اس جہیز کو پھیر لے اپنی بیٹی سے بسبب
جاری ہونے رواج کے اس پر یعنی مروج یہی ہے کہ باپ جہیز کو ماں پر سپرد کرتا ہے وکذا لو انفقت الام فی جہازہا ما ہو معتاد والاب
ساکت لا تضمن الام وہما من المسائل السبع والثلاثین بل الثمان واربعین علی ما فی زواہر الجواہر التی السکوت فیہا کالنطق اور اسی طرح اگر خرچ کیا
ماں نے بیٹی کے جہیز میں اس قدر جس کی عادت ہے اور باپ ساکت ہے تو ماں پر ضمان نہیں اور یہ دونوں مسئلے ان سینتیس بلکہ اڑتالیس مسئلوں
میں سے ہیں جن میں سکوت برابر نطق کے ہے کذا فی زواہر الجواہر فروع مسائل ملحقہ شارح کے لو زفت الیہ بلا جہاز یلیق بہ فلہ مطالبۃ الاب بالنقد فتح
اگر پہنچائی گئی زوجہ زوج کی طرف بدون ایسے جہیز کے جو لائق ہو زوج کے تو زوج کو جائز ہے مطالبہ باپ کے نقد مال میں کذا فی التبیین یہ حکم اس صورت
میں مخصوص ہے جہاں عادت ہو کہ دلی زوجہ کا زوج سے کچھ نقد لیتا ہو نکاح کے سامان کے واسطے پھر کچھ سامان زوج کا تیار کرتا ہو اور کچھ زوجہ
کا تو ایسی صورت میں اگر زوج کے لائق دینے کے باپ نے نہ کچھ دیا تو زوج کو نقد مال پھیر لینا پہنچتا ہے اور اسی طرح عورت کو اپنے جہیز کا مطالبہ پہنچتا
ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر زاد فی البحر عن المبتغی الا اذا سکت طویلا فلا خصومۃ لہ اور بحر الرائق میں یہ مضمون زیادہ نقل کیا ہے مبتغی سے مگر جب
زوج جب رہا مطالبہ سے مدت تک تو اس کو نزاع کرنا نہیں پہنچتا اس واسطے زمان طویل تک ساکت رہنا دلیل ہے رضامندی کی لکن فی النہر
عن البزازیۃ الصحیح انہ لا یرجع علی الاب بشیء لان المال فی النکاح غیر مقصود لیکن نہر الفائق میں بزازیہ سے منقول ہے کہ صحیح یہ قول ہے کہ زوج باپ سے
کچھ نہ پھیرے اس واسطے کہ مال نکاح میں مقصود نہیں کہا سید احمد طحطاوی نے کہ یہ تصحیح مخالف ہے عرف کے اس واسطے کہ لوگوں میں قلت جہیز اور
کثرت مہر ننگ وعار ہے اور مال کا بالکل نکاح میں مقصود نہ ہونا بھی علی الاطلاق صحیح نہیں کہ حق تعالی نے طلب نکاح کی بعوض مال کے مباح کی
نکح ذمی او مستامن ذمیۃ او حربی حربیۃ بمیتۃ او بلا مہر بان سکتا عنہ او نفیاہ والحال ان ذا جائز عندہم قوطئت او طلقت قبلا دخلت
عنہا فلا مہر لہا ولو اسلما وترافعا الینا لانا امرنا بترکہم وما یدینون نکاح کیا ذمی یا مستامن نے ذمیہ سے یا حربی نے نکاح کیا حربیہ سے دار الحرب میں
مردار جانور کے مہر پر یا بدون مہر کے نکاح کیا اس طرح کہ دونوں بیان مہر سے ساکت رہے یا دونوں نے مہر کی نفی کی اور حالانکہ یہ ان کے نزدیک

Marfat.com

جائز ہے پھر وطی ہوئی ذمیہ یا حربیہ کی یا طلاق قبل وطی کے ہوئی یا زوج زوجہ کو چھوڑ کر مرگیا تو عورت کا کچھ مہر نہ ہوگا اور نہ متعہ طلاق قبل وطی میں اگرچہ دونوں مسلمان ہوگئے ہوں اور ہم سے معاملہ رجوع کیا ہو تو بھی مہر نہ ہوگا اس واسطے کہ ہم اہل اسلام مامور ہیں ذمیوں کے چھوڑنے پر اور ان کے دین کے چھوڑنے پر یعنی ان کے دین اور اعتقاد پر ان کو چھوڑنا چاہیے احکام اسلام کے ان میں جاری کرنے کا حکم نہیں اسی واسطے ان کو شراب پینے اور سور کھانے سے روکنا ہم کو نہیں پہنچتا وتثبت بقیۃ احکام النکاح فی حقہم کالمسلمین من وجوب النفقۃ فی النکاح ووقوع الطلاق ونحوہما کعدۃ ونسب وخیار بلوغ ویتوارث بنکاح صحیح وحرمۃ مطلقۃ ثلثا ونکاح المحارم اور مہر کے سوا باقی احکام نکاح کے ان کے حق میں ثابت ہوں گے مثل مسلمانوں کے جیسے واجب ہونا نفقہ کا نکاح میں اور واقع ہونا طلاق کا اور مثل ان احکام کے جیسے عدت اور نسب اور خیار بلوغ کا اور وارث ہونا نکاح صحیح سے اور حرام ہونا مطلقہ ثلثہ کا اور حرام ہونا نکاح محارم کا لیکن یہ احکام اس وقت ان میں جاری ہوں گے جب ان کو بھی ان احکام کا اعتقاد ہو اور ہماری طرف مرافعہ کریں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وان نکحہا بخمر او خنزیر عین ای مشار الیہ ثم اسلما او اسلم احدہما قبل القبض فلہا ذلک فتخلل الخمر وتسیب الخنزیر ولو طلقہا قبل الدخول فلہا نصفہ اور اگر نکاح کیا ذمی نے ذمیہ سے شراب معین پر یا معین سور پر یعنی جس کی طرف اشارہ ہوا اس طرح کہ اس سور پر نکاح کیا پھر دونوں مسلمان ہوگئے یا ایک ان میں سے مسلمان ہوا قبضہ کرنے سے پہلے تو عورت کو وہی ملے گا یعنی وہی شراب اور سور پاوے گی تو سرکہ کر ڈالے شراب کو اور چھوڑ دے سور کو اور بہتر یہ ہے کہ سور کو قتل کرے کذا فی حاشیۃ المدنی اور اگر طلاق دی قبل دخول کے تو عورت کو آدھی شراب معین اور آدھا سور معین ملے گا ولہا فی غیر عین قیمۃ الخمر ومہر المثل فی الخنزیر اذا اخذ قیمۃ القیمی کاخذ عینہ اور عورت کو غیر معین شراب اور غیر معین سور میں قیمت شراب کی ملے گی یعنی سور کی قیمت لینا درست نہیں اس واسطے کہ قیمت والی چیز کی قیمت لینا ویسا ہی ہے جیسے اسی چیز کو بعینہ لینا تو اگر سور کی قیمت لی تو گویا سور لیا فروع مسائل ملحقہ شارح کے الوطی فی دار الاسلام لایخلوا عن حد او مہر الا فی مسئلتین صبی نکح بلا اذن وطاوعتہ وبائع امۃ وطیہا قبل تسلیم ویسقط من الثمن ما قابل البکارۃ والا فلا وطی دار الاسلام میں سوائے ملک یمین کے خالی نہیں حد سے یا مہر سے مگر دو مسئلوں میں نہ حد ہے نہ مہر ایک مسئلہ یہ کہ لڑکے نابالغ نے نکاح کیا جوان عورت سے بدون اجازت اپنے ولی کے اور عورت نے نابالغ کی اطاعت کی وطی میں تو اس صورت میں نہ حد ہے نہ مہر ہے دوسرا مسئلہ یہ کہ لونڈی کے بیچنے والے نے لونڈی سے وطی کی قبل تسلیم مشتری کے تو بائع پر نہ حد ہے نہ مہر ہے اور کم ہو جائے گی اس صورت میں وہ قیمت جو مقابل تھی بکارت کے یعنی ازالہ بکارت عیب ہوا تو اتنی قیمت ساقط ہوگی اور اگر لونڈی باکرہ نہ تھی تو کچھ قیمت نہ گھٹے گی تدافعت جاریۃ مع اخری فازالت بکارتہا لزمہا مہر المثل ایک لڑکی نے دوسری لڑکی کو ڈھکیلا سو اس کی بکارت کو کھویا لازم ہوگا ڈھکیلنے والی پر مہر مثل اور اسی طرح صبی اور مرد اجنبی کے ڈھکیلنے سے ازالہ بکارت کا اگر ہوگا تو ان پر بھی مہر مثل لازم آوے گا کذا فی الحاشیۃ المدنی لاب الصغیرۃ المطالبۃ المہر وللزوج المطالبۃ بتسلیمہا ان تحملت الرجل صغیرہ کے باپ کو مطالبہ مہر کا زوج سے پہنچتا ہے اگرچہ زوج کو تمتع نہ ہوا ہو اور زوج کو تسلیم صغیرہ کا مطالبہ پہنچتا ہے اگر صغیرہ مرد کی برداشت کر سکتی ہو قال البزازی لایعتبر السن کہا بزازی نے کہ عمر کا کچھ اعتبار نہ ہوگا یعنی اگر زوج اور باپ میں اختلاف ہوا زوج کہتا ہے کہ صغیرہ لائق تحمل مرد کے ہے اور باپ کہتا ہے کہ مرد کے لائق نہیں تو یہاں صغیرہ کی عمر کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ قاضی صغیرہ کو عورتوں کو دکھلا دے اگر عورتیں کہیں کہ لائق مرد کے ہے تو زوج کو تسلیم کرے اور نہیں تو نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی فلو سلمہا فہربت لم یلزمہ طلبہا سو اگر باپ نے اپنی بیٹی زوج کو تسلیم کی پھر وہ بھاگ گئی تو زوج پر اس کی طلب اور تلاش لازم نہیں اس واسطے کہ حرہ کے گم ہونے پر ضمان نہیں کہ طلب زوج پر لازم ہو بخلاف لونڈی کے کہ اگر کسی کے نکاح میں ہو اور بھاگ جاوے تو زوج پر تلاش لازم ہے اس واسطے کہ اس کے گم ہونے میں زوج پر ضمان لازم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی خدع امراۃ واخدعہا حبس الی ان یاتی بہا او یعلم موتہا کسی نے فریب دیا عورت کو

Marfat.com

اور اس کو نکال لے گیا تو وہ شخص قید کیا جائے گا یہاں تک کہ اس کو لے آوے یا عورت کا مرنا معلوم ہو المہر مہر السیر قبل العلانیۃ مہر وہی معتبر ہے جو پوشیدگی کا مہر ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ظاہر کا مہر معتبر ہے یعنی عورت سے نکاح کیا اور مخفی ایک ہزار مثلاً مہر مقرر کیا پھر دوسری بار نمود کے واسطے لوگوں میں دو ہزار کا مہر ٹھہرایا تو اس صورت میں مہر مخفی ہی کا اعتبار ہوگا نہ علانیہ کا الموجل الی الطلاق یتعجل بالرجعی ولا یتاجل بمراجعتہا جو مہر موجل ہو طلاق تک وہ معجل جاتا ہے طلاق رجعی سے اور نہیں موجل ہوتا پھر عورت کی طرف مراجعت کرنے سے ولو وہبتہ المہر علی ان یتزوجہا فابی فالمہر باق نکحہا اولا اگر عورت نے مہر بخشا اس شرط پر کہ مرد اس سے نکاح کرے سو مرد نے ہبہ مہر کا نہ قبول کیا تو مہر باقی ہے نکاح عورت سے کیا یا نہ کیا توضیح اس مسئلہ کی بحر الرائق میں یوں ہے کہ ایک شخص نے اپنی مطلقہ سے کہا کہ میں تجھ سے نکاح نہ کروں گا جب تک تو اپنا مہر معاف نہ کرے سو عورت نے بشرط نکاح مہر معاف کیا پھر مرد نے انکار کیا تو مہر باقی ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی درصورت نکاح نہ کرنے کے تو مہر کا باقی رہنا ظاہر ہے اور نکاح کرنے میں مہر اس واسطے باقی رہا کہ ہبہ بدون قبول کے تمام نہیں ہوتا اور حالانکہ مرد ہبہ سے انکار کر چکا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو ہبتہ لاحد ووکلتہ بقبضہ صح اور اگر عورت نے اپنا مہر کسی کو ہبہ کیا اور اس کو مہر لینے پر وکیل کیا تو صحیح ہے اور ہبہ مہر کا بدون توکیل کے ناتمام ہے ولو احالت بہ انسانا ثم وہبتہ للزوج لم یصح وہذہ حیلۃ من یرید ان یہب ولا تصح اور اگر عورت نے اپنا مہر کسی آدمی کو حوالہ کیا یعنی زوج سے کہا کہ میرا مہر فلانے شخص کو دے اور زوج نے یہ حوالہ قبول کیا پھر عورت نے وہی مہر زوج کو ہبہ کیا تو یہ ہبہ صحیح نہ ہوگا اس واسطے کہ مہر کا دوسرا آدمی مالک ہو گیا اور حوالہ کرنے کا حیلہ اس شخص کے واسطے ہے کہ جو چاہے کہ ہبہ کرے اور صحیح نہ ہو

باب نکاح الرقیق

ہو للمملوک کلا او بعضا والقن المملوک کلا یہ باب ہے نکاح رقیق کا رقیق اس غلام کو کہتے ہیں جو بالکل مملوک ہو یا تھوڑا یعنی نصف مملوک ہو یا ربع اور قن اس غلام کو کہتے ہیں جو بالکل مملوک ہو توقف نکاح قن وامۃ ومکاتب ومدبر وام ولد علی اجازۃ المولی فان اجاز نفذ وان رد بطل موقوف ہے نکاح قن اور لونڈی اور مکاتب اور مدبر اور ام ولد کا مولی کی اجازت پر تو اگر مولی نے نکاح جائز رکھا تو نکاح نافذ ہو گیا اور اگر رد کیا تو باطل ہو گیا مکاتب وہ غلام ہے جس کو مالک نے کہا کہ تو سو روپے مثلاً کہیں سے پیدا کر لا تو تو آزاد ہے اور مدبر وہ غلام ہے جس سے مالک نے کہا کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے اور ام ولد وہ لونڈی جو مالک کے تصرف میں رہے اور اس سے لڑکا پیدا ہوا فلا مہر مالم یدخل فیطالب بمہر المثل بعد عتقہ سو جب غلام وغیرہ کا نکاح مولی کی اجازت پر موقوف ٹھہرا تو قبل اجازت مولی کے اس نکاح میں مہر نہیں جب تک وطی نہ ہو اور جب وطی ہوئی تو مہر مثل طلب ہوگا بعد آزاد ہونے غلام کے اس واسطے کہ قبل آزادی کے غلام کسی چیز کا مالک نہیں اور مولی پر اس واسطے مہر لازم نہ ہوگا کہ اس کے بدون اجازت نکاح ہوا ثم المراد بالمولی من لہ ولایۃ تزویج لامۃ کاب وجد قاض ووصی ومکاتب ومفاوض ومتولی پھر مولی سے مراد وہ شخص ہے جس کو اختیار ہو لونڈی کے نکاح کر دینے کا جیسے صغیر کی لونڈی کا باپ اور دادا اور قاضی اور وصی اور مکاتب اور شریک مفاض اور متولی وقف تو باپ اپنی بیٹی صغیر کی لونڈی کا نکاح کر سکتا ہے اور اسی طرح دادا اور قاضی اور وصی لیکن ان کو یہ اختیار نہیں کہ اپنے غلام سے اس کا نکاح کر دیں اور اسی طرح عبد مکاتب کو اپنی لونڈی کے نکاح کا اختیار ہے اور اسی طرح شریک مفاوض کو شرکت کی لونڈی کا نکاح کر دینا جائز ہے اور اسی طرح وقف اور بیت المال کی لونڈی کا نکاح وہاں کے متولی کے اختیار ہے واما العبد فلا یملک تزویجہ الا من یملک اعتاقہ اور غلام کی تزویج کا کوئی مالک نہیں سوائے اس کے جو مالک ہے اس کے آزاد کرنے کا یعنی جو کل تصرفات کا مالک ہے وہی غلام کی تزویج کا مالک ہے تو باپ وغیرہ جو سابق میں مذکور ہو چکے وہ نکاح عبد کے مالک نہیں کذا فی الدرر فان نکحوا بالاذن فالمہر والنفقۃ علیہم ای علی القن وغیرہ لوجود سبب الوجود منہ سو اگر نکاح کیا قن وغیرہ نے مولی کے اذن سے تو مہر اور نفقہ ان پر لازم ہوگا یعنی قن اور مکاتب وغیرہ پر اس واسطے کہ سبب وجوب نفقہ اور مہر کا یعنی نکاح قن وغیرہ کی طرف سے ہوا ویسقطان بموتہم لفوات محل الاستیفاء اور ساقط ہوتا ہے مہر اور

Marfat.com

نفقہ غلاموں کی موت سے بسبب فوت ہونے محل استیفا کے یعنی نفقہ اور مہر لینے کا مقام نہ رہا ویبع قن فیہما اور بیچا جاوے گا قن نفقہ اور مہر میں یعنی مالک قن کا اس کو بیچے اور نفقہ اور مہر ادا کرے اور اگر مالک بیع سے انکار کرے تو قاضی بیع کرے لا یباع غیرہ کمدبر بل یسعی نہیں بیچا جائے گا سوائے قن کے جیسے مدبر اور مکاتب وغیرہ کی بیع نہ ہوگی بلکہ محنت مزدوری کروائی جاوے گی پھر جو مدبر کے نفقہ سے زائد ہوگا وہ زوجہ کے مہر اور نفقہ میں صرف ہوگا دلومات مولاہ لزمہ جملۃ ان قدر نہر وقیمۃ اور اگر مدبر کا مولی مر گیا تو مدبر پر یکبارگی مہر لازم ہوگا اگر اس کو مقدور ہو اور اگر مقدور نہ ہو تو قدرت تک انتظار ہوگا کذا فی النہر لکنہ یباع فی النفقۃ مرارًا ان تجددت لیکن قن بیچا جائے گا نفقہ میں بار بار اگر متجدد ہوگا نفقہ یعنی جب غلام پر زوجہ کا نفقہ اتنا ہو گیا کہ دینے سے عاجز ہوا تو واسطے ادائے نفقہ کے بیچا جائے گا پھر جب دوسری بار نفقہ سے عاجز ہوگا تو پھر بیچا جائے گا وعلی القیاس دنی المہرۃ ویطالب بالباقی بعد عتقہ الا اذا باعہ مہایاۃ اور بیچا جائے گا قن مہر میں ایک بار پھر اگر مہر کچھ باقی رہے گا تو مطالبہ باقی مہر کا ہوگا بعد اس کے آزاد ہونے کے مگر اس صورت میں باقی مہر کا مطالبہ نہیں جب مالک نے غلام کو اس کی زوجہ کے ہاتھ بیچا کذا فی الخانیۃ یعنی مالک نے اپنے غلام کا نکاح ایک عورت سے کیا ہزار درم کے مہر پر پھر غلام کو ادائے مہر کے واسطے اسی عورت کے ہاتھ نو سو درم کا بیچا بمجرد مول لینے کے نکاح ٹوٹ گیا تو نو سو درم عورت مہر میں لے گی اور ایک سو درم جو مہر باقی رہا تھا سو ساقط ہو گیا اگر غلام آزاد بھی ہو تو بھی مطالبہ نہیں ولو زوج المولی امۃ من عبدہ لا یجب المہر فی الاصح ولو لوالجیۃ قال البزازی بل یسقط ومحل الخلاف اذا لم تمکن الامۃ ماذونۃ فان کانت یبع ایضا لانہ یثبت لہا ثم ینتقل للمولی نہر اور اگر نکاح کیا مولی نے اپنی لونڈی کا اپنے غلام سے تو نہ واجب ہوگا مہر قول اصح میں کذا فی الولوالجیۃ بزازی نے کہا بلکہ مہر واجب ہوگا پھر ساقط ہو جاوے گا اور وجوب اور عدم وجوب کا اختلاف وہاں ہے جب کہ لونڈی ماذون اور قرض دار نہ ہو اور اگر مولی کی اجازت سے لونڈی قرض دار ہو تو اس لونڈی کا شوہر غلام بھی بیچا جائے گا ادائے مہر کے واسطے اس واسطے کہ مہر ثابت ہوتا ہے اول لونڈی کے لیے بعد اس کے اگر لونڈی قرض دار نہ ہو تو پھرتا ہے مولی کی طرف کذا فی النہر اور یہاں تو لونڈی قرض دار ہے تو اس کے مہر سے اول اس کا قرض ادا کیا جائے گا پھر اگر کچھ قرض باقی رہے گا تو خود لونڈی مولی کی اجازت سے بیچی جائے گی کذا فی حاشیۃ الدنی فلو باعہ سیدہ لبعد ما زوجہ امراۃ فللمہر برقبتہ یدور معہ این ما دار کدین الاستہلاک پھر اگر غلام کو اس کے مالک نے بیچا بعد نکاح کرنے غلام کے ایک عورت سے تو مہر اس عورت کا غلام کی گردن پر ہے پھرا کرے گا مہر جہاں غلام پھرے گا یعنی غلام اگرچہ دس بار بکے اور کسی مالک کے پاس رہے مہر عورت کا اس پر بنا رہے گا جیسے استہلاک کا دین یعنی اگر غلام کسی شخص کا مال ضائع کر دے تو اس کے دین میں بیچا جائے گا اگرچہ ایک دو بار بک چکا ہو لکن للمراۃ فسخ البیع لو المہر حالا لانہ دین فکانت کالغرماء لیکن عورت کو اختیار ہے مالک کی بیع کو فسخ کر دینے کا اگر مہر غلام پر باقی ہو اس واسطے کہ مہر بھی دین ہے تو عورت مثل قرضخواہوں کے ہوئی کذا فی المنح الغفار یعنی اگر عبد ماذون پر قرض ہوا اور مالک اس کی بیع کرے تو قرضخواہوں کو اختیار ہے چاہیں بیع کو جائز رکھیں اور اس کی قیمت قرض میں لیں اور چاہیں بیع کو فسخ کریں اسی طرح مہر عورت کا بھی دین ہے تو اس کو بھی فسخ بیع میں اور جائز رکھنے میں اختیار ہے وقولہ لعبدہ طلقہا رجعیۃ اجازۃ للنکاح الموقوف اور یوں کہنا مالک کا اپنے غلام سے کہ عورت کو طلاق رجعی دے یہ اجازت ہے نکاح موقوف کی اس واسطے کہ طلاق رجعی بدون نکاح صحیح کے نہیں ہوتی لا طلقہا او فارقہا لانہ یستعمل للمتارکۃ حتی لو اجازہ بعد ذلک لا ینفذ بخلاف الفتوی اور یوں کہنا مالک کا کہ اس کو طلاق دے یا اس کو چھوڑ دے نکاح موقوف کی اجازت نہ ہوگی اس واسطے کہ طلاق اور فراق کا لفظ چھوڑ دینے میں بھی مستعمل ہوتا ہے یعنی یہ دونوں لفظ اجازت اور دونوں میں محتمل ہیں اس واسطے عدم اجازت پر محمول رکھا یہاں تک کہ اگر مولی بعد بولنے ان لفظوں کے اگر غلام کے نکاح کو جائز رکھے گا تو بھی نکاح نافذ نہ ہوگا بخلاف نکاح فضولی کے یعنی ایک فضولی نے کسی مرد کا عورت سے نکاح کر دیا پھر جب اس مرد کو نکاح کی خبر پہنچی تو اس نے کہا کہ اس کو طلاق دے تو نکاح کی اجازت ہوگی اس

Marfat.com

واسطے کہ زوج کو اختیار ہے طلاق دینے کا تو طلاق کا حکم بھی دے سکتا ہے اور طلاق بدون ثبوت نکاح کے متصور نہیں بخلاف مولیٰ کے کہ اس کو طلاق کا اختیار نہیں دا ذنہ لعبدہ فی النکاح ینتظم جائزہ وفاسدہ فیباع العبد لمہر من نکحہا فاسدًا بعد اذنہ لو طہا خلافا لہما اور اذن دینا مولیٰ کا اپنے غلام کو نکاح میں شامل ہے نکاح جائز اور نکاح فاسد کو تو بیچا جائے گا غلام اس عورت کی مہر میں جس سے نکاح فاسد کیا بعد اذن مولیٰ کے پھر اس سے وطی کی بخلاف مذہب صاحبین کے ان کے نزدیک اذن مولیٰ کا نکاح فاسد کو شامل نہیں تو نکاح فاسد میں بعد وطی کے غلام نہ بیچا جائے گا بلکہ بعد آزاد ہونے کے اس پر مہر لازم آوے گا کذا فی حاشیۃ الدنی ولو نوی المولیٰ الصحیح فقط تقیدبہ کما لو نص علیہ لو نص علی الفاسد صح وصح ایضا نہر اور اگر مولیٰ نے غلام کو نکاح کا اذن دیا اور فقط صحیح نکاح کی نیت کی تو یہ اذن نکاح صحیح کو مخصوص ہوگا چنانچہ اگر مولیٰ تصریح کر دے اذن میں نکاح صحیح پر تو فقط صحیح منعقد ہوگا نہ فاسد اور اگر تصریح کی مولیٰ نے نکاح فاسد کے اذن پر تو نکاح فاسد کرنا درست ہوگا اور نکاح صحیح بھی درست ہوگا کذا فی النہر ولو تکحہا ثانیا صحیحا انکح اخری بعد ہا صحیحا وقف علی الاجازۃ لانتہاء الاذن بمرۃ دان نوی مرارًا اور اگر مطلق اذن دیا مولیٰ نے سو غلام نے نکاح فاسد کیا ایک عورت سے پھر دوسری بار اسی عورت سے نکاح صحیح کیا یا دوسری عورت سے نکاح صحیح کیا پہلی عورت کے بعد تو یہ نکاح ثانی موقوف ہوگا مولیٰ کی اجازت پر اس واسطے کہ مولیٰ کا اذن ایک بار نکاح کرنے پر منتہی ہو چکا اگرچہ مولیٰ نے چند بار نکاح کرنے کی نیت کی ہو تو بھی نکاح ثانی اجازت پر موقوف رہے گا ولو مرتبین صح لانہما کل نکاح العبد اور اگر مولیٰ نے اپنے اذن میں دو بار دو عورتوں سے نکاح کرنے کی نیت کی تو یہ نیت دو بار کی صحیح ہوگی اور غلام کو دوسری عورت سے نکاح کرنا درست ہوگا اس واسطے کہ دو نکاح کرنا غلام کے نکاح کی تمامی ہے یعنی غلام کو دو نکاح سے زیادہ کرنا درست نہیں وکذا التوکیل بالنکاح اور اسی طرح وکیل کرنا نکاح میں یعنی ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرا نکاح کر دے تو وکیل کو ایک نکاح کے سوا دوسرا نکاح کرنے کا اختیار نہیں بخلاف التوکیل بہ فانہ لا یتناول الفاسد فلا تتیہن بہ لفتی یعنی اذن مولیٰ کا نکاح صحیح اور فاسد دونوں کو شامل ہے بخلاف توکیل بالنکاح کے کہ وہ نکاح فاسد کو شامل نہیں تو وکالت نکاح فاسد پر منتہی بھی نہ ہوگی اسی قول پر فتوی ہے یعنی اگر نکاح کے وکیل نے فاسد نکاح کیا تو نافذ نہ ہوگا اور نکاح فاسد کرنے سے اس کی وکالت بھی منقطع نہ ہوگی اور اگر اسی عورت سے یا دوسری عورت سے دوسری بار نکاح صحیح وکیل کر دے گا تو نافذ ہوگا والوکیل بنکاح فاسد لا یملک الصحیح بخلاف البیع الملک اور نکاح فاسد کا وکیل مالک نہیں صحیح نکاح کرنے کا بخلاف بیع کے یعنی بیع فاسد کا وکیل بیع صحیح کا مالک ہے کذا ذکر ابن الملک فی شرح الملتقی وفی الاشباہ فی قاعدۃ الاصل فی الکلام الحقیقۃ الاذن فی النکاح والبیع وتوکیل البیع یتناول الفاسد وبالنکاح لا اور اشباہ کے اس قاعدہ میں کہ اصل کلام میں معنی حقیقی ہیں نہ مجازی یوں کہا ہے کہ نکاح اور بیع کے اذن میں اور نہ بیع کی وکالت میں فاسد بھی شامل ہے اور نکاح کی وکالت میں نکاح فاسد شامل نہیں یعنی اگر مولیٰ غلام کو نکاح اور بیع کا اذن دے تو یہ اذن نکاح صحیح اور فاسد کو اور بیع صحیح اور بیع فاسد دونوں کو شامل ہے اور اسی طرح بیع کی وکالت بیع صحیح اور فاسد دونوں کو عام ہے لیکن نکاح وکالت نکاح فاسد کو شامل نہیں والیمین علی نکاح وصلوۃ وصوم وحج وبیع ان کانت علی الماضی تناولہ وان علی المستقبل لا اور قسم نکاح پر اور نماز پر اور صوم اور حج اور بیع پر اگر فعل ماضی پر ہو تو فاسد کو بھی شامل ہے اور اگر قسم فعل مستقبل پر ہے تو سوائے صحیح کے فاسد کو شامل نہیں یعنی اگر یوں قسم کھائی کہ میں نے نکاح نہیں کیا تو نکاح صحیح اور فاسد دونوں کو شامل ہے اور اگر قسم کھائی کہ میں نکاح نہ کروں گا تو فقط صحیح کو شامل ہے نہ فاسد کو تو حانث نہ ہوگا مگر صحیح نکاح سے اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ میں نے نماز نہیں پڑھی یا حج نہیں کیا یا بیع نہیں کی تو نماز فاسد اور حج فاسد اور بیع فاسد سے بھی حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ میں نماز نہ پڑھوں گا یا حج نہ کروں گا یا بیع نہ کروں گا تو حانث نہ ہوگا مگر نماز صحیح اور حج صحیح اور بیع صحیح سے ولو زوج عبدہ امۃ ولہا مولی ناکح وساوت المرأۃ عزماء ولا فی مہر مثلہا والاقل والزائد علیہ تطالب بہ بعد استیفاء الغرماء

Marfat.com

ور اگر نکاح کیا مولی نے اپنے غلام ماذون قرض دار کا تو نکاح صحیح ہوگا اور برابر ہو جائے گی عورت غلام کے قرضخواہوں سے نہ اپنی مہر مثل میں اور کمتر میں
ینی جیسے اور قرض خواہ غلام کی کمائی سے حصہ لیتے ہیں ویسا ہی عورت بھی پا دے گی مہر مثل اور کمتر میں اور جو مہر کہ زائد ہے مہر مثل سے اور اقل سے تو عورت غلام
سے مطالبہ کرے گی زائد کا قرضخواہوں کے قرض پانے کے بعد کذا فی العینی مع دین المرض جیسے دین صحت کا ساتھ دین مرض کے یعنی ایک شخص پر قرض ہے حالت
صحت کا اور حالت مرض کا تو اول صحت کا دین دیا جائے گا پھر اگر کچھ مال باقی رہے گا تو دین مرض کا ادا ہوگا الا اذا ابا منہا کما مر مگر جب کہ مولی نے غلام کو عورت
کے ہاتھ بیچا تو باقی مہر کا مطالبہ غلام پر نہ رہے گا چنانچہ یہ مسئلہ سابق میں مذکور ہوا صورت اس کی یہ ہے کہ مولی نے غلام مدیون کا نکاح ایک عورت سے ہزار درم
مہر پر کیا اور غلام پر سابق سے ہزار درم قرض تھے پھر مولی نے غلام کو اسی عورت کے ہاتھ قرض خواہوں کی اجازت سے دو سو درم کو بیچا تو دو سو درم کو قرض خواہ
اور عورت موافق اپنے حصے کے بانٹ لیں گے اور جس قدر عورت کا مہر باقی رہے گا وہ ساقط ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو زوج بنتہ بمکاتبہ ثم مات لا
یفسد النکاح لانہا لم تملک المکاتب بموت ابیہا الا اذا عجز فرد فی الرق فحینئذ یفسد للتنافی اور اگر نکاح کیا مولی نے اپنی بیٹی کا اپنے مکاتب غلام سے پھر
مولی مر گیا تو نکاح فاسد نہیں ہوتا اس واسطے کہ بیٹی مالک نہیں ہوئی مکاتب کی اپنے باپ کے مرنے سے مگر جب کہ عاجز ہوا اور کے بدل کتابت سے
اور پھر غلام بنایا گیا اس وقت میں نکاح فاسد ہوگا بسبب مخالف ہونے زوجیت اور ملکیت کے زوج امتہ اوام ولدہ لا یجب علیہ بتبوئتہا وان شرطہا
فی العقد نکاح کر دیا مولی نے اپنی لونڈی کا یا ام ولد کا تو واجب نہیں مولی پر شب باشی کرنا لونڈی کا زوج کے گھر اگرچہ مولی نے شب باشی نکاح میں شرط
کر لی ہو تو بھی واجب نہیں اس واسطے کہ مولی کا حق زوج کے حق پر مقدم ہے اگر کوئی کہے کہ کیا سبب ہے کہ شب باشی کی شرط مولی پر لازم نہ ہوگی اور اگر زوج
لونڈی کا آزادی اولاد کی شرط کرے تو آزادی ثابت ہو جاتی ہے اس کا جواب شارح نے اپنے اگلے قول میں دیا الا لو شرط الحریۃ اولادہا فیصح ویعتق
کل من ولدتہ فی ہذا النکاح لان قبول المولی الشرط والتزویج علی اعتبارہ ہو معنی تعلیق الحریۃ بالولادۃ فیصح فتح مفادہ انہ لو باعہا او مات عنہا قبل الوضع
فلا حریۃ لیکن اگر شرط کر لیا زوج حر نے آزاد ہونا لونڈی کی اولاد کا عقد میں تو یہ شرط صحیح ہوگی اور آزاد ہوں گے جن کو لونڈی اس نکاح میں جنے گی اس
واسطے کہ قبول کرنا مولی کا اس شرط کو اور نکاح کر دینا اس شرط کے اعتبار پر درحقیقت آزادی کی تعلیق ہے ولادت پر یعنی گویا مولی نے لونڈی سے
یوں کہا کہ اگر تو اس نکاح میں اولاد جنے گی تو وہ سب حر ہیں تو یہ تعلیق صحیح ہوگی اور جب تعلیق صحیح ہوئی تو بالضرور حریت اولاد کی ثابت ہوگی اور مولی کو
اس میں کچھ اختیار باقی نہ رہے گا بخلاف شب باشی کی شرط کے کہ اس میں تعلیق کے معنی نہیں ہو سکتے کذا فی فتح القدیر اور اس تعلیق سے یہ نکلا کہ اگر مولی
نے اس لونڈی کو بیچا یا اس کو چھوڑ کر مر گیا قبل ولادت کے تو اولاد کی آزادی نہ ثابت ہوگی اس واسطے کہ تعلیق نہیں صحیح ہوتی مگر اس وقت کہ تعلیق
کرنے والا زندہ ہو اور مالک ہو وجود شرط کے وقت ولو ادعی الزوج الشرط ولا بینۃ لہ حلف المولی نہر اور اگر دعوی کیا لونڈی کے زوج نے حریت
اولاد کی شرط کا اور اس کے پاس گواہ نہیں کو قسم کھا دے مولی کذا فی النہر لکن لا نفقۃ ولا سکنی الا بہا بان یدفعہا الیہ ولا یستخدمہا لیکن لونڈی کا نفقہ
اور سکنی زوج پر نہیں بدون شب باشی کے شب باشی کا یہ طریق ہے کہ مولی اس کو اس کے شوہر کے حوالہ کرے اور اس سے خدمت نہ لے وتخدم
المولی ویطاء الزوج ان ظفر بہا فارغۃ عن خدمۃ المولی وکفی فی تسلیمہا تولہ متی ظفرت بہا وطئہا نہر اور لونڈی خدمت کیا کرے مولی کی اور
وطی کرے زوج اگر اس کو پالیوے مولی کی خدمت سے خالی اور کفایت کرتا ہے لونڈی کی تسلیم میں مولی کا یوں کہنا اس کے زوج سے کہ جب
اس کو خالی پایا کر تو وطی کیا کر کذا فی النہر فان لو اباہا ثم رجع عنہا صح رجوعہ لبقاء حقہ وسقطت النفقۃ سو اگر مولی نے شب باشی کی اجازت دی پھر
اس سے رجوع کی تو اس کا رجوع کرنا صحیح ہوگا بسبب باقی رہنے حق مولی کے اور ساقط ہوگا نفقہ زوج سے یعنی زمان آئندہ کا نفقہ نہ طلب ہوگا
اور گذشتہ کا نفقہ البتہ طلب ہوگا ولو خدمتہ ای السید بعد بتیوتتہ بلا استخدامہ او استخدامہا نہارا وامرہا بیت الزوج لیلا لا یسقط لبقاء البیوتۃ اور

Marfat.com

اگر خدمت کی لونڈی نے مولیٰ کی بعد اجازت شب باشی کے بدون خواہش مولیٰ کے یا مولیٰ نے اس سے دن کی خدمت چاہی اور رات کو شوہر کے گھر اس کو پھیر بھیجا تو نفقہ زوج سے نہ ساقط ہوگا بسبب باقی رہنے شب باشی کے ولہ ای المولی السفر بہا ای بامتہ وان ابی الزوج ظہیریۃ اور مولیٰ کو اختیار ہے اپنی منکوحہ لونڈی کو سفر میں لے جانے کا اگرچہ اس کا زوج نہ مانے کذا فی الظہیریۃ ولہ اجبار قنہ وامتہ ولو ام ولدہ اور مولیٰ کو اختیار ہے اپنے قن اور لونڈی کے نکاح میں جبر کرنے کا اگرچہ لونڈی ام ولد ہو اس واسطے کہ اس کی ملکیت کامل ہے تو اس کو نکاح میں زبردستی کرنا جائز ہے اگرچہ وہ راضی نہ ہوں مگر مار کوٹ کر نکاح نہ کرنا چاہیے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلا عن البحر ولا یلزمہ الاستبراء بل یندب فلو ولدت لاقل من نصف حول فہو من المولی والنکاح فاسد بحر من الاستیلاد وثبوت النسب اور لازم نہیں مولیٰ پر استبراء بلکہ مستحب ہے یعنی جو لونڈی مولیٰ کے تصرف میں ہو اور وہ اس کا نکاح کر دے تو استبراء مولیٰ پر ضرور نہیں ہو اگر لونڈی بعد نکاح کے چھ مہینے سے کمتر میں جنے تو وہ لڑکا مولیٰ کا بیٹا ہوگا اور نکاح فاسد ہو جائے گا بشرطیکہ قنہ اور مدبرہ میں مولیٰ نے دعوی نسب کا کیا ہو اور ام ولد میں نفی ولد کی نکی ہو چنانچہ یہ مسئلہ بحر الرائق کے باب استیلاد اور ثبوت النسب میں مذکور ہے علی النکاح وان لم یرضیا لا مکاتبہ ومکاتبتہ بل یتوقف علی اجازتہما ولو صغیرین الحاقا بالبالغ مولیٰ کو جبر کرنے کا اختیار ہے لونڈی غلام کے نکاح پر اگرچہ دونوں راضی نہ ہوں نہ غلام مکاتب پر اور نہ لونڈی مکاتبہ پر بلکہ نکاح مکاتب اور مکاتبہ کا ان دونوں کی اجازت پر موقوف ہے اگرچہ دونوں صغیر ہوں بسبب ملا دینے صغیرین کے بالغ کے ساتھ یعنی بسبب کتابت کے مکاتب اور مکاتبہ خود مختار ہو گئے تو ان کا نکاح ان کی اجازت پر موقوف رہا یہاں تک کہ اگر دونوں صغیر بھی ہوں گے تو بھی ان کا نکاح ان کی اجازت پر ہی موقوف رہے گا یعنی بسبب کتابت کے صغیر بھی بالغ کے برابر ہو گیا مولیٰ کا اختیار نکاح کر دینے میں باقی نہ رہا فلو ادیا فقتا وموقوفا علی اجازۃ المولی لا علی اجازتہما لعدم اہلیتہما ان لم یکن عصبۃ غیر پھر اگر مکاتب اور مکاتبہ صغیرین نے نکاح ہونے کے بعد مال کتابت کا مولیٰ کو ادا کیا تو آزاد ہو گئے نکاح پھر پلٹا مولیٰ کی اجازت پر موقوف ہو کر نہ صغیرین کی اجازت پر بسبب عدم اہلیت صغیرین کے اگر کوئی عصبہ صغیرین کا نہ ہو سوائے مولیٰ کے تب مولیٰ کی اجازت پر نکاح ان کا موقوف ہوگا اور اگر صغیرین کا بعد آزاد ہونے کے بھائی یا چچا ہوگا تو اس کی اجازت پر موقوف رہے گا نہ مولیٰ کی اجازت پر خلاصہ یہ کہ مولیٰ نے مکاتب اور مکاتبہ صغیرین کا نکاح کیا نکاح نافذ نہ ہوا اس واسطے کہ مکاتب پر ولایت جبری نہیں بلکہ صغیرین کی اجازت پر موقوف رہا بعد اس کے صغیرین نے بدل کتابت ادا کیا تو آزاد ہو گئے تو اب وہی نکاح مولیٰ کی اجازت پر موقوف ٹھہرا اس واسطے کہ بسبب آزاد ہونے صغیرین کے مولیٰ کی ولایت جدید پیدا ہوئی اس واسطے کہ آزاد کرنے والا عصبہ ہوتا ہے اور یہ مسئلہ عجیب ہے کہ لڑکا جب تک مملوک رہا تو مختار تھا اور بعد آزاد ہونے کے مجبور ہو گیا اور مولیٰ کی ملکیت قبل آزادی کے مکاتب پر تھی تب اس پر اختیار نہ تھا اور بعد آزاد ہونے کے بالکل ملکیت باقی نہ رہی اب اختیار حاصل ہوا ولو عجز الوقف نکاح المکاتب علی رضی المولی ثانیا لعود مؤن النکاح علیہ اور اگر عاجز ہوئے مکاتب اور مکاتبہ ادائے بدل کتابت سے تو موقوف رہے گا نکاح مکاتب کا مولیٰ کی رضامندی پر دوبارہ بواسطے پھر آنے تصرف اور زیر باری نکاح کے مولیٰ پر یعنی اول مکاتب کی رضا پر موقوف تھا جب مکاتب عاجز ہوا تو خالص غلام ہو گیا اس کی اجازت اور عدم اجازت کا کچھ اعتبار نہ رہا اب دوسری بار مولیٰ کی اجازت چاہیے اور مولیٰ کی بھی اول رضا کا اعتبار نہیں اس واسطے کہ مہر اور نفقہ اس وقت میں مکاتب پر تھا نہ مولیٰ پر جب مکاتب عاجز ہوا تو اب اس کی کمائی مولیٰ کی ہو گئی اس واسطے دوسری بار مولیٰ کی رضامندی ضرور ہوئی وبطل نکاح المکاتبۃ لانہ طرء حل بات علی موقف فابطلہ والدلیل یعملہ العجائب وبحث الکمال ہنا غیر صائب اور باطل ہو گیا نکاح مکاتبہ کا عاجز ہونے سے اس واسطے کہ طاری ہوئی حلت قاطعہ موقوف پر سو اس کو مٹا ڈالا اور دلیل سے امور عجیبہ ثابت ہوتے ہیں اور اعتراض کمال الدین ابن الہمام کا یہاں ٹھیک نہیں یعنی جب مولیٰ نے مکاتبہ کا نکاح بدون اس کی رضا کے کر دیا تو وہ نکاح موقوف تھا اس کی اجازت پر پھر جب مکاتبہ ادائے بدل کتابت سے عاجز ہو گئی تو رقیت نے عود کیا تو مولیٰ پر بسبب عود ملکیت کے اس کی وطی حلال ہوئی اس حلت

Marfat.com

کاملہ نے نکاح موقوف غیر نافذ کو مٹا ڈالا نکاح باطل ہو گیا محقق ابن الہمام نے یہاں اعتراض کیا ہے کہ بعد آزاد ہونے مکاتب صغیر کے اس کے نکاح کا اجازت پر موقوف ہونا معقول نہیں اس واسطے کہ مولیٰ کی ولایت بعد آزاد ہونے کے باقی نہ رہی خلاصہ جواب کا یہ ہے کہ بعد آزاد ہونے صغیر کے مولیٰ کو بسبب حکم ولاء کے ولایت جدیدہ حاصل ہوئی اور جو ولایت کہ منتفی ہوئی وہ بحکم ملک تھی موقوف ہونا اس کے نکاح کا مولیٰ کی اجازت پر بلا تردد معقول ہو گیا دلیل کی یہی صفت ہے کہ ایسے مسائل عجیبہ اس سے ثابت ہو جاتے ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر ولو قتل المولی امتہ قبل الوطی لو خطأ فتح وہو مکلف فلو صبیا لم یسقط علی الراجح ذکرہ المصنف سقط المہر لمنعہ البدل کحرۃ ارتدت ولو صغیرۃ اور اگر قتل کیا مولیٰ نے اپنی لونڈی کو قبل وطی یا خلوت صحیحہ کے اگرچہ قتل خطا کا ہو کذا فی فتح القدیر اور حالانکہ مولیٰ مکلف ہے یعنی عاقل بالغ ہے تو اگر مولیٰ لڑکا ہو گا تو مہر ساقط نہ ہو گا بنا بر قول راجح کے چنانچہ اس کو مصنف نے اپنی شرح میں ذکر کیا تو مولیٰ کے قتل سے ساقط ہو گا مہر لونڈی کا اس کے زوج پر سے بسبب روکنے مولیٰ کے عوض کو یعنی مہر عوض سے وطی کا پھر جب قبل وطی مولیٰ نے لونڈی کو قتل کیا تو مہر کو کس وجہ سے پاوے گا جیسے حرہ کا مہر ساقط ہو جاتا ہے اس کے مرتد ہونے سے قبل وطی کے اگرچہ حرہ صغیرہ ہو تو بھی ساقط ہو گا اس واسطے کہ جدائی عورت کی طرف سے ہوئی نہ مرد کی طرف سے لا لو فعلت ذلک القتل امرأۃ ولو امۃ علی الصحیح خانیۃ بنفسہا او قتلہا وارثہا او ارتدت الامۃ او قبلت ابن زوجہا کما رجحہ فی النہر اذ لا تفویت من المولی نہ مہر ساقط ہو گا اگرچہ قتل عورت نے کیا اگرچہ لونڈی ہو بنا بر قول صحیح کے کذا فی الخانیہ عورت نے خود آپ کو قتل کیا یا اس کے وارث نے اس کو قتل کیا یا لونڈی مرتد ہو گئی یا اس نے زوج کے فرزند کا بوسہ لیا چنانچہ نہر الفائق میں اسی قول کو ترجیح دی ہے لونڈی کے قتل اور مرتد ہونے اور بوسہ لینے سے اس واسطے مہر نہ ساقط ہو گا کہ مولیٰ کی طرف سے تفویت اور قصور نہیں یعنی مہر کا مالک مولیٰ ہے تو لونڈی کے قصور سے مہر کیونکر ساقط ہو گا اور اسی طرح اگر حرہ نے اپنے آپ کو قتل کیا تو اس کے مہر کے وارث مالک ہوں گے اور اگر ایک وارث نے حرہ کو قتل کیا تو اور وارث مالک ہوں گے ان صورتوں میں مہر نہیں ساقط ہوتا او فعلہ بعدہ ای الوطی لتقررہ بہ یا مولیٰ مکلف نے لونڈی کا قتل بعد وطی کے کیا تو مہر نہ ساقط ہو گا بسبب ثابت ہو جانے مہر کے وطی سے ولو فعلہ بعبدہ او مکاتبہ او ماذونہ مدیونہ لم یسقط اتفاقا اور اگر مولیٰ نے اپنے غلام کو قتل کیا یا اپنی مکاتبہ کو قتل کیا یا لونڈی ماذونہ قرض دار کو قتل کیا تو مہر نہ ساقط ہو گا بالاتفاق اس واسطے کہ مہر کا مالک ان صورتوں میں مولیٰ نہیں جب مولیٰ نے اپنے غلام کو قتل کیا تو اس کی قیمت کا ضامن ہو گا اور اس کی زوجہ غلام کی قیمت سے اپنا مہر مولیٰ سے لے گی والاذن فی العزل وہو الانزال خارج الفرج لمولی الامۃ لا لہا لان الولد حقہ وہو یفید التقیید بالبالغۃ وکذا الحرۃ نہر اور اذن دینا عزل میں عزل خارج شرم گاہ کے انزال کو کہتے ہیں اور بہتر تعریف عزل کی بحر الرائق میں معراج سے منقول ہے وہ یہ کہ وطی کرے جب وقت انزال کا آوے تو علیحدہ ہو کر خارج شرم گاہ سے انزال کرے سو عزل میں اجازت دینا مولیٰ کے اختیار میں ہے نہ لونڈی کے اس واسطے کہ لونڈی کا لڑکا حق ہے مولیٰ کا اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ لونڈی بالغہ سے مقید کرنا چاہیے یعنی جب لڑکا مولیٰ کا حق ٹھہرا تو اگر لونڈی بالغہ ہو تو اس کا شوہر مولیٰ سے عزل کی اجازت لے صغیرہ لونڈی میں اجازت مولیٰ کی حاجت نہیں اس واسطے کہ صغیرہ کے لڑکا نہیں ہوتا جو عزل سے حق مولیٰ کا تلف ہو اور اسی طرح حرہ کو بھی بالغہ کر کے مقید کرنا چاہیے یعنی اگر حرہ بالغہ ہو تو اس کا شوہر اس سے عزل کی اجازت لے اور صغیرہ سے اجازت کی حاجت نہیں کذا فی النہر ویعزل عن الحرۃ وکذا المکاتبۃ نہر بحثا باذنہا اور عزل کرے حرہ سے حرہ کی اجازت سے اور یہی حال ہے مکاتبہ کا چنانچہ نہر الفائق میں ہے باعتبار بحث کے لکن فی الخانیۃ انہ یباح فی زماننا لفساد الزمان قال الکمال فیعتبر عذرا مسقطا لاذنہا لیکن خانیہ میں ہے کہ عزل حرہ سے بدون اجازت حرہ کے مباح ہے ہمارے زمانے میں بسبب فساد زمانہ کے یعنی اس وقت میں اکثر لڑکے اطاعت نہیں کرتے والدین کو رنج پہنچاتے ہیں تو کمال الدین محقق نے کہا کہ فساد زمانے کو اذن حرہ کا عذر مسقط اعتبار کرنا چاہیے وقالو یباح اسقاط الولد قبل اربعۃ اشہر ولو بلا اذن زوج اور کہا فقہا نے کہ مباح ہے اسقاط ولد کا چار مہینے سے پہلے اگرچہ بے اجازت زوج

Marfat.com

کے ہو یعنی جان پڑنے سے قبل پیٹ کا گرانا درست ہے ہرچند شارح نے اسقاط ولد مطلقا بیان کیا لیکن حق یہ ہے کہ بدون ضرورت کے جائز نہیں جیسے لڑکا عورت کا دودھ پیتا ہو اور اس کے حمل رہ گیا اور ولد کو دایہ رکھنے کی طاقت نہیں تو بسبب خوف ہلاکی ولد کے اسقاط قبل نفخ روح کے جائز ہے غایہ کے باب الکراہیت میں ہے کہ میں نہیں کہتا کہ اسقاط مطلقاً مباح ہے اس واسطے کہ محرم اگر شکاری پرند کا انڈا توڑے تو اس پر ضمان ہے اس واسطے کہ انڈا اصل ہے پرند کی جب محرم ماخوذ ہوا توبے عذر اسقاط میں کیونکر گناہ نہ ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وعن امتہ لغیر اذنہا بلا کراہیۃ فان ظہرہا حل حل نفیہ وان لم یعد قبل البول اور عزل کرے اپنی لونڈی سے بدون اس کی اجازت کے بلا کراہیت سو اگر لونڈی سے عزل کیا اور اس کے حمل ظاہر ہوا تو مولی کو اس کی نفی کرنا درست ہے یعنی یوں کہنا کہ یہ حمل میرے نطفہ سے نہیں ہے درست ہے بشرطیکہ دوبارہ وطی نہ کی ہو پیشاب کرنے سے پہلے یعنی اگر مولی نے اول جماع کیا اور عزل کیا پھر بدون پیشاب کیے دوبارہ عزل کیا تو نفی کرنا درست نہ ہوگا اس واسطے کہ احتمال ہے کہ بقیہ منی دوسرے عزل میں نکلی ہو اور موجب حمل کی ہوئی ہو اور وہ دوسری شرط نفی کی یہ ہے کہ لونڈی غیر محصنہ ہو یعنی گھر باہر آتی جاتی ہو اور اگر محصنہ ہو تو نفی جائز نہیں اس واسطے کہ عزل کے وقت شاید کچھ منی اندر رہ گئی ہو تیسری شرط نفی کی یہ ہے کہ غیر محصنہ میں ظن غالب چاہیے کہ یہ حمل میرے نطفہ سے نہیں ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وغیرہ امتہ ولو ام ولد مکاتبۃ ولو حکما کمعتقۃ بعضہا عتقت تحت حر او عبد ولو کان النکاح برضاہ وفعالزیادۃ الملک علیہا بطلقۃ ثالثۃ نکاح باقی رکھنے یا نہ رکھنے میں مختار ہے لونڈی اگرچہ ام ولد ہو اور مکاتبہ مختار ہے اگرچہ حکمی مکاتبہ ہو جیسے وہ لونڈی کہ کل آزاد نہ ہو مثلاً نصف آزاد ہے یا بعضہا آزاد ہے اختیار اس وقت ہے جب آزاد ہو جاوے خواہ حر کے نیچے ہو خواہ عبد کے اگرچہ نکاح اس کی رضا سے ہوا ہو تو بھی اس کو اختیار ہے تاکہ دفع ہو زیادتی ملک کی اس پر سے بسبب طلقہ ثلثہ کے یعنی جب لونڈی تھی زوج کے دو بار طلاق دینے سے چھٹ سکتی تھی اور حرہ بدون تین طلاق کے نہیں چھٹتی تو حرہ پر بہ نسبت لونڈی کے ایک طلاق کی ملک زیادہ ہوتی ہے تو اس واسطے شارح نے اس کو اختیار دیا کہ اپنے اوپر سے طلقہ ثالثہ کی ملک چاہے دفع کرے اور چاہے جائز رکھے فان اختارت نفسہا فلا مہر لہا ودخل بہا فالمہر لسیدہا سو اگر لونڈی آزاد نے اپنی ذات کو اختیار کیا یعنی نکاح توڑا تو اس کا کچھ مہر نہیں اگر دخل نہ ہوئی ہو اس واسطے کہ جدائی اسی کی طرف سے ہوئی اور اگر دخل ہوئی ہو تو مہر مولی کو ملے گا اور اگر اس نے زوج کو اختیار کیا یعنی نکاح قائم رکھا تو مہر اس کے مولی کا ہے دخل ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو مولی مہر کا اس واسطے مالک ہوگا کہ مہر ثابت ہوا تھا عقد سے اور اس وقت مولی ہی کی ملک تھی ولو صغیرۃ تاخر کبلوغہا ولیس لہا خیار بلوغ فی الاصح اور اگر لونڈی صغیرہ ہو تو اس کی آزادی کا اختیار اس کے بالغ ہونے تک متاخر رہے گا اس واسطے کہ صغیر کے افعال کا سبب عقل نہ ہونے کے کچھ اعتبار نہیں اور نہیں ہے اختیار لونڈی کو بلوغ کا قول اصح میں اس واسطے کہ خیار عتق معنی ہے خیار بلوغ سے چنانچہ باب الولا میں مذکور ہوگا او کانت الامۃ عند النکاح حرۃ ثم صارت امۃ بان ارتدا ولحقا بدار الحرب ثم سبیا معا فاعتقت خیرت عند الثانی خلافا للثالث مبسوط یا خیار عتق کا اس وقت بھی ثابت ہوگا جب لونڈی نکاح کے وقت حرہ تھی پھر لونڈی ہو گئی اس طرح کہ زوج اور زوجہ مرتد ہو گئے اور دونوں دار الحرب میں جا رہے پھر وہاں دونوں قید ہو آئے دار السلام میں پھر عورت آزاد ہوئی تو اس کو نکاح رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہوگا نزدیک ابو یوسف کے نزدیک محمد کے کذا فی المبسوط والجہل بہذا الخیار رفیا لعتق عذر فلو لم تعلم بہ حتی ارتدا ولحقا فعلمت فسخت صح الا اذا قضی بالمانع ولیس ہذا بحکم بل فتوی کاف اور بے علمی اس خیار عتق کی عذر ہے بخلاف خیار بلوغ کے اس واسطے کہ لونڈی کو بسبب مشغولی خدمت مولی کے تحصیل مسائل دینی کی فرصت نہیں بخلاف حرہ کے سو اگر لونڈی کو خیار عتق کا علم نہ ہوا اس طرح کہ لونڈی منکوحہ تھی پھر مولی نے اس کو آزاد کیا اور اس کو خیار عتق کا مسئلہ معلوم ہوا یہاں تک کہ وہ اور اس کا شوہر دونوں مرتد ہو گئے اور دار الحرب میں جا رہے پھر دار السلام میں گرفتار ہو کر آئے یا مسلمان ہو کر خود آ گئے پھر عورت نے خیار عتق کا مسئلہ جانا خواہ دار السلام میں خواہ دار الحرب میں سو نکاح فسخ کیا تو یہ فسخ کرنا باوجود اپنی

Marfat.com

مدت گذرنے کے بسبب عذر جہل کے صحیح ہوگا مگر جب کہ قاضی نے اس کے حق میں لحوق کفار کا حکم دیا تو عورت کا فسخ کرنا صحیح نہ ہوگا اس واسطے کہ بعد حکم لحوق کے اگر پھر آوے گی تو لونڈی ہو جاوے گی اور فسخ کو صحیح کہنا حکم نہیں ہے بلکہ فتوی ہے یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال کی یہ ہے کہ تم نے دارالحرب کے ملنے والوں میں یہی حکم دیا کہ فسخ نکاح کا صحیح ہے اور حالانکہ دارالحرب سے احکام مسلمین کے منقطع ہیں شارح نے جواب دیا کہ یہ حکم نہیں بلکہ فتوی ہے یعنی حادثہ کے سوال کا جواب ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی **ولا یتوقف علی القضاء** ولا یبطل بسکوت ولا یثبت لغلام ویقتصر علی مجلس کخیار مخیرۃ بخلاف خیار البلوغ فی الکل خانیہ اور نہیں موقوف ہے خیار عتق کا قاضی کے حکم پر اور نہیں باطل ہوتا سکوت سے اور ثابت نہیں خیار عتق غلام صغیر کو یعنی جب غلام صغیر آزاد ہو تو اس کو خیار عتق حاصل نہیں اور منحصر ہے یہ خیار مجلس علم پر تو اگر مجلس سے عورت اٹھ گئی خیار باطل ہو گیا جیسے خیار مخیرہ کا مجلس علم پر منحصر ہے مخیرہ وہ عورت جس کے زوج نے اس سے کہا کہ تجھ کو میں نے طلاق کا اختیار دیا تو اگر وہ مجلس سے اٹھ گئی تو اختیار اس کا باطل ہو گیا بخلاف خیار بلوغ کے کہ وہ پانچوں حکم میں مخالف ہے خیار عتق کے کذا فی الخانیہ یعنی خیار بلوغ قضا پر موقوف ہے اور سکوت سے باطل ہوتا ہے اور غلام کو بھی ثابت ہے اور آخر مجلس تک ممتد نہیں ہوتا اور اس میں جہل عذر نہیں چنانچہ باب الولی میں مفصل مذکور ہو چکا **نکح عبد بلا اذن فعتق او باعہ فاجاز المشتری نفذ لزوال المانع** نکاح کیا غلام نے بدون اجازت مولی کے پھر آزاد ہوا یا بیچ ڈالا مولی نے اس کو سو مشتری نے اس کا نکاح جائز رکھا تو نکاح نافذ ہو گیا بسبب زوال مانع کے یعنی اول غلام کا نکاح مولی کی اجازت پر موقوف تھا جب آزاد ہوا تو حق مولی کا جاتا رہا اب اس کی اجازت کی کچھ حاجت نہ رہی **وکذا حکم الامۃ ولا خیار لہا لکون النفوذ بعد العتق فلم یتحقق زیادۃ الملک** اور ایسا ہی حکم ہے لونڈی کا یعنی اس کا بھی نکاح بلا اذن بعد آزادی کے نافذ ہوتا ہے اور یہاں نکاح فسخ کرنے میں لونڈی کا اختیار نہیں بسبب نافذ ہونے نکاح کے بعد آزادی کے تو زیادتی ملک طلقہ ثالثہ کی نہ ثابت ہوئی **وکذا لو اقترنا بان زوجہا فضولی واعتقہا فضولی واجازہما المولی** اور اسی طرح لونڈی کو اختیار فسخ کا نہیں اگر اجازت نکاح کی اور آزادی ساتھ ہی ہو اس طرح پر کہ نکاح کر دیا لونڈی کا ایک فضولی نے اور آزاد کیا اس کو دوسرے فضولی نے اور جائز رکھا ان دونوں کو یعنی نکاح اور عتق کو مولی نے **وکذا مدبرۃ عتقت بموتہ** اور اسی طرح اختیار فسخ کا اس مدبرہ کو نہیں جس نے اپنا نکاح بے اذن مولی کے کیا پھر آزاد ہوئی مولی کی موت سے **وکذا ام الولد ان دخل بہا الزوج والا لم ینفذ لان عدتہا من المولی تمنع نفاذ النکاح** اور اسی طرح اس ام ولد کو اختیار فسخ کا نہیں جس نے اپنا نکاح بے اذن مولی کے کیا پھر وہ آزاد ہوئی مولی کے آزاد کرنے سے یا اس کی موت سے نکاح ام ولد کا اس وقت نافذ ہوگا اگر اس کے زوج نے وطی کی ہوگی اور اگر زوج نے قبل آزادی کے وطی نہ کی تو اس کا نکاح نافذ نہ ہوگا اس واسطے کہ عدت ام ولد کی مولی کی موت سے مانع ہے نفاذ نکاح کی اور جب قبل عتق کے زوج وطی کر چکا تو مولی کی عدت معدوم ہو گئی بموجب روایت ابن سماعہ کے محمدؒ سے اور ظاہر الروایت میں زوج کی وطی سے بھی مولی کی عدت نہیں جاتی تو نکاح صحیح نہ ہوگا کذا فی حاشیۃ **فلو وطی لزوج الامۃ قبلہ ای العتق فالمہر المسمی لہ ای المولی وبعدہ فلہا لمقابلتہ بمنفعۃ ملکہا** سو اگر وطی کی زوج نے لونڈی سے قبل آزاد ہونے کے تو مہر مسمی مولی کا ہے اور اگر وطی کی بعد آزادی کے تو مہر عورت کا ہے واسطے مقابل ہونے مہر کے اس کی ملک کی منفعت سے یعنی جب لونڈی آزاد ہوئی تو اپنی ذات کے تصرف کی مالک ہوئی اور مہر بدلا ہے وطی کا تو بعد آزادی کے مہر کی مالک عورت ہی ہوگی **ومن وطی قنۃ ابنہ فولدت فلو لم تلد لزم عقرہا وارتکب محرما ولا یحد قاذفہ فادعاہ الاب وہو حر مسلم عاقل ثبت نسبہ بشرط بقاء ملک ابنہ من وقت الوطی الی الدعوۃ** اور جس نے وطی کی اپنے بیٹے کی لونڈی سے پھر وہ حاملہ ہوئی اور لڑکا جنی تو اگر نہ جنے گی تو لازم ہوگا باپ پر مہر مثل اور اس نے حرام کام کیا اور جس نے اس کو زانی کہا اس پر حد قذف کی نہ ماری جائے گی پھر باپ نے اس لونڈی کے ولد کا دعوی کیا اور حالانکہ باپ حر اور مسلمان اور عاقل ہے تو اس کا نسب ثابت ہوگا بشرطیکہ بیٹے کی ملک لونڈی پر باقی رہی ہو وطی کے وقت سے دعوی کرنے تک **وبیعہا لاخیہ مثلا لا یضر نہر بحثا** اور مثلاً بیچ ڈالنا لونڈی کا اپنے بھائی سے ضرر نہیں کرتا چنانچہ نہر الفائق

Marfat.com

ہیں ہے بحث کے ساتھ یعنی جب باپ نے بیٹے کی لونڈی سے وطی کی اور وہ لونڈی دوسرے بیٹے کی ملک میں جاتی رہی خواہ بیع سے خواہ ہبہ سے اور وہاں جنی تو لقائے ملک میں کچھ فرق نہیں اس واسطے کہ باپ کے دونوں بیٹے برابر ہیں ولایت میں فصارت ام ولدہ لاستناد الملک لوقت العلوق تو بیٹے کی لونڈی ام ولد ہوگئی باپ کی بسبب استناد ملک کے حمل رہنے سے اس واسطے کہ باپ مالک ہے بیٹے کے مال کا حاجت کے وقت کیونکہ حدیث میں آیا ہے انت ومالک لابیک یعنی تو اور تیرا مال باپ کا مملوک ہے اور نطفہ آدمی کا جزء ہے تو اس کی حفاظت ضروری ہے اس ضرورت سے بیٹے کے مال کا باپ یہاں مالک ٹھہرا اور لونڈی اس کی ام ولد ہوگئی وعلیہ قیمتہا ولو فقیرا لقصور حاجۃ لبقاء نسلہ عن بقاء نفسہ ولذا یحل لہ عند الحاجۃ الطعام لالولدی ویجبر علی نفقۃ ابیہ لاعلی دفع جاریۃ لتسریہ اور باپ پر واجب ہے قیمت لونڈی کی حمل رہنے کے دن سے اگرچہ باپ فقیر ہو بسبب کم ہونے حاجت بقائے نسل کے بہ نسبت بقائے نفس کے اور اسی واسطے حلال ہے باپ کو حاجت کے وقت طعام بیٹے کا نہ دولی اس کی لونڈی کی اور جبر کیا جائے گا بیٹے پر باپ کے نفقہ کا اور جبر نہ ہوگا لونڈی دینے پر تاکہ باپ اس کو حرم بنا دے ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ تم نے فقیر باپ پر کیوں قیمت واجب کی حالانکہ باپ اپنی حفظ منی اور بقائے نسل میں مضطر ہے اور باپ اگر اضطرار میں بیٹے کا طعام کھا دے تو اس پر ضمان نہیں شارح نے جواب دیا کہ طعام میں بقائے نفس ہے اور حفظ منی میں بقائے نسل ہے اور بقائے نفس اعظم ہے بقائے نسل سے تو دونوں برابر نہ ہوئے اس واسطے حفظ منی میں قیمت واجب ہوئی نہ طعام میں لاعقرہا ولا قیمۃ ولدہا ما لم تکن مشترکۃ فتجب حصۃ الشریک باپ پر قیمت لونڈی کی واجب ہوگی نہ اس کا مہر مثل اور نہ قیمت اس کے لڑکے کی بشرطیکہ لونڈی مشترک نہ ہو اور اگر لونڈی بیٹے اور اجنبی میں مشترک ہو تو بقدر حصہ شریک کے مہر مثل واجب ہوگا وہذا اذا ادعاہا وحدہ فلو مع الابن فان شریکین قدم الاب والا فالابن اور یہ حکم مسائل سابقہ کا اس وقت ہے جب فقط باپ ہی نے دعوی نسب کا کیا پھر اگر شریک ہوا باپ بیٹے کے ساتھ دعوی میں یعنی باپ نے کہا یہ میرا بیٹا ہے اور بیٹے نے کہا میرا بیٹا ہے تو اگر باپ اور بیٹا دونوں شریک ہوں لونڈی کی ملکیت میں تو باپ کا دعوی مقدم ہوگا دو جہت سے کہ اپنے حصہ میں ملک حقیقی ہے اور بیٹے کے حصہ میں ملک حکمی اور اگر دونوں شریک نہ ہوں تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ لونڈی فقط بیٹے کی ملک ہو تو بیٹے کا دعوی مقدم ہے دوسرے یہ کہ باپ کی خالص ملک ہو تو دعوی بیٹے کا غیر مسموع ہے اور ظاہر کلام شارح سے یہی نکلتا ہے کہ دوسری صورت میں بھی دعوی بیٹے کا مقدم ہے اور حالانکہ یہ ظاہر الفساد ہے کذا فی الطحطاوی ولو ادعی ولد ام ولدہ المنفی او مدبرتہ او مکاتبتہ شرط تصدیق الابن اور اگر دعوی کیا باپ نے اپنے بیٹے کی ام ولد کے ولد منفی کا یا اس کے مدبرہ کے ولد کا یا اس کی مکاتبہ کے ولد کا تو ثبوت نسب کے واسطے مشروط ہے تصدیق بیٹے کی پھر جب بیٹا باپ کے دعوی کی تصدیق کرے گا تو نسب ثابت ہوگا اس احتمال سے کہ باپ نے نکاح کر لیا ہو صحیح یا فاسد یا وطی اشتباہ سے ہو گئی ہو اور اگر بیٹے نے اپنی ام ولد کے ولد کی نفی نہ کی تو الحاق اس ولد کا باپ سے صحیح نہ ہوگا اس واسطے کہ نسب قابل انتقال کے نہیں وبعد صحیح کاب لبعد زوال ولایتہ بموت وکفر وجنون ورق فیہ ای فی الحکم المذکور اور دادا مانند باپ کے ہے بعد زائل ہونے ولایت باپ کے بسبب موت کے یا کفر کے یا جنون کے یا غلام ہونے کے حکم مذکور میں یعنی اگر دادا پوتے کی لونڈی کے ولد کا دعوی کرے تو صحیح ہے بشرطیکہ ولایت باپ کی اسباب مذکورہ سے زائل ہو گئی ہو لا یکون کالاب لا قبلہ ای قبل الزوال المذکور نہ ہوگا دادا مثل باپ کے قبل اس کے یعنی قبل زوال ولایت مذکور کے دادا مثل اجنبی کے ہے ویشترط ثبوت ولایتہ من حین الوطی الی الدعوۃ اور صحت دعوی میں شرط ہے ثبوت ولایت دادا کی وقت وطی سے دعوی تک سو اگر وطی کی دادا نے باپ کی ولایت میں پھر مثلاً باپ مر گیا اور لونڈی جنی دادا کی ولایت میں تو دعوی صحیح نہ ہوگا ولو تزوجہا ولو فاسدا ابوہ ولو بالولایۃ فولدت لم تصر ام ولدہ لتولدہ من نکاح اور اگر نکاح کیا باپ نے بیٹے کی لونڈی سے اگرچہ نکاح فاسد ہو اس واسطے کہ نکاح فاسد مثل صحیح کے ہے ثبوت نسب میں اور گو کہ باپ نے نکاح ولایت کیا اس صورت میں کہ بیٹا صغیر یا مجنون تھا پھر لونڈی جنی تو نہ ہوگی ام ولد باپ کی بواسطے پیدا ہونے ولد کے نکاح سے اور ام ولد بدون

Marfat.com

ملک یمین کے نہیں ہوتی ویجب المہر لا القیمۃ وولدہا حر لملک اخیہ لہ اور واجب ہوگا باپ پر مہر مسمی یا مہر مثل نہ قیمت لونڈی کی اور بیٹا لونڈی کا آزاد ہو اس واسطے کہ اس کا بھائی اس کا مالک ہوا تو بسبب قرابت کے آزاد ہو گیا ومن الحیل ان یملک امتہ لطفلہ ثم یتزوجہا اور جو چاہے کہ لونڈی سے وطی کرے اور وہ لڑکا پیدا ہونے سے ام ولد نہ ہو تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ اپنی لونڈی کو اپنے لڑکے کی ملک میں کر دے خواہ بیع سے خواہ ہبہ سے پھر اس لونڈی سے نکاح کرے تو جب یہ لونڈی جنے گی تو ام ولد باپ کی نہ ہوگی اور لڑکا حر ہوگا ولو وطی جاریۃ امراتہ او والدہ او جدہ فولدت وادعاہ لا یثبت النسب الا بتصدیق المولی فلو کذبہ ثم ملک الجاریۃ وقتا ما ثبت النسب ویجیٔ فی الاستیلاد اور اگر وطی کی اپنی جورو کی لونڈی سے یا اپنے باپ کی لونڈی یا دادا کی لونڈی سے پھر وہ جنی اور وطی کرنے والے نے دعوی نسب کا کیا تو نسب نہ ثابت ہوگا مگر لونڈی کے مالک کی تصدیق سے یعنی جورو اور باپ اور دادا یوں کہے کہ یہ لونڈی مدعی پر حلال تھی اور یہ لڑکا اسی کا ہے تو نسب ثابت ہوگا اور اگر مالک نے اس کی تکذیب کی پھر مدعی لونڈی کا مالک ہو گیا عمر بھر میں کسی وقت اور کسی وجہ سے تو ثابت ہوگا نسب اور لڑکا حر ہوگا اور یہ مسئلہ باب الاستیلاد میں آوے گا حرۃ متزوجۃ برقیق قالت لمولی زوجہا الحر المکلف اعتقہ عنی بالف او زادت ورطل من خمر اذ الفاسد ہنا کالصحیح ففعل فسد النکاح لتقدیم الملک اقتضاء کانہ قال بعتہ منک او اعتقتہ عنک حرہ غلام کی منکوحہ نے اپنے زوج کے مولی سے جو حر اور مکلف ہے کہا کہ آزاد کر دے اس کو میری طرف سے بعوض ہزار درم کے یا زیادہ کیا ہزار پر یعنی یوں کہا کہ بدلے ہزار درم اور ایک رطل شراب کے اس کو آزاد کر اس واسطے کہ فاسد بھی یہاں یعنی احتمال سقوط قبض میں مانند صحیح کے ہے پھر مولی نے ایسا ہی کیا یعنی اس کو آزاد کر دیا تو فاسد ہوگا نکاح بسبب مقدم ہونے ملک زوجہ کے بطریق اقتضائے کلام کے گویا مولی نے کہا میں نے اپنے غلام کو تیرے ہاتھ بیچا یا اس کو میں نے تیری طرف سے آزاد کیا یعنی آزادی بدون ملکیت کے نہیں ہوتی پھر جب اس کی طرف سے آزاد کیا تو اول حرہ مالک ٹھہری جب مالک ہوئی تو نکاح فاسد ہو گیا لیکن لو قال کذلک وقع العتق عن المامور لعدم القبول کما فی الحواشی السعدیۃ ومفادہ انہ لو قال قبلت وقع عن الآمر لیکن اگر مولی نے صریح کہا کہ میں نے غلام کو تیرے ہاتھ بیچا یا تیری طرف سے اس کو آزاد کیا تو عتق مامور کی طرف سے یعنی مولی کی طرف سے واقع ہوگا بسبب نہ پائے جانے قبول کے آمر کی طرف سے چنانچہ حواشی سعدیہ میں ہے یعنی اس صورت میں فقط مامور کی طرف سے ایجاب بیع کا ہوا اور قبول امر کا نہ ہوا تو بیع منعقد نہ ہوئی تو آزادی غلام کی مامور کی جانب سے ہوگی نہ آمر سے بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ اگرچہ وہاں بھی قبول آمر کا ثابت نہیں لیکن بیع وہاں ضمناً منعقد ہوئی تھی نہ صریحاً اور بیع ضمنی میں قبول کی حاجت نہیں بخلاف صریح بیع کے تو حواشی سعدیہ کی تحلیل سے یہ نکلا کہ اگر مامور کے ایجاب کے بعد آمر کہے کہ میں نے قبول کیا تو عتق آمر کی طرف سے ہوگا والولاء لہا ولزمہا الالف وسقط المہر اور ولا حرہ منکوحہ کے واسطے اور اس پر ہزار درم لازم ہوگے اور مہر اس کا ساقط ہوگا یعنی جب آزادی غلام کی حرہ کی طرف سے ہوئی تو ولا حرہ کا ہوگا اس واسطے کہ وہ لاحق ہے آزاد کرنے والے کا ولا اس کو کہتے ہیں کہ بعد مرنے غلام آزاد کے اگر اس کا کوئی وارث نہ ہو تو آزاد کرنے والا اس کے مال کا مالک ہوگا ویقع العتق عن کفارتہا ان نوتہ عنہا اور واقع ہوگا عتق عورت کے کفارہ سے اگر عورت نے عتق سے کفارہ کی نیت کی ہو ولو لم تقل بالف ولا یفسد لعدم الملک والولاء لہ لانہ المعتق اور اگر حرہ نے یوں نہ کہا کہ ہزار درم کے بدلے آزاد کر بلکہ فقط آزاد کرنے کو کہا بدون ذکر مال کے تو نکاح نہ فاسد ہوگا بسبب نہ مالک ہونے حرہ کے اور اس صورت میں حق ولا مولی کا ہوگا اس واسطے کہ وہی آزاد کرنے والا ہے

باب نکاح الکافر

ویشتمل المشرک والکتابی یہ باب ہے کافر کے نکاح کا اور کافر شامل ہے مشرک اور کتابی کو وہہنا ثلثۃ اصول الاول ان کل نکاح صحیح بین المسلمین فہو صحیح بین اہل الکفر خلافا لمالک ویردہ قولہ تعالی (وامراتہ حمالۃ الحطب) وقولہ علیہ الصلوۃ والسلام ولدت من نکاح لا من سفاح اور یہاں یعنی نکاح کفار میں تین قاعدے ہیں پہلا قاعدہ یہ ہے کہ جو نکاح صحیح ہے مسلمانوں میں سو صحیح ہے کافروں میں برخلاف امام مالک کے کہ ان کے نزدیک کافروں کا نکاح صحیح نہیں اور رد کرتا ہے اس قول کو قول اللہ تعالی

لہ اور اس کی جورو اٹھاتی پھرتی ہے لکڑیاں ۱۲

Marfat.com

کا امرأۃ حمالۃ الحطب حق تعالیٰ نے ابولہب کی جورو کو فرمایا تو یہ اضافت عرف اور لغت میں صحت نکاح پر ناطق ہے اور اس کو قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رد کرتا ہے حضرت نے فرمایا کہ میں نکاح سے پیدا ہوا نہ زنا سے تو معلوم ہوا کہ قبل اسلام کے بھی نکاح صحیح تھا والثانی ان کل نکاح حرم بین المسلمین لفقد شرطہ کعدم شہود یحکم بزنی حکم اذا اعتقدوہ عند الامام ویقرون علیہ بعد الاسلام اور دوسرا قاعدہ یہ ہے جو نکاح کہ حرام ہے مسلمانوں میں بسبب فوت ہونے شرائط نکاح کے جیسے گواہوں کا نہ ہونا یا عدت میں نکاح کرنا وہ نکاح جائز ہے کفار کے حق میں جب کہ وہ اس کی صحت کے معتقد ہوں نزدیک امام اعظمؒ کے اور ثابت رکھے جاویں گے اسی نکاح پر بعد مسلمان ہونے کے اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد مسلمان ہونے کفار کے ان کے نکاحوں کو دیا نہ کیا اور استفسار نہ فرمایا کہ تم نے اپنا نکاح کیونکر کیا تھا تو اس دلیل سے معلوم ہوا کہ ان کے حق میں ویسا ہی نکاح صحیح تھا کہ ہمارے حق میں صحیح نہیں والثالث ان کل نکاح حرم لحرمۃ المحل کمحارم یقع جائزا وقال مشائخ العراق لا بل فاسدا والاول اصح دلیلہ فتجب النفقۃ ویحد قاذفہ اور تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ جو نکاح حرام ہے بسبب حرمت محل کے جیسے محارم سے نکاح کرنا تو ہمارے مشائخ کے نزدیک جائز ہوگا اور مشائخ عراق نے کہا کہ جائز نہ ہوگا بلکہ فاسد ہوگا اور پہلا قول اصح ہے تو اسی قول پر نفقہ عورت کا واجب ہوگا اور بعد مسلمان ہونے اس نکاح والے کے اگر اس کو کوئی زانی کہے گا تو اس پر حد ماری جاوے گی واجمعوا علی انہم لا یتوارثون لان الارث ثبت بالنص علی خلاف القیاس فی النکاح الصحیح مطلقا فیقتصر علیہ ابن ملک اور اتفاق کیا ہے فقہا نے کہ کفار باہم وارث نہیں ہوتے بسبب نکاح محارم کے لیکن نسب کی جہت سے البتہ وارث ہوں گے مثلاً ایک کافر نے اپنی بہن سے نکاح کیا اور مر گیا تو عورت بسبب نکاح کے وارث نہ ہوگی لیکن بہن ہونے کی راہ سے وارث بھائی کی ہوگی اس واسطے کہ وراثت زوجین ثابت ہوئی نص سے برخلاف قیاس کے اس نکاح میں جو علی الاطلاق صحیح ہے تو اسی پر منحصر ہوگی اس واسطے کہ جو برخلاف قیاس ہے وہ عام نہیں ہوتا کما ذکرہ ابن ملک وراثت زوجین کی خلاف قیاس اس واسطے ہوئی کہ دونوں اجنبی ہیں اسلم المتزوجان بلا سماع شہود او فی عدۃ کافر معتقدین ذلک اقرا علیہ لانا امرنا بترکہم وما یعتقدون اسلام کئے زوج اور زوجہ جنھوں نے نکاح بدون سماع شاہدوں کے یا کافر کی عدت میں کیا اور حالانکہ دونوں حالت کفر میں اس کے معتقد تھے یعنی نکاح بلا شہود اور نکاح عدت کو درست جانتے تھے تو اسی پر ثابت رکھے جاویں گے اس واسطے کہ ہم مامور ہیں ان کے ترک پر اور ان کے معتقدات کے ترک پر دونوں مسلمان ہوئے ہوں یا ایک دونوں نے قاضی کے پاس نالش کی ہو یا ایک نے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو کانا ای المتزوجان اللذان اسلما محرمین او اسلم احد المحرمین او ترافعا الینا وہما علی الکفر فرق القاضی او الذی حکماہ بینہما لعدم المحلیۃ وبمرافعۃ احدہما لا یفرق لبقاء حق الآخر بخلاف اسلامہ لان الاسلام یعلو ولا یعلی علیہ اور اگر دونوں نکاح کرنے والے جو مسلمان ہوئے محرم ہوں یا دو محرموں میں سے ایک مسلمان ہوا یا دونوں نے ہم سے نالش کی اور حالانکہ وہ کافر ہیں تو جدائی کروا دے دونوں کے درمیان میں قاضی یا جس کو انھوں نے حکم قرار دیا بسبب عدم محلیت نکاح کے اور دو کافروں میں سے ایک کافر کی نالش سے تفریق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ حق دوسرے کا باقی رہا بخلاف ایک کے مسلمان ہونے کے اس واسطے کہ اسلام بلند ہے پست نہیں ہو سکتا الا اذا اطلقہا ثلثا وطلبت التفریق فانہ یفرق بینہما اجماعا کما لو خالعہا ثم اقام معہا من غیر عقد او تزوج کتابیۃ فی عدۃ مسلم او تزوجہا قبل زوج آخر وقد طلقہا ثلثا فانہ فی ہذہ الثلثۃ یفرق من غیر مرافعۃ بحر عن المحیط خلافا عن الزیلعی والہادی من اشتراط المرافعۃ مگر جب طلاق دی مرد نے عورت کو تین بار اور عورت نے جدائی چاہی تو یہاں فقط ایک کی نالش سے جدائی کرا دی جاوے گی دونوں میں بالاتفاق اس واسطے کہ تین طلاق نکاح کی قاطع ہیں سب دینوں میں تو دوسرے کا حق باقی نہ رہا کذا فی حاشیۃ المدنی جیسے کہ مرد نے عورت سے خلع کیا پھر اس کے ساتھ قائم رہا بدون عقد کے یا کافر نے نکاح کیا کتابیہ سے مسلمان کی عدت میں یا عورت سے نکاح کیا قبل دوسرے زوج کے اور حالانکہ اس کو طلاق دے چکا تھا تین بار سو ان تینوں مسئلوں میں تفریق کی جائے گی بدون نالش کے کذا فی البحر عن المحیط بخلاف زیلعی اور ہادی کہ ان میں جدائی کے واسطے نالش شرط ہے واذا اسلم

Marfat.com

احد الزوجین المجوسیین او امراۃ الکتابی عرض الاسلام علی الآخر فان اسلم فہما والا یان ابی او سکت فرق بینہما ولو کان الزوج صبیا یمیز اتفاقا علی الاصح والعبرۃ کالصبی فیما ذکر والاصل ان کل من صح منہ الاسلام اذا اتی بہ صح منہ الاباء اذا عرض علیہ اور جب مسلمان ہوا دو مجوسی زوج اور زوجہ میں سے ایک شخص یا مسلمان ہوئی جو رکتابی کی تو عرض کیا جائے گا اسلام دوسرے پر یعنی اس سے کہا جائے گا کہ تو بھی مسلمان ہو جا سو اگر وہ بھی مسلمان ہو گیا تو خوب ہوا کہ نکاح باقی رہا اور اگر اس نے اسلام نہ قبول کیا اس طرح انکار کر گیا یا ساکت رہا تو دونوں میں جدائی کرائی جائے گی اگرچہ زوج لڑکا با تمیز ہو تو بھی اس کے انکار سے تفریق ہو گی بالاتفاق بنا بر قول اصح کے اور اس تمیز کی حد یہ ہے کہ جب اس کو ادیان کا تعقل ہوا (یعنی سمجھنا) اور بعضوں نے سات برس مقرر کیے ہیں اور صبیہ مانند صبی کے ہے حکم مذکور میں یعنی اگر زوج کتابی مسلمان ہوا اور اس کی زوجہ صبیہ ہے با تمیز تو اس سے بھی مسلمان ہونے کو کہا جائے گا سو اگر وہ مسلمان ہوئی تو نکاح باقی رہے گا اور اگر نہ مسلمان ہوئی تو تفریق واقع ہو گی اور اصل علت اس کی یہ ہے کہ جس کا مسلمان ہونا صحیح ہے اسلام لانے کے وقت اسکا انکار بھی صحیح ہے اسلام سے عرض اسلام کے وقت فہمیدہ صبی اور صبیہ کا اسلام لانا تو صحیح ہے تو انکا انکار بھی صحیح ہو گا وینتظر عقل ای تمیز غیر المیز ولو کان مجنونا لا ینتظر لعدم نہایۃ بل یعرض الاسلام علی ابویہ فایہما اسلم تبعہ فیبقی النکاح فان لم یکن لہ اب نصب القاضی عنہ وصیا فیقضی علیہ بالفرقۃ باقانی عن البہنسی عن روضۃ العلماء للزاہدی اور صبی غیر ممیز کی عقل یعنی تمیز کا انتظار کیا جائے گا اور اگر زوج مجنون ہے تو انتظار نہ ہو گا اس واسطے کہ جنون کی کچھ نہایت نہیں بلکہ اسلام عرض ہو گا مجنون کے ماں باپ پر جو ان میں سے اسلام قبول کرے گا مجنون بھی اسلام میں اس کا تابع ہو گا تو نکاح باقی رہے گا پھر اگر اس کا باپ یا ماں نہ ہو تو قائم کرے قاضی مجنون کی طرف سے ایک وصی کو پھر اس پر حکم ہو گا تفریق کا چنانچہ اس مسئلہ کو باقانی نے بہنسی سے اور اس نے زاہدی کے روضۃ العلماء سے نقل کیا ولو اسلم الزوج وہی مجوسیۃ فتہودت او تنصرت لبقی نکاحہا کما لو کانت فی الابتداء کذلک لانہا کتابیۃ مالا اگر مسلمان ہوا زوج اور عورت مجوسیہ تھی پھر یہودیہ ہو گئی یا نصرانیہ تو اس کا نکاح باقی رہے گا جیسے کہ اگر عورت پہلے سے یہودیہ یا نصرانیہ ہو تو نکاح بنا رہے گا مجوسیہ کے یہودیہ یا نصرانیہ ہونے سے اس واسطے نکاح باقی رہا کہ وہ اہل کتاب ہوئی باعتبار انجام کار کے اور مسلم اور کتابیہ میں نکاح درست ہے والتفریق بینہما طلاق ینقص العدد ولو ابی اللوابت لان الطلاق لا یکون من النساء اور تفریق کرنا دونوں میں طلاق بائن ہے کہ کم کرتا ہے عدد طلاق کو یعنی اگر بعد تفریق کے اس عورت سے نکاح کرے گا تو زوج تین طلاق کا مالک نہ رہے گا بلکہ دو ہی کا مالک ہو گا اور اگر زوجہ لونڈی ہے تو ایک طلاق کا مالک رہے گا تفریق اس وقت طلاق ہے اگر زوج اسلام سے انکار کرے اور اگر عورت انکار کرے تو تفریق طلاق نہیں اس واسطے کہ طلاق عورتوں کی جانب سے نہیں ہوتی دا باء المیز واحد ابوی المجنون طلاق فی الاصح وہی من اغرب المسائل حیث یقع الطلاق من صغیر ومجنون زیلعی وفیہ نظر اذ الطلاق من القاضی وہو علیہما لا منہما فلیسا باہل للایقاع بل للوقوع اور انکار صبی ممیز کا اور مجنون کی ماں باپ کا طلاق ہے قول اصح میں اور یہ مسئلہ نہایت عجیب وغریب ہے اس واسطے کہ طلاق واقع ہوئی صغیر اور مجنون کی طرف سے کذا فی الزیلعی شارح نے کہا کہ زیلعی کے کلام میں خلل ہے اس واسطے کہ طلاق واقع ہوتی ہے قاضی کی طرف سے اور طلاق صغیر اور مجنون پر زبردستی ڈالی جاتی ہے نہ کہ ان کے اختیار سے تو وہ دونوں طلاق ڈالنے کے اہل نہیں بلکہ طلاق پڑنے کے اہل ہیں پھر جب طلاق ان کی طرف سے نہ ہوئی تو اس میں تعجب کیا باقی رہا کما لو ورث قریبہ فانہ یعتق علیہ ولو قال ان جئتک فانت طالق فجن لم یقع بخلاف ما اذا قال ان دخلت الدار فدخلہا مجنونا تو قع جیسا کہ اگر صغیر یا مجنون وارث ہوا اپنے قرابت دار کا تو آزاد ہو جائے گا تو یہ آزادی شارع کی طرف سے واقع ہوئی نہ صغیر اور مجنون کی طرف سے اور اسی طرح اگر مکلف نے اپنی زوجہ سے یوں کہا کہ اگر میں مجنون ہو جاؤں تو تجھ کو طلاق ہے پھر وہ مجنون ہو گیا تو طلاق نہ واقع ہو گی اس واسطے کہ طلاق بعد وجود شرط کے واقع ہوتی ہے اور یہاں شرط تھی جنون پھر جب جنون پایا گیا تو وہ شخص مکلف باقی نہ رہا بخلاف اس کے کہ اگر اس نے کہا کہ میں اگر گھر میں داخل ہوں تو تجھ کو طلاق ہے پھر گھر میں مجنون ہو کر داخل ہوا

Marfat.com

تو طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ معلق ہے دخول پر سو دخول پایا گیا تو یہ وقوع ہوا طلاق کا نہ ایقاع اور پہلی صورت میں ایقاع تھا نہ وقوع اس واسطے واقع نہ ہوا خلاصہ یہ کہ مجنون اور صغیر سے ایقاع طلاق صحیح نہیں وقوع طلاق البتہ صحیح ہے اور زیلعی نے ایقاع اور وقوع میں فرق نہ کیا اس واسطے تعجب اور غرابت کا قائل ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اسلم احد ہما ای احد المجوسیین او امرأۃ الکتابی ثم ای فی دار الحرب والحق بہا او بالبحر اللج لم تبن حتی تحیض ثلثا او تمضی ثلثۃ اشہر قبل اسلام الآخر اقامۃ شرط الفرقۃ مقام السبب ولیست بعدۃ لدخول غیر المدخول بہا اور اگر اسلام لائے دو مجوسی مرد اور عورت سے ایک یا کتابی کی عورت مسلمان ہوگئی وہاں یعنی دار الحرب میں اور جو کہ دار الحرب سے ملحق ہے جیسے دریائے شور تو عورت نکاح سے جدا نہ ہوگی یہاں تک کہ تین بار اس کو حیض آوے یا تین مہینے گذر جاویں دوسرے کے مسلمان ہونے کے پہلے واسطے قائم کرنے شرط فرقت کے (یعنی گذر جانا عدت کا) بجائے سبب فرقت کے یعنی انکار اسلام کا یعنی جب زوجہ اور زوج دونوں دار الاسلام میں نہ ہوئے ایک ان میں سے دار الحرب میں ہے تو ایک کے مسلمان ہونے سے دوسرے پر عرض اسلام نہیں ہو سکتا کہ وہاں مسلمانوں کی حکومت نہیں اس واسطے اتنی مدت جدائی کی قائم مقام عرض اسلام کی مقرر ہوئی اور یہ مدت عدت نہیں ہے اس واسطے کہ عورت غیر مدخولہ بھی اس میں داخل ہے اور غیر مدخولہ پر عدت نہیں ولو اسلم زوج الکتابیۃ ولو مالا کما مر فی لہ اور اگر مسلمان ہوگیا کتابیہ عورت کا شوہر تو وہ عورت اسی کی ہوگی یعنی جدائی دونوں میں نہ ہوگی اس واسطے کہ مسلم اور کتابیہ کا نکاح درست ہے اگرچہ عورت پہلے سے کتابیہ نہ ہو بلکہ پہلے مجوسیہ یا مشرکہ ہو آخر کار یہودیہ یا نصرانیہ ہوگئی چنانچہ سابق میں اس کا مذکور ہو چکا والمراۃ تبین بتباین الدارین حقیقۃ وحکما اور عورت جدا ہو جاتی ہے اپنے زوج سے بسبب تباین دارین کے باعتبار تباین حقیقی اور حکمی کے تباین حقیقی یہ کہ دونوں شخصوں میں دوری واقع ہو جیسے مثلاً زوج دار الاسلام میں ہو زوجہ دار الحرب میں اور تباین حکمی یہ کہ مثلاً دار الحرب کا رہنے والا دار الاسلام میں پھر جانے کے قصد سے نہ آوے بلکہ بطریق سکونت اور توطن کے وارد ہو تو اگر کافر حربی دار الاسلام میں امان لے کر آیا تو اس کی زوجہ نہ چھوٹ جاوے گی اس واسطے کہ وہ حکماً اپنے ملک میں ہے مگر جب کہ ذمی ہو کر رہے گا تو دونوں میں جدائی ہو جاوے گی لا بالسبی نہیں چھوٹتی عورت اپنے زوج سے بسبب قید ہو جانے کے یعنی علت فرقت کی تباین دارین ہے امام اعظمؒ کے نزدیک نہ مقید ہونا اور امام شافعی کے نزدیک بالعکس ہے فلو خرج احد ہما الینا مسلما او ذمیا او اسلم او صار ذمتہ فی دارنا او اخرج مبیعا او دخل دارنا بانت تباین الدارین اذ اہل الحرب کالموتی ولا نکاح بین حی وميت سو اگر ایک حربی زوج یا زوجہ دار الاسلام میں نکل آیا مسلمان ہو کر یا ذمی ہو کر یا وہ مسلمان ہوگیا یا دار الاسلام میں ذمی ہوگیا یا نکالا گیا دار الحرب سے مقید کر کے اور دار الاسلام میں داخل کیا گیا تو عورت چھوٹ گئی اپنے شوہر سے بسبب تباین دارین کے اس واسطے کہ کافر حربی مردوں کے مانند ہیں اور حالانکہ زندہ اور مردہ میں نکاح نہیں اور یہی سبب ہے کہ جب مرتد حربیوں میں ملا اس پر احکام بیت کے جاری ہوتے ہیں وان سبیا وخرج الینا معاذیین او مسلمین او ثم اسلما او صارا ذمیین لا تبین لعدم التباین حتی لو کانت السبیۃ منکوحۃ مسلم او ذمی لم تبن اور اگر زوج اور زوجہ دونوں ساتھ ہی مقید ہوئے یا دونوں نکل آئے ہماری طرف ساتھ ہی ذمی ہو کر یا مسلمان ہو کر یا دونوں نکلے مسلمانوں سے امان لے کر پھر اسلام لائے یا امان لے کر نکلے پھر دونوں ذمی ہوگئے تو ان صورتوں میں زوجہ زوج سے جدا نہ ہوگی بسبب نہ ہونے تباین دارین کے یہاں تک کہ اگر عورت مقیدہ منکوحہ ہو مسلم کی یا ذمی کی تو جدا نہ ہوگی اپنے شوہر سے اس واسطے کہ دونوں دار الاسلام میں ہو گئے اختلاف دارین نہیں جو موجب ہو فرقت زوجین کا ولو نکحہا ثم خرج قبلہا بانت وان خرجت قبلہ لا وما فی الفتح عن المحیط تحریف نہر اور اگر نکاح کیا مسلم نے کتابیہ سے وہاں یعنی دار الحرب میں پھر نکلا وہاں سے قبل عورت کے تو وہ جدا ہوگئی بسبب اختلاف دارین کے اور اگر نکلی عورت قبل مرد کے تو جدائی نہ ہوئی اس واسطے کہ اگرچہ اختلاف حقیقی ہوا لیکن اختلاف حکمی نہیں ہوا کیونکہ مسلم دار الاسلام کا مقیم ہے نہ دار الحرب کا اور جو روایت کہ فتح القدیر میں محیط سے منقول ہے وہ تحریف ہے کذا فی النہر الفائق فتح القدیر میں محیط سے منقول ہے کہ اگر مسلم عورت کو نکال لایا دار الاسلام میں

Marfat.com

اور پہلے نکاح اس سے کر چکا تھا دار الحرب میں تو وہ جدا ہو گئی صاحب نہر الفائق نے کہا کہ میں نے محیط رضوی کو دیکھا تو اس میں یہ مضمون تھا
کہ مسلم نے حربیہ کتابیہ سے دار الحرب میں نکاح کیا پھر نکلا وہاں سے اکیلا بدون عورت کے تو عورت جدا ہو گئی اور اگر عورت مرد سے پہلے نکلی تو جدا نہ ہوئی
تو صاف معلوم ہو گیا کہ فتح القدیر کی نقل روایت محیط میں تحریف اور تبدیل واقع ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی ومن ہاجرت الینا مسلمۃ او ذمیۃ غیر حاملۃ
بانت بلا عدۃ فیحل تزوجہا اما الحامل فمتی تضع علی الاظہر للعدۃ بل لشغل الرحم بحق الغیر اور جس عورت نے کہ ہجرت کی ہماری طرف یعنی دار الحرب سے دار الاسلام
میں آئی مسلمان ہو کر یا ذمیہ ہو کر دران حالیکہ وہ حاملہ نہیں تو وہ جدا ہو گئی اپنے زوج سے بدون عدت کے پھر جب امام کے نزدیک اس پر عدت واجب
نہ ہوئی تو فوراً اس سے نکاح کر لینا درست ہوا لیکن اگر مہاجرہ حاملہ ہے تو اس سے نکاح کرنا تب درست ہو گا جب وہ جنے بنا بر قول اظہر کے حمل تک نکاح
کرنا بسبب عدت کے نہیں بلکہ بسبب خالی نہ ہونے رحم کے حق غیر سے وارتداد احد ہما ای الزوجین فسخ فلا ینقص عدد الطلاق عاجل بلا قضاء اور مرتد
ہونا ایک کا زوجین میں سے بالفعل فسخ ہے نکاح کا تو حکم قاضی کی حاجت نہیں ارتداد طلاق نہیں بلکہ فسخ ہے تو عدد طلاق نہ کم ہو گا سو اگر مرد چند بار مرتد ہو
گیا اور ہر بار مسلمان ہوا اور ہر بار تازہ نکاح کر لیا امام کے نزدیک عورت حلال ہو گی دوسرے زوج کی دخلی کی حاجت نہیں کذا فی الطحطاوی ناقلا عن الخانیۃ
فلو طوعۃ ولو حکما کل مہرہا تاکدہ بہ سو جس عورت کی دخلی ہو گئی اگرچہ دخلی حکمی ہو جیسے خلوت صحیحہ تو عورت کا کل مہر واجب ہو گا بسبب محکم ہو جانے مہر کے
دخلی سے خواہ مرد مرتد ہوا ہو خواہ عورت کذا فی الطحطاوی ولغیرہا النصف لو سمی والا المتعۃ ولو ارتد فعلیہ نفقۃ العدۃ اور جس عورت کی دخلی نہیں ہوئی تو اس
کو نصف مہر ملے گا اگر مہر معین ہوا اور اگر معین نہیں تو متعہ یعنی پوشاک پا دے گی اور اگر مرد مرتد ہوا تو نصف مہر اور متعہ عورت کو ملے گا اور مرد پر نفقہ
عدت کا واجب ہو گا اور اگر عورت مدخولہ نہیں تو عدت واجب ہے نہ نفقہ کذا فی حاشیۃ المدنی ولا شیء من المہر والنفقۃ سوی السکنی بہ یفتی لو ارتدت
کلہا الفرقۃ منہا قبل تاکدہ اور اگر عورت مرتد ہوئی تو کچھ مہر اور نفقہ مرد پر نہیں سوائے مکان سکونت کے اسی پر فتوی ہے مہر اور نفقہ اس واسطے نہ ہوا
کہ جدائی عورت کی طرف سے ہوئی قبل محکم ہونے مہر کے اس واسطے کہ مہر محکم ہوتا ہے دخول یا موت سے سو یہاں پایا نہیں گیا سکنی مرد پر اس وقت
واجب ہو گا جب بادشاہ حکم کرے زوج کو کہ عورت کو اپنے پاس فید میں رکھ اور اگر بادشاہ خود فید کرے تو زوج پر سکنی واجب نہیں کذا فی حاشیۃ
المدنی ولو ماتت فی العدۃ ورثہا زوجہا المسلم استحسانا اور اگر عورت مرتدہ مر گئی عدت میں تو وارث ہو گا اس کا زوج مسلم بدلیل استحسان مصرحوا
بتغریرہا خمستہ وسبعین اور تصریح کی فقہا نے عورت مرتدہ کو تعزیر دینے کی پچہتر کوڑے سے اور یہ مذہب ہے ابو یوسفؒ کا اور امام اور محمدؒ کے نزدیک
نہایت تعزیر آزاد کی ننانوے کوڑے ہیں حلوی میں کہا کہ ابو یوسفؒ کے قول پر فتوی ہے اور بحر الرائق میں کہا کہ یہی معتمد ہے کذا فی الطحطاوی والمدنی
ویجبر علی الاسلام وعلی تجدید النکاح زوجہا بمہر یسیر کدینار وعلیہ الفتوی ولو الجیہ اور زبردستی کی جاوے عورت مرتدہ کے اسلام پر اور تجدید نکاح پر مجبور
کی جاوے تھوڑے مہر پر جیسے ایک دینار پر یعنی اقل مہر پر اور اسی روایت پر فتوی ہے کذا فی الولوالجیہ تو ہر قاضی پر ضرور ہے کہ تجدید نکاح کی کر دے
عورت خوش ہو یا ناخوش اور اگر زوج اس کے نکاح سے راضی نہ ہو یا ساکت رہے تو اس پر جبر نہیں اور مرد سے نکاح اس کا کر دے جبراً اسلام
اور تجدید نکاح پر اس صورت میں ہے جب عورت ابطال نکاح کے واسطے ارتداد اختیار کرے چنانچہ فتاوی عالمگیری میں اس کی تصریح کی ہے
کہ اگر عورت کلمہ کفر کا زبان پر جاری کرے زوج کو رنج دینے کے واسطے اور مہر بڑھانے کے واسطے بسبب نکاح جدید کے تو اس کو زبردستی مسلمان
کرنا چاہیے اور ہر قاضی اس کا نکاح جدید کر دے تھوڑے مہر پر کذا فی حاشیۃ المدنی وافتی مشائخ بلخ لعدم الفرقۃ بردتہا زجرا وتیسیرا لاسیما التی
تقع فی الکفر ثم تنکر قال فی النہر والافتاء بہذا اولی من الافتاء بما فی النوادر اور فتوی دیا مشائخ بلخ نے جدائی نہ پڑنے کا عورت کے مرتدہ ہونے
سے عورت پر زبردستی کے واسطے تاکہ شوہر پر اس کا حیلہ نہ چلے اور خلق پر آسانی کے واسطے جہاں قاضی اور حاکم نہ ہو علی الخصوص وہ عورت کہ موجبات

Marfat.com

کفر کرے پھر منکر ہو جاوے نہر الفائق میں کہا کہ اس روایت پر فتوی دینا بہتر ہے نوادر کی روایت کے فتوی سے لیکن قال المصنف ومن تفحص احوال نسا
زمانا وما یقع منهن من موجبات الردة مکررا فی کل یوم لم یتوقف فی الافتاء بروایة النوادر اقول وقد بسطت فی النفیئة والمجتبی والفتح والبحر وحاصلها انها بالردة
تسترق وتکون فیئا للمسلمین عند ابی حنیفة ویشترط الزوج من الامام ان لم تکن مقرنا او یقر فیها الیه ان کانت مقرنا ولا یسترق علیها الزوج بعد الردة ملکه
ولا یبیعها مالم تکن ولدت منه فتکون کام الولد لیکن مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں کہا کہ جو کوئی تفحص اور تلاش کرے ہمارے زمانے کی عورتوں کے
احوال کو اور جو اس سے موجبات ارتداد واقع ہوتے ہیں مکرر ہر دن میں تو توقف اور تردد کرے نوادر کی روایت پر فتوی دینے سے فتاوی کہتا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ نوادر کی
روایت مبسوط اور شرح ہے تبیین اور مجتبی اور فتح القدیر اور بحر اور لفائق میں ہے کہ عورت بسبب مرتد ہونے کے لونڈی بنائی جاتی اور مسلمانوں کیواسطے غنیمت ہو جاتی نزدیک امام حنیفہ کے
مول لیوے زوج اس کا امام سے اگر وہ معرف غنیمت کا نہ ہو یا زوج اس کو اپنے معرف لاوے اگر وہ معرف ہو غنیمت کا اور اگر زوج اس پر سلطا ہو بعد ارتداد کے مالک ہوگا اور اس کو
اس کا بیچنا ڈالنا درست ہے جب تک عورت حبلی نہ ہو زوج سے اور اگر زوج کا لڑکا عورت جنے تو وہ ام ولد کی مثل ہو جاوے گی نقل المصنف فی کتاب
الغصب ان عمر رضی اللہ عنہ مجم علی نائحة فضربها بالدرة حتی سقط خمارها فقیل له یا امیر المومنین قد سقط خمارها فقال انها لا حرمة لها ومن هذا قال الفقیه ابو بکر البلخی
حین مر بنساء علی شط نهر کاشفات الرؤس والذراع فقیل له کیف تمر فقال لا حرمة لهن انما الشک فی ایمانهن کانهن حربیات اور نقل کیا مصنف نے کتاب
الغصب میں کہ البتہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ دفعہ جا پڑے ایک عورت نوحہ گر پر پھر اس کو درے سے مارا یہاں تک کہ اس کے سر کا کپڑا گر پڑا تو لوگوں نے
ان سے کہا کہ یا امیر المومنین اس کے سر کا کپڑا گر پڑا اور حالانکہ عورت کا سر کھولنا جائز نہیں تو فرمایا فاروق اعظم نے کہ مقرر اس عورت کی کچھ حرمت اور
عزت نہیں اس واسطے کہ خدا کی نافرمانی پر سرگرم ہے اور گاہے نوحہ گری مرتد بھی کر دیتی ہے اور اس جگہ سے فقیہ ابو بکر بلخی نے جب کہ وہ گذرے عورتوں
پر جو نہر کے کنارے پر سر اور ہاتھ کھولے تھیں تو ان سے لوگوں نے کہا کہ آپ کیونکر ان کو برہنہ دیکھ کر ان کے پاس ہو کر نکلے تو فقیہ موصوف نے
کہا کہ ان کی کچھ عزت اور حرمت نہیں ان کے تو ایمان میں شک ہے گویا کہ وہ حربی عورتیں ہیں اور حربی عورتیں لونڈیاں ہیں تو ان کے سر اور ہاتھ
واجب الستر نہیں ہم یہ نقل مصنف کی استدلال نہیں بلکہ روایت سابقہ کی استیناس ہے اس واسطے کہ غالب حال نوحہ گری کا یہ ہے کہ باعث ارتداد
کا ہو جاتا ہے کذا فی حاشیة الطحطاوی وبقی النکاح ان ارتدا معا بان لم یعلم السبق فیجعل کالغرقی تم سلمنا کذلک استحسانا اور باقی رہے گا نکاح اگر زوج
اور زوجہ ساتھ ہی مرتد ہو جاویں پھر اسی طرح ساتھ ہی مسلمان ہوں ساتھ ہی مرتد ہوں جیسے مثلاً دونوں یکبارگی بت کو سجدہ کریں یا معاذ اللہ قرآن
مجید کو اہانت سے پھینک دیں یا اس طرح کہ دونوں میں سے کسی کے ارتداد کی سبقت نہ معلوم ہو تو غرقی کے مانند قرار دیے جاویں گے یعنی دو
شخص غرق ہو گئے یا جل گئے اور معلوم نہیں کہ کون پہلے ڈوبا یا کون پہلے جلا تو دونوں ساتھ ہی غریق اور حریق قرار دیے جاویں گے کوئی ان میں
ایک دوسرے کا وارث نہ ہوگا اور یہ نکاح باقی رہنا بدلیل استحسان کے ہے نہ بطور قیاس کے اس واسطے کہ جب ایک کا ارتداد منافی ہوا نکاح
کا تو دونوں کا ارتداد بطریق اولی منافی ہوگا وقسد ان اسلم احدهما قبل الآخر ولا مهر قبل الدخول والمتاخری دبر هو فنصف ومتعة اور فاسد ہوگا
نکاح اگر مسلمان ہوا ایک قبل دوسرے کے اور مہر نہ ہوگا قبل دخول کے اگر عورت پیچھے مرد سے مسلمان ہوئی اور گر مرد عورت سے پیچھے مسلمان ہو
تو نصف مہر واجب ہوگا اگر مہر معین تھا اور اگر مہر معین نہیں تو متعہ واجب گا اور اگر بعد دخول کے ارتداد اور اسلام ہوا تو مہر مسمی یا مہر مثل واجب
ہوگا کذا فی حاشیة المدنی والاول یتبع خیرالابوین دینا ان اتحدت الدار ولو حکما بان کان الصغیر فی دار نا والاب ثمہ بخلاف العکس اور بچہ کا تابع ہے
والدین میں سے بہتر دین والے کا یعنی اگر باپ مسلمان ہو تو لڑکا باپ کا تابع ہوگا دین میں اور اگر ماں مسلمان ہے تو ماں کا تابع ہوگا بشرطیکہ
ملک متحد ہو اگرچہ حکمی اتحاد ہو اس طرح کہ لڑکا ہمارے ملک میں ہو اور ماں اس کی ذمیہ ہے اور باپ وہاں یعنی دار حرب میں اسلام لایا ہو تو اگرچہ

Marfat.com

یہاں حقیقت میں اختلاف دارین ہے لیکن باپ بسبب اسلام کے دارالاسلام میں حکماً داخل ہے بخلاف بالعکس کے یعنی لڑکا دارالحرب میں ہوا اور باپ دارالاسلام میں مسلمان ہوا ہو تو اس صورت میں لڑکا اسلام میں باپ کا تابع نہ ہوگا بسبب اختلاف دارین کے حقیقۃً وحکماً والمجوسی ومثلہ کوثنی وسائر اہل الشرک شر من الکتابی والنصرانی شر من الیہودی فی الدارین لانہ لاذبیحۃ لہ بل یحتق کمجوسی وفی الآخرۃ اشد عذابا اور مجوسی اور اس کے مانند جیسے بت پرست اور باقی اہل شرک جن کا دین آسمانی نہیں وہ بدتر ہیں کتابی سے اس واسطے کہ اہل کتاب کا دین باعتبار دعویٰ کے آسمانی ہے اسی واسطے ان کا ذبیحہ حلال ہے بخلاف مجوسی کے تو اگر مجوسی اور کتابی سے لڑکا پیدا ہوگا تو کتابی شمار ہوگا اور نصرانی بدتر ہے یہودی سے دارین میں اس واسطے کہ نصرانی کا ذبیحہ نہیں بطور عادت کے بلکہ نصرانی جانور کا گلا گھونٹ ڈالتا ہے مجوسی کی طرح ہاں اگر نصرانی بوجہ مشروع حلال کرے گا تو ذبیحہ حلال ہوگا یہ برائیاں دنیاوی ہوئیں اور آخرت میں سخت تر عذاب ہے نصرانی پر بہ نسبت یہودی کے اس واسطے کہ نزاع نصاریٰ کا الٰہیات میں ہے اور نزاع یہودی کا نبوت میں لیکن اگر نصرانی اور یہودی کا لڑکا ہوگا تو یہودی نہ ہوگا کذا فی حاشیۃ الدنی ناقلا عن النہر وفی الجامع الفصولین لو قال النصرانیۃ غیر من الیہودیۃ او المجوسیۃ کفر لاثبانۃ الخبر لما قبح بالقطعی لکن ورد فی السنۃ ان المجوسی اسعد حالا من المعتزلۃ لاثبات المجوسی خالقین فقط وہولاء خالقا لاعدد لہ بزازیۃ ونہر اور جامع الفصولین میں ہے اگر کوئی کہے دین نصاریٰ کا بدتر ہے یہود کے دین سے یا مجوس کے دین سے تو کافر ہو جائے گا بسبب ثابت کرنے بہتری کے اس کو جو دلیل قطعی سے قبیح ہے یعنی سوائے دین اسلام کے سب دینوں سے خیریت اور بہتری مسلوب ہے لیکن حدیث میں وارد ہے کہ مجوسی خوشحال ہے معتزلہ سے اس واسطے کہ مجوسی فقط دو خالق کو ثابت کرتا ہے اور معتزلہ بیشمار خالق ثابت کرتے ہے کذا فی البزازیہ والنہر مسند امام اعظم وغیرہ میں بروایت صحیح ثابت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القدریۃ مجوس ہذہ الامۃ یعنی قدریہ مجوس ہیں اس امت کے قدریہ سے مراد وہ فرقہ ہے جو منکر ہے قدیر کا اور معتزلہ قائل ہیں کہ خدا خالق شر کا نہیں بلکہ شر بندوں کا مخلوق ہے تو بہت خالق ٹھہرے اور مجوسی قائل ہیں دو خالق کے ایک نور جس کو یزدان کہتے ہیں اور دوسرا ظلمت جس کو اہرمن بولتے ہیں ولہذا ابو حنیفہ نصرانیۃ تحت مسلم بانت بلا مہر ولو کانت قد باشرت الا مہ نصرانیۃ مثلا وکذا عکسہ لم تبن لتناہی التبعیۃ بموت احد اذ میاد مسلما او مرتدا فلم تبطل بکفر الآخر اور اگر مجوسی ہو گیا صغیرہ نصرانیہ کا باپ جو مسلمان کے نیچے ہے تو جدا ہو جائے گی نصرانیہ بدون مہر کے اس واسطے کہ صغیرہ نصرانیہ تابع ہوگی دین میں باپ کی پھر جب وہ مجوسی ٹھہری تو نکاح ٹوٹ گیا اور اگر صغیرہ کی ماں نصرانیہ مثلاً یا یہودیہ مر چکی ہو اور باپ اس کا مجوسی ہو جاوے اور اسی طرح بالعکس یعنی باپ صغیرہ کا نصرانی مر چکا ہو اور ماں اس کی مجوسیہ ہو جاوے تو صغیرہ جدا نہ ہوگی مسلم سے بسبب تناہی تبعیت کے ایک کی موت پر ذمی ہو کر یا مسلمان ہو کر یا مرتد ہو کر تو تابعداری باطل نہ ہوگی دوسرے کے کفر سے یعنی جب صغیرہ کی ماں یا باپ ذمی یا مسلمان یا مرتد ہو کر مر تو تبعیت دین کی ختم ہو گئی اب دوسرے کے کافر ہونے سے نکاح نہ ٹوٹ جائے گا ماں یا باپ کے مرتد ہونے سے اس واسطے نکاح باقی رہے گا کہ مرتد بجبر مسلمان کیا جاتا ہے اس کے مرتد ہونے سے لڑکا مرتد نہیں ہوتا وفی المحیط لو ارتد الم تبن مالم یلحقا اور محیط میں ہے کہ اگر ماں باپ صغیرہ کے دونوں مرتد ہو گئے تو صغیرہ جدا نہ ہوگی اپنے زوج مسلم سے جب تک دونوں دارالحرب میں صغیرہ کو نہ ملیں ارتداد والدین سے جدائی اس واسطے نہ ہوئی کہ ہنوز احکام اسلام کے دونوں پر قائم ہیں کیونکہ ان پر جبر کرنا مسلمان ہونے کے واسطے ثابت ہے اور ان کا کسب ورثہ مسلمین کا ہے اور جب دارالحرب میں صغیرہ کو لے کر جا ملے تو ان کا حربی ہونا ثابت ہو گیا اور حکومت مسلمین سے بالکل باہر ہو گئے اور اگر صغیرہ دارالسلام میں رہی تو بھی نکاح قائم رہے گا اس واسطے کہ ان کا اسلام حکمی موجود ہے ولو بلغت عاقلۃ مسلمۃ ثم جنت فارتد الم تبن مطلقا اور اگر صغیرہ منکوحہ مسلم کی بالغ ہوئی عاقل مسلمان ہو کر پھر مجنون ہو گئی پھر اس کے ماں باپ مرتد ہو گئے تو اپنے زوج سے جدا نہ ہوگی کسی طرح خواہ والدین دارالحرب میں جا ملے ہوں خواہ نہ ملے ہوں اس واسطے کہ عورت خود اصلی مسلمان ہو چکی اب تبعیت والدین کی باقی نہ رہی مسلم تحتہ نصرانیۃ فتمجسا او تنصرا بانت ایک مسلمان کے نیچے نصرانیہ ہے پھر زوج اور زوجہ مجوسی ہو گئے یا نصرانی ہو گئے تو نکاح

Marfat.com

ٹوٹ جائے گا عورت جدا ہوگی نزدیک ابو یوسفؒ کے اس واسطے کہ سبب فرقت کا یعنی ارتداد فقط زوج کی طرف سے ہوا اور عورت تو کافرہ تھی اصلیہ
کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یصح ان ینکح مرتدا ولا مرتدۃ احد من الناس مطلقا اور نہیں صحیح ہے کہ نکاح کرے مرد مرتد اور عورت مرتدہ سے کوئی آدمی مطلقاً یعنی
نہ مرتد نہ مسلم نہ کافر اس واسطے کہ مرتد مستحق ہے قتل کا اور چند روز مہلت بضرورت تامل کے ہے کہ شاید سمجھے مسلمان ہو جاوے اور مرتد واجب الجبر
ہے واسطے تامل کے تو فوائد نکاح کے دونوں میں کسی کو حاصل نہیں اسلم الکافر وتحتہ خمس نسوۃ فصاعدا کر اختتان اوام وبنتہا بطل نکاحہن ان
تزوجہن بعقد واحد فان رتب فالآخر باطل مسلمان ہوا ایک کافر اور اس کے نیچے پانچ عورتیں ہیں یا زیادہ یا اس کے نیچے دو بہنیں ہیں یا ماں اور اس کی
بیٹی ہے تو نکاح ان عورتوں کا باطل ہے اگر ان سے نکاح ایک عقد میں کیا اور نکاح بترتیب کیا یعنی اول پہلی سے پھر دوسری سے علی ہذا القیاس پانچویں
تک یا ایک عقد میں تین سے اور دوسرے عقد میں دو سے کیا یا اول ایک بہن سے نکاح کیا پھر دوسری سے وعلی ہذا القیاس ماں اور بیٹی میں بھی نکاح مرتب ہوا تو پچھلا
نکاح باطل ہوگا یعنی پانچویں عورت کا یا دوسری بہن کا یا ماں کا یا بیٹی کا وذخیرہ محمد وللشافعی بحدیث فیروز اور اختیار کیا ہے اس کو محمد اور شافعیؒ نے حدیث فیروز
کی دلیل سے یعنی محمد اور شافعی نے مختار کیا ہے اسلام لانے والے کو چار عورتوں کے رکھنے میں کوئی ہوں اور دو بہنوں میں بھی اختیار ہے کہ جس کو چاہے رکھے
اور ماں اور بیٹی کے نکاح میں فقط بیٹی کو اختیار کرے یا دونوں کو چھوڑ دے ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور صحیح ابن حبان میں ضحاک ابن فیروز عن
ابیہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فیروز دیلمی سے اور حالانکہ وہ مسلمان ہوا تھا اور اس کے نیچے دو بہنیں تھیں کہ ان دو میں سے جس
کو تیرا جی چاہے اختیار کر اور دوسری کو طلاق دے اور ترمذی میں مروی ہے کہ غیلان بن سلمہ الثقفی مسلمان ہوا اور اس کے پاس دس عورتیں تھیں جاہلیت
میں وہ بھی مسلمان ہوئیں تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ ان عورتوں میں سے چار کو اختیار کر لے کذا فی حاشیۃ المدنی قلنا کان تخییرہ فی
التزوج بعد الفرقۃ محمد اور شافعیؒ کے جواب میں ہم کہیں گے کہ حضرت کا اختیار دینا نکاح کرنے میں ہے بعد فرقت کے یعنی نکاح سابق باطل ہو گیا پھر
نکاح جدید میں فیروز اور غیلان کو مختار کیا کہ جس سے چاہیں کر لیں بلغت المسلمۃ المنکوحۃ ولم تسلم الاسلام بانت ولا مہر قبل الدخول وینبغی ان یذکر اللہ
تعالیٰ بجمیع صفات عندہا وتقریرہ لک فی الکافی بالغ ہوئی مسلمہ منکوحہ اور بیان نہ کر سکی ارکان اسلام کو بسبب جہل کے تو جدا ہو گی شوہر سے اور اس کو مہر نہ ملے
گا قبل دخول کے اور لائق ہے زوج کو کہ ذکر کرے حق تعالیٰ کو اس کی جمیع صفات سے عورت کے پاس اور اس سے اس کا اقرار کرا دے کذا فی الکافی
یعنی اس سے یوں کہلا دے کہ آیا خدا ایسا ہے تو اگر وہ کہے کہ ہاں ایسا ہے تو وہ مسلمان ہے نکاح قائم رہا اور اگر اسلام کو سمجھتی ہو اور بیان نہ کر سکتی ہو تو بھی نکاح
موجود ہے کذا فی حاشیۃ المدنی عن الکافی

باب القسم

بفتح القاف القسمۃ وبالکسر النصیب یہ باب ہے ازواج کے برابر رکھنے کا قسم بفتح قاف اور سکون سین بمعنی قسمت کے اور
قسم بکسر قاف بمعنی نصیب اور حصہ کے ہے اور یہاں مراد تسویہ منکوحات ہے یجب وظاہر الآیۃ انہ فرض ان یعدل ای ان لا یجوز
فیہ ای فی القسم بالتسویۃ فی البیتوتۃ فی الملبوس والمأکول والصحبۃ لا فی المجامعۃ کالمحبۃ واجب ہے اور ظاہر آیت کا یہ ہے کہ فرض ہے عدل کرنا
یعنی جور اور ظلم نہ کرنا قسم میں اس طرح کہ برابر رکھنا چاہیے منکوحات کو شب باشی میں اور لباس اور کھانے اور موانست میں نہ جماع کرنے میں مثل
محبت کے یعنی جماع میں برابری ضرور نہیں اس واسطے کہ جماع نشاط طبع پر موقوف ہے اور اسی طرح محبت میں بھی برابر رکھنا ضرور نہیں اس واسطے کہ محبت
آدمی کے اختیار میں نہیں بل یستحب ویستفاد حتما مرۃ ویجب دیانۃ احیانا جماع واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اور ساقط ہوتا ہے حق عورت کا ایک بار
جماع کرنے سے باعتبار حکم قضا کے اور واجب ہے جماع باعتبار دیانت کے گاہ گاہ ولا یبلغ مدۃ الایلاء الا برضاہا اور نہ پہنچے چھوڑنا جماع کا ایلاء کی
مدت تک یعنی حرہ کے حق میں چار مہینے اور لونڈی کے حق میں دو مہینے تک ترک کی نوبت نہ پہنچے مگر عورت کی خوشی سے ویسیر المتعبد بہا احیانا اور

Marfat.com

امر کیا جاوے عابد کو عورت کی صحبت کا گاہ گاہ اور اسی طرح جو شخص مشغول ہو لونڈیوں کے تصرف میں اس کو بھی موانست از واج کا قاضی حکم کرے گا گاہے
گاہے یعنی اس میں مدت مقرر نہیں وقدرہ الطحاوی بیوم ولیلۃ من کل اربع لحرۃ وسبع لامۃ اور ٹھہرائی ہے مدت صحبت کی طحاوی نے ہر چار دن میں ایک
رات اور دن حرہ کے واسطے اور ہر ہفتے میں ایک رات اور دن منکوحہ لونڈی کے واسطے ولو تفرت من کثرۃ جماعہ لم تجز الزیادۃ علی قدر طاقتہا والرای
فی تعیین المقدار للقاضی بما یظن طاقتہا نہر بحثا اور اگر ضرر ہو عورت کو کثرت جماع زوج سے تو جائز نہیں زیادتی اس کی قدر طاقت پر اور تجویز تعیین مقدار
جماع کی قاضی پر ہے جس قدر عورت کی طاقت کو گمان کرے کذا فی النہر از روئے بحث کے شرح ملتقی میں کہا ہے کہ مقرر کرنا مقدار جماع کا میں نے اپنے علما
کی کتب میں نہیں دیکھا البتہ کتب مالکیہ میں ہے کہ چار بار دن اور چار بار رات کو چاہیے اور بعضی روایت میں دو بار دن اور دو بار رات کو اور نہر الفائق
میں کہا کہ میرے نزدیک قاضی کی تجویز تعیین مقدار میں پسند ہے اور حالانکہ جو مسئلہ ہمارے مذہب میں مصرح نہ ہو تو امام مالک کی طرف رجوع کرنا چاہیے
چنانچہ حموی نے حاشیہ اشباہ میں اس کو مصرح کیا ہے تو صاحب نہر الفائق کی تجویز اور بحث کوئی وجہ معقول نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی بلا فرق بین
فحل وخصی وعنین ومجبوب ومریض وصحیح وصبی دخل بامرأۃ وبالغ لا یدخل بحر بحثا واقرہ المصنف قسم زوج پر واجب ہے بدون فرق کے درمیان فحل
اور خصی کے اور نامرد اور مقطوع الذکر کے اور بلا فرق درمیان بیمار اور تندرست اور صبی کے جو دخل کر چکا ہے اپنی عورت سے اور بلا فرق بالغ کے
جس نے دخل نہیں کی چنانچہ یہ مسئلہ بحر الرائق میں ہے بحث کر کے اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں فحل سے جس کا آلۂ تناسل صحیح اور جماع
پر قادر ہو اور خصی وہ ہے جس کے خصیے نکال ڈالے گئے ہوں یعنی خصی اور عنین اور مجبوب سے ہر چند جماع متصور نہیں تو بھی ان کو شب باشی اپنی منکوحات
کے ساتھ واجب ہے مانند فحل کے واسطے صحبت اور موانست کے نہ واسطے جماع کے ومریضۃ وصحیحۃ وحائض ونفساء ومجنونۃ لا تخاف
ورتقاء وقرناء وصغیرۃ یمکن وطیہا ومحرمۃ ومظاہرۃ ومولی منہا ومقابلاتہن وکذا مطلقۃ رجعیۃ ان قصد رجعتہا ولا بحر اور قسم واجب ہے بلا فرق درمیان
عورت بیمار اور تندرست کے اور حائض اور نفاس والی کے اور اس مجنونہ کے جس سے خوف ضرر رسانی کا نہیں اور بدون فرق رتقا اور قرنا کے
رتقا وہ عورت جس کی شرم گاہ بند ہو لائق دخول کے نہ ہو اور قرنا وہ عورت جس کی شرم گاہ میں ہڈی نکلی مانع ہو جماع سے اور بدون فرق اس صغیرہ
کے جس سے وطی کرنا ممکن ہو اور بلا فرق محرمہ کے جس نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا ہو اور بدون فرق مظاہرہ کے یعنی جس کو محارم کے ساتھ تشبیہ دی اور
بدون فرق اس عورت کے جس سے ایلا کیا یعنی چار مہینے تک جماع نہ کرنے کی قسم کھائی اور بلا فرق ان کے مقابلات کے یعنی غیر محرمہ اور جس سے
ظہار اور ایلا نہیں کیا اور اسی طرح سے مطلقہ رجعیہ اگر اس کے ساتھ قصد رجوع کرنے کا ہو اور اگر قصد رجوع کا نہ ہو تو اس کے ساتھ قسم نہیں کذا فی البحر
خلاصہ یہ کہ منکوحات مذکورہ کے ساتھ شب باشی وغیرہ واجب ہے واسطے دفع وحشت کے نہ جماع کے ولو اقام عند واحدۃ شہرا فی غیر سفر ثم
خامسۃ الاخری فی ذلک یوم بالعدل بینہا فی المستقبل ویدع ما مضی وان اثم بہ لان القسمۃ تکون بعد الطلب اور اگر اقامت کی زوجہ نے
ایک زوجہ کے پاس ایک مہینہ بدون سفر کے پھر جھگڑا کیا زوج سے دوسری زوجہ نے اس میں تو زوج کو دونوں کے برابر۔ رکھنے کا حکم ہوگا زمانۂ
آئندہ میں اور جو زمانہ ماضی میں ہو چکا اس کا عوض نہیں اگرچہ زوج اس کے سبب سے گنہگار ہوا اس واسطے کہ قسمت بعد طلب کے ہوتی ہے اور
طلب نہیں ہوئی مگر زمانۂ مستقبل میں وان عاد الی الجور بعد نہی القاضی عزر بغیر حبس جوہرہ لتقویۃ الحق وہذا اذا لم یقبل انما فعلت ذلک لان خیار الدور لی
فجہلہ یقضی القاضی بقدرہ نہر بحثا اور اگر پھر ظلم کیا زوج نے بعد منع کرنے قاضی کے یعنی ایک منکوحہ کے پاس زیادہ رہا تو اس کو تعزیر کی جاوے گی
بدون قید کے کذا فی الجوہرہ تعزیر ہوگی بسبب فوت کر دینے زوج کے حق کو یعنی حق زوجہ کا فوت کر دیا اور ممنوع شرعی کا مرتکب ہوا اور یہ تعزیر اس
وقت ہوگی جب کہ زوج نے نہ کہا ہو کہ میں ایک کے پاس زیادہ اس واسطے ٹھہرا کہ اختیار دورہ کا مجھ کو یعنی دوسری زوجہ کی باری میں اسی قدر اس

Marfat.com

کے پاس بھی رہوں گا تو اس وقت قاضی حکم کرے اسی قدر کا یعنی جتنا ایک کے پاس رہا دوسری کے پاس بھی اتنا ہی رہے کذا فی النہر بکرا والبکر والثیب والجدیدۃ والقدیمۃ والمسلمۃ والکتابیۃ سواء وطلاق الایۃ اور باکرہ اور ثیبہ اور جدیدہ اور قدیمہ اور مسلمہ اور کتابیہ سب برابر ہیں بسبب مطلق ہونے آیت قرآنی کے عدل منکوحات میں اور مسند امام احمد میں حدیث شریف وارد ہے کہ جس کی دو عورتیں ہوں اور وہ ایک کی طرف مائل ہو تو وہ قیامت میں آوے گا اور اس کا آدھا بدن پڑھا ہوگا یہ حدیث بھی مطلق ہے باکرہ اور ثیبہ اور قدیمہ اور جدیدہ وغیرہ کا اس میں کچھ فرق نہیں اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک ایک باکرہ سے نکاح کرے تو سات دن اس کے پاس رہے اور اگر ثیبہ سے نکاح کرے تو تین دن اس کے پاس رہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ باکرہ کے سات دن اور ثیبہ کے تین دن ہیں تو حدیث مذکور کا یہ مطلب ہے کہ ابتدائے نوبت جدیدہ سے چاہیے نہ زیادتی نوبت کی یعنی اگر سات دن باکرہ کے پاس رہے تو ازواج کے پاس بھی سات دن رہے اور اگر تین دن ثیبہ کے پاس رہے تو اسی قدر اور منکوحات کے پاس بھی رہنا چاہیے کذا فی حاشیۃ المدنی وللامۃ والمکاتبۃ دام الولد والمدبرۃ والمعتقۃ نصف ما للحرۃ ای من البیتوتۃ والمکث معہا اما النفقۃ فی حالہا اور تم لونڈی اور مکاتبہ اور ام ولد اور مدبرہ اور معتقہ کے واسطے بقدر نصف حرہ کے ہے یعنی شب باشی اور اس کے ساتھ رہنے میں لیکن نفقہ پس معتبر ہے بقدر حال زوجین کے تونگری اور افلاس میں خلاصہ یہ ہے کہ اگر لونڈی اور مکاتبہ منکوحہ ہو تو اس کی باری حرہ سے آدھی ہے مثلاً ایک مرد کے پاس ایک حرہ اور ایک لونڈی منکوحہ ہو تو دو شب حرہ کے پاس رہے اور ایک شب لونڈی کے پاس مبعضہ وہ عورت ہے جو کل آزاد نہ ہو نصف آزاد ہو یا برعکس ولا قسم فی السفر دفعا للحرج فلہ السفر بمن شاء منہن والقرعۃ احب تطییبا لقلوبہن اور سفر میں باری نہیں واسطے دفع حرج کے تو مرد کو اختیار ہے جس کو چاہے ان میں سے سفر میں لے جاوے اور قرعہ کر لینا مستحب ہے ازواج کا دل خوش کرنے کے واسطے اور قرعہ کا طریقہ یہ ہے کہ ایک پرچہ کاغذ میں سفر کا لفظ لکھے دوسرے کاغذ میں حضر کا لفظ لکھے پھر انہی یا مٹھی میں اندر کر کے گولی بنائے پھر کسی لڑکے کو دے کہ ہر عورت کے حوالہ کرے جس کے پاس سفر کی گولی جاوے اس کو ساتھ لے کذا فی الطحطاوی والمدنی عن القہستانی لو ترکت قسمتہا بالکسر ای نوبتہا لغرتہا صح ولہا الرجوع فی ذلک فی المستقبل لانہ واجب فما سقط اور اگر ایک زوجہ اپنی باری چھوڑ دے اپنی سوت کے واسطے تو یہ درست ہے اور اس کو رجوع کرنا یعنی باری دے کر پھر لینا بھی اس میں جائز ہے زمانہ آئندہ میں اس واسطے کہ زمان مستقبل میں حق عورت کا واجب نہیں تو اس کے ساقط کرنے سے ساقط بھی نہ ہوگا ولو جعلۃ لمعینۃ بل لہ جعلہ لغیرہا ذکرہ الشافعی لا فی البحر بخلاف نعم ونازعہ فی النہر اور اگر ایک عورت نے اپنی باری مخصوص ایک سوکن کو دی تو آیا زوج کو جائز ہے کہ اس کے سوا دوسری کے واسطے مقرر کرے شافعی نے ذکر کیا کہ دوسری کو باری دینا جائز نہیں اور بحر الرائق میں بعد گفتگو کے کہا کہ ہاں زوج کو اختیار ہے اور نزاع کیا ہے اس سے نہر الفائق میں اور بحر الرائق میں کہا کہ شاید مشائخ حنفیہ نے اس تفصیل شافعیہ کو اس واسطے ذکر نہیں کیا کہ یہ ہبہ اسقاط ہے زوج سے تو اس میں زوج کا اختیار ہوگا خواہ زوج کو ہبہ کرے خواہ سوکن کو نہر الفائق میں کہا کہ سوکن کو دینے سے زوج کا حق ہو جاوے یہ مسلم نہیں اس واسطے کہ باری عورت کا حق ہے چاہے لے چاہے ترک کرے طحطاوی نے کہا کہ باری عورت کا حق ہے قبل اسقاط کے اور بعد اسقاط کے زوج کا اختیار ہے نزدیک مشائخ کے کذا فی حاشیۃ المدنی ویقیم عند کل واحدۃ منہما یوما ولیلۃ لکن انما تلزمہ التسویۃ فی اللیل حتی لو جاء للاولی بعد الغروب والثانیۃ بعد العشاء فقد ترک قسم اور ٹھہرے ہر ایک کے پاس دو عورتوں میں سے ایک دن اور ایک رات اور جو دو کا حال وہی چار کا حال لیکن برابری تو زوج کو رات میں لازم ہے یہاں تک کہ اگر آیا زوج پہلی عورت کے پاس بعد غروب کے اور دوسری کے پاس بعد عشاء کے تو البتہ اس نے چھوڑا عدل کو خلاصہ یہ کہ عورتوں کے پاس رات کے رہنے میں زیادتی کمی نہ کرے اور دن کو اختیار ہے یہاں تک کہ اگر ایک کے پاس دن بھر رہا اور دوسری کے پاس ایک لحظہ ٹھہرا تو جائز ہے کذا فی حاشیۃ المدنی عن فتح القدیر ولا یجامعہا فی نوبتہا ولو نہارا وکذا لا یدخل بیتہا لیلا لا لعیادتہا ولو اشتد فی الجوہرۃ لا بأس ان یقیم عندہا حتی تشفی اور

Marfat.com

تموت انتہی یعنی اذا لم یکن عندہا من یونسہا اور جماع نہ کرے عورت سے اس کی باری کے سوا اگرچہ دن ہو اور اسی طرح سوائے باری کے رات کو
اس کے پاس نہ جاوے مگر اس کی عیادت کے واسطے اور اگر زوجہ کی بیماری سخت ہو تو جوہرہ میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں کہ ٹھہرا رہے اس کے پاس یہاں
تک کہ اس کو آرام ہو یا مر جائے فقط یعنی اس قدر بیمار عورت کے پاس ٹھہرنا اس صورت میں ہے جب کہ اس کے پاس کوئی مونس اور غمخوار نہ ہو ولو مرض ہو فی بیتہ
دعی کلا فی نوبتہا لانہ لو کان صحیحا واراد بذلک ینبغی ان یقبل منہ نہر اور اگر بیمار ہو زوج اپنے گھر میں تو بلاوے ہر عورت کو اس کی باری میں اس واسطے کہ اگر تندرست
ہو اور یہی ارادہ کرے یعنی بلانے کا تو لائق ہے کہ اس کا امر قبول کیا جاوے کذا فی النہر وان شاء ثلثا ای ثلثۃ ایام ولیالیہا اگر چاہے تین دن اور تین راتیں
ہر ایک کے پاس رہے ولا یقیم عند احدہما اکثر الا باذن الاخری خلاصہ وزاد فی الخانیۃ والرای فی البداءۃ فی القسم الیہ وکذا فی مقدار الدور ہدایۃ تبیین
نہ ٹھہرے دو میں سے ایک کے پاس زیادہ مگر دوسری کی اجازت سے کذا فی الخلاصۃ اور زیادہ کیا ہے خانیہ میں اور تجویز شروع باری میں زوج کی طرف
ہے یعنی مثلاً اگر سفر سے آوے تو جس کے پاس چاہے رہے اور اسی طرح مقدار دور کی زوج کے اختیار میں ہے چاہے ہر ایک کے پاس سات سات دن رہے چاہے
کم و بیش کذا فی الہدایہ والتبیین وقیدہ فی الفتح بحثا بمدۃ الایلاء او جمعۃ وعممہ فی البحر فنظر فیہ فی النہر قال المصنف وظاہر بحثہما انہما لم یطلعا علی ما فی الخلاصۃ من التقیید
بثلثۃ ایام کما عولنا علیہ فی المختصر واللہ اعلم اور مقید کیا ہے فتح القدیر میں مدت دور کو از روئے بحث کے ساتھ مدت ایلا کے بلکہ ساتھ ایک ہفتہ کے اور
عام رکھا ہے مدت دور کو بحر الرائق میں سو اعتراض کیا ہے عموم بحر میں صاحب نہر الفائق نے کہا مصنف نے منح الغفار میں اور ظاہر بحث صاحب فتح القدیر
اور بحر الرائق کی دلالت کرتی ہے کہ دونوں مطلع نہیں ہوئے اس روایت پر جو خلاصہ میں ہے یعنی تین دن کی تقیید سے جیسا کہ ہم نے اسی خلاصہ کی روایت
پر اعتماد کیا ہے مختصر میں یعنی تنویر الابصار میں واللہ اعلم فتح القدیر میں کہا کہ اطلاق دور کا معتبر نہیں اس واسطے کہ اگر ایک ایک برس کا دورہ زوج مقرر
کرے تو یہ اطلاق خیال میں نہیں آتا بلکہ مدت ایلا تک یعنی چار مہینے تک مطلق رکھنا بھی لائق نہیں اور جب کہ باری تانیس اور دفع وحشت کے لیے
واجب ہے تو قریب مدت کا اعتبار کرنا چاہیے اور میرے گمان میں یہ ہے کہ ایک ہفتہ سے زیادہ دورہ مقرر کرنا ضرر رسانی ہے مگر یہ کہ دونوں اس
پر راضی ہو جاویں فقط تو معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت میں لفظ او بمعنی بل ہے اسی واسطے مترجم نے ویسا ہی ترجمہ کیا اور بحر الرائق میں کہا کہ مدت دور
کی مطلق ہے اس واسطے کہ جب دورہ برابر ہوا تو کچھ ضرر رسانی نہیں کیونکہ عورت اپنی باری کے آنے پر مطمئن رہے گی اور نہر الفائق میں کہا کہ اطلاق دور
میں نفی مضرت کی مسلم نہیں فقط یعنی مثلاً اگر مدت دور کی دس برس ہوئی اور زوج قبل آنے باری دوسری عورت کے مر گیا تو صریحاً مضرت ہے اور
مصنف جو خلاصہ کی عبارت سے تین دن کی تقیید سمجھا سو بھی لائق اعتماد کے نہیں اس واسطے کہ خلاصہ کی عبارت محتمل ہے تمثیل کی نہ تحدید کی اور شارح
قہستانی نے خانیہ اور سراجیہ سے نقل کیا کہ زوج کو اختیار ہے کہ ہر ایک عورت کے پاس سات سات دن رہے اور بلاشک شروح متون کی ترجیح میں
مقدم ہیں فتاووں پر کذا فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کے لو کان عملہ لیلا کالحارس ذکر الشافعیۃ انہ یقسم نہارا وہو حسن اگر کام زوج کا رات
کو ہو جیسے چوکیدار اور اس کی دو تین عورتیں ہوں تو شافعیوں نے ذکر کیا ہے کہ وہ دن کو باری مقرر کرے شارح نے کہا کہ یہ کلام شافعیوں کا خوب
ہے وحقہ علیہا ان تطیعہ فی کل مباح یا مرہا بہ اور حق زوج کا زوجہ پر یہ ہے کہ اس کی اطاعت کرے ایک امر مباح میں جس کا عورت کو حکم کرے
ظاہر ہے کہ امر مباح زوج کے امر سے عورت پر واجب ہوتا ہے جیسے حکم سلطان کا رعیت پر اور زوج کو جائز ہے کہ ترک آرائش سے اور ترک
نماز سے اور طہارت سے اور وطی کی عدم اجابت سے عورت کو مارے کذا فی فتح القدیر اور اگر مرد کے پاس عورت ہو کہ نماز نہ پڑھتی ہو تو اس
کو طلاق دینا جائز ہے اگرچہ ادائے مہر پر قادر نہ ہو اور اگر عورت کا باپ لنگڑا ہو اور اس کا کوئی خبر گیر نہ ہو اور زوج اس کے پاس جانے سے
منع کرتا ہو تو اس صورت میں عورت کو نافرمانی زوج کی جائز ہے اور خدمت باپ کی ضروری ہے باپ خواہ مسلمان ہو خواہ کافر کذا فی حاشیۃ المدنی

Marfat.com

ناقلا عن العالمگیریہ ولہ منعہا من العزل اور جائز ہے مرد کا عورت کو منع کرنا سوت کاتنے سے اس واسطے کہ نفقہ اس کا زوج پر واجب ہے ومن اکل ما یتاذی من رائحتہ اور مرد کو جائز ہے کہ عورت کو منع کرے اس چیز کے کھانے سے جس کی بو سے اس کو تکلیف ہوتی ہو جیسے کچی پیاز اور لہسن اور مولی اور حقہ اس واسطے کہ بوسہ لینا حق ہے زوج کا اور بدبو سے نفرت آتی ہے اور سید اسعد مدنی نے اپنے فتاوی میں مصرح کیا ہے کہ زوج کو اگر مکروہ معلوم ہو تو حقہ پینے سے عورت کو منع کرے کذا فی حاشیۃ المدنی بل من الحناء والنقش ان تاذی من رائحتہ نہر وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی بلکہ زوج کو اختیار ہے کہ مہندی لگانے اور نقش کاری سے منع کرے عورت کو اگر اس کی بو سے اس کو تکلیف ہوتی ہو کذا فی النہر الفائق اور اس مقام کی پوری تقریر ملتقی کے حاشیہ میں میں نے بیان کی ہے م بدائع میں ہے کہ احکام نکاح سے ایک معاشرت بالمعروف ہے بموجب آیت قرآنی یعنی احسان اور کرم کرنا عورت سے باعتبار قول اور فعل اور خلق کے اور معاشرت بالمعروف کے بعضوں نے یہ معنی کہے کہ مرد عورت سے ایسا سلوک کرے جو اپنی ذات کے واسطے پسند رکھتا ہے اور یہ حسن سلوک دونوں طرف سے مستحب ہے اور احکام نکاح سے یہ ہے کہ اگر عورت نافرمانی زوج کی کرے تو اول اس کو نصحت کرے اگر نصیحت نہ مانے تو کلام کرنا اور پاس لیٹنا اور جماع کرنا ترک کرے اگر اس سے بھی نہ باز آوے تو پھر مارنا جائز ہے کذا فی حاشیۃ المدنی اور مکروہ ہے مرد کو اپنی عورت سے وطی کرنا عبی ماثل اور اندھے اور اس کی سوکن کے نزدیک اور اسی طرح اپنی لونڈی اور اس کی لونڈی کے روبرو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

باب الرضاع

یہ باب ہے رضاع کا یعنی اس میں احکام شیر خوارگی کے مذکور ہیں ہو لغۃ بفتح وکسر مص الثدی وشرعا مص من ثدی آدمیۃ ولو بکرا او میتۃ او انثی والحق بالمص الوجور والسعوط رضاع بفتح وکسر لغت میں چوسنا ہے چھاتی کا اور شرع میں چوسنا ہے عورت کی چھاتی سے اگرچہ عورت کنواری ہو یا مردہ یا بڈھی اور چوسنے سے ملحق ہے حلق میں ڈالنا اور ناک سے سڑکنا یہ اشارہ ہے صاحب بحر الرائق کی رد پر اس نے کہا کہ کبھی مص ہوتا ہے اور پیٹ میں نہیں جاتا اور گاہے رضاع ثابت ہوتا ہے بدون مص کے جیسے کہ وجور اور سعوط میں شارح نے جواب دیا کہ وجور اور سعوط ملحق ہے مص سے اور چونکہ سبب غالب پیٹ میں جانے کا مص ہوتا ہے اسی واسطے اسی کو ذکر کیا نہر الفائق میں کہا کہ مص مستلزم ہے وصول کا اس واسطے کہ صاحب قاموس نے مص کو شرب رقیق سے تعبیر کیا ہے فی وقت مخصوص ہو حولان ونصف عندہ وحولان فقط عندہما وہو الاصح فتح وبہ یفتی کافی تصحیح القدوری عن العون مص ہو وقت مخصوص میں وہ وقت اڑھائی برس ہیں امام صاحب کے نزدیک اور فقط دو برس ہیں صاحبین کے نزدیک اور یہی مذہب صاحبین کا اصح ہے کذا فی فتح القدیر اور اسی پر فتوی ہے کافی تصحیح القدوری ناقلا عن عون الدرایۃ وفی نسخۃ[1] عن العیون اور لفظ حولین کاملین سے جو کلام مجید میں واقع ہے ثابت ہوتا ہے کہ رضاع بعد تمامی حولین کے نہیں اور طحاوی نے اسی روایت کو پسند کیا ہے لکن فی الجوہرۃ انہ فی الحولین ونصف ولو بعد الفطام محرم وعلیہ الفتوی لیکن جوہرہ میں ہے کہ البتہ رضاع اڑھائی برس کے اندر اگرچہ بعد چھڑانے کے ہو حرمت ثابت کرتا ہے اور اسی روایت پر فتوی ہے کافی الولوالجیۃ اور یہی ظاہر الروایت ہے کافی الخانیہ اور فتح القدیر میں واقعات ناطفی سے منقول ہے کہ فتوی ہے ظاہر الروایت پر کذا فی حاشیۃ المدنی تو معلوم ہوا کہ مدت رضاع میں فتوی مختلف ہے تو اس صورت میں ظاہر الروایت مرجح ہوگی واستدلوا لقول الامام لقولہ تعالی وحملہ وفصالہ ثلثون شہرا ای مدۃ کل منہما ثلثون اور استدلال کیا ہے علما نے واسطے قول امام کے حق تعالی کے اس قول پاک سے کہ حمل لڑکے کا اور دودھ سے چھوٹنا اس کا تیس مہینے ہیں ہے یعنی مدت ہر ایک کی دونوں میں سے تیس مہینے ہیں یعنی حمل بھی تیس مہینے اور فصال بھی تیس مہینے اس واسطے کہ حق تعالی نے دو چیزیں ذکر کیں اور دونوں کی مدت مقرر فرمائی تو وہ پوری مدت دونوں میں سے ہر ایک کے واسطے ہوگی جیسے کوئی مدت مقرر کرے دو قرض کے واسطے یوں کہ کہ زید کے مجھ پر ایک ہزار درم اور پانچ من جو ہیں مہینہ بھر کے وعدہ سے تو مہینہ بھر درم کی بھی مدت ہوئی اور پورا مہینہ جو کی بھی مدت ہوگی اب یہاں سوال ہوتا ہے

[1] یعنی ایک نسخہ میں العون کی جگہ العیون ہے ۱۲

Marfat.com

کہ اس تقریر سے لازم آتا ہے کہ مدت حمل اٹھائی برس ہو اور حالانکہ امام کے نزدیک حمل کی مدت دو برس سے زیادہ نہیں تو اس کا جواب شارح نے اپنے آئندہ قول میں دیا بایں ان النقص فی الاول قام لقول عائشہؓ لایبقی الولد اکثر من سنتین ومثلہ لایعرف الا سماعا مگر یہ کہ کمی چھ مہینے کی اول امر میں یعنی حمل میں ثابت ہوئی عائشہ صدیقہؓ کے قول سے فرمایا کہ نہیں باقی رہتا ہے لڑکا پیٹ میں زیادہ دو برس سے اور مثل اس مضمون کا معلوم نہیں ہو سکتا مگر شارع کی سماع سے یعنی تعیین مدت میں اجتہاد مجتہد کو دخل نہیں تو یقیناً معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا تو اس وقت میں قول صحابی کا قائم مقام حدیث مرفوع کے ہوگیا چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کو شرح نخبۃ الفکر میں شرح بیان کیا ہے اور قول حضرت صدیقہؓ کا سنن دار قطنی اور بیہقی میں جمیلہ بنت سعد کی روایت سے موجود ہے کذا فی حاشیۃ المدنی پھر یہاں دوسرا سوال وارد ہوا کہ امام نے تخصیص آیت کی حدیث سے کیونکر تجویز کی حالانکہ آیت قطعی ہی اور حدیث ظنی اور تخصیص قطعی کی ظنی سے جائز نہیں اس کا جواب شارح نے اگلے قول سے دیا والایۃ ماولۃ لتوزیعہم الاجل علی الاقل والاکثر فلم تکن دلالتہا قطعیۃ اور آیت موصولہ مادل ہے یعنی اپنے ظاہری معنی پر محمول نہیں بسبب تقسیم کرنے علما کے مدت کو اقل مدت حمل پر اور فصال اکثر مدت پر یعنی صاحبین اور شافعی وغیرہ نے تیس مہینے کو یوں تقسیم کیا کہ چھ مہینے حمل کی مراد رکھے اور دو برس فصال کے پھر جب تیس مہینے کی مدت حمل اور فصال پر اس طرح تقسیم ہوئی تو دلالت آیت کی قطعی نہ رہی ظنی ہوگئی اور حدیث بھی ظنی ہے تو تخصیص ظنی کی ظنی سے درست ہوگئی علی ان الواجب المقلد العمل بقول المجتہد وان لم یظہر دلیلہ کما افادہ فی رسم المفتی علاوہ استدلال سے یہ ہے کہ مقلد پر واجب ہے عمل کرنا مجتہد کے قول پر اگرچہ اس کی دلیل ظاہر نہ ہو چنانچہ قاضی خاں نے اس کو بیان کیا ہے اپنے فتاوی میں رسم مفتی کے مقام میں یعنی اگر کوئی بسبب دقت کلام کے استدلال امام کو نہ سمجھے تو کچھ حرج نہیں اس واسطے کہ جس کو اجتہاد کا پایا نہیں اس پر تقلید مجتہد کے قول کی واجب ہے گو اس کی دلیل کو دیکھے تو حنفی مذہب کو مثلاً امام کا قول کافی ہے دلیل کا سمجھنا اس پر ضروری نہیں لکن فی آخر الحاوی فان خالفاہ قیل یخیر المفتی والاصح ان العبرۃ لقوۃ الدلیل لیکن حاوی قدسی کے آخر میں یوں ہے کہ اگر مخالفت کی صاحبین نے امام کے کسی مسئلہ میں تو بعضوں نے کہا ہے کہ مختار ہے مفتی دونوں قول میں جس قول پر چاہے فتوی دے اور بعضوں نے کہا کہ امام کے قول کو مقدم رکھے اور اصح یہ ہے کہ اختلاف امام اور صاحبین میں قوت دلیل کا اعتبار ہے یعنی اگر امام کی دلیل قوی ہے تو امام کے قول پر فتوی دے اور اگر صاحبین کی دلیل قوی ہے تو ان کے قول پر مفتی فتوی دے لیکن قوت دلیل کو کون سمجھ سکتا ہے سوائے اہل اجتہاد کے اور صاحب بحر الرائق اور نہر الفائق کہ گونہ پایہ اجتہاد کا رکھتے ہیں مصرح کر چکے ہیں کہ مدت رضاع میں دلیل صاحبین کی قوی ہے کما قال تعالی والوالدٰت یرضعن اولادہن حولین کاملین کذا فی الطحطاوی والمدنی ثم الخلاف فی التحریم والزوم اجر الرضاع للمطلقۃ فمقدار بحولین بالاجماع پھر معلوم کرنا چاہیے کہ اختلاف امام اور صاحبین کا تحریم میں ہے یعنی امام کے نزدیک اڑھائی برس کے اندر دودھ پینے سے حرمت مرضعہ وغیرہ کی ثابت ہوتی ہے اور صاحبین کے نزدیک فقط دو برس کے اندر لیکن لازم ہونا دودھ پلانے کی اجرت کا، مطلقہ کے واسطے سو دو ہی برس کی مقدار ہے باجماع امام اور صاحبین کے یعنی اگر زوج زوجہ کو طلاق دے اور وہ لڑکے کو دودھ پلانے جائے بعد طلاق تو فقط دو ہی برس تک بالاتفاق اجرت پاوے گی نہ دو برس سے زیادہ وثبت التحریم فی المدۃ فقط ولو بعد الفطام والاستغناء بالطعام علی ظاہر المذہب وعلیہ الفتوی فتح وغیرہ قال المصنف تبعا للبحر فما فی الزیلعی خلاف المعتمد لان الفتوی متی اختلف رجح ظاہر الروایۃ اور ثابت ہوتی ہے تحریم مدت رضاع میں فقط یعنی بعد مدت کے شیر خوارگی سے تحریم نہیں مدت کے اندر تحریم ثابت ہے اگرچہ رضاعت ہو بعد دودھ چھوڑانے کے اور بسبب استغناء طعام کے ہونا بر ظاہر مذہب کے یعنی اگر مدت کے اندر مثلاً چھ مہینے کے بعد لڑکا روٹی دال کھانے لگا ہو اور دودھ چھوڑ چکا ہو تو بھی اگر دو برس کے اندر دودھ پیوے گا تو حرمت ثابت ہوگی اور اسی روایت پر فتوی ہے چنانچہ فتح القدیر وغیرہ میں مصرح ہے کہ مصنف نے بحر الرائق کی پیروی سے موجود روایت کہ زیلعی میں ہے مخالف ہے معتمد کے زیلعی نے کہا کہ حسن نے امام سے روایت کی کہ اگر لڑکے کو دودھ کے سوا کھانے کی عادت ہوگئی قبل اس کے

سلہ اور مائیں دودھ پلائیں اپنے بچوں کو دو برس پورے ۱۲

Marfat.com

مدت رضاع کے تو تحریم نہیں ثابت ہوتی اور اسی پر فتوی ہے مصنف نے کہا کہ یہ قول لائق اعتماد کے نہیں اس واسطے کہ جب فتوی مختلف ہوا تو ظاہر الروایت کو ترجیح ہوئی اور ظاہر الروایت یہی ہے کہ مدت کے اندر مطلقا تحریم ثابت ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولم یبح الارضاع بعد مدتہ لانہ جزء آدمی والانتفاع بہ بغیر ضرورۃ حرام علی الصحیح شرح الوہبانیۃ اور مباح نہیں دودھ پلانا بعد مدت رضاع کے یعنی دو برس کے بعد اس واسطے کہ دودھ جزء ہے آدمی کا اور نفع لینا جزء آدمی سے بغیر ضرورت شرعی کے حرام ہے بنا بر قول صحیح کے کذا فی شرح الوہبانیہ یعنی بعد دو برس کے لڑکا کھانے پینے لگتا ہے اب ماں کے دودھ کی ضرورت نہ رہی یہاں شبہ ہوتا ہے کہ جب انتفاع آدمی کے دودھ سے بضرورت جائز ہوا تو بطور علاج کے استعمال اس کا جائز ہونا چاہیے سو اس وہم کو شارح نے اپنے اگلے قول سے دفع کیا وفی البحر لا یجوز التداوی بالمحرم فی ظاہر المذہب اصلہ بول الماکول کما مر اور بحر الرائق میں ہے کہ جائز نہیں دوا کرنا حرام چیز سے ظاہر مذہب میں اور اصل تداوی بالمحرم کی ماخوذ ہے تداوی[1] بول ماکول اللحم سے چنانچہ کتاب الطہارۃ میں قبل فصل بیر کے اس کا ذکر ہو چکا شارح نے وہاں کہا کہ تداوی بالمحرم میں اختلاف ہے ظاہر مذہب میں تو منع ہے اور بعضوں نے کہا جائز ہے جب شفا اس میں معلوم ہو اور کوئی دوسری دوا اس کے سوا نہ ہو اور اسی روایت پر فتوی ہے جیسے شراب جائز ہے مضطر پیاسے کو وللاب اجبار امتہ علی فطام ولدہا منہ قبل الحولین انہ لم یضرہ ای الولد الفطام کما لہ ایضا اجبارہا ای امتہ علی الارضاع اور باپ کو جائز ہے اپنی لونڈی سے زبردستی کرنا اس کے لڑکے کے دودھ چھوڑانے پر جو لڑکا مولی کے نطفے سے ہے دودھ چھوڑانے پر جبر جائز ہے قبل دو برس کے اگر لڑکے کو دودھ چھوڑانا مضرت نہ کرے جس طرح باپ کو جبر کرنا اپنی لونڈی پر دودھ پلانے پر بھی جائز ہے یعنی لونڈی مال ہے مولی کا تو اس کو دودھ پلانے اور چھوڑانے پر اختیار ہے لڑکا مولی کے نطفے سے ہو یا غیر کے نطفے سے ہاں اگر غیر نے حریت اولاد کی شرط کر لی ہو تو مولی کو جبر کرنا جائز نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ولیس لہ ذلک یعنی الاجبار بنوعیہ مع زوجتہ لحرۃ ولو قبلہا لان حق التربیۃ لہا جوہرہ اور باپ کو یہ جائز نہیں یعنی دونوں قسم کا جبر اپنی زوجہ حرہ کے ساتھ اگرچہ قبل مدت دو برس کے ہو اس واسطے کہ حق پرورش کا زوجہ کے واسطے ہے تو دودھ پلانے اور چھوڑانے میں حرہ کا اختیار ہے کذا فی الجوہرہ یعنی دودھ چھوڑانے اور دودھ پلانے میں اگرچہ قبل مدت کے ہو زوج کو جبر کرنا جائز نہیں ہاں بعد مدت کے دودھ چھوڑانے پر اس کو جبر کرنا درست ہے ویثبت بہ ولو بین الحربیین بزازیۃ وان قل ان علم وصولہ بجوفہ من فمہ او انفہ لا غیر فلو التقم الحلمۃ ولم یدر ادخل اللبن فی حلقہ ام لا لم یحرم لان فی المانع شکا والولوالجیہ اور ثابت ہوتا ہے یعنی دائی کا ماں ہونا دودھ پینے سے اگرچہ یہ فعل دو حربی کافروں میں ہو کذا فی البزازیۃ اگرچہ دودھ نہایت قلیل ہو بشرطیکہ معلوم ہو دودھ کا پیٹ میں پہنچنا لڑکے کے منہ سے یا اس کی ناک سے نہ اور طریق سے یعنی کان میں ٹپکانے سے یا حقنہ وغیرہ سے سو اگر لڑکے نے پستان کو منہ میں لیا اور معلوم نہ ہوا کہ دودھ حلق میں داخل ہوا یا نہیں تو حرمت نہ ثابت ہوگی اس واسطے کہ حلت کے مانع میں شک ہے یعنی حلت اصل ہے اور بالیقین ثابت ہے اور مانع حلت میں یعنی دودھ کے اندر جانے میں شک ہے تو شک سے یقین نہیں زائل ہوتا کذا فی الولوالجیۃ ولو ارضعہا اکثر اہل القریۃ ثم لم یدر فاراد احدہم تزوجہا ان لم یظہر علامتہ ولم یشہد بذلک جاز خانیہ اور اگر دودھ پلایا ایک عورت کو اکثر اہل قریہ نے پھر معلوم نہ رہا کہ کون کون عورت نے اس کو دودھ پلایا پھر ارادہ کیا اہل قریہ میں سے کسی نے اس عورت سے نکاح کا تو اگر علامت ظاہر نہ ہو اور کوئی تعیین مرضعہ کا گواہ نہ ہو تو نکاح کرنا جائز ہے کذا فی الخانیہ طحطاوی نے کہا کہ اس علامت کو کسی نے تفسیر نہیں کیا اور ممکن ہے کہ علامت کو یوں بیان کیجیے کہ مثلا عورت دودھ والی وہاں بہت آتی جاتی ہو جہاں صبیہ رہتی تھی یا اسی گھر میں وہ رہتی ہو تو یہ نشان قوی ہے دودھ پلانے پر اور تقوی ایسے مسائل میں یہ ہے کہ مواقع اشتباہ میں نکاح نہ کرے اور ولوالجیہ میں ہے کہ عورتوں پر واجب ہے کہ ہر لڑکے کو دودھ نہ پلاویں بلا ضرورت اور اگر پلاویں تو یاد رکھیں بلکہ لکھ رکھیں یعنی تا نادانستگی میں حرام نہ واقع ہو اور خانیہ میں ہے کہ عورت کو اجنبی لڑکے کا دودھ پلانا بدون اجازت شوہر کے مکروہ ہے مگر جب ہلاک ہونے کا خوف ہو تو کچھ مضائقہ

[1] علاج کرنا اس جانور کے پیشاب سے جس کا گوشت کھایا جاتا ہے ۱۲

Marfat.com

نہیں اور محیط میں ہے کہ مرد کو مناسب نہیں کہ اپنے لڑکے کو احمق عورت کا دودھ پلاوے اس واسطے کہ حدیث میں منع ہے کیونکہ دودھ کا اثر ہوتا ہے کذا فی
حاشیۃ المدنی مومیۃ للرضعۃ للرضیع ویثبت ابوۃ زوج مرضعۃ اذا کان لبنہا منہ لا والا کما یجئ ثابت ہوتا ہے ماں ہونا دائی کا شیر خوارگی کے واسطے اور
ثابت ہوتا ہے باپ ہونا دائی کے زوج کا جب کہ دودھ دائی کا اسی زوج سے ہو اور اگر دودھ دائی کا پہلے زوج سے ہو تو زوج ثانی کا باپ ہونا ثابت
نہ ہوگا بلکہ شیر خوار ربیب رضاعی ہوگا زوج ثانی کا چنانچہ اس کی تصریح آگے آوے گی فیحرم منہ ای بسببہ ما یحرم من النسب رواہ الشیخان واستثنی بعضہم احدی
وعشرین صورۃ وجمعہا فی قولہ پس حرام ہوتا ہے اس سے بسبب رضاعت کے جو حرام ہے نسب سے یہ حدیث بالمعنی ہے روایت کیا ہے اس کو بخاری
اور مسلم نے مرفوع ابو ہریرہؓ سے اور ابن عباسؓ کی روایت سے ان الفاظ سے کہ (یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من النسب) اور عموم اس حدیث سے بعض علما نے
اکیس صورتیں مستثنیٰ کی ہیں اور ان کو اپنی آیندہ قول میں نظم کیا ہے ؎ یفارق النسب الارضاع فی صور ٭ کا ... او جدۃ الولد ٭ جدا ہے دودھ پلانا نسب
سے چند صورتوں میں چنانچہ پوتے کی ماں یا لڑکے کی نانی یعنی پوتے کی نانی یعنی پوتے کی رضاعی ماں دادا کو حلال ہے مثلاً زید کا بیٹا محمود ہے اور محمود کا بیٹا
خالد ہے سو خالد کو ایک اجنبی عورت کریمہ نے دودھ پلایا تو زید کو کریمہ سے نکاح کرنا حلال ہے بخلاف نسب کے کہ پوتے کی ماں نسبی دادا کو حلال نہیں
اس واسطے کہ خالد کی ماں زوجہ ہے محمود کی تو بہو ہوئی زید کی اور اگر محمود کا بیٹا رضاعی ہو اس طرح کہ محمود کی زوجہ نے بکر کو دودھ پلایا ہو تو زید کو بکر کی
نسبی ماں سے نکاح درست ہے اور اسی طرح بکر کو زوجہ محمود کے سوائے الرحلیمہ نے دودھ پلایا ہو تو حلیمہ بھی زید کو حلال ہے اور لڑکے کی نانی حلال ہے
عبداللہ کو حمیدہ نے دودھ پلایا تو حمیدہ کی ماں جو نانی ہوئی عبداللہ کی سو زید کو حلال ہے بخلاف نسب کے کہ عبداللہ کی نانی نسبی خوش دامن ہے زید کی
تو اس پر حرام ہے اور اسی طرح زید کا بیٹا ہے رضاعی خالد اس کا نام تو خالد کی نانی نسبی ہو یا رضاعی زید کو حلال ہے ؎ وام اخت اخت ابن وام اخ ٭ وام خال وعمۃ
ابن اعتمد ٭ اور حلال ہے باعتبار رضاعت کے بہن کی ماں اور بیٹے کی بہن اور بھائی کی ماں اور ماموں کی ماں اور بیٹے کی پھوپھی سو بہن کی ماں سو اس کی بھی
تین صورتیں ہیں پہلی صورت یہ کہ ماں رضاعی ہو اور بہن نسبی مثلاً زید کی سگی بہن کو حافظہ نے دودھ پلایا تو زید کو حافظہ سے نکاح درست ہے دوسری
صورت یہ کہ بہن رضاعی ہو اور اس کی ماں نسبی جیسے زید کی رضاعی بہن رشیدہ ہے تو زید پر رشیدہ کی ماں نسبی حلال ہے اور تیسری صورت یہ ہے کہ ماں بھی
رضاعی ہو اور بہن بھی رضاعی چنانچہ مثال سابق میں رشیدہ کی رضاعی ماں زید پر حلال ہے اور بیٹے کی بہن کی بھی تین صورتیں ہیں پہلی یہ کہ بہن رضاعی اور بیٹا نسبی
چنانچہ زید کا بیٹا ہے خالد اور اس کی رضاعی بہن ہے فریدہ یعنی خالد اور فریدہ نے ایک اجنبی عورت کا دودھ پیا تو زید کو فریدہ حلال ہے دوسری یہ کہ
بیٹا فقط رضاعی ہو جیسے زید کا بیٹا ناصر ہے رضاعی اور ناصر کی بہن نسبی زینب ہے تو زید پر زینب حلال ہے تیسری یہ کہ بیٹا بھی رضاعی اور اس کی بہن بھی رضاعی
جیسے کہ مثال سابق میں ناصر کی بہن رضاعی زید پر حلال ہے اور بھائی کی ماں اس کی بھی تین صورتیں ہیں چنانچہ اس کی تفصیل بہن کی ماں میں مذکور ہو چکی اور ماموں
کی ماں اس کی بھی تین صورتیں ہیں پہلی صورت یہ کہ زید کے ماموں نسبی کو دودھ پلایا اجنبیہ نے تو زید کو ماموں کی دائی حلال ہے دوسری یہ کہ زید کے رضاعی
ماموں کی نسبی ماں زید کو حلال ہے تیسری یہ کہ زید کے رضاعی ماموں کی رضاعی ماں زید پر حلال ہے اور اگر ماموں اور اس کی ماں دونوں نسبی ہوں تو حلال
نہیں اس واسطے کہ ماموں کی ماں یا سگی نانی ہے یا نانا کی منکوحہ اور بیٹے کی پھوپھی اس کی بھی تین صورتیں ہیں پہلی یہ کہ زید کا بیٹا نسبی ہے حسن اس نے
دودھ پیا اجنبی عورت کا جو زوجہ ہے خالد کی اور خالد کی بہن ہے عظیمہ تو عظیمہ رضاعی پھوپھی ہوئی حسن کی سو عظیمہ زید پر حلال ہے دوسری یہ کہ زید کا
بیٹا رضاعی ہے قاسم سو قاسم کی نسبی عمہ زید پر حلال ہے تیسری یہ کہ قاسم نے زید کی زوجہ کے سوائے کریمہ کا دودھ پیا تو کریمہ کے خاوند کی بہن زید پر
حلال ہے اور اگر بیٹا اور اس کی عمہ دونوں نسبی ہوں تو زید پر اس کی عمہ نہ حلال ہوگی اس واسطے کہ وہ بہن ہے زید کی م یہاں تک اکیس صورتیں جو نظم میں

[1] یہ اس صورت میں ہے کہ رشیدہ نے زید کی ماں کا دودھ پیا ہو ۱۲ [2] نانا کی منکوحہ کو ماموں کی نسبی ماں کہنا باعتبار عرف کے ہے ۱۲

Marfat.com

مندرج تھیں مفصلاً بیان ہو چکیں اس واسطے کہ ناظم نے سات صورتیں نظم کی ہیں اور ہر ایک صورت میں تین تین صورتیں محتمل ہیں تو سب اکیس ہوئیں الا ام اخیہ واختہ یعنی جو نسب سے حرام ہے وہ رضاعت سے بھی حرام ہے مگر بھائی اور بہن کی ماں اور اس کے سوا اور معطوفات آیندہ رضاعت سے حلال ہیں نہ نسب سے چنانچہ حلت کا بیان مفصل ہو چکا اس مقام میں قاضی بیضاوی کا اعتراض ہے کہ یہ جو فقہا نے حدیث یحرم من الرضاعۃ مایحرم من النسب سے ام اخیہ وغیرہ کو استثنی کیا ہے کو صحیح نہیں اس واسطے کہ ان صورتوں کی حرمت باعتبار مصاہرت کے ہے نہ باعتبار نسب کے پھر جب مستثنی مستثنی منہ میں داخل نہ ہوا تو استثنی کیونکر صحیح ہوگا اس کا جواب شارح نے آیندہ میں دیا استثناء منقطع لان حرمتہ من ذکر بالمصاہرۃ لا بالنسب فلم یکن الحدیث متناولا لما استثناہ الفقہاء فلا تخصیص بالعقل کی قیل یہ استثنی منقطع ہے اس واسطے کہ حرمت مذکورات کی مصاہرت کے سبب سے ہے نہ نسب کے سبب سے تو حدیث مذکور شامل نہ ہوئی ان صورتوں کو جن کو فقہا نے استثنی کیا ہے تو عموم حدیث کی تخصیص عقل سے نہ ہوئی جیسا کہ بعضوں نے کہا یعنی یہ استثنی متصل نہیں جو مستثنی کا داخل ہونا مستثنی منہ میں ضرور ہو بلکہ یہ استثنی منقطع ہے اور استثنائے منقطع میں مستثنی مستثنی منہ میں داخل نہیں ہوتا چنانچہ اس قول میں کہ جاء القوم الا حمارا یہاں تک قاضی بیضاوی کے اعتراض کا جواب ہو چکا پھر شارح نے اس تقریر میں دوسرا اعتراض دفع کیا صاحب الغایۃ نے کہا کہ حدیث مذکور عام ہے تو فقہا نے حدیث کو دلیل عقلی سے تخصیص کیا کہ چند صورتوں کو عموم حدیث سے نکالا شارح نے جواب دیا کہ جن صورتوں کو فقہا نے استثنی کیا ہے ان کو حدیث مذکور شامل ہی نہیں تو تخصیص بالعقل کہنا غلط ہے فتح القدیر میں ہے کہ محققین کے نزدیک استثنی فقہا کا تخصیص عقلی نہیں اس واسطے کہ قرآن مجید میں محرمات نسبیہ کی یوں تعبیر ہوئی ہے کہ (حرمت علیکم امہاتکم وبناتکم واخواتکم وعماتکم وخالاتکم وبنات الاخ وبنات الاخت) سو ان الفاظ کے مسمیات جو رضاعت میں متحقق ہیں وہ بھی بلاشبہ حرام ہیں یعنی ماں اور بیٹی اور بہن اور پھوپھی اور خالہ اور بھتیجی اور بھانجی جیسے نسب سے حرام ہیں ویسے ہی یہ ساتوں رشتے رضاعت سے بھی حرام ہیں اور جن کو فقہا نے استثنی کیا ہے وہ ان سات رشتوں میں داخل نہیں تو تخصیص کیونکر ہوئی کذا فی حاشیۃ الدنی فان حرمتہ ام اختہ واخیہ نسبا لکونہا امہ او موطوءۃ ابیہ وہذا المعنی مفقود فی الرضاع سو حرام ہونا بہن اور بھائی کی ماں کا باعتبار نسب کے اس واسطے ہے کہ بہن بھائی کی ماں خود اپنی ماں ہے یا اپنے باپ کی مدخولہ ہے اور یہ امر مفقود ہے رضاعت میں یعنی زید کے بھائی کی رضائی ماں زید کی ماں نہیں اور نہ اس کے باپ کی مدخولہ ہے چنانچہ اس کا مفصل بیان نظم کی شرح میں مذکور ہو چکا پھر جو علت تھی حرمت کی نسب میں وہ جب رضاعت میں نہ پائی گئی تو حدیث مذکور مستثنی صورتوں کو ہرگز شامل نہ ہوئی تو دعوی تخصیص عقلی کا غلط ہو گیا وتس علیہ اخت ابنہ وبنتہ وجدۃ ابنہ وبنتہ وام عمہ وعمتہ وام خالہ وخالتہ اور قیاس کرے بھائی بہن کی ماں پر بیٹا بیٹی کی بہن کو اور باقی معطوفات کو یعنی ان رشتوں میں جو حرمت کا سبب نسب میں ہے وہ امر رضاعت میں مفقود ہے بیٹا بیٹی کی بہن اور بیٹا بیٹی کی نانی اور چچا اور پھوپھی کی ماں اور ماموں اور خالہ کی ماں باعتبار رضاعت کے حلال ہیں چنانچہ اس کا بیان شرح نظم میں مثالوں کے ساتھ ہو گیا دوبارہ بیان ضروری نہیں لیکن چچا اور عمہ کی ماں کی حلت وہاں مذکور نہیں سو اب یہاں دریافت کرنا چاہیے کہ مثلاً زید کا چچا اور عمہ ہیں نسبی ان کو ایک اجنبی عورت نے جس کا جمیلہ نام ہے دودھ پلایا سو زید پر حلال ہے اور اسی طرح اگر زید کا چچا رضائی ہو یعنی زید کے باپ نے اور اس نے حمیدہ کا دودھ پیا ہو پھر رضائی چچا نے فریدہ کا دودھ پیا تو زید پر فریدہ حلال ہے اور باعتبار نسب کے چچا یا عمہ کی ماں حلال نہیں اس واسطے کہ چچا کی نسبی ماں یا سگی دادی ہے یا دادا کی مدخولہ اور یہ دونوں حرام ہیں وکذا عمتہ ولدہ وبنت عمتہ وبنت اخت ولدہ وام اولاد اولادہ فہولاء من الرضاع حلال للرجل اور اسی طرح اپنے ولد کی عمہ اور اپنے ولد کی بہن کی بیٹی اور اپنے پوتوں کی ماں سو یہ سب رشتے ام الاخ سے یہاں تک رضاعت سے حلال ہیں مرد کو چنانچہ ان کا بیان نظم کے ترجمہ میں گذرا لیکن دو کا بیان یہاں ضروری ہے ایک یہ کہ ولد کی عمہ کی بیٹی رضاعت سے حلال ہے نہ نسب سے اس واسطے کہ بہن کی بیٹی بھانجی ہوئی دوسری یہ کہ ولد کی بہن کی بیٹی رضاعت سے حلال ہے نہ نسب سے اس واسطے کہ یا وہ ناطہ سے بے یا رضیبہ کی بیٹی سو یہ دونوں

Marfat.com

حرام ہیں وکذا الخ ابن المرأۃ لہا فہذہ عشر صور اور اسی طرح عورت کے بیٹے کا بھائی عورت پر حلال ہے یہ صورت مکرر ہوگئی ماتن کے قول ام اخیہ سے یعنی مثلاً جب زید کے بھائی کی ماں زید پر حلال ہوئی تو زید کے بھائی کی ماں پر زید بھی حلال ہوا سو زید اس عورت کے بیٹے کا بھائی ٹھہرا شارح کہتا ہے سو دس صورتیں ہیں پہلی صورت بھائی بہن کی ماں دوسری بیٹا بیٹی کی بہن تیسری بیٹا بیٹی کی دادی چوتھی چچا اور عمہ کی ماں پانچویں ماموں اور خالہ کی ماں چھٹی ولد کی عمہ ساتویں ولد کی عمہ کی بیٹی آٹھویں ولد کی بہن کی بیٹی نویں پوتے کی ماں دسویں عورت کے بیٹے کا بھائی لیکن دسویں صورت مکرر ہے اس واسطے کہ متقابلات سے ہے تو حقیقت میں نو صورتیں ہوئیں تفصل باعتبار المذکورۃ والانوثۃ الی عشرین یہ دس صورتیں باعتبار مرد ہونے اور عورت ہونے مضاف الیہ کے بیس صورتوں تک پہنچتی ہیں سو اگر مضاف الیہ کو سب صورتوں میں مرد فرض کیجیے تو یوں ہوگا بھائی کی ماں اور بیٹے کی بہن اور بیٹے کی دادی اور چچا کی ماں اور ماموں کی ماں اور بیٹے کی عمہ اور بیٹے کی بیٹی اور بیٹے کی بہن کی بیٹی اور پوتے کی ماں اور اگر مضاف الیہ کو عورت فرض کیجیے تو یوں ہوگا بہن کی ماں اور بیٹی کی بہن اور بیٹی کی دادی اور عمہ کی ماں اور خالہ کی ماں اور بیٹی کی عمہ اور بیٹی کی بیٹی اور بیٹی کی بہن کی بیٹی اور پوتی کی ماں باعتبار ملحل لہا والہا الی اربعین مثلاً بجوز تزوجہ بام اخیہ وتزوجہا بابی اخیہا اور اس اعتبار سے کہ یہ بیس صورتیں مرد کو حلال ہیں یا عورت کو حلال ہیں تو چالیس صورتوں تک نوبت پہنچے گی مثلاً جب مرد کے واسطے حلت ہو تو اول صورت میں یوں کہا جائے گا کہ مرد کو اپنے بھائی کی ماں سے نکاح کرنا جائز ہے اور جب عورت کے واسطے حلت ہوگی تو اس صورت میں یوں بولیں گے کہ عورت کو اپنے بھائی کے باپ سے نکاح کرنا درست ہے ہم جو تین اور شرح میں مثالیں ہیں سو مرد کی حلت کی ہیں اور عورت کی حلت میں یوں بولیں گے کہ بھائی کا باپ اور بیٹے کا بھائی اور بیٹے کا دادا اور چچا کا باپ اور ماموں کا باپ اور بیٹے کا ماموں اور بیٹے کے ماموں کا بیٹا اور بیٹے کی بہن کا بیٹا اور پوتے کا باپ عورت کو حلال ہے تو مثالوں میں خلاف قیاس تعبیر واقع ہوئی اس واسطے کہ بیٹے کا چچا اور بیٹے کی عمہ کا بیٹا نسب سے بھی حرام نہیں اور یہاں اس کا بیان ہے جو رضاعت سے حلال ہو نہ نسب سے اور بعضوں نسخوں میں تزوجہا بابی اخیہا کے مقام پر تزوجہا بابن اخیہا واقع ہے سو غلط ہے کذا فی حاشیۃ الدنی وکل منہا یجوز ان یتعلق الجار والمجرور اعنی من الرضاع تعلقا معنویا بالمضاف کام کان تکون لہا اخت نسبیۃ لہا ام رضاعیۃ او بالمضاف الیہ کالاخ کان یکون لہا اخ نسبی لہا ام رضاعیۃ او بہما کان یجتمع مع آخر علی ثدی اجنبیۃ ولاخیہ رضاعا ام اخری رضاعیۃ ہی مایۃ وعشرون وہذا من خواص کتابنا اور ہر ایک صورت کو ان چالیس صورتوں سے جائز ہے کہ جاء اور مجرور یعنی من الرضاع باعتبار تعلق معنوی کے متعلق ہو مضاف سے یعنی من الرضاع مقدر ہے بعد استثنی کے اس قرینہ سے کہ مستثنی منہ میں مذکور رہے تو تقدیر کلام یوں ہے کہ تحریم من الرضاع یحرم من النسب الام اختہ من الرضاع سو یہ جار مجرور مضاف سے متعلق ہو جیسے ام اختہ میں ام کا لفظ اس طرح کہ مثلاً زید کی نسبی بہن کی رضاعی ماں ہو یا من الرضاع متعلق ہو مضاف الیہ یعنی اخ کے لفظ سے اس طرح کہ اس کے بھائی نسبی کی رضاعی ماں ہو اس مثال میں شارح سے خطا ہوگئی یوں کہنا ٹھیک تھا لاخ رضاعی لہا ام نسبیۃ یعنی رضاعی بھائی کی نسبی ماں یا من الرضاع مضاف اور مضاف الیہ دونوں سے متعلق ہو اس طرح کہ ایک شخص دوسرے کے ساتھ اجنبی عورت کی چھاتی پر مجتمع ہو یعنی مثلاً زید خالہ کے ساتھ اجنبی عورت کا جس کا زینب نام ہے دودھ پیے اور اس کے رضاعی بھائی کی زینب کے سو اور رضاعی ماں ہو چنانچہ کلثوم سو کلثوم زید پر حلال ہے تو اس صورت میں بھائی بھی رضاعی ہے اور اس کی ماں بھی رضاعی ہے یعنی خالہ اور کلثوم تو یہ ایک سو بیس صورتیں ہوئیں اس طرح پر کہ چالیس صورتوں میں سے ہر ایک صورت میں تین صورتیں نکلیں باعتبار تعلق جار اور مجرور کے اور چالیس کو تین میں ضرب دینے سے ایک سو بیس ہوتے ہیں شارح کہتا ہے کہ ایسا بیان ہماری کتاب کے خواص میں سے ہے یعنی ایک سو بیس صورتیں مسائل رضاعیہ میں نکالنا فقط درالمختار کا خاصہ ہے دوسری کتاب فقہ میں ایسا بیان نہیں سید احمد طحطاوی نے کہا کہ ابن وہبان نے شرح منظومہ میں مسائل استثنائے رضاعت کے کچھ اور شمار پہنچائے ہیں بحرالرائق میں کہا کہ یہ اس کی کتاب کا خاصہ ہے پھر صاحب بحرالرائق نے مسائل مذکورہ کو اسی تک پہنچایا اور صاحب نہرالفائق نے ایک سو آٹھ تک پہنچایا اور کہا کہ یہ میری کتاب

Marfat.com

کے خوف نہیں ہے سو شارح نے چاہا کہ ایک سو بیس تک پہنچا دے سو اس کا ارادہ پورا نہ ہوا اس واسطے کہ نہرالفائق میں نو صورتوں پر بنا تھی شارح نے دسویں صورت زیادہ کا سوچ کر ہو گئی چنانچہ اس کا بیان سابق میں گذرا تو اس حساب سے ایک سو بیس سے بارہ صورتیں نکل گئیں تو وہی نہرالفائق والی ایک سو آٹھ صورتیں باقی رہ گئیں اور شیخ عابد مشی مدنی نے دو سو سولہ تک نوبت پہنچائی ہے اور کہا ہے کہ یہ ہماری شرح کے خصائص سے ہے مترجم نے خوف طوالت کتاب سے ان کو ذکر نہ کیا واللہ اعلم الصناعۃ[1] تتکامل بتلاحق الافکار کا مطلب اس مقام پر حل ہو گیا وکیل اخت اخیہ رضاعًا بفسخ اتصالہ بالمضاف کان یکون لاخ نسبی لاخت رضاعیۃ وبالمضاف الیہ کان یکون لاخیہ رضاعًا اختہ نسبا وبہما وہو ظاہر اور حلال ہے اپنے بھائی کی بہن باعتبار رضاعت کے صحیح ہے اتصال رضاعت کا مضاف سے جس طرح کہ اس کے نسبی بھائی کی رضاعی بہن ہو اور صحیح ہے کہ مضاف الیہ سے متصل ہو جس طرح کہ اس کے رضاعی بھائی کی نسبی بہن ہو اور یہ بھی ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ دونوں سے متصل ہو اور وہ ظاہر ہے یعنی رضاعی بھائی کی رضاعی بہن ہو لیکن رضاعی بھائی کی بیٹی حرام ہے مثل نسب کے کذا فی حاشیۃ الدنی عن الخلاصۃ وکذا النسبا بان یکون لاخیہ لابیہ اخت لام فہو متصل بہما لاباحدہما للزوم التکرار کما لایخفی اور اسی طرح حلال ہے اپنے بھائی کی بہن باعتبار نسب کے اس طرح کہ سوتیلے بھائی کی مادری بہن ہو یعنی زید اور خالد ایک باپ میں مشترک ہوں اور ماں دونوں کی مختلف اور خالد اور کریمہ فقط ایک ماں میں مشترک اور باپ میں مختلف تو زید پر کریمہ حلال ہے تو لفظ نسب کا مضاف اور مضاف الیہ دونوں سے متصل ہے نہ ایک سے بسبب لازم آنے تکرار کے چنانچہ یہ چھپا نہیں اس واسطے کہ اگر فقط مضاف سے نسب متصل ہو تو مضاف الیہ رضاعی ہو گا اور اگر مضاف الیہ سے متصل ہو تو مضاف[2] نسبی ہو گا اور یہ دونوں صورتیں مسئلہ سابقہ میں داخل ہیں ولاصل بین رضیعی امراۃ لکونہما اخوین وان اختلف الزمن ولاب اور حلت نہیں ایک عورت کے دو شیر خواروں میں اس واسطے کہ وہ دونوں بھائی ہیں اگرچہ مختلف ہو زمانہ شیر خوارگی کا اور مختلف ہو دونوں کا باپ رضاعی ولاصل بین الرضیعۃ وولد مرضعتہا ای التی ارضعتہا وولد ہا لانہ ولد اخ اور حلت نہیں درمیان عورت شیر خوار کے اور اس کی دائی کے بیٹے کے اس واسطے کہ دونوں بہن بھائی ہیں اگرچہ دائی کے بیٹے نے اپنی ماں کا مطلق دودھ نہ پیا ہو اور اسی طرح حلت نہیں شیر خوار عورت میں اور اس کی دائی کے پوتے میں اس واسطے کہ دائی کا پوتا بھتیجا ہے اس کا ولبن بکر بنت تسع سنین فاکثر محرم دالا لاجوہرہ اور دودھ کنواری نو برس کی عمر والی کا اور زیادہ عمر والی کا حرمت رضاعت کی ثابت کرتا ہے اور اگر نو برس سے عمر کم ہے تو اس کے دودھ سے حرمت نہیں کذا فی الجوہرہ کنواری عورت سے مراد یہ کہ جس کی وطی نہ ہوئی نہ نکاح سے نہ زنا سے وکذا یحرم لبن میتۃ ولو محلوبا فیصیر ناکحہا محرما للمیتۃ فیتیمہا وبدفنہا اور اسی طرح حرمت رضاعت کی ثابت کرتا ہے مردہ عورت کا دودھ اگرچہ برتن میں دوہا ہو تو ناکح رضیعہ میت کا محرم ہو گیا میت کا تو میت کا بلا حائل تیمم کرا دے اور اس کو دفن کرے یعنی ایک صغیرہ نے مردہ عورت کا دودھ پیا پھر اس صغیرہ سے ایک مرد نے نکاح کیا تو صغیرہ کا زوج محرم ہوا میت کا یعنی داماد ہوا سو اگر وہاں عورتیں نہ ہوں تو زوج صغیرہ کا میت کو غسل کے بدلے تیمم کرا دے اور کپڑا حائل کرنے کی حاجت نہیں اور دفن بھی کر دے اس واسطے کہ عورت کا دفن کرنا محرم کو بہتر ہے اس مقام میں سوال وارد ہوتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ میت کے دودھ پینے سے حرمت رضاعت کی ثابت ہوئی اور میت کے جماع سے حرمت مصاہرت کی ثابت نہیں اس کا جواب شارح نے اگلے قول میں دیا بخلاف وطیہا وفرق بوجود التغذی لا اللذۃ بخلاف وطی میت کے کہ اس سے حرمت مصاہرت کی ثابت نہیں ہوتی اور وطی اور رضاعت میں فرق ثابت کیا ہے بسبب وجود غذا ہونے کے نہ حاصل ہونے لذت کے یعنی مقصود اصلی رضاعت سے غذا ہے سو میت کے دودھ سے بھی حاصل ہے اور مقصود وطی سے لذت کا ملہ ہے سو میت کے جماع میں حاصل نہیں اس واسطے دودھ سے حرمت ہوئی نہ جماع سے لیکن بیان فرق میں لذت کا ذکر کرنا خوب نہیں اس واسطے کہ اگر فقط لذت ثبوت مصاہرت کی علت ہو تو انزال بشہوت اور وطی فی الدبر سے بھی حرمت مصاہرت کی ثابت ہو

[1] یعنی جس فن میں فکر مہم کی جائیں اس کی تکمیل ہو جاتی ہے ۱۲ [2] مترجم اول سے سمجھا کہ رضاعی کی جگہ نسبی لکھا نسب کو جب مضاف الیہ سے متصل کر لیا تو اب رضاعی رہا نہ نسبی ۱۲

Marfat.com

اور حالانکہ ایسا نہیں تو شارح کو یوں کہنا بہتر تھا کہ حرمت مصاہرت کا سبب طاب ولد ہے اور حاجت میں یہ امر حاصل نہیں کذا فی حاشیۃ الدنی و مخلوط بماء او دواء او لبن اخری او لبن شاۃ اذا غلب لبن المرأۃ وکذا اذا استویا اجماعا لعدم الاولویۃ جوہرہ اور اسی طرح حرمت رضاعت ثابت کرتا ہے جو دودھ کہ مخلوط ہو پانی سے یا دوا سے یا دوسری عورت کے دودھ سے یا بکری کے دودھ سے بشرطیکہ عورت کا دودھ پانی وغیرہ سے غالب ہو اور اسی طرح جب دونوں کا دودھ برابر مخلوط ہو تو دونوں عورتوں کی تحریم بالاتفاق ثابت ہوگی بسبب عدم ترجیح کے وعلق محمد الحرمۃ بالمرأتین مطلقا قیل ہو الاصح اور معلق کیا۔ یہ محمدؒ نے حرمت کو دونوں عورتوں سے مطلقا یعنی دونوں عورتوں کے مخلوط دودھ سے دونوں عورتوں کی حرمت ہر طرح سے ثابت ہے خواہ دونوں دودھ برابر ہوں خواہ کم و بیش بعضوں نے کہا ہے کہ یہی قول اصح ہے لا یحرم المخلوط لطعام مطلقا وان حساہ حسوا کذا لو عجنہ لان اسم الرضاع لا یقع علیہ بحر حرمت ثابت نہیں کرتا وہ دودھ جو مخلوط ہے طعام سے کسی طرح اگرچہ اس مخلوط دودھ کو گھونٹ گھونٹ پیا ہو اور اسی طرح اگر دودھ کو پنیر بنایا ہو تو بھی حرمت ثابت نہیں اس واسطے کہ نام رضاعت کا اس پر نہیں واقع ہوتا یعنی پنیر کھانے کو دودھ پینا نہیں بولتے کذا فی بحر الرائق ولا الاحتقان والاقطار فی اذن واحلیل وجائفۃ وآمۃ اور حرمت ثابت نہیں کرتا دودھ سے حقنہ لینا اور کان میں اور سوراخ ذکر اور پیٹ کے زخم اور سر کے زخم میں دودھ کا ٹپکانا ولا لبن رجل ومشکل الا اذا قال النساء انہ لا یکون علی غزارۃ الا للمرأۃ والا لا جوہرۃ اور حرمت ثابت نہیں کرتا مرد اور خنثی مشکل کا دودھ مگر جب کہ عورتیں خنثی مشکل کے دودھ کو کہیں کہ اس کثرت کا دودھ بغیر عورت کے نہیں ہوتا تو البتہ اس سے حرمت ثابت ہوگی احتیاطا اور اگر عورتیں اس کے دودھ کو ایسا نہ کہیں تو حرمت نہ ثابت ہوگی کذا فی الجوہرۃ مرد کے اگر دودھ نکلے تو وہ حقیقت میں دودھ نہیں اس واسطے کہ حقیقت میں دودھ اس کا ہوتا ہے جس سے ولادت متصور ہو ولبن شاۃ وغیرہا لعدم الکرامۃ اور حرمت رضاعت کی ثابت نہیں کرتا بکری کا دودھ اور اس کے سوا اور حیوانات کا دودھ بسبب عدم بزرگی کے یعنی حرمت رضاعت کی بطریق کرامت اور فضیلت کے باشتباہ جزئیت کے نہ آدمی اور بہائم میں جزئیت نہیں ولو ارضعت الکبیرۃ ولو بانیۃ ضرتہا الصغیرۃ وکذا لو ارجعہ رجل فی فیہا حرمتا ابدا ان دخل بالام او للبن منہ والا جاز تزوج الصغیرۃ ثانیا اور اگر دودھ پلایا زوجہ کبیرہ نے اگرچہ مطلقہ بائنہ ہو اپنی صغیرہ سوکن کو اور اسی طرح اگر اس کے دودھ کو کسی مرد نے زوجہ صغیرہ کے حلق میں ڈال دیا ہو تو کبیرہ اور صغیرہ دونوں اپنے زوج پر دائمی حرام ہو جاویں گے اس واسطے کہ ماں اور بیٹی رضائی کا اجتماع ہوا بشرطیکہ وطی کی ہو زوج نے ماں کی یعنی زوجہ کبیرہ کی یا دودھ کبیرہ کا زوج سے ہوا اور اگر زوجہ کبیرہ سے وطی نہ کی ہو اور دودھ زوج سے نہ ہو تو جائز ہے زوج کا نکاح کرنا صغیرہ سے دوسری بار اس واسطے کہ پہلا نکاح بسبب جمع ہونے ماں اور بیٹی کے ٹوٹ گیا اور دوسرا نکاح صحیح ہوا کیونکہ زوجہ کبیرہ مدخولہ نہ تھی تو صغیرہ بیبیہ سے نکاح درست ہے جب اس کی ماں مدخولہ نہ ہو اور کبیرہ سے مطلقا نکاح جائز نہیں اس واسطے کہ بیٹی کا فقط نکاح ماں کو حرام کر دیتا ہے دخول ہو یا نہ ہو اور اگر کبیرہ غیر مدخولہ نے بعد طلاق کے صغیرہ کو دودھ پلایا تو صغیرہ کا نکاح فسخ نہ ہوگا اس واسطے کہ پلانے کے وقت کبیرہ سوکن صغیرہ کی نہ رہی اس واسطے کہ غیر مدخولہ کی عدت نہیں کذا فی حاشیۃ الدنی ولا مہر للکبیرۃ ان لم توطأ لعدم الفرقۃ منہا وللصغیرۃ نصفہ لعدم الدخول اور کچھ مہر نہیں زوجہ کبیرہ کا بشرطیکہ مدخولہ نہ ہو بسبب آنے جدائی کے اسی کی طرف سے اور زوجہ صغیرہ کو نصف مہر ملے گا بسبب عدم دخول کے اور اگر کبیرہ مدخولہ ہوگی تو کل مہر یا دے گی لیکن عدت کا نفقہ اس کو نہ ملے گا وہو جمع الزوج بہ علی الکبیرۃ وکذا علی المہاجرۃ ان تعمدت الفساد بان تکون عالمۃ بالحال مستیقظۃ بالنکاح وبافساد الرضاع ولم تقصد دفع جوع او ہلاک او رجوع کرے زوج مہر کو کبیرہ پر اور اسی طرح اس مرد پر جس نے اس کا دودھ صغیرہ کی حلق میں ڈالا یعنی نصف مہر جو صغیرہ کو دیا اس کو کبیرہ سے بھرے بشرطیکہ کبیرہ نے دودھ پلانے سے فساد نکاح کا قصد کیا ہو اس طرح پر کہ کبیرہ دودھ پلانے کے وقت عاقل ہو اور اپنی خوشی سے دودھ پلایا ہو جانتی ہو اور صغیرہ کے نکاح کو اور رضاعت سے فساد نکاح کو جانتی ہو اور دفع گرسنگی اور ہلاکی صغیرہ کا مقصود نہ ہو تب اس کو نصف مہر دینا ہوگا والا لان التسبب یشترط فیہ التعدی اور اگر کبیرہ نے دودھ پلانے

Marfat.com

سے فساد نکاح کا قصد نہ کیا اس طرح پر کہ وہ اس وقت مجنونہ تھی یا سوتی تھی یا اس پر کسی نے جبر کیا یا وہ نکاح صغیرہ کو اور فساد رضاعت کو نہ جانتی تھی یا اس کو دفع گرسنگی اور ہلاکی صغیرہ کی مقصود تھی تو ان صورتوں میں زوج نصف مہر کو کبیرہ سے نہ لے سکے گا اس واسطے کہ ضمان دینے میں تعدی اور زیادتی شرط ہے اور ان صورتوں میں کبیرہ کی تعدی نہیں والقول لہا ان لم یظہر منہا تعمد الفساد معراج اور قول کبیرہ کا قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اگر اس کی طرف سے فساد کا قصد نہ ظاہر ہوگا کذانی معراج الدرایۃ طلق ذات لبن فاعتدت وتزوجت باخر فحملت دارضعت فحکمہ من الاول لانہ منہ یقین فلا یزول بالشک ویکون ربیبا للثانی حتی تلد فیکون اللبن من الثانی طلاق دیا زوج نے دودھ والی زوجہ کو پھر وہ عدت میں رہی اور بعد عدت کے اس نے دوسرے زوج سے نکاح کیا سو اس کو حمل رہ گیا اور اس نے کسی صغیرہ کو دودھ پلایا تو حکم اس دودھ کا زوج اول کی طرف ہوگا اس واسطے کہ یہ دودھ زوج اول کا بالیقین تو یہ یقین زائل نہ ہوگا شک سے تو صغیر زوج اول کا بیٹا ہوگا اور زوج ثانی کا ربیب ہوگا تو زوج ثانی کی بیٹی کا نکاح اس صغیر سے جائز ہے زوج اول کا حکم ثابت رہے گا یہاں تک کہ وہ عورت جنے گی پھر جب جنے گی تو اب زوج ثانی سے دودھ ثابت ہوگا والوطی بالشبہۃ کالحلال قیل وکذا الزنا والاوجہ لا اور شبہ کی وطی حلال وطی کے برابر ہے حرمت کی رضاعت کے ثبوت میں اور بعضوں نے کہا اور اسی طرح زنا سے بھی حرمت ثابت ہوتی ہے اور قول معقول یہ ہے کہ زنا کے دودھ سے حرمت نہیں کذانی فتح القدیر مثلاً ایک عورت کی وطی ہوئی شبہ سے سو وہ حاملہ ہوئی اور جنی اور پھر اس نے نکاح کیا بعد اس کے دوسرے پلایا صغیر کو تو یہ صغیر بیٹا اس مرد کا نہ ہوگا جس نے شبہ سے وطی کی نہ اس کے زوج کا اور اسی طرح زنا کذانی حاشیۃ الطحطاوی قال لزوجتہ ہذہ رضیعتی ثم رجع عن قولہ صدق لان الرضاع مما یخفی فلا یمنع التناقض فیہ ایک مرد نے اپنی زوجہ کو کہا کہ یہ میری رضاعی بہن ہے پھر اپنے اس قول سے پلٹا یعنی منکر ہوا کہ میں نے غلطی کہا تو اس کو صادق جانیں گے تو زوجہ کی تفریق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ شیر خوارگی اس قسم کی چیز ہے کہ مخفی ہو سکتی ہے تو اس میں تناقض قول کا ممنوع نہیں ولو ثبت علیہ بان قال بعدہ ہو حق کما قلت ونحوہ بکذا فسر الثبات فی الہدایہ وغیرہا فرق بینہما اور اگر ثابت رہا زوج اول اقرار پر اس طرح پر کہ اس کے بعد بھی کہے گیا کہ قول اول حق ہے جیسا کہ میں نے کہا اور مانند اس کلام کے ایسی ہی تفسیر ثبات کی ہدایہ وغیرہ میں ہے تو درصورت ثبات تفریق کرائی جائے گی زوج اور زوجہ میں خانیہ میں ہے کہ قاضی تفریق کر دے گا کذانی حاشیۃ الدنی وان اقرت المرأۃ بذلک ثم اکذبت نفسہا وقالت اخطات وتزوجہا جاز کما لو تزوجہا قبل ان تکذب نفسہا ان اقرت علیہ لان الحرمۃ لیست ایسا قالوا وبہ یفتی فی جمیع الوجوہ بزازیہ اور اگر اقرار کیا عورت نے اس کا یعنی یوں کہا کہ مرد میرا رضاعی باپ ہے یا بھائی اور مرد اس کا منکر ہے پھر عورت نے اپنے آپ کو جھٹلایا اور کہا کہ میں نے خطا کی تھی دعوی رضاعت میں اور اس مرد نے اس عورت سے نکاح کیا تو درست ہے چنانچہ مرد کو جائز ہے کہ عورت سے نکاح کرے قبل اس کے کہ عورت اپنی خطا کی قائل ہو اگر عورت دعوی رضاعت پر مصر رہے تو بھی نکاح درست ہے اس واسطے کہ شرع میں حرمت کا اختیار عورت کو نہیں دیا علما نے کہا کہ اسی پر فتوی ہے جمیع اقسام میں کذانی البزازیہ یعنی مرد کو نکاح کرنا اور اس کے پاس رہنا حلال ہے خواہ عورت نے مرد کو باپ رضاعی کہا ہو خواہ بھائی یا یوں کہا ہو کہ میں نے اس سے خلع کیا ہے اس نے مجھ کو طلاق بائن دی ہے سو اس کو میرے پاس رہنا نہ چاہیے اور مرد کو باوجود ایسے اقراروں کے نکاح اس واسطے جائز ہوا کہ عورت کا مستعد ہونا نکاح پر دلیل ہے کہ وہ دعوی رضاعت میں جھوٹی ہے یہ فتوی ہے لیکن ایسے مقام میں تقوی یہ ہے کہ نکاح نہ کرے اس واسطے کہ حدیث میں ثابت ہے کہ جو شبہات سے بچا اس کا دین سلامت رہا کذانی حاشیۃ الدنی ومفادہ انہا لو اقرت بثلث من رجل حل لہا تزوجہا اور مفاد تعلیل سابق کا یہ ہے کہ اگر عورت اقرار کرے تین طلاق کا ایک مرد سے تو حلال ہے اس عورت کو اس مرد سے کہ نکاح کرے اس واسطے کہ طلاق عورت کے حق میں مخفی رہ سکتی ہے تو اس کو رجوع کرنا اس اقرار سے درست ہے کذانی النہر عن الصغری لیکن یہ حکم ظاہر کا ہے اور اگر عورت کو تین طلاق کا یقین ہو تو باعتبار دیانت کے عورت کو نکاح اس مرد کا حلال نہ ہوگا کذانی حاشیۃ الدنی ناقلا عن الحلبی اذا قر بذلک جمیعا ثم اکذبا نفسہما وقالا اخطانا ثم تزوجہا جاز یا اقرار کیا اس رضاعت

Marfat.com

عورت مرد دونوں نے پھر دونوں نے اپنے آپ کو جھٹلایا اور کہا کہ ہم نے خطا کی اقرار رضاعت میں پھر مرد نے اس عورت سے نکاح کیا تو جائز ہے اور اگر قیام نکاح کی حالت میں یوں کہا تو دونوں میں تفریق نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الادی وکذا الاقرار بالنسب لیس یلزمہ الا ما ثبت علیہ فلو قال ہذہ اختی او امی دیں نسبہا معروفا ثم قال وہمت صدق وان ثبت علیہ فرق بینہما اور اسی طرح اقرار نسب کا مرد کو لازم نہیں مگر جس اقرار پر کہ ثابت اور قائم رہے سو اگر ایک مرد نے اپنی زوجہ کو کہا کہ یہ میری بہن ہے یا ماں ہے اور عورت کا نسب مشہور نہیں پھر اس مرد نے کہا کہ میں نے اقرار نسب میں خطا کی تو اس کی تصدیق کی جائے گی یعنی نکاح قائم رہے گا اس واسطے کہ غلط اور اشتباہ نسب میں رضاعت سے زیادہ متصور ہے اور اگر مرد ثابت رہا اقرار نسب پر تو دونوں میں تفریق کرا دی جائے گی لیکن اگر عورت کا نسب مشہور ہوگا تو مرد کے اقرار کرنے اور ثابت رہنے سے تفریق نہ واقع ہوگی اور اسی طرح اگر عورت کا بہن ہونا یا ماں ہونا اس مرد کی عمر کے لائق نہ ہو تو بھی تفریق نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی والرضاع حجۃ حجۃ المال وہی شہادۃ عدلین او عدلٍ وعدلتین لکن لا یقع التفرقۃ الا بتفریق القاضی لتضمنہا حق العبد اور رضاعت کی حجت کا ثبوت وہ ہے جو حجت ہے ثبوت مال کی اور ثبوت مال کی حجت گواہی دو عادل مرد کی یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتوں کی لیکن اگر دو عادل مرد گواہی رضاعت کی دیں گے تو زوجین میں فرقت نہ واقع ہوگی بدون قاضی کی تفریق کے اس واسطے کہ شہادت متضمن ہے حق العبد کو یعنی اگر نکاح قائم ہے تو ابطال حق عبد ہوتا ہے اور اگر نکاح نہیں تو ابطال حلت نکاح ہوتا ہے تو فقط گواہی سے ثبوت رضاعت کا نہ ہوگا بدون حکم قاضی کے وہل یتوقف ثبوتہ علی دعوی المرأۃ الظاہر الاول تضمنہا حرمت الفرج وہو من حقوق تعالیٰ اور کیا موقوف ہے ثبوت رضاع کا عورت کے دعوی پر۔ ظاہر یہ ہے کہ عورت کے دعوی پر ثبوت اس کا موقوف نہیں بسبب متضمن ہونے رضاعت کے شرمگاہ کی حرمت کو اور وہ حق تعالیٰ کے حقوق سے ہے اور ثبوت حق اللہ دعوی پر موقوف نہیں کما فی الشہادۃ بطلاقہا ثبوت رضاع دعوی پر موقوف نہیں جیسے کہ عورت کی طلاق کی گواہی میں دعوی مدعی کا ضرور نہیں اس واسطے کہ حق اللہ دعوی پر موقوف نہیں ولو شہد عند احدہما علی الرضاع بینہما او طلاقہا ثلثا وجحد ثم ماتا او غابا قبل الشہادۃ عند القاضی لا یسعہما المقام معہ ولا التزوج باخرۃ قیل لہا التزوج دیانۃ شرح وہبانیۃ اور اگر گواہی دی نزدیک عورت کے دو عادل گواہوں نے دونوں کی رضاعت پر یعنی یوں گواہی دی کہ وہ عورت اور اس کا زوج مثلاً رضاعی بھائی بہن ہیں یا گواہی دی دو عادلوں نے عورت کی تین طلاق پر اور زوج اس کا انکار کرتا ہے پھر دونوں شاہد مر گئے یا وطن سے غائب ہو گئے قاضی کے پاس گواہی دینے سے پہلے نہیں جائز ہے عورت کو مرد کے ساتھ قیام کرنا اس واسطے کہ حرمت رضاعت کی ثابت ہو گئی فقط حکم قاضی کا باقی رہ گیا اور نہ عورت کو جائز ہے زوج کا قتل کرنا دوا سے مفتی بہ یہی قول ہے بعضوں نے کہا اگر عورت کو قدرت نہ ہو زوج کے روکنے کی تو اس کو زہر سے مار ڈالے تا حرام سے بچے لیکن اس روایت پر فتوی نہیں اس واسطے کہ حکم قاضی کا رضاعت کی گواہی سے متصل نہیں ہوا کہ ثبوت مکمل ہوتا اور یہ بھی عورت کو جائز نہیں کہ تین طلاق کی گواہی سن کر دوسرے شوہر سے نکاح کرے اور قول ضعیف یہ ہے کہ عورت کو دوسرے مرد سے نکاح کر لینا باظہار دیانت کے جائز ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ شیخ عابد مکی مدنی نے شرح وہبانیہ کی عبارت نقل کی اس مضمون کی کہ اگر دو گواہ زوج اور زوجہ کی رضاعت کی گواہی دیں تو عورت کو مرد کے پاس سے بھاگ جانا حلال ہے اور دوسرے زوج سے نکاح کر لینا دیانۃً درست ہے اور بعضوں نے کہا کہ عورت کو یہ جائز نہیں تو ضعیف شارح کی مخالف ہے اصل کے فروع مسائل ملحقہ شارح کے قضی القاضی بالتفریق برضاع بشہادۃ امرأۃ ولم یفد حکم کیا قاضی نے تفریق زوجین کا رضاعت سے بسبب گواہی دینے ایک عورت کے تو یہ حکم نافذ نہ ہوگا اس واسطے کہ شہادت کامل نہیں مگر مع رجل ندی زوجتہ لم تحرم چوسی ایک مرد نے اپنی زوجہ کی چھاتی تو زوجہ حرام نہ ہوگی اس واسطے کہ جو ان کی رضاعت سے حرمت ثابت نہیں ہوتی تزوج صغیرتین فارضعت احداہما امرأۃ والاخری من رجل لم تحرما ان لم یتقدما او تاخرتا الصاد لعروضہ بالاخیرۃ سماح لیا دو صغیرہ سے پھر دودھ پلایا ہر ایک صغیرہ کو عورت نے یعنی ایک عورت نے ایک صغیرہ کو پلایا اور دوسری عورت نے دوسری صغیرہ کو پلایا اور دودھ دونوں عورتوں کا ایک مرد سے ہے یعنی دونوں کا زوج ایک ہے تو دونوں عورتیں نکاح مرد کی ضامن

Marfat.com

نہ ہوں گی اگرچہ دونوں نے عمداً فساد کیا ہو اس واسطے کہ فساد نکاح کا بسبب بہن ہو جانے دونوں صغیرہ کے ہو گیا یعنی جب دونوں عورتوں کا دودھ ایک مرد کے نطفہ سے ہوا تو وہ مرد رضاعی باپ ہوا دونوں صغیرہ کا اور دونوں صغیرہ آپس میں ایک دوسری کی بہن ہو گئیں نکاح ٹوٹ گیا بسبب جمع بین الاختین کے اور زوج کا نصف نصف مہر دونوں کو دینا پڑا لیکن زوج اس مہر کو دودھ پلانے والیوں سے نہیں لے سکتا اس واسطے کہ ہر واحد کے فعل سے حرمت نہیں ہوئی جو ان پر ضمان آوے بلکہ حرمت تو بسبب بہن ہو جانے دونوں کے عارض ہو گئی قبل الابن زوجۃ ابیہ وقال تعمدت الفساد غرم المہر ولو دخل بہا وقال ذلک لا للزوم الحد فلم یلزم المہر لو سرقہا بیٹے نے باپ کی زوجہ کا اور کہا کہ میں نے عمداً فساد نکاح باپ کا کیا تو بیٹا مہر کا ضامن ہو گا بسبب تعدی کے اور اگر بیٹے نے باپ کی زوجہ سے وطی کی اور یہی کہا یعنی فساد نکاح کے واسطے عمداً میں نے وطی کی تو مہر کا ضامن نہ ہو گا اس واسطے کہ بیٹے پر حد زنا کی لازم آئی تو مہر نہ لازم ہو گا اس واسطے کہ حد اور مہر دینا جمع نہیں ہوتا واللہ اعلم

Marfat.com

کتاب الطلاق

ولغۃ رفع القید لکن جعلوہ فی المراۃ طلاقا دنی غیرہا اطلاقا فاندا کان انت مطلقۃ بالسکون کنایۃ یہ کتاب ہے جس میں مسائل طلاق کے مذکور ہیں۔ طلاق لغت عرب میں بمعنی قید ہے۔ یعنی بند کھولنا لیکن فقہا نے عورت کی رفع قید نکاح میں طلاق بولنا قرار دیا ہے۔ اور عورت کے سوا اور چیز کی رفع قید میں اطلاق مستعمل ہے۔ تو اسی واسطے انت مطلقۃ بسکون طا کنایہ ہے طلاق سے اس واسطے کہ مطلقۃ اطلاق سے مشتق ہے۔ اور اطلاق بمعنی طلاق کے مستعمل نہیں وشرعا رفع قید النکاح فی الحال بالبائن او المال بالرجعی بلفظ مخصوص ہو ما اشتمل علی الطلاق مخرج الفسوخ کخیار عتق وبلوغ وردۃ نہ فسخ لا طلاق اور طلاق شرع میں رفع قید نکاح کو کہتے ہیں۔ خواہ رفع قید فی الحال ہو جیسے کہ طلاق بائن سے یا آخر کار رفع قید ہو۔ جیسے کہ طلاق رجعی سے عدہ گزرنے عدت کے۔ اس واسطے کہ زوج کو عدت کے اندر رجعت کا اختیار ہے۔ اور اگر زوج عدت میں مرجائے تو زوجہ مطلقہ اس کی وارث ہوگی۔ رفع نکاح ہو بواسطے لفظ مخصوص کے لفظ مخصوص سے مراد وہ جو شامل ہے۔ طلاق پر طلاق صریح ہو یا کنایہ رجعی ہو یا بائن تو لفظ مخصوص کی قید سے فسوخ نکاح نکل گئی جیسے خیار عتق لونڈی کا اور خیار بلوغ صغیرہ اور صغیر کا اور فسخ بسبب ارتداد کے تو تفریق ان صورتوں میں فسخ ہے نہ طلاق چنانچہ شارح نے باب الولی میں اقسام فسخ اور طلاق کے درضمن اشعار مفصل بیان کیے ہیں اور مراد قید نکاح سے وہ احکام ہیں جو نکاح صحیح میں ثابت ہیں چنانچہ حلت وطی اور حلت نظر اور ملک فسخ اور ملک حبس وغیر ذلک وبہذا علم ان عبارۃ الکنز والملتقی ومنقوضۃ طردا وعکسا بحر اور اس لفظ مخصوص کی قید سے معلوم ہو گیا کہ مقرر عبارت کنز اور ملتقی بحر کی تعریف طلاق میں منقوض ہے۔ باعتبار جمع اور منع کے کذا فی البحر الرائق کنز اور ملتقی میں یہ عبارت ہے کہ الطلاق رفع القید الثابت شرعا بالنکاح یعنی طلاق عبارت ہے رفع قید نکاح سے جو شرعاً ثابت ہے تو یہ تعریف افراد محدود کو یعنی طلاق کو جامع نہیں کیونکہ رجعی کو شامل نہیں اس واسطے کہ اس میں رفع قید بالفعل نہیں۔ بلکہ بعد عدت کے ہے اور غیر محدود کی مانع نہیں اس واسطے کہ تفریق ارتداد او رخیار بلوغ اور خیار عتق وغیرہ پر بھی یہ تعریف صادق آتی ہے اور حالانکہ یہ جدا ہیں طلاق نہیں سو اس واسطے مصنف نے لفظ مآل کا زیادہ کیا تاکہ طلاق رجعی داخل رہے اور لفظ مخصوص کو بھی زیادہ کیا تاکہ یہ فسوخ حد طلاق سے نکل جاویں۔ والیقاعہ مباح عند العامۃ لاطلاق الایات اکمل اور طلاق دینا مباح ہے نزدیک جمہور فقہا کے بسبب مطلق ہونے آیات طلاق کے کما ذکرہ اکمل یعنی آیات قرآنی میں طلاق کی اجازت ہے بلا قید تو یہ دلیل ہے اباحت کی نہ کراہت کی لیکن ابغض المباحات ہے چنانچہ ابو داؤد حاکم نے عبداللہ ابن عمر سے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابغض الحلال الی اللہ الطلاق اس واسطے کہ وصال زوجین کا قاطع ہے اور قلت تناسل کا باعث ہے یعنی فی نفسہ حلال ہے مگر ان وجوہ سے مبغوض ہے اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا طلاق دینا بھی ثابت ہے اگر مکروہ ہوتا تو حضرت سے نہ واقع ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی وقیل قائلہ الکمال الاصح خطرہ ای منعہ الحاجۃ کرتبہ وکبرہ والمذہب الاول کما فی البحر اور بعضوں نے کہا یعنی کمال الدین ابن الہمام نے کہ قول اصح یہ ہے کہ طلاق ممنوع ہے مگر وقت حاجت کے ممنوع نہیں حاجت جیسے اشتباہ حرام کاری زوجہ کا یا بڑھاپا عورت کا اور قوی مذہب پہلا ہے یعنی اباحت قوی ہے بسبب اطلاق آیات کے اور فعل نبوی کے کذا فی البحر الرائق لیکن یہاں سوال وارد ہوتا ہے کہ فقہا نے طلاق کو مباح قرار دیا ہے اور بعضے مسائل کی تحلیل میں کہا ہے کہ طلاق اصل میں منع ہے حاجت کے واسطے جائز ہے تو اباحت اور منع میں صریحاً تناقض ہے اس کا جواب شارح نے اگلے قول میں دیا وقولہم الاصل فیہ الحظر معناہ ان الشارع ترک بذہ الاصل فاباحہ بل یستحب لموقیۃ اور تارکۃ صلوۃ غایۃ اور فقہا کا یہ قول کہ اصل طلاق میں منع ہے اس کی یہ مراد ہے کہ شارع نے اس اصل کو چھوڑ دیا سو اسکو مباح کر دیا تو حقیقت میں اباحت اور منع کے دونوں قولوں میں تناقض باقی نہ رہا جب شرع میں اصل متروک ہوئی تو اباحت

ف حلال میں سے زیادہ بری چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق ہے ۔:

Marfat.com

بلاتردد ثابت ہوگئی۔ بلکہ طلاق مستحب ہے اگر زوجہ قول اور فعل سے ایذا رسانی کرے یا تارک الصلوۃ ہو کذا فی الغایۃ ومفادہ ان لا اثم مباشرۃ من لا تصلی اور مفاد تعلیل اور استحباب کا یہ ہے کہ گناہ نہیں بے نماز عورت کے ساتھ رکھنے میں اس واسطے کہ اگر گناہ ہوتا تو طلاق واجب ہوتی نہ مستحب، وجب لوفات الامساک بالمعروف اور طلاق واجب ہے اگر فوت ہو دستور کے موافق رکھنا چنانچہ اگر زوج خصی ہو یا عنین ہو یا مقطوع الذکر ہو یا شکار ہو یعنی عورت کو ہاتھ لگانے سے معذور ہو جائے پھر وطی کے واسطے استادگی نہ ہو تو ان صورتوں میں طلاق واجب ہے اس واسطے کہ اس میں عورت کی حق تلفی ہے ویحرم لو بدعیا اور طلاق حرام ہے اگر بدعی ہو بدعت کی طلاق یہ کہ حیض میں طلاق دے یا طہر میں وطی کے بعد طلاق دے یا تین طلاق ایک لفظ سے دیں یا تین طلاق ایک آن میں دیں چنانچہ نسائی میں حدیث مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر معلوم ہوئی کہ ایک مرد نے تین طلاق یکبارگی ہیں تو آپ غضب میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ کتاب اللہ سے کھیل ہوتا ہے میرے ہوتے یعنی یکبارگی قرآن مجید میں اجازت نہیں اور ابن عمرؓ کی حدیث میں ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ اگر تین طلاق دے تو کیسا فرمایا کہ تو نے نافرمانی کی اپنے رب کی اور تیری عورت تجھ سے جدا ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی ومن محاسنہ التخلص بہ من المکارہ اور طلاق کی خوبیوں میں سے یہ ہے کہ بسبب طلاق کے مکروہات سے نجات ہوتی ہے یعنی مرد طلاق سے عورت کی بدخلقی سے بچتا ہے اور اگر مقدور نہ ہو تو نان نفقہ کی فکر سے نجات پاتا ہے اور اگر دو عورتیں ہیں تو ایک کی طلاق سے فرضیت باری کی کشاکش سے خلاصی ہوتی ہے اور ایک دو طلاق پر جدائی نہ مقرر ہوئی تاکہ اگر طلاق سے ندامت ہو تو تدارک کر سکے اور تین عدد اس واسطے متعین ہوئے کہ اقل جمع ہے وبہ یعلم ان طلاق الدور بخوان طلقتک فانت طالق قبلہ ثلث واقع اجماعاً کما حررہ المصنف معزیا لجواہر الفتاوے حتی لو حکم بصحۃ الدور حاکم لا ینفذ اصلاً اور اسی سے یعنی خلاصی مکروہات سے معلوم ہوا کہ طلاق دور کی بالاجماع واقع ہوتی ہے چنانچہ اسکو مصنف نے تحریر کیا ہے جواہر الفتاوے کی نسبت کر کے یہاں تک کہ اگر کوئی صحت دور کا حکم کرے یعنی بسبب طلاق کے دور عدم طلاق کا حکم دے تو اسکا حکم ہرگز نہ جاری ہوگا اس واسطے کہ مخالف ہے اجماع کے طلاق دور یہ ہے کہ جیسے کوئی اپنی عورت سے کہے کہ میں تجھ کو طلاق دوں تو طلاق دینے سے پہلے تجھ پر تین طلاق ہیں اسکو طلاق دور اس واسطے کہا کہ اس میں امر دائر ہے درمیان وجود منافی کے اس واسطے کہ لازم آتا ہے کہ جب طلاق دے تو تین طلاق اس سے پہلے واقع ہو جاویں اور جب تین طلاق پہلے ہو گئیں تو لازم آتا ہے کہ یہ طلاق نہ واقع ہو اور اس مقام میں دور سے وہ مراد نہیں جو علم کلام میں مصطلح ہے خلاصہ یہ کہ طلاق دور واقع ہوتی ہے بسبب لغو ہونے قابلیت کے اس واسطے کہ خلاصی مکروہات محاسن طلاق سے ہے سو اگر طلاق نہ واقع ہو تو یہ حکمت فوت ہوتی ہے پھر جب قابلیت لغو ہوئی تو گویا اس نے یوں کہا کہ ان طلقتک فانت طالق ثلثا یعنی اگر تجھ کو طلاق دوں تو تجھ پر تین طلاق ہیں پھر جب وہ طلاق دے گا تو ایک طلاق پڑے گی پھر اسکے بعد تین طلاق پڑیں گی تین میں سے ایک لغو ہوگی کہ اس کی گنجائش نہیں تو تین طلاق پڑ جاویں گی ایک پہلی اور دو پچھلی ابن شرح شافعی قائل ہے کہ طلاق دور واقع نہیں ہوتی بعض صالحین نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ طلاق دور واقع ہوتی ہے یا نہیں فرمایا کہ جو طلاق دور کے عدم وقوع کا قائل ہوا اس نے میری امت کو گمراہ کیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی واقسامہ ثلثۃ حسن واحسن وبدعی یاثم بہ اور اقسام طلاق کے تین ہیں ایک حسن یعنی خوب دوسرا احسن یعنی خوب تر تیسرا بدعی یعنی بدعت والا جس کے فعل سے آدمی گنہ گار ہوتا ہے بدعت سے مراد یہاں بدعت محرمہ ہے والفاظہ صریح ملحق بہ وکنایۃ اور الفاظ طلاق کے بھی تین ہیں ایک صریح دوسرا ملحق تیسرا کنایہ طلاق صریح وہ جو طلاق کے سوا اور معنوں میں مستعمل نہ ہو اور نیت کا محتاج نہ ہو جیسے لفظ طلاق اور طالق اور تطلیق اور مطلقہ کہ ان الفاظ سے طلاق پڑ جاتی ہے۔ نیت طلاق کی کرے یا نہ کرے لیکن وقوع طلاق میں عورت کا خطاب شرط ہے تو اگر عورت نے مرد سے طلاق چاہی ہو اور اسنے کہا کہ طالق طالق طالق یا یوں کہا کہ طلاق طلاق طلاق تو طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ خطاب عورت کیطرف نہیں چنانچہ حموی نے شرح کنز میں اسکی تصریح کر دی ہے پھر طلاق صریح گاہے رجعی ہوتی ہے

Marfat.com

جیسے یک بار یا دو بار طلاق دینا اور گاہے بائن ہوتی ہے جیسے تین بار طلاق دینا اور ملحق بصریح جیسے لفظ حرام اور تحریم کا کہ اس میں بھی نیت کی حاجت نہیں اور کنایہ وہ جو طلاق اور غیر طلاق دونوں کا محتمل ہو اس میں بدون نیت کے طلاق نہیں پڑتی کذا فی حاشیۃ المدنی **ومحلہ المنکوحۃ** اور محل طلاق کا منکوحہ ہے یعنی جس پر طلاق واقع ہوتی ہے تو منکوحہ عورت ہے تو لونڈی محل طلاق کا نہیں مولے کے حق میں وابلہ زوج عاقل بالغ مستقیظ اور اہل طلاق کا زوج ہے جو عاقل اور بالغ اور جاگتا ہو تو مولیٰ اور اجنبی زوج کی قید سے نکل گیا اور مجنون اور صبی اور سوتا آدمی بھی نکل گیا یعنی ان کی طلاق نہیں واقع ہوتی ورکنہ لفظ مخصوص خالٍ عن الاستثناء اور رکن طلاق کا لفظ مخصوص ہے جو خالی ہو استثناء[1] سے تو لفظ مخصوص سے فسوخ نکل گئے اور معلوم ہوا کہ اگر انشاء اللہ کی قید طلاق میں متصل کرے تو طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ لفظ مخصوص استثنا سے خالی نہیں **طلقتہ رجعیۃ فقط فی طہر لا وطی فیہ وترکہا حتی تنقضی عدتہا احسن بالنسبۃ الی البعض الاخر فقط** ایکبار طلاق رجعی دینا اس طہر میں جس میں وطی نہیں ہوئی اور چھوڑنا اس کا یعنی دوسری نہ دینا یہاں تک کہ اس کی عدت گذر جاوے یہ طلاق احسن ہے بہ نسبت اور دوسری طلاق کے یعنی حسن اور بدعی سے احسن ہے نہ یہ کہ فی نفسہ احسن ہے تو اس تقریر سے وہ اعتراض دفع ہوا جو بعضوں نے کہا کہ طلاق احسن یا حسن کہنا کیونکر درست ہوگا حالانکہ وہ ابغض الحلال ہے **وطلقۃ لغیر موطوءۃ ولو فی حیض والموطوءۃ تفریق الثلث فی ثلثۃ اطہار لا وطی فیہا ولا فی حیض قبلہا ولا طلاق فیہ فیمن تحیض وثلثۃ اشہر فی حق غیرہا حسن وسنی فعلم ان الاول سنی بالاولی** اور ایک طلاق دینا غیر مدخولہ کو اگرچہ طلاق حیض میں واقع ہو اور زوجہ مدخولہ کو جدا جدا تین طلاق دینا تین طہر میں جس میں وطی نہ ہوئی ہو اور نہ اس حیض میں وطی ہوئی ہو جو تین طہر سے پہلے تھا اور نہ اس میں طلاق ہوئی ہو یہ حیض ہونے والی عورت کے حق میں ہے اور تفریق تین طلاق کی تین مہینے میں اس عورت کے حق میں جس کو حیض نہیں آتا یعنی بڑی عمر والی اور صغیرہ اور حاملہ تو ان شرطوں سے طلاق دینا طلاق حسن ہے اور سنی ہے یعنی مسنون ہے سو جبکہ طلاق حسن مسنون ہوئی تو طلاق احسن بطریق اولے مسنون ہوگی کہ اس میں فقط ایک ہی طلاق ہے خالی طہر میں عدت تک اور مسنون کے یہ معنی کہ لائق عتاب کے نہیں اور یہ مراد نہیں کہ اس میں کچھ ثواب ہے اس واسطے کہ طلاق فی نفسہ عبادت نہیں کہ ثواب کی توقع ہو **وحل طلاقہن** ای الآیسۃ والصغیرۃ والحامل **عقب وطی لان الکراہۃ فیمن تحیض لتوہم الحبل وہو مفقود ہنۃ** اور حلال ہے طلاق دینا ان کا یعنی آیسہ اور صغیرہ اور حاملہ کا بعد وطی کے بھی اس واسطے کہ کراہت طلاق کی حیض والی عورتوں میں بسبب احتمال حمل کے ہے اور احتمال حمل کا یہاں یعنی ان عورتوں میں مفقود ہے آیسہ وہ عورت ہے جسکا حیض بسبب زیادتی عمر کے بند ہو گیا ہو ستر پچاسی برس والی عورت آیسہ ہے قول اظہر میں اور جس کی عمر نو برس سے کم ہو وہ صغیرہ ہے بنا بر قول مختار کے **والبدعی ثلث متفرقۃ او ثنتان بمرۃ او ثلثۃ فی طہر واحد لا رجعۃ فیہ او واحدۃ فی طہر وطئت فیہ او واحدۃ فی حیض موطوءۃ** اور طلاق بدعی یہ کہ تین طلاق دینا جدا جدا یا دو طلاق یکبارگی یعنی ایک لفظ سے یا طلاق دو لفظ سے ایک طہر میں جس میں رجعت نہیں یا ایک طلاق دینا اس طہر میں جس میں وطی ہو چکی ہے یا ایک طلاق دینا مدخولہ کے حیض میں یہ سب صورتیں طلاق بدعی کی ہیں سو جب تین طلاق متفرق بدعی ہوئیں تو یکبارگی تین طلاق دینا بطریق اولے بدعی ہوگا اور اگر طہر میں طلاق بدعی دے کر رجعت کریگا تو طلاق باقی نہ رہے گی ظاہرا اور شیعہ کے نزدیک تین طلاق یکبارگی صیغے سے ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے نہ تین اور ہمارے نزدیک تینوں واقع ہو جاتی ہیں اگرچہ تین طلاق دینا یکبارگی گناہ ہے ہماری دلیل حدیث عجلانی کی ہے جو صحیح بخاری اور مسلم میں مروی ہے اس میں یہ مضمون ہے کہ عجلانی نے تین طلاق بدون اجازت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیں اور حضرت نے اس پر انکار فرمایا تو اس حدیث تقریری سے وقوع ثابت ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی لو قال البدعی ما خالفہما لکان اوجز وافید شارح کہتا ہے کہ اگر مصنف صاحب متن بدعی کی تعریف میں یوں کہتا کہ طلاق بدعی وہ ہے جو مخالف ہو طلاق احسن اور حسن کے تو کلام مختصر ہوتا اور زیادہ مفید ہوتا اس واسطے کہ طلاق بدعی آٹھ قسم ہے اول قسم تین طلاق متفرق ایک طہر میں دینا دوسری قسم تین طلاق ایک لفظ سے ایک طہر میں دینا

---

[1] یعنی انشاء اللہ تعالیٰ کہنے سے ۱۲

Marfat.com

تیسری دو طلاق ایک لفظ سے دینا چوتھی دو طلاق دو لفظ سے اول طہر میں دینا جس میں رجعت نہیں پانچویں حیض میں طلاق دینا چھٹی اس طہر میں طلاق دینا جس میں وطی ہو چکی ساتویں اس طہر میں طلاق دینا جس میں وطی نہیں ہوئی لیکن طہر کے قبل حیض میں وطی ہو چکی آٹھویں نفاس میں طلاق دینا سو ساتویں اور آٹھویں قسم مصنف کی تعریف میں داخل نہیں اگر یوں کہتا کہ بدعی مخالف ہے احسن اور حسن کے تو یہ دونوں قسمیں بھی داخل ہو جاتیں کذا فی حاشیۃ المدنی **وتجب رجعتہا** علی الاصح فیہ اے فی الحیض رافعاً للمعصیۃ **فاذا طہرت طلقہا ان شاء او امسکہا** قید بالطلاق لان التخییر والاختیار والخلع فی الحیض لایکرہ مجتبیٰ اور واجب ہے رجعت کرنا زوجہ کی طرف بنا بر قول اصح کے حیض میں یعنی حیض میں اگر طلاق دی ہو تو رجعت کر لے واسطے گناہ دور ہونے کے پھر جب عورت طاہر ہو حیض سے تو چاہے اس کو طہر میں طلاق دے یا چاہے اس کو رکھے۔ شارح کہتا ہے کہ مصنف نے قید طلاق کی اس واسطے لگائی کہ تخییر اور خلع اور اختیار حیض میں مکروہ نہیں کذا فی المجتبیٰ تخییر یہ کہ زوج اپنی زوجہ کو نکاح باقی رکھنے اور طلاق میں مختار کرے اور اختیار یہ کہ نابالغ کا باپ دادا کے سوا کسی اور ولی نے نکاح کیا پھر جب وہ بالغ ہوا تو اس کو اپنی ذات کا اختیار رہے چاہے نکاح کو باطل کر دے اگرچہ اس وقت زوجہ حیض میں ہو خلاصہ یہ کہ طلاق دینا حیض میں مکروہ ہے اور تخییر زوج اور اختیار صبی اور اسی طرح خلع حیض میں مکروہ نہیں والنفاس کالحیض جوہرہ اور نفاس مانند حیض کے ہے کذا فی الجوہرہ یعنی طلاق نفاس میں مکروہ ہے اور تخییر اور اختیار صبی اور خلع نفاس میں مکروہ نہیں **قال لموطوءتہ وہی حال کونہا ممن تحیض انت طالق ثلثا او ثلثین وقع عند کل طہر طلقۃ** یقع اولہا فی طہر لا وطی فیہ کہا زوج نے اپنی مدخولہ سے در آن حالیکہ وہ حیض آنے والیوں میں ہے کہ تجھ کو تین طلاق ہیں یا دو ہیں مخصوص بہ سنت تو واقع ہو گی ہر طہر کے نزدیک ایک طلاق خواہ قائل نے نیت کی ہو یا نہ کی ہو اور پہلی طلاق ان تینوں سے یا دو سے اس طہر میں واقع ہو گی جس میں وطی نہیں ہوئی فلو غیر موطوءۃ اور لا تحیض تقع واحدۃ للحال ثم کلما نکحہا او مضی شہر یقع سو اگر وہ عورت جس کو تین طلاق مسنون ہوئی مدخولہ نہ ہو یا اس کو حیض نہ آتا ہو تو ایک طلاق واقع ہو گی فی الحال پھر غیر مدخولہ سے جب زوج نکاح کرے گا تو دوسری طلاق واقع ہو گی پھر جب تیسرا نکاح کرے گا تو تیسری طلاق واقع ہو گی یا جس عورت کو حیض نہیں آتا جب ایک مہینہ گذر یگا تو طلاق واقع ہو گی کذا فی حاشیۃ المدنی **وان نوی ان تقع الثلث الساعۃ او ان تقع عند راس کل شہر واحدۃ صحت نیتہ** لانہ محتمل کلامہ اور اگر نیت کی تینوں طلاق واقع ہونے کی اسی ساعت میں یا نیت کی ایک طلاق واقع ہونے کی ہر مہینے کے سرے پر تو نیت اس کی صحیح ہو گی اس واسطے کہ اس کے کلام میں اس کا بھی احتمال ہے اس واسطے کہ لفظ السنۃ کا لام جیسے اختصاص کا محتمل ہے ویسے ہی تحلیل کا بھی احتمال رکھتا ہے تو اس صورت میں السنۃ کے یہ معنی ہوں گے کہ وہ طلاق جسکا حکم سنت سے ثابت ہے یا واقع ہونا اس کا مذہب ہے اہل سنت کا **ویقع کل طلاق زوج بالغ عاقل** ولو تقدیرا بدائع لیدخل السکران اور واقع ہوتی ہے طلاق ہر زوج بالغ عاقل کی اگرچہ تقدیراً عاقل ہو کذا فی البدائع تقدیراً کی قید اس واسطے لگائی تاکہ مست عاقل میں داخل رہے یعنی نشے اور عقل میں کوئی تباین نہ سمجھے اس واسطے کہ شارح نے مست کو وقوع طلاق میں قائم مقام عاقل کے قرار دیا ہے **ولو عبدا او مکرہا، فان طلاقہ صحیح لا قرارہ بالطلاق** اگرچہ زوج غلام ہو یا مکرہ ہو یعنی زبردستی کسی نے اس سے طلاق دلوائی ہو اس واسطے کہ طلاق دینا مکرہ کا صحیح ہے اور اقرار طلاق مکرہ کا صحیح نہیں یعنی زبردستی سے کوئی طلاق کا اقرار کرا دے تو اس اقرار سے طلاق نہیں واقع ہوتی وقد نظم فی النہر ما یصح مع الاکراہ فقال سے طلاق و ایلاء ظہار و رجعۃ نکاح مع الاستیلاء وعفو عن العمد اور البتہ نظم کیا ہے نہر الفائق میں ان عقود کو جو اکراہ اور زبردستی کے ساتھ صحیح ہو جاتے ہیں سو کہا کہ طلاق ہے اور ظہار ہے اور ایلا اور رجعت اور نکاح ہے ساتھ استیلاء کے اور عفو کرنا ہے قصاص کو سے رضاع و ایمان و نذر ۔ قبول لا ایداع کذا الصلح عن عمد۔ رضاع ہے اور خدا کی قسمیں کھانا اور ایلا کر کے رجوع کرنا اور نذر کرنا اور رد لعیت قبول کرنا اسی طرح قصاص عمد سے مال پر صلح کرنا سے طلاق علی جعل یمین بہ اتت ۔ کذا العتق والاسلام تدبیر للعبد ۔ اور

Marfat.com

طلاق[14] عوض مال کے خواہ زوجہ کی طرف سے یا غیر کی طرف سے اور قسم[15] طلاق کی یعنی زبردستی سے کسی نے یوں قسم کھائی کہ اگر فلانا کام کرے تو اس کی عورت پر طلاق ہے سو اگر وہ کام کرے گا تو طلاق واقع ہوگی۔ اور اسی طرح بجبر آزاد کرنا[16] اور مسلمان[17] ہونا اور غلام یا لونڈی کا مدبر کرنا سہ وایجاب واحسان وعتق فہذہ تصح مع الاکراہ عشرین فی العدد۔ اور واجب[19] کرنا صدقہ کا اور واجب[20] کرنا عتق کا یعنی زبردستی یوں کہلائے کہ میں نے اپنے اوپر خدا کے واسطے ایک درہم یا ایک غلام کی آزادی واجب کی تو یہ عقود مذکورہ صحیح ہیں اکراہ کے ساتھ بیس ہیں شمار میں او ہازلا لا یقصد حقیقۃ کلامہ او سفیہا خفیف العقل اگرچہ زوج ہازل ہو یعنی خوش طبعی اور ہنسی سے طلاق دی ہو ہازل وہ ہے جس کو اپنے کلام کی حقیقت مقصود نہ ہو یا زوج سفیہ خفیف العقل کم فہم ہو او سکران دیو ببیند او حشیش او افیون او بنج زجرا بہ یفتی تصحیح القدوری یا مست ہو اگرچہ نشا چنساندہ تمر کا ہو یا بھنگ کا ہو یا افیون کا یا خراسانی اجوائن کا ان چیزوں کے نشے سے طلاق واقع ہوتی ہے اس واسطے زجر اور توبیخ کے تا لوگ باز رہیں اسی پر فتوی ہے کذا فی تصحیح القدوری زجر اور توبیخ کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر خراسانی اجوائن اور افیون کو بطریق دوا کے استعمال کرے تو اس پر زجر نہیں اس واسطے کہ معصیت نہیں تو اس صورت میں طلاق بھی واقع نہ ہوگی نہر الفائق میں کہا کہ خراسانی اجوائن کی اباحت اور حرمت میں اختلاف ہے اور حق یہ ہے کہ اگر بطریق دوا کے استعمال ہے تو طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ معصیت نہیں اور اگر بطریق لہو اور سرور کے ہے تو طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی مست کی طلاق اس واسطے واقع ہے کہ شارع نے مست کو اس کی حالت مستی میں امر اور نہی سے خطاب کیا چنانچہ فرمایا یا ایہا الذین امنوا لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکاری تو معلوم ہوا کہ اس کو بجائے قابل العقل کے احکام شرعیہ میں تنگ پکڑنے کے واسطے قرار دیا اور وقوع طلاق میں حد سکر کی یہ ہے کہ عورت کو مرد سے اور آسمان کو زمین سے فرق نکرے یہی مذہب ہے امام کا اور یہی قول یہاں معتمد ہے اور سکر پر حد واجب ہونے میں صاحبین کا قول مختار ہے وہ یہ ہے کہ جس کا اکثر کلام بیہودہ اور ہذیان ہو اور طہارت ٹوٹنے میں حد سکر یہ ہے کہ جس کی چال ڈانواں ڈول ہو بحر الرائق میں کہا کہ ورق القنب یعنی بھنگ کے نشے سے باتفاق علماء شافعیہ اور حنفیہ کے طلاق واقع ہوتی ہے اس واسطے کہ اس کے حرام ہونے پر بالاتفاق فتوی ہے اور اس کے بائع پر تعزیر ہے اور جو اس کو حلال کہے وہ زندیق اور ملحد ہے کذا فی المنتقی اور جوہرہ میں حرمت افیون اور خراسانی اجوائن کی مصرح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ویختلف التصحیح فیمن سکر مکرہا او مضطرا اور مختلف ہے صحیح کہنا علما کا اس شخص کے حق میں جو مست ہو گیا زبردستی نشہ پلانے سے یا اضطرار سے پھر اس نے طلاق دی نہر الفائق میں کہا کہ صحیح یہ ہے کہ اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی چنانچہ تحفہ اور شرح جامع اور خانیہ میں ہے کذا فی الطحطاوی والمدنی نعم لو زال عقلہ بالصداع او بمباح لم یقع ہاں اگر زائل ہو عقل نشہ پینے والے کی بسبب درد سر کے یا مباح چیز کے استعمال سے جیسے کوئی افیون کھائے بطریق دوا کے تو طلاق واقع نہیں ہوئی اس واسطے کہ زوال عقل درد سر سے ہوا نہ نشے سے وفی القہستانی معزیا للزاہدی انہ لو لم یمیز ما یقوم بہ الخطاب کان تصرفہ باطلا انتہی اور قہستانی میں زاہدی سے منقول ہے کہ اگر مست کی ایسی عقل زائل ہو کہ امتیاز نہ کر سکے احکام شرعیہ کو تو اس کا تصرف باطل ہوگا فقط یعنی نہایت بدمست کی طلاق نہ واقع ہوگی بحر الرائق میں کہا کہ یہ قول ضعیف ہے واستثنی فی الاشباہ من تصرفات السکران سبع مسائل منہا الوکیل باالطلاق رئبا اور مستثنی کیا ہے اشباہ میں مست کے تصرفات سے سات مسائل کو یعنی مست اور ہوشیار کا ایک حکم ہے لیکن سات مسائل میں مست ہوشیار کے برابر نہیں از انجملہ طلاق کا وکیل ہوشیاری میں یعنی مثلاً زید نے حالت ہوشیاری میں خالد کو وکیل کیا طلاق کا سو خالد نے مست ہو کر طلاق دی تو یہ طلاق نہ واقع ہوگی لکن قید البزازی بکونہ علی مال وقع مطلقاً لیکن مقید کیا ہے بزازی نے طلاق وکیل کو مال کے بدلے پر یعنی اگر وکیل نے عوض مال کے طلاق دی تو طلاق صحیح نہ ہوگی اور اگر طلاق عوض مال کے نہیں تو واقع ہوگی ہر طرح سے خواہ موکل نے ہوشیاری میں وکیل کیا ہو خواہ مستی میں اور وکیل نے ہوشیاری میں طلاق دی ہو۔ یا مستی میں

Marfat.com

ولم یرتہ الشافعی طلاق السکران و اختارہ الطحاوی والکرخی وفی التاتارخانیۃ عن التفریق والفتوی علیہ اور امام شافعی نے مست کی طلاق کو واقع نہیں کہا اور پسند کیا ہے اس قول کو طحاوی اور کرخی نے اور تاتارخانیہ میں تفریق سے یہ ہے کہ اس روایت پر فتوی ہے ہم یہ روایت مخالف ہے متون کے اور کتب معتمدہ میں ہرگز اس پر اعتماد نہیں فتاوی عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ طلاق مست کی واقع ہے اور یہی مذہب ہے ہمارے اصحاب کا کذا فی حاشیۃ المدنی او اخرس ولو طاریا ان دام للموت بفہمی یا گونگا ہو یعنی گونگے کی طلاق اشارہ سے ہوتی ہے اگرچہ پیدائشی گونگا نہ ہو بشرطیکہ موت تک گونگا رہے اس پر فتوی ہے وعلیہ فتصرفاتہ موقوفۃ وتحسن الکمال اشتراط کتابت اور اس شرط پر گونگے کے تصرفات موقوف رہینگے موت تک یعنی اگر موت تک گونگا رہا تو اشارہ کی طلاق وغیرہ تصرفات صحیح ہوں گے اور اگر زبان کھل گئی بولنے لگا تو اس سے دریافت کیا جائے گا اور پسند کیا ہے کمال الدین بن ہمام نے اس کی کتابت کا شرط ہونا یعنی اگر گونگا لکھنا جانتا ہو تو اس کی طلاق اشارہ سے نہ واقع ہوگی لکھنے سے واقع ہوگی باشارۃ المعہودۃ فانہا تکون کعبارۃ الناطق استحسانا گونگے کی طلاق واقع ہوگی اس کے اشارہ معلومہ سے اس واسطے کہ اس کا اشارہ ناطق کے بیان کے برابر ہے باعتبار استحسان کے وجہ استحسان کی یہ کہ اگر اس کا اشارہ مثل عبارت ناطق کے نہ ہو تو موجب ہو جرح کا او مخطئا بان اراد التکلم فجری علی لسانہ الطلاق او تلفظ بہ غیر عالم بمعناہ او غافلا او ساہیا او بالفاظ مصحفۃ تقع قضاء فقط یا زوج نے خطا سے طلاق دی اس طرح پر کہ ارادہ کسی بات کے کہنے کا کیا سو اس کی زبان پر طلاق جاری ہوگئی یا طلاق کا لفظ بولا حالانکہ اس کے معنی سے آگاہ نہ تھا یا زوج بھولا کم عقل ہو یا بھول کر طلاق بولا ہو سہو کی صورت یہ کہ اس نے قسم کھائی کہ لفظ طلاق نہ بولوں گا پھر طلاق بول گیا بھول کر یا طلاق کو الفاظ محرفہ[1] سے بولا چنانچہ بجائے قاف کے کاف یا عین یا غین بولا تو ان صورتوں میں طلاق واقع ہوگی فقط باعتبار قضا کے یعنی باعتبار حکم ظاہر کے نہ باعتبار دیانت کے بخلاف الہازل واللاعب فانہ یقع قضاء ودیانۃ لان الشارع جعل ہزلہ بجد فتح بخلاف ہنسی کرنے والے اور کھیلنے والے کے کہ اسکی طلاق ظاہر اور باطن دونوں میں واقع ہو جاتی ہے اس واسطے کہ شارع نے اسکی ہزل کو جد قرار دیا ہے یعنی طلاق دینے والے کی ہنسی اور خوش طبعی کو بجائے واقعی کلام ٹھہرایا ہے کذا فی فتح القدیر ومریضا او کافرا لوجود التکلیف یا زوج بیمار یا کافر بسبب وجود تکلیف کے یعنی کافر بھی احکام شرعی کا مخاطب ہے لیکن قاضی حکم تفریق کا کافر کے حق میں اسوقت کریگا جب دونوں نے اس کے پاس نالش کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی واما طلاق الفضولی والاجازۃ قولا وفعلا فکالنکاح بزازیۃ اور طلاق دینا فضولی کا اور جائز رکھنا زوج کا باعتبار قول اور فعل کے مانند نکاح کے ہے کذا فی البزازیہ یعنی جیسے نکاح فضولی کا زوج کی اجازت پر موقوف ہے اسی طرح طلاق فضولی کی بھی اس کی اجازت پر موقوف ہے اجازت خواہ قولی ہو چنانچہ زوج فضولی سے کہے کہ خدا تجھ کو راحت دے جیسے تو نے مجھ کو اس عورت سے راحت دی یا یوں کہے کہ تو نے مجھ پر بڑا احسان کیا کہ اس سے چھڑایا خواہ اجازت فعلی ہو چنانچہ اس کا باقی مہر حوالہ کرے یا اس کے سوا چار عورتوں سے نکاح کرے وبنا علی اعتبار الزوج المذکور لا یقع طلاق المولی علی امراۃ عبدہ لحدیث ابن ماجہ الطلاق لمن اخذ بالساق الا اذا شرط فی العقد فقال زوجتہا منک علی ان امرہا بیدی اطلقہا کلما شئت فقال العبد قبلت وکذا اذا قال العبد اذا تزوجتہا فامرہا بیدک ابدا کان کذلک خانیہ اور بنا بر اعتبار زوج کے جو سابق میں مذکور ہو چکا یعنی ہر زوج عاقل بالغ کی طلاق واقع ہوتی ہے اگرچہ وہ غلام ہو تو اس اعتبار سے نہ واقع ہوگی طلاق مولی کی اپنے غلام کی جورو پر بدلیل حدیث ابن ماجہ کے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طلاق کا اختیار اس کو ہے جس نے عورت کی پنڈلی کو پکڑا یعنی زوج کے سوا دوسرے کو طلاق کا اختیار نہیں مگر جب کہ مولی نے شرط کر لیا ہو حالت عقد میں سو یوں کہا ہو غلام سے کہ میں اس کا نکاح تیرے ساتھ کرتا ہوں اس شرط پر کہ عورت کا امر میرے ہاتھ میں ہے اس کو میں طلاق دوں جب چاہوں پھر غلام کہے کہ میں نے قبول کیا اور اسی طرح جب غلام نے کہا کہ جب میں اس سے نکاح کروں تو اس کا امر تیرے ہاتھ میں ہوگا ہمیشہ تو اس شرط سے ایسا ہی ہوگا

[1] تحریف کئے ہوئے یعنی بگاڑے ہوئے جیسے عوام مزاج کو مجاز بولتے ہیں۔

Marfat.com

یعنی مولے کو طلاق کا اختیار ہوگا کذا فی الخانیۃ والمجنون الا اذا علق عاقلا ثم جن فوجد الشرط ان کان عینا او مجبوبا او اسلمت وہو کافر وابی ابوہ الاسلام وقع الطلاق بشانہ اور نہیں واقع ہوتی طلاق مجنون کی مگر جب کہ معلق کیا طلاق کو کسی شرط پر حالت ہوشیاری میں پھر دیوانہ ہوگیا پھر پائی گئی شرط یا مجنون نامرد یا مقطوع الذکر ہو یا زوجہ مجنون کی مسلمان ہوگئی اور وہ کافر ہے اور اس کے باپ نے اسلام نہ قبول کیا تو ان صورتوں میں مجنون کی طلاق واقع ہوگی کذا فی الاشباہ ان صورتوں میں وقوع طلاق ہے نہ ایقاع اور مجنون سے ایقاع طلاق ممتنع ہے نہ وقوع کذا فی الحاشیۃ المدنی والصبی ولو مراہقا او اجازہ بعد البلوغ امالو قال اوقعتہ وقع لانہ ابتداء ایقاع وجوزہ الامام احمد اور نہیں واقع ہوتی طلاق صبی کی اگرچہ لڑکا قریب البلوغ ہو یا لڑکپن میں طلاق دی اور اس کو بعد بلوغ کے جائز رکھے تو بھی طلاق نہ ہوگی لیکن اگر یوں کہیگا کہ میں نے طلاق کو واقع کر دیا تو واقع ہو جائے گی اس واسطے کہ اس کلام میں ابتداء ایقاع ہے یعنی اب بلوغ میں واقع کی بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ اس میں طلاق بالفعل نہیں واقع ہوگی بلکہ طلاق سابق کو بحال رکھا اور سابق میں اس کو اہلیت طلاق کی نہ تھی اور امام احمد بن حنبل نے طلاق صبی جائز رکھی ہے والمعتوہ من العتہ وہو اختلال فی العقل اور نہیں واقع ہوتی طلاق پریشان عقل کی لفظ معتوہ کا مشتق ہے عتہ سے بمعنی اختلال عقل بحر الرائق میں کہا کہ بہترین اقوال معتوہ اور مجنون کے فرق میں یہ ہیں کہ معتوہ وہ ہے جو قلیل الفہم پریشان کلام فاسد التدبیر ہو لیکن نہ مارے نہ گالی دے بخلاف مجنون کے۔ والمبرسم من البرسام بالکسر علۃ کالجنون اور نہیں واقع ہوتی طلاق مبرسم کی لفظ مبرسم مشتق ہے برسام سے جو بروزن قرطاس کے ہے برسام بیماری ہے مانند جنون کے بعض کتب طبیہ میں ہے کہ برسام وہ گرم ورم ہے جو جگر اور انتڑیوں کے درمیان والے پردے میں عارض ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ اس بیماری سے بے ہوشی لاحق ہوتی ہے اس واسطے طلاق واقع نہیں ہوتی والمغمی علیہ ہو نقۃ المغشی اور نہیں طلاق واقع ہوتی جس کو غش آوے اغمی لغت میں بمعنی غشی کے ہے اور یہی معنی فقہ میں بھی مراد ہیں منح الغفار میں ہے کہ اغمایہ کہ دماغ بلغم غلیظ سے بھر جاوے اور قہستانی میں کہا کہ غشی عبارت ہے تعطل قوی محرکہ اور حساسہ سے بہ سبب ضعف قلب کے تو غشی نیند کے برابر ہے بے اختیاری میں کذا فی حاشیۃ المدنی والمدہوش فتح وفی القاموس دہش تحیر ودہش بناء المفعول فہو مدہوش وادہشہ اللہ اور نہیں واقع ہوتی طلاق مدہوش کی مدہوش وہ ہے جس کی عقل جاتی رہے کذا فی فتح القدیر اور قاموس میں کہا کہ دہش بمعنی تحیر کے ہے اور دہش مجہول کا صیغہ ہے اور اسم مفعول مدہوش ہے اور عرب بولتے ہیں اوہشہ اللہ یعنی بے ہوش یا متحیر کرے اسکو اللہ خلاصہ یہ کہ یہ لفظ لازم بھی ہے اور متعدی بھی اور باب افعال سے بھی مستعمل ہے ہم شارح کے استاد خیر الدین رملی نے فتاوی خیریہ میں کہا کہ تاتارخانیہ اور فتح القدیر میں مصرح ہے کہ طلاق مدہوش کی نہیں واقع ہوتی اور اجماع میں فقہا کا کہ طلاق غیر عاقل کی نہیں پڑتی سوائے مست کے کہ مست کی طلاق بنا بر زجر اور توبیخ کے واقع ہو جاتی ہے تو غیر عاقل میں مجنون اور معتوہ اور مبرسم اور مغمی علیہ اور مدہوش یہاں بمعنی ذاہب العقل کے ہے اور جس نے مدہوش کو یہاں بمعنی متحیر کے تفسیر کیا سو غلط ہے اس واسطے کہ تحیر اور تردد کو ذہاب عقل لازم نہیں اور مدہوش قاموس میں بمعنی متحیر اور ذاہب العقل کے مذکور ہے انتہی خلاصہ کذا فی حاشیۃ المدنی والنائم لانتفاء الارادۃ ولذا لا یتصف بصدق ولا کذب ولا خبر ولا انشاء اور نہیں واقع ہوتی طلاق سونے والے کی بسبب نہ ہونے ارادہ اور اختیار کے اور اسی واسطے سونے والے کو صادق اور کاذب نہیں بولتے اور اس کے کلام کو خبر اور انشا نہیں کہتے اس واسطے کہ اسکا کلام بالقصد نہیں چنانچہ کتب اصول میں یہ مصرح ہے فلو قال اجزتہ او اوقعتہ لا یقع لانہ اعاد الضمیر الی غیر معتبر جوہرہ اور اگر سونے والے سے اس کے جاگنے کے بعد کسی نے کہا کہ تو نے سوتے ہوئے طلاق دی سو اس نے کہا کہ میں نے اس کو جائز رکھا یا واقع کیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ اس نے ضمیر کو اس کی طرف پھیرا جو غیر معتبر ہے لائق اعتبار کے نہیں یعنی طلاق نوم کذا فی الجوہرہ اس مقام میں سوال وارد ہوتا ہے کہ صبی اگر بعد بلوغ کے کہے کہ اوقعتہ یعنی اسکو میں نے واقع کر دیا تو طلاق پڑجاتی ہے

Marfat.com

اور اگر یہی لفظ نائم بعد جاگنے کے کہے تو نہیں پڑتی دونوں میں کیا فرق ہے شارح نے اس کا جواب دیا کہ کلام صبی کا لغت اور نحو میں معتبر ہے لیکن شارح نے بسبب قصور عقل کے اس کو لغو کر دیا بخلاف نائم کے کہ اس کا کلام کسی کے نزدیک معتبر نہیں اس واسطے کہ اس کا قصد نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال اوقعت ذلک الطلاق ادجملۃ طلاقا وقع بحر اور اگر نائم نے کہا بعد بیداری کے کہ میں نے اس طلاق کو واقع کر دیا یا میں نے اس کو طلاق ٹھہرا دی تو واقع ہوگی کذا فی البحر الرائق تو اس وقت میں مطلب یہ ہوگا کہ جس جنس کی طلاق حالت نوم میں صادر ہوئی تھی اس جنس کی طلاق بیداری میں میں نے واقع کر دی تو یہ طلاق دوسری ہوئی نوم کے سوا تو واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی واذا ملک احدہما الاخر کلا او بعضہ بطل النکاح او جب کہ مالک ہو ازوج اور زوجہ میں سے ایک دوسرے کا کل کا مالک ہو یا بعض کا تو نکاح باطل ہوگیا اس واسطے کہ مالکیت منافی ہے زوجیت کے ولو قال حرۃ حین ملکتہ فطلقہا فی العدۃ او خرجت الحربیۃ الینا مسلمۃ ثم خرج زوجہا کذلک مسلما فطلقہا فی العدۃ الغاہ الثانی فی المسئلتین اوقعہ الثالث فیہما اور اگر زوج نے کہا کہ عورت نے اپنے زوج مملوک کو آزاد کر دیا جب کہ اس کی مالک ہوئی پھر زوج نے عورت کو طلاق دی عدت میں یا عورت حربیہ نکل آئی ہماری طرف یعنی دار السلام میں آئی مسلمان ہو کر پھر اس کا زوج نکلا اسی طرح مسلمان ہو کر پھر اس نے اس کو طلاق دی عدت میں تو اس طلاق کو ابو یوسف نے لغو قرار دیا ہے دونوں صورتوں میں اور واقع کیا ہے اس کو محمد نے دونوں صورتوں میں اور فتوی ابو یوسف کے قول پر ہے کذا فی الخانیہ اس واسطے کہ مالک ہوتے اور دار السلام میں آتے ہی جدائی دونوں میں ہوگئی پھر جب جدائی ہوئی تو طلاق کا اختیار باقی نہ رہا کذا فی حاشیۃ المدنی واعتبار عدوہ بالنساء وعند الشافعی بالرجال اور اعتبار عدد طلاق کا عورتوں پر ہے اور نزدیک امام شافعی کے مردوں پر ہے فطلاق حرۃ ثلث وطلاق امۃ ثنتان مطلقا تو طلاق حرہ کی تین بار ہے اور طلاق لونڈی کی دو بار ہے یعنی حرہ کا زوج خواہ حر ہو خواہ عبد اس کو تین بار طلاق ہوگی اور لونڈی کا زوج خواہ حر ہو خواہ عبد اس کو دو بار طلاق ہوگی اس واسطے کہ اعتبار عدد طلاق کا عورتوں پر ہے نہ مردوں پر ویقع الطلاق بلفظ العتق بنیۃ او دلالۃ حال لا عکسہ لان ازالۃ الملک اقوی من ازالۃ القید اور واقع ہوتی ہے طلاق عتق کے لفظ سے بشرط نیت کے یا دلالت حال کے نہ بالعکس یعنی عتق طلاق کے لفظ سے نہیں واقع ہوتا اس واسطے کہ ازالہ ملک کا قوی تر ہے ازالہ قید سے یعنی عتق عبارت ہے ازالہ ملک سے اور طلاق عبارت ہے ازالہ قید نکاح سے تو عتق سے طلاق مراد ہو سکتی ہے اس واسطے کہ عتق قوی تر ہے طلاق سے اور طلاق سے عتق مراد نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ طلاق ضعیف ہے عتق سے تو ضعیف میں قوی نہیں آسکتا مثلاً زوج نے زوجہ سے کہا کہ میں نے تجھ کو آزاد کیا تو اگر نیت طلاق کی زوج نے کی یا قرینہ طلاق کا پایا گیا جیسے زوجہ نے طلاق کی خواہش کی تھی تو طلاق واقع ہوگی فروع مسائل ملحقہ شارح کے کتب الطلاق ان مستبنا علی نحو لوح وقع ان نوی وقیل مطلقا لکھا طلاق کو یعنی زوج نے زوجہ کو یہ لکھ کر دیا کہ تجھ کو طلاق ہے اگر صاف ظاہر ہے جیسے تختہ پر یا دیوار پر یا زمین پر تو طلاق واقع ہوگی اگر نیت طلاق کی زوج نے کی اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہر طرح طلاق واقع ہوتی ہے نیت کی ہو یا نہ کی ہو ولو علی نحو الماء فلا مطلقا اور اگر طلاق لکھی اس چیز پر جس پر نقش ثابت نہیں رہتا جیسے پانی پر یا ہوا پر تو کسی طرح طلاق نہ واقع ہوگی نیت طلاق کی کرے یا نہ کرے ولو کتب علی وجہ الرسالۃ والخطاب کان کتب یا فلانۃ اذا اتاک کتابی ہذا فانت طالق طلقت بوصول الکتاب جوہرہ اور اگر طلاق لکھی زوج نے بطریق خط بھیجنے اور خطاب کرنے کے چنانچہ یوں لکھا کہ اے فلانی جب تیرے پاس میرا یہ خط پہنچے تو تجھ کو طلاق ہے تو عورت مطلقہ ہو جاویگی بمجرد خط پہنچنے کے کذا فی الجوہرہ وفی البحر کتب لامراتہ کل امراۃ لی غیرک وغیر فلانۃ طالق ثم محا اسم الاخیرۃ ولبثہ لم تطلق وہذہ حیلۃ عجیبۃ وسیجئی مالو استثنی بالکتابۃ اور بحر الرائق میں ہے کہ زوج نے اپنی عورت کو یہ لکھا جس کا مثلاً کریمہ نام ہے کہ جو عورت کہ میری ہے سوائے تیرے اور سوائے فلانی کے یعنی مثلاً سوائے زینب کے سو مطلقہ ہے پھر پچھلی عورت کا نام مٹا ڈالا یعنی زینب کا

Marfat.com

تو زینب کو طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ زینب کو بھی کریمہ کے مانند لکھنے کے وقت مستثنیٰ کر لیا تھا گو بعد اس کے مٹا ڈالا ہم مثلاً زید کی زوجہ کریمہ تھی پھر وہ دوسرے شہر میں گیا اور وہاں زینب سے نکاح کیا یہ خبر سن کر کریمہ کو رنج ہوا تب زید نے اس طرح سے کریمہ کو لکھا تا کہ اس کا دل خوش ہو جاوے اور زینب کو طلاق بھی نہ پڑی شارح کہتا ہے کہ یہ حیلہ عجیب ہے کہ لکھنا بعد مٹانے کے بھی مفید ہوا اور باب التعلیق میں عنقریب آوے گا جس کو مستثنیٰ کر لے کتابت سے

باب الطلاق الصریح

یہ باب ہے طلاق صریح کا الصریح مالم یستعمل لافیہ ولو بالفارسیہ کطلقتک۔ وانت طالق ومطلقۃ بالتشدید قید بخطابہا لانہ لو قال ان خرجت یقع الطلاق لو لا تخرجی الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لم یقع لترک الاضافۃ الیہا طلاق صریح وہ ہے جو مستعمل نہ ہو مگر اس میں اگرچہ فارسی زبان میں ہو فارسی سے مراد غیر عربی ہے یعنی طلاق صریح عربی میں منحصر نہیں بلکہ ہر بولی میں جو لفظ ایسا ہو کہ سوائے طلاق کے اور معنی میں مستعمل نہ ہوتا ہو چنانچہ عربی میں طلقتک بہ تشدید لام طلاق صریح ہے یعنی میں نے تجھ کو طلاق دی اور انت طالق اور مطلقۃ یعنی تو طلاق والی ہے لفظ مطلقۃ کا تشدید لام صریح ہے اور تخفیف لام صریح نہیں کنایہ ہے شارح کہتا ہے مصنف نے طلاق صریح کی مثالوں کو عورت کے خطاب سے مقید کیا پہلی مثال میں کاف ضمیر ہے اور دوسری اور تیسری مثال میں انت ہے اس واسطے کہ اگر بیخطاب یوں بولے گا کہ اگر تو نکلی تو طلاق واقع ہو گی یا یوں کہے کہ نہ نکلنا بدون میرے حکم کے سو مقرر میں نے قسم کھائی ہے طلاق کی پھر بعد اس کلام کے عورت نکلے تو طلاق نہ واقع ہوگی بہ سبب ترک کرنے اضافت کے عورت کی طرف یعنی دونوں صورتوں میں طلاق کو عورت کی طرف مضاف نہیں کیا تو اول صورت میں احتمال ہے کہ اس عورت کی طلاق واقع ہو یا اس کے غیر کی اور دوسری صورت میں احتمال ہے کہ اس عورت کی طلاق کی قسم کھائی یا اس کے غیر کی ہم خطاب میں بھی یہ شرط ہے کہ وہ عورت مقصود بالخطاب ہو تب طلاق واقع ہو گی اور اگر مقصود بالخطاب عورت نہ ہو چنانچہ مسائل طلاق کو مرد نے عورت کے سامنے مکرر کہا بطریق تعلیم اور مثال کے تو طلاق نہ واقع ہو گی نہ قضا میں نہ دیانت میں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ویقع الطلاق بہا ای بہذہ الالفاظ وما بمعناہا من الصریح اور واقع ہوتی ہے ایک طلاق رجعی ان الفاظ مذکورہ سے اور جو کہ ان الفاظ کے معنی رکھتا ہو از قسم صریح چنانچہ یوں کہا کہ شئت طلاقک یعنی میں نے تیری طلاق چاہی ورضیت طلاقک یعنی میں راضی ہوا تیری طلاق سے واوقعت علیک طلاقک یعنی میں نے تجھ پر طلاق ڈالی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الخانیہ ویدخل نحو طلاغ وتلاغ وطلاک وتلاک اور طلاق باش بلا فرق بین عالم وجاہل وان قال تعمدت تخویفاہم تصدق قضاء الا اذا اشتہر علیہ قبلہ بہ یفتی اور طلاق صریح میں داخل ہیں الفاظ محرفہ چنانچہ طلاع عین مہملہ یا معجمہ سے یا تلاغ یعنی تے عوض ط کے یا طلاک یعنے کاف عوض قاف کے یا تلاک یعنی ت عوض ط کے اور کاف عوض قاف کے چنانچہ ہند کے عوام تلاک ہی بولتے ہیں اور تلاک بتشدید لام بھی جہاں میں مستعمل ہے یا طال ق یعنی طلاق کو بطریق تہجی کہا یا طلاق باش اس لفظ کو طحطاوی نے طلاق عظیم کر تفسیر کیا اس واسطے کہ صریح عظیم ہے کنایہ سے اور مدنی نے کہا کہ یہ لفظ فارسی ہے یعنی طلاق ہو شارح کہتا ہے ان الفاظ محرفہ کے بولنے میں کچھ فرق نہیں درمیان عالم اور جاہل کے یعنی عالم اور جاہل جو الفاظ کو عورت کی طرف خطاب کرے گا طلاق واقع ہوگی بدون نیت کے اس واسطے یہ الفاظ صریح میں داخل ہیں نیت کے محتاج نہیں اور اگر زوج نے کہا کہ میں نے بالقصد طلاق کو محرف کیا عورت کے ڈرانے کے واسطے تو ظاہر میں اس کی تصدیق نہ کی جاوے گی یعنی قاضی اس عذر کو نہ مانے گا اگر وہ سچا ہے تو عند اللہ طلاق نہ واقع ہوگی مگر بظاہر اس وقت

Marfat.com

زوج کی تصدیق ہوگی جب کہ اس نے تخویف پر گواہ کر لیا ہو قبل اس متکلم کے اسی قول پر فتوٰی ہے ولو قیل لہ طلقت امرانک فقال نعم او بلی بالجر طلقت بحر اور اگر زوج سے کہا گیا کہ تو نے طلاق دی اپنی عورت کو سو اس نے کہا نعم یا بلے بیچ کر کے یعنی نعم کے حروف کو علیحدہ علیحدہ کہا یعنی ن ع م یا بلے کے حروف کو جدا جدا کہا یعنی ب ل ی تو طلاق بدون نیت کے عودت کو ہوگی کذا فی البحر الرائق یا یہ مطلب ہے کہ ہاں میں نے طلاق دی بیچ کر کے یعنی طال اق لیکن اس صورت میں تکرار لازم آتا ہے اس واسطے کہ طلاق تہجی کی سابق میں ہو چکی **واحدۃ رجعیۃ وان نوی خلافہا** من البائن او اکثر خلافا للشافعی **او لم ینو شیئا** یعنی صریح الفاظ کے بولنے سے ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہے اگرچہ اس نے ایک رجعی کے خلاف کا ارادہ کیا از قسم بائن یا ایک سے زیادہ کا بخلاف مذہب امام شافعی کے یا طلاق صریح بول کر کچھ ارادہ نہ کیا تو بھی ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اس واسطے کہ صریح محتاج نیت کی نہیں ہم طلاق رجعی وہ کہ جس میں تجدید نکاح کی حاجت نہیں اور عورت کی رضامندی رجوع میں شرط نہیں اور اس کی عدت میں ترک زینت نہیں اور ایک گھر میں زوج اور زوجہ کا رہنا جائز ہے عدت میں۔ بخلاف طلاق بائن کے اس واسطے علماء نے کہا ہے کہ طلاق رجعی مانند قطع کے ہے اور طلاق بائن مانند قتل کے ہے ولو نوی بہ الطلاق عن وثاق وبین ان لم یقرنہ بعدد ولو مکرہا صدق قضاء ایضا کما صرح بالوثاق او القید اور اگر نیت کی زوج نے طلاق صریح سے قید سے چھوڑنے کی تو اس کی دیانت پر عمل کیا جائے گا یعنی تصدیق اس کی ہوگی طلاق نہ واقع ہوگی اگر اس نے طلاق کو عدد کے ساتھ نہ مذکور کیا یعنی یوں نہ کہا کہ تجھ کو تین طلاق اسواسطے کہ ذکر عدد کا قرینہ ہے طلاق کا نہ چھوڑنے قید کا یا زبردستی سے زوج طلاق بولا پھر اس نے قید سے چھوڑنے کا ارادہ بیان کیا تو اس کی تصدیق ہوگی باعتبار حکم قضا کے بھی چنانچہ اگر طلاق صریح کے وقت وثاق یا قید کا لفظ مصرح کرے گا تو ظاہر میں بھی اس کی تصدیق ہوگی اور طلاق نہ واقع ہوگی وکذا لو نوی طلاقا من زوجہا الاول علی الصحیح خانیۃ اور اسی طرح ظاہر اور باطن میں تصدیق ہوگی اگر زوج نے صریح سے عورت کی طلاق اس کے اول زوج سے ارادہ کیا بنا بر قول صحیح کے اور قول غیر صحیح میں تصدیق فقط دیانت میں ہوگی نہ قضا میں کذا فی الخانیہ ولو نوی عن العمل لم یصدق اصلا ولو صرح بہ دین فقط اور اگر نیت کی زوج نے طلقتک کو بول کر طلاق عن العمل کی یعنی کام کرانے سے میں نے تجھ کو چھوڑا تو مطلقا اس کی تصدیق نہ کی جاوے گی نہ دیانت میں نہ قضا میں اس واسطے کہ یہ ایسی نیت ہے کہ اس کو لفظ محتمل نہیں اور اگر لفظ عن العمل کو کھول کر کہا یعنی یوں بولا کہ طلقتک عن العمل تو اس کی تصدیق فقط دیانت میں ہوگی نہ قضا میں ہم بحر الرائق میں ہے کہ جب ثابت ہوا کہ طلاق صریح محتاج نیت کی نہیں تو معلوم ہوا کہ اس کے معنی کا علم شرط نہیں سو اگر جاہل کو کسی نے لفظ طلاق سکھایا اور وہ عورت کی طرف خطاب کر کے بولا تو قضا میں طلاق واقع ہوگی نہ دیانت میں اور مشائخ آذر جندی نے کہا کہ مطلقا طلاق نہ واقع ہوگی نہ قضا میں نہ دیانت میں تاکہ فریب سے املاک آدمیوں کی ضائع ہونے سے محفوظ رہیں چنانچہ بزازیہ میں اس کی تصریح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **وفی انت الطلاق** او طلاق وانت طالق الطلاق او انت طالق طلاقا **واحدۃ رجعیۃ ان لم ینو شیئا او نوی** یعنی بالمصدر لانہ لو نوی بطالق واحدۃ وبالطلاق اخری وقعتا رجعیتین لو مدخولا بہا کقولہ انت طالق زیلعی **واحدۃ او ثنتین** لانہ صریح مصدر لا یحتمل العدد اور انت الطلاق یا انت طلاق ہیں یعنی جس ترکیب میں مصدر خبر واقع ہو خواہ مصدر معرفہ ہو خواہ نکرہ یا انت طالق الطلاق یا انت طالق طلاقا میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اگر متکلم نے ایک دو کی کچھ نیت نہ کی ہو یا ایک و دو طلاق کی فقط مصدر سے نیت کی تو بھی ایک رجعی طلاق واقع ہوگی مصدر کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر انت طالق طلاقا میں لفظ طالق سے ایک طلاق کی نیت کرے گا۔ اور لفظ طلاق سے دوسری طلاق کا ارادہ کرے گا تو دو طلاق رجعی واقع ہوں گی اگر عورت مدخولہ ہوگی اور اگر مدخولہ نہ ہوگی تو ایک ہی طلاق سے بدون عدت کے جدا ہو جاوے گی دوسری طلاق کا محل ہی باقی نہ رہا انت طالق طلاقا سے دو طلاق ایسی واقع ہوں گی جیسے دو طلاق رجعی اس قول سے واقع ہوتی ہیں یعنی انت طالق انت

Marfat.com

طالق سے کذا فی الزیلعی فقط مصدر سے ایک یا دو بار طلاق کی نیت کرنے سے ایک ہی طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ صریح مصدر احتمال شمار کا نہیں
لتا یعنی مصدر صیغہ ہے واحد کا اس میں کثرت کی گنجائش نہیں **فان نوی ثلثا فثلث** لانہ فرد حکمی **ولذا کان الثنتان فی الامۃ** وکذا فی حرۃ
قدمہا واحدۃ جوہرہ لکن جزم فی البحر انہ سہو **بمنزلۃ الثلث فی الحرۃ** سو اگر اقوال ثابت میں مصدر سے تین طلاق کا ارادہ کریگا تو تین طلاق واقع
وں گی اس واسطے کہ تین فرد حکمی ہیں یعنی تین کل ہے طلاق کا اس سے زیادہ طلاق نہیں تو طلاق کی فرد کامل ہوئی اور اسی واسطے دو طلاق لونڈی
کے حق میں بمنزلہ تین طلاق کے ہیں حرہ کے حق میں یعنی لونڈی کے حق میں دو طلاق کل طلاق ہے جیسے حرہ کے حق میں تین طلاق تو اگر لونڈی سے کہا
نت طلاق اور مصدر سے دو طلاق کی نیت کی تو دو طلاق واقع ہوں گی اس واسطے کہ دو طلاق اس کے حق میں فرد حکمی ہے اور اسی طرح اس حرہ
کے حق میں جس کو ایک طلاق سابق میں ہو چکی دو طلاق فرد حکمی ہے کذا فی الجوہرہ لیکن بحر الرائق میں یقین کیا ہے کہ روایت جوہرہ کی سہو ہے
یعنی وہ طلاق حرہ کے حق میں مصدر سے نہ واقع ہوگی ومن الالفاظ المستعملۃ الطلاق یلزمنی وعلی الطلاق والحرام یلزمنی وعلی الحرام فیقع بلا نیۃ للعرف
ولو لم یکن لہ امراۃ یکون یمینا فیکفر بالحنث تصحیح القدوری اور الفاظ مستعملہ عوام سے یہ اقوال ہیں کہ طلاق مجھ کو لازم ہے اگر میں ایسا کروں اور حرام
مجھ کو لازم ہوا اگر میں نے ایسا کیا اور مجھ پر طلاق لازم ہے اگر ایسا کروں اور مجھ پر حرام لازم ہے اگر میں ایسا کروں تو ان الفاظ سے طلاق واقع
ہوگی بدون نیت کے بہ سبب عرف کے یعنی عرف میں طلاق کر قسم کھانا رائج ہو گیا ہے تو ان پر جاری ہونا اس کا واجب ہوا اور اگر ان اقوال کے
بولنے والے کی زوجہ نہ ہوگی تو یہ الفاظ قسم ہو جاویں گے تو کفارہ دینا ہوگا قسم توڑنے سے کذا فی تصحیح القدوری وکذا علی الطلاق من ذراعی بحر
اور اسی طرح طلاق واقع ہوگی اس قول سے کہ مجھ پر طلاق لازم ہے میرے ہاتھ سے کذا فی بحر الرائق م صاحب بحر نے کہا کہ بزازیہ میں مصرح ہے
انت طالق من ہذا العمل سے قضاءً طلاق واقع ہوتی ہے نہ دیانۃً تو یہ دلالت کرتا ہے کہ علی طلاق من ذراعی سے بطریق اولے طلاق واقع
ہو قضاءً مقدسی نے کہا کہ یہ قیاس صحیح نہیں اس واسطے کہ مقیس علیہ میں عورت مخاطب ہے اور وہ محل ہے طلاق کی بخلاف مقیس کے حلبی نے کہا
کہ کلام مقدسی کا مدلل ہے اور مدنی نے کہا کہ یہ تحقیق لائق ہے قبول کرنے کے ولو قال طلاقک علی لم یقع ولو زاد لازم او واجب او ثابت او فرض
بل یقع قال البزازی المختار لا وقال الخاصی المختار نعم اور اگر یوں کہا کہ تیری طلاق مجھ پر ہے تو نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ یہ احتمال بھی اس میں
ہے کہ تیری طلاق مجھ پر حرام ہے اور اگر اس قول پر لازم یا واجب یا ثابت یا فرض کو بڑھایا یعنی یوں کہا کہ تیری طلاق مجھ پر لازم ہے یا واجب
ہے یا ثابت ہے یا فرض ہے تو طلاق واجب ہوگی یا نہیں بزازی نے کہا کہ قول مختار یہ ہے کہ نہ واقع ہوگی اور خاصی نے کہا اپنے فتاوی میں کہ
قول مختار یہ ہے کہ ہاں واقع ہوگی اور فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ واجب میں واقع ہوگی نہ اور الفاظ میں۔ کذا فی حاشیۃ المدنی۔ ولو قال
طلاقک اللہ بل نفتقر لنیۃ قال الکمال الحق نعم اور اگر یوں کہا کہ خدا تجھ کو طلاق دے کیا اس کلام میں نیت طلاق کی حاجت ہے یا نہیں کمال
الدین بن ہمام نے یہ کہا کہ یہ حق ہے کہ ہاں نیت کی حاجت ہے یعنی بدون نیت کے طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ احتمال ہے کہ یہ کلام بطریق
بددعا ہے ولو قال لہا کونی طالقا او طلقی او یا مطلقۃ بالتشدید یقع اور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو طلاق والی ہو جا یا یوں کہا کہ
مطلقہ بتشدید لام تو طلاق واقع ہوگی وکذا یا طال بکسر اللام وضمہا لانہ ترخیم او انت طال بالکسر الا توقف علی النیۃ کما لو تہجی او بالعتق اور
اسی طرح واقع ہوتی ہے طلاق بدون نیت کے اگر زوج نے زوجہ سے کہا یا طال لام کو زیر کر کے اور پیش دے کر اس واسطے کہ طال ترخیم
ہے یا طالق کی یا زوجہ سے کہا انت طال زیر دے کر یعنی تو طالق ہے تو بھی طلاق بلا نیت واقع ہوگی اور اگر انت طال میں لام کو زیر دے
کر یا پیش دے کر کہا تو طلاق موقوف ہوگی نیت پر یعنی بدون نیت کے طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ طلاق نیت پر موقوف ہے اگر اس کے حرف

Marfat.com

جدا جدا بولے جیسے انت طا لق یا لفظ عتق کو علیحدہ علیحدہ کاٹ کر بولے جیسے انت ح رلعنی تو حر ہے تو ان دونوں صورتوں میں بدون نیت کے طلاق نہ ہوگی ہم شارح نے یہاں تہمی طلاق کو کنایات میں داخل کیا اور سابق میں اس کو صریح میں شمار کر چکا ہے اس واسطے کہ تہمی طلاق میں روایت مختلف ہے خانیہ میں مصرح ہے کہ تہمی طلاق صریح میں داخل ہے نیت کی حاجت نہیں اور بدائع میں مذکور ہے کہ تہمی طلاق کی کنایات میں داخل ہے تو طلاق نیت پر موقوف ہوگی شارح نے اول بطور خانیہ کے بیان کیا اور یہاں بطور بدائع کے کذا فی الطحطاوی والمدنی وفی النہر عن التصحیح اصح عدم الوقوع بوہبتک طلاقک ونحوہ اور نہر الفائق میں تصحیح قدوری سے منقول ہے کہ طلاق واقع نہ ہونا صحیح قول ہے اس کلام سے کہ میں نے تجھ کو تیری طلاق بخشی اور مانند اس کلام کے چنانچہ اودعتک طلاقک یعنی تیری طلاق تیرے پاس ودلیعت رکھی اور تیرے پاس تیری طلاق گرو رکھی یعنی بنا بر قول صحیح کے لفظ ہبہ اور ودلیعت اور رہن سے طلاق نہیں واقع ہوتی کذا فی حاشیۃ المدنی واذا اضاف الطلاق الیہا کانت طالق اوالی مالیعبر بہ عنہا کالرقبۃ والعنق والروح والبدن والجسد لان الاطراف داخلۃ فی الجسد دون البدن والفرج والوجہ والراس وکذا الاست دون البضع والدبر والدم علی المختار خلاصہ او اضافہ الی جزء شائع منہا کنصفہا اوثلثہا وقع لعدم تجزیہ اور جب طلاق منسوب کی عورت کی طرف چنانچہ یوں کہا کہ تو طالق ہے یا نسبت کی طلاق کی طرف اس عضو کی جس سے کل عورت کی تعبیر ہوتی ہے جیسے رقبہ اور عنق یعنی گردن اور روح اور بدن اور جسد اور فرج اور چہرہ اور سر اور اسی طرح است یعنی چوتڑ یعنی یوں کہا کہ تیری گردن اور روح کو طلاق ہے مصنف نے بدن اور جسد دونوں کو اس واسطے ذکر کیا کہ ہاتھ پاؤں سر جسد میں داخل ہیں نہ بدن میں نہ لفظ بضع اور دبر اور خون بنا بر قول مختار کے کذا فی الخلاصہ یعنی اگرچہ لفظ بضع کا مرادف ہے فرج کے اور دبر مرادف ہے است کے لیکن یہ الفاظ کل آدمی کی تعبیر نہیں واقع ہوتے یا نسبت کیا طلاق کو عورت کے جز شائع کی طرف جیسے نصف عورت یا ثلث عورت کی طرف تو ان تینوں صورتوں میں طلاق واقع ہوگی نصف اور ثلث کی نسبت سے اس واسطے طلاق ہوگی کہ طلاق میں تقسیم نہیں کہ اس میں نصف یا ثلث یا عشر کی گنجائش ہو خلاصہ یہ کہ جب کل کی طرف طلاق کی نسبت ہوئی یا جو معین کی طرف نسبت ہوئی جو جز کہ بجائے کل کے مستعمل ہوتا ہے یا جز غیر معین چنانچہ نصف یا ثلث کی طرف نسبت ہوئی تو ان صورتوں میں طلاق واقع ہو جاوے گی ولو قال نصفک الاعلی طالق واحدۃ ونصفک الاسفل ثنتین وقعت بخلاف ما فی البعض بطلقۃ ویضم ثلث عملا بالاضافتین خلاصۃ اور کہا اگر زوج نے زوجہ سے کہ تیرے اوپر کے آدھے جسم کو ایک طلاق ہے اور تیرے نیچے کے آدھے جسم کو دو طلاق ہیں۔ یہ صورت واقع ہوئی بخارا میں اور متقدمین سے اس میں کچھ روایت نہ تھی تو بعضے فقہا نے ایک طلاق کا فتوی دیا اس واسطے کہ نصف اعلی میں سر داخل ہے اور سر بجائے کل کے واقع ہوتا ہے تو کل پر ایک طلاق واقع ہوگئی اور نصف اسفل میں اگرچہ فرج داخل ہے اور وہ بھی بجائے کل کے واقع ہوتی ہے لیکن جب اسفل اعلی میں مندرج ہو چکا تو اس کا کچھ اثر باقی نہ رہا تو نصف اسفل کی طلاق لغو ہوگئی اور بعضے فقہا نے تین طلاق کا فتوی دیا۔ دونوں نسبتوں پر عمل کر کے کذا فی الخلاصہ واذا قال الرقبۃ منک اوالوجہ اووضع یدہ علی الرأس اوالعنق اوالوجہ وقال بذا العضو طالق لم یقع فی الاصح لانہ لم یجعلہ عبارۃ عن الکل بل عن البعض حتی لو لم یضع یدہ بل قال بذا الرأس طالق واشار الی رأسہا وقع فی الاصح ولو نوی تخصیص العضو فینبغی ان یدین فتح اور جب کہا کہ تیرے جسم سے گردن یا چہرہ کو طلاق ہے یا رکھا اپنا ہاتھ سر پر یا گردن پر یا چہرہ پر اور کہا کہ اس عضو کو طلاق ہے تو طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ اس نے گردن اور منہ اور سر کو بجائے کل جسم کے مراد نہ رکھا بلکہ بسبب من تبعیضیہ اور ہاتھ رکھنے کے اور اشارہ کرنے کے بعض کا ارادہ کیا یہاں تک کہ اگر ہاتھ نہ رکھتا بلکہ یوں کہتا کہ اس سر کو طلاق ہے اور اشارہ کرتا عورت کے سر کی طرف تو طلاق واقع ہو جاتی قول اصح میں اور اگر امثلہ سابقہ یعنی راسک طالق ورقبتک طالق میں تخصیص عضو کی متکلم نے مراد رکھی تو لائق ہے کہ باعتبار دیانت کے اس کی تصدیق کی جاوے نہ باعتبار قضا کے کذا فی فتح القدیر لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ سر اور گردن وغیرہ سے تعبیر کل جسم کی عرف میں مشہور اور رائج ہو

Marfat.com

اگر رواج اس کا نہ ہو تو باعتبار دیانت اور قضا کے بھی اس کی تصدیق ہوگی چنانچہ بحر الرائق سے یہی مطلب مفہوم ہوتا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی
ما لا یقع لو اضافہ الی الید الا بنیۃ المجاز والرجل والدبر والشعر والانف والساق والفخذ والظہر والبطن واللسان والاذن والفم
والصدر والذقن والسن والرق والعرق وکذا الثدی والدم جوہرہ لانہ لا یعبر بہ عن الجملۃ فلو عبر قوم بہ عنہا وقع چنانچہ طلاق واقع نہیں ہوتی اگر نسبت
طلاق کی ہاتھ کی طرف مگر بہ نیت مجاز کے اور نہیں واقع ہوتی اگر طلاق کی نسبت کی طرف پاؤں کے اور دبر کے اور بال کے اور ناک کے اور پنڈلی
کے اور ران کے اور پیٹھ کے اور پیٹ کے اور زبان کے اور کان کے اور منہ کے اور سینہ کے اور ٹھوڑی کے اور دانت کے اور رال کے اور
سینہ کے اور اسی طرح چھاتی اور خون کذا فی الجوہرہ ان اعضاء کی طرف طلاق کی نسبت کرنے سے طلاق نہیں واقع ہوتی اس واسطے کہ ان اعضاء
سے کل جسم کی تعبیر نہیں ہوتی اور اگر کسی قوم کے عرف میں ان اعضاء سے بھی کل عورت کی تعبیر ہوتی ہو تو طلاق واقع ہوگی وکذا کل ما کان من اسباب الحرمۃ
لا الحل اتفاقا اور اسی طرح جو اسباب حرمت کے ہیں نہ حلت کے ان کا یہی حکم ہے بالاتفاق جو طلاق کا حکم ہے حرمت کے اسباب جیسے ایلا اور
ظہار اور عتق اور حلت کے اسباب چنانچہ نکاح یعنی اگر ایلا اور ظہار کل عورت سے کی یا اس عضو سے کیا جو بجائے کل مستعمل ہوتا ہے جیسے سر اور
گردن اور چہرہ اور فرج یا نصف اور ثلث سے کی تو ایلا اور ظہار واقع ہوگی اور ہاتھ پاؤں کی طرف نسبت کرنے سے نہ واقع ہوگی بخلاف نکاح
کے کہ گردن اور سر اور فرج اور نصف کی طرف نسبت کرنے سے نہ صحیح ہوگا بنا بر احتیاط کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر وجزء الطلقۃ
ولو من الف جزء تطلیقۃ لعدم التجزی اور حصہ ایک طلاق کا اگرچہ ہزار واں حصہ ہو یا لاکھواں حصہ واقع ہوا تو پوری ایک طلاق واقع ہوگی ولو زادت الا
جزاء وقع اخری وہکذا اور اگر زیادہ ہوں اجزا ایک طلاق سے تو دوسری طلاق واقع ہوگی اور اسی طرح اگر اجزا دو طلاق سے زیادہ ہوں تو تین طلاق
واقع ہوں گی چنانچہ اگر یوں کہا انت طالق نصف طلقۃ وثلثہا یعنی تجھ کو آدھی طلاق ہے اور دو تہائیاں اس کی تو دو طلاق واقع ہوں گی اس واسطے
کہ طلاق سے چھٹا حصہ زیادہ ہوگیا مالم یقل نصف طلقۃ وثلث طلقۃ وسدس طلقۃ فیقع الثلث حکم سابق اس وقت تک ہے جب تک یوں نہیں
کہا کہ نصف طلقۃ وثلث طلقۃ وسدس طلقۃ اور اگر یوں ہی کہا تو تین طلاق واقع ہوں گی یعنی ہر چند نصف اور ثلث اور سدس سے ایک طلاق
پوری ہوئی زیادتی اجزا کی نہ ہوئی لیکن لفظ طلقۃ کا نکرہ ہے تین بار مکرر ہوا اور قاعدہ عرب کا یہ ہے کہ نکرہ کا جب اعادہ ہو تو وہ غیر ہوتا ہے
اول کا تو بسبب مغائرت کے تین طلاقیں ٹھہر گئیں بخلاف معرفہ کے کہ اگر وہ مکرر آوے گا تو عین ہوگا اول معرفہ کا ولو بلا واو فواحدۃ اور اگر
مثال مذکور کو بدون واو عاطفہ کے بولا مثلاً یوں کہا کہ انت طالق نصف طلقۃ ثلث طلقۃ سدس طلقۃ تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ
ہر واحد بدل واقع ہوگا اپنے ماقبل سے اور مبدل منہ ساقط ہو جاتا ہے نیت میں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو قال طلقۃ ونصفہا فثنتان علی المختار جوہرہ
اور اگر کہا کہ تجھ کو ایک طلاق ہے اور نصف اس کا تو دو طلاقیں ہوں گی بنا بر قول مختار کے کذا فی الجوہرہ وکذا لو کان مکان السدس ربعا فثنتان
علی المختار وقیل واحدۃ قہستانی اور اسی طرح اگر مثال سابق میں بجائے سدس کے ربع ہو تو دو طلاقیں ہوں گی بنا بر قول مختار کے اور قول
ضعیف میں ایک طلاق ہے کذا فی القہستانی سید احمد طحطاوی نے کہا کہ قہستانی سے اس مقام میں دو خطائیں واقع ہوئی ہیں ایک نقل میں دوسری
حکم میں نقل میں یہ خطا ہوئی کہ اس عبارت کو اس نے محیط سرخسی سے نقل کیا حالانکہ یہ عبارت محیط میں نہیں چنانچہ فتاوی ہندی یعنی عالمگیری
میں محیط کی عبارت منقول ہے اور حکم میں یہ خطا ہوئی کہ جب انت طالق نصف طلقۃ میں بسبب تکرار نکرہ کے تین طلاقیں واقع ہوئیں تو انت طالق نصف
طلقۃ وثلث طلقۃ وربع طلقۃ میں بطریق اولے تین واقع ہوں گی اس واسطے کہ ربع زائد ہے سدس سے کذا فی حاشیۃ المدنی وسیجیئ ان استثناء بعض التطلیق
لغو بخلاف ایقاعہ اور عنقریب باب التعلیق میں آوے گا کہ استثنا کرنا بعض تطلیق کا لغو ہے بخلاف ایقاع کے یعنی اگر یوں کہا کہ انت

Marfat.com

طالق ثلثا الا نصف طلقۃ تو امام محمدؒ کے نزدیک تین طلاق واقع ہوں گی اس واسطے کہ طلاق قسمت پذیر نہیں بخلاف ایقاع کے کہ اس میں بعض طلاق لغو نہیں ہوتی یعنی اگر یوں کہے گا کہ تجھ کو ایک طلاق اور آدھی طلاق ہے تو دو واقع ہوں گی **ویقع بقولہ من واحدۃ الی ثنتین او مابین واحدۃ الی ثنتین واحدۃ** اور ایک طلاق واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ تجھ کو طلاق ہے ایک سے دو تک یا یوں کہا کہ تجھ کو طلاق ہے مابین ایک کے دو تک **وبقولہ** من واحدۃ **ومابین واحدۃ الی ثلث ثنتان** الاصل فیما اصلہ الحظر دخول الغایۃ الاولی فقط عند الامام وفیما مرجعہ الاباحۃ کخذ من مالی من مأتہ الی الف الثانیتین اتفاقا اور اس قول سے کہ تجھ کو طلاق ہے ایک سے تین تک یا مابین ایک کے تین تک واقع ہوں گی دو طلاق شارح کہتا ہے قاعدہ کلیہ ان مسائل کا جن میں اصل منع ہے یعنی ضرورت مباح نہیں یہ ہے کہ ان میں فقط پہلی حد داخل ہوتی ہے نزدیک امام اعظمؒ کے نہ دوسری حد اور چونکہ طلاق میں اصل منع ہے اس واسطے اس میں دوسری حد یعنی دو اور تین کا اعتبار نہ ہو فقط پہلی حد یعنی ایک معتبر ہوئی اور جو مسائل کہ جن کا مرجع اور اصل اباحت ہے چنانچہ یہ مثال کہ لے میرے مال سے سو سے ہزار تک تو اس میں دونوں حدیں یعنی سو اور ہزار داخل ہوں گے باتفاق امام اور صاحبین کے **ویقع بثلثۃ انصاف طلقتین ثلثۃ وقیل ثنتان** اور واقع ہو گی دو طلاق کے تین آدھوں سے تین طلاق اور قول ضعیف یہ ہے کہ دو طلاق واقع ہو گی **وبثلثۃ انصاف طلقۃ او نصفی طلقتین طلقتان وقیل ثلث** والاول اصح اور واقع ہو گی ایک طلاق پکے تین آدھوں سے اور دو طلاق کے دو آدھوں سے دو طلاق اور قول ضعیف میں تین طلاق اور پہلا قول اصح ہے یعنی دو طلاق کا **ولو واحدۃ فی ثنتین واحدۃ وان لم ینو او نوی الضرب** لانہ یکثر الاجزاء لا الافراد اور اس قول سے کہ تجھ کو ایک طلاق ہے دو طلاق میں ایک طلاق واقع ہو گی اگر ضرب عدد کی نیت نہ کی یا نیت کی ایک کی ضرب کی دو میں یعنی خواہ ضرب کی نیت کی یا نہ کی ایک ہی طلاق واقع ہو گی اس واسطے کہ ضرب اجزاء کو بڑھاتی ہے نہ افراد عدد کو فتح القدیر میں اس قول کو مسلم نہیں رکھا کذا فی حاشیۃ المدنی **وان نوی واحدۃ وثنتین فثلث لو مدخولا بہا** اور اگر نیت کی ایک اور دو کی یعنی واحدۃ فی ثنتین میں لفظ فی کو بمعنی واو عاطفہ کے استعمال کیا تو تین طلاق واقع ہوں گی اگر زوجہ مدخولہ ہو گی **وفی غیر المدخولۃ واحدۃ** کقولہ لہا واحدۃ وثنتین ولا نیۃ لہ یقع للثنتین محل اور زوجہ غیر مدخولہ میں ایک واقع ہو گی چنانچہ اس قول میں کہ جب غیر مدخولہ سے کہا کہ تجھ کو ایک اور دو طلاق ہیں تو ایک ہی طلاق واقع ہو گی اس واسطے کہ غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے بدون عدت کے جدا ہو گئی تو طلاق کا محل باقی نہ رہا **وان نوی مع الثنتین فثلث مطلقا** اور اگر نیت کے ساتھ ایک طلاق کے دو طلاق کی یعنی واحدۃ فی ثنتین میں لفظ فی کو بمعنی مع کے مستعمل کیا تو اس صورت میں تین طلاق واقع ہوں گی مطلقاً خواہ مدخولہ ہو خواہ غیر مدخولہ اس واسطے کہ معیت اجتماع کی مقتضی ہے **ویقع بثنتین فی ولو بنیۃ الضرب ثنتان** لما مر ولو نوی معنی الواو او مع فکما مر اور واقع ہوں گی دو طلاق اس قول سے کہ تجھ کو دو طلاق ہیں دو طلاق کے اندر اگرچہ ضرب عدد کی نیت کی ہو اس واسطے کہ عنقریب گذرا کہ ضرب سے اجزا زیادہ ہوتے ہیں نہ افراد اور اگر لفظ فی کو بمعنی واو یا مع کی نیت کی سو اس کا حکم ویسا ہے جیسا کہ گذر گیا یعنی اگر طلقتک ثنتین فی ثنتین میں فی کو بمعنی واو عاطفہ کے مستعمل کیا تو زوجہ مدخولہ کو تین طلاق ہوں گی اور غیر مدخولہ کو ایک البتہ ہو گی اور اگر فی کو بمعنی مع کے مستعمل کیا تو مدخولہ اور غیر مدخولہ دونوں کو تین طلاق واقع ہوں گی **وبقولہ من ہنا الی الشام واحدۃ رجعیۃ ما لم یصفہا بطول او کبر فبائنۃ** اور واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ تجھ کو طلاق ہے یہاں سے شام تک ایک طلاق رجعی بشرطیکہ طلاق کو طول اور بزرگی کیا تھ موصوف نہیں کیا اور اگر طول اور بزرگی کیا تھ متصف کرے گا تو طلاق بائن واقع ہو گی **وانت طالق بمکۃ او فی مکۃ او فی الدار او الظل او الشمس او ثوب کذا تنجیز بقع للحال لقولہ انت طالق مریضۃ او مصلیۃ** انت مریضۃ او انت تصلین اور یہ قول کہ انت طالق بمکۃ او فی مکۃ یعنی تجھ کو طلاق ہے مکہ میں یا گھر میں یا سایہ میں یا دھوپ میں یا ایسے

Marfat.com

پڑے میں تنجیز ہے طلاق کی یعنی اس قول سے بالفعل طلاق پڑ جاتی ہے دخول مکہ اور گھر پر اور سایہ اور دھوپ پر موقوف نہیں چنانچہ اس قول سے بھی بالفعل طلاق پڑ جاتی ہے کہ تجھ کو طلاق ہے حالت بیماری اور نماز خوانی میں خواہ بیمار ہو یا نہ ہو نماز پڑھے یا نہ پڑھے اس واسطے کہ طلاق کو مرض اور نماز اور اسی طرح سایہ اور دھوپ سے کچھ خصوصیت نہیں **ویصدق** فی الکل دیانۃ اور تصدیق کی جاوے گی زوج کی ان مثالوں میں اعتبار دیانت کے نہ باعتبار قضا کے **لو قال عنیت** اذا دخلت الدار **او اذا لبست او اذا مرضت** ونحو ذلک فیتعلق بہ کقولہ الی السنۃ ول راس الشہر او الی الشتاء اور اگر کہا زوج نے کہ میں نے انت طالق فی الدار میں انت طالق اذا دخلت الدار کا ارادہ کیا ہے وانت طالق فی ثوب ں انت طالق اذا لبست کا وانت طالق مریضۃ میں انت طالق اذا مرضت کا ارادہ کیا اور اسی طرح بعضے اقوال میں تو طلاق معلق ہوگی اسی نظر ہے یعنی بدون دخول دار اور وجود مرض وغیرہ کے طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ یہ قول کہ تجھ کو طلاق ہے ایک سال تک یا مہینے کے شروع تک یا موسم سرما تک یعنی بدون سال گزر جانے اور بدون سرما آنے کے طلاق نہ واقع ہوگی **واذا دخلت مکۃ تعلیق** اور یوں کہنا کہ تجھ کو طلاق ہے جب کہ مکہ میں داخل ہوگی یہ تعلیق ہے حقیقت میں یعنی بدون دخول مکہ کے طلاق نہ واقع ہوگی وکذا فی دخولک الدار وکذا فی لبسک ثوب کذا فی صلوتک ونحوہ لک لان الظرف یشبہ الشرط اور اسی طرح یہ قول تعلیق ہے کہ تجھ کو طلاق ہے تیرے گھر داخل ہونے میں اور اسی طرح تجھ کو طلاق ہے تیرے ایسے کپڑا پہننے میں یا تجھ کو طلاق ہے تیری نماز میں اور مانند ان اقوال کے تعلیق میں داخل ہیں اس واسطے کہ ظرف مشابہ ہے شرط کے باعتبار جمعیت کے اس واسطے کہ مظروف بدون ظرف کے نہیں ہوتا جیسے مشروط بدون شرط کے نہیں ہوتا **ولو قال لدخولک او لحیضک** تنجیز اور اگر یوں کہا کہ تجھ کو طلاق ہے بسبب داخل ہونے تیرے کے تیرے گھر میں یا بسبب تیرے حیض کے تو یہ قول تنجیز ہے یعنی فی الحال طلاق واقع ہوگی دخول دار اور حیض پر موقوف نہیں **ولو بالباء** تعلیق اور اگر لام کے بجائے باء موحدہ بولا یعنی یوں کہا کہ انت طالق بدخولک الدار وبحیضک تو یہ قول تعلیق ہے یعنی دخول دار اور حیض پر طلاق موقوف ہوگی وفی حیضک وہی حائض فحتی تحیض اخری اور اگر اس قول میں کہ تجھ کو طلاق ہے تیرے حیض میں اور حالانکہ اس کو حیض موجود ہے تو طلاق نہ واقع ہوگی یہاں تک کہ اس کو دوسری بار حیض آوے وفی حیضتک فحتی تحیض وتطہر اور اس قول میں کہ تجھ کو طلاق ہے تیرے حیضۃ میں یعنی ایک بار حیض آنے میں تو وہ مطلقہ نہ ہوگی یہاں تک کہ اس کو دوسری بار حیض آوے اور پاک بھی ہو جاوے اس واسطے کہ حیضۃ حیض کامل کو کہتے ہیں اور کمال حیض بدون طہر کے نہیں خلاصہ یہ کہ اگر حیض بدون طہر کے بولا تو تعلیق طلاق حیض ثانی پر ہوگی اور اگر تا کو اس میں ملایا تو تعلیق طلاق کی طہر پر بعد حیض ثانی کے ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی ثلثۃ ایام تنجیز وفی بمی ثلثۃ ایام تعلیق بمجی اسم الثالث سوے یوم کلمہ لان الشروط تعتبر فی المستقبل اور اس قول میں کہ تجھ کو طلاق ہے تین دن میں فی الحال طلاق ہوگی اور اس قول میں کہ تجھ کو طلاق ہے تین دن کے آنے میں تعلیق ہے طلاق کے تیسرے دن کے آنے پر سوائے اس دن کے جس دن یہ کلام کیا اس واسطے کہ شروط کا اعتبار زمانہ مستقبل میں ہوتا ہے نہ ماضی میں اور آنا دن کا ابتدائے یوم سے ہوتا ہے حالانکہ یوم تکلم کچھ دن گذر چکا تھا تو یوم تکلم کا آنا ثابت نہ ہوا اس واسطے اس دن کو شمار سے نکال ڈالا ویوم القیمۃ لغو اور یوں کہنا کہ تجھ کو طلاق ہے قیامت کے دن لغو ہے یعنی اس کلام سے طلاق نہیں واقع ہوتی اس واسطے کہ قیامت کا دن محل وقوع احکام شرعیہ میں نہیں وقبلہ تنجیز اور اس قول میں کہ تجھ کو طلاق ہے روز قیامت سے پہلے فی الحال طلاق واقع ہوگی وفی انت طالق تطلیقۃ حسنۃ فی دخولک الدار ان رفع حسنۃ تنجیز وان نصبہا تعلیق اور اس قول میں کہ انت طالق تطلیقۃ حسنۃ فی دخولک الدار اگر رفع دیا لفظ حسنۃ کو تو فی الحال طلاق ہوگی اور اگر نصب دیا اس کو تو تعلیق ہوگی اس واسطے کہ لفظ حسنۃ حالت رفع میں صفت ہوگی عورت کی تو فاصل ہوئی درمیان طلاق اور تعلیق کے تو فی دخولک الدار جدا کلام ہو گیا تعلیق نہ رہا تو تنجیز ہوگا اور جب حسنۃ کو نصب دیا تو صفت ہوئی طلاق کی تو فاصل

Marfat.com

نہ ہوئی تو دخول دار پر تعلیق ہوگی طلاق کی وسأل الکسائی محمدا عمن قال لامرأۃ شعر فان ترفقی یا ہند فالرفق ایمن ؛ وان تخرق یا ہند فالخرق اشأم فانت طلاق والطلاق عزیمۃ ؛ ثلث ومن یخرق اعق واظلم ؛ کم یقع فقال ان وقع ثلثا فواحدۃ وان نصبہا فثلث وتمامہ فی المغنی وفیما علقنا علی الملتقی اور سوال کیا کسائی نحوی اور قاری نے امام محمد سے کہ جس شخص نے اپنی عورت سے یہ شعر کہا کہ اگر نرمی کرے گی تو اے ہند تو نرمی کرنا مبارک ہے اور اگر سختی اور بدمزاجی کرے گی اے ہند تو سختی نامبارک ہے سو مطلقہ ہے اور طلاق تو عزیمت کی چیز ہے یعنی لہو اور لعب نہیں تین بار اور جو سختی اور بدمزاجی کرتا ہے وہ نافرمان اور ظالم تر ہے کسائی نے پوچھا کہ اس کلام سے کے بار طلاق واقع ہوتی ہے تو امام محمد نے جواب دیا کہ اگر اس نے لفظ ثلث کو رفع کر دیا تو ایک طلاق ہوگی اور اگر اس کو نصب دیا تو تین بار طلاق ہوگی شارح نے کہا اور پوری تقریر اس کی مغنی اللبیب اور ہماری شرح میں ہے جو ملتقی پر ہے م جب لفظ ثلث مرفوع ہوگا تو ایک بار طلاق ہوگی گویا یوں کہا کہ انت طالق پھر خبر دی کہ پوری طلاق تین بار ہے اور جب ثلثاً منصوب ہوگا تو تین بار طلاق ہوگی تو تقدیر کلام کی انت طالق ثلثاً ہوگی اور والطلاق عزیمۃ جملہ معترضہ ہوگا کتاب مغنی اللبیب کے باب اول میں مذکور ہے کہ ہارون رشید نے یہ سوال امام ابو یوسف سے کیا ان کو جواب نہ آیا کسائی سے دریافت کر کے جواب دیا بحر الرائق میں کہا کہ یہ حکایت غلط ہے اس واسطے کہ ابو یوسف مجتہد تھے اور شرط اجتہاد کی ایک یہ بھی ہے کہ معرفت کاملہ عزیمت کی ہو اور یہ نقل اہل درایت کے مخالف ہے چنانچہ مبسوط میں مذکور ہے کہ یہ سوال کسائی نے امام محمد سے کیا اور تاریخ خطیب بغدادی میں بھی یوں ہی مذکور ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی نے حاشیہ مغنی اللبیب میں اس کی تصریح کر دی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وبقولہ **انت طالق غدا او فی غد یقع عند طلوع الصبح** اور اس قول سے کہ تو طالق ہے کل یا کل میں تو واقع ہوگی طلاق طلوع صبح کے وقت **وصح فی الثانی نیۃ العصر ای آخر النہار قضاء وصدق فیہما دیانۃ** ومثلہ انت طالق شعبان او فی شعبان اور صحیح ہے قول ثانی میں یعنی انت طالق فی غد میں نیت عصر یعنی آخر دن کی باعتبار قضا کے اور تصدیق کی جاوے گی متکلم کے دونوں قولوں میں باعتبار دیانت کے اور مانند اس کے ہے یہ قول کہ تو طالق ہے شعبان کو یا شعبان میں تو اگر اس متکلم نے کچھ نیت نہ کی تو آخر رجب میں بعد غروب آفتاب کے طلاق واقع ہوگی اور اگر آخر شعبان کی نیت کی تو قضا قول ثانی میں صحیح ہوگی اور دیانۃً دونوں میں تصدیق ہوگی **وفی انت طالق الیوم غدا او غدا الیوم اعتبر اللفظ الاول** اور اس قول میں کہ تو طالق ہے آج کل یا تو طالق ہے کل آج پہلا لفظ معتبر ہوگا اور دوسرا لفظ لغو ہوگا تو اول قول میں آج طلاق ہوگی اور ثانی قول میں کل ہوگی ولو عطف بالواو یقع فی الاول واحدۃ وفی الثانی ثنتان اور اگر مثال سابق میں عطف واو کر کے کیا یعنی یوں کہا کہ انت طالق الیوم وغدًا یا انت طالق غدا والیوم تو قول اول میں ایک طلاق ہوگی۔ یعنی الیوم وغدا میں اور قول ثانی میں دو طلاق ہوں گی یعنی غداً والیوم میں کقولہ انت طالق باللیل والنہار او اول النہار وآخرہ وعکسہ او الیوم وراس الشہر چنانچہ اس قول میں کہ انت طالق باللیل والنہار اگر یہ قول دن کو کہا تو دو بار طلاق ہوگی اور اگر یوں کہا کہ انت طالق بالنہار واللیل تو ایک بار واقع ہوگی اور اگر رات کو یہ قول کہا تو حکم بالعکس ہوگا یا یوں کہا کہ انت طالق اول النہار وآخرہ سو اگر یہ قول اول روز کہا تو ایک بار طلاق واقع ہوگی اور اگر اول روز یوں کہا کہ انت طالق آخر النہار واولہ تو دو بار طلاق ہوگی اور اگر آخر روز میں یوں کہا کہ انت طالق اول النہار وآخرہ تو دو بار طلاق واقع ہوگی اگر آخر روز یوں کہا کہ انت طالق آخر النہار واولہ تو ایک بار طلاق ہوگی اور اسی طرح عکس اس کا یعنی عکس باللیل والنہار کا بالنہار واللیل اور عکس اول النہار وآخرہ کا آخر النہار واولی چنانچہ اس کا حکم بھی منفصل مذکور ہو چکا یا یوں متکلم بولا کہ انت طالق الیوم وراس الشہر تو اگر یہ کلام دن میں کہا تو ایک طلاق ہوگی اور اگر شروع مہینہ میں کہا تو دو بار طلاق واقع ہوگی۔ کذا فی حاشیۃ المدنی والاصل انہ متی اضاف الطلاق لوقتین کائن ومستقبل بحرف عطف فان بدأ بالکائن اتحد او بالمستقبل تعدد اور قاعدہ کلیہ امثلہ سابقہ میں یہ

Marfat.com

ہے کہ جب مضاف کیا طلاق کو تو دو وقت کی طرف کہ ایک ان میں ماضی ہے اور دوسرا مستقبل اور دونوں وقتوں کے درمیان میں حرف عطف کا ڈالا سو اگر ابتدا ماضی سے کی تو دونوں وقت متحد[1] ہوں گے اس صورت میں ایک ہی طلاق واقع ہوگی چنانچہ انت طالق الیوم وغداً میں اور اگر ابتدا مستقبل سے کی تو تعدد اور کثرت ہوگی یعنی دو بار طلاق واقع ہوگی جیسے انت طالق غداً والیوم میں وفی انت طالق الیوم واذا جاء غدا وانت طالق لا بل غدا طلقت واحدۃ للحال واخری فی الغد اور اس قول میں کہ تو طالق ہے آج اور جب کہ کل آوے گا یا یوں کہا کہ تو طالق ہے نہیں بلکہ کل طالق ہے تو اس کو ایک بار طلاق ہوگی فی الحال اور دوسری بار کل مثال ثانی میں متکلم نے تلفظ لا و بل سے نفی کلام سابق اراد کا سو ابطال منجر کا ممکن نہیں **انت طالق واحدۃ اولا او مع موتی او مع موتک لغو** اما الاول فلحرف الشک واما الثانی فلاضافتہ لحالۃ منافیۃ للایقاع او للوقوع تو طالق ہے ایک بار یا کہ طالق نہیں یا یوں کہنا تو طالق ہے میری موت کے ساتھ یا اپنی موت کے ساتھ تو یہ دونوں قول لغو ہیں یعنی ایسے کلام سے طلاق نہیں ہوتی پہلا قول تو اس واسطے لغو ہوا کہ حرف شک کا اس میں واقع ہے اور قول ثانی اس واسطے لغو ہوا کہ اس میں طلاق مضاف ہے اس حالت کی طرف جو مخالف ہے ایقاع طلاق کے یا وقوع طلاق کے یعنی موت زوج کی منافی ہے ایقاع طلاق کے کہ اس حالت میں اس کو اہلیت طلاق دینے کی نہیں اور موت زوجہ کی منافی ہے وقوع طلاق کے کہ اس حالت میں محل طلاق باقی نہیں رہا **کذا انت طالق قبل ان اتزوجک او امس وقد نکحہا الیوم** اور اسی طرح لغو ہے یہ قول کہ تو طالق ہے قبل اس کے کہ میں تیرے ساتھ نکاح کروں یا یوں کہے کہ تو طالق ہے کل یعنی جو دن کہ ہو چکا اور حالانکہ نکاح کیا اس عورت سے آج یہ دونوں قول اس واسطے لغو ہوئے کہ طلاق کو اس وقت کی طرف مضاف کیا جب کہ اس کو ملکیت طلاق کی نہ تھی اس واسطے کہ بعد نکاح کے زوج طلاق کا مالک ہوتا ہے نہ قبل نکاح کے ولو نکحہا قبل او امس وقع الآن لان الانشاء فی الماضی انشاء فی الحال اور اگر نکاح کیا تھا عورت سے کل سے پہلے یعنی پرسوں نکاح کیا تھا اور پھر یوں کہا تھا کہ انت طلاق امس تو وقت تکلم کے طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ ماضی کا ایقاع زمانہ موجود کا ایقاع ہے ولو قال امس والیوم تعدد او بعکسہ اتحد وقیل بعکسہ اور اگر کہا کہ انت طلاق امس والیوم تو دو بار طلاق ہوگی یا بالعکس اس کے کہا یعنی یوں کہا کہ انت طالق الیوم والامس تو ایک بار ہوگی اور بعض علما نے اس کے بالعکس کہا یعنی اول صورت میں ایک بار اور دوسری صورت میں دو بار ہوگی اور یہی قول اخیر موافق قاعدہ سابقہ کے یعنی اگر ماضی مقدم ہے استقبال پر تو اتحاد ہوگا اور استقبال مقدم ہے ماضی پر تو تعدد ہوگا اور یہی حق ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الحلبی اور انت طالق قبل ان اخلق او قبل ان تخلقی او طلقتک وانا صبی او نائم او مجنون وکان معہوداً کان لغواً یا یوں کہا کہ تو طالق ہے قبل میری پیدائش کے یا قبل تیری پیدائش کے یا یوں کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق دی جب کہ میں لڑکا تھا یا جب کہ میں سوتا تھا یا جب کہ میں دیوانہ تھا اور حالانکہ اس کا جنون معلوم تھا تو یہ قول لغو ہوگا، اس واسطے کہ حالات مذکورہ منافی ہیں ایقاع طلاق کے **بخلاف قولہ انت حر قبل ان اشتریک او انت حر امس وقد اشتراہ الیوم فانہ یعتق کما یعتق لو اقر بعبد ثم اشتراہ** لاقرارہ بحریتہ برخلاف حکم سابق کے ہے یہ قول کہ تو آزاد ہے قبل اس کے کہ میں تجھ کو خرید کروں یا یوں کہا کہ تو آزاد تھا کل اور حالانکہ اس کو خرید کیا آج تو وہ آزاد ہو جاوے گا اس واسطے کہ آزادی ایقاع اور وقوع کی محتاج نہیں احتمال ہے کہ اس کو اور شخص نے آزاد کیا ہو یا کہ وہ اصلی آزاد ہو بخلاف طلاق کے چنانچہ اس طرح بھی آزاد ہو جاوے گا اگر اقرار کیا ایک شخص نے کسی کے غلام کے حق میں کہ یہ آزاد ہے پھر اس کو خرید کیا ان تینوں صورتوں میں آزادی ثابت ہوگی بہ سبب اقرار کرنے قائل کے اس کی آزادی کا **انت طالق قبل موتی بشہرین او اکثر ومات قبل مضی شہرین لم تطلق** لانتفاء الشرط **وان مات بعدہ طلقت مستند الاول** المدۃ لا عند الموت **وفائدتہ انہ لا میراث لہا** لان العدۃ قد تنقضی بشہرین بثلاث حیض تو طالق ہے میری موت سے دو مہینے پہلے یا کہ اس مدت سے

[1] ظاہر مترجم اول سے سہو ہوا ہے کہ اتحد کو صیغہ تثنیہ سمجھ لیا حالانکہ صیغہ واحد ہے اور ضمیر طلاق کی طرف یعنی طلاق واحد ہوگی اور معاون اس کا ہے قول شارح کا اسی صفحہ کے آخر میں اور الف جو بعد دال کے ہے وہ اگلے واو میں ملکر

Marfat.com

زیادہ اور مرگیا زوج قبل گذرنے دو مہینے کے تو عورت مطلقہ نہ ہوگی بسبب نہ پائے جانے شرط کے اور اگر زوج مرگیا بعد دو مہینے کے تو مطلقہ ہو گی نزدیک امام کے فی الحال باستناد اول مدت کے یعنی دو مہینے سے مطلقہ ہوگی نہ موت کے نزدیک سے اور فائدہ طلاق مستند کا یہ ہے کہ عورت کو میراث زوج کی نہ ملے گی اس واسطے کہ عدت گاہے منقضی ہو جاتی ہے دو مہینے میں تین حیض ہو کر م مصنف اور شارح نے اس مقام میں قول ضعیف کو پسند کیا ہے باتباع صاحب درر کے اور قول صحیح یہ ہے کہ عدت وقت موت سے ہوگی اور عورت وارث ہوگی نزدیک امام کے اس واسطے کہ حق میراث میں استناد ظاہر نہیں ہوتا کیونکہ اس میں ابطال ہے عورت کے حق کا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور تحریر میں تصریح ہے کہ وجوب عدت نزدیک امام کے موت سے ہے اور علامہ سمرقندی نے کہا کہ اسی پر فتویٰ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **قال لہا انت طالق کل یوم** اور کل جمعۃ اور اس کل شہر **ولا نیۃ لہ تقع واحدۃ** فان نواہ کل یوم او قال فی یوم او مع او عند او کلما مضی یوم **یقع** ثلث فی ایام ثلث والاصل انہ متی ترک کلمۃ الظرف اتحد والا تعدد کہا زوج نے زوجہ سے کہ تو طالق ہے ہر دن یا ہر جمعہ یا ہر مہینے کے شروع پر اور زوج کی ان اقوال میں کچھ نیت نہیں تو ایک بار طلاق واقع ہوگی اور اگر اس نے نیت کی ہر روز ایک طلاق کی یا اس نے یوں کہا کہ تو طالق ہے ہر ایک دن میں یا یوں کہا کہ تو طالق ہے ہر دن کے ساتھ یا یوں کہا کہ تو طالق ہے نزدیک ہر دن کے یا یوں کہا کہ تو طالق ہے ہر بار کہ دن ہو چکے تو ان صورتوں میں تین بار طلاق واقع ہوگی تین دن میں اور قاعدہ کلیہ تین طلاق یا ایک طلاق کے واقع ہونے کا ان مثالوں میں یہ ہے کہ جب کلمہ ظرف کا متروک ہوگا کلام میں تو ایک بار طلاق واقع ہوگی اور جب کلمہ ظرف کا مذکور ہوگا تو تین بار طلاق واقع ہوگی کلمہ ظرف کا ان الفاظ میں لفظ فی اور مع اور عند ہے **وفی الخلاصۃ انت طالق مع کل یوم تطلیقۃ وقع ثلث للحال** اور خلاصہ میں ہے کہ اگر یوں کہے گا کہ تو طالق ہے ہر دن کے ساتھ ایک طلاق تو واقع ہوں گی تین طلاق فی الحال ہم روایت خلاصہ کی مختلف ہے شارح کے قول کے اس واسطے کہ شارح نے کہا کہ مع کل یوم میں تین طلاق تین دن میں واقع ہوں گی اور خلاصہ میں فی الحال واقع کہا اور دونوں کلاموں میں سوائے مفعول مطلق کے کوئی فارق ظاہر نہیں ہوتا اور شیخ زمتی محشی نے کہا کہ خلاصہ میں یوں عبارت ہے کہ انت طالق مع کل تطلیقۃ یعنی اسمیں لفظ یوم کا نہیں تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ تو طالق ہے ہر ہر طلاق کے ساتھ تو اس صورت میں تین بار طلاق فی الحال واقع ہوں گی اور شاید کہ نسخہ بحر الرائق میں تحریف واقع ہو گئی اور مصنف اور شارح نسخہ محرف کے پیرو ہو گئے کذا فی حاشیۃ المدنی **قال اطولکما عمرا طالق الآن لا تطلق حتی تموت احدیہما فتطلق الاخری** تو جو شرط حنیئذ کہا زوج نے اپنی دو زوجہ سے کہ تم دو میں بڑی عمر والی کو طلاق ہے اس وقت تو کسی کو طلاق نہ ہوگی یہاں تک کہ ایک میں سے مر جاوے پھر جب ایک مرے گی تو دوسری زندہ زوجہ مطلقہ ہوگی بسبب پائے جانے شرط زوج کے اس وقت یعنی جب ایک مر گئی تو دوسری عورت کی زیادتی عمر کی ثابت ہوئی م شیخ زمتی نے کہا کہ طول عمر بدون دونوں عورتوں کے مرجانے کے ثابت نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ جو عورت کہ اول مر گئی جائز ہے کہ چالیس برس کی ہو اور جو زندہ ہے شاید اس کی عمر تیس ہی برس کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی اور نسخہ مطبوع میں بعد حینیئذ کے لفظ مستنداً کا بھی مرقوم ہے **قال انت طالق قبل قدوم زید بشہر فقدم بعد شہر وقع الطلاق مقتصراً** کہا زوج نے کہ تو طالق ہے زید کے آنے سے پہلے بقدر ایک مہینے کے پھر زید آیا بعد مہینے کے تو طلاق واقع ہوگی فی الحال بطور اقتصار کے م مصنف نے طلاق قبل موت میں استناد کو ذکر کیا اور طلاق قبل قدوم میں اقتصار کو مذکور کیا تو اس واسطے شارح نے اسناد اور اقتصار کو اگلے قول میں مصرح کیا اعلم ان طریق ثبوت الاحکام اربعۃ الانقلاب والاقتصار والاستناد والتبیین معلوم ہو کہ ثبوت احکام شرعیہ کے چار طریقے ہیں ایک انقلاب دوسرا اقتصار تیسرا استناد چوتھا تبیین فالانقلاب صیرورۃ مالیس لعلۃ علۃ کالتعلیق سو انقلاب یہ ہے کہ جو چیز علت نہیں ہے واقع میں سو علت ہو جاوے چنانچہ تعلیق مثلاً یوں کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تجھ طلاق ہے سو دخول دار واقع میں طلاق کی علت نہیں

Marfat.com

وقت تکلم کے لیکن بسبب تعلیق زوج کے علت ہوگیا طلاق کا یعنی بعد تعلیق کے جب دخول دار پایا جاوے گا تو طلاق واقع ہوگی اور مراد تعلیق سے معلق علیہ ہے یعنی دخول دار والاقتصار ثبوت الحکم فی الحال اور اقتصار عبارت ہے ثبوت حکم سے فی الحال جیسے انشاء عقود مثل بیع اور نکاح کے یا فسوخ مثل طلاق اور خلع کے تو بمجرد ایجاب اور قبول کے بیع اور نکاح ثابت ہوجاتا ہے والاستناد ثبوته فی الحال مستنداً الی ماقبله بشرط بقاء المحل کل المدة کلزوم الزکوٰة حین الحلول مستند الوجود النصاب اور استناد عبارت ہے ثبوت حکم سے فی الحال اپنے ماقبل کی طرف مستند ہوکر بشرط باقی رہنے محل حکم کے تمام مدت میں جیسے لازم ہونا زکوٰۃ کا سال تمام ہونے کے وقت باعتبار وجود نصاب کے یعنی بعد سال کے زکوٰۃ بالفعل واجب ہوتی ہے باعتبار ماقبل کے یعنی حولان حول کے بشرط باقی رہنے مال کے اول سے آخر تک گو نصاب درمیان سال کے کم ہو جاوے والتبیین ان یظهر فی الحال تقدم الحکم کقوله ان کان زید فی الدار طالق وتبین فی الغد وجوده فیها تطلق من حین القول فتعتد منه اور تبیین یہ ہے کہ ظاہر ہو فی الحال حکم کا مقدم ہونا یعنی اب ظاہر ہوا کہ وقت تکلم سے حکم مقدم تھا چنانچہ زوج کا یہ قول کہ اگر زید گھر میں ہو تو تجھ کو طلاق ہے اور کل ظاہر ہوا وجود زید کا گھر میں یعنی دوسرے دن ثابت ہوا کہ وقت تعلیق کے زید گھر میں موجود تھا تو عورت مطلقہ ہوگی وقت تکلم سے تو اسی وقت سے اس کی عدت ہوگی خلاصہ یہ ہے کہ ثبوت حکم تین حال سے خالی نہیں یعنی زمانہ مستقبل میں ہے یا زمانہ حال میں یا زمانہ ماضی میں تو اگر زمانہ مستقبل میں ہے بطور تعلیق کے تو اس کو انقلاب کہتے ہیں اور اگر زمانہ حال میں ہے بلا استناد سابق اس کو اقتصار بولتے ہیں اور اگر زمانہ حال میں ہے یا قبل سے مستند ہوکر اس کو استناد کہتے ہیں اور اگر بہ نسبت ظہور کے زمانہ ماضی میں ہے اس کو تبیین بولتے ہیں **انت طالق مالم اطلقک اومتی لم اطلقک اومتی مالم اطلقک وسکت طلقت** للحال بسکوته اگر زوج نے کہا کہ تو طالق ہے مادامیکہ تجھ کو طلاق نہ دوں یا جب تک میں تجھ کو طلاق نہ دوں یا تاوقتیکہ تجھ کو طلاق نہ دوں اور یہ کلام کرکے زوج ساکت ہوگیا تو عورت فی الحال مطلقہ ہوگی بسبب اس کے سکوت کے اس واسطے کہ کلمہ متی کا ظرف زمان ہے اور اسی طرح کلمہ ما کا مصدر ہے قائم مقام ظرف کے اگرچہ بمعنی شرط کے مستعمل ہے لیکن فقہا کا اتفاق ہے کہ وہ یہاں بمعنی وقت کے ہے خلاصہ یہ کہ ان مثالوں میں طلاق کی اضافت ہوئی اس زمانہ کی طرف جو طلاق منکوحہ سے خالی ہے پھر جب اس نے سکوت کیا تو وہ زمانہ پایا گیا لہذا وہ مطلقہ ہوگی کذا فی حاشیة المدنی عن البحر **وفی ان لم اطلقک** لاتطلق بالسکوت بل یمتد النکاح **حتی یموت احدهما قبله** ای تعلیقه فتطلق قبیل الموت لتحقق الشرط ویکون فارا اور اس قول میں کہ تو طالق ہے اگر میں تجھ کو طلاق نہ دوں عورت مطلقہ نہ ہوگی بسبب سکوت زوج کے بلکہ نکاح قائم رہے گا یہاں تک کہ کوئی ان دونوں میں سے قبل طلاق دینے زوج کے مرجائے پھر جب ایک کوئی مرے گا تو عورت مطلقہ ہوگی قبل موت کے قریب تر بسبب پائے جانے شرط کے یعنی عدم طلاق کے پھر اگر زوج اول مریگا تو فار ہوگا سو اگر عورت مدخولہ ہوگی تو وارث ہوگی زوج کی فار کا بیان آگے آوے گا **واذا ماوایانیة مثل ان عنده ومثل متی عندهما** وقدم حکمهما اور کلمہ اذا ما کا اور اذا کا بدون نیت کے مانند کلمہ ان کے ہے نزدیک امام کے اور مثل کلمہ متی کے ہے نزدیک صاحبین کے اور دونوں کا یعنی ان اور متی کا حکم عنقریب مذکور ہوچکا یعنی جب اذا ما اور اذا بمعنی ان کے ہونگے تو طلاق نہ واقع ہوگی تاوقتیکہ کوئی زوجین میں سے مرے اور جب بمعنی متی کے ہوں گے تو فی الحال بسبب سکوت زوج کے طلاق ہوگی **ولونوی الوقت او الشرط اعتبرت نیته** اتفاقا مالم تقم قرینة الفور فعلی الفور اور اگر نیت کی زوج نے کلمہ اذا سے وقت کی یا شرط کی تو اس کی نیت معتبر ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے جب تک کہ قرینہ فی الفور کا قائم نہ ہو اور اگر فی الفور کا قرینہ قائم ہوگا تو فی الفور طلاق واقع ہوگی نیت شرط کی معتبر نہ ہوگی قرینہ فی الفور کا یہ کہ عورت نے کہا کہ مجھ کو طلاق دے زوج نے کہا کہ انت طالق اذا لم اطلقک تو فی الفور طلاق واقع ہوگی وفی قوله انت طالق مالم اطلقک انت طالق مع الوصل بقوله مالم اطلقک **طلقت**

Marfat.com

بالمنجزۃ الا ذخیرۃ فقط استحسانا اور اس قول میں کہ انت طالق مالم اطلقک انت طالق یعنی زوج نے انت طالق کو اپنے قول مالم اطلقک سے ملا کر کہا تو عورت مطلقہ ہوگی فقط پچھلے قول منجز سے باعتبار استحسان کے یعنی اخیر قول انت طالق سے کہ وہ منجز ہے معلق نہیں طلاق واقع ہوگی اور اگر انت طالق کو مالم اطلقک سے جدا ذکر کیا وصل نہ کیا تو منجز اور معلق دونوں واقع ہوں گی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی عن البحر فرع مسئلہ ملحقہ شائع کا قال ان لم اطلقک الیوم ثلثا فانت طالق محیلۃ ان یطلقہا علی الف ولا تقبل المرأۃ فان مضی الیوم لا تطلق بہ یفتی خانیۃ لان التطلیق المقید یدخل تحت المطلق کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ اگر میں آج تجھ کو تین طلاق نہ دوں تو تجھ کو طلاق ہے تو حیلہ نہ طلاق واقع ہونے کا یہ ہے کہ اس کو طلاق دی بعوض ہزار کے یعنی یوں کہے کہ میں نے تجھ کو طلاق دی بشرط ہزار اشرفی کے اور عورت ہزار اشرفی دینا نہ قبول کرے پھر اگر وہ دن گزر جاوے گا تو عورت مطلقہ نہ ہوگی اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیۃ والخلاصۃ والمحیط اس واسطے کہ تطلیق مقید داخل ہے تطلیق مطلق کے تحت میں یعنی ہر چند تعلیق طلاق مطلق پر تھی بعوض مال ہو یا بلا عوض اور جو طلاق کہ زوج نے دی وہ مقید ہے یعنی بعوض مال کے ہے لیکن چونکہ مقید مطلق میں داخل ہے اس واسطے طلاق نہ واقع ہوگی انت طالق یوم تزوجک فتکحہا لیلا حنث بخلاف الامر بالید امرک بیدک یوم یقدم زید فقدم لیلا لم تحنث ولو نہارا لبقی للغروب کہا مرد نے عورت سے کہ تو طالق ہوگی جس دن کہ میں تجھے نکاح کروں پھر نکاح کیا اس سے رات میں تو حانث ہوگا یعنی طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ یوم اس قول میں جنس مطلق وقت کے ہے جو رات اور دن دونوں کو شامل ہے بخلاف امر بالید کے یعنی زوج نے زوجہ سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے یعنی تجھ کو طلاق کا اختیار ہے جس دن کہ زید آوے پھر زید آیا رات کو تو عورت کو اختیار طلاق کا نہ ہوگا اور اگر دن میں زید آوے گا تو عورت کو اختیار طلاق کا باقی رہے گا اسی دن کے غروب تک والاصل ان الیوم متی قرن بفعل لیستوعب المدۃ یراد بہ النہار کالامر بالید فانہ یصح جعلہ بیدہا یوما او شہرا ومتی قرن بفعل لا یستوعبہا یراد بہ مطلق الوقت کالایقاع الطلاق فانہ لو قال طلقتک شہرا کان ذکر المدۃ لغوا وتطلق للحال اور قاعدہ کلیہ جو فارق ہو طلاق اور امر بالید میں یہ ہے کہ یوم جب مقرون ہو ایسے فعل سے کہ پورا بھر لے تمام مدت کو تو وہاں یوم سے مراد نہار ہوگا چنانچہ امر بالید ایسی چیز ہے کہ اس کو عورت کے اختیار میں دینا ایک دن یا ایک مہینہ درست ہے اور اسی طرح ہے سیر اور رکوب اور صوم کہ کل مدت یوم میں ممتد ہو سکتا ہے اور جب کہ یوم مقرون ہو اس فعل سے کہ کل مدت ممتد نہ ہو سکے تو وہاں یوم سے مراد مطلق وقت ہوگا جو شامل ہے لیل اور نہار کو چنانچہ ایقاع طلاق اور تزوج اور کلام اور دخول اور خروج اور اعتاق سو اگر کہے گا کہ میں نے تجھ کو طلاق دی مہینہ بھر تو ذکر مدت کالغو ہوگا اور فی الحال طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ ایقاع طلاق لائق امتداد کے نہیں انا منک طالق او بری لیس بشی ولو نوی بہ الطلاق اور اگر کہا اپنی عورت سے کہ میں تجھ سے طالق ہوں یا کہ میں تجھ سے بری ہوں تو یہ قول کچھ نہیں اگرچہ اس قول سے طلاق کی نیت کرے، تو بھی طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ محل طلاق عورت ہے نہ مرد سو جب کہ اضافت طلاق کی مرد کی طرف ہوئی تو بے موقع ہوئی اسلئے لغو ہوئی وبین فی البائن والحرام

ای انا منک بائن او انا علیک حرام ان نوی لان البائنۃ لازالۃ الوصلۃ والتحریم لازالۃ الحل وہما مشترکان فتقع الا ضافۃ الیہ حتی لو لم یقل منک او علیک لم یقع اور جدا ہو جاوے گی عورت لفظ بائن اور حرام میں یعنی اگر عورت سے کہا کہ میں تجھ سے بائن ہوں یعنی جدا ہوں یا کہ میں تجھ پر حرام ہوں تو مطلقہ ہوگی اگر طلاق کی نیت کرے اس واسطے کہ لفظ ابانت یعنی جدائی کا موضوع ہے واسطے زائل کرنے اتصال نکاح کے اور لفظ تحریم کا موضوع ہے واسطے زائل کرنے حلت کے اور وہ دونوں یعنی ازالہ اتصال نکاح اور ازالہ حلت مشترک ہیں درمیان زوج اور زوجہ کے تو صحیح ہوگی اضافت ابانت اور تحریم کی طرف زوج کے یہاں تک کہ اگر نہ کہے گا لفظ منک اور علیک کا تو طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ اس میں عورت کی طرف خطاب نہیں تو احتمال ہے کہ دوسری زوجہ کی جدائی اور حرمت مراد ہو بخلاف انت بائن او حرام حیث یقع او نوی وان لم یقل منی بخلاف

ف یوم سے نہار اور وقت کس وقت مراد ہے ۱۲

Marfat.com

اس قول کے کہ انت بائن او حرام یعنی تو جدا ہے یا کہ تو حرام ہے اس واسطے کہ اس کلام سے طلاق واقع ہوگی جب کہ زوج نیت طلاق کی کرے اگرچہ لفظ منی کا نہ کہے یعنی اگرچہ یوں نہ کہے کہ تو جدا ہے مجھ سے تو بھی طلاق واقع ہوگی شارح نے اس کلام سے خزانۃ الاکمل کی عبارت کو رد کیا اس میں یوں ہے کہ انت بائن سے جدائی نہیں ہوتی تاوقتیکہ انت بائن منی نہ کہے نعم لو جعل امرہا بیدہا لیشترط قولہا بائن منی ہاں اگر عورت کو طلاق کا اختیار دے تو عورت کا یوں کہنا مشروط ہے کہ بائن منی یعنی تو مجھ سے جدا ہے یعنی وقوع طلاق میں منی کا لفظ عورت کو کہنا ضروری ہے م بحر الرائق میں خلاصہ ان مسائل کا یوں مذکور ہے کہ اگر اضافت حرمت اور بینونت کی عورت کی طرف کی یعنی یوں کہا کہ تو حرام یا بائن ہے تو طلاق واقع ہوگی زوج کی طرف اضافت کی حاجت نہیں یعنی یوں کہا کہ تو حرام ہے مجھ پر ضروری نہیں اور اگر حرمت کی اضافت اپنی طرف کی یعنی یوں کہا کہ میں حرام یا بائن ہوں تو طلاق نہ واقع ہوگی بدون اضافت عورت کے یعنی یوں کہے کہ میں حرام ہوں تجھ پر اور تو بائن ہے مجھ سے اور اگر عورت کو طلاق کا اختیار دیا تو حرمت اور بینونت کی اضافت زوج اور زوجہ دونوں کی طرف ضروری ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ویقع بابرئ انک عن الزوجیۃ بلا نیۃ اور طلاق واقع ہوگی اس قول سے کہ میں نے تجھ کو بری کیا زوجہ ہونے سے بدون نیت کے جدائی ہوگی اس واسطے کہ یہ قول صریح ہے ابطال نکاح میں اور صریح محتاج نیت کا نہیں **انت طالق ثنتین مع عتق مولاک ایاک فاعتق** سیدہا طلقت ثنتین **ولہ الرجعۃ** لوجود التطلیق بعد الاعتاق لانہ شرط کہا زوج نے اپنی زوجہ سے جو لونڈی ہے کسی کی کہ تو طالق ہے دو بار ساتھ آزاد کرنے مولی کے تجھ کو یعنی تیری آزادی کے ساتھ تجھ کو دو بار طلاق ہے پھر اس کے مالک نے اس کو آزاد کیا تو دو طلاق سے مطلقہ ہوگی اور اس کے زوج کو رجعت کا اختیار ہوگا بسبب وجود تطلیق کے بعد آزاد کرنیکے یعنی اول آزادی ہوئی بعد اس کے طلاق واقع ہوئی اس واسطے کہ آزادی شرط تھی طلاق کی اور شرط مقدم ہوتی ہے مشروط پر تو آزادی مقدم ہوئی طلاق پر یعنی عورت پہلے حرہ ہو چکی پھر طلاق ہوئی اور حرہ سے رجعت کرنا دو طلاق کی درست ہے اگر کوئی کہے کہ لفظ مع مقارنت کا مقتضی ہے جب مقارنت ہوئی تو تقدیم اور تاخیر کی کہاں گنجائش رہی اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ مع گاہے بمعنی تاخیر بھی مستعمل ہوتا ہے چنانچہ ان مع العسر یسرا میں یعنی سختی کے بعد آسانی ہے اور یہ مطلب نہیں کہ سختی اور آسانی آن واحد میں مقارن ہیں ونقل ابن الکمال ان کلمۃ مع اذا اقحم بین جنسین مختلفین یحل محل الشرط اور نقل کیا ہے ابن کمال نے ایضاح میں طحاوی سے کہ کلمہ مع کا جب داخل کیا جاوے درمیان دو جنسوں مختلف کے تو قائم مقام ہوتا ہے شرط کے تو طلاق اور عتاق دو جنسیں ہیں مختلف ان میں کلمہ مع کا داخل ہوا اس واسطے بجائے شرط ہو گیا تو گویا تقدیر کلام یوں ہوئی کہ ان اعتقک مولاک فانت طالق ثنتین یعنی اگر تیرا مولی تجھے آزاد کر دے تو تجھ کو دو بار طلاق ہے **ولو علق بالبناء للمجہول عتقہا وطلاقہا بمجیء الغد فجاء الغد لا رجعۃ** لتعلیقہا بشرط واحد اور اگر معلق ہو آزادی لونڈی کی اور طلاق اس کی کل کے آنے پر یعنی اس کے مولی نے کہا ہو کہ جب کل کا دن آوے تو تو آزاد ہے اور اس کے زوج نے کہا کہ جب کل آوے تو تجھ کو طلاق ہے پھر آیا کل کا دن تو زوج کو رجعت کا اختیار نہ ہوگا واسطے معلق ہونے عتق اور طلاق کے ایک شرط پر یعنی زمانہ عتق اور طلاق کا ایک ہی ہوا کیونکہ شرط دونوں کی ایک ہی تھی بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہاں عتق طلاق پر مقدم تھا باعتبار مرتبہ کے اور لونڈی کے حق میں دو طلاق ایسی ہیں جیسے حرہ کے حق میں تین طلاق تو اس کے زوج کو رجعت کا اختیار نہ باقی رہا **وعدتہا فی المسئلتین ثلث حیض** احتیاطاً اور عدت اس عورت کی دونوں مسئلوں میں یعنی اس مسئلہ میں اور مسئلہ سابقہ میں تین حیض ہیں بنا بر احتیاط کے ولو کان الزوج مریضا لا ترث منہ لوقوعہ وہی امۃ فلا ترث مبسوط اور مسئلہ ثانیہ میں اگر زوج مریض ہوگا تو عورت اس کی وارث نہ ہوگی اس واسطے کہ طلاق اس وقت واقع ہوئی جب کہ وہ لونڈی تھی تو وارث نہ ہوگی کذا فی المبسوط بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہ وارث ہوگی **انت طالق ہکذا مشیرا بالاصابع المنشورۃ وقع بعددہا** کہا عورت سے کہ تو طالق ہے اس طرح منتشر انگلیوں سے اشارہ کر کے تو واقع ہوگی طلاق مشار الیہ کے شمار پر یعنی اگر ایک انگلی سے اشارہ کیا تو ایک طلاق اور

Marfat.com

دو انگلیوں سے اشارہ کیا تو دو طلاق اور اگر تین انگلیوں سے اشارہ کیا تو تین طلاق ہوں گی اس واسطے کہ لفظ ہکذا میں ہا واسطے تنبیہ کے ہے اور کاف واسطے تشبیہ کے اور ذا واسطے اشارہ کے ہے بخلاف مثل ہذا فانہ ان نوی ثلثا وقعن والا فواحدۃ لان الکاف للتشبیہ فی الذات مثل التشبیہ فی الصفات ولذا قال ابوحنیفہؒ ایمانی کالیمان جبریل لا مثل ایمان جبریل بخلاف اس کے کہ اگر عورت سے کہا کہ تو طالق ہے مثل اس کے اور تین انگلیوں سے اشارہ کیا تو اگر تین طلاق کی نیت کرے گا تو تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر نیت تعدد نہ کی تو ایک ہی طلاق ہوگی اس واسطے کہ مسئلہ سابقہ میں کاف ہکذا کا موضوع ہے واسطے تشبیہ فی الذات کے تو گویا اس نے یوں کہا کہ تجھ کو ایسی طلاق ہے جس کی ذات ان انگلیوں کی ذات کے مانند ہے تو اس صورت میں انگلیوں کا عدد معتبر ہوگا اور اس مسئلہ میں یعنی مثل ہذا میں کلمہ مثل کا موضوع ہے واسطے تشبیہ فی الصفات کے تو اس نے گویا یوں کہا کہ تجھ کو طلاق ثابت ہے مانند ثبوت ان انگلیوں کے اور طلاق ثابت ہے ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہے اور جب کہ کاف اور مثل میں تفرقہ ثابت ہوا تو بنا بر اسی تفرقہ کے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ایمانی کالیمان جبریل لا مثل ایمان جبریل یعنی میرا ایمان اور جبریل علیہ السلام کا ایمان ذات میں یکساں ہے نہ مثل ایمان جبریل علیہ السلام کے ہے صفات میں کذا فی البحر الرائق اس واسطے کہ ایمان عبارت ہے تصدیق جازم سے اور ایمان امام کے نزدیک زیادہ اور کم نہیں ہوتا تو ایمان امام کا اور ایمان ملائکہ کا اور ہر مومن کا ایمان ذات میں متحد ہوا اور یوں امام نے نہیں کہا کہ میرا ایمان مثل ایمان جبریل علیہ السلام کے ہے اس واسطے کہ صفات مختلف ہیں کیونکہ علم الیقین اور عین الیقین اور حق الیقین میں بڑا فرق ہے جو ترقی انوار اور ثمرات تقرب وغیرہ ملائکہ کو حاصل ہے وہ اور مومنین کو کہاں کذا فی حاشیۃ المدنی **ولتعتبر المنشورۃ لا المضمومۃ الا دیانۃ** ککف اور اشارۃ کرنے میں معتبر منتشر انگلیاں ہیں بنا بر عرف کے نہ مضموم اور متصل مگر باعتبار دیانت کے یعنی اگر دو مضموم انگلیوں سے اشارہ کر کے نیت کرے گا تو اس کی دیانت میں تصدیق ہوگی نہ قضا میں مانند حکم کف کے یعنی اگر نیت کرے گا ہتیلی سے اشارہ کر کے بدون انگلیوں کے تو فقط دیانت میں اس کی تصدیق ہوگی نہ قضا میں بنا بر عدم عرف کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر والمعتمد فی الا اشارۃ فی الکف نشر کل الاصابع اور معتمد کف کے اشارہ میں کھولنا سب انگلیوں کا ہے یعنی اشارہ کف میں باعتبار دیانت کے تصدیق نہ ہوگی جب تک سب انگلیوں کو علیحدہ علیحدہ نہ کھولے گا اور جب کہ بعض کو کھولے گا اور بعض کو متصل رکھے گا تو معتبر منتشر انگلیاں ہوں گی اس واسطے کہ نشر کرنا انگلیوں کا قریب ہے عدد کا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ونقل القہستانی انہ یصدق قضاء بنیۃ الاشارۃ بالکف وہی واحدۃ اور قہستانی نے نقل کیا ہے کہ قضا میں اس کی تصدیق ہوگی اشارہ کف کی نیت سے یعنی جب اصابع منشور ہوں اور کف سے اشارہ کر کے نیت کرے تو قائل کی تصدیق ہوگی قضا میں اور اس طرح اشارہ کف سے ایک بار طلاق ہوگی ولو لم یقل ہکذا یقع واحدۃ لفقد التشبیہ اور کہا کہ تو طالق ہے اور اشارہ انگلیوں سے کیا اور نہ کہا ہکذا تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی بسبب فقدان تشبیہ کے ولو قال انت ہکذا مشیرا لم یقل طالق لم ارہ اور اگر عورت سے کہا تو ایسی ہے انگلیوں سے اشارہ کر کے اور یوں نہ کہا کہ تو طالق ہے شارح کہتا ہے کہ میں نے اس مسئلہ کا حکم کسی کتاب میں نہیں دیکھا ہم حلبی نے کہا کہ اس صورت میں طلاق نہ واقع ہونا نہایت صریح ہے اس واسطے کہ یہ لفظ نہ طلاق صریح میں داخل ہے نہ کنایہ میں اور اشارہ بیان ہوتا ہے ملفوظ کا سو یہاں موجود نہیں اور خیر الدین رملی نے بھی کہا کہ ایسا قول لغو ہے اگرچہ قائل نیت طلاق کی کرے اس واسطے کہ لفظ مشعر طلاق کا نہیں اور نیت کو بدون لفظ کے طلاق میں تاثیر نہیں اور حموی نے بھی عدم وقوع طلاق کی بعضے علماء کے قول سے تصریح کی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **ولو اشار بظہورہا فالمضمومۃ** للعرف اور اگر اشارہ کیا انگلیوں کی پیٹھ سے یعنی پیٹھ انگلیوں کی مخاطب کی طرف کی اور پیٹ ان کا مشیر کی طرف تو معتبر ملی انگلیاں ہوں گی بسبب عرف محاسبین کے یا رواج

Marfat.com

بین ان میں کے دلو کان رؤسہا نحو المخاطب فان نشر عن ضم فالعبرۃ للنشر وان ضم عن نشر فالضم ابن الکمال اور اگر ہوں سر انگلیوں کے مخاطب کی طرف سو اگر افتراق کیا انگلیوں کا بعد اتصال کے تو اعتبار ہے افتراق کا اور اگر اتصال کیا انگلیوں کا بعد افتراق کے تو اعتبار ہے اتصال کا چنانچہ ابن کمال نے اس کو ذکر کیا ہم جب کہ فراغت ہوئی بیان طلاق رجعی سے تو اس کے بعد طلاق بائن کا بیان شروع ہوا **ویقع بقولہ انت طالق بائن او البتہ** وقال الشافعی یقع رجعیا لموطوءۃ اور واقع ہوتی ہے طلاق بائن زوج کے اس قول سے کہ تو بائن ہے یا یوں کہا کہ تو طالق ہے البتہ کلمہ بتۃ کا مصدر ہے بمعنی قطع اور جزم کے اور منصوب ہے بنا بر مصدریت کے تو ترجمہ لفظی یوں ہوگا کہ تو طالق ہے قطعاً اور یقیناً اور امام شافعی نے کہا کہ لفظ بائن اور البتہ سے اور اسی طرح اور الفاظ آئندہ سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اگر عورت مدخولہ ہو کذا فی حاشیۃ المدنی **او افحش الطلاق الشیطان او البدعۃ او اشر الطلاق او کالجبل او کالف او ملاء البیت** یا یوں کہا کہ تو طالق ہے افحش طلاق سے یا تجھ کو طلاق شیطان ہے یا طلاق بدعت ہے یا تجھ کو بدتر طلاق ہے یا تجھ کو مانند طلاق پہاڑ کے ہے یا تو طالق ہے مانند ہزار کے یا تجھ کو گھر بھر کی طلاق ہے **او طلیقۃ شدیدۃ او عریضۃ او طویلۃ** یا یوں کہا کہ تجھ کو سخت طلاق ہے یا چوڑی طلاق یا لمبی طلاق ہے **او اسوءہ او اشدہ او اخبثہ او اخشنہ او اکبرہ او اعرضہ او اطولہ او اغلظہ او اعظمہ واحدۃ بائنۃ** فی الکل لانہ وصف الطلاق بما یحتملہ ان لم یوثلث فی الحرۃ وثنتین فی الامۃ فصیح مر یا یوں کہا کہ تجھ کو اسوء طلاق ہے یعنی بری طلاق ہے یا اشد طلاق ہے یا اخبث طلاق ہے یا اخشن طلاق ہے اخشن بمعنی اشد طلاق ہے یا اکبر طلاق ہے یا اعرض طلاق ہے یا اطول طلاق ہے یا اغلظ طلاق ہے یا اعظم طلاق ہے تو ایک ہی طلاق بائن واقع ہوتی ہے ان سب الفاظ مذکورہ میں اس واسطے کہ قائل نے طلاق کو موصوف کیا ایسی صفت کیساتھ جس کو طلاق محتمل ہے یعنی صفت بلینونت کی ان سب الفاظ میں مندرج ہے مثلاً طلاق بدعت اس واسطے طلاق بائن ٹھہری کہ طلاق رجعی مسنون ہے تو بدعی بائن ہوگی بسبب تقابل اور ضدیت کے اور طلاق شدید اس واسطے بائن ہوئی کہ طلاق رجعی شدید نہیں چنانچہ تفصیل اس کی مطولات میں مصرح ہے ایک طلاق بائن ان الفاظ میں اس وقت ہے کہ اگر قائل نے نیت تین طلاق کی حرہ میں اور دو طلاق کی لونڈی میں نہ کی ہو اور اگر قائل نے تین طلاق کی حرہ میں اور دو طلاق کی لونڈی میں نیت کی تو صحیح ہوگی اس واسطے کہ باب اقول میں مذکور ہو چکا کہ مصدر محتمل ہے فرد اعتباری کو تو تین طلاق کی نیت حرہ میں اور دو طلاق کی لونڈی میں صحیح ہوگی ہم صیغہ افعل کا ان الفاظ میں بمعنی تفضیل کے نہیں بلکہ اصل وصف مراد ہے یعنی افحش بمعنی فاحش اور اشد بمعنی شدید کے ہے نہ بمعنی شدید تر اور فاحش تر کذا فی حاشیۃ المدنی کما لو نوی بطالق واحدۃ ونجو بائن اخری فیقع ثنتان بائنتان چنانچہ اس قول میں کہ انت طالق بائن صحیح ہے اگر نیت کرے لفظ طلاق سے ایک طلاق کی اور بائن اور اس کے مانند سے دوسری طلاق کی تو دو طلاق بائن واقع ہوں گی بائن کی مانند لفظ بتۃ اور جمیع کنایات جو متصل طلاق کے واقع ہوں کذا فی حاشیۃ المدنی ولو عطف فقال وبائن او ثم بائن ولم ینو شیئا فرجعیۃ ولو بالفاء فبائنۃ ذخیرۃ اور اگر عطف کیا سو یوں کہا کہ انت طالق بائن یا یوں کہا کہ انت طالق ثم بائن اور لفظ بائن سے کچھ نیت نہ کی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور اگر بحرف فا عطف کیا یعنی یوں کہا کہ انت طالق فبائن اور کچھ نیت نہ کی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی کذا فی الذخیرہ کما یقع البائن لو قال انت طالق طلقۃ تملکی بہا نفسک لانہا لا تملک نفسہا الا بالبائن چنانچہ طلاق بائن واقع ہوتی ہے اگر یوں کہے کہ تو مطلقہ ہے ایسی طلاق کیساتھ کہ مالک ہو جاوے تو بسبب اس طلاق کے اپنی ذات کی اس قول سے طلاق بائن اس واسطے ثابت ہوئی کہ عورت اپنی ذات کی مالک نہیں ہوتی مگر طلاق بائن سے اس واسطے کہ طلاق رجعی میں زوجیت ہر طرح سے ثابت ہے یہاں تک کہ اس کی باری واجب ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو قال انت طالق علی ان لا رجعۃ لی علیک لہ الرجعۃ وقیل لا جوہرہ ورجح فی البحر الثانی اور اگر کہا کہ طالق ہے اس

Marfat.com

شرط پر کہ مجھ کو رجعت نہیں تجھ پر تو اس کو رجعت کرنا جائز ہے یعنی شرط عدم رجعت کی لغو ہے اور بعضوں نے کہا کہ اس قول سے زوج مالک رجعت کا نہیں اس واسطے کہ طلاق بائن پڑ گئی اور اگر تین طلاق کی نیت کرے گا تو تین واقع ہوں گی کذا فی البوہرہ اور ترجیح دی ہے بحرالرائق میں قول ثانی کو اس طرح کہ ظاہر ہدایہ سے ثابت ہوتا ہے کہ قول ثانی قوی ہے کیوں کہ ہدایہ میں کہا ہے کہ جب طلاق کو کسی طرح کی شدت اور زیادت سے موصوف کیا تو طلاق بائن ہوتی ہے اور عنایہ اور فتح القدیر میں مصرح ہے کہ شرط عدم رجعت سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے تو مذہب صحیح قول ثانی ہی ٹھہرا کذا فی حاشیۃ المدنی وخطأ من افتی بالرجعی فی التعالیق وقول المؤثقین تکون طالقا طلقۃ تملک بہا نفسہا الخ اور بحرالرائق میں خطا کار کہا ہے ان کو جنہوں نے فتوی طلاق رجعی کا دیا تعلیقات میں اور اس قول مؤثقین میں جو وثیقہ نکاح میں بعد ذکر عقد اور شروط کے لکھتے ہیں کہ جب اس عورت پر دوسرا نکاح کرے گا تو اس کو شہر سے باہر لے جاوے گا تو یہ عورت طالق ہو گی ایسی طلاق کہ مالک ہو جاوے گی بسبب اس طلاق کے اپنی جان کی الی آخر عبارۃ البحر ہم مؤثقین بتشدید ثاء مثلثہ وکسر وہ لوگ ہیں جو عدول ہیں دارالقضاء کے مؤثقین اس واسطے ان کو کہتے ہیں کہ وہ شاہدوں کی توثیق کرتے ہیں یا یہ وجہ ہے کہ ان کے لکھے شرعی کاغذ لوگوں میں معتمد ہوتے ہیں کذا فی الطحطاوی خلاصہ بحرالرائق کا یہ ہے کہ تعلیق مذکور مؤثقین کی طلاق بائن ہے رجعی نہیں فی البزازیہ وغیرہا لو قال للمدخولۃ ان طلقتک واحدۃ فہی بائنۃ او ثلثا ثم طلقہا یقع رجعیا لان الوصف لا یسبق الموصوف لیکن بزازیہ وغیرہ میں یوں ہے کہ اگر کہا زوجہ مدخولہ سے کہ اگر میں تجھ کو ایک طلاق دوں تو وہ ایک طلاق بائن ہے یا تین بار طلاق ہے پھر زوج نے اس کو طلاق دی تو طلاق رجعی واقع ہو گی اس واسطے کہ صفت مقدم نہیں ہوتی موصوف پر یعنی اگر ہم اس قول کو طلاق بائن یا رجعی کہیں تو لازم آوے گی سبقت صفت کی موصوف پر اس واسطے کہ اصل طلاق تو معلق ہے ہنوز واقع نہیں ہوئی پھر قبل وقوع اس کو بائن قرار دینا کیوں کر صحیح ہو گا شارح نے اس قول سے استدراک کیا تحفیہ صاحب بحر پر وجہ استدراک کی یہ ہے کہ جب لغو ہوا یہ قول کہ فہی بائن اور ثلث باوجود صراحت بینونت کے اور ثابت ہوا کہ تعلیق ساتھ بائن کے بھی رجعی ہے تو یہ قول کہ انت طالق علی ان لا رجعۃ لی علیک اگر رجعی ہو تو کیا بعید ہے بلکہ اس کا رجعی ہونا بطریق اولی ہے اس واسطے کہ اس میں صراحت بینونت کی نہیں لیکن تصریح صاحب ہدایہ کی اس استدراک کے مخالف ہے کہ جب طلاق موصوف شدت اور زیادت سے ہوئی تو طلاق بائن واقع ہوتی کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لو قال ان دخلت الدار فکذا ثم قبل دخولہا الدار قال جعلت بائنا او ثلثا لا یصح لعدم وقوع الطلاق علیہا انتہی اور اسی طرح اگر کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہو گی تو طالق ہے پھر قبل داخل ہونے عورت کے گھر میں زوج نے کہا کہ میں نے اس طلاق کو بائن یا تین طلاق قرار دیں تو صحیح نہ ہو گا بہ سبب نہ واقع ہونے طلاق کے عورت پر یعنی ہنوز طلاق معلق واقع نہیں پھر اس کو بائن وغیرہ قرار دینا کیوں کر صحیح ہو گا انتہی قول البزازیہ طحطاوی نے کہا کہ تقدم صفت کا موصوف پر اس مسئلہ میں البتہ ثابت ہے بخلاف مسئلہ سابقہ کے ومفادہ وقوع الطلاق الرجعی فی متی تزوجت علیک فانت طالق طلقۃ تملکی بہا نفسک اذ غایۃ مساواتہ لانت بائن والوصف لا یسبق الموصوف کذا حررہ المصنف ہنا وفی الکنایات تعلیل بزازی سے ثابت ہوتا ہے وقوع طلاق رجعی اس قول میں کہ جب میں تیرے اوپر دوسرا نکاح کروں تو تو طالق ہے ایسی طلاق سے کہ مالک ہو جاوے تو بسبب اس کے اپنی ذات کی اس واسطے کہ غایت مضمون اس قول کا یہ ہے کہ یہ برابر ہے انت بائن کے اور حالانکہ انت بائن سے بھی طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اس واسطے کہ صفت سبقت نہیں کرتی موصوف پر اسی طرح منقح کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں یہاں اور کنایات طلاق میں بخلاف انت طالق اکثر ہ ای الطلاق بالتاء المثناۃ من فوق فانہ یقع بہ الثلث ولا یدین فی ارادۃ الواحدۃ بخلاف الفاظ بائنہ سابقہ کے ہے یہ قول کہ تو طالق ہے اکثر طلاق سے لفظ اکثر کا تاء مثناۃ فوقانیہ سے ہے اس قول میں سو تین طلاق اس قول سے واقع ہوں گی

Marfat.com

اور قائل کی تصدیق دیانت میں نہ ہوگی ایک طلاق کی نیت میں ہم عوام عرب بالفعل بجائے اکثر ثباء مثلثہ کے اکثر ثباء مثناۃ فوقانیہ بولتے ہیں ، تحریف کرکے مصنف نے تصریح کردی کہ محرف اور غیر محرف تین طلاق واقع ہونے میں یکساں ہے اس واسطے کہ طلاق کا مدار عرف پر ہے اور سابق میں تصریح ہوچکی ہے کہ الفاظ محرفہ سے بھی طلاق واقع ہوتی ہے کما لو قال اکثر الطلاق ادانت طالق مرارا او الوفا او لا قلیل ولا کثیر فثلث علی المختار کما فی البحر پھر اگر ارادہ ایک طلاق کی دیانت میں تصدیق نہ ہوگی اگر یوں کہے گا کہ تو طالق ہے اکثر طلاقی ہے اکثر یہاں ثباء مثلثہ سے یا یوں کہے کہ تو طالق ہے چند بار یا ہزاروں بار یا یوں کہے کہ تو طالق ہے نہ قلیل نہ کثیر تو ان اقوال میں تین بار طلاق واقع ہوگی بنا بر قول مختار کذا فی البحر ہم لفظ مرار میں تین بار طلاق ہوگی اس واسطے کہ جمع ہے اور اقل جمع تین ہیں اور لفظ الوف میں بھی تین بار طلاق ہوگی اور زیادتی لغو ہوگی کہ منتہی طلاق تین ہیں اور لا قلیل میں اور لا کثیر میں تین طلاق اس واسطے ہوں گی کہ جب قائل نے کہا کہ لا قلیل تو معلوم ہوا کہ طلاق کثیر کا ارادہ کیا اور کثیر تین ہیں اور بعد اس کے کہا اس نے کہ لا کثیر تو اس میں کلام سابق کی نفی ہوگی جو مقبول نہ ہوگی اور بعضوں نے کہا کہ لا قلیل میں اور لا کثیر میں دو بار طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ لا قلیل سے ایک طلاق کی نفی ہوئی اس واسطے کہ اقل طلاق ایک ہے اور لا کثیر سے تین طلاق کی نفی ہوئی اسواسطے کہ اکثر طلاق تین ہیں تو دو طلاق ثابت ہوئیں اور طحطاوی نے اسی قول کو پسند کیا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال اقل الطلاق فواحدۃ اور اگر کہا تجھ کو کمتر طلاق ہے تو ایک طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ اقل طلاق ایک ہے اور ظاہر اس کلام کا یہ ہے کہ طلاق رجعی ہو اس واسطے کہ رجعی اقل ہے بائن سے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو قال عامۃ الطلاق او اجلاً او لونین منہ او اکثر الثلث او کبیر الطلاق فثنتان اور اگر کہا کہ تو مطلقہ ہے عامہ طلاق کی یا تجھ کو اجل طلاق ہے یا تجھ کو دو رنگ کی طلاق ہے یعنی دو قسم کی یا تجھ کو طلاق ہے اکثر الثلث یا تجھ کو کبیر الطلاق ہے تو ان اقوال میں دو بار طلاق واقع ہوگی ہم عامہ طلاق میں دو بار طلاق اس واسطے ہوئی کہ عامہ بمعنی غالب کے کثیراً استعمال ہے اور غالب طلاق دو ہیں اور اجل طلاق میں محشیوں نے کہا کہ لفظ اجل یہاں تحریف کاتبین سے ہے اس واسطے کہ بحر الرائق میں حُبّ الطلاق ہے بضم جیم و تشدید لام اور حبل بمعنی معظم ہے اور اکثر ثلث میں دو اس واسطے مراد ہیں کہ کلمہ اکثر کا مضاف ہے افراد کی طرف اور اکثر افراد کے دو ہیں کما مر فی عامۃ الطلاق بخلاف اکثر الطلاق کے کہ وہاں تین مراد ہیں اس واسطے کہ اکثر مضاف ہے طرف جنس کے اور کبیر الطلاق میں دو اس واسطے ہوئیں کہ طلاق واحد صغیر الطلاق ہے اور تین طلاق اکبر الطلاق ہیں تو دو طلاق کبیر الطلاق ہوئیں کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا الکثیر ولا قلیل علی الاشبہ مضمرات اور اسی طرح دو طلاق واقع ہیں اس قول سے کہ تو طالق ہے نہ قلیل نہ کثیر بنا بر قول اشبہ کے کذا فی المضمرات اس واسطے کہ جب نفی کثیر کی کی تو قلیل ثابت ہوا پھر جب قلیل کی نفی کی تو متوسط بین القلیل والکثیر مراد ہوگا اور متوسط دو ہیں بخلاف لا قلیل ولا کثیر کے چنانچہ عنقریب گزرا وفی الخانیۃ طلقتک اخر الثلث تطلیقات فثلث وطالق اخر ثلث تطلیقات فواحدۃ والفرق دقیق حسن اور خانیہ میں ہے کہ اگر عورت سے کہا کہ طلقتک آخر الثلث تطلیقات تو تین طلاق ہوں گی اور اگر یوں کہا کہ انت طالق آخر ثلث تطلیقات یعنی تو طالق ہے تین طلاقوں کی پچھلی طلاق ہے تو ایک طلاق واقع ہوگی اور فرق دونوں صورتوں میں خوب باریک ہے ہم پہلی صورت میں یعنی آخر الثلث میں لفظ آخر مضاف ہے معرف باللام کی طرف اور الف لام ہے اس پر عہد کا تو ثلث کا معہود ہونا بدون وقوع کے متصور نہیں تو تین طلاق ہوں گی بخلاف صورت ثانی یعنی آخر ثلث کے کہ اس میں آخر مضاف ہے نکرہ کی طرف اس میں کوئی علامت عہد کی نہیں اور قائل نے پچھلی تین واقع کی ہیں اور پچھلی صادق نہیں مگر ایک پر کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کے یقع بانت طالق کل التطلیقۃ واحدۃ وکل تطلیقۃ ثلث اس قول سے کہ انت طالق کل التطلیقۃ ایک طلاق واقع ہوگی اور اس قول سے کہ انت طالق کل تطلیقۃ تین طلاق واقع ہوں گی اس واسطے کہ لفظ کل

Marfat.com

کا جب مضاف ہو معرفہ کی طرف تو عموم اجزا کا مقتضی ہوتا ہے اور جب مضاف ہو نکرہ کی طرف عموم افراد کا فائدہ دیتا ہے اسی واسطے کل الرمان ماکول غلط ہے اس واسطے کہ کل اجزاء انار کے ماکول نہیں اور کل رمان صحیح ہے اس واسطے کہ جمیع افراد انار کے ماکول ہیں تو کل التطلیقۃ میں جمیع اجزا ایک طلاق کی مراد ہوئی اور کل تطلیقۃ میں جمیع افراد طلاق کے ثابت ہوئے اور افراد طلاق کے تین سے زیادہ نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وعدد التراب واحد اور اس قول سے کہ تجھ کو طلاق ہے بعدد خاک کے ایک طلاق واقع ہوگی تراب سے وہ چیز مراد ہے جو قلیل اور کثیر دونوں پر صادق آوے چنانچہ خاک اور پانی اور شہد کہ ایک قطرہ کو بھی پانی بولتے ہیں اور تمام دریا کو بھی پانی بولتے ہیں اس کو اسم جنس افرادی کہتے ہیں تو جب کہ طلاق مضاف ہوگی عدد جنس افرادی کی طرف تو ادنی جنس مراد ہوگی تو ایک طلاق بائن پڑے گی اس واسطے کہ تشبیہ مقتضی ہے کچھ زیادتی کی یعنی بینونت کی کذا فی حاشیۃ المدنی وعدد الرمل ثلث اور واقع ہوتی ہیں تین طلاق یوں کہنے سے کہ تجھ کو طلاق ہے بقدر عدد رمل یعنی ریت کے مراد رمل سے وہ چیز جو قلیل اور کثیر پر نہ صادق آوے اور جس کا واحد ممتاز ہو تباء وحدت چنانچہ تمر اور عنب اور انجیر اور ایک تمر کو تمرہ بولتے ہیں اور دو تمر کو تمرتین اور تین تمر یا زیادہ کو تمر بولتے ہیں اس کو اسم جنس جمعی کہتے ہیں وعدد شعر ابلیس او عدد شعر بطن کفی واحدۃ اور یوں کہنے سے کہ تجھ کو طلاق ہے بعدد شیطان کے بالوں کے یا میری ہتیلی کے پیٹ کے بالوں کی شمار کے برابر تو دونوں صورتوں میں ایک طلاق واقع ہوگی شعر ابلیس سے مراد وہ چیز جس کی نفی اور اثبات کچھ نہ معلوم ہو اس واسطے کہ ابلیس کے بال معلوم نہیں اور اس پر اطلاع ممکن نہیں تو یہ شرط لغو ہوگی تو فقط یہی باقی رہا کہ انت طالق تو ایک واقع ہوگی اور اسی طرح باطن کف میں بھی بال نہیں تو یہ شرط بھی لغو ہوگی وعدد شعر ظہر او ساق او ساتک او فرجک او عدد ما فی ہذا الحوض من السمک وقع بعددہ ان وجد الا لا اور اس قول سے کہ تجھ کو طلاق ہے بشمار ہتیلی کے بیٹھ کے بالوں کے یا بشمار میری پنڈلی کے بالوں کے یا بشمار پنڈلی کے بالوں کے یا بشمار تیری شرمگاہ کے بالوں کے یا بشمار اس حوض کی مچھلیوں کے تو طلاق واقع ہوگی بشمار بالوں یا مچھلیوں کے اگر بال اور مچھلیاں پائی جاویں اور اگر وہاں کوئی بال اور مچھلی نہ پائی جاوے گی تو ایک طلاق بھی نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ طلاق معلق بمتی شرط پر سو شرط نہ پائی گئی لست لک بزوج او لست لی بامرأۃ او قالت لا لست لی بزوج فقال صدقت طلاق ان نواہ خلافا لہما یوں کہنا کہ میں تیرا شوہر نہیں یا تو میری زوجہ نہیں یا زوجہ نے زوج سے کہا کہ تو میرا زوج نہیں سو زوج نے کہا کہ تو سچی ہے تو یہ قول طلاق ہے اگر مرد اس قول سے طلاق کی نیت کرے گا برخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک باوجود نیت کے بھی یہ قول طلاق نہیں ولو اکدہ بالقسم او سئل لک امرأۃ فقال لا لا تطلق اتفاقا وان نوی لان الیمین والسوال قرینتان ارادۃ النفی فیہما اور اگر قول سابق کو قسم سے مؤکد کیا یعنی یوں کہا کہ واللہ تو میری زوجہ نہیں یا زوج سے کسی نے پوچھا کہ کیا تیری جورو ہے سو اس نے کہا کہ نہیں تو عورت مطلقہ نہ ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے اگرچہ زوج نے نیت طلاق کی بھی کی ہو اس واسطے کہ قسم کھانا پہلی صورت میں اور سوال کرنا دوسری صورت میں دو قرینہ ہیں ارادہ کرنے نفی طلاق کے دونوں مسئلوں میں یعنی پہلی صورت جملہ خبریہ ہے محتمل ہے صدق اور کذب کو اور قسم موضوع ہے واسطے تقویت ایک جانب کے تو قسم سے خبریت قوی ہوگئی اور طلاق واقع نہیں ہوتی مگر جملہ انشائیہ سے اور سوال کا جواب بھی جملہ خبریہ ہوتا ہے وفی الخلاصۃ قیل لہ الست طلقتہا تطلق ببلی لا بنعم او خلافہا میں ہے کہ پوچھا گیا ایک مرد سے کہ الست طلقتہا یعنی تو نے اپنی عورت کو طلاق کیا نہیں دی تو طلاق واقع ہوگی لفظ بلے سے نہ نعم سے یعنی اگر اس نے جواب میں بلے کہا تو طلاق واقع ہوگی اور اگر نعم کہا تو نہ ہوگی اس واسطے کہ کلمہ بلے کا موضوع ہے واسطے منفی کے اثبات کے تو مثال مذکور کا یہ مطلب ہوا کہ میں نے طلاق دی اور کلمہ نعم کا موضوع ہے واسطے اثبات ماقبل کے منفی ہو یا مثبت استفہام ہو یا خبر تو مثال مذکور کا یہ مطلب ہوا کہ طلاق نہیں دی وفی الفتح ینبغی عدم الفرق للعرف اور فتح القدیر میں ہے کہ بلے اور نعم میں فرق نہ کرنا چاہیے بسبب عرف اہل زمانہ کے یعنی ہر چند اصل

ف بیان حکم اسم جنس افرادی وجمعی ۱۲

Marfat.com

لغت عرب میں بلے اور نعم میں فرق ثابت ہے لیکن طلاق میں دونوں میں فرق کرنا لائق نہیں اس واسطے کہ عرف میں دونوں برابر ہیں تو دونوں لفظوں سے طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ مدار طلاق کا عرف پر ہے نہ اصل لغت پر وفی البزازیۃ قالت لہ انا امرأتک فقال انت طالق کان اقرارا بالنکاح وتطلق لاقتضاء الطلاق النکاح وضعاً اور بزازیہ میں ہے کہ کہا عورت نے مرد سے کہ میں تیری جورو ہوں سو مرد نے کہا کہ تو طالق ہے تو مرد کا یہ کلام اقرار ہے نکاح کا اور عورت پر طلاق واقع ہوگی اس کلام سے نکاح اس واسطے ثابت ہوا کہ طلاق مقتضی ہے نکاح کو باعتبار شرع اور لغت کے علم انہ حلف ولم یدر بطلاق او لغیرہ لفنا کما لو شک الطلق ام لا مرد کو معلوم ہے کہ قسم کھائی ہے لیکن یاد نہیں کہ طلاق کی قسم کھائی یا غیر طلاق کے تو ایسی قسم لغو ہے یعنی طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ اگر مرد کو شک پڑے کہ طلاق دی ہے یا نہیں تو طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ نکاح بالیقین ثابت ہے اور قاطع نکاح کا مشکوک ہے حالانکہ شک سے یقین نہیں ٹلتا ولو شک الطلق واحدۃ او اکثر بنی علی الاقل اور اگر شک پڑے کہ آیا ایک طلاق دی ہے یا زیادہ تو کمتر کو قائم رکھے یعنی اگر ایک اور دو میں شک ہے تو ایک کو قائم رکھے اور اگر دو میں اور تین میں شک ہے تو دو کو قائم رکھے وفی الجوہرۃ طلق المنکوحۃ فاسداً ثلثا لہ تزوجہا بلا محلل ولم یحک خلافا اور جوہرہ میں ہے کہ ایک مرد نے اس عورت کو طلاق دی جس سے نکاح فاسد کیا تھا تو جائز ہے اس مرد کو کہ اسی عورت سے بدون محلل کے نکاح کرلے اور صاحب جوہرہ نے اس مسئلہ میں خلاف فقہا کا نقل نہیں کیا ہم نکاح فاسد یہ کہ مثلاً عورت سے اس کی بہن کی عدت کے اندر نکاح کرے یا نکاح بدون گواہوں کے کرے طلاق نکاح فاسد میں محلل کی اس واسطے حاجت نہ ہوئی کہ طلاق لاحق نہیں ہوتی مگر نکاح صحیح میں یا عدت میں یا فسخ ارتدادی میں یا انکار اسلام میں تو نکاح فاسد ان میں داخل نہیں۔

باب طلاق غیر المدخول بہا

اس باب میں مسائل ہیں عورت غیر مدخولہ کی طلاق کے **قال لزوجتہ غیر المدخولۃ بہا انت طالق** یا زانیۃ ثلثا فلا حد ولا لعان لوقوع الثلث علیہا وہی زوجتہ ثم بانت لبعدہ کہا زوج نے اپنی زوجہ غیر مدخولہ سے کہ تو طالق ہے اے زانیہ تین بار تو زوج پر نہ حد ہے قذف کی نہ لعان واسطے پڑ جانے تین طلاقوں کے حالت زوجیت میں پھر وہ عورت بائن ہوگئی لبعد تین طلاق کے یعنی حد قذف اس واسطے ساقط ہوئی کہ زوجہ کا قذف موجب حد کا نہیں اور جب کہ مرد نے اس کو زانیہ کہا تھا تو وہ اس کی زوجہ تھی پھر جب اس نے تین طلاق کہے تو بائن ہوگئی زوجیت قطع ہوگئی اور لعان نہیں ہوتا مگر زوجہ سے وکذا انت طالق ثلثا یا زانیۃ ان شاء اللہ تعلق الاستثناء بالوصف بزازیہ اور چنانچہ واقع ہونا قذف کا درمیان طلاق اور حد کے مثال سابق میں فاصل نہیں اسی طرح واقع ہونا قذف کا درمیان طلاق اور استثنا کے اس مثال میں فاصل نہیں کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو طالق ہے تین بار اے زانیہ اگر خدا نے طلاق کو چاہا متعلق ہوا استثنا یعنی مشیت خدا وصف ہے یعنی طلاق سے کذا فی البزازیہ تو طلاق اس صورت میں نہ واقع ہوئی اس واسطے کہ فاصل کا کچھ اعتبار نہیں اور اس صورت میں یا زانیہ کہنا موجب ہے لعان کا بہ سبب بقائے زوجیت کے تو تشبیہ اس مثال کی مثال سابق سے محض بنا بر عدم فصل کے ہے نہ باعتبار نفی حد اور لعان کے **وقعن** لما تقرر انہ متی ذکر العدد کان الوقوع بہ یعنی اگر غیر مدخولہ سے کہا کہ انت طالق ثلثا تو اس پر تین طلاق واقع ہوں گی اس واسطے کہ یہ قاعدہ ثابت ہو چکا ہے کہ جب طلاق کے بعد عدد مذکور ہوگا، تو واقع ہونا طلاق کا بقدر عدد کے ہوگا اور امام محمد نے تصریح کی ہے کہ غیر مدخولہ کو تین طلاق واقع ہونا ہم کو حدیث مرفوع اور آثار علی مرتضیٰ اور ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے ثابت ہو چکا ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی یہ رد ہے حسن بصری اور عطا کے مذہب کا کہ ان کے نزدیک غیر مدخولہ پر تین طلاق نہیں واقع ہوتیں فقط انت طالق سے اس پر طلاق بائن ہوگئی لفظ ثلثا کا بسبب نہ باقی رہنے محل کے لغو ہوگیا اس کے زوج کو جائز ہے کہ اس عورت سے بدون محلل کے نکاح کرلے اور یہ آیہ شریفہ (فان طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ) عورت مدخولہ کے حق میں نازل ہوئی ہے غیر مدخولہ میں زوج ثانی سے نکاح کرلینا شرط نہیں اس کا جواب شارح نے آئندہ قول سے دیا وما قیل انہ لا یقع لنزول الآیات فی الموطوءۃ

ف طلاق متعلقہ بعد نکاح فاسد میں حاجت محلل کی نہیں ۱۲

Marfat.com

باطل محض منشاہ الغفلۃ عما تقرر ان العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب اور یہ جو بعضوں نے کہا ہے کہ انت طالق ثلثا سے تین طلاق نہیں واقع ہوتیں اور غیر مدخولہ میں محلل شرط نہیں بسبب نازل ہونے آیت کے حق مدخولہ میں سو محض قول باطل ہے قابل تاویل کے نہیں منشا اس قول باطل کا غفلت ہے اس قاعدہ سے جو مقرر ہو چکا ہے کہ استدلال اور حدیث میں اعتبار ہے عموم لفظ نص کا نہ خصوص سبب کا یعنی ہر چند آیت موصوفہ مدخولہ کے حق میں نازل ہوئی لیکن لفظ آیت کا عام ہے مدخولہ اور غیر مدخولہ دونوں کو شامل ہے وحمل فی غرر الاذکار علی کونہا متفرقۃ فلا یقع الا الاولی فقط اور محمول کیا ہے حسن بصری کے قول کو غرر الاذکار میں متفرق تین طلاق ہونے پر یعنی اگر جدا جدا تین بار طلاق کہے گا تو نہ واقع ہوگی اس صورت میں مگر پہلی طلاق فقط اور اگر بالاجماع یک بارگی تین طلاق کہے گا تو تینوں واقع ہونگی سو اگر یہ قول واقع میں صحیح ہے تو حسن بصری اور جمہور میں کچھ اختلاف نہیں لیکن ظاہر کتب کے مخالف ہے واللہ اعلم **وان فرق** بوصف او خبر او جمل بعطف او غیرہ **بانت بالاولی** لا الی عدۃ اور اگر تین طلاق کو جدا جدا کہے گا بذکر وصف یعنی یوں کہے گا کہ انت طالق واحدۃ و واحدۃ و واحدۃ یا بذکر خبر تفریق کے چنانچہ یوں کہا کہ انت طالق و طالق و طالق یا بذکر چند اقوال تفریق کی خواہ بعطف چنانچہ یوں کہا کہ انت طالقٌ وانت طالقٌ وانت طالقٌ یا بدون عطف کے چنانچہ یوں کہے گا کہ انت طالقٌ انت طالقٌ انت طالقٌ تو ان تینوں صورتوں میں پہلی لفظ سے طلاق بائن غیر مدخولہ پر پڑ جائے گی بدون علت کے اس واسطے کہ طلاق غیر مدخولہ میں عدت نہیں چنانچہ کلام مجید میں مصرح ہے **ولذا لم تقع الثانیۃ** بخلاف الموطوءۃ حیث تقع الکل اور چونکہ غیر مدخولہ پر اول لفظ سے طلاق بائن بلا علت پڑ جاتی ہے اسی واسطے اس پر طلاق ثانی نہیں پڑتی تو ثالث بطریق اولی نہ واقع ہوگی بخلاف مدخولہ کے اس پر دوسری اور تیسری طلاق سب واقع ہو جاتی ہیں کل امثلہ سابقہ میں وعم التفریق قولہ **وکذا انت طالق ثلثا متفرقات** او ثنتین مع طلاقی ایاک فطلقہا واحدۃ وقع واحدۃ اور شامل ہے تفریق طلاق مصنف کی اس قول کو اور اسی طرح ہے یوں کہنا کہ تو طالق ہے تین بار جدا جدا یا یوں کہنا کہ تو طالق ہے دو بار ساتھ طلاق دینے میری کے تجھ کو پھر طلاق دی عورت کو ایک بار تو واقع ہوگی دونوں صورتوں میں ایک طلاق اس واسطے کہ لفظ مع کا مثال ثانی میں بمعنی شرط کے ہے اور شرط مقدم ہوتی ہے مشروط پر اور شرط ایک طلاق تھی جب ایک طلاق واقع ہوگی تو مشروط کے واسطے یعنی دو طلاق کے واسطے محل باقی نہ رہا اور طحطاوی نے کہا کہ مع یہاں بمعنی بعد کے ہے جیسے ان مع العسر یسرا میں ہے تو غیر مدخولہ میں بعد ایک طلاق پڑنے کے دو طلاق کا محل باقی نہ رہا بسبب نہ ہونے عدت کے کما لو قال نصفا و واحدۃ علی الصحیح جوہرہ چنانچہ اگر کہا کہ تو طالق ہے آدھی طلاق اور ایک طلاق تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی بنا بر قول صحیح کے کذا فی الجوہرہ اس واسطے کہ نصفاً و واحدۃ بولنا مستعمل نہیں بلکہ واحدۃً و نصفاً بولنا مستعمل ہے پھر جب مخالف استعمال ہوا تو کلام واحد نہ ٹھہرا متفرق ہوا ولو قال واحدۃ و نصفا فثنتان اتفاقا لانہ جملۃ واحدۃ اور اگر کہا کہ تجھ کو ایک طلاق ہے اور آدھی تو دو طلاقیں واقع ہوں گی بالاتفاق اس واسطے کہ یہ ایک جملہ ہے موافق استعمال کے ولو قال واحدۃ وعشرین او ثلثین فثلث لما مر اور اگر کہا انت طالق واحدۃ وعشرین یا یوں کہا کہ واحدۃ وثلثین تو تین بار طلاق واقع ہونگی بدلیل گذشتہ یعنی یہ ایک جملہ ہے طلاق متفرق نہیں **والطلاق یقع** بعدد قرن بہ لا بہ نفسہ عند ذکر العدد اور طلاق واقع ہوتی ہے عدد سے جو طلاق کے متصل ہے نہ کہ خود لفظ طلاق سے نزدیک ذکر عدد کے یہاں مراد عدد سے وہ ہے جو واحد کو بھی شامل ہو وعند عدم الوقوع بالصیغۃ اور نزدیک عدم ذکر عدد کے وقوع طلاق ہوگا صیغہ طلاق سے خلاصہ یہ ہے کہ جب طلاق کے ساتھ عدد مذکور ہوا چنانچہ انت طالق واحدۃ او ثنتین وثلثا تو وقوع طلاق متعلق ہوگا عدد سے نہ صیغہ طلاق سے اور اگر عدد مذکور نہیں چنانچہ انت طالق تو یہاں وقوع طلاق فقط صیغہ طلاق سے متعلق ہوگا **فلو ماتت** یعم الموطوءۃ وغیرہا **بعد الایقاع قبل تمام العدۃ** لغا لما تقرر تو اگر زوجہ مر گئی خواہ مدخولہ ہو خواہ غیر مدخولہ بعد ایقاع طلاق کے قبل تمام ہونے عدت کے تو طلاق لغو ہوگی یعنی نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ ابھی ثابت ہو چکا کہ وقوع طلاق عدد سے ہوتا ہے نہ صیغہ طلاق

Marfat.com

سے اور جب کہ زوج نے عدد ذکر کیا تب زوجہ بسبب موت کے محل باقی نہ رہی پھر جب طلاق نہ واقع ہوئی تو مہر پورا ثابت رہا اور زوج اپنی زوجہ کا وارث ہوگا شارح نے لفظ تمام کا زیادہ کر کے اشارہ کیا کہ اگر اثناء تلفظ عدد کے بھی عورت نہ مرے گی تو طلاق نہ واقع ہوگی **ولو مات الزوج او اخذ احد فرقبل ذکر العدد وقع واحدة** عملًا بالصیغة لان الوقوع بلفظہ لا بقصدہ اور اگر مر گیا زوج یا کسی نے اس کا منہ بند کر لیا قبل ذکر عدد کے تو ایک طلاق واقع ہوگی بنا بر عمل صیغہ طلاق کے اس واسطے کہ جب عدد مذکور نہ ہو سکا تو انت طالق باقی رہ گیا اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ در صورت عدم ذکر عدد تعلق طلاق کا صیغہ سے ہوتا ہے اور یہ نہیں کہ عدد منوی سے وقوع طلاق کو متعلق کیجیے اس واسطے کہ وقوع طلاق کا لفظ عدد سے ہوتا ہے نہ اس کے قصد کرنے سے بدون تلفظ کے **ولو قال لغیر الموطوءة انت طالق واحدة وواحدة لعطف او قبل واحدة او بعدها واحدة یقع واحدة** بائنة ولا تلحقها الثانیة لعدم العدة اور اگر کہا زوجہ غیر مدخولہ سے کہ تو طالق ہے ایک بار اور ایک بار یعنی بواو عاطفہ بولا یا یوں کہا کہ تو طالق ہے ایک بار قبل ایک بار کے یا یوں کہا کہ تجھ کو ایک طلاق ہے جس کے بعد ایک اور طلاق ہے تو ان تینوں صورتوں میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور دوسری طلاق اس کو نہ لاحق ہوگی بہ سبب نہ ہونے عدت غیر مدخولہ کے **وفی انت طالق واحدة بعد واحدة او قبلها واحدة او مع واحدة معها واحدة تنتان** الاصل انہ متی وقع بالاول لغا الثانی او بالثانی اقترنا لان الایقاع فی الماضی ایقاع فی الحال اور اس کلام میں کہ تو طالق ہے ایک بار بعد ایک بار کے یا یوں کہا کہ تو طالق ہے ایک بار جس سے قبل ایک طلاق ہے یا تو طالق ہے ایک بار ساتھ ایک طلاق کے یا تجھ کو ایک طلاق جس کے ساتھ ایک اور طلاق ہے دو بار طلاق واقع ہوگی ان مثالوں میں اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب طلاق واقع ہوئی اول لفظ سے تو دوسرا لفظ لغو ہوگا چنانچہ انت طالق واحدة او قبل واحدة او بعدها واحدة میں طلاق واقع ہوئی ثانی لفظ سے چنانچہ دو طلاق پڑنے کی مثالوں میں تو اول اور ثانی دونوں متصل ہو جاویں گی اس واسطے کہ ایقاع فی الماضی ایقاع فی الحال ہے یعنی زمان ماضی میں طلاق واقع کرنا متصور نہیں تو فی الحال واقع ہوگی تو گویا دو طلاق دفعۃً واقع ہوئیں یہ تعلیل جاری ہے قبلیت اور بعدیت میں اور معیت میں تو صاف اقتران علت ہے **ویقع بانت طالق واحدة وواحدة ان دخلت الدار ثنتان لو دخلت** لتعلقها بالشرط دفعة اور واقع ہوتی ہیں اس قول سے کہ تجھ کو ایک طلاق اور ایک طلاق ہے اگر تو گھر میں داخل ہوئی دو طلاقیں بسبب تعلق ہونے دو طلاقوں کے شرط سے یک بارگی اور معلق نزدیک وجود شرط کے مثل منجز کے ہے **ویقع واحدة ان قدم الشرط** لان المعلق کالمنجز اور واقع ہوگی ایک طلاق اگر شرط مقدم ہو مشروط پر یعنی اگر یوں ہو کہ ان دخلت الدار فانت طالق واحدة وواحدة تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور ثانی لغو ہوگی اس واسطے کہ معلق نزدیک وجود شرط کے مانند منجز کے ہے **ویقع فی الموطوءة ثنتان فی کلها** لوجود العدة اور واقع ہوں گی زوجہ مدخولہ کے حق میں دو طلاقیں سب اگلی مثالوں میں بسبب موجود ہونے عدت کے یعنی ایک طلاق حالت بقاء نکاح میں ہوگی اور دوسری عدت میں بخلاف غیر مدخولہ کے کہ اس کی طلاق میں عدت نہیں تو طلاق ثانی کے وقوع کے واسطے محل باقی نہیں **ومن مسائل قبل وبعد ما قبل شعر وما یقول الفقیہ ایدہ اللہ: ولا زال عندہ الاحسان ∴ فی فتی علق الطلاق بشہر ∴ قبل ما بعد قبلہ رمضان ∴ ویئشد علی** ثمانیۃ اوجہ اور مسائل قبل و بعد سے وہ نظم ہے جو بعضوں نے منظوم کی ہے کہ کیا کہتا ہے فقیہ اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے اور ہمیشہ اس فقیہ مجیب کے نزدیک احسان اور کرم بنا رہے اس جوان کے مقدمہ میں کہ اس نے طلاق معلق کی اس مہینہ پر جس کے مابعد قبل کے قبل رمضان ہے جواب اس سوال کا یہ ہے کہ وہ مہینہ شوال کا ہے اور مصرح آخر آٹھ طرح پر پڑھا گیا ہے پہلی وجہ سے کہ قبل ما قبل قبلہ رمضان دوسری وجہ یہ کہ قبل مابعد قبلہ رمضان تیسری یہ کہ قبل ما قبل بعدہ رمضان چوتھی یہ کہ بعد ما قبل قبلہ رمضان پانچویں یہ کہ بعد مابعد بعدہ رمضان چھٹی یہ کہ بعد ما قبل بعدہ رمضان ساتویں یہ کہ بعد مابعد قبلہ رمضان آٹھویں یہ کہ قبل مابعد بعدہ رمضان **فیقع بمحض قبل فی ذی الحجۃ** تو طلاق واقع ہوگی صرف قبل کی تین لفظوں سے ذی الحجہ کی مہینے میں چنانچہ

Marfat.com

پہلی وجہ میں یہ ہے اس واسطے کہ پہلی ذی الحجہ کی ذیقعد ہے اور اس کے قبل شوال ہے اور اس کے قبل رمضان ہے تو رمضان قبل قبل القبل ٹھہرا وبمحض بعدٍ فی جمادی الاخری اور واقع ہوگی طلاق صرف بعد کی تین لفظوں سے جمادی الاخری میں چنانچہ پانچویں وجہ میں ہے اس واسطے کہ بعد جمادی الاخری کے رجب ہے اور بعد رجب کے شعبان ہے اور بعد شعبان کے رمضان ہے تو رمضان بعد بعد البعد ٹھہرا وبقبل اولا او وسطاً او آخراً فی شوال وبعد کذلک فی شعبان لالغاء الطرفین فیبقی قبلہ وبعدہ رمضان اور واقع ہوگی طلاق لفظ قبل سے خواہ اول ہو یا درمیان یا آخر شوال میں اور لفظ بعد سے اسی طرح یعنی بعد اول پڑے یا درمیان یا آخر طلاق واقع ہوگی شعبان میں واسطے لغو ہو جانے دو طرفوں متقابل کے یعنی قبل اور بعد کے سو اگر دو قبل ہوں گے اور ایک بعد تو لغو ہو جائے گا ایک قبل اور بعد اور باقی رہے گا وہ مہینہ جس کے قبل رمضان ہے یعنی شوال اور اگر دو بعد ہوں گے اور ایک قبل تو لغو ہو جائے گا ایک قبل اور بعد اور باقی رہے گا وہ مہینہ جس کے بعد رمضان ہے یعنی شعبان اسی طرح شرح کی ہے محشیوں نے یعنی حلبی اور شیخ رحمتی اور طحطاوی نے اور اسی طرح انھوں نے کہا ہے کہ شارح کی عبارت منقلب ہو گئی ہے شوال کے مقام پر شعبان چاہیے اس واسطے کہ قبلیت بمقابلہ بعدیت کے ساقط ہو گئی تو باقی رہا بعدہ رمضان اور رمضان بعد ہے شعبان کے اور جہاں شارح نے شعبان کہا وہاں شوال چاہیے بموجب تقریر گذشتہ کے شارح نے اس مقام میں اتباع کیا ہے صاحب بحر الرائق کا اور صاحب نہر الفائق نے اس کے خلاف تحقیق کی ہے یہ مختصر لائق اس سب بیان کے نہیں اور قاعدہ سہل اختلاط قبل اور بعد کے جواب دریافت کرنے کا یہ ہے کہ جہاں دو قبل ہوں بعد کے ساتھ کسی طرح وہاں شوال جواب ہے اور جہاں دو بعد ہوں قبل کے ساتھ کسی طرح وہاں شعبان جواب ہے چنانچہ بعضے علماء نے اس قاعدہ کو سوال منظوم مذکور کے جواب میں یوں نظم کیا ہے اشعار محض قبل حجۃٌ محض بعدٍ ؛ فالجمادی الاخیر ذا اعلان ؛ مع قبلین کیف ما کان بعدٌ ؛ فہو شوال عکس شعبان ؛ ہکذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال امرأتی طالق ولہ امرأتان او ثلث تطلق واحدۃ منہن ولہ خیار التعیین اتفاقا اور اگر زوج نے کہ میری عورت کو طلاق ہے اور اس کی دو عورتیں ہیں یا تین تو مطلقہ ہوگی ایک عورت ان میں سے اور زوج کو باتفاق فقہا اختیار ہے کہ جس کو چاہے اس کو مطلقہ ٹھہراوے اس مقام میں سوال وارد ہوتا ہے کہ شارحؒ نے اس مسئلہ میں اتفاق نقل کیا ہے اور علامہ زیلعی نے ذکر کیا ہے کہ خیار تعیین بھی صحیح ہے اور صحیح کہنا مشعر ہے اس میں کہ علماء کا خلاف ہے اس کا جواب شارح نے اگلے قول میں دیا واما تصحیح الزیلعی فانما ہو فی غیر الصحیح کامرأتی حرامٌ کما حررہ المصنف وسیجیئ فی الایلاء اور تصحیح زیلعی کی تو فقط طلاق غیر صحیح میں ہے چنانچہ یوں کہنا کہ میری عورت حرام ہے اور نقل اتفاق کی طلاق صریح میں ہے چنانچہ اس کو مصنف نے تحریر کیا ہے اور عنقریب باب الایلا میں آوے گا قال لنسائہ الاربع بینکن تطلیقۃ طلقت کل واحدۃ تطلیقۃ کہا اپنی چار عورتوں سے کہ تمھارے درمیان میں ایک طلاق ہے تو ہر ایک عورت پر ایک طلاق پڑ جائے گی اس واسطے کہ حصہ ہر ایک کا چوتھائی طلاق ہوا اور چونکہ طلاق تقسیم پذیر نہیں اس واسطے ہر ایک کو ایک طلاق ہوگی وکذا لو قال بینکن تطلیقتان او ثلث او اربع الا ان ینوی قسمۃ کل واحدۃ بینہن فتطلق کل واحدۃ ثلثا اور اسی طرح چار عورتوں میں ہر ایک پر ایک طلاق واقع ہوگی اگر کہا اس نے کہ درمیان تمھارے دو طلاق ہیں تو ہر ایک کا حصہ آدھا ہوا یا تین طلاق ہیں تو ہر ایک کا حصہ پون ہوا یا چار طلاق ہیں تو ہر ایک کا پورا ایک ہوا لیکن اگر ہر طلاق کی قسمت درمیان عورتوں کے مراد رکھے یعنی تین طلاق یا چار طلاق میں ہر ایک فرد طلاق سے ہر ایک عورت کو حصہ دیا تو ہر عورت پر اس نیت سے تین طلاق واقع ہوں گی اور چوتھی طلاق لغو ہو جائے گی اور اگر چار عورتوں سے کہا کہ تم کو دو طلاق ہیں اور قسمت ہر فرد طلاق کا ارادہ کیا تو ہر ایک کو دو طلاق ہوں گی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الطحطاوی ولو قال بینکن خمس تطلیقات یقع علی کل واحدۃ طلاقان ہکذا الی ثمان تطلیقات اور اگر کہا چار عورتوں سے کہ تمہارے درمیان پانچ طلاق ہیں تو واقع ہوں گی ہر ایک پر دو طلاق اس واسطے کہ چار طلاق چاروں پر منقسم ہوئیں اور پانچویں طلاق سے چوتھائی ہر ایک کو پہنچا اس بعض کو کل قرار دیا تو ہر ایک کو

Marfat.com

دو پہنچا اسی طرح ہر ایک کر دو دو میں گی آٹھ طلاق تک فان زاد علیہا طلقت کلوا حد ثلثا سو اگر زیادہ ہوں گی طلاق آٹھ سے تو ہر ایک کو تین تین طلاق ہوں گی گیارہ تک بعض کو کل کریں گے اور بارہ تک تین تین پوری ہوں گی اور بارہ سے زیادہ میں زائد لغو ہو جاویں گی ومثلہ قولہ اشرکتکن فی تطلیقۃ الخانیۃ اور مثل یہ کہ تم کو شریک کیا میں نے ایک طلاق میں کذا فی الخانیۃ وفیہا قال لامرأتین لم یدخل بواحدۃ منہما امراتی طالق ثم قال اردت واحدۃ منہما لا یصدق ولو مدخولتین فلہ ایقاع الطلاق علی احدیہما لصحۃ تفریق الطلاق علی المدخولۃ دون علی غیرہا اور خانیہ میں ہے کہا زوج نے اپنی دو عورتوں سے جو مدخولہ نہیں ہیں کہ میری عورت طالق ہے پھر زوج نے کہا کہ میں نے اس طلاق مکرر سے ان دو میں سے ایک عورت کے طلاق کا ارادہ کیا نہ دونوں عورتوں کا تو اس کی تصدیق نہ ہوگی اور اگر دونوں عورتیں مدخولہ ہیں تو زوج کو ان میں سے ایک پر طلاق واقع کرنا جائز ہے بسبب صحت تفریق طلاق کے مدخولہ پر نہ غیر مدخولہ پر یعنی مدخولہ کی تو عدت ہوتی ہے یعنی تو دوسری طلاق واقع ہونے کی اس میں گنجائش ہے بخلاف غیر مدخولہ کے کہ اس کی عدت نہیں تو دوسری طلاق کا وہاں محل نہیں اس واسطے زوج کی تصدیق نہ ہوگی قاضی کے نزدیک قال امراتی طالق ولم یسم ولہ امرأۃ معروفۃ طلقت امرأتہ استحسانا کہا زوج نے کہ میری عورت طالق ہے اور عورت کا نام نہ لیا اور اس کی ایک عورت مشہور ہے تو اس کی وہی عورت مطلقہ ہوگی باعتبار استحسان کے اور قیاس یہ ہے کہ بدون نام یا خطاب کے طلاق نہ ہو طحطاوی نے کہا جب کہ زوج مدعی دوسری عورت کا نہ ہوا اور ایک ہی اس کی عورت مشہور ہو تو قیاس مقتضی ہے اس کی طلاق کا فان قال لی امرأۃ اخری وایاہا عنیت لا یقبل قولہ الا بلبینۃ ولو کان لہ امرأتان کلتاہما معروفۃ لہ صرفہ الی ایتہما شاء خانیۃ ولم یحک خلافا سو جب کہ زوج کی سوائے ایک عورت کے مشہور نہیں اور اس نے کہا کہ میری عورت کو طلاق ہے پھر اگر زوج کہے گا کہ میری ایک عورت اور ہے اور اسی غیر مشہور عورت کی طلاق کا ارادہ میں نے کیا تو اس کا یہ قول نہ مقبول ہوگا بدون گواہوں کے اور اگر زوج کی دو عورتیں ہیں اور دونوں مشہور ہیں تو اس کو اختیار ہے کہ طلاق جس کی طرف چاہے پھیرے کذا فی الخانیہ اور خانیہ کے مصنف نے اس مسئلہ میں خلاف فقہا کا نہیں منقول کیا فروع مسائل ملحقہ شارح کے کر لفظ الطلاق وقع الکل فان نوی التاکید دین مکرر کہا لفظ طلاق کو یعنی یوں کہا کہ انت طالق انت طالق تو ہر ایک طلاق علیحدہ علیحدہ واقع ہوگی پھر اگر کہے گا کہ میں نے طلاق ثانی سے طلاق اول کی تاکید کی نیت کی تو باعتبار دیانت کے اس کی تصدیق ہوگی نہ باعتبار قضا کے کذا فی العالمگیری کان اسمہا طالق اور حرۃ فنادا ہا ان نوی الطلاق والعتاق وقعا والا لا مقا نام زوجہ کا طالق اور لونڈی کا حرہ پھر اس نے زوجہ کو طالق کہا اور لونڈی کو حرہ کہکر پکارا اگر نیت طلاق یا عتاق کی کی تو طلاق یا عتاق واقع ہوں گے اور اگر نیت نہیں کی نہ اعتاق واقع ہوگا نہ طلاق قال لامرأۃ ہذہ الکلبۃ طالق طلقت او لعبدہ ہذا الحمار حر عتق کہا اپنی زوجہ سے کہ یہ کتیا مطلقہ ہو جائے گی یا کہا اپنے غلام سے کہ یہ گدھا آزاد ہے تو وہ آزاد ہو جائے گا اس واسطے کہ پہلی صورت میں گالی کا ارادہ کیا اور طلاق کا اور دوسری میں گالی کا قصد کیا اور آزادی کا قال انت طالق او انت حر وعنی بہ الاخبار کذب او وقع قضاء الا اذا اشہد علی ذلک کہا زوجہ سے کہ تو طالق ہے یا کہا غلام سے کہ تو حر ہے اور ارادہ ہر دو احد سے جھوٹ خبر دینے کا کیا تو طلاق اور عتاق باعتبار حکم قاضی کے واقع ہوں گی مگر جب کہ گواہ کر رکھے جھوٹ خبر دینے پر تو باعتبار دیانت کے بھی اس کی تصدیق ہوگی اور باعتبار قضا کے بھی وکذا المظلوم اذا اشہد عند استحلاف الظالم بالطلاق الثلث انہ یحلف کاذبا صدق قضاء ودیانۃ شرح وہبانیہ اور اسی طرح مظلوم جب کہ گواہ کر رکھے نزدیک قسم لینے ظالم کے تین طلاق کی اس بات پر کہ مظلوم جھوٹی قسم کھائے گا تو اس وقت مظلوم کی قضا اور دیانت دونوں میں تصدیق ہوگی کذا فی شرح الوہبانیہ اور اگر گواہ نہ کر رکھے گا جھوٹی قسم کھانے پر تو قضا میں اس کی تصدیق نہ ہوگی اس کی زوجہ پر طلاق کا حکم ہو جائے گا علماء میں اختلاف ہے کہ قسم میں قسم کھانے والے

Marfat.com

کی نیت کا اعتبار ہے یا قسم لینے والے کی فتوی اس پر ہے کہ اگر قسم کھانے والا مظلوم ہے تو اس کی نیت کا اعتبار ہے اور نہیں تو قسم لینے والے کی نیت معتبر ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن الاشباہ وفی النہر قال فلانۃ طالق واسمہا کذلک وقال عنیت غیرہا دین ولو غیرہ صدق قضاء اور نہر الفائق میں ہے کہ کہا فلانی یعنی زینب طالق ہے اور واقع میں اس عورت کا نام بھی زینب تھا اور کہا زوج نے کہ میں نے اپنی زوجہ کے سوا اور عورت جس کا نام بھی زینب ہے ارادہ کیا تو اس کی دیانت میں تصدیق ہوگی نہ قضا میں اور اگر اس کی زوجہ کا نام غیر زینب ہے تو قضا میں بھی اس کی تصدیق ہوگی وعلی ہذا لو حلف لدائنہ بطلاق امرأۃ فلانۃ واسمہا غیر لم تطلق اور اسی طرح پر اگر قسم کھائی اپنے قرض خواہ سے اپنی زوجہ زینب کی طلاق سے اگر فلاں دن قرض نہ ادا کرے اور حالانکہ اس کی زوجہ کا نام زینب نہیں بلکہ حلیمہ ہے مثلاً تو اس کی زوجہ پر طلاق نہ واقع ہوگی وقد کثر فی زماننا قول الرجل انت طالق علی اربعۃ مذاہب قال المصنف یعنی الجرم بوقوعہ قضاءً ودیانۃ اور البتہ بکثرت مستعمل ہے ہمارے زمانہ میں مرد کا یوں کہنا کہ تو طالق ہے چاروں مذہب پر یعنی باتفاق مذاہب اربعہ تجھ کو طلاق ہے کہا مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں کہ لائق ہے یقین کرنا وقوع اس طلاق کا قضا میں بھی اور دیانت میں بھی اور فتاوے رملی میں ہے کہ یہ طلاق رجعی ہے نہ بائن اس واسطے کہ مذاہب اربعہ کا اتفاق ہے کہ انت طالق سے طلاق رجعی ہوتی ہے نہ بائن کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال انت طالق فی قول الفقہاء او فلان القاضی او المفتی دین اور اگر کہا کہ تو طالق ہے فقہاء کے قول میں یا فلانے قاضی کے قول میں یا فلانے مفتی کے قول میں تو باعتبار دیانت کے اس کی تصدیق ہوگی یعنی طلاق نہ واقع ہوگی بدون نیت کے لیکن قضا میں تصدیق نہ ہوگی قال نساء الدنیا او نساء العالم طوالق لم تطلق امرأۃ بخلاف نساء المحلۃ او الدار او البیت کہا مرد نے کہ دنیا کی عورتیں یا جہان کی عورتیں مطلقہ ہیں تو اس کی عورت کو نہ طلاق ہوگی اس واسطے کہ یہ طلاق صریح نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن البحر لیکن اگر نیت کرے گا تو مطلقہ ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی بخلاف محلہ یا گھر یا کوٹھری کی عورتوں کے یعنی اگر یوں کہا کہ محلہ کی عورتیں یا گھر کی عورتیں یا کوٹھری کی عورتیں مطلقہ ہیں اور ان میں اس کی زوجہ بھی داخل ہے تو اس کی زوجہ پر طلاق واقع ہوگی وفی نساء القریۃ والبلدۃ خلاف الثانی اور گاؤں اور شہر کی عورتوں میں خلاف ہے ابو یوسف کا یعنی اگر یوں کہا کہ گاؤں کی عورتیں یا شہر کی عورتیں مطلقہ ہیں تو ابو یوسف کے نزدیک اس کی زوجہ پر طلاق نہ ہوگی وکذا العتق اور مثل طلاق کے بے حال عتق کا یعنی اگر کہا کہ دنیا کے غلام یا جہان کے غلام آزاد ہیں تو اس کا غلام نہ آزاد ہوگا اور اگر کہا کہ محلہ کے غلام یا گھر کے غلام یا کوٹھری کے غلام آزاد ہیں تو اس کا غلام آزاد ہوگا اور اگر کہا کہ گاؤں کے غلام یا شہر کے غلام آزاد ہیں تو اس کا غلام ابو یوسف کے نزدیک آزاد نہ ہوگا اور محمدؒ کے نزدیک آزاد ہوگا قالت لزوجہا طلقنی قال فعلت طلقت کہا عورت نے اپنے زوج سے کہ مجھ کو طلاق دے زوج نے کہا کہ میں نے کیا تو عورت مطلقہ ہوگی فان قالت زدنی فقال فعلت طلقت اخری پھر اگر زوجہ نے کہا کہ میری طلاق کو زیادہ کر سو زوج نے کہا کہ میں نے کیا تو دوسری طلاق اس پر واقع ہوگی ولو قالت طلقنی طلقنی فقال طلقت فواحدۃ ان لم ینو الثلث ولو عطفت بالواو فثلث اور اگر کہا زوجہ نے کہ مجھ کو طلاق دے مجھ کو طلاق دے سو کہا زوج نے کہ میں نے طلاق دی تو ایک طلاق واقع ہوگی اگر زوج نے نیت تین طلاق کی نہیں کی اور اگر زوجہ نے عطف واو سے کیا یعنی یوں کہا کہ طلقنی وطلقنی وطلقنی تو تین بار طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ واو موضوع ہے واسطے جمع کے ولو قالت طلقت نفسی فاجاز طلقت اعتباراً بالانشاء کذا ابنت نفسی او انوی ولو ثلث بخلاف الاول اور اگر کہا زوجہ نے کہ میں نے اپنی ذات کو طلاق دی پھر زوج نے اس کو جائز رکھا تو اس پر طلاق پڑ گئی باعتبار انشاء طلاق کے یعنی اجازت طلاق قائم مقام انشاء طلاق کے ہو گئی گویا زوج نے خود کہا کہ طلقت اسی طرح ہے ابنت نفسی یعنی زوجہ نے کہا کہ میں نے اپنی ذات کو جدا کیا اور زوج نے اجازت دی تو اس پر طلاق پڑ جائے گی بشرطیکہ زوج نے نیت طلاق کی کی ہو اگرچہ تین طلاق کی نیت کی ہو اس واسطے کہ ابانت طلاق کنایہ ہے اور کنایہ بدون نیت کے معتبر نہیں بخلاف صورت اول

Marfat.com

کے یعنی طلقت محتاج نیت کا نہیں اور تعین طلاق کی نیت کرنا اس میں صحیح نہیں وفی اخترت لایقع لانہ لم یوضع الا جواباً اور لفظ اخترت میں طلاق نہیں واقع ہوتی یعنی اگر زوجہ نے کہا کہ میں نے اپنی ذات کو اختیار کیا اور زوج نے کہا کہ میں نے اجازت دی تو طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ لفظ اخترت کا موضوع نہیں مگر واسطے جواب کے یعنی کہ اگر زوج کہے کہ مثلاً اختار[1] ی نفسک زوجہ اس کے جواب میں کہے کہ اخترت اور لفظ جواب کا بجائے انشاء طلاق کے نہیں ہوسکتا وفی البزازیۃ قال من اصحابہ من کانت امرأتہ علیہ حراما فلیفعل لہذا الامر ففعلہ واحد منہم فہو اقرار منہ بحرمتہا وقیل لا انتہی اور بزازیہ میں ہے کہا ایک مرد نے اپنے ساتھیوں سے کہ جس شخص کی زوجہ اس پر حرام ہو وہ یہ کام کرے یعنی پانی پیے یا اپنے مقام سے اٹھ کھڑا ہو پھر ایک شخص نے یہی کام کیا تو یہ کام کرنا اس کی جانب سے اقرار ہے اس کی زوجہ کی حرمت کا اور بعضوں نے کہا کہ یہ فعل اقرار حرمت کا نہیں اس واسطے کہ طلاق قولی چیز ہے نہ فعلی انتہی قول البزازیہ وسئل ابو اللیث عمن قال لجماعۃ کل من لہ امرأۃ مطلقۃ فلیصفق بیدہ فصفقوا فقال طلقتن وقیل لیس ہو باقرار اور سوال ہوا ابو لیس فقیہ سے اس شخص کے کلام کا کہ اس نے ایک جماعت سے کہا کہ جس کی عورت مطلقہ ہو وہ اپنے ہاتھ سے تالی بجاوے پھر سب جماعت نے تالی بجائی تو جواب دیا ابو اللیث نے کہ سب کی عورتیں مطلقہ ہوگئیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ یہ فعل اقرار طلاق کا نہیں روایت بزازیہ میں فاعل ایک ہے اور اس میں جماعت شارح نے مزید تاکید کا یہاں ارادہ کیا جماعۃ یتحدثون فی مجلس فقال رجل منہم من تکلم بعد ہذا فامرأتہ طالق ثم تکلم احالف طلقت امرأتہ لان کلمۃ من للتعمیم والحالف لا یخرج نفسہ عن الیمین فیحنث چند لوگ ہیں کہ باتیں کر رہے ہیں ایک مجلس میں سو ایک مرد نے ان میں سے کہا کہ جو بولے گا بعد اس کے تو اس کی جورو کو طلاق ہے پھر بولا قسم والا تو اس کی جورو پر طلاق پڑ جائے گی اس واسطے کہ کلمہ من کا جس کا ترجمہ جو ہے عام ہے متکلم اور غیر متکلم دونوں کو شامل ہے اور حالانکہ قسم والا نہیں نکالتا اپنی ذات کو قسم سے تو حانث ہوگا یعنی طلاق واقع ہوگی لیکن اگر جماعت سے متکلم کے سوا کوئی اور بولا تو اس کا حکم یہاں مذکور نہیں ظاہرا اس کے تکلم سے طلاق نہ ہوگی اس واسطے کہ تعلیق اور قسم متکلم کی غیر پر جاری نہیں واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ؛

باب الکنایات

یہ باب ہے کنایات طلاق میں جب بیان احکام طلاق صریح سے کہ حقیقت میں وہی اصل ہے فراغت ہوئی تو وقت بیان احکام کنایات کا آیا کنایۃ عند الفقہاء مالم یوضع لہ امی للطلاق واحتملہ وغیرہ کنایہ طلاق فقہاء کے نزدیک اس مقام میں وہ لفظ ہے جو طلاق کے واسطے موضوع نہ ہو اور احتمال رکھے طلاق کا اور غیر طلاق کا مثلاً لفظ بتہ کا واضع نے طلاق کے واسطے موضوع نہیں کیا لیکن طلاق اور غیر طلاق کا محتمل ہے اس واسطے کہ بتہ بمعنی قطع کے ہے تو اگر پیوند نکاح کا کاٹنا مراد لیجیے تو بمعنی طلاق ہے اور اگر قطع الفت اور قطع آدمیت کا ارادہ کیجیے تو طلاق کا محتمل نہیں مصنف نے کنایہ کی تعریف بصیغہ عام کی تو معلوم ہوا کہ کنایات منحصر نہیں شرح ملتقی میں کہا ہے کہ الفاظ کنایات پچپن سے زیادہ ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی فالکنایات لا تطلق بہا قضاء الا بنیۃ او دلالۃ الحال وہی حالۃ مذاکرۃ الطلاق او الغضب سو کنایات سے طلاق نہیں واقع ہوتی باعتبار قضا کے مگر نیت طلاق سے یا دلالت حال سے دلالت حال یہ کہ اس وقت گفتگو ہو طلاق کی یا رنج یا غصہ ہو ہم شارح نے قضا کی قید اس واسطے لگائی کہ وقوع طلاق باعتبار دیانت کے محض نیت پر موقوف ہے اس میں دلالت حال کا کچھ اعتبار نہیں اور کنایات سے وقوع طلاق میں نیت یا دلالت حال اس واسطے شرط ہوئی کہ الفاظ کنایہ کے طلاق اور غیر طلاق دونوں کے محتمل ہیں تو احتیاج پڑی طرف مرجح کے کہ وہ غیر طلاق کے احتمال کو قطع کردے اور یہاں ایسا مرجح سوائے نیت یا دلالت حال کے کوئی نہیں مذاکرہ طلاق اس طرح پر کہ زوجہ نے زوج سے کہا کہ مجھ کو طلاق دے اور زوج نے کہا اعتدی تو حالت مذاکرہ دلالت کرتی ہے کہ اس لفظ سے زوج نے طلاق کا ارادہ کیا فالحالات ثلث رضا و غضب ومذاکرۃ والکنایات ثلث ما یحتمل الرد او یصلح للسب اول وں سو حالات تین ہیں

[1] یعنی اپنے نفس کو اختیار کر ۱۲ ؛

Marfat.com

ایک رضامندی کی حالت دوسری رنج وخفگی کی حالت تیسری مذاکرہ طلاق کی حالت اور الفاظ کنایات کے بھی تین احتمال سے خالی نہیں بعضے ان میں محتمل ہیں ترو کو یعنی عورت کے سوال طلاق کا روان میں سے نکلتا ہے اور جواب طلاق کے بھی محتمل ہیں یا بعضے ان میں صلاحیت سب اور دشنام کی رکھتے ہیں اور محتمل ہیں جواب طلاق کے بھی یا بعضے وہ ہیں کہ نہ رد سوال کے محتمل ہیں نہ لیاقت سب اور دشنام کی رکھتے ہیں لیکن جواب طلاق کا البتہ احتمال رکھتے ہیں **فنحو اخرجی واذہبی وقومی** تقنعی تخمری استتری انتقلی انطلقی اغربی من الغربۃ او العزوبۃ یحتمل ردا سو مانندا خرجی اور اذہبی اور قومی کے تقنعی تخمری استتری انتقلی انطلقی اغربی احتمال رکھتے ہیں یہ الفاظ رد سوال طلاق کا اور جواب کے بھی محتمل ہیں اور سب دشتم کی صلاحیت نہیں رکھتے سو اخرجی بمعنی نکل یعنی اس مکان سے نکل تاکہ تیرے شر سے نجات ہو تو یہ رد ہوا طلاق کے سوال کا یا یہ مطلب کہ نکل میرے گھر سے اس واسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہ جواب ہے طلاق کے سوال کا اور اذہبی بمعنی جا یا اپنے کام کو جا یہ رد ہے سوال کا یا یہ مطلب کہ اپنے ماں باپ کے گھر جا اس واسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہ جواب ہے سوال کا اور قومی بمعنی اٹھ یعنی اپنے ضروری کام کے واسطے اٹھ یہ رد ہے سوال کا یا اٹھ میرے پاس سے اس واسطے کہ تجھ کو طلاق ہوئی یہ جواب ہے سوال کا اور تقنعی یا مشتق قناع سے ہے یا قناعت سے قناع بمعنی خمار ہے یعنی اپنا منہ کپڑے سے چھپالے حیا کر ایسا کام نکر یا قناعت سے یعنی اس کلام سے قناعت کر باز رہ یہ رد ہے سوال کا یا استتار اور باز رہنے کلام کا اس واسطے امر کیا کہ طلاق واقع ہوئی یہ جواب ہے سوال کا اور تخمری یعنی اپنے سر پر خمار ڈال خمار وہ کپڑا جس سے سر چھپاتے ہیں اس لفظ میں بھی مانند تقنعی کے دو احتمال ظاہر ہیں اور استتری بمعنی چھپ اور پردہ کر استتار کا حکم اس واسطے کیا کہ شرعاً محمود ہے تو رد ہوا سوال کا یا اس واسطے کہ مجھ کو تیرا دیکھنا جائز نہ رہا بسبب طلاق کے یہ جواب ہے سوال کا اور انتقلی اور انطلقی بمعنی چل جا مانند اذہبی کے دو احتمال ہیں اور اغربی بغین معجمہ اور رائے مہملہ مشتق ہے غربت سے یعنی دور ہو یا اعربی بعین مہملہ وزاء معجمہ مشتق ہے غزوبت سے بمعنی بعد دوری کے تو مطلب یہ ہے کہ دور ہو ایسا کلام نکر یہ رد ہے سوال کا یا دور ہو میرے پاس نہ بیٹھ اس واسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہ جواب ہے سوال کا **وبخو خلیۃ** برئیۃ حرام بائن ومرادفہا کبتۃ تبلۃ **تصلح سبا** اور مانند الفاظ خلیہ برئیہ حرام بائن اور ہم معنی ان الفاظ کے مثل بتہ اور تبلہ کے صلاحیت رکھتے ہیں سب اور دشنام کی مراد سب سے وہ کلام ہے جس سے آبروریزی اور بے حرمتی نکلے مخاطب کی ان الفاظ میں رد سوال کا احتمال نہیں لیکن جواب سوال طلاق کا احتمال البتہ موجود ہے خلیہ یعنی تو خالی ہے حسن یا خوبیوں سے یہ دشنام ہوئی یا خالی ہے نکاح سے یہ جواب ہے سوال کا اور برئیہ یعنی تو خوبیوں سے بری ہے یا نکاح سے بری اور حرام بمعنی منع یا ممنوع لفظ حرام کا مصدر ہے بمعنی صفت کے یا خود صفت ہے اور آگے مذکور ہوگا کہ ہمارے زمانہ میں بلفظ حرام طلاق بائن واقع ہوتی ہے بدون نیت کے بسبب عرف اہل زمانہ کے اور بائن بمعنی منفصل ہے یعنی تو خوبیوں سے منفصل اور منقطع ہے یہ دشنام ہے یا نکاح سے منفصل ہے یہ جواب سوال کا اور تبہ مشتق ہے بت سے بمعنی قطع کے اور تبلہ مشتق ہے تبل سے بمعنی انقطاع مثل الفاظ سابقہ کے ان دونوں لفظوں میں بھی احتمال سب اور جواب کا ظاہر اور باہر ہے **وبخو اعتدی واستبری رحمک انت واحدۃ انت حرۃ اختاری امرک بیدک سرعتک فارقتک لا یحتمل الرد والسب** اور مانند ان الفاظ کے نہیں احتمال رکھتے رد سوال کا اور نہ سب اور نہ دشنام کا اعتدی یعنی خمار کر اپنے حیضوں کو اس واسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہ احتمال ہے سوال کے جواب کا یا میرے نکاح کو خدا کی نعمت اپنے اوپر شمار کر استبری یعنی اپنے رحم کی صفائی حاصل کر لڑکے سے اس واسطے کہ تو مطلقہ ہوئی تو یہ جواب ہے سوال کا یا یہ مطلب کہ تو اپنے رحم کو صاف کر لے تاکہ میں تجھ کو طلاق دوں تو یہ وعدہ ہے طلاق کا ایسے کلام سے طلاق نہیں ہوتی انت واحدۃ یعنی تو طالق ہے بطلاق واحد یہ جواب ہے سوال کا یا یہ مطلب کہ تو میرے نزدیک اپنی برادری میں ایک ہی ہے خوبیوں میں یا برائیوں میں بے مثل ہے تو یہ مدح ہے یا مذمت انت حرۃ تو آزاد ہے حقیقۃ مملوکیت سے یا آزاد ہے مملوکیت نکاح سے اختاری یعنی اپنی ذات اختیار کر لے امرک بیدک یعنی تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے یہ دونوں الفاظ کنایہ ہیں تفویض طلاق سے تو عورت مطلقہ نہ ہوگی جب تک کہ وہ اپنی ذات کو

Marfat.com

طلاق نہ دے اور کنایات طلاق میں ان دونوں لفظوں کو اس واسطے داخل کیا کہ طلاق اور غیر طلاق کا بھی ان میں احتمال موجود ہے چنانچہ اختاری میں یہ احتمال ہے کہ اختاری نفسک بالفراق او فی عمل یعنی اختیار کر اپنی ذات کو بسبب فراق کے یا پسند کر لے اپنی ذات کو کسی کام کی مشغولی میں اور امرک بیدک میں یہ احتمال ہے کہ امرک بیدک فی الطلاق او فی تصرف آخر یعنی تیرے قابو میں ہے طلاق یا کوئی اور کام اور نہر الفائق میں حواشی سعدیہ سے منقول ہے کہ ان دونوں لفظوں کا ذکر کنایات طلاق میں مناسب نہیں اس واسطے کہ اس کی جہت سے بعضے مفتی خطاء عظیم میں واقع ہوگئے یہ گمان کر کے کہ ان لفظوں سے طلاق واقع ہو جاتی ہے بدون ایقاع زوجہ کے اور شارح نے بھی اس پر آگاہ کر دیا ہے کہ اختاری کنایات تفویض طلاق سے ہے نہ ایقاع طلاق سے کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی سرحتک مشتق ہے سراح بالفتح سے بمعنی ارسال کے یعنی میں نے تجھ کو کسی کام کے واسطے بھیجا یا اس واسطے بھیجا کہ تو مطلقہ ہے اور اسی طرح فارقتک یعنی کسی کام کے واسطے اس مکان میں چھوڑا یا طلاق دی اس واسطے چھوڑا **لم** ان الفاظ میں احتمال رد سوال اور دشنام کا نہیں بلکہ یہ مخصوص ہیں جواب کے واسطے چنانچہ صاحب بحر الرائق اور قہستانی نے اس کی تصریح کی ہے اور بعضے محشین نے کہا ہے کہ انت واحدۃ میں احتمال دشنام کا موجود ہے یعنی تو بد کاموں میں یکتا ہے چنانچہ منح الغفار میں اس کی تصریح ہے اور اعتدی میں بھی احتمال دشنام ہے یعنی شمار کر ان قبائح کو جو تجھ سے صادر ہوئے کذا فی حاشیۃ المدنی **ففی حالۃ الرضاء** ای غیر الغضب والمذاکرۃ **یتوقف الاقسام الثلثۃ** تاثیرا علی النیۃ للاحتمال تو حالت رضامندی میں یعنی سوائے حالت خفگی اور مذاکرہ طلاق میں تینوں قسم کے کنایات کی تاثیر نیت پر موقوف ہے بسبب احتمال کے یعنی اس حالت میں احتمال ہے کہ زوج نے ان الفاظ سے طلاق کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو اور قرینہ کوئی موجود نہیں تو بدون نیت کے ایقاع طلاق کی کوئی وجہ نہیں اگر کوئی کہے کہ جو الفاظ کہ جواب کے واسطے مخصوص ہیں تو لائق یوں ہے کہ رضامندی میں ان سے طلاق بدون نیت کے بھی واقع ہو جاوے اس کا جواب یہ ہے کہ مطلب نہیں کہ وہ الفاظ فقط جواب طلاق کے واسطے موضوع ہیں بلکہ وہ الفاظ مطلق کلام کے جواب کے لیے ہیں اور اگر عورت نے طلاق کا سوال کیا اور زوج نے جواب کا لفظ کہا تو حالت مذاکرہ طلاق کی ہوگی اس حالت میں وقوع طلاق نیت پر موقوف نہ رہے گا کذا فی حاشیۃ المدنی والقول لہ بیمینہ فی عدم النیۃ ویکفی تحلیفہا لہ فی منزلہ فان ابی رفعتہ للحاکم فان نکل فرق بینہما مجتبی اور قول زوج کا قسم کے ساتھ معتبر ہے عدم نیت میں اور کفایت کرتا ہے قسم لینا عورت کا زوج سے اس کے گھر میں سو اگر زوج نے قسم کھانے سے انکار کیا تو عورت نالش کرے اس کی حاکم سے سو اگر زوج وہاں بھی قسم نہ کھاوے تو قاضی دونوں میں جدائی کرا دے کذا فی المجتبیٰ لیکن قسم نہ کھانا غیر مجلس قاضی میں باعث تفریق نہیں **وفی الغضب** توقف الاولان ان نوے والا اور خفگی کی حالت میں دونوں قسمیں پہلی نیت پر موقوف رہیں گی یعنی جو قسم صلاحیت رد اور جواب کی رکھتی ہے اور جو کہ لیاقت شتم اور جواب کی رکھتی ہے اگر دو پہلی قسموں سے نیت طلاق کی کی تو طلاق واقع ہوگی اور اگر نیت نہ کی تو نہ واقع ہوگی لیکن جو الفاظ جواب کے واسطے متعین نہیں حالت غضب میں ان سے بلا توقف نیت کے طلاق واقع ہو جاوے گی اس واسطے کہ غضب قرینہ مرجحہ ہے طلاق کا **وفی مذاکرۃ الطلاق یتوقف الاول فقط** اور مذاکرہ طلاق کی حالت میں فقط اول قسم نیت پر موقوف ہوگی یعنی جو صلاحیت رد اور جواب کی رکھتی ہو ویقع فی الاخرین وان لم ینووا لان مع الدلالۃ لا یصدق قضاء فی نفی النیۃ لانہا اقوی لکونہا ظاہرۃ والنیۃ باطنۃ ولذا تقبل بنیتہا علی الدلالۃ لا علی النیۃ الا ان یقام علی اقرارہ بہا عادیۃ اور واقع ہوتی ہے طلاق دو اخیر قسموں سے یعنی جو صلاحیت دشنام کی رکھے اور جو دشنام اور رد کا محتمل نہ ہو ان سے طلاق واقع ہوتی ہے اگرچہ زوج نے نیت طلاق کی نہ کی ہو اس واسطے کہ باوجود دلالت تعیین کے یعنی حالت مذاکرہ طلاق اور حالت غضب کے مرد کی تصدیق نہ کی جائے گی باعتبار قضا کے نفی نیت میں اس واسطے کہ دلالت قوی تر ہے نیت سے اس سبب سے کہ دلالت امر ظاہر ہے اور نیت امر باطن اس واسطے مقبول ہوں گے گواہ عورت کے دلالت کے اثبات پر نہ نیت پر مگر یہ کہ گواہ قائم کیے جاویں نیت کرنے زوج کے اقرار پر یعنی اگر زوج نے اپنی نیت کا کہیں اقرار کیا ہو اور پھر منکر ہو گیا ہو تو اس کے اقرار کے گواہ البتہ

Marfat.com

مقبول ہوں گے کذا فی العمادیۃ ثم فی کل موضع یشترط النیۃ فلو السوال بہل یقع یقول لم ان نویت ولو کم یقع یقول واحدۃ ولا یتعرض لاشتراط النیۃ بزازیۃ فلیحفظ پھر جس مقام میں وقوع طلاق کنایات میں نیت مشروط ہے یعنی اقسام ثلثہ حالت رضا میں اور قسمیں اولین حالت غضب میں اور قسم اول حالت مذاکرہ میں تامل کرے فتوی دینے والا سوال سائل میں سو اگر سوال یوں ہو یعنی سائل کہے کہ میں نے یوں کہا آیا اس لفظ سے طلاق واقع ہوتی ہے تو مفتی جواب دے کہ ہاں طلاق واقع ہوتی ہے اگر تو نے طلاق کی نیت کی ہو اور اگر سائل نے کہا کہ میں نے یوں کہا ہے اس لفظ سے کتنی بار طلاق واقع ہوئی تو مفتی کہے ایک بار اور تعرض نکرے یہاں نیت مشروط ہونے کے لیے کذا فی البزازیہ اس کو یاد رکھنا چاہیے سوال ثانی میں نیت مشروط ہونے کا ذکر اس واسطے نہ چاہیے کہ سائل کا یوں سوال کرنا کہ چند بار طلاق واقع ہوئی یہ صاف دلیل ہے نیت طلاق کی اب نیت کا ذکر کرنا گویا حیلہ سکھانا ہے انکار نیت کا۔ **ویقع** رجعیۃ بقول اعتدی واستبری رحمک وانت واحدۃ وان نوی اکثر ولا عبرۃ باعراب واحدۃ فی الاصح اور ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اعتدی استبری رحمک اور انت واحدۃ کے قول سے اگرچہ زوج نے ایک سے زیادہ کی نیت کی ہو اور کچھ اعتبار نہیں لفظ واحدۃ کے اعراب کا قول اصح میں اور بعضوں نے کہا کہ انت واحدۃ میں اگر لفظ واحدۃ کو قائل نے منصوب کہا تو طلاق بلا نیت واقع ہوگی اس واسطے کہ واحدۃ اس ترکیب میں صفت ہے مصدر موصوف محذوف کی اصل میں یوں تھا کہ انت طالق تطلیقۃ واحدۃ اور اگر واحدۃ کو مرفوع کہا تو طلاق نہ واقع ہوگی اگرچہ نیت کی ہو اس واسطے کہ واحدۃ اس صورت میں صفت ہوگئی عورت کی نہ طلاق کی اور اگر واحدۃ کو ساکن پڑھا تو دونوں احتمال ہیں لیکن اصح یہ ہے کہ اعراب واحدۃ کا کچھ اعتبار نہیں ہر صورت سے طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ عوام اعراب کا تفرقہ نہیں جانتے اور خواص بھی اس کا التزام نہیں رکھتے یہاں سب پر مدار ہے نہ نحو اور لغت پر **وبقع بباقیہا** ای باقی الفاظ الکنایات المذکورۃ فلا یرد وقوع الرجعی ببعض الکنایات ایضا نحو انا بری من طلاقک علیت سبیل طلاقک وانت مطلقۃ بالتخفیف وانت الطلق من امرأۃ فلان وہی مطلقۃ وانت طالق وغیر ذلک مما صرحوا بہ اور طلاق بائن واقع ہوتی ہے باقی الفاظ کنایات سے یعنی باقی وہ الفاظ کنایات کے جو یہاں مذکور ہو چکے تو اعتراض نہ وارد ہوگا واقع ہونا طلاق رجعی کا بعضے کنایات سے بھی مثل انا بری من طلاقک یعنی میں منزہ اور دور ہوں تیری طلاق سے وعلیت سبیل طلاقک یعنی تیری طلاق کی راہ میں نے چھوڑ دی سو طلاق نے راہ پائی اور تجھ پر واقع ہوئی وانت مطلقۃ بالتخفیف یعنی تو مطلق الغنان ہے وانت الطلق من امرأۃ فلان اور تو مطلق الغنان زیادہ تر ہے مثلاً زید کی عورت سے اور حالانکہ زید کی عورت پر طلاق واقع ہو چکی ہے وانت طالق یعنی تو طالق ہے اور طالق کو بطور تنجی کے کہا اور سوائے ان مثالوں کے جس کی فقہا نے تصریح کی ہے ہم مصنف نے کہا کہ سوائے امثلہ ثلثہ کے باقی کنایات سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے حالانکہ چند کنایات ایسے ہیں کہ ان سے بھی طلاق رجعی واقع ہوتی ہے تو حصر کرنا مصنف کا صحیح نہ ہوا شارح نے جواب اس سوال مقدر کا یوں دیا کہ مصنف کو حصر اضافی مراد ہے یعنی جو الفاظ کنایات کے اس کتاب میں مذکور ہو چکے ہیں ان میں سوائے تین کے طلاق بائن ہی واقع ہوتی ہے تو اگر بعضے کنایات غیر مذکورہ سے طلاق رجعی واقع ہو تو قادح اس حصر کی نہیں **خلا اختاری** فان نیۃ الثلث لا تصح فیہ ایضا ولا یقع بہ ولا بامرک بیدک مالم تطلق المرأۃ نفسہا کما یاتی یعنی باقی الفاظ کنایات سے تین طلاق کی نیت کرنا صحیح ہے سوائے لفظ اختاری کے اس واسطے کہ تین طلاق کی نیت کرنا لفظ اختاری میں بھی صحیح نہیں جیسا کہ اعتدی واستبری رحمک اور انت واحدۃ میں صحیح نہیں چنانچہ باب تفویض طلاق میں اس کی تصریح آوے گی اور اس لفظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی اور نہ امرک بیدک سے ہوتی ہے تاوقتیکہ عورت اپنی ذات کو طلاق نہ دے چنانچہ اس کا بیان بھی باب تفویض طلاق میں آوے گا **البائن ان نواہا او الثنتین** لما تقرر ان الطلاق مصدر لا یحتمل العدد لفظ بائن فاعل ہے یقع باقیہا کا یعنی باقی الفاظ کنایات سے ایک طلاق بائن واقع ہوتی ہے اگر ایک طلاق کی نیت کی یا دو کی اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ لفظ طلاق مصدر ہے محتمل نہیں ہے عدد کا تو طلاق سے دو کا ارادہ کرنا صحیح نہ ہوگا دو کی نیت کرنے

Marfat.com

سے بھی ایک ہی طلاق واقع ہوگی لیکن یہ علت کل الفاظ کنایات میں ظاہر نہیں ہوتی اس واسطے کہ سرخسی و فارقتک وخلیۃ وبرئیۃ میں مصدر نہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **وثلث ان نواہ** للوحدۃ الجنسیۃ ولذا صح فی الامۃ نیۃ الثنتین اور الفاظ باقیہ کنایات سے تین طلاقیں واقع ہوں گی اگر زوج تین طلاق کی نیت کریگا بسبب وحدت جنسی کے اور اسی واسطے . . . . . ان الفاظ سے لونڈی کے حق میں دو طلاق کی نیت کرنا بھی صحیح ہے خلاصہ یہ کہ مصدر موضوع ہے وحدت کے واسطے خواہ وحدت حقیقی ہو چنانچہ ایک میں یا وحدت جنسی ہو چنانچہ تین میں تو تین فرد حکمی ہوئیں اس واسطے کہ تین حرہ کے حق میں کل طلاق ہیں اور اسی طرح دو لونڈی کے حق میں فرد حکمی ہیں اس واسطے کہ کل طلاق ہیں **قال اعتدی ثلثا ونوی بالاول طلاقا وبالباقی حیضا صدق** اقضاء لنیۃ حقیقۃ کلامہ زوج نے زوجہ سے اعتدی کا لفظ تین بار کہا اور نیت کی اول لفظ سے طلاق کی اور باقی دو سے اور تیسرے لفظ سے حیض کی تو اس کی تصدیق کی جاوے گی قضا میں بسبب ثابت کرنے حقیقت کلام اپنے کے اس واسطے کہ اعتداد کے حقیقی معنی حیض کے ہیں اور طلاق مجاز ہے تو حیض والی عورت میں جب زوج نے حیض کا ارادہ کیا بعد تلفظ اعتدی کے تو معنی حقیقی کا ارادہ کیا تو بلا شبہ اس کی قضا میں تصدیق ہوگی اور جب قضا میں تصدیق ہوئی تو دیانت میں بھی ہوگی **وان لم ینو بہ** ای بالباقی **شیئا فثلث** لدلالۃ الحال بنیۃ الاول اور اگر نیت نہ کی باقی سے کچھ نہ طلاق کی نہ حیض کی تو تین طلاق واقع ہوں گی بواسطے دلالت حال کے بسبب نیت کرنے طلاق کے اول لفظ سے یعنی جب اس نے اول لفظ اعتدی سے طلاق کا ارادہ کیا تو حالت مذاکرہ طلاق کی پائی گئی تو بسبب اس قرینہ کے باقی دونوں لفظوں سے بھی طلاق کا تعین ہو گیا تو اس صورت میں نفی نیت زوج کی تصدیق نہ ہوگی قضا میں لیکن دیانت میں طلاق نہ واقع ہوگی مگر اول لفظ سے کذا فی حاشیۃ المدنی حتی لو نوی بالثانی فقط فثنتان او بالثلث فواحدۃ ولالت حال یہاں تک معتبر ہے کہ اگر زوج فقط لفظ ثانی سے طلاق کی نیت کرے گا تو دو طلاق واقع ہوں گی ایک طلاق لفظ ثانی سے اور دوسری طلاق لفظ ثالث سے اس واسطے کہ جب اس نے لفظ ثانی سے طلاق کا ارادہ کیا تو حالت مذاکرہ طلاق کی پائی گئی تو لفظ ثالث سے بھی بقرینہ حالیہ طلاق ثابت ہوگی اور اگر فقط لفظ ثالث سے طلاق کی نیت کی تو ایک ہی طلاق ہوگی اس واسطے کہ اول دو لفظوں میں حالت مذاکرہ طلاق کی نہ پائی گئی ولو لم ینو بہ بالکل لم یقع اور اگر زوجہ نے کل الفاظ ثلثہ سے نیت طلاق کی نہ کی تو ایک طلاق بھی واقع نہ ہوگی اس واسطے کہ ظاہر حال میں کوئی قرینہ نہیں نیت کا اور اگر ان الفاظ سے حیض کی نیت کرے گا تو ایک طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی واقسامہا اربعۃ وعشرون ذکرہا الکمال اور مسئلہ اعتدی کی جب تین بار مکرر ہو جو بیس قسمیں ہیں فتح القدیر میں کمال الدین نے ان کو ذکر کیا ہے ان میں سے چھ قسموں میں ایک طلاق واقع ہوتی ہے اور گیارہ میں دو طلاق واقع ہوتی ہیں اور چھ میں تین طلاقیں ہوتی ہیں اور ایک قسم میں مطلق طلاق نہیں ہوتی پہلی صورت یہ کہ الفاظ ثلثہ سے حیض کی نیت کی اس میں ایک طلاق ہوگی دوسری صورت یہ کہ فقط تیسرے لفظ سے طلاق کی نیت کی تیسری یہ کہ تیسرے لفظ سے فقط حیض کی نیت کی چوتھی یہ کہ دوسرے لفظ سے طلاق اور تیسرے لفظ سے حیض کی نیت کی پانچویں یہ کہ ثانی اور ثالث سے حیض کی نیت کی چھٹی یہ کہ اول سے طلاق اور ثانی اور ثالث سے حیض کی نیت کی ان چھ صورتوں میں ایک طلاق واقع ہوگی ساتویں یہ کہ فقط دوسرے لفظ سے طلاق کی نیت کی آٹھویں یہ کہ اول سے طلاق اور ثانی سے حیض کی نیت کی اور ثالث سے کچھ نیت نہ کی نویں یہ کہ اول دو لفظوں سے حیض کی نیت کی اور ثالث سے کچھ نہ کی دسویں یہ کہ اول اور ثالث سے حیض کی نیت کی اور ثانی سے کچھ نیت نہ کی گیارہویں یہ کہ اول اور ثانی سے طلاق کی نیت کی اور ثالث سے حیض کی بارہویں یہ کہ اول اور ثالث سے طلاق کی نیت کی اور ثانی سے حیض کی تیرہویں یہ کہ اول اور ثانی سے حیض اور ثالث سے طلاق کی نیت کی چودہویں یہ کہ اول اور ثالث سے حیض اور ثانی سے طلاق کی نیت کی پندرہویں یہ کہ ثانی سے حیض کی نیت کی باقی سے کچھ نیت نہ کی سولہویں یہ کہ اول سے طلاق اور ثالث سے حیض کی نیت کی اور ثانی سے کچھ نیت نہ کی سترہویں یہ کہ ثانی اور ثالث سے طلاق کی نیت کی اور اول سے کچھ نیت نہ کی ان گیارہ صورتوں میں

Marfat.com

یعنی ساتویں سے سترہویں تک دو طلاقیں واقع ہوں گی اٹھارہویں یہ کہ فقط اول سے حیض کی نیت کی انیسویں یہ کہ اول اور ثانی سے طلاق کی نیت کی اور ثالث سے کچھ نیت نہ کی بیسویں یہ کہ اول اور ثالث سے طلاق کی نیت کی اور ثانی سے کچھ نیت نہ کی اکیسویں یہ کہ اول سے حیض کی اور ثانی اور ثالث سے طلاق کی نیت کی بائیسویں یہ کہ سب الفاظ ثلثہ سے طلاق کی نیت کی تئیسویں یہ کہ اول سے طلاق کی نیت کی اور ثانی اور ثالث سے کچھ نیت نہ کی ان چھ صورتوں میں یعنی اٹھارہویں سے بائیسویں تک تین طلاقیں واقع ہوں گی چوبیسویں صورت یہ کہ ان الفاظ ثلثہ سے کچھ نیت نہ کی تو کچھ نہ واقع ہوگا اور قاعدہ کلیہ ان مسائل کے دریافت کرنے کا یہ ہے کہ جب ایک لفظ سے طلاق کی نیت کی تو حالت مذاکرہ طلاق کی پائی گئی سو مابعد اس لفظ کے نفی نیت کی تصدیق نہ ہوگی ہاں اگر مابعد میں حیض کی نیت کرے گا تو صحیح ہوگی اور اگر کسی لفظ سے طلاق کی نیت نہ کریگا تو صحیح ہوگا اور اسی طرح قبل منوی کے عدم نیت صحیح ہے مثلاً لفظ ثانی سے طلاق کی نیت کی تو ثانی میں نفی نیت مقبول نہ ہوگی اس واسطے کہ بعد منوی کے واقع ہے اور اول لفظ میں عدم نیت طلاق کی البتہ مقبول ہے اس واسطے کہ قبل منوی کے واقع ہے اور اگر کسی لفظ سے حیض کی نیت کی اور اس کے قبل طلاق کی نیت نہیں تو اس حیض کی نیت سے طلاق واقع ہوگی اور اگر اس کے قبل طلاق کی نیت ہو چکی ہے تو حیض کی نیت سے طلاق نہ واقع ہوگی اگر اس قاعدہ کو خوب غور کر لے تو مسائل مذکورہ کا حکم نکالنا آسان ہو جاوے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر ویزاد لو نوی بالکل واحدۃ فواحدۃ دیانۃ وثلث قضاء اور چوبیس قسموں مذکور پر ایک یہ قسم اور زیادہ کی گئی ہے کہ اگر کل الفاظ ثلثہ سے ایک طلاق کا ارادہ کرے تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی دیانت میں بنظر احتمال تاکید کے اور تین طلاق ہوں گی قضا میں اس واسطے کہ تاکید خلاف ظاہر ہے ولو قال انت طالق اعتدی او عطف بواو او فاء فان نوی واحدۃ فواحدۃ او ثنتین وقعتا واذا لم ینو فثنتان فی الفاء قیل واحدۃ وقیل ثنتان اور اگر کہا زوج نے کہ انت طالق[1] اعتدی بدون عطف کے یا لفظ اعتدی کو عطف کیا واو سے یا فا سے یعنی یوں کہا کہ انت طالق واعتدی یا یوں کہا کہ انت طالق فاعتدی سو اگر ان تینوں صورتوں میں ایک طلاق کا ارادہ کیا تو ایک ہی طلاق ہوگی طلاق کا قصد کیا تو دو واقع ہوں گی اور اگر کچھ نیت نہ کی تو انت طالق واعتدی میں دو طلاق واقع ہونگی اور فاعتدی میں بعضوں کے نزدیک ایک طلاق اور بعضوں کے نزدیک دو طلاق واقع ہونگی **طلقہا واحدۃ** بعد الدخول **فجعلہا ثلثا صح کما لو طلقہا رجعیا فجعلہ** قبل الرجعۃ بائنا او ثنتا ایک طلاق بائن دی بعد دخول کے پھر اس ایک طلاق کو تین طلاق کر ڈالا تو یہ ایک کا تین کر ڈالنا امام کے نزدیک صحیح ہے چنانچہ یہ بھی صحیح ہے کہ اگر عورت کو ایک طلاق رجعی دی پھر اس کو قبل رجعت کے بائن کر ڈالا یا ایک رجعی کو تین کر ڈالا وکذا لو قال فی العدۃ الزمت امرأتی ثلث تطلیقات بتلک التطلیقۃ او الزمتہا تطلیقتین بتلک التطلیقۃ فہو کما قال اور اسی طرح اگر کہا زوج نے عدت میں کہ لازم کر دی میں نے اپنی عورت کو تین طلاق اسی ایک طلاق سے جس کے سبب عدت میں تھی یا یوں کہا کہ میں نے اس کو دو طلاق لازم کر ڈالیں اسی ایک طلاق سے تو ویسا ہی ہوگا جیسا اس نے کہا یعنی وہ عورت اس پر حرام ہو گئی اور کبھی اس کو حلال نہ ہوگی مگر بعد طلاق زوج ثانی کے ولو قال ان طلقتک فہی بائن او ثنتا ثم طلقہا یقع رجعیا لان الوصف لا یسبق الموصوف کما مر فتذکر اور اگر کہا کہ اگر تجھ کو طلاق دوں تو وہ طلاق بائن ہوگی یا تین پھر اس کو طلاق دی تو رجعی واقع ہوگی نہ بائن اور نہ تین اس واسطے کہ صفت مقدم نہیں ہوتی موصوف پر یعنی بائن یا تین ہونا صفت ہے طلاق کی تو طلاق پر کیونکر مقدم ہوگی چنانچہ یہ امر سابق مذکور ہو چکا اس کو یاد کر **الصریح یلحق الصریح ویلحق البائن** بشرط العدۃ طلاق صریح لاحق ہوتی ہے طلاق صریح کو اور لاحق ہوتی ہے طلاق بائن کو بشرط عدت[2] کے یعنی اول کہا انت طالق پھر کہا انت طالق یا طلاق عوض مال کے دی تو یہ دوسری طلاق بھی واقع ہوگی اس واسطے کہ صریح لاحق ہوتی ہے صریح کو یا اول یوں کہا کہ انت بائن پھر کہا انت طالق تو یہ دوسری

[1] تجھ کو طلاق عدت کر ۱۲ [2] ایک نسخے میں عدت کی جگہ عقب ہے اور بشرط عدت کے یہ معنی ہیں کہ عورت مطلقہ عدت میں ہو تو دوسری طلاق لاحق ہو سکتی ہے اول کے ساتھ اور بعد انقضائے عدت لاحق نہیں ہو سکتی اور بشرط عدد کے یہ معنی ہیں کہ گنجائش عدد کی طلاق میں پائی جاوے تو غیر مدخولہ کے حق میں لاحق نہیں ہوگی کہ اس میں گنجائش عدد کی نہیں ۱۲

Marfat.com

طلاق واقع ہوگی اور بائن ہوجائے گی اس واسطے کہ طلاق سابق کا بائن ہونا مانع ہوا رجعی ہونے سے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **والبائن یلحق الصریح** اور طلاق بائن لاحق ہوتی ہے طلاق صریح کو بشرط عدت کے مثلاً اول یوں کہا کہ انت طالق پھر کہا انت بائن تو طلاق ثانی بھی واقع ہوگی **الصریح مالا یحتاج الی نیۃ بائنا کان الواقع بہ اور جعیا فتح فمنہ الطلاق الثلث فیلحقہا** طلاق صریح وہ ہے جو محتاج نہ ہو نیت کی خواہ صریح سے طلاق بائن واقع ہو یا رجعی کذا فی فتح القدیر سو طلاق صریح میں داخل ہے تین بار طلاق دینا تو یہ طلاق ثلث صریح اور بائن دونوں کو لاحق ہوگی ہم بعضوں نے کہا کہ طلاق صریح وہ ہے جس سے رجعی واقع ہو شارح نے اس قول کو رد کیا تعمیم صریح کی ثابت کر کے اور فی الواقع طلاق ثلث یا طلاق بعوض مال کے اگر بائن ہوئی جیسا کہ بعضوں کا گمان ہے تو طلاق بائن کو نہ لاحق ہوئی حالانکہ دونوں اس کو لاحق ہوتی ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا الطلاق علی مال فیلحق الرجعی ویجب المال والبائن ولا یلزم المال کما فی الخلاصۃ اور اسی طرح طلاق عوض مال کے صریح میں داخل ہے تو لاحق ہوگی طلاق رجعی کو اور مال دینا عورت کو واجب ہوگا اور بائن کو لاحق ہوگی اور مال دینا اس میں لازم نہ آوے گا کذا فی الخلاصۃ ہم رجعی کے بعد مال دینا اس واسطے واجب ہوا کہ رجعی میں زوج کو اختیار ہے کہ رجوع کرے اور عورت کو چھوڑے تو عورت نے اپنی جان چھڑانے کا بدلہ دیا اور بائن میں زوج کا عورت پر بدون اس کی رضامندی کے کچھ اختیار باقی نہ رہا تو عوض دینے کی کچھ حاجت باقی نہ رہی فالمعتبر فیہ اللفظ لا المعنی علی المشہور تو معتبر طلاق کے صریح اور بائن ہونے میں لفظ ہے نہ معنی بنا بر قول مشہور کے یعنی اگر لفظ محتاج نیت کا نہیں تو وہ صریح ہے خواہ طلاق اس سے بائن پڑے یا رجعی تو صریح میں طلاق ثلث اور طلاق عوض مال کے داخل ہوئی اور جو کہ بلفظ حرام ہے وہ بائن میں داخل ہے اس واسطے کہ عدم احتیاج نیت کی اس میں طاری ہوگئی ہے بسبب شیوع استعمال عرفی کے **لا یلحق ابائن البائن** اذا امکن جعلہ اخبارا عن الاول کانت بائنۃ بائنۃ اور ابنتک بتطلیقۃ ولا یقع لانہ اخبار فلا ضرورۃ فی جعلہ انشاء نہیں لاحق ہوتی طلاق بائن اول طلاق بائن کو جب ممکن ہو دوسری بائن کو اول بائن سے خبر ڈالنا چنانچہ اول کہا انت بائن دوسری بار کہا انت بائن یا دوسری بار یوں کہا کہ ابنتک بتطلیقۃ یعنی میں نے تجھ کو ایک بار طلاق بائن سے جدا کیا تو یہ دوسری بائن نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ یہ اخبار ہے اول سے تو کچھ ضرورت نہیں اس کے انشاء طلاق ٹھہرانے میں یعنی بائن ثانی سے دوسری طلاق بائن پیدا کرنا کچھ ضرور نہیں اس واسطے کہ اس کا خبر ڈالنا اول سے ممکن نہیں یعنی اول کلام سے طلاق واقع کی اور کلام ثانی سے وقوع طلاق سابق کی خبر دی ہم یہ جو کہا کہ بائن بائن سے لحق نہیں ہوتی مراد یہ ہے کہ جو بائن بلفظ کنایات ہے وہ ملحق نہیں ہوتی اور اگر بائن بلفظ کنایہ نہیں تو وہ واقع ہوتی ہے چنانچہ اگر اول یوں کہا کہ انت طالق افحش الطلاق پھر دوسری بار کہا انت طالق افحش الطلاق تو یہ طلاق ثانی بھی واقع ہوگی اور جو شارح نے کہا اخبار کی مثال انت بائن بائن کر ذکر کر کے خوب نہیں بلکہ یوں کہنا مناسب تھا کہ انت بائن انت بائن اس واسطے کہ یہاں مراد اخبار سے خبر نحوی نہیں بلکہ خبر یہ مراد ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی بخلاف ابنتک باخری او انت طالق بائن او قال نویت البینونۃ الکبری لتعذر حملہ علی الاخبار فیجعل انشاء بخلاف سابق کے یہ ہے کہ اول طلاق بائن دی پھر کہا کہ میں نے تجھ کو دوسری طلاق بائن کیا یا اول طلاق بائن دی پھر کہا انت طالق بائن یا اول کہا انت بائن پھر کہا انت بائن اور کہا میں نے ثانی بائن سے بینونت کبری یعنی بہت بڑی جدائی کی نیت کی تو ان صورتوں میں دوسری طلاق بھی واقع ہوگی بسبب تعذر محمول کرنے اس کلام کے اخبار پر تو یہ کلام ثانی انشاء طلاق قرار دیا جائے گا ہم صورت اول میں لفظ اخری کا مانع ہے حمل اخبار کا اور صورت ثانی میں لفظ طلاق کا صریح ہے اور حمل اخبار کا نہیں ہوتا مگر کنایہ میں اور لفظ بائن کا لغو ہے اور صورت ثالث میں بینونت کبری یعنی طلاق ثلث کا ارادہ کیا پھر جب ان تینوں صورتوں میں بسبب وجہ مذکورہ کے حمل علی الاخبار نہ ہو سکا تو خواہ مخواہ دوسری طلاق بائن بھی واقع ہوئی **ولذا وقع المعلق کما قال الا اذا کان البائن معلقا بشرط او مضافا قبل ایقاع المنجز البائن** کقولہ ان دخلت الدار فانت بائن ثلاثا او یا الطلاق ثم ابانہا ثم دخلت بانت باخری لانہ لا یصلح اخبارا اور اسی واسطے یعنی بسبب تعذر حمل اخبار کے واقع ہوتی ہے طلاق معلق چنانچہ مصنف نے کہا

Marfat.com

کہ بائن ملحق نہیں ہوتی بائن سے مگر جب کہ بائن معلق شرط پر ہو یا کہ بائن مضاف ہو قبل واقع کرنے منجز بائن کے یعنی اول تعلیق یا اضافت ہو بعد اس کے منجز بائن یعنی طلاق بائن بلا شرط واقع ہوگی مانند قول زوج کے کہ اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو بائن ہوگی تو یہ کہا طلاق کی نیت سے پھر اس کہنے کے بعد عورت کو طلاق بائن دی پھر عورت گھر میں داخل ہوئی تو اس پر دوسری طلاق بائن پڑے گی اس واسطے کہ طلاق معلق کو صلاحیت نہیں خبر واقع ہونے کی اس واسطے کہ تعلیق قبل ہو چکی تھی اور خبر نہیں ہوتی مگر بعد منجز عنہ کے ومثلہ المضاف کانت بائن غدا ثم ابانہا ثم جاء الغد لیقع اخری اور مانند معلق کے ہے مضاف پس کہا اول زوج نے کہا کہ تجھ کو طلاق بائن ہے کل پھر اس کو آج ہی طلاق بائن دی پھر جب دوسرا دن آوے گا تو دوسری طلاق بائن واقع ہوگی بسبب اضافت سابقہ کے اس واسطے کہ مضاف بھی بسبب اضافت سابقہ کے خبر نہیں ہو سکتا وفی البحر عن وہبانیۃ انت بائن کنایۃ معلقا کان او منجزا فیفتقر الی النیۃ اور بحر الرائق میں ہے وہبانیہ سے کہ انت بائن یہ کنایہ ہے طلاق سے خواہ معلق ہو خواہ منجز تو لفظ بائن کا محتاج ہے نیت کی طرف اس قول سے شارح نے استدلال کیا کہ لفظ بائن میں نیت کرنا ضروری ہے بدون نیت کے طلاق نہ ہوگی ولو قال ان دخلت الدار فانت بائن ثم قال ان کلمت زیدا فانت بائن ثم دخلت الدار بانت ثم کلمت لیقع اخری ذخیرۃ اور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو بائن ہے پھر کہا کہ اگر تو زید سے بولے گی تو تو بائن ہے پھر زوجہ گھر میں داخل ہوئی تو ایک طلاق بائن اس پر واقع ہوئی پھر وہ زید سے بولی تو دوسری طلاق بائن اس پر ہوئی کذا فی الذخیرۃ یہ مثال ہے دو معلق بائن کی وفی البزازیۃ ان فعلت کذا فحلال اللہ علی حرام ثم قال کذلک لامر اخر ففعل احدہما بانت وکذا لو فعل الثانی علی الاشبہ فلیحفظ اور بزازیہ میں ہے کہ زوج نے کہا کہ میں ایسا کروں یعنی مثلاً اگر شراب پیوں تو اللہ کا حلال مجھ پر حرام ہے پھر اسی طرح دوسرے امر کے واسطے کہا یعنی مثلاً اگر میں ترک صلوۃ کروں تو حلال خدا کا مجھ پر حرام ہے سو زوج نے ان دونوں میں سے کوئی کیا تو اس کی عورت پر ایک طلاق بائن پڑی اور اسی طرح اگر دوسرا امر کیا تو دوسری طلاق واقع ہوگی بنا بر قول اشبہ کے سو اس کو یاد رکھنا چاہیے قید بالقبلیۃ لانہ لو ابانہا اولا ثم اضاف البائن او علقہ لم یصح کتنجیزہ بدائع، مصنف نے مقید کیا معلق کو قبلیت کے اس واسطے کہ اگر عورت کو طلاق بائن دے گا پھر مضاف کرے گا بائن یا معلق کو تو صحیح نہ ہوگا مثل تنجیز بائن کے کذا فی البدائع یعنی جیسے بائن بلا تعلیق بعد بائن کے صحیح نہیں ویسے ہی تعلیق اور اضافت بعد بائن کے درست نہیں ویستثنی ما فی البزازیۃ قال لکل امراۃ طالق لم یقع علی المختلفۃ اور اس قاعدہ سے کہ طلاق صریح بائن کو لاحق ہوتی ہے وہ روایت جو بزازیہ میں ہے مستثنیٰ ہے کہ کہا مرد نے کہ جو عورت کہ اس کی ہے وہ طالق ہے تو یہ طلاق نہ واقع ہوگی مختلفہ پر یعنی وہ عورت جس پر طلاق بدلے مال کے ہوئی اس واسطے کہ صریح بائن کو اس وقت لاحق ہوتی ہے جب کہ عورت کی طرف خطاب ہو طلاق کا یا اشارہ ہو اس کی طرف اور یہاں نہ خطاب ہے نہ اشارہ کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال ان فعلت کذا فامراتہ کذا لم یقع علی معتدۃ البائن اور اگر کہا کہ میں اگر ایسا کروں تو اس کی عورت ایسی ہے یعنی طالق ہے نہ واقع ہوگی معتدہ بائن پر اس واسطے کہ بائن سے نکاح جاتا رہتا ہے تو وہ اس کی عورت نہ رہی علاوہ اس کے خطاب اور اشارہ یہاں بھی نہیں ویضبط الکل ما قیل ؎ کل اجنبیۃ لا بائنا مع مثلہ او اقل او علقہ لم یصح من قبلہ ۞ الا بکل امراتہ وقد خلع ۞ والحق الصریح بعد لم یقع اور جمع کر دی ہیں نظم میں بعضے علماء نے تمام لحوق کی صورتیں مع المستثنیٰ اور عدم لحوق کی صورتیں مع المستثنیٰ یعنی طلاق صریح اور بائن کی ہر صورت کے لحوق کو جائز رکھ نہ جائز جان بائن کے لحوق کو سوا بائن کے مگر جب کہ تو نے تعلیق کی ہو بائن کی قبل بائن کے یعنی اس صورت میں بائن لاحق ہوگی بائن سے اور صریح بعد بائن کے لاحق ہوتی ہے مگر اس صورت میں کہ کل امراۃ لہ طالق کہا اور حالانکہ اول خلع کیا اور طلاق صریح کو بعد خلع کے لاحق کیا تو یہ طلاق صریح بعد بائن کے نہ واقع ہوگی اور بعضے نسخوں میں مع اولیوں ہے ولحوقا اجز: لا بائنا مع مثلہ: یعنی ہر لحوق کو جائز جان نہ بائن بعد بائن کے **کل فرقۃ ہی فسخ من کل وجہ** کا سلام وردۃ مع لحاق وخیار بلوغ وعتق **لا یقع الطلاق فی عدتہا** مطلقا جو جدائی کہ وہ فسخ نکاح ہے ہر طرح سے جیسے مسلمان ہونا زوجین میں سے کسی کا یا مرتد ہونا عورت کا اور دار الحرب میں جا کر ملنا اور

Marfat.com

خیار بلوغ کا عورت یا مرد کو یا خیار عتق عورت کا تو نہ واقع ہوگی طلاق اس کی عدت میں مطلقا طلاق صریح نہ بائن نہ منجز نہ معلق خواہ عدت حیض سے ہو خواہ مہینوں سے کذا فی حاشیۃ المدنی **وکل فرقۃ ہی طلاق یقع** الطلاق **فی عدتہا** علی نحو ما بینا اور جو جدائی کہ وہ طلاق ہے تو واقع ہوگی طلاق اس کی عدت میں اس طرح پر واقع ہوگی جیسا کہ ہم نے بیان کیا یعنی الصریح یلحق الصریح الی آخرہ **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے انما یلحق الطلاق لمعتدۃ الطلاق اما المعتدۃ للوطی بشبہۃ لا یلحقہا خلاصۃ طلاق تو اس عورت کو لاحق ہوتی ہے جو طلاق کی عدت میں ہے اور جو عورت بسبب وطی اشتباہی کے عدت میں ہے اس کو طلاق نہیں لاحق ہوتی کذا فی الخلاصۃ ہم اسی طرح نکاح فاسد اور لونڈی جب کہ آزاد ہو جاوے تو اس کی عدت میں بھی طلاق نہیں لاحق ہوتی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وفی القنیۃ زوج امرأتہ من غیرہ لم یکن طلاقا ثم رقم ان نوی طلقت اور قنیہ میں ہے کہ زوج نے نکاح کر دیا اپنی زوجہ کا غیر سے تو یہ تزویج طلاق نہیں اس واسطے کہ تزویج نہ طلاق صریح میں داخل ہے نہ کنایہ میں پھر صاحب قنیہ نے بعض مشائخ کی طرف اشارہ کر کے رقم کیا کہ اگر زوج اس تزویج سے طلاق کی نیت کرے گا تو عورت مطلقہ ہوگی اور ظاہرا عدم طلاق معتمد ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر ذہبی وتزوجی یقع واحدۃ بلا نیۃ کہا زوج نے زوجہ سے کہ جا اور نکاح کر لے تو اس قول سے ایک طلاق بدون نیت کے واقع ہوگی کذا فی البزازیۃ اور قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں یوں ہے کہ اگر زوج نے کہا کہ اذہبی فتزوجی اور طلاق کی نیت کی تو طلاق واقع نہ ہوگی اس واسطے کہ مطلب یہ ہے کہ تو نکاح کر لے اگر تجھ کو نکاح ممکن اور حلال ہو تو ان دونوں روایتوں میں اختلاف ثابت ہوا اور دونوں قولوں میں واو اور ف کا فرق نکالنا نہایت بعید ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر وکذا اذہبی الی جہنم یقع ان نوی خلاصۃ کہا زوج نے زوجہ سے کہ جہنم کو جا تو اس قول سے طلاق واقع ہوگی اگر زوج نے طلاق کی نیت کی کذا فی الخلاصہ تو مراد اس قول سے گالی اور طلاق ہے وکذا اذہبی عنی اور اسی طرح بشرط نیت کے طلاق واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ جا میرے پاس سے وافلحی اور اسی طرح افلحی سے بشرط نیت کے طلاق واقع ہوتی ہے اس واسطے کہ افلحی بمعنی اذہبی کے ہے یعنی جا رخصت کے وقت عرب بولتے ہیں افلح بخیر[1] اور یہ بھی محتمل ہے کہ افلحی بمعنی اظفری بمرادک تو بامراد ہو یعنی اپنا مطلب حاصل کر کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر الرائق وفسخت النکاح اور اسی طرح بشرط نیت کے طلاق واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ میں نے نکاح کو فسخ کر دیا وقوع طلاق میں اس قول سے شاید نیت اس واسطے شرط ہوئی کہ نکاح کی نسبت زوجہ کی طرف نہیں یعنی یوں نہیں کہا کہ میں نے تیرا نکاح فسخ کر دیا اور اگر عورت کی طرف نسبت کرے تو نیت کی حاجت نہ ہو لیکن مشکل یہ ہے کہ اس قول کو کہ الفاظ طلاق صریح میں شمار نہیں کیا تو یہ مقتضی ہے احتیاج نیت کا بہر صورت یہ مسئلہ تحریر اور تنقیح طلب ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الشیخ الرحمتی وانت حلی کالمیتۃ او کلحم الخنزیر او حرام کالماء لانہ تشبیہ بالسرعۃ اور اسی طرح بشرط نیت طلاق واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ تو میرے نزدیک مانند مردار کے ہے یا مثل سور کے گوشت کے ہے یا تو مجھ پر حرام ہے مثل پانی کے اس واسطے کہ یہ تشبیہ ہے جلدی اور شتابی میں گویا یوں کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے نہایت جلد جیسے پانی میں جلدی ہوتی ہے بہنے کے وقت ولا یقع باربعۃ طرق علیک مفتوحۃ وان نوی مالم یقل خذی ای طریق شئت اور نہیں واقع ہوتی طلاق اس قول سے کہ چار دن رستے تجھ پر کھلے ہیں اگرچہ نیت طلاق کی بھی کرے جب تک یوں نہ کہے کہ تو لے جس راہ کو کہ تو چاہے **فائدہ** چند الفاظ کنایات طلاق کا ذکر کرنا یہاں مناسب معلوم ہوا اس واسطے مزید افادہ طالبین کے از انجملہ انت سائبۃ یعنی تو سانڈ ہے یعنی تو بیقید ہے جیسے سانڈ وحبلک علی غاربک یعنی تیری رسی تیری گردن پر یہ استعارہ ہے تخلیہ سے عرب کا دستور ہے کہ جب اونٹنی کو چھوڑتے ہیں تو اس کی گردن پر رسی ڈال دیتے ہیں والحقی باہلک یعنی اپنے لوگوں میں جا مل وہبتک لاہلک او ابیک او امک یعنی میں نے تجھ کو تیرے لوگوں کو دیا یا تجھ کو تیرے باپ کو یا تیری ماں کو دیا عفوت عنک لاجل اہلک یعنی میں نے تجھ کو معاف کیا تیرے لوگوں کے سبب سے رددتک الیہم یعنی میں نے تجھ کو تیرے لوگوں پر پھیر دیا اور ان صورتوں میں ان کا قبول کرنا شرط نہیں اور اگر یوں کہا کہ میں تجھ کو تیرے بھائی کو دیا یا تیری بہن یا تیری

[1] یعنی بخیریت جا ۱۲

Marfat.com

عمہ یا تیرے چچا کو یا تیری خالہ کو دیا تو ان الفاظ سے طلاق نہ واقع ہوگی اگرچہ زوج نے نیت بھی کی ہو واعتقتک یعنی میں نے تجھ کو آزاد کیا وکونی حرۃ یعنی تو آزاد ہو جا واظفری بمرادک یعنی تو اپنے مطلب کو حاصل کر وخالیتک میں نے تجھ سے خلع کیا وتمی یعنی ہٹ ولست لی بامرأۃ یعنی تو میری جورو نہیں ولست لک بزوج یعنی میں تیرا زوج نہیں ولا نکاح بینی وبینک یعنی میرے اور تیرے درمیان نکاح نہیں وصرت غیر امرأتی یعنی تو میری جورو نہ رہی وقالت لست لی بزوج فقال صدقت یعنی زوجہ نے کہا کہ تو میرا شوہر نہیں سو شوہر نے کہا کہ تو نے سچ کہا وابتغی الازواج یعنی اور شوہر تلاش کر ابعدی عنی یعنی مجھ سے دور ہو ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگی بشرط نیت کے یا دلالت حال کے اور اگر زوج نے کہا لا اریدک لا احبک لا اشتہیک یعنی میں تجھ کو نہیں چاہتا میں تجھ سے محبت نہیں رکھتا مجھ کو تیری خواہش نہیں تو ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی اگرچہ زوج نے نیت بھی کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الملتقی والہندیۃ ؛

باب تفویض الطلاق

یہ باب ہے تفویض طلاق کا لما ذکر مایوقعہ بنفسہ بنوعیہ ذکر مایوقعہ غیرہ باذنہ شارح کہتا ہے جب کہ مصنف ذکر کر چکا اس طلاق کو جس کو زوج خود واقع کرتا ہے دونوں قسموں کے ساتھ یعنی صریح اور کنایہ تو اب ذکر کیا اس طلاق کو جس کو غیر زوج بحکم زوج واقع کرتا ہے وانواعہ ثلثۃ تفویض وتوکیل ورسالۃ اور ایقاع غیر کی تین قسمیں ہیں ایک تفویض یعنی غیر کو طلاق کا مالک کر دینا دوسرے توکیل یعنی دوسرے کو طلاق کا وکیل کرنا تیسری قسم رسالت یعنی غیر سے طلاق کو کہلا بھیجنا فرق تفویض اور توکیل میں یہ ہے کہ جس کو تفویض ہو وہ اپنی ذات کے واسطے عمل کرتا ہے[1] اور توکیل میں وکیل مامور ہوتا ہے غیر کے واسطے عمل کرتا ہے اور رسالت تو محض تحمل اور سفارت سے عبارت ہے والفاظ التفویض ثلثۃ تخییر وامر بید ومشیئۃ اور الفاظ تفویض کے تین ہیں ایک تخییر دوسرا امر بالید تیسرا مشیت **قال لہا اختاری اوامرک بیدک ونوی تفویض الطلاق** لانہا کنایۃ فلا یعمل الا بنیۃ **اوطلقی نفسک فلہا ان تطلق فی مجلس علمہا** بہ مشافہۃ او اخبارا اور اگر کہا زوج نے زوجہ سے کہ اختیار کر لے یا یوں کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے نیت کی ان دونوں لفظوں میں طلاق سپرد کرنے کی اس واسطے کہ دونوں لفظ کنایہ طلاق ہیں تو طلاق واقع ہونے میں بدون نیت کے عمل نہ کریں گے یا زوج نے یوں کہا کہ طلاق دے لے اپنی ذات کو تو ان صورتوں میں زوجہ کو اختیار ہے کہ اپنی ذات کو طلاق دے لیوے علم تفویض کی مجلس میں یعنی جس جگہ عورت کو تفویض طلاق کا حال معلوم ہوا وہیں تک اس کو اختیار حاصل ہے خواہ بالمشافہ زوج سے اس کا علم ہوا ہو خواہ وکیل سے یا رسول سے خبر پہنچی ہو یا زوج کا خط آیا ہو **وان طال** یوما او اکثر مالم یوقتہ ویعنی الوقت **قبل علمہا** مجلس علم تک عورت کو اختیار حاصل ہے اگرچہ مجلس دراز ہو گئی ہو ایک دن تک یا زیادہ مجلس طویل میں وہاں تک اختیار رہے جب تک زوج نے تفویض کا وقت نہیں ٹھہرایا اور حال یہ ہے کہ وقت معین گذر گیا قبل علم زوجہ کے مثلاً زوج نے کہا تھا کہ زوجہ کو جمعہ تک اختیار رہے پھر زوجہ کو خبر ہوئی بعد غروب آفتاب جمعہ کے تو تفویض باطل ہو گئی **عالم تقم لبطلان مجلسہا حقیقۃ او حکما بان تعمل مایقطعہ** مما یدل علی اعراض لانہ تملیک فیتوقف علی قبولہا فی المجلس لا توکیل فلم یصح رجوعہ زوجہ کو اختیار رہتا ہے جب تک مجلس علم سے نہ اٹھے اس واسطے کہ اٹھنے میں اس کی مجلس کا تبدل ہے حقیقت میں یا تبدل مجلس حکماً ہو اس طرح پر کہ وہ کام کرنے لگے جو قاطع ہے اختیار کا اس قسم سے جو دلالت کرے بے التفاتی اور روگردانی پر اس واسطے کہ تفویض تملیک ہے تو موقوف رہے گی عورت کے قبول پر مجلس میں توکیل نہیں بلکہ تملیک ہے تو زوج کو تفویض سے رجوع کرنا صحیح نہیں حتی لو خیرہا ثم حلف ان لا یطلقہا فطلقت لم یحنث فی الاصح تفویض تملیک ہے یہاں تک کہ اگر زوجہ کو اختیار طلاق کا دیا پھر قسم کھائی کہ میں اس کو طلاق نہ دوں گا پھر عورت نے خود طلاق دے لی تو زوج حانث نہ ہوگا قول اصح میں اس واسطے کہ طلاق دینے والی عورت ہوئی نہ زوج اور اگر تفویض تملیک نہ ہوتی بلکہ توکیل ہوتی تو عورت کی طلاق سے زوج حانث ہوتا اس واسطے کہ

---

[1] یعنی اس کو اختیار ہے چاہے کرے چاہے نہ کرے اور وکالت میں عمل کا کرنا معین ہوتا ہے وکیل کو اختیار نہیں کہ نہ کرے ؛

Marfat.com

وکیل کا فعل بعینہ موکل کا فعل ہوتا ہے اور اگر زوج بعد حلف کے زوجہ کو مختار کرے گا تو ہاں اتفاق حانث ہوگا شارح کو مناسب تھا کہ حق کو خیر ہا کے مقام پر دو خیر ہا۔ کہتا اس واسطے کہ یہ مسئلہ بھی متفرع ہے تملیک تفویض پر کذا فی حاشیۃ المدنی لا تطلق **بعدہ** ای المجلس **الا اذا زاد علی قولہ طلقتی** نفسک واخواتہ **متی شئت او متی ماشئت او اذا شئت او اذا ماشئت** فلا یتقید بالمجلس نہ طلاق دے سکی گی عورت بعد مجلس علم کے مگر اس وقت کہ زیادہ کرے اپنے قول طلقتی نفسک اور اس کے امثال پر لفظ متی شئت کا یا متی ماشئت کا یا لفظ اذا شئت کا یا اذا ماشئت کا تو اس کے زیادہ کرنے سے اختیار حدت کا مجلس علم تک مفید نہ ہوگا بلکہ ہر وقت اس کو اختیار باقی رہے گا اس واسطے کہ قول زوج کا یوں ترجمہ ہے کہ تو اپنی ذات کو طلاق دے لے جب تو چاہے یا جس وقت تو ارادہ کرے **ولم یصح رجوعہ** لما مر اور نہیں صحیح ہے رجوع کرنا زوج کا اس سبب سے جو مذکور ہو چکا یعنی تفویض تملیک ہے نہ توکیل جو پلٹ جانا درست ہوتا **واما فی طلقی ضرتک او قولہ لاجنبی طلق امرأتی فیصح رجوعہ عنہ ولم یتقید بالمجلس** یا نہ توکیل محض اور اس قول میں کہ طلقی ضرتک یعنی طلاق دے اپنی سوکن کو یا اس قول میں جو اجنبی سے کہا کہ تو طلاق دے میری عورت کو صحیح ہے رجوع کرنا اس قول سے اور یہ تخییر اسی مجلس سے نہیں اس واسطے کہ یہ قول محض توکیل ہے مطلق تملیک نہیں اس واسطے کہ مامور اس میں عمل غیر کے واسطے کرتا ہے اپنے واسطے بخلاف مسئلہ سابقہ کے پھر جب توکیل ہوئی تو رجوع کرنا درست ہے اور توکیل میں مجلس کی قید نہیں وفی طلقی نفسک وضرتک کان تملیکا فی حقہا توکیلا فی حق ضرتہا جوہرہ اور اس قول میں کہ طلاق دے اپنی ذات کو اور اپنی سوکن کو یہ قول تملیک ہے مخاطبہ کے حق میں اور توکیل ہے اس کی سوکن کے حق میں کذا فی الجوہرہ تو زوج کو طلاق دلانی مخاطبہ سے رجوع کرنا درست نہیں اور اس کی سوکن کے طلاق دلانے سے رجوع درست ہے اور مخاطبہ کی تخییر مقید بمجلس ہے بخلاف اس کی سوکن کے الا **اذا علقہ بالمشیۃ** فیصیر تملیکا لہا توکیلا توکیل میں رجوع کرنا درست ہے مگر جب کہ زوج نے طلاق کو مشیت وکیل سے معلق کیا تو اس وقت میں توکیل تملیک ہو جاوے گی توکیل نہ باقی رہے گی یعنی اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تیرا جی چاہے تو اپنی سوکن کو طلاق دے تو اب رجوع کرنا زوج کو اس قول سے جائز نہیں کیونکہ یہ توکیل نہ رہی بلکہ تملیک ہو گئی اس واسطے کہ وکیل سے فعل مطلوب ہوتا ہے وکیل کا دل چاہے یا نہ چاہے اور جب اس کی خواہش اور رائے پر رکھا تو اس کو مالک کر دیا اس واسطے کہ اپنی خواہش کے موافق تصرف کرنا یہ صفت ہے مالک کی نہ وکیل کی اس قول سے رد کیا مذہب زفر کو کذا فی حاشیۃ المدنی والفرق بینہما فی خمسۃ احکام ففی التملیک لا یرجع ولا یعزل ولا یبطل بجنون الزوج وتقید بالمجلس لا یعقل فیصح تفویض لمجنون وصبی لا یعقل بخلاف التوکیل بحر اور فرق درمیان توکیل اور تملیک کے پانچ حکموں میں ہے سو تملیک میں نہیں رجوع کر سکتا زوج اور نہیں معزول کر سکتا مملک لہ کو اور باطل نہیں ہوتی تملیک زوج کے دیوانہ ہونے سے اور مقید ہوتی ہے تملیک مجلس سے اور نہیں مقید ہوتی مملک لہ کی عقل سے تو صحیح ہے تفویض طلاق کی دیوانہ کو اور صبی بے عقل کو بشرطیکہ وہ دونوں کلام کر سکتے ہوں بخلاف توکیل کے کہ اس میں رجوع کرنا اور وکیل کو معزول کرنا درست ہے اور موکل کے جنون سے وکالت باطل ہوتی ہے اور وکالت مقید بمجلس نہیں اور وکیل کے عاقل ہونے پر مقید ہے کذا فی بحر الرائق ہم عزل کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہیں ذکر عدم رجوع کرنا کافی ہے یعنی جب تملیک سے رجوع کرنا جائز نہ ہوا تو معزول کرنا بھی جائز نہ ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی نعم لو جن بعد التفویض لم یقع فہنا تراجع ابتداء لا بقاء بعکس القاعدۃ فلیحفظ ہاں اگر مفوض الیہ یعنی جس کو طلاق کی تفویض ہوئی مجنون ہو گیا بعد تفویض کے پھر اس نے حالت جنون میں طلاق دی تو یہ طلاق نہ واقع ہوگی تو اس مسئلہ میں مسامحہ اور تساہل ہوا ابتداء میں نہ بقاء میں بالعکس قاعدہ فقیہ کے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ یتسامح فی البقاء مالا یتسامح فی الابتداء یعنی مسامحہ کیا جاتا ہے بقاء میں ایسا جو کہ نہیں مسامحہ ہوتا ابتداء میں اور اس مسئلہ میں بالعکس اس قاعدہ کے ہوا یعنی ابتداء میں مسامحہ ہوا نہ بقاء میں یعنی مجنون کو تفویض طلاق درست ہے اور اس کا ایقاع بھی درست اور اگر مفوض علیہ وقت

Marfat.com

تفویض کے عاقل ہو اور پھر مجنون ہو جاوے تو اس کی طلاق درست نہیں اور سبب اس کا یہ ہے کہ جب مجنون کو زوج نے تفویض طلاق کی کی تو اس کے ایقاع طلاق پر باوجود اس کی بے عقل کے راضی ہوا تو گویا طلاق کو جنون زوجہ پر معلق کیا بخلاف اس کے اگر عاقل کو تفویض کی پھر وہ دیوانہ ہو گیا تو یہاں تفویض تھی اس کے عقل کے اعتماد پر حالانکہ عقل بعد جنون کے باقی نہیں **وجلوس القائمة واتکاء القاعدة وقعود المتکئة ودعاء الاب** اوغیرہ **للمشورة** بفتح فضم المشاورة **و** دعاء **الشهود للاشهاد** علی اختیارها الطلاق اذا لم یکن عندها من یدعوهم سواء تحولت عن مکانها اولا فی الاصح خلاصہ اور قاطع مجلس کا نہیں بیٹھنا کھڑی عورت کا اور تکیہ لگانا بیٹھی کا اور اٹھنا تکیہ لگانے والی کا اور بلانا باپ کا یا غیر اس کے کسی اور کا باہم صلاح کرنے کے واسطے اور بلانا گواہوں کا گواہ کرنے کے واسطے اپنی طلاق کے اختیار کرنے پر جب کہ عورت کے نزدیک کوئی ان کا بلا دینے والا نہ ہو خواہ اس بلانے میں عورت اپنے مکان سے ٹل گئی ہو یا نہ ٹلی ہو دونوں برابر ہیں قول اصح میں کذا فی الخلاصہ معلوم ہوا کہ اگر باپ وغیرہ کو صلاح کرنے نہ بلایا یا ہوتے ہوئے دوسرے بلا دینے والے کے عورت خود گواہوں کے بلانے کو گئی تو مجلس بدل گئی اس کو اختیار باقی نہ رہا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی شارح نے کہا کہ مشورہ بفتح میم وضم شین معجمہ بمعنی مشاورت ہے یعنی باہم صلاح کرنا اور مصباح میں تصریح ہے کہ مشورہ میں دو لغت ہیں لغت اول سکون شین کا اور فتح واو کا لغت ثانی ضمہ شین کا اور سکون واو کا اور قاموس میں ہے کہ مشورہ مفعلہ کے وزن پر ہے نہ مفولہ کے کذا فی حاشیۃ المدنی **وایقاف دابة هی راکبتها لا یقطع** المجلس اور ٹھہرانا اس سواری کا جس پر عورت سوار ہے مجلس اختیار کو قطع نہیں کرنا ولو اقامها او جامعها مکرهة بطل لتمکنها من الاختیار اور اگر زوج نے بعد تخییر کے عورت کو مجلس سے اٹھایا یا زبردستی اس سے صحبت کی تو باطل ہو گیا اختیار عورت کا واسطے قادر ہونے عورت کے اختیار سے یعنی حالت اقامت اور حالت جماع میں عورت یوں کہنے پر قادر تھی کہ اخترت[1] نفسی پھر جب اس نے نہ کہا تو اختیار باطل ہو گیا **والفلک لها کالبیت وسیر دابتها کسیرها** حتی لا یتبدل المجلس بجری الفلک یتبدل بسیر الدابة لاضافته الیها اور کشتی عورت کے حق میں مانند کوٹھری کے ہے اور چلنا اس کی سواری کا مانند چلنے عورت کے ہے یہاں تک کہ نہیں بدلتی مجلس کشتی کے بہنے سے اور بدلتی ہے سواری کے چلنے سے واسطے منسوب ہونے چال کے عورت کی طرف اس واسطے کہ سوار ہی کے چلانے پر جانور چلتا ہے بخلاف کشتی کے الا ان تجیب مع سکوته او یکونا فی محمل یقودها الجمال فانه کالسفینة سواری کے چلانے سے اور عورت کے خود چلنے سے مجلس بدل جاتی ہے مگر اس وقت مجلس نہیں بدلتی جب عورت بول اٹھے جواب میں زوج کے چپ رہنے کے ساتھ ہی یعنی فوراً سن کر جانور کے یا اپنے قدم اٹھاتے ہی جواب دیا اور اگر پہلے قدم اٹھا پھر جواب دیا تو طلاق نہ واقع ہو گی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلا عن الهندیة یا کہ زوج اور زوجہ دونوں ایک کجاوے میں ہوں اور اونٹ کو اونٹ والا ہانکتا ہو اس وقت میں مثل کشتی کے ہے یعنی اس کے چلنے سے مجلس نہیں بدلتی **وفی اختاری نفسک لا تصح نیة الثلث** لعدم تنوع الاختیار بخلاف انت بائن او امرک بیدک اور اختاری نفسک یعنی اپنی ذات کو اختیار کر لے اس میں صحیح نہیں عورت کو تین طلاق کی نیت کرنا بسبب عدم تنوع اختیار کے یعنی اختیار ایسا امر نہیں جو چند قسم ہو بخلاف انت بائن کے یا امرک بیدک کے اس واسطے کہ بینونت چند قسم ہو سکتی ہے یعنی بینونت صغریٰ اور بینونت کبریٰ تو اگر انت بائن میں تین طلاق کی نیت کرے گی تو صحیح ہے بسبب تنوع کے اور اسی طرح امر بالید بھی چند قسم ہے زوج کو اختیار کرے یا طلاق کو پھر طلاق رجعی کو اختیار کرے یا بائن کو پھر بینونت صغریٰ کا ارادہ کرے یا کبریٰ کا بخلاف اختاری نفسک کے کہ اس میں تنوع اور گنجائش تعدد کو نہیں اس واسطے کہ اختیار عورت کا مفید ہے استخلاص نفس کو اور استخلاص کو بینونت اقتضاءً ثابت ہے اور جو چیز اقتضا ثابت ہوتی ہے اس کو عموم نہیں ہوتا تو بقدر ضرورت تصحیح کلام کے اس کی تقدیر ہو گی اور قدر ضرورت یہاں ادنیٰ مرتبہ ہے بینونت کا یعنی بینونت صغریٰ اس واسطے کہ بینونت صغریٰ سے بھی استخلاص نفس کا ملک زوج سے ہوتا ہے تو بینونت کبریٰ

[1] یعنی میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا ۱۲

Marfat.com

یعنی تعین طلاق کی نیت کرنا صحیح نہ ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی **بل تبین** بواحدۃ **ان قالت اخترت** نفسی اوانا **اختار نفسی** استحسانا بخلاف
طلقنی نفسک فقالت انا طالق اوانا اطلق نفسی لم یقع لانہ وعد۔ جوہرہ مالم یتعارف اونوی الانشاء بلکہ اختاری نفسک میں بائن ہوگی عورت ایک
طلاق کہ اگر یوں کہے گی کہ میں نے اپنی ذات کو اختیار کیا یا یوں کہے کہ میں اختیار کرتی ہوں اختار نفسی سے طلاق واقع ہوگی بدلیل استحسان کے برخلاف
قیاس بخلاف اس قول کے کہ طلقنی نفسک تو عورت نے جواب میں کہا کہ انا طالق یعنی میں مطلقہ ہوں یا یوں کہا کہ میں اپنی ذات کو طلاق دیتی ہوں تو
طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ وعدہ ہے ایقاع طلاق کا یہ قول خود ایقاع طلاق نہیں کذا فی الجوہرہ عدم وقوع طلاق جب تک ہے کہ زوج
طلاق اس لفظ سے متعارف نہ ہو یا عورت نے نیت طلاق کی نہ کی ہو اور اگر اس زمانہ میں صیغہ مضارع سے یا جملہ اسمیہ سے طلاق واقع کرنا مروج
ہو مشہور ہو یا عورت نے ایسی ایقاع طلاق کی نیت کی ہو تو البتہ طلاق واقع ہوگی **ہم** قیاس چاہتا ہے کہ انا اختار نفسی سے طلاق نہ واقع ہو اس
واسطے کہ یہ وعدہ ہے خود انشاء طلاق نہیں انشاء ہوتا ہے ماضی سے نہ مضارع سے لیکن باعتبار استحسان کے اس لفظ سے طلاق واقع ہوتی
ہے وجہ استحسان کی یہ ہے کہ صحیح مسلم میں حدیث مروی ہے کہ جب آیت تخییر[1] کی نازل ہوئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ
عنہا سے یہ حال کہا تو صدیقہؓ نے کہا کہ انی ارید اللہ ورسولہ والدار الاخرۃ یعنی میں اللہ اور اس کے رسول اور آخرۃ کے گھر کو چاہتی ہوں اور مسلم
کی دوسری روایت میں یوں ہے کہ بل اختار اللہ ورسولہ یعنی بلکہ میں اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس
جواب کو بصیغہ مضارع معتبر رکھا **وذکر النفس اوالاختیارۃ فی احد کلامیہما شرط** لصحۃ الوقوع بالجماع اور مذکور کرنا نفس کا یا لفظ اختیار کا
زوجین میں سے ایک کے کلام شرط ہے اس واسطے صحت وقوع طلاق کے باجماع صحابہ یعنی وقوع طلاق کا بلفظ اختیارۃ باجماع صحابہ کرام معلوم
ہوا ہے **ہم** ذکر نفس اور اختیارۃ کا بالخصوص ضرور نہیں بلکہ جو لفظ کہ قائم مقام نفس اور اختیارۃ کے ہے وہ بھی انہیں دونوں لفظوں کی برابر ہے **وشرط**
ذکرہا متصلا فان کان منفصلا فان فی المجلس صح لانہا تملک فیہ بالانشاء اور مشروط ہے ذکر نفس کا یا اختیارۃ کا متصل کلام میں پھر
اگر منفصل ہے سو اگر اسی مجلس میں اس کا ذکر ہوگیا تو صحیح ہے اس واسطے کہ عورت مجلس میں انشاء طلاق کی مالک ہے تو ذکر نفس اور اختیارۃ کی
بھی مالک ہے **والا لا** الا ان یتعارفوا علی اختیار النفس فیصح وان خلا کلامہا عن ذکر النفس درر وتاجنیہ واقرہ البہنسی والباقانی لکن ردہ الکمال ونقلہ الاکمل
والتیل فالحق ضعفہ نہر اور اگر ذکر نفس کا عورت نے مجلس میں نہ کیا تو ایقاع طلاق صحیح نہیں تفویض باطل ہوئی مگر اگر زوجین نے اختیار نفس پر اتفاق
کیا یعنی زوج نے زوجہ کی تصدیق کی کہ اس نے اپنا نفس اختیار کیا تو طلاق واقع ہوگی اگرچہ دونوں کا کلام ذکر نفس سے خالی ہو کذا فی الدرر والفوائد
التاجیہ اور ثابت رکھا ہے اس قول کو بہنسی اور باقانی نے لیکن رد کیا ہے اس کو کمال الدین محقق نے اور نقل کیا ہے اس قول کو اکمل الدین نے
عنایہ میں بصیغہ تمریض یعنی قیل کے لفظ سے تو ضعیف ہونا اس قول کا ٹھیک ہے بدون ذکر نفس کے تصادق زوجین کا کچھ اعتبار نہیں کذا فی النہر الفائق
فلو قال اختاری اختیارۃ اوطلقۃ اوامرک وقع لو قالت اخترت فان ذکر الاختیارۃ کذکر النفس افالتاء فیہ للوحدۃ وکذا ذکر التطلیقۃ
پھر اگر کہا زوج نے اختاری اختیارۃ[2] یا یوں کہا اختاری[3] طلقۃ یا یوں کہا کہ اختاری[4] امرک تو طلاق واقع ہوگی اگر زوج نے کہا اخترت اس واسطے
کہ ذکر لفظ اختیارۃ کا مانند ذکر نفس کے ہے خصوصیت طلاق میں اس واسطے کہ لفظ اختیارۃ بیں تا واسطے وحدت کے ہے اور تا وحدت نشانی

---

[1] یعنی سورہ احزاب کی یہ آیات یا ایہا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتہا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا جمیلا وان کنتن تردن اللہ ورسولہ والدار
الآخرۃ فان اللہ اعد للمحسنات منکن اجرا عظیما یعنی اے نبی کہہ اپنی ازواج سے اگر تم چاہتی ہو زندگی دنیا کی اور یہاں کی رونق تو آؤ کچھ فائدہ دوں تم کو اور رخصت کروں بھلی طرح
اور اگر تم چاہتی ہو اللہ کو اور اس کے رسول کو اور پچھلے گھر کو تو اللہ نے رکھ چھوڑا ہم تم میں سے نیکوں کے لیے بڑا ثواب ۱۲ [2] اختیار کر ایک اختیار [3] اختیار کر اپنی ایک طلاق [4] اختیار کر اپنی کو

Marfat.com

ہے اتحاد کی اور اسی طرح ذکر تطلیقۃ کا وقوع طلاق میں مثل ذکر نفس کے ہے بلکہ اس سے بھی صریح تر ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وتکرار لفظ اختاری وقولہا اخترت ابی او امی او اہلی او الازواج یقوم مقام ذکر النفس اور تکرار لفظ اختاری کا اور یوں کہنا عورت کا کہ میں نے اپنے باپ یا اپنی ماں کو یا اپنے اہل کو یا اپنے شوہروں کو اختیار کیا قائم مقام ہے ذکر نفس کے لیکن اختیار کرنا قوم کا یا اور کسی قرابت والے کا موجب طلاق کا نہیں لیکن اگر عورت کے ماں باپ نہ ہوں اور اس کا بھائی ہو اور وہ کہے کہ میں نے بھائی کو اختیار کیا تو اس صورت میں بھی طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر والشرط ذکر ذلک فی کلام احدہما کما مثلنا فلم یختص اختیارہ بکلامہ کما ظن اور شرط ہے ذکر کرنا اس کا یعنی نفس یا قائم مقام نفس کا ایک کے کلام میں خواہ زوج کے خواہ زوجہ کے چنانچہ ہم نے مثالوں میں مذکور کیا تو نہیں مخصوص ہے اس کا ذکر زوج کے کلام میں جیسا کہ بعضوں کا گمان ہے ولو قالت اخترت نفسی وزوجی او نفسی لا بل زوجی وقع اور اگر کہا عورت نے کہ میں نے اختیار کیا اپنی ذات کو اور اپنے زوج کو یا یوں کہا کہ میں نے اختیار کیا اپنی ذات کو نہیں بلکہ اپنے زوج کو اختیار کیا تو طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ جب اول اپنے نفس کو اختیار کیا تو طلاق واقع ہوگئی پھر زوج کو اختیار کیا تو یہ رجوع ہوا طلاق سے حالانکہ بعد وقوع طلاق کے اس سے رجوع کرنا درست نہیں وما فی الاختیار من عدم الوقوع سہو اور جو کتاب اختیار میں مسئلہ ثانیہ میں عدم وقوع طلاق مذکور ہے سو خطا ہے نعم لو عکست لم یقع اعتبارا للمقدم وبطل امرہا کما لو عطفتہ باو او رشاہا لتختارہ فاختارتہ او قالت الحقت نفسی باہلی ہاں اگر عورت اس کلام کو بالعکس کہے یعنی یوں کہے کہ میں نے اختیار کیا اپنے زوج کو اور اپنے نفس کو یا یوں کہے کہ میں نے اختیار کیا اپنے زوج کو نہیں بلکہ اپنے نفس کو تو طلاق نہ واقع ہوگی بسبب اعتبار مقدم کے یعنی جس کو اول ذکر کیا اس کا اعتبار ہے اور مؤخر کا کچھ اعتبار نہیں اور باطل ہوگیا اختیار اس کا چنانچہ باطل ہے اختیار عورت کا اگر عطف کیا بحرف او یعنی یوں کہا کہ اخترت نفسی او زوجی یعنی اختیار کیا میں نے اپنی ذات کو یا اپنے زوج کو اس واسطے کہ بسبب تذبذب اور تردد کے اختیار اس کا باطل ہوگیا طلاق نہ واقع ہوئی یا زوج نے عورت کو رشوت دی تاکہ زوج ہی کو اختیار کرے سو اس نے زوج ہی کو اختیار کیا تو عورت کا اختیار باطل ہوا طلاق نہ واقع ہوئی اور زوج کو مال دینا واجب نہیں اس واسطے کہ رشوت دینا حرام ہے بلکہ اگر دی ہو تو پھیر سکتا ہے یا زوج نے کہا اختاری اور عورت نے کہا الحقت نفسی باہلی یعنی میں نے اپنی ذات کو اپنے لوگوں میں ملایا تو طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ اختیار کا جواب ان الفاظ سے معروف اور مشہور نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی **ولو کررہا** ای لفظ اختاری **ثلثا** بعطف او غیرہ **فقالت اخترت او اخترت اختیارۃ او اخترت الاولی او الوسطی او الاخیرۃ یقع ثلثا** بلا نیۃ من الزوج لدلالۃ التکرار علی ثلث اور اگر مکرر کیا زوج نے لفظ اختاری کو تین بار خواہ بعطف چنانچہ اختاری واختاری واختاری کہا یا تکرار بدون عطف کے کی چنانچہ اختاری اختاری اختاری کہا سو عورت نے جواب میں فقط اخترت کہا یعنی میں نے اختیار کیا یا یوں کہا کہ اخترت اختیارۃ یا یوں کہا کہ میں نے پہلی یا درمیان والی یا پچھلی اختیار کی تو تین بار طلاق واقع ہوگی بدون نیت زوج کے واسطے دلالت کرنے تین بار کے تکرار کے اوپر طلاق کے اور صاحب کنز اور ہدایہ اور صدر الشہید اور عتابی نے اسی قول کو پسند کیا ہے اس واسطے کہ جامع صغیر میں امام محمد نے اس میں نیت مشروط نہیں کی اور زیادات اور جامع کبیر میں اور قاضی خان وغیرہا میں نیت مشروط ہے اور صاحب فتح القدیر میں بھی شرط نیت کو پسند کیا ہے بحر الرائق میں کہا کہ باعتبار اور درایت کے یہی قول معتمد ہے کہ نیت مشروط ہے نہ ذکر نفس کذا فی حاشیۃ المدنی وقالا یقع فی اخترت الاولی الی آخرہ واحدۃ بائنۃ واختارہ الطحطاوی بحر واقرہ المقدسی وفی الحاوی القدسی وبہ ناخذ انتہی فقد افاد ان قولہما ہو المفتی بہ لان قولہم وبہ ناخذ من الالفاظ المعلم بہا علی الافتاء وکذا بخط الشرف الغزی محشی الاشباہ اور صاحبین نے کہا کہ اخترت الاولی میں اور اخترت الوسطی اور اخترت الاخیرۃ میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی

Marfat.com

اور طحاوی نے اس کو پسند کیا ہے کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہے اس کو مقدسی نے اور حاوی قدسی میں ہے کہ اسی روایت کو ہم لیتے ہیں تو حاوی قدسی کے کلام نے البتہ اس کا فائدہ بخشا کہ صاحبین ہی کا قول مفتی بہ ہے اس واسطے کہ فقہاء کا یوں کہنا کہ بہ ناخذ یعنی ہم اسی کو لیتے ان الفاظ سے ہے جن سے اعلام دیا جاتا ہے افتا پر ایسا ہی مرقوم ہے شرف غزی محشی اشباہ کے دستخط سے **ولو قالت** فی جواب التخییر المذکور **طلقت نفسی او اخترت نفسی بتطلیقۃ** او اخترت الطلقۃ الاولی **بانت بواحدۃ فی الاصح** لتفویضہ بالبائن فلا تملک غیرہ اور اگر عورت نے کہا تخییر مذکور کے جواب میں کہ طلاق دی میں نے اپنی ذات کو یا اختیار کیا میں نے اپنی ذات کو ایک طلاق سے یا میں نے پہلی طلاق اختیار کی تو ایک طلاق سے بائن ہوگی بذہب اصح میں اس واسطے کہ زوج نے طلاق بائن تفویض کی ہے تو عورت مالک نہیں غیر بائن کی یعنی رجعی کو اختیار نہیں کر سکتی **امرک بیدک فی تطلیقۃ او اختاری تطلیقۃ فاخترت نفسہا طلقت رجعیۃ** لتفویضہ الیہا بالصریح والمقید بالبینونۃ اذا قرن بالصریح صار رجعیا کعکسہ زوج نے کہا تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے ایک طلاق میں اور اختیار کر ایک طلاق کو سو عورت نے اپنی ذات کو اختیار کیا تو اس کو ایک طلاق رجعی ہوگی اس واسطے کہ زوج نے اس کو صریح طلاق تفویض کی اور صریح طلاق سے رجعی طلاق واقع ہوتی ہے نہ بائن اور جو لفظ کہ بینونت کا فائدہ دیتا ہے جب صریح سے متصل ہوگا تو بائن بھی رجعی ہو جائیگی چنانچہ بالعکس اس کے یعنی جب صریح متصل بائن کے ہوگا تو صریح بائن ہو جاتا ہے چنانچہ انت طالق بائن میں طلاق بائن ہی واقع ہوگی یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی لفظ امر بالید اور لفظ اختیار کا بینونت کا مفید ہے پھر طلاق رجعی ہونے کی کیا وجہ شارح نے جواب دیا کہ جب بائن کے بعد صریح متصل ہوتا ہے تو رجعی ہو جاتا ہے اور صریح کے بعد بائن جب متصل ہوگا تو بھی رجعی ہوگا فید بفی ومثلہا الباء بخلاف لتطلقی نفسک او حتی تطلقی فہی بائنۃ مقید کیا مصنف نے مثال مذکور کو بحرف فی اور مثل نے کہ بھی ہے مقید کیا بسبب مخالفت لتطلقی نفسک یا حتی تطلقی کے کہ اس میں ایک طلاق بائن ہوتی ہے یعنی امرک بیدک فی تطلیقۃ میں رجعی طلاق ہوتی ہے بسبب اتصال صریح کے بائن کے ساتھ اس واسطے کہ فی اور باء یہاں واسطے ظرفیت کے ہیں اور ظرف اور مظروف کا اتصال صریح ہے بخلاف امرک بیدک لتطلقی نفسک کے یعنی تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے تاکہ تو اپنی ذات کو طلاق دے یا یوں کہا کہ امرک بیدک حتی تطلقی یعنی تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے طلاق دینے تک کہ اس میں لفظ طلاق کا منفصل ہے اس واسطے کہ علت اور غایت شے کی شے سے جدا ہوتی ہے تو جب صریح بائن سے متصل نہ ہوئی تو بائن ہی واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی کما لو جعل امرہا بیدہا لو لم تصل فقتی الیک فطلقی نفسک متی شئت فلم تفعل فطلقت کان بائنا لان لفظۃ الطلاق لم تکن فی نفس الامر چنانچہ اگر عورت کو طلاق کا اختیار دیا اس طرح کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے اگر میری طرف سے تجھ کو خرچ نہ پہنچے تو طلاق دے لینا اپنی ذات کو جب چاہنا پھر زوج کی طرف سے خرچ نہ پہنچا سو عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی تو یہ طلاق بائن ہوگی اس واسطے کہ لفظ طلاق کا لفظ امر کی ذات سے متصل نہ تھا پھر جب اتصال صریح کا بائن سے نہ ہو تو بائن طلاق واقع ہوگی ہم نفس الامر سے یہاں واقع مراد نہیں بلکہ لفظ امرک بیدک مراد ہے فتامل **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے قال لرجل خیر امراتی فلا خیار لہا مالم یخیرہا زوج نے کسی مرد سے کہا طلاق کا اختیار دے میری زوجہ کو سو عورت طلاق کو اختیار نہیں کر سکتی جب تک وہ مرد عورت کو اختیار نہ دے اس واسطے کہ زوج نے ایک امر کا امر کیا تو جب تک وہ مرد اس کو نہ کرے گا زوج کا مامور نہ حاصل ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر بخلاف اخبرہا بالخیار لاقرارہ یہ بخلاف اس قول کے کہ اگر زوج نے کسی مرد سے کہا کہ خبر کر دے عورت کو اختیار کی سو عورت نے قبل خبر پہنچانے اس مرد کے طلاق لی تو طلاق واقع ہوگی بسبب اقرار کرنے زوج کے اختیار کے یعنی اس قول میں اختیار مقدم ہے پر تو گویا زوج نے خود ثبوت اختیار کا اقرار کیا قال لہا انت طالق ان شئت واختاری فقالت شئت واخترت وقع ثنتان زوج نے کہا زوجہ سے

Marfat.com

کہ تو طالق ہے اگر تو چاہے اور اختیار کر طلاق کو سو کہا زوجہ نے کہ میں نے چاہا اور اختیار کیا تو دو طلاق واقع ہوں گی ایک مشیت سے اور دوسری اختیار سے قال اختاری الیوم وغدًا اتحد کہا زوج نے کہ اختیار کر آج اور کل تو یہ ایک ہی اختیار ہوا تو اگر عورت آج کے اختیار کو رد کرے گی تو کل بھی اختیار باطل ہوگا ولو قال اختاری الیوم واختاری غدًا تعدد اور اگر کہا کہ اختیار کر آج اور اختیار کر کل تو یہ متعدد ہوا یعنی دو اختیار ہوئے بسبب اعادہ لفظ اختیار کے بواسطہ عطف کے اور عطف مقتضی ہے مغائرت کا تو آج کے اختیار رد کرنے سے کل کا اختیار باطل نہ ہوگا قال اختاری الیوم او امرک بیدک ہذا الشہر خیرت فی بقیتہا کہا کہ اختیار کر آج یا یوں کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے اس مہینے میں تو مختار ہوگی عورت بقیہ دن میں اور بقیہ مہینے میں یعنی اگر زوج نے پورے دن چڑھے اختیار دیا تو تین پہر تک اختیار عورت کو حاصل ہے اور اگر مثلاً دسویں تاریخ اختیار دیا تو بیس یا انیس دن تک اختیار رہے وان قال یومًا او شہرًا فمن ساعتہ تکلم الی مثلہا من الغد والی تمام ثلثین یوما اور اگر زوج نے کہا کہ اختاری یوما یعنی اختیار کر ایک دن یا یوں کہا کہ اختیار کر ایک مہینہ یعنی یوم اور شہر کو نکرہ کہا تو بولنے کے وقت سے دوسرے دن کے اسی وقت تک پہلی صورت میں اور بولنے کے وقت سے پورے تیس دن تک دوسری صورت میں عورت خود مختار ہے طلاق کی ولو جعل لہا اس الشہر خیرت فی اللیلۃ الاولی اولیہا اور اگر زوج نے عورت کا اختیار مہینہ کے سر سے پر قرار دیا تو عورت مختار ہوگی اس مہینہ کی پہلی رات اور اس کے دن میں ولا یبطل الموقت بالاعراض بل بمضی الوقت علمت او لا اور باطل نہیں ہوتا معین وقت مجلس عورت کے اعراض اور روگردانی سے بلکہ اختیار باطل ہوتا ہے وقت معین کے گذر جانے سے عورت کو تخییر کا علم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو بخلاف اختیار غیر معین کے کہ وہ اعراض سے باطل ہوتا ہے ؛

باب الامر بالید یہ باب ہے امر بالید کا امر یہاں بمعنی حال کے ہے اور ید بمعنی تصرف کے یعنی یہ باب ہے طلاق عورت کے حال کے بیان کا جس طلاق کو اس کے زوج نے اس کے تصرف میں کر دیا تخییر کا مقدم کیا اس واسطے کہ تخییر باجماع صحابہ ثابت ہے بخلاف امر بالید کے اگرچہ اس میں اختلاف نہیں لیکن صحابہ کا اجماع نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی **ہو کالاختیار الا فی بتۃ الثلث لا غیر** امر بالید مانند اختیار کے بے نیت کی طرف محتاج ہونے میں اور مجلس تک مقید ہونے میں اور نفس کے ذکر کرنے میں یا جو نفس کے قائم مقام ہو مگر تین کی نیت کرنے میں اختیار کے مانند نہیں نہ اس کے غیر میں یعنی فقط اتنا فرق ہے کہ اختیار میں تین طلاق کی نیت صحیح نہیں اور امر بالید میں صحیح ہے باقی امور میں دونوں برابر ہیں **او قال لہا** دو صغیرۃ لانہ کالتعلیق بزازیۃ **امرک بیدک** او بتلک او منک او لسانک **بنوی ثلثا** ای تفویضہما **فقالت** فی مجلسہا اخترت نفسی **لو احدۃ** او قبلت نفسی او اخترت امری او انت علی حرام او منی بائن او انا منک بائن او طالق **وقعن** جب کہ کہا زوج نے زوجہ سے اگرچہ عورت صغیرہ ہو اس واسطے کہ امر بالید مثل تعلیق کے کذا فی البزازیۃ اس طرح کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں یا تیرے بائیں ہاتھ میں ہے یا تیرے منہ میں یا تیری زبان میں ہے تفویض تین طلاق سے تین کی نیت کر کے کہا سو زوجہ نے اپنی مجلس میں کہا کہ میں نے اپنی ذات کو اختیار کیا امر اپنا یا عورت نے کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے یا کہ تو مجھ سے بائن ہے یا کہ میں تجھ سے بائن ہوں یا طالق ہوں تو سب صورتوں میں تین طلاق واقع ہوں گی ہم صغیرہ کی تخییر صحیح ہے مثل تعلیق کے یعنی اگر یوں کہا کہ ان اخترت[1] نفسک فانت کذا پھر جب صغیرہ اختیار کریگی تو شرط پائی جاوے گی تو طلاق واقع ہوگی اسی طرح صغیرہ کے ایقاع سے بھی طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ جانور کے فعل سے بھی تعلیق صحیح ہے اسی طرح صغیرہ کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لو قال ابوہا قبلتہا خلاصۃ وینبغی ان یقید بالصغیرۃ اور اسی طرح تین طلاق واقع ہوں گی اگر تفویض مذکور میں عورت کے باپ نے کہا کہ میں نے قبول کیا ان کو یعنی تین طلاق کو کذا فی الخلاصۃ اور لائق یوں ہے کہ اس مسئلہ کو مقید بصغیرہ

[1] اگر تو اختیار کرے اپنے نفس کو تو تو ایسی ہے یعنے طالق ہے ۱۲

Marfat.com

یہ کہیے یعنی صغیرہ کے باپ کا قبول بھی موجب ہے طلاق کا ہم شارح نے قید صغیرہ کی مصنف نہر الفائق کی تقلید سے لگائی حالانکہ اس کی کچھ حاجت نہ تھی اس واسطے کہ عبارت خلاصہ عام ہے بلا قید بائن لفظ لو جعل[1] امرہا بیدہا فقال ابوہا قبلت طلقت اس واسطے کہ امر جب باپ کے ہاتھ میں ہوا اور پھر اس نے قبول کیا تو طلاق واقع ہو جاوے گی خواہ عورت صغیرہ ہو خواہ کبیرہ اس واسطے کہ یہ مانند تعلیق کے ہے بلکہ اجنبی شخص کو اختیار دینا بھی صحیح ہے اگرچہ عورت کبیرہ ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الشیخ الرحمنی المحشی **واعزنک طلاقک** وامرک بیدالله وبیدک او امری بیدک علی المختار خلاصۃ **کامرک بیدک** وذکر اسم الله تعالیٰ للتبرک وان لم ینو ثلثا فواحدۃ اور یہ اقوال یعنی میں نے تجھ کو تیری طلاق رعایت دی اور امر تیرا خدا کے ہاتھ میں ہے یعنی اختیار میں اور تیرے ہاتھ میں ہے اور امر میرا تیرے ہاتھ میں ہے بنا بر قول مختار کے کذا فی الخلاصۃ اقوال مذکورہ مانند امرک بیدک کے ہیں تین طلاق واقع ہونے میں بشرط نیت کے اور اس قول میں کہ امرک بیدالله وبیدک ذکر اسم الله تعالیٰ کا محض برکت کے واسطے ہے اور اگر ان اقوال میں تین طلاق کی نیت نہ کرے گا تو ایک ہی طلاق واقع ہو گی ولو طلقت ثلثا فقال نویت واحدۃ ولا دلالۃ حلف وتقبل بینتہا علی الدلالۃ کامر اور اگر امر بالید وغیرہ میں عورت نے اپنی ذات کو تین طلاق مطلقہ کیا پھر زوج نے کہا کہ میں نے تخییر میں ایک ہی طلاق کی نیت کی تھی اور حالانکہ دلالت حال اس وقت موجود نہیں تو قسم لی جاوے گی زوج سے تین طلاق کی نیت کرنے پر اور اگر عورت گواہ لاوے گی تو مقبول ہوں گے اس کے گواہ دلالت حال پر یا اس کے اقرار پر چنانچہ یہ مضمون اول باب الکنایات میں مذکور ہو چکا **واتحادا مجلس علمہا** وذکر النفس او ما یقوم مقامہا **شرط فاو جعل امرہا بیدہا ولم تعلم بذلک وطلقت نفسہا لم تطلق** لعدم شرط خانیۃ اور متحد ہونا مجلس تخییر اور اختیار کا اور دریافت کرنا عورت کا تخییر زوج کو اور مذکور ہونا نفس یا اس کے قائم مقام کا شرط ہے سو اگر زوج نے لفظ امر بالید کا عورت کو اختیار دیا اور اس کو اس کا علم نہ ہوا اور عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی تو عورت پر طلاق نہ پڑے گی بسبب نہ پائے جانے شرط وقوع طلاق کے یعنی علم کے کذا فی الخانیۃ **وکل لفظ یصلح للایقاع منہ یصلح للجواب منہا وما لا یصلح للایقاع منہ فلا یصلح للجواب منہا فلو قالت انا طالق او طلقت نفسی وقع بخلاف خو طلقتک لان المرأۃ توصف بالطلاق دون الرجل اختیار** اور جو لفظ کہ لیاقت رکھتا ہے ایقاع طلاق کی جانب زوج سے وہی لیاقت رکھتا ہے جواب کی جانب زوجہ سے اور جو ایقاع کی لیاقت نہیں رکھتا جانب زوج سے وہ عورت کی طرف سے بھی جواب کی لیاقت نہیں رکھتا تو اگر عورت نے کہا کہ میں طالق ہوں یا یوں کہا کہ میں نے اپنی ذات کو طلاق دی تو واقع ہو گی اس واسطے کہ دونوں لفظ ایقاع طلاق کے لائق ہیں جانب زوج سے بخلاف ایسے قول کے کہ عورت مرد سے کہے کہ میں نے تجھ کو طلاق دی ہر چند یہ لفظ ایقاع زوج کے لائق ہے لیکن عورت کے جواب کے لائق نہیں اس واسطے کہ عورت موصوف ہوتی ہے وقوع طلاق سے نہ مرد کذا فی الاختیار یعنی عورت پر طلاق واقع ہوتی ہے نہ مرد پر **الا لفظ الاختیار خاصۃ** فانہ لیس من الفاظ الطلاق ویصلح جوابا منہا بدائع مگر لفظ اختیار کا خاص کر اس واسطے کہ لفظ اختیار کا طلاق واقع کرنے کے الفاظ سے نہیں اور حالانکہ جواب کے لائق ہے عورت کی طرف سے کذا فی البدائع لکن یرد علیہ صحۃ بقبولہا وقبول ابیہا کما مر فتدبر لیکن اعتراض وارد ہوتا ہے مصنف کے حصر کرنے پر جواب صحیح ہونے کا عورت کے قبول کرنے سے اور اس کے باپ کے قبول کرنے سے چنانچہ اسی باب میں عنقریب مذکور ہو چکا سو اس کو غور کر لینی مصنف نے دعوی کیا کہ سوائے لفظ اختیار کے جو لفظ صالح ہے ایقاع کا وہی صالح ہے جواب کا اور حالانکہ قبول کرنا زوجہ کا اور اس کے باپ کا جواب صالح ہے اور ایقاع کا صالح نہیں اور جواب مصنف

[1] اگر زوج نے زوجہ کا امر اس کے باپ کے اختیار میں کیا اور اس کے باپ نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو عورت مطلقہ ہو جاوے گی ۱۲

Marfat.com

کی طرف سے یوں ہوسکتا ہے کہ قبول کا جواب دینا بتقدیر طلاق کے ہے یعنی گویا عورت یوں کہتی ہے کہ میں نے طلاق قبول کی اور طلاق کا لفظ ایقاع اور جواب دونوں کے لائق ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **وفی قولہا جوابہ طلقت نفسی واحدۃ او اخترت نفسی بتطلیقۃ بانت بواحدۃ** لما مران المعتبر تفویض الزوج لا ایقاعہا اور یوں عورت کے کہنے میں مرد کے جواب امر بالید میں کہ میں نے اپنی ذات کو مطلقہ کیا ایک طلاق سے یا یوں کہا کہ میں نے اپنی ذات کو پسند کیا ایک طلاق سے تو بائن ہوگی ایک طلاق کیونکہ اس واسطے کہ مذکور ہوچکا کہ معتبر بائن یا رجعی ہونے میں تفویض زوج کی ہے نہ ایقاع عورت کا یعنی ہر چند عورت کے جواب میں لفظ طلاق ہے اور لفظ طلاق سے رجعی واقع ہوتی ہے نہ بائن لیکن چونکہ زوج نے بلفظ امر بالید بائن کی تفویض کی تو اسی کی تفویض کا اعتبار ہوگا نہ عورت کے جواب کا اور جب کہ مرد نے تین طلاق کا اختیار عورت کو دیا تو ایک طلاق کا بھی اس کو اختیار ہوگا **ولا یدخل اللیل فی قولہ امرک بیدک الیوم ولبعد غد** لانہما تملیکان اور نہ داخل ہوگی رات مرد کے اس قول میں کہ تیرا امر تیرے ہاتھ آج اور کل کے بعد یعنی پرسوں رات اس واسطے داخل نہیں کہ اس قول میں دو تملیکیں ہیں جدا جدا **فان ردت الامر فی یومہا بطل الامر فی ذلک الیوم فکان امرہا بیدہا بعد غد ولو** طلقت لیلا لم یقع لانطلق الامرۃ سو اگر مثال مذکور میں رد کیا عورت نے اختیار آج کا تو باطل ہوگا اختیار اُسیدن کا تو اس کا اختیار باقی رہے گا پرسوں کا اور اگر عورت طلاق دے گی رات کو تو صحیح نہ ہوگی اس واسطے کہ رات اس تخییر میں داخل نہیں اور طلاق نہ دے گی عورت مگر ایک بائن یعنی ہر چند دو تملیکیں ہیں یہاں جدا جدا لیکن ایک طلاق کے سوا دو طلاق نہیں دے سکتی کذا فی حاشیۃ الحلبی **ویدخل اللیل فی امرک بیدک الیوم وغدًا وان ردتہ فی یومہا لم یبق فی الغد** لانہ تفویض واحد اور داخل ہے رات اس قول میں کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے آج اور کل اور اگر عورت رد کرے گی تفویض کو آج تو باقی نہ رہے گا اختیار کل کے دن میں اس واسطے کہ یہ ایک ہی تفویض تھی **ولو قال امرک بیدک الیوم وامرک بیدک غدا فہما امران** ولم یذکر خلافا ولا یدخل اللیل کما لا یخفی اور اگر زوج کہے گا کہ امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہے آج اور امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہے کل تو یہ دو امر ہیں اس واسطے کہ دو کلام مستقل ہیں اور قاضی خان میں اس مسئلہ میں اختلاف فقہاء کا مذکور نہیں کیا اور اس مسئلہ میں رات نہیں داخل چنانچہ یہ مخفی نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی تنبیہ یہ آگاہ کرنا ہے شارح کی طرف سے دفع تناقض وغیرہ پر ظاہر امر انہ یرتد بالرد قبل قبولہ لا بعدہ کالابراء ظاہر مطلب مسائل مذکورہ کا یہ ہے کہ اختیار عورت کا پھر جاتا ہے اس کے رد کر دینے سے اور ذخیرہ میں ثابت ہے کہ امر بالید لازم ہے عورت کے رد کرنے سے رد نہیں ہوتا دونوں قول میں تناقض ثابت ہوا لیکن عمادیہ میں توفیق اس تناقض کی یوں مذکور ہے کہ امر بالید میں اختیار عورت کا پھر جاتا ہے قبل قبول کرنے امر کے نہ بعد قبول کرنے کے یعنی اگر عورت نے ہنوز تخییر کو قبول نہیں تو رد کر سکتی ہے اور بعد قبول کر چکنے کے رد نہیں کر سکتی مانند ابراء کے یعنی قرض سے ابرا کرنا ہر چند قرض دار کے قبول کرنے پر موقوف نہیں لیکن اس کے رد کرنے سے رد ہو جاتا ہے اور مراد قبول سے یہاں مباشرت مفوض الیہ کی ہے قبول لفظی ضرور نہیں تو اگر عورت نے بعد تفویض کے اپنی ذات کو اختیار کیا تو طلاق واقع ہو چکی اب یہ طلاق نہیں رد ہو سکتی اور یہ دفع تناقض کا نہایت خوب اور ظاہر ہے کذا فی حاشیۃ المدنی دانہ فی المتحد لا یبقی فی الغد لکن فی الوالجیۃ امرک بیدک الی راس الشہر فقالت اخترت زوجی بطل خیارہا فی الیوم ولہا ان تختار نفسہا فی الغد عند الامام ووجہہ فی الذخیرۃ انہ متی ذکر الوقت اعتبر تعلیقا والا فتملیکا اور ظاہر مطلب مسائل مذکورہ کا یہ ہے کہ تخییر متحد میں یعنی امرک بیدک الیوم وغدًا میں اگر عورت اول دن انکار کرے گی تو دوسرے دن میں بھی اختیار عورت کا باقی نہ رہے گا اور والجیہ میں یوں ہے کہ اگر زوج نے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے اس مہینے کے سرے تک پھر عورت نے کہا کہ میں نے اپنے

Marfat.com

زوج کو اختیار کیا تو باطل ہوگا اختیار اس کا اس دن جس دن اس نے یہ کہا اور جائز ہے عورت کو کہ اپنے نفس کو اختیار کرے بعد اس دن کے نزدیک امام کے بخلاف ابی یوسف کے تو باوجود تخییر متحد ہونے کے ایک دن کے رد کرنے سے دوسرے دن کا اختیار باقی رہا تو یہ قول اول قول کا متناقض ہوا اور وجہ قول امام کی درایہ میں مذکور ہے تو شارح کی تقریر سے تناقض نہ دفع ہوا طحطاوی نے کہا کہ شارح کو یہاں اثبات تناقض منظور ہے نہ دفع تناقض کذا فی حاشیۃ المدنی بقی لو طلقہا بائنا ہل یبطل امرہا ان کان التفویض منجزا نعم وان کان معلقا کان دخلت الدار فامرک بیدک او موقتا لا عمادیۃ باقی رہا بیان اس مسئلہ کا کہ اگر زوج نے اول تفویض کی پھر اس کو طلاق بائن دی تو آیا باطل ہوگا اختیار عورت کا جواب اس کا یہ ہے کہ اگر تفویض منجز تھی یعنی معلق شرط پر نہ تھی تو ہاں اس کا اختیار باطل ہوگا اس واسطے کہ اگر باطل نہ ہو تو لازم آوے لاحق ہونا بائن کا بائن کو اور حالانکہ یہ جائز نہیں اور اگر تفویض معلق ہے اس طرح کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہے یا تفویض وقت ہو اس طرح کہ امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہے کل تو اختیار عورت کا باطل نہ ہوگا اس واسطے کہ بائن معلق اور بائن موقت کا لاحق ہونا جائز ہے چنانچہ سابق میں گذرا کذا فی العمادیۃ لکن فی البحر عن القنیۃ ظاہر الروایۃ ان المعلق کالمنجز لکن بحر الرائق میں قنیہ سے منقول ہے کہ ظاہر روایت یہ ہے کہ تفویض معلق مانند تفویض منجز کے ہے یعنی دونوں صورتوں میں اختیار باقی نہیں رہتا تو جواب کہ عمادیہ کی تفصیل معتمد اس واسطے ہے کہ ظاہر روایت مقدم ہے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے نکحہا علی ان امرہا بیدہا صح نکاح کیا مرد نے عورت سے اس شرط پر کہ عورت طلاق کی مختار ہے تو یہ صحیح ہے **م** بحر الرائق میں خلاصہ اور بزازیہ سے اس میں تفصیل مذکور ہے یعنی اگر یہ شرط مرد کی طرف سے ہے تو عورت کو اختیار نہیں اور اگر عورت کی طرف سے ہے تو اختیار ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو ادعت جعل امرہا بیدہا لم تسمع الا اذا طلقت نفسہا بحکم الامر ثم ادعتہ فتسمع اور اگر دعویٰ کیا عورت نے مرد کے مختار کرنیکا عورت کو اس دعویٰ کی سماعت نہ ہوگی مگر جب کہ طلاق دی عورت نے اپنی ذات کو بموجب امر زوج کے پھر اس تفویض کا دعویٰ کیا تو مسموع ہوگا اور گواہ طلب ہونگے قالت طلقت فی المجلس بلا تبدل وانکر فالقول لہا کہا عورت نے کہ میں طلاق دی اپنی ذات کو مجلس میں بلا تبدل مجلس کے اور زوج نے اس کا انکار کیا تو عورت ہی کا قول معتمد ہوگا جعل امرہا بیدہا ان ضربہا بغیر جنایۃ فضربہا ثم اختلفا فالقول لہ لانہ منکر مرد نے عورت کو طلاق کا اختیار دیا اگر اس کو بے قصور مارے سو اسکو مارا پھر دونوں مختلف ہوئے زوج کہتا ہے کہ میں نے قصور پر مارا زوجہ کہتی ہے کہ نہیں بلا قصور مارا تو مرد ہی کا قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ وہ منکر ہے وتقبل بینتہا علی الشرط المنفی کما سیجیء اور مقبول ہوتے ہیں گواہ عورت کے شرط منفی پر چنانچہ باب التعلیق میں اس کا ذکر آوے گا یعنی اگر عورت گواہ لاوے کہ زوج نے اس کو بلا قصور مارا تو لائق یہ ہے کہ مقبول ہوں ہر چند نفی پر گواہ مقبول نہیں لیکن شرط منفی پر منقول ہیں طلب اولیاؤہا طلاقہا فقال الزوج لابیہا ما ترید منی افعل ما ترید فخرج فطلقہا ابوہا لم تطلق ان لم یرد الزوج التفویض والقول لہ فیہ خلاصہ عورت کے والیوں نے عورت کی طلاق طلب کی سو زوج نے اس کے باپ سے کہا کہ تو مجھ سے کیا چاہتا ہے کر جو تیرا جی چاہے اور یہ کہکر زوج باہر نکلا پھر عورت کے باپ نے اسکو طلاق دی تو عورت کو طلاق نہ ہوگی اگر زوج نے اس قول سے تفویض طلاق کا ارادہ نہ کیا اور زوج ہی کا قول اس میں معتبر ہوگا کذا فی الخلاصہ لا تدخل نکاح الفضولی ما لم یقل ان دخلت امراۃ فی نکاحی نہ داخل ہوگا نکاح فضولی کا جب تک زوج یوں نہ کہے کہ اگر داخل ہو عورت میرے نکاح میں یعنی زوجہ سے زوج نے کہا کہ اگر میں تجھ پر دوسری عورت سے نکاح کروں تو اس کی طلاق تیرے اختیار میں ہے پھر ایک عورت داخل ہوئی اس کے نکاح میں فضولی کے نکاح کر دینے سے اور زوج نے فضولی کے نکاح کو جائز رکھا تو زوجہ اولیٰ اس کی طلاق کی مالک نہ ہوگی اس واسطے کہ زوج نے اس عورت سے خود نکاح نہیں کیا بلکہ دوسرے شخص نے اس کا نکاح کر دیا اور اس نے اس کو جائز رکھا اور اسی طرح اگر وکیل نے نکاح کر دیا کذا فی حاشیۃ المدنی جعل امرہا بین رجلین فطلقہا احدہما لم یقع زوج نے طلاق عورت کی دو شخص کو تفویض کی پھر ان میں سے ایک شخص نے طلاق عورت کو دی تو طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ ایک کو فقط اختیار نہ دیا تھا **فصل فی المشیۃ** یہ فصل

Marfat.com

ہے مشیت میں یعنی وہ مسائل جن میں طلاق عورت کی خواہش پر زوج نے رکھی لیکن اول مصنف نے مسئلہ طلقی نفسک کا مقدم کیا مسائل مشیت پر **قال لها طلقی نفسک ولم ینو او نوی واحدة** او ثنتین فی الحرة **فطلقت وقعت رجعیة وان طلقت ثلثا ونواه وقعن** قید بنطابها لانه لو قال طلقی ای نسائی شئت لم تدخل تحت عموم خطابه کہا زوج نے زوجہ سے کہ طلاق دے اپنی ذات کو اور کچھ نیت نہ کی یا ایک طلاق کی نیت کی یا دو طلاق کی نیت کی حرہ میں پھر زوجہ نے اپنی ذات کو طلاق دی خواہ ایک بار خواہ دو بار خواہ تین بار اور یہ تینوں صورتیں عدم نیت کے ساتھ ہوں یا ایک طلاق کی نیت کے ساتھ ہو یا دو طلاق کی نیت کے ساتھ ہو تو ان سب صورتوں میں ایک رجعی طلاق واقع ہوگی اور اگر عورت نے تین بار طلاق دی اور حالانکہ مرد نے نیت بھی تین کی کی تھی تو اس صورت میں تین طلاق واقع ہونگی مصنف نے طلقی نفسک کو عورت کے خطاب سے مقید کیا اس واسطے کہ اگر یوں کہتا کہ تو طلاق دے میری عورتوں میں سے جس عورت کو کہ تو چاہے تو مخاطب اس عموم خطاب میں نہ داخل ہوتی یعنی بسبب قرینہ مقام کے مخاطب اس صورت میں خود اپنی ذات کو طلاق نہ دے سکتی **وبقولها** جوابہ **ابنت منی او منک او منه او بائن او بتة او بتلة او بریة او خلیة او برئت منی طلقت رجعیة** ان اجازه لانه کنایة اور زوج کے جواب میں یعنی طلقی نفسک کے جواب میں عورت کا یوں کہنا کہ میں نے اپنی ذات کو طلاق بائن دی ایک طلاق رجعی اس پر واقع ہوگی اگر زوج نے اس کو جائز رکھا اس واسطے کہ ابنت منی کنایہ ہے اور کنایہ محتاج ہوتا ہے نیت کا ہم زوج نے طلاق رجعی کو مفوض کیا اور زوجہ نے طلاق بائن دی تو اصل طلاق میں دونوں کلام موافق ہوئے وصف بینونت زوجہ نے زیادہ کیا تھا سو لغو ہوگیا اور یہ جو شارح نے اجازت زوج کی شرط لگائی اور بسبب کنایہ ہونے کے احتیاج نیت کی طرف اشارہ کیا سو اس کی کچھ حاجت نہ تھی اس واسطے کہ طلاق کا حکم کرنا صاف دلیل ہے کہ زوج نے طلاق کی نیت کی تو اب کیا حاجت رہی اجازت اور نیت کی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی **لا باختارت نفسی** وان اجازه لان الاختیار لیس بصریح ولا کنایة اور نہ واقع ہوگی طلاق عورت کے اس قول سے کہ میں نے اپنی ذات کو اختیار کیا اگرچہ زوج اس کو جائز رکھے اس واسطے کہ لفظ اختیار نہ طلاق صریح میں داخل ہے نہ کنایہ میں اور لفظ اختیار سے ایقاع طلاق نہیں ہوتا تو جواب بھی نہ ہوگا چنانچہ سابق مذکور ہو چکا **ولا یملک** الزوج **الرجوع عنه** ای عن التفویض بانواعه الثلثة لما فیه من معنی التعلیق اور مالک نہیں زوج تینوں قسم کی تفویض سے رجوع کرنیکا خواہ تفویض بلفظ تخییر ہو خواہ بلفظ امر بالید ہو خواہ یوں ہو کہ طلقی نفسک رجوع کا اختیار اس واسطے نہیں کہ تفویض میں تعلیق کے معنی پائے جاتے ہیں اور تعلیق میں رجوع کا اختیار نہیں تو تفویض میں بھی نہیں **ویقید بالمجلس** لانه تملیک **الا اذا زاد متی شئت** ونحوه مما یفید عموم الوقت فتطلق مطلقا اور امر تطلیق کا مقید ہے مجلس علم سے اس واسطے کہ تملیک ہے مگر جب کہ زوج نے متی شئت اور مانند اس کے جو عموم وقت کا مفید ہو زیادہ کیا ہو تو عورت مطلقہ ہوگی مطلقا یعنی ہر وقت طلاق دے سکے گی یعنی جب زوج نے کہا کہ طلقی نفسک متی شئت واذا شئت تو مجلس اور غیر مجلس ہر وقت عورت کو اختیار ہے **ولو قال لرجل ذلک** او قال لها طلقی **لم یتقید بالمجلس** لانه توکیل فله الرجوع الا اذا زاد وکلما عزلتک فانت وکیل اور اگر کہا زوج نے کسی مرد سے اس کلام کو یعنی اپنی زوجہ کی تطلیق کو یا کہا زوجہ سے کہ طلاق دے اپنی سوکن کو تو یہ مقید بمجلس نہ ہوگا تو اس کو مجلس اور بعد مجلس کے طلاق دینے کا اختیار ہے اس واسطے کہ کلام خالص توکیل ہے تملیک کا اس میں لگاؤ نہیں پھر جب توکیل ہوئی تو زوج کو رجوع کرنا بھی درست ہے اس واسطے کہ وکالت عقد جائز ہے نہ لازم مگر جس وقت کہ زوج نے امر تطلیق کے ساتھ اتنا مضمون زیادہ کیا کہ ہر وقت کہ میں تجھ کو معزول کروں سو تو میرا وکیل ہے تو اب زوج وکیل کو معزول نہیں کر سکتا هم بحر الرائق میں اس وکالت عامہ کے عزل کی تدبیر یوں بتلائی کہ یوں کہے کہ میں نے تجھ کو جمیع وکالت سے معزول کیا کذا فی حاشیۃ المدنی **الا اذا زاد ان شئت فیتقید به ولا یرجع** بصیرورته تملیکا توکیل مقید بمجلس نہیں ہوتی مگر جبکہ توکیل میں زوج نے ان شئت کا لفظ زیادہ کیا یعنی یوں کہا طلاق دے تو میری زوجہ کو اگر تیرا جی چاہے تو اسوقت میں مقید بمجلس ہوگا اور زوج رجوع نہ کر سکے گا بسبب ہو جانے توکیل کے تملیک یعنی جب وکیل کی خواہش پر تفویض ہوئی تو وکالت باقی نہ رہی اس واسطے کہ وکالت میں خواہش یا عدم خواہش وکیل کو دخل نہیں

Marfat.com

وفی الخانیۃ طلقت ان شاءت لم یصر وکیلا مالم تشاء فاذا شاءت فی مجلس علمہا طلقہا فی مجلسہ لا غیر والوکلاء عنہ غافلون اور خانیہ میں ہے کہ ایک مرد نے زوجہ سے کہا کہ طلاق دے زوجہ کو اگر وہ چاہے تو وہ مرد وکیل نہ ہوگا جب تک عورت طلاق کی خواہش کرے گی پھر جب عورت طلاق کی خواہش کرے گی اپنی مجلس علم میں تو وکیل اس کو طلاق دے اپنی مجلس میں نہ غیر اس مجلس میں اس واسطے کہ مشیت عورت کی منحصر ہے مجلس پر تو اسی طرح وکالت اسکی بھی مجلس پر منحصر ہوگی اور وکیل اس مسئلہ سے غافل ہیں یعنی وکلاء طلاق نہیں جانتے کہ ایقاع طلاق مشیت کی مجلس تک مقید ہے تو یہ مسئلہ مستثنیٰ ہے اس قاعدہ سے کہ وکالت مجلس کی مقید نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی ناقلا عن النہر **قال لہا طلقی نفسک ثلثا او ثنتین فطلقت واحدۃ وقعت** لانہ بعض مافوضہ وکذا الوکیل مالم یقل بالف کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ طلاق دے اپنی ذات کو تین بار یا دو بار پھر زوجہ نے اپنی ذات کو ایک بار طلاق دی تو یہ ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ایک طلاق بعض ہے تفویض زوج کی یعنی جب کل کا اختیار ہوا تو بعض کا بھی ہوگا اور اسی طرح وکیل کا حکم ہے جب تک یوں زوج نہ کہے کہ عوض ہزار کے یعنی وکیل کو تین یا دو طلاق کا اختیار دیا اور وکیل نے ایک طلاق واقع کی تو واقع ہوگی اور اگر وکیل سے زوج نے یوں کہا کہ زوجہ کو تین طلاق دے بعوض ہزار درہم کے مثلاً تو اس صورت میں اگر وکیل ایک طلاق واقع کرے گا تو نہ واقع ہوگی **لا یقع شیٔ فی عکسہ** وقالا واحدۃ نہ واقع ہوگی کوئی طلاق اس کے بالعکس میں یعنی اگر یوں کہا کہ ایک طلاق دے اپنی ذات کو سو عورت نے یکبارگی تین دے لیں تو کوئی طلاق نہ واقع ہوگی امام اعظم کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ ایک طلاق واقع ہوگی **قولہ طلقی نفسک ثلثا ان فطلقت واحدۃ** وکذا **عکسہ لا یقع** فیہما لاشتراط الموافقۃ لفظا لما فی تعلیق الخانیۃ امرہا بعشر فطلقت ثلثا او بواحدۃ فطلقت نصف فلم یقع کہا مرد نے کہ طلاق دے اپنی ذات کو تین طلاق اگر تو چاہے سو طلاق دی عورت نے اپنی ذات کو ایک طلاق اور اسی طرح بالعکس یعنی طلاق دے اپنی ذات کو ایک طلاق سو عورت نے تین طلاق واقع کیں تو ان دونوں صورتوں میں طلاق نہ واقع ہوگی بواسطے شرط ہونے موافقت لفظی کے اس واسطے کہ خانیہ کے باب التعلیق میں ہے کہ امر کیا زوج نے زوجہ کو دس طلاق کا اس طرح پر کہ اپنی ذات کو دس طلاق دے اگر تو چاہے پھر عورت نے تین طلاق واقع کیں یا امر کیا تھا ایک طلاق کا سو اس نے نصف طلاق واقع کی تو دونوں صورتوں میں طلاق نہ واقع ہوگی بسبب مخالفت لفظی کے اس مسئلہ میں بدون موافقت لفظی کے موافقت معنوی کافی نہیں بخلاف مسئلہ سابقہ کے جس میں مشیت پر تعلیق نہیں **امرہا بائن او رجعی فعکست فی الجواب وقع ما امر** الزوج بہ **ولغا وصفہا** والاصل ان المخالفۃ فی الوصف لا تبطل الجواب بخلاف الاصل وہذا اذا لم یکن معنا بمشیتہا فان علقہ بمشیتہا فعکست لم یقع شیٔ لانہا ما اتت بمشیتہ ما فوض الیہا خانیہ بحر امر کیا مرد نے عورت کو طلاق بائن کا یا رجعی کا سو عورت نے جواب میں بالعکس کہا یعنی پہلی صورت میں طلاق رجعی اور دوسری صورت میں طلاق بائن واقع کی تو وہی طلاق واقع ہوگی جس کا زوج نے امر کیا اس واسطے کہ اصل طلاق حاصل ہے ساتھ زیادتی وصف کے یعنی رجعی ہونا یا بائن ہونا سو اصل قائم رہے گی اور وصف لغو ہو جائے گا اور قاعدہ کلیہ ان مسائل کا یہ ہے کہ مخالفت جواب کی تفویض سے اگر وصف میں ہے تو یہ مخالفت جواب کو باطل نہیں کرتی بلکہ وصف باطل ہوتا ہے چنانچہ بائن اور رجعی کی مخالفت بخلاف مخالفت اصل کے کہ اس میں جواب ہی باطل ہو جاتا ہے چنانچہ امام اعظم کے نزدیک ایک طلاق کی تفویض میں تین طلاق واقع کرنا اور یہ وصف کا لغو ہونا اور بموجب تفویض زوج کے واقع ہونا اس وقت ہے جبکہ طلاق معلق نہ ہو سو اگر عورت کی مشیت پر مرد نے طلاق کو معلق کیا اور عورت نے جواب بالعکس کہا تو کچھ نہ واقع ہوگا اس واسطے کہ عورت بجانب لفی اس امر کو جو اس کی مشیت پر مفوض ہوا تھا کذا فی البحر ناقلا عن الخانیۃ **قال لہا انت طالق ان شئت فقالت شئت ان شئت انت فقال شئت ینوی الطلاق** او قالت شئت **ان کذا المعدوم** ای لم یوجد بعد کان شاء ابی وان جاء اللیل وہی فی النہار **بطل** لان **الامر** لغقد الشرط کہا عورت سے کہ تو طلاق ہے اگر تو چاہے عورت نے کہا مرد سے کہ میں نے چاہا اگر تو نے چاہا سو مرد نے کہا کہ میں نے چاہا اور اس قول سے طلاق کی نیت کی یا عورت نے جواب میں یوں کہا کہ میں نے چاہا اگر ایسا امر ہو یعنی امر معدوم پر تعلیق کی مراد امر معدوم سے وہ امر ہے جو ممکن الوجود ہو لیکن ہنوز موجود نہیں مثلاً یوں کہا عورت نے کہ میں نے چاہا اگر میرے باپ نے چاہا یا یوں کہا کہ میں نے چاہا اگر رات آوے اور حالانکہ عورت وقت تکلم دن میں ہے تو ان دونوں صورتوں میں باطل ہوگا امر یعنی طلاق جو معلق تھی عورت کی مشیت پر وہ باطل ہوئی بسبب نہ پائے جانے شرط کے

Marfat.com

اس واسطے کہ شرطِ زوج کی مطلق مشیئت تھی بلا قید اور عورت نے اپنی مشیئت کو معلق اور مقید کر دیا تو حقیقت میں شرط نہ پائی گئی **وان قالت شئت ان کان کذا** الامر قد مضی اراد بالماضی المحقق وجودہ کان کان ابی فی الدار وہو فیہا او ان کان بذا لیلا وہی فیہ مثلاً **طلقت** لانہ تنجیز اور اگر تفویض مذکور کے جواب میں عورت نے کہا کہ میں نے چاہا اگر ایسا ہو یعنی معلق کیا امر ماضی پر مراد ماضی سے وہ امر ہے جو ثابت الوجود ہو چنانچہ عورت نے کہا کہ میں نے چاہا اگر میرا باپ گھر میں ہو اور حالانکہ اس کا باپ گھر میں موجود ہے یا یوں کہا کہ میں نے چاہا اگر یہ وقت رات ہے اور حالانکہ عورت اسوقت رات ہی میں تھی مثلاً تو عورت مطلقہ ہو گی اسی وقت اس واسطے کہ تعلیق امر ثابت الوجود پر درحقیقت تعلیق نہیں بلکہ تنجیز ہے **قال لہا انت طالق متی شئت او متی ما شئت او اذا شئت او اذا ما شئت فرت** لان الامر لا یرتد ولا تقید بالمجلس **ولا تطلق** نفسہا الا واحدۃ لانہا تعم الازمان لا الافعال فتملک التطلیق فی کل زمان لا تطلیقا بعد تطلیق کہا عورت سے کہ تو طالق ہے جب کہ تو چاہے یہ عموم زمانی خواہ بلفظ متی شئت ذکر کیا یا متی ما شئت یا اذا شئت یا اذا ما شئت کے لفظ سے بیان کیا پھر عورت نے رد کیا امر کو یعنی کہا کہ میں طلاق نہیں چاہتی تو اس رد کرنے سے عورت کا اختیار رد نہ ہو گا یہ اختیار مشیئت کا مجلس علم پر اور نہ طلاق دے سکیگی عورت مگر ایک طلاق اس واسطے کہ یہ الفاظ سب زمانوں کو شامل ہیں نہ افعال کو تو عورت مالک رہے گی طلاق کی ہر زمانہ میں اور مالک نہ ہو گی دوسری تطلیق کی بعد تطلیق اول کے بسبب عموم افعال کے **ولہا تفریق الثلث فی کلما شئت ولا تجمع ولا تثنی** لانہا لعموم الافراد اور عورت کو اختیار ہے تین طلاق کو علیحدہ علیحدہ لینا کلما شئت میں یعنی مرد نے کہا کہ تو طالق ہے ہر بار کہ تو چاہے سو عورت نے ایک مجلس میں کہا کہ میں نے اپنی ذات کو طلاق چاہی پھر دوسری مجلس میں یوں ہی کہا تیسری مجلس میں یوں ہی کہا تو درست ہے ولیکن تین طلاق کو ایک مجلس میں جمع نہ کر سکے گی اور نہ دو طلاق کو اس واسطے کہ کلما کا لفظ موضوع ہے واسطے عموم افراد کے تو اس میں جمع اور تثنیہ کا ارادہ صحیح نہیں **ولو طلقت بعد زوج اخر لا یقع** ان کانت طلقت نفسہا ثلثا متفرقۃ والا فلہا تفریقا بعد زوج آخر وہی مسئلۃ الہدم الآتیۃ اور اگر طلاق واقع کی عورت نے بعد دوسرے زوج کے تو طلاق نہ واقع ہو گی اگر اپنی ذات کو تین متفرق طلاق دے چکی ہو گی یعنی اگر زید نے مثلاً حمیدہ سے کہا کہ انت طالق کلما شئت سو اس نے تین طلاق متفرق اپنے نفس پر واقع کیں تو اس نے خالد سے نکاح کیا پھر خالد نے اس کو طلاق دی پھر حمیدہ نے زید سے نکاح کیا اور اپنی ذات پر طلاق واقع کی تو یہ طلاق ثانی نہ واقع ہو گی اس واسطے کہ تعلیق کلما شئت کی اول ملک تک تھی تو اس ملک ثانی مستحدث کو شامل نہ ہو گی اور اگر حمیدہ نے اپنی ذات پر مطلق طلاق نہ واقع کی تھی یا تین طلاق ایک مجلس میں کر چکی تھی یا فقط ایک ہی طلاق یا دو طلاق ایک مجلس میں واقع کر چکی ہے تو حمیدہ کو تین متفرق طلاق واقع کرنے کا اختیار ہے بعد دوسرے زوج کے اور اس کا مسئلۃ الہدم نام ہے جو باب التعلیق اور باب الرجعۃ میں آوے گا **انت طالق حیث شئت او این شئت لا تطلق الا اذا شاءت فی المجلس وان قامت من مجلسہا قبل مشیتہا لا مشیۃ لہا لانہا للمکان ولا تعلق للطلاق بہ فجعلا مجازا عن ان لانہا ام الباب** کہا زوج نے انت طالق حیث شئت یعنی تو طالق ہے جہاں تو چاہے یا یوں کہا کہ انت طالق این شئت یعنی تو طالق ہے جس جگہ تو چاہے تو عورت طلاق نہ دے سکے گی مگر جب کہ چاہے گی مجلس علم میں اور اگر اٹھ کھڑی ہو گی اپنی مجلس سے قبل مشیت کے تو اب اس کی خواہش کا کچھ اعتبار نہ ہو گا اس واسطے کہ حیث اور این موضوع ہیں واسطے مکان کے اور حالانکہ طلاق کو کچھ تعلق نہیں مکان سے تو مکان کا وجود اور عدم بہ نسبت طلاق کے برابر ہے تو اس واسطے حیث اور این باعتبار مجاز کے بمعنی ان شرطیہ کے قرار دیے گئے اس واسطے کہ ان شرطیہ اصل ہے باب تعلیق میں علاقہ مجاز کا یہ کہ ظرف اور شرط میں مناسبت ہے اس واسطے کہ مظروف بدون ظرف کے نہیں ہوتا جیسے کہ مشروط بدون شرط کے نہیں ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی **وفی کیف شئت یقع** فی الحال رحیمیۃ اور انت طالق کیف شئت میں یعنی تو طالق ہے جس طرح کہ تو چاہے

Marfat.com

ایک طلاق رجعی فی الحال واقع ہوگی یعنی قبل مشیئت عورت کے طلاق رجعی ہوگی امامؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک بدون مشیت کے طلاق نہ ہوگی دلیل امامؒ کی یہ کہ زوج نے طلاق کو خود واقع کیا اور وصف طلاق میں یعنی رجعی یا بائن واقع کرنے میں عورت کو مختار کیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وان شاءت بائنۃ او ثلثا وقع ما شاءتہ مع نیتہ والا فرجعیۃ لو موطوءۃ والا بانت وبطل الامر وقول الزیلعی والعینی قبل الدخول صوابہ بعدہ فتنبہ سو اگر کیف شئت میں عورت نے طلاق بائن کو چاہا یا تین طلاق سو واقع ہوگا جو کہ وہ چاہے گی اس واسطے کہ وہ مختار تھی وصف اور عدد میں اگر مشیئت عورت کی موافق ہے ساتھ نیت زوج کے اور اگر نیت زوج کے مخالف ہے مشیئت زوجہ کی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی یعنی اس صورت میں دونوں کی نیت لغو ہوگی اصل وقوع صریح کا باقی رہے گا اگر عورت مدخولہ ہے اور اگر مدخولہ نہیں تو عورت پر طلاق بائن واقع ہوگی اور باطل ہوگا امر مشیئت کا اور قول زیلعی اور عینی کا قبل دخول کے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے سو سہو ہے قلم کا ٹھیک یوں ہے کہ بعد دخول کے رجعی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی کم شئت او ماشئت لہا ان تطلق ما شاءت فی مجلسہا ولم یکن بدعیا للضرورۃ اور اس قول میں کہ انت طالق کم شئت یا ما شئت یعنی تو طالق ہے جتنا کہ تو چاہے یا جے بار کہ تو چاہے تو عورت مختار ہے طلاق دینے میں تین طلاق تک جیسا کہ وہ چاہے اسی مجلس میں اپنی ذات کو خواہ ایک طلاق دے خواہ دو یا تین اور عورت کا تین طلاق واقع کرنا طلاق بدعی میں نہ شمار ہوگا بسبب ضرورت کے یعنی عورت مضطر ہے تین طلاق کی طرف اپنی خلاصی کے واسطے اس واسطے کہ اس کو بعد مجلس کے اختیار نہ باقی رہیگا بخلاف زوج کے کہ اس کو تین طلاق دینا بدعت ہے وان ردت او اتت بما یفید الاعراض ارتد لانہ تملیک فی الحال فجوابہ کذلک اگر عورت نے رد کیا امر کو یعنی یوں کہا کہ میں طلاق نہیں چاہتی یا لائی اس فعل کو کہ مفید ہے اعراض کا تو امر رد ہو جائے گا پھر عورت کو اختیار نہ باقی رہے گا اس واسطے کہ یہ تملیک ہے فی الحال تو اس کا جواب بھی ایسا ہی فی الحال چاہیے قال لہا طلقی نفسک من ثلث ما شئت تطلق ما دون الثلث ومثلہ اختاری من الثلث ما شئت لان من تبعیضیۃ وقالا بیانیۃ فتطلق الثلث والاول اظہر کہا عورت سے کہ طلاق دے اپنی ذات کو تین سے جس قدر کہ تو چاہے تو عورت طلاق دے کم تر تین سے یعنی دو یا ایک طلاق میں وہ مختار ہے اور مانند اسی قول کے یہ قول ہے کہ اختیار کر اپنی ذات کے واسطے تین سے جس قدر کہ تو چاہے اس واسطے کہ کلمہ من کا طلقی من ثلث میں تبعیضیہ ہے اور کہا صاحبینؒ نے کہ من بیانیہ ہے تو اس صورت میں عورت تین طلاق بھی دے سکے گی اور پہلا قول ظاہر تر ہے اس واسطے کہ من اپنے حقیقی معنی میں مستعمل ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے قال انت طالق ان شئت وان لم تشاء طلقت للحال کہا زوج نے زوجہ سے کہ تو طالق ہے اگر تو چاہے اور اگر تو نہ چاہے تو فی الحال مطلقہ ہوگی اس واسطے کہ خواہش یا عدم خواہش سے خالی ہونا ممکن نہیں تو ایک شرط بلاشبہ ثابت ہے ولو قال ان کنت تحبین الطلاق فانت طالق لم تطلق لانہ یجوز ان لا تحب ولا تبغض ولا یجوز ان تشاء وان لا تشاء اور اگر کہا مرد نے کہ اگر تو طلاق کو محبوب رکھتی ہو، تو تو طالق ہے اور اگر اس کو مبغوض اور مکروہ جانتی ہو تو تو طالق ہے تو اس صورت میں عورت مطلقہ نہ ہوگی اس واسطے کہ یہ جائز ہے کہ عورت طلاق کو محبوب نہ رکھتی ہو نہ مبغوض بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہاں مشیئت اور عدم مشیئت عورت سے خالی ہونا جائز نہیں ولو قال لہما اشدکما حبا للطلاق او اشدکما بغضا لہ طالق فقالت کل فقالت کل انا اشد حبا لہ لم یقع لدعوی کل ان صاحبتہا اقل حبا منہا فلم یتم الشرط اور اگر کہا مرد نے اپنی دو عورتوں سے کہ تم دو میں جو زیادہ تر محبت رکھتی ہو طلاق سے اس کو طلاق ہے یا یوں کہا کہ تم میں جو زیادہ تر بغض رکھتی ہو سے اس کو طلاق ہے سو کہا ہر عورت نے کہ میں زیادہ تر محبت رکھتی ہوں طلاق سے تو کسی عورت پر طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ ہر ایک عورت کا دعویٰ یہ ہے کہ اس کی سوکن کو کم تر حب ہے بہ نسبت مدعیہ کے تو نہ تمام ہوئی شرط زوج کی یعنی کثرت حب کسی کی نہ ثابت ہوئی بسبب عدم تصادق کے آپس کے ثم التعلیق بالمشیۃ او الارادۃ او الرضا او الہوی او المحبۃ یکون تملیکا فیہ معنی التعلیق فیتقید بالمجلس کامرک بیدک بخلاف التعلیق بغیرہا پھر یہ معلوم کرنا چاہیے کہ طلاق کو

Marfat.com

معلق کرنا عورت کی مشیئت پر یا ارادہ پر یا رضا پر یا ہوا یعنی خواہش پر یا محبت پر یہ تملیک ہے جس میں تعلیق کے معنی ہیں پھر جب یہ تعلیق تملیک ٹھہری تو مقید بمجلس ہوگی مانند امر بید کے بخلاف اس تعلیق کے جو بغیر ان الفاظ مذکورہ کے ہو جیسے دخول دار کی تعلیق کہ وہ تملیک نہیں بلکہ خاص تعلیق ہے تو مقید بمجلس نہیں واللہ اعلم بالصواب۔

باب التعلیق

یہ باب ہے مسائل تعلیق طلاق میں جب طلاق منجز سے مصنف نے فراغت پائی تو طلاق معلق کا بیان شروع کیا اس واسطے کہ معلق مرکب ہے طلاق اور شرط سے لہٰذا طلاق مفرد کے بعد مذکور ہوا ہو لغۃ من علقہ تعلیقا جعلہ معلقا واصطلاحا ربط حصول مضمون جملۃ بحصول مضمون جملۃ اخری تعلیق باعتبار لغت کے ماخوذ ہے علقہ تعلیقا سے عرب اس کلام کو اس وقت بولتے ہیں جب کسی چیز کو کوئی معلق کرے یعنی لٹکاوے اور اصطلاح فقہ میں تعلیق عبارت ہے مربوط کرنے حصول مضمون ایک کلام کے ساتھ حصول مضمون دوسرے کلام کے یعنی مضمون جزا کو مضمون شرط سے گانٹھنا اور لٹکانا اس کو تعلیق کہتے ہیں چنانچہ انت[1] طالق ان دخلت الدار تعلیق ہے اس واسطے کہ طلاق مخاطبہ کی دخول دار سے مربوط ہے یعنی طلاق کا حصول دخول دار کے حصول پر موقوف ہے وسمی یمینا مجازا اور تعلیق کو یمین بھی مجازا کہتے ہیں وشرط صحتہ کون الشرط معدوما علی خطر الوجود فالمحقق کان کانت السماء فوقنا تنجیز والمستحیل کان دخل الجمل فی سم الخیاط لغو اور شرط صحت تعلیق کی ہونا شرط کا معدوم جائز الوجود یعنی وقت تکلم کے شرط موجود نہیں لیکن موجود ہونا اس کا محال نہیں تو ام ثابت الوجود جیسے ان کانت السماء فوقنا یہ تنجیز ہے تعلیق نہیں یعنی اگر کوئی یوں کہے کہ تو طالق ہے اگر آسمان ہمارے اوپر ہو تو اسی وقت طلاق واقع ہوگی اور امر محال چنانچہ اگر اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو تو ایسی تعلیق لغو ہے یعنی اگر طلاق کو امر محال پر معلق کرے تو طلاق نہ واقع ہوگی وکونہ متصلا الا لعذر اور شرط صحت تعلیق کی ہونا شرط کا متصل مشروط کے تو اگر انت طالق کہا پھر بعد سکوت کے شرط بیان کی تو صحیح نہ ہوگی مگر بسبب عذر کے البتہ صحیح ہوگی عذر یہ کہ ہکلا ہو مشکل سے بات پوری کرتا ہو وان لا یقصد بہ المجازات فلو قالت یا سفلۃ فقال ان کنت کما قلت فانت کذا تنجیز کان کذلک اولا اور شرط صحت تعلیق کی یہ ہے کہ مرد تعلیق سے عورت کے کلام کے بدلا دینے کا نہ قصد کرے سو اگر عورت نے مرد سے کہا یا سفلہ یعنی او بے غیرت پھر مرد نے کہا کہ اگر میں ایسا ہی ہوں جیسا کہ تو نے کہا تو تو ایسی ہے یعنی طالق ہے تو یہ تعلیق نہیں تنجیز ہے یعنی فی الحال طلاق واقع ہوگی مرد سفلہ ہو یا نہ ہو وذکر المشروط فنحو انت طالق ان لغو بہ یفتی اور شرط صحت تعلیق کی یہ ہے کہ مشروط مذکور ہو شارح نے لفظ مشروط سے فعل شرط کا ارادہ کیا تو ایسا کہنا کہ انت طالق یعنی حرف شرط کا بدون فعل شرط کے بولنا لغو ہے اس صورت میں طلاق نہ واقع ہوگی اسی روایت پر فتوی ہے ووجود رابطہ حیث تاخر الجزاء کما یاتی اور شرط صحت تعلیق کی وجود رابطہ کا ہے جہاں جزا موخر ہو شرط سے چنانچہ اس کا بیان آگے آوے گا رابطہ سے مراد وہ حرف ہے جو ربط دے شرط اور جزا کو چنانچہ ف اور اذا مفاجات کا شرط الملک حقیقۃ کقولہ لقنہ ان فعلت کذا فانت حرا وحکما کقولہ المنکوحۃ او معتدتہ ان ذہبت فانت طالق اور شرط لزوم تعلیق کی ملک ہے خواہ ملک حقیقی ہو چنانچہ یوں کہنا مولی کا اپنے غلام سے کہ اگر تو ایسا کام کرے گا تو تو آزاد ہے یا ملک حکمی ہو اگرچہ ملک حکمی حقیقۃ نہ ہو بلکہ حکما ہو مانند قول زوج کے اپنی منکوحہ یا عدت والی سے اگر تو جائے گی تو تو طالق ہے ملک حقیقی کی مثال غلام ہے اس واسطے کہ مولی غلام کی گردن کا مالک ہے اور منکوحہ ملک حکمی کی مثال ہے اس واسطے کہ زوج منکوحہ کی گردن کا مالک نہیں لیکن بسبب نکاح کے انتفاع قربت کا مالک ہے اور معتدہ ملک حکمی حکما کی مثال ہے تو ملک حکمی کی دو صورتیں ہیں اگر نکاح بلا مانع قائم ہے تو ملک حکمی ہے حقیقۃ اور اگر طلاق کے بعد عورت عدت میں ہے تو یہ ملک حکمی ہے حکما بسبب باقی رہنے اثر نکاح کے اس واسطے کہ معتدہ محل ہے طلاق کی کذا فی الحاشیہ

[1] تو طالق ہے جب تو داخل ہو گھر میں ۱۲

Marfat.com

المدنی اوالاضافۃ الیہ ای الملک الحقیقی عاما او خاصا کان ملکت عبدا او ان ملکتک لمعین فکذا او الحکمی کذلک کان نکحت امرأۃ او ان نکحتک فانت طالق وکذا کل امرأۃ یا اضافت اور نسبت ہو ملک حقیقی کی طرف عام ہو یا خاص چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میں مالک ہونگا کسی غلام کا تو وہ آزاد ہے یا اگر میں مالک ہوں گا تیرا یہ کہا معین شخص سے تو تو آزاد ہے اول مثال ہے ملک حقیقی عام کی اضافت کی اور ثانی مثال ہے ملک حقیقی خاص کی اضافت کی یا اضافت ہو ملک حکمی کی طرف اسی طرح یعنی حکمی عام ہو یا خاص حکمی عام کی مثال چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میں کسی عورت سے نکاح کروں تو وہ مطلقہ ہے یا یوں کہنا اجنبی عورت سے کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تو طالق ہے یہ مثال ہے حکمی خاص کی اضافت کی اور اسی طرح کل امرأۃ نکحتہا فہی طالق مثال ہے حکمی عام کی اضافت کی وکفی معنی الشرط الالفی المعینۃ باسم او نسب او اشارۃ اور اضافت ملک کی صحت کے واسطے کافی ہیں معنی شرط کے خواہ حرف شرط مذکور ہو یا نہ ہو مگر جو عورت کہ معین ہوگئی نام یا نسب یا اشارہ کرنے سے تو وہاں معنی شرط کے کافی نہیں بلکہ معینہ کی تعلیق طلاق میں شرط صریح ضرور ہے ہم شارح نے باسم او نسب کہا اور بحر الرائق اور نہر الفائق اور شارح کی شرح ملتقی میں تعبیر بواو ہے یعنی باسم ونسب اور تعبیر بواو نہایت خوب ہے صورت تعیین اسم اور نسب کی یوں ہے کہ زینب بیٹی زید بن خالد ہاشمی کی جس سے میں نکاح کروں گا مطلقہ ہے پھر زینب سے نکاح کیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ زینب معین ہو چکی اسم اور نسب سے اس کی تعلیق طلاق میں معنی شرط کے کافی نہیں بلکہ شرط صریح چاہیے کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی فلو قال المرأۃ التی اتزوجہا طالق تطلق بتزوجہا سو اگر مرد کہے گا کہ جس عورت سے میں نکاح کروں گا تو وہ طالق ہے تو وہ عورت مطلقہ ہوگی بمجرد اس کے نکاح کے اس واسطے کہ یہ عورت باسم ونسب اور اشارہ معین نہیں تو اس کی صحت تعلیق میں معنے شرط کے کافی ہیں ولو قال ہذہ المرأۃ الی آخرہ لتعریفہا بالاشارۃ فلغا الوصف اور اگر یوں کہے گا کہ ہذہ المرأۃ التی اتزوجہا طالق یعنی یہ عورت جس سے میں نکاح کروں گا طالق ہے تو اس پر طلاق واقع نہ ہوگی اگر بعد اس اضافت کے اس سے نکاح کرے گا اس واسطے کہ وہ معین ہو چکی بسبب اشارہ کرنے کے تو لغو ہوگیا وصف یعنی التی اتزوجہا کہنا۔ لے فائدہ ہوگیا اس واسطے کہ وصف معتبر ہوتا ہے غیر معروف میں اور معروف میں وصف کی کیا حاجت ہے بلکہ عورت معینہ کی تعلیق اضافت میں شرط صحیح ذکر کرنا چاہیے اس طرح کہ اگر عورت سے نکاح کروں گا تو یہ طالق ہے تب تعلیق صحیح ہوگی فلغا قولہ لاجنبیۃ ان زرت زیدا فانت طالق فنکحہا فزارت تو لغو ہوا یوں کہنا مرد کا اجنبی عورت سے اگر تو زیارت یعنی ملاقات کرے گی زید سے تو تو طالق ہے پھر بعد اس قول کے اس عورت سے نکاح کیا پھر عورت نے زید کی ملاقات کی یہ تعلیق اس واسطے لغو ہوئی کہ تعلیق کے وقت نہ ملک تھی مرد کی عورت پر اور نہ اضافت طرف ملک کے وکذا کل امرأۃ اجتمع معہا فی فراش فہی طالق فتزوجہا لم تطلق ومثلہ کل جاریۃ اطا الحرۃ فاشتری جاریۃ فوطیہا لم تطلق لعدم الملک والاضافۃ الیہ اور اسی طرح لغو ہے یہ قول کہ جس عورت کے ساتھ میں جمع ہوں فرش پر تو وہ طالق ہے پھر نکاح کیا تو یہ منکوحہ نہ طالق ہوگی اس واسطے کہ اجتماع فی الفراش لازم نہیں کہ فقط نکاح ہی سے ہو تو اجتماع فی الفراش نہ ملک ہے نہ اضافت ملک کی اور مانند اس کے یہ قول ہے کہ جس لونڈی سے میں صحبت کروں وہ آزاد ہے پھر مول لیا اس نے ایک لونڈی کو پھر اس سے صحبت کی تو وہ آزاد نہ ہوگی بسبب عدم ملک اور بسبب عدم اضافت الی الملک کے وافاد فی البحر ان زیارۃ المرأۃ فی عرفنا لا تکون الا لطعام معہا یطبخ عند المزور فلیحفظ اور فائدہ بیان کیا ہے بحر الرائق میں کہ یہ عورت کی زیارت ہمارے عرف میں یعنی مصر کے عرف میں نہیں ہوتی مگر جب کہ عورت کے ساتھ کھانا ہو اور اس کھانے کو جس کی زیارت کو گئی ہے اس کے پاس پکاوے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے تو بموجب اس عرف کے اگر عورت قرض مانگنے یا خرید و فروخت کو گئی تو اس کو زیارت نہ کہیں گے طحطاوی نے کہا کہ اب مصر میں یہ عرف باقی نہیں رہا کما لغا ابقاعہ للطلاق مقاما لثبوت ملکہ کانت طالق مع نکاحک وصح مع تزوجی ایک تمام الکلام بفاعلہ ومفعولہ جیسا کہ لغو ہے واقع کرنا زوج کا طلاق کو اپنی ملک ثابت ہونے کے

Marfat.com

متصل یعنی بمجرد ثبوت نکاح ایقاع طلاق لغو ہے چنانچہ یوں کہنا کہ تو طالق ہے اپنے نکاح کے ساتھ ہی اور ایقاع طلاق یوں صحیح ہے کہ تو طالق ہے ساتھ نکاح کرنے میرے کے تجھ کو بسبب تمام ہو جانے کلام کے اپنے فاعل اور مفعول پر م بحر الرائق میں دونوں صورتوں میں اس طرح فرق بیان کیا ہے کہ مع تزوجی ایاک میں جب لفظ تزوج کا اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر کلام کامل ہوا تو زوج بمعنی ملک مجازاً قرار دیا گیا اور مع بمعنی بعد کے محمول ہوا واسطے تصحیح کلام کے اور مع نکاحک میں فقط مفعول ہے فاعل مذکور نہیں تو کلام ناقص ہوا اس واسطے مع بمعنی بعد کے محمول ہوا لیکن اس تعلیل میں مناقشہ ہے کہ اگرچہ مع نکاحک میں فاعل مذکور نہیں لیکن مقدر ہے اس طرح کہ مع نکاحی ایاک اور حذف فاعل کا یہاں قیاسی ہے اور جب کہ فاعل مقدر ہوا تو قائم مقام ملفوظ کے ہے تو اب دونوں صورتوں میں کچھ فرق نہ ثابت ہوا واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی او زوالہ کمع موتی او موتک یا لغو ہے ایقاع طلاق زوال ملک زوج کے متصل چنانچہ یوں کہنا کہ تو طالق ہے میری موت کے ساتھ یا یوں کہا کہ تو طالق ہے اپنی موت کے ساتھ یہ کلام لغو ہوا اس واسطے کہ حالت موت منافی ہے ایقاع اور وقوع طلاق کی چنانچہ طلاق صریح کے باب میں مفصل مذکور ہو چکا فائدہ فی المجتبیٰ عن محمد فی المضافۃ لا یقع وبہ افتی ائمۃ خوارزم انتہی وہو قول الشافعی وللحنفی تقلیدہ بفسخ قاض شافعی بل محکم بل افتاء عدل وبفتویین فی حادثتین وہذا العلم ولا یفتی بہ بزازیہ فائدہ ہے مناسب مقام کے مجتبیٰ میں امام محمد سے روایت ہے کہ یمین مضاف میں طلاق نہیں واقع ہوتی یعنی تعلیق باضافت ملک اس طرح کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں یا جس عورت سے نکاح کروں وہ مطلقہ ہے تو بقول امام محمد نکاح کرنے کے بعد طلاق نہ واقع ہوگی اور اسی روایت پر فتویٰ دیا ہے علماء خوارزم نے انتہی عبارۃ المجتبیٰ اور یہی قول ہے امام شافعی کا اور حنفی مذہب کو جائز ہے تقلید مذہب شافعی کی قاضی شافعی کے فسخ کر دینے میں یعنی اگر حنفی مذہب نے تعلیق مضاف کی ہو تو اس کو جائز ہے مقدمہ قاضی شافعی کے نزدیک رجوع کرے تاکہ قاضی اس تعلیق کو فسخ کرے پھر وہی اس عورت کی بلا تردد حلال ہوگی کذا فی البحر الرائق بلکہ حنفی کو فسخ اس تعلیق میں تقلید محکم یعنی حکم اور پنچ کی بھی جائز ہے لیکن تقلید قاضی شافعی کی بالاتفاق جائز ہے اور تقلید محکم شافعی میں خلاف ہے بلکہ حنفی کو فتویٰ دینا عادل شافعی کا کافی ہے اور دو مفتیوں کے دو فتویٰ پر عمل کرنا دو مقدمہ میں جائز ہے یعنی ایک شخص کو ایک مفتی نے بطلان تعلیق مضاف کا فتویٰ دیا اور اس نے اس فتویٰ پر عمل کیا ایک عورت کے حق میں پھر دوسرے مفتی نے حرمت کا فتویٰ دیا تو وہ شخص دوسرے فتویٰ پر عمل کرے دوسری عورت کے حق میں نہ پہلی عورت میں اور اس مسئلہ کو دریافت کر لینا چاہیے فتویٰ اس پر دینا نہ چاہیے کذا فی البزازیہ شیخ الاسلام مفتی ابو سعود نے کہا کہ فائدہ دریافت کرنے کا یہ ہے کہ وقت ضرورت کے اپنی ذات پر عمل کرے حلوائی نے کہا کہ اس کا علم رکھے فتویٰ نہ دے تاکہ جاہل لوگ ہدم مذہب پر راہ نہ پاویں اور بحر الرائق میں بزازیہ سے منقول ہے کہ ہمارے زمانہ میں فسخ یمین سے نکاح فعلی بہتر ہے اس طرح کہ کسی عالم کے پاس جائے اور اپنی یمین کا ذکر کر کے اپنی احتیاج طرف نکل فضولی کے بیان کرے سو عالم اس کا نکاح عورت سے کر دے اور یہ شخص اجازت فعلی سے نکاح کو صحیح کر دے تو اس تدبیر سے نکاح بھی ہو گیا اور حانث بھی نہ ہوا کذا فی الحاشیۃ المدنی ویبطل تنجیز الثلث للحرۃ والثنتین للامۃ تعلیقہ للثلث وما دونہا اور باطل کرتا ہے فی الحال تین طلاق واقع کرنا حرہ کے حق میں اور دو طلاق لونڈی کے حق میں تین طلاق کی تعلیق کو اور تین سے کم تر کو یعنی زوج نے اول تین طلاق یا کمتر کی تعلیق کی پھر اس کے بعد تین طلاق کو بلا تعلیق کے فی الحال واقع کر دیا تو اگلی تعلیق کا کچھ اعتبار نہ رہا اگر اس مطلقہ سے بعد زوج ثانی کے نکاح کرے گا اور بعد اس کے شرط تعلیق پائی جائے گی تو طلاق نہ واقع ہوگی الا المضافۃ الی الملک کما مر تنجیز تین کی مبطل ہے تعلیق کی مگر اس تعلیق کو جو ملک کی طرف مضاف ہے مبطل نہیں چنانچہ سابق میں یہ مذکور ہو چکا مراد تعلیق مضاف سے وہ تعلیق ہے جو بلفظ کلما ہو چنانچہ کلما تزوجتک فانت طالق یعنے جے بار کہ میں تجھ سے نکاح کروں تو تو طالق ہے تو تنجیز تین طلاق کی اس تعلیق مضاف کی مبطل نہیں ہو سکتی کذا فی الحاشیۃ المدنی طحطاوی نے کہا یہ جو شارح نے کہا کہ یہ مسئلہ مذکور

Marfat.com

ہو چکا سو درست نہیں ہوا اس واسطے کہ سابق میں یہ مسئلہ کہیں مذکور نہیں لا تنجیز مادونہا مبطل تعلیق ثلث کی نہیں تین طلاق سے کمتر کی
تیز اعلم ان التعلیق یبطل بزوال الحل لا بزوال الملک دریافت کر کہ تعلیق طلاق کی باطل ہوتی ہے زوال حلت سے نہ زوال ملکیت سے او حلت زائل
ہوتی ہے بینونت کبریٰ سے یعنی تین طلاق سے حرہ میں اور دو طلاق سے لونڈی میں پھر جب تین طلاق کے بعد جدائی کامل ہو گئی اور حلت باطل ہو چکی تو اب
وقوع طلاق کا محل باقی نہ رہا تو تعلیق باطل ہو گئی اور جو حلت کے بعد زوج ثانی کے پیدا ہو گی وہ بالفعل معدوم ہے اور معدوم لائق اعتبار کے نہیں فلو علق الثلث
او مادونہا بدخول الدار ثم تنجز الثلث ثم نکحہا بعد التحلیل بطل التعلیق فلا یقع بدخولہا یعنی تو اگر زوج نے تین طلاق یا کمتر کی تعلیق دخول دار پر کی پھر فی الحال تین طلاق کو
واقع کر دیا پھر نکاح کیا اسی عورت سے بعد تحلیل زوج ثانی کے تو باطل ہو گی تعلیق مذکور تو واقع ہو گا کچھ عورت کے دخول دار سے اس واسطے کہ اثر تعلیق کا اب کچھ
باقی نہ رہا تعلیق کے وقت کی حلت بالکل مٹ گئی اور حلت حادثہ سے اس تعلیق کو کچھ علاقہ نہیں ولو کان تنجز مادونہا لم یبطل فیقع المعلق کلہ اور اگر زوج نے تین
طلاق یا کمتر تعلیق کی پھر فی الحال دو طلاق یا ایک طلاق کو واقع کر دیا تو تعلیق نہ باطل ہو گی تو بالکل معلق واقع ہو گا تعلیق اس واسطے نہ باطل ہوئی کہ حلت زوج
کی ایک یا دو طلاق سے نہ زائل ہوئی زوج کو جائز تھا بعد ایک طلاق کے کہ بدون زوج ثانی کے مطلقہ کی رضامندی سے نکاح کر لیتا اس صورت میں تو فقط ملکیت زوج
کی بسبب بینونت صغریٰ کے زائل ہوئی تھی اور ثابت ہو چکا ہے کہ زوال ملک سے تعلیق باطل نہیں ہوتی پھر جب تک حلت باقی ہے تو تعلیق بھی باقی ہے
پھر جب عورت زوج مطلق معلق کے پاس عود کرے گی اور شرط پائی جائے گی تو جس قدر طلاق کی تعلیق ہوئی تھی سب واقع ہو گی خواہ ایک طلاق ہو خواہ دو
خواہ تین واقع محمد بقیۃ الاولی وہی مسئلۃ الہدم الآتیۃ اور واقع کرتے ہیں امام محمد بقیہ اول کو یعنی جب تنجیز تین طلاق سے کم کی ہوئی تو جس قدر ملک اول میں عدد طلاق
کے باقی رہ گئے اُتنے بعد وجود شرط کے واقع ہوں گے مثلاً زوج نے تعلیق تین طلاق کی دخول دار پر پھر ایک طلاق کی تنجیز کی تھی یعنی فی الحال واقع کر دی...
اس واسطے کہ اتنا ہی بقیہ تھا ملک اول کا اور یہ مسئلہ ہدم کا ہے جو باب الرجعۃ میں آوے گا خلاصہ یہ کہ تنجیز مادون ثلث میں باتفاق شیخین او محمد تعلیق باطل نہیں ہوتی
لیکن اختلاف ہے وقوع معلق میں شیخین کے نزدیک کل معلق واقع ہوتا ہے اور محمدؒ کے نزدیک جس قدر تین طلاق باقی رہا ہے اتنا واقع ہوتا ہے وثمرۃ فی من
علق واحدۃ ثم نجز ثنتین ثم نکحہا بعد زوج آخر فدخلت لہ رجعتہا خلافا لمحمد اور ثمرۂ اختلاف شیخینؒ اور محمد کا ظاہر ہوتا ہے اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک طلاق
کی تعلیق کی دخول دار پر پھر بعد تعلیق کے اس نے دو طلاق کو فی الحال واقع کر دیا پھر اس عورت سے نکاح کر لیا بعد دوسرے زوج کے پھر عورت دار میں داخل ہوئی:
تو شیخین کے نزدیک زوج اول کو رجعت کرنا درست ہے اس واسطے کہ زوج ثانی نے طلاق منجز کو ہدم کر دیا گویا اس کا وجود ہی نہ تھا تو زوج اول کو ملک جدید پھر تین
طلاق کا اختیار حاصل ہوا پھر جب ایک طلاق معلق واقع ہوئی تو دو طلاق کا اختیار باقی رہا اس واسطے اس کو رجعت کا اختیار ہے بخلاف امام محمد
کے کہ ان کے نزدیک زوج اول رجعت نہیں کر سکتا اس واسطے کہ دو طلاق پہلے واقع ہو چکی تھیں اور ایک طلاق معلق اب واقع ہوئی تینوں طلاق پوری ہو چکیں
رجعت کی گنجائش کہاں رہی وکذا یبطل بلحاقہ مرتدا بدار الحرب خلافا لہما اور اسی طرح باطل ہوتی ہے تعلیق طلاق کی بسبب ملحق ہونے زوج کے دار الحرب میں مرتد
ہو کر بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک اس لحوق سے تعلیق باطل نہیں ہوتی ولبنوت محل ابہ کان کلمت فلانا او دخلت ہذہ الدار فمات او جعلت لبستانی کما بسطناہ
فی ملتقی علی الملتقی وسیجئ مسئلۃ الکوز لفقرہا اور اسی طرح باطل ہوتی ہے تعلیق بسبب فوت ہونے محل بر کے یعنی قسم پورا کرنے کا مقام نہ باقی رہنے سے
مثلاً زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو فلانے شخص سے کلام کرے گی یا داخل ہو گی اس گھر میں تو طالق ہے پھر وہ شخص مر گیا اور وہ گھر باغ بنا دیا گیا تو یہ تعلیق باطل ہو
گئی یعنی اگر عورت اس باغ میں جائے گی تو طلاق نہ واقع ہو گی چنانچہ اس مسئلہ کو ہم نے شرح ملتقی میں خوب واضح بیان کیا ہے اور عنقریب مسئلہ کور مع الوفاء
کتاب الایمان کے باب الاکل والشرب میں آوے گا فرع مسئلہ شارح کا قال لزوجتہ الامۃ ان دخلت الدار فانت طالق ثلثا فعتقت فدخلت لہ
رجعتہا قیدنہ کہا زوج نے اپنی زوجہ لونڈی سے کہ اگر تو گھر میں داخل ہو گی تو تو طالق ہے تین بار پھر وہ لونڈی آزاد ہوئی تو زوج کو اس سے رجعت کرنا

Marfat.com

درست ہے کذا فی النہر اس واسطے کہ وقت تعلیق کے لونڈی تھی دو طلاق سے زیادہ اس پر اختیار نہ تھا تو گویا دو ہی طلاق کی تعلیق ہوئی زمین کی پھر جب شرط پائی گئی تو وہ حرہ تھی تو زوج کو تین طلاق کا اختیار رہا تو جب دو طلاق معلق واقع ہوئیں تو ایک طلاق کی ملکیت زوج کو باقی رہی اس واسطے رجعت کر سکتا ہے والفاظ الشرط علامات وجود الجزاء ان المکسورۃ ولو فتحہا وقع للحال مالم ینو التعلیق فیدین اور الفاظ شرط کے یعنی نشانیاں وجود جزا کی یعنی یہ الفاظ بالذات وجود جزا پر دلالت کرتے ہیں نزدیک وجود شرط کے ایک ان میں سے ان مکسورہ ہے اگر زوج نے اس کو فتح دیا تو فی الحال طلاق واقع ہوگی جب تک کہ زوج تعلیق کی نیت نہ کرے اور . . . . . اگر تعلیق کی نیت کرے گا باعتبار دیانت کے اس کی تصدیق ہوگی نہ باعتبار قضا کے وکذا لو حذف الفاء من الجواب فی نحو طلبیۃ واسمیۃ وبجامد وبما وقد ولن وبالتنفیس کما لخصناہ فی شرح الملتقی اور اسی طرح فی الحال طلاق واقع ہوگی اگر فا کو جواب سے حذف کرے جملہ طلبیہ میں اور جملہ اسمیہ میں اور جملہ فعلیہ جامدہ میں اور اس جملہ میں جو متصل ہے ما اور قد اور لن اور تنفیس سے شارح کہتا ہے چنانچہ ہم نے اس مقام کو ملخص کیا ہے شرح ملتقی میں ہم جملہ طلبیہ عبارت ہے امر و نہی اور تمنی اور تخصیص اور دعا سے اور جملہ اسمیہ کی مثال چنانچہ ان تعذبہم فانہم عبادک اور جملہ فعلیہ جامدہ کی مثال چنانچہ ان تبدوا الصدقات فنعما ہی اور ما کی مثال فان تولیتم فما سالتکم من اجر اور قد کی مثال ان یسرق فقد سرق اخ لہ اور لن کی مثال چنانچہ وما یفعلوا من خیر فلن یکفروہ اور تنفیس کی مثال چنانچہ ان خفتم عیلۃ فسوف یغنیکم اللہ من فضلہ اور ان امور کی مثال مناسب تعلیق طلاق کی یوں ہے ان دخلت ما طلقتی او فانت طالق او فمتی ان طلقتی او فما انت لی بزوجۃ بہ ینت طلاق او فقد طلقتک او فلن تکونی معی بہ نیت طلاق او فسوف اطلقک خلاصہ یہ ہے کہ ان مواقع میں ف کا لانا واجب ہے پھر جب زوج ایسے موقع پر ف نہ لایا تو اس نے شرط نہ ادا کی پھر جب شرط نہ ثابت ہوئی تو تعلیق نہ ہوئی جب تعلیق نہ رہی تو بالضرور طلاق فی الحال واقع ہوگی ہاں اگر زوج تعلیق کی نیت کرے گا تو دیانۃً مقبول ہوگی نہ قضاءً کما مر واللہ اعلم واذا واذا ما وکل ولم تسمع کلما الا منصوبۃ ولو مبتداء لاضافتہا المبنی اور الفاظ شرط سے اذا ہے اور اذا ما اور کل اور سموع نہیں ہوا لفظ کلما کا مگر منصوب اگرچہ وہ مبتدا ہو بموجب مذہب ابن عصفور نحوی کے بسبب اضافت ہونے کلما کے طرف مبنی کی مراد منصوب سے مفتوح ہے بدلیل اضافت الی المبنی ومتی ومتی ما ونحو ذلک کلو کانت طالق لو دخلت الدار تعلق بدخولہا اور الفاظ شرط سے متی ہے اور متی ما ہے اور مانند ان الفاظ کے جیسا لو چنانچہ انت طالق لو دخلت الدار یعنی تو طالق ہے اگر داخل ہوگی گھر میں تو طلاق معلق ہوگی عورت کے دخول پر ومن دخل من کن الدار فہی طالق فلو دخلت واحدۃ مرارا طلقت بکل مرۃ لان الدخول اضیف الی جماعۃ فازداد عموما فی الغایۃ وہی غریبۃ وجعلہ فی البحر احد القولین اور مانند الفاظ مذکورہ کے لفظ من ہے چنانچہ زوج کا اپنی ازواج سے کہ جو تم میں سے داخل ہوگی گھر میں وہ طالق ہے تو اگر ایک عورت ان میں سے داخل ہوگی گھر میں چند بار تو اس پر بقدر ہر بار داخل ہونے کے طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ دخول مضاف ہوا جماعت کی طرف تو اس کا عموم زیادہ ہو گیا یعنی تعمیم فعل کی بار بار مراد ہوئی کذا فی الغایہ اور یہ مسئلہ غریب ہے وجہ غرابت کی یہ ہے کہ تکرار فعل کی فقط کلما میں مشہور ہے نہ اس کے غیر میں اور بحر الرائق میں روایت غایۃ کو احد القولین ٹھہرایا ہے اور کہا ہے کہ غیر کلما کے کوئی موجب تکرار فعل نہیں کذا فی الحاشیۃ المدنی وفیہا کلہا تنحل ای تبطل الیمین ببطلان التعلیق اذا وجد الشرط مرۃ الا فی کلما فانہ ینحل بعد الثلث لاقتضائہا عموم الافعال کاقتضاء کل عموم

لہ اصطلاح میں اس جزا کو کہتے ہیں جو بیچ میں صوف سے شروع ہو اور لغت میں غم سے رہائی دینے کو کہتے ہیں ۱۲ ۵ھ اگر تو ان کو عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں ۱۲ ۵ھ اگر کھلے دو خیرات تو کیا اچھی بات ہے ۱۲ ۵ھ پھر اگر ہٹ جاؤ گے تو میں نے نہیں چاہی تم سے مزدوری ۱۲ ۵ھ اگر چوری کرے تو اس کے بھائی نے پہلے چوری کرایا ہے ۱۲ ۵ھ اور جو کریں گے بھلائی سو نامنظور نہ ہوگی ۱۲ ۵ھ اگر تم ڈرتے ہو فقر سے تو آگے غنی کرے گا تم کو اللہ اپنے فضل سے ۱۲ ۵ھ اگر تو گھر میں جاوے تو طلاق ہے یا تو طلاق والی ہے یا قریب ہے کہ طلاق دی جاوے یا تو میری زوجہ نہیں یا میں تجھ کو طلاق دے چکا یا ہرگز میرے ساتھ نہ رہے گی یا آگے تجھ کو طلاق دوں گا ۱۲

Marfat.com

اسماء اور ان الفاظ شرط میں سب میں باطل ہو جاتی ہے یمین بسبب باطل ہو جانے تعلیق کے جب کہ ایک بار شرط پائی جائے مگر کلما کے لفظ میں یکبار
شرط پائی جانے سے یمین باطل نہیں ہوتی اس واسطے کہ کلما میں بعد تین بار کے یمین باطل ہو جاتی ہے بواسطہ اقتضاء کلما کے عموم افعال کو جیسے کہ مقتضی
ہے لفظ کل کا عموم اسما کو تو اگر زوج نے کہا کہ کلما دخلت الدار فانت طالق[1] پھر عورت داخل ہوئی گھر میں تین بار تو وہ تین طلاق بائن ہو گی پھر اگر بعد زوج ثانی
کے زوج اول کے نکاح میں آویگی اور چوتھی بار گھر میں داخل ہو گی تو کچھ نہ واقع ہو گا بسبب بطلان تعلیق کے اور اگر کہا کل امراۃ اتزوجہا فہی طالق یعنی جس عورت
سے میں نکاح کروں تو وہ طالق ہے تو ہر عورت مطلقہ ہو گی بعد نکاح کے پھر اگر دوسری بار اسی عورت سے نکاح کرے گا تو طلاق نہ واقع ہو گی اس واسطے کہ
لفظ کل عموم اسما کو مقتضی ہے نہ عموم افعال کو فلا یقع ان انکحہا بعد زوج آخر الا اذا دخلت کلما علی التزوج نحو کلما تزوجتک فانت کذا لدخولہا علی
سبب الملک وہو غیر متناہ تو نہ واقع ہو گی طلاق کلما دخلت الدار فانت طالق کے کہنے اور عورت کے تین بار داخل ہونے کے بعد اگر زوج اول اس سے
نکاح کرے گا بعد زوج ثانی کے مگر جبکہ داخل ہو کلما تزوج کے لفظ پر چنانچہ کلما تزوجتک فانت کذا یعنی جب کہ میں تجھ سے تزوج کروں تو تو طالق ہے
اس صورت میں بعد نکاح کرنے تین بار کے بھی تعلیق نہ باطل ہو گی بسبب داخل ہونے کلما کے ملک کے سبب یعنی تزوج پر اور سبب ملک کا متناہی نہیں تو طلاق
واقع ہو گی ہر بار نکاح کرنے سے اگرچہ سو بار نکاح کرے سو زوج کے بعد اس واسطے کہ جب شرط پائی جائے گی یعنی تزوج تو بالضرور اس کو جزا لاحق
ہو گی یعنی طلاق ومن لطیف مسائلہا لو قال لموطوئتہ کلما طلقتک فانت طالق فطلقہا واحدۃ یقع ثنتان اور مسائل کلما سے لطیف مسئلہ یہ
ہے کہ اگر کہا زوج نے اپنی مدخولہ سے کہ جب کہ میں تجھ کو طلاق دوں تو تو طالق ہے پھر اس کو ایک بار طلاق دی تو دو بار طلاق واقع ہو گی ایک
طلاق بسبب تنجیز کے اور دوسری طلاق بسبب تعلیق کے برواسطے وجود شرط کے وفی کلما وقع علیک طلاقی یقع ثلث لتکرار الوقوع لکنہ
لا یزید علیہ الثلث اور اس قول میں کہ کلما وقع علیک طلاقی فانت طالق یعنی جب تجھ پر طلاق واقع ہو تو تو طالق ہے پھر اس کو ایک طلاق دی
تو تین بار طلاق واقع ہو گی بسبب مکرر ہونے وقوع طلاق کے اس واسطے کہ جب ایک طلاق دی تو شرط پائی گئی تو دوسری طلاق واقع ہوئی اور
ثانی کے وقوع سے پھر شرط پائی گئی تو تیسری طلاق واقع ہوئی وعلی ہذا القیاس الی غیر النہایۃ لیکن وقوع طلاق کا تین سے زیادہ نہ ہو گا اس واسطے
کہ تنجیز تین کی مبطل ہے تعلیق کی بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ اس میں تکرار وقوع کی نہیں تو دو ہی بار واقع ہو گی نہ تین بار واللہ اعلم وزوال الملک من
نکاح او یمین لا یبطل الیمین فلو ابانہا او باعہ ثم نکحہا او اشتراہ فوجد الشرط طلقت وعتق لبقاء التعلیق ببقاء محلہ اور بعد تعلیق کے زوال ملک کا
ملک نکاح کا زوال ہو یا ملک یمین کا نہیں باطل کرتا تعلیق کو تو اگر منکوحہ کو ایک طلاق یا دو طلاق بائن دی اور اس کی عدت گذر گئی یا غلام کو بیچا
بعد تعلیق عتق کے پھر نکاح کیا مطلقہ بائنہ سے گو بعد زوج ثانی کے یا اس غلام کو مول لیا پھر تعلیق کی شرط پائی گئی تو عورت مطلقہ ہو گی اور غلام
آزاد ہو گا بجہت بقائے تعلیق کے بسبب باقی رہنے کل تعلیق کے مراد محل تعلیق سے عورت اور غلام ہے اور یہ جو کہا کہ زوال ملک مبطل تعلیق
کا نہیں اس صورت میں جب کہ زوال کم تر تین طلاق سے ہوا ہو اور اگر زوال ملک کا تین طلاق سے ہوا ہو تو بلاشبہ مبطل ہے تعلیق کا اس واسطے
کہ تنجیز تین طلاق کی مبطل ہے تعلیق کما مر ویحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقا لکنہ ان وجد فی الملک طلقت وعتق والا لا اور باطل ہو
جاتی ہے تعلیق بعد پائے جانے شرط کے ہر طرح سے یعنے وجود شرط کا ملک میں ہوا ہو یا غیر ملک میں دونوں طرح تعلیق باقی نہیں رہتی لیکن اگر ملک میں
شرط پائی گئی تو عورت مطلقہ ہو گی اور غلام آزاد ہو گا اور اگر شرط ملک میں نہ پائی گئی اس طرح کہ عورت داخل ہوئی گھر میں مثلا بعد ابانت اور انقضائے عدت
کے قبل تزوج کے تو عورت مطلقہ نہ ہو گی اسی طرح غلام آزاد نہ ہو گا اس واسطے کہ جزا شرط کو لاحق نہیں ہوئی غیر ملک میں چنانچہ اسی پر شارح نے
مسئلہ آئندہ کو متفرع کیا فحیلۃ من علق الثلث بدخول الدار ان لیطلقہا واحدۃ وبعد العدۃ تدخلہا فتحل الیمین فینکحہا تو حیلہ اس شخص کے واسطے جس نے

[1] جس کا ارتو گھر میں داخل ہو تو تو طلاق والی ہے

Marfat.com

معلق کیا تین طلاق کو دخول دار پر یہ ہے کہ عورت کو ایک طلاق دے پھر چپکا ہو رہے یہاں تک کہ بعد وجود شرط کے تعلیق باطل ہو جاتی ہے پھر اس عورت سے نکاح کر لے تو اگر عورت پھر اس گھر میں داخل ہوگی تو کچھ نہ واقع ہوگا اس صورت میں جب کہ تعلیق بکلمہ کلما نہ ہو اور اگر بکلمہ کلما تعلیق ہو تو ایک بار داخل ہونے سے تعلیق نہ باطل ہوگی تو وہاں بعد عدت کے قبل اعادہ نکاح کے عورت کو تین بار گھر میں داخل ہونا چاہیے تب تعلیق باطل ہوگی کما مر فی حاشیۃ المدنی **فان اختلفا فی وجود الشرط** ای ثبوتہ فیعم العدمی **فالقول لہ مع الیمین** لانکارہ الطلاق پھر اگر اختلاف پڑے زوج اور زوجہ میں وجود شرط میں یعنی ثبوت شرط میں شارح نے وجود کو ثبوت کر اس واسطے تقریر کیا تاکہ شرط عدمی کو بھی شامل رہے چنانچہ ان لم تدخل الدار الیوم فانت طالق تو حالت اختلاف میں قول زوج کا قسم کے ساتھ معتبر ہوگا بسبب انکار زوج کے طلاق کو اور معتبر قول منکر کا ہوتا ہے ومفادہ انہ لو علق طلاقہا بعدم وصول نفقتہا ایاہا فادعی الوصول وانکرت کان القول لہ وبہ جزم فی القنیۃ اور مفاد تعلیل مذکور کا یہ ہے کہ اگر معلق کیا زوج نے طلاق کو چند روزہ خرچ عورت کے نہ پہنچنے پر یعنی یوں کہا کہ اگر تجھ کو تیرا نفقہ مثلاً شہر رجب میں نہ پہنچے تو تو طالق ہے پھر دعوی کیا زوج نے وصول کا اور اور انکار کیا اس کا عورت نے تو قول زوج کا معتبر ہوگا اور اسی روایت پر یقین کیا ہے قنیہ میں بنظر ظاہر عورت منکر معلوم ہوتی ہے لیکن در پردہ مدعی ہے طلاق کی اور نفس الامر میں ثبوت شرط کا اور طلاق کا زوج منکر ہے تو اسی کا قول معتبر ہوگا لکن صحح فی الخلاصۃ والبزازیۃ ان القول لہا واقرہ فی البحر والنہر ہو یقتضی تخصیص المتون لکن قال المصنف وجزم شیخنا فی فتواہ بما یقیدہ المتون والشروح لانہا الموضوعۃ لنقل المذاہب کما لا یخفی لیکن تصحیح کی ہے خلاصہ اور بزازیہ میں اس کی کہ مسئلہ سابقہ میں عورت ہی کا قول معتبر ہے اور اسی کو ثابت رکھا ہے بحر الرائق اور نہر الفائق میں اور یہ مقتضی ہے متون کی تخصیص کا اس واسطے کہ متون میں مطلقاً قول زوج ہی معتبر ہے اختلاف کے نزدیک خواہ وصول نفقہ میں اختلاف ہے یا اس کے غیر میں لیکن مصنف نے منح الغفار میں کہا ہے کہ ہمارے استاد یعنی بحر الرائق کے مصنف نے یقین کیا اپنے فتوی میں موافق متون اور شروح کے اس واسطے کہ متون اور شروح ہی موضوع ہیں نقل مذہب میں تو بلا شبہ روایت متون اور شروح کی مقدم ہوگی اور خلاصہ بزازیہ کی روایت پر اس واسطے کہ وہ دونوں فتاوی میں داخل ہیں چنانچہ یہ امر اہل فقہ کے نزدیک مخفی نہیں **الا اذا برہنت** فان البینۃ تقبل علی الشرط وان کان نفیا کان لم تجی سہرتی اللیلۃ فامرأتی کذا فشہدا انہا لم تجئہ قبلت وطلقت منح مگر جب کہ عورت گواہ لاوے اپنے دعوی پر تو گواہ مقبول ہوں گے شرط پر اگرچہ شرط نفی کی ہو چنانچہ یوں کہنا زوج کا کہ اگر آج کی رات میری خوشدامن یا میری سالی نہ آویگی تو میری عورت طالق ہے پھر دو گواہوں نے گواہی دی کہ خوشدامن یا سالی زوج کے پاس نہیں آئی تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور عورت مطلقہ ہوگی کذا فی منح الغفار م ہر چند کہ نفی پر گواہی پر گواہی مسموع نہیں لیکن یہاں اس واسطے مسموع ہوئی کہ یہ ظاہر میں نفی ہے لیکن حقیقت میں اثبات ہے طلاق کا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وفی التبیین ان لم اجامعک فی حیضک فانت طالق للسنۃ ثم قال جامعتک ان حائضا فالقول لہ لانہ یملک الانشاء والا لا انتہی قلت فالمسئلۃ السابقۃ والآتیۃ لیستا علی اطلاقہما اور تبیین میں یوں روایت ہے کہ زوج نے کہا کہ اگر میں تجھ سے جماع نہ کروں تیرے حیض کے اندر تو تو طالق ہے موافق سنت کے پھر زوج نے کہا کہ میں نے تجھ سے جماع حیض میں کیا اگر دعوی جماع کے وقت عورت کو حیض موجود ہے تو زوج ہی کا قول معتبر ہے اس واسطے کہ وہ مالک ہے انشاء جماع کا یعنی حیض میں جماع کرنا اس کو ممکن ہے گو شرعاً جائز نہیں اور اگر وقت دعوی جماع کے عورت طاہر ہے حائض نہیں تو قول زوج کی تصدیق نہ ہوگی اس واسطے کہ واقع اس کے قول کے مخالف ہے اور طلاق سنت کا وقت موجود ہے یعنی طہر شارح کہتا ہے کہ مسئلہ سابقہ یعنے ان اختلفا فی وجود الشرط فی القول ولہ اور مسئلہ آئندہ یعنی ان حضت فانت طالق یہ دونوں مسئلے اپنے اطلاق پر نہیں یعنی مقید ہیں مطلق نہیں اس واسطے کہ تقیید مسئلہ سابقہ کی تبیین کی روایت

ف روایت متون و شروح بر فتاوے مقدم است ۱۲ ؎ اگر نہیں تو داخل ہوئی تو گھر میں آج تو تو طلاق والی ہے ۱۲

م اس کی عدت گزر جائے اور بعد عدت کے عورت گھر میں داخل ہو تو لوٹ جائے گی تعلیق اس واسطے کے ۱۲

Marfat.com

ے ثابت ہوئی یعنی وقت طہارت حیض کے زوج کا قول معتبر نہیں اور تقیید مسئلہ آئندہ کی خود وہیں مصرح ہے وما لا یعلم وجودہ الا منہا صدقت فی
ی نفسہا خاصۃً استحسانًا بلا یمین خبر بخشا اور جو شرط جس کا وجود نہ معلوم ہو سکے بجز عورت کے چنانچہ حیض اور حب اور بعض تو وہاں عورت کے قول کی تصدیق
ی فقط اسی کی ذات کے حق میں نہ غیر کے حق میں اس واسطے کہ اپنے واسطے وہ امین ہے اور اپنی سوکن کے واسطے متہم ہے کذا فی الحاشیۃ المدنی
صدیق قول عورت کی باعتبار استحسان کے ہے بدون قسم کے کذا فی النہر الفائق بخشا وجہ استحسان کی یہ ہے کہ یہ شرط بدون عورت کے معلوم نہیں ہو سکتی
ر اس پر حکم شرعی مترتب نہ ہو تو عورت پر اس کی خبر دینا واجب ہوتا کہ حرام میں نہ واقع ہو و مراہقۃ کبالغۃ واحتلام کحیض فی الاصح اور عورت قریب البلوغ
غہ کی برابر ہے اور احتلام مانند حیض کے ہے قول اصح میں تو اگر حیض پر تعلیق طلاق کی ہوئی اور کہا قریب البلوغ نے کہ مجھ کو حیض آیا تو اس کی تصدیق ہو
مانند بالغہ کے اور اسی طرح غلام قریب البلوغ کی آزادی احتلام پر معلق ہوئی اور غلام نے کہا کہ مجھ کو احتلام ہوا تو اس کے قول کی تصدیق ہو گی
ل حیض کے کقولہ ان حضت فانت طالق وفلانۃ وان کنت تحبین عذاب اللہ فانت کذا او عبدہ حر فلو قالت حضت والحیض قائم
ن انقطع لم یقبل قولہا زیلعی وحدادی او احب طلقت ہی فقط ان کذبہا الزوج فان صدقہا او علم وجود الحیض طلقتا جمیعًا حدادی چنانچہ یوں
ا زوج کا کہ اگر تو حائض ہوئی تو تو طالق ہے اور فلانی عورت طالق ہے یا یوں کہا کہ اگر تو عذاب خدا کو دوست رکھتی ہے تو تو طالق ہے یا غلام اس کا
د ہے تو اگر عورت نے کہا کہ میں حائض ہوئی اور حالانکہ حیض اس وقت قائم ہے اور اگر حیض منقطع ہو گیا تو اس کا قول مقبول نہ ہو گا چنانچہ زیلعی
حدادی نے اس کو مصرح کیا ہے یا عورت نے یوں کہا کہ مسئلہ ثانیہ کے جواب میں کہ میں عذاب خدا کو دوست رکھتی ہوں تو فقط وہی عورت مخبرہ مطلقہ
ی نہ اس کی سوکن اگر زوج نے اس کی تکذیب کی اور اگر زوج نے اس کی تصدیق کی یا زوج کو اس کے حیض کا ہونا معلوم ہو گیا تو دونوں عورتیں مطلقہ
ں گی یعنی خبر دینے والی اور اس کی سوکن کذا صرح الحدادی وفی ان حضت لا یقع برویۃ الدم لاحتمال الاستحاضۃ فان استمر ثلثا وقع من
ن رأت وکان بدءیا اور اس قول میں کہ اگر تو حائض ہو گی تو تو طالق ہے طلاق نہ واقع ہو گی بمجرد نظر آنے خون کے بسبب اس احتمال کے کہ
ائدہ استحاضہ کا ہو پھر اگر خون برابر جاری رہا تین دن تو طلاق واقع ہو گی اس وقت سے جب سے کہ عورت نے خون کو دیکھا اور یہ طلاق بدعی ہوئی
ا واسطے کہ حیض میں واقع ہوئی فلو غیر مدخولۃ فتزوجت بآخری ثلثۃ ایام صح فلو مانت فیہا فارثہا للزوج الاول دون الثانی وتصدق فی حقہا دون
رتہا پھر اگر عورت غیر مدخولہ ہو سو وہ نکاح کرے دوسرے زوج سے تین دن میں تو یہ نکاح صحیح ہو گا پھر اگر غیر مدخولہ بعد نکاح ثانی کے مر گئی تین دن کے
د تو وراثت اس عورت کی زوج اول کو ملے گی اس واسطے کہ معلوم نہیں کہ یہ خون حیض تھا یا نہیں کیونکہ حیض تین دن سے کم نہیں ہوتا اگر تین دن برابر
ن جاری رہا تو زوج ثانی اس کا وارث ہو گا اور تصدیق ہو گی عورت کے قول کی اسی کے حق میں نہ اس کی سوکن کے حق میں کما مر وفی ان حضت
عد سہا لعدم تجزیہا لا یقع حتی تطہر منہا لان الحیضۃ اسم للکامل اور زوج کے اس قول میں اگر تو حائض ہو گی ایک حیض کر یا نصف حیض یا ثلث حیض:
عدی حیض کر یعنے کل اور بعض حیض کہنا یکساں ہے بسبب عدم قسمت پذیری حیض کے تو ایک یا بعض حیض کی تعلیق سے طلاق نہ واقع ہو گی
ہاں تک کہ پاک ہو جاوے عورت اس سے اس واسطے کہ ایک حیض نام ہے پورے حیض کا اور پورا ہونا بدوں پاکی کے متصور نہیں ثم انما یقبل قولہا
م تر حیضۃ اخری جوہرہ پھر یہ ہے کہ قول عورت کا حیض ہونے میں وہاں تک مقبول ہے کہ اس نے دوسری بار حیض نہیں دیکھا کذا فی الجوہرہ
نی حالت حیض میں یا بعد پاک ہونے کے حیض کا اظہار کیا تب تک مقبول ہو گا اور اگر حیض ثانی میں اظہار کیا تو مقبول نہ ہو گا وفی ان صمت
وما فانت طالق تطلق حین غربت الشمس من یوم صومہا بخلاف ان صمت فانہ مصدق لساعتہ اور اس قول میں کہ اگر تو روزہ رکھے گی
ایک دن تو تو طالق ہے تو طلاق واقع ہو گی وقت غروب آفتاب کے جس دن روزہ رکھے بخلاف اس قول کے کہ ان صمت یعنی اگر تو صائم ہو گی

Marfat.com

تو تو طالق ہے تو غروب آفتاب کی ضرورت نہیں اس واسطے کہ صوم لغوی ایک ساعت پر بھی صادق آتا ہے **قال لہا ان ولدت غلاما فانت طالق واحدۃ وان ولدت جاریۃ فانت طالق ثنتین فولدتہما ولم یدر الاول تلزمہا واحدۃ قضاء وثنتان تنزہا** ای احتیاطا لاحتمال تقدم الجاریۃ لہا زوجہ سے کہ اگر تو نے لڑکا جنا تو تجھ کو ایک بار طلاق ہے اور اگر لڑکی جنی تو تجھ کو دو بار طلاق ہے سو عورت لڑکا اور لڑکی ایک کو دوسرے کے بعد جنی اور معلوم نہیں کہ اول کون جنی لڑکا یا لڑکی تو لازم ہوگی اس کو ایک طلاق باعتبار قضا کے اور دو بار طلاق باعتبار احتیاط کے بسبب احتمال تقدم جاریہ کے یعنے شاید اول لڑکی ہی پیدا ہوئی ہو ومضت العدۃ بالثانی فلذا لم یقع بہ شیئ لان الطلاق المقارن لانقضاء العدۃ لا یقع اور آخر ہوگی عدت اس طلاق کی ولد ثانی سے اور اسی سبب سے ولد ثانی کے تولد سے کچھ نہ واقع ہوگا اس واسطے کہ جو طلاق کہ متصل ہو انقضائے عدت کے اس سے کچھ نہیں واقع ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی فان علم الاول فلا کلام وان اختلفا فالقول للزوج لانہ منکر وان تحقق ولادتہما معا وقع الثلث وتعتد بالاقراء پھر اگر معلوم ہو پہلا ولد تو اس میں کچھ کلام کی حاجت نہیں یعنی اگر عورت اول لڑکا جنی تو ایک طلاق واقع ہوگی اور عدت لڑکی پیدا ہونے سے آخر ہوگی پھر دوسری طلاق نہ واقع ہوگی اور اگر اول لڑکی جنی تو دو بار طلاق واقع ہوگی اور عدت لڑکا ہونے سے منقضی ہوگی پھر تیسری طلاق نہ واقع ہوگی اور اگر زوجین میں اختلاف ہوا سو عورت نے دعویٰ کیا کہ اول لڑکی پیدا ہوئی اور زوج کہا کہ نہیں اول لڑکا ہوا تو زوج کا قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ وہ منکر ہے لزوم طلاق ثانی کا اور اگر ثابت ہوئی دونوں کی ولادت ساتھ ہی تو تین بار طلاق واقع ہوگی اور عدت اس صورت میں حیضوں سے ہوگی اس واسطے کہ عدت بسبب ولادت کے مقتضی نہیں ہوئی اس واسطے کہ ولادت ولدین معا شرط واقع ہوگئی طلاق کی **وان ولدت غلاما وجاریتین ولم یدر الاول یقع ثنتان قضاء وثلث تنزہا** اور اگر جنی عورت ایک لڑکا اور دو لڑکیاں اور پہلا ولد معلوم نہیں تو دو بار طلاق باعتبار قضا کے واقع ہوگی اور تین بار بنا بر احتیاط کے اس واسطے کہ اگر لڑکا اول یا درمیان میں ہوگا تو تین بار طلاق ہوگی ایک اس کے سبب سے اور دو پہلی لڑکی کے سبب سے اور اگر لڑکا آخر ہوگا تو دو طلاق پہلی لڑکی کے سبب ہوں گی پھر باقی دو سے کچھ نہ واقع ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلا عن النہر وان ولدت غلامین وجاریۃ فواحدۃ قضاء وثلث تنزہا اور اگر عورت دو غلام اور جاریہ جنی اور پہلا معلوم نہیں تو بنا بر قضا کے ایک طلاق واقع ہوگی اور بنا بر احتیاط کے تین اس واسطے کہ اگر دو غلام پہلے ہیں تو ایک طلاق ایک غلام سے دوسرے سے کچھ نہ واقع ہوگا اس واسطے تعلیق باطل ہوئی بسبب غلام اول کے اور دو بسبب جاریہ کے تو یہ مسئلہ متحمل ہے ایک کو اور تین کو تو قضا میں اقل لازم ہوگا اور بنا بر احتیاط اکثر کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **وہذا بخلاف ما لو قال ان کان حملک غلاما فانت طالق واحدۃ وان کان جاریۃ فثنتین فولدت غلاما وجاریۃ لم تطلق** لان الحمل اسم للکل فما لم یکن الکل غلاما وجاریۃ لم تطلق اور یہ مسئلہ ولادت کا مخالف ہے مسئلہ حمل سے اس طرح کہ اگر زوج نے کہا کہ اگر تیرا حمل لڑکا ہے تو تجھ کو ایک طلاق ہے اور اگر لڑکی ہے تو دو طلاق ہیں پھر وہ لڑکا اور لڑکی ساتھ ہی جنی تو طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ حمل نام ہے کل کا اس واسطے کہ اسم جنس مضاف ہے تو کل کو شامل ہوگا تو جب تک کل حمل لڑکا یا لڑکی نہ ہوگا تو طلاق نہ واقع ہوگی بسبب نہ پائے جانے شرط کے وکذا لو قال ان کان ما فی بطنک غلاما والمسئلۃ بحالہا لعموم ما اور اسی طرح طلاق نہ واقع ہوگی اگر زوج نے کہا کہ اگر تیرے پیٹ میں لڑکا ہے تو تجھ کو ایک طلاق ہے پھر وہ لڑکا اور لڑکی ساتھ ہی جنی تو طلاق نہ واقع ہوگی بسبب عموم لفظ ما کے تو مطلب یہ ہوا کہ جب جمیع ما فی البطن لڑکا موتب شرط پائی جائے حالانکہ ایسا نہیں **بخلاف ان کان فی بطنک والمسئلۃ بحالہا فانہ یقع الثلث** لعدم اللفظ العام بخلاف سابق کے یہ مسئلہ ہے کہ اگر زوج نے کہا کہ اگر تیرے پیٹ میں لڑکا ہے تو تجھ کو ایک طلاق ہے اور اگر لڑکی ہے تو دو طلاق ہیں پھر عورت لڑکا اور لڑکی ساتھ ہی جنی تو تین طلاق واقع ہوں گی اس واسطے کہ اس قول میں کوئی عام لفظ نہیں کہ جمیع ما فی البطن مراد ہو بلکہ لفظ فی البطن کا لڑکا اور لڑ

Marfat.com

دونوں پر صادق آتا ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے لو علق طلاقہا بحبلہا لم تطلق حتی تلد لاکثر من سنتین وقت الیمین اگر معلق کیا طلاق کو عورت کے حمل
تو طلاق اس پر نہ واقع ہوگی یہاں تک کہ جنی دو برس سے زیادہ وقت تعلیق سے یعنی بعد تعلیق کے جب تک دو برس سے زیادہ ولادت نہ ہوگی طلاق
واقع ہوگی اگر قبل دو برس کے یا پورے دو برس میں جنے تو طلاق نہ ہوگی اس واسطے کہ احتمال ہے کہ شاید حمل تعلیق سے پہلے ہوا ہو کذا فی حاشیۃ
مدنی قال ان ولدت ولدا فانت طالق او حرۃ فولدت ولدا میتا طلقت وعتقت کہا کہ اگر تو لڑکا جنے گی تو تو طالق ہے یا آزاد ہے پھر عورت مردہ
لڑکا جنی تو زوجہ مطلقہ ہوگی اور لونڈی آزاد ہوگی اس واسطے کہ مردہ کو بھی لڑکا کہتے ہیں قال لام ولدہ ان ولدت فانت حرۃ تنقضی بہ العدۃ جوہرہ کہا
مولی نے اپنی ام ولد سے اگر تو جنے گی تو تو آزاد ہے پھر وہ مردہ لڑکا جنی تو اس کے تولد سے ام ولد کی عدت منقضی ہو جائے گی کذا فی الجوہرہ م حلبی اور
طحطاوی محشیوں نے کہا کہ اس مسئلہ میں سہو واقع ہوا ہے اس واسطے کہ عدت نہیں ہوتی مگر بعد آزاد ہونے کے اور آزادی ثابت نہیں ہوتی مگر بعد ولادت
کے تو کیونکر ولادت سے عدت منقضی ہوگی شیخ رحمتی محشی نے جواب دیا کہ قیاس تو یہی ہے لیکن عدت سے مقصود تو یہ ہے کہ رحم کی صفائی معلوم ہو اور ولادت
سے صفائی تو ثابت ہوگئی لہذا ولادت ہی پر اکتفا کی واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی علق العتاق والطلاق ولو الثلث بشیئین حقیقۃ بتکرر
الشرط اولا کان جاء زید او بکر فانت کذا یقع المعلق ان وجد الشرط الثانی فی الملک والا لا لاشتراط الملک حالۃ الحنث والمسئلۃ رباعیۃ
تعلیق کی عتاق اور طلاق کی گو تین طلاق ہوں دو چیزیں فی الحقیقۃ دو پر تعلیق ہو بسبب مکرر لانے شرط کے اس طرح کہ اگر آوے گا زید اور اگر آوے گا
بکر تو تو طالق ہے یا تعلیق دو چیزوں پر بدوں تکرار شرط کے ہو اس طرح کہ اگر آوے گا زید اور بکر تو تو طالق ہے یا آزاد ہے تو عتاق اور طلاق معلق واقع
ہوگی اگر شرط ثانی ملک یمین میں پائی جاوے گی اور اگر شرط ثانی ملک نہ پائی جائے گی تو معلق نہ واقع ہوگی بسبب مشروط ہونے ملک کے وقت حنث یعنی تعلیق ٹوٹنے کے وقت ملک
پھر جب شرط ثانی ملک میں نہ حاصل ہو تو معلق نہ واقع ہوگی اور شرط اول کا ملک میں حاصل ہونا کافی نہیں اور یہ مسئلہ رباعی ہے یعنے چار صورتوں کا محتمل ہے ایک
ایک صورت یہ کہ دونوں چیزیں ملک میں پائی جاویں اس میں طلاق واقع ہوگی دوسری صورت یہ کہ دونوں چیزیں ملک میں نہ پائی جاویں اس میں طلاق نہ ہوگی
تیسری صورت یہ کہ اول چیز ملک میں پائی گئی نہ دوسری تو اس میں طلاق نہ ہوگی چوتھے یہ کہ دوسری چیز ملک میں پائی گئی نہ پہلی اس میں طلاق واقع ہوگی علق الثلث
والعتق لامتہ بالوطی حنث بالتقاء الختانین ولم یجب علیہ العقر فی المسئلتین باللبث بعد الایلاج لان اللبث لیس بوطی معلق کیا تین طلاق
کو یا اپنی لونڈی کی آزادی کو جماع پر تو حانث ہوگا بمجرد ملنے دونوں شرمگاہ کے یعنے بمجرد دخول کے طلاق اور آزادی ثابت ہوگی اور نہ واجب ہوگا مرد پر عقر
دونوں صورتوں میں بسبب توقف اور درنگی کے بعد ادخال کے اس واسطے کہ ٹھہرنا اور درنگی جماع نہیں بلکہ جماع عبارت ہے ادخال سے سو ادخال بعد طبقات
ثلثہ اور عتق کے نہیں پایا گیا م عقر عبارت ہے مہر مثل سے حرہ میں لونڈی میں دسواں حصہ قیمت کا اگر وہ باکرہ ہوا اور اگر باکرہ نہ ہو تو بیسواں حصہ ولذا
لم یصر بہ مراجعا فی الطلاق الرجعی اور چونکہ لفظ ٹھہرنا بدوں ادخال کے جماع نہیں لہذا بسبب ٹھہرنے کے طلاق رجعی میں زوج مراجع نہ ہوگا یعنی زوج
نے دخول کیا پھر عورت کو طلاق رجعی دی اور ٹھہر گیا بدوں حرکت کے تو بمجرد اس ٹھہرنے کے رجعت ثابت نہ ہوگی نزدیک محمدؒ کے اس واسطے کہ اس
فعل کو جماع نہیں کہتے اور ابو یوسف کے نزدیک فقط اسی فعل سے رجعت ثابت ہے اس واسطے کہ بعد طلاق رجعی کے ٹھہرنا مساس سے خالی نہیں اور
مساس مثبت ہے رجعت کا بحر الرائق میں کہا کہ مذہب ابو یوسفؒ کا بسبب قوت دلیل کے لائق ترجیح کے ہے کذا فی الحاشیۃ المدنی الا اذا اخرج ثم
اولج ثانیا حقیقۃ او حکما بان حرک نفسہ فیصیر مراجعا بالحرکۃ الثانیۃ ویجب العقر لا الحد لاتحاد المجلس مگر جب کہ زوج نے نکالا پھر داخل کیا دوبارہ خواہ ادخال
ثانی حقیقۃ ہو اس طرح کہ آلۂ تناسل کو عورت کی شرمگاہ سے جدا کیا پھر داخل کیا یا ادخال حکما ہو اس طرح کہ بلا انفصال حرکت دی بدوں اخراج
اور ادخال کے تو دونوں طرح زوج مراجع ہوگا بسبب دوسری حرکت کے طلاق رجعی میں اور مرد پر عقر واجب ہوگا تین طلاق یا عتق کی تعلیق میں

Marfat.com

ورنہ واجب ہوگی بسبب متحد ہونے مجلس عتق اور وطی کے م اس قول سے شارح نے معراج الدرایہ کے اعتراض کو دفع کیا اس میں یوں مذکور ہے کہ تعلیق عتق میں جب کہ آلہ تناسل کو خارج کیا پھر داخل کیا تو چاہیے کہ مرد پر حد زنا واجب آوے اس واسطے کہ یہ وطی بعد آزاد ہونے لونڈی کے نہ ملک میں داخل ہوئی نہ شبہ حلت میں بخلاف مسئلہ تعلیق طلاق کے کہ وہاں شبہ حلت کا موجود ہے یعنی عدت شارح نے جواب دیا بسبب اتحاد مجلس کے یہ فعل ابتدائی نہیں ہر وجہ سے کہ حد لازم آوے کذا فی حاشیۃ المدنی لا تطلق الجدیدۃ فی قولہ للقدیمۃ ان نکحتہا ای فلانۃ علیک فہی طالق اذا نکح فلانۃ علیہا فی عدۃ البائن لان الشرط مشارکتہا فی القسم ولم یوجد نہ مطلقہ ہوگی منکوحہ جدیدہ منکوحہ قدیمہ کو اس طرح کہنے سے زوج کے کہ اگر میں فلانی سے نکاح کروں تیرے اوپر تو وہ طالق ہے جب کہ نکاح کیا زوج نے فلانی سے قدیمہ پر اس کی طلاق بائن کی عدت میں یعنی اول قدیمہ کو طلاق بائن دی پھر اس کی عدت میں جدیدہ سے نکاح کیا تو جدیدہ پر طلاق نہ واقع ہوئی اس واسطے کہ شرط طلاق جدیدہ کی مشارکت تھی جدیدہ کی قدیمہ کے ساتھ باری میں حالانکہ مشارکت مذکورہ بعد طلاق بائن کے موجود نہیں م عدم لزوم قسم کی تعلیل خوب نہیں اس واسطے کہ اگر جدیدہ سے سفر میں زوج نکاح کرے گا تو بھی طلاق واقع ہوگی حالانکہ سفر میں باری نہیں تو عدم بقائے نکاح قدیمہ بہتر تعلیل ہے عدم طلاق کی کذا فی حاشیۃ المدنی و لو نکح فی عدۃ الرجعی او لم یقل علیک طلقت الجدیدۃ ذکرہ مسکین وقیدہ فی النہر تبعا بما اذا اراد رجعتہا والا فلا قسمۃ لہا کما مر اور اگر نکاح کیا جدیدہ سے قدیمہ کی عدت رجعی میں یا زوج نے یوں نہ کہا کہ اگر تیرے اوپر نکاح کروں بلکہ یوں کہا کہ اگر فلانی سے نکاح کروں تو وہ طالق ہے تو دونوں سوتوں میں منکوحہ جدیدہ مطلقہ ہوگی مذکور کیا اس کو مسکین نے اور نہر الفائق میں بحث کر کے طلاق مذکور کو مقید کیا ہے قصد رجعت سے یعنی زوج جب قدیمہ سے رجعت کا ارادہ رکھتا ہو تب جدیدہ پر طلاق واقع ہوگی اور اگر ارادہ رجعت کا نہیں تو مطلقہ رجعی کی باری نہیں چنانچہ باب القسم میں اس کا بیان ہو چکا ہے پھر جب اس کی باری نہ ہوئی تو جدیدہ مطلقہ بھی ہوگی بسبب عدم شرط کے م عنقریب گذرے گا کہ سفر میں باری نہیں حالانکہ وہاں بھی نکاح جائز نہیں تو بحث صاحب نہر الفائق کی مندفع ہوگئی کذا فی حاشیۃ المدنی قال لہا انت طالق انشاء اللہ متصلا لا لتنفس او سعال او جثاء او عطاس او ثقل لسان او امساک فم او فاصل مفید لتاکید او تکمیل او حد او طلاق او نداء کانت طالق یا زانیۃ او یا طالق ان شاء اللہ صح الاستثناء خانیۃ کہا زوجہ سے کہ تو طالق ہے انشاء اللہ ملا کر مگر یہ کہ انشاء اللہ کو متصل نہ کہا بسبب دم لینے کے یا کھانسی کے یا ڈکار سے یا چھینک سے یا ہکلاپن سے یا کسی کے منہ بند کر لینے سے یا بسبب لفظ فاصل کے جو مفید ہے تاکید طلاق یا تکمیل طلاق کو فاصل تاکیدی کی مثال چنانچہ انت طالق طلاق انشاء اللہ اور فاصل تکمیل چنانچہ انت طالق واحدۃ او ثلثا او بائنا انشاء اللہ یا بسبب فاصل کے جو مفید ہے حد کل الطلاق کا یا ندا کا چنانچہ مفید حد کی مثال انت طالق یا زانیۃ انشاء اللہ اور مفید طلاق کی مثال انت طالق یا طالق انشاء اللہ اور ندا کی مثال انت طالق یا کلثوم انشاء اللہ سو ان سب صورتوں میں استثنا صحیح ہے کذا فی النہایۃ یعنی اس قدر انفصال مانع اتصال استثناء کا نہیں بخلاف الفاصل اللغو کانت طالق رجعیا انشاء اللہ وقع بائنا لا یقع بخلاف فاصل لغو کے چنانچہ یوں کہنا کہ انت طالق رجعیا انشاء اللہ تو اس میں طلاق واقع ہوگی لفظ رجعیا کا فاصل لغو ہے اس واسطے کہ لفظ طالق خود موضوع ہے اس واسطے طلاق رجعی کے تو رجعیا کہنا محض بیفائدہ ہوا تو مانع ہوگا صحت استثنا کو اور اگر یوں کہے کہ انت طالق بائنا انشاء اللہ تو طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ یہ فاصل لغو نہیں کہ مانع ہو صحت استثنا کا بلکہ یہ فاصل تکمیلی ہے چنانچہ عنقریب گذرا و لو قال رجعیا او بائنا یقع بنیۃ البائن لا الرجعی قنیہ وقواہ فی النہر اور زوج نے کہا کہ انت طالق رجعیا او بائنا انشاء اللہ تو طلاق واقع ہوگی بائن کی نیت سے نہ رجعی کی نیت سے کذا فی القنیہ اور تقویت دی ہے روایت قنیہ کو نہر الفائق میں م بحر الرائق میں قنیہ کی روایت کی تضعیف ہے اور نہر الفائق میں اس کی تقویت ہے اور در المحتار کے محشیوں نے یعنی شیخ رحمتی اور حلبی نے بحر الرائق کی

Marfat.com

تصویب کی ہے بسبب صراحت دلیل کے یعنی جب ذکر رجعی مسبب ہے طلاق کا تو نیت رجعی کی بھی سبب طلاق کی ہوگی اور جب کہ ذکر بائن سے طلاق نہیں ہوتی تو اس کی نیت سے بھی طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی مسموعاً بحیث لو قرب شخص اذنہ الی فمہ یسمع فیصح استثناء الاصم خانیۃ استثناء متصل مسموع ہو اس طرح کہ اگر نزدیک کرے کوئی شخص اپنا کان متکلم کے منہ کی طرف تو سن لے تو صحیح ہوا استثنا کرنا بہرے آدمی کا کذا فی الخانیہ یعنی جب سماع کی یہ حد ہوئی کہ دوسرا آدمی کان لگانے سے سن سکے تو بہرے آدمی کا استثنا کرنا بھی صحیح ہوگا کہ ہر چند وہ خود نہیں سنتا لیکن دوسرا سن سکتا ہے تو یہ قول جو مشہور ہے فقہا کا کہ مسموع قول وہ ہے جس کو آپ سنے اس سے اصم مستثنیٰ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی لا یقع للشک نہ واقع ہوگی طلاق انشاء اللہ کہنے سے بسبب شک کے اس واسطے کہ زوج نے طلاق کو معلق کیا خدا کی مشیت پر اور خدا کی مشیت معلوم نہیں تو ہم کو شک پڑا مشیت اور عدم مشیت میں اور نکاح ثابت ہو چکا ہے بالیقین تو طلاق نہ ثابت ہوگی بسبب شک کے وان ماتت قبل قولہ ان شاء اللہ طلاق نہ واقع ہوگی اگرچہ زوجہ مر گئی ہو انشاء اللہ کہنے سے پہلے یعنی زوج نے اسی قدر کہا تھا کہ انت طالق ہنوز انشاء اللہ کہنے کی نوبت نہ آئی کہ زوجہ مخاطبہ مر گئی تو بھی طلاق نہ واقع ہوگی عدم طلاق کا ثمرہ یہ ہے کہ زوجہ غیر مدخولہ کا زوج وارث ہوگا اور اگر طلاق پڑتی تو زوج اس کا وارث نہ ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی وان مات یقع اور اگر زوج مر گیا قبل تلفظ انشاء اللہ کے تو طلاق واقع ہوگی بسبب عدم استثنا کے ہم استثنائے زوج کا ارادہ اس طرح معلوم ہو سکتا ہے کہ زوج نے قبل تلفظ طلاق کے کسی شخص سے قصد استثنا کو مذکور کیا ہو ولا یشترط فیہ القصد اور شرط نہیں صحت استثنا میں قصد استثنا کا کرنا تو اگر زوج نے تین طلاق دینے کا ارادہ کیا اور اس کی زبان سے انت طالق انشاء اللہ نکل گیا تو استثنا صحیح ہوگا طلاق نہ واقع ہوگی ولا التلفظ بہما اور شرط نہیں بولنا طلاق اور استثنا کا فلو تلفظ بالطلاق وکتب الاستثناء موصولا او عکس او ازال الاستثناء بعد الکتابۃ لم یقع عمادیۃ تو اگر بولا طلاق کو اور لکھا استثنا متصل بولنے کے یا اس کے برعکس کیا یعنی طلاق کو لکھا اور استثنا کو فوراً بولا یا طلاق اور استثنا دونوں کو لکھا پھر استثنا کو بعد لکھنے کے مٹا ڈالا تو ان تینوں صورتوں میں طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ تلفظ مشروط نہیں کذا فی العمادیۃ ولا العلم بمعناہ حتی لو اتی بالمشیۃ من غیر قصد جاہلا لم یقع خلافا للشافعی اور مشروط نہیں جاننا معنی استثنا کا یہاں تک کہ اگر زوج انشاء اللہ کو اپنے کلام میں بلا قصد نادانستہ بولا تو بھی طلاق واقع ہوگی بخلاف امام شافعیؒ کے کہ ان کے نزدیک صحت استثنا میں قصد اور اس کے معنی کا علم مشروط ہے وافتی الشیخ الرملی الشافعی فیمن حلف علی شیء بالطلاق فاستثنی لہ الغیر ظانا صحتہ لعدم الوقوع انتہی وقلت ولم ارہ لاحد من علمائنا واللہ اعلم اور فتویٰ دیا ہے شیخ رملی شافعی نے اس شخص کے حق میں جس نے قسم کھائی کسی چیز پر طلاق کی پھر انشاء اللہ کہا قسم کھانے والے کے واسطے کسی غیر شخص نے درآنحالیکہ قسم کھانے والا صحت استثنائے غیر کا گمان رکھتا ہے فتویٰ دیا عدم وقوع طلاق کا انتہی کلامہ یعنی اس طرح کا اس عالم کے نزدیک صحیح ہے لہذا عدم وقوع کا فتویٰ دیا شارح کہتا ہے کہ ہم نے اپنے علمائے حنفیہ سے کسی کو نہیں دیکھا جس نے اس مسئلہ کا تعرض کیا ہو واللہ اعلم طحطاوی نے کہا کہ ظاہر کلام علماء حنفیہ کا یہ ہے کہ اتحاد متکلم شرط ہے تو غیر کا استثنا کرنا صحیح نہ ہوگا واللہ اعلم ولو شہدا بہا وہو لا یذکرہا ان کان بحال لا یدری ما یجری علی لسانہ بغضب جاز لہ الاعتماد علیہما والا لا بحر اور اگر گواہی دی دو گواہوں نے مشیت کی یعنی انشاء اللہ کہنے کی اور زوج کو یاد نہیں اس کا کہنا سو اگر زوج تکلم کے اس حال پر تھا کہ نہیں جانتا تھا کہ کیا نکلتا ہے اس کی زبان سے بسبب غضب کے تو زوج کو اعتماد کرنا شاہدوں کے قول پر جائز ہے اور اگر اس کو ایسی حالت بیخبری کی نہ تھی تو اس کو ان کے قول پر اعتماد کرنا نہ چاہیے کذا فی البحر الرائق ویقبل قولہ ان ادعاہ و

---

[1] تو طالق ہے طالق انشاء اللہ ۱۲ [2] تو طالق ایک یا تین یا طالق بائن سے انشاء اللہ ۱۲ [3] تو طالق ہے اے زنا کار انشاء اللہ ۱۲ [4] تو طالق ہے اور طالق والی انشاء اللہ ۱۲ [5] تو طالق ہے اے کلثوم انشاء اللہ ۱۲ [6] تو طالق ہے بطلاق رجعی انشاء اللہ ۱۲

Marfat.com

انکرتہ فی ظاہر المروی عن صاحب المذہب وقیل لا یقبل الا بینۃ وعلیہ الاعتماد والفتوی احتیاطا لغلبۃ الفساد خانیۃ اور مقبول ہوگا قول زوج کا اگر وہ مدعی ہو استثنا کا اور منکر ہو اس کی عورت ظاہر الروایت میں جو مروی ہے صاحب مذہب سے اور قول غیر ظاہر یہ ہے کہ زوج کا قول مقبول نہیں بدوں گواہوں کے اور اسی قول پر اعتماد اور فتوی ہے بنا بر احتیاط کے بسبب غلبہ فساد زمانہ کے کذا فی الخانیہ یعنی اہل زمانہ میں بسبب شیوع فسق کے حلال حرام کی امتیاز نہیں تو بدوں گواہوں کے قول زوج پر اعتماد نہ چاہیے طحطاوی نے کہا کہ یہ اگلے زمانہ کا حال تھا ہم اپنے زمانہ کا کیا حال بیان کریں کہ جاہل تو ایک طرف بعضے علما طمع دنیا سے سائل کو یہ بھی حیلہ سکھا دیتے ہیں تاکہ طلاق نہ واقع ہو بسبب دعوی استثنا کے استغفر اللہ من شرور انفسنا وقیل ان عرف الصلاح فالقول لہ اور بعضے علمائے یعنی کمال الدین بن الہمام نے فتح القدیر میں کہا کہ اگر زوج معروف بصلاح وتقوی ہو تو اسی کا قول معتبر ہے ہم خیر الدین رملی نے منح الغفار کے حاشیہ میں کہا کہ جب دو قول کی ترجیح میں اختلاف پڑے تو ظاہر الروایت کی طرف رجوع کرنا واجب ہے کذا فی حاشیۃ المدنی و حکم من لم یوقف علی مشیتہ فیما ذکر کالانس والجن والملائکۃ والجدار والحمار کذلک اور حکم اس شخص کا جس کی مشیت نہیں معلوم ہو سکتی امر مذکور میں یعنی تعلیق بالمشیت میں چنانچہ آدمی اور جن اور فرشتے اور دیوار اور گدھا ایسا ہی ہے جیسا مشیت خدا کا حکم ہے یعنی اگر زوج زوجہ سے کہے کہ تو مطلقہ ہے اگر سب آدمی یا جن یا فرشتے چاہیں یا دیوار یا گدھا چاہے تو طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ سب آدمیوں کی خواہش معلوم نہیں ہو سکتی اسی طرح جن اور فرشتے کی مشیت معلوم نہیں ہو سکتی اور دیوار اور گدھے میں تو مطلق مشیت نہیں دیوار سے مراد جمیع جمادات اور گدھے سے مراد جمیع حیوانات ہیں ولو شرک کان شاء اللہ وشاء زید لم یقع اصلا اور اگر ملا بامشیت خدا کو ساتھ مشیت اس شخص کے جس کی مشیت معلوم ہو سکتی ہے مثلاً یوں کہا کہ تو مطلقہ ہے اگر چاہا خدا نے اور چاہا زید نے تو طلاق اصلاً نہ واقع ہوگی اگرچہ زید چاہے ومثل ان الا وان لم واذا او مالم اور مانند ان شرطیہ کے ہے لفظ الا وان لم واذا اور مالم کا یعنی اگر زوج نے کہا انت طالق الا ان یشاء اللہ یا یوں کہا انت طالق ان لم یشاء اللہ یا یوں کہا کہ انت طالق اذا شاء اللہ یا یوں کہا کہ انت طالق ماشاء اللہ یا یوں کہا کہ انت طالق مالم یشاء اللہ تو ان سب مثالوں میں طلاق نہ واقع ہوگی جیسا کہ انشاء اللہ کہنے سے نہیں واقع ہوتی ومن الاستثنا انت طالق لولا ابوک ولولا حسنک ولولا انی احبک فلا یقع خانیۃ اور استثنا میں سے یہ قول ہے کہ انت طالق لولا ابوک یعنی تو مطلقہ ہے اگر تیرا باپ نہ ہوا و انت طالق لولا حسنک یعنی تو مطلقہ ہے اگر تیرا حسن نہ ہو اور انت طالق لولا انی احبک یعنی تو مطلقہ ہے اگر میں تیرا محب نہ ہوتا سو اس قول سے طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی الخانیہ یہ قول استثنا میں اس واسطے داخل ہوا کہ کلمہ لولا کا امتناع جزا پر دلالت کرتا ہے یعنی طلاق پر بوجود شرط کے ومنہ سبحان اللہ ذکرہ ابن الہمام فی فتواہ اور استثنا میں سے سبحان اللہ بیان کیا ہے اس کو کمال الدین ابن الہمام نے اپنے فتوی میں یعنی اگر یوں کہے کہ انت طالق سبحان اللہ تو طلاق نہ واقع ہوگی جیسے انشاء اللہ سے نہیں ہوتی ہم سبحان اللہ بمعنی استثنا ہونے کی حلبی محشی نے وجہ بعید بیان کی ہے رقتال وغیرہ محشیوں کو پسند نہیں اور فتح القدیر سے سبحان اللہ کا بمنزلہ استثنا کے ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ خلاف اس کے متبادر ہوتا ہے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی قال انت طالق ثلثا وثلثا ان شاء اللہ وانت حر وحران شاء اللہ طلقت ثلثا وعتق العبد عند الامام لان اللفظ الثانی لغو ولا وجہ لکونہ تاکیدا للفصل بالواو بخلاف قولہ حر حرا وحر وعتیق لانہ تولید وعطف تفسیر فیصح الاستثنا کہا زوج نے کہ تو طلاق ہے تین بار اور تین بار اگر چاہا اللہ نے یا مولی نے غلام سے کہا کہ تو حر ہے اور حر ہے اگر چاہا اللہ نے تو زوجہ مطلقہ ہوگی تین طلاق سے اور غلام آزاد ہوگا نزدیک امام اعظمؒ کے اس واسطے کہ لفظ ثانی یعنے ثلثا اور حرا لغو ہے اول سے کچھ زیادہ فائدہ اس میں نہیں اور لفظ ثانی تاکید بھی نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ جدائی ہو گئی لفظ اول کی لفظ ثانی سے بسبب واو کے اور تاکید میں جدائی نہیں ہوتی تو استثنا صحیح نہیں ہوا بخلاف

ف در اختلاف ترجیح قولین رجوع بظاہر الروایت واجب است

Marfat.com

اس قول کے کہ انت حر حر ان شاء اللہ یا انت حر وعتیق ان شاء اللہ اس واسطے کہ قول اول تاکید ہے اور قول ثانی عطف تفسیری ہے تو استثنا صحیح ہوگا
و غلام نہ آزاد ہوگا **وکذا یقع الطلاق بقولہ ان شاء اللہ انت طالق** فانہ تطلیق عندہما تعلیق عند ابی یوسفؒ لاتصال المبطل بالایجاب فلا یقع
لما اخرہ وصححہ البزازی وفی الخانیۃ علی قول ابی یوسفؒ الفتوی وقیل الخلاف بالعکس وعلی کل فالمفتی بہ عدم الوقوع اذا قدم المشیۃ ولم یات بالفاء اور اسی
طرح واقع ہوتی ہے طلاق اس قول سے کہ ان شاء اللہ انت طالق اس واسطے کہ یہ قول تطلیق ہے امام اعظمؒ اور محمدؒ کے نزدیک اور تعلیق ہے نزدیک ابو یوسفؒ
کے واسطے متصل ہونے مبطل کے ساتھ ایجاب کے مبطل سے مراد استثنا ہے اور ایجاب سے مراد انت طالق ہے سو جب کہ ایجاب باطل ہوا تو طلاق واقع
ہوگی چنانچہ طلاق نہیں واقع ہوتی اگر استثنا موخر ہو اسی طرح کہ انت طالق ان شاء اللہ اور تصحیح کی ہے بزازی نے ابو یوسف کے قول کی اور خانیہ
میں ہے کہ ابو یوسفؒ کے قول پر فتوی ہے اور بعضوں نے کہا کہ خلاف بالعکس ہے یعنی ان شاء اللہ تو انت طالق ابو یوسف کے نزدیک تطلیق ہے اور امام
اور محمدؒ کے نزدیک تعلیق اور ہر تقدیر مفتی بہ عدم وقوع طلاق ہے جب کہ مقدم کرے زوج مشیت کو یعنی ان شاء اللہ تو کو اور فی جزاء میں نہ لاوے ہم شارح نے
تصریح کی کہ متن اس مقام میں خلاف مفتی بہ ہے وان اتی بہا لم یقع اتفاقا کما فی البحر والشرنبلالیۃ عن القہستانی وغیرہا اور اگر زوج قول مذکور میں فی لاوے
گا یعنی یوں کہے کہ ان شاء اللہ انت طالق تو باتفاق امام اور صاحبین کے طلاق ہوگی چنانچہ بحر الرائق اور شرنبلالیہ اور قہستانی وغیرہا میں مصرح ہے
وثمرۃ فی من حلف لا یحلف بالطلاق وقال حنث علی التعلیق لا الابطال اور ثمرہ اس اختلاف کا اس شخص کے حق میں ظاہر ہوتا ہے جس نے قسم
کھائی کہ میں طلاق کی قسم نہ کھاؤں گا اور وہ قول بولا یعنی ان شاء اللہ انت طالق اس کی زبان سے نکلا تو اس کی قسم ٹوٹے گی تعلیق کہنے سے نہ ابطال پر ہم یہ مسئلہ
مستقل ہے تقدیم شرط پر متفرع نہیں چنانچہ نہر الفائق میں قاضی خان سے منقول ہے کہ طلاق مقرون باستثنا صحیح یمین ہے یعنی تعلیق ہے ابو یوسفؒ کے نزدیک
اور محمد کے نزدیک تعلیق نہیں بلکہ ابطال ہے یعنی اصل کلام بسبب استثنا کے باطل ہو گیا کذا فی حاشیۃ المدنی **وبانت لطالق بمشیۃ اللہ او بارادتہ**
او بمحبتہ او برضاہ لا تطلق لان الباء للالصاق فکان کالصاق الجزاء بالشرط اور اس قول سے کہ تو طالق ہے ساتھ مشیت خدا کے یا ساتھ ارادہ خدا کے
یا ساتھ محبت خدا کے یا ساتھ رضا الٰہی کے طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ مشیت اور ارادہ اور محبت اور رضا کی، با معنی الصاق اور اتصال کے ہے
تو یہ الصاق مثل اتصال جزا کے ہوا ساتھ شرط کے تو جیسا کہ شرط اور جزا سے یعنی انت طالق ان شاء اللہ سے طلاق نہیں واقع ہوتی ویسے ہی اس قول سے
بھی طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ مشیت الٰہی اور ارادہ اور محبت اور رضا امور غیبیہ سے ہیں بشر کو اطلاع ان پر ممکن نہیں تو بسبب تشکک کے
طلاق کیونکر واقع ہو وان اضاف الی مذکور من مشیۃ وغیرہا الی العبد کان ذلک تملیکا فیقتصر علی المجلس کما مر اور اگر نسبت کیا مذکور سابق
کو یعنے مشیت وغیرہا کو بندہ خدا کی طرف تو یہ تملیک طلاق ہوگی ومنحصر ہوگی مجلس علم پر چنانچہ فصل مشیت میں اس کا بیان ہو چکا ہے یعنی اگر یوں
کہا کہ تو طالق بہ مشیت زید یا ارادہ زید یا محبت زید یا برضائے زید تو زید کو اختیار طلاق دینے کا مجلس تک ہے لعدم مجلس کے **وان قال**
بامرہ او بحکمہ او بانبتاءہ او باذنہ او بعلمہ او بقدرتہ یقع فی الحال اضیف الیہ تعالیٰ او الی العبد یا د بمثل التنجیز عن القہستانی قولہ انت
طالق بحکم القاضی اور اگر زوج نے کہا کہ تو مطلقہ ہے بامر خدا یا بحکم خدا یا بقضاء خدا یا باذن خدا یا بعلم خدا یا بقدرت خدا تو فی الحال طلاق
واقع ہوگی خواہ امور مذکورہ خدا کی طرف منسوب ہوں خواہ بندہ کی طرف اس واسطے کہ ایسے قول سے عرف میں تنجیز مراد ہوتی ہے نہ تعلیق
تو گویا مطلب یہ ہوا کہ تو مطلقہ ہوئی اس واسطے کہ خدا نے طلاق دینے کا امر کیا اور حکم دیا اور اضافت الی العبد کی مثال چنانچہ زوج کا یوں
کہنا کہ تو طالق ہے بحکم قاضی یا بامر قاضی یا بعلم قاضی **وان قال ذلک باللام یقع فی الوجوہ کلہا لانہا للتعلیل** اور اگر الفاظ عشرہ کو یعنی

ف مسئلتین خلاف مفتی بہ است ۱۲ ؎ تو آزاد ہے آزاد اگر خدا چاہے ۱۲ ؎ تو آزاد اور عتیق ہے ان شاء اللہ ۱۲ ؎ تو ان شاء اللہ طلاق والی ہو ۱۲

Marfat.com

مشیت وغیرہ اور امر وغیرہ کو لام کے ساتھ کہا یعنی یوں کہا کہ انت طالق لمشیۃ اللہ او لامرہ تو سب صورتوں میں طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ لام موضوع ہے واسطے تعلیل کے اور علت کا ہونا طلاق کے واسطے نفس الامر میں ضروری نہیں **وان کان ذلک یحرف فی ان اضاف الی اللہ** تعالیٰ **لایقع فی الوجوہ کلہا لان فی بمعنی الشرط الا فی العلم فانہ یقع فی الحال وکذا القدرۃ ان نوی بہا ضد العجز** لوجود قدرۃ اللہ تعالیٰ قطعا العلم اور اگر امور عشرہ قول مذکور میں مشتمل ہوں بحرف فی نسبت اللہ تعالیٰ کی تو طلاق نہ واقع ہوگی سب صورتوں میں اس واسطے کہ فی بمعنی شرط ہے تو انت طالق فی مشیۃ اللہ بجائے انت طالق انشاء اللہ کے ہے مگر لفظ علم میں فی الحال طلاق واقع ہوگی اور اسی طرح قدرت میں اگر نیت کی زوج نے قدرت سے ضد عاجزی کی طلاق واقع ہوگی بسبب موجود ہونے قدرت حق تعالیٰ کے یقینا مانند علم الٰہی کے یعنی اگر یوں کہا کہ انت طالق فی علم اللہ تعالیٰ یا یوں کہ انت طالق فی قدرت اللہ تو فی الحال طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ علم الٰہی اور قدرت الٰہی قطعی الوجود ہیں اس قاعدہ کلیہ سے کسی وقت نفی علم اور قدرت کی متصور نہیں تو گویا یہ تعلیق ہوئی امر موجود پر تو الی اول واقع ہوگی اور اگر زوج نے قدرت سے تقدیر کی نیت کی تو طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ اس صورت میں تعلیق بالمجہول ہوگی کذا فی حاشیہ دان اضاف الی العبد کان تملیکا فی الاربع الاول ومامعناہا کالہوی والرویۃ **وتعلیقا فی غیرہا وہی ستۃ** اور اگر نسبت کی بندہ کی طرف تو تملیک ہوگی پہلے چار امور میں یعنی مشیت اور ارادہ اور محبت اور رضا میں اور جو لفظ کہ ان کے ہم معنی ہو چنانچہ ہوی بمعنی محبت اور خواہش اور رویت بمعنی رویت قلبی اور یہ اضافت تعلیق ہوگی ان چاروں کے غیر میں اور وہ چھ ہیں یعنی امر اور حکم اور قضا اور اذن اور علم اور قدرت تو اگر زوج نے یوں کہا کہ انت طالق فی مشیۃ زید تو یہ تملیک ہے زید کو مجلس تک تعلیق کا اختیار رہے اور اگر یوں کہا کہ انت طالق فی امر زید تو یہ تعلیق ہے **ثم العشرۃ اما ان تضاف الی اللہ او العبد والعشرون اما ان تکون بباء او لام او فی فہی ستون** پھر الفاظ عشرہ یا مضاف ہوں خدا کی طرف یا عبد کی طرف تو بیس ہوئے اور بیسوں تین حال سے خالی نہیں یا ساتھ باء کے مستعمل ہوں یا لام کے یا فی کے چنانچہ انت طالق لعلم اللہ تعالیٰ او لعلم اللہ تعالیٰ او فی علم اللہ او لعلم زید او لعلم زید او فی علم زید تو یہ ساٹھ صورتیں ہوئیں اس واسطے کہ بیس کو تین میں ضرب کرنے سے ساٹھ ہوتے ہیں وفی البزازیہ کتب الطلاق واستثنی بالکتابۃ صح اور بزازیہ میں ہے کہ لکھا زوج نے طلاق کو اور استثنا کیا ساتھ لکھنے کے تو صحیح ہے ہم اس عبارت سے دو صورتیں مفہوم ہوئیں ایک یہ کہ طلاق اور استثنا کو ساتھ ہی لکھے دوسرے یہ کہ دونوں کو ساتھ ہی لکھے پھر اگر ساٹھ کو دو میں ضرب کیجیے تو ایک سو بیس ہوتے ہیں شارح نے اس سے بھی زیادہ ترقی کا ارادہ کیا لہٰذا کہا وعلی ما من العمادیۃ فہی مائۃ وثمانون اور بنا بر اس قول کے جو عمادیہ سے اس باب میں عنقریب مذکور ہو چکا ہے تو ایک سو اسی ہوتے ہیں ہم عمادیہ میں تین احتمال مذکور ہیں ایک یہ کہ طلاق کو بولا اور استثنا کو فورا لکھا دوسرے یہ کہ طلاق کو لکھا اور استثنا کو فورا بولا تیسرے یہ کہ استثنا کو بعد لکھنے کے مٹا ڈالا تو اگر ساٹھ کو تین میں ضرب کیجیے تو ایک سو اسی ہوتے ہیں حلبی محشی نے کہا مگر یہاں تین سو بیس صورتیں ہیں اس واسطے کہ الفاظ عشرہ یا مضاف ہوں خدا کی طرف یا بندہ کی طرف تو بیس ہوئے اور ہر ایک کہ خالی نہیں کہ مستعمل ہو ان شرطیہ سے یا باء سے یا لام سے یا فی سے تو اسی ہوئے بیس کو چار میں ضرب کرنے سے اور ہر ایک صورت چار حال سے خالی نہیں ایک یہ کہ طلاق اور استثنا دونوں ملفوظ ہوں دوسرے یہ کہ دونوں مکتوب ہوں تیسرے یہ کہ طلاق ملفوظ ہو اور استثنا مکتوب چوتھے یہ کہ طلاق مکتوب ہو اور استثنا ملفوظ تو یہ تین سو بیس ہوئے اسی کو چار میں ضرب کرنے سے اور شیخ زکی محشی نے اکثر ہزار ایک سو بیس بلکہ چوراسی ہزار چار سو صورتیں ثابت کی ہیں **وفوق کل ذی علم علیم** جس کو دریافت تفصیل کا شوق ہو وہ حاشیہ شیخ عابد سندھی مدنی کو ملاحظہ کرے مترجم نے خوف طوالت سے ذکر کرنا

سلہ تو طالق ہے بسبب مشیت اللہ تعالیٰ یا بوجہ اس کے امر کے ۱۲ سلہ طالق ہے بشرط خواہش زید ۱۲ سلہ تو طالق ہے بشرط حکم زید ۱۲ سلہ اور ہر علم والے کے اس سے بڑھ کر عالم ہے ۱۲

ف تکثیر وجوہ استثناء طلاق ۱۲

Marfat.com

تفصیل کا ضرور نہ جانا وفی کیف شاء اللہ تعلق رجعیۃ تو اس قول میں کہ انت طالق کیف شاء اللہ یعنے تو طالق ہے جس کیفیت سے کہ خدا چاہے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اس واسطے کہ خلاصہ میں مذکور ہے کہ کیفیت باطل ہوگئی بسبب تعلیق بالمشیۃ کے تو باقی رہ گیا انت طالق تو اس سے ایک ہی طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی انت طالق ثلثا الا واحدۃ یقع ثنتان اس قول سے کہ تو طالق ہے تین بار مگر ایک بار نہیں دو طلاق واقع ہوں گی اس واسطے کہ استثنا اقل کا اکثر سے بلا خلاف جائز ہے یہاں سے بحث استثنائے تحصیلی کی شروع ہوئی بعد از فراغت استثنائے تعطیلی کے بحر الرائق میں کہا کہ استثنا دو قسم ہے ایک استثنائے عرفی دوسرا استثنائے وضعی استثنائے عرفی مذکور ہو چکا ہے یعنی تعلق بالمشیۃ اور استثنائے وضعی اب مذکور ہوتا ہے استثنائے وضعی وہ ہے جو مابعد الا یا اخوات الا کے مذکور ہو اور مابعد اس حکم میں مخالف ہوتا ہے ماقبل الا سے ماقبل الا کو مستثنے منہ کہتے ہیں اور مابعد الا کو مستثنے بولتے ہیں وفی الاثنتین یقع واحدۃ اور اس قول میں کہ انت طالق ثلثا الا اثنتین یعنی تجھ کو تین طلاق مگر دو تو ایک طلاق واقع ہوگی وفی الا ثلثا یقع ثلث لان استثناء الکل باطل ان کان بلفظ الصدر او مساویۃ اور اس قول کہ انت طالق ثلثا الا ثلثا یعنی تجھ کو تین طلاق ہیں مگر تین تو تین طلاق واقع ہوں گی اس واسطے کہ استثنا کرنا کل کا کل سے باطل ہے اگر بلفظ صدر کلام یعنی مستثنے منہ کے ہو یا معنے میں برابر اس کے سو استثنا بلفظ صدر کے مثال متن میں مذکور ہو چکی یعنی ثلث مستثنے ہوا و مساوی کی مثال ہے کہ انت طالق ثلثا الا واحدۃ و واحدۃ وان بغیرہما کنسائی طوالق الا ہؤلاء ادالا زینب وعمرۃ وہند وعبیدے احرار الا ہولاء اوالا سالما او غانما وراشدا وہم الکل صح کما سیجی فی الاقرار اور اگر استثنا کل کا بغیر لفظ صدر اور بغیر مساوی ہو چنانچہ نسائی طوالق الا ہؤلاء یعنی میری عورتیں مطلقہ ہیں مگر یہ یا یوں کہا کہ نسائی طوالق الا زینب وعمرۃ وہند یعنی میری عورتیں مطلقہ ہیں مگر زینب اور عمرہ اور ہند اور چنانچہ عبیدی احرار الا ہولاء یعنی میرے غلام آزاد ہیں مگر وہ یا یوں کہا کہ میرے غلام آزاد ہیں مگر سالم اور غانم اور راشد اور حالانکہ اس کی عورتیں اور غلام اتنے ہی ہیں جتنے کہ اس نے مذکور کیے تو یہ استثنا صحیح ہے اگرچہ استثنائے کل ہے اس واسطے کہ لفظ نساء عام ہے اگرچہ واقع میں اس کی کل عورتیں اتنی ہی ہیں اور لفظ عبید بھی عام ہے اگرچہ نفس الامر میں اس کے غلام اتنے ہی چنانچہ کتا بالاقرار میں آوے گا ویعتبر فی المستثنی کونہ کلا او بعضا من جملۃ الکلام لا من جملۃ الکلام الذی یحکم بصحتہ وہو اثلث اور مستثنی میں معتبر ہے ہونا اس کا کل یا بعض مستثنے منہ کا منجملہ اس کلام کے جس کی صحت پر حکم ہوتا ہے اور وہ تین ہیں یعنی اگر مستثنے منہ زیادہ ہو تین طلاق سے تو اسی اکثر سے استثنا ہو گا نہ فقط تین سے فلو انت طالق عشرا الا تسعا یقع واحدۃ تو اس قول میں کہ تو طالق ہے دس بار مگر نو بار ایک طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ جب نو کو دس سے گرایا تو ایک باقی رہا اور اگر استثنا کو منجملہ کلام صحیح کے اعتبار کرتے یعنی تین طلاق سے استثنا کرتے تو استثنا باطل ہوتا اس واسطے کہ اکثر اقل سے نہیں گر سکتا والا ثمانیۃ یقع ثنتان اور اس قول میں کہ انت طالق عشرا الا ثمانیۃ یعنے تو طالق ہے دس بار مگر آٹھ بار تو طلاق واقع ہوں گی اس واسطے کہ اگر دس سے آٹھ ساقط کیجیے تو دو باقی رہتی ہیں والا سبعا یقع ثلث اور اس قول میں کہ انت طالق عشرا الا سبعا یعنے تو طالق ہے دس بار مگر سات بار تین طلاق واقع ہوں گی وحتی تعدد الاستثناء بلا واو کان کل اسقاطا مما یلیہ اور جب کہ چند استثنا بدوں واو کے تو ہوگا ہر مستثنے کا اسقاط اپنے متصل سے اور یہی صحیح مذہب نحویوں کا ہے اور اگر چند مستثنی بحرف واو ہوں تو ہر ایک مستثنے کا اسقاط صدر سے ہوگا پنانچہ انت طالق عشرا الا خمسا والا ثلثا والا واحدۃ میں ایک طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ خمس اور ثلث اور واحد کا مجموعہ نو ہیں جب نو کو دس سے گرایا تو ایک باقی رہا کذا فی حاشیۃ المدنی فیقع ثنتان انت طالق عشرا الا تسعا الا ثمانیۃ الا سبعۃ جب مستثنے متعدد بلا واو کا نسابطہ معلوم ہوا تو دو طلاق واقع ہوں گی اس قول سے کہ تو طالق ہے دس بار مگر نو بار آٹھ مگر سات اس کی دریافت

Marfat.com

کے قاعدے ہیں پہلا قاعدہ یہ کہ اول مستثنے کو مستثنے منہ سے ساقط کیا جو باقی رہا اس کو ثانی مستثنے پر بڑھایا اور ثالث مستثنے کو ثانی سے ساقط کیا وعلیٰ ہذا القیاس آخر تک پھر جو باقی رہا وہی مستثنیٰ مراد ہے سو مثال مذکور میں اول مستثنے تسعہ ہے اس کو عشرہ سے ساقط کیا ایک باقی رہا اس کو ثانی مستثنے یعنی ثمانیہ پر زیادہ کیا تو تسعہ ہوا پھر اس سے ثالث یعنی سبعہ کو ساقط کیا دو باقی رہ گئے لہذا شارح نے کہا کہ مثال مذکور میں دو طلاق واقع ہوں گی اور دوسرا قاعدہ یہ کہ مستثنے اخیر کو اس کے قریب سے ساقط کیا جو باقی رہا اس کو اس کے قریب سے گرایا اسی طرح گراتے گئے مستثنے منہ تک سو مثال مذکور میں اخیر مستثنے سبعہ ہے اس کو ثمانیہ سے ساقط کیا ایک رہا تسعہ سے ساقط کیا آٹھ رہے آٹھ کو عشرہ سے ساقط کیا دو باقی رہے اسی واسطے شارح نے کہا کہ مثال مذکور میں دو طلاق واقع ہوں گی کذا فی حاشیۃ المدنی ویلزمہ خمسۃ بلہ علی عشرۃ الا تسعا الا ثمانیا الا سبعا الا ستا الا خمسا الا اربعا الا ثلثا الا اثنین الا واحدا اور لازم ہوں گی مقر کو پانچ درم اس قول سے کہ مثلاً زید نے کہا کہ خالد کے مجھ پر دس درم ہیں مگر نو مگر آٹھ مگر سات مگر چھ مگر پانچ مگر چار مگر تین مگر دو مگر ایک درم وجہ اس کی بموجب قاعدہ اولیٰ کے یہ ہے کہ مستثنے اول یعنی نو کو دس سے ساقط کیا ایک باقی رہا اس کو آٹھ پر بڑھایا نو ہوئے اس سے سات کو ساقط کیا دو باقی رہے ان کو چھ پر بڑھایا آٹھ ہوئے اس سے پانچ کو گرایا تین باقی رہے ان کو چار پر بڑھایا سات ہوئے اس سے تین کو گرایا چار باقی رہے ان کو دو پر بڑھایا چھ ہوئے اس سے ایک ساقط کیا پانچ باقی رہ گئے اور بموجب قاعدہ ثانیہ کے ایک کو ساقط کیا دو سے ایک باقی رہا اس کو تین سے گرایا دو باقی رہے ان کو چار سے ساقط کیا دو باقی رہے ان کو پانچ سے گرایا تین باقی رہے ان کو چھ سے گرایا تین باقی رہے ان کو سات سے ساقط کیا چار باقی رہے ان کو آٹھ سے گرایا چار باقی رہے ان کو نو سے ساقط کیا پانچ باقی رہے ان کو دس سے گرایا پانچ باقی رہ گئے لہذا شارح نے کہا کہ مثال مذکور میں پانچ درم لازم آتے ہیں باقی رہا تیسرا قاعدہ اس کے دریافت کرنے کا سو اس کو شارح نے اپنے اگلے قول میں بیان کیا وتقریبہ ان تاخذ العدد الاول بیمینک والثانی بیسارک والثالث بیمینک والرابع بیسارک وہکذا تم تسقط ما بیسارک مما بیمینک فما بقی فہو واقع اور تقریب اس کے دریافت کی یہ ہے کہ لے عدد اول کو اپنے داہنے ہاتھ میں اور عدد ثانی کو اپنے بائیں ہاتھ میں اور عدد ثالث کو اپنے داہنے میں اور عدد رابع کو اپنے بائیں میں اور اسی طرح لیتا جا ایک رہنے میں اور ایک بائیں میں آخر تک پھر ساقط کر بائیں ہاتھ کے اعداد کو داہنے ہاتھ کے اعداد سے پھر جس قدر بعد اسقاط کے باقی رہے وہی واقع ہے تو مثال مذکور میں مستثنیٰ اول کو یعنی نو کو داہنے ہاتھ میں لیا اور ثانی کو یعنی آٹھ کو بائیں میں لیا پھر ثالث یعنی سات کو داہنے میں لیا اور رابع کو یعنی چھ کو بائیں میں لیا پھر خامس یعنی پانچ کو داہنے میں اور سادس یعنی چار کو بائیں میں لیا پھر سابع یعنے تین کو داہنے میں اور ثامن یعنی دو کو بائیں میں لیا باقی رہا ایک اس کو داہنے میں لیا تو داہنے میں نو اور سات اور پانچ اور تین اور ایک مجتمع ہوئے جن کا مجموعہ ہوا پچیس اور بائیں میں آٹھ اور چھ اور چار اور دو مجتمع ہوئے جن کا مجموعہ ہوا بیس پھر بائیں ہاتھ کے اعداد کو یعنی بیس کو داہنے کے اعداد سے یعنی پچیس سے ساقط کیا تو پانچ باقی رہ گئے لہذا شارح نے کہا کہ مثال مذکور کے اقرار سے پانچ درم لازم آتے ہیں **اخراج بعض التطلیقۃ لغو بخلاف ایقاعہ** ایک طلاق کے بعض کو نکالنا بطریق استثنا کے لغو ہے بخلاف اس کے ایقاع کے یعنی مثلاً نصف طلاق کا واقع کرنا لغو نہیں بلکہ نصف سے پوری ایک طلاق واقع ہوگی چنانچہ اول باب میں مذکور ہو چکا لیکن نصف یا ثلث کا استثنا کرنا صحیح نہیں **قلو قال انت طالق ثلثا الا نصف تطلیقۃ وقع الثلث فی المختار وعن الثانی ثنتان فتح** تو اگر زوج نے کہا کہ اگر تجھ کو تین طلاق ہیں مگر آدھی طلاق تو قول مختار میں تین طلاق واقع ہوں گی اس واسطے کہ بعض طلاق کا استثنا لغو ہے اور ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ دو ہی طلاق

لہ ای باقرارہ بان لہ علی الخ

Marfat.com

واقع ہوں گی کذافی فتح القدیر اس واسطے کہ ان کے نزدیک استثنا بعض کا صحیح ہے مانند ایقاع کے وفی السراجیۃ انت طالق الاواحدۃ یقع ثنتان انتہی فکانہ استثنی من ثلث مقدر اور سراجیہ میں ہے کہ اس قول میں کہ تو طالق ہے مگر ایک دو طلاق واقع ہوں گی انتہی کلامہ تو گویا استثنا کیا تین سے جو مقدر ہیں سالت المرأۃ الطلاق فقال انت طالق خمسین طلقۃ فقالت المرأۃ ثلث تکفینی فقال ثلث لک والبواقی لصواحبک ولہ ثلث نسوۃ غیرہا تطلق المخاطبۃ لاغیرہا اصلا ہو المختار لصیرورۃ الباقی لغوا فلم یقع بصرفہ لصواحبہا شیئ مانگی عورت نے طلاق سو زوج نے کہا کہ تو طالق ہے پچاس طلاق کر تو عورت نے کہا کہ مجھ کو تین طلاق کافی ہیں سو زوج نے کہا کہ تین طلاق تجھ کو اور باقی تیری ساتھ والی سوتوں کے واسطے اور حالانکہ اس مرد کی تین عورتیں اور ہیں سوائے مخاطبہ کے تو مخاطبہ ہی مطلقہ ہوگی نہ اس کے سوا کوئی یہی قول مختار ہے بسبب ہو جانے باقی طلقات کے لغو یعنی پچاس بعد تین کے باطل ہو گئے تو اس کی سوکنوں پر لغو طلاق کے صرف کرنے سے کچھ نہ واقع ہوگا فروع مسائل ملحقہ شارح کے فی ایمان الفتح مالفظہ وقد عرف فی الطلاق انہ لو قال ان دخلت الدار فانت طالق ان دخلت الدار فانت طالق وقع الثلث واقرہ المصنف ثمہ فتح القدیر کے باب الایمان میں یہ مسئلہ بایں لفظ مذکور ہے جیسا کہ شارح نے ذکر کیا یعنی باب الطلاق میں معلوم ہو چکا ہے کہ اگر زوج نے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو طالق ہے اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو طالق ہے اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو طالق ہے تو تین طلاق واقع ہوں گی دخول سے اگرچہ دخول ایک ہی بار ہو کذافی حاشیۃ المدنی اور مصنف نے منح الغفار میں اس کو ثابت رکھا ہے باب الایمان ان سکنت ہذہ البلدۃ فامرأتہ طالق فخرج فورا فخلع امرأتہ ثم سکنہا قبل العدۃ لم تطلق بخلاف فانت طالق فلیحفظ کہا اگر میں رہوں اس شہر میں تو اس کی زوجہ مطلقہ ہے یعنی میری زوجہ پھر فوراً شہر سے نکل گیا پھر اپنی زوجہ سے خلع کیا بعد اس کے اسی شہر میں آرہا قبل گذرنے عدت مختلعہ کے تو بسبب اس رہنے کے وہ عورت مطلقہ نہ ہوگی اس واسطے کہ شرط پائی جانے کے وقت وہ عورت اس کی زوجہ نہیں کذافی البحر بخلاف اس مسئلہ کے یہ ہے کہ اگر کہا اپنی زوجہ سے کہ اگر میں اس شہر میں رہوں تو تو مطلقہ ہے پھر فوراً نکل گیا پھر اس سے خلع کیا پھر اس کے بعد شہر میں آرہا تو مخاطبہ مطلقہ ہوگی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے اس واسطے کہ اس صورت میں تعلیق ہے سکنی پر تقیید زوجیت نہیں بخلاف پہلی صورت کے کذافی حاشیۃ المدنی ان تزوجتک وان تزوجتک فانت کذا لم یقع حتی تزوجہا مرتین بخلاف الولم یوخر الجزا فلیحفظ اگر میں تجھ سے نکاح کروں اور اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تو ایسی ہے یعنی مطلقہ ہے تو مخاطبہ پر طلاق نہ واقع ہوگی یہاں تک کہ اس سے دوبارہ نکاح کرے بخلاف اس کے وہ صورت ہے کہ اگر جزا کو موخر نہ لاوے سو اس کو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر جزا کو شرط پر مقدم کرے گا یا درمیان میں لاویگا دونوں شرطوں کے تو ایک ہی بار نکاح کرنے سے مخاطبہ مطلقہ ہوگی تقدم جزا کی مثال انت طالق ان تزوجتک وان تزوجتک اور توسیط جزا کی مثال ان تزوجتک فانت طالق وان تزوجتک کذافی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر والہندیہ ان غبت عنک اربعۃ اشہر فامرک بیدک ثم طلقہا واعتدت فتزوجت ثم عادت للاول ثم غاب اربعۃ اشہر فلہا ان تطلق نفسہا ولو اختلعت لا لا: تنجیز والاول تعلیق زوج نے کہا کہ اگر میں تجھ سے غائب رہوں چار مہینے تو امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہے پھر اس کو طلاق دی یعنی تین سے پھر عورت نے بعد عدت کے زوج ثانی سے نکاح کیا پھر مطلقہ ہوئی اور بعد عدت کے زوج اول کے نکاح میں پھر آئی بعد اس کے مرد غائب ہوا چار مہینے تو عورت کو اپنی ذات کو طلاق دینے کا اختیار ہے اس واسطے کہ سابق میں مذکور ہو چکا کہ زوال ملک مبطل تعلیق نہیں اور اگر عورت نے خلع کیا یعنی زوج نے زوجہ کو طلاق معوض کی بدون تعلیق کے پھر عورت نے خلع کیا یعنے زوج نے زوجہ کو طلاق مفوض کی بدون تعلیق کے پھر عورت نے خلع کیا پھر اختیار طلاق کا عورت کو نہ باقی رہے گا اس واسطے کہ یہ تنجیز ہے نہ تعلیق یعنی تفویض منجز مادام النکاح قائم ہے پھر جب نکاح نہ رہا تو تفویض بھی نہ رہے گی اور مثال اول تعلیق ہے تو زوال

Marfat.com

نکاح سے باطل نہ ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی دعاہا للوقاع فابت فقال متی یکون فقالت غدا فقال ان لم تفعلی ہذا المراد غدا فانت کذا ثم نسیاہ حتی مضی الغد لا یقع بلا یا زوج نے زوجہ کو واسطے جماع کے سو زوجہ نے انکار کیا تو زوج نے کہا یہ امر کب ہوگا سو عورت نے کہا کہ کل تو مرد نے کہا کہ اگر اس مطلب کو کل نہ کرے گی تو تو ایسی ہے یعنی مطلقہ ہے پھر زوج اور زوجہ دونوں اسے بھول گئے یہاں تک کہ کل کا دن گذر گیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ بقائے تعلیق موقت میں امکان بر یمین شرط ہے یہاں بسبب نسیان کے اس کا وقت باقی نہ رہا اس وجہ سے تعلیق باطل ہوگئی حلف لا یاتیہا فاستلقی فجاءت فجامعت ان مستیقظا حنث قسم کھائی کہ عورت سے صحبت نہ کرے گا پھر چت لیٹا سو عورت آئی اور اس نے صحبت کی تو اگر مرد حالت جماع میں جاگتا ہوگا تو حانث ہوگا ان لم اشبعک من الجماع فعلی انزالہا مرد نے عورت سے کہا کہ اگر میں تجھ کو آسودہ نہ کردوں جماع سے تو تجھ کو طلاق ہے تو یہ آسودگی عورت کے انزال پر موقوف ہے اسواسطے آسودگی سے مراد کسر شہوت ہے بسبب جماع کے سو وہ بدون انزال کے نہیں ہوتی ان لم اجامعہا الف مرۃ فکذا فعلی المبالغۃ لا العدد مرد نے کہا کہ میں زوجہ سے ہزار بار جماع نہ کروں تو وہ مطلقہ ہے تو یہ محمول مبالغہ اور کثرت جماع پر ہے نہ اس عدد خاص پر خانیہ میں کہا کہ ستر بار کثیر میں داخل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ان وطئتک فعلی جماع الفرج وان نوی الدوس بالقدم حنث بہ ایضا مرد نے عورت سے کہا کہ اگر میں تیری وطی کروں تو تو طالق ہے تو یہ وطی جماع شرمگاہ پر محمول ہے اس واسطے کہ متبادر وطی سے جماع ہی ہے اور اگر زوج وطی سے قدم سے روندنا اور کچلنا مراد لے گا تو اس معانی سے بھی حانث ہوگا چنانچہ جماع سے لہ امراۃ جنب او حائض ونفساء فقال اخبثکن طالق طلقت النفساء ایک مرد ہے کہ عورت اس کی جنب ہے جماع سے یا احتلام سے اور دوسری حائض ہے اور تیسری نفاس والی ہے سو اس مرد نے کہا تم عورتوں میں سے گندہ تر اور پلید تر عورت مطلقہ ہے تو نفاس والی عورت پر طلاق واقع ہوگی وفی افحشکن فعلی الحائض اور اگر مرد نے کہا ان عورتوں سے کہ تم میں سے افحش کو طلاق ہے تو حائض پر طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ ذکر کرنے میں حیض افحش اور معیوب تر ہے نفاس سے کذا فی حاشیۃ المدنی قال لی الیک حاجۃ فقال امراتہ طالق ان لم اکن اقضہا فقال ہی ان تطلق امراتک فلہ ان لا یصدقہ مثلا زید نے کہا خالد سے کہ میری کچھ حاجت ہے تیری طرف تو خالد نے کہا کہ اس کی زوجہ مطلقہ ہے اگر میں قضائے حاجت نہ کروں سو زید نے کہا کہ وہ حاجت تو یہی ہے کہ تو اپنی زوجہ کو طلاق دے تو خالد کو جائز ہے کہ زید کی تصدیق نہ کرے اس واسطے کہ احتمال دروغ گوئی زید کا ممکن ہے شاید کہ اس کی حاجت کچھ اور ہو جب اس نے دیکھا کہ یہ قسم کھا بیٹھا تو زوج یا زوجہ کی ضرر رسانی کے واسطے یوں اظہار کیا علاوہ اس کے جب زوج اور زوجہ میں وجود شرط کا اختلاف ہو تو زوج ہی کا قول معتبر ہے تو اجنبی کے ساتھ بطریق اولی معتبر ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی قال لاصحابہ ان لم اذہب بکم اللیلۃ الی منزلی فامراتہ کذا فذہب بہم بعض الطریق فاخذہم العسس فحبسہم لا یحنث کہا ایک شخص نے اپنے ساتھیوں سے کہ اگر میں نہ لیجاؤں تم کو آج کی رات اپنے گھر کی طرف تو اس کی عورت مطلقہ ہے سو ان کو لیچلا تھوڑی راہ تو پکڑا اس کو کوتوال نے اور قید کر رکھا سب کو اس کے گھر تک نہ پہنچ سکے تو وہ شخص حانث نہ ہوگا طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ تعلیق لیجانے پر تھی نہ گھر میں داخل کرنے کی سو لیجانا متحقق ہو چکا ان خرجت من الدار الا باذنی فخرجت لحریقہا لا یحنث کہا زوج نے زوجہ سے کہ اگر تو گھر سے نکلے گی بدون حکم میرے تو تو طالق ہے پھر عورت نکلی بسبب آگ لگنے گھر کے تو زوج حانث نہ ہوگا اور یہی حال ہے خوف انہدام اور خوف غرق اور خوف ڈاکے کا اس واسطے کہ بنائے یمین عرف پر ہے اور ایسے امور عرف میں یمین سے مستثنیٰ ہوتے ہیں حلف لا یرجع ثم رجع لشیء نسیہ لا یحنث قسم کھائی شہر یا گھر سے نکلتے کہ نہ پلٹے گا پھر پلٹا کسی بھولی چیز کے لینے کے واسطے تو حانث نہ ہوگا ان لم تجئ بفلان او ان لم تردی ثوبی الساعۃ فانت طالق فجاء فلان من جانب آخر بنفسہ او اخذ الثوب قبل دفعہا لا یحنث کہا زوج نے زوجہ سے کہ اگر تو فلانے شخص کو نہ لاوے گی

Marfat.com

تو تو طالق ہے یا یوں کہا کہ اگر تو میرا کپڑا اسی دم نہ پھیر دیگی تو تو طالق ہے پھر فلانا شخص خود آگیا دوسری طرف سے یا زوج نے فوراً اپنا کپڑا لے لیا عورت کے دینے سے پہلے تو حانث نہ ہوگا کذا ان لم ادفع الیک الدینار الذی علی الی راس الشہر فکذا فابرأتہ قبل الشہر بطل الیمین اسی طرح حانث نہ ہوگا اس قول میں کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر میں تجھ کو نہ دوں وہ اشرفی جو مجھ پر قرض ہے فلانے مہینے کے شروع تک تو تو طالق ہے پھر زوجہ نے وہ اشرفی زوج کو معاف کردی اس مہینے کے آنے سے پہلے تو یمین باطل ہوگئی طلاق نہ واقع ہوگی حلف لیخرجن ساکن دارہ الیوم والساکن ظالم فان لم یمکنہ اخراجہا فالیمین علی التلفظ باللسان قسم کھائی کہ مقرر نکالے گا اپنے گھر کے رہنے والے کو آج کے دن اور رہنے والا اس کے گھر کا مرد ظالم ہے سو اگر گھر والے کو اس کا نکالنا ممکن نہ ہو تو بر یمین یعنی ادائے قسم فقط زبان کے بولنے پر ہے یعنی زبان سے یوں کہے کہ میں نے تجھ کو اپنے گھر سے نکالا تو حانث نہ ہوگا بفنی مایکتب فی التعالیق متی نقلہا او تزوج علیہا او ابرأتہ من کذا او من باقی صداقہا ولو دفع لہا الکل بل تبطل الظاہر لا التصریحہم بصحۃ برأۃ الاسقاط وارجوع بما دفعہ باقی رہا کلام اس میں جو تعالیق میں لکھا جاتا ہے کہ جب زوج زوجہ کو شہر سے باہر لے جائے گا یا اس پر دوسرا نکاح کرے گا یا کہ زوج زوجہ کو فلانے قرض سے ابرا کرے یا باقی مہر سے ابرا کرے تو زوجہ مطلقہ ہے سو اگر زوج زوجہ کو کل قرض یا سب باقی مہر دے تو آیا تعلیق برأۃ کی باطل ہوگی یا نہیں جواب ظاہر ہے کہ زوج کے دینے سے تعلیق نہ باطل ہوگی اس واسطے کہ فقہا نے مصرح کیا ہے کہ بعد وصول دین کے بھی برأۃ اسقاط صحیح ہے اور جو دلیل ہے اس کا پھیر لینا درست ہے ہم تعالیق سے مراد وہ وثائق ہیں جو عقد نکاح کے وقت شروط لکھے جاتے ہیں برأۃ اسقاط یہ کہ دائن مدیون کو اپنا دین معاف کردے اپنا حق اس کی گردن سے ساقط کرے سو برأۃ اسقاط قبل وصول دین کے بھی ہوتی ہے اور بعد وصول کے بھی لیکن مدیون بعد برأۃ اسقاط کے جو دیا تھا دائن سے پھیر سکتا ہے اس واسطے کہ وہ برأۃ سے فارغ الذمہ ہو گیا پھر جب برأۃ بعد وصول کے بھی صحیح ہوئی تو تعلیق برأۃ کی کیونکر باطل ہوگی تو بعد برأۃ کے طلاق واقع ہوگی حلف باللہ انہ لم یدخل ہذہ الدار الیوم ثم قال عبدہ وان لم یکن دخل الیوم لا کفارۃ ولا یعتق عبدہ الا بصدقتہ اولانہا غموس ولا مدخل للقضاء فی الیمین باللہ ایک شخص نے قسم کھائی اللہ کی کہ وہ داخل نہیں ہوا اس گھر میں آج پھر بولا کہ اس کا غلام آزاد ہے اگر آج اس گھر میں نہ داخل ہوا ہو تو اس پر کفارہ قسم کا نہ لازم آوے گا اور اس کا غلام بھی نہ آزاد ہوگا کفارہ نہ لازم آوے گا بسبب صدق اس شخص کے یعنی عدم دخول دار کے یا اس سبب سے کہ وہ قسم غموس ہے اور غموس میں گناہ ہے کفارہ نہیں اور قاضی کے حکم کو کچھ دخل نہیں خدا کی قسم میں خلاصہ یہ ہے کہ یہ دونوں قسمیں متناقض ہیں اگر ایک میں صادق ہوگا تو بالضرور دوسرے میں کاذب ہوگا اور آزادی غلام کی ثابت نہ ہوگی جب تک کہ پہلی قسم میں صادق نہ ہو اور یہ پہلی قسم یمین باللہ ہے اور اس میں قاضی کے حکم کو دخل نہیں پھر بدون قاضی کے اس کا صادق یا کاذب ہونا کیونکر ثابت ہو لہذا اس مسئلہ میں یہ کفارہ ہے نہ عتق حتی لو کانت یمینہ الاولی بعتق او طلاق حنث بالیمین لدخولہا فی القضاء یہاں تک کہ اگر اس کی پہلی قسم عتق یا طلاق کی ہوگی تو وہ شخص دونوں قسموں میں حانث ہوگا بسبب داخل ہونے دونوں یمین کے قاضی کے حکم میں باقی بیان اس کا باب عتق البعض میں انشاء اللہ تعالیٰ آوے گا اخذت من مالہ درہما فاشترت بہ لحما وخلط اللحام بدراہمہ قال زوجہا ان لم ترد بہ الیوم فانت کذا فحیلتہ ان تاخذ کیس اللحام وتسلمہ للزوج ولو ضاع عن اللحام فما لم یعلم انہ اذیب او سقط فی البحر لا یحنث لیا زوجہ نے زوج کے مال سے ایک درم پھر اس سے گوشت مول لیا اور قصاب نے اس درم کو اپنے درموں میں ملا ڈالا اور اس کے زوج نے کہا کہ اگر اس درم کو آج نہ پھیر لاوے گی تو تو طالق ہے تو تدبیر اس کی یہ ہے کہ عورت قصاب کی تھیلی جس میں وہ درم داخل ہے لاوے اور زوج کو دیوے اور اگر وہ درم قصاب سے ضائع ہوا تو جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ وہ درم پگھلا یا گیا یا دریا میں گر گیا تو زوج حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ اس کا پھر ملنا ممکن ہے بخلاف اذیب اور سقوط فی البحر کے حلف ان لم یکن الیوم فی العالم او فی ہذہ الدنیا فلانا یعنی ولو فی بیت حتی یمضی الیوم قسم کھائی کہ اگر ہوں میں آج جہان میں یا اس دنیا میں تو اس کی زوجہ مطلقہ ہے تو وہ شخص محبوس کیا جاوے اگرچہ کسی گھر میں قید رہے یہاں تک کہ وہ دن گذر جاوے تو جب کہ وہ قید ہوگا

Marfat.com

حانث نہ ہوگا طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں حبس پر نفی من الارض کا اطلاق کیا ہے چنانچہ فرمایا (او ینفوا من الارض)[1] تو گویا وہ حبس سے دنیا میں موجود نہ رہا اس مسئلہ میں عرف کا اعتبار نہیں طحطاوی نے کہا کہ شارح کو بجائے ان لم اکن کے ان اکن کہنا واجب تھا اس واسطے کہ تعلیق وجود حالف پر ہے نہ عدم پر مترجم نے اسیواسطے ترجمہ مضارع مثبت کا کیا نہ منفی کا کہا ولو حلف ان لم یضرب بیت فلان غداً فقید ومنع حتی مضی الغد حنث ہو المختار اور اگر قسم کھائی کہ اگر میں نہ ویران کروں فلانے کے گھر کو کل تو ایسا ہو پھر اس کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالی گئیں اور روکا گیا ویران کرنے سے تو وہ حانث ہوگا یہی قول مختار ہے فتوی کیواسطے کذا ان لم اخرج من ہذہ المنزل فکذا فقید وان لم اذہب بکلی منزلی فاخذ ہا فہربت منہ وان لم تحضری اللیلۃ منزلی فکذا شعہا ابو ہا حنث فی المختار اسی طرح حانث ہوگا جس نے یوں کہا کہ اگر میں نکلوں اس گھر سے تو ایسا ہو پھر اسکے بیڑیاں ڈالی گئیں یا یوں کہا اپنی زوجہ سے کہ اگر میں تجھ کو اپنے گھر نہ لے جاؤں تو ایسا ہو پھر اس عورت کو پکڑا سو وہ اس سے چھوٹ بھاگی یا یوں کہا عورت سے کہ اگر تو حاضر نہ ہوگی آج کی رات میرے گھر میں تو ایسا ہوگا پھر اس کے باپ نے اس کو نہ جانے دیا تو ان سب صورتوں میں مرد حانث ہوگا قول مختار میں اس واسطے کہ مقید کرنا اور منع کرنا اکراہ ہے یعنی زبردستی ہے اور اکراہ کی تاثیر فعل میں ہوتی ہے نہ عدم فعل میں اور ان مسائل میں تعلیق عدم فعل پر ہوئی ہے تو اس میں اکراہ کی تاثیر نہ ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی بخلاف لا اسکن فاغلق الباب اوقید لا یحنث فی المختار بخلاف اس مسئلہ کے کہ کہا میں نہ سکونت کروں گا اس گھر میں پھر دروازہ بند کر لیا گیا یا اس شخص کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالی گئیں تو حانث نہ ہوگا قول مختار میں اس واسطے کہ شرط حنث کی فعل ہے یعنی سکونت کرنا اور اکراہ کی تاثیر فعل میں ثابت ہے قلت قال ابن الشحنۃ والاصل انہ متی عجز عن شرط الحنث فی العدمی لا الوجودی شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ ابن شحنہ نے کہا کہ قاعدہ کلیہ حنث اور عدم حنث کا یہ ہے کہ جب قسم کھانے والا عاجز ہو شرط حنث سے تو حانث ہوگا امر عدمی میں نہ امر وجودی میں یعنی جب قسم ٹوٹنا مترتب ہو عدم شی پر نہ وجود پر جیسا کہ عدم حضور اور عدم ذہاب مسائل سابقہ میں تو عاجز ہونے سے حانث ہوگا اور اگر قسم ٹوٹنا امر وجودی پر مترتب ہے جیسے دخول ان دخلت میں اور سکونت لا اسکن میں تو بسبب عاجز ہونے کے حانث نہ ہوگا قال فی النہر ومفادہ الحنث فی من حلف لیوفین الیوم دینہ فعجز لفقرہ وفقد من یقرضہ خلافا لما بحثہ فی البحر فتدبر کما نہر الفائق میں اور مستفاد ہوتا ہے اس اصل سے حانث ہونا اس شخص کے حق میں جس نے قسم کھائی کہ مقرر ادا کرے گا آج کے دن اپنے دین کو پھر وہ عاجز ہوگیا بسبب اپنی محتاجی کے اور مفقود ہونے اس شخص کے جو اس کو قرض دے بخلاف اس بحث کے جو بحر الرائق میں ہے سو غور اور تامل کر اس مقام میں ہم قائل اس کلام کا بسبب عجز کے اس واسطے حانث ہوا کہ شرط حنث کی امر عدمی ہے یعنے عدم ادائے دین بحر الرائق میں کہا کہ قنیہ میں ثابت ہے کہ جب محلوف علیہ سے عاجز ہو اور یمین موقتہ ہو تو یمین باطل ہو جاتی ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ مثال مذکور میں جب ادائے دین سے عاجز ہو تو یمین باطل ہو یعنی جب یمین باطل ہوئی تو حانث بھی نہ ہوگا انتہی کلامہ حالانکہ قول قنیہ کا مطلق نہیں بلکہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ شرط حنث کی وجودی ہو اور یہاں عدمی ہے صاحب نہر نے کہا کہ یہ مقام لائق اہتمام کے ہے تو یہاں خبردار رہنا لہذا شارح نے تدبر اور تامل کرنے کو فرمایا۔

باب طلاق المریض

یہ باب ہے طلاق مریض کے احکام میں جب کہ مصنف نے طلاق تندرست سے یعنی تنجیز اور تعلیق اور صریح اور کنایہ سے فراغت پائی تو اب طلاق مریض کی شروع کی عنون بہ لاصالتہ مصنف نے شروع اس باب کو طلاق مریض سے تعبیر کیا بسبب اس کی اصالت کے یعنی مقصود بالذات اس میں احکام مریض ہی کے ہیں اور احکام مقتول وغیرہ کے بالتبع ہیں یقال لہ الفار لفراره من ارثہا فیرد علیہ قصدہ الی تمام عدتہا وقد یکون الفرار منہا کما سیجئ اور طلاق دینے والے مریض کو فار بھی

[1] یا نکال دیئے جاویں زمین سے یعنے قید کیے جاویں ۱۲ ۲ ایک نسخہ میں اس لفظ کے بعد واللہ سبحانہ اعلم بھی ہے ۱۲

Marfat.com

یعنی بھاگنے والا بسبب اس کے بھاگنے کے عورت کی وراثت سے یعنی مرض الموت میں اسواسطے عورت کو طلاق دیتا ہے تاکہ وہ اس کے مال کی وارث نہ ہو تو مردود ہوگا اس پر ارادہ اس کا تمامی عدت تک یعنی اس کے فرار کا کچھ اثر نہ ہوگا عورت عدت تک اُس کی وارث ہوگی اور گاہے فرار عورت کی طرف سے ہوتا ہے چنانچہ اسی باب میں اس کا ذکر بھی آوے گا **من غالب حالہ الہلاک بمرض او غیرہ بان اضنا مرض عجز بہ عن اقامۃ مصالحہ خارج البیت** ہو الاصح **کعجز** الفقیہ عن الاتیان الی المسجد **وعجز** السوقی عن الاتیان الی دکانہ وفی حقہا ان یعجز عن مصالح داخلہ کما فی البزازیۃ جو شخص کہ غالب حال اس کی ہلاکی کے مرض سے یا غیر مرض سے اس طرح پر کہ توڑ دیا اور لتھاڑ ڈالا اس کو بیماری نے اتنا کہ عاجز ہو گیا اس کے سبب سے اپنے مصالح کی اقامت سے گھر کے باہر یعنی بیماری سے باہر کے کاروبار ضروری نہیں کر سکتا یہی قول تعریف مریض میں اصح ہے جیسے عاجز ہو جانا فقیہ مدرس کا مسجد کے جانے سے اور عاجز ہونا مرد بازاری کا اپنی دکان کے جانے سے اور عورت کے حق میں حد مرض کی یہ ہے کہ وہ عاجز ہو جائے گھر کے اندر کے کاروبار سے یعنے پکانے اور گھر کے جھاڑنے سے کذا فی البزازیہ ومفادہ انہا لو قدرت علی نحو الطبخ دون صعود السطح لم تکن مریضۃ قال فی النہر وہو الظاہر اور مستفاد ہوتا ہے تعریف مذکور سے کہ اگر عورت قادر ہو پکانے وغیرہ پر نہ چھت کے چڑھنے پر تو وہ مریض نہ ہوگی نہر الفائق میں کہا کہ یہی قول ظاہر ہے

قلت وفی آخر وصایا المجتبیٰ المرض المعتبر المضنی المیئس لعادۃ قاعدا او المغلوج والمسلول اذا تطاول ولم یفقدہ فی الفراش کالصحیح ثم رمز شیخ حد التطاول سنۃ انتہی میں کہتا ہوں کہ مجتبیٰ کی کتاب الوصایا کے آخر میں یوں ہے کہ بیماری خطرناک جو معتبر ہے فار ہونے میں سو وہ ہے جس سے مباح ہو جاوے نماز پڑھنا بیٹھ کر اور جس کو بیماری نے بٹھلا دیا اور جس کو فالج کی بیماری ہووے یعنے آدھا دھڑ رہ گیا ہو اور جس کو سل کی بیماری ہو جب کہ وہ پرانی ہو جاوے اور اس کو بستر پر نہ ڈالے تو یہ تینوں بیمار مانند تندرست اور صحیح کے ہیں پھر رمز کی شیخ نے کہ حد تطاول مرض کی ایک سال ہے انتہی کلام المجتبیٰ فتاوی عالم گیری میں یہ حد تطاول کی شیخ ترتاشی سے منقول ہے اور واقعات میں شمس الدین سرخسی سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی القنیۃ المفلوج والمسلول والمقعد مادام یزداد کالمریض اور قنیہ میں ہے کہ مفلوج اور مسلول اور مقعد جب تک یہ بیماریاں بڑھتی جاتی ہوں مانند مریض کے ہیں فتاوی عالم گیری میں ہے کہ جب تک ان بیماریوں پر مرض کی ترقی ہے تو مریض کے مانند ہیں اور جب ترقی موقوف ہو گئی تو مانند صحیح ہیں **او بارز رجلا اقوی منہ او قدم لیقتل من قصاص او رجم او بقی علی لوح من السفینۃ او افترسہ سبع وبقی فی فیہ فار بالطلاق** خبر من یا غلبہ ہلاکی کا اس طرح پر ہو کہ جنگ کرے اپنے سے زیادہ زور آور سے یا پیش کیا گیا ہو قتل کرنے کے واسطے خون کے بدلے سے یا سنگسار یمین یا باقی رہ گیا ہو ایک تختہ پر کشتی کے تختوں سے یا پکڑا ہوا اس کو درندہ جانور نے اور اس کے منہ میں بچ رہا ہو تو ایسا شخص فار بالطلاق ہے اسکو طلاق دینا جائز نہیں اس واسطے کہ عورت کا حق اس کے مال میں متعلق ہو چکا شارح نے کہا کہ فار بالطلاق خبر ہے من غالب حالہ الہلاک کی یعنی جس پر من غالب ہلاکی کا ہو خواہ بیماری سے خواہ قوی تر کی جنگ سے خواہ تقدیم قتل وغیرہ سے وہ فار ہے ولا یصح تبرعہ الا من الثلث اور صحیح نہیں تبرع فار کا مگر تہائی مال سے تبرع سے مراد عفو وغیرلازمہ جیسے وقف یا نکاح کہنا زیادہ مہر مثل سے فلو ابانہا وہی من اہل المیراث علم بابلیتہا ام لا کان اسلمت او عتقت ولم یعلم سو اگر فار نے عورت کو طلاق بائن دی اور عورت اہل تھی میراث کی یعنی حرہ مسلمہ تھی زوج اس کی اہلیت کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو چنانچہ اس کی زوجہ کتابیہ مسلمان ہو گئی یا اس کی زوجہ لونڈی آزاد ہو گئی اور زوج کو اس کا اسلام یا آزاد ہونا معلوم نہ ہو طائعا بلا رضاہا فلو اکرہ او رضیت لم ترث طلاق بائن دی اپنی خوشی سے بدوں رضامندی زوجہ کے تو اگر طلاق میں زبردستی ہوئی زوجہ کی زوج پر یا کہ عورت راضی ہو گئی اپنی طلاق سے تو وارث نہ ہوگی اس واسطے کہ عورت نے اپنا حق آپ قطع کیا

لہ ایک نسخہ میں لم یقعد لازم ہے بدون ضمیر مفعول کے یعنے اپاہج وغیرہ جب مدت تک بیمار ہوں اور بستر پر نہ گرے ہوں تو تندرست کے مانند ہوئے ۱۲

Marfat.com

اور یہ مراد نہیں کہ غیر زوجہ کا اکراہ مبطل ہے وراثت کا اس واسطے کہ اس صورت میں عورت کا کچھ قصور نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی لہذا مترجم نے ترجمہ میں اکراہ زوجہ کی قید زیادہ کی وہو اکرہت علی رضاہا او جامعہا ابنہ مکرہتہ ورثت اگر عورت پر جبر ہوا اس کے راضی ہونے پر یعنی عورت سے بہ زبردستی طلاق کا سوال کر دیا یا زوج کے بیٹے نے زبردستی عورت سے صحبت کی تو عورت وارث ہوگی اس واسطے کہ جبر میں رضامندی نہیں وہو کذلک بذلک الحال ومات فیہ فلو صح تم مات فی عدتہا لم ترث اور حالانکہ زوج طلاق دینے والا ایسا ہی بیمار اسی حال سے بنا رہا اور اسی مرض میں مرگیا تو اگر زوج بعد طلاق کے تندرست ہوگیا پھر زوجہ کی عدت میں مرگیا تو زوجہ نہ وارث ہوگی اس کی بذلک السبب موتہ او لغیرہ کان قتل المریض او یموت بجہۃ اخری فالعدۃ المدخولۃ ورثت ہی منہ لا ہو منہا لرضاہ باسقاط حقہ اسی مرض ہی کے سبب سے موت ہو زوج کی یا اس کے سوا جیسے کہ مریض قتل کر ڈالا جائے یا کسی اور جہت سے مرجائے عدت میں عدت کی قید مدخولہ کے واسطے ہے تو مطلقہ وارث ہوگی زوج کی اور اگر عورت اول مرگئی تو زوج اس کا وارث نہ ہوگا بسبب راضی ہونے زوج کے اپنے اسقاط حق سے ہم متن میں لفظ ورثت کا جزا ہے شرط کی یعنی فلو ابانہا کی تو متن کا خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ اگر طلاق بائن دے گا اپنی خوشی اور اسی بیماری میں عدت کے اندر مرجائے گا تو عورت مطلقہ اس کی وارث ہوگی موت اس کی اسی بیماری سے ہو یا کسی اور وجہ سے مدخولہ کی قید سے خلوت والی عورت نکل گئی اس واسطے کہ ہر چیز اس پر عدت واجب ہے لیکن وہ وارث نہیں ہوتی وعند احمد ترث لبعد العدۃ مالم تتزوج باخر اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک زوجہ فار کی وارث ہوگی بعد عدت کے بھی جب تک دوسرے زوج سے نکاح نہ کرے اور یہی مذہب ہے اسحاق اور ابن لیلیٰ کا اور امام مالک کے نزدیک اگر دس ازواج سے نکاح کرے گی تو بھی وارث ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا ترث طالبۃ رجعیۃ او طلاق فقط طلقت بائنا او ثلثا لان الرجعی لا یزیل النکاح حتی یحل وطیہا ویتوارثان فی العدۃ مطلقا اور اسی طرح وارث ہوگی رجعی طلاق یا فقط طلاق کی مانگنے والی جو مطلقہ ہوگئی ایک طلاق بائن سے یا تین طلاق سے اس واسطے کہ طلاق رجعی نکاح کو زائل نہیں کرتی یہاں تک کہ وطی اس کی حلال ہے اور زوجین ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں عدت کے اندر ہر طرح سے یعنی خواہ صحت میں طلاق رجعی دی ہو خواہ بیماری میں اور اگر عدت منقضی ہوگئی تو نکاح زائل ہوگا وتکفی اہلیتہ للارث وقت الموت بخلاف البائن اور کفایت کرتی ہے اہلیت عورت کی وراثت کے واسطے زوج کی موت کے وقت بخلاف بائن کے کہ اس میں طلاق اور موت دونوں وقتوں میں اہلیت وراثت کی مشروط ہے وکذا ترث مبانتہ قبلت او طاوعت ابن زوجہا المجبوب الحرمۃ بنیونۃ او اخ طرح وارث ہوگی مطلقہ بائنہ جس نے بوسہ لیا اپنے زوج کے بیٹے کا یا بخوشی اس سے ہم صحبت ہوئی بواسطے آنے حرمت کے بسبب طلاق بائن دینے زوج کے یعنی اول جدائی زوج کی طرف سے ہوئی نہ زوجہ کی طرف سے سو تقبیل یا وطی زوجہ کی مبطل وراثت کی نہ ہوگی ومن لاعنہا فی مرضہ او الی منہ مریضا کذلک ای ترثہ لما مر اور جس نے لعان کیا اپنی عورت سے اپنی بیماری میں یا ایلا کیا اس سے حالت بیماری میں اس کا بھی ایسا ہی حکم ہے یعنی عورت وارث ہوگی زوج کی چنانچہ اس کی وجہ مذکور ہوئی یعنی وقت مرد کی طرف سے ہوئی نہ عورت کی طرف سے وان آلی فی صحتہ وبانت بہ ثم بالایلاء فی مرضہ او ابانہا فی مرضہ فصح ثم مات او ابانہا فارتدت فاسلمت ثم مات لا ترثہ لانہ لا بد ان یکون المرض الذی طلقہا فیہ مرض الموت فاذا صح تبین انہ لم یکن مرض الموت اور اگر ایلا کیا زوج نے اپنی صحت میں اور جدا ہوگئی عورت بسبب انقضاء مدت ایلا کے اس کے مرض میں تو وارث نہ ہوگی یا زوج نے عورت کو طلاق بائن دی اپنی بیماری میں پھر وہ تندرست ہوا پھر مرگیا یا عورت کو طلاق بائن دی بیماری میں پھر عورت مرتد ہوگئی پھر اسلام لائی پھر زوج مرگیا عدت میں تو عورت وارث نہ ہوگی زوج کی درصورت صحت اس واسطے وارث نہ ہوگی کہ وارث مطلقہ میں یہ ضروری ہے کہ جس مرض میں زوج نے اس کو

Marfat.com

طلاق دی ہے وہ مرض الموت میں ہو پھر جب کہ بعد مرض کے وہ تندرست ہو گیا تو ظاہر ہو گیا کہ وہ مرض جس میں طلاق واقع ہوئی مرض الموت
نہ تھا ولا بد فی البائن ان تستمر اہلیتہا للارث من وقت الطلاق الی وقت الموت حتی لو کانت کتابیۃ او مملوکۃ وقت الطلاق ثم اسلمت او اعتقت
ثم ترث اور درصورت ارتداد اس واسطے وارث نہ ہوگی کہ ضرور ہے طلاق بائن میں کہ اہلیت وراثت کی عورت میں برابر ثابت رہی طلاق کے
وقت سے موت کے وقت تک یہاں تک کہ اگر عورت کتابیہ یا مملوکہ ہو طلاق کے وقت پھر اسلام لاوے کتابیہ یا آزاد کی جاوے مملوکہ
تو وارث نہ ہوگی اس واسطے کہ اسلام اور آزادی وقت طلاق سے موت تک برابر ثابت نہیں تو دونوں میں اہلیت وراثت کی بالاستمرار
نہ ثابت ہوئی اس واسطے کہ کفر اور مملوکیت مانع ہے وراثت کی کما لا ترث لو طلقہا رجعیا او لم یطلقہا فطاوعت او قبلت ابنہ لمجئ الفرقۃ منہا
چنانچہ عورت وارث نہیں ہوتی اگر زوج نے اسے طلاق رجعی دی یا نہ دی پھر عورت نے زوج کے بیٹے کو اپنے اوپر بخوشی قادر کیا یا اس کا بوسہ لیا
اسی واسطے وارث نہ ہوگی کہ فرقت اسی کی طرف سے آئی او ابانہا بامر باقیہ لانہا لو بانت نفسہا فاجاز ورثت عملا باجازۃ قنیہ یا زوج نے عورت کو طلاق بائن دی اسکے کہنے سے تو
وارث نہ ہوگی مصنف نے امر عورت کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر عورت نے خود اپنی ذات کو طلاق بائن دی پھر زوج نے اسکو جائز رکھا اپنے مرض میں تو عورت وارث ہوگی زوج کی اجازت
زوال نکاح مرد کی اجازت سے ہوا نہ عورت کی طلاق پر او اختلعت منہ او اختارت نفسہا ولو ببلوغ وعتق وجب دعتہ لم ترث
رضا یا خلع کیا عورت نے زوج سے یا اپنی ذات کو اختیار کیا اگرچہ خیار نفس بسبب بلوغ عورت کے اور آزادی کے اور زوج کو مقطوع الذکر
ہونے کے اور نامرد ہونے کے ہو وارث نہ ہوگی اپنی رضامندی کے سبب سے یعنی ان سب صورتوں میں عورت نے بدائی بخوشی چاہی لہذا وارث
نہ ہوگی ولو کان الزوج محصورا لحبس او فی صف القتال او مثلہ حال فشوا الطاعون اشیاہ او قائما بمصالحہ خارج البیت مشتکیا
من الم او محموما او محبوسا بقصاص او رجم لا ترث بغلبۃ السلامۃ اور اگر زوج مقید ہو بسبب حبس کے یا صف قتال میں ہو اور یہی حال ہے
کثرت وبا کا کذا فی الاشباہ یا کہ زوج گھر کے باہر ہو کاروبار ضروری کرتا ہو بحالت درماندی یا کہ زوج کوتپ ہو یا کہ محبوس ہو بعلت قصاص یا رجم
کے تو عورت وارث نہ ہوگی اگر ان حالات میں مطلقہ ہوئی اور زوج عدت ہی میں مر گیا بسبب غلبہ سلامتی کے ان حالات میں والحاصل لا تکون فارۃ
الا بتلبسہا بالمخاض وہو الطلق لانہا حینئذ کالمریضۃ وعند مالک اذا تم لہا ستۃ اشہر اور حاملہ فارہ نہیں ہوتی مگر بوقت لاحق ہونے
دردزہ کے اس واسطے کہ وہ اس وقت میں مانند مریضہ کے ہے یعنی گھر کا کام نہیں کر سکتی اور امام مالک کے نزدیک جب کہ اس کو چھ مہینے پورے
ہو جاویں تب فارہ ہوتی ہے ہم مخاض بمعنی طلق ہے یعنی دردزہ اذا علق المریض طلاقہا البائن بفعل اجنبی ای غیر الزوجین ولو ولدہا من
بمجئ الوقت والحال ان التعلیق والشرط فی مرضہ او علق طلاقہا بفعل نفسہ وہما فی المرض او الشرط فقط فیہ او علق بفعلہا او
لا بد لہا منہ طبعا او شرعا کاکل وکلام الیمین وہما فی المرض او الشرط فیہ فقط ورثت لفارہ جب کہ معلق کیا مریض نے عورت کی طلاق
بائن کو اجنبی کے فعل پر مراد اجنبی سے وہ شخص ہے جو زوج اور زوجہ کے سوا ہو اگرچہ شخص غیر عورت کا بیٹا ہو زوج سے یا معلق کیا طلاق
بائن کو وقت کے آنے پر مثلاً ابتدا محرم پر اور حالانکہ تعلیق اور شرط یعنے اجنبی اور محرم کا آنا اس کی بیماری میں ہوئی یا معلق کیا اس کی طلاق
کو اپنی ذات کے فعل پر اور حالانکہ تعلیق اور فعل ذات مرض میں ہوئی یا فقط شرط ہی مرض میں ہوئی یا معلق کیا طلاق کو عورت کے فعل پر
اور حالانکہ اس فعل سے عورت کو چارہ نہیں ضرور ہے خواہ باعتبار طبیعت بشری کے خواہ باعتبار شریعت کے چنانچہ کھانا اور ماں باپ
سے بات کرنا اور حالانکہ دونوں یعنی تعلیق اور شرط مرض میں ہوئی یا فقط شرط مرض میں ہوئی تو ان سب صورتوں میں عورت وارث ہوگی بسبب
فرار زوج کے ومنہ ما فی البدائع ان لم اطلقک او ان لم اتزوج علیک فانت طالق ثلثا فلم یفعل حتی مات ورثتہ ولو ماتت ہی لم یرثہا او از

Marfat.com

قسم فرار ہے وہ صورت جو بدائع میں ہے کہ میں تجھ کو طلاق نہ دوں یا تیرے اوپر دوسرا نکاح نہ کروں تو تجھ کو طلاق ہے تین بار پھر زوج نے اس کو نہ کیا یعنے تطلیق یا تزوج نہ کیا یہاں تک کہ وہ مرگیا تو عورت اس کی وارث ہوگی اور اگر اس صورت میں عورت مرگئی تو زوج اس کا وارث نہ ہوگا اس واسطے کہ بسبب ترک طلاق اور تزوج کے اپنے استقاط حق پر راضی ہوا وفی غیرہا لاترث وہو اذا کان فی الصحۃ او التعلیق فقط او بفعلہا ولہا منہ بدا اور ان صورتوں کے غیر میں وارث نہ ہوگی اور وہ غیر وہ ہے جب کہ تعلیق اور شرط دونوں صحت میں ہوں خواہ تعلیق اجنبی کے فعل پر ہو خواہ وقت کے آنے پر خواہ زوج اور زوجہ کے فعل پر یا فقط تعلیق صحت میں ہو یا تعلیق ہو عورت کے فعل پر اور حالانکہ وہ فعل اس کو لابد نہیں خواہ تعلیق اور شرط دونوں مرض میں ہوں خواہ تعلیق صحت میں ہو اور شرط مرض میں وحاصلہا ستۃ عشر ان التعلیق اما بمجئ وقت او بفعل اجنبی او بفعلہ او بفعلہا وکل وجہ علی اربعۃ لان التعلیق والشرط اما فی الصحۃ او فی المرض او احدہما وقد علمہا خلافہ اس کا یہ ہے کہ اول سولہ صورتیں ہیں اس واسطے کہ تعلیق طلاق کی یا وقت کے آنے پر ہے یا اجنبی کے فعل پر یا زوج کے فعل پر یا عورت کے فعل پر تو یہ چار صورتیں ہوئیں اور ہر وجہ چار وجہ پر ہے اس واسطے کہ تعلیق اور شرط یا صحت میں ہیں یا مرض میں یا ایک صحت میں اور دوسرا مرض میں یعنی تعلیق صحت میں اور شرط مرض میں یا شرط صحت میں اور تعلیق مرض میں تو یہ سولہ صورتیں ہوگئیں چار کو چار میں ضرب کرنے سے اور بالتحقیق معلوم ہو چکا حکم ہر صورت کا کہ چھ صورتوں میں عورت وارث ہے اور دس صورتوں میں نہیں ہم تفصیل وجوہ مذکور کے احکام کی یوں ہے پہلی صورت یہ کہ تعلیق کی اجنبی کے فعل پر اور تعلیق اور فعل اجنبی مرض میں ہوئی تو عورت وارث ہوگی ۲ صورت یہ کہ تعلیق اور فعل مذکور صحت میں ہوئی تو وارث نہ ہوگی ۳ صورت یہ کہ تعلیق اجنبی کے فعل پر لیکن تعلیق ہوئی صحت میں اور شرط مرض میں تو وارث نہ ہوگی ۴ یہ کہ تعلیق کی اجنبی کے فعل پر لیکن تعلیق ہوئی مرض میں اور شرط صحت میں تو بھی وارث نہ ہوگی ۵ یہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر اور تعلیق اور شرط دونوں مرض میں ہوئیں تو وارث ہوگی ۶ یہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر اور تعلیق اور شرط صحت میں ہوئی تو وارث نہ ہوگی ۷ یہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر لیکن تعلیق صحت میں ہوئی اور شرط مرض میں تو وارث نہ ہوگی ۸ یہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر لیکن تعلیق ہوئی مرض میں اور شرط صحت میں بھی تو وارث نہ ہوگی ۹ یہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر اور تعلیق اور شرط دونوں مرض میں ہوئیں تو وارث ہوگی ۱۰ یہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر اور تعلیق اور شرط صحت میں ہوئی تو وارث نہ ہوگی ۱۱ یہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر مگر تعلیق ہوئی صحت میں اور شرط ہوئی مرض میں تو وارث نہ ہوگی ۱۲ یہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر مگر تعلیق ہوئی مرض میں اور شرط صحت میں تو وارث نہ ہوگی ۱۳ یہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر اور تعلیق اور شرط دونوں مرض میں ہوئیں تو عورت وارث ہوگی ۱۴ یہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر اور تعلیق اور شرط صحت میں ہوئی تو وارث نہ ہوگی ۱۵ یہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر مگر تعلیق ہوئی مرض میں اور شرط صحت میں تو وارث نہ ہوگی ۱۶ یہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر مگر تعلیق ہوئی صحت میں اور شرط مرض میں تو وارث نہ ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی قال لہا فی صحتہ ان شئت انا وفلان فانت طالق ثلثا ثم مرض فشاء الزوج والاجنبی الطلاق معا او شاء الزوج ثم الاجنبی ثم مات الزوج لاترث کہا زوج نے زوجہ سے اپنی صحت میں کہ اگر میں چاہوں گا اور فلانا شخص چاہے گا تو تو طالق ہے تین بار پھر بیمار ہوا زوج پھر چاہا زوج اور اجنبی نے طلاق کو ساتھ ہی یا کہ اول زوج نے چاہا بعد اس کے اجنبی نے پھر زوج مرگیا تو عورت نہ وارث ہوگی وان شاء الاجنبی اولا ثم الزوج ورثت کذا فی الخانیۃ والفرق لایخفی اذ مشیۃ الاجنبی اولا لعدم الطلاق معلقا علی فعلہ فقط اور اگر چاہا طلاق کو اجنبی نے پہلے پھر زوج نے چاہا تو عورت وارث ہوگی کذا فی الخانیۃ اور فرق دونوں صورتوں میں پوشیدہ نہیں اس واسطے کہ اجنبی کے اول تو امش کرنے سے طلاق معلق ہوگی فقط زوج ہی کے فعل پر یعنی تمامی علت طلاق کی زوج ہی کے فعل پر ہوئی بخلاف اول صورت کے کہ اس میں مشیت زوج کی جزء ہے علت کی نہ تمامی علت کی تصادقا ای المریض مرض الموت

Marfat.com

والزوجۃ علی ثلث فی الصحۃ وعلی مضی العدۃ ثم اقر لہا بدین ادعین او اوصی لہا بشیئ فلہا الاقل منہ ای مما اقر او اوصی ومن المیراث للتہمۃ مرض الموت والے بیمار نے اور زوجہ نے اتفاق کیا صحت کی تین طلاق پر اور انقضائے عدت پر پھر زوج نے اقرار کیا عورت کے دین کا یا سوائے نقد کے کسی جنس کا یا زوج نے وصیت کی عورت کے واسطے کسی چیز کی تو عورت کو اقرار یا وصیت اور میراث سے جو کم تر ہوگا وہ ملے گا یعنے اگر اقرار یا وصیت کا مال کمتر ہے میراث سے تو اقرار یا وصیت والا مال عورت پاوے گی اور اگر میراث عورت کی کمتر ہے اقرار یا وصیت کے مال سے تو میراث ہی پاوے گی کمتر مال ملے گا بسبب اس تہمت کے کہ شاید عورت طلاق کو اس واسطے اظہار کرتی ہو تاکہ اقرار یا وصیت اس کے واسطے صحیح ہو تاکہ میراث سے زیادہ پاوے اور اقرار یا وصیت وارث کے حق میں صحیح نہیں اور احتمال ہے کہ زوجین کی محبت سے زوج اس کے موافق ہو گیا ہو اور قدر میراث میں کچھ تہمت نہیں لہذا کمتر مال عورت کے واسطے مقرر ہو گیا وتعتد من وقت اقرارہ بہ لفتی اور عورت کی عدت شروع ہوگی وقت اقرار زوج سے اسی پر فتوی ہے ولومات بعد مضیہا فلہا جمیع ما اقر او اوصی عمادیۃ اور اگر مر گیا زوج بعد انقضائے عدت کے وقت اقرار سے تو عورت سب اس مال کو پاوے گی جس کا زوج نے اقرار کیا یا وصیت کی کذا فی العمادیۃ اس واسطے کہ بعد عدت کے وہ وارث نہ رہی اجنبی ہو گئی تو اقرار یا وصیت اس کے حق میں صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو لم یکن بمرض موتہ صح اقرارہ ووصیتہ ولو کذبتہ لم یصح اقرارہ شرح مجمع اور اگر تصادق اور اتفاق زوجین زوج کے مرض الموت میں نہ ہو تو صحیح ہوگا اقرار اس کا اور وصیت اس کی اور اگر زوج نے صحت میں دعوی طلاق اور انقضائے عدت کا کیا اور عورت نے اس کی تکذیب کی تو نہ صحیح ہوگا اقرار اس کا کذا فی شرح المجمع اور اسی طرح وصیت بھی صحیح نہ ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الفصول ادعت علیہ مریضا انہ ابانہا فجحد واحلف القاضی فحلف ثم صدقتہ ومات ترثہ لو صدقتہ قبل موتہ لا بعدہ اور فصول میں ہے کہ دعوی کیا عورت نے زوج پر اس کی بیماری کی حالت میں کہ اس نے عورت کو طلاق بائن دی سو زوج نے اس کا انکار کیا اور قسم لی اس سے قاضی نے سو اس نے قسم کھائی طلاق نہ دینے پر پھر عورت نے عدم تطلیق میں زوج کی تصدیق کی اور زوج مر گیا تو عورت وارث ہوگی زوج کی اگر اس نے تصدیق زوج کی اس کے مرنے سے پہلے کی اور اگر اس کی موت کے بعد تصدیق کی تو وارث نہ ہوگی کمن طلقت ثلثا بامرہا فی مرضہ ثم اوصی لہا او اقر فان لہا الاقل مسئلہ تصادق کا حکم مانند اس عورت کے ہے جو مطلقہ ہوئی تین طلاق سے اپنے امر سے زوج کی بیماری میں بعد اس کے زوج نے اس کے واسطے وصیت کی یا اقرار دین کیا تو عورت کو کمتر مال ملے گا یعنی اگر وصیت کمتر ہے میراث سے تو وصیت کا مال پاوے گی اور اگر میراث کمتر ہے وصیت سے تو میراث پاوے گی قال صحیح لامرأتیہ احدیکما طالق ثم بین الطلاق فی مرضہ الذی مات فیہ فی احداہما صار فارا بالبیان فترث منہ کافی ومفادہ انہ لو حلف صحیحا وحنث مریضا فبینۃ فی احدیہما صار فارا ولم ارہ نہر کہا ایک تندرست نے اپنی دو عورتوں سے کہ ایک تم میں سے طالق ہے پھر طلاق کی تصریح اور تعیین کر دی ایک عورت میں اپنے مرض کے اندر جس میں مر گیا تو ہو گیا زوج فار بسبب بیان کے تو عورت اس کی وارث ہوگی کذا فی الکافی اور اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر قسم کھائی یعنے تعلیق کی زوج نے صحت میں اور حانث ہوا یعنے شرط واقع ہوئی مرض میں پھر تعیین مبہم کا بیان کر دیا ایک عورت میں تو زوج فار ہوگا اور اس مسئلہ قسم کو کتب فقہ میں میں نے نہیں دیکھا کذا فی النہر الفائق ولا یشترط علمہ ای الزوج باہلیتہا ای المرأۃ للمیراث فلو طلقہا بائنا فی مرضہ وقد کان سبیا اعتقہا قبلہ او کانت کتابیۃ فاسلمت ولم یعلم بہ کان فارا فترثہ ظہیریہ اور شرط نہیں علم زوج کا ساتھ اہلیت عورت کے واسطے میراث کے سو اگر زوج نے عورت کو طلاق بائن دی اپنی بیماری میں اور حالانکہ عورت کے مالک نے اس کو آزاد کیا تھا قبل طلاق کے یا کہ عورت کتابیہ تھی سو مسلمان ہو گئی اور زوج کو اس کی آزادی یا اسلام کا علم نہ ہوا تو بھی زوج فار ہوگا تو عورت اس کی وارث ہوگی کذا فی الظہیریہ بخلاف لو قال لامتہ انت حرۃ غدا او قال الزوج انت

Marfat.com

طالق ثلثا بعد غد ان علم بکلام المولی کان فارا ولا یعلم لا ترث خانیہ بخلاف سابق کے یہ صورت ہے کہ مالک نے اپنی لونڈی سے کہا ..... کہ تو آزاد ہے کل اور اس لونڈی کے زوج نے کہا کہ تجھ کو تین بار طلاق ہے پرسوں اگر زوج کو کلام مولی کا علم ہوا تو فار ہوگا یعنی زوجہ وارث ہوگی اور اگر اس کو کلام مولی کا علم نہ ہوا تو عورت وارث نہ ہوگی کذا فی الخانیہ اس واسطے کہ وقت تعلیق طلاق کے اس کو علم نہ تھا تو ابطال حق کا قصد اس کی طرف سے ثابت نہ ہوا اگرچہ عورت اہل میراث کی ہو چکی تھی قبل نزول طلاق کے ولو علقہ بعتقہا او بمرضہ او وکلہ بہ وہو صحیح فاوقعہ حال مرضہ قادرا علی عزلہ کان فارا اور اگر زوج نے معلق کیا طلاق کو عورت کے آزاد ہونے پر یا اپنی بیماری پر یا وکیل کیا زوج نے کسی شخص کو اپنی زوجہ کی تطلیق پر اپنی حالت صحت میں سو وکیل نے طلاق کو زوج کی بیماری میں واقع کیا حالانکہ زوج قادر تھا وکیل کے معزول کرنے پر تو زوج قادر ہوگا تینوں صورتوں میں عورت وارث ہوگی ولو باشرت المرأۃ سبب الفرقۃ وہی ای والحال انہا مریضۃ وماتت قبل انقضاء عدتہا ورثہا الزوج کما اذا وقعت الفرقۃ بینہما باختیارہا نفسہا فی خیار البلوغ والعتق او بتقبیلہا ومطاوعتہا ابن زوجہا وہی مریضۃ لانہا من قبلہا ولذا لم یکن طلاقا اور اگر عورت خود مرتکب ہوئی فرقت کے سبب کی اور حالانکہ وہ بیمار تھی اور مر گئی قبل اپنے انقضائے عدت کے تو زوج اس کا وارث ہوگا چنانچہ جس وقت فرقت واقع ہوئی دونوں میں بسبب اختیار کرنے عورت کے اپنی ذات کو خیار بلوغ میں اور خیار عتق میں یا کہ جدائی ہوئی بسبب بوسہ لینے عورت کے ابن زوج کا یا اس کی مطاوعت سے اپنی بیماری کی حالت میں زوج باوجود جدائی کے اس واسطے وارث ہوگا کہ ان مسائل میں فرقت عورت ہی کی طرف سے ہوئی اور اسی واسطے یہ جدائی طلاق نہیں کیونکہ عورت طلاق کی مالک نہیں بلکہ یہ جدائی فسخ ہے بخلاف وقوع الفرقۃ بینہما بالجب والعنۃ واللعان فانہ لا یرثہا علی ما فی الخانیۃ والفتح عن الجامع وجزم بہ فی الکافی قال فی البحر فکان ہو المذہب لانہا طلاق فکانت مضافۃ الیہ وقیل قائلہ الزیلعی ہو کالاولی فیرثہا بخلاف واقع ہونے فرقت کے دونوں میں بسبب مقطوع الذکر ہونے کے اور نامردی اور لعان کے کہ ان صورتوں میں زوج وارث نہ ہوگا زوجہ کا بنا بر روایت خانیہ اور فتح القدیر کے جامع سے اور عدم وراثت پر یقین کیا ہے کافی میں بحر الرائق میں کہا تو یہی مذہب ٹھہرا اس واسطے کہ یہ فرقت طلاق ہے تو زوج ہی کی طرف منسوب ہوگی اور قول ضعیف یہ ہے کہ یہ فرقت بھی مثل پہلی فرقت کے ہے تو زوج اس فرقت میں بھی وارث ہوگا مانند قول اول کے اور اس قول ضعیف کا قائل زیلعی ہے ولو ارتدت ثم ماتت او لحقت بدار الحرب فان کانت الردۃ فی المرض ورثہا زوجہا استحسانا اور اگر عورت مرتد ہوگئی اور دار الحرب میں جا ملی تو اگر ارتداد اس کا مرض میں ہوا تھا تو زوج اس کا وارث ہوگا باعتبار دلیل استحسان کے اور قیاس مقتضی ہے عدم وراثت کو اس واسطے کہ مسلم اور کافر میں وراثت نہیں والا بان ارتدت فی الصحۃ لا یرثہا بخلاف ردتہ فانہا فی معنی مرض موتہ فترثہ مطلقا ولو ارتدا معا فان اسلمت ہی ورثتہ والا لا خانیۃ اور اگر عورت بیماری میں مرتد نہیں ہوئی اس طرح کہ صحت میں مرتد ہوئی تو زوج اس کا وارث نہ ہوگا بخلاف ارتداد زوج کے اس واسطے کہ زوج کا ارتداد بجائے اس کے مرض الموت کے ہے اس واسطے کہ مرد اگر ارتداد سے توبہ نہ کرے تو قتل ہوتا ہے تو عورت مرتد کی وارث ہوگی ہر طرح سے خواہ وہ بیماری میں مرتد ہوا خواہ صحت میں اور اگر زوج اور زوجہ دونوں ساتھ ہی مرتد ہوئے پھر اگر عورت مسلمان ہوئی تو وارث ہوگی اور اگر زوج مسلمان ہوگا تو وارث نہ ہوگا کذا فی الخانیۃ قال آخر امرأۃ اتزوجہا طالق ثلثا فنکح امرأۃ ثم اخری ثم مات الزوج طلقت الاخری عند التزویج ولا یصیر فارا خلافا لہما لان الموت معرف والتصاقہ بالآخریۃ من وقت الشرط فیثبت مستندا کہا ایک مرد نے کہ پچھلی عورت جس سے میں نکاح کروں وہ مطلقہ ہے تین بار سو اس نے نکاح کیا ایک عورت سے پھر دوسری عورت

Marfat.com

سے نکاح کیا پھر زوج مر گیا تو مطلقہ ہوگی دوسری عورت نکاح کے ساتھ ہی اور زوج فار نہ ہوگا تو وہ عورت وارث نہ ہوگی بخلاف صاحبینؒ کے اس واسطے کہ موت معرف ہے یعنی زوج کی موت سے یہ معلوم ہوا کہ پچھلی عورت منکوحہ یہی دوسری عورت ہے اور متصف ہونا زوج ثانی کا بوصف اخریت شرط کے وقت سے ہوا ..... یعنے تزوج کے وقت سے تو طلاق ثابت ہوگی وقت تزوج سے مستند ہو کر خلاصہ یہ کہ امام کے نزدیک طلاق واقع ہوئی تزوج ثانی کے وقت اور اس وقت زوج بیمار نہ تھا لہذا دوسری عورت وارث نہ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک طلاق واقع ہوگی موت کے نزدیک لہذا وارث ہوگی **فروع** مسائل ملحقہ شارح ایا نہائی مرضہ ثم قال لہا اذا تزوجتک فانت طالق ثلثا فتزوجہا فی العدۃ ومات فی مرضہ لم ترث لانہائی عدۃ مستقبلۃ وقد حصل التزوج بفعلہا فلم یکن فرارا خلافا لمحمدؒ خانیہ زوج نے طلاق بائن دی زوجہ کو اپنے مرض الموت میں پھر کہا اس سے کہ جب میں تجھ سے نکاح کروں تو تو طالق ہے تین طلاق سے پھر اس سے نکاح کیا عدت میں اور مر گیا اپنے مرض میں تو وہ وارث نہ ہوگی اس واسطے کہ وہ عدت مستقبلہ میں ہو گئی اور البتہ تزوج ثانی عورت کے فعل سے ہوا تو یہ فرار نہ ہوا بخلاف محمدؒ کے کذا فی الخانیہ یعنے طلاق بائن کی پہلی عدت بسبب نکاح ثانی کے باطل ہو گئی اب عورت پر بسبب نکاح ثانی اور وقوع طلاق ثانی کے دوسری جدا عدت واجب ہوئی پھر جب پہلی عدت الوطی ہوئی تو وارث کیونکر ثابت ہوگی اس واسطے کہ وراثت فار کی عدت تک منحصر ہے اور یہ ممکن نہیں کہ عدت ثانیہ میں وہ وارث ہو سکے اس واسطے کہ ابطال عدت کا عورت ہی کی رضا سے ہوا تو زوج پر فرار ثابت نہ ہوگا کذا فی البحر لہا الورثۃ بعد موتہ فی الطلاق فی مرضہ فالقول لہا کقولہا طلقنی وہو نائم وقالوا فی الیقظۃ ولو الجیۃ جھلا یا عورت کو وارثوں نے بعد موت زوج کے اس کی بیماری کے طلاق دینے میں یعنی زوج کے وارثوں نے کہا کہ زوج نے اپنے مرض میں اس کو طلاق نہیں دی عورت کا دعوی غلط ہے تو اس صورت میں عورت ہی کا قول معتبر ہوگا چنانچہ اس کا قول اس دعوی میں معتبر ہے کہ زوج نے مجھ کو طلاق دی حالانکہ وہ سوتا تھا اور وارثوں نے کہا کہ جاگنے میں طلاق دی کذا فی الولوالجیہ طلقہا فی المرض ومات بعد العدۃ فالمشکل من متاع البیت لوارث الزوج لغیر درتہا اجنبیۃ بخلافہ فی العدۃ جامع الفصولین طلاق دی زوج نے زوجہ کو مرض میں اور مر گیا بعد عدت کے تو مشکل اسباب گھر کا زوج کے وارث کا ہوگا بسبب بیگانہ ہو جانے عورت مطلقہ کے بعد انقضائے عدت کے بخلاف اس کے کہ اگر زوج عدت میں مر گیا تو عورت وارث ہوگی اور مشکل اسباب اس کے قبضہ میں ہوگا تو عورت ہی کا قول اس وقت معتبر ہوگا کذا فی جامع الفصولین مشکل اسباب سے وہ اسباب مراد ہے کہ مرد اور عورت دونوں کے مناسب حال ہو جیسے نقد اور توشک اور لحاف خلاصہ یہ کہ جب بعد عدت کے زوج مر گیا تو عورت وارث نہ ہوگی تو جو اسباب کہ مرد کے مناسب حال ہوگا مانند کتب اور اسلحہ اس میں زوج کے وارثوں کا قول معتبر ہوگا اور جو اسباب کہ عورت کے مناسب حال ہوگا اس میں عورت کا قول معتبر ہوگا اور جو اسباب کہ دونوں کے مناسب حال ہے اسی کو شارح نے مشکل کہا سو زوج کے وارثوں کا ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی۔

باب الرجعۃ

بالفتح وتکسر یتعدی ولا یتعدی یہ باب ہے رجعت، کا رجعت کی کا فتح ہے اور اس کا کسرہ بھی ثابت ہے اور لفظ رجعت کا متعدی بنفسہ ہوتا ہے اور گاہے بنفسہ متعدی نہیں ہوتا بلکہ بواسطے عن اور الی کے متعدی ہوتا ہے رجعت کو بعد طلاق کے اس واسطے ذکر کیا کہ رجعت مشروع ہے واسطے رفع طلاق کے اور رافع نہیں ہوتا مگر بعد وقوع کے ہی استدامۃ الملک القائم بلا عوض مادامت فی العدۃ ای عدۃ المدخول حقیقۃ اذ لا رجعۃ فی عدۃ الخلوۃ ابن الکمال اصطلاح فقہا میں رجعت عبارت ہے طلب دوام ملکیت استمتاع سے جو قائم ہے نکاح سے بدون عوض کے جب تک کہ مطلقہ عدت میں ہے اور ارادہ عدت

Marfat.com

سے عدت دخول کی ہے فی الحقیقت یعنی وطی کی عدت اس واسطے کہ خلوت کی عدم میں رجعت نہیں کذا ذکرہ ابن الکمال م رجعت کو استدامت ملک قائم کہا اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا (فامسکوھن بمعروف) یعنی رکھو مطلقات کو دستور کے موافق اور امساک عبارت ہے استدامت ملک قائم سے زائد عادہ زائل سے اور بلا عوض کی قید شارح نے اس واسطے لگائی کہ رجعت میں مال دینے کی حاجت نہیں اس واسطے کہ تصرف ہے اپنے ملک قائم میں بلکہ اگر رجعت میں کچھ مال مشروط ہوگا تو زوج پر اس کا دینا واجب ہوگا کذا فی المعراج اور ثبوت رجعت میں بقائے عدت کی قید اس واسطے لگائی کہ بعد انقضائے عدت کے رجعت نہیں بسبب باقی رہنے زوجیت کے بعد عدت کے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی البزازیۃ ادعی الوطی بعد الدخول وانکرت فلہ الرجعۃ لانی طکسہ اور بزازیہ میں ہے کہ زوج نے دعویٰ کیا وطی کا بعد دخول کے اور عورت نے وطی کا انکار کیا تو زوج کو رجعت کا اختیار ہے نہ اس کے بالعکس میں یعنی اگر عورت وطی کی مدعی ہو تو زوج کو رجعت کا اختیار نہیں اس واسطے کہ انکار وطی سے حق رجعت کا ساقط ہو گیا وتصح مع الاکراہ والہزل واللعب والخطاء اور صحیح ہے رجعت ساتھ جبر اور بیہودگی اور کھیل اور چوکنے کے م ہزل نقیض ہے جد کی اور قاموس میں ہے لعب ضد ہے جد کی تو ہزل اور لعب مرادف ٹھہرے اور خطا کی صورت یہ کہ زوج اور کچھ کلام کیا چاہتا تھا اور اس کے منہ سے نکل گیا کہ میں نے اپنی زوجہ سے رجعت کی تو رجعت صحیح ہوگی بنحو متعلق باستدامۃ راجعتک وردتک ومسکتک بلانیۃ لانہ صریح استدامت ملک ثابت ہوتی ہے مانند لفظ راجعتک سے یعنی میں نے تجھ سے رجعت کی اور لفظ ردتک سے یعنی میں نے تجھ کو پھیرا اور لفظ مسکتک سے یعنی میں نے تجھ کو روکا ان الفاظ ثلثہ سے رجعت قولی صحیح ہے بدوں نیت کے بھی اس واسطے کہ ہر لفظ الفاظ ثلثہ سے صریح ہے رجعت میں بلا خلاف اور صریح میں حاجت نیت کی نہیں اور کنایات رجعت سے یہ قول ہے کہ (انت عندی کما کنت) کہ تو میرے نزدیک ویسی ہے جیسی کہ تھی (انت امراتی) یعنی تو میری عورت ہے تو ان الفاظ سے بدوں نیت کے رجعت صحیح نہ ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الحموی وبالفعل مع الکراہۃ بکل مایوجب حرمۃ المصاہرۃ المس ولو منہا احتلاما او نائما او مکرہا او مجنونا او میتا ان صدقہا ہو او ورثتہ بعد موتہ جوہرہ اور صحیح ہے رجعت فعل سے ساتھ کراہت کے رجعت فعلی ہر اس فعل سے صحیح ہے جو موجب ہے حرمت مصاہرت کا مانند مساس یا تقبیل کے اگرچہ مساس عورت ہی کی طرف سے بطور جھپٹا مارنے کے یا کہ زوج سوتا ہو یا کہ اس پر زبردستی ہوئی ہو یا کہ دیوانہ یا کہ بیہوش ہو بشرطیکہ بعد خواب یا اکراہ کے یا ہوشیار ہونے کے زوج عورت کی تصدیق کرے یعنی یوں کہے کہ عورت نے مجھ کو بشہوت مساس کیا یا وارث زوج کے بعد موت زوج کے عورت کی تصدیق کریں کذا فی الجوہرہ تو اس فعل سے ان حالات میں رجعت ثابت ہوگی اس واسطے کہ رضامندی رجعت میں مشروط نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ورجعت المجنون بالفعل بزازیہ اور رجعت دیوانہ کی ساتھ فعل کے ہے کذا فی البزازیہ یعنی جس زوج نے حالت صحت عقل میں زوجہ کو طلاق دی پھر دیوانہ ہو گیا تو اس کی رجعت فعلی صحیح ہے اس واسطے کہ اقوال مجنون کے لغو ہیں لائق اعتبار کے نہیں وتصح بتزوجہا فی العدۃ بہ یفتی جوہرہ اور صحیح ہے رجعت عورت کے نکاح سے عدت میں اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الجوہرہ صحت رجعت بلفظ تزوج یہ مذہب ہے امام محمدؒ کا خلافا للشیخین ووطیہا ولو فی الدبر علی المعتمد لانہ لا یخلو عن مس بشہوۃ اور صحیح ہے رجعت مطلقہ کی وطی سے اگرچہ وطی مقعد میں بنا بر قول معتمد کے اس واسطے کہ وطی مقعد کی وطی شہوت کے مساس سے خالی نہیں ان لم یطلق بائنا فان ابانہا فلا رجعت صحیح ہے اگر زوج نے طلاق بائن نہیں دی اور اگر عورت کو طلاق بائن دی تو پھر رجعت نہیں ہو سکتی مگر عورت کی رضامندی سے اور نکاح جدید سے وان ابت او قال ابطلت رجعتی اولا رجعۃ لی فلا الرجعۃ بلا عوض اگر طلاق بائن نہیں دی تو رجعت صحیح ہے اگرچہ عورت انکار کرے یا کہ زوج یوں کہے کہ میں نے اپنی رجعت کو باطل کر دیا

Marfat.com

یا یوں کہے کہ رجعت میرے واسطے نہیں تو بھی زوج کو رجعت کا اختیار رہے بدوں عوض کے اس واسطے کہ رجعت باطل کرنا یا اس کی نفی کرنا خلاف مشروع ہے لہذا صحیح نہ ہوگا ولو سمی بل یجعل زیادۃ فی المہر قولان اور اگر زوج نے کچھ مال معین کیا رجعت میں یعنی یوں کہا کہ میں نے تجھ سے رجعت کی بدلے ہزار درم کے تو آیا یہ مال مسمی مہر کی زیادتی میں قرار دیا جائے گا یا نہیں جواب اس سوال کا یہ ہے کہ یہاں دو قول ہیں ایک قول میں درست ہے اور دوسرے قول میں نہیں ویتعجل الموجل بارجعی ولا یتاجل برجعتہا خلاصہ اور مہر موجل معجل ہو جاتا ہے بسبب طلاق رجعی کے اور موجل نہیں ہوتا بسبب رجعت کرنے عورت کے کذا فی الخلاصہ صورت اس کی یہ ہے کہ نکاح کیا عورت سے مہر موجل پر یعنی مدت والی مہر پر اور مہر کی مدت ٹھہرائی طلاق یا موت جو ان میں قریب تر ہے پھر عورت کو طلاق رجعی دی تو اقرب مدت پائی گئی یعنی طلاق تو مدت مہر کی ساقط ہو گئی تو مہر معجل ہو گیا بسبب طلاق کے یعنی شتابی بلا مدت ادا کرنا مہر کا لازم ہوا پھر جب بعد طلاق کے رجعت کی تو مہر موجل نہ ہوگا یعنی مہر کی مدت پھر عود نہ کرے گی اس واسطے کہ مدت ساقط ہو چکی بسبب طلاق کے اور جو ساقط ہوتا ہے وہ پھر عود نہیں کرتا کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الصیرفیۃ لا یکون الموجل حالا حتی تنقضی العدۃ اور صیرفیہ میں یوں ہے کہ مہر مدت والا فی الحال واجب الادا نہیں ہوتا بسبب طلاق رجعی کے جب تک اس کی عدت نہ منقضی ہو جاوے ہم ظاہر عبارت صیرفیہ کی مخالف ہے خلاصہ کے اور شاید کہ توفیق دونوں قولوں میں یوں ہے کہ خلاصہ کی عبارت اس صورت پر محمول ہے جب کہ مدت مہر کی طلاق ہو اور صیرفیہ کی عبارت اس صورت پر محمول ہے جب کہ مدت مہر کی فراق زوجین ہو واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی وندب اعلامہا بہا لئلا تنکح غیرہ بعد العدۃ فان نکحت فرق بینہما وان دخل شمنی اور مستحب ہے خبر دینا عورت کو رجعت کی یعنی زوج عورت کو رجعت کرنے کی اطلاع کر دے تاکہ وہ نکاح نہ کرے بعد عدت کے زوج کے سوا کسی اور شخص سے سو اگر زوج نے رجعت کی خبر نہ کی اور عورت نے دوسرے مرد سے نکاح کر لیا تو جدائی کروائی جاوے گی دونوں میں یعنی عورت اور زوج ثانی میں اگرچہ اس نے وطی بھی کی ہو کذا ذکر الشمنی ہم جدائی اس واسطے ہوگی کہ وہ منکوحہ ہے زوج اول کی تو نکاح ثانی فاسد ہوا پھر اگر زوج ثانی نے وطی کی تو اس کو مہر مثل دینا لازم آوے گا اور عورت بعد عدت کے زوج اول کے پاس رجوع کرے گی بلا اعادہ نکاح کذا فی حاشیۃ المدنی وتدب الاشہاد لبدلین ولو بعد الرجعۃ بالفعل اور مستحب ہے گواہ کرنا دو عادل شاہدوں کا اگرچہ بعد رجعت فعلی کے ہو وندب عدم دخولہ بلا اذنہا علیہا لتاہب وان قصد رجعتہا لکرامتہا بالفعل کما مر اور مستحب ہے نہ داخل ہونا زوج کا عورت کے پاس بدوں اس کی اجازت کے تاکہ وہ پردہ کا سامان کرے اگرچہ زوج اس کی رجعت کا قصد رکھتا ہو بسبب مکروہ ہونے رجعت فعلی کے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم ہدایہ میں کہا کہ جب رجعت کا قصد ہو تو اعلان اور اذن مانگنا مستحب نہیں شارح نے اس کو رد کیا بدوں اجازت جانے میں احتمال ہے کہ عورت برہنہ ہو اور مرد اس کی شرمگاہ کو بنظر شہوت دیکھے اور رجعت فعلی ہو جاوے حالانکہ رجعت فعلی مکروہ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وادعاہا بعد العدۃ فیہا بان قال کنت راجعتک فی عدتک فصدقتہ صح بالمصادقۃ والا لا یصح زوج نے دعوی کیا رجعت کا بعد عدت کے عدت کے اندر رجعت کرنے کا یعنی اس طرح کہا کہ میں نے تجھ سے رجعت کی تیری عدت میں سو عورت نے اس کی تصدیق کی تو دعوی رجعت کا صحیح ہوگا باہم کی تصدیق کے سبب سے اور اگر عورت نے مرد کی تصدیق نہ کی تو دعوی رجعت کا صحیح نہ ہوگا وکذا لو اقام بینۃ بعد العدۃ انہ قال فی عدتہا قد راجعتہا او انہ قال قد جامعتہا وتقدم قبولہا علی نفس اللمس والتقبیل فلیحفظ اور اسی طرح رجعت ثابت ہوگی اگر قائم کیے زوج نے گواہ بعد عدت کے کہ زوج نے کہا تھا عورت کی عدت میں کہ میں نے اس سے رجعت کی یا کہ زوج نے کہا تھا کہ میں نے اس سے جماع کیا تھا اور فصل محرمات میں مقدم ہو چکا ہے کہ گواہ مقبول ہیں نفس لمس اور تقبیل پر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر لمس اور تقبیل

Marfat.com

گواہی سے ثابت ہوں گے عدت میں تو بھی رجعت ثابت ہوگی کان رجعۃ لان الثابت بالبینۃ کالثابت بالمعائنۃ وہذا من اعجب المسائل حیث لا یثبت اقرارہ باقرار بل بالبینۃ یعنی اگر گواہی سے رجعت قولی باجماع ثابت ہوگا تو رجعت ثابت ہوگی اس واسطے کہ جو چیز گواہی سے ثابت ہے اس کے برابر ہے جو کہ مشاہدہ سے ثابت ہے اور یہ عجیب تر مسئلہ ہے اس سبب سے کہ مرد کا اقرار ثابت نہیں ہوتا اس کے اقرار کرنے سے بلکہ اس کا اقرار ثابت ہے گواہی سے م بحر الرائق اور نہر الفائق میں یہ اعجوبگی امام سرخسی کی طرف منسوب ہے اور حلبی محشی نے کہا کہ یہ مسئلہ کچھ تعجب کا مقام نہیں اس واسطے کہ زوج کا بعد عدت کے یوں اقرار کرنا کہ میں نے عدت میں رجعت کا اقرار کیا تھا یہ مجرد دعویٰ ہے تو بدوں گواہوں کے کیونکر ثابت ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی **کما لو قال فیہا کنت راجعتک امس فانہا تصح وان کذبتہ لملکہ الانشاء** فی الحال چنانچہ اگر زوج نے عدت میں کہا کہ میں نے تجھ سے رجعت کل کی تھی تو رجعت صحیح ہوگی اگرچہ عورت اس کی تکذیب کرے بسبب مالک ہونے زوج کے انشاء فی الحال کا اور جو انشا کا مالک ہے وہ اخبار کا بھی مالک ہے **بخلاف قولہ لہا راجعتک یرید الانشاء فقالت علی الفور مجیبۃ لہ قد مضت عدتی** فانہا لا تصح عند الامام لمقارنتہا لانقضاء العدۃ حتی لو سکتت ثم اجابت صحت اتفاقا بخلاف اس قول کے کہ زوج نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھ سے رجعت کی یعنی اب رجعت کرتا ہوں اس قول سے انشائے رجعت کا ارادہ کیا نہ اخبار کا سو عورت نے بلا توقف جواب میں کہا کہ میری عدت منقضی ہوگئی تو یہ رجعت صحیح نہ ہوگی نزدیک امام کے بسبب متصل ہونے رجعت کے انقضائے عدت سے یہاں تک کہ اگر عورت سکوت کریگی رجعت سنکر پھر جواب دیگی انقضائے عدت کا تو رجعت صحیح ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے یعنی رجعت بعد عدت کے صحیح نہیں تو جب بلا سکوت عورت نے انقضائے عدت کی خبر دی تو اقرب احوال بعد عدت کے قول زوج ٹھہرا تو رجعت انقضائے عدت سے مقارن اور متصل ہوئی لہذا رجعت ثابت نہ ہوگی بخلاف جواب بعد از سکوت کے کہ وہاں اقرب احوال بعد عدت کے سکوت ہوگا تو اس صورت میں رجعت کے اندر واقع ہوگی لہذا صحیح ہوگی اور امام کے نزدیک انقضائے عدت کی خبر اس وقت مقبول ہوگی جب مدت محتمل ہو انقضا کی یعنی بعد طلاق کے دو مہینے گذر گئے ہوں اور اگر دو مہینے سے قبل انقضائے عدت کے عورت نے خبر دی تو مقبول نہ ہوگی اور رجعت ثابت ہو جاوے گی کذا فی حاشیۃ المدنی کما لو انکرت عن الیمین عن مضی العدۃ چنانچہ رجعت صحیح ہے اگر قسم لی گئی عورت سے انقضائے عدت پر سو اس نے انقضائے عدت کی قسم سے انکار کیا **قال زوج الامۃ بعدہا** ای العدۃ **راجعتہا فیہا فصدقہ السید وکذبتہ** الامۃ ولا بینۃ **او قالت مضت عدتی وانکر الزوج والمولی فالقول لہا** عند الامام لانہا امینۃ کہا لونڈی کے زوج نے بعد عدت کے کہ میں نے اس سے رجعت کی عدت کے اندر سو اس کی تصدیق کی مالک نے اور تکذیب کی اس کی لونڈی نے اور گواہ زوج کے نہیں یا کہ لونڈی منکوحہ نے کہا کہ میری عدت منقضی ہوگئی اور زوج اور مالک نے انکار کیا تو لونڈی ہی کا قول معتبر ہوگا نزدیک امام کے اس واسطے کہ لونڈی بیان عدت میں امین ہے **فلو کذبہ المولی وصدقتہ الامۃ فالقول لہ** ای للمولی علی الصحیح لظہور ملکہ فی البضع فلا یمکنہا ابطالہ پھر اگر تکذیب کی زوج کے عدت کی رجعت میں لونڈی کے مالک نے اور تصدیق کی زوج کی لونڈی نے تو مالک ہی کا قول معتبر ہوگا بنا بر قول صحیح کے بسبب ظاہر ہونے ملکیت مالک کے لونڈی کی وطی میں سو ممکن نہیں لونڈی کو ابطال اس کا یعنی جب لونڈی کے زوج نے اس کو طلاق دی اور عدت گذر گئی تو مولی کی ملکیت علت وطی میں ظاہر ہو چکی اب تصدیق رجعت زوج سے اس ملکیت کو لونڈی باطل نہیں کر سکتی **قالت انقضت عدتی ثم قالت لم تنقض کان لہ الرجعۃ** لاخبارہا بکذبہا فی حق علیہا شمنی کہا عورت نے کہ میری عدت منقضی ہوگئی پھر اس نے کہا کہ عدت نہیں منقضی ہوئی تو زوج کو رجعت کرنا صحیح ہوگا بسبب خبر دینے عورت کے اپنے کذب پر اس حق میں جو اس پر واجب تھا کذا ذکرہ الشمنی

Marfat.com

ثم انما تعتبر المدۃ لو بالحیض لا بالسقط ولہ تحلیفہا انہ مستبین الخلق ولو بالولادۃ لم یقبل الا ببنیۃ ولو حرۃ فتح پھر تو اعتبار نیت کا اسی صورت میں ہے اگر انقضائے عدت حیض سے ہو یعنی اگر عورت نے انقضائے عدت کا بسبب حیض کے دعویٰ کیا بعد طلاق کے دو مہینے میں تو مسموع ہو گا اگر اس مدت سے کمتر میں دعوی کیا تو مقبول نہ ہوگا اور مدت معتبر نہیں اسقاط حمل میں اس واسطے کہ ممکن ہے بعد طلاق کے بلا توقف اسقاط حمل ہو اور عدت منقضی ہو جائے اور در صورت دعوی اسقاط زوج کو جائز ہے کہ قسم لے عورت سے اس امر کی کہ اسقاط حمل سے جو بچہ گرا اس کے بعضے اعضاء مخلوق ہو چکے تھے اس واسطے کہ گوشت کے لوتھڑا گرنے سے عدت نہیں منقضی ہوتی تاوقتیکہ کچھ صورت بنے اور اگر عورت مدعی انقضائے عدت کی ہو بسبب ولادت کے تو اس کا قول مقبول نہ ہوگا بدوں گواہی کے اگرچہ عورت حرہ ہو کذا فی فتح القدیر **وتنقطع الرجعۃ اذا طہرت من الحیض الاخیر** یعم الامۃ لعشرۃ ایام مطلقاً **وان لم تغتسل** اور منقطع ہوتی ہے رجعت جب کہ عورت طاہر ہو حیض اخیر سے بسبب گذر جانے دس روز کے ہر طرح سے خواہ خون بند ہو گیا ہو یا کہ جاری ہو اگرچہ عورت نہائی نہ ہو اور طہارت حیض اخیر سے لونڈی کو بھی شامل ہے **او بمضی وقت صلوۃ** یا اگرچہ وقت ایک نماز کا گذر گیا ہو تو بھی بعد دس روز کے عدت منقضی ہو گی **والاقل لا ینقطع حتی تغتسل** ولو بسور حمار مع وجود الماء المطلق لکن لا تصلی ولا تزوج احتیاطا . . . . . اور اگر طاہر ہوئی حیض اخیر سے دس دن سے کمتر میں تو عدت منقطع نہ ہو گی یہاں تک کہ عورت غسل کرے اگرچہ غسل گدھے کے جھوٹے پانی سے ہو باوجود مطلق پانی کے یعنی مشکوک پانی کے غسل سے بھی طہارت ثابت ہو گی انقضائے عدت کے حق میں لیکن اس غسل سے نماز نہ پڑھے اور نکاح بھی نہ کرے بنا بر احتیاط کے **او بمضی جمیع وقت صلوۃ** فتصیر دینا فی ذمتہا یا یہ کہ گذر جائے تمام وقت نماز کا تو نماز دین ہو جائے عورت کے ذمے میں مثلاً اشراق کے وقت اقل مدت حیض میں عورت طاہر ہوئی اور غسل نہ کیا تو عصر کے وقت اس کی مدت منقضی ہو گی **ولو عادو ہا لم یجاوز العشرۃ ظہر الرجعۃ** اور اگر عورت کے حیض نے پھر عود کیا اور حالانکہ دس روز سے تجاوز نہ کیا تھا تو زوج کو رجعت کا اختیار ہے اس واسطے کہ بسبب عود حیض کے معلوم ہوا کہ ہنوز عدت منقضی نہیں ہوئی **او حتی یتیمم عند عدم الماء وتصلی** ولو نفلا صلوۃ تامۃ فی الاصح یا یہاں تک کہ عورت تیمم کرے پانی نہ ہونے کے وقت اور نماز پڑھے پوری نماز اگرچہ نفل کی نماز ہو قول اصح میں یعنی اقل حیض میں عورت طاہر ہوئی اور پانی غسل کا موجود نہیں سو اس نے تیمم کر کے نماز پڑھی تب عدت منقضی ہو گی وفی الکنایۃ بمجرد الانقطاع ملتقی لعدم الخطاب قلت ومفادہ ان المجنونۃ والمعتوہۃ کذلک اور مطلقہ کتابیہ میں بمجرد حیض منقطع ہونے کے عدت منقضی ہوتی ہے کذا فی الملتقی بسبب اس کے نہ مخاطب ہونے کے یعنی احکام شرعی کی وہ مخاطب نہیں شارح کہتا ہے اور اس تعلیل سے مستفادہ ہوتا ہے کہ دیوانی عورت اور بیہوش بھی اسی طرح ہے یعنی اس کی عدت بھی مجرد انقطاع حیض کے منقضی ہو گی اس واسطے کہ وہ بھی بسبب زوال عقل کے احکام شرعی کی مکلف نہیں **ولو اغتسلت ونسیت اقل من عضو تنقطع** للتسارع الجفاف فلو تیقنت عدم الوصول وترکتہ عمداً لا تنقطع اور اگر غسل کیا عورت نے بعد اقل حیض کے اور بھول گئی کسی عضو کے ٹکڑے کو پانی پہنچانا اگرچہ ایک انگلی کو تو عدت منقطع ہو گی بواسطے احتمال جلد خشک ہو جانے کے تو اگر عورت کو پانی نہ پہنچنے کا اس ٹکڑے میں یقین ہو یا اس نے اسکو ترک کیا ہو تو عدت منقطع ہو گی ولو نسیت عضوا لا تنقطع اگر غسل میں پورے عضو پر پانی پہنچانا بھول گئی مانند ہاتھ پاؤں کے تو عدت منقطع ہو گی وکل واحد من المضمضۃ والاستنشاق کالانملۃ علی الاصح اور ہر واحد مضمضہ اور استنشاق سے مانند بعض کے ہے کہ وہ دونوں مل کر ایک عضو ہیں بنا بر قول صحیح کے تو اگر بھولے گی غسل میں تو عدت منقطع ہو گی **طلق حاملا منکرا وطیہا فراجعہا قبل الوضع فجاءت بولد لاقل من ستۃ اشہر من وقت الطلاق او لستۃ اشہر فصاعدا من وقت النکاح صحت رجعۃ السابقۃ** طلاق دی حاملہ کو اس کی وطی سے منکر ہو کر پھر عورت سے رجعت کی قبل وضع

Marfat.com

حمل کے پھر حاملہ لڑکا جنی چھ مہینے سے کمتر میں طلاق دینے کے وقت سے یا پورے چھ مہینے یا اس سے زیادہ مدت میں جنی نکاح کے وقت سے تو زوج کی اگلی رجعت صحیح ہوگی م جب کہ بعد طلاق کے چھ مہینے سے کمتر مدت میں حاملہ جنی تو زوج کے انکار وطی کو شرع نے باطل کیا اور یہ لڑکا زوج ہی کا ٹھہرا تو رجعت سابقہ کی صحت بھی ظاہر ہو گئی اس واسطے کہ عین عدت میں واقع ہوئی اور اگر بعد نکاح کے چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنے تو شرعاً تکذیب زوج کی انکار وطی میں ثابت نہ ہوگی اس واسطے کہ انعقاد ولد کا قبل نکاح کے ہوا تو رجعت بھی صحیح نہ ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی یہاں درمختار کے نسخوں میں اختلاف ہے بعض نسخوں میں یوں ہے (فجاءت بولد لاقل من ستۃ اشہر فصاعدا من وقت النکاح) ظاہر یہ نسخہ صحیح نہیں اس واسطے کہ وقت نکاح سے کمتر چھ مہینے میں ولادت ہونے سے شرعاً تکذیب زوج کی ثابت نہ ہوگی لہذا مترجم نے نسخہ محشی مدنی کا اختیار کیا و توقف ظہور صحتہا علی الوضع لا ینافی صحتہا قبلہ فلا مسامحۃ فی کلام الوقایہ اور موقوف ہونا ظہور صحت رجعت کا وضع حمل پر صحیح ہونے رجعت کا قبل وضع حمل کے مخالف نہیں تو کچھ تساہل اور بے تاملی وقایہ الروایۃ کے کلام میں نہیں م یہ شارح نے جواب دیا اس اعتراض کا جو صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں اعتراض کیا متن پر وقایہ کا مضمون یہ ہے کہ حاملہ طلاق دے اس کی وطی سے منکر ہو کر تو زوج کو رجعت کا اختیار ہے خلاصہ عبارت شرح وقایہ کے اعتراض کا یہ ہے کہ وقت طلاق سے بدوں کمتر چھ مہینے کی ولادت کے حمل ثابت نہیں ہو سکتا پھر جب عورت جنی تو عدت منقضی ہو گئی پھر رجعت کیونکر صحیح ہوگی اور علت رجعت کی قبل وضع حمل کے مراد نہیں ہو سکتی اس واسطے کہ زوج منکر ہے وطی کا اور بدوں ولادت مذکورہ کے شرعاً اس تکذیب نہیں کرتی فقط شارح نے وقایہ کی طرف سے جواب دیا کہ صحت رجعت کا ظاہر ہونا البتہ ولادت پر موقوف ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اصل صحت قبل ولادت کے نہ ثابت ہو خلاصہ یہ کہ وضع حمل پر ظہور صحت موقوف ہے نہ اصل صحت اور کلام وقایہ کا اصل صحت پر مبنی ہے نہ ظہور صحت پر تو اب اس کلام میں کچھ تساہل اور مسامحت باقی نہ رہی کما صحت لو **طلق من ولدت قبل الطلاق** فلو ولدت لبعدہ فلا رجعۃ لمضی العدۃ **منکرا وطیہا** لان الشرع کذبہ بجعل الولد للفراش فبطل زعمہ حیث لم یتعلق باقرارہ حق الغیر چنانچہ رجعت صحیح ہے اگر طلاق دی منکر وطی ہو کر اس عورت کو جو جنی قبل طلاق کے اور اگر بعد طلاق کے جنی تو رجعت صحیح نہیں اس واسطے کہ بسبب ولادت کے عدت منقضی ہو گئی اور ولادت قبل طلاق میں باوجود انکار وطی کے رجعت اس واسطے صحیح ہوئی کہ شرع نے انکار زوج کی تکذیب کی بسبب ٹھہرانے ولد کے واسطے فراش کے یعنی تا قیام نکاح منکوحہ کا لڑکا زوج ہی کی طرف منسوب ہوگا شرعاً تو زوج کا عدم وطی کا زعم باطل ہو گیا اس وجہ سے کہ اس کے اقرار سے غیر کا حق متعلق نہیں **ولو خلا بہا ثم انکرہ** ای الوطی **ثم طلقہا لا یملک الرجعۃ** لان الشرع لم یکذبہ اور اگر عورت سے خلوت کی پھر وطی کا منکر ہوا پھر اس کو طلاق دی تو رجعت کا مالک نہ ہوگا اس واسطے کہ شرع نے اس کی تکذیب نہیں کی و ہو اقربہ و انکرتہ فلہ الرجعۃ اور اگر زوج نے بعد خلوت کے وطی کا اقرار کیا اور عورت نے اس کا انکار کیا تو زوج کو رجعت جائز ہے اس واسطے کہ ظاہر حال شاہد ہے زوج کا و لو لم یخل بہا فلا رجعۃ لان الظاہر شاہد لہا و لو الجبہ اور اگر زوج نے وطی کا دعوی کیا اور عورت اس کی منکر ہے اور حالانکہ زوج نے عورت سے خلوت نہیں کی تو زوج کو رجعت کا اختیار نہیں اس واسطے کہ ظاہر حال شاہد عورت کا ہے کذا فی الو لو الجیہ **فان طلقہا فراجعہا و المسئلۃ بحالہا فجاءت بولد لاقل من حولین** من حین الطلاق **صحت رجعتہ السابقۃ** لصیرورتہ مکذبا کما مر پھر اگر طلاق دی عورت کو اور اس سے رجعت کی اور یہ مسئلہ بھی بحال سابق کے ہے یعنی بعد خلوت کے وطی کا انکار کر کے طلاق دی پھر رجعت کے بعد عورت لڑکا جنی دو برس سے کم تر میں وقت طلاق سے تو صحیح ہوگی زوج کی رجعت سابقہ بواسطے ہو جانے زوج کے

سلہ پھر لڑکا جنی چھ مہینے سے کمتر یا اس سے زاید وقت میں نکاح سے ۱۲

Marfat.com

دروغ گو شرعاً چنانچہ عنقریب گذرا یعنی بسبب ولادت کے انکار وطی میں زوج کی تکذیب ہوئی تو رجعت سابقہ عدت کے اندر واقع ہوئی لہذا صحیح ہوگی ولو قال ان ولدت فانت طالق فولدت فطلقت فاعتدت ثم ولدت آخر لبطنین یعنے لبدستہ اشہر ولو لاکثر من عشر سنین مالم تقر بانقضاء العدۃ لان امتداد الطہر لا غایۃ لہ الا الایاس فہو ای الولد الثانی رجعۃ اذ یجعل العلوق لوطی حادث فی العدۃ بخلاف مالو کان ببطن واحد اور اگر زوج نے کہا زوجہ سے کہ اگر تو جنے گی تو تو طالق ہے پھر وہ جنی سو وہ مطلقہ ہوئی پھر وہ معتدہ ہوئی بعد اس کے وہ دوسرا لڑکا جنی دوسرے پیٹ سے یعنی ولادت ولد اول سے بعد چھ مہینے کے ولد ثانی جنی اگر ولد ثانی کو دس برس سے زیادہ میں جنی جب تک کہ عورت انقضائے عدت کا اقرار نہ کرے اس واسطے کہ درازی طہر کی کچھ حد نہیں سوائے بڑھاپے کے تو یہ ولد ثانی رجعت ہوگا اس واسطے کہ علوق ولد ثانی کا وطی جدید سے قرار دیا جائے گا عدت میں بخلاف اس صورت کے جب کہ ولد ثانی ایک ہی پیٹ سے ہو یعنے دونوں کی ولادت میں چھ مہینے سے کم مدت ہو مثلاً ولد اول کے بعد چار یا پانچ مہینے کے ولد ثانی پیدا ہو تو رجعت نہ ثابت ہوگی اس واسطے کہ علوق ثانی کا وطی حادث سے ثابت نہیں وفی کلما ولدت فانت طالق فولدت ثلثۃ ببطون تقع الثلث والولد الثانی رجعۃ فی الطلاق الاول کما مر تطلق بہ ثانیا کالد الثالث فانہ رجعۃ فی الثانی وتطلق بہ ثلثا عملا بکلما وتعتد للطلاق الثالث بالحیض لانہا من ذوات الاقراء مالم تدخل فی سن الایاس فبالاشہر اور اس قول میں کہ جب تو جنے گی تو تو طالق ہے تو پھر وہ جنی تین لڑکے تین پیٹ سے تو تین بار طلاق ہوگی اور ولد ثانی رجعت ہوگا طلاق اول میں چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی علق اس کا عدت میں وطی جدید سے ہوا اور ثانی سے دوسری بار عورت مطلقہ ہوگی مانند ولد ثالث کے اس واسطے کہ ولد ثالث رجعت ہے طلاق ثانی میں اور مطلقہ ہوگی عورت تین طلاق سے ولد ثالث کے سبب سے کلما کے معنی پر عمل کرنے سے اس واسطے کہ کلما مقتضی ہے عموم افعال کا اور طلاق ثالث کے واسطے عورت کی عدت ہوگی حیض سے اس واسطے کہ مطلقہ وقت طلاق سے حیض آنے والی عورتوں میں داخل ہے جب تک کہ وہ ناامیدی کے سن میں نہ داخل ہو پھر جب بڑھاپے میں داخل ہوگی تو اس کی عدت مہینوں سے ہوگی ولو کانوا ببطنین یقع ثنتان بالاولین لا بالثالث لانقضاء العدۃ بہ فتح اگر تین لڑکے دو حمل سے جنی تو پہلے دو لڑکوں سے دو بار طلاق واقع ہوگی نہ تیسرے لڑکے سے واسطے منقضی ہونے عدت کے اس کی ولادت سے خواہ اول حمل سے پیدا ہوئے ہوں خواہ دوسرے حمل سے کذا فی فتح القدیر والمطلقۃ الرجعیۃ تتزین ویحرم ذلک فی البائن والوفات لزوجہا الحاضر لا الغائب لفقد العلۃ اذا کانت الرجعۃ مرجوۃ والا فلا تفعل ذکرہ مسکین اور مطلقہ رجعیہ سنگار کرے اور حرام ہے سنگار کرنا طلاق بائن میں اور زوج کی وفات میں مطلقہ رجعیہ اپنے زوج موجود کے واسطے سنگار کرے نہ زوج غائب کے واسطے بسبب فقدان علت کے یعنی سنگار فقط بامید رجعت ہے سو غائب میں حاصل نہیں سنگار اس وقت مستحب ہے جب کہ رجعت کی امید ہو اور اگر رجعت کی امید نہ ہو تو سنگار نہ کرے چنانچہ مسکین نے اس کا ذکر کیا ہے ولا یخرجہا من بیتہا ولو لما دون سفر للنہی مطلق عالم لیشہد علی رجعتہا فتبطل العدۃ وہذا اذا صرح بعدم رجعتہا فلو لم یصرح کان السفر رجعۃ دلالۃ فتح بحثا واقرہ المصنف اور زوجہ مطلقہ رجعیہ کو اس کے گھر سے نکال لے جائے اگرچہ اخراج مدت سفر سے کم ہو بسبب نہی مطلق کے یعنی قرآن مجید میں مطلقہ کا مطلقاً اخراج ممنوع ہے بقدر مدت سفر ہو یا کم مطلقہ کو گھر سے نہ نکالے جب تک گواہ نہ کرلے اس کی رجعت پر پھر جب رجعت پر گواہ کرے گا تو عدت طلاق کی باطل ہوگی تو نکالنا جائز ہوگا اور یہ یعنی اخراج بلا شہادت کا رجعت نہ ہونا اس وقت ہے جب کہ زوج نے وقت اخراج کے عدم رجعت کی تصریح کی ہو اور اگر عدم رجعت کی تصریح نہ کی ہو تو سفر میں مطلقہ کا لیجانا بھی رجعت ہے باعتبار دلالت حال کے چنانچہ یہ قید

Marfat.com

فتح القدیر میں بدلیل مصرح ہے اور مصنف نے بھی اپنی شرح میں اس کو مسلم رکھا ہے **والطلاق الرجعی لا یحرم الوطی خلافا للشافعی فلو وطی لا عفر علیہ لانہ مباح** اور طلاق رجعی حرام نہیں کرتی وطی کو بخلاف مذہب شافعی کے سو اگر مطلقہ رجعی کی وطی کرے گا تو زوج پر مہر مثل دینا لازم نہ آوے گا اس واسطے کہ وطی کرنا مباح ہے یعنی حرام نہیں اگرچہ مکروہ ہے اس واسطے کہ رجعت فعل مکروہ ہے **لکن تکرہ الخلوۃ بہا تنزیہا ان لم یکن من قصدہ المراجعۃ والا لا یکرہ** مطلقہ رجعی سے خلوت کرنا مکروہ ہے بکراہت تنزیہی بشرطیکہ زوج کو رجعت کا قصد نہ ہو اور اگر رجعت کا قصد ہو تو خلوت کرنا مکروہ نہیں **ویثبت القسم لہا ان کان من قصدہ المراجعۃ والا لا قسم لہا** بحر عن البدائع قال فی صرحوا بان لہ ضرب امرأتہ علی ترک الزینۃ وہو شامل للمطلقۃ رجعیا اور مطلقہ رجعی کے واسطے باری ثابت ہے اگر زوج کو قصد رجعت کا ہو اور اگر قصد رجعت کا نہیں تو اس کی باری بھی نہیں کذا فی البحر عن البدائع صاحب بحر الرائق نے کہا کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ زوج کو مارنا عورت کا ترک زینت پر جائز ہے اور یہ جواز مطلقہ رجعی کو بھی شامل ہے اس واسطے کہ طلاق رجعی میں زوجیت تا عدت منقطع نہیں و **ینکح مبانتہ بما دون الثلث فی العدۃ وبعدہا بالاجماع** اور نکاح کرے زوجہ مطلقہ بائنہ سے تین طلاق سے کمتر میں یعنی اگر ایک طلاق بائن ہوئی یا دو طلاق تو عدت کے اندر بدلیل اجماع نکاح جائز ہے اور بعد عدت کے بھی جائز ہے م لفظ بالاجماع متعلق ہے فی العدۃ کا تو بہتر یوں تھا کہ بلا فصل اسی کے قریب ہوتا اور یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال یہ ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے **لا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتاب اجلہ** یعنی نکاح کا قصد نہ کرو تاوقتیکہ عدت نہ تمام ہو اور یہ خطاب شامل ہے زوج اور غیر زوج دونوں کو پھر عدت میں نکاح کرنے کی کیا وجہ ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ زوج اس عموم سے بدلیل اجماع مخصوص ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الدر والمنتقی **ومنع غیرہ فیہا لاشتباہ النسب** اور غیر زوج ممنوع ہوا عدت میں نکاح کرنے سے بسبب اشتباہ نسب کے یعنی اگر غیر زوج کو عدت مطلقہ نکاح جائز ہوتا اور بعد اس کے لڑکا پیدا ہوتا تو معلوم نہ ہوتا کہ زوج اول کا نطفہ ہے یا ثانی کا م **بتعلیل صغیرہ** اور آئسہ اور عدت وفات قبل دخول اور معتدہ صبی سے منقوض ہے تو یوں کہنا بہتر ہے کہ نص قرآنی سے عدت میں نکاح کرنا عموماً منع ہے اور زوج اس سے بالاجماع مخصوص ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر **لا ینکح مطلقۃ من نکاح صحیح نافذ اکما سبینہا بہا ای بالثلث لو حرۃ وبالثنتین لو امۃ ولو قبل الدخول** نہ نکاح کرے زوج مطلقہ ثلثہ سے بشرطیکہ نکاح صحیح نافذ کے بعد تین بار طلاق واقع ہو چنانچہ قید صحت اور نفاذ کی اس باب میں بعد ایک صفحہ کے ہم ثابت کریں گے اگر منکوحہ حرہ ہے تو بعد تین طلاق کے نکاح نہیں اور اگر لونڈی ہے تو بعد دو طلاق کے نکاح نہیں اگرچہ قبل دخول مطلقہ ہوئی ہو تو بھی نکاح حلال نہیں وما فی المشکلات باطل او ماول کما مر اور جو قول مشکلات میں یعنے مطلقہ ثلثہ کا قبل دخول کے نکاح بلا تحلیل جائز ہے سو باطل ہے یا ماول ہے باطل اسوجہ سے ہے کہ نص اور اجماع کے مخالف ہے اور تاویل اس کی یوں ہو سکتی ہے کہ متفرق تین طلاق پر محمول ہے تو اس صورت میں اول طلاق سے بلا عدت جدا ہو گئی اور دوسری اور تیسری طلاق لغو ہو گئی بسبب فقدان محل کے چنانچہ اس کا بیان باب الطلاق قبل الدخول میں مشرح ہو چکا **حتی یطأہا غیرہ ولو الغیر مراہقا** یجامع مثلہ وقدرہ شمس الاسلام بعشر سنین او خصیا او مجنونا او ذمیا لذمیۃ مطلقۃ ثلثہ کا نکاح زوج اول کو جائز نہیں یہاں تک کہ جماع کرے اس سے غیر اس کا اگرچہ غیر یعنی زوج ثانی مراہق یعنے قریب البلوغ لڑکا ہو کہ ویسا لڑکا جماع کر سکتا ہو اور شمس الاسلام نے مراہق کا اندازہ دس برس تک مقرر کیا ہے یا زوج ثانی خصی ہو یا کہ دیوانہ ہو یا ذمی ہو مطلقہ ذمیہ کے واسطے خصی کا محلل ہونا اس واسطے صحیح ہوا کہ اگرچہ اس کے فوطے نہیں لیکن آلۂ تناسل ہے اور مجنون کی تحلیل اس طرح ہو سکتی ہے کہ اس کا ولی اس کا نکاح کر دے مگر طلاق اس کی بدوں ہوش آنے کے صحیح نہ ہوگی اور ذمی کے محلل ہونے کی یہ صورت ہے کہ کتابیہ

Marfat.com

ذمیہ مسلم کی منکوحہ تھی سو مطلقہ ثلثہ ہوئی تو اگر بعد عدت کے ذمی اس سے نکاح کرے گا اور بعد دخول کے طلاق دیگا تو زوج اول پر نکاح اس کا حلال ہوگا بنکاح نافذ خرج الفاسد والموقوف فلو نکحها عبد بلا اذن سیده ووطیها قبل الاجازة لا یحلها حتی یطأها بعده زوج ثانی مطلقہ ثلثہ کی وطی نافذ نکاح سے کرے تب زوج اول پر حلال ہوگی نافذ کی قید سے نکاح فاسد اور نکاح موقوف نکل گیا تو اگر مطلقہ سے غلام نے نکاح بدوں اذن مولی کے کیا اور وطی کی اس سے قبل اجازت مولیٰ کے تو وطی اس غلام کی عورت کو زوج اول پر حلال نہ کرے گی جب تک دوبارہ اس عورت سے وطی نہ کرے بعد اجازت مولیٰ کے اس واسطے کہ نکاح غلام کا مولیٰ کی اجازت پر موقوف ہے بدوں اجازت کے نافذ نہیں ومن لطیف الحیل ان تزوج بمملوک مراهق بشاهدین فاذا اولج یملکها فیبطل النکاح ثم تبعثه لبلد آخر فلا یظهر امرها اور زوج اول پر حلال ہونے کی نہایت خوب تدبیر ہے کہ مطلقہ ثلثہ کا نکاح کردے قریب البلوغ غلام سے روبرو دو شاہدوں کے پھر جب وہ دخول کر چکے تو غلام کا مالک عورت کو غلام کا مالک کردے تو نکاح باطل ہوگا پھر عورت غلام کو کسی دوسرے شہر میں بھیج دے کہ وہاں بیچ ڈالا جاوے تو اس تدبیر سے عورت کا حال کسی پر نہ کھلے اور یہ حیلہ مبنی ہے ظاہر مذہب پر کہ کفایت نکاح میں شرط نہیں لہذا شارح نے آئندہ قول میں اس کا استدراک کیا لکن علی روایة الحسن المفتی بها انه لا یحلها اتفاقا کما مر لیکن حسن بن زیاد کی روایت پر جس پر فتوی ہو چکا ہے البتہ غلام عورت کو زوج اول پر حلال نہ کرے گا بسبب کفائت کے اگر عورت کا ولی موجود ہوگا اور اگر ولی نہ ہوگا تو اس کو حلال کردیگا باتفاق حنفیہ کے چنانچہ یہ مسئلہ باب الاکفاء الاولیاء میں گذر گیا وتمضی عدته اور مطلقہ ثلاثہ زوج اول پر اس وقت حلال ہوگی جب کہ زوج ثانی بنکاح نافذ وطی کرے اور زوج ثانی کی عدت بھی گذر جائے خواہ عدت طلاق کی ہو خواہ عدت فسخ نکاح کی خواہ موت کی کذا فی حاشیة المدنی لا بملک یمین لاشتراط الزوج بالنص فلا یحلها وطی المولیٰ اور حلال نہیں کرتی مطلقہ کو وطی ملک یمین سے بسبب مشروط ہونے زوج کے نص سے تو لونڈی کو حلال نہ کرے گی وطی مولیٰ کی یعنی زوج نے اپنی منکوحہ لونڈی کو دو بار طلاق دی تو زوج پر بحرمت غلیظہ حرام ہوگئی پھر اس لونڈی کے مالک نے اس سے وطی کی بملک یمین بعد عدت کے تو وہ لونڈی زوج پر حلال نہ ہوگی اس واسطے کہ نص قرآنی میں حلت موقوف ہے زوج کی وطی پر نہ مالک کی وطی پر ولا ملک امة بعد طلقتین اور نہ مالک ہونا لونڈی کا بعد دو طلاق کے یعنی جس نے غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اس کو دو بار طلاق دی پھر اس لونڈی کو مول لیا تو اس مشتری کو وطی اس کی بملک یمین حلال نہیں اس واسطے کہ حلت مطلقہ کی غایت منوط موجود نہیں یعنی زوج ثانی کی وطی قال تعالیٰ حتی تنکح زوجا غیره ہم مسئلہ ملک امة کا لا یحلها وطی المولی پر معطوف نہیں اس واسطے کہ وہ غیر کی ملک پر متفرع ہے بخلاف اس کے تو شارح نے بمناسبت مقام اس کو بطور استیناف کے ذکر کیا کذا فی حاشیة المدنی او حرة بعد ثلث او ردة وسبی یا ملک حرہ کی بعد تین طلاق کے اور مرتد ہونے اور گرفتار ہونے کے بعد یعنی ایک مرد نے اپنی زوجہ حرہ پر تین بار طلاق واقع کی پھر وہ مرتد ہوگئی اور دارالاسلام میں گرفتار ہو کر آئی پھر اس کے مالک نے اس سے وطی کی تو زوج اول پر یہ عورت حلال نہ ہوگی اس واسطے کہ زوج ثانی کی وطی غایت ہے حلت کی نہ ملک یمین کی وطی ونظیره من فرق بینهما بظهار او لعان ثم ارتدت وسبیت ثم ملکها لم تحل له ابدا اور مانند مسئلہ حرہ مرتدہ کے وہ ہے کہ بسبب ظہار یا لعان کے زوج اور زوجہ میں تفریق واقع ہوئی یعنی وطی ممنوع ہوئی پھر زوجہ مرتد ہوگئی اور دارالحرب سے دارالاسلام میں گرفتار ہو آئی پھر زوج اس کا مالک ہوگیا تو یہ عورت مرد پر کبھی حلال نہ ہوگی یعنی ظہار میں بدوں کفارہ کے اور لعان میں بدوں ابطال لعان کے حلال نہ ہوگی تو شارح کے کلام میں یعنی حرمت موبدہ کے ذکر میں مسامحت ہے اس اعتماد سے کہ باب ظہار اور لعان میں قیود مقررہ مذکور ہیں کذا فی حاشیة المدنی وشرط التیقن بوقوع الوطی فی المحل المتیقن به فلو کانت صغیرة لا یوطأ مثلها لم تحل للاول اور شرط تحلیل کی یہ ہے کہ مکان مخصوص میں وطی کے ہونے کا یقین ہو یعنی محل مشتہی ہو تو اگر عورت مطلقہ ایسی

Marfat.com

صغیرہ ہو کہ ویسی لڑکی لائق جماع کے نہ ہو تو زوج اول پر حلال نہ ہوگی اگرچہ زوج ثانی وطی کر چکا ہو اس واسطے کہ نہایت صغیرہ محل شہوت نہیں اور اس کی وطی شرعاً معتبر نہیں تو وجود کالعدم ہوا وطی متیقن نہ پائی گئی کذا فی حاشیۃ المدنی والاحلت وان اقضاہا بزازیہ اور اگر ویسی صغیرہ وطی کے لائق ہو تو زوج ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال ہو گی اگر زوج ثانی صغیرہ کو مفضاۃ کر ڈالے کذا فی البزازیہ مفضاۃ اس عورت کو کہتے ہیں جس کے قبل اور دبر کے درمیان کا پردہ پھٹ کر ایک ہو جاویں فلو مفضاۃ لاتحل لہ الا اذا احبلت لیعلم ان الوطی کان فی قبلہا جب وطی متیقن شرط تحلیل کی ہوئی تو اگر مطلقہ ثلاثہ مفضاۃ ہو تو زوج ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال نہ ہوگی مگر جب کہ وہ حاملہ ہو جاوے تاکہ بالیقین معلوم ہو جائے کہ وطی اس کی قبل ہی میں ہوئی نہ دبر میں اور بدوں حمل ہونے کے قبل کی وطی کا یقین نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ دونوں مکان مل کر ایک ہو گئے ہیں بخلاف مسئلہ سابقہ کہ وہاں قبل کی وطی میں شبہ نہیں اس واسطے کہ صغیرہ پہلے مفضاۃ نہ تھی بلکہ قبل کی وطی سے اس کی یہ حالت ہو گئی تو دونوں صورتوں میں فرق ظاہر ہو گیا کما لو تزوجت بمجبوب فانہا لاتحل حتی تحبل لوجود الدخول حکما حتی تثبت النسب فتح فالاقتصار علی الوطی قصور الا ان یعلم بالحقیقی والحکمی چنانچہ اگر مطلقہ ثلاثہ نے نکاح کیا زوج ثانی مقطوع الذکر سے تو یہ عورت زوج اول پر حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ حاملہ نہ ہو اور جب حاملہ ہو گی تو اول کو حلال ہو گی بسبب وجود دخول حکمی کے یعنی ہر چند یہاں دخول حقیقی متصور نہیں اس واسطے کہ زوج ثانی کا آلۂ تناسل مطلق باقی نہیں لیکن حکمی دخول ہے یعنی شرع میں یہ حمل زوج ہی کی طرف منسوب ہو گا بسبب قیام نکاح کے یہاں تک کہ بسبب اس دخول حکمی کے اس ولد کا نسب زوج ہی سے ثابت ہو گا کذا فی فتح القدیر پھر جب دخول حکمی بھی علت ہوا تحلیل کی تو اقتصار کرنا مصنف کا شرط تحلیل کے ذکر میں فقط وطی پر قصور ہے عبارت کا مگر یہ کہ وطی کو عام کیجیے وطی حقیقی اور وطی حکمی سے تو البتہ قصور باقی نہ رہے گا مقطوع الذکر بھی وطی حکمی میں داخل رہے گا والایلاج فی محل البکارۃ یحلہا والموت عنہا لا کما فی القنیۃ واستشکلہ المصنف اور ادخال محل بکارت میں حلال کر دیتا ہے عورت کو زوج اول کے واسطے اور مرجانا زوج ثانی کا عورت کو زندہ چھوڑ کر حلال نہیں کرتا بدوں وطی کے کذا فی القنیہ اور مشکل جانا ہے اس احلال کو مصنف نے اپنی شرح میں اور اصل اشکال صاحب بحر الرائق کا ہے تقریب اشکال کی یہ ہے کہ قنیہ میں کہا کہ مجرد ادخال محل بکارت میں سبب ہے حلت کا حالانکہ باوجود باقی رہنے پردہ بکارت کے دخول حشفہ کا متصور نہیں اور تحلیل میں وہ ادخال معتبر ہے جو موجب غسل کا اور غسل بدون دخول حشفہ کے واجب نہیں دنی النہر وکانہ ضعیف لما فی التبیین لیشترط ان یکون الایلاج موجبا للغسل وہو التقاء الختانین بلا حائل یمنع الحرارۃ اور نہر الفائق میں کہا ہے کہ شائد قول قنیہ کا ضعیف ہے اس واسطے کہ تبیین میں یوں ثابت ہے کہ تحلیل میں شرط یہ ہے کہ وہ ادخال ہو جو موجب ہے غسل کا اور موجب غسل کا ملنا دونوں شرمگاہوں کا ہے بدوں حائل ہونے اس چیز کے جو مانع ہو حرارت کی ہم شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ ادخال فی محل البکارۃ سے مراد یہ ہے کہ بعد ازالہ بکارت کے ادخال ہو اس واسطے کہ دو چیز کا حلول محل واحد میں محال ہے تو اشکال مصنف کا اور تضعیف صاحب نہر الفائق کی مندفع ہو گئی کذا فی حاشیۃ المدنی وکونہ عن قوۃ نفسہ فلا یحلہا من لایقدر علیہ الا بمساعدۃ الید الا اذا انتشر وعمل ولو فی حیض ونفاس واحرام وان کان حراما وان لم تنزل لان الشرط الذوق لا الشبع اور شرط تحلیل ہے ہونا ادخال کا اپنی قوت ذات سے تو عورت کو زوج پر حلال نہ کرے گا وہ شخص جو قادر نہیں ادخال پر بدوں مدد گاری ہاتھ کے مگر اس وقت حلت ثابت ہو گی جبکہ بعد ادخال بمساعدت ید کے اس کو استادگی حاصل ہو اور عمل کرے یعنی بلا مساعدت داخل کرے اگرچہ ادخال حیض اور نفاس اور احرام میں ہو اگرچہ وطی ان حالتوں میں حرام ہے لیکن تحلیل صحیح ہو گی اگرچہ اس وطی سے انزال نہ ہو اس واسطے کہ تحلیل میں لذت پانا شرط ہے نہ کہ سیری جماع سے قلت وفی المجتبی الصواب حلہا بدخول الحشفۃ مطلقا لکن فی شرح المشارق لابن ملک لو وطیہا وہی نائمۃ لایحلہا للاول

Marfat.com

لعدم ذوق العسیلۃ وینبغی ان یکون الوطی فی حالۃ الاغماء کذلک شارح کہتا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ مجتبی میں ہے کہ حق یوں ہے کہ ثابت ہوتی ہے
حلت عورت کی دخول حشفہ سے مطلقاً خواہ بمساعدت ہاتھ کے ہو خواہ بلا مساعدت لیکن ابن ملک کی شرح مشارق میں یوں ہے کہ اگر
سوتی عورت سے وطی کرے گا تو عورت کو زوج اول پر حلال نہ کرے گا بسبب عدم ذوق عسیلہ کے ذوق عسیلہ کنایہ ہے لذت جماع سے یعنی
حدیث صحیح میں مرد اور عورت دونوں کے واسطے جماع کی لذت یابی تحلیل کی شرط فرمائی ہے حالانکہ سوتی عورت کو لذت حاصل نہیں اور سزاواریوں
ہے کہ بیہوشی کی حالت کی وطی بھی اسی طرح ہو یعنی مانند وطی نائمہ کے م شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ استدراک شارح کا لائق اعتماد کے نہیں اس واسطے
شارح مشارق فقہ ایسی کتاب معتمد نہیں کہ اس کی روایت نقل مذہب میں درست ہو اور اطلاق متون اور شروح کا اس کو رد کرتا ہے اور ذوق عسیلہ
نائمہ کو موجود ہے حکما کیا تو نہیں جانتا کہ جب نائم طراوت کو پاوے تو اس پر غسل واجب ہے حالانکہ خروج منی بدوں لذت کے موجب غسل کا نہیں
نائم کو حکم غسل کا نہیں مگر بسبب وجود لذت حکمی کے اس واسطے کہ اکثر یہ ہے کہ لذت حاصل ہوتی ہے مگر بسبب ثقل نوم کے یاد نہیں رہتی
کذا فی حاشیۃ المدنی وکرہ التزوج للثانی تحریما لحدیث لعن اللہ المحلل والمحلل لہ بشرط التحلیل کتزوجتک علی ان اطلقک وان حلت
اول لصحۃ النکاح وبطلان الشرط فلا یجبر علی الطلاق کما حققہ الکمال خلافا لما زعمہ البزازی اور مکروہ تحریمی ہے زوج ثانی کو نکاح کرنا تحلیل
شرط سے بموجب حدیث عبداللہ بن مسعود کے جو جامع ترمذی میں بروایت صحیح مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لعنت
ہے اللہ تحلیل کرنے والے پر اور اس پر جسکے واسطے تحلیل ہوئی یعنی زوج ثانی اور زوج اول دونوں پر لعنت ہے شرط تحلیل کا طریقہ
یوں ہے جیسے کہ زوج ثانی عورت سے کہے کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا اس شرط پر کہ میں تجھ کو طلاق دوں گا اگرچہ نکاح بشرط تحلیل سے عورت
حلال ہوگی زوج اول کو بسبب صحیح ہو جانے اس نکاح مشروط کے اور باطل ہو جانے شرط تحلیل کے تو زوج ثانی پر جبر نہیں ہو سکتا طلاق دینے
پر چنانچہ اسی کو تحقیق کیا ہے کمال الدین محقق نے بخلاف زعم بزازی کے بزازی نے کہا کہ نکاح بشرط تحلیل میں نکاح بھی جائز ہے اور شرط
بھی جائز ہے یہاں تک کہ اگر زوج ثانی طلاق دینے سے انکار کرے گا تو قاضی بجبر اس سے طلاق دلائے گا اور فتح القدیر میں محقق نے
اس کو رد کیا کہ یہ قول ظاہر الروایت میں ثابت نہیں اور قواعد مذہب کے مخالف ہے اس واسطے کہ یہ شرط ایسی ہے جس کو عقد مقتضی نہیں تو اصل
نکاح صحیح ہوگا اور شرط باطل ہو جائے گی کذا فی حاشیۃ المدنی ومن لطیف الحیل قولان تزوجتک وجامعتک او امسکتک فوق ثلث مثلاً
بنت بائن اور تحلیل کے واسطے لطیف جملہ زوج کا یوں کہنا ہے کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں اور جماع کروں تو تو بائن ہے یا اگر میں تجھ کو
تین رات سے مثلاً زیادہ رکھوں تو تو بائن ہے تو اگر بعد جماع کے تین رات سے زیادہ زوج ثانی عورت کو رکھے گا تو عورت مطلقہ ہو کر بعد
عدت کے زوج اول پر حلال ہو جاوے گی ولو خافت ان لا یطلقہا تقول تزوجتک نفسی علی ان امری بیدی تملیکی وتمامہ فی العمادیہ اور اگر
عورت اس سے ڈرے کہ زوج ثانی اس کو طلاق نہ دیگا تو اس کے واسطے یہ حیلہ ہے کہ عورت ایجاب کے وقت یوں کہے کہ میں نے اپنی ذات
کا نکاح کیا تجھ سے اس شرط پر کہ امر میرا میرے ہاتھ میں رہے یعنی طلاق کا تجھ کو اختیار ہو کذا فی التزیلعی اور پوری تقریر اس کی فصول عمادیہ
میں ہے م فصول عمادیہ میں یوں ہے کہ جب عورت امساک محلل سے ڈرے تو یوں کہے کہ میں نے اپنی ذات کا نکاح تجھ سے کیا اس شرط
پر کہ میرا امر میرے ہاتھ میں رہے اور زوج نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو نکاح جائز ہوگا اور عورت کو طلاق کا اختیار حاصل رہے گا اور اگر
زوج نے ابتدا کی اور کہا کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا اس شرط پر کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں رہے سو عورت نے اس ایجاب کو قبول کیا تو نکاح
جائز ہوگا اور طلاق کا اس کو اختیار نہ ہوگا وجہ فرق کی یہ ہے کہ جب زوج نے عورت کو طلاق تفویض کی تو اس کے نکاح میں نہ تھی

Marfat.com

اور تفویض بدون ملک یا اضافت الی سبب الملک کے صحیح نہیں حالانکہ دونوں امر اس وقت موجود نہیں بخلاف پہلی صورت کے کہ جب زوج نے قبول کیا تو عورت کے منکوحہ ہونے کی مقارن تفویض پائی گئی لہذا صحیح ہوئی لہا اذا ضم ذلک لایکرہ وکان الرجل ماجورا لقصد الاصلاح وتاویل اللعن اذا شرط الاجر ذکرہ البزازی اور اگر قصد تحلیل کو زوج ثانی نے دل میں رکھا یعنی زبان سے نہ کہا تو اس مرد کو ثواب ملے گا بسبب قصد اصلاح کے کہ بعد ازالۂ حرمت کے دو بچھڑے مسلمان کو ملا دیا اور تاویل لعن محلل کی یہ ہے جب کہ کچھ اجرت تحلیل پر لی کذا ذکرہ البزازی ثم ہذا کلہ فرع صحۃ النکاح الاول حتی لو کان بلا ولی بل بعبارۃ المرأۃ او بلفظ ہبۃ او بحضرۃ الفاسقین ثم طلقہا ثلثا واراد حلہا بلا زوج یرفع الامر لشافعی یفتی بہ ببطلان النکاح ای فی القائم والآن لانی المنقضی بزازیہ پھر یہ سب کچھ جو مذکور ہوا تو اول نکاح کی صحت پر متفرع ہے یعنی اگر زوج اول کا نکاح صحیح تھا تو بعد تین طلاق کے تحلیل کے واسطے ان حیلوں کی البتہ حاجت ہے سو اگر اول نکاح بدوں ولی کے تھا بلکہ خود عورت کی عبارت سے ہوا تھا یا بلفظ ہبہ تھا یا دو فاسق گواہوں کے روبرو ہوا تھا پھر زوج نے اس کو تین بار طلاق دی اور عورت کا حلال ہونا بدوں زوج ثانی کے چاہا تو اس امر کو قاضی شافعی المذہب کے پاس رجوع کرے تاکہ قاضی حلت کا اور بطلان نکاح کا حکم کرے یعنی حکم بطلان کا اس نکاح میں کرے جو قائم اور اب موجود ہے نہ نکاح گذشتہ میں کذا فی البزازیہ ہم شارح کی یہ تعبیر ٹھیک نہیں اس واسطے کہ یہ تعبیر اس کو مقتضی ہے کہ نکاح بلا ولی اور بلفظ ہبہ اور بحضور شاہدین فاسقین حنفی مذہب میں صحیح نہیں بلکہ فاسد ہے حالانکہ یہ غلط ہے تو عبارت میں قصور ہے یوں کہنا تھا کہ جب نکاح فاسد ہوگا تو طلاق نہ واقع ہوگی سو اگر ہمارے نزدیک صحیح ہو اور ہمارے غیر کے نزدیک فاسد ہو چنانچہ مسائل مذکورہ میں تو شافعیؒ کے پاس مرافعہ کرے طحطاوی نے کہا کہ ایسے مسائل لائق اظہار کے نہیں کہ اس میں مفاسد کا دروازہ کھلتا ہے علاوہ اس کے تین طلاق کا وجود کبھی متحقق نہ ہو سکے گا اس واسطے کہ جب شافعیؒ نے بطلان نکاح اول کا حکم درصورت شہادت فاسقین کے کیا تو عقد ثانی کس مذہب پر ہوگا اگر شافعی مذہب پر ہو تو نہایت متعسر ہے اس واسطے کہ عدالت مشروط نزدیک شافعی کے نادر الوجود ہے علی الخصوص ہمارے زمانہ میں اور اگر عقد ثانی بموجب مذہب حنفی کے ہو تو ہماں آش در کاسہ کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہا قال الزوج الثانی کان النکاح فاسدا او لم ادخل بہا وکذبتہ فالقول لہا ولو قال الزوج الاول ذلک فالقول لہ اور بزازیہ میں ہے کہ زوج ثانی نے کہا کہ نکاح ثانی فاسد تھا یا یوں کہا کہ نکاح صحیح تھا لیکن میں نے اس عورت سے جماع نہیں کیا یعنی بعد طلاق کے زوج ثانی نے یہ اظہار کیا تاکہ عورت زوج اول کو حلال نہ ہو اور عورت نے زوج ثانی کی تکذیب کی تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اور اگر زوج اول نے یہ کہا یعنی فساد نکاح ثانی یا عدم دخول زوج کا دعویٰ کیا تو زوج اول ہی کا قول معتبر ہوگا والزوج الثانی یہدم بالدخول فلو ید خل لم یہدم اتفاقا قنیہ مادون الثلث ایضا کما یہدم الثلث اجماعا لانہ اذا ہدم الثلث فما دونہا اولی خلافا لمحمدؒ اور زوج ثانی بعد دخول کے تین طلاق سے کمتر کو گراتا ہے چنانچہ تین طلاق کو بالاجماع گراتا ہے اس واسطے کہ جب تین طلاق کو اس نے گرایا تو کمتر کو بطریق اولیٰ گرادے گا بخلاف امام محمد کے کہ ان کے نزدیک ایک یا دو طلاق کو نہیں گراتا پھر اگر زوج ثانی نے وطی نہیں کی تو بالاتفاق نہ گرادے گا کذا فی القنیہ فمن طلقت دونہا وعادت الیہ لبعد آخر عادت بثلث لو حرۃ ثنتین لو امۃ وعند محمدؒ وباقی الائمہ بما بقی وہو الحق فتح واقرہ المصنف وغیرہ سو جو عورت کہ تین طلاق سے کم مطلقہ ہوئی یعنی ایک طلاق ہوئی یا دو اور طلاق دینے والے زوج کے نکاح میں پھر آئی بعد دوسرے زوج کے تو زوج اول کو پھر تین طلاق دینے کا اس عورت پر اختیار ہوگا اگر وہ حرہ ہے اور اگر لونڈی ہے تو دو طلاق کا اختیار ہوگا اس واسطے کہ زوج ثانی نے پہلے ایک یا دو طلاق کو گرا دیا یعنی نیست و نابود کر ڈالا اور نزدیک محمدؒ اور باقی اماموں کے باقی طلاق کا زوج اول کو اختیار ہوگا یعنی اگر پہلے ایک طلاق دی تھی تو اب دو طلاق کا اختیار ہوگا اور اگر اول دو بار طلاق واقع کی تھی تو اب ایک طلاق کا اختیار ہوگا اور یہی قول امام محمدؒ کا حق ہے کذا فی فتح القدیر اور اسی کو ثابت رکھا ہے مصنف

Marfat.com

نے اپنی شرح میں اور مصنف کے سوا اور علما نے چنانچہ صاحب بحر اور صاحب نہر نے ہم شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ قول امام کما علی الاطلاق ماخوذ ہے اور ابو یوسف کا ساتھ ہونا زیادہ تر موجب ہے ترجیح کا اور اسی واسطے متون میں یہی ثابت ہے اور ترجیح کمال الدین بن ہمام کی مخالف متون کے معتبر نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اخبرت مطلقۃ ثلثا بمضی عدتہ وعدۃ الزوج الثانی بعد دخولہ والمدۃ تحمل لہ ای للاول ان یصدقہا ان غلب علی ظنہ صدقہا اور اگر خبر دی مطلقہ ثلثہ نے زوج اول کی عدت اور زوج ثانی کی عدت گذر جانے کے بعد دخول زوج ثانی کے اور مدت گنجائش رکھتی ہو انقضائے عدت کی تو زوج اول کو جائز ہے کہ اس کی تصدیق کرے یعنی نکاح کر لے اگر اس کو ظن غالب ہو عورت کی راستی کا واقل مدۃ عدۃ عندہ تحیض شہران ولامۃ اربعون یوما ثم تدع السقط کما مر اور کمتر مدت حیض والی کی عدت نزدیک امام کے حرہ کے واسطے دو مہینے ہیں اور لونڈی کے واسطے چالیس دن ہیں جب تک کہ عورت اسقاط ولد کا دعوی نہ کرے چنانچہ گذرا اس واسطے کہ اسقاط سے فوراً عدت منقضی ہو جاتی ہے ولو تزوجت بعد عدۃ تحتملہ ثم قالت لم تنقض عدتی او ما تزوجت باخر لم تصدق لان اقدامہا علی التزوج دلیل الحل وعن السرخسی لا یحل تزوجہا حتی یستفسرہا اور نکاح کیا مطلقہ ثلثہ نے زوج اول سے بعد اس مدت کے کہ انقضائے عدت کی محتمل تھی پھر عورت نے کہا کہ میری عدت ہنوز نہیں منقضی ہوئی یا کہ میں نے زوج ثانی سے نکاح نہیں کیا تو عورت کی تصدیق نہ ہوگی اس واسطے کہ عورت کی پیش قدمی نکاح کرنے پر دلیل ہے حلت کی یعنی زوج اول پر حلال ہونی عورت کی دلیل ہے اور سرخسی سے روایت ہے کہ زوج اول کو اس کا نکاح کرنا حلال نہیں جب تک کہ عورت سے حلت کو دریافت نہ کرلے وفی البزازیہ قالت طلقنی ثلثا ثم ارادت تزوج نفسہا منہ لیس لہا ذلک اصرت علیہ او کذبت نفسہا اور بزازیہ میں ہے کہ عورت نے کہا کہ زوج نے مجھ کو تین بار طلاق دی پھر عورت نے اپنے نکاح کرنے کا ارادہ کیا اسی زوج سے عورت کو یہ نکاح کرنا جائز نہیں خواہ عورت طلاق کے قول پر ثابت ہی ہو یا کہ اس نے اپنی ذات کو جھٹلایا ہو یہ اس صورت میں ہے جب کہ عورت مدعی تھی طلاق کی زوج اس کا منکر تھا اور اگر زوج نے بھی طلاق کا اقرار کیا تھا تو بالاتفاق عورت کو نکاح کرنا اس سے درست نہ ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی سمعت من زوجہا انہ طلقہا ولا تقدر علی منعہ من نفسہا الا تقتلہ لہا قتلہ بدواء لخوف القصاص ولا تقبل نفسہا وقال الاوزجندی ترفع الامر الی القاضی فان حلف ولا بینۃ ملاثم علیہ وان قتلہ فلا شئ علیہا والبائن کالثلث بزازیہ عورت نے اپنے زوج سے سنا کہ اس نے اس کو طلاق دی یعنی تین بار طلاق اور عورت اپنی ذات کو مرد سے بچا نہیں سکتی بدوں اس کے مار ڈالنے کے تو عورت کو اس کا قتل کرنا دوا سے جائز ہے قصاص کے ڈر سے یعنی زہر سے مارے کہ قصاص اس پر لازم آوے اور نہ مار ڈالے عورت اپنی ذات کو اور اوزجندی نے کہا کہ اس کی نالش کرے قاضی کے روبرو طلاق نہ دینے کی قسم کھا جائے اور عورت کے گواہ نہ ہوں تو اب گناہ اس کا مرد پر ہوگا اگر عورت کو اپنی جان کا خوف ہو اور اس صورت میں اگر عورت اس کو قتل کر ڈالے تو اس پر کچھ گناہ نہیں اور طلاق بائن کا انقطاع نکاح میں مانند تین طلاق کے ہے کذا فی البزازیہ وفیہا شہدا انہ طلقہا ثلثا لہا التزوج باخر للتحلیل لو غائبا انتہی قلت یعنی دیانۃ والصحیح عدم الجواز قنیہ اور بزازیہ میں ہے کہ دو گواہوں نے گواہی دی کہ مرد نے عورت کو تین بار طلاق دی تو عورت کو دوسرے مرد سے نکاح کر لینا جائز ہے تحلیل کے واسطے اگر زوج اول غائب ہو یعنی اگر عورت کو خوف ہو کہ زوج طلاق کا انکار کرے گا تو بعد عدت کے دوسرے مرد سے نکاح کرے اور بعد وطی کے اس سے طلاق لے تاکہ زوج اول پر حلال ہو رہے پھر جب زوج اول آوے تو اس سے بعد عدت زوج ثانی کے تجدید نکاح کی درخواست کرے کذا فی حاشیۃ المدنی والعالمگیریہ شارح کہتا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ مراد بزازیہ کی یہ ہے کہ عورت کو دیانۃً نکاح جائز ہے یعنی قضا جائز نہیں اس واسطے کہ قضا علی الغائب صحیح نہیں اور مذہب صحیح یہ ہے کہ عورت کو دوسرے مرد سے نکاح کر لینا جائز نہیں دیانۃً بھی درست نہیں جیسے کہ قضاءً درست نہیں کذا فی القنیہ وفیہا ولم یقدر ہو ان یتخلص عنہا ولو غاب سحرتہ وردتہ الیہا لا یحل لہ قتلہا ویبعد عنہا جہدہ اور

Marfat.com

قنیہ میں ہے کہ اگر زوج بعد تین بار طلاق دینے کے قادر نہ ہو اپنے آپ کو چھوڑا سکے عورت سے اور اگر غائب ہو جاوے اس سے تو عورت اس پر جادو کرے اور پھیر لاوے اپنی طرف کو تو مرد کو اس کا قتل کرنا حلال نہیں اور دور رہے اپنے مقدور بھر وقیل لا تقتلہ قائلہ الا بیجابی وبہ یفتی کما فی التاتارخانیۃ وشرح الوہبانیۃ عن الملتقط ای والاثم علیہ کما مر اور دوسرا قول مطلقہ ثلثہ میں جو مرد کو نہیں روک سکتی یہ ہے کہ مرد کو قتل نہ کرے قائل اس قول کا ایجابی ہے اور اسی قول پر یعنی عدم قتل پر فتویٰ ہے چنانچہ تاتارخانیہ اور شرح وہبانیہ میں ملتقط سے یہ فتویٰ موجود ہے یعنی اس صورت میں گناہ وطی وغیرہ کا مرد پر ہوگا عورت مجبور ہے چنانچہ تصریح اس کی فصل اوزجندی میں مذکور ہو چکی قال بعدہ ای بعد طلاقہ ثلثہ کان قبلہا طلقت واحدۃ وانقضت عدتہا وصدقتہ المرأۃ فی ذلک لا یصدقان علی المذہب المفتی بہ کما لو لم تصدقہ ہی وقیل یصدقان کہا زوج نے تین بار طلاق دینے کے بعد کہ اس تین طلاق سے پہلے میں نے عورت کو ایک طلاق دی تھی اور عدت اس کی منقضی ہو گئی تھی زوج کی غرض اس کلام سے یہ ہے کہ تا مجھ کو اس عورت سے نکاح کر لینا درست ہو اس واسطے کہ تین طلاق بعد عدت کے واقع ہوئی تو لغو ہو گئی اور عورت نے مرد کی تصدیق کی اس قول میں . . . . . تو مرد اور عورت کی تصدیق نہ ہوگی بنا بر مذہب مفتی بہ کے چنانچہ اس صورت میں جب کہ عورت مرد کی تصدیق نہ کرے اور قول ضعیف یہ ہے کہ زوج اور زوجہ کے کلام کی تصدیق کرنا چاہیے ولو طلقہا ثنتین قبل الدخول ثم قال کنت طلقتہا قبلہما واحدۃ اخذ بالثلث اور اگر عورت کو دو بار طلاق دی قبل دخول کے پھر بولا کہ میں اس کو دو طلاق سے پہلے ایک طلاق دے چکا ہوں غرض اس کلام سے یہ کہ دو طلاق باطل ہو جاویں اس واسطے کہ غیر مدخولہ پہلے ایک ہی طلاق سے بائن ہو چکی بلا عدت تو زوج اس کلام سے ماخوذ ہوگا تین طلاق سے اس واسطے کہ اقدام زوج کا دو طلاق پر دلالت کرتا ہے ثبوت نکاح پر واللہ سبحانہ اعلم بالصواب۔

باب الایلاء

یہ باب ہے ایلا کا مناسبۃ البیونۃ مالا مناسبت ایلا کی طلاق رجعی سے باعتبار جدائی انجام کار کے ہے یعنی جیسے طلاق رجعی میں عورت بعد عدت کے مرد سے جدا ہو جاتی ہے ویسے ہی ایلا میں بعد چار مہینے کے جدا ہوتی ہے لہذا دونوں باب متصل مذکور ہوئے وہو لغۃ الیمین وشرعا الحلف علی ترک قربانہا مدتہا ولو ذمیا ایلاء لغت میں بمعنی قسم کے ہے اور شرع میں ایلا وہ قسم ہے جو زوج نے زوجہ کی ترک قربت پر چار مہینے تک قسم کھائی ہو اگرچہ زوج ذمی چنانچہ ایلاء ذمی کا یہاں متن میں آگے مذکور ہوگا والمولی ہو الذی لا یمکنہ قربان امرأتہ الا بشیء مشق یلزمہ الامانع کفر اور مولی بضم میم وکسر لام اس کو کہتے ہیں جس کو ممکن نہیں اپنی عورت سے وطی کرنا بدون مشقت والی چیز کے کہ یہ لازم ہوتی ہے اس پر یعنی بدون کفارہ کے قربت نہیں کر سکتا مگر مانع کفر سے مولی پر کفارہ لازم نہیں آتا یعنی کافر اگر ایلا کرے گا تو اس کو قربت اپنی زوجہ کی ممکن ہے بدون لزوم کفارہ کے ورکنہ الحلف اور رکن ایلاء کا قسم ہے خواہ قسم اللہ تعالیٰ کے نام پاک سے ہو یا تعلیق ہو بالتزام نذر کے یا طلاق یا عتاق کے وشرطہ محلیۃ المرأۃ بکونہا منکوحۃ وقت تنجیز الایلاء اور شرط ایلا کی یہ ہے کہ عورت محل ہو ایلا کی بسبب منکوحہ ہونے عورت کے وقت تنجیز ایلا کے یعنی اگرچہ وقت تعلیق کے منکوحہ نہ ہو لیکن ایلا واقع ہونے کے وقت منکوحہ ہونا کفایت کرتا ہے ومنہ ان تزوجتک فواللہ لا اقربک اور ایلا مذکور سے یہ مثال ہے کہ مرد نے عورت سے کہا کہ میں تجھ سے نکاح کروں گا تو قسم اللہ کی تجھ سے وطی نہ کروں گا ہر چند عورت اس قول میں وقت ایلا کے منکوحہ نہیں لیکن بعد نکاح کے ایلا ثابت ہوگا اس واسطے کہ تعلیق بعد وجود شرط کے مانند تنجیز کے ہے تو گویا اس نے بعد نکاح کے ایلا کیا ولو زاد وانت طالق ثم تزوجہا لزمہ کفارۃ بالقربان ووقع بائن بترکہ اور اگر مثال مذکور میں وانت طالق زیادہ کیا یعنی یوں کہا کہ (ان تزوجتک فواللہ لا اقربک وانت طالق) یعنی اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو قسم اللہ کی کہ تجھ سے وطی نہ کروں گا اور تو مطلقہ ہوگی تو لازم آوے گا اس قائل کو کفارہ

Marfat.com

بسبب وطی کے اور طلاق بائن واقع ہوگی وطی چھوڑنے سے ہم اس مثال میں کفارہ لازم آوے گا وطی سے اس واسطے کہ ایلا ہے اور طلاق واقع ہوگی ترک وطی سے چنانچہ وطی سے لیکن مشکل یہ ہے کہ اس میں تعلیق ہے طلاق کی نکاح پر تو بمجرد نکاح کے طلاق واقع ہوگئی کفارہ وطی سے کیونکر لازم آوے گا تو مراد یہ ہے کہ اول بار عورت سے نکاح کیا اور وہ مطلقہ ہوگئی بسبب تعلیق طلاق کے بعد اس کے دوسری بار اس سے نکاح کیا تو اگر بعد نکاح ثانی کے چار مہینے گذر گئے بدوں وطی کے تو دوسری بار طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر چار مہینے کے اندر وطی کی تو کفارہ لازم آوے گا کذا فی حاشیۃ المدنی واہلیۃ الزوج للطلاق وعندہما للکفارۃ اور شرط ایلا کی ہے اہل ہونا زوج کا واسطے طلاق کے یعنی جس کو طلاق کی لیاقت ہے اس کو ایلا کی بھی لیاقت ہے اور صاحبین کے نزدیک کفارہ کی اہلیت شرط ہے ایلا کی فصح ایلاء الذمی بغیر ما ہو قربۃ تو صحیح ہے ایلا کرنا ذمی کا امام کے نزدیک بجز عبادات کے یعنی چونکہ ذمی اہل ہے طلاق کا تو اس کا ایلا بھی صحیح ہے لیکن اگر ذمی عبادات کی قسم کھاوے گا تو صحیح نہیں اور صاحبین کے نزدیک ..... ذمی کا ایلا صحیح نہیں اس واسطے کہ وہ کفارہ کا اہل نہیں معلوم کرنا چاہیے کہ ذمی کا ایلا تین طرح پر ہے ایک یہ کہ بالاتفاق صحیح ہے یعنی بغیر عبادت کے قسم کھانا چنانچہ عتاق کی دوسرے عبادات کی قسم کھانا چنانچہ حج یا صوم کی یہ بالاتفاق باطل ہے تیسرے میں اختلاف ہے یعنی بنام خدا قسم کھانے میں کذا فی حاشیۃ المدنی اگر کوئی کہے کہ جب ذمی پر کفارہ لازم نہ ہوا تو امام کے نزدیک اس کی ایلا کا کیا فائدہ ہوا شارح نے اگلے قول میں اس کا جواب دیا و فائدتہ وقوع الطلاق اور ایلا ذمی کا فائدہ وقوع طلاق ہے یعنی اگر بعد ایلا کے چار مہینے تک قربت نہ کرے گا تو طلاق واقع ہوگی ومن شرائط عدم النقص عن المدۃ اور ایلا کی شرائط سے ہے مدت معینہ سے کم نہ ہونا تو اگر کوئی قسم کھاوے کہ میں ایک مہینہ قربت نہ کروں گا تو ایلا نہ ثابت ہوگا وحکمہ وقوع طلقۃ بائنۃ ان بر فلم یطأ اور حکم ایلا کا یہ ہے کہ ایک طلاق بائن واقع ہوگی اگر اس نے قسم پوری کی یعنی چار مہینے تک وطی نہ کی ولزوم الکفارۃ والجزاء المعلق ان حنث بالقربان اور کفارہ اور جزائے معلق لازم آوے گی اگر اس نے قسم توڑی بسبب وطی کے ہم والجزا کا واو بمعنی او ہے یعنے اگر قسم بدوں تعلیق کے ہے تو کفارہ لازم ہے اور اگر تعلیق کی قسم ہے تو جزا لازم ہے اور گا ہے کفارہ اور جزا ساتھ ہی لازم آتا ہے جب کہ حلف باللہ اور تعلیق معًا ہو چنانچہ اس مثال میں کہ واللہ قربت نہ کروں گا اور اگر قربت کروں تو مجھ پر حج ہے والمدۃ اقلہا للحرۃ اربعۃ اشہر وللامۃ شہران ولاحدلاکثرہا فلا ایلاء بحلف علی اقل الاقلین اور کمتر مدت ایلا کی حرہ کے واسطے چار مہینے ہیں اور لونڈی کے واسطے دو مہینے ہیں اور اکثر مدت کی کچھ حد نہیں تو دونوں کمتر مدتوں سے کمتر کی قسم کھانے میں ایلا نہیں تو اگر حرہ میں دو یا تین مہینے کی قسم کھائی یا لونڈی میں ایک مہینے کی قسم کی تو ایلا نہ ثابت ہوگا وسببہ کالسبب فی الرجعی اور سبب ایلا کا مانند اس سبب کے ہے جو طلاق رجعی میں ہے یعنے چنانچہ اختلاف مزاج اور ناموافقت طلاق رجعی کا سبب ہوتا ہے ویسے ہی ایلا کا سبب پڑتا ہے و الفاظہ صریح وکنایہ اور الفاظ ایلا کے دو قسم کے ہیں صریح اور کنایہ صریح وہ جو فقط جماع میں مستعمل ہو اور کنایہ وہ جو جماع اور غیر جماع میں مستعمل ہو صریح محتاج نیت کا نہیں بخلاف کنایہ کے کذا فی حاشیۃ المدنی فمن الصریح لو قال واللہ وکل ما یتعقد بہ الیمین لا اقربک لغیر حائض ذکرہ سعدی لعدم اضافۃ المنع الی الیمین اور منجملہ ایلا صریح کے یہ مثال ہے کہ اگر زوج کہے زوجہ غیر حائضہ سے کہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا اور جس لفظ سے کہ یمین منعقد ہوتی ہے وہ بھی مانند واللہ کے ہے یعنی بعظمۃ اللہ وبجلالہ وکبریائہ سے ایلا صحیح ہے اور علم اللہ اور غضب اللہ سے صحیح نہیں اس واسطے کہ اول سے یمین منعقد ہوتی ہے نہ ثانی سے علامہ سعدی نے صحت ایلاء میں عدم حیض کی قید لگائی بسبب مضاف ہونے منع قربت کے طرف یمین کے یعنی حالت حیض میں باز رہنا وطی سے بسبب منع شرعی کے ہے نہ کہ بسبب قسم کے اوواللہ لا اقربک لا جامعک لا اطاک لا اغتسل منک من جنابۃ اربعۃ اشہر ولو حائضا لتعیین المدۃ یا یوں کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ

Marfat.com

کروں گا تجھ سے جماع نہ کروں گا تجھ سے وطی نہ کروں گا غسل جنابت نہ کروں گا تیرے سبب سے چار مہینے اگر خطاب حائضہ سے ہو بسبب معین کر دینے مدت کے یعنی تعیین چار مہینے کی یہ قرینہ ہے کہ منع وطی کا بسبب قسم کے ہے نہ کہ بسبب حیض کے اس واسطے کہ چار مہینے تک برابر حیض نہیں ہوتا بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہاں قسم میں مدت مذکور نہیں **وان قربتک فعلی حج اونحوہ مما لیشق** بخلاف فعلی صلوۃ رکعتین فلیس بمول لعدم مشقتہا اور اگر قربت کروں میں تیری تو مجھ پر حج واجب ہے یا مانند اس کے اس قسم سے جس کا فعل انسان پر شاق اور سخت ہے چنانچہ ایک مہینہ روزہ رکھنا یا طلاق یا عتاق بخلاف اس قول کے کہ اگر میں قربت کروں تو مجھ پر دو رکعت واجب ہیں تو اس کا قائل مولی نہیں یعنی ایلا کرنے والا نہیں بسبب نہ شاق ہونے دو رکعت نماز کے بخلاف فعلی مائۃ رکعۃ وقیاسہ ان یکون مولیا بمائۃ ختمۃ اواتباع مائۃ جنازۃ ولم ارہ بخلاف اس قول کے کہ میں تیری قربت کروں تو مجھ پر سو رکعتیں لازم ہیں اس واسطے کہ اس قدر نماز اکثر لوگوں پر شاق ہے اور قیاس مشقت کا اس کو مقتضی ہے کہ سو بار ختم قرآن مجید اور سو جنازہ کے اتباع سے مولی ہو شارح کہتا ہے کہ اس کو میں نے کتب فقہ میں نہیں دیکھا یعنی اگر کوئی کہے کہ اگر میں تجھ سے قربت کروں تو سو بار قرآن ختم کرنا مجھ پر لازم ہو یا سو جنازہ کی ہمراہی اور دفن کرنے کی شرکت مجھ پر واجب ہو ئی تو ایلا ثابت ہوا اس واسطے کہ اس میں غایت مشقت ہے **او فانت طالق او عبدہ حر** یوں کہا کہ اگر میں تجھ سے قربت کروں تو تو مطلقہ ہے یا غلام اس کا آزاد ہے **م** یہاں تک مثالیں ایلا صریح کی تھیں **ومن الکنایۃ** لا املک لا آتیک لا اغشاک لا اقرب فراشک لا ادخل علیک اور از قسم کنایہ ہیں یہ مثالیں کہ میں تجھ کو نہ چھوؤں گا تیرے پاس نہ آؤں گا تیرے بچھونے کے نزدیک نہ جاؤں گا نہ داخل ہوں گا تیرے اوپر یعنی تیرے پاس نہ آؤں گا **م** لا اغشاک بمعنی لا آتیک کے ہے یعنی تیرے پاس نہ آؤں گا اس واسطے کہ غشیان بالکسر بمعنی اتیان ہے کذا فی المغرب اور صراح میں کہا کہ غشیان بالکسر بمجامعت فرو گرفتن و بیہوش شدن **ومن المؤید نحوہ حتی تخرج الدابۃ او الدجال او تطلع الشمس من مغربہا** اور از قسم ایلاء دائمی کے ہے یوں کہنا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا یہاں تک کہ دابۃ الارض[1] نکلے یا دجال خروج کرے یا کہ آفتاب اپنے غروب گاہ سے طلوع کرے **فان قربہا فی المدۃ ولو مجنونا حنث وحینئذ ففی الحلف باللہ وجبت الکفارۃ وفی غیرہ وجب الجزاء وسقط الایلاء** لانتہاء الیمین سو زوج نے وطی کی زوجہ سے مدت کے اندر اگرچہ زوج اس وقت دیوانہ ہو تو حانث ہوگا پھر جس وقت کہ حانث ہوگا تو اللہ تعالیٰ کی قسم سے کفارہ واجب ہوگا اور اس کے سوا میں یعنی تعلیق یمین میں جزا واجب ہوگی خواہ حج خواہ اعتاق خواہ سوائے اس کے اور ساقط ہوگا ایلا بسبب آخر ہونے یمین کے یعنی جب بعد وطی کے کفارہ یا جزا لازم ہوگی تو اب حکم ایلا کا باجماع علماء باقی نہ رہا یعنی بعد چار مہینے گذرنے کے اب طلاق نہ واقع ہوگی ولا یقربہا **بانت بواحدۃ** بمضیہا اور اگر مدت میں زوجہ سے وطی نہ کی تو عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہوگی بسبب منقضی ہونے مدت کے **ولو ادعاہ** بعد مضیہا **لم یقبل قولہ الا ببینۃ** اور اگر زوج نے دعوی وطی کا کیا بعد گذر جانے مدت کے تو اس کا قول مقبول نہ ہوگا بدون گواہوں کے **و سقط الحلف لو کان موقتا ولو بمدتین اذ یمضی الثانیۃ بتین ثمانیۃ وسقط الایلاء** اور ساقط ہوگی قسم بعد جدائی کے اگر موقت اور معین ہوگی اگرچہ توقیت و مدت کی ہو اس واسطے کہ دوسری مدت کے گذرنے سے عورت پر دوسری طلاق بائن واقع ہوگی یعنی اگر زوج نے یوں کہا کہ واللہ میں تجھ سے آٹھ مہینے صحبت نہ کروں گا پھر چار مہینے اس نے صحبت نہ کی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی پھر مرد نے اس سے نکاح کیا اور باقی چار مہینے تک صحبت نہ کی تو دوسری طلاق واقع ہوگی اس کے بعد اب قسم کا اثر نہ باقی رہے گا یعنی اگر تیسری بار اس عورت سے نکاح کرے گا اور بعد اس کے چار مہینے تک صحبت نہ کرے گا تو اب طلاق نہ واقع ہوگی بسبب ساقط ہونے قسم کے **لا لو کان مؤیدا او کانت ظاہرۃ** کما مر اور قسم ساقط

[1] یعنی جانور زمین کا جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے یعنی صفا پہاڑ مکہ کا پھٹ کر اس میں سے ایک جانور نکلے گا اور سچے ایمانداروں اور بے ایمانوں کو اور قرب قیامت کو لوگوں سے بیان کرے گا ۱۲

Marfat.com

نہ ہوگی بائن ہونے سے اگر قسم دائمی وابدی ہوگی اور عورت طاہر ہوگی یعنی بشرطیکہ حائض نہ ہو عورت قسم کھانے کے وقت چنانچہ ذکر اس قید کا گذر گیا و
رع علیہ فلو نکحہا ثانیا وثالثا ومضت المدتان بلا فی ای قربان بانت باخریین اور متفرع کیا مصنف نے عدم سقوط دائمی پر اس قول کو کہ اگر
روج نے عدم قربت کی دائمی قسم کھائی اور طلاق بائن اس پر پڑی اور اس سے دوسری اور تیسری بار نکاح کیا اور دو مدتیں بدون قربت کے گذر گئیں تو عورت پر
دو بار طلاق بائن اور پڑیں گی یعنی زوج نے یوں کہا کہ واللہ میں تجھ سے صحبت نہ کروں گا اور چار مہینے تک صحبت نہ کی تو ایک طلاق بائن پڑی پھر دوسری بار
نکاح کیا اور چار مہینے بدون جماع کے گذر گئے تو دوسری بار طلاق بائن واقع ہوگی پھر تیسری بار نکاح کیا اور چار مہینے بدون وطی کے منقضی ہو گئے تو تیسری
بار طلاق بائن پڑے گی اس واسطے کہ قسم دائمی تھی نہ موقت والمدۃ من وقت التزوج اور مدت کا اعتبار ہے نکاح کے وقت سے یعنی اگر دائمی قسم کھائی اور
بعد چار مہینے کے عورت بائن ہوگئی اور مرد نے اس سے نکاح نہ کیا اور بعد بائن ہونے کے چار مہینے گذر گئے تو اب دوسری بار طلاق نہ ہوگی اس واسطے
کہ وہ منکوحہ نہیں اور بدون نکاح کے مدت کا اعتبار نہیں فلو نکحہا بعد زوج آخر لم تطلق لانتہاء ہذا الملک سو اگر ایلا کرنے والے نے اس عورت
سے نکاح کیا دوسرے زوج کے بعد تو اب اس پر طلاق واقع ہوگی بسبب آخر ہونے اس ملک کے یعنی زوج نے عدم قربت کی دائمی قسم کھائی اور
تین بار طلاق بائن عورت پر واقع ہوئی بسبب نکاح ثانی اور ثالث کے اور عدم قربت کے پھر عورت نے زوج ثانی سے نکاح کیا اور بعد وطی کے مطلقہ
ہوئی اور عدت کے بعد زوج اول نے اس سے نکاح کیا اور چار مہینے تک قربت نہ کی تو اب اس پر طلاق نہ واقع ہوگی بسبب حلف دائمی کے اس
واسطے کہ بعد وقوع تین طلاق کے زوج کی ملکیت بالکل معدوم ہوگئی پھر جب ملکیت باقی نہ رہی تو طلاق کیونکر واقع ہو بخلاف مالو بانت بالایلاء
بما دون ثلاث او ابانہا بتخییر الطلاق ثم عادت بثلث یقع بالایلاء خلافا لمحمد کما مر فی مسئلۃ الہدم بخلاف اس کے کہ اگر عورت جدا ہو گئی بسبب ایلاء
کے کمتر تین طلاق سے یا کہ زوج نے عورت کو قبل چار مہینے کے طلاق بائن دی پھر بعد زوج ثانی کے زوج اول کے نکاح میں آئی اور شیخین کے نزدیک
زوج اول کو تین طلاق کی ملکیت حاصل ہوئی تو تین بار طلاق واقع ہوگی بسبب قسم دائمی کے بخلاف امام محمدؒ کے کہ ان کے نزدیک بقدر باقی طلاق واقع ہوگی
چنانچہ اس کی تصریح باب الرجعہ کے اندر مسئلہ ہدم میں ہو چکی یعنی اگر بعد ایلاء دائمی کے تین بار طلاق نہ ہوئی اس طرح پر کہ ایک شخص نے کہا کہ واللہ میں
تجھ سے قربت نہ کروں گا اور چار مہینے تک قربت نہ کی تو اس پر ایک طلاق بائن پڑی پھر اس عورت سے دوسرا نکاح کیا اور قربت نہ تو دو بار طلاق
بائن ہوئی پھر عورت نے دوسرے زوج سے نکاح کیا اور بعد طلاق اور عدت کے زوج اول کے نکاح میں پھر آئی تو زوج اول پھر تین طلاق کا مالک
ہوا نزدیک امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کے اس واسطے کہ زوج ثانی نے طلاق سابق منہدم کر دیا تو اگر زوج اول چار مہینے تک قربت نہ کرے گا تو ایک طلاق بائن
پڑے گی پھر اگر نکاح کر کے قربت نہ کرے گا تو دوسری بار طلاق واقع ہوگی پھر اگر نکاح کر کے قربت نہ کرے گا تو تیسری بار طلاق واقع ہوگی
اور امام محمدؒ کے نزدیک بعد زوج ثانی کے ایک ہی طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ دو بار طلاق پہلے ہو چکی اور اسی طرح تنجیز طلاق کا حال ہے یعنی اگر کہا کہ
واللہ میں قربت نہ کروں گا اور قبل چار مہینے گذرنے کے ایک بار یا دو بار طلاق بائن فی الحال واقع کی اور اس نے زوج ثانی سے نکاح کیا پھر زوج
اول کے نکاح میں آئی تو مانند سابق کے تین بار اس پر طلاق بائن واقع ہوگی اور امام محمدؒ کے نزدیک ایک بار وان وطیہا بعد زوج آخر کفر لیقاء
الیمین للحنث اگر قسم دائمی کھانے والے نے عورت سے وطی کی بعد دوسرے زوج کے تو کفارہ دے بسبب باقی رہنے یمین کے کفارہ لازم ہوا بسبب
قسم توڑنے کے یعنی ہر چند بعد تین طلاق بائن پڑ جانے کے اب چوتھی طلاق نہ پڑے گی لیکن یمین عدم قربت کی ہنوز باقی ہے تو وطی سے کفارہ لازم ہوگا
واللہ لا اقربک شہرین وشہرین بعد ہذین الشہرین ایلاء لتحقق المدۃ اور یوں کہنا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا دو مہینے اور دو مہینے
بعد اگلے دو مہینوں کے تو ایلا ہے بسبب محقق ہونے مدت ایلا کے اس واسطے کہ واو عاطفہ موضوع ہے واسطے جمع کے تو چار مہینے ثابت ہوئے

Marfat.com

ولو مکث یوما زاد بہ مطلق الزمان اذ الساعۃ کذلک بحر اور اگر زوج نے کہا کہ واللہ میں دو مہینے تجھ سے قربت نہ کروں گا پھر اس نے ایک دن توقف کیا شارح کہتا ہے مصنف نے لفظ یوم سے مطلق زمانہ مراد رکھا اس واسطے کہ ایک ساعت کا توقف بھی مانند یوم کے ہے حکم میں کذا فی بحر الرائق **ثم قال واللہ لا اقربک شہرین لم یکن مولیا قال لبعد الشہرین الاولین او لانقص المدۃ** پھر بعد توقف ایک دن یا ایک ساعت کے کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا دو مہینے بعد پہلے دو مہینوں کے یا لبعد الشہرین الاولین کے لفظ نہ بیان کیا یعنی اسی قدر بولا کہ واللہ میں دو مہینے تجھ سے قربت نہ کروں گا تو دونوں صورتوں میں مولی نہ ہوگا یعنی ایلا نہ ثابت ہوگا بسبب کم ہونے مدت کے یعنی جب اس نے کہا کہ واللہ میں تجھ سے دو مہینے صحبت نہ کروں تو دو مہینے اس یمین سے ثابت ہوئے پھر اس نے ایک دن توقف کر کے دوسری قسم کھائی اسطرح کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا دو مہینے بعد پہلے دو مہینوں کے تو دونوں یمین کے چار مہینے ہوئے ایک دن توقف کا درمیان سے ساقط ہو گیا تو ایک دن کم چار مہینے باقی رہے اور حالانکہ مدت ایلا کی پورے چار مہینے ہیں لہذا ایلا نہ ثابت ہوا اور جب کہ زوج نے لبعد الشہرین الاولین کو یمین ثانی میں نہ مذکور کیا تو دونوں میں متداخل ہوں گے مثلاً یمین اول غرہ محرم سے شروع ہوئی آخر صفر میں تمام ہوئی اور یمین ثانی دوسری تاریخ محرم سے شروع ہوئی غرہ ربیع الاول کو تمام ہوئی مدت ایلا کی اس میں بھی نہ پائی گئی لکن ان قالہ اتحدت الکفارۃ والا تعددت لیکن اگر لبعد الشہرین الاولین کہے گا تو وطی سے ایک ہی کفارہ لازم آوے گا اور اگر نہ کہے گا تو دو کفارہ لازم آویں گے پہلی صورت میں اگر پہلے دو مہینوں میں وطی کرے گا تو ایک کفارہ لازم ہوگا اور اگر پچھلے دو مہینوں میں وطی کرے گا تو بھی ایک ہی کفارہ لازم ہوگا اس واسطے کہ مدت ہر یمین کی جدا جدا ہے متداخل نہیں اور دوسری صورت میں اگر دو مہینے کے اندر وطی کرے گا تو دو ہرا کفارہ لازم آوے گا ایک کفارہ یمین اول سے اور دوسرا کفارہ یمین ثانی سے اس واسطے کہ دونوں یمین کی مدت متداخل ہے جدا جدا نہیں **او قال واللہ لا اقربک سنۃ الا یوما لم یکن مولیا للحال بل ان قربہا وبقی من سنۃ اربعۃ اشہر فاکثر صار مولیا والا لا** یا زوج نے زوجہ سے یوں کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا ایک سال مگر ایک دن تو فی الحال مولی نہ ہوگا بلکہ اگر قربت کرے عورت سے اس وقت جب کہ باقی رہ گئے ہوں ایک سال سے چار مہینے یا زیادہ اس وقت مولی ہوگا اور اگر سال میں سے چار مہینے باقی نہیں رہے مثلاً تین مہینے باقی رہے تھے کہ اس نے قربت کی تو مولی نہ ہوگا **ولو حذف سنۃ لم یکن مولیا حتی یقربہا فیصیر مولیا** اور اگر مثال مذکور سے سال کا لفظ گرا ڈالا یعنی یوں کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا مگر ایک دن تو مولی نہ ہوگا بدوں قربت کے پھر جب عورت سے قربت کرے گا تو مولی ہوگا بعد غروب ہونے آفتاب کے وطی کے دن اور یہی قید مثال سابق میں بھی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **ولو زاد الا یوما اقربک فیہ لم یکن مولیا ابدا لانہ استثنی کل یوم یقربہا فیہ فلم یتصور منہ ابدا** اور اگر اس نے مثال مذکور میں الا یوما اقربک فیہ کو زیادہ کیا یعنی یوں کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا ایک سال مگر وہ دن جس میں تجھ سے قربت کروں گا تو کبھی مولی نہ ہوگا خواہ قربت کرے یا نہ کرے اس واسطے کہ اس نے ہر ایک اس دن کو مستثنی کر لیا جس میں عورت سے قربت کرے تو اس کا ممنوع ہونا وطی سے کبھی متصور نہیں تمام سال **او قال وہو بالبصرۃ واللہ لا ادخل مکۃ وہی بہا لا یکون مولیا لانہ یمکنہ ان یخرجہا منہا فیطأہا** یا کہ زوج بصرہ میں ہے اور اس نے یوں کہا کہ واللہ میں نہ جاؤں گا اور حالانکہ زوجہ مکہ میں ہے تو اس قول سے مولی نہ ہوگا اس واسطے کہ ممکن ہے کہ عورت کو مکہ سے بلا لیوے پھر اس سے وطی کرے **آلی من المطلقۃ رجعیا صح** بقاء الزوجیۃ **ویبطل بمضی المدۃ** ایلا کیا رجعیہ مطلقہ سے تو یہ صحیح ہے بسبب باقی رہنے زوجیت کے اور باطل ہوگا ایلا بعد طلاق بائن پڑنے کے بسبب گذر جانے مدت ایلا کے یعنی چار مہینے گذر گئے اور ہنوز عدت رجعی کی باقی ہے بسبب امتداد طہر کے اور اگر مدت عدت کی قبل مدت ایلا کے گذر گئی تو بھی ایلا باطل ہوگا بسبب باقی رہنے محل کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر ہم بعضے نسخوں میں بمضی العدۃ ہے بجائے بمضی المدۃ کے چونکہ نسخہ محشی مدنی کا دوسری صورت کو شامل تھا لہذا

Marfat.com

اسی کو مترجم نے اختیار کیا ولو آلی من مبانتہ او اجنبیۃ نکحہا بعدہ ای بعد الایلاء ولم یضفہ الی الملک کما مر لیصح لفوات محلہ ولو وطیہا کفر لبقاء الیمین اور اگر ایلا کیا مطلقہ بائنہ سے یا اجنبیہ سے جس سے بعد ایلا کرنے کے نکاح کیا اور ایلا با ضافت الی الملک نہ کیا یعنی نکاح پر تعلیق نہ کی چنانچہ اس کا ذکر ہو چکا تو ایلا صحیح نہ ہوگا بسبب فوت ہونے محل ایلا کے یعنی نکاح کے اور اگر بعد ایلا کے بائنہ یا اجنبیہ سے وطی کرے گا تو کفارہ لازم آوے گا بسبب باقی رہنے یمین کے یعنی ہر چند ایلا نہ ہوا لیکن یمین عدم قربت کی ثابت ہے ولو آلی فابانہا ان مضت مدتہ وہی فی العدۃ بانت باخری والا لا خانیۃ اور اگر زوج نے ایلا کیا پھر زوجہ کو طلاق بائن دی اگر مدت ایلا کی گذر گئی اور حالانکہ عورت ہنوز تر عدت میں ہے تو اس پر دوسری طلاق بائن پڑے گی اور اگر عدت پہلے منقضی ہو گئی تو دوسری طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی الخانیہ عجز عجزاً حقیقیا لا کما حرام لکونہ باختیارہ عن وطیہا لمرض باحدہما او صغرہا او رتقہا او جنہ او عنہ او بمسافۃ لا یقدر علی قطعہا فی مدۃ الایلاء او لحبسہ اذا لم یقدر علی وطیہا فی السجن کما فی البحر عن الغایۃ وقولہ لا بحق تم ارہ لغیرہ فلیراجع عاجز ہوا ایلا کرنے والا وطی سے حقیقی عاجزی سے نہ حکمی چنانچہ بسبب احرام باندھنے کے یا اعتکاف کے اس واسطے کہ یہ عاجزی اختیاری ہے نہ اضطرابی عاجز ہوا وطی سے بسبب بیماری زوج یا زوجہ کے یا بسبب صغیرہ ہونے عورت کے یا بسبب بستگی شرمگاہ عورت کے یا بسبب مقطوع الذکر یا نامرد ہونے مرد کے یا بسبب حائل ہونے اتنی مسافت کے کہ اس کو قطع نہیں کر سکتا اور پہنچ نہیں سکتا زوجہ تک ایلا کی مدت میں یا بسبب محبوس ہونے زوج کے ناحق بشرطیکہ قادر نہ ہو عورت کی وطی پر قید خانے میں کما فی البحر الرائق عن الغایۃ شارح کہتا ہے حبس میں ناحق کی قید مصنف کے سوا اور کسی فقیہ کے کلام میں نہیں دیکھی تو اس کے دریافت کرنے کو کتب فقہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے حلبی محشی نے کہا کہ ہم نے اس روایت کی تلاش کی سو فتاوی عالمگیری میں اس کو پایا منقول غایۃ السروجی سے کہ حبس واجبی میں رجوع کرنا زبانی معتبر نہیں اور حبس ناحق میں معتبر ہے اور مترجم نے بھی اس روایت کو فتاوی مذکورہ میں دیکھا تو اب مصنف کا قول تحقیق ہو گیا وکذا احلبہا ونشوزہا ففیئۃ نحو قولہ بلسانہ فئت الیہا او راجعتک او ابطلت الایلاء ورجعت عما قلت ونحوہ لانہ اذاہا بالمنع فیرضیہا بالوعد اور اسی طرح عاجز ہوا وطی سے بسبب محبوس ہونے زوجہ کے اور اس کی نافرمانی سے تو رجوع کرنا زوج کا زبانی قول سے کفایت کرتا ہے چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے رجوع کیا زوجہ کی طرف یا یوں کہا میں پھرا تیری طرف یا یوں کہا کہ میں نے ایلا کو باطل کر دیا یا یوں کہا کہ جو میں نے کہا تھا اس سے میں پھرا اور مانند ان اقوال کے یعنی بعد ایلا کے بسبب عذرات مذکورہ کے وطی نہ کر سکا تو زبانی قول سے ایلا موقوف کرے اس واسطے کہ زوج نے زوجہ کو اذیت اور تکلیف دی تھی بسبب منع وطی کے تو اس کو اب راضی کرے وعدہ کر کے فان قدر علی الجماع فی المدۃ ففیئۃ الوطی فی الفرج لانہ الاصل فان وطی فی غیرہ کدبر لا یکون فیئا پھر بعد رجوع قول کے اگر زوج قادر ہوا جماع پر مدت ایلا میں تو اس کا رجوع کرنا معتبر ہوگا وطی فی الفرج سے اس واسطے کہ وہی اصل ہے سو اگر غیر فرج میں وطی کرے گا جیسے کہ مقعد میں تو رجوع کرنا معتبر نہ ہوگا ومفادہ اشتراط دوام العجز من وقت الایلاء الی مضی مدتہ وبہ صرح فی الملتقی وفی الحاوی آلی وہو صحیح ثم مرض لم یکن فیئۃ الا الجماع اور مستفاد ہوتا ہے قول مصنف سے یعنے "فان قدر علی الجماع" سے مشروط ہونا دوام عاجزی کا رجوع نسانی میں ایلا کے وقت سے اس کی مدت گذرنے تک اور اسی شرط کو مصرح کر دیا ہے ملتقی الابحر میں اور حاوی میں یوں ہے کہ زوج نے حالت صحت میں ایلا کیا پھر بیمار ہو گیا تو اس کا رجوع کرنا ثابت نہ ہوگا بدوں جماع کے شارح نے اس روایت سے ملتقی کے کلام کی تائید کی وبقی شرط ثالث ذکرہ فی البدائع وہو قیام النکاح وقت الفی باللسان فلو بانہا ثم قاء بلسانہ بقی الایلاء اور باقی رہی تیسری شرط رجوع قولی کی شرط اول عجز ہے اور شرط ثانی دوام عجز اور شرط ثالث کو بدائع میں مذکور کیا وہ قیام نکاح کا وقت رجوع کرنے زبانی کے یعنی رجوع کے وقت عورت منکوحہ ہو بائنہ

Marfat.com

تو اگر زوج نے بعد ایلا کے عورت کو طلاق بائن دی پھر زبانی رجوع کیا تو رجوع کرنا ثابت نہ ہوگا اور ایلا باقی رہے گا قال لامرأته انت علی حرام ونوی ذلک کانت معی فی الحرام ایلاء نوی التحریم ولم ینو شیأ وظهار ان نواه وبدران نوی الکذب وديانة ولما قضاء فایلاء قهستانی وتطليقة بائنة ان نوی الطلاق وثلث ان نواها ولفتی بانه طلاق بائن وان لم ینوه لغلبة العرف ولذا لایحلف بالامر جال کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ تو مجھ پر حرام ہے اور مانند اس کلام کے کچھ اور بولا جس میں حرام کا لفظ ہو چنانچہ یوں کہا کہ تو میرے ساتھ ہے حرام کے اندر تو یہ قول ایلا ہے اگر اس نے تحریم کا ارادہ کیا اس واسطے کہ تحریم حلال کی یمین ہے یا زوج نے اس کلام سے کچھ ارادہ نہ کیا نہ ظہار کا نہ طلاق کا نہ ایلا کا نہ کذب کا تو بھی ایلا ہے اور اگر اس نے ظہار کا ارادہ کیا اور یہ کلام باطل اور مہمل ہوگا اگر اس نے کذب کا ارادہ کیا اور اس کا باطل ہونا باعتبار دیانت کے ہے اور باعتبار حکم قاضی کے تو ایلا ہی ثابت ہوگا کذا فی القہستانی اور کلام ایک بائن طلاق ہوگا اگر اس نے طلاق کی نیت کی اور تین بار طلاق واقع ہوگی اگر اس نے تین طلاق کی نیت کی اور فتوی اس پر ہے کہ یہ کلام یعنی انت علی حرام طلاق بائن ہی ہے اگرچہ زوج نے طلاق بائن کی نیت نہ کی ہو بسبب غلبۂ استعمال کے یعنی بالفعل یہ قول طلاق ہی میں اکثر مستعمل ہے ولہذا اس قول سے سوائے مردوں کے کوئی قسم نہیں کھاتا ولو لم یکن له امرأة وحلفت به المرأة کان یمینا کما لو مات او بانت لاالی عدة ثم وجد الشرط لم تطلق امرأة المتزوجة به یفتی لصیرورتها یمینا فلا تنقلب طلاقا اور اگر مرد کی کوئی زوجہ نہ ہو اور اس نے کہا کہ علی الحرام یعنی تو مجھ پر لازم ہوا یا کہ عورت نے بلفظ حرام قسم کی یعنی زوج سے خطاب کر کے بولی کہ تو مجھ پر حرام ہے تو یہ قول یمین ہوگا نہ طلاق چنانچہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے اگر میں غلام کو ماروں پھر زوجہ مخاطبہ مر گئی یا بائن ہو گئی بدوں عدت کے بسبب طلاق قبل دخول کے پھر شرط پائی گئی یعنی مثلاً غلام کو مارا تو مطلقہ نہ ہوگی اس کی عورت وہ عورت جس سے بعد موت زوجہ اولی کے نکاح کیا اسی قول پر فتوی ہے کہ زوج ثانیہ پر طلاق نہ واقع ہوگی بسبب ہو جانے تعلیق کے یمین یعنی جب زوجہ مخاطبہ مر گئی یا بائن ہو گئی تو تعلیق طلاق کی بسبب نہ ہونے محل کے یمین ہو گئی پھر جب تعلیق یمین ہو گئی تو یمین منقلب ہو کر طلاق نہیں ہو سکتی ومثله انت معی فی الحرام یلزمنی وحرمتک علی وانت محرمة او حرام علی اولم یقل علی وانا علیک حرام او محرم او حرمت نفسی علیک او انت علی حرام کالحمار او الخنزیر یلزمه او انت علی حرام کے مانند ہیں یہ اقوال کہ تو ساتھ میرے ہے حرام میں اور حرام مجھ کو لازم ہوا اور میں نے تجھ کو اپنے اوپر حرام کیا اور تو مجھ پر محرم ہے یا حرام ہے یا کہ اس مثال میں مجھ پر کا لفظ نہ بولا یعنی فقط اسی قدر کہا کہ تو حرام ہے یا محرم ہے اور میں تجھ پر حرام ہوں یا محرم ہوں یا کہ میں نے اپنی ذات کو تجھ پر حرام کیا یا کہ تو مجھ پر حرام ہے مانند گدھے یا سور کے کذا فی البزازیہ یعنی ان مثالوں سے طلاق بائن واقع ہوگی بقول مفتی بہ اور اگر قائل کی زوجہ نہ ہوگی تو یہ اقوال یمین ہو جاویں گے . . . . توحانث ہونے سے کفارہ لازم آوے گا ولو کان له اربع نسوة والمسئلة بحالها وقع علی کل واحدة منهن طلقة بائنة وقیل تطلق واحدة منهن وایه البیان کما مر فی الصریح وهوالاظهر والاشبه ذکره الزیلعی والبزازی وغیرهما وقال الکمال الاشبه عندی الاول وبه جزم صاحب البحر فی فتاواه وصححه فی جواهر الفتاوی واقره المصنف فی شرحه اور اگر زوج کی چار عورتیں ہوں اور یہ مسئلہ بحال خود بطور سابق کے ہو ذکر تحریم میں یعنی چار عورتوں کے زوج نے کہا کہ امرأتی علی حرام یعنی میری عورت مجھ پر حرام ہے تو ہر عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور بعضوں نے کہا کہ ان چار عورتوں میں سے ایک ہی پر طلاق واقع ہوگی اور زوج کا اختیار ہے بیان تعیین میں چنانچہ اس کا ذکر صریح طلاق میں ہو چکا اور یہی قول ظاہر تر اور اشبہ بالحق ہے چنانچہ زیلعی اور بزازی اور ان کے سوا دوسرے فقہا نے مثل صاحب خلاصہ اور ذخیرہ اور برجندی کے اس کو ذکر کیا ہے اور کمال الدین محقق نے فتح القدیر میں کہا کہ میرے نزدیک اشبہ بحق قول اول ہے یعنی ہر عورت پر طلاق واقع ہونا اور اسی کا یقین کیا ہے صاحب بحر الرائق نے اپنے فتاوے میں اور جواہر الفتاوی میں بھی اسی کی تصحیح کی ہے اور مصنف نے بھی اسی قول کو اپنی شرح میں قائم رکھا ہے ہم منح الغفار میں کلام محقق کا فتح القدیر سے یوں منقول کہ میرے نزدیک

Marfat.com

شبہ بحق وہ ہے جو فتاوی میں ہے اس واسطے کہ یوں کہنا کہ حلال خدا یا حلال مسلمین کا مجھ پر حرام ہے یہ ہر زوجہ کو شامل ہے تو ہر ایک زوجہ پر طلاق
ائن واقع ہوگی انتہی تو معلوم ہوا کہ محقق ممدوح اور اس کے تابعین کا کلام حلال اللہ اور حلال المسلمین میں ہے نہ کہ (انت علی حرام) میں اس واسطے
خطاب صریحا نافع ہے عموم کا اور نہ (امرأتی علی حرام) میں ہے اور ظاہر نظر میں بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ گفتگو (انت علی حرام) میں ہے لہذا شارح نے
گلے قول میں اس کا استدراک کیا لکن فی النہر یجب ان یکون معنی قول الزیلعی والمسئلۃ بحالہا یعنی التحریم لا بقید انت علی حرام مخاطبا لواحدۃ
ں فی المتن بل یجب فیہ ان لا یقع الا علی المخاطبۃ انتہی قلت یعنی بخلاف حلال اللہ او حلال المسلمین فانہ یعم وبہ یحصل التوفیق فلیحفظ لیکن نہر
لفائق میں ہے کہ واجب ہے کہ ہوں معنی اس قول زیلعی کے کہ یہ مسئلہ بطور سابق کے ہے یعنے فقط تحریم میں مثل مسئلہ سابقہ کے ہے نہ کہ بقید
خطاب زوجۂ واحدہ کے چنانچہ متن میں ہے کہ یعنی کنزیں بلکہ یہ واجب ہے انت علی حرام میں کہ طلاق نہ واقع ہو کسی پر بجز زوجۂ مخاطبہ کے انتہی
کلام النہر شارح کہتا ہے کہ میں کہتا ہوں یعنی بخلاف حلال اللہ یا حلال المسلمین کے کہ یہ عام ہے چاروں عورتوں کو شامل ہے اور اسی سے حاصل ہوگئی
توفیق یعنی تصریح صاحب نہر الفائق اور توضیح شارح سے کلام فقہا میں اتفاق حاصل ہوگیا سو اس تحقیق کو یاد رکھنا چاہیے یعنی جو کہتا ہے کہ سب عورتوں
پر طلاق واقع ہوگی سو اس قول سے کہتا ہے کہ حلال اللہ یا حلال المسلمین اور جو کہتا ہے کہ فقط زوجہ مخاطبہ ہی پر واقع ہوگی سو اس قول سے کہتا ہے
کہ انت علی حرام) اور شارح کا یہ مطلب نہیں کہ نہر الفائق کی تصریح سے متن تنویر الابصار کے دونوں قولوں میں اتفاق ہوگیا اس واسطے کہ ان دونوں قولوں کا
اختلاف (امرأتی علی حرام) پر مبنی ہے سو جو فقہا کہ عموم کے قائل ہیں سو امرأتی کی اضافت کو اضافت جنسی کہتے ہیں اور جو خصوص کے قائل ہیں وہ
اضافت عہدی کہتے ہیں خلاصہ یہ کہ الفاظ تین طرح پر ہیں قسم اول حلال اللہ یا حلال المسلمین تو یہ عام ہے اور یہی مراد ہے اصحاب فتاوی اور کمال الدین
محقق اور مصنف کی اپنی شرح میں قسم ثانی انت علی حرام یہ خاص ہے مخاطبہ کو قسم ثالث امرأتی علی حرام اس میں اختلاف ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **فروع**
مسائل ملحقہ شارح کے انت علی حرام الف مرۃ یقع واحدۃ زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے ہزار بار تو ایک طلاق واقع ہوگی اس واسطے
کہ حرمت شے واحد ہے اس میں تعدد کی گنجائش نہیں بخلاف طلاق کے واللہ اعلم طلقہا واحدۃ ثم قال لہا انت حرام نادیا ثنتین وقع واحدۃ عورت کو
ایک طلاق دی پھر کہا اس سے کہ تو حرام ہے دو طلاق کی نیت کر کے تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی کررہ مرتین ونوی بالاول طلاقا وبالثانی یمینا صح انت
حرام کو دو بار کہا اور اول سے طلاق کی نیت کی اور دوسری سے یمین کی تو صحیح ہے قال ثلث مرات حلال اللہ علیہ حرام ان فعل کذا ووجد الشرط وقع الثلث
کہا تین بار کہ حلال خدا کا حرام ہے اس پر اگر ایسا کرے اور شرط پائی گئی تو تین بار طلاق واقع ہوگی قال لہما انتما علی حرام ونوی فی احدہما ثلثا وفی الاخری واحدۃ
فکما نوی بہ یفتی وتمامہ فی البزازیۃ کہا دو عورتوں سے کہ تم دونوں مجھ پر حرام ہو اور ایک عورت میں تین کا ارادہ کیا اور دوسری میں ایک طلاق کا تو ویسا
ہی ہوگا جیسا کہ اس نے ارادہ کیا اسی پر فتوی ہے اور پورا بیان اس کا بزازیہ میں ہے قال انتما علی حرام حنث بوطی کل ولو قال واللہ لا اقربکما لم یحنث الا
بوطیہما والفرق لا یخفی کہا کہ تم دونوں مجھ پر حرام ہو تو حانث ہوگا ہر عورت کی وطی سے اور اگر یوں کہا کہ واللہ تم دونوں سے میں قربت نہ کروں گا تو
حانث نہ ہوگا مگر دونوں کی وطی سے یعنی ایک کی وطی سے قسم نہ ٹوٹے گی اور وجہ فرق دونوں مسئلوں کی مخفی نہیں اس واسطے کہ پہلی صورت میں ہر عورت
کو متصف بحرمت کیا تو ہر عورت کو حرمت مستقلہ ثابت ہوئی اور دوسری صورت میں دونوں کی وطی سے اپنی ذات کو روکا تو ایک کی وطی سے حانث نہ ہوگا
اور دوسری وجہ فرق کی یہ ہے کہ پہلی صورت میں ایلاء معنوی ہے باعتبار معنی تحریم کے کہ ہر ایک میں جدا جدا موجود ہے بخلاف صورت ثانیہ کے واللہ
اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر وفی الجوہرۃ کرر واللہ لا اقربک ثلثا فی مجلس ان نوی التکرار اتحد والا فالایلاء واحد والیمین ثلث وان تعدد المجلس
تعدد الایلاء والیمین واللہ اعلم اور جوہرہ میں ہے کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا اس کو تین بار ایک مجلس میں مکرر کہا اگر تکرار کی یعنی تاکید کی نیت کی

Marfat.com

تو ایک ہی ایلاء اور ایک ہی یمین ہوگی اور اگر تاکید کی نیت نہ کی تو ایک ایلا ہوا یعنی اگر چار مہینے بدوں وطی کے منقضی ہوں گے تو ایک طلاق ہوگی اور تین یمین ہوں گی یعنی اگر وطی کرے گا تو تین کفارے دینے لازم ہوں گے اور مجلسیں متعدد ہوں گی یعنی ہر مجلس میں ایک بار واللہ لا اقربک کہیگا تو تین ایلاء اور تین یمین ہونگی اگر چار مہینے تک قربت نہ کرے گا تو تین بار طلاق واقع ہوگی اور اگر قربت کرے گا تو تین کفارے لازم آویں گے واللہ اعلم۔

باب الخلع ہو لغۃ الازالۃ یہ باب ہے احکام خلع میں اور خلع لغت میں بمعنی ازالہ ہے یعنی ایک چیز کو دوسری چیز سے زائل کرنا اور جدا کرنا اور نکالنا جیسے کپڑے کو بدن سے اور موزہ کو پاؤں سے نکالنا واستعمل فی ازالۃ الزوجۃ بالضم وفی غیرہ بالفتح اور خلع مستعمل ہے ازالہ زوجیت میں بضم اول اور ازالہ زوجیت کے غیر میں بفتح اول مستعمل ہے وشرعا کما فی البحر ازالۃ ملک النکاح خرج بہ الخلع فی النکاح الفاسد وبعد البینونۃ والردۃ فانہ لغو کما فی الفصول اور خلع باعتبار اصطلاح شرع کے چنانچہ بحر الرائق میں ہے عبارت ازالہ ملک نکاح سے ہے ملک نکاح کی قید سے نکاح فاسد میں خلع کرنا اور طلاق بائن اور مرتد ہونے کے بعد خلع کرنا خلع شرعی کی تعریف سے نکل گیا اس واسطے کہ وہ لغو ہے بسبب عدم ملکیت نکاح کے کذا فی الفصول المتوقفۃ علی قبولہا خرج بہ ما لو قال خلعتک ناویا الطلاق فانہ یقع بائن غیر مسقط للحقوق لعدم توقفہ علیہ ولیسا ازالہ ملک نکاح کا خلع ہے جو موقوف ہے عورت کے قبول کرنے پر تو اس قید سے نکل گئی وہ صورت کہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ میں نے تجھ کو خلع کیا طلاق کی نیت سے یوں کہا تو طلاق بائن واقع بلا اسقاط حقوق زوجیت تو یہ قول خلع نہ ہوگا بسبب نہ موقوف ہونے اس طلاق کے عورت کے قبول پر اور جو ازالہ ملک نکاح عورت کے قبول پر موقوف نہیں وہ خلع نہیں بخلاف خالعتک بلفظ المفاعلۃ لو اختلعی بالامر ولم یسم شیئا فقبلت فانہ خلع مسقط حتی لو کان قبضت البدل ردتہ خانیۃ بخلاف خالعتک یعنے زوج نے بلفظ باب مفاعلت خلع کیا یا عورت سے بصیغہ امر اختلعی کہا یعنی خلع قبول کر اور اس کے عوض میں کچھ مال مقرر نہ کیا سو عورت نے خلع قبول کیا تو یہ قول خلع ہے مسقط حقوق الزوجیت کا یہاں تک کہ اگر منکوحہ مہر قبض کر چکی ہوگی تو اس کو مہر کا پھیر دینا لازم ہوگا کذا فی الخانیہ بلفظ الخلع خرج الطلاق علی مال فانہ غیر مسقط فتح یعنی ازالہ ملک بلفظ خلع ہو تو اس قید سے طلاق بعوض مال کے تعریف خلع سے نکل گیا اس واسطے کہ طلاق مذکور زوجیت کو ساقط نہیں کرتا کذا فی فتح القدیر وزاد قولہ او ما فی معناہ لیدخل لفظ المباراۃ فانہ تسقط کما سیجیئ ولفظ البیع والشراء فانہ کذلک کما صححہ فی الصغری خلافا للخانیۃ یعنی خلع عبارت ہے اس ازالہ ملک سے جو بلفظ خلع ہو یا اس لفظ سے ہو جو بمعنی خلع کے ہو مصنف نے اس قول کو اس واسطے زیادہ کیا تاکہ مبارات کا لفظ خلع میں داخل ہو جائے اس واسطے کہ وہ بھی حقوق زوجیت کا مسقط ہے چنانچہ عنقریب آویگا اور تاکہ خلع بلفظ بیع اور شرا داخل رہے خلع میں اس واسطے کہ وہ بھی اسی طرح مسقط ہے چنانچہ اس کی تصحیح کی ہے فتاوی صغری میں برخلاف خانیہ کے ہم اب تعریف خلع کی پوری ہوگئی اپنی افراد کی جامع اور غیر کی مانع وافاد التعریف صحۃ خلع المطلقۃ رجعیا اور فائدہ دیا تعریف مذکور نے مطلقہ رجعی کی صحت خلع کا اس واسطے کہ خلع عبارت ہے ازالہ ملک نکاح سے اور بقائے عدت تک طلاق رجعی میں ملک ثابت ہے لہذا رجعت بدوں تجدید نکاح کے درست ہے ولا باس بہ عند الحاجۃ للشقاق لعدم الوفاق اور کچھ مضائقہ نہیں خلع کرنے میں وقت ضرورت کے جب آپس میں پھوٹ پڑی نااتفاقی سے اور مرد کو مال لینا عورت سے چھوڑنے کے بدلے جائز ہے بشرطیکہ نااتفاقی مرد کی طرف سے نہ ہو چنانچہ صحیح بخاری میں بروایت عبداللہ بن عباس ثابت ہے کہ ایک عورت نے ایک باغ اپنے مہر میں پایا تھا وہ اپنے زوج سے راضی نہ تھی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ باغ پھیر کر خلع کر لے اور بلا ضرورت عورت کو خلع کی خواہش کرنا حرام ہے جامع ترمذی میں بحدیث مرفوع ثابت ہے کہ جو عورت بلا ضرورت زوج سے طلاق کی خواہش کرے گی تو اس پر بہشت کی خوشبو حرام ہے لیکن جب کسی طرح موافقت نہ ہو سکے تو بموجب نص قرآنی کے جدائی بعوض مال کے جائز ہے کذا فی حاشیۃ المدنی بما یصلح للمہر بغیر عکس کلی لصحۃ الخلع بدون العشرۃ وبما فی یدہا وبطن غنمہا وجوز العینی انعکاسہا خلع جائز ہے عوض اس مال کے جو صلاحیت مہر کی رکھتا ہو بدوں عکس کلی کے یعنی جو صلاحیت خلع کی رکھتا ہو وہ صلاحیت مہر

Marfat.com

ی بھی رکھے یہ کلیہ صحیح نہیں بسبب صحت خلع کے کمتر دس درم سے اور بعوض اس مال کے جو عورت کے قبضہ میں ہے اور بعوض اس بچہ کے جو بکری کے پیٹ میں ہے
اور حالانکہ دس درم سے کم میں اور عورت کے مقبوضے سے بسبب مجہول ہونے مال کے اور پیٹ کے بچے سے مہر صحیح نہیں اور علامہ عینی نے اس کا انعکاس جائز
رکھا ہے ہم کلام عینی میں انعکاس سے مراد شائد انعکاس منطقی ہے اس واسطے کہ منطق میں موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ ہوتا ہے سو یہاں صحیح ہے عکس لغوی کسی طرح
صحیح نہیں ہوسکتا وشرطہ کالطلاق اور شرط خلع کی مانند شرط طلاق کے ہے یعنی منکوحہ ہونا زوجہ کا اور اہلیت زوج کی تو صبی اور مجنون کا خلع صحیح نہیں وصفتہ ماذکر لقولہ
ھو یمین فی جانبہ لانہ تعلیق الطلاق بقبول المال فلا یصح رجوعہ عنہ قبل قبولہا اولا یصح شرط الخیار لہ ولا یقتصر علی المجلس الی مجلسہ ولیقتصر قبولہا
علی مجلس علمہا اور خلع یمین ہے مرد کی جانب میں اس واسطے کہ وہ تعلیق ہے طلاق کی مال کے قبول پر تو صحیح نہیں پلٹنا زوج کا خلع سے قبل قبول کرنے عورت
کے اور صحیح نہیں زوج کو شرط کرنا اپنے اختیار کا اور منحصر نہیں زوج کی مجلس پر . . . . . یعنی اگر زوج مجلس بدلے گا تو خلع باطل نہ ہوگا اور موقوف
ہے قبول کرنا عورت کا اپنے علم کی مجلس پر یعنی جب عورت کو خلع کی خبر ہو اور وہ مجلس میں نہ قبول کرے اٹھ کھڑی ہو تو خلع باطل ہوگا وفی جانبہا
معاوضۃ بمال فصح رجوعہا قبل قبولہا وصح شرط الخیار لہا ولو اکثر من ثلثۃ ایام بحر ولیقتصر علی المجلس کالبیع اور عورت کی جانب میں خلع بدلائی ہو
عوض مال دینے کے تو صحیح ہے عورت کا رجوع کرنا قبل قبول کرنے زوج کے اور صحیح ہے عورت کو اختیار کا شرط کرنا اگرچہ تین روز سے زیادہ اپنے
اختیار کو شرط کرلے کذا فی البحر الرائق اور موقوف ہے صحت خلع کی عورت کی مجلس پر مانند بیع کے فائدہ یشترط فی قبولہا علمہا بمعناہ لانہ معاوضۃ بخلاف
طلاق وعتاق وتدبیر لانہ اسقاط والاسقاط یصح مع الجہل فائدہ مشروط ہے عورت کی صحت قبول میں دریافت کرنا عورت کا معنی خلع کو تو اگر زوج مثلاً
ہندی کی عورت سے بعوض مال عربی زبان میں کرادے تو قول صحیح میں صحیح نہ ہوگا اس واسطے کہ خلع بدلائی کا نام ہے اور بدلائی بدوں دریافت کے نہیں ہوتی
بخلاف طلاق اور عتاق اور تدبیر کے کہ اس میں علم ہونا ضرور نہیں اس واسطے کہ ہر واحد عبارت ہے اسقاط حق سے اور اسقاط نادانی کے ساتھ صحیح
ہوجاتا ہے یعنی فقط قضاً صحیح ہے نہ دیانۃ کذا فی حاشیۃ المدنی وطرف العبد فی العتاق علی مال کطرفہا فی الطلاق اور جانب غلام کے
آزادی بشرط مال میں مانند جانب عورت کے ہے طلاق میں یعنی اگر غلام کہے مولیٰ سے کہ عوض اس قدر مال کے مجھ کو آزاد کیجیے تو غلام کو رجوع کرنا قبل قبول
مولی کے درست ہے اور اگر مولیٰ کہے کہ میں نے بعوض اتنے مال کے تجھ کو آزاد کیا تو مولیٰ اس کلام سے پلٹ نہیں سکتا اور شرط خیار اور اقتصار علی المجلس
کو بھی اسی پر قیاس کرلینا چاہیے والخلع یکون بلفظ البیع والشراء والطلاق والمبارأۃ کبعت نفسک او طلاقک او طلقتک علی کذا
او ابرأتک ای فارقتک وقبلت المرأۃ اور خلع ہوتا ہے بلفظ بیع اور شرا اور طلاق اور مبارات کے چنانچہ یوں کہا کہ میں نے تیری ذات کو یا تیری طلاق کو بیچا
یا یوں کہے کہ میں نے تجھ کو طلاق بعوض اتنے مال کے دی یا یوں کہا کہ مبارات کی میں نے تجھ سے یعنی تجھ کو جدا کیا اور عورت نے قبول کرلیا تو خلع ان الفاظ سے ثابت
ہوگیا ہم خلع بلفظ شرا کے یہ مثال کہ عورت نے کہا کہ میں نے اپنی ذات یا اپنی طلاق تجھ سے مول لی بعوض اتنے مال کے کذا فی منح الغفار وحکمہ ان الواقع بہ
ولو بمال ولو بالطلاق الصریح علی مال طلاق بائن وثمرتہ فیما لو بطل البدل کما سیجئ اور حکم خلع یہ ہے کہ جو خلع سے واقع ہوتی ہے سو طلاق بائن
ہے اگرچہ خلع بدوں مال کے ہو اور اگرچہ بلفظ طلاق صریح ہو عوض مال کے اور ثمرہ اس حکم کا اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے جب کہ بدل خلع کا مال باطل
واقع ہو مانند شراب یا سور کے چنانچہ بدل باطل کا بیان بعد چند سطر کے عنقریب آتا ہے یعنی جب کہ بدل خلع میں مال باطل مذکور ہوگا تو اگر خلع بلفظ
خلع ہوا ہے تو طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر بلفظ طلاق ہوا ہے تو طلاق رجعی واقع ہوگی والخلع ہو من الکنایات فیعتبر فیہ ما یعتبر فیہا
من قرائن الطلاق لکن لو قضی بکونہ فسخا نفذ لانہ مجتہد فیہ وقیل لا اور خلع کنایات میں داخل ہے تو خلع میں اعتبار کیا جاوے گا اس امر کا جس کا کنایات
میں اعتبار ہوتا ہے یعنی قرائن طلاق کا چنانچہ قبل اس کے مذاکرہ طلاق کا ہونا یا طلاق کا سوال کرنا دُرّ المنتقی میں ہے کہ مال مقرر کرنا خلع میں یہ بھی قرینہ

Marfat.com

ہے طلاق کا کذا فی حاشیۃ المدنی اور باوجودیکہ خلع کنایات میں داخل ہے اور کنایات سے طلاق ہی واقع ہوتی ہے نہ فسخ لیکن اگر قاضی حنبلی یا شافعی مذہب اپنے مذہب کے فسخ کرنے کا حکم کرے تو نافذ ہوگا اس واسطے کہ اس امر میں اجتہاد کی گنجائش ہے اور قول مجتہد فیہ میں حکم قاضی نافذ ہے اگرچہ قاضی شافعی ہو اور مدعی یا مدعی علیہ حنفی یا مالکی یا حنبلی ہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ قاضی کا حکم اس میں نافذ نہیں **خلعها ثم قال لم انو به الطلاق فان ذكر بدلا لم يصدق قضاء** فی الصور الاربع اور اگر مرد نے عورت سے خلع کیا پھر بولا کہ میں نے اس سے طلاق کی نیت نہیں کی تو اگر زوج بدل خلع میں کچھ مال ذکر کر چکا ہے تو قضاءً اس کی تصدیق نہ ہوگی چاروں صورتوں میں الفاظ بیع اور شرا اور خلع اور مبارات میں اس واسطے کہ ذکر عوض کا قرینہ ہے طلاق کا مگر باعتبار دیانت کے البتہ تصدیق ہوگی لیکن اس صورت میں بھی عورت کو مرد کے پاس رہنا جائز نہیں اس واسطے کہ عورت مانند قاضی کے ہے ظاہر یہ عمل کرنے میں کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر **والا صدق فی ما اذا وقع بلفظ الخلع والمبارأة** لانهما كنايتان ولا قرينة بخلاف لفظ بیع و طلاق اور اگر مال مذکور نہیں ہوا تو زوج کی تصدیق ہوگی اس خلع میں جو کہ بلفظ خلع یا بلفظ مبارات واقع ہوا ہے اس واسطے کہ یہ دونوں لفظ کنایہ ہیں طلاق سے اور قرینہ طلاق کا کوئی موجود نہیں بخلاف لفظ بیع اور طلاق کے کہ اس میں زوج کی تصدیق نہ ہوگی بدوں ذکر مال کے بھی اس واسطے کہ وہ دونوں لفظ طلاق صریح ہیں قرینہ اور نیت کی اس میں کچھ حاجت نہیں لفظ بیع اس واسطے طلاق صریح ٹھہرا کہ بیع عبارت ہے زوال ملک عین سے اور زوال ملک عین کو زوال ملک منافع لازم ہے وفیه اشارة الى اشتراط النية وهو ظاهر الرواية الا ان المشائخ قالوا لا يشترط النية لانه بحكم غلبة الاستعمال صار كالصريح كما فی القهستانی عن متفرقات طلاق المحیط اور اس میں یعنی خلع اور مبارات کی کنایہ ہونے میں اشارہ ہے نیت کے شرط ہونے کی طرف یعنی بلفظ خلع بدوں نیت کے طلاق نہ واقع ہوگی اور یہ ظاہر الروایۃ ہے مگر مشائخ نے کہا ہے کہ نیت شرط نہیں اس واسطے کہ لفظ خلع بسبب کثرت استعمال کے مانند طلاق صریح کے ہو گیا ہے چنانچہ قہستانی میں یہ مذکور ہے متفرقات طلاق محیط سے طحطاوی نے کہا کہ مشائخ سابقین کے زمانہ میں شائد ایسا ہی ہوگا کہ خلع بجائے طلاق صریح مستعمل ہوتا ہوگا **وكره له تحريما اخذ شيء وملحق به لابراء عما لها عليه ان نشز** اور اگر ناموافقت اور زیادتی زوج کی طرف سے ہو اس کو خلع کے عوض کچھ لینا عورت سے مکروہ تحریمی ہے اور اس سے ملحق ہے ابراء دین یعنی اگر عورت کا دین ہو مرد پر مہر ہو یا غیر مہر اور مرد عوض خلع کے اس کی معافی چاہے تو یہ بھی مکروہ تحریمی ہے طحطاوی حمشی نے کہا کہ حق یوں ہے کہ اس حال میں مال لینا حرام قطعی ہے لیکن اگر لے گا تو مالک ہوگا بملک خبیث کذا فی حاشیۃ المدنی **وان نشزت لا ولو منه نشوز ايضا ولو باكثر مما اعطاها على الاوجه** فتح اور اگر نافرمانی اور ناموافقت عورت کی طرف سے ہو تو عورت سے عوض خلع کے مال لینا مکروہ نہیں اگرچہ بعد نافرمانی زوجہ کے زوج کی طرف سے بھی ناموافقت ہو گئی ہو تو بھی مال لینا درست ہے اگرچہ خلع میں لینا دینے سے زیادہ ہو یعنی اگر مثلاً دس درم مہر میں عورت کے دیے تھے اور بیس درم خلع کی عوض لیے تو بھی جائز ہے بنا بر اس قول کے جس کی وجہ خوبتر ہے کذا فی فتح القدیر وصحح الشمنی کراہیۃ الزیادۃ وتعبیر الملتقی لا باس یفید انها تنزیهیة وبه یحصل التوفیق اور شمنی نے مہر سے زیادہ لینے کی کراہیت کو صحیح کیا ہے اور تعبیر ملتقی الابحر کی بلفظ لا باس بہ کے اس کا فائدہ دیتی ہے کہ کراہت تنزیہی ہے تو اس تقریر سے حاصل ہو گیا اتفاق دونوں قولوں کا سو جو فقیہ کہ دینے سے زیادہ لینے کو کہتا ہے سو کراہت تنزیہی کا ارادہ کرتا ہے اور جو نفی کراہت کی کرتا ہے وہ کراہت تحریمی کی نفی کرتا ہے نہ تنزیہی کی تو اختلاف جاتا رہا **اكرههما الزوج عليه تطلق بلا مال** لان الرضا شرط للزوم المال وسقوطه زبردستی کی عورت پر زوج نے خلع قبول کرنے پر تو بدوں مال کے طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ رضامندی شرط ہے لازم ہونے مال میں اور ساقط ہونے مال میں یعنی خواہ عورت نے مال دینا اپنے اوپر جبر سے لازم کر لیا ہے یا اسقاط مہر کا قبول کیا تو جبراً مال دینا لازم ہوگا اور نہ مہر ساقط ہوگا **ولو هلك بدله في يدها قبل القبض او استحق فعليها قيمته لو ابدل قيميا ومثله لو مثليا** لان الخلع لا يقبل الفسخ اور اگر ہلاک ہو گیا بدل خلع کا عورت کے ہاتھ میں یا اس کا کوئی اور مالک نکلا عورت کے سوا تو اگر

Marfat.com

بدل قیمت والی چیز تھا جیسے غلام یا کپڑا تو عیب پر اس کی قیمت دینا لازم ہوگا اور اگر بدل مثلی تھا چنانچہ کیلی یا وزنی چیز تھا تو عورت کو اس کے مانند دینا لازم آویگا اس واسطے کہ خلع فسخ ہونے کو قبول نہیں کرتا بخلاف بیع کے جب کہ بائع کے پاس ہلاک ہو جاوے اس واسطے کہ بیع فسخ ہو سکتی ہے **خلعها او طلقها بخمر او خنزير او ميتة او نحوها مما ليس بمال وقع طلاق بائن في الخلع رجعي في غيره وقوعا مجانا فيهما** لبطلان البدل وهو الثمرة کما مر خلع کیا عورت سے یا طلاق دی اس کو عوض شراب یا سور یا مردار یا مانند اس کے اس قسم سے کہ وہ مسلمان کے حق میں مال نہیں تو طلاق بائن واقع ہوگی خلع کے لفظ میں اور طلاق رجعی ہوگی خلع کے سوا اور الفاظ میں دونوں صورتوں میں طلاق کا واقع ہونا مفت ہوگا بسبب باطل ہونے بدل کے اور یہ وہ ثمرہ ہے جس کی آمد کا شارح نے وعدہ کیا تھا **ولو سمعت حلالا كهذا الخل فاذا هو خمر رجع بالمهر ان لم يعلم والا لا شيئ له** اور اگر عورت نے عوض خلع میں حلال مال کا نام لیا چنانچہ یوں کہا کہ مجھ سے خلع کر عوض اس سرکے کے حالانکہ وہ شراب تھی سرکہ نہ تھا تو زوج مہر کو پھیر لے اگر ادا کیا ہو اور اگر ہنوز دیا نہیں تو ساقط ہوا بشرطیکہ زوج کو شراب ہونے کا علم نہ تھا اور اگر زوج جانتا ہو کہ وہ سرکہ نہیں بلکہ شراب ہے تو مفت طلاق واقع ہوگی اور مہر عورت کا قائم رہے گا اس واسطے کہ فریب عورت کا ثابت نہیں اس صورت میں **كخا لعني على ما في يدي اى الحبيثة و لا شئ في يدها لعدم التسمية** چنانچہ مفت طلاق واقع ہوتی ہے اس صورت میں کہ عورت نے اپنے مرد سے کہا کہ مجھ سے خلع کر میرے ہاتھ والی چیز پر اور حالانکہ اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں مفت طلاق ہوگی بسبب عدم تقرر مال کے اور ہاتھ مراد اس مثال میں ظاہری ہاتھ ہے نہ معنوی یعنی قبض اور تصرف وكذا عكسه اور اسی طرح اس مثال کے بالعکس میں مفت طلاق ہوگی یعنی اگر مرد نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھ سے خلع کیا اپنی ہاتھ والی چیز پر اور حالانکہ اس میں کچھ نہیں **لو كان في يده جوهرة لها فقبلت فهي له علمت او لا لاضرارها بنفسها بقبولها** لیکن اگر زوج کے ہاتھ میں عورت کا جواہر ہوگا اور عورت ہاتھ والی چیز پر خلع قبول کرے گی تو وہ جواہر مرد کا مملوک ہو جاویگا عورت کو ہاتھ میں جواہر ہونے کا علم ہو یا نہ ہو بسبب ضرر رسانی عورت کے اپنی ذات کو اس کے قبول کر لینے سے **وان زادت من مال او دراهم ردت عليه في الاولى مهرها ان قبضته والا لا شيئ عليها جوهرة او ثلثة دراهم في الثانية** اور اگر عورت نے مثال مذکور میں مال یا دراہم کا لفظ زیادہ کیا یعنے یوں کہا کہ مجھ سے خلع کر میرے ہاتھ والے مال پر یا میرے ہاتھ والے دراہم پر اور حالانکہ اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں تو پہلی صورت میں یعنی در صورت ذکر مال عورت اپنا مہر مرد کو پھیر دے اگر مہر کو مرد سے لے چکی ہو اور اگر مہر ہنوز نہ پایا ہو تو عورت کو کچھ دینا لازم نہیں یعنی اگر مہر مرد پر ہوگا تو ساقط ہوگا تو عورت کو کچھ نہ دینا پڑے گا یا کہ عورت تین درم مرد کو پھیر دے دوسری صورت میں یعنی در صورت ذکر دراہم کے **كذا في الجوهرة** ہاتھ سے مراد ان دونوں صورتوں میں ظاہری ہاتھ نہیں بلکہ مقبوضہ مراد ہے **ولو في يدها اقل منها** اور اگر مثال مذکور میں عورت کے ہاتھ میں تین درم سے کم ہوں یعنی ایک درم ہو یا دو تین کو پورا کر دے تاکہ اقل جمع پایا جاوے **ولو سمعت دراهم فبان دنانير لم ارہ** اور اگر عورت نے عوض خلع میں دراہم کا نام لیا پھر ظاہر ہوا کہ عورت کے ہاتھ میں درم نہیں بلکہ دینار ہیں شارح کہتا ہے کہ میں نے اس کا حکم کتب فقہ میں نہیں دیکھا **هم صاحب نهر نے کہا کہ اس صورت میں دراہم ہی واجب ہوں گے نہ دنانیر لیکن اس کو کہیں مصرح نہیں دیکھا كذا في حاشية المدني والبيت والصندوق وبطن الجارية اذا لم تلد لاقل المدة وبطن الغنم وثمر الشجر كاليد فذكر اليد مثال في البحر** اور کوٹھڑی اور صندوق اور لونڈی کا پیٹ بشرطیکہ چھ مہینے سے کمتر میں نہ جنی ہو اور بکری کا پیٹ اور درخت کا پھل حکم میں مانند ہاتھ کے ہیں تو ذکر ہاتھ کا امثلہ سابقہ میں بطور مثال کے ہے **كذا في بحر الرائق** یعنی اگر عورت نے کہا کہ میری کوٹھڑی والی یا صندوق والی چیز یا میری لونڈی اور بکری کے پیٹ کے بچے یا میرے درخت کے پھلوں پر مجھ سے خلع کر اور حالانکہ اس کی کوٹھڑی اور صندوق میں اور لونڈی اور بکری کے پیٹ میں اور درخت پر کچھ نہیں تو طلاق مفت ہوگی عورت پر کچھ دینا لازم نہ ہوگا لیکن اگر لونڈی چھ مہینے سے کم مدت میں جنے گی تو مرد اس کے بچہ کا مالک ہوگا اور اگر پورے چھ مہینے یا زیادہ مدت میں جنے گی

Marfat.com

تو مرد اس کا مالک نہ ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی قال وقیدہ فی الخلاصۃ وغیرہا بعدم الملک فقال لو علم انہ لا متاع فی البیت او انہ لا مہر لہا علیہ فی خلعہا بمہرہا ولا یلزمہا شیء لانہا لم تطمعہ فلم یصر مغرورا ولو ظن ان علیہ المہر ثم تذکر عدمہ ردت المہر اور صاحب بحر الرائق نے کہا کہ مسائل مذکورہ میں مفت طلاق واقع ہونے کو خلاصہ وغیرہ میں مقید کیا ہے بقید عدم علم کے سو یوں کہا ہے کہ اگر زوج نے جانا کہ کچھ اسباب کوٹھڑی یا صندوق میں نہیں یا خلع بعوض مہر میں زوج یہ جانتا تھا کہ عورت کا اس پر کچھ مہر نہیں تو عورت کو کچھ دینا لازم نہ آویگا اس واسطے کہ اس صورت میں عورت نے مرد کو مرد کو کچھ لالچ نہیں دکھلایا تو زوج کو عورت نے کچھ فریب نہیں دیا، اگر مرد کو اپنے اوپر مہر واجب ہونیکا گمان تھا پھر اس کو یاد آگیا کہ مجھ پر مہر باقی نہیں رہا تو عورت کو مہر کا پھیر دینا لازم ہوگا اس واسطے کہ مرد کو دھوکا ہوا ہم طحاوی نے کہا کہ شارح کو مناسب تھا بعدم العلم سے لفظ عدم کو محذوف کرتا ہم

خالعت علی عبد ابق لہا علی برأتہا من ضمانہ لم تبرأ وعلیہا تسلیمہ ان قدرت والا فقیمتہ لانہ لا یبطل بالشرط الفاسد کالنکاح عورت نے خلع کیا اپنے بھاگے غلام پر بشرط بری الذمہ ہونے کے اس کی ضمانت سے تو عورت بری الذمہ نہ ہوگی اس شرط سے اور عورت پر تسلیم غلام کی واجب ہوگی اگر قادر ہو اس پر اور اگر غلام نہ مل سکے تو قیمت غلام کی لازم ہوگی اس واسطے کہ خلع باطل نہیں ہوتا شرط فاسد سے چنانچہ نکاح نہیں باطل ہوتا قالت طلقنی ثلثا بالف او علی الف فطلقہا واحدۃ وقع فی الاولی بائنۃ بثلثہ ای بثلث الالف ان طلقہا فی مجلسہا والا فمجانا فتح عورت نے کہا کہ مجھ کو تین طلاق دے عوض ہزار کے یا بشرط ہزار کے پھر مرد نے اس کو ایک طلاق دی تو پہلی صورت میں یعنی بالف میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی ہزار کی تہائی کے عوض بشرطیکہ عورت کی مجلس نہ بدلی ہو اور اگر دوسری مجلس میں طلاق دی تو مفت طلاق واقع ہوگی کذا فی فتح القدیر وفی الخانیۃ لو کان طلقہا ثنتین فلہ کل الالف اور خانیہ میں ہے کہ اگر زوج عورت کو دو طلاق اول دے چکا تھا تو اس کو پورے ہزار ملیں گے یعنی اگر بعد دو طلاق دینے کے عورت نے کہا کہ مجھ کو تین طلاق دے عوض ہزار کے اور زوج نے ایک طلاق دی تو عورت کو ہزار کا دینا لازم ہوگا اس واسطے کہ دو اور ایک مل کر تین ہو گئے عورت کا مطلب تھا پوری جدائی سے سو حاصل ہو گیا وفی الثانیۃ رجعیۃ مجانا لان علی للشرط وقالا کالباء اور دوسری صورت میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگی مفت یعنی جب عورت نے کہا کہ (طلقنی علی الف) تو ایک طلاق رجعی مفت واقع ہوگی اس واسطے کہ حرف علی کا واسطے شرط کے ہے اور مشروط منقسم نہیں ہوتا اجزاء شرط پر اور رجعی طلاق اس واسطے ہوئی کہ مال سے خالی ہے اور صاحبین نے کہا کہ حرف علی کا مانند با کے ہے تو جیسے پہلی صورت میں ہزار کی تہائی کے عوض ایک طلاق واقع ہوئی تھی ویسی ہی دوسری صورت میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی قال لہا طلقی نفسک ثلثا بالف او علی الف فطلقت نفسہا واحدۃ لم یقع شیء لانہ لم یرض بالبینونۃ الا بکل الالف بخلاف ما مر لرضاہا بالف فبعضہا اولی مرد نے عورت سے کہا کہ تین طلاق دے اپنی ذات کو عوض ہزار کے یا ہزار پر سو عورت نے اپنی ذات کو ایک طلاق دی تو کچھ نہ واقع ہوگا اس واسطے کہ مرد راضی نہ ہوا جدائی سے مگر پورے ہزار کے بدلے اور عورت نے تہائی کے بدلے جدائی چاہی تو مطلب مرد کا نہ ہوا لہذا ایک طلاق بھی واقع نہ ہوگی بخلاف مسئلہ گذشتہ کے بسبب راضی ہونے عورت کے جدائی سے عوض ہزار کے تو ہزار سے کم میں بطریق اولی راضی ہوگی وقولہ لہا انت طالق بالف او علی الف فقبلتہ فی مجلسہا لزم ان لم تکن مکرہۃ کما مر ولا سفیہۃ ولا مریضۃ کما سیجیء الالف لانہ تفویض او تعلیق اور مرد کا عورت سے یوں کہنا کہ تو مطلقہ ہے عوض ہزار کے یا بشرط ہزار کے پھر عورت نے اسے قبول کر لیا اپنی مجلس میں تو عورت پر ہزار کا دینا لازم ہوگا بشرطیکہ زبردستی نہ کی ہو چنانچہ اس کا ذکر سابق ہو چکا اور عورت احمق اور بیمار نہ ہو چنانچہ حکم بیمار کا آگے آویگا ہزار دینا اس واسطے لازم ہوگا کہ یہ فعل یا بدلائی ہے یا تعلیق ہے یعنی بالف کہنے میں بدلائی ہے اور علی الف میں تعلیق ہے وفی البحر عن التاتارخانیۃ قال لامرأتیہ احداکما طالق بالف درہم والاخری بمائۃ دینار فقبلتا طلقتا بغیر شیء اور بحر الرائق میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہا اپنی دو عورتوں سے تم میں سے ایک مطلقہ ہے بعوض ہزار درم کے اور دوسری بعوض سو درم کے سو قبول کر لیا اس کو دونوں نے تو دونوں پر طلاق واقع ہوگی مفت بسبب مجہول ہونے مال کے اس واسطے

Marfat.com

لہ ہر عورت یہ کہہ سکتی ہے کہ مجھ پر لازم نہیں دینا مگر سو درم کا انت طالق وعلیک الف او انت حر وعلیک الف طلقت وعتق مجانا
وان لم یقبلا لان قوله وعلیک الف جملة تامة وقالا ان قبلا صح ولزم المال عملا بان الواو للحال وفی الحاوی ولقبولهما یفتی زوج نے کہا زوجہ سے
کہ تو طالق ہے اور تجھ پر ہزار درم دینا لازم ہے یا مالک نے اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے اور تجھ پر ہزار درم دینا لازم ہے تو عورت مطلقہ ہوگی اور غلام
آزاد ہوگا مفت اگرچہ دونوں نے ہزار درم دینا قبول بھی نہ کر لیا ہو اس واسطے کہ زوج یا مالک کا یوں کہنا وعلیک الف یہ پورا جملہ ہے یعنی ماقبل سے
کچھ علاقہ نہیں رکھتا اعراب میں خواہ واو عطف کا ہو خواہ استیناف کا اور صاحبین نے کہا کہ اگر عورت اور غلام نے ہزار درم کو قبول کر لیا ہے تو طلاق یا عتاق
صحیح ہوگا اور مال دینا لازم ہوگا باعتبار اس عمل کے کرنے کے کہ یہ واو حالیہ ہے تو وعلیک الف یہ پورا جملہ نہ ٹھہرا بلکہ انت طالق وعلیک الف ایک جملہ ہو گیا
تو مطلب یہ ہوا کہ تو طالق ہے درحالت وجوب ہزار درم اور حاوی قدسی میں کہا ہے کہ صاحبینؒ ہی کے قول پر فتوی ہے قال طلقتک علی الف
فلم تقبل فقالت قبلت فالقول له بیمینه بخلاف لبعتک طلاقک امس علی الف فلم تقبل وقالت قبلت فالقول لها
وکذا لو قال لعبده کذلک کقوله لغیره لعت منک هذا العبد بالف امس فلم تقبل وقال المشتری قبلت فان القول للمشتری والفرق
ان الطلاق بمال یمین من جانبه وهی تدعی حنثه وهو ینکر اما البیع فاقراره به اقرار بالقبول فانکاره رجوع فلا یسمع فلو برهنا اخذ بینتها تاتارخانیہ
زوج نے زوجہ سے کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق دی ہزار درم پر سو تو نے ہزار درم دینا قبول نہ کیا سو عورت نے کہا کہ میں نے قبول کیا تھا تو زوج ہی کا قول معتبر ہوگا
ساتھ قسم کے بخلاف اس قول کے کہ مرد نے عورت سے کہا میں نے تیری طلاق کل بیچی تھی ہزار درم پر سو تو نے ہزار درم کو نہ قبول کیا تھا اور عورت نے کہا
میں نے قبول کیا تھا تو اس صورت میں عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسی طرح اگر مالک نے اپنے غلام سے کہا تو اس کا بھی ایسا ہی حکم ہے یعنی اگر مالک
نے غلام سے کہا کہ میں نے تجھ کو ہزار درم پر آزاد کیا تھا سو تو نے دینا نہ قبول کیا تھا اور غلام نے کہا کہ میں نے قبول کیا تھا تو مالک کا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے اور اگر
یوں کہا کہ میں نے تیری ذات کو ہزار درم پر بیچا تھا سو تو نے نہ قبول کیا تھا اور غلام بولا کہ میں نے قبول کیا تھا تو غلام کا قول معتبر ہوگا چنانچہ مالک کا یوں کہنا
بغیر عید سے کے میں نے بیچا تھا تیرے ہاتھ اس غلام کو بعوض ہزار درم کے کل سو تو نے نہ قبول کیا تھا اور مشتری نے کہا کہ میں نے قبول کیا تھا تو مشتری کا قول
لائق اعتماد کے ہوگا نہ مالک کا اور وجہ فرق کی درمیان طلاق اور بیع کے یہ ہے کہ طلاق بعوض مال کے تعلیق ہے جانب زوج سے اور تعلیق طلاق کو قبول
زوجہ لازم نہیں اس واسطے کہ تعلیق بدوں قبول کے بھی صحیح ہے اور زوجہ مدعی ہے زوج کے حانث ہونے کی یعنی تعلیق ٹوٹنے کی اور زوج اس کا
انکار کرتا ہے اور قول معتبر نہیں مگر منکر کا لہذا درصورت مذکورہ زوج ہی کا قول معتبر ہوا اور بیع کا تو یہ حال ہے کہ بیع کا اقرار وہی اقرار ہے قبول کا اس واسطے
کہ بیع عبارت ہے ایجاب اور قبول سے تو جب بیع کا اقرار کیا تو وہی قبول کا بھی اقرار ہو گیا تو بیع کا اقرار کر کے قبول کا انکار کرنا بچھڑنا اور پلٹنا ہے بیع
سے تو مسموع نہ ہوگا اور اگر زوج اور زوجہ اپنے قول کے گواہ لاویں تو عورت ہی کے گواہ لیے جاویں گے اس واسطے کہ عورت مثبت ہے اور زوج نافی
تو گواہ اثبات کے اولی ہیں نفی سے کذا فی التتارخانیہ ولو ادعی الخلع علی مال وهی تنکر یقع الطلاق باقراره والمدعی فی المال بجالها
فیکون القول لها لانها تنکر علیه لا یقع کیف ما کان بزازیہ اور اگر دعوی کیا مرد نے خلع کا مال پر اور عورت منکر ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی بسبب
اقرار مرد کے اور دعوی مال کا بحال خود ہے سو اگر زوج گواہ لاوے گا تو مال عورت پر لازم ہوگا اور اگر گواہ نہیں تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ
وہ منکر ہے اور اس کے بالعکس میں طلاق نہ واقع ہوگی یعنی اگر عورت نے دعوی خلع کا کیا اور زوج منکر ہے تو طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ عورت
طلاق واقع کرنے کی مالک نہیں کسی طرح کا دعوی ہو طلاق نہ ہوگی کذا فی البزازیہ یعنی دعوی خلع کا بعوض مال ہو یا بلا عوض اور سبب خلع نہ ثابت ہوا تو عورت
کو مال کا دینا بھی نہ لازم ہوگا اس واسطے کہ مال تھا عوض خلع کے فروع مسائل ملحقہ شارح کے انکر الخلع او ادعی شرطا او استثناء او ان ما قبضه من

Marfat.com

دینہ او اختلا فا فی الطوع والکرہ فالقول لہ زوج خلع سے انکار کیا یا خلع میں دعوی شرط کا کیا مثلاً یوں کہا کہ میں نے خلع کیا تھا بشرط رضامندی اپنے باپ کی یا دعوی استثنا کا کیا یعنی خلع کے ساتھ میں نے انشاء اللہ کہا تھا یا یہ دعوی کیا کہ جو مال کہ لیا وہ اسکو قرض میں سے تھا یعنی زوجہ قرضدار تھی زوج کی سو زوج کہا کہ مجھ کو قرض کی ! بت زوجہ نے مال دیا نہ بابت خلع کے یا دونوں میں اختلاف پڑا خوشی اور زبردستی میں زوجہ کہتی ہے کہ مجھ سے زبردستی مال کا اقبال کرایا اور زوج کہتا ہے کہ اس نے اپنی خوشی قبول کیا تو ان سب صورتوں میں اگر گواہ نہ ہوں گے تو زوج ہی کا قول لائق اعتبار کے ہوگا ولو قالت کان لیغیرہ فالقول لہا اور اگر عورت یوں کہے گی کہ خلع بلا عوض تھا اور زوج کہتا ہے کہ خلع بعوض تھا تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اوعت المہر ونفقۃ العدۃ وادعی طلقہا وادع الخلع ولا بینۃ فالقول لہا فی المہر ولہ فی النفقۃ دعوی کیا عورت نے اپنے مہر اور نفقہ عدت کا اور یہ دعوی کیا کہ مرد نے مجھ کو طلاق دی اور مرد نے دعوی کیا کہ خلع عوض مہر اور نفقہ عدت کے ہوا ہے اور گواہ کسی کے نہیں ہیں تو عورت کا قول مہر میں معتبر ہوگا اور مرد کا قول نفقہ عدت میں مقبول ہوگا مہر میں عورت کا قول اس واسطے معتبر ہوا کہ زوجین میں بقائے مہر اصلی امر ہے اور لائق اعتبار کے قول اسی کا ہے جو متمسک ہو اصل کا اور نفقہ عدت میں زوج کا قول اس واسطے معتمد ہوا کہ عورت نفقہ عدت کے استحقاق کی مدعی ہے بسبب طلاق کے اور زوج اس کا منکر ہے اور بحر الرائق میں کہا کہ یہ تعلیل مشکل ہے اس واسطے کہ زوج اور زوجہ استحقاق نفقہ عدت میں متفق ہیں اس واسطے کہ طلاق اور خلع دونوں سے نفقہ ثابت ہوتا ہے تو کیونکر ساقط ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی خلع امرأتہ علی عبد قیمتہ علی مثلیہما خلع کیا مرد نے اپنی دو عورتوں سے ایک غلام پر تو منقسم ہوگی قیمت غلام کی دونوں عورتوں کے معین مہروں پر مثلاً قیمت غلام کی ہے تیس درم اور ایک عورت کا مہر دو سو درم کا ہے اور دوسری کا ہے سو درم کا تو دو سو درم والی پر بیس درم لازم ہوں گے اور سو درم والی پر دس درم واجب ہوں گے طحطاوی نے کہا یہ قسمت اس صورت میں ہے کہ وہ غلام کسی اجنبی شخص کا ہو دونوں عورتوں کا ہو اور دونوں کے مہر برابر نہ ہوں اور اگر غلام عورتوں کا مملوک ہوا بالمناصفہ اور دونوں کے مہر بھی برابر ہوں تو قیمت کی تقسیم کی حاجت نہیں وہی غلام بدلہ خلع کے ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی خلعتک علی عبدی وقف علی قبولہا ولم یجب شیئ بحر مرد نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھ سے خلع کیا اپنے غلام پر تو نافذ ہونا خلع کا عورت کے قبول کرنے پر موقوف رہے گا اس واسطے کہ خلع بعوض معین چیز کے ہے تو بدوں عورت کے قبول کے کیونکر درست ہوگا ولیکن عورت کو کچھ دینا لازم نہ ہوگا کذا فی بحر الرائق اس واسطے کہ زوج کو اپنے مال سے عوض خلع کا اقرار دینا صحیح نہیں ولیسقط الخلع فی نکاح صحیح ولو بلفظ بیع وشراء کما اعتمدہ الاعتمادی وغیرہ والمباراۃ ای الابراء من الجانبین کل حق ثابت وقتہما لکل منہما علی الآخر مما تعلق وقتہما بالنکاح حتی لو ابانہا ثم نکحہا ثانیا بمہر آخر فاختلعت منہ علی مہرہا بری عن الثانی الا الاول والمتعۃ کالمہر بزازیۃ اور ساقط کرتا ہے خلع نکاح صحیح میں اگرچہ خلع بلفظ بیع اور شراء کے ہو چنانچہ اسی پر اعتماد کیا ہے عمادی وغیرہ نے اور ساقط کرتا ہے مباراۃ یعنی ابراء جانبین اس طرح کہ عورت کہے مجھ کو بری کر اتنے مال پر اور مرد کہے کہ میں نے تجھ کو بری کر دیا خلع اور مباحات ساقط کرتے ہیں ہر ایک حق کو جو کہ بوقت خلع اور مبارات کے ثابت ہے ہر ایک حق دوسرے پر اس قسم کا حق جو متعلق ہے اس نکاح سے جس کے بعد خلع ہوا یہاں تک کہ اگر عورت کو طلاق بائن دی پھر اس سے دوسری بار نکاح کیا دوسرا مہر پھر اگر پھر عورت نے خلع کی خواہش کی زوج سے اپنے مہر پر تو زوج بری ہوگا نکاح ثانی کے مہر سے نہ نکاح اول کے مہر سے اور متعہ مانند مہر کے ہے کذا فی البزازیہ یہ جو کہا کہ خلع حق ثابت کو ساقط کرتا ہے یعنی مہر اور نفقہ اگرچہ ایام گذشتہ کا ہو لو پوشاک تو ثابت کی قید سے نفقہ عدت اور سکنی نکل گیا کہ یہ خلع سے بدون شرط کرنے کے ساقط نہیں ہوتا اس واسطے کہ یہ حق خلع کے وقت ثابت نہ تھا بلکہ بعد ثابت ہوا اور یہ جو کہا کہ وہ حق ثابت ساقط ہوتا ہے جو متعلق ہے نکاح سے تو وہ حق نکل گیا جو بجہت نکاح کے متعلق نہیں چنانچہ ایک کا دین ہو دوسرے پر بسبب قبض کے یا بسبب قیمت مبیع کے تو ایسا حق بخلع سے ساقط ہوگا اور یہ جو کہا کہ متعہ مہر کے مثل ہے اس کی صورت یہ ہے کہ عورت سے بدون تقرر مہر کے نکاح کیا اور قبل دخول خلع کیا تو متعہ یعنی ایک جوڑا کپڑا کا

Marfat.com

دینا ساقط ہوگا . . . . . ہرچند قیاس اس کو مقتضی ہے کہ متعہ ساقط نہ ہو خلع سے مانند نفقہ عدت کے اس واسطے کہ یہ حق وقت خلع ثابت نہ تھا بلکہ بعد ثابت ہوا لیکن جو کہ متعہ عوض ہے مہر کا تو جیسے مہر ساقط ہوتا ہے ویسے ہی یہ بھی ساقط ہو گیا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن ابی سعود وفیہا اختلعت علی ان لا دعوی لکل علی صاحبہ ثم ادعی ان لہ کذا من القطن صح لاختصاص البراءۃ بحقوق النکاح اور بزازیہ میں ہے کہ عورت نے خلع کیا اس شرط پر کہ کچھ دعوی نہیں کسے کا اپنے ساتھی پر پھر مرد نے دعوی کیا کہ اس کی یعنی میری اتنی روئی ہے عورت کے ذمہ پر تو یہ دعوی صحیح ہے بسبب مخصوص ہونے برأت کے ساتھ حقوق نکاح کے یعنی خلع سے حقوق نکاح البتہ ساقط ہو جاتے ہیں نہ اور حقوق الا نفقۃ العدۃ وسکناہا فلا یسقطان الا اذا ابین علیہا فتسقط النفقۃ لا السکنی لانہا حق الشرع اذا ابرأتہ عن مؤنۃ السکنی فیصح فتح وہو مستغنی عنہ بما ذکرنا اذ النفقۃ والسکنی لم یجبا وقتہما بل بعد ہما سب حقوق متعلق بنکاح ساقط ہوتے ہیں مگر نفقہ عدت کا اور سکنی عورت کا سو یہ نہیں ساقط ہوتے مگر جب کہ تصریح ہو گئی ہو نفقہ عدت کی نفی پر تو نفقہ عدت کا ساقط ہوگا نہ سکنی اس واسطے کہ سکنی حق شرع ہے حق تعالی نے فرمایا کہ لا تخرجوہن من بیوتہن یعنی نہ نکالو مطلقات کو ان کے رہنے کے مکان سے تا انقضائے عدت مگر جب کہ عورت مرد کو بری الذمہ کر دے باربرداری اور سکنی کے خرچ سے اس طرح کہ مثلاً دونوں کرایہ کے مکان میں رہتے تھے تو عورت نے اپنے اوپر کرایہ دینا لازم کر لیا یوں بولی کہ میں دوسرا گھر کرایہ کو لوں گی یا کہ اپنے مملوک کے گھر میں رہتی ہو تو اس طرح صحیح ہوگا کذا فی فتح القدیر خلاصہ یہ کہ سکنی کسی طرح ساقط نہیں ہوتا لیکن کرایہ سکنی کا البتہ ابرا سے ساقط ہوتا ہے شارح کہتا ہے کہ نفقہ عدت اور سکنی کے استثنا کرنے کی کچھ حاجت نہیں بموجب ہمارے بیان کے یعنی لقولہ ثابت وقتہما بعد قول المصنف کل حق کی اس واسطے کہ نفقہ اور سکنی واجب ہی نہیں وقت خلع اور مبارات کے بلکہ بعد ان کے واجب ہوئے ہیں یعنی اگر مصنف ثابت وقتہما کی قید لگاتا جیسی شارح نے قید لگائی ہے تو استثنا کرنے کی حاجت نہیں ہوتی لیکن چونکہ مصنف نے اس قید کو مذکور نہیں کیا تو البتہ استثنا کرنے کی حاجت ہوگی اور بعض حواشی میں یوں ہے کہ قید ثابت کی مصنف کے قول یسقطان سے مفہوم ہوتی ہے اس واسطے کہ امر ثابت ساقط ہوتا ہے نہ کہ امر حادث تو اس توجیہ سے الا نفقۃ العدۃ استثنائے منقطع ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وقیل الطلاق علی مال مسقط للمہر کالخلع والمعتمد کذا ذکرہ البزازی اور قول نامعتمد یہ ہے کہ طلاق عوض مال کے بھی مہر کو ساقط کرتا ہے مانند خلع کے اور قول معتمد یہ ہے کہ ساقط نہیں کرتا کذا ذکرہ البزازی ولا یبرأ ابراک اللہ ذکرہ الیعقوبی اور زوج بری نہیں ہوتا عورت کے اس قول سے کہ خدا تجھ کو بری کرے چنانچہ یعقوبی نے اس کو ذکر کیا ہے اور اس کا شاگرد علامہ باقانی اور خیر الدین رملی بھی اسی کے قائل ہیں لیکن قاری ہدایہ نے اس کے خلاف فتوی دیا ہے اور کہا ہے کہ اس قول سے طلاق واقع ہوگی اور ابرا صحیح ہوگا اور کاذرونی اس کا تابع ہو گیا ہے اپنے فتاوے میں اور علامہ مقدسی نے کہا کہ ہمارے زمانے میں یہ رائج ہے کہ مرد عورت سے برأت چاہتا ہے سو عورت کہتی ہے کہ اللہ تجھ کو بری کرے اور میں نے لکھ دیا ہے کہ یہ برأت صحیح ہے بسبب عرف کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الاسقاطی شرط البراۃ من نفقۃ الولدان وقتا وقتا کسنۃ صح ولزم والا لا بحر وفیہ عن المنتقی وغیرہ لو کان الولد رضیعا صح وان لم یوقتا ورضیع حولین بخلاف الفطیم شرط کیا زوج نے خلع میں اپنا بری الذمہ ہونا اپنے لڑکے کے خرچ سے تو اگر دونوں نے کوئی برأت کی مدت مقرر کی چنانچہ ایک سال کی مدت تو یہ شرط صحیح ہے اور عورت پر نفقہ لڑکے کا لازم ہو گیا اگر مدت نفقہ کی مقرر نہ کی تو شرط بھی صحیح نہ ہوگی اور عورت پر نفقہ بھی لازم نہ ہوگا کذا فی بحر الرائق اور اس میں منتقی وغیرہ سے منقول ہے کہ اگر لڑکا شیر خوار ہوگا تو شرط برأت کی صحیح ہوگی اگرچہ دونوں نے مدت نہ مقرر کی ہو اور عورت اس کو دودھ پلاتی ہو دوسرے اس واسطے کہ شیر خوار میں قرینہ دلالت کرتا ہے کہ تا مدت رضاعت نفقہ مراد ہے بخلاف اس لڑکے کے جو دودھ چھوڑ چکا ہے کہ اگر اس کی پرورش میں مدت مقرر نہیں ہوئی تو عورت پر نفقہ لازم نہ ہوگا لیکن خلع صحیح ہوگا بسبب قبول کر لینے عورت کے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

Marfat.com

وتوتزوجها او هربت او ماتت او مات الولد يرجع ببقية "نفقة" الولد و العدة اور اگر خلع کیا عورت سے بشرط برأت نفقہ عدت اور نفقہ ولد کے اور پھر اس عورت سے نکاح کیا کہ عورت نفقہ رسانی ولد سے بھاگ نکلی یا کہ عورت بعد شرط مذکور کے مرگئی یا کہ لڑکا مرگیا تو زوج پھیر دے بقیہ نفقہ ولد عدت کو درصورت نکاح کر لینے مختلعہ مذکورہ کے زوج پر نفقہ عورت کا لازم ہو گیا اور یہاں آکر لڑکے کو بھی اس کے باپ کے مال سے کھلاوے گی لہذا زوج کو جس قدر مدت بعد عدت باقی رہی ہوگی اتنی مدت کا نفقہ عورت کا اور نفقہ ولد کا پھیر لینا جائز ہے اس واسطے کہ وہ عوض تھا خلع کا اور درصورت ہرب بھی بقیہ نفقہ کو زوج پھیر لے گا اس واسطے کہ عورت نے شرط کو پورا نہ کیا ہرب سے یا یہ مراد ہے کہ نفقہ رسانی سے عورت بھاگی کذا فی النہر الفائق یا یہ مراد ہے کہ عورت ناشز ہو جاوے یعنی نافرمانی کرے تاکہ نفقہ عدت کا ساقط ہو جاوے کذا فی البحر الرائق اور درصورت مرجانے عورت کے اس کے متروکہ سے بقیہ نفقہ کو زوج بھر لے کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذ شرطت بہ تبرعا درصورت مرنے عورت یا مرنے ولد کے بقیہ نفقہ کو زوج پھیر لے گا مگر اس وقت نہ لے سکے گا جب کہ عورت نے اپنی برات شرط کر لی ہو یعنی خلع کے وقت عورت نے یہ شرط کر لی ہو کہ میں مرگئی یا کہ لڑکا مرگیا تو میں بری الذمہ ہوں نفقہ سے ولها مطالبته بكسوة الصبي الا اذا اختلعت عليها ابدا ولو فطيما فيقع کا نظر اور جس صورت میں خلع بعوض نفقہ وارد ہوا ہو تو عورت کو جائز ہے کہ پوشاک ولد کی اس کے باپ سے طلب کرے مگر اس صورت میں مطالبہ نہ ہوگا جب کہ عورت نے پوشاک کے عوض بھی خلع کیا ہو اگرچہ لڑکا شیر خوار نہ ہو تو بھی خلع کرنا بعوض اس کے لباس کے صحیح ہے چنانچہ اجارہ والی کا طعام اور پوشاک صحیح ہے ہر چند یہ اجارہ مجہول ہے لیکن منازعت کا باعث نہیں اس واسطے کہ والدین بسبب کثرت شفقت ولد کے دائی کے کھانے اور لباس دینے میں تنگی نہیں کرتے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو خالعته على نفقة ولد شهر امثلا وهي معترة فطالبته بالنفقة يجبر عليها وعليه الاعتماد فتح اگر عورت نے خلع کیا مرد سے اس کے ولد کے ایک مہینے کے خرچ پر اور عورت محتاج ہے سو اس نے مرد سے ولد کا خرچ مانگا تو مرد سے بزور خرچ دلایا جاوے گا اور اسی قول پر اعتماد ہے کذا فی فتح القدیر یعنی چونکہ عورت مفلس ہے تو ولد کے باپ سے حاکم اس کا خرچ ضروری دلاوے گا اور عورت پر ایک مہینے کا نفقہ قرض بنا رہے گا جب اس کو مقدور ہوگا تو مرد لے گا وفيه لو اختلعت على ان تمسكته الى البلوغ صح في الانثى لا الغلام ولو تزوجت فللزوج اخذ الولد والا التقاط على تركه لانه حق الولد وينظر الى مثل امساكه لتلك المدة فيرجع به عليها اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر عورت نے خلع کیا اس شرط پر کہ ولد کو اپنے پاس رکھے گی اس کے بالغ ہونے تک تو یہ خلع صحیح ہوگا لڑکی کے حق میں نہ لڑکے کے حق میں اس واسطے کہ لڑکا عورت کی صحبت میں تا بلوغ رہنے سے زنانہ ہو جاوے گا مردوں کے آداب سے ناواقف رہے گا اور اگر عورت نے نفقہ ولد پر خلع کر کے دوسرے مرد سے نکاح کیا تو زوج اول کو اپنے لڑکے کا لے لینا مفروض ہے اگرچہ زوج اول اور عورت متفق ہوں عورت کے پاس لڑکا رہنے پر بعد نکاح کے تو بھی لینا ضروری ہے اس واسطے کہ یہ حق ہے ولد کا اور تامل کیا جاوے گا اس مدت کے رکھنے کے خرچ میں یعنی مثلاً ایک مہینے کے خرچ پر عورت سے خلع ہوا تھا تو حساب کیا جاوے کہ باپ نے جو چھ مہینے بھر ولد کو رکھا تو کتنا اس پر خرچ ہوا تو اسی قدر مال عورت سے زوج اول پھیر لے خلع الاب صغيرة تبعا لها ومهرها طلقت في الاصح كما لو قبلت هي وهي مميزة لزم المال لانه تبرع خلع کیا باپ نے اپنی صغیرہ بیٹی کا اس کے مال یا اس کے مہر کے عوض تو اس پر طلاق واقع ہوگی قول اصح میں چنانچہ طلاق واقع ہوتی ہے اس صورت میں کہ اگر صغیرہ تمیز دار ہو اور خلع کو قبول کرے اور مال دینا لازم نہ آوے گا نہ باپ پر نہ صغیرہ پر اس واسطے کہ باپ کا خلع کرنا مال پر از قسم تبرع یعنی فعل غیر ضروری ہے تو معتبر نہ ہوگا وكذا الكبيرة الا اذا قبلت فيلزمها المال اور اسی طرح اگر باپ نے کبیرہ بیٹی کا خلع کیا تو طلاق ہوگی اور مال دینا لازم نہ آویگا مگر جب کہ کبیرہ نے مال کا دینا قبول کر لیا تو اس کو مال کا دینا ہوگا ولا يصح من الام ما لم تلتزم البدل اور صحیح نہیں خلع صغیرہ کا ماں کی طرف سے جب تک کہ ماں اپنے اوپر عوض کے مال کو لازم نہ کرے بسبب عدم ولایت کے على صغير اصلا اور صحیح نہیں خلع کرنا ولد صغیر پر کسی طرح یعنی نہ باپ خلع کر سکتا ہے نہ ماں خواہ اپنے مال سے ہو خواہ صغیرہ کے مال سے اس واسطے کہ صغیر طلاق کا مالک نہیں تو ماں یا باپ اس کے نائب بھی نہیں ہو سکتے کذا فی حاشیۃ اللہ

Marfat.com

کما لو خالعت بالمرأة بذلک ای بمالها او مهرها وهی غیر رشیدة فانها تطلق ولا یلزم المال حتی لو کان بلفظ الطلاق یقع رجعیا فیهما شرح الوہبانیۃ
چنانچہ اگر خلع کیا عورت نے بعوض اپنے مال کے یا بعوض اپنے مہر کے اور حالانکہ عورت ہوشیار نہیں یعنی امور دنیاوی میں نادان ہے تو وہ مطلقہ ہوگی اور اس کو
مال کا دینا لازم نہ ہوگا یہاں تک کہ اگر خلع بلفظ طلاق ہوگا تو دونوں صورتوں میں یعنی درصورت صغیرہ اور نادان ہونے کے طلاق رجعی واقع ہوگی اس واسطے
کہ صریح خالی از عوض ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ فان خالعها الاب علی مال ضامنا له ای ملتزما لا کفیلا لعدم وجوب المال علیها صح والمال علیه
کالمخلع من الاجنبی فالاب اولی بلا سقوط مهرها نه یدخل تحت ولایة الاب پھر اگر صغیرہ یا نادان کا خلع کیا باپ نے مال پر خود ضامن ہو کر یعنی مال دینا
اپنی ذات پر لازم کر کے خلع کیا نہ صغیرہ کی طرف سے کفیل ہو کر بسبب واجب ہونے مال کے صغیرہ پر تو اگر باپ نے بالتزام مال خلع صغیرہ کا کیا تو صحیح ہے
اور مال کا دینا باپ پر واجب ہوگا مانند خلع کرنے اجنبی شخص کے یعنی جب اجنبی کا خلع کرنا بالتزام مال صحیح ہوا تو باپ کا خلع کرنا بطریق اولی صحیح ہے بدون
سقوط مہر صغیرہ کے اس واسطے کہ مہر باپ کی ولایت میں داخل نہیں ومن حیل سقوطه ان یجعلا بدل الخلع علی اجنبی بقدر المهر ثم یحیل به الزوج من له ولایة قبض
ذلک منه بزازیہ اور حیلہ سقوط مہر کا یہ ہے کہ زوج اور باپ عوض خلع کا اجنبی پر ٹھہرا دیں بقدر مہر کے تو اجنبی یوں کہے کہ بدلا خلع کا دینا مجھ پر لازم ہوا پھر
زوج بدل خلع کا حوالہ کرے اس کو جس کو زوج سے مہر لینے کی ولایت ہے یعنی باپ کو کذا فی البزازیہ یعنی زوج صغیرہ کے باپ سے کہے کہ تو فلانے اجنبی سے
اپنی صغیرہ کا مہر لے تو اس تدبیر سے صغیرہ کا مہر زوج سے ساقط ہوگا وان شرطه ای الزوج الضمان علیها ای الصغیر فان قبلت وهی ممن تعقل
تعقل ان النکاح جالب والخلع سالب طلقت بلا شیئ لعدم اهلیة الغرامة وان لم یقبل او لم تعقل لم تطلق وان قبل الاب فی الاصح زیلعی اور اگر
زوج نے بدل خلع کی ضمانت صغیرہ پر شرط کی سو اگر صغیرہ نے خلع قبول کیا اور حالانکہ اس کو لیاقت تھی قبول کرنے کی اس طرح پر کہ وہ اتنا بوجھتی سمجھتی ہے
کہ نکاح سے مال حاصل ہوتا ہے اور خلع سے مال جاتا ہے تو اس پر طلاق واقع ہوگی مفت اس واسطے کہ صغیرہ قابل تاوان کے نہیں اور اگر صغیرہ نے خلع
بشرط ضمان نہ قبول کیا یا قبول کیا لیکن اس کو اتنا فہم نہیں کہ نکاح سے مال حاصل ہوتا ہے اور خلع سے نقصان ہوتا ہے تو اس پر طلاق نہ واقع ہوگی اگرچہ
اس کے باپ نے قبول کر لیا ہو اس کی طرف سے قول اصح میں کذا فی شرح الزیلعی ولو بلغت واجازت جاز فتح اور اگر صغیرہ بالغ ہوئی اور اس نے قبول
سابق کو جائز رکھا تو خلع جائز ہوگا کذا فی فتح القدیر اور منتقی میں کہا کہ اگر صغیرہ نے بعد بلوغ کے اپنے باپ کے قبول کو درست رکھا تو جائز ہوگا اور طحطاوی
نے کہا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ صغیرہ بعد بلوغ کے اپنے قبول سابق کو جائز رکھے کذا فی حاشیۃ المدنی قال الزوج خلعتک فقبلت المرأة ولم یذکرا مالا
طلقت لوجود الایجاب والقبول وبری عن المهر المؤجل لو کان علیه والا یکن علیه من المؤجل شیئ ردت علیه ما ساق الیها من المهر المعجل
کما مر انه معاوضة فتعتبر بقدر الامکان کہا زوج نے کہ میں نے تجھ سے خلع کیا سو قبول کر لیا عورت نے اور دونوں نے کچھ مال کو نہ ذکر کیا تو عورت مطلقہ ہوگی
بسبب پائے جانے ایجاب اور قبول کے اور زوج بری الذمہ ہوگا مہر مؤجل سے اگر مہر موجل ہنوز اس پر ہوگا اور اگر مہر مؤجل سے کچھ نہ باقی رہا ہوگا
تو عورت پھیر دے اس کو جس قدر کہ مہر معجل زوج اس کو دے چکا ہے اس واسطے کہ یہ مذکور ہو چکا ہے کہ خلع معاوضہ ہے عورت کی طرف سے
تو بقدر امکان معاوضہ معتبر ہوگا خلع المریضة یعتبر من الثلث لانه تبرع فله الاقل من ارثه وبدل الخلع ان خرج من الثلث والا فالاقل من ارثه
والثلث وان ماتت فی العدة ولو بعد الدخول فلا البدل ان خرج من الثلث وتمامه فی الفصولین اور خلع بیمار عورت کا معتبر ہے اس
کے تہائی مال سے اس واسطے کہ بیماری میں خلع کرنا تبرع ہے اور تبرع صحیح نہیں مگر تہائی مال سے تو وراثت بدل خلع میں سے جو کمتر ہوگا سو زوج اس
کو پاویگا بشرطیکہ ثلث زیادہ ہو وراثت اور بدل خلع سے اور اگر ثلث زیادہ نہ ہو وراثت اور بدل خلع سے تو وراثت اور ثلث میں سے جو کمتر ہوگا
زوج کو ملے گا یعنی اگر زوج کی ارث کم ہے ثلث سے تو ارث پاویگا اور اگر ثلث کم ہے ارث سے تو ثلث پاوے گا یہ اس صورت میں جب کہ عورت

Marfat.com

عدت میں مرگئی ہو اور اگر عورت بعد عدت کے مرگئی یا خلع قبل الدخول کے مرگئی تو زوج بدل خلع کا پاوے گا اگر بدل کمتر ہو ثلث سے اور بدل ثلث سے کم نہ ہو تو ثلث ہی پاویگا اور پورا بیان اس کا جامع الفصولین میں ہے اختلعت المکاتبۃ لزمہا المال بعد العتق ولو باذن المولیٰ لتجرہا عن التبرع خلع کیا مکاتبہ نے تو لازم ہوگا اس پر مال بعد آزاد ہونے مکاتبہ کے اگرچہ اس نے خلع مالک کی اجازت سے کیا ہو بسبب ممنوع ہونے مکاتبہ کے تبرع سے یعنی ہنوز مال دے کر اس نے اپنی گلو خلاصی نہیں کی لہذا اس کو عقود زائدہ غیر ضروریہ جائز نہیں ولو امۃ وام الولد ان باذن المولیٰ لزمہا المال للحال فتباع الامۃ وتسعی ام الولد والمدبرۃ ولو بلا اذن فبعد العتق اور اگر خلع کیا لونڈی اور ام ولد نے اگر با جازت مالک کے خلع کیا ہے تو ان دونوں پر فی الحال مال لازم ہوگا تو لونڈی بدل خلع کے واسطے بیچ لی جائے گی اور ام ولد اور مدبرہ مزدوری کر کے مال ادا کریں گی اور اگر لونڈی اور ام ولد نے بدوں اجازت مالک کے خلع کیا ہے تو بعد آزاد ہونے کے مال دینا ان پر لازم آوے گا خلع الامۃ مولاہا علی رقبتہا ان کان زوجہا حر اصح الخلع مجانا وان کان زوجہا مکاتبا وعبدا ومدبرا صح وصارت امۃ للسید فلا یبطل النکاح خلع کیا لونڈی کا اس کے مالک نے لونڈی کی گردن پر یعنی خود لونڈی کو بدل خلع کا قرار دیا تو اگر زوج لونڈی کا آزاد ہے تو خلع صحیح ہوگا مفت اور اگر اس کا زوج مکاتب ہے یا غلام ہے یا مدبر ہے تو خلع صحیح ہے اور لونڈی زوج کے مالک کی مملوک ہو جاوے گی اس واسطے کہ زوج خود مملوک ہے تو نکاح قائم رہے گا باطل نہ ہوگا اس واسطے کہ زوج زوجہ کا مالک نہ ٹھہرا کہ نکاح باطل ہوتا اور عدم ملکیت غلام اور مدبر کی ظاہر ہے مگر مکاتب مالک ہوگا زوجہ کا لیکن اس کی ملکیت تام نہیں تو نکاح فسخ نہ ہوگا اور بعد آزاد ہونے مکاتب کے زوجہ اس کی ام ولد ہو جاوے گی اگر اولاد ہوگی اور اگر اولاد نہ ہوگی نکاح فسخ ہو کر اس کی لونڈی بن جاوے گی تو یہ جو متن میں کہا ہے کہ لونڈی مکاتب کے مالک کی مملوک ہو جاویگی یہ اس صورت میں ہے جب تک وہ آزاد نہیں ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی اما الحر فلو خلعا لبطل النکاح فکان فی تصحیحہ ابطالہا اختیار اور زوج آزاد کا تو یہی حال ہے کہ اگر وہ لونڈی کا مالک ہو نکاح باطل ہو جاوے پھر جب نکاح باطل ہوا تو خلع بھی باطل ہوگا اور جب خلع باطل ہوگا تو لونڈی کا نہ مالک ہوگا تو خلع کی تصحیح میں ابطال خلع کا ہوگیا کذا فی الاختیار اور حالانکہ یہ باطل ہے لہذا زوج آزاد کی ملکیت باطل ٹھہری تاکہ یہ قبائح لازم نہ آویں کذا فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کے قال خالعتک علی الف قالہ ثلثا فقبلت طلقت ثلثۃ آلاف لتعلیقہ لقبولہا کہا زوج نے کہ میں نے تجھ سے خلع کیا ہزار پر اس کو تین بار کہا سو عورت نے قبول کیا تو عورت مطلقہ ہو گی بعوض تین ہزار کے بسبب تعلیق ہونے طلاق کے عورت کی قبول پر یعنی جب زوج نے کہا کہ میں نے تجھ سے خلع کیا ہزار پر تو مطلب یہ ہوا کہ اگر تو قبول کرتو تو مختلعہ ہے ہزار پر پھر جب اس کو تین بار کہا تو اخیر میں عورت نے قبول کیا تو تین طلاق کی شرط تعلیق کی پائی گئی یعنی قبول کرنا عورت کا لہذا تین بار طلاق عوض تین ہزار کے واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی فی الملتقی انت طالق اربعا بالف فقبلت طلقت ثلثا بالف وان قبلت الثلث لم تطلق لتعلیقہ لقبولہا بازاء الاربع درالملتقی میں ہے کہ زوج نے کہا کہ تو طالق ہے چار بار عوض ہزار کے سو عورت نے قبول کیا تو اس پر تین طلاق واقع ہوں گی عوض ہزار کے اور چوتھی طلاق بسبب عدم محل کے لغو ہو جاوے گی اور اگر عورت نے تین طلاق کو قبول کیا چار طلاق میں سے تو کوئی طلاق نہ واقع ہوگی بسبب تعلیق کرنے زوج کے طلاق کو عورت کے قبول پر بمقابلہ چار طلاق کے تو گویا زوج نے کیوں کہا کہ اگر تو چار طلاق کو عوض ہزار کے قبول کرے تو تو مطلقہ ہے تو جب تک چار طلاق کو عورت نہ قبول کرے گی شرط نہ پائی جاوے گی انت طالق علی دخولک الدار توقف علی القبول وقف علی ان تدخل الدار توقف علی الدخول قلت فیطلب الفرق فان ان والفعل بمعنی المصدر فتدبر زوج نے کہا کہ تو طالق ہے بشرط دخول دار کے تو موقوف ہوگی طلاق عورت کی قبول پر یعنی بعد قبول کے طلاق واقع ہوگی اگرچہ دخول دار نہ ہوا اور اگر یوں کہا کہ (انت طالق علی ان تدخل الدار) یعنی تو طالق ہے اس شرط پر کہ تو داخل ہو گھر میں تو طلاق موقوف ہوگی دخول پر شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ ان دونوں صورتوں میں وجہ فرق کی تلاش کرنا

Marfat.com

چاہیے اس واسطے کہ ان اور اس کے بعد کا فعل معنی مصدر کے ہے تو پہلے مسئلہ میں بھی مصدر ہے یعنی دخول اور دوسرے مسئلہ میں بھی معنوی مصدر ہے پھر کیا وجہ کہ پہلی صورت میں قبول پر طلاق پر موقوف ہے اور دوسری صورت میں دخول پر موقوف تو اس کے جواب میں غور و تامل کرم مصدر صریح ہے اور مصدر ماول میں البتہ فرق ثابت ہے چنانچہ شیخ رحمتی محشی نے شرح ملتقی سے نقل کیا ہے کہ مصدر صریح کا حمل کرنا شخص انسانی پر صحیح نہیں تو یوں کہنا درست نہیں کہ انت اما دخولک الدار واما عدم تو حاجت پڑی تقدیر مضاف کی یعنی انت طالق علی التزامک دخول الدار تو مطلب یہ ہوا کہ تو طالق ہے بشرط التزام اور قبول کرنے تیرے کے دخول دار کو لہذا مصدر صریح میں قبول پر طلاق موقوف ہوگی نہ دخول پر اور مصدر اول کا حمل کرنا جسم انسانی پر صحیح ہے چنانچہ یوں کہنا درست ہے کہ انت[1] اما ان تدخلی واما ان لاتدخلی) اس واسطے کہ فعل میں ضمیر موجود ہے کچھ ضرورت تقدیر مضاف کی نہیں تو انت طالق علی ان تدخلی الدار میں حمل صحیح ہے بدوں تقدیر مضاف کے تو طلاق دخول پر موقوف ہوگی نہ قبول پر اس واسطے کہ دخول حقیقۃً مدلول ہے اس لفظ کا اور التزام دخول مجازاً ہے اور موقع حقیقت کے مجاز کی طرف عدول کرنا جائز نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی قال خلعتک واحدۃ بالف وقالت انما سالتک الثلث فلک ثلثہا فالقول لہا زوج نے کہا کہ میں نے تجھ سے خلع کیا ایک طلاق کے بعوض ہزار کے اور عورت نے کہا کہ میں نے تجھ سے تین طلاق کا سوال کیا تھا تو تجھ کو ہزار کی تہائی چاہیے تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا یعنی مع الیمین خلعہا علی ان صداقہا لولدہا او لاجنبی او علی ان تمسک الولد عندہ صح الخلع وبطل الشرط خلع کیا عورت سے اس شرط پر کہ عورت کے مہر کا عورت کا بیٹا مالک ہے یا کوئی بیگانہ شخص مالک ہوگا یا اس شرط پر خلع کیا کہ عورت لڑکے کو مرد کے پاس رہنے دے تو خلع صحیح ہے اور یہ شرط باطل ہے اس واسطے کہ خلع اس کو مقتضی ہے کہ زوجین میں ایک کا حق دوسرے پر نہ باقی رہے منجملہ حقوق نکاح کے تو عورت کی بیٹی کو یا اجنبی کو مہر کا مالک قرار دینا یہ شرط فاسد ہے مخالف خلع کے لہذا خلع صحیح ہوگا اور شرط باطل ہوگی تو مہر زوج کا ہوگا نہ ولد اور اجنبی کا اور پرورش ولد کا حق عورت پر شرعاً ثابت ہے تو ساقط کرنے سے ساقط نہ ہوگا قالت اختلعت منک فقال طلقتک بائنۃ قبل رجعی عورت نے کہا کہ میں خلع چاہتی ہوں تجھ سے سو مرد نے کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق دی تو یہ طلاق بائن ہے اس واسطے کہ تطلیق اختلاع کے جواب میں واقع ہوئی اور اختلاع مفید ہے جدائی کا اور اسی پر فتوی دیا ہے امام ظہیر الدین نے اور قول ضعیف یہ ہے کہ یہ طلاق رجعی ہے اس واسطے کہ اعتبار مرد کے ایقاع کا ہے نہ عورت کی ایقاع کا اور مرد نے بلفظ صریح طلاق دی ہے تو رجعی ہی واقع ہوگی اور یہ قول ہے قاضی ابو علی حنفی کا کذا فی حاشیۃ المدنی ولا روایۃ لو قالت ابرأتک عن المہر بشرط الطلاق الرجعی فطلقہا رجعیا لکن فی الزیادات انت طالق الیوم رجعیا وغدا اخری رجعیا بالف فالبدل لہما وہما بائنان لکن یقع غدا بغیر شیئ ان لم یعد ملکہ اور قنیہ میں کہا کہ کوئی روایت نہیں اس صورت میں کہ اگر عورت نے کہا کہ میں نے تجھ کو بری الذمہ کیا مہر سے بشرط طلاق رجعی کے سو مرد نے اس کو رجعی طلاق دی یعنی اس صورت میں بائن طلاق ہوگی باعتبار مقابلہ مال کے یا رجعی ہوگی . . . . . باعتبار ایقاع کے لیکن زیادات میں یوں ہے کہ مرد نے کہا کہ تجھ کو آج ایک طلاق رجعی ہے اور کل دوسری رجعی طلاق ہے عوض ہزار درم کے تو ہزار درم بدلا دونوں طلاق کا ہوگا اور دونوں طلاق بائن ہوں گی لیکن آج ایک طلاق بعوض پانسو کے واقع ہوگی اور کل دوسری طلاق بدوں مال کے واقع ہوگی اگر دوبارہ ملک زوج کی نہ ثابت ہوئی ہو یعنی اگر زوج نے پہلی طلاق کے بعد عورت سے نکاح نہ کیا تو عورت پر مال دینا لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ مطلقہ بائنہ کا التزام مال صحیح نہیں بسبب نہ باقی رہنے ملکیت زوج کے تو عوض بلا معوض کیوں کر ہو ہاں اگر بعد طلاق کے دوسری بار نکاح کر لیا ہو تو دوسرے دن دوسری طلاق بعوض نصف مابقی کے البتہ واقع ہوگی ہم زیادات سے ثابت ہوا کہ طلاق رجعی بمقابلہ مال کے بائن ہو جاتی ہے تو وہ جو قنیہ میں کہا کہ مسئلہ مذکورہ میں روایت نہیں سو اس کی روایت بخوبی ثابت ہوگئی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الظہیریۃ قال الصغیرۃ ان غبت عنک اربعۃ اشہر فامرک بیدک بعد ان تبرئنی من المہر فوجد الشرط فابرأتہ وطلقت نفسہا لایسقط المہر ویقع الرجعی

[1] تو یا تو تیرا داخل ہونا ہے طہر میں یا نہ داخل ہونا ۱۲ [2] تو یا داخل ہو یا نہ داخل ہو ۱۲

Marfat.com

اور فتاوی ظہیریہ میں ہے کہ زوج نے اپنی زوجہ صغیرہ سے کہا کہ اگر میں غائب رہوں تجھ سے چار مہینے ..... تو تجھ کو طلاق کا اختیار ہے بعد اس امر کے کہ مجھ کو بری الذمہ کر دے مہر سے پھر شرط پائی گئی یعنی چار مہینے زوج غائب رہا سو صغیرہ نے اس کو مہر سے بری کر دیا اور اپنی ذات کو طلاق دی تو مہر اس کا ساقط نہ ہوگا اور یہ طلاق رجعی واقع ہوگی اس واسطے کہ صغیرہ کا ابرا کرنا صحیح نہیں پھر جب مہر نہ ساقط ہوا تو طلاق بلا مال رجعی ہوگی وفی البزازی اختلعت بمہرہا علی ان یعطیہا عشرین درہما او کذا منا من الارز صح ولا یشترط مکان الایفاء کان الخلع اوسع من البیع اور بزازی میں ہے کہ عورت نے خلع کی درخواست کی بعوض اپنے مہر کے اس شرط پر کہ زوج اس کو بیس درم دے یا اتنے من چاول دے تو یہ خلع صحیح ہے اور شرط نہیں مکان معلین کرنا واسطے درم اور چاول دینے کے واسطے کہ خلع وسیع تر ہے بیع سلم سے یعنی جیسے بیع سلم میں مکان جنس لینے دینے کا شرط ہے ویسا خلع میں شرط نہیں قلت ومفادہ صحۃ ایجاب بدل الخلع علیہ فلیحفظ شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ روایت بزازی سے یہ مستفاد ہوا کہ بدل خلع کا زوج پر بھی واجب ہونا صحیح ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے یعنی جب بیس درم زوج پر لازم آئے تو بدل خلع کا وجوب زوج پر ثابت ہوگیا لیکن یہ اس صورت میں ثابت ہوگا جب مہر عورت کا بیس درم سے کم ہو اور اگر مہر اس کا زیادہ ہو بیس درم سے تو یہ بدل خلع نہ ہوگا بلکہ استثنا ہوگا بدل خلع سے بالجملہ زوج پر بدل خلع کا واجب ہونا مختلف فیہ ہے فقہا میں کذا فی حاشیۃ المدنی وفی القنیۃ اختلعت بشرط الصک او بشرط ان یرد الیہا قمشتہا فقبل لم یحرم وبشرط کتبۃ الصک ورد الاقمشۃ فی المجلس اور قنیہ میں ہے کہ عورت نے خلع کی درخواست کی بشرط اقرار نامہ کے یعنی لکھنا اقرار نامہ کا زوج کے ذمہ پر ہے یا اس شرط پر کہ خلع کی درخواست کی کہ زوج عورت کی اجناس اور اسباب کو پھیر دے سو زوج نے اس کو قبول کر لیا تو بمجرد قبول کرنے کے عورت مرد پر حرام ہو جاوے گی بلکہ حرام ہونے میں لکھ دینا زوج کا اقرار نامہ کو اور پھیر دینا اسباب کا اسی مجلس میں مشروط ہے طحطاوی نے کہا چونکہ خلع مسقط ہے حقوق کا تو عورت کا مہر اس صورت میں ساقط ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی۔

باب الظہار

یہ باب ہے ظہار کا ظہار کو خلع کے بعد اس واسطے ذکر کیا کہ دونوں غالباً عورت کی نافرمانی سے ہوتے ہیں اور خلع کو اس واسطے مقدم کیا کہ اس کی حرمت زیادہ ہے بسبب منقطع ہو جانے نکاح کے اور ظہار میں نکاح باقی رہتا ہے ہو لغۃ مصدر ظاہر من امراتہ اذ قال لہا انت علی کظہر امی ظہار لغت میں مصدر ہے ظاہر کا عرب (ظاہر من امراتہ) اس وقت بولتے ہیں جب کہ مرد نے اپنی عورت سے یوں کہا کہ تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ یہ استعارہ ہے واسطے حرمت کے یعنی تو حرام ہے ظہار کے معنی لغت میں ہر چند اور بھی ثابت ہیں لیکن شارح نے بمناسبت مقام اسی کو مخصوص ذکر کیا وشرعا تشبیہ المسلم فلا ظہار لذمی عندنا اور اصطلاح شرع میں ظہار عبارت ہے تشبیہ مسلم سے تو مسلم کی قید سے معلوم ہوا کہ کافر ذمی کے واسطے ظہار نہیں ہمارے نزدیک یعنی حنفیہ کے نزدیک بخلاف مذہب شافعی کے اس واسطے کہ ثمرہ ظہار کا کفارہ ہے اور کفارہ میں معنی عبادت کے ہیں اور حالانکہ عبادت لائق نہیں مگر مسلمان کے واسطے اور تشبیہ کی قید سے یوں کہنا مرد کا عورت سے کہ تو میری ماں ہے ظہار سے نکل گیا اس واسطے کہ بموجب تصریح قہستانی کے یہ قول باطل ہے اگرچہ اس کلام سے تحریم یا ظہار کا قصد کرے کذا فی حاشیۃ المدنی زوجتہ ولو کتابیۃ او صغیرۃ او مجنونۃ تشبیہ مسلم کی اپنی زوجہ کو اگرچہ زوجہ کتابیہ ہو یا صغیرہ یا مجنونہ ہو اس واسطے کہ قرآن مجید میں ثبوت ظہار میں من نسائہم کا لفظ ارشاد ہوا ہے اور عرف میں نساء رجل اس کی زوجات کو بولتے ہیں تو کتابیہ اور صغیرہ اور مجنونہ بلکہ غیر مدخولہ سے ظہار صحیح ہوگا بخلاف اپنی لونڈی اور مدبرہ اور ام ولد اور مکاتبہ اور اجنبیہ کے لیکن اجنبیہ سے بوقت اضافت الی سبب الملک البتہ ظہار صحیح ہے سیجئ اور فتاوی عالمگیری میں سراج سے منقول ہے کہ غیر کی لونڈی اور مکاتبہ سے جب کہ منکوحہ ہو تو ظہار صحیح ہے اور تشبیہ ما یعبر بہ عنہا من اعضائہا او تشبیہ جزء شائع منہا یحرم علیہ تابیدا بوصف لا یمکن زوالہ باظہار عبارت ہے تشبیہ اس عضو سے جس عضو سے عورت کی تعبیر کیجاتی ہے چنانچہ سر اور گردن یا ظہار عبارت ہے عورت کے جزء شائع کی تشبیہ سے

Marfat.com

ساتھ اس شخص کے جو مرد پر ہمیشہ حرام ہے ایسے وصف سے کہ ممکن نہیں زوال اس کا چنانچہ وصف مادری اور خواہری کہ گا ہے زوال پذیر نہیں خواہ حرمت
اعتبار نسب اور صہریت کے ہو خواہ باعتبار رضاعت کے جز شائع کی مثال جیسے نصف اور ثلث اور ربع خلاصہ یہ ہے کہ محرمات ابدیہ کے ساتھ زوجہ
کی تشبیہ دینا یا اس کے اس عضو کی تشبیہ دینا جو بجائے کل واقع ہوتا ہے یا جز شائع کی تشبیہ دینا اس کو ظہار کہتے ہیں چنانچہ یوں کہنا کہ تو میرے نزدیک
ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ یا تیری گردن ایسی جیسی میری ماں کی پیٹھ یا تیرا نصف بدن ایسا جیسے میری ماں کی پیٹھ فخرج تشبیہ باخت امرأتہ
و مطلقہ ثلثا وکذا بمجوسیۃ لجواز اسلامہا تو وصف غیر ممکن الزوال کی قید سے اپنی عورت کو سالی کے ساتھ تشبیہ دینا یا مطلقہ ثلثہ کے ساتھ تشبیہ
دینا ظہار کی تعریف سے نکل گیا ہر چند سالی اور مطلقہ ثلثہ مرد پر حرام ہے لیکن وصف حرمت کا ایسا نہیں کہ زائل نہ ہو سکے بلکہ اگر زوجہ مر جائے یا بعد
طلاق کے اس کی عدت گذر جائے تو اس کی بہن سے نکاح جائز ہے اور مطلقہ ثلثہ سے بھی بعد زوج ثانی کے نکاح حلال ہے اور اسی طرح مجوسیہ
کے ساتھ زوجہ کو تشبیہ دینا ظہار نہیں بسبب احتمال اس کے اسلام کے یعنی ہر چند مجوسیہ مسلم پر حرام ہے لیکن اگر وہ مسلمان ہو جائے تو مرد پر حلال ہو گا
تو اس کی بھی حرمت دائمی نہ ٹھہری و قولہ بمحرم صفۃ لشخص المتناول للذکر والانثی فلو شبہہا بفرج ابیہ او قریبہ کان مظاہرا قالہ المصنف تبعا للبحر
و مصنف کا قول بمحرم صفت ہے شخص مقدر کی جو شامل ہے مرد اور عورت کو تو مطلب یہ ہوا کہ ظہار عبارت ہے تشبیہ زوجہ سے ساتھ شخص محرم کے
تو اگر زوج نے اپنی زوجہ کی تشبیہ دی اپنے باپ کی شرمگاہ سے یا کسی اور اپنے قریب کی شرمگاہ سے تو زوج مظاہر ہو گا یعنی ظہار کا حکم اس پر لازم
آوے گا اس واسطے کہ مشبہ بہ عام ہے نساء سے ہو یا رجال سے ماں اور باپ دونوں کی شرمگاہ حرمت میں برابر ہیں مصنف نے ایسا ہی ذکر کیا ہے
اپنی شرح منح الغفار میں بحر الرائق کی پیروی کرے اور بحر الرائق میں اس عموم کو محیط سے نقل کیا ہے کذا فی منح الغفار وردہ فی النہر بما فی البدائع من شرائط
الظہار کون المظاہر بہ من جنس النساء حتی لو شبہ لظہر ابیہ او ابنہ لم یصح لانہ انما عرف بالشرع والشرع ورد فی النساء اور بحر الرائق کے قول کو نہر الفائق میں رد
کیا ہے بدائع کی اس عبارت سے کہ ظہار کی شرائط سے ایک یہ شرط ہے کہ ظہار کا مشبہ بہ جنس نسا سے ہو یہاں تک کہ اگر زوج زوجہ کی تشبیہ دے گا اپنے
باپ کی پیٹھ سے یا اپنے بیٹے کی پیٹھ سے تو ظہار صحیح نہیں اس واسطے کہ حرمت ظہار کی شرع سے معلوم ہوئی ہے اور شرع کا حکم عورتوں میں وارد ہے
نہ مردوں میں نعم یرد ما فی الخانیۃ انت علی کالدم والخنزیر والخمر والمیتۃ والنعمۃ والزنا والربا والرشوۃ وقتل المسلم ان نوی طلاقا او ظہارا فکما
نوی علی الصحیح ہاں بدائع کے قول پر اعتراض وارد ہوتا ہے خانیہ کی اس عبارت سے کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو مجھ پر ایسی ہے جیسے کہ خون
اور سور اور شراب اور غیبت اور خانہ خوری اور زنا اور ربا اور رشوت اور مسلمان کا قتل کرنا اگر زوج نے اس کلام سے طلاق کی نیت کی تو طلاق ہے
اور اگر ظہار کی نیت کی تو ظہار ہے بنا بر قول صحیح کے ہم خانیہ کے قول سے ثابت ہوا کہ غیر نساء کی تشبیہ میں بھی ظہار ہوتا ہے تو یہ قول بدائع
کے مخالف ہوا لیکن بدائع کی طرف سے تین جواب ہو سکتے ہیں جواب اول یہ کہ غرض صاحب بدائع کی یہ ہے کہ تشبیہ رجال سے ظہار صحیح نہیں اور یہ
مطلب نہیں کہ دم اور خمر کی تشبیہ سے بھی ظہار نہیں بلکہ ان امور سے اس کی عبارت ساکت ہے جواب ثانی یہ کہ بدائع میں ظہار صریح کا ذکر ہے اور
خانیہ میں کنایات ظہار مذکور ہیں تو کچھ مخالفت نہ ہوئی جواب ثالث یہ کہ اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک روایت کو صاحب بدائع نے اختیار کیا اور
دوسری روایت کو صاحب خانیہ نے پسند کیا چنانچہ قول اس کا علی الصحیح دو قول ہونے پر دلالت کرتا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فتاوی قاضی خاں
میں مذکور ہے کہ اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو مجھ پر مانند مردار اور خون اور لحم خنزیر کے ہے اس میں روایات مختلف ہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ اگر کچھ
نیت نہ کرے گا تو ایلاء ہے اور اگر طلاق کی نیت کرے گا تو طلاق ہو گی اور اگر ظہار کی نیت کرے گا تو ظہار صحیح نہیں معلوم ہوا کہ روایت قاضی
خاں کی مخالف ہے خانیہ کے اور موافق ہے بدائع کے واللہ اعلم کانت علی کامی فان التشبیہ بالام تشبیہ بظہرہا وزیادۃ ذکرہ القہستانی معزیا

Marfat.com

للمحیط چنانچہ صحیح ہے نیت ظہار کی اس قول میں کہ تو میرے نزدیک ایسی ہے جیسے کہ میری ماں اس واسطے کہ ماں کے ساتھ تشبیہ دینے میں اس کے پیٹھ کے ساتھ بھی تشبیہ ہوئی ساتھ زیادتی کے یعنی جب ماں کے ساتھ تشبیہ ہوئی تو اس کی پیٹھ اور باقی اعضا کی بھی تشبیہ ہوگئی چنانچہ قہستانی نے اس کو ذکر کیا ہے محیط کی طرف منسوب کرکے وصح اضافتہ الی ملک او سببہ کان نکحتک فکذا حتی لو قال ان تزوجتک فانت علی کظہر امی مائۃ مرۃ فعلیہ لکل مرۃ کفارۃ تاتارخانیۃ اور صحیح ہے اضافت ظہار کی طرف ملک کے یا اضافت طرف سبب ملک کے اضافت الی الملک سے مراد یہ کہ منکوحہ ہونے کی حالت میں ظہار کرنا اور اضافت الی سبب الملک سے مراد یہ کہ قبل از نکاح بتعلیق نکاح ظہار کرنا چنانچہ یوں کہنا کہ میں تجھ سے نکاح کروں تو ایسا یہاں تک کہ اگر یوں کہے کا کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تو مجھ پر ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ سو بار تو ہر بار کے واسطے ایک کفارہ لازم آوے گا کذا فی التاتارخانیہ وظہارہا منہ لغو ولا حرمۃ و الکفارۃ بہ یفتی جوہرہ ورجح ابن الشحنۃ ایجاب کفارۃ یمین اور ظہار کرنا عورت کا مرد سے لغو ہے یعنی اگر عورت اپنے مرد سے یوں کہے کہ تو مجھ پر ایسا جیسے میرے باپ کی پیٹھ یا یوں کہے کہ میں تجھ پر ایسی ہوں جیسی تیری ماں کی پیٹھ تو اس قول سے نہ حرمت ہوگی نہ کفارہ ظہار کا نہ کفارہ یمین کا اسی قول پر فتوی ہے اور ابن شحنہ نے ترجیح دی ہے کفارہ یمین کے واجب ہونے کی یعنی اگر عورت ظہار کرے گی تو اس پر کفارہ یمین کا لازم آوے گا نہ کفارہ ظہار کا اس واسطے کہ تحریم حلال کی یمین ہے اور یہی روایت ہے ابو یوسف سے کذا فی حاشیۃ المدنی و ذا ای الظہار کانت علی کظہر امی وامک وکذا لو حذف علی کما فی النہر وراسک کظہر امی ونحوہ کالرقبۃ مما یعبر بہ عن الکل او نصفک ونحوہ من الجزء الشائع کظہر امی او کبطنہا او کفخذہا او کفرجہا او کظہر اختی او امی او فرج امی او فرج بنتی کذا فی نسخ الشرح دلا یخفی ما فیہ من التکرار والذی فی نسخ المتن او فرج ابی بالیاء او قریبی وقد علمت ردہ اور بہ یعنی ظہار کی مثالیں چنانچہ یوں کہنا زوج کا زوجہ سے کہ تو میرے اوپر ایسی ہے جیسی کہ میری ماں کی پیٹھ یا تیری ماں کی پیٹھ اور اسی طرح اگر لفظ علی کا محذوف ہو جاوے کذا فی النہر الفائق یا یوں کہنا کہ تیرا سر میری ماں کی پیٹھ کی مانند ہے اور مانند اس لفظ کے چنانچہ گردن یعنی ایسا عضو جو تمام بدن کے مقام پر بولا جاتا ہے چنانچہ عنق یا یوں کہنا کہ تیرا نصف اور مانند اس لفظ کے کہ از قسم جزء شائع یعنی تیرا ثلث یا ربع میری ماں کی پیٹھ کے مانند ہے یا مانند اس کے پیٹ کے ہے یا مانند اس کی ران کے ہے یا مانند اس کی شرمگاہ کے ہے یا میری بہن کی پیٹھ کے مانند ہے یا میری عمہ کی پیٹھ کے مانند ہے یا میری ماں یا بیٹی کی شرمگاہ کے مانند شارح نے کہا کہ اسی طرح لفظ فرج امی کا مصنف کی شرح کے نسخوں میں واقع ہے اور اس میں جو تکرار ہے سو مخفی نہیں اور جو متن کے نسخوں میں ہے سو بجائے فرج امی کے فرج ابی اور قریبی ہے اور تجھ کو اس کا مردود ہونا معلوم ہو چکا ہے نہر الفائق کے کلام سے منقول روایت بدائع کے یعنی ظہار تشبیہ رجال سے صحیح نہیں خلاصہ یہ کہ جب منکوحہ کو تشبیہ دے محرمات ابدیہ کی ان اعضا سے جن کو دیکھنا اس کو جائز نہیں تو ظہار صحیح ہے تو اگر ہاتھ یا پاؤں کے ساتھ تشبیہ دے گا تو ظہار کا حکم نہ ثابت ہوگا اس واسطے کہ ان اعضاء کو دیکھنا محرم کو درست ہے بخلاف پیٹھ اور پیٹ اور ران کے یعبر بہ مظاہرا بلا نیۃ لانہ صریح فیحرم وطیہا علیہ ودواعیہ للمنع عن التماس الشامل للکل وکذا یحرم علیہا تمکینہ لا یحرم النظر وعن محمد لو قدم من سفر لہ تقبیلہا للشفقۃ زوج ان الفاظ مذکورہ سے مظاہر ہو جاتا ہے بدون نیت کے اس واسطے کہ یہ صریح ظہار ہے اور صریح محتاج نیت کا نہیں پھر جب زوج مظاہر ہوا تو حرام ہے وطی منکوحہ کی زوج پر اور دواعی وطی کے حرام ہیں چنانچہ مساس اور بوسہ بسبب ممنوع ہونے مظاہر کے تماس سے یعنی چھونے اور ہاتھ لگانے سے قال اللہ تعالیٰ من قبل ان یتماسا اور یہ شامل ہے وطی اور اس کی ودائی کو سب کو اور محمد سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر مظاہر سفر سے آوے تو جائز ہے اس کو بوسہ لینا عورت کا باعتبار شفقت اور مہربانی کے نہ باعتبار شہوت کے بحر الرائق میں کہا کہ قید سفر کی روایت میں تحریف ہے اس واسطے کہ تقبیل بلا شہوت سفر اور حضر دونوں میں درست ہے کذا فی حاشیۃ المدنی حتی یکفر وان عادت الیہ بملک الیمین او بعد زوج آخر لبقاء حکم الظہار وکذا اللعان مظاہر پر وطی اور اس کے دواعی حرام ہیں یہاں تک کہ کفارہ دے

ل اس سے پیشتر دونوں ایک دوسرے کو چھو دیں ۱۲

Marfat.com

یعنی بدوں کفارہ کے وطی وغیرہ حلال نہیں اگرچہ عورت دوبارہ آوے مرد کے پاس بسبب ملک یمین کے یا بعد زوج ثانی کے بواسطے باقی رہنے حکم ظہار کے اور یہی حکم ہے لعان کا ہم ملک یمین کی یہ صورت ہے کہ لونڈی سے نکاح کیا پھر اس سے ظہار کیا پھر اس کو مول لیا یا زوجہ حرہ سے ظہار کیا پھر وہ مرتد ہوگئی اور دارالحرب میں جا ملی پھر وہاں سے گرفتار ہو آئی اور زوج اس کا مالک ہوا اور زوج ثانی کی یہ صورت ہے کہ زوج نے ایک حرہ سے نکاح کیا اور اس سے ظہار کیا پھر اس کو تین بار طلاق دی اور اس نے زوج ثانی سے نکاح کیا اور بعد نکاح اور عدت کے زوج اول کے نکاح میں پھر آئی تو ان صورتوں میں ظہار کا حکم باقی رہے گا اس واسطے کہ ظہار کی حرمت کی کچھ حد مقرر نہیں بدوں کفارہ دینے کے وطی اس عورت کی حلال نہیں **فان وطی قبلہ تاب واستغفر وکفر للظہار فقط** وقیل علیہ اخری پھر اگر وطی کی کفارہ دینے سے پہلے تو وہ گنہگار ہوا توبہ اور استغفار کرے اور فقط ایک کفارہ ظہار کا دے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اس پر دوسرا کفارہ بھی لازم ہے جامع ترمذی اور امام مالک کی مؤطا میں ایک ہی کفارہ ثابت ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **ولا یعود لوطیہا ثانیا قبلہا** قبل الکفارۃ اور دوبارہ عود نہ کرے وطی کی طرف اگر عورت سے وطی کر چکا ہو قبل کفارہ دینے کے اس واسطے کہ حرمت ہنوز قائم ہے **وعودہ المذکور فی الآیۃ عزمہ عزما مؤکدا فلو عزم ثم بدالہ ان لا یطأ ہا لا کفارۃ علیہ علی استباحتہ وطیہا** ای یریدون **بمعنی عن** اور عود کرنا زوج کا جو آیت قرآنی میں مذکور ہے یعنی ثم یعودون لما قالوا میں سو مراد اس سے عزم مصمم اور قصد مؤکد ہے عورت کی وطی کی استباحت پر سو اگر زوج نے ارادہ وطی کا کیا پھر اس قصد وطی سے ہٹ گیا تو اس پر کفارہ نہ لازم ہوگا اس واسطے کہ عزم موکد نہ رہا تو آیت کا یہ مطلب ہوا کہ پھر پلٹیں اپنے قول سے یعنی حرمت منکوحہ سے باز آویں سو ارادہ وطی کا کریں فرا نحوی نے کہا کہ عود بمعنی رجوع ہے اور لام لما قالوا میں بمعنی عن ہے حاصل کلام یہ ہے کہ سبب کفارہ واجب ہونے کا ظہار اور قصد وطی ہے اور کفارہ عود پر اس واسطے مقدم ہوا کہ کفارہ حرمت ثانیہ کا رافع ہے جیسے طہارۃ قبل ارادہ نماز کے رافع ہے حدث کی **وللمرأۃ مطالبتہ بالوطی لتعلق حقہا** یہ اور جائز ہے عورت کو کہ زوج مظاہر سے مطالبہ وطی کا کرے کفارہ دلا کر بسبب متعلق ہونے عورت کے حق کے ساتھ وطی کے **وعلیہا ان تمنعہ من الاستمتاع حتی یکفر وعلی القاضی الزاریہ** ای بالتکفیر دفعا للضرر عنہا بحبس او ضرب الی ان یکفر او یطلق اور واجب ہے عورت پر کہ روکے زوج کو وطی اور دواعی وطی سے کفارہ دینے تک اور قاضی پر واجب ہے لازم پکڑنا زوج کا بجہت کفارہ دینے کے تاکہ عورت سے ضرر دور ہو قاضی پر زوج کا قید کرنا یا مارنا لازم ہے یہاں تک کہ کفارہ کرے یا عورت کو طلاق دے **فان قال کفرت صدق مالم یعرف بالکذب** سو اگر زوج کہے کہ میں کفارہ ظہار کا دے چکا ہوں تو اس کی تصدیق کرنا چاہیے جب تک کہ وہ مشہور بدروغ گوئی نہ ہو اور اگر وہ کذاب ہوگا تو بدوں گواہوں کے تصدیق کرنا نہ چاہیے **ولو قیدہ بوقت سقط بمعنیہ** اور اگر زوج نے ظہار کو کسی وقت پر معین اور مقرر کر دیا تو ظہار ساقط ہے اس وقت کے گذر جانے سے مثلاً ایک مہینے کے لیے ظہار کیا تو مہینے کے اندر اگر وطی کا ارادہ کرے گا تو کفارہ لازم ہوگا اور بعد مہینے کے کفارہ ساقط ہے **وتعلیقہ بمشیۃ اللہ تعالیٰ تبطلہ بخلاف مشیۃ فلان** اور تعلیق کرنا ظہار کا حق تعالیٰ کی مشیت پر ظہار کو باطل کرتا ہے مثلاً یوں کہنا کہ انت علی کظہر امی ان شاء اللہ ظہار کو باطل کرتا ہے جیسے کہ طلاق کو باطل کرتا ہے بخلاف مشیت فلانے کے یعنی اگر ظہار مشیت زید یا عمر کریگا تو اس کی مشیت سے ظہار صحیح ہے **وان نوی بانت علی مثل امی او کامی و کذا لو حذف علی خانیۃ برا او طلاقا او ظہارا صحت نیتہ ووقع مانواہ لانہ کنایۃ** اور اگر اس قول سے کہ تو میرے نزدیک میری ماں کے مانند ہے یا بجائے مثل می کے کامی بولا اور اسی طرح ہے اگر علی کا لفظ محذوف کر دیا یعنی یوں کہا کہ انت مثل امی تو اگر زوج نے اس قول سے تعظیم زوجہ کی نیت کی یا طلاق یا ظہار کی نیت کی تو صحیح ہے نیت اس کی اور جو نیت کرے گا وہی واقع ہوگا اس واسطے کہ یہ قول کنایہ ہے اور کنایہ محتاج ہے نیت کا تو اگر تعظیم کی نیت کرے گا تو ظہار اور طلاق کچھ نہ واقع ہوگی اور طلاق کی نیت سے طلاق واقع ہوگی اور ظہار کی نیت سے ظہار **والا ینو شیئا او حذف الکاف**

لہ پھر رجوع کریں اس بات سے کہ انھوں نے کہی ۱۲

Marfat.com

لغا ولعین الاول ای البر یعنی الکرامۃ اور اگر اس قول یعنی انت علی مثل امی سے کچھ نیت نہ کرے گا یا کاف کو یا مثل کو حذف کرے گا یعنی یوں کہے گا کہ انت امی تو یہ قول لغو ہوگا اور متعین ہوگا کمتر یعنی تعظیم اور تکریم مراد ہوگی ظہار یا طلاق نہ واقع ہوگی کمتر مفہوم اس واسطے مراد ہوا کہ حتی الامکان کلام مہمل نہ ٹھہرے ویکرہ قولہ انت امی و یا بنتی و یا اختی ونحوہ اور مکروہ ہے زوج کا یوں کہنا اپنی زوجہ سے کہ تو میری ماں ہے اور یوں کہنا کہ تو میری بیٹی او میری بہن اور مانند اس کے جیسے خالہ اور عمہ کہت ہر چند اس قول سے ظہار ثابت نہیں اس واسطے کہ تشبیہ سے خالی ہے لیکن مکروہ تحریمی ہے اس واسطے کہ قریب بہ تشبیہ ہے اور سنن ابی داؤد میں بحدیث مرفوع ثابت ہے کہ بھورو کو بہن کہنا ممنوع اور مکروہ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وبانت علی حرام کامی صح مانواہ من ظہار او طلاق ویمتنع ارادۃ الکرامۃ لزیادۃ لفظ التحریم وان لم ینو یثبت الادنی ہو الظہار فی الاصح اور اس قول سے کہ تو مجھ پر حرام ہے میری ماں کے مانند جو نیت کرے ظہار یا طلاق کی کرے گا تو صحیح ہے اور جائز نہیں اس قول سے تعظیم کا ارادہ کرنا بسبب زیادہ ہونے لفظ تحریم کے بخلاف انت علی مثل امی کے کہ اس میں تحریم کا لفظ نہیں اور اگر کچھ نیت نہ کرے گا تو ادنی ثابت ہوگا یعنی ظہار قول اصح میں وبانت علی کظہر امی یثبت الظہار لا غیرہ لانہ صریح اور اس قول سے کہ تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ تو ظہار ثابت ہے نہ طلاق نہ تعظیم اس واسطے کہ یہ لفظ صریح ہے ظہار میں تو بدوں نیت ظہار کے بھی ظہار ثابت ہوگا اور اگر متکلم طلاق یا ایلار کا ارادہ کرے گا تو لغو ہوگا ولا ظہار ظہار صحیح من امتہ اور ظہار صحیح نہیں اپنی لونڈی سے اور نہ ام ولد اور مکاتبہ سے اس واسطے کہ لفظ نساء کا جو آیت ظہار میں واقع ہے وہ لونڈی کو شامل نہیں اس واسطے کہ عرف میں نساء رجل اس کی زوجات کو کہتے ہیں نہ لونڈی اور حرم کو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر الرائق ولا ممن نکحہا بلا امرہا ثم ظاہر منہا ثم اجازت لعدم الزوجیۃ اور ظہار صحیح نہیں اس عورت سے جس سے نکاح کیا بدوں اس کے امر کے پھر اس سے ظہار کیا پھر عورت نے نکاح کو جائز رکھا بسبب عدم زوجیت کے یعنی وقت ظہار کے وہ زوجہ نہ تھی اس واسطے کہ اس کو نکاح کی خبر بھی نہ تھی فضولی نے اس کا نکاح کر دیا تھا انتن علی کظہر امی ظہار منہن اجماعا وکفر لکل وقال مالک واحمد یکفیہ کفارۃ واحدۃ کالایلاء مرد نے کہا اپنی عورتوں سے کہ تم مجھ پر ایسی ہو جیسی میری ماں کی پیٹھ تو یہ ظہار ہے سب عورتوں سے باتفاق فقہاء کے اور کفارہ دے مرد ہر عورت کے واسطے اور کہا امام مالک اور امام احمد بن حنبل نے کہ ایک کفارہ سب عورتوں کی حلت کے واسطے کافی ہے مانند کفارہ ایلا کے یعنی اگر مرد نے قسم کھائی کہ میں اپنی عورتوں سے صحبت نہ کروں گا پھر اس نے ایک سے صحبت کی تو ایک کفارہ دینے سے سب عورتیں حلال ہو جاویں گی ظاہر من امرأتہ مرارا فی مجلس او مجالس فعلیہ لکل ظہار کفارۃ فان عنی التکرار او التاکید فان بمجلس صدق قضاء وا لا لا علی المعتمد وکذا لو علقہ بنکاحہا کما مر عن التاتارخانیۃ ظہار کیا اپنی عورت سے چند بار ایک مجلس یا چند مجالس میں تو واجب ہے اس پر عوض ہر ظہار کے ایک کفارہ پھر اگر مرد نے ارادہ تکرار اور تاکید کا کیا سو اگر چند بار ظہار کو ایک مجلس میں کہا تو با عتبار قضا کے اس کی تصدیق ہوگی اور اگر چند مجالس میں چند بار ظہار کر چکا ہے تو قضاءً اس کی تصدیق نہ ہوگی لیکن دیانۃ البتہ تصدیق ہوگی بنا بر قول معتمد کے اور ایسا ہی حکم ہے اگر تعلیق ظہار کی اجنبیہ کے نکاح پر کی چنانچہ تصریح اس کی فتاوی تاتارخانیہ سے اسی بارہ میں مذکور ہو چکی ہم مصنف نے تصدیق تاکید میں اتحاد مجلس کی قید لگائی اور شارح نے بھی اس کی پیروی کی حالانکہ مصنف کا قول اس کے استاد کی روایت کے مخالف ہے یعنی صاحب بحر الرائق کے بحر الرائق میں یوں ہے کہ اگر اپنی عورت سے چند بار ظہار کریگا ایک مجلس میں یا چند مجلس میں تو اس پر عوض ہر ظہار کے کفارہ لازم آوے گا مگر جب تاکید کی نیت کرے گا یعنی تو ایک ہی کفارہ لازم ہوگا کما ذکرہ اسبیجابی وغیرہ اور بعضی کتابوں میں ایک مجلس اور چند مجالس میں فرق کیا ہے اور معتمد اول ہی قول ہے انتہی مضمونہ اور مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں تفصیل ایک مجلس اور مجالس کی اسبیجابی کی طرف منسوب کی ہے اور حالانکہ اسبیجابی کا قول بموجب روایت صاحب بحر کے مطلق ہے بلا تفصیل اور فتاوی عالمگیری میں بھی قول صاحب بحر کا اسی طرح

Marfat.com

منقول ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کے انت علی کظہر امی کل یوم اتحد دلو اتی بقی تجدد لہ قربانہا لیلا اگر زوج نے کہا کہ تو مجھ پر ایسی ہے جیسی کہ میری ماں کی پیٹھ ہر دن تو یہ قول ایک ہی ظہار ہے تو اس پر رات اور دن وطی حرام ہے بدوں کفارہ کے اور اگر مثال مذکور میں فی کا لفظ لایا یعنی یوں کہا کہ انت علی کظہر امی فی کل یوم یعنی تو مجھ پر ایسی ہے جیسی کہ میری ماں کی پیٹھ ہر دن میں تو ہر روز جدا گانہ ظہار ثابت ہوگا پھر جب دن گذر جاوے گا تو اس دن کا ظہار باطل ہوگا پھر دوسرے دن آفتاب نکلے گا تو دوسرا ظہار شروع ہوگا ولیکن مرد کو صحبت کرنا عورت سے رات میں جائز ہوگا اس واسطے کہ فی ظرفیت کے واسطے موضوع ہے اور ظرف میں معنی شرط کے ہوتے ہیں تو دن کو ظہار ہوگا نہ رات کو کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال کظہر امی الیوم وکلما جاء یوم صار مظاہرا ظہارا آخر مع بقاء الاول اور اگر یوں کہا کہ تو مجھ پر ایسی ہے جیسی کہ میری ماں کی پیٹھ ہے آج کے دن اور جب دن آوے تو اس صورت میں جب کوئی دن آوے گا تو مرد مظاہر ہو جاوے گا دوسری ظہار کر یعنی ہر روز جدا جدا ظہار ثابت ہوگا باوجود باقی رہنے ظہار اول کے طحطاوی نے کہا کہ یہ روایت شارح کی مخالف ہے بحر الرائق کے اس میں یوں ہے کہ اگر اس طرح کہے گا انت علی کظہر امی الیوم وکلما جاء یوم تو مظاہر ہوگا آج کے دن عورت سے اور جب دن گذر جائے گا تو یہ ظہار باطل ہوگا اور رات میں زوج کو قربت کا اختیار رہے پھر جب کل کا دن آوے گا تو دوسری بار مظاہر ہوگا اسی طرح ہمیشہ تجدد ظہار ہوتا ہے انتہی کذا فی حاشیۃ المدنی اور یہ جو شارح نے ظہار اول کے بقا کو ذکر کیا سو وہ اس صورت میں ہے جب یوں کہے انت علی کظہر امی کلما جاء یوم تو ظہار روز اول کا منتہی نہ ہوگا باقی رہے گا اور جب دن آوے گا تو مرد مظاہر ہوگا دوسری ظہار کر بجز کفارہ کے ظہار اول باطل ہوگا کذا فی العالمگیریہ ناقلا عن شرح تلخیص الجامع الکبیر ومتی علق بشرط متکررۃ تکرر اور جب ظہار کو شرط متکرر پر معلق کرے گا تو ظہار بھی متکرر ہوگا مثلاً یوں کہا جب تو گھر میں داخل ہوگی تو تو میرے نزدیک میری ماں کی پیٹھ کی مانند ہوگی تو جو بار عورت گھر میں داخل ہوا تنی بار ظہار ثابت ہوگا تو کفارہ لازم آوے گا ہر بار داخل ہونے کے شمار پر ولو قال کظہر امی رمضان کلہ وجب کلہ اتخذا استحسانا وليصح استحسانا وليصح تكفيره في رجب لافي شعبان كمن ظاهر واستثنى يوم الجمعة" مثلاً ان کفر فی یوم الاستثناء لم یجز والا جاز تاتارخانیہ وبحر اور یوں کہا کہ تو میرے نزدیک ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ رمضان بھر اور رجب بھر تو یہ ایک ہی ظہار ہے باعتبار استحسان کے اور اسی واسطے صحیح ہے کفارہ دینا اس ظہار کا رجب میں دشعبان میں اور کفارہ رجب سے ظہار رمضان بھی ساقط ہوگا بسبب متحد ہونے ظہار کے چنانچہ ایک شخص نے ظہار کیا اور جمعہ کا دن مستثنی کر لیا یعنی یوں کہا کہ انت علی کظہر امی الا یوم الجمعۃ تو اگر کفارہ دے گا روز استثنا میں یعنی جمعہ میں تو جائز نہ ہوگا اور اگر روز استثنا کے سوا کسی اور دن کفارہ دے گا تو جائز ہوگا کذا فی فتاوی التاتارخانیہ والبحر ص فتاوی عالمگیری میں ہے کہ ظہار میں یہ شرط ہے کہ زوج اہل ہو کفارہ دینے کا تو ظہار ذمی اور صبی اور مجنون صحیح نہیں۔

باب الکفارۃ

یہ باب ہے کفارہ ظہار کا اختلف فی سببہا والجمہور علی انہ الظہار والعود اختلاف علماء ہے کفارہ کے سبب میں جمہور علما کا یہ مذہب ہے کہ کفارہ کا سبب ظہار اور عود ہے یعنی عزم وطی اور بعضے علما نے کہا کہ سبب کفارہ کا ظہار ہے اور عود اس کی شرط ہے اور بعضوں نے اس کے برعکس کہا ہی لغۃ من کفر اللہ الذنب محاہ کفارہ لغت میں ماخوذ ہے اس قول سے کہ کفر اللہ الذنب یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب اللہ تعالی گناہ مٹا ڈالے کفارہ کو کفارہ اس واسطے کہا کہ گناہ کو مٹا ڈالتا ہے اور حکم کفارہ کا یہ ہے کہ واجب ساقط ہو جاتا ہے گردن سے اور حصول ثواب ہے بسبب محو ہو جانے خطا کے اور کفارہ فی الفور واجب نہیں بنا بر مذہب صحیح کے اس واسطے کہ امر اس کا مطلق ہے تو اگر تاخیر ہوگی اول وقت قدرت سے تو گناہ نہ ہوگا اور تاخیر کے بعد دینا ادا ہوگا نہ قضا اد. اگر بدوں ادائے کفارہ کے مر جاوے گا تو گنہگار مرے گا کذا فی حاشیۃ المدنی وشرعا تحریر رقبۃ قبل الوطی ای اعتاقہا بنیۃ الکفارۃ فلو مرورث اباہ نادیا الکفارۃ لم یجز اور کفارہ اصطلاح شرع میں عبارت ہے تحریر رقبہ سے قبل وطی کے اور مراد تحریر رقبہ سے اعتاق رقبہ ہے یعنی گردن آزاد کرنا بہ نیت کفارہ تو اگر اپنے باپ کو وراثت میں پاکر ادائے کفارہ کی نیت کرے گا تو جائز نہ ہوگا اس واسطے

Marfat.com

کہ جب باپ مملوک اپنے بیٹے کا ہو گا خود بخود بلا نیت مالک آزاد ہو جاوے گا تو یہ اعتاق نہیں بلکہ عتق ہے اور تحریر رقبہ عبارت ہے اعتاق سے نہ عتق سے دلو لصغیر ارضیعا او کافرا او مبلح الدم اعتاق غلام صغیر شیر خوار ہو یا کافر ہو یا غلام کا خون حلال ہو گیا ہو اس طرح کہ قاضی نے قصاص میں اس کے قتل کا حکم دیا پھر اس کے مالک نے کفارہ ظہار میں اس کو آزاد کیا پھر مقتول کے وارثوں نے خون معاف کر دیا تو اس کے جواز اعتاق میں اختلاف ہے فتح القدیر اور نہایہ میں کہا ہے کہ یہ جائز نہیں اور شرح مبسوط میں کرخی سے منقول ہے کہ یہ اعتاق جائز ہے واللہ اعلم کذا فی الہ لگیر یہ او مرہونا ہو یا غلام مرہون ہو یعنے مالک نے اپنے غلام کو گرو رکھا ہو تو اس کا آزاد کرنا کفارہ ظہار میں درست ہے لیکن جس قدر مال پر رہن ہو گا اتنا مالک پر دینا لازم آوے گا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البدائع او مدبونا او آبقا علمت جبونہ او مرتدۃ یا غلام قرضدار ہو یا کہ غلام بھاگ گیا ہو جس کی زندگی معلوم ہے یا لونڈی مرتدہ ہو وفی المرتد وحربی خلی سبیلہ خلاف اور غلام مرتد اور غلام حربی میں جس کو مالک نے مطلق العنان کر دیا اختلاف ہے فقہاء فتح القدیر میں کہ غلام حربی کا دار الحرب میں آزاد کرنا جائز نہیں اور تاتارخانیہ میں کہا کہ اگر اس کو دار الحرب میں مطلق العنان کر دیا تو بعضوں کے نزدیک جائز ہے کذا فی حاشیۃ المدنی او اصم ان صیح بہ یسمع والا لا یا غلام بہرا ہو لیکن اگر شور کرنے سے سنتا ہو تو اس کے آزاد کرنے سے کفارہ ادا ہو گا اور اگر شور کرنے سے مطلق نہ سنتا ہو تو کفارہ نہ ادا ہو گا او خصیا او مجبوبا اور قنا او قرناء یا غلام خصی ہو مقطوع الذکر ہو یا لونڈی ہو جس کی شرمگاہ میں ایسی گوشت زائد یا ہڈی ہو کہ مانع ہو وطی کا تو ایسی لونڈی کا بھی اعتاق کفارہ ظہار میں جائز ہے او مقطوع الاذنین یا غلام کے دونوں کان کٹے ہوں او ذاہب الحاجبین وشعر لحیتہ وراس یا غلام کے دونوں ابرو کے بال اور ڈاڑھی اور سر کے بال جاتے رہے ہوں او مقطوع انف او شفتین ان قدر علی الاکل والا لا یا غلام ناک کٹا ہو یا اس کے دونوں لب کٹے ہوں بشرطیکہ کھانا کھا سکتا ہو اور اگر کھا نہ سکتا ہو تو جائز نہیں او اعور او اعمش او مقطوع احدی یدیہ او احدی رجلیہ من خلاف یا غلام کانا ہو یا چپڑا یا اس کا ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کٹا ہو دوسری طرف سے یعنی داہنا ہاتھ تو بایاں پاؤں یا بایاں ہاتھ تو داہنا پاؤں اور اگر ایک طرف سے ہاتھ اور پاؤں کٹا ہو گا تو اس کا اعتاق کفارہ میں جائز نہیں چنانچہ اس کا ذکر آگے آوے گا او مکاتبا لم یؤد شیئا او عتقہ مولاہ لا الوارث یا غلام مکاتب ہو جس نے بدل کتابت کا ہنوز کچھ ادا نہیں کیا اور مکاتب کر اس کے مالک ہی نے آزاد کیا ہو نہ مالک کے وارث نے یعنی اگر مکاتب کے مالک پر کفارہ ظہار تھا اور وہ بدوں ادا کے مر گیا پھر اس کے وارث نے مکاتب کو مورث کی طرف سے بہ نیت کفارہ آزاد کر دیا تو جائز نہیں وکذا لقیع عنہا شراء قریبہ بنیۃ الکفارۃ لانہ لصنعہ بخلاف الارث اور اسی طرح ادا ہوتا ہے کفارہ اپنی قرابت دار کے مول لینے سے بہ نیت کفارہ مثلاً مظاہر کا بھائی کسی کا غلام تھا اور اس نے بہ نیت ادائے کفارۂ ظہار اس کو مول لیا تو کفارہ ادا ہو گا اس واسطے کہ مول لینا اس کا اختیاری فعل ہے بخلاف ارث کے کہ وہ فعل اختیاری نہیں یعنی اگر کوئی اپنے قرابت والے کو ارث میں پاوے اور نیت ادائے کفارہ کرے تو صحیح نہیں اس واسطے کہ وارث ہونا اختیاری فعل نہیں تو یہ اعتاق نہ ہو گا بلکہ عتق ہو گا چنانچہ اس کا ذکر عنقریب گذر گیا واعتاق نصف عبدہ ثم باقیہ عنہا استحسانا بخلاف المشترک کما سیجئ اور آزاد کرنا اپنے نصف غلام کو پھر نصف باقی کو کفایت کرتا ہے کفارہ کی جانب سے بدلیل قیاس خفی بخلاف مشترک غلام کے چنانچہ اس کا ذکر آوے گا لا یجزی فاقد جنس المنفعۃ لانہ ہالک حکما کفایت نہیں کرتا آزاد کرنا اس غلام کا جس کی جنس منفعت فوت ہو گئی ہو یعنی منفعت سمع اور بصر کی اور بولنے اور ہاتھ سے تھامنے اور پاؤں سے چلنے کی اور عقل کی فوت ہو گئی ہو تو اس کے آزاد کرنے سے کفارہ نہ ادا ہو گا اس واسطے کہ وہ در حکم میت ہے اور مراد فوت منفعت سے یہ ہے کہ بالکل منفعت فوت ہو تو نقصان منفعت کا ادائے کفارہ میں ضرر نہ کرے گا الاعمی ومجنون الذی لا یعقل فمن یفیق یجوز فی حال افاقتہ ومریض لا یرجی برءہ وساقط الاسنان غلام مفقود المنفعت جیسے اندھا اور ایسا دیوانہ جو کچھ نہ سمجھتا ہو سو جو دیوانہ کہ کبھی ہوش میں آجاتا ہو تو اس کا آزاد کرنا جائز ہے ہوشیاری کی حالت میں اور ایسا بیمار جس کی صحت کی امید نہ رہی ہو اور جس کے دانت

Marfat.com

گر پڑے ہوں اس واسطے کہ پوپلا جبانے پر قادر نہیں والمقطوع یداہ او ابہاماہ او ثلث اصابع من کل ید او رجلاہ او ید و رجل من جانب اور جائز نہیں وہ غلام جس کے دونوں ہاتھ دونوں ہاتھ کے انگوٹھے یا تین انگلیاں ہر ہاتھ کی کٹی ہوں یا دونوں پاؤں یا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں ایک طرف سے کٹا ہو اس واسطے کہ ان صورتوں میں تھامنے اور چلنے کی منفعت بالکل مفقود ہے ومعتوہ مغلوب کافی اور حبس غلام پر کہ بیخبری اور بیہوشی غالب ہو کذا فی الکافی ولا یجزی مدبر وام ولد ومکاتب ادی بعض بدلہ ولم یعجز نفسہ فان عجز فحرہ جاز وہی حیلۃ الجواز بعد ادائہ شیئا اور کفایت نہیں کرتا آزاد کرنا مدبر کا اور ام ولد کا اور اس مکاتب کا جس نے اپنی کتابت کا کچھ بدلہ ادا کیا ہے اور وہ عاجز نہیں ہوگیا ادائے باقی سے سو اگر عاجز ہوگیا پھر اس کے مالک نے اس کو آزاد کر دیا بہ نیت کفارہ تو جائز ہے اور یہی عاجزی حیلہ ہے اعتاق مکاتب کا بعد کچھ ادا کرنے کے یعنی جس مکاتب نے کچھ مال ادا کیا ہو اس کا مالک بہ نیت کفارہ اس کو آزاد کیا چاہے تو اس کی یہی تدبیر ہے کہ مکاتب اپنی عاجزی کو ظاہر کرے واعتاق نصف عبد مشترک ثم باقیہ لعدم ضمانہ لتمکن النقصان اور کفایت نہیں کرتا آزاد کرنا نصف عبد مشترک کا پھر نصف باقی کو آزاد کرنا بعد ضامن ہونے اس کی قیمت کے بواسطے جم جانے نقصان کے نصف اخیر میں یعنی ایک غلام کے دو مالک تھے نصفا نصف سو ایک مالک نے بہ نیت کفارہ اپنا آدھا حصہ ادا کر دیا ہے تو نصف اخیر کی مملوکیت میں نقصان پڑ گیا یعنی دوسرا مالک اب اس کو بیچ نہیں سکتا لہذا اگر آزاد کرنے والا نصف باقی کی قیمت کا ضامن ہو کر باقی کو بھی آزاد کرے گا تو بھی کفارہ نہ ادا ہوگا ہاں اول اپنا حصہ آزاد نہ کرتا اور نصف باقی کا ضامن ہو کر کل عبد کو آزاد کرتا تو صحیح ہوتا ونصف عبدہ عن تکفیرہ ثم باقیہ لعدم وطی من ظاہر منہا للامر قبل التماس اور کفایت نہیں کرتا اپنے نصف غلام کو آزاد کرنا بہ نیت کفارہ پھر نصف باقی کو آزاد کرنا بعد وطی اس عورت کے جس سے ظہار کر چکا اس واسطے کہ حکم کفارہ دینے کا قبل وطی وغیرہ کے ہے اور قبل وطی کے نصف آزاد کرنا کل لہذا صحیح نہیں فان لم یجد المظاہر ما یعتق وان احتاجہ لخدمتہ او لقفار دینہ لانہ واجد حقیقۃ بدائع فما فی الجوہرۃ لعبد للخدمۃ لم یجز الصوم الا ان یکون زمنا انتہی یعنی العبد لیوافق کلامہم ویحتمل رجوعہ للمولی لکنہ یحتاج الی نقل سو اگر ظہار کرنے والا نہ پاوے اس کو جس کو آزاد کرے اگرچہ محتاج ہو غلام کا اپنی خدمت کے واسطے یا اس کو بیچ کر اپنے قرض ادا کرنے کے واسطے اس واسطے کہ وہ قادر ہے غلام پر فی الحقیقت کذا فی البدائع تو جو کلام کہ جوہرہ میں یوں ہے کہ مظاہر کا ایک غلام ہے خدمت کے واسطے اس کو لہذا کفارہ ظہار میں روزہ رکھنا درست نہیں بلکہ اسی غلام کو آزاد کرے مگر اس وقت غلام کا نہ آزاد کرنا اور روزہ رکھنا درست ہے جب کہ وہ ایسا لنگڑا ہو کہ چل نہ سکے انتہی کلام الجوہرۃ یعنی غلام لنگڑا ہو تو اس کا آزاد کرنا درست نہ ہوگا اور روزہ رکھنا جائز ہوگا شارح نے کہا ضمیر یکون کی عبد کی طرف پھیر کر یہ مطلب جو ہوا کہ اس واسطے مذکور کیا تاکہ کلام اس کا اور فقہا کے کلام سے موافق ہو جاوے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ضمیر یکون کی مولیٰ کی طرف پھیرے تو مطلب ہوگا کہ اگر مالک لنگڑا ہو تو غلام کو نہ آزاد کرے روزہ رکھے لیکن اس صورت میں نقل روایت کی احتیاج ہوگی یعنی تا وقتیکہ کتب معتمدہ سے نقل صریح اس باب میں ثابت نہ ہوگی احتمال ناخیر نا مقبول ہے ہم چونکہ عبارت جوہرہ کی بظاہر مخالف تھی بدائع کے لہذا شارح نے اس کی توجیہ معقول کر دی تا اختلاف مندفع ہو جاوے و لا یعتبر مسکنہ اور گھر اس معتبر نہیں یعنی اگر مظاہر کا ایک گھر ہو جس میں وہ رہتا ہے تو اس پر اس کا بیچنا اس کی قیمت سے اور کفارہ ظہار کے واسطے غلام کا خرید کرنا ضروری نہیں اس واسطے کہ مکان ضروریات میں داخل ہے تو اس پر صوم لازم ہوگا ولو لہ مال وعلیہ دین مثلہ ان ادی الدین اجزاہ الصوم والا فقولان اور اگر مظاہر کے پاس مال ہو اور اس پر اتنا ہی قرض ہے قرض کو ادا کر دے تو اس کو صوم کفایت کرتا ہے اس واسطے کہ وہ اعتاق پر اب قادر نہیں اور اگر قرض کو ہنوز ادا نہیں کیا تو اس میں دو قول ہیں ایک قول یہ کہ روزہ رکھنا کافی ہے اور دوسرا قول یہ کہ کافی نہیں ولو لہ مال غائب انتظرہ اور اگر اس کا مال غائب ہو یعنی مثلاً سفر میں ہو تو اس کے حصول کا منتظر رہے جب آوے تو غلام خرید کر کے آزاد کرے ولو علیہ کفارتان وفی ملکہ رقبۃ فصام عن احدہما تم اعتق عن الاخری لم یجز وبعکسہ جاز اور اگر مرد نے کفارے ہوں یعنی دو عورتوں سے ظہار کیا ہو اور اس کے ملک میں ایک ہی غلام ہو سو اس نے ایک کفارے سے

Marfat.com

غلام آزاد کیا تو صوم کا کفارہ جائز نہ ہوگا اس واسطے کہ باوجود قدرت اعتاق کے صوم جائز نہیں لیکن کفارۂ عتاق بلاشک صحیح اور بالعکس اس کے جائز ہے یعنی اگر اول آزاد کرے اور دوسرے کفارے میں روزے رکھے تو درست ہے اس واسطے کہ عدم قدرت میں صوم کافی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی صام شہرین دلو ثمانیۃ وخمسین یوما بالہلال والا فستین یوما اگر مظاہر اعتاق پر قادر نہ ہو تو دو مہینے روزے رکھے اگرچہ دو مہینے کے اٹھاون دن ہوں چاند نکلنے سے یعنی اگر پہلی تاریخ سے روزہ رکھا اور وہ مہینہ اور دوسرا مہینہ انتیس دن کا ہوا تو اٹھاون دن کے روزے کفایت کرتے ہیں اور اگر پہلی تاریخ سے صوم شروع نہیں کیا تو دو مہینے کے ساٹھ روزے رکھنا چاہیے ولو قدر علی التحریر فی آخر الاخیر لذہ العتق ادا اگر قادر ہو گیا غلام آزاد کرنے پر پچھلے مہینے کے آخر دن میں تو لازم ہوگا اس پر آزاد کرنا یعنی ساٹھویں دن مثلاً ظہر یا عصر کے وقت مظاہر کو مال مل گیا تو کفارہ صوم کا نہ ادا ہو اس واسطے کہ استمرار عجز اول سے آخر تک شرط ہے صوم کی سو یہاں پایا نہ گیا تو یہ صوم اس کا نفل ہو گیا اس پر واجب ہے کہ غلام خرید کر آزاد کرے واتم یوما ندبا ولا قضاء لو افطر وان صلہ نفلا اور اس دن کے صوم کو پورا کرے استحباب کی راہ سے نہ وجوب کی راہ سے اور اگر اس صوم کو توڑ ڈالے تو اس پر قضا واجب نہیں اگرچہ یہ صوم نفل ہو گیا یعنی برچند افطار صوم نفل سے قضا واجب ہے لیکن اس صورت میں باوجود نفل ہونے کے قضا واجب نہیں اس واسطے کہ شروع صوم بقصد نفل نہ تھا لہذا نہ اس کی قضا واجب ہے نہ اتمام لیکن یہ اس صورت میں ہے جب کہ بمجرد قدرت اعتاق کے فی الفور صوم کو قطع کر دیا اور اگر بعد قدرت اعتاق کے ساعت دو ساعت صوم ثابت رکھا تو یہ قائم مقام شروع فی النفل کے ہو گیا اب اس پر تمام واجب ہوگا اور اگر اب افطار کرے گا تو قضا واجب ہوگی چنانچہ کتاب الصوم میں مذکور ہو چکا کذا فی حاشیۃ المدنی ملتابعین قبل المسیس لیس فیہا رمضان وایام منہی عن صومہا دو مہینے پے در پے لگاتار روزے رکھے وطی وغیرہ سے پہلے ایسے دو مہینے کا صوم جن میں رمضان اور وہ پانچ دن جن کا صوم ممنوع ہے نہ واقع ہوں اس واسطے کہ اگر رمضان درمیان میں آجاوے گا تو رمضان کا صوم مقدم ہوگا اور اگر رمضان میں کفارہ کی نیت سے روزہ رکھے گا تو بھی رمضان ہی صحیح ہوگا نہ کفارہ تو صوم کفارہ میں تتابع نہ رہا انقطاع ہو گیا لیکن اگر مظاہر مسافر ہوگا اور روزہ بہ نیت کفارہ رکھے گا تو البتہ صحیح ہوگا اور جس طرح درمیان میں آنا رمضان کا مانع ہے تتابع کا اسی طرح ایام منہیہ کا درمیان میں پڑنا مانع ہے تتابع کا وکذا کل صوم شرط فیہ التتابع اور اسی طرح جس صوم میں لگاتار روزہ رکھنا شرط ہے رمضان اور ایام خمسہ کا درمیان میں آنا مانع ہے تتابع کا چنانچہ کفارہ قتل میں اور کفارہ افطار اور کفارہ یمین اور نذر معین جس میں تتابع مشروط کر لیا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الفتح فان افطر لعذر کسفر ونفاس بخلاف حیض الا اذا ایست سو اگر افطار کرے بسبب عذر کے چنانچہ بسبب سفر یا نفاس کے بخلاف حیض کے اس واسطے کہ حیض کا آنا مانع تتابع کا نہیں کفارہ قتل اور کفارہ افطار میں اس وجہ سے کہ عورت ایسے دو مہینے نہیں پا سکتی جو حیض سے خالی ہوں مگر جبکہ عورت کا بسبب پیری کے حیض منقطع ہو گیا ہو اور اس نے مثلاً کفارہ افطار کا صوم شروع کیا ہو تو اگر اب حیض آوے گا تو مانع ہوگا تتابع کا تو اس کو پھر نئے سرے سے روزہ رکھنا پڑے گا ہم کفارۂ ظہار میں حیض اور نفاس کا ذکر بجائے خود نہیں اس واسطے کہ یہ کفارہ سوائے مرد کے عورت پر واجب نہیں ہوتا لیکن شارح نے بمناسبت تتابع کے اس کو بھی ذکر کر دیا او بغیرہ او وطیہا ای المظاہر منہا اما لو وطی غیرہا وطیا غیر محظور لم یضرہ اتفاقا کا لوطی فی کفارۃ القتل یا افطار صوم کا بلا عذر کرے یا اسی عورت سے جس سے ظہار کر چکا ہے وطی کرے لیکن اگر اس عورت کے سوا اور زوجہ سے ایسی وطی کرے جو روزہ نہ توڑے یعنی رات میں یا دن کو سہو سے وطی کرے تو صوم کفارہ منہیں بالاتفاق طرفین اور ابی یوسفؒ کے نزدیک جیسے کہ وطی کرنا کفارہ قتل میں مضر ہیں فیہما ای الشہرین مطلقا لیلا او نہارا عامدا او ناسیا کما فی المختار وغیرہ تقیید ابن ملک اللیل بالعمد غلط بحر لکن فی القہستانی انما یخالف فتنبہ اگر وطی کرے ظہار والی عورت سے کسی طرح رات کو یا دن کو بالقصد یا بھول کر چنانچہ باطلاق مصرح ہے مختار وغیرہ میں اور قید لگانا ابن ملک کا شب میں ساتھ عمد کے غلط ہے یعنی یہ جو ابن ملک نے کہا ہے کہ اگر رات کو عمداً وطی کرے تو مضر کفارہ

Marfat.com

ہے اور سہواً مفسد نہیں سو یہ قول غلط ہے بلکہ عمداً اور سہواً مطلقاً مفسد ہے اور جن کتابوں میں وطی لیل میں عمد کی قید ہے سو اتفاقی قید ہے نہ احترازی کما فی شرح المجمع اور غایۃ البیان اور عنایہ میں تصریح ہے کہ یہ قید اتفاقی ہے کذا فی بحر الرائق لیکن شرح قہستانی میں وہ قول ہے جو مخالف ہے بحر الرائق کے تو خبردار رہنا ہم قہستانی نے یوں کہا ہے کہ مظاہر منہا سے شب کو عمداً وطی کرے تو استیناف صوم کرے چنانچہ نظم اور مبسوط اور ہدایہ اور کافی اور قدوری اور ملتقیٰ اور نقایہ میں اور ان کے سوا اور کتابوں میں یوں ہے اور فقط اسبیجابی کے قول پر جو شرح طحاوی میں یوں کہا گیا ہے کہ وطی لیل میں عمد اور نسیان برابر ہے لائق نہیں کہ عمد کو ہدایہ وغیرہ کے کلام میں قید اتفاقی پر محمول کیجیے جیسے صاحب کفایہ اور اس کے تابعین نے کیا ہے حالانکہ صاحب نہایہ نے اس کی طرف التفات نہیں کیا انتہی کلام القہستانی شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ قہستانی غلط گوئی میں ابن ملک کے موافق ہو گیا اور جن کتب کی عبارتیں قید اتفاقی پر محمول ہیں ان سے استدلال کرتا ہے اور حالانکہ کتب معتمدہ میں مصرح ہے کہ عمد اور نسیان دونوں برابر ہیں چنانچہ مختار اور اختیار اور غایۃ البیان اور عنایہ اور اطلاق صاحب کنز اس پر شاہد ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی استالف الصوم لا الاطعام ان وطیہا فی خلالہ واطلاق النص فی الاطعام وتقییدہ فی تحریر وصیام یعنی اگر کفارۂ ظہار میں بعذر یا بلا عذر روزہ افطار کرے یا ظہار والی عورت سے وطی کرے دو مہینے کے اندر تو استیناف کرے صوم کا نہ اطعام کا یعنے پھر سرے سے روزہ رکھنا شروع کرے لیکن اطعام کا استیناف لازم نہیں اگر درمیان اطعام کے اسی عورت سے وطی کرے بسبب مطلق ہونے نص قرآنی کے اطعام میں اور مقید ہونے نص کے اعتاق اور صیام میں یعنی حق تعالیٰ نے کفارہ اطعام میں اس سے قبل مساس کے قید نہیں لگائی اور وطی مفسد اطعام نہیں اور اعتاق اور صیام میں قید لگائی کہ قبل مساس ہو لہذا وطی مفسد صیام ہے تو استیناف لازم ہوا والعبد ولو مکاتبا او مستسعی فکذا الحر المجبور علیہ بالسفہ علی المعتمد اور غلام اگرچہ مکاتب ہو یا ایسا غلام ہو جس کے مالک نے مثلاً نصف آزاد کر دیا ہو اور باقی گلو خلاصی کے واسطے اس سے محنت مزدوری کراتا ہو اور اسی طرح وہ مرد ہے جس کے تصرف مالی کو اس کے حماقت کے سبب سے حاکم نے روک دیا ہو بنا بر قول معتمد کے یعنی بموجب قول صاحبینؒ کے لا یجزیہ الا الصوم المذکور غلام وغیرہ کو کفایت نہیں کرتا مگر صوم مذکور یعنے دو مہینے پے در پے روزے رکھنا کفارہ ظہار میں واجب ہے غلام اور مکاتب اور حر مجبور علیہ کو اور اس غلام کو جو پورا آزاد نہیں اور بسبب عدم قدرت کے اپنے اعتاق اور اطعام نہیں ہم اس مقام میں سوال وارد ہوتا ہے قاعدہ یہ ہے کہ غلام پر نصف اور عقوبت آدمی ہوتی ہے اور کفارہ بھی عقوبت ہے لازم یوں تھا کہ کفارہ عبد کا نصف ہوتا کفارۂ حر سے یعنی ایک مہینے کا صوم غلام کو کفایت کرتا اس سوال مقدر کا جواب شارح نے آئندہ قول میں دیا لم ینصف لما فیہا من معنی العبادۃ اور کفارہ غلام کا آدھا نہ ہوا اس واسطے کہ کفارہ میں معنی عبادت موجود ہے یعنی ہر چند کفارہ میں مضمون عقوبت اور مضمون عبادت دونوں ہیں لیکن عبادت اس میں غالب ہے اور حالانکہ عبادت میں تنصیف نہیں چنانچہ صوم اور صلوٰۃ میں اسی طرح کفارات ہیں ولیس للسید منعۃ منہ اور مالک کو اختیار نہیں غلام کو صوم سے منع کرنے کا اس واسطے کہ یہ منجملہ حقوق نکاح کے ہے سو جب مالک نے غلام کو نکاح کی اجازت دی تو اس کے سب حقوق کو اپنے اوپر گویا لازم کر لیا تو اب کیونکر صوم کفارہ سے روک سکے ولو وصلیۃ اعتق سیدہ او اطعم ولو بامرہ لعدم اہلیۃ التملیک الا فی الاحصار فیطعم عنہ المولی تحریا وقیل وجوبا کفارہ ظہار میں اعتاق اور اطعام غلام کا کفایت نہیں کرتا اگرچہ اس کا مالک اس کی طرف سے آزاد کرے یا اطعام کرے اگرچہ یہ اعتاق اور اطعام بامر غلام ہو بسبب عدم قابلیت تملیک کے یعنی اعتاق اور اطعام بدوں ملک کے نہیں ہو سکتا اور غلام کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا اگرچہ مالک اس کو تملیک کرے مگر احصار میں غلام مالک ہوتا ہے یعنی اگر غلام باجازت مولیٰ حج کا احرام کرے اور کسی عذر شرعی سے حج کو نہ جا سکے تو مولیٰ اس کی طرف سے اطعام یعنی قربانی کا جانور اس کی طرف سے حرم میں بھیجے کہ وہاں ذبح کر کے تصدق ہو بعضے علماء نے کہا کہ قربانی کا بھیجنا مولیٰ پر مستحب ہے اور بعضوں

Marfat.com

نے کہا کہ وجب ہے ھ اطلاق اطعام کا رسال قربانی پر غیر مشہور ہے شارح نے اس میں صاحب نہر اور منح کی پیروی کی ہے **فان عجز عن الصوم** (مرض لایرجی برءہ او کبر) **اطعم** ای ملک **ستین مسکینا دلو حکما ولا یجزئ غیر المراہق بدائع** سو اگر عاجز ہو مظاہر صوم سے بسبب ایسی بیماری کے کہ توقع نہیں اس کی صحت کی یا بسبب پیری کے تو طعام دلوے یعنی طعام کا مالک کردے ساٹھ مسکین کو اگرچہ تملیک ساٹھ مسکین کی حکما ہو اس طرح پر کہ ایک محتاج کو ساٹھ دن دیا کرے تو گویا ساٹھ محتاج کو دیا اور کفایت نہیں کرتا اطعام غیر مراہق کا کذا فی البدائع یعنی اطعام اس صغیر کا جو قریب البلوغ نہیں کافی نہیں **کالفطرۃ قدرا ومصرفا او قیمۃ ذلک من غیر المنصوص اذ العطف للمغائرۃ** ہر مسکین کو دے مانند صدقۂ فطر کے مقدار میں اور مصرف میں کما مر فی الزکوۃ یعنی اگر گیہوں سے دے تو نصف صاع دے اور اگر جَو اور کھجور سے دے تو پورا صاع دے یا اس کی قیمت دے غیر منصوص سے یعنی اگر گیہوں اور کھجور اور جَو کے سوا اور کوئی اناج دے تو قیمت کا اعتبار ہے تو اگر ربع صاع چاول کا مساوی ہو نصف صاع گیہوں کے تو جائز ہے یا دو صاع باجرا برابر ہو ایک صاع جَو کے یا نصف صاع کھجور کے تو درست ہے اس واسطے کہ عطف کرنا مصنف کا قیمت کو فطرۃ پر مقتضی ہے مغائرت کا تو اگر ربع صاع گیہوں کا برابر نصف صاع کھجور کے تو جائز نہ ہوگا اس واسطے کہ اعتبار قیمت کا غیر منصوص میں ہے اور گیہوں اور کھجور تو دونوں منصوص ہیں ان میں اعتبار قیمت کا صحیح نہیں **وان اراد الاباحۃ غداہم وعشاہم او غداہم واعطاہم قیمۃ العشاء او عکسہ واطعمہم غدائین او عشائیہ صحورا او اشبعہم جاز بشرط ادام فی جنس شعیر وذرۃ لا بر** اور کفارہ دینے والا محتاجوں کو تملیک طعام نہ کرے بلکہ ارادہ کرے اباحت طعام کا تو ان کو دن چڑھتے اور دن ڈھلتے دو وقت کھلاوے یا دن چڑھتے ان کو کھلاوے اور دن ڈھلتے وقت کھانے کی قیمت دے یا اس کے بالعکس کرے یعنی اول وقت کے کھانے کی قیمت دے اور آخر وقت کھلاوے . . . . . یا ان کو دو روز دن چڑھتے کھلاوے یا دو روز دن ڈھلتے کھلاوے یا دن ڈھلتے اور سحر کے وقت کھلاوے اور پیٹ ان کا بھر دے خلاصہ یہ ہے کہ اگر ساٹھ محتاجوں کو دو وقت آسودہ کر کے کھلاوے تو جائز ہے بشرطیکہ سالن ہو جَو اور جوار کی روٹی کے ساتھ نہ گیہوں کی روٹی کے ساتھ یعنی گیہوں کی روٹی کے ساتھ سالن کی حاجت نہیں کہ اس میں بدوں سالن بھی آسودگی ہوتی ہے بخلاف جَو اور جوار کے کہ ان میں بدوں سالن کے پیٹ نہیں بھرتا ھ تملیک طعام اور اباحت طعام میں یہ فرق ہے کہ تملیک طعام میں محتاج مالک ہوتا ہے طعام کا جو چاہے سو کرے اور اباحت طعام میں محتاج مالک نہیں طعام کا کچھ اس میں تصرف نہیں کر سکتا فقط کھانے کا اس کو اختیار ہے اور اباحت طعام میں مقدار الطعام کی کچھ مقرر نہیں نصف صاع میں آسودہ ہو جائے خواہ کمتر میں بخلاف تملیک کے کہ نصف صاع سے کم جائز نہیں **کما جاز لو اطعم واحدا ستین یوما لتجدد الحاجۃ** چنانچہ یہ بھی جائز ہے کہ اگر طعام دے ایک محتاج کو ساٹھ دن یہ جائز ہے بسبب تجدد حاجت کے یعنی ہر دن آدمی کھانے کا حاجتمند ہے تو گویا ساٹھ محتاج کو طعام دیا چنانچہ یہ عنقریب مذکور ہو چکا **ولو اباحۃ کل الطعام فی یوم واحد اجزاہ عن یومہ ذلک فقط اتفاقا** اور اگر ایک محتاج کو ساٹھ محتاج کا سب کھانا مباح کرے گا ایک دن میں تو فقط اسی ایک ہی دن کو کفایت کرے گا **بالاتفاق** یعنی مظاہر پر ساٹھ محتاج کا طعام دینا واجب رہا **وکذا اذا ملکہ الطعام بدفعات فی یوم واحد علی الاصح ذکرہ الزیلعی لفقد التعدد** حقیقۃ وحکما اور اسی طرح جب کہ ایک محتاج کو مالک طعام کا کرے چند بار ایک دن میں بنا بر قول اصح کے ذکر کیا ہے اس کو زیلعی نے یعنی ایک دن میں ایک شخص کو ساٹھ بار دینا کفایت نہیں کرتا بسبب نہ ہونے تعدد حقیقی اور حکمی کے نہ ساٹھ محتاج کو دیا کہ تعدد حقیقی ہوتا نہ ساٹھ دن ایک محتاج کو دینا کہ تعدد حکمی ہوتا **امر غیرہ ان یطعم عنہ عن ظہار فعل الغیر ذلک صح وہل یرجع ان قال علی ان یرجع رجع وان سکت ففی الدین یرجع اتفاقا وفی اللقانی والزکوۃ لا یرجع علی المذہب** امر کیا مظاہر نے کسی غیر آدمی سے کہ مظاہر کی طرف سے کفارۂ ظہار کا طعام دیوے سو غیر آدمی نے بموجب اس کے امر کے ایسا ہی کیا تو یہ صحیح ہے یعنی کفارہ مظاہر کا ادا ہو گیا اور یہ غیر آدمی بقدر اطعام کے مظاہر سے پھیر سکتا ہے یا نہیں جواب یہ ہے کہ اگر مظاہر نے دلانے کے وقت

Marfat.com

یوں کہا تمہارا مجھ سے لے لیجیو تو لیوے اور اگر مظاہر چپ ہو رہا تھا تو دین میں یعنی ادائے قرض میں بالاتفاق پھیر لیوے اور کفارہ اور زکوۃ میں نہ لے بنا بر ظاہر مذہب کے کما صحت الاباحۃ بشرط الشبع فی طعام الکفارات سوی القتل وفی الفدیۃ صوم وجنایۃ حج چنانچہ صحیح ہے مباح کرنا طعام کا بشرط آسودگی کے اور کفاروں کے طعام میں سوائے کفارہ قتل کے اس واسطے کہ کفارہ قتل میں طعام کا حکم نہیں اور اباحت صحیح ہے فدیہ صوم اور فدیہ جنایت حج میں ہم فدیہ صوم شیخ فانی پر ہے عوض صوم کے بقدر نصف صاع کے حالت تملیک میں اور بقدر سیری کے حالت اباحت میں اور جس نے بعد احرام کے سر منڈایا یا کوئی اور ممنوع کام کیا تو اس قصور کے عوض چاہے ذبح کرے چاہے نصف صاع محتاج کو دے یا اس کو پیٹ بھر کھلا دے یا تین روزے رکھے وجاز الجمع بین اباحۃ وتملیک اور جائز ہے جمع کرنا درمیان اباحت اور تملیک کے چنانچہ عنقریب گذرا کہ ساٹھ محتاج کو ایک وقت کھلا دے اور دوسرے وقت کے کھانے کی قیمت دے یا تیس محتاجوں کو بطور اباحت کے کھلا دے اور تیس کو نصف نصف صاع گیہوں تملیک کرے دون الصدقات والعشر نہ صدقات اور عشر میں یعنی زکوۃ اور صدقہ فطر اور عشر میں اباحت صحیح نہیں بلکہ تملیک ان میں ضروری ہے والضابط ان ما شرع بلفظ الطعام وطعام جاز فیہ الاباحۃ وما شرع بلفظ ایتاء واداء شرط فیہ التملیک اور قاعدہ کلیہ جواز اباحت اور عدم اباحت کا یہ ہے کہ جو لفظ اطعام اور طعام مشروع ہے تو اس میں اباحت جائز ہے اور جو کہ بلفظ ایتا اور ادا مشروع ہے تو اس میں تملیک مشروط ہے تو کفارہ ظہار اور کفارہ یمین میں اور کفارہ افطار اور کفارہ صید میں قرآن مجید میں اطعام اور طعام کا لفظ ارشاد ہوا ہے اور اطعام عبارت ہے تمکین سے یعنی طعام پر محتاج کو قادر کر دینا خواہ باباحت ہو خواہ بتملیک اور زکوۃ وغیرہ صدقات میں لفظ ایتا اور ادا وارد ہے اور ایتا اور ادا بمعنی دینے کے ہیں لہذا ان میں تملیک شرط ہے اباحت کافی نہیں حرر عبدین عن ظہارین من امرأۃ او امرأتین ولم یعین واحد الواحد صح عنہما ومثلہ فی الصحۃ الصیام اربعۃ اشہر والاطعام مائۃ وعشرین فقیر الاتحاد الجنس مظاہر نے آزاد کیا دو غلاموں کو دو ظہار سے خواہ دونوں ظہار ایک عورت سے کیے ہوں یا دو عورتوں سے اور مظاہر نے معین اور مقرر نہ کیا کسی ایک غلام کو کسی ایک ظہار کے واسطے یعنی یوں تعیین نہ کی کہ یہ غلام اول ظہار کے واسطے ہے اور دوسرا غلام ثانی ظہار کے لیے ہے تو یہ اعتاق دونوں ظہار کی طرف سے صحیح ہے اور اسی کے مثل ہے صحت میں روزے رکھنا چار مہینے کا دو ظہار سے اور اطعام ایک سو بیس فقیر کا دو ظہار سے بسبب اتحاد جنس کے یعنی دونوں ظہار چونکہ متحد الجنس ہیں لہذا نیت تعیین کی کچھ حاجت نہیں بدون نیت تعیین بھی صحت حاصل ہے بخلاف اختلاف الا ان نیوی بکل کلا فیصح بخلاف اختلاف جنس کے چنانچہ کسی شخص پر کفارہ ظہار اور کفارہ یمین اور کفارہ قتل ہوا اور وہ تین غلام کو بلا نیت تعیین آزاد کرے تو صحیح نہ ہوگا جب تک کہ ہر غلام کو ہر کفارہ کے واسطے نہ مقرر کرے گا اس واسطے کہ یہ کفارات مختلف الجنس ہیں یہ اعتاق صحیح نہیں مگر اس طرح پر کہ ہر غلام کے اعتاق کے ساتھ ایک کفارہ کی نیت کرے تو صحیح ہے ہر چند اس میں بسبب نام لینے ظہار یا یمین کے رفع جہالت اور رفع ابہام نہیں لیکن اتنی جہالت مضر اعتاق نہیں کذا فی المحیط اور طحطاوی نے کہا کہ یہ متبادر ہوتا ہے کلام شارح سے کہ ہر غلام سے ہر کفارہ کی نیت کرے سو مراد نہیں بلکہ وہی مراد ہے جو مذکور ہو چکی اس واسطے کہ منح الغفار میں یوں مصرح ہے کہ اگر آزاد کرے گا ہر غلام کو ایک کفارہ کی نیت کر کے بلا تعیین ظہار یا یمین کے تو جائز ہوگا بالاجماع کذا فی حاشیہ المدنی وان حرر عنہما رقبۃ واحدۃ او صام عنہما شہرین صح عن واحد بعینہ ولو وطی التی کفر عنہا دون الاخری اور اگر دو غلام کو ایک ظہار سے آزاد کیا یا دو ظہار سے دو مہینے روزہ رکھا تو یہ اعتاق اور صوم صحیح ہوا اس ایک ظہار سے جس کو مظاہر مقرر کرے یعنی مظاہر کو اختیار ہے کہ اس اعتاق یا صوم کو اول ظہار یا ثانی کا کفارہ قرار دے اور مظاہر کو وطی اس عورت کی درست ہے جس کے ظہار کا کفارہ دیا نہ دوسری عورت کی وعن ظہار وقتل لا یصح لما مر مالم یحرر کافرۃ فتصح عن الظہار استحسانا لعدم صلاحیتہا للقتل اور ایک غلام آزاد کیا کفارہ ظہار اور کفارہ قتل سے تو یہ اعتاق صحیح نہیں کسی کفارہ سے

Marfat.com

جب تک کہ کافر غلام کو آزاد نہ کرے اور جب کافر غلام کو آزاد کرے تو یہ اعتاق صحیح ہوگا کفارۂ ظہار سے بدلیل استحسان کے بسبب عدم صلاحیت رقبہ کافر کے واسطے کفارہ قتل کے یعنی کفارہ قتل میں غلام مسلم کا آزاد کرنا شرط ہے تو اعتاق کافر کا ظہار ہی کے واسطے خاص ہو جاوے گا اس واسطے کہ ظہار میں اعتاق مسلم اور کافر دونوں کا درست ہے ھ کفارہ ظہار اور کفارۂ قتل میں اعتاق عبد مسلم بلا تعیین نیت اس واسطے صحیح نہیں کہ یہ دونوں کفارہ مختلف الجنس ہیں تعیین نیت ضروری ہے چنانچہ اس کا بیان سابق میں مذکور ہو چکا اطعم ستین مسکینا کلا صاعا بدفعۃ واحدۃ عن ظہارین کہ مرصح عن واحد کذا فی نسخ الشرح ونسخ المتن لم یصح ای عنہما خلافا لمحمدؒ ورجحہ الکمال طعام دیا ساٹھ محتاج کو ہر ایک کو ایک صاع گیہوں یکبارگی دو ظہار کی طرف سے خواہ ایک عورت سے دو ظہار کیے ہوں یا دو عورتوں سے چنانچہ سابق میں مذکور ہو چکا تو یہ صحیح ہوگا ایک ظہار کی طرف سے اسی طرح لفظ صح کا ہے مصنف کی شرح کے نسخوں میں اور ان متن کے نسخوں میں جو شرح سے علیحدہ ہیں لم یصح کا لفظ ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر محتاج کو ایک صاع گیہوں کا دینا دو ظہار کی طرف سے صحیح نہیں بلکہ ایک ظہار سے درست ہے برخلاف امام محمدؒ کے کہ ان کے نزدیک دونوں ظہار کی طرف سے صحیح ہے اور اسی قول کو ترجیح دی ہے کمال الدین بن الہمام نے فتح القدیر میں ھ ترجمہ میں گیہوں کا لفظ اس واسطے زیادہ کیا کہ اختلاف شیخین اور محمدؒ ایک صاع گیہوں اور دو صاع جو اور کھجور میں ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر اور شارح نے ایک بار کی قید اسواسطے زیادہ کی کہ اگر ایک صاع گیہوں دو بار کر کے محتاج کو دے گا تو بالاتفاق دونوں ظہار کی طرف سے جائز ہوگا کذا فی منح الغفار ناقلا عن الکافی لیکن دو بار دو دنوں میں دے اس واسطے کہ ایک دن میں چند بار دینا ایک محتاج کو کفایت نہیں کرتا چنانچہ مذکور ہو چکا وعن افطار و ظہر رصح عنہما اتفاقا والاصل ان نیۃ التعیین فی الجنس المتحد سببہ لغو وفی المختلف سببہ مفید اور اگر ساٹھ محتاج کو ہر محتاج کو ایک صاع گیہوں دیا یکبارگی کفارہ افطار اور کفارۂ ظہار کی نیت سے تو صحیح ہوگا دونوں کفاروں سے باتفاق شیخین اور محمدؒ کے اور اصل یہ ہے کہ جس جنس کا کہ سبب متحد ہے اس میں تعیین کی نیت لغو ہے اور جس جنس کا کہ سبب مختلف ہے اس میں تعیین کی نیت مفید ہے لغو نہیں خلاصہ یہ ہے کہ اتحاد جنس عبارت ہے اتحاد سبب سے اور اختلاف جنس عبارت ہے اختلاف سبب سے تو دو کفارہ ظہار کے متحد الجنس ہیں اس واسطے کہ ان کا سبب ایک ہی ہے یعنی ظہار تو دو کفارہ ظہار میں جب تعیین نیت لغو ہوئی تو مطلق نیت باقی رہی لہذا مظاہر کو اختیار ہے کہ جس ظہار کے واسطے چاہے مقرر کرے اور دو کفارہ ظہار اور افطار کے مختلف الجنس ہیں اس واسطے کہ ہر ایک کا سبب مختلف ہے تو اس میں تعیین نیت لغو نہیں بلکہ مفید اور معتبر ہے لہذا دونوں صحیح ہیں فروع مسائل ملحقہ شارح کے المعتبر فی الیسار والاعسار وقت التکفیر مقدور اور افلاس میں کفارہ دینے کا وقت معتبر ہے یعنی وقت وجوب کفارہ معتبر نہیں بلکہ کفارہ دینے کے وقت مقدور ہے تو روزہ رکھنا جائز نہیں اگرچہ وقت وجوب کفارہ وہ مفلس تھا اور اگر کفارہ دینے کے وقت مفلس ہے تو روزہ رکھنا درست ہے اگرچہ وقت وجوب کفارہ کے اس کو مقدور تھا اطعم مائۃ وعشرین فی یوم لم یجز الا عن نصف الاطعام فیعید علی ستین منہم غداء وعشاء ولو فی یوم آخر للزوم العدد مع المقدار کھانا کھلایا ایک سو بیس محتاج کو ایک دن میں ایک وقت تو کفایت نہ کرے گا مگر نصف الطعام سے تو دوبارہ کھانا کھلائے ان میں سے ساٹھ محتاج کو خواہ دن چڑھتے کھلاوے یا دن ڈھلتے اگرچہ دوسرے دن کھلاوے تو بھی درست ہے اعادہ اطعام نہ دی ہے بسبب لازم ہونے شمار کے ساتھ مقدار کے یعنی اباحت طعام میں ساٹھ محتاجوں کا شمار اور دو وقت کھلانے کی مقدار لازم ہے تو ساٹھ محتاجوں کا شمار ایک سو بیس کے ضمن میں تو ثابت پایا گیا لیکن مقدار طعام یعنی دو وقت کھلانا نہ حاصل ہوا لہذا ساٹھ محتاج کو ایکبار اور کھلانا لازم ہوا ولم یجز اطعام فطیم ولا شبعان اور کفارہ ظہار میں جائز نہیں کھانا کھلانا اس لڑکے کا جو دودھ چھوڑ چکا ہے اور شکم سیر کا ھ یہ مضمون مدرج ہو گیا اس واسطے کہ اس باب میں بدائع سے مذکور ہو چکا کہ اطعام غیر مراہق جائز نہیں تو اس میں دودھ چھوڑنے والا بچہ بھی داخل

Marfat.com

تھا اور یہ بھی مذکور ہو چکا کہ محتاجوں کا پیٹ بھر دینا مشروط ہے حالانکہ شکم سیر میں یہ حاصل نہیں تو اس کا کھلانا بھی جائز نہیں۔

باب اللعان

یہ باب ہے لعان کا ہو لغۃ مصدر لاعن کقاتل من اللعن وہو الطرد والابعاد وسمی بہ لما بالغضب للعنۃ لنفسہ قبلہا والسبق من اسباب الترجیح لعان باعتبار لغت کے مصدر ہے لاعن کا جو قاتل کے ہم وزن ہے یعنی لعان باب مفاعلت کا مصدر ہے لعن سے مشتق ہے اور لعن عبارت ہے ہانکنے اور پھٹکارنے اور دور ڈالنے سے یعنی رحمت الٰہی یا مراتب صالحین سے دور کرنا اور لعان مسمی بہ لعان ہوا بغضب سالانکہ لعنت اور غضب دونوں لعان میں مذکور ہوتے ہیں بسبب لعنت کرنے مرد کے اپنی ذات کو قبل عورت کے اور سبقت ترجیح کی اس باب سے ہے م حکم لعان کا اول ہلال بن امیہ کے حق میں اترا حق تعالیٰ فرماتا ہے سورۂ نور میں کہ جو لوگ اپنی ازواج کو زنا کا عیب لگاویں اور کوئی گواہ نہ ہو سوا ان کی ذاتوں کے تو عیب لگانے والا اللہ کے نام کی چار گواہی دے کہ وہ شخص سچا ہے اور پانچویں بار یوں کہے کہ اللہ کی لعنت اس پر اگر وہ جھوٹا ہو اور عورت سے ماریوں ٹلتی ہے کہ وہ بھی چار بار اللہ کے نام کی گواہی دے کہ مقرر اس کا زوج جھوٹا ہے اور پانچویں بار یوں کہے کہ اللہ کا غضب اس پر اگر مرد سچا ہو وشرعا شہادت اربعۃ کشہود الزنا موکدات بالایمان اور لعان باعتبار اصطلاح شرع کے عبارت ہے چار گواہیوں سے مانند شہود زنا کے ایسی گواہیاں جو مؤکد اور مستحکم ہوں قسموں سے اس واسطے کہ لفظ اشہد کا مشاہدہ یقینی اور قسم پر محتوی ہے چنانچہ اس کو فقہا نے کتاب الشہادۃ میں مذکور کیا ہے اور درالمنتقی میں کہا کہ کوئی ایسی گواہی نہیں جو جانب مدعی سے متعدد ہو مگر لعان اور قسامت میں کذا فی حاشیۃ المدنی مقرونۃ شہادتہ باللعن وشہادتہا بالغضب لانہن یکثرن اللعن فکان الغضب ادرع لہن اور پانچویں گواہی مرد کی مقرون بہ لعنت ہو اور عورت کی پانچویں گواہی مقرون بہ غضب ہو عورت کو لفظ غضب کا اس واسطے مخصوص ہوا کہ عورتیں اپنی گفتگو میں اپنے اوپر اور غیر پر لعنت بہت کیا کرتی ہیں اور قاعدہ ہے کہ جس چیز کی عادت ہوئی اس سے وحشت اور خوف کم ہو جاتا ہے تو غضب کا لفظ ان کے واسطے زیادہ تر زجر اور خوف کا باعث ہوگا قائمۃ شہادتہ مقام حد القذف فی حقہ وشہادتہا مقام حد الزنا فی حقہا ای اذا تلاعنا سقط عنہ حد القذف وعنہا حد الزنا لان الاستشہاد باللہ مہلک کالمبدل اشہد مرد کی گواہیاں قائم مقام ہیں حد قذف کے اس کے حق میں اور عورت کی گواہیاں قائم مقام حد زنا کے اس کے حق میں یعنی جب کہ دونوں نے باہم لعنت کی تو مرد سے حد قذف کی یعنی تہمت زنا لگانے کی ساقط ہو گئی اور عورت سے زنا کی حد ساقط ہو گئی اس واسطے کہ جھوٹ پر خدا کو گواہ پکڑنا مہلک ہے مثل حد کے بلکہ حد سے بھی سخت تر ہے اس واسطے کہ صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ جھوٹی قسم ملک کو اجاڑ جاتی ہے بلکہ حد سے بھی زیادہ سخت تر ہے اس واسطے کہ حد سے فقط دنیا میں تکلیف ہے اور جھوٹی قسم سے دنیا اور آخرت دونوں میں تکلیف ہے وشرط قیام الزوجیۃ وکون النکاح صحیحا لا فاسدا اور شرط لعان کی قیام زوجیت ہے اور نکاح کا صحیح ہونا نہ فاسد ہونا تو مطلقہ ثلثہ اور مطلقہ بائنہ اور منکوحہ بنکاح فاسد کا قذف لعان کا موجب نہیں بسبب عدم زوجیت اور عدم صحت نکاح کے وسبب قذف الرجل زوجتہ قذفا یوجب الحد فی الاجنبیۃ غیرت بذلک لانہا ہی المقذوفۃ فتتم لہا شروط الاحصان اور سبب لعان کا تہمت لگانا ہے مرد کا اپنی زوجہ کو ایسی تہمت کہ اگر بیگانی عورت کو ویسی ہی تہمت لگاوے تو مرد پر حد واجب ہو یعنی عورت آزاد مسلمان پاکدامن ہو حرام کاری سے اور مرد کے دعوی پر گواہ نہ ہوں اور عورت منکر ہو تہمت سے عورت مخصوص بشرائط مذکورہ اس واسطے ہوئی کہ تہمت اسی پر لگی ہے تو شروط احصان کے اس کے واسطے پورے چاہئیں ورکنہ شہادات موکدات بالیمین واللعن اور لعان کا رکن گواہیاں ہیں جو مؤکد بقسم ولعن ہوں وحکمہ حرمۃ الوطی والاستمتاع بعد التلاعن ولو قبل التفریق بینہما لحدیث المتلاعنان لا یجتمعان ابدا اور لعان کا حکم حرمت وطی اور استمتاع ہے باہم لعنت کرنے کے بعد اگرچہ قبل تفریق زوجین کے ہو یعنی بعد تلاعن کے وطی اور مساس حرام ہے اگرچہ حاکم نے ہنوز حکم جدائی کا

Marfat.com

نہ دیا ہو اور احکام لعان سے وجوب تفریق ہے اور واقع ہونا طلاق بائن کا بعد تفریق کے اور وجوب نفقہ اور سکنیٰ کا تا عدت دار قطنی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ المتلاعنان اذا تفرقا لا یجتمعان یعنی زوجہ اور زوج لعان کرنے والے جب جدا ہوں تو مجتمع نہ ہوں حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ اس حدیث کی اسناد میں کچھ مضائقہ نہیں یعنی ہر چند قوی نہیں لیکن لائق عمل کے ہے اور حضرت عمر اور علی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے عبدالرزاق نے روایت کی کہ یہ سنت جاری ہے کہ لعان کرنے والے گاہے مجتمع نہ ہوں یعنی جب تک لعان کی حقیقت پر اصرار کریں تو بالاتفاق ان میں اتفاق گاہے نہیں ہو سکتا اور اگر بعد لعان کے اپنی تکذیب کریں تو بعد طلاق بائن واقع ہونے کے امام اعظم اور محمد کے نزدیک باہم نکاح درست ہے اور ابی یوسف اور امام شافعی کے نزدیک حرمت دائمی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **واہلہ من ہو اہل للشہادۃ علی المسلم** اور اہل لعان کا وہ ہے جو مسلمان پر گواہی دینے کا اہل ہے یعنی حر مسلم بالغ عاقل تو غلام اور کافر اور لڑکا اور دیوانہ لائق لعان کے نہیں **فمن قذف** بصریح الزنا فی دار الاسلام **زوجتہ** الحیۃ بنکاح صحیح ولو فی عدۃ الرجعی **العفیفۃ عن فعل الزنا وتہمتہ** بان لم توطأ حراما ولو مرۃ بشبہۃ ولا بنکاح فاسد ولا لہا ولد حلالا اب سو جس نے عیب لگایا صریح زنا کا دار الاسلام میں اپنی زندہ زوجہ کو جو کہ منکوحہ ہے بنکاح صحیح اگرچہ طلاق رجعی کی عدت میں عیب لگایا ہو اپنی زوجہ کو جو پاکدامن ہے فعل زنا سے اور تہمت زنا سے عفت زنا سے اس طرح پر کہ اس سے کسی نے حرام وطی نہ کی ہو ایک بار بھی بسبب شبہہ حلت کے اور نہ نکاح فاسد سے اور تہمت زنا اس طرح کہ عورت کا بیٹا بے باپ کا نہ ہو ہم قیود مذکورہ سے معلوم ہوا کہ کنایات زنا سے اور قذف فی دار الحرب سے اور قذف مردہ عورت سے اور قذف غیر عفیفہ اور متہمہ سے لعان ساقط ہے **وصلحا لاداء الشہادۃ علی المسلم** فخرج نحو قن وصغیر ودخل الاعمی والفاسق لانہما من اہل الاداء اور زوج اور زوجہ صلاحیت رکھتے ہوں حضرت مسلم کی شہادت پر تو اس قید سے غلام اور صغیر نکل گیا اور داخل ہو گیا اس قید میں اندھا اور مسلمان فاسق اس واسطے کہ دونوں اہل ہیں ادائے شہادت کے **او من نفی نسب الولد** منہا او من غیرہ یا جس نے نسب ولد کی اپنے سے نفی کی ہو اور اپنے غیر سے یعنی یوں کہا ہو کہ یہ لڑکا زنا کا ہے میرا نہیں اور نہ اس کے زوج سابق کا **وطالبتہ او طالبہ الولد المنفی بہ** ای بموجب القذف وہو الحد عند القاضی ولو بعد العفو او التقادم فان تقادم زمانہ لا یبطل الحق فی قذف وقصاص وحقوق عباد جو بہرہ اور مطالبہ کیا ہو زوجہ نے زوج کا یا مطالبہ کیا ہو اس سے ولد منفی النسب نے اس کا جو قذف سے واجب ہوتا ہے یعنی عورت یا مرد نے قاضی کے پاس حد قذف کا مطالبہ کیا ہو اگرچہ مطالبہ بعد عفو اور گذرنے مدت مدید کے ہو اس واسطے کہ حد قذف حق اللہ ہے تو عورت کے عفو سے عفو نہیں ہوتا اور مدت کا گذر جانا بھی مبطل مطالبہ نہیں اس واسطے کہ زیادہ مدت گذر جانا حق کو باطل نہیں کرتا قذف اور قصاص اور حقوق عباد میں کذا فی الجوہرہ ہم لعان میں مطالبہ اس واسطے مشروط ہوا کہ اگر عورت مطالبہ نہ کرے گی تو لعان ساقط ہے اس واسطے کہ لعان حق ہے عورت کا تاکہ اپنی ذات سے دفع عار کرے والا فضل لہا الستر للحاکم ان یامرہا بہ اور بہتر ہے عورت کو پردہ پوشی اور حاکم کو چاہیے کہ عورت کو پردہ پوشی کا حکم کرے یعنی عورت کو پردہ پوشی مناسب ہے تاکہ بدکاری مشہور نہ ہو **لا عن** خبر لمن ای ان اقر بقذفہ او ثبت قذفہ بالبینۃ فلو انکر ولا بینۃ لہالم یستحلف وسقط اللعان لفظ لا من کا خبر ہے من قذف کی یعنی جو اپنی زوجہ کو بشرائط مذکورہ عیب لگاوے وہ لعان کرے اگر اپنی قذف کا مقر ہو یا اس کا قذف گواہی سے ثابت ہو گیا ہو پھر اگر مرد بعد قذف کے منکر ہو گیا ہو اور عورت کے پاس گواہ نہ ہوں تو مرد سے قسم نہ لی جاوے گی اور لعان ساقط وہ چنانچہ کتاب الدعوی میں آوے گا **فان ابی حبس حتی یلاعن او یکذب نفسہ فیحد للقذف** سو اگر زوج لعان سے انکار کرے تو قید کیا جاوے یہاں تک کہ لعان کرے یا اپنی ذات کو جھٹلاوے پھر جب اپنی دروغ گوئی کو ظاہر کرے تو اس کو حد قذف کی ماری جاوے یعنی اسی کوڑے **فان لاعن لاعنت** بعدہ لانہ المدعی فلو بدأ بلعانہا عادت فلو فرق قبل الاعادۃ لم یحد بخلاف

Marfat.com

المقصود سو اگر زوج لعان کرے تو زوجہ اس کی بعد لعان کرے اس واسطے کہ زوج مدعی ہے تو اس کو تقدیم چاہیے پھر اگر قاضی پہلے عورت سے لعان کراوے تو بعد لعان زوج کے عورت دوبارہ لعان کرے تاکہ ترکیب مشروع متحقق ہو سو اگر قاضی تفریق کردے دونوں میں قبل اعادہ عورت کے تو صحیح ہے بسبب حصول مقصود کے یعنی تلاعن مقصود تھا سو حاصل ہو چکا کذا فی الاختیار **والا حبست حتی تلاعن او تصدقہ فیندفع بہ اللعان** اور اگر عورت بعد لعان مرد کے لعان سے انکار کرے تو قید کی جاوے یہاں تک کہ لعان کرے یا زوج کی تصدیق کرے پھر جب زوج کی تصدیق کرے گی تو اس تصدیق کے سبب سے زوجہ سے لعان کرنا دفع ہوگا **ولا تحد وان صدقتہ اربعا لانہ لیس باقرار قصدا** اور عورت پر حد زنا نہ ماری جاوے گی اگرچہ مرد کی چار بار تصدیق کرے اس واسطے کہ تصدیق اقرار زنا نہیں قصدا بلکہ مقصود عورت کا تصدیق مرد سے یہ ہے کہ اس کو لعان نہ کرنا پڑے۔ **ولا ینفی النسب لانہ حق الولد فلا یصدقان فی ابطالہ** اور جب کہ مرد نے قذف بنفی ولد کیا اور عورت نے مرد کی تصدیق کی تو نسب ولد کی نفی نہ ہوگی اس واسطے کہ نسب حق ہے لڑکے کا تو زوجین کی تصدیق نہ ہوگی اس کے ابطال حق میں تو لڑکا زوجین ہی کا ٹھہرے گا **ولو امتنعا حبسا وحملہ فی البحر علی ما اذا لم تعف المرأۃ** اور اگر بعد نالش کے زوجین نے لعان سے انکار کیا تو دونوں قید کیے جاویں گے اور محمول کیا ہے حبس زوجین کو بحر الرائق میں اس حالت پر کہ عورت نے قذف کو معاف نہ کر دیا ہو تو بعد معافی کے دونوں محبوس نہ ہوں گے لیکن عورت کو مطالبہ حق رہے گا چنانچہ مذکور ہو چکا **واستشکل فی النہر حبسہا بعد امتناعہ لعدم وجوبہ علیہا حینئذ** اور مشکل جانا ہے نہر الفائق میں حبس عورت کو بعد امتناع زوج کے بسبب واجب ہونے لعان کے عورت پر اس وقت میں یعنی جب زوج لعان سے باز رہا تو زوجہ پر لعان ہی واجب نہیں تو اس وقت میں اس کی حبس کی کیا وجہ خلاصہ اشکال نہر الفائق کا یہ ہے کہ یہ جو بحر الرائق وغیرہ میں مذکور ہے کہ زوجین امتناع لعان سے محبوس ہوں گے اس میں حبس زوجہ کی کیا وجہ اس واسطے کہ بدون لعان زوج کے زوجہ پر لعان واجب نہیں شیخ محشی رحمتی نے اس اشکال کا یوں جواب دیا کہ امتناع زوجین سے یہ مراد نہیں کہ دونوں نے آن واحد میں امتناع کیا تا دونوں کا حبس ساتھ ہی لازم آوے اور اشکال مذکور وارد ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر ہر واحد عند الطلب لعان نہ کرے گا تو محبوس ہوگا اور طلب لعان زوج سے بعد قذف کے ہے اور زوجہ سے بعد لعان زوج کے **واذا لم یصلح الزوج شاہدا لرقہ او کفرہ وکان اہلا للقذف** ای بالغا عاقلا ناطقا حد الاصل ان اللعان اذا اسقط لمعنی من جہتہ فلو القذف صحیحا حد والا فلا حد ولا لعان اور جب کہ زوج لیاقت نہ رکھتا ہو شاہد ہونے کی بسبب مملوکیت اور کفر کے اور ہو اہل قذف کا یعنی بالغ اور عاقل اور بولتا ہو اس پر قذف کی حد ماری جاوے اور اصل اس کی یہ ہے کہ جب لعان ساقط ہو مرد کی طرف سے کسی علت سے تو اگر قذف صحیح ہے یعنی شروط قذف کی جامع ہے تو مرد پر حد ماری جاوے گی اور اگر قذف کی شروط حاصل نہیں چنانچہ زوج صغیر ہے یا دیوانہ ہے یا گونگا ہے تو حد ہے نہ لعان **وان صلح شاہدا والحال انہا ہی لم تصلح وممن لا یحد قاذفہا فلا حد علیہ کما لو قذفہا اجنبی ولا لعان** لانہ خلفہ لکنہ یعزر حسما لہذا الباب وہذا تصریح بما فہم اور اگر زوج لیاقت شاہد ہونے کی رکھتا ہو اور حالانکہ زوجہ لائق گواہی کے نہیں یعنی صغیرہ ہے یا دیوانی ہے یا عیب لگانے کی مار کھا چکی ہے اور ایسی زوجہ نہیں جس کے عیب لگانے سے قاذف پر حد ماری جاوے یعنی عفیفہ نہیں زانیہ ہے تو ایسی عورت کے عیب لگانے سے زوج پر حد نہیں چنانچہ اگر اجنبی آدمی ایسی عورت کو عیب لگاوے گا تو اس پر بھی حد نہیں اور زوج پر جیسے حد نہیں ویسے لعان بھی نہیں اس واسطے کہ لعان قائم مقام حد کے ہے پس جب حد نہیں تو اس کا قائم مقام بھی نہیں لیکن زوج کو تعزیر دی جاوے گی واسطے سد باب کے یعنی تعزیر اس واسطے ہے تاکہ گالی دینا اور عیب لگانا موقوف ہو جاوے شارح کہتا ہے یہ قول مصنف کا یعنے عدم حد اور لعان تصریح ہے اس کی جو اس کے قول سابق سے مفہوم ہو چکا تھا یعنے من قذف زوجتہ العفیفۃ **ویعتبر الاحصان عند القذف فلو قذفہا وہی امۃ او کافرۃ ثم اسلمت او اعتقت فلا حد ولا لعان** زیلعی اور معتبر ہے محصنہ ہونا زوجہ کا نزدیک قذف کے

Marfat.com

تو اگر قذف کیا زوج نے زوجہ کا اور حالانکہ وہ لونڈی یا کافرہ تھی پھر کافرہ مسلمان ہوگئی اور لونڈی آزاد ہوئی تو زوج پر نہ حد ہے نہ لعان کذا ذکرہ الزیلعی اس واسطے کہ لونڈی اور کافرہ کی قذف سے نہ حد ہے نہ لعان اور بعد مسلمان اور آزاد ہونے کے زوج سے قذف صادر نہیں ہوا کہ حد ہو یا لعان **ویسقط اللعان بعد وجوبہ بالطلاق البائن ثم لا یعود بتزوجہا بعدہ** لان الساقط لا یعود اور لعان ساقط ہوتا ہے بعد وجوب لعان کے بسبب طلاق بائن کے یعنی بعد قذف کے جب لعان مرد پر واجب ہوا پھر اس نے زوجہ کو طلاق بائن دی تو لعان کا حکم ساقط ہوگیا پھر لعان عود نہ کرے گا اس کے نکاح کر لینے سے بعد طلاق کے اس واسطے کہ جو چیز ساقط ہوگئی وہ نہیں پھرتی یعنی بعد قذف کے جب طلاق بائن دی تو لعان ساقط ہوگیا اس واسطے کہ زوجیت منقطع ہوگئی پھر بعد طلاق بائن کے اگر اس سے نکاح کریگا تو بھی حکم لعان عود نہ کرے گا **وکذا یسقط بزناہا ووطیہا بشبہۃ وبردتہا ولا یعود لو اسلمت بعدہ** اور اسی طرح ساقط ہوتا ہے لعان عورت کے زنا سے اور اس کی دھوکے کی وطی سے اور اس کے مرتد ہونے سے اور عود نہیں کرتا لعان اگر عورت مسلمان ہو جاوے بعد اس کے **ویسقط بموت شاہد القذف وغیبتہ** اور ساقط ہوتا ہے لعان شاہد قذف کی موت سے اور اس کے غائب ہونے سے یعنی اگر بعد گواہی دینے کے شاہد مر جاویں یا غائب ہو جاویں تو لعان ساقط ہے **ولا یسقط لو عمی الشاہد او فسق او ارتد** اور ساقط نہیں ہوتا لعان اگر اندھا ہو جاوے یا فاسق یا مرتد ہو جاوے **ولو قال لزوجتہ زنیت وانت صبیۃ او مجنونۃ وہو ای المجنون معہود فلا لعان** لاستادہ لغیر محلہ اور اگر زوج نے کہا اپنی زوجہ سے کہ تو نے زنا کیا جبکہ تو صغیرہ تھی یا مجنونہ تھی اور حالانکہ جنون اس کا معلوم ہے تو لعان نہیں واسطے منسوب ہونے زنا کے بغیر اپنے محل کے یعنی لڑکپن اور جنون ایسی حالت نہیں جو قابل ہو قباحت زنا کا **بخلاف زنیت وانت ذمیۃ او امۃ منذ اربعین سنۃ وعمرہا اقل حیث یتلاعنان لاقتصارہ** فتح بخلاف اس قول کے کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو نے زنا کیا جبکہ تو ذمیہ یا لونڈی تھی یا کہ تو نے زنا کیا چالیس برس کی ابتدا سے اور حالانکہ عمر زوجہ کی چالیس برس سے کم ہے مثلاً بیس یا تیس برس کی ہے اس واسطے کہ اب زوجین لعان کریں گے واسطے کوتاہ کرنے زوج کے قذف کے وقت پر کذا فی فتح القدیر اس واسطے کہ زنا قبل ولادت عورت کے متصور نہیں نہ حقیقۃً نہ مجازاً تو چالیس برس کا ذکر لغو ہوگیا تو فقط لفظ زنیت کا باقی رہ گیا اور یہ موجب ہے لعان کا کذا فی حاشیۃ المدنی **وصفۃ ما نطق النص الشرعی بہ من کتاب وسنۃ** اور صفت لعان کی وہ ہے جس کو قرآن اور حدیث ناطق ہے **م** طریقہ لعان کا یہ ہے کہ قاضی زوجین کو باہم روبرو کھڑا کرکے اور اول زوج سے کہے کہ تو لعان کر تو زوج چار باریوں کہے کہ میں اللہ کے نام پر گواہی دیتا ہوں کہ میں سچا ہوں اس کی طرف زنا کی نسبت کرنے میں اور پانچویں باریوں کہے کہ خدا کی لعنت اس پر اگر وہ جھوٹا ہو اس کی طرف زنا کی نسبت میں اور ہر بار عورت کی طرف اشارہ کرتا جاوے پھر عورت چار باریوں کہے کہ میں اللہ کے نام کی گواہی دیتی ہوں کہ وہ جھوٹا ہے میری طرف زنا کی نسبت کرنے میں اور پانچویں باریوں کہے کہ اللہ کا غضب اس پر یعنی عورت پر اگر مرد سچا ہو عورت کی طرف زنا کی نسبت کہنے میں بعد اس کے دریافت کرنا چاہیے کہ لعنت دو قسم ہے ایک یہ کہ رحمت الٰہی سے دور ڈالنا ایسی لعنت کافروں کو مخصوص ہے مسلمان کے حق میں ہرگز جائز نہیں دوسری قسم یہ کہ درجات ابرار اور مراتب صالحین سے دور ڈالنا سو یہی دوسری قسم مراد ہے کتاب اللعان میں کذا فی حاشیۃ المدنی **فان تلاعنا ولو اکثرہ بانت بتفریق الحاکم فیتوارثان قبل تفریقہ الذی وقع اللعان عندہ ولفرق وان لم یرضیا بالفرقۃ** پھر اگر لعان کیا دونوں نے اگرچہ چار بار نہیں بلکہ اکثر بار یعنی تین بار لعان کیا تو عورت بائن ہوگی یعنی نکاح ٹوٹ جاوے گا بسبب جدا کر دینے حاکم کے یعنی فقط لعان سے بدوں تفریق حاکم کے جدائی نہ ہوگی لہذا دونوں باہم وارث ہونگے قبل تفریق اس حاکم کے جس کے سامنے لعان واقع ہوا ہے اور حاکم جدائی کروا دے اگرچہ دونوں جدائی سے راضی نہ ہوں اس واسطے کہ حدیث میں ثابت ہو چکا ہے کہ لعان کرنے والوں میں ملاپ نہیں کذا ذکرہ الشمنی

Marfat.com

ولو زالت اہلیۃ اللعان بما یرجی زوالہ کجنون فرق والا لا اور اگر بعد لعان قبل تفریق کے اہلیت لعان کی زائل ہو گئی تو اگر زوال اہلیت کا ایسی چیز سے ہوا ہے کہ اس کا دور ہونا متوقع ہے چنانچہ جنون تو حاکم دونوں کو جدا کر دے اور اگر مزیل اہلیت کا متوقع الزوال نہیں چنانچہ زوج نے اپنے تکذیب کی یا دونوں میں سے کسی نے دوسری عورت کو عیب لگایا اور اس پر قذف کی حد واقع ہوئی یا زوجہ سے کسی نے حرام وطی کی یا زوجین میں سے کوئی گونگا ہو گیا تو ان صورتوں میں حاکم زوجین میں تفریق نہ کرے بسبب نہ باقی رہنے اہلیت لعان کے کذا فی البحر الرائق ولو تلاعنا فغاب احدہما ووکل بالتفریق فرق تاتارخانیہ ومفادہ انہ اذا لم یوکل ینتظر اور اگر دونوں نے لعان کیا پھر ایک ان میں سے غائب ہو گیا قبل تفریق کے اور کسی کو اپنا وکیل کیا تفریق کے واسطے تو حاکم حکم تفریق کا کر دے کذا فی التاتارخانیہ اور اس قید سے مستفاد ہوا اگر غائب کسی کو وکیل اپنا نہ کر جاوے تو واسطے حکم تفریق کے حاکم انتظار کرے غائب کے آنے کا اس واسطے کہ قضا علی الغائب درست نہیں اور یہ تقریر صاحب نہر کی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **فلو لم یفرق الحاکم حتی عزل او مات استقبلہ الحاکم الثانی** خلافا لمحمد اختیار پھر اگر بعد لعان کے حاکم نے تفریق نہ کی یہاں تک کہ حاکم معزول ہو گیا یا مر گیا تو دوسرا حاکم اپنے روبرو دوسری بار لعان کرا دے اور تفریق کرے یعنی حاکم ثانی کو لعان اول پر تفریق جائز نہیں بخلاف امام محمد کے کہ ان کے نزدیک اعادہ لعان شرط نہیں تو بدوں اعادہ بھی تفریق جائز ہے کذا فی الاختیار **ولو اخطأ الحاکم ففرق بینہما بعد وجود الاکثر من کل منہما صح ولو بعد الاقل** ای مرۃ او مرتین لا اور اگر چوک گیا حاکم سو اس نے تفریق کر دی دونوں میں بعد وجود اکثر لعان کے ہر ایک سے یعنی تین تین لعان کے بعد حاکم نے تفریق کر دی تو صحیح ہے اس واسطے کہ اکثر بجائے کل ہے اور اگر حاکم چوک گیا اور بعد کمتر لعان کے یعنی ایک بار یا دو بار کے بعد تفریق اس نے کر دی تو یہ تفریق صحیح نہیں اس واسطے کہ اقل کالعدم ہے **ولو فرق بعد لعانہ قبل لعانہا نفذ لانہ مجتہد فیہ** تاتارخانیہ وقیدہ فی البحر بغیر القاضی الحنفی ما ہو فلا ینفذ اور اگر تفریق کر دی حاکم نے بعد لعان زوج کے قبل لعان زوجہ کے تو یہ تفریق نافذ ہو گی کذا فی التاتارخانیہ اس واسطے کہ اس مقام میں اختلاف مجتہدین ہے یعنی ہر چند امام اعظم کے مذہب میں تفریق قبل لعان زوجہ کے جائز نہیں لیکن امام شافعی کے نزدیک جائز ہے کذا فی النہر الفائق اور بحر الرائق کے اندر اس میں قید لگائی ہے غیر قاضی حنفی کی یعنی اگر حنفی مذہب کے سوا قاضی شافعی مذہب قبل لعان زوجہ کے تفریق کا حکم کریگا تو یہ تفریق نافذ ہو گی خواہ زوجین حنفی ہوں یا شافعی اور اگر حنفی مذہب قاضی ایسی تفریق کرے گا تو نافذ نہ ہو گی اس واسطے کہ مقلد قاضی کا حکم اپنے امام کے مخالف نافذ نہیں **وحرم وطیہا بعد اللعان قبل التفریق** لما مر ولہا نفقۃ العدۃ اور حرام ہے وطی زوجہ کی بعد لعان قبل تفریق حاکم کے بموجب اس حدیث کے جو مذکور ہو گئی یعنی متلاعنین میں اجتماع نہیں اور نفقہ عورت کی عدت کا مرد پر لازم ہے بسبب وجوب عدت کے **وان قذف الزوج بولد حی نفی الحاکم نسبہ عن ابیہ والحقہ بامہ** بشرط صحۃ النکاح وکون العلوق فی حال یجری فیہ اللعان حتی لو علق وہی امۃ و کتابیۃ فعتقت او اسلمت لا ینتفی لعدم التلاعن اور اگر عیب لگایا زوج نے اپنی زوجہ کو زندہ ولد کی نفی کر کے تو حاکم ولد کے نسب کو اس کے باپ سے نفی کرے اور اس کی ماں سے اس کو ملا دے بشرط صحت نکاح کے اور ہونے علوق ولد کے اس حال میں جس میں لعان جاری ہو سکتا ہے یہاں تک کہ اگر نطفہ ولد کا ٹھہرا جب زوجہ لونڈی یا کتابیہ تھی پھر وہ آزاد ہوئی یا مسلمان ہو گئی تو اس صورت میں ولد کی نفی نہ ہو گی بسبب عدم تلاعن کے ہم صحت نکاح اور حریت اور اسلام لعان کی شرطیں ہیں نفی ولد کی تو نکاح فاسد میں نفی ولد سے لعان نہ ہو گا اور نسب کی بھی نفی نہ ہو گی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر والبحر واما شروط النفی فستۃ مبسوطۃ مذکورۃ فی البدائع وسیجئ اور نفی ولد کی شرطیں تو چھ ہیں بتفصیل مذکور ہیں بدائع میں اور کچھ شرطیں نفی ولد کی اسی باب میں عنقریب آویں گی ہم شروط مذکورہ کا ذکر بالاجمال یہ ہے پہلی شرط تفریق حاکم دوسری قرب ولادت تیسری عدم اقرار نسب صراحۃ یا دلالۃ چوتھی حیات ولد چنانچہ مسئلہ سابقہ میں اس کی تصریح ہو چکی پانچویں یہ کہ بعد تفریق کے اسی حمل میں دوسرا لڑکا نہ جنی ہو

ف قضا او قاضی برائے مذہب خود وغیرہ نافذ ۱۲

Marfat.com

چھٹی یہ کہ ثبوت نسب کا کسی وجہ سے شرعاً نہ حکم ہو گیا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی **فان اکذب نفسہ** ولو دلالۃ بان مات الولد المنفی عن مال فادعی نسبہ حد القذف پھر اگر زوج نے اپنی تکذیب کی بعد لعان کے اگرچہ صراحۃً تکذیب نہ کی دلالۃ کی اس طرح کہ جس ولد کی نفی کر چکا تھا سو مال چھوڑ کر مر گیا سو اس کے نسب کا اس نے دعویٰ کیا تو اس کو حد قذف کی ماری جاوے گی **ولہ بعد ما کذب نفسہ ان ینکحہا** حدا ولا اور جائز ہے زوج ملاعن کو بعد اپنی تکذیب کے یہ کہ نکاح کرے اس عورت سے کہ حد قذف کی اس کو ماری گئی ہو یا نہ ماری گئی ہو اس واسطے کہ بعد تکذیب کے لعان باقی نہیں تو جو حرمت کہ بسبب لعان کے طاری ہوئی تھی سو زائل ہو گئی **وکذا ان قذف غیرہا** فحد او صدقتہ **او زنت** وان لم تحد لزوال العفۃ والحاصل ان لہ تزوجہا اذا اخرجہا او احدہما عن اہلیۃ اللعان اور اسی طرح نکاح کر لینا جائز ہے اگر زوج نے عیب[1] لگایا اپنی زوجہ کے سوا کسی عورت کو پھر اس پر حد قذف ماری گئی یا عورت قذف زوج کی تصدیق کی یا زنا کیا اگرچہ اس پر حد زنا نہ ہوئی ہو یہ نکاح جائز ہو گا بسبب زوال عفت کے خلاصہ یہ ہے کہ زوج کو اپنی زوجہ سے نکاح کر لینا بعد لعان کے جائز ہے جب کہ دونوں یا ایک اہلیت لعان سے نکل جاوے **ولا لعان لو کانا اخرسین او احدہما وکذا لو طرء ذلک الخرس بعدہ** ای اللعان قبل التفریق فلا تفریق ولا حد لدرئہ بالشبہۃ مع فقد الرکن وہو لفظ اشہد ولذا لا تلاعن بالکتابۃ اور لعان نہیں اگر زوجین گونگے ہوں یا ایک ان میں سے کوئی گونگا ہو اگرچہ یہ گنگی پیدائشی نہ ہو بلکہ لعان کے بعد طاری ہو گئی ہو قبل تفریق حاکم کے تو اب نہ تفریق ہو گی نہ حد واسطے ٹل جانے حد کے بسبب شبہ کے ساتھ گم ہونے رکن لعان کے یعنی اشہد کا لفظ رکن ہے لعان کا سو یہ گونگے سے متصور نہیں اور چونکہ تلفظ اشہد کا ضرور ہے لہذا باہم لعان کرنا لکھنے سے جائز نہیں ہم جب زوج گونگا ہو گا تو اس کو حد قذف نہ ماری جاوے گی اس واسطے کہ اس کی قذف میں شبہ ہے **کما لا لعان بنفی الحمل** لعدم تیقنہ عند القذف چنانچہ لعان نہیں حمل کی نفی سے بسبب نہ متیقن ہونے حمل کے نزدیک قذف کے اس واسطے کہ شائد حمل نہ ہو بیماری سے پیٹ پھولا ہو ولو تیقنہ بولادتہا لاقل المدۃ یصیر کانہ قال ان کنت حاملا فولدک لیس منی والقذف لا یصح تعلیقہ بالشرط اور اگر حمل کا یقین ہو گیا بسبب ولادت کمتر مدت کے یعنی وقت قذف سے کمتر چھ مہینے میں جنی تو بھی امام اعظم کے نزدیک لعان ثابت نہیں غایۃ الامر یہ ہے کہ نفی حمل اس صورت میں تعلیق ہو گئی گویا زوج نے یوں کہا کہ اگر تو حاملہ ہو گی تو تیرا لڑکا مجھ سے نہیں حالانکہ قذف کی تعلیق شرط پر صحیح نہیں اور صاحبین کے نزدیک بعد وضع حمل کے لعان جاری ہو گا **وتلاعنا بقولہ زنیت وہذا الحمل منہ** للقذف الصریح اور دونوں لعان کریں زوج کے یوں کہنے سے کہ تو نے زنا کیا اور یہ حمل زنا کا ہے لعان کریں بسبب صریح قذف کے یعنی اس مسئلہ میں صریحاً زنا کی نسبت ہے بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ اس میں حمل کی نفی ہے نہ زنا کی نسبت **ولم ینف الحاکم الحمل** لعدم الحکم علیہ قبل ولادتہ اور حاملہ کے لعان میں حاکم نفی حمل کی نہ کرے بسبب عدم حکم حمل پر قبل اس کی ولادت کے یعنی بدوں ولادت کے ثبوت حمل متصور نہیں کہ شائد بیماری سے پیٹ پھولا ہو پھر جب ثبوت حمل میں تردد ہوا تو حاکم کیونکر نفی کرے اس مقام میں سوال وارد ہوتا ہے کہ سنن ابی داؤد میں عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ ہلال بن امیہ نے اپنی حاملہ زوجہ سے لعان کیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں میں تفریق کر دی اور حکم کر دیا کہ عورت کے بیٹے کو ہلال بن امیہ کا بیٹا کوئی نہ کہے پھر جب حضرت نے نفی حمل کی کر دی پھر کیا وجہ کہ حاکم نہ کرے اس کا جواب شارح نے اپنے آئندہ قول میں دیا ونفیہ علیہ الصلوۃ والسلام ولد ہلال لعلمہ بالوحی اور نفی کرنا رسول علیہ الصلوۃ والسلام کا ہلال کے ولد کا بسبب علم وحی کے تھا یعنی حضرت کو وحی سے معلوم ہو گیا تھا کہ عورت کے پیٹ میں لڑکا ہے تب نفی کی اب بعد ختم نبوت کے وحی سے علم ہونا متصور نہیں **نفی الولد الحی عند التہنیۃ** ومدتہا سبعۃ ایام

[1] یہ تھا مترجم اول یوں کہتا کہ تہمت زنا کی لگائی ۱۲

Marfat.com

عادۃ وعند ابتیاع آلۃ الولادۃ صح ولبعد لا لاقرارہ دلالۃ ولو غائبا فخالۃ علمہ کحال ولادتہا مرد نے زندہ ولد کی نفی نسب کی مبارکبادی دینے کے وقت اور مدت مبارکبادی دینے کے سات دن ہیں باعتبار عادت خلق کے اور بلحاظ ایام عقیقہ کے اور نزدیک خریدنے سامان ولادت کے نفی کی تو یہ نفی صحیح ہے اور بعد اس کے نفی کرنا صحیح نہیں بسبب اس کے اقرار کر لینے نسب کے باعتبار دلالت حال کے یعنی سات دن تک نفی نہ کرنا دلالت کرتا ہے کہ وہ نسب ولد کا مقر ہے تو اب نفی کرنا اس کا مسموع نہ ہوگا اور اگر مرد غائب ہوا اور لڑکا اس کی غیبت میں پیدا ہو تو اس کے علم آنے کی حالت مانند حالت ولادت کے ہے یعنی جیسے عورت کے جننے سے سات دن تک نفی صحیح ہے کذا فی الہدایۃ **ولا عن فیہما فیما اذا صح اولا لوجود القذف فقد تحقق اللعان بنفی الولد ولم ینتف** النسب فقولہ فیما مرد نفی نسبہ لیس علی اطلاقہ اور لعان کرے دونوں نفی کی صورتوں میں یعنی جس میں کہ نفی صحیح ہے یا نہیں صحیح ہے بسبب پائے جانے قذف کے دونوں صورتوں میں تو حالت عدم صحت نفی میں لعان تو بسبب نفی ولد کے ثابت اور نسب ولد کا منتفی نہ ہو تو مصنف کا قول جو سابق گذر گیا کہ قذف ولد سے حاکم اس کا نسب نفی کرے سو اپنے اطلاق پر نہیں بلکہ وہ مقید ہے بقید صحت نفی کے یعنی جب نفی ولد کی باجتماع شرائط نفی کے صحیح ہو تب قذف ولد سے حاکم نفی نسب کی کرے نہ مطلقاً **نفی اول التوامین واقر بالثانی** حد ان لم یرجع لتکذیبہ نفسہ مرد نے نفی کی اول توام کی اور اقرار نسب کا کیا دوسرے توام کا تو اس کو حد قذف ماری جاوے بسبب تکذیب کرنے اپنی ذات کے ف توامان ان دو لڑکوں کو کہتے ہیں جن کی ولادت میں چھ مہینے سے کم مدت گذری ہو تو جب اول کی نفی کی ہو اور ثانی کا اقرار کیا تو اس کی تکذیب نفس لازم آئی اس واسطے کہ وہ دونوں ایک ہی نطفہ سے پیدا ہوئے ہیں اس لیے کہ اقل مدت پوری حمل کی چھ مہینے کی ہے تو ایک کا اقرار اور ثانی کی نفی متصور نہیں شارح نے حد میں عدم رجوع کی قید لگائی یعنی اگر اپنے قول سے نہ پھر جاوے گا تو حد ماری جاوے گی شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ یہ قید شارح کی بیموقع ہے اس واسطے کہ ولد ثانی کے اقرار سے اس کو تکذیب نفس لازم ہو گئی اس واسطے کہ دونوں ایک نطفہ سے ہیں تو وہ قاذف ہو چکا اب رجوع کرنا اس کا اس قول سے مسقط حد نہیں اور اسی واسطے بحر الرائق اور نہر الفائق اور درر اور منح الغفار اور شرح ملتقی میں اس قید کو ذکر نہیں کیا شاید کہ یہ لفظ کاتب کے اغلاط سے ہے انتہی کلامہ کذا فی حاشیۃ المدنی **وان عکس لاعن ان لم یرجع لقذفہا بنفیہ** اور اگر سابق کے بالعکس کیا یعنی اول توام کے نسب کا اقرار کیا اور ثانی کی نفی کی تو لعان کرے بشرطیکہ اپنے قول سے یعنی نفی ثانی سے نہ پھرے لعان لازم ہوگا بسبب قذف عورت کے ثانی کی نفی سے یعنی جب اول کا اقرار کیا تو عورت کی عفت کا قائل ہوا پھر جب ثانی کی نفی کی تو قذف عفیفہ لازم آیا لہذا لعان واجب ہوگا **والنسب ثابت فیہما** لانہما من ماء واحد اور نسب دونوں لڑکوں کا دونوں صورتوں میں ثابت ہے اس واسطے کہ دونوں ایک ہی نطفہ سے پیدا ہوئے ایک کا اقرار اور دوسرے کی نفی ممکن نہیں **ولو جاءت بثلثۃ فی بطن واحد فنفی الثانی واقر بالاول والثالث لاعن وہم بنوہ** اور اگر عورت تین لڑکے جنی ایک پیٹ سے سو مرد نے ولد ثانی کی نفی کی اور اول اور ثالث ولد کے نسب کا اقرار کیا تو لعان کرے بسبب قذف عورت کے نفی ولد سے اور وہ تینوں لڑکے بیٹے ہیں مرد کے بحر الرائق میں نوادر سے بروایت فتح القدیر یہاں لعان ہی کو ثابت کیا ہے اور نہر الفائق میں جو کہا ہے کہ اس میں حد ہے سو لائق اعتماد کے نہیں کہ بقول مذہب کے مخالف ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **ولو نفی الاول والثالث واقر بالثانی بحد وہم بنوہ** کموت احدہم تمثلی اور اگر ولد اول اور ثالث کی نفی کی اور ولد ثانی کے نسب کا اقرار کیا تو اس پر حد ماری جاوے بسبب تکذیب اپنے نفس کے اور وہ لڑکے اس کے بیٹے ہیں مانند مر جانے ایک لڑکے کے کذا ذکرہ الشمنی یعنی اگر بعد نفی قبل لعان کے کوئی لڑکا مر جاوے تو اس کا نسب نفی نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ نفی میں حیات شرط ہے پھر جب ایک کا نسب ثابت ہوا تو ما بقی کا بھی ثابت ہو گا مات ولد اللعان وله ولد فادعاه الملاعن ان ولد اللعان ذکرا یثبت نسبہ اجماعا وان کان انثی لا

ف غیر کے بچہ کو اپنا کہنا اور اپنے سے انکار کرنا حرام ہے ۱۲

Marfat.com

لاستغنائہ بنسب ابیہ خلافا لہما ابن ملک مرگیا ولد لعان کا اور اس کا ایک ولد ہے لڑکی ہو یا لڑکا پھر ملاعن نے بعد نفی کے بامید ارث مال ولد لعان کے نسب کا دعوی کیا تو اگر ولد لعان کا مرد تھا تو اس کا نسب ملاعن سے ثابت ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے اس واسطے کہ ہرچند میت نسب سے مستغنی ہے لیکن اس کا لڑکا البتہ محتاج ہے نسب کا تو دعوی ملاعن کا صحیح ہوگا واسطے اثبات نسب ولد میت کے اور اگر ولد لعان عورت تھی تو اس کا نسب ملاعن سے ثابت ہوگا واسطے مستغنی ہونے ولد البنت کے بسبب اپنے باپ کے نسب کے یعنی ہرچند ماں اس کی ثابت النسب نہیں لیکن اس کا باپ تو ثابت النسب ہے ..... تو اس کی ماں کے واسطے اثبات نسب کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ اعتبار نسب کا باپ ہی سے ہے نہ ماں سے بخلاف مذہب صاحبین کے کہ ان کے نزدیک اس صورت میں بھی ملاعن سے نسب ثابت ہوگا کذا ذکرہ ابن ملک **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے الاقرار بالولد الذی لیس منہ حرام کالسکوت لاستلحاق نسب من لیس منہ یعنی اقرار کرنا اس لڑکے کے نسب کا جو اس کے نطفہ سے نہیں حرام ہے مانند سکوت کے یعنی جب معلوم ہو کہ یہ لڑکا میرے نطفہ سے نہیں تو اس کو اپنا بیٹا کہنا یا یہاں تک سکوت کرنا کہ لوگ اس کو اس کا بیٹا کہنے لگیں تو یہ اقرار اور ثبوت حرام ہے واسطے ملا دینے نسب اس شخص کے جو اس کے نطفہ سے نہیں کذا فی البحر الرائق یعنی نسب کا خلط ملط جائز نہیں تو جب اپنے نطفہ سے نہ ہو اس کی صاف نفی کر دے تاکہ خلط نسب نہ ہو جاوے **ہم** سنن ابی داؤد میں ابو ہریرہؓ سے حدیث مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت ایک قوم میں اس کو ملا دے گی جو اس قوم سے نہیں یعنی ولد زنا کو اپنے زوج کا بیٹا ظاہر کرے گی اس کو خدا بہشت میں نہ داخل کرے گا اور جو مرد کہ اپنے بیٹے کو نفی کرے گا خدا اس کو اولین و آخرین میں فضیحت کرے گا وفیہ متی سقط اللعان لوجہ ما وثبت النسب بالاقرار بطریق الحکم لم ینتف نسبا بدا اور بحر الرائق میں ہے کہ جب لعان ساقط ہو کسی وجہ سے یا ثابت ہو چکا ہو نسب ایک بار کے اقرار سے یا نسب ثابت ہو چکا بطریق حکم قاضی کے تو ان مسائل میں اس کا نسب کبھی نفی نہیں ہو سکتا فلو نفاہ ولم یلاعن حتی قذفہا اجنبی بالولد فحد فقد ثبت نسب الولد ولا ینتفی بعد ذلک واگر زوج ولد زوجہ کی نفی کی اور نہ ہوا لعان نہیں کیا یہاں تک کہ اجنبی شخص نے زوجہ کے لڑکے کو عیب لگایا یعنی یوں کہا کہ یہ لڑکا اس کے زوج کا نہیں سو اجنبی پر بسبب اس قذف کے حد ماری گئی تو البتہ نسب ولد کا عورت کے زوج سے ثابت ہو گیا شرعاً تو اب بعد حکم قاضی کے اجنبی کی حد پر اس لڑکے کا نسب نفی نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ حکم حد سے الحاق نسب ضمناً ثابت ہو گیا **ہم** یہ مسئلہ قول سابق پر متفرع ہے نفی نسب التوأمین تم مات احدہما عن توامہ وامہ اخ لام فالارث اثلاثا فرضاً وردا للام السدس وللاخوین الثلث والباقی یرد علیہم وبہ علم ان نفیہما یخرجہ کونہ عصبۃ اور بحر الرائق میں شرح تخلیص سے منقول ہے کہ نفی کی ایک مرد نے دو توام کی پھر ایک ان میں سے مر گیا اپنے توام بھائی اور ماں اور اخیافی بھائی کو چھوڑ کر تو ان تین وارثوں کا ارث من ثلث سے ہوگا باعتبار فرض اور رد دینے کے اس طرح کہ ماں کا چھٹا حصہ اور دونوں بھائیوں کا تہائی باقی رہا نصف سو ان میں تینوں کو پھیر دیا جاویگا برابر تو ہر ایک کو تہائی تہائی بعد فرض اور رد کے ملا اور اس مسئلہ کی توضیح سے معلوم ہوا کہ دونوں توام کی نفی نے زندہ توام کو عصبہ میت کا نہ ہونے دیا ہرچند دونوں توام ایک نطفہ سے پیدا ہیں لیکن بسبب قطع نسب کے زندہ توام میت توام کا عصبہ نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ اگر عصبہ ہوتا تو وہ تہائی پاتا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر قال وقد صرحوا ببقاء نسبہ بعد القطع فی کل الاحکام لقیام فراشہا الا فی حکمین الارث والنفقۃ فقط حتی لا تصح دعوۃ غیر النافی وان صدقہ الولد انتہی کما صاحب بحر الرائق نے اور البتہ تصریح کر دی ہے فقہا نے ولد لعان کے بقاء نسب کی بعد قطع نسب کے جمیع احکام میں یعنی ولد منفی میں جمیع احکام ولدیت کے ثابت ہیں بسبب قائم ہونے فراش عورت کے یعنی زوجیت کے مگر دو حکم میں اس کی ولدیت ثابت نہیں ایک وراثت میں اور ایک وجوب نفقہ میں فقط یعنی نہ مرد ولد کی وراثت پا سکتا ہے نہ ولد مرد کی اور ولد کا نفقہ مرد پر واجب نہیں بلکہ اس کی ماں پر واجب ہے وراثت اور نفقہ کے سوا باقی سب احکام ولدیت کے ثابت ہیں یہاں تک کہ نفی کرنے والے کے سوا کسی کو اس ولد کے نسب کا دعوی کرنا صحیح نہیں چنانچہ ثابت

Marfat.com

النسب میں صحیح نہیں اگرچہ ولد اس غیر کے دعوی کی تصدیق بھی کرے تو بھی اس کا دعوی صحیح نہیں انتہی کلامہم فتاوی عالمگیری میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ ولد ملاعنہ بعضے احکام میں ثابت النسب ہے چنانچہ اس کی گواہی ملاعن کے واسطے مقبول نہیں اور نہ ملاعن کی گواہی اس کے واسطے یا زکوۃ دینا ولد کا ملاعن کو جائز نہیں اور نہ ملاعن کو زکوۃ دینا ولد کو جائز ہے اور ولد فروع ملاعن کے فروع پر حرام ہیں اور کسی اجنبی انسان کا دعوی نسب ولد میں صحیح نہیں باوجود تصدیق ولد کے اور بعضے احکام میں ولد ملاعنہ مثل اجنبی کے ہے یعنی ارث اور نفقہ میں قلت قال البہنسی الاان یکون ممن یولد مثلہ لمثلہ او ادعاہ بعد موت الملاعن فلیحفظ شارح کہتا ہے کہ بہنسی نے کہا کہ دعوی نسب ولد لعان کا غیر نافی کو صحیح نہیں مگر اس صورت میں صحیح ہے کہ شخص غیر اتنی عمر والا ہو کہ ویسی عمر والے کا ویسا ولد پیدا ہو سکتا ہو یا کہ غیر نے دعوی ولد کا بعد موت ملاعن کے کیا ہو سو اس مسئلہ کو یاد رکھنا چاہیئے ہم طحطاوی نے کہا کہ بہنسی نے اس قول کو کسی ایسے فقیہ کی طرف نسبت نہیں کیا کہ جو لائق اعتماد ہو یعنی یہ استثنا اطلاق کتب معتمدہ کے مخالف ہے تو بدون سند کے لائق اعتماد کے نہیں۔

باب العنین وغیرہ

ایہ باب ہے عنین یعنی نامرد وغیرہ کے احکام میں غیر عنین میں خصی اور مسحور[1] اور خنثی مشکل اور شیخ کبیر اور تمکار داخل ہیں ہم وزن عناز اس کو کہتے ہیں جو عورت کے کھینچنے سے منزل ہو جاوے پھر آلۂ تناسل کو استادگی نہ ہو کہ جماع کر سکے کذا فی حاشیۃ المدنی ہو لغۃ من لایقدر علی الجماع فعیل بمعنی مفعول وجمعہ علن وہ یعنی عنین ہموزن سکین لغت میں اس کو کہتے ہیں جو مطلق جماع کرنے پر قادر نہ ہو عنین بروزن فعیل بمعنی مفعول یعنی محبوس اور ممنوع جماع سے اور جمع اسکی علن ہے وشرعا **من لایقدر علی جماع فرج زوجتہ** یعنی مانع منہ کبر سن او سحر اذا لرتقاء لاختیار لہا لمانع منہا خانیہ اور اصطلاح شرع میں عنین اس کو کہتے ہیں جو اپنی زوجہ کے جماع فرج پر قادر نہ ہو تو جو شخص وطی فرج پر قادر نہ ہو اور وطی دبر پر قادر ہو وہ بھی عنین ہے یعنی عدم قدرت بسبب قصور مرد کے ہو چنانچہ زیادہ بڑھاپا یا جادو اس واسطے کہ جس عورت کی شرمگاہ بسبب زیادتی گوشت کے بند ہو اس کو اختیار تفریق کا نہیں اس واسطے کہ اس صورت میں نقصان عورت کی طرف سے ہے نہ مرد کی طرف سے کذا فی الخانیہ **اذا وجدت المرأۃ زوجہا مجبوبا** او مقطوع الذکر فقط او صغیرۃ جدا کالزر ولو قصیرا لایمکنہ ادخالہ داخل الفرج فلیس لہا الفرقۃ بحر وفیہ نظر جب کہ پاوے عورت اپنے زوج کو مجبوب یعنی مقطوع الذکر والخصیتین یا فقط مقطوع الذکر یا زوج کے آلۂ تناسل کو نہایت صغیر ہا یا جیسے قیص کی گھنڈی اور اگر آلۂ تناسل ایسا چھوٹا ہو کہ اس کو اندرونی فرج میں نہ داخل کر سکے تو عورت کو جدائی کا اختیار نہیں کذا فی البحر الرائق اور اس میں بحث اور گفتگو ہے یعنی جب بسبب کوتاہی کے ادخال پر قادر نہ ہو تو وہ شخص مقطوع الذکر کے برابر ہے پھر کیا وجہ کہ عورت کو فرقت کا اختیار نہ ہو کذا فی شرح الوہبانیۃ اور اصل اس اعتراض کی صاحب بحر الرائق سے ہے بعد نقل عدم خیار کے محیط سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہ المجبوب کالعنین الافی المسئلتین التاجیل ومجی الولد اور بحر الرائق میں ہے کہ مجبوب مانند عنین کے ہے مگر دو مسئلوں میں ایک تاجیل میں یعنی عنین کی فرقت میں مدت ہے اور مجبوب میں مدت نہیں اور دوسرا لڑکا ہونے میں یعنی مجبوب کی زوجہ کے اگر لڑکا پیدا ہو دو برس تک بعد تفریق کے تو اس کا نسب مجبوب سے ثابت ہوگا اور تفریق باطل نہ ہوگی۔ اور عنین میں تفریق باطل ہو جاوے گی م کہ تفریق مجبوب میں بلوغ شرط نہیں بخلاف عنین کے اور تفریق مجبوب میں صحت مجبوب شرط نہیں بخلاف عنین کے کذا فی حاشیۃ المدنی **فرق الحاکم** بطلبہا لو حرۃ بالغۃ غیر رتقاء او قرناء او غیر عالمۃ بحالہ قبل النکاح وغیر راضیۃ بہ بعدہ اور اگر زوج مجبوب ہو تو جدائی کروا دے حاکم عورت کی درخواست سے اگر عورت حرہ بالغہ ہو بشرطیکہ اس کی شرمگاہ میں گوشت زائد اور ہڈی مانع جماع نہ ہو اور قبل نکاح کے زوج کا حال بھی جانتی ہو

[1] یعنی بوسحر سے بند کر دیا گیا ہو کہ عورت پر قادر نہ ہو سکے۔ ۱۲

Marfat.com

یا بعد نکاح کے اس مال پر راضی نہ ہوگئی ہو اور اگر عورت مجبوب کی لونڈی ہو تو فرقت کا اختیار اس کو نہیں بلکہ اس کے مالک کو ہے اور اگر صغیرہ ہے تو تا بلوغ تفریق نہ ہوگی کہ شائد وہ راضی ہو جاوے اور اگر اس کی شرمگاہ میں گوشت زائد یا ہڈی ہو تو نقصان عورت کی طرف سے ہے تو اس کا طلب فرقت میں حق نہیں اور اگر جان کر راضی ہوئی تو بھی اس کو طلب فرقت میں اختیار نہیں بینہما فی الحال لو کان المجبوب صغیرا لعدم فائدہ التاخیر مجبوب اور اس کی زوجہ میں حاکم بعد درخواست عورت کے فوراً جدائی کروادے اگرچہ مجبوب نابالغ صغیر ہو بسبب نہ ہونے فائدہ تاخیر کے **فلو جب بعد وصولہ الیہا مرۃ اوصار عنینا بعدہ** ای الوصول **لا یفرق** لحصول حقہا بالاولی مرۃ سو اگر ایک بار عورت سے جماع کرنے کے بعد اس کے آلات تناسل کاٹے گئے یا کہ زوج عنین ہو گیا عورت سے ایک بار جماع کرنے کے بعد تو دونوں صورت میں تفریق نہ کی جاوے گی بسبب حاصل ہو جانے عورت کے حق کے ایک بار جماع کرنے سے زیادہ جماع کرنے کا استحقاق دیانۃً ثابت ہے نہ قضاءً کذا فی البحر الرائق ناقلا عن جامع قاضی خاں اور اگر باوجود قدرت جماع کے شرارت سے ترک کرے گا تو گنہگار ہوگا اور لونڈی کی ترک وطی میں کچھ گناہ نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر **جاءت امراۃ المجبوب بولد** ولم تعلم بحبہ فادعاہ ثبت نسبہ ثم علمت فلہا الفرقۃ تاتارخانیہ اور اگر عورت مجبوب کی ایک لڑکا لائی یعنی جنی او عورت کو زوج کا مقطوع الذکر ہونا معلوم نہیں سو مجبوب نے اس لڑکے کا دعوی کیا ثابت ہو جاوے گا نسب اس کا بعد اس کے عورت کو مقطوع الذکر ہونا زوج کا معلوم ہوا تو اس کو جدائی میں اختیار ہے کذا فی التاتارخانیہ **ولو ولدت بعد التفریق الی سنتین ثبت نسبہ** لانزالہ بالسحق **والتفریق باق بحالہ** لبقاء حبہ اور اگر عورت مجبوب کی بعد تفریق کے دو برس تک لڑکا جنی تو اس کا نسب مجبوب سے ثابت ہوگا بسبب احتمال انزال ہونے مجبوب کے رگڑنے سے اور باوجود ثبوت نسب کے تفریق بحال خود باقی ہے بسبب بقائے مجبوبیت کے **ولو کان عنینا بطل التفریق** لزوال علۃ ثبوت نسب کما یبطل التفریق بالبینۃ علی اقرارہا بالوصول قبل التفریق لا بعدہ للتہمۃ فسقط نظر الزیلعی اور اگر زوج عنین ہوگا اور قاضی نے تفریق کر دی ہو بعلت نامردی کے پھر عورت اس کی لڑکا جنی دو برس کے اندر تو تفریق باطل ہو گئی بواسطے زوال اس کی نامردی کے بسبب ثابت ہونے اس کے نسب کے چنانچہ باطل ہوتی ہے تفریق گواہوں سے یعنی گواہوں نے گواہی دی کہ عورت جماع زوج کا اقرار کر چکی تھی قبل تفریق کے تو تفریق باطل ہوگی اور اگر گواہی دی کہ بعد تفریق کے عورت نے جماع کا اقرار کیا تو تفریق باطل نہ ہوگی بسبب تہمت کے نواعتہ اض زیلعی کا ساقط ہو گیا ہم زیلعی نے شرح کنز میں کہا کہ طلاق واقع ہو گئی حاکم کی تفریق سے اور یہ طلاق بائن ہے پھر یہ تفریق کیونکر باطل ہو گی چنانچہ عورت کا اقرار جماع بعد تفریق کے مبطل تفریق نہیں **جواب** اس اعتراض کا یہ ہے کہ ثبوت نسب مجبوب سے باحتمال انزال ہے اور تفریق باعتبار قطع آلات تناسل تھی سو موجود ہے بخلاف ثبوت نسب کے عنین سے اس واسطے کہ ثبوت نسب سے زوال نامردی ظاہر ہوتا ہے اور تفریق تھی باعتبار نامردی کے جب نامردی زائل ہوئی تو تفریق بھی باطل ہو گئی بخلاف اقرار بعد تفریق کے اس میں عورت پر تہمت ہے ابطال قضا کی یعنی احتمال ہے کہ عورت جھوٹا اقرار اس واسطے کرتی ہو کہ قاضی کا حکم باطل ہو جاوے لہذا اس کا اقرار لائق سماعت کے نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی **ولو وجد عنینا** ہو من لا یصل الی النساء لمرض او کبر او سحر ویسمی المعقود ومبانیۃ اور اگر عورت نے اپنے زوج کو عنین پایا عنین وہ ہے جو وطی نساء پر قادر نہ ہو بسبب بیماری کے یا بڑھاپے کے یا جادو کے یعنی مرد پر ایسا جادو کیا ہو کہ جماع نہ کر سکے اور مسحور کو معقود بھی کہتے ہیں کذا فی الوہبانیۃ اور بالفعل عرب میں اس کو مربوط[1] بولتے ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی او خصیا لا ینتشر ذکرہ فان انتشر لم تخیر بحر وعلیہ فہو من عطف الخاص علی العام لخفائہ وان کان باولان الفقہاء یتسامحون فی ذلک منہر یا عورت نے اپنے زوج کو خصی پایا جس کے آلہ تناسل میں استادگی نہیں خصی اس کو کہتے ہیں جس کے آلات تناسل

[1] منجد میں معقود و مربوط کو: بندھا ہوا کہتے ہیں اور سحر سے کسی چیز کو بیکار کر دینا بھی باندھنا کہلاتا ہے ۱۲

Marfat.com

ہو اور فوطے نہ ہوں خواہ مل ڈالنے سے خواہ قطع کرنے سے سوا گر ایسا خصی ہو کہ اس کے آلۂ تناسل کو استادگی ہوتی ہو تو اس کی عورت کو اختیار فرقت کا نہیں کذا فی البحر الرائق تو بر تقدیر عدم استادگی آلۂ تناسل کے خصی کا عطف عنین پر از قسم عطف خاص کے ہے عام پر اور ہر چند خاص عام کے حکم میں داخل ہوتا ہے لیکن بالتخصیص اس کو ذکر کیا بسبب اس کے مخفی ہونے کے یعنی شاید کسی کو اختصاص حکم کا ساتھ عنین کے گمان ہو اور ہر چند عطف خاص کا عام پر بلا واو عاطفہ مخصوص ہے اور یہاں عطف خصی کا عنین پر بلفظ او ہے لیکن فقہا ایسے امور میں تساہل کرتے ہیں اس واسطے کہ اصل مقصود ان کا افادہ احکام ہے کذا فی النہر الفائق ہم نہر الفائق میں یہ جواب ہے اعتراض صاحب بحر کا کہ خصی کا عطف کرنا عنین پر کیا ضرور تھا اس واسطے کہ خصی کو عنین شامل تھا اور اگر عطف خاص کا عام پر ہے تو بلا واو عاطفہ لازم تھا نہ بلفظ او اجل سنۃ لاشتمالہ علی الفصول الاربعۃ یعنی اگر عورت اپنے زوج کو عنین یا خصی پاوے تو زوج کے واسطے ایک سال کی مدت مقرر کی جاوے واسطے شامل ہونے سال کے چار فصلوں پر تو اگر نامردی پیدائشی نہ ہوگی بیماری سے ہوگی تو سال بھر میں بسبب تبدیل فصول مختلفہ کے دفع ہو جاوے گی اور عنین کے واسطے مدت ایک سال کی حضرت عمر اور علی مرتضی اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کذا فی الہدایہ ولا عبرۃ بتاجیل غیر قاضی البلدۃ اور سوائے قاضی شہر کے اور کسی کا مدت ٹھہرانا معتبر نہیں ہم تاجیل عورت کی اور غیر قاضی کی صحیح نہیں کذا فی فتاوی قاضی خاں قمریۃ بالاہلیۃ علی المذہب وہی ثلثمائۃ واربع وخمسون یوما وبعض یوم مدت عنین کی قمری سال سے بنا بر ظاہر روایت مذہب کے ہے اور قمری سال وہ ہے جس کے بارہ مہینوں کا شمار ہلال نکلنے سے ہوتا ہے اور اس کے تین سو چون دن پورے ہوتے ہیں کچھ تھوڑا دن اور بھی جس کی نو ساعت اور اڑتالیس دقیقے ہوتے ہیں کذا فی القہستانی اور بعضے فقہا نے کسر کو ذکر نہیں کیا کذا فی العالمگیری ناقلا عن الکافی اور واقعات الولوالجیہ میں سال قمری کی تصحیح کی ہے اور یہی ظاہر الروایت ہے کذا فی الہدایہ اور یہی قول معتمد ہے اس واسطے کہ صاحب مذہب سے یہی ثابت ہے کذا فی منح الغفار وقیل شمسیۃ بالایام وہی ازید باحدی عشر یوما قیل وبہ یفتی اور قول ضعیف یہ ہے کہ مدت عنین میں سال شمسی معتبر ہے جس کا شمار ایام سے ہے نہ چاند دیکھنے سے اور وہ سال قمری سے گیارہ دن زیادہ ہے بعضوں نے کہا یعنی صاحب خلاصہ نے کہ اسی پر فتوی ہے اور یہ روایت حسن کی ہے امام سے اور شمس الائمہ سرخسی اور صاحب تحفہ اور صاحب غایۃ البیان اور قاضی خان اور ظہیر الدین نے سال شمسی کو مختار کیا ہے بنا بر احتیاط کے اور کمال الدین محقق نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب اقوال محدث ہیں اس واسطے کہ امیر المومنین عمر رضؓ نے قاضی شریح کو لکھ بھیجا کہ عنین کے واسطے ایک سال مقرر کرے اور خود حضرت عمرؓ نے عنین کے واسطے ایک سال کی مدت مقرر کی بلا قید شمسی کے اور چونکہ عرب سوائے سال قمری کے سال شمسی کو ہرگز نہ جانتے تھے تو جہاں مطلق سال مذکور ہوگا وہاں قمری ہی مراد ہوگا تا وقتیکہ تصریح اس کی خلاف پر ثابت ہو اور سابق میں مذکور ہو چکا کہ سال قمری ظاہر الروایت ہے تو وہی معتمد ہوگا اور اس کا خلاف لائق التفات کے نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اجل فی اثنا الشہر فبالایام اجماعا اور اگر مدت عنین کی درمیان مہینے کے مقرر کی جاوے تو سال کا اعتبار ایام کے شمار سے ہوگا باجماع سب علما کے یعنی اختلاف سال قمری یا شمسی کا اس صورت میں ہے جبکہ تاجیل شروع چاند سے ہو اور اگر مثلاً دسویں یا پندرھویں تاریخ سے مدت مقرر کی جاوے تو بالاتفاق حساب سال کا دنوں سے ہوگا نہ مہینوں سے یعنی تین سو ساٹھ دن کا سال لیا جاوے گا اس کو سال عددی کہتے ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ورمضان وایام حیضہا منہا وکذا حجہا وغیبتہا ومرضہ ومرضہا مطلقا وبہ یفتی ولو الجیۃ اور رمضان اور عورت کے ایام حیض سال ہی میں داخل ہیں اور اسی طرح مرد کے ایام حج اور اس کے سفر کرنے کے ایام بھی سال میں داخل ہیں نہ عورت کے حج کی مدت اور نہ اس کے سفر کی مدت اور نہ مرد اور عورت کی بیماری کی مدت مطلقا خواہ پورا مہینہ ہو یا کم اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الولوالجیہ یعنی جتنی مدت بیماری زوجین کی ہوگی اتنی مدت سال پر زیادہ کی جاوے گی اور اسی طرح عورت کے حج اور سفر کی مدت سال پر بڑھائی جاوے گی بخلاف رمضان اور ایام حیض اور ایام حج اور سفر مرد کے ولو اجل

Marfat.com

من وقت الخصومۃ عالم یکن صبیا او مریضا او محرما فبعد بلوغہ وصحتہ واحرامہ اور مدت سال کی خصومت اور نالش کے وقت سے مقرر کی جاوے جب تک کہ زوج لڑکا اور بیمار اور محرم نہ ہوگا اور اگر لڑکا ہو تو بعد بلوغ کے اور اگر بیمار ہوگا تو بعد صحت کے اور اگر محرم ہوگا تو بعد تمامی احرام کے حساب سال کا شروع ہوگا ولو مظاہرا لایقدر علی العتق اجل سنۃ وشہرین اور اگر زوج ظہار کر چکا ہو اور واسطے کفارہ ظہار کے غلام آزاد کرنے پر نہ قادر ہو تو اس کی مدت ایک برس اور دو مہینے مقرر کیے جاویں گے دو مہینے اس واسطے زیادہ ہوئے تاکہ ان میں روزہ رکھ کر کفارہ ادا کرے کیونکہ صحبت قبل کفارہ کے نہیں فان وطی مرۃ فیہا والا بانت بالتفریق من القاضی ان ابی طلاقہا بطلبہا بتعلق بالجمیع فیعم امرأۃ المجبوب کما مر سو اگر عنین یا خصی نے ایک بار وطی کی سال کے اندر تو خوب ہوا کہ قضاء عورت کا حق ادا ہو گیا اور اگر سال کی مدت میں ایکبار بھی وطی نہ کر سکا تو عورت کو طلاق بائن ہوگی قاضی کے جدا کر دینے سے اگر زوج اس کے طلاق دینے سے انکار کرے تفریق واقع ہوگی عورت کی دوسری درخواست سے اور پہلی درخواست سے مدت ایک سال کی مقرر ہوئی تھی اور طلب عورت کے جمیع مسائل گذشتہ سے متعلق ہے تو مجبوب کی عورت کو بھی شامل ہے چنانچہ تفریق مجبوب میں قید طلب کی شارح مذکور کر چکا ہے ہم در صورت نہ طلاق دینے زوج کے قاضی اس واسطے کر دے گا کہ جب زوج عاجز ہوا امساک[1] بالمعروف سے تو اس پر تصریح بالاستحسان واجب ہے پھر اس نے نہ چھوڑا تو وہ ظالم ہوا لہذا قاضی اس کا نائب ہو جاوے گا دفع ظلم کے واسطے ولو مجنونۃ بطلب ولیہا او من نصبہ القاضی اور اگر عورت دیوانی ہو تو قاضی تفریق کرے اس کے ولی کی طلب سے یا اس شخص کی طلب سے جس کو قاضی نے مجنونہ کی طرف سے مدعی قرار دیا ہو ولو امۃ فالخیار لمولاہا لان الولد لہ اور اگر زوجہ عنین کی لونڈی ہو تو اختیار تفریق کا اس کے مالک کو ہے نہ لونڈی کو اس واسطے کہ اولاد لونڈی کی اس کے مالک کی مملوک ہے وہو ای بذا الخیار علی التراخی لا الفور ولو دبدتہ عنینا او مجبوبا ولم تخاصم زمانا طویلا لم یطل حقہا وکذا لو خاصمتہ ثم ترکتہ مدۃ فلہا المطالبۃ ولو صنا جعۃ تلک الایام خانیۃ اور وہ یعنی یہ اختیار فرقت کا یا طلب تفریق کی درنگی کے ساتھ ثابت ہے نہ فی الفور سو اگر عورت نے زوج کو عنین یا مجبوب پایا اور مدت دراز تک اس سے جھگڑا نہ کیا تو اس درنگی سے اس عورت کا حق باطل نہیں ہوتا اور اسی طرح اگر جھگڑا کر کے مدت تک چپ ہو رہی تو بھی اس کو مطالبہ کا اختیار ہے اگرچہ ان دنوں میں زوج کے پاس لیٹا بھی کرتی ہو اور بدوں جماع کے مساس وغیرہ سے دونوں منزل ہو جاتے ہوں لذا فی الخانیہ والبحر کما لو رفعتہ الی قاض فاجلہ سنۃ ومضت ولم تخاصم زمانا زیلعی چنانچہ اگر عورت نے عنین زوج کی نالش کی قاضی کے پاس سو قاضی نے ایک سال کی مدت مقرر کر دی اور وہ سال بھی گذر گیا اور مدت تک اس نے مطالبہ نہ کیا تو بھی عورت کا اختیار باقی ہے کذا ذکرہ الزیلعی و لو ادعی الوطی وانکرتہ فان قالت امراۃ ثقۃ واثنتان احوط ہی بکر بان تبول علی جدار او یدخل فی فرجہا فتح بیضۃ تحیرت فی مجلسہا اور اگر دعوی کیا زوج نے وطی کا اور اس کا انکار کیا عورت نے تو اگر ایک متقی عورت نے کہا اور وہ متقی عورتوں کا کہنا قریب تر باحتیاط ہے کہ یہ عورت باکرہ ہے اور باکرہ کی یہ علامت ہے کہ وہ دیوار پر پیشاب کرے اگر پیشاب دیوار پر پڑے تو وہ باکرہ ہے اور اگر اس کی ران پر پڑے تو وہ باکرہ نہیں یا اس کی شرمگاہ میں زردی انڈے کی ڈالے اگر داخل ہو جاوے تو باکرہ نہیں اور داخل نہ ہو تو باکرہ ہے بہرصورت جب باکرہ ہونا ثابت ہو تو عورت کو اختیار دیا جاوے اسی مجلس میں وصال اور جدائی کا سو اگر راضی ہو گئی زوج سے یا کھڑی ہو گئی قبل تفریق تو اختیار باطل ہو گیا م یہ مسئلہ مخالف ہے مسئلہ سابق کے کہ وہاں تا مدت دراز اختیار باقی ہے اور یہاں مجلس تک مقصود ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مسئلہ سابق بنا بر ظاہر الروایت کے ہے کما فی البحر عن البدائع اور یہ مسئلہ بنا بر قول مفتی بہ کے کما فی المحیط والواقعات کذا فی حاشیۃ المدنی وان قالت ہی ثیب او کان ثیبا صدق بحلفہ فان نکل فی الابتداء اجل وفی الانتہاء خیرت اور اگر منتفی عورت نے کہا کہ یہ عورت ثیبہ ہے باکرہ نہیں یا کہ وہ قبل نکاح اس زوج کے ثیبہ تھی تو زوج

[1] یعنی قرآن مجید میں حکم ہے فامساک بمعروف او تسریح باحسان یعنی یا روکنا ہے اچھی طرح پر یا چھوڑ دینا احسان کے ساتھ ۱۲

Marfat.com

قول کی تصدیق کی جاوے گی ساتھ قسم کے سو اگر زوج نے قسم سے انکار کیا ابتدا میں یعنی قبل تاجیل کے تو سال بھر کی مدت مقرر کی جاوے گی اور اگر تہا میں انکار کیا یعنی بعد تاجیل کے تو عورت کو مجلس تک اختیار دیا جاوے گا چاہے زوج کے پاس رہے چاہے جدا ہو جاوے کما یصدق لو وجدت بیا و زمنت زوال عذرتہا بسبب آخر غیر وطیہ کا صبیہ مثلا لانہ ظاہر الاصل عدم اسباب آخر معراج چنانچہ زوج کی اس صورت میں بھی صدیق ہو گی اگر عورت ثیبہ پائی جاوے اور وہ گمان کرے اپنے زوال بکارت کا دوسرے سبب سے سوائے وطی زوج کے مثلا یوں ظاہر کرے کہ زوال بکارت زوج نے اپنی انگلی سے کر دیا اس صورت میں قول زوج کی اس واسطے تصدیق ہو گی کہ ظاہر حال اسی پر دلالت کرتا ہے کہ زوال بکارت اجماع ہی سے ہوا ہے نہ انگلی سے اور اصل اور اسباب کا عدم ہے سوائے جماع کے اور قول اسی کا معتبر ہے جو متمسک بالاصل ہے اور ظاہر حال اس کا شاہد ہو کذا فی المعراج وان اختارتہ ولو دلالۃ بطل حقہا کما لو وجد منہا دلیل اعتراض بان قامت من مجلسہا او اقامہا اعوان القاضی وقام القاضی قبل ان یختار شیئا بفیتی واقعات لامکانہ مع القیام فان اختارت طلق اذ فرق القاضی اور اگر عورت نے زوج کو اختیار کر لیا اگرچہ باختیار یا عتبار دلالت حال کے ہو اس طرح کہ مہر اور نفقہ مانگے تو باطل ہو جاوے گا حق اس کا چنانچہ اس طرح بھی اس کا حق باطل ہو جاتا ہے اگر اس سے اعراض کی دلیل پائی جاوے یعنی طلب فرقت سے بے التفاتی کرے اس طرح پر کہ کھڑی ہو جاوے اپنی مجلس سے یا اس کو مددگار قاضی کے کھڑا کریں یا قاضی خود کھڑا ہو جاوے قبل اختیار کرنے فرقت کے اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی الواقعات عورت اور قاضی کے کھڑے ہونے سے اس واسطے اس کا حق باطل ہو گیا کہ کھڑے ہونے کے ساتھ بھی اس کو اختیار فرقت کا ممکن تھا پھر باوجود اس کے سکوت کرنا دلیل ہے رضا کی اگر عورت جدائی کو اختیار کرے تو زوج طلاق دے اور اگر وہ طلاق سے انکار کرے تو قاضی تفریق کر دے تزوج الاولی او امۃ اخری عالمۃ بحالہ لاخبار لہا علی المذہب المفتی بہ بحر عن المحیط خلافا لتصحیح الخانیۃ نکاح کیا عنین نے پہلی زوجہ سے جو بعد تاجیل اور تفریق قاضی کے جدا ہو گئی تھی یا نکاح کیا دوسری عورت سے جو عنین کا حال جانتی ہے کہ اس کی زوجہ اس سے بسبب نامردی کے جدا ہو چکی ہے تو بعد نکاح کے عورت کو جدائی کا اختیار نہیں نہ زوجۂ اولیٰ کو نہ دوسری عورت کو بنا بر مذہب مفتی بہ کے اس واسطے کہ وہ اپنا حق دانستہ باطل کر چکی کذا فی البحر الرائق عن المحیط اور یہ قول مفتی بہ مخالف ہے تصحیح خانیہ کے ولا تخیر احد الزوجین بعیب الاخر ولو فاحشا کجنون وجذام وبرص ورتق وقرن اور زوجین میں سے کسی کو اختیار جدائی کا نہیں دوسرے کے عیب سے اگرچہ نہایت برا عیب ہو چنانچہ جنون اور جذام اور برص اور رتق اور قرن اول تین بیماریاں تو مرد اور عورت دونوں کو شامل ہیں اور پچھلی دو بیماریاں عورت کے مکان مخصوص کو مخصوص ہیں کہ بسبب زیادتی گوشت اور ہڈی کے مانع ہیں جماع سے لیکن قہستانی میں ہے کہ محمد کے نزدیک اگر زوج کو جنون یا جذام یا برص ہو تو عورت کو اختیار ہے فرقت کا اور اسی طرح ہر عیب زوج سے کہ عورت بدوں مضرت کے اس کے پاس نہ ٹھہر سکے عورت کو اختیار ہے کذا فی حاشیۃ للدنی وخالف الائمۃ الثلثۃ فی الخمسۃ لو بالزوج ولو قضی بالرد صح فتح اور خلاف کیا ہے باقی تینوں اماموں نے یعنی مالک اور شافعی اور احمد نے امراض خمسہ مذکورہ میں اگر یہ بیماریاں زوج میں ہوں اور اگر قاضی مالکی یا شافعی یا حنبلی بسبب ان بیماریوں کے نکاح کو رد کر دے تو صحیح ہو گا اس کا حکم کذا فی فتح القدیر شارح کے اس قول میں چند خلل ہیں اول یہ کہ ظاہر الکلام شارح اس کو مقتضی ہے کہ آئمہ ثلثہ کے نزدیک زوج کی بیماریوں سے عورت کو تو اختیار فرقت کا ہے نہ زوج کو حالانکہ حق یہ ہے کہ ان کے نزدیک جنون اور جذام اور برص میں دونوں کو اختیار ہے اور پچھلی دو بیماریوں میں فقط زوج کو اختیار ہے دوسرا خلل یہ کہ اس قول سے لازم آتا ہے کہ رتق اور قرن کی بیماری زوج کو ہوتی ہے حالانکہ یہ خلاف واقعہ ہے تیسرا خلل یہ ہے کہ شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ فتح القدیر میں ہم نے اس روایت کو تلاش کیا تو نہ پایا کہ شاید یہ تحریف ہے کاتبوں کی بلکہ صواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ بحر الرائق کا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو تراضیا ای العنین وزوجتہ علی النکاح ثانیا بعد التفریق صح اور اگر دونوں یعنی عنین اور اس کی عورت راضی ہو گئے دوسری بار نکاح

Marfat.com

کرنے پر بعد تفریق کے تو صحیح ہے یعنی تفریق عنین کی مثل لعان کی تفریق کے نہیں جو دائمی حرمت ہو جاوے ولہ شق رتق امتہ وکذا زوجتہ وبل تجب الظاہر نعم لان التسلیم الواجب علیہا لا یمکن بدونہ نہر اور مالک کو جائز ہے اپنی لونڈی کا رتق چیرنا یعنی بستگی مکان مخصوص کا چیرنا واسطے قربت کے درست ہے اور اسی طرح زوج کو اپنی زوجہ کی بستگی چیرنا جائز ہے اور اگر زوجہ نہ مانے تو اس میں کیا زبردستی کرنا درست ہے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ درست ہے واللہ اعلم اس واسطے کہ تسلیم نفس کہ عورت پر واجب ہے وہ بدوں اس کے ممکن نہیں کذا فی النہر الفائق قلت وافادہ البہنسی انہا لو تزوجتہ علی انہ حر او سنی وقادر علی المہر والنفقۃ فبان بخلافہ او علی انہ فلان بن فلان فاذا ہو لقیط او ابن زنا کان لہا الخیار فلیحفظ شارح کہتا ہے کہ بہنسی نے بیان کیا ہے کہ اگر عورت نے نکاح کیا مرد سے اس شرط پر کہ زوج حر ہے یا سنی مذہب ہے یا قادر ہے مہر اور نفقہ پر پھر ظاہر ہوا کہ زوج اس کے برخلاف ہے یعنی غلام ہے یا رافضی یا خارجی ہے یا محتاج کہ اس کو مہر اور نفقہ کا مقدور نہیں یا اس شرط پر نکاح کیا کہ زوج فلان ابن فلان ہے اور ناگہاں وہ لقیط یا ولد الزنا نکلا تو عورت کو اختیار ہے فرقت کا سو اس کو یاد رکھنا چاہیے لقیط وہ لڑکا جو کہیں پڑا ہو اور والدین اس کے نہ معلوم ہوں ۱۲ عورت کو ان مسائل میں اختیار فسخ ہوا بسبب فقدان کفاءت کے اول میں رقیبت کے سبب سے اور ثانی میں کفاءت دینی نہیں اور ثالث میں کفاءت مالی نہیں اور رابع میں کفایت نسبی نہیں۔

بَابُ العِدَّۃ

یہ باب ہے احکام عدت کے بیان میں ہی لغۃ بالکسر الاحصاء وبالضم الاستعداد للامر لغت میں عدت بکسر اول وتشدید ثانی بمعنی شمار اور گنتی کے ہے اور بضم اول وتشدید ثانی کسی کام پر مستعد ہونے اور تیار ہونے کو کہتے ہیں اور اس مال اور ہتھیار کو بھی کہتے ہیں جو حوادث زمانہ کے واسطے مہیا کر رکھے وشرعا تربص یلزم المرأۃ او الرجل عند وجود سببہ اور عدت بالکسر شرع میں اس توقف اور انتظار کو کہتے ہیں جو عورت یا مرد کو لازم آتا ہے نزدیک پائے جانے سبب انتظار کے اور مدت کے اسباب انتظار سے وہ مواضع مراد ہیں جو موانع ہیں وطی کے اور ہرچند انتظار مرد بہ اطلاق عدت کا شرعا جائز ہے لیکن اصطلاح فقہا میں عدت مخصوص ہے عورت کے انتظار کو نہ مرد کے کذا فی فتح القدیر وہو اربعۃ عشرون مذکورۃ فی الخزانۃ وحاصلہا یرجع الی ان من امتنع نکاحہا علیہ کما نع لزم زوالہ کنکاح اختہا او اربع سواہا اور مواضع انتظار مرد کے بیس ہیں خزانۃ الفقہ میں مذکور ہیں اور حاصل ان بیس مواضع کا رجوع کرنا ہے اس قاعدہ کلیہ کی طرف کہ جس عورت کا نکاح یا وطی مرد پر ممتنع ہے بسبب کسی مانع شرعی کے تو لازم ہے انتظار کرنا مرد کو اس مانع کے زوال تک جیسے نکاح کرنا سالی سے زوجہ کی زندگی یا عدت میں یا چار عورتوں سے نکاح کرنا سوائے اپنی زوجہ کے ہم فقیہ ابو اللیث نے خزانۃ الفقہ میں بیس مواضع کو یوں ضبط کیا ہے کہ اپنی زوجہ کی بہن اس کی عمہ اور خالہ اور اس کی بھانجی اور بھتیجی سے نکاح کرنا اور چار زوجہ کے ہوتے پانچویں عورت سے نکاح کرنا اور لونڈی کا نکاح بی بی پر اور عورت سے بعد نکاح فاسد کے وطی کر کے پھر اس کی بہن سے نکاح کرنا یا عورت سے بشبہ نکاح وطی کر کے پھر اس کی بہن سے نکاح کرنا چاہیے یا چوتھی عورت سے نکاح بنکاح فاسد بالشبہہ نکاح وطی کر کے پانچویں سے نکاح کرنا بدوں گذرنے عدت کے جائز نہیں اس واسطے کہ نکاح فاسد اور شبہ نکاح میں بعد وطی کے عدت واجب ہوتی ہے اور عدت والی عورت سے شخص اجنبی کو نکاح کرنا اور مطلقہ ثلثہ سے نکاح کرنا اور خریدی لونڈی سے قبل استبرا کے وطی کرنا اور حاملہ زانیہ سے نکاح کر کے قبل ولادت کے وطی کرنا اور اس حربیہ سے جو دار الحرب میں مسلمان ہو کر دار الاسلام میں حاملہ آئی نکاح کرنا قبل ولادت کے اور اس حربیہ سے جو دار الحرب سے گرفتار ہو کر آئی وطی کرنا درست نہیں بدون ایک بار حیض ہو جانے کے یا ایک مہینہ گذرنے کے اگرچہ صغیرہ یا کبیرہ ہو اور اپنی مکاتبہ سے مالک کو نکاح کرنا بدون آزادی کے یا عاجز ہونے کے بدل کتابت سے اور عورت بت پرست اور مرتد اور مجوسیہ سے بدون مسلمان ہوئے نکاح کرنا ایسی بیس صورتوں میں نکاح یا وطی جائز نہیں بدون گذرنے عدت اور رفع موانع کے کذا فی منح الغفار اور اکیسویں صورت ایک یہ ہے کہ

Marfat.com

غیر کی منکوحہ سے نکاح کرنا جائز نہیں واصطلاحا تربص یلزم المراۃ او ولی الصغیرۃ عند زوال النکاح فلا عدۃ لزنا او شبہتہ کنکاح فاسد ومزفوفۃ لغیر زوجہا وبمبنی زیادۃ او شبہہ لتشمل عدۃ ام الولد اور اصطلاح فقہا میں عدت عبارت ہے اس انتظار سے جو عورت کو لازم ہے یا صغیرہ کے ولی کو لازم ہے نزدیک زائل ہونے نکاح کے تو عدت نہیں لازم ہے واسطے زنا کے اس واسطے کہ عدت نہیں ہوتی مگر زوال نکاح سے یا زوال شبہہ نکاح سے جیسے کہ نکاح فاسد یا جیسے وہ عورت جس کو عورتیں شب زفاف میں زوج کے سوا کسی اور مرد کے پاس چوک کر پہنچا دیں اور کہیں کہ یہ تیری زوجہ ہے اور وہ مرد وطی کرے تو اس پر عدت واجب ہے شارح کہتا ہے کہ تعریف عدت میں لائق یہ ہے کہ مشابہ نکاح کا لفظ بھی زیادہ کیا جاوے تاکہ یہ تعریف ام ولد کی عدت کو بھی شامل ہو جاوے کہ ام ولد کو مولیٰ آزاد کرے یا اس کو چھوڑ کر مولیٰ مر جاوے اس واسطے کہ ام ولد کو بھی انتظار لازم ہے مانند زوجہ کے بسبب ہم بستری مولیٰ کے کذا فی البحر الرائق ہم شبہہ بکسر اول اور سکون ثانی اور بفتح اول وثانی بھی صحیح ہے بمعنی مشابہ شارح نے ولی صغیرہ کا لفظ اس واسطے زیادہ کیا کہ صغیرہ پر بعد موت زوج کے انتظار واجب نہیں اس واسطے کہ وہ ہنوز مکلف نہیں تو اس وقت میں صغیرہ کے ولی پر انتظار کرنا لازم ہوگا تعریف عدت پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ تعریف طلاق رجعی کی عدت کو شامل نہیں اس واسطے کہ طلاق رجعی میں نکاح نہیں زائل ہوتا اسی واسطے بلا تجدید نکاح عدت میں رجعت کرنا صحیح ہے لہذا اور کتب فقہ سے بدائع اور ابن کمال کی تعریف عدت کی نہایت خوب ہے کہ عدت نام ہے اس مدت کا کہ واسطے انقضائے بقیہ اثار نکاح اور فراش کے مقرر ہوئی ہو تو اس میں سب افراد عدت کے داخل ہو گئے یہاں تک کہ بقید فراش عدت ام ولد کی بھی داخل ہو گئی اور صغیرہ کا اعتراض دفع ہو گیا . . . . . اس واسطے کہ اس تعریف میں ذکر لزوم کذا فی حاشیۃ المدنی حکایت عجیبہ قبل مشہور ہونے امام اعظم کے ایک مقام پر طعام ولیمہ ہوا دو بھائیوں کا جن کا نکاح ہوا تھا دو بہنوں سے عورتوں نے چوک کر اس کی زوجہ اس کے پاس کر دی اور اس کی اس کے پاس آخر شب صبح کو یہ حال کھلا اور فقہا مشہور سے فتوی دریافت کیا گیا سب علما نے فتوی دیا کہ ہر عورت پر عدت لازم ہے بعد عدت کے ہر عورت اپنے اپنے زوج پاس جاوے اور ہر ایک بھائی پر بسبب وطی بالشبہہ کے مہر مثل دینا واجب ہے امام اعظم نے کہا کہ سب حضرات نے سخت حکم فرمایا میرے نزدیک اس سے آسان تر حکم ہو سکتا ہے علما نے فرمایا وہ کیا ہے بیان کرو امام اعظم نے دونوں بھائیوں کو بلایا اور پوچھا کہ تم دونوں کو پسند ہے کہ ہر ایک کے پاس وہی رات والی عورت بنی رہے دونوں نے کہا کہ ہم بدل اسی امر پر راضی ہیں امام نے فرمایا کہ ہر شخص اپنی منکوحہ کو طلاق دے اور اپنی ہم بستر عورت سے نکاح کر لے تو اس میں عدت لازم نہ ہوگی کہ طلاق قبل دخول میں عدت نہیں سب علما نے اس کو نہایت پسند کیا اور امام کی ذکاوت کی تعریف کی کہ ہر ایک کی ہم بستر ہر ایک کے پاس بنی رہی اور عدت کی حاجت نہ ہوئی وسبب وجوبہا عقد النکاح المتاکد بالتسلیم وما جری مجراہ من موت وخلوۃ صحیحۃ فلا عدۃ بخلوۃ الرتقاء اور عدت واجب ہونے کا سبب عقد نکاح ہے جو متاکد بتسلیم وطی یا قائم مقام وطی کے ہے قائم مقام وطی عبارت ہے موت سے یا خلوت صحیحہ سے تو عدت لازم نہیں رتقا کی خلوت سے اس واسطے کہ رتقا کی خلوت صحیح نہیں بسبب بالغ حسی کے رتقاء وہ عورت ہے جو بسبب بستگی شرمگاہ کے لائق جماع کے نہیں وشرطہا الفرقۃ اور شرط عدت کی جدائی ہے ورکنہا حرمات ثانیا بہا کحرمۃ تزوج وخروج وصحۃ الطلاق فیہا ای فی العدۃ اور عدت کے رکن وہ حرمتیں ہیں جو بسبب عدۃ کے ثابت ہیں جیسے غیر زوج سے نکاح کی حرمت اور زوج کے گھر سے نکلنے کی حرمت اور طلاق واقع ہونے کی صحت عدت کے اندر ہم شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ رکن کہتے ہیں حقیقت شے کو تو مصنف اور شارح کو مناسب تھا کہ انتظار کو رکن عدت کا کہتے اور حرمات مذکور تو عدت کا کہنا مناسب تھا اس واسطے کہ حکم اس کو کہتے ہیں جو شی پر مبنی ہو اور اسی طرح صحت طلاق اور حرمت اخت زوجہ بھی حکم میں داخل ہے تو بعض کو رکن کہنا اور بعض کو حکم قرار دینا تحکم اور سخن بے دلیل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی اور صاحب درر غرر نے ایسا ہی کیا ہے یعنی جن کو یہاں رکن کہا ہے ان کو حکم عدت میں مذکور کیا ہے وحکمہا حرمۃ نکاح اختہا اور عورت کی بہن سے نکاح حرام ہونا حکم ہے عدت کا وانواعہا حیض واشہر ووضع حمل کما افادہ بقولہ اور

Marfat.com

اقسام عدت کے حیض اور مہینے اور وضع حمل میں چنانچہ اس کو مصنف نے آئندہ قول میں مذکور کیا **وہی فی حق حرۃ ولو کتابیۃ تحت مسلم تحیض لطلاق ولو رجعیا او فسخ** بجمیع اسبابہ ومنہ التقبیل ابن الزوج نہر اور عدت حرہ کی حق میں اگرچہ حرہ کتابیہ ہو نیچے مسلمان کے عدت اس حرہ کی جس کو حیض آتا ہو خواہ عدت بسبب طلاق کے ہو اگرچہ رجعی طلاق ہو یا بسبب فسخ نکاح کے ہو بجمیع اسباب فسخ چنانچہ کتاب النکاح میں اسباب فسخ کے تفصیل مذکور ہو چکے اور منجملہ فسخ وہ بدائی ہے جو عورت کو حاصل ہوتی ہے اپنے زوج کے فرزند کے بوسہ لینے کذا فی النہر منح الغفار میں مصنف نے کہا کہ فسخ کو مطلق رکھا تاکہ جمیع اسباب فسخ کو شامل رہے خیار بلوغ اور خیار عتق اور ملک احد الزوجین اور ارتداد احد الزوجین اور عدم کفایت کو **بعد الدخول حقیقۃ او حکماً** اسقطہ فی الشرح وجزم بان قولہ الاتی ان وطئت راجع للجمیع بعد دخول کے دخول حقیقی ہو جیسے کہ وطی یا دخول حکمی چنانچہ خلوت مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں حقیقۃ او حکما کو ساقط کر دیا ہے اور یہ یقین کیا ہے کہ اس کا آئندہ قول یعنی ان وطئت سب کو شامل ہے یعنی عدت بالحیض اور عدت بالاشہر کو تو یہاں حقیقۃ او حکما کہنا کچھ ضرور نہیں اس واسطے کہ وطی حقیقی اور حکمی دونوں کو شامل ہے **ثلث حیض کوامل** لعدم تجزی الحیضۃ حرہ مذکورہ کی عدت پوری تین حیض ہیں بسبب عدم قسمت پذیری حیض کے یعنی بموجب نص قرآنی جب عدت کے تین حیض کامل ٹھہرے تو اگر عورت کو حیض کے اندر طلاق ہوئی تو لازم تھا کہ اس کی تکمیل بعض حیض رابع سے کی جاوے لیکن چونکہ اصولیین ثابت ہو چکا ہے کہ حیض تجزی اور انقسام کے لائق نہیں لہذا کل حیض رابع عدت ممتد ہو گی اور حیض اول بسبب نقصان کے کالعدم ہے **فالاولی لتعرف براءۃ الرحم والثانیۃ لحرمۃ النکاح والثالثۃ لفضیلۃ الحریۃ** جب معلوم ہوا کہ عدت تین حیض ہیں تو اب اس کے مشروع ہونے کی حکمت دریافت کرنی چاہیے تو پہلا حیض واسطے دریافت ہونے صفائی رحم کے ہے اس واسطے کہ اگر حمل ہوتا تو حیض نہ آتا اور دوسرا حیض واسطے تعظیم نکاح کے یعنی تاکہ زوجہ زوال نعمت نکاح کا تاسف کرے کہ عفت اس کو حاصل تھی اور کھانے کپڑے کا کچھ اس کو فکر نہ تھا اور تیسرا حیض واسطے فضیلت آزادی کے اس واسطے کہ لونڈی کی عدت دو حیض ہیں تو واسطے امتیاز اور عزت حرہ کے تیسرا حیض زیادہ ہوا کذا فی البحر الرائق اور یہ بھی احتمال ہے کہ واسطے احتیاط نسب کے تین حیض کو مقرر فرمایا کہ شاید حیض اول استحاضہ ہو اس واسطے کہ استحاضہ حمل میں بھی ہوتا ہے اور تین بار حیض کا آنا قاطع ہے احتمال کا **کذا عدۃ ام ولد مات مولاہا او اعتقہا** لان لہا فراشا کالحرۃ مالم تکن حاملا او آئسۃ او محرمۃ علیہ اور اسی طرح عدت اس ام ولد کی بھی تین کامل حیض ہیں جس کا مالک مر گیا یا اس کو اس نے آزاد کر دیا اس واسطے کہ ام ولد کو بھی ہم بستری ثابت ہے مانند حرہ کے یہ عدت ام ولد کی اس وقت تک ہے جب تک وہ حاملہ اور آئسہ اور مالک پر حرام نہ ہو اگر حاملہ ہو گئی تو تا وضع حمل اس کی عدت ہے اور اگر آئسہ ہو گی تو تین مہینے اس کی عدت ہے اور اگر مالک پر حرام ہو گئی ہو کسی سبب سے تو کچھ عدت نہیں اور مالک پر حرام ہونے کی یہ صورت ہے کہ غیر کے نکاح یا عدت میں ہو یا مولی کے فرزند نے بشہوت تقبیل کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الخانیہ **ولو مات مولاہا وزوجہا ولم یدر الاول تعتد باربعۃ اشہر وعشر او بالبعد الاجلین** بحر اور اگر مولی ام ولد کا اور زوج اس کا مر گیا اور معلوم نہیں کہ کون پہلے مرا تو وہ عدت چار مہینے دس دن کرے یا کہ جو دو مدتوں میں بعید تر ہے اس کو عدت ٹھہرا دے کذا فی البحر الرائق **ہم** اگر معلوم ہو کہ مولی پہلے مر گیا تو ام ولد پر عدت نہیں اور اگر زوج کی موت اول ثابت ہو تو اس کے دو مہینے پانچ دن عدت ہیں اور اگر مولی زوج کی عدت میں مر گیا تو کچھ عدت نہیں اور اگر مولی بعد عدت زوج کے مر گیا تو تین حیض کامل اس کی عدت ہے اور اگر مولی اور زوج کی موت کا تقدم اور تاخر معلوم نہ ہو تو اس کی تفصیل بحر الرائق میں یوں ہے کہ اگر اس قدر معلوم ہو کہ دونوں کی موت میں دو مہینے اور پانچ دن کی مدت سے کمتر ہے تو اس صورت میں ام ولد کی عدت چار مہینے اور دس دن کی ہے احتیاطاً بدوں اعتبار کرنے تین حیض کے اور اگر معلوم ہو کہ دونوں کی موت میں دو مہینے اور پانچ دن کی مدت یا زیادہ گذر گئی ہے تو اس کی عدت چار مہینے اور دس دن ہیں باعتبار استکمال تین حیض کے اور اگر دونوں کی موت کے درمیان کی مدت معلوم نہ ہو اور نہ یہ معلوم ہو کہ کون پہلے مر گیا تو امام کے نزدیک

Marfat.com

چار مہینے دس دن کی مدت ہے بدون اعتبار کرنے تین حیض کے اور صاحبین کے نزدیک ابعد الاجلین عدت ہے یعنی چار مہینے
اور دس دن باستکمال حیض اور ابعد الاجلین کی تفسیر اور توضیح بعد تین ورق کے آوے گی کذا فی حاشیۃ المدنی ولا ترث من زوجہا لعدم تحقق حیاتہا یوم موتہ
اور ام ولد وارث نہ ہوگی اپنے زوج کی سب صورتوں میں لسبب نہ ثابت ہونے آزادی ام ولد کے اپنے زوج کی موت کے دن ولا عدۃ علی امۃ ومدبرۃ کان
لیطا بعدم فراش جوہرہ اور عدت نہیں لونڈی پر اور مدبرہ پر جس سے مولی وطی کرتا تھا لسبب نہ ثابت ہونے فراش کے کذا فی الجوہرہ ولہذا لونڈی اور مدبرہ
کے ولد کا نسب مولی سے ثابت نہ ہوگا بدون اقرار مولی کے بخلاف ام ولد کے کہ اس کا فراش مثل حرہ کے ثابت ہے یہاں تک کہ اس کے ولد کا نسب مولی
سے ثابت ہے بدون اقرار مولی کے بھی **وکذا موطوءۃ بشبہۃ** کمزفۃ لغیر بعلہا **او نکاح فاسد** کموقت **فی الموت والفرقۃ** یتعلق بالصورتین
معاً اور اسی طرح تین حیض کامل کی عدت ہے اس عورت کی جس کی وطی بشبہہ ہوگئی چنانچہ عورت شب زفاف میں اپنے زوج کے سوا کسی اور مرد کے پاس
پہنچائی گئی یا اندھیری رات میں زوج نے اپنی زوجہ جان کے کسی اجنبی عورت سے وطی کی یا وطی بنکاح فاسد ہوئی چنانچہ نکاح موقت اور متعہ سے اور نکاح
بلا شہود سے عدت مذکور لازم ہے مرد کی موت میں بھی اور جدائی میں بھی شارح کہتا ہے موت اور جدائی دونوں صورت سے متعلق ہے یعنی وطی بشبہہ سے
موت اور جدائی میں تین حیض کی عدت ہے اور وطی بنکاح فاسد سے بھی موت اور فرقت میں تین ہی حیض کی عدت ہے ان صورتوں میں مرد کی موت سے عدت
وفات واسطے اظہار غمناکی کے ہے زوج کے فوت سے جس کا مرتے دم تک ساتھ رہا بخلاف ان صورتوں کے کہ ان میں اصل زوجیت ثابت نہیں کذا فی حاشیۃ
المدنی **والعدۃ فی حق من لم تحض حرۃ** ادام ولد **لصغر** بان لم تبلغ تسعا **او کبر** بان بلغت سن الایاس اور عدت اس عورت کے حق میں جس کو حیض نہیں
آیا بی ہو یا ام ولد بسبب کم عمری کے کہ ہنوز وہ نو برس کو نہیں پہنچی یا بسبب زیادتی عمر کے کہ ناامیدی کی عمر کو پہنچ گئی یعنی پچاس یا پچپن برس کی ہوئی
او بلغت بالسن وخرج بقولہ **ولم تحض الشابۃ الممتدۃ بالطہر** بان حاضت ثم امتد طہرہا فتعتد بالحیض الی ان تبلغ حد الایاس جوہرہ وغیرہا یا بالغ ہوگئی
عورت بسبب عمر کے یعنی پندرہ برس کی ہوئی اور ہنوز اس کو حیض نہیں آیا اور حیض نہ آنے کی قید سے اس مسئلہ سے خارج ہوگئی جوان عورت یعنی طہر والی جس
کو حیض ایک بار آیا پھر اس کا طہر ممتد اور دراز ہوگیا تو اس کی عدت باعتبار تین مہینے کے نہیں بلکہ اس کی عدت باعتبار حیض کے ہوگی یہاں تک کہ ناامیدی
کی حد کو پہنچے یعنی پچاس یا پچپن برس اگر حیض نہ آوے گا تو اس کی طلاق یا فسخ کی عدت آخر نہ ہوگی اور جب پچاس یا پچپن برس کی ہوگی تب تین
مہینے اس کی عدت ہوگی کذا فی الجوہرہ وغیرہا **وما فی شرح الوہبانیۃ من انقضائہا بتسعۃ اشہر غریب مخالف لجمیع الروایات فلا یفتی بہ** اور جو روایت
کہ شرح وہبانیہ میں ہے کہ جس طہر والی کی عدت نو مہینے میں منقضی ہوجاتی ہے سو نادر روایت ہے مخالف ہے جمیع روایات معتبرہ کے تو کوئی مفتی حنفی
مذہب اس کا فتوی نہ دے **ہم** یہ کوئی ظاہر عبارت شارح سے نہ سمجھے کہ اس کی عدت نو مہینے کی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب جوان عورت کو چھ مہینے
تک حیض نہ آیا[م] و بعد اس کے اس نے تین مہینے کی عدت کی اور قاضی نے اس پر حکم دیا تو جائز ہے اس واسطے کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے اور یہ یاد رکھنے
کے لائق ہے اس واسطے کہ کثیر الوقوع ہے اور بعضوں نے کہا اس روایت پر فتوی ہے اور یہی مذہب ہے امام مالک کا انتہی اور شرح زاہدی میں کہا کہ
بعض ہمارے اصحاب اور استاد امام مالک کے قول پر فتوی دیتے ہیں اس مسئلہ میں بنا بر ضرورت اور مجبوری کے اور جامع الفصولین اور شرح منظومہ میں
بھی انقضائے عدت نو مہینے میں مذکور ہے لیکن بحر الرائق میں یوں ہے کہ روایت نو مہینے کی روایت معتمدہ کے مخالف ہے تو لائق فتوی کے نہیں
نہر الفائق میں کہا کہ اس روایت پر فتوی دینے کی کچھ ضرورت نہیں بلکہ قاضی مالکی کی طرف مرافعہ کرنا کفایت کرتا ہے کہ وہ بموجب اپنے مذہب کے فیصلہ
کردے گا طحطاوی نے کہا کہ نہر الفائق کا قول غیر مسلم ہے اس واسطے کہ بقول حموی اکثر ملکوں میں حنفی مذہب ہیں مثلاً بخارا اور ہندوستان میں وہاں
قاضی مالکی نہیں پھر کس کے پاس مرافعہ کرے اور فتوی دینا بقول مالک یہ عین تقلید ہے اور اس کے جواز میں کسی کو نزاع اور گفتگو نہیں بشرط

[م] تب وہ تین مہینے کی عدت کرے تو اس طرح چھ اور تین ملا کر نو مہینے ہوئے شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں کہا کہ اگر جوان عورت کو چھ مہینے تک حیض نہ آیا

Marfat.com

عدم تلفیق کے کیف وفی نکاح الخلاصۃ لوقیل لحنفی مامذہب الامام الشافعی فی کذا وجب ان یقول قال ابوحنیفۃ کذا نعم لوقضی مالکی بذلک نفذ فی البحر والنہر اور کیونکر فتوی دیا جاوے امام مالک کے قول پر اور حالانکہ خلاصہ کی کتاب النکاح میں یوں مذکور ہے کہ اگر حنفی مذہب سے کوئی مسئلہ پوچھے کہ امام شافعیؒ کا مذہب ایسے امر میں کیا ہے تو حنفی مذہب پر واجب ہے کہ یوں کہے کہ امام ابوحنیفہ نے اس امر میں یوں کہا ہے ہاں اگر قاضی مالکی مذہب نو مہینے کی عدت کا حکم کردے تو اس کا حکم نافذ ہوگا یعنی حنفی مذہب اس کو توڑ نہیں سکتا اس واسطے کہ امر مجتہد فیہ بسبب حکم قاضی کے محکم ہو جاتا ہے کذا فی البحر الرائق والنہر الفائق ہم حنفی مذہب باوجود سوال مذہب شافعیؒ کے بموجب امام اعظم کے مذہب کے جواب اس واسطے دے کہ ہر شخص پر واجب ہے کہ تکلم بصواب کرے نہ بخطا اور حنفی کے اعتقاد میں غیر کا قول خطا محتمل الصواب ہے لیکن محل اس اعتقاد کا مجتہد ہے نہ مقلد یعنی مجتہد اپنے قول کو صواب محتمل الخطا جانتا ہے اور غیر کے قول کو خطا محتمل الصواب اعتقاد کرتا ہے اور مقلد پر غیر مذہب کو خطا اعتقاد کرنا واجب نہیں بلکہ فقہا نے تصریح کردی ہے کہ تقلید مفضول کی جائز ہے باوجود فاضل کے حالانکہ مفضول کی خطا زیادہ تر ہے فاضل سے چنانچہ صاحب بحر الرائق نے اپنے بعض رسائل میں اس کو بیان کیا ہے اور اسی واسطے حموی نے کہا ہے کہ صاحب نہر الفائق نے جو خلاصہ کے قول سے اپنی بحث کی تقویت کی ہے وہ مسلم نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وقد نظمہ شیخنا الخیر الرملی فقال ؎ لممتدۃ طہر تسعۃ اشہر ٭ وفاعدۃ بان مالکی یقرر ٭ ومن بعدہ لاوجہ للنقض ہکذا ٭ یقال بلا نفذ علیہ نیظر ٭ شارح کہتا ہے اور البتہ نظم کیا ہے اس کو ہمارے استاد خیر الدین رملی نے حنفی نے سو یوں فرمایا ہے کہ واسطے اس عورت کے جس کا طہر ممتد ہے نو مہینے پوری عدت ہے اگر مالکی قاضی اس کا حکم کرکے ثابت کرے اور بعد حکم قاضی مالکی کے کوئی وجہ نہیں اس حکم توڑنے کی یعنی قاضی حنفی اس حکم کو نہیں اٹھا سکتا ایسا ہی قول کہنا چاہیے بلا خلل جس پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا و فاعدۃ اصل میں وفاء عدۃ ہے لیکن بضرورت نظم ہمزہ کو محذوف کردیا اور بعضے نسخوں میں یقدر بجائے یقرر کے ہے طحطاوی نے کہا کہ جو اعتراض اس قول پر وارد ہوتا ہے سو مذکور ہو چکا یعنی اکثر ملکوں میں مالکی قاضی میسر نہیں تو وہاں نہایت مشقت اور تنگی ہوگی واما ممتدۃ الحیض فالمفتی بہ کما فی حیض الفتح تقدیر طہرہا بشہرین فستۃ اشہر طہر ونکث حیض بشہر احتیاطا اور جب عورت کا حیض دراز ہو جاوے یعنی ہمیشہ خون جاری رہے اور وہ اپنے حیض کی عادت بھول جاوے تو قول مفتی بہ جو فتح القدیر کے باب الحیض میں مذکور ہے یہ ہے کہ اس کے طہر کا اندازہ دو مہینے ہیں تو اس حساب سے کل عدۃ اس کی چھ مہینے ہیں چھ مہینے تین طہر کے اور ایک مہینہ تین حیض کا بنابر احتیاط کے ہم اور یہ قول حکم کا ہے اور غیر مفتی بہ مرغینانی کا قول ہے کہ اس کے نزدیک اس عورت کی عدت تین مہینے ہیں اور اگر عورت کا خون ہمیشہ جاری ہو اور اس کو اپنے حیض کی مدت یاد ہو تو بموجب اپنی عادت کے حساب کرے کذا فی البحر الرائق اور اگر شارح بجائے ممتدۃ الحیض کے استحاضہ کا لفظ کہتا تو خوب تھا اس واسطے کہ حیض دس دن سے زیادہ نہیں ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی ثلثۃ اشہر بالاہلۃ لو فی الغرۃ والا فبالایام بحر وغیرہ یعنی صغیرہ اور آئسہ اور بالغہ غیر حائضہ کے حق میں تین مہینے کی عدت ہے اگر طلاق پہلی تاریخ واقع ہوئی تو حساب ہر مہینہ کا ہلال سے ہوگا اور اگر درمیان مہینے کے طلاق واقع ہوئی تو حساب ہر مہینے کا دنوں سے ہوگا یعنی ہر مہینہ تیس دن کا کذا فی البحر الرائق وغیرہ ان وطئت فی الکل ولو حکما کالخلوۃ ولو فاسدۃ کما مر عدت واجب ہوگی اگر عورت سے وطی ہوئی ہو جمیع مسائل مذکورہ میں اگرچہ وطی حقیقی نہیں بلکہ حکم وطی ہو چنانچہ خلوت اگرچہ خلوت فاسدہ ہو چنانچہ اس کا بیان باب المہر میں ہو چکا شارح نے خلوت کو مطلق کہا یعنی خلوت صحیحہ اور فاسدہ دونوں سے عدت لازم ہوتی ہے اور یہی قول صحیح ہے اور ابتدائے باب العدۃ میں فقط خلوت صحیحہ کو سبب عدت کا کیا موافق قدوری کے قول کے جو غیر صحیح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو رضیعا تجب العدۃ لا المہر قنیہ اور اگر زوج شیر خوار ہو اور بعد خلوت

لہ یعنی یہ نہ ہو کہ ایک ہی مسئلہ میں کسی قدر تقلید ایک امام کی اور کسی قدر دوسرے کی ۔ ۱۲

Marfat.com

کے فراق ہو تو عدت بالاتفاق واجب ہوگی اور امام محمد کے نزدیک مہر نہ واجب ہوگا کذا فی الفتنیہ صورت فراق شیر خوار کی یہ ہے کہ شیر خوار کے باپ نے اس کا نکاح فاسد کر دیا اور بعد خلوت کے بحکم قاضی تفریق ہوئی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی **وعدۃ الموت اربعۃ اشہر بالاہلۃ لو فی الغرۃ کما مر وعشر من الایام بشرط بقاء النکاح صحیحا الی الموت** اور عدت زوج کی موت کی چار مہینے میں بحساب ہلال کے اگر موت پہلی تاریخ ہوئی ہو چنانچہ بیان اس کا ہو چکا اور دس دن یعنی چار مہینے دس دن عدت **موت** ہے بشرط باقی رہنے نکاح کے صحیح موت تک اس واسطے کہ نکاح فاسد میں مرد کی موت سے عدت وفات کی نہیں اور اگر مکاتب نے اپنی زوجہ کو خرید کیا پھر بدل کتابت ادا کر کے مر گیا تو اس کی زوجہ پر عدت وفات نہیں اس واسطے کہ موت کے وقت نکاح باقی نہیں بسبب آزاد ہونے مکاتب کے ادائے بدل کتابت سے پھر جب وہ قبل موت کے آزاد ہوا تو اپنی زوجہ کا مالک ہوا اور حالانکہ ملک احد الزوجین سے نکاح باقی نہیں رہتا **مطلقا وطئت اولا ولو صغیرۃ او کتابیۃ تحت مسلم ولو عبدا فلم یخرج عنہا الا الحامل عدت وفات مطلقا** واجب ہے عورت کی وطی ہوئی ہو یا نہ ہوا گرچہ زوجہ صغیرہ یا کتابیہ ہو نیچے مسلمان کے اگرچہ مسلم غلام ہو تو زوج کی موت میں کسی زوجہ کی عدت چار مہینے اور دس دن سے خالی نہیں سوائے حاملہ کے کہ اس کی عدت بعد وضع حمل ہے قلت وعم کلامہ ممتدۃ الطہر لم یضع وہی واقعۃ الفتوی ولم ار ہا فلان فرأیتہ شارح کہتا ہے کہ کلام مصنف کا بیان عدت وفات میں ممتدہ طہر کو بھی شامل ہے ممتدہ طہر کی مثال جیسے دودھ پلانے والی عورت کہ اس کو اکثر حیض نہیں ہوتا مدت تک اور اس مسئلہ کا فتوی طلب ہوا اور میں نے اس کو کسی کتاب فقہ میں مصرح نہیں دیکھا سوائے دیکھنے والے درالمختار کے اب اس مسئلہ کو تلاش کیجو کتب فقہ میں ہم طحطاوی نے کہا کہ جب فقہا تصریح کر چکے کہ عدت وفات سے کوئی خارج نہیں سوائے حاملہ کے تو اس قاعدہ کلیہ میں ممتدہ طہر بھی داخل ہے تو اب مراجعت اور تلاش کتب کی کیا حاجت ہے **وفی حق امۃ تحیض بطلاق او فسخ حیضتان لعدم التجزی** اور جس لونڈی کو حیض ہوتا ہے تو واسطے طلاق یا فسخ نکاح کے اس کے حق میں دو حیض کی عدت ہے بواسطہ عدم قسمت پذیری حیض کے یعنی قاعدہ شرع کا یہ ہے کہ عدت لونڈی کی حرہ کی عدت سے آدھی ہوتی ہے یعنی ڈیڑھ حیض لیکن چونکہ حیض میں نصف اور ثلث متصور نہیں لہذا نصف کو پورا کر دیا **وفی امۃ لم تحض لطلاق او فسخ او مات عنہا زوجہا نصف ما للحرۃ** لقبول التنصیف اور اس لونڈی کے حق میں جس کو حیض نہیں آتا بسبب خردی یا بزرگی کے یا بعد بلوغ کے بھی واسطے طلاق یا فسخ کے یا اس کا زوج اس کو زندہ چھوڑ کر مر گیا حرہ کی آدھی عدت ہے بسبب لیاقت تنصیف کے یعنی حرہ کی عدت ایسی صورتوں میں آدھی ہو سکتی ہے لہذا لونڈی کی عدت یہاں آدھی مقرر ہوئی تو صغیرہ اور آیسہ اور بالغہ بلا حیض کی عدت طلاق یا فسخ میں ڈیڑھ مہینہ ہے اور عدت وفات دو مہینے پانچ دن ہے **وفی حق الحامل مطلقا ولو امۃ** او کتابیۃ او من زنا بان تزوج حبلی من زنا فدخل بہا ثم مات او طلقہا تعتد بالوضع جواہر الفتاوی **ووضع جمیع حملہا لان الحمل اسم لجمیع ما فی البطن** اور حاملہ کے حق میں مطلقا اگرچہ حاملہ لونڈی ہو یا کتابیہ ہو یا حاملہ زنا سے ہو اس طرح پر کہ زید نے نکاح کیا اس عورت سے جس کو زنا کا حمل تھا پھر وطی کی اس سے اگرچہ وطی تا وضع حمل حرام تھی پھر زید مر گیا یا اس کو طلاق دی تو اس کی بھی عدت بوضع حمل ہوگی کذا فی جواہر الفتاوی **ووضع جمیع حمل** عدت ہے حاملہ کی اس واسطے کہ حمل نام ہے جمیع ما فی البطن کا تو اگر مثلاً آج ایک لڑکا جنی اور بعد مہینے کے دوسرا لڑکا جنی تو اس کی عدت پچھلے لڑکے سے منقضی ہوگی نہ اول ولد سے **وفی البحر خروج اکثر الولد کالکل فی کل الاحکام الا فی حلہا للازواج احتیاطا** اور بحر الرائق میں ہے کہ نکلنا اکثر بدن ولد کا مانند نکلنے کل بدن کے ہے سب احکام میں مگر عورت کے حلال ہونے میں واسطے ازواج کے اکثر بجائے کل نہیں بنا بر احتیاط کے یعنی اگر حاملہ کے پیٹ سے اکثر بدن ولد کا نکل آیا اور اقل اندر رہا تو عدت تمام ہوئی زوج اول پر حرام ہو گئی لیکن زوج ثانی کو ہنوز حلال نہیں بنا بر اس احتیاط کے کہ جمیع حمل کا وضع نہیں ہوا ولا عبرۃ بخروج الراس ولو مع الاقل فلا قصاص بقطعہ اور کچھ اعتبار نہیں سر نکلنے کا اگرچہ قدرے بدن کے ساتھ سر نکلا ہو تو اس قدر نکلنے سے عدت آخر نہ ہوگی اور قصاص بھی نہ ہوگا اس کے قطع کرنے میں بلکہ پورا خون یہاں بھی واجب نہ ہوگا بلکہ بیسواں حصہ

Marfat.com

خونہا کا لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی اور اگر حمل گر گیا تو اگر کچھ اعضا جدا جدا معلوم ہوتے ہوں تو عدت آخر ہوئی اور اگر خون بستہ یا گوشت کا لوتھڑا گرا تو عدت منقضی نہیں ہوئی کذا فی العالمگیریہ ناقلا عن البدائع ولا یثبت نسبہ من المبانۃ اولاقل من سنتین ثم باقیہ لاکثر اور ثابت نہیں ہوتا نسب ولد کا سر نکلنے سے عورت بائنہ کے پیٹ سے اگر کمتر دو برس سے سر نکلا پھر اس کا باقی بدن بعد دو برس کے نکلا **ولو کان زوجہا المیت صغیرا** اگر مرا شوہر **وولدت لاقل من نصف حول من موتہ فی الاصح** لعموم آیۃ واولات الاحمال عدت حاملہ کی وضع حمل ہے اگرچہ زوج اس کا جو مر گیا ہے صغیر ہو نہ قریب البلوغ اور جنی ہو صغیرہ کی زوجہ کمتر چھ مہینے سے بابتدائے موت زوج سے بنا بر قول اصح کے ہر چند صغیر سے حمل متصور نہیں لیکن انقضائے عدت بدوں وضع حمل کے نہیں بسبب عموم آیت قرآنی کے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ حمل والیوں کی عدت وضع حمل ہے اس میں خصوصیت بالغ کی نہیں فرمائی تو صغیر اور کبیر کی موت یکساں ہوگئی اور یہ قول امام اعظم اور محمد کا ہے بخلاف ابی یوسف کہ ان کے نزدیک موت کی عدت لازم ہے نہ حمل کی **وفیمن حبست بعد موت الصبی بان ولدت لنصف حول فاکثر عدت الموت اجماعا** لعدم الحمل حین الموت اور اس عورت کے حق میں جو حاملہ ہوگئی بعد موت صغیر کے اس طرح کہ حمل چھ مہینے یا زیادہ میں موت کے بعد سے تو اس کو موت کی عدت لازم ہے بالاجماع بسبب نہ ثابت ہونے حمل کے صغیر کی موت کے وقت بلکہ بعد موت صغیر کے حمل حادث ہوا بخلاف پہلی صورت کے **ولا نسب فی حالیہا اذ لاماء للصبی** و نسب ولد صغیر سے ثابت نہیں دونوں صورتوں میں اس واسطے کہ صغیر میں منی نہیں پھر جب منی نہیں تو ولد کہاں **نعم ینبغی ثبوتہ من المراہق احتیاطا** فتح ہاں لائق ہے ثبوت نسب ولد کا زوج قریب البلوغ سے بنا بر احتیاط کے کذا فی فتح القدیر قریب البلوغ دس برس کے لڑکے کو کہتے ہیں چنانچہ مذکور ہو چکا **ولو مات فی بطنہا ینبغی بقاء عدتہا الی ان تنزل او تبلغ حد الایاس** نہر اور اگر لڑکا حاملہ کے پیٹ میں مر گیا تو اس کی بقائے عدت اس کے گرنے تک سزاوار ہے یا کہ عورت ناامیدی تک پہنچے کذا فی النہر الفائق **ہم** یہ مسئلہ امام اور صاحبین سے منقول نہیں یہ تجویز ہے صاحب نہر کی شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ جب عورت ناامیدی کی عمر کو پہنچی تو تین مہینے کی عدت ہوگی لیکن یہ مخالف ہے عموم آیت قرآنی کے کہ حمل والیوں کی عدت وضع حمل ہے اور شائد صاحب نہر الفائق نے حد ایاس سے دو برس پورے کا ارادہ کیا ہو نہ سن ایاس کا اس واسطے کہ فقہا کا یہ قول کہ لڑکا دو برس سے زیادہ پیٹ میں نہیں ٹھہرتا زندہ و مردہ دونوں کو شامل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **و فی حق امرأۃ الفار من الطلاق البائن** ان مات وہی فی العدۃ **البعد الاجلین من عدۃ الوفاۃ وعدۃ الطلاق احتیاطا** بان تربص اربعۃ اشہر وعشرا من وقت الموت منہا ثلث حیض من وقت الطلاق تتمنی و فیہ قصور لانہا لو لم ترفیہا حیضا تعتد بعدہا بثلث حیض حتی لو امتد طہرہا تبقی عدتہا حتی تبلغ الایاس فتح اور زوجہ فار کے حق میں طلاق بائن کی عدت اگر مرد مر گیا ہو عورت کی عدت میں تو البعد الاجلین ہے یعنی عدت وفات اور عدت طلاق میں جو بعید تر ہے وہ عدت کرنا لازم ہے بنا بر احتیاط کے اس طرح پر کہ چار مہینے اور دس دن انتظار کرے موت کے وقت سے اسی چار مہینے دس دن میں تین حیض بھی گذر جائیں شروع طلاق سے کذا ذکرہ الشمنی اور اس بیان میں قصور ہے یعنی البعد الاجلین کی تفسیر جو شمنی نے کی پوری نہیں کہ سب عورتوں کو شامل نہیں اس واسطے کہ اگر عورت نے چار مہینے دس دن میں حیض نہ دیکھا تو وہ بعد چار مہینے دس دن کے تین حیض کی عدت کرے جتنے دنوں میں ہو یہاں تک کہ اگر عورت کا طہر دراز ہو جائے حیض : آوے تو اس کی عدت باقی رہے گی ناامیدی کی عمر تک کذا فی فتح القدیر اور بعد پچاس برس کے تین مہینے کی عدت ہوگی **ہم** تقریر البعد الاجلین کی آسان طریق پر موافق فتاوی قاضی خاں کے یوں ہے کہ اگر چار مہینے دس دن میں تین حیض بھی گذر جاویں تو عدت منقضی ہوگئی اور اگر چار مہینے دس دن ہو چکیں اور تین حیض نہ ہو چکیں تو جب تک تین بار حیض نہ ہوگا عدت آخر نہ ہوگی اور اگر تین حیض قبل چار مہینے دس دن کے ہو چکیں تو بدوں تمام ہونے چار مہینے دس دن کے عدت منقضی نہ ہوگی **فائدہ** عدت البعد الاجلین چار صورتوں میں ہوتی ہے ایک فار کی عورت جس کا

Marfat.com

بیان ابھی تھا دوسری صورت یہ کہ زوج کی دو عورتیں ہیں اور اس نے ایک کو معین کر کے طلاق دی بشرطیکہ دونوں سے وطی کر چکا ہو اور دونوں حیض والیاں ہوں پھر زوج مرگیا اور یاد نہ رہا کہ دونوں میں سے مطلقہ کون ہے تو ہر عورت پر دو واجب ہے البعد الاجلین تیسری صورت یہ کہ دو عورتوں میں سے ایک کو بلا تعیین تین بار طلاق دی اپنی صحت میں پھر مرگیا بدوں بیان کرنے تعیین کے تو ہر عورت کی عدت البعد الاجلین ہے چوتھی صورت یہ کہ دو عورتوں میں سے ایک کو طلاق دی بلا تعیین صحت کی حالت میں پھر اپنے مرض الموت میں بیان کر دیا کہ فلانی کو طلاق دی تھی اور قبل انقضائے عدت طلاق مرگیا تو مطلقہ پر البعد الاجلین کی عدت واجب ہوگی کذا فی فتاوی قاضی خاں اور پانچویں صورت البعد الاجلین کی وہ ہے جس کو شارح اسی باب میں مذکور کر چکا یعنی جس ام ولد کا مولی اور زوج دونوں مرجاویں اور معلوم نہ ہو کہ کون پہلے مرگیا وقید بالبائن لان **لمطلقہ** الرجعی **بالموت** اجماعاً اور فار کے زوجہ کی البعد الاجلین عدت ہونے میں مصنف نے طلاق بائن کی قید لگائی اس واسطے کہ اس کی مطلقہ رجعی کی عدت وہ ہے جو موت کی عدت ہے بالاتفاق یعنی چار مہینے دس دن کی عدت ہے خواہ اس میں تین حیض ہوں یا نہ ہوں **والعدۃ فی من اعتقت فی عدۃ رجعی لا عدۃ البائن ولا الموت ان تتم کعدۃ حرۃ** اور عدت اس لونڈی کے حق میں جو آزاد ہوگئی طلاق رجعی کی عدت میں نہ طلاق بائن کی عدت میں اور نہ موت کی عدت میں یہ ہے کہ پوری کرے عدت کو مانند حرہ کی عدت کے یعنی لونڈی کے زوج نے اس کو طلاق رجعی دی تو اس کی عدت تھی دو حیض یا ڈیڑھ مہینہ لیکن ہنوز اس کی عدت منقضی نہ ہوئی تھی کہ اس کے مولی نے اس کو آزاد کر دیا تو اب اس پر حرہ کی عدت پوری لازم ہوگئی یعنی تین حیض کی عدت اور اگر صغیرہ یا آئسہ ہو تو تین مہینے کی عدت **واعتقت فی احدہما ای البائن او الموت فلعدۃ امۃ لبقاء النکاح فی الرجعی دون الاخیرین** اور اگر لونڈی آزاد ہوئی طلاق بائن یا زوج کی موت میں تو اس کی عدت مانند لونڈی کی عدت کے ہے بسبب باقی رہنے نکاح کے طلاق رجعی میں نہ بائن اور موت میں یعنی چونکہ رجعی میں نکاح قائم ہے لہذا مطلقہ رجعی کی عدت مانند حرہ کے ہے بخلاف بائن اور موت کے وقد تنتقل العدۃ ستاً کامۃ صغیرۃ منکوحۃ مطلقت رجعیاً فتعتد لشہر ونصف فحاضت تصیر حیضتین فاعتقت تصیر ثلثا فامتد طہرہا الی ان تیاس تصیر بالاشہر فعاد مہا تصیر بالحیض فمات زوجہا تصیر اربعۃ اشہر وعشراً او رکا ہے بدلتی ہے عدت چھ طرح پر چنانچہ لونڈی صغیرہ منکوحہ کو طلاق رجعی ہوئی تو اس کی عدت ہے ڈیڑھ مہینہ پھر اس کو قبل گذرنے ڈیڑھ مہینے کے حیض آیا تو اب دو حیض کی عدت ہوگئی پھر قبل انقضائے عدت کے وہ آزاد ہوگئی تو اس کی عدت تین حیض کی ہوگئی پھر قبل تین حیض کے طہر اس کا دراز ہوگیا یعنی پچاس برس کی عمر تک حیض آیا تو اب اس کی عدت تین مہینے کی ہوگئی پھر قبل گذرنے تین مہینے کے حیض جاری ہوا تو تین حیض کی عدت ہوگئی پھر قبل انقضائے تین حیض کے زوج اس کا مرگیا تو اب چار مہینے دس دن کی عدت ہوگی تو یہ پانچ بار انتقال ہوا اور شارح چھ بار کے انتقال کا قائل ہے تو شائد کہ اس نے پہلی صورت کو بھی انتقال قرار دیا ہے واللہ اعلم آئسہ اعتدت بالاشہر ثم عاد مہا علی جاری عادتہا او حبلت من زوج آخر بطلت عدتہا وفسد نکاحہا واستأنفت بالحیض لان شرط الخلفیۃ تحقق الایاس عن الاصل وذلک بالعجز الدائم الی الموت وہو ظاہر الروایۃ کما فی الغایۃ واختارہ فی الہدایۃ فتعین المصیر الیہ قالہ فی البحر بعد حکایۃ ستۃ اقوال مصححۃ واقرہ المصنف آئسہ نے مہینوں کی عدت کی پھر عود کیا اس کے حیض نے بکثرت جاری ہو کر موافق عادت قدیمی کے یا کہ اس کو حیض نہ آیا لیکن بعد تین مہینے کی عدت کے اس نے نکاح کیا اور دوسرے زوج سے وہ حاملہ ہوگئی تو اس حیض کے آنے یا حاملہ ہونے سے مہینوں کی عدت باطل ہوگئی اور نکاح ثانی فاسد ہوگیا اس واسطے کہ تین عدت میں ہوا تو اب وہ عورت سرے سے عدت کو بحساب حیض شروع کرے اس واسطے کہ عدت بالاشہر خلف تھی عدت بالحیض کی اور شرط خلف ہونے کی یہ ہے کہ اصل سے ناامیدی متحقق ہو اور تحقق ناامیدی بسبب ناامیدی دائمی کے ہوتا ہے موت تک تو اس صورت میں بسبب حیض آنے یا حاملہ ہونے کے ناامیدی نہ رہی اس واسطے کہ آئسہ وہ ہے جس کو

Marfat.com

نہ حیض ہو نہ حمل اور یہی بطلان اور استیناف عدت ظاہر الروایۃ ہے کذا فی النہایۃ اور اسی کو پسند کیا ہے ہدایہ میں تو اسی روایت پر رجوع اعتماد مقرر ہوگیا ایسا کہا ہے بحر رائق میں بعد نقل کرنے چھ قول کے جن کی تصحیح ہو چکی ہے اس مسئلہ میں اور اسی ظاہر الروایۃ کو ثابت رکھا ہے مصنف نے متن اور شرح میں ہم آئسہ کے حیض جاری ہونے کی مراد میں پندرہ قول ہیں لیکن ترجمہ میں کثرت سیلان ہی کو مذکور کیا اس واسطے کہ بحر الرائق میں مذکور ہے کہ معراج الدرایۃ میں اسی قول پر فتوی ہے لکن اختار البہنسی ما اختارہ الشہید انہا ان رأت قبل تمام الاشہر استانف لابعدہا قلت وبہ ما اختارہ صدر الشریعۃ وملا خسرو والباقانی واقرہ المصنف فی باب الحیض وعلیہ فالنکاح جائز والعدۃ فی المستقبل بالحیض کما صححہ فی الخلاصۃ وغیرہا وفی الجوہرۃ والمجتبی انہ الصحیح المختار وعلیہ الفتوی وفی تصحیح القدوری وہذا التصحیح اولی من تصحیح الہدایۃ وفی النہر انہ اعدل الاقوال ونظمہ فیما حققتہ علی الملتقی لیکن اختیار کیا ہے بہنسی نے جس کو شہید نے اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر آئسہ نے قبل تمام ہونے تین مہینے کے حیض کو دیکھا تب تو عدت مہینوں کی باطل ہوئی سرے سے حیض کی عدت شروع کرے اور بعد تمام ہونے تین مہینے کے حیض کو دیکھا تو عدت پوری ہوئی اب استیناف عدت کا نہ کرے شارح کہتا ہے اسی کو صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں اور ملا خسرو اور باقانی نے پسند کیا ہے اور اسی قول کو مصنف نے باب الحیض میں ثابت رکھا ہے اور موجب اس قول مختار کے بعد تین مہینے کے نکاح زوج ثانی کا جائز ہے نہ فاسد اور زمان مستقبل میں اگر زوج ثانی طلاق دیوے تو عورت بحساب حیض عدت کرے چنانچہ اسی کی تصحیح کی ہے خلاصہ وغیرہا میں اور جوہرہ اور مجتبی میں کہا ہے کہ یہی قول صحیح ہے اور مختار ہے اور اسی پر فتوی ہے اور تصحیح قدوری میں یوں ہے کہ تصحیح اس قول کی بہتر ہے تصحیح ہدایہ سے اور نہر الفائق میں کہا ہے کہ یہی قول سب روایات میں معتدل تر ہے اور پوری تقریر اس کی شارح کی اس شرح میں ہے جو ملتقی الابحر پر لکھی والصغیرۃ لو حاضت بعد تمام الاشہر لاتستانف الا اذا حاضت فی اثنائہا فتستانف الحیض لما تستانف العدۃ بالشہور من حاضت حیضۃ او حیضتین ثم ایست تحرزا عن الجمع بین الاصل والبدل اور صغیرہ کو اگر حیض آوے بعد تمام ہونے تین مہینے کے تو استیناف عدت کا حیض سے نہ کرے مگر جب کہ اس کو درمیان عدت کے حیض آوے یعنی تین مہینے کے اندر آوے تو حیض سے عدت شروع کرے چنانچہ استیناف عدت کا مہینوں سے وہ عورت کرتی ہے جس کو ایک بار یا دو بار حیض آیا پھر وہ آئسہ ہوگئی یعنی پچپن برس کو پہنچ گئی ان صورتوں میں پہلی عدت چھوڑ کر دوسری عدت کا حکم اس واسطے ہوا تاکہ جمع ہو جانے اصل اور بدل سے بچا رہے اس واسطے کہ بدل درصورت تعذر اصل ہوتا ہے تو کچھ عدت اصل ہوا اور کچھ بدل جائز نہیں والایاس سنۃ للرومیۃ وغیرہا خمس وخمسون عند الجمہور وعلیہ الفتوی وقیل الفتوی علی خمسین نہر اور ایاس یعنی ناامیدی کی عمر خواہ عورت روم کی رہنے والی ہو خواہ اور کسی ملک کی پچپن برس ہے نزدیک اکثر فقہا کے اور اسی قول پر فتوی ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ پچاس برس پر فتوی ہے کذا فی النہر الفائق ہم محمد سے روایت ہے کہ روم کی عورت میں حد ایاس پچپن برس اور اس کے سوا میں ساٹھ برس یا ستر برس ہوتا ہے لیکن اس روایت پر فتوی نہیں کذا فی البحر الرائق وفی البحر عن الجامع صغیرۃ بلغت ثلثین سنۃ ولم تحض حکم بایاسہا اور بحر الرائق میں جامع سے منقول ہے کہ صغیرہ تیس برس کو پہنچی اور اس کو حیض نہ آیا تو اس پر ایاس کا حکم کیا جاوے گا وعدۃ المنکوحۃ نکاحا فاسدا کالعدۃ فی باطلہ وکذا موقوف قبل الاجازۃ اختیار للصواب ثبوت العدۃ والنسب بحر اور عدت منکوحہ بنکاح فاسد کی حیض ہے تو نکاح فاسد کی قید سے نکاح باطل نکل گیا کہ اس میں عدت نہیں نکاح باطل یہ ہے غیر کی عورت سے دانستہ نکاح کرے اور اسی طرح نکاح موقوف میں قبل اجازت کے عدت نہیں کذا فی الاختیار نکاح موقوف جیسے نکاح فضولی کا یا نکاح غلام یا لونڈی کا بلا اذن مولی لیکن حق یہ ہے کہ نکاح موقوف میں عدت اور نسب ولد کا ثابت ہے کذا فی البحر الرائق و الموطوءۃ بشبہۃ ومنہ تزوج امرأۃ الغیر غیر عالم بحالہا کما سیجئ والموطوءۃ بشبہۃ ان تقیم مع زوجہا الاول وتخرج باذنہ فی العدۃ لقیام النکاح بینہما

Marfat.com

وانما حرم الوطی حتی تلزمہ نفقتہا وکسوتہا بحر یعنی اذا لم تکن عالمۃ راضیۃ کما سیجئ اور عدت اس عورت کی جس کی وطی بشبہہ ہوئی اور منجملہ وطی بشبہہ غیر کی عورت سے نکاح کر لینا ہے نادانستہ چنانچہ آخر باب میں آوے گا اور اگر مرد نے دانستہ غیر کی عورت سے نکاح کیا تو وہ شبہہ نہیں صریح زنا ہے تو اس میں عدت نہیں اور جس کی وطی بشبہہ ہو گئی اس کو اپنے اول زوج کے پاس رہنا جائز ہے اور نکلنا گھر سے اس کی اجازت سے عدت میں لازم ہے بسبب قائم رہنے نکاح کے دونوں میں اور زوج اول کو حرام تو فقط وطی ہے عدت تک قیام نکاح کا یہاں تک ثابت ہے کہ زوج اول کو عورت کا نفقہ اور لباس دینا لازم ہے کذا فی البحر الرائق شارح کہتا ہے نفقہ زوج اول پر اس وقت لازم ہوگا جب کہ عورت واقف اور راضی نہ ہو یعنی دونوں قیدیں یا ایک قید ضروری ہے وجوب نفقہ میں چنانچہ اگر عورت واقف ہو کہ یہ شخص میرا زوج نہیں لیکن بجبر اس کے مرد کے پاس شب زفاف میں کر دیا ہو اور مرد سے کہا ہو کہ یہ تیری عورت ہے اور وقت وطی کے ہر چند عورت نے کہا ہو کہ میں غیر کی زوجہ ہوں لیکن اس نے اعتبار نہ کیا ہو اور تلوار سے ڈرایا ہو تو اس صورت میں کسی پر حد نہیں مرد پر بسبب شبہہ کے اور عورت پر بسبب جبر کے اور عدت بعد وطی کے اس پر واجب ہوگی اور نفقہ زوج اول پر لازم ہوگا اس واسطے کہ عورت کا کچھ قصور نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی **وام الولد فلا عدۃ علی مدبرۃ ومعتقۃ غیر الآئسۃ والحامل فان عدتہا** بالاشہر والوضع عدت ام ولد کی تو اس قید سے مدبرہ اور معتقہ پر عدت نہیں دراں حالیکہ ام ولد اور آئسہ اور حاملہ نہ ہو اس واسطے کہ عدت آئسہ کی دو مہینوں سے ہے اور عدت حاملہ کی بوضع حمل ہے **الحیض للموت** ای موت الواطی **وغیرہ کفرقۃ** او متارکۃ **لان عدۃ ہولاء لتعرف براءۃ الرحم** وہو بالحیض ولم یکتف بحیضۃ احتیاطا یعنی عدت منکوحہ بنکاح فاسد اور موطوءہ بشبہہ اور ام ولد کی بشرط عدم ایاس اور حمل کے فقط تین حیض ہیں وطی کرنے والے کی عدت میں بھی حیض کی عدت ہے نہ مہینوں کی اور غیر موت میں بھی تین حیض ہی کی عدت ہے غیر موت کی عدت جیسے نکاح فاسد میں فرقت ہوئی ہو بحکم قاضی یا اظہار ترک وطی کے عزم کا ایسی عورتوں کی عدت بالحیض ہوئی نہ بالاشہر اس واسطے کہ عدت ان کی محض واسطے دریافت کرنے صفائی رحم کے ہے اور یہ دریافت نہیں ہو سکتا مگر حیض سے اور ہر چند ایک حیض سے بھی صفائی معلوم ہو جاتی ہے لیکن ایک حیض پر کفایت نہ کی بلکہ بنا بر احتیاط کے تین حیض مقرر ہوئے **ولا اعتداد بحیض طلقت فیہ** اجماعا اور اس حیض کا جس میں طلاق واقع ہوئی عورت پر شمار نہیں عدت میں بالاجماع اس واسطے کہ قرآن سے حرہ کی عدت میں تین حیض اور حدیث سے لونڈی کی عدت میں دو حیض ثابت ہیں تو پورے حیض معتبر ہوں گے نہ ناقص لہذا طلاق والا حیض ساقط الاعتبار ہے یعنی اس کے سوا تین اور حیض حرہ میں اور دو حیض لونڈی میں لازم ہونگے **واذا وطئت المعتدۃ** بشبہۃ ولو من المطلق **وجب عدۃ اخری** لتجدد السبب **وتداخلتا والمرئ من الحیض منہما وعلیہا ان تتم العدۃ الثانیۃ ان تمت الاولی** اور جب وطی ہو گئی عدت والی عورت کی شبہہ سے اگرچہ طلاق دینے والے زوج نے ہی وطی کی تو واجب ہوگی معتدہ پر دوسری عدۃ بسبب متجدد ہونے سبب عدت کے اور دونوں عدتیں متداخل ہو جاویں گی یعنی مل جاویں گی اور جو حیض کہ بعد وجوب عدت ثانیہ کے دکھائی دے گا وہ دونوں عدتوں میں شمار ہوگا اور واجب ہوگا معتدہ پر پورا کرنا دوسری عدت کا اگر تمام ہو گئی پہلی عدت چنانچہ اگر عورت کو طلاق بائن ہوئی اور اس کو ایک بار حیض آیا اور اس نے دوسرے زوج سے نکاح کیا اور بعد وطی کے تفریق ہوئی پھر عورت کو اور دو بار حیض آیا تو یہ تینوں حیض دونوں عدتوں میں محسوب ہوں گے تو زوج اول کی عدت تو پوری ہو گئی پہلا حیض اور یہ دو حیض مل کر اور زوج ثانی کی عدت میں فقط دو ہی حیض ہیں تو جب ایک حیض اور ہوگا تب ثانی کی عدت تمام ہوگی خلاصہ یہ ہے کہ یہاں چار حیض ہیں پہلا حیض تو پہلی عدت کو مخصوص ہے اور پچھلا حیض دوسری عدت کو مخصوص ہے اور درمیان کے دو حیض دونوں عدتوں میں مشترک اور متداخل ہیں ہم معتدہ سے مراد طلاق بائن کی معتدہ ہے تاکہ زوج مطلق کی وطی داخل رہے وطی بشبہہ میں اور اگر طلاق رجعی کی عدت میں معتدہ سے زوج وطی کرے گا تو رجعت ثابت ہو جاوے گی کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لو بالاشہر او بہما لو معتدۃ وفاۃ اور اسی طرح متداخل ہونگی

Marfat.com

دو عدتیں اگر ہر ایک عدت مہینوں کی ہو چنانچہ آئسہ کی عدت میں وطی بشبہہ ہوگئی تو اگر پہلی عدت آخر ہوئی قبل دوسری کے تو دوسری عدت کا بھی پورا کرنا مہینوں سے واجب ہوگا یا ایک عدت مہینوں کی ہو اور دوسری حیض کی اگر معتدہ وفات ہو یعنی ایک عورت وفات زوج سے چار مہینے دس دن کی عدت میں تھی کہ اس کی وطی بشبہہ ہوگئی تو دوسری عدت حیض کی ہوگی تو اگر چار مہینے دس دن میں تین حیض بھی ہوگئے تو دونوں عدتیں منقضی ہوگئیں بسبب تداخل کے اور اگر اس مدت میں حیض جاری نہ ہوا تو بعد اس مدت کے تین حیض کی عدت ثانیہ علیحدہ واجب ہوگی کذا فی البحر الرائق فلو حذف قولہ والمرئی منہما لعمتہا وعم الحامل لو حبلت فعدتہا الوضع الا معتدۃ الوفاۃ فلا تتغیر بالحمل کما مر وصححہ فی البدائع سو جب معلوم ہوا کہ تداخل دو عدتوں کا جیسا کہ حیض کی عدتوں میں ہوتا ہے ویسا ہی مہینوں کی عدت میں بھی ہوتا ہے تو اگر مصنف اپنے قول المرئی منہما کو محذوف کرتا . . . . . یعنی رویت حیض نہ مذکور کرتا تو دونوں قسم کی عدتوں کو شامل ہوتا اور اس معتدہ کو بھی شامل ہوتا جو عدت میں حاملہ ہوگئی تو اس کی عدت وضع حمل ہے یعنی اس عورت کو دو عدتیں لازم ہیں ایک حیض کی دوسری وضع کی لیکن دونوں عدتیں وضع حمل سے منقضی ہو جاویں گی اس واسطے کہ حاملہ کو حیض نہیں آتا کذا فی الکافی ہر حاملہ کی عدت وضع حمل ہے مگر معتدہ وفات کی عدت مہینوں کے حساب سے ہے سو اس کو تغیر نہیں ہوتا حمل سے چنانچہ گذر گیا اس کا بیان زوجہ صغیرہ میں جب کہ بعد موت صغیر کے وہ حاملہ ہو جاوے اور اسی روایت کی تصحیح کی بدائع میں ومبدأ العدۃ بعد الطلاق وبعد الموت علی الفور اور عدت کا شروع بعد طلاق اور بعد موت کے ہوتا ہے فی الفور بلا توقف وتنقضی العدۃ وان جہلت المرأۃ بہما ای بالطلاق والموت لانہا اجل فلا یشترط العلم بمضیہ سواء اعترف بالطلاق او انکر اور آخر ہو جاتی ہے عدت اگرچہ عورت کو خبر نہ ہو طلاق اور موت کی یعنی زوج نے طلاق دی اور تین حیض ہوگئے یا زوج مر گیا اور چار مہینے دس دن گذر گئے عدت آخر ہوگئی عورت کو طلاق اور موت کی خبر ہو یا نہ ہو اس واسطے عدت نام ہے مدت معین کا سو گذر گئی تو اس کے گذر جانے کا علم مشروط نہیں خواہ زوج طلاق کا مقر ہو یا منکر فلو طلق امرأتہ ثم انکر واقیمت علی بینۃ وقضی القاضی بالفرقۃ کان ادعتہ علیہ فی الشوال وقضی بہ فی المحرم فالعدۃ من وقت الطلاق لا من القضاء بزازیہ سو اگر زوج نے طلاق دی اپنی عورت کو پھر منکر ہو گیا اور گواہوں نے اس کو جھوٹا لیا اور قاضی نے حکم دیا جدائی کا مثلاً عورت نے دعوی کیا کہ زوج نے اس کو شوال میں طلاق دی تھی اور حکم جدائی کا ہوا محرم میں تو عدت کی ابتدا طلاق کے وقت سے ہوگی یعنی شوال سے نہ قاضی کے حکم دینے سے یعنی محرم سے کذا فی البزازیہ وفی الطلاق المبہم من وقت البیان اور طلاق مبہم میں ابتدائے عدت بیان کے وقت سے ہوگی نہ طلاق سے ولو شہدا بطلاقہا ثم بعد ایام عدۃ فقضی بالفرقۃ فالعدۃ من وقت الطلاق لا القضاء اور اگر دو شاہدوں نے گواہی دی عورت کی طلاق کی پھر بعد چند روز کے عدالت شاہدوں کی ثابت ہوئی پھر قاضی نے حکم جدائی کا دیا تو ابتدائے عدت وقت طلاق سے ہوگی نہ قضا سے بخلاف مالم اقر بطلاقہا منذ زمان ماض فان الفتوی انہا من وقت الاقرار مطلقا نفیا لتہمۃ المواضعۃ بخلاف اس صورت کے کہ اگر زوج نے اقرار کیا عورت کی طلاق کا شروع زمان ماضی سے مثلاً رجب میں کہا کہ میں نے محرم میں طلاق دی تھی تو فتوی اس پر ہے کہ ابتدائے عدت اقرار کے وقت سے ہوگی مطلقاً خواہ عورت اس کی تصدیق کرے یا تکذیب یا کہے کہ مجھ کو معلوم نہیں یہ فتوی ہوا تاکہ موافقت زوجین کی تہمت دور ہو جاوے یعنی احتمال ہے کہ خلاف واقع اظہار انقضائے عدت میں زوج اور زوجہ موافق ہو گئے ہوں کسی غرض سے مثلاً زوج کی یہ غرض ہو کہ پانچویں عورت سے نکاح کرے اور عورت کی یہ غرض ہو کہ زوج ثانی سے نکاح کرے تو اس تہمت کے مندفع ہونے کے واسطے فتوی یہ ہوا کہ اقرار طلاق سے عدت شروع ہو نہ زمان ماضی سے لکن ان کذبتہ فی الاسناد او قالت لا ادری وجبت العدۃ من وقت الاقرار ولہا النفقۃ والسکنی وان صدقتہ فکذلک غیر انہ ان وطیہا لزمہ مہر ثان اختیار ولا نفقۃ ولا سکنی ولا کسوۃ لہا لقبول قولہا علی نفسہا خانیہ لیکن اگر عورت نے تکذیب زوج کی اسناد میں کی یعنی زوج نے جو

Marfat.com

طلاق کو زمان ماضی کی طرف منسوب کیا تھا اس کی تکذیب کی یا کہ عورت نے کہا کہ میں نہیں جانتی تو عدت واجب ہوگی وقت اقرار سے اور عورت کا نفقہ اور سکنی مرد پر لازم ہوگا اور اگر عورت نے زوج کے طلاق دینے زمان ماضی کی تصدیق کی تو بھی اسیطرح عدت واجب ہوگی وقت اقرار سے سوائے اس بات کے کہ اگر زوج نے وطی کی ہو بعد اس وقت کے جس میں ایقاع طلاق کا اظہار کرتا ہے تو دوسرا مہر اس پر لازم ہوگا بستر طیکہ طلاق بائن ہو کذا فی الاختیار اور عورت کا نفقہ لازم ہوگا اور نہ سکنی اور نہ لباس بسبب مقبول ہونے عورت کے قول کے اس کی ذات کی مقرت بر کذا فی الخانیہ یعنی عورت خود قائل ہو چکی کہ میری عدت گذر چکی تو اس کا حق ساقط ہو گیا وفیہا ابانہا ثم اقام معہا زمانا ان مقر البطلا فہا تنقضی عدتہا لاان منکرا اور خانیہ میں ہے کہ زوج نے اپنی عورت کو طلاق بائن دی پھر اس کے پاس رہا کچھ مدت تک اگر مقر ہے اس کی طلاق کا تو عدت اس کی منقضی ہوگی اور اگر منکر ہے طلاق کا تو عدت نہ آخر ہوگی وفی اول طلاق جواہر الفتاوی ابانہا واقام معہا فان اشتہر طلاقہا فیما بین الناس تنقضی والا لا وکذا لو خالعہا ان بین الناس واشہد علی ذلک تنقضی والا لا ہو الصحیح وکذا لو کتم طلاقہا لم تنقض تبرا انتہی وحینئذ فمبدأہا من وقت الثبوت وظہور اور جواہر الفتاوی کی اول کتاب الطلاق میں یوں ہے کہ زوج نے طلاق بائن دی عورت کو پھر اس کے ساتھ رہا کچھ سو اگر اس کا طلاق دینا لوگوں میں مشہور ہو گیا تو عدت اس کی منقضی ہو گئی اور اگر طلاق مشہور نہیں تو انقضائے عدت نہیں اور اسی طرح اگر خلع کیا عورت سے سو اگر خلع مشہور ہو گیا لوگوں میں اور گواہ کیا لوگوں کو اس پر تو عدت منقضی ہو گئی اور نہیں تو نہیں یہی قول صحیح ہے اور اسی طرح اگر مرد نے عورت کی طلاق مخفی رکھی تو عدت منقضی نہ ہوگی مرد کی جھڑکی کے واسطے انتہی کلام جواہر الفتاوی شارح کہتا ہے کہ اس وقت یعنی عدم شہرت طلاق میں ابتدائے عدت وقت ثبوت اور ظہور طلاق سے ہوگی ومبدأہا فی النکاح الفاسد بعد التفریق من القاضی بینہما ثم لو وطیہا حد جوہرہ وغیرہا وقیدہ فی البحر بحثا بکونہ بعد العدۃ لعدم الحد بوطی المعتدۃ اور ابتدائے عدت نکاح فاسد میں بعد تفریق کر دینے قاضی کے ہے دونوں میں پھر اگر مرد وطی اس عورت سے کرے گا تو اس کو حد ماری جاوے گی کذا فی الجوہرہ وغیرہا اور بحر الرائق میں دلیل بیان کر کے مخصوص کیا ہے وطی کو ساتھ ہونے وطی کے بعد عدت کے یعنی حد اس صورت میں لازم آوے گی جب وطی بعد عدت کے ہوئی ہو اس واسطے کہ معتدہ کی وطی میں حد نہیں اد المتارکۃ ای اظہار العزم من الزوج علی ترک وطیہا بان یقول بلسانہ ترکتک ونحوہ یا ابتدائے عدت نکاح فاسد میں بعد متارکت کے ہے یعنی قصد کرنا زوج کا عورت کی ترک وطی پر اسطرح کہ اپنی زبان سے کہے عورت سے کہ میں نے تجھ کو چھوڑا یا اسی طرح کچھ اور کہے ومتہ الطلاق وانکار النکاح لو بحضرتہا والا لا بمجرد العزم لو مدخولۃ ولو لا فبکفی تفرق الابدان اور از قسم متارکت ہے طلاق یا نکاح فاسد سے انکار کرنا اگر عورت کے سامنے طلاق اور انکار ہوا ہو اور اگر عورت کے پیچھے طلاق اور انکار کرے گا تو متارکت صحیح نہ ہوگی اگر منکوحہ بنکاح فاسدہ مدخولہ ہے تو اب فقط عزم ترک سے متارکت نہ جائز ہوگی اور اگر مدخولہ نہیں ہے تو فقط تفرق ابدان کافی ہے یعنی عورت کو اسی طرح چھوڑ کر چلا جانا کہ پھر اسکے پاس آنے کا ارادہ نہ ہو والخلوۃ فی النکاح الفاسد لا یوجب العدۃ اور خلوت کرنا نکاح فاسد میں خواہ خلوت صحیحہ ہو خواہ فاسدہ موجب عدت کی نہیں والطلاق فیہ لا ینقص عدۃ الطلاق لانہ فسخ جوہرہ ولا تعتد فی بیت الزوج بزازیہ اور نکاح فاسد میں طلاق دینا عدد طلاق کو کم نہیں کرتا یعنی اگر دوسری بار اس عورت سے نکاح صحیح کرے گا تو پوری تین طلاق کا مالک ہوگا اس واسطے کہ نکاح فاسد کی طلاق فسخ ہے نہ طلاق واقعی کذا فی الجوہرہ اور نکاح فاسد میں عورت زوج کے گھر میں عدت کو نہ آخر کرے اس واسطے کہ واقع میں وہ زوج ہی نہیں کذا فی البزازیہ قالت مضت عدتی والمدۃ تحتملہ وکذبہا الزوج قبل قولہا مع حلفہا والا تحتمل المدۃ لا لان الامین انما یصدق فیما لا یخالف الظاہر کہا معتدہ نے کہ میری عدت ہو چکی اور مدت گنجائش رکھتی ہے انقضائے عدت کو اور زوج عورت کی تکذیب کرتا ہے تو مقبول ہوگا قول عورت کا ساتھ قسم کھانے عورت کے اور اگر مدت میں انقضائے عدت کا احتمال نہیں تو قول عورت کا مقبول نہیں اس واسطے کہ ہر چند عورت اس بیان میں امین ہے اور امین کا قول البتہ مقبول ہوتا ہے

Marfat.com

لیکن امین کے قول کی اس وقت تصدیق ہوتی ہے جب ظاہر حال اس کے بیان کے مخالف نہ ہو اور جب عدت میں گنجائش انقضائے عدت کی نہ ہوئے تو ظاہر حال اس کا مخالف ہوا لہذا اس کا قول مقبول نہ ہوگا ثم لو بالشہور فالمقدر بالمذکور ولو بالحیض فاقلہا لحرۃ ستون یوما ولامۃ اربعون پھر اگر عدت عورت کے مہینوں کی ہو جیسے صغیرہ اور آئسہ کی تو تقدیر اس کی مذکور ہو چکی یعنی طلاق اور فسخ میں تین مہینے اور موت میں چار مہینے دس دن اور اگر لونڈی ہو تو آدھی اس کی اور اگر عدت حیضوں کی ہے تو کمتر مدت انقضائے عدت کی حرہ کے حق میں ساٹھ دن ہیں اور لونڈی کے حق میں چالیس دن ہم ساٹھ دن اس حساب سے ہوئے کہ گویا اول طہر میں طلاق واقع ہوئی قبل وطی کے اس واسطے کہ معتبر طلاق سنی ہے نہ بدعی تو تین طہر کے پینتالیس دن ہوئے اور تین حیض کے باعتبار اوسط مرتبہ کے پندرہ دن تو سب ساٹھ دن ہوئے اور اسی طرح لونڈی کے دو طہر کے تیس دن اور دو حیض کے دس دن مجموع چالیس دن ہوئے یہ مذہب امام اعظم کا ہے بروایت امام محمد کے اور صاحبین کے نزدیک اقل مدت حرہ کی انتالیس دن ہے اس حساب سے کہ گویا اس کو آخر طہر میں طلاق ہوئی تو دو طہر کے تیس دن ہوئے اور تین حیض کے نو دن بحساب اقل حیض کے اور لونڈی کی اقل مدت اکیس دن ایک طہر کے پندرہ دن اور دو حیض کے چھ دن مجموع اکیس دن ہوئے تو بموجب امام اعظم کے مذہب کے اگر حرہ دعوی کرے ساٹھ دن کے بعد کہ میری عدت آخر ہو گئی تو اسکا قول مع الیمین مقبول ہوگا اور اس مدت سے کم میں مقبول نہ ہوگا مالم تدع السقط کما مر فی الرجعۃ ومالم یکن طلاقہا معلقا بولادتہا فیعتم لذلک خمسۃ وعشرین للنفاس کما مر فی الحیض اور اس اقل مدت کا اعتبار اس وقت تک ہے جب تک عورت نے سقوط ولد کا اپنے پیٹ سے دعوی نہیں کیا چنانچہ اس کی تصریح باب الرجعۃ میں مذکور ہو چکی اور جب تک کہ طلاق عورت کی اس کی ولادت پر نہ معلق ہو اور اگر طلاق ولادت پر معلق ہو گی تو اقل عدت کے ساتھ پچیس دن نفاس کے ملائے جاویں گے چنانچہ اس کا بیان باب الحیض میں ہو چکا خلاصہ یہ کہ اگر عورت اسقاط حمل کا دعوی کرے گی بشرطیکہ ولد کے کچھ اعضاء بن گئے ہوں تو فورا بمجرد اسقاط کے عدت آخر ہو جاوے گی اور اگر زوج نے یوں تعلیق کی کہ اگر تو جنے گی تو تو مطلقہ ہے تو اس صورت میں کمتر مدت انقضائے عدت حرہ کے پچاسی دن ہیں ساٹھ دن حیض کی عدت کے اور پچیس دن نفاس کے ہر چند نفاس کی اقل مدت معین نہیں لیکن عدت کی تعیین میں پچیس ہی دن مقرر ہو چکے ہیں نکح نکاحا صحیحا معتدۃ ولو من فاسد وطلقہا قبل الوطی ولو حکما وجب علیہ مہر تام وعلیہا عدۃ مبتداۃ لانہا مقبوضۃ فی یدہ بالوطی الاول لبقاء اثرہ وہو العدۃ مرد نے نکاح صحیح کیا اپنی معتدہ سے اگرچہ عدت اس کی نکاح فاسد ہی کے سبب سے ہو اور طلاق دی اس کو قبل وطی کے اگرچہ وطی حکمی ہو یعنی بعد خلوت کے تو واجب ہوگا مرد پر پورا مہر اور لازم ہوگی عورت پر دوسری عدت از سر نو اس واسطے کہ عورت مرد کے قبضہ اور قابو میں ہے بسبب اول وطی کے بواسطے بقائے اثر وطی کے وہ اثر وطی عبارت ہے عدت سے تو جب اس نے دوسرا نکاح کیا تو قبض اول بجائے قبض ثانی ہو گیا چنانچہ اگر چیز مغصوب غاصب کے قبضہ میں ہو اور وہ اس کے مالک سے اس کو خرید کرے تو بمجرد خرید کے وہ قابض ٹھہرے گا تجدید قبض کی حاجت نہیں وہذہ احدی المسائل العشرۃ مبنیۃ علی ان الدخول فی النکاح الاول دخول فی الثانی اور یہ ایک مسئلہ ہے ان مسائل عشرہ کا جن کی بنا اس قاعدہ پر ہے کہ نکاح اول کی وطی قائم مقام ہے نکاح ثانی کی وطی کے ہم تفصیل ان مسائل عشرہ کی یوں ہے کہ پہلا مسئلہ تو مذکور ہو چکا ۲ نکاح فاسد کیا اور بعد دخول کے تفریق ہوئی پھر اسی عدت میں نکاح صحیح کیا اور قبل دخول کے طلاق دی تو مہر کامل اور عدت مستقلہ واجب ہوگی شارح اس مسئلہ ثانیہ کو بلفظ ولو من فاسد مذکور ہو چکا ۳ نکاح کیا اور بعد دخول صحت میں طلاق بائن دی پھر عدت کے اندر نکاح ثانی کیا پھر حالت مرض الموت میں قبل دخول طلاق بائن دی ۴ عورت نے غیر کفو سے نکاح کیا اور قاضی نے ولی کی نالش سے تفریق کر دی دونوں میں پھر عدت کے اندر اس مرد نے نکاح ثانی بمہر جدید کیا اور قاضی نے پھر تفریق کر دی اور مرد نے قبل دخول کے طلاق دی ۵ صغیرہ سے نکاح کیا اور بعد دخول کے طلاق بائن دی پھر عدت میں نکاح کیا . . . . . پھر وہ بالغ ہوئی پھر وہ ناراض ہوئی نکاح سے قبل دخول کے

Marfat.com

۶ ایک عورت سے نکاح کیا پھر بعد دخول کے اس کو طلاق دی پھر وہ مرتدہ ہوگئی پھر مسلمان ہوئی پھر عدت میں زوج نے اس سے نکاح کیا اور قبل دخول کے طلاق دی ۷ بعد نکاح اور دخول کے طلاق دی پھر عدت میں نکاح کیا پھر وہ مرتدہ ہوگئی پھر مسلمان ہوئی پھر اس سے عدت میں نکاح کیا پھر قبل دخول کے طلاق دی ۸ بعد نکاح اور دخول کے طلاق دی پھر عدت میں نکاح کیا پھر وہ مرتدہ ہوگئی قبل دخول کے ۹ لونڈی سے نکاح کیا اور بعد دخول کے وہ آزاد ہوئی سو اس نے اپنی ذات کو اختیار کر کے نکاح فسخ کیا پھر عدت میں اس سے دوسرا نکاح کیا اور قبل دخول کے طلاق دی ۱۰ لونڈی کو بعد نکاح اور دخول کے طلاق دی پھر عدت میں نکاح کیا پھر وہ آزاد ہوگئی اور اس نے فسخ نکاح کر دیا قبل دخول کے سو ان مسائل عشرہ میں دخول نکاح اول بجائے دخول نکاح ثانی کے ہے امام اعظم اور ابی یوسف کے نزدیک پورا مہر اور عدت مستقلہ واجب ہوگی اور محمد کے نزدیک نصف مہر اور تکمیل عدت سابقہ واجب ہے نہ عدت مستقلہ کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر وقول زفر لا عدۃ علیہا[1] ابطلہ المصنف بما یطول وجزم بان القاضی المقلد اذا خالف مشہور مذہبہ لا ینفذ حکمہ فی الاصح کما لو ارتشی الا ان ینص السلطان علی العمل بغیر المشہور فیسوغ فیصیر حنفیا زفریا وبذا لم یقع بل الواقع خلافہ فلیحفظ اور زفر کا یہ قول ہے کہ جس معتدہ مدخولہ کا نکاح ہوا اور قبل دخول کے مطلقہ ہوئی اس پر عدت واجب نہیں سو اس قول کو مصنف نے باطل کیا ہے بکلام طویل اور یقین کیا ہے اس پر کہ اگر قاضی مقلد نے اپنے مشہور مذہب کی مخالفت کی تو اس کا حکم جاری نہ ہوگا قول اصح میں چنانچہ اگر رشوت لے کر حکم کرے گا جاری نہ ہوگا مگر یہ کہ سلطان تصریح کر دے سند قضا میں غیر مشہور پر عمل کرنے کی تو حکم جاری ہو جاوے گا تو اس وقت میں وہ حنفی زفری ہوگا اور ایسا حکم سلطان کا ہنوز واقع نہیں ہوا بلکہ حکم سلطان روم کا اس کے مخالف واقع ہے یعنی قول راجح پر عمل کرنے کا حکم ہے روم اور شام اور حرمین شریفین میں تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ذمیۃ غیر حامل طلقہا ذمی اومات عنہا لم تعتد عند ابی حنیفۃ اذا اعتقدو ذلک لانا امرنا بترکہم وما یعتقدون ذمیہ غیر حاملہ کو طلاق دی ذمی نے یا ذمیہ کو زندہ چھوڑ کر ذمی مر گیا تو اس پر عدت نہیں نزدیک امام اعظم کے جب کہ کفار ذمی عدم عدت کے معتقد ہوں اس واسطے کہ ہم اہل اسلام مامور بعدم تعرض ہیں ان سے اور ان کے اعتقادیات سے اور اس واسطے کہ کفار مخاطب باحکام شرعیہ نہیں ولو کانت الذمیۃ حاملا تعتد بوضعہ اتفاقا وقیدہ الولوالجی بما اذا اعتقدوہا اور اگر ذمیہ حاملہ ہو تو وہ عدت کرے بوضع حمل باتفاق امام اور صاحبین کے اس واسطے کہ اس کے پیٹ میں لڑکا ثابت النسب ہے کذا فی الہدایہ اور ولوالجی نے وجوب عدت حاملہ ذمیہ کو مقید کیا تھا ساتھ اس قید کے کہ جب کفار ذمی وجوب عدت حاملہ کے معتقد ہوں اور یہ قول ضعیف ہے اور پہلا اصح ہے کذا فی منح الغفار والذمیۃ لو طلقہا مسلم اومات عنہا فتعتد اتفاقا مطلقا لان المسلم یعتقدہ اور ذمیہ کتابیہ کو اگر مسلمان طلاق دے یا اس کو زندہ چھوڑ کر مر جاوے تو وہ عدت کرے بالاتفاق مطلقا خواہ حاملہ ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ مسلمان وجوب عدت کا معتقد ہے وکذا لا تعتد مستامنۃ افترقت بتباین الدارین لان العدۃ حیث وجبت وجبت حقا للعباد والحربی ملحق بالجماد الا الحامل فلا یصح تزوجہا لانہا معتدۃ بل لان فی بطنہا ولدا ثابت النسب اور اسی طرح مثل ذمیہ کے وہ حربیہ عدت نہ کرے جو دار الاسلام میں گرفتار ہو کر اپنے زوج سے جدا ہوگئی بسبب تباین دارین کے اس واسطے کہ عدت جہاں کہیں واجب ہوئی ہے تو واسطے محفوظ رکھنے حق عباد کے واجب ہوئی ہے اور کافر حربی ملحق ہے ساتھ بہائم اور جماد کے سوائے حاملہ حربیہ کے کہ اس سے نکاح کر لینا صحیح نہیں یہ عدم صحت اس وجہ سے نہیں کہ وہ معتدہ ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ اس کے پیٹ میں لڑکا ثابت النسب ہے کحربیۃ خرجت الینا مسلمۃ اوذمیۃ اومستامنۃ ثم اسلمت اوصارت ذمیۃ لما مر انہ ملحق بالجماد الا الحامل لما مر چنانچہ وہ حربیہ عدت نہ کرے جو دار الحرب چھوڑ کر ہماری طرف نکل آئی مسلمان ہو کر یا ذمیہ ہو کر یا امان لے کر پھر مسلمان ہوگئی یا ذمیہ ہوگئی اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ حربی جانور اور پتھر میں داخل ہے سوائے حاملہ کے بدلیل گذشتہ یعنی ہر چند ان پر

[1] ایک نسخہ میں علیہا کے بعد فتحل للازواج ہے یعنی جب اس پر عدت نہیں تو ازواج کو حلال ہوگی ۱۲

Marfat.com

عدت نہیں لیکن بخیال ولد ثابت النسب اس سے نکاح کرنا صحیح نہیں وکذا لا عدۃ لو تزوج امرأۃ الغیر ووطیہا عالما بذلک وفی نسخ المتن ودخل بہا ولا بد منہ وبہ یفتی ولہذا یجدمع العلم بالحرمۃ لانہ زنا والمزنی بہا لا تحرم علی زوجہا فی شرح الوہبانیۃ لو زنت المرأۃ لا یقربہا زوجہا حتی تحیض لاحتمال علوقہا من الزنا فلا یسقی ماءہ زرع غیرہ فلیحفظ لغرابۃ اور اسی طرح عدت نہیں اگر نکاح کرے کوئی مرد غیر کی منکوحہ سے اور وطی کرے اس سے غیر کی منکوحہ جان کر اور متن کے نسخوں میں ودخل بہا داخل ہے اور مصنف کی شرح سے ساقط ہے اور حالانکہ قید دخول کی ضرور ہے اس واسطے کہ اگر مرد ثانی نکاح کر کے دخول نہ کرے گا تو عدت کا احتمال ہی نہیں اور اسی قول پر یعنی عدم عدت منکوحہ غیر پر فتوی ہے اور چونکہ منکوحہ غیر پر عدت نہیں بسبب نکاح ثانی کے اس واسطے مرد پر حد ماری جاوے گی ساتھ دانست حرمت کے اس واسطے کہ غیر منکوحہ سے حرام جان کر وطی کرنا بھی زنا ہے اور زنا موجب عدت کا نہیں اور جس عورت سے زنا کیا وہ اپنے زوج پر حرام نہیں اس واسطے کہ زانی کے نطفہ کی کچھ شرع میں عزت نہیں اور شرح وہبانیہ میں یوں ہے کہ اگر عورت نے زنا کیا تو اس کا زوج اس سے قربت نہ کرے یہاں تک کہ اس کو ایک بار حیض آجاوے بسبب احتمال نطفہ رہ جانے زنا کے تو نہ سینچے زوج کا پانی غیر کی کھیتی کو سو اس روایت کو یاد رکھنا چاہیے بسبب غرابت کے نہ بسبب اعتماد کے اس واسطے کہ روایت معتمد مفتی بہ میں کچھ عدت نہیں اور فصل محرمات میں شارح تشریح کر چکا ہے کہ روایت وہبانیہ کی ضعیف ہے طحطاوی نے کہا کہ اگر روایت وہبانیہ کو استحباب پر محمول کیجیے نہ وجوب پر تو کچھ غرابت نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی بخلاف ما اذا علم حیث تحرم علی الاول الی ان منقضی العدۃ ولا نفقۃ لعدتہا علی الاول لانہا صارت ناشزۃ خانیۃ قالت لو عالمۃ راضیۃ کما مر قندیہ بخلاف اس کے جب کہ زوجہ ثانی کو معلوم نہ ہو کہ یہ عورت غیر کی منکوحہ ہے اور وہ نادانستہ نکاح اور وطی کرے تو اس وقت میں عورت حرام ہو گی زوج اول پر یہاں تک کہ عدت نکاح ثانی کی منقضی ہو جاوے اس واسطے کہ یہ زنا نہیں شبہہ نکاح ہے اور زوج پر اس کی عدت کا نفقہ واجب نہیں اس واسطے کہ وہ نافرمان ہوئی کذا فی الخانیہ شارح کہتا ہے کہ عورت نافرمان اس وقت ہو گی جب کہ وہ دانستہ اپنی خوشی سے نکاح کرے اور اگر نادانستہ یا جبر سے نکاح ہوا ہو گا تو وہ نافرمان نہیں اور نفقہ عدت کا زوج اول پر لازم ہو گا چنانچہ اس کی تفصیل اسی باب میں مذکور ہو چکی سو اس کو غور اور تامل کر فروع مسائل تحفہ شارح کے ادخلت منیہ فی فرجہا بل تعتد فی البحر بنعم لاحتیاجہا لتعرف برأۃ الرحم وفی النہر بخلافہ ان ظہر حملہا نعم والا لا عورت نے ڈال دی منی مرد کی اپنی شرمگاہ میں کیا اس پر عدت لازم ہے بحر الرائق میں بنا بر بحث کے جواب اس سوال کا دیا کہ ہاں عدت لازم ہے واسطے دریافت ہو جانے صفائی رحم کے اور نہر الفائق میں بدلیل اس سوال کے جواب میں تفصیل کی کہ اگر منی ڈالنے سے حمل عورت کا ظاہر ہوا تو عدت وضع حمل تک لازم ہے اور اگر حمل ظاہر نہیں تو عدت بھی لازم نہیں **ف** دونوں جواب کا ثمرہ اختلاف یہ ہے کہ اگر قبل دریافت کرنے صفائی رحم کے نکاح کیا اور بعد اس کے معلوم ہوا کہ رحم خالی تھا تو بطور صاحب نہر نکاح صحیح ہے اور بطور جواب صاحب بحر کے نکاح صحیح نہیں شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ جواب صاحب بحر کا قوی ہے اس واسطے کہ فقہا نے تصریح کر دی ہے کہ منی ڈال لینے سے بھی لڑکا پیدا ہوتا ہے تو بخوف اضاعت ولد اور اشتباہ نسب کے بہر صورت عدت لازم ہے اور بحث صاحب نہر کی اپنے بھائی یعنی صاحب بحر سے بلا وجہ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی القنیۃ ولدت ثم طلقہا ومضی سبعۃ اشہر فتزوجت آخر لم یصح اذا لم تحض فیہا ثلث حیض وان لم تکن حاضت قبل الولادۃ لان من لا تحیض لا تحبل اور قنیہ میں ہے، کہ ایک عورت جنی پھر زوج نے اس کو طلاق دی اور سات مہینے گذر گئے سو عورت نے دوسرے زوج سے نکاح کیا تو نکاح صحیح نہیں جبتک کہ اس عدت میں تین حیض اس کو نہ آویں اگرچہ قبل ولادت کے اس کو حیض نہ آیا ہو اس واسطے کہ جس کو حیض نہیں آتا وہ حاملہ نہیں ہوتی تو اس کی عدت حیضوں کی ہو گی نہ مہینوں کی وفیہا طلقہا ثلثا ولیقول کنت طلقتہا واحدۃ ومضت عدتہا فلو مضیہا معلوما عند الناس لم یقع والا یقع اور قنیہ میں ہے کہ طلاق دی زوج نے عورت کو تین بار اور بعد تین طلاق کے

Marfat.com

کہتا ہے کہ میں اس کو ایک طلاق دے چکا تھا اور اس کی عدت بھی گذر گئی یعنی تین طلاق سے پہلے ایک طلاق دی اور عدت گذر گئی زوج کی غرض اس کلام سے یہ ہے کہ تین طلاق نہ واقع ہوں کی بسبب عدم بقائے ملک کے کہ بلا توسط زوج ثانی بنکاح جدید عورت اس کو حلال ہو جاوے تو اگر طلاق اول کی عدت کا گذرنا لوگوں کو معلوم ہو تو تین طلاق نہ واقع ہوں گی اور اگر لوگوں کو انقضائے عدت نہ معلوم ہو تو تین طلاق واقع ہونگی اور بلا توسط زوج ثانی عورت اس کو حلال نہ ہو گی ولو حکم علیہ بوقوع الثلاث بالبینۃ بعد انکار فلو برہن انہ طلقہا قبل ذلک بمدۃ طلقۃ لم تقبل بحر اور اگر قاضی کا حکم ہو چکا ہو زوج پر تین طلاق واقع ہونے کا بسبب شہادت کے بعد انکار زوج کے پھر اگر زوج گواہوں سے ثابت کرے کہ وہ عورت کو ایک طلاق عدت سے قبل ان تین طلاق کے دے چکا ہے تو یہ گواہی مقبول نہ ہو گی کذا فی البحر الرائق اس واسطے کہ ابطال حکم قاضی گواہوں سے نہیں ہو سکتا وفیہ عن الجوہرۃ اخبرہا ثقۃ ان زوجہا الغائب مات او طلقہا ثلثا او اتاہا منہ کتاب علی ید ثقۃ بالطلاق ان اکبر رایہا انہ حق فلا باس ان تتعد وتتزوج اور بحر الرائق میں جوہرہ سے منقول ہے کہ عورت کو خبر دی ثقہ نے کہ اس کے غائب زوج نے اس کو طلاق دی تین بار یا وہ مر گیا یا عورت کے پاس زوج کی طرف سے خط آیا طلاق کا معتمد شخص کے ہاتھ سو اگر عورت کو ظن غالب ہوا کہ خبر اور خط حق ہے تو کچھ مضائقہ نہیں کہ عدت کرے اور بعد عدت کے نکاح کرے وکذا لو قالت امراۃ لرجل طلقنی زوجی وانقضت عدتہا لا باس ان یتزوجہا اور اسی طرح اگر کسی عورت نے کسی مرد سے کہا کہ میرے زوج نے مجھ کو طلاق دی ہے اور اس کی عدت منقضی ہو گئی تو کچھ مضائقہ نہیں کہ مرد اس سے نکاح کرے ہم لا باس کی قید سے معلوم ہوا کہ نکاح نہ کرنا اولیٰ ہے باستحقیق کامل وفیہ عن الحاکم لو شکت فی وقت موتہ تعتد من وقت تستیقن بہ احتیاطا اور بحر الرائق میں کافی حاکم سے منقول ہے کہ اگر عورت کو شک پڑے زوج کی موت کے وقت میں تو عدت کرے اس وقت سے کہ جس میں یقین ہو جاوے موت کا بنا بر احتیاط کے وفیہ عن المحیط کذبتہ فی مدۃ تحتمل لم تسقط نفقتہا وجاز لہ نکاح اختہا عملا بخبریہما بقدر الامکان ولو ولدت لاکثر من نصف حول ثبت نسبہ ولم یفسد نکاح اختہا فی الاصح فترۃ لوما ت دون المعتدۃ اور بحر الرائق میں محیط سے منقول ہے مرد نے دعوی کیا کہ عورت اپنی انقضائے عدت کی خبر دے چکی ہے اور عورت اس کی تکذیب کرتی ہے اس مدت میں جو انقضائے عدت کی محتمل ہے تو نفقہ عورت کی عدت کا مرد سے ساقط نہ ہو گا اور جائز نہ ہو گا مرد کو نکاح کر لینا اُوس کی بہن سے بنا بر عمل کرنے دونوں کی خبروں پر حتی الامکان عدم سقوط نفقہ میں عورتوں کی خبر پر عمل کیا اور اس کی بہن کے جواز نکاح میں مرد کی خبر پر عمل کیا اور اگر عورت مطلقہ حتی چھ مہینے سے زیادہ مدت میں تو ولد کا نسب مرد سے ثابت ہو گا اور نہ فاسد ہو گا نکاح عورت کی بہن کا قول اصح میں تو اس کی بہن ہی وارث ہو گی مرد کی اگر وہ مر گیا نہ عورت معتدہ۔

فصل فی الحداد

یہ فصل ہے حداد میں یعنی سوگ میں جاء من باب اعد ومد وفروری بالجیم لفظ حداد کا آیا ہے تین باب سے افعال اور نصر اور ضرب سے اور جیم بھی مروی ہے بجائے حائے مہملہ بمعنی قطع زینت اور اصمعی منکر ہے الا باب افعال کا کذا فی الصحاح وہو لغۃ کما فی القاموس ترک الزینۃ للعدۃ اور حداد لغت میں چنانچہ قاموس میں ہے عبارت ترک زینت سے بسبب عدت کے خواہ طلاق بائن ہو خواہ رجعی عورت کا فرہ ہو یا صغیرہ تو معنی لغوی عام ہے معنی شرعی سے وشرعا ترک الزینۃ ونحوہا للمعتدۃ بائن او موت اور اصطلاح شرح میں حداد عبارت ہے ترک زینت اور خوشبو وغیرہ سے واسطے معتدہ طلاق بائن اور موت کے تحد بضم الحاء وکسرہا کما مر مکلفۃ مسلمۃ ولو امۃ منکوحۃ بنکاح صحیح ودخل بہا بدلیل قولہ اذا کانت معتدۃ بتۃ لو موت وان امرہا المطلق والمبت بترکہ لانہ حق الشرع اظہارا للتاسف علی فوات نعمۃ النکاح سوگ کرے عورت بالغہ عاقلہ مسلمہ اگرچہ زوجہ لونڈی منکوحہ ہو بنکاح صحیح اور زوج اس کی وطی کر چکا ہو سوگ اس وقت واجب ہے جب کہ زوجہ قطع نکاح اور موت زوج سے عدت میں ہو بتہ یعنی قطع نکاح عبارت ہے تین طلاق سے یا طلاق بائن سے یا خلع سے یا عینین وغیرہ کی فرقت سے قطع نکاح اور موت سے سوگ واجب ہے اگرچہ زوج طلاق دینے والا یا میت سوگ نہ کرنے کی وصیت کر گیا ہو اس واسطے کہ

Marfat.com

ترک زینت حق ہے شرع کا واسطے ظاہر کرنے افسوس کے نعمت نکاح کے فوت ہو جانے پر تو اس مسئلہ کی قیود سے معلوم ہوا کہ صغیرہ اور مجنونہ اور کافرہ اور منکوحہ بنکاح فاسد اور مطلقہ رجعی پر سوگ کرنا لازم نہیں شارح کہتا ہے کہ نکاح میں دخول کی قید لگائی ہم نے اس قول مصنف کے باعث سے کہ معتدہ بت پر ترک زینت واجب ہے کیونکہ مبتوتہ پر عدت واجب نہیں مگر بعد دخول کے ہم جلبی نے کہا کہ قید دخول کی مبتوتہ کے واسطے تو صحیح ہے لیکن معتدہ موت کے واسطے مضر ہے اس واسطے کہ معتدہ موت پر بہر صورت ترک زینت واجب ہے مدخولہ ہو یا نہ ہو تو اس قید کا ساقط کرنا ہی لازم تھا ترک الزینۃ بجلی احریر او امتشاط بضیق الاسنان والطیب وان لم یکن لہا کسب الا فیہ والدہن ولو بلا طیب کزیت خالص والکحل والحناء ولبس المعصفر المزعفر والمصبوغ بمغرۃ او ورس الا لعذر راجع للجمیع اذا الضرورات تبیح المحظورات سوگ کرے عورت ترک زینت سے خواہ آرائش زیور کی ہو یا ریشمی کپڑے کی باریک دانتوں کی کنگھی کرنے سے تو کشادہ دانتوں کی کنگھی منع نہیں اس واسطے کہ وہ سنگار کی چیز نہیں دافع تکلیف ہے کذا فی البحر اور اگر سوگ کرے خوشبو کے ترک سے اگرچہ عورت کا کوئی اور پیشہ ہو سوا خوشبو سازی کے اور تیل سر میں ڈالنا یا بدن میں ملنا ترک کرے اگرچہ تیل بے خوشبو کا ہو جیسے خالص زیتون کا تیل یا میٹھا تیل یا گھی کذا فی البحر اور سرمہ اور مہندی ترک کرے اور کسم اور زعفران اور گیرو اور ورس کا رنگین کپڑا نہ پہنے ورس گھاس ہے زرد رنگ خوشبودار یمن میں ہوتی ہے اس سے کپڑے رنگتے ہیں ان سب چیزوں کا استعمال جائز نہیں مگر عذر سے اس واسطے کہ ضروریات مباح کر دیتی ہیں ممنوعات کو تو ریشمی کپڑا پہننا واسطے دفع خارش اور جوں کے جائز ہے اور سرمہ لگانا آنکھوں کی بیماری میں درست ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ شب کو لگاوے اور صبح کو دھو ڈالے اور اگر کوئی کپڑا میسر نہ ہو تو کسم اور زعفران کا رنگین کپڑا پہننا جائز ہے ولا باس باسود وارزق ومعصفر خلق لارائحۃ لہ اور کچھ مضائقہ نہیں سیاہ اور کرنجی کپڑے میں اور کسم کے رنگین پرانے کپڑے میں جس میں کسم کی خوشبو باقی نہیں لاحداد علی سبیۃ کافرۃ وصغیرۃ ومجنونۃ ومعتدۃ عتق کموتہ عن ام ولدہ ومعتدۃ نکاح فاسد او وطی بشبہۃ او طلاق رجعی سوگ نہیں سات عورتوں پر کافرہ اور صغیرہ اور مجنونہ اور آزاد ہونے کی عدت والی پر جیسا کہ مولی کی موت ام ولد کو چھوڑ کر اور نکاح فاسد اور وطی بشبہہ اور طلاق رجعی کی عدت والیوں پر ہم کافرہ اور صغیرہ اور مجنونہ پر اس واسطے سوگ واجب نہیں کہ وہ مکلف نہیں اور ام ولد قید مملوکیت سے چھوٹی تو اس کو تاسف کا کیا مقام ہے اور نکاح فاسد اور وطی بشبہہ سے نعمت نکاح کی فوت نہیں ہوئی کہ افسوس کی جگہ ہو بلکہ گناہ سے خلاصی ملی اور مطلقہ رجعی میں سوگ کا کیا ذکر ہے بلکہ اس کو آرائش اور سنگار کرنا چاہیے تاکہ اس کا زوج مائل ہو کر رجعت کرے ویباح الحداد علی قرابۃ ثلثۃ ایام فقط وللزوج منعہا لان الزینۃ حقہ فتح وینبغی حمل الزیادۃ علی الثلثۃ اذا رضی الزوج اولم تکن مزوجۃ نہر اور مباح ہے ترک زینت کرنا قرابت والوں کی موت میں فقط تین دن تک اور زوج کو درست ہے کہ اپنی زوجہ کو تین دن کے اندر بھی منع کرے سوگ کرنے سے اس واسطے کہ آرائش حق ہے مرد کا کذا فی فتح القدیر اور لائق یوں ہے کہ حلال ہو زیادتی ترک زینت تین دن سے بھی زیادہ جب زوج عورت کا راضی ہو یا وہ منکوحہ نہ ہو کذا فی النہر الفائق ہم صحیحین میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال نہیں اس عورت مسلمان کو جو حق تعالیٰ اور قیامت کو حق جانتی ہو کہ تین دن سے زیادہ کسی کے غم میں سوگ کرے مگر اپنے زوج پر چار مہینے اور دس دن فتح القدیر میں اسی قدر ہے کہ بموجب اس حدیث کے تین دن سے زیادہ ترک زینت حرام ہے غیر ازواج کی موت میں اور یہ جو شارح نے فتح القدیر کی طرف نسبت کیا کہ تین دن میں بھی منع کر دینا زوج کو درست ہے سو یہ وہم پڑ گیا ہے اس کو یہ فتح القدیر کی عبارت نہیں بلکہ صاحب نہر الفائق کی یہ عبارت ہے اور یہ جو صاحب نہر نے بشرط برضائے زوج یا عدم تزوج تین دن سے زیادہ سوگ کرنا قرابت والوں کے واسطے تجویز کیا سو مخالف ہے

Marfat.com

الطلاق حدیث مذکور کے اور مخالف ہے روایت فقہ کے امام محمد نے نوادر میں کہا کہ حلال نہیں عورت کو سوگ کرنا اپنے باپ یا بیٹے یا بھائی یا ماں کی موت میں یعنی تین دن سے زیادہ سوگ مخصوص ہے زوج کے واسطے کذا فی حاشیۃ المدنی و فی التاتارخانیہ ولا تعذر فی لبس السواد و ہی آثمۃ الا لزوجہ فی حق زوجہا فتعذر الی ثلثۃ ایام قال فی البحر وظاہرہ منعہا من السواد تاسفا علی موت زوجہا فوق الثلث اور فتاوی تاتارخانیہ میں ہے کہ عورت معذور نہیں سیاہ کپڑے پہننے میں بتقریب ماتم اور وہ اس سیاہ پوشش سے گنہگار ہے مگر زوجہ اپنے زوج کے حق میں تین دن تک معذور ہے بحر الرائق میں کہا کہ ظاہر کلام تاتارخانیہ کا اس پر دلالت کرتا ہے کہ عورت کو سیاہ پوشی ممنوع ہے اپنے زوج کی موت کے تاسف پر تین دن سے زیادہ ہم شارح عنقریب تصریح کر چکا ہے کہ سیاہ پوشش میں کچھ مضائقہ نہیں اور تاتارخانیہ سے معلوم ہوا کہ جائز نہیں تو مطلب یہ ہے کہ اگر قبل موت زوج کے سیاہ کپڑا رنگا ہو تو درست ہے اور اگر بعد موت کے بتقریب ماتم رنگین کیا تو جائز نہیں چنانچہ یہ تفصیل تاتارخانیہ سے مفہوم ہوتی ہے وفی النہر لو بلغت فی العدۃ لزمہا الحداد فیما بقی اور نہر الفائق میں ہے کہ اگر زوجہ صغیرہ بالغ ہو گئی عدت کے اندر تو اس پر سوگ کا لازم ہوگا ما بقی عدت میں والمعتدۃ ای معتدۃ کما صرح بہ غیر واحد فیعم معتدۃ عتق ونکاح فاسد واما الخالیۃ فتخطب اذا لم یخطبہا غیرہ ومرضی بہ فلو بلغت فقولان تحرم خطبہا بالکسر والضم اور عدت والی سے پیام نکاح کا دینا حرام ہے کوئی عدت والی ہو کذا فی العینی تو معتدۂ عتق اور معتدہ نکاح فاسد کو بھی یہ حرمت شامل ہے اور جو عورت کہ عدت سے خالی ہو تو اس سے پیام دینا درست ہے اس وقت جب کہ دوسرے نے اس کو پیام نہ دیا ہو اور وہ راضی نہ ہو گئی ہو اور اگر بعد پیام کے عورت نے سکوت کیا ہو نہ اقبال کیا ہو نہ انکار تو اس میں دو قول ہیں اول قول یہ ہے کہ پیام دینا جائز ہے اور دوسرا قول یہ کہ جائز نہیں ہم اصل ان روایات کی وہ حدیث متفق علیہ ہے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نے فرمایا لا یخطب احدکم علی خطبۃ اخیہ یعنی کوئی تم میں سے پیام نکاح نہ دے اپنے بھائی کی منگنی پر فقط خطبہ بکسر اول بمعنی پیام نکاح اور بعضے اہل لغت بضم اول بھی قائل ہیں وصح التعریض کرید التزوج لو معتدۃ لوفاۃ لا المطلقۃ اجماعا لافضائہ الی عداوۃ المطلق ومفادہ جواز لمعتدۃ عتق ونکاح فاسد ووطی بشبہۃ نہر اور صحیح ہے تعریض اگر معتدۂ وفات ہو یعنی گول مول پیام نکاح کا دینا درست ہے دکھول کر چنانچہ یوں کہنا کہ میں نکاح کا ارادہ رکھتا ہوں یا کہ مجھ کو آرزو ہے کہ حق تعالی مجھ کو نیک بخت عورت میسر کرے اور صحیح نہیں تعریض مطلقہ سے بالاجماع اس واسطے کہ تعریض مطلقہ سے طلاق سننے والے کے عداوت کی نوبت پہنچی ہے اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے جواز تعریض کا واسطے معتدۂ عتق اور معتدہ نکاح فاسد اور معتدۂ وطی بشبہہ کے اس واسطے کہ ان صورتوں میں کوئی طلاق دینے والا نہیں جس کی عداوت کا خوف ہو لکن فی القہستانی عن المضمرات ان بناء التعریض علی الخروج لیکن قہستانی میں مضمرات سے یوں منقول ہے کہ بنا تعریض عورت کے نکلنے پر ہے اس واسطے کہ گھر کے اندر جا کر تعریض درست نہیں اور سوائے معتدہ وفات کے کسی معتدہ کا گھر سے نکلنا جائز نہیں اس واسطے کہ گھر کے اندر جا کر تعریض درست نہیں اور سوائے معتدہ وفات کے کسی معتدہ کا گھر سے نکلنا جائز نہیں اس واسطے کہ نفقہ سب عدت والیوں کا مرد پر فرض ہے سوائے معتدۂ وفات کے پھر جب نکلنا اور عدت والیوں کو جائز نہ ہوا تعریض کرنا کیونکر ہوگا ولا یخرج معتدۃ رجعی و بائن بای فرقۃ کانت علی ما فی الظہیریۃ لو تختلعہ علی نفقۃ عدتہا فی الاصح اختیارا وعلی السکنی فیلزمہا ان تکتری بیت الزوج معراج لو حرۃ او امۃ مبواۃ ولو من فاسد اور نہ نکلے معتدہ رجعیہ اور بائن کسی طرح سے جدا ہو گئی ہو کذا فی الظہیریۃ اگرچہ عورت نے اپنی عدت کے عوض خلع کیا ہو تو بھی نہ نکلے قول اصح میں کذا فی الاختیار یا عوض سکنے کے خلع کیا ہو تو لازم ہوگا عورت پر اس صورت میں زوج کے گھر کو کرایہ لینا تا عدت کذا فی المعراج یہ عدم خروج لازم ہے اگر معتدہ حرہ ہو یا ایسی لونڈی ہو جس کو زوج نے ایک مکان رہنے کے واسطے مقرر کر دیا

Marfat.com

ہو اگرچہ عدت نکاح فاسد کی ہو تو بھی اپنے گھر سے نہ نکلے ھ اگر لونڈی کے واسطے زوج نے مکان کو نہ معین کر دیا ہو تو اس کی عدت میں نکلنا درست ہے خواہ وہ خالص لونڈی ہو یا مدبرہ ہو خواہ ام ولد خواہ مکاتبہ اس واسطے کہ خدمت مولی کی اس پر واجب ہے کذا فی البحر الرائق مکلفۃ من بیتہا اصلا لا لیلا ولا نہارا اولا الی صحن دار فیہا منازل لغیرہ ولو باذنہ لانہ حق اللہ تعالیٰ بخلاف نحو امۃ لتقدم حق العبد یعنی نہ نکلے معتدہ مکلفہ اپنے گھر سے جس میں قبل عدت کے رہتی تھی اصلا نہ نکلے رات کو نہ دن کو اور نہ گھر کے اس صحن میں نکلے جس میں غیر زوج کے مکانات ہوں اگرچہ زوج کی اجازت نکلنے میں ہو تو بھی نہ نکلے اس واسطے کہ گھر سے نہ نکلنا حق ہے اللہ تعالیٰ کا تو زوج اس کو باطل نہیں کر سکتا قرآن مجید میں ارشاد فرمایا لا تخرجوہن من بیوتہن ولا یخرجن یعنی عدت والیوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلیں بخلاف لونڈی کے کہ اس کو عدت میں نکلنا جائز ہے بسبب مقدم ہونے حق عبد کے یعنی مولیٰ کی خدمت کے ومعتدۃ موت تخرج فی الجدیدین وثبت اکثر اللیل فی منزلہا لان نفقتہا علیہا فتحتاج للخروج حتی لو کان عندہا کفایتہا صارت کالمطلقۃ فلا یحل لہا الخروج فتح اور موت زوج کی عدت والی نکلے دن میں اور رات میں اور اکثر شب اپنے گھر میں شب باشی کرے اس واسطے کہ نفقہ اس کا اسی پر ہے نہ وارثوں پر تو ضرورت ہوئی اس کو نکلنے کی واسطے تحصیل معاش کے یہاں تک کہ اگر عورت کے پاس بقدر کفایت مال ہو تو وہ بھی مطلقہ کی مانند ہو جاوے گی پھر اس کو بھی باہر نکلنا جائز نہ ہوگا کذا فی فتح القدیر ھ مراد بجدیدین سے رات اور دن ہے اس واسطے کہ ہر دن نیا دن اور ہر رات نئی رات ہے وجوز فی النقایۃ خروجہا لا صلاح مالا بد لہا منہ کزراعۃ ولا وکیل لہا اور جائز رکھا نقایہ میں نکلنا معتدہ کا اپنے ضروری کام کی درستی کے واسطے جیسے کھیتی کی نگہبانی کے واسطے اس حالت میں جب کہ کوئی اس کا کارندہ نہ ہو طلقت او مات وہی زائرۃ فی غیر مسکنہا عادت الیہ فورا لو جوبہ علیہا مطلقہ ہوئی یا کہ زوج مر گیا اور حالانکہ وہ اپنے رشتہ داروں کے ملنے کو گئی تھی اور کسی مکان میں اپنے گھر کے سوا تو طلاق یا موت سنکر فورا اپنے گھر میں پلٹ آوے اس واسطے کہ عورت پر پلٹ آنا واجب ہے وتعتد ان ای معتدۃ طلاق وموت فی بیت وجبت فیہ ولا تخرج منہ اور معتدہ طلاق اور معتدہ موت عدت پوری کریں اس مکان میں جس میں عدت واجب ہوئی ہے اور نہ نکلی جاویں[1] اس سے الا ان تخرج او ینہدم المنزل او تخاف انہدامہ او تلف مالہا او لا یجد کراء البیت ونحو ذلک من الضرورات فتخرج لاقرب موضع الیہ وفی الطلاق الی حیث شاء الزوج معتدہ کو نکلنا جائز نہیں مگر اس وقت جب کہ کوئی زبردستی نکالے خواہ زوج یا صاحب مکان یا ورثہ یا گھر منہدم ہو جاوے یا ڈرے گھر کے گر پڑنے سے یا اپنے مال کے تلف ہونے سے ڈرے یا گھر کے کرایہ دینے کا عورت کا مقدور نہ ہو اسی قسم کی ضرورتوں میں نکلے اور رہے اس مکان میں جو مکان عدت سے قریب تر ہو یعنی حتی الامکان دور نہ جا رہے یہ حکم تھا معتدہ وفات کا اور طلاق کی عدت میں اگر اس قسم کی ضرورتیں پیش آویں تو وہاں رہے جہاں کہ زوج چاہے ولو لم یکفہا نصیبہا من الدار اشترت من الاجانب مجتبی وظاہرہ وجوب الشراء لو قادرۃ او الکراء بحر واقرہ آخرہ والمصنف قلت لکن الذی رأیتہ بنسختی المجتبی استرت من لا ستار فیحرر اور اگر معتدہ وفات کو کفایت نہ کرے اس کا حصہ جو زوج کے گھر سے بطور وراثت کے اس کو ملا تو خرید کرے بیگانوں سے کذا فی المجتبی اور ظاہر کلام مجتبی دلالت کرتا ہے مول لینے کے وجوب پر اگر اس کو مقدور ہو یا کرایہ دینے کی وجوب پر کذا فی البحر الرائق اور اس کو صاحب بحر کے بھائی یعنی صاحب نہر نے اور مصنف نے اپنی شرح میں مسلم رکھا ہے شارح کہتا ہے لیکن جو کہ میں نے مجتبی کے دو نسخوں میں دیکھا ہے بجائے استرت کے سو استترت ہے جس کا مصدر استتار ہے تو اس کو تحقیق اور تنقیح کرنا چاہیے تو اس تقدیر میں مطلب مجتبی کا یہ ہوا کہ اگر حصہ عورت کا رہنے کو کفایت نہ کرے تو عورت بیگانے لوگوں سے پردہ کرے حلبی اور شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ جن نسخوں میں شارح نے استترت

[1] بہتر یہ تھا کہ مترجم اول یوں کہتا اور نہ نکلیں بصیغہ معروف ۱۲

Marfat.com

دیکھا سو غلط نسخے تھے اس واسطے کہ صورت تو یہ مفروض ہے کہ حصہ عورت کا اتنا کمتر ہے کہ رہنے کو کفایت نہیں کرتا پھر جب مکان بقدر کفایت نہ ہو تو پردہ کر لینے سے کیا کام نکلے گا علاوہ اس کے پوری عبارت مجتبی کی یوں ہے کہ استترت من الاجانب فی اولادہ الکبار یعنی عورت خرید کرے بیگانوں اور زوج کی اولاد کبار سے تو درصورت استتار کے مطلب یہ ہوگا کہ زوج کی اولاد کبار سے بھی پردہ کرے حالانکہ زوج کی اولاد سے پردہ نہیں اس واسطے کہ وہ عورت کے محرم ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ولا بد من سترۃ بینہما فی البائن لئلا یختلی بالاجنبیۃ ومفادہ لان الحائل یمنع الخلوۃ المحرمۃ اور طلاق بائن میں ضروری ہے پردہ مرد اور عورت کے درمیان تاکہ مرد کو اجنبی عورت سے خلوت نہ ہو طلاق بائن سے عورت اجنبی ہوگئی تو پردہ کرنا ضروری ہوا اور اس کلام سے معلوم ہوا کہ حائل مانع ہے خلوت محرمہ کا یعنی اگر کوئی چیز درمیان میں حائل ہو دیوار یا ٹاٹ کا پردہ یا کپڑے کا پردہ تو حرام خلوت ثابت نہیں ہوتی وان ضاق المنزل علیہما او کان الزوج فاسقا فحرمۃ وجہہ اولیٰ لان مکثہا واجب لا مکثہ ومفادہ وجوب الحکم بہ ذکرہ الکمال اور اگر تنگی کرے مکان مرد و عورت پر یعنی پردہ کرنے سے لائق گذران کے نہ رہے یا کہ زوج فاسق ہو جس کو حرام حلال کی کچھ تمیز نہیں تو نکل جانا مرد کا اس مکان سے بہتر ہے اس واسطے کہ رہنا عورت کا اس مکان میں تا عدت واجب ہے مرد کا رہنا اس مکان میں کچھ واجب نہیں اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے کہ واجب ہے حکم کرنا زوج کے خروج پر کذا فی فتح القدیر ہم ہر چند فقہا نے زوج فاسق کے خروج کو اولیٰ کہا ہے اور اولی سے وجوب نہیں ثابت نہیں ہوتا ہے لیکن اولویت کی تعلیل میں وجوب مکث عورت کو ذکر کیا ہے تو اس قرینہ سے اولی بمعنی ارجح ہے تو حکم خروج کا واجب ہوگا اس واسطے کہ جب مبیح[1] اور محرم متعارض ہوتے ہیں تو ترجیح محرم کو ہوتی ہے کذا فی فتح القدیر وحسن ان یجعل القاضی بینہما امرأۃ ثقۃ ترزق من بیت المال بحر عن تلخیص الجامع قادرۃ علی الحیلولۃ بینہما اور مستحب یہ ہے کہ قاضی مرد اور عورت کے درمیان ایک ثقہ معتمد عورت کو مقرر کر دی جس کی روزی بیت المال سے دی جاوے کذا فی البحر عن تلخیص الجامع وہ عورت ایسی ہو کہ قادر ہو مرد و عورت میں حائل ہونے پر یعنی ہوشیار قوت والی ہو کہ مرد کو ڈانٹے اور اگر نہ مانے تو شور کر کے لوگوں کو بلا سکے وفی المجتبی الافضل الحیلولۃ بستر ولو فاسقا فامرۃ قال ولہما ان لیسکنا بعد الثلث فی بیت واحد اذا لم یلتقیا التقاء الازواج ولم یکن فیہ خوف فتنۃ انتہی اور مجتبی میں یوں ہے کہ بہتر یہ ہے کہ آڑ کر دی جاوے پردہ سے اور اگر زوج فاسق ہو تو ایک عورت مقرر کی جاوے کہ وہ حائل رہے دونوں میں کہا مجتبی کے مصنف نے کہ جائز ہے مرد اور عورت کو رہنا ایک گھر میں بعد عدت کے بشرطیکہ دونوں زوج اور زوجہ کی طرح نہ ملتے ہوں مثلاً عورت سر اور ہاتھوں کو برہنہ نہ کرتی ہو مرد کے سامنے اور بشرطیکہ دونوں کے ایک جا رہنے میں کچھ فساد کا خوف نہ ہو انتہی کلامہ وسئل شیخ الاسلام عن زوجین افترقا ولکل منہما ستون سنۃ وبینہما اولاد تتعذر علیہما مفارقتہم فیسکنان فی بیتہم ولا یجتمعان فی فراش ولا یلتقیان التقاء الازواج ہل لہم ذلک قال نعم واقرہ المصنف اور کسی نے سوال کیا شیخ الاسلام سے زوجین کے باب میں جن میں طلاق وغیرہ سے جدائی ہو گئی اور مدت گذر گئی اور ہر ایک کی ساٹھ ساٹھ برس کی عمر ہے اور دونوں کی اولاد ہے کہ ان کا چھوڑنا دونوں پر سخت مشکل ہے سو دونوں اولاد والے گھر میں رہتے ہیں اور ایک فرش پر جمع نہیں ہوتے اور آپس میں جورو خاوند کی طرح نہیں ملتے کیا اس طرح کا رہنا ان کو درست ہے شیخ الاسلام نے کہا کہ ہاں درست ہے اور مصنف نے بھی اس روایت کو اپنی شرح میں لکھا ہے ابانہا او مات عنہا فی سفر ولو فی مصر وبینہما وبین مصرہا مدۃ سفر ورجعت ولو بین مصرہا مدتہ وبین مقصدہا اقل مضت طلاق بائن دی عورت کو یا اس کو چھوڑ کر سفر میں مرد مر گیا اگرچہ راہ میں نہیں بلکہ کسی شہر میں طلاق یا موت واقع ہوئی ہو اور نہ ہو درمیان اس جگہ کے اور درمیان عورت کے شہر کے سفر کی مدت یعنی تین دن کی راہ نہ ہو تو عورت وہاں سے لوٹ آوے اپنے شہر میں اور اپنے گھر میں عدت منقضی کر لے اور اگر عورت کے شہر میں اور اس جگہ میں تین

[1] یعنی مباح کرنے والا اور حرام کرنے والا

Marfat.com

دن کی راہ ہو اور جہاں کو جاتی تھی اس کی مسافت وہاں سے تین منزل سے کم ہے تو وہیں چلی جاوے **وان کانت تلک ای مدۃ السفر من کل جانب منہا ولا یعتبر ما فی میمنۃ ومیسرۃ فان کان فی مفازۃ** خیرت بین رجوع وبمضی معہا ولی اولا فی الصور تین اور اگر اس جگہ سے دونوں طرف عدت سفر کی ہو یعنی وہاں سے وطن بھی تین منزل ہے یا زیادہ اور مکان مقصود بھی تین منزل ہے یا زیادہ تو اگر مکان طلاق یا موت کا جنگل ہو تو عورت کو اختیار ہے وطن کے پھر آنے میں اور مکان مقصود کی طرف چلے جانے میں اور داہنے بائیں اگر کوئی شہر قریب ہو تو اس کا کچھ اعتبار نہیں عورت کے ساتھ کوئی اس کا محرم ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں جب وطن تک مدت سفر نہ ہو تو عورت پر رجوع وطن واجب ہے اس کے ساتھ محرم ہو یا نہ ہو اور جب دونوں طرف مدت سفر کی ہو تو عورت کو پھرنے اور چلے جانے میں اختیار ہے خواہ محرم ساتھ ہو یا نہ ہو والعود احمد لتعتد فی منزل الزوج اور جب کہ دونوں طرف مدت سفر کی ہو تو ہر چند عورت مختار ہے لیکن وطن میں پھر آنا مستحب ہے تاکہ عدت کو زوج کے گھر میں منقضی کرے ولکن ان مرت بما یصلح للاقامۃ کما فی البحر وغیرہ وزاد فی النہر وبینہ وبین مقصدہ سفرا **وکانت فی مصر او قریۃ تصلح للاقامۃ تعتد ثمہ ان لم تجد محرما اتفاقا وکذا ان وجدت عند الامام ثم تخرج بمحرم ان کان** ولیکن اگر عورت کا جانے یا پھرنے میں ایسے مقام پر گذار ہو جو رہنے کے لائق ہے یعنی شہر ہو یا گاؤں نہ جنگل کما فی البحر وغیرہ اور نہر الفائق میں اتنی قید اور زیادہ کی کہ اس محل اقامت میں جہاں گذار ہو اور عورت کے مکان مقصود میں سفر کی مدت ہو یا کہ عورت طلاق اور موت کے وقت کسی شہر یا گاؤں میں ہو جو لائق رہنے کے ہے وہیں عدت کرے اگر محرم کو نہ پاوے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسی طرح وہیں عدت کرنا چاہیے اگر محرم کو بھی پاوے نزدیک امام کے پھر بعد عدت کے وہاں سے نکلے اور اپنے وطن کو آوے اگر محرم ساتھ ہو اور اگر محرم نہ ہو تو اس کو تین منزل یا زیادہ سفر کرنا حرام ہے یہاں تک کہ اس کا محرم آوے یا کہ عورت وہاں کسی سے نکاح کرلے اور نہر الفائق کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر درمیان کے شہر سے اور مکان مقصود سے سفر کی مدت سے کم مسافت ہوگی تو عدت وہیں کرنا واجب نہیں بلکہ اگر عورت چاہے تو مکان مقصود کو چلی جاوے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **وتنقل المعتدۃ المطلقۃ بالبادیۃ فتح مع اہل الکلام فی محفۃ او خیمۃ مع زوجہا ان تضررت بالمکث فی المکان الذی طلقہا بہ فلہ ان یتحول بہا والا لا** اور نقل مکانی کرتی رہے وہ عدت والی جس پر طلاق واقع ہوئی جنگل میں کذا فی فتح القدیر یعنی جب زوج مرد صحرائی اور بادیہ نشین ہو ان کا دستور ہے کہ ایک جگہ نہیں ٹھہرتے جہاں جہاں چارہ اور پانی ان کے جانوروں کو ملتا ہے وہاں ٹھہرتے ہیں پھر جب چارہ ختم ہو جاوے تو پھر کوچ کرتے ہیں تو اگر کسی بادیہ نشین نے طلاق دی تو عورت انھیں چارہ پانی تلاش کرنے والوں کے ساتھ نقل مکانی کرتے رہے ڈولی میں یا خیمہ میں اپنے زوج کے ساتھ اگر عورت کو غیر لوگوں کے پاس رہنے سے اس مکان میں جس میں زوج نے اس کو طلاق دی کچھ ضرر ہو جان یا مال کا تو اس صورت میں زوج کو جائز ہے کہ اس کو ساتھ لے کر چلتا پھرتا رہے ڈولی یا خیمہ میں اور اگر عورت کو طلاق کے مکان میں کچھ مضرت نہ ہو تو وہیں عدت کو آخر کرے زوج کے ساتھ نہ پھرے **ولیس للزوج المسافرۃ بالمعتدۃ ولو عن رجعی بحر** اور جائز نہیں زوج کو سفر میں لیجانا عدت والی کا اگرچہ عدت رجعی کی ہو کذا فی البحر الرائق اس واسطے کہ بعد عدت کے عورت اجنبی ہو جاوے گی اور اجنبی عورت کو غیر محرم یا غیر زوج کے ساتھ سفر کرنا جائز نہیں **ومطلقۃ الرجعیۃ کالبائن فی امر غیرانہا تمنع عن مفارقۃ زوجہا فی مدۃ السفر لقیام الزوجیۃ بخلاف المبانۃ** اور مطلقہ رجعیہ بائن کے مانند ہے احکام سابقہ مذکورہ میں یعنی اگر سفر میں طلاق رجعی ہوئی تو اگر وطن تین منزل سے کم ہو تو ضرور پلٹ آوے اور اگر مکان مقصود کمتر ہو تو ادھر چلی جاوے وغیر ذلک مطلقہ بائنہ اور رجعیہ میں فقط اتنا فرق ہے کہ اگر جنگل میں طلاق رجعی ہوئی ہو اور وطن تک اور مکان مقصود تک سفر کی مدت ہو مطلقہ رجعیہ

لہ صواب یہ ہے کہ ترجمہ یوں ہو تا بعد تین طلاقوں ۱۲

Marfat.com

کو ممنوع ہے اپنے زوج کی مفارقت سفر کی مدت میں بسبب قائم رہنے زوجیت کے بخلاف مطلقہ بائنہ کے کہ اس پر مفارقت لازم ہے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے طلب من القاضی ان یسکنہا لجوار لہ یجیبہ وانہا تعتد فی مسکن المفارقۃ ظہیریہ زوج نے درخواست کی قاضی سے کہ معتدہ کو اپنے پڑوس میں رکھے تو قاضی اس کو نہ قبول کرے وہیں عدت کرے عورت جہاں مفارقت ہوئی قنیۃ ابن زوجہا فلہا السکنی لا النفقۃ تاتارخانیہ زوجہ نے ابن زوج کا بوسہ بشہوت لیا تو جدا ہو گئی اور عدت لازم آئی تو زوج پر عورت کے واسطے سکونت کا مکان دینا لازم ہوگا نہ نفقہ دینا کذا فی التاتارخانیہ لا تمنع معتدۃ نکاح فاسد من الخروج فجتبی قلت مر عن البزازیۃ خلافہ لکن فی البدائع لہ منعہا لتحصین مائہ ککتابیۃ او مجنونۃ وام ولد اعتقہا فلیحفظ روک نہیں معتدہ نکاح فاسد کو باہر نکلنے سے کذا فی المجتبیٰ شارح کہتا ہے کہ روایت بزازیہ کی اس کے مخالف گذر گئی لیکن بدائع میں ہے کہ مرد کو جائز ہے منع کرنا معتدہ نکاح فاسد کا اپنے نطفہ کی حفاظت کے واسطے جیسے معتدہ کتابیہ اور مجنونہ زادہ اور ام ولد کا جس کو مولیٰ نے آزاد کر دیا ہے روکنا جائز ہے واسطے حفاظت نطفہ کے تو اس تفصیل کو یاد رکھنا چاہیے ہم شارح نے کلام بدائع سے مجتبیٰ اور ظہیریہ کا مخالف بنایا یعنی مجتبیٰ کی فتح منع خروج اس پر محمول ہے کہ روکنا حق اللہ میں نہیں اور روایت ظہیریہ اس پر محمول ہے کہ روکنا باعتبار وجوب شرعی کے نہیں بلکہ اپنے نطفہ کی حفاظت کے واسطے ہے اور یہ جو شارح نے کہا کہ روایت بزازیہ اس کے مخالف ہے سو یہ سہو کاتب ہے اس واسطے کہ روایت منع خروج ظہیریہ سے سابق مذکور ہو چکی نہ بزازیہ سے۔

فصل فی ثبوت النسب

یہ فصل ہے ثبوت نسب کے بیان میں یعنی ولد کا نسب زوج سے کس امر میں ثابت ہوتا ہے اور کس میں نہیں **اکثر مدۃ الحمل سنتان** لخبر عائشۃ رضی اللہ عنہا کما مر فی الرضاع وعند الائمۃ الثلثۃ اربع سنین زیادہ تر مدت حمل کی دو برس ہیں بدلیل خبر عائشہ رضی اللہ عنہا کے جو باب الرضاع میں مذکور ہو چکی اور تین اماموں کے نزدیک یعنی امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک اکثر مدت حمل چار برس ہیں ہم سنن دار قطنی اور بیہقی میں بطریق ابن مبارک عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حمل زیادہ نہیں ٹھہرتا دو برس سے بقدر گردش غزل مغزل یعنی جتنی دیر سایہ چرخی کا گھومنے کیوقت ٹھہرتا ہے اس قدر بھی دو برس سے زیادہ حمل نہیں ٹھہرتا یہ کنایہ ہے کمال سرعت سے اور ہر چند یہ اثر ہے حدیث مرفوع نہیں لیکن چونکہ تعیین مدت داخل اجتہاد و مجتہد نہیں تو بالضرور یہ مسموع ہوگا شارح سے اور بیہقی نے ولید بن مسلم سے روایت کی کہ میں نے حدیث عائشہ صدیقہ کو امام مالک کے روبرو ذکر کیا انہوں نے کہا سبحان اللہ یہ دیکھو محمد بن عجلان کی زوجہ تین بار بارہ برس میں جنی ہر لڑکا چار برس میں لیکن یہ استدلال تمام نہیں اس واسطے کہ حکایت معارض روایت کی نہیں ہو سکتی اور انقطاع حیض اور پیٹ کا پھولنا دلیل نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ امتداد طہر سالہا سال ہوتا ہے اور بیماری سے پیٹ بھی پھول جاتا ہے یہاں تک کہ مواد اور ریاح سے حرکت بھی حمل کی طرح معلوم ہوتی ہے اور حالانکہ حمل نہیں ہوتا کذا فی فتح القدیر **واقلہا سنۃ اشہر** اجماعاً[1] اور کم مدت حمل کی چھ مہینے ہیں باجماع ائمہ اربعہ اس میں کسی کو خلاف نہیں حق تعالیٰ نے فرمایا (حملہ وفصالہ ثلثون شہراً) یعنی حمل ولد کا اور فصال اس کا ہے تیس مہینے یہاں حمل اور فصال کو یکجا فرمایا بلا تفصیل مدت پھر دوسری آیت میں ارشاد ہوا کہ فصال کی مدت دو برس ہیں تو معلوم ہو گیا کہ باقی چھ مہینے حمل کی مدت ہیں اور یہ جو علما نے آیت مذکور سے باب الرضاع میں امام اعظم کے مذہب کے واسطے استدلال کیا ہے کہ تیس مہینے رضاع کی مدت اور تیس مہینے اکثر حمل کی مدت اس آیت سے ثابت ہوتی ہے لیکن حدیث عائشہ صدیقہ سے ثابت ہوا کہ دو برس سے زیادہ حمل کی مدت نہیں ہوتی سو یہ استدلال صحیح نہیں اس واسطے کہ لفظ ثلثون سے اطلاق واحد میں رضاعت کے واسطے تیس مہینے مراد لینا اور حمل کے واسطے

[1] ایک نسخہ میں المبانیۃ کے بعد کما مر ہے یعنی چنانچہ مبانیت کا حکم اوپر گذر چکا ہے۔ ۱۲

Marfat.com

چوبیس مہینے ارادہ کرنا یہ جمع ہیں الحقیقت والمجاز ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں علاوہ اس کے تحقیق یہ ہے کہ عدد میں گنجائش مجازیت کی نہیں کذا فی فتح القدیر فیثبت نسب ولد معتدۃ الرجعی بالاشہر لا یاسہا بدائع وفاسد النکاح فی ذلک کصحیحہ قہستانی وان ولدت لاکثر من سنتین ولو لعشرین سنۃ فاکثر لاحتمال امتداد طہرہا وعلوقہا فی العدۃ تو ثابت ہوگا نسب معتدہ رجعی کے ولد کا اگرچہ عدت اس کی مہینوں کے حساب سے ہو بسبب ایاس کے کذا فی البدائع اور نکاح فاسد فقط ثبوت نسب میں برابر نکاح صحیح کے ہے کذا فی القہستانی اگرچہ معتدۂ رجعی بعد طلاق کے دو برس سے زیادہ میں جنی ہو گو بعد بیس برس یا زیادہ کے جنے تو بھی نسب ثابت ہو جاوے گا بسبب احتمال دراز ہونے اس کے طہر کے اور باحتمال اس کے حاملہ ہونے کے عدت میں یعنی احتمال ہے کہ مثلاً بعد طلاق کے اٹھارہ برس تک اس کو طہر رہا حیض نہ آیا تو عدت ہنوز قائم ہے پھر عدت میں زوج نے وطی کی اور حمل رہ گیا اور دو برس میں لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکا ثابت النسب ہے یعنی زوج ہی کا ٹھہرے گا ما لم تقر بمضی العدۃ والمدۃ تحتملہ زیادہ دو سال کی ولایت سے ولد ثابت النسب اس صورت میں ہوگا جب کہ عورت اقرار نہ کرتی ہو انقضائے عدت کا اور حالانکہ مدت بھی انقضائے عدت کی محتمل تھی تو اگر طلاق سے بعد آٹھ مہینے کے جنی اور پہلے انقضائے عدت کا طلاق سے ساٹھ دن کے بعد اقرار کر چکی تھی تو ولد ثابت النسب نہ ہوگا اس واسطے کہ اقل مدت عدت کی امام کے نزدیک ساٹھ دن اور اقل مدت حمل چھ مہینے ہیں تو آٹھ مہینے انقضاء عدت اور حدوث حمل اور تولد کے محتمل ہیں اگر انقضائے عدت کا اس نے اقرار کیا اور وقت اقرار سے چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی تو ولد ثابت النسب ہوگا اس واسطے کہ مدت انقضائے عدت کی محتمل نہیں تو شرعاً عورت کی تکذیب ہوگی اس واسطے کہ چھ مہینے سے کمتر مدت میں لڑکا پیدا نہیں ہو سکتا تو معلوم ہوا کہ عین عدت میں حمل رہا تھا ہدایہ اور کنز اور باقی متون معتمدہ میں یہی روایت مصرح ہے کہ اقرار کے وقت سے اگر چھ مہینے سے کمتر میں عورت جنے گی تو ولد ثابت النسب ہے اور یہ جو شرح وقایہ میں بجائے اقرار طلاق کا لفظ ہے سو اغلاط کاتب سے ہے کذا فی الدرر وکانت الولادۃ رجعۃ ادنی الاکثر منہما او اتہما لعلوقہا فی العدۃ لا فی الاقل للشک وان ثبت نسبہ اور ہوگی ولادت رجعت اگر مطلقہ رجعی دو سال سے زیادہ جو پورے دو سال میں جنی بسبب حمل رہنے کے عدت میں اور دو سال سے کمتر مدت میں جنی تو ولادت سے رجعت ثابت نہ ہوگی بسبب شک کے اگرچہ ولد کا نسب دو سال سے کمتر میں بھی ثابت ہوگا لعدم ثبوت رجعت مطلقہ عدت کی وطی پر موقوف ہے تو جب دو سال سے زیادہ یا پورے دو سال میں ولادت ہوئی تو معلوم ہوا کہ بعد طلاق کے عدت میں حمل رہا تھا اور اگر دو سال سے کم یعنی نو مہینے یا بارہ مہینے میں مثلاً ولادت ہوئی تو احتمال ہے کہ حمل قبل طلاق کے ہو اور محتمل ہے کہ بعد طلاق کے ہو تو بسبب اس شک کے رجعت ثابت نہیں ہو سکتی لیکن نسب بہر صورت ثابت ہے کما یثبت بلا دعوۃ احتیاطاً فی مبتوتۃ جاءت بہ لاقل منہما من وقت الطلاق لجواز وجودہ وقتہ چنانچہ ثابت ہوتا ہے نسب بدون دعوی زوج کے مبتوتہ میں یعنی مختلعہ اور مطلقہ بائنہ اور مطلقہ ثلثہ میں جو لڑکا جنی دو سال سے کمتر میں طلاق کے وقت سے ثبوت نسب ہوگا بسبب جواز وجود حمل کے بوقت طلاق یعنی مبتوتہ دو سال سے کمتر میں جنی تو یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ طلاق کے وقت حمل موجود تھا خلاصہ یہ کہ ثبوت نسب میں شارع کو اہتمام زیادہ ہے تاکہ لڑکا ضائع نہ ہو لہذا اس کے ثبوت میں احتمال بھی کافی ہے یقین ہونا کچھ ضرور نہیں بخلاف ثبوت رجعت کے اس میں احتمال کافی نہیں یقین چاہیے ولم تقر بمضیہا کما مر یعنی ولد مبتوتہ کا نسب کمتر دو سال سے پیدا ہونے میں اس وقت ثابت ہوگا جب کہ عورت انقضائے عدت کا اقرار نہ کر چکی ہو بشرط احتمال عدت چنانچہ یہ مضمون عنقریب مذکور ہو چکا اور اگر بعد اقرار انقضائے عدت دو سال سے کمتر اور چھ سے اکثر میں جنے گی تو ثبوت نسب نہ ہوگا اور اگر بعد اقرار کے چھ مہینے سے کمتر میں جنے گی تو ولد ثابت النسب ہوگا اس واسطے کہ عورت کی شرعاً تکذیب ہوگی لیکن یہ حکم مبتوتہ مدخولہ پر مخصوص ہے اور اگر مدخولہ نہ ہوگی اور وقت فرصت سے پورے چھ مہینے

Marfat.com

یا زیادہ میں جنے گی تو ثبوت نسب نہ ہوگا اور اگر چھ مہینے سے کمتر میں جنی تو نسب ثابت ہوگا کذا فی البرجندی شیخ الاسلام مفتی ابوسعید نے تصریح کی کہ اگر غیر مدخولہ وقت نکاح سے پورے چھ مہینے میں جنی تو نسب ولد کا ثابت ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وان لتمامہا لا یثبت النسب وقیل یثبت لتصور العلوق فی حالۃ الطلاق وزعم فی الجوہرۃ انہ الصواب اور اگر متبوتہ لڑکا جنی پورے دو برس میں تو نسب ثابت نہ ہوگا یہ روایت ہے قدوری کی اس واسطے کہ اگر نسب ثابت ہو تو لازم آوے کہ حمل قبل طلاق کے تھا اور حمل قبل طلاق سے لازم آتا ہے کہ دو برس سے زیادہ مدت میں ولادت ہوئی حالانکہ یہ ممنوع ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ پورے دو سال سے نسب ثابت ہوگا بسبب احتمال رہنے حمل کے حالت طلاق میں تو قبل زوال زوجیت حمل ثابت ہوا اور یہی مذہب ہے قاضی خاں کا اور مصنف جوہرہ نے یہ اعتقاد کیا ہے کہ یہی قول ٹھیک ہے اور قدوری کی روایت میں سہو ہے بحرالرائق میں کہا کہ حق یہ ہے کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اور عدم ثبوت نسب میں متون متفق ہیں چنانچہ کلام صاحب کنز اور والی اور صدر الشریعۃ اور صاحب مجمع البحرین اس پر دلالت کرتا ہے اور یہ علما روایت مذہب سے زیادہ تر واقف ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی الا بدعوتہ لانہ التزمہ وہی شبہۃ عقد ایضا پوری دو سال کی ولادت سے ولد متبوتہ ثابت النسب نہ ہوگا مگر زوج کے دعوی سے البتہ ثابت النسب ہوگا اس واسطے کہ زوج نے نسب کو اپنے اوپر خود لازم کر لیا اور یہاں شبہہ عقد کا بھی ہے ہم یہ شارح نے جواب دیا زیلعی کے اعتراض کا کہ وطی متبوتہ کی عدت میں فقط شبہۃ الفعل ہے اس سے نسب نہیں ثابت ہوتا تو دعوی زوج سے کیونکر نسب ثابت ہوگا بحرالرائق میں جواب دیا کہ یہاں فقط شبہۃ الفعل ہی نہیں کہ اعتراض لگے بلکہ اس کے ساتھ شبہۃ العقد بھی ہے تو اب دعوی مثبت النسب کا ہوگا اور تفسیر شبہۃ الفعل اور شبہۃ العقد کی کتاب الحدود میں معلوم ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی والا اذا ولدت توامین احدہما لاقل من ستتین والآخر لاکثر لہ پورے دو سال میں ولد متبوتہ ثابت النسب نہ ہوگا مگر جب کہ متبوتہ دو لڑکوں کو ایک حمل سے جنی اس طرح کہ بعد طلاق کے ایک لڑکے کو دو برس سے کمتر میں جنی اور دوسرے لڑکے کو دو برس سے زیادہ میں جنی مثلاً پہلا لڑکا بائیس مہینے میں جنی اور دوسرا ستائیس مہینے میں جنی اس واسطے کہ پہلا لڑکا تو بلا شرط دعوی ثابت النسب ہے تو دوسرا بھی بلا دعوی ثابت النسب ہوگا اس واسطے کہ دونوں ایک ہی نطفہ سے ہیں الا اذا علمہا فیثبت ان ولدتہ لاقل من ستۃ اشہر من وقت الشراء ولو لاکثر من ستتین من وقت الطلاق پورے دو سال میں ولد متبوتہ ثابت النسب نہ ہوگا مگر جب کہ متبوتہ کا مالک ہو جاوے اس طرح کہ مثلاً لونڈی منکوحہ تھی پھر اس کو طلاق دی پھر اس کو خرید کیا تو اس کا ولد ثابت النسب ہوگا بلا دعوی اگر وہ خرید کے وقت سے چھ مہینے سے کمتر میں جنی اگرچہ طلاق کے وقت سے دو برس سے زیادہ میں جنی ہو کذا فی العالمگیریہ عن التبیین وکالطلاق سائر اسباب الفرقۃ بدائع اور مانند طلاق بائن کے ہیں سب باقی اسباب جدائی کے کذا فی البدائع یعنی خیار بلوغ اور عتق اور عدم کفایت اور ارتداد نو یہ سب اسباب فرقت کے احکام سابقہ مفصلہ میں مانند طلاق بائن کے ہیں لکن فی القہستانی عن شرح الطحطاوی ان الدعوۃ مشروطۃ فی الولادۃ لاکثر منہما لیکن قہستانی میں شرح طحطاوی سے منقول ہے کہ ثبوت نسب میں دعوہ زوج کی مشروط ہے دو سال سے زیادہ کی ولادت میں یعنی پورے دو سال میں ثبوت نسب بلا دعوت ہوگا شارح نے استدراک کا متن کا ہم ظاہر اً یہ وہی روایت ہے جو مختار ہے صاحب جوہرہ کی اور مصنف نے روائت قدوری کو اختیار کیا بموافقت متون وان لم تصدقہ المرأۃ فی روایۃ وہو لاوجہ فتح یعنی پوری دو سال کی ولادت متبوتہ میں دعوی زوج سے نسب ثابت ہوگا اگرچہ عورت زوج کی تصدیق نہ کرے بموجب ایک روایت کے اور یہی روایت قوی اقرب بدلیل ہے کذا فی فتح القدیر نہر الفائق میں ہے کہ دعوی زوج میں یہاں دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ ہے کہ دعوی میں تصدیق عورت کی مشروط ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ شرط نہیں اور اسی روایت کو ترجیح دی ہے صاحب فتح القدیر نے ویثبت نسب ولد للمطلقۃ ولو رجعیا المراجعۃ المدخول بہا وکذا غیر المدخولۃ ان ولدت لاقل من الاقل اور ثابت ہے

Marfat.com

نسب مراہقہ مطلقہ کے ولد کا اگرچہ طلاق رجعی ہو مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ بشرطیکہ مراہقہ جنی ہو کمتر سے کمتر مدت میں ہم کمتر مدت چھ مہینے ہیں اور اس سے کمتر ساڑھے پانچ مہینے خلاصہ یہ کہ اگر مراہقہ بعد طلاق کے چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی تو اس کا ولد ثابت النسب ہے مراہقہ اس لڑکی کو کہتے ہیں جو وطی کے لائق ہے پر نشان بلوغ کی ہنوز ظاہر نہیں نو برس کی ہو یا زیادہ اور جو لڑکی نو برس سے کم ہو تو اس کی ولادت متصور نہیں اس واسطے کہ اس میں نطفہ نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی **عیر المقرۃ بانقضاء عدتہا** وکذا المقرۃ ان ولدت لذلک من وقت الاقرار اذا لم تدع حبلا فلو ادعتہ فکبالغۃ جس مراہقہ نے کہ اپنی انقضائے عدت کا اقرار نہیں کیا اس کا ولد ثابت النسب ہے اور اسی طرح اگر مقرہ کا ولد ثابت النسب ہے جو چھ مہینے سے کمتر میں جنی اقرار کے وقت سے بہ اس وقت میں ہے جب کہ مراہقہ نے اپنے حاملہ ہونے کا دعوی نہیں کیا اور اگر حمل کا دعوی کیا تو وہ بالغہ کے مانند ہے **لاقل من تسعۃ اشہر من طلاقہا لکون العلوق فی النکاح او العدۃ والا لا بکونہ لعدہا لانہا لصغر ہا یجعل سکوتہا لا کاقرار بمضی عدتہا** مراہقہ غیر مقرہ کا ولد ثابت النسب ہے جب کہ جنے بعد طلاق کے نو مہینے سے کمتر مدت میں بواسطے حمل رہنے کے نکاح میں یا عدت میں اور اگر نو مہینے سے کمتر میں جنے بلکہ پورے نو مہینے یا زیادہ میں جنے تو ثبوت نسب نہ ہوگا بسبب احتمال رہنے حمل کے بعد عدت کے اس واسطے کہ بسبب کم عمری مراہقہ کے اس کا سکوت بجائے اقرار انقضائے عدت قرار دیا جاوے گا ہم یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ جب مراہقہ مدخولہ نو مہینے یا زیادہ میں جنی تو احتمال ہے کہ اس کو نکاح میں یا عدت میں حمل رہا پھر کیا وجہ عدم ثبوت نسب کی اور مسئلہ مفروض ہے عدم اقرار کا ہاں اگر اقرار انقضائے عدت کرتی اور اس کے بعد پورے چھ مہینے یا زیادہ میں لڑکا ہوتا تو البتہ نسب ثابت نہ ہوتا خلاصہ جواب کا یہ ہے چونکہ انقضائے عدت مراہقہ کا بسبب کم عمری کے مخصوص ایک ہی طور پر تھا یعنی فقط مہینوں پر نہ حیض پر تو بعد طلاق کے تین مہینے کا گذر جانا اور بسبب کم عمری کے اس کا سکوت کرنا یہ قائم مقام اقرار کے ہے تو جب کہ بعد تین مہینے کے پورے چھ مہینے یا زیادہ میں جنی تو معلوم ہوا کہ حمل بعد عدت کے پیدا ہوا لہذا نسب ثابت ہوگا **فلو ادعت حبلا فہی کبیرۃ** فی بعض الاحکام **لاعترافہا بالبلوغ** سو اگر دعوی کیا مراہقہ نے حمل کا تو وہ اب برابر بالغہ کے ہوگی یعنی احکام میں بسبب اقرار بلوغ کے ہم بحر الرائق میں کہا کہ اگر مراہقہ نے دعوی حمل کا کیا طلاق بائن میں پھر کمتر دو برس سے جنی اور طلاق رجعی میں ستائیس مہینے سے کمتر میں جنی تو اس کا ولد ثابت النسب ہوگا کذا فی الغایۃ البیان مراہقہ اس حکم میں تو کبیرہ کے برابر ہوئی لیکن اور احکام میں برابر نہیں مثلاً طلاق رجعی میں اگر مراہقہ مذکورہ ستائیس مہینے پورے میں یا زیادہ میں جنے گی تو نسب ثابت نہ ہوگا بخلاف کبیرہ کے کہ اس کے ولد کا نسب یاس تک ثابت ہوگا بسبب امتداد طہر کے کذا فی حاشیۃ المدنی **وتثبت نسب ولد معتدہ الموت لاقل منہما من وقتہ** ای للموت **اذا کانت کبیرۃ** ولو غیر مدخول بہا اور ثابت ہوتا ہے نسب معتدہ موت کا اگر ابتدائے موت سے کمتر دو سال سے جنے بشرطیکہ کبیرہ ہو اگرچہ وہ مدخولہ نہ ہو اس واسطے کہ فراش عقد سے ثابت ہوتا ہے نہ دخول اور اجتماع زوجین سے چنانچہ اس کا ذکر آوے گا **اما الصغیرۃ فان ولدت لاقل من عشرۃ اشہر وعشرۃ ایام ثبت والا لا** اور معتدہ موت کی اگر صغیرہ ہو اور دس مہینے اور دس دن سے کمتر میں جنے تو نسب ثابت ہوگا اس واسطے کہ اس سے ثابت ہوا کہ حمل موجود تھا قبل انقضائے عدت وفات کے کیونکہ چار مہینے دس دن عدت کے ہوئے اور باقی اقل مدت حمل ہے اور اگر پورے دس مہینے اور دس دن یا زیادہ میں جنے تو نسب ثابت نہ ہوگا اس واسطے کہ حمل بعد عدت کے حادث ہوا **ولو اقرت بمضیہا بعد اربعۃ اشہر وعشر فولدت لستۃ اشہر لم یثبت** اور اگر اقرار کیا کبیرہ یا مراہقہ نے انقضائے عدت کا بعد چار مہینے دس دن کے موت سے پھر جنی پورے چھ مہینے میں تو نسب ثابت نہ ہوگا **واما الآئسۃ فلی ان تمض لان عدۃ الموت بالاشہر للکل الا الحامل** زیلعی اور عدت موت میں آئسہ برابر حائضہ کے ہے اس واسطے کہ عدت موت کی مہینوں کے حساب سے ہے ہر معتدہ کے واسطے سوائے حاملہ کے

Marfat.com

کذا ذکرہ الزیلعی وان ولدت لاکثر منہما من وقتہ لا یثبت بدائع ولہما ذکا لاکثر بحر بحثا اور اگر معتدہ موت کی جنی دو برس سے زیادہ مدت میں ابتدائے موت سے تو نسب ثابت نہ ہوگا کذا فی البدائع اور اگر پورے دو سال میں جنی تو اس کا حکم مثل اکثر دو سال کے ہے کذا فی البحر بحثا بحث یہ کہ معتدۂ موت کو معتدۂ طلاق کے ساتھ ملحق کیا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا المقرۃ بمعیبہا لو لاقل من اقل مدتہ من وقت الاقرار ولاقل من اکثرہا من وقت البیت للتیقن بکذبہا اور اسی طرح ثابت ہوتا ہے نسب اس عورت کے ولد کا جس نے اقرار کیا ہے اپنی عدت کے گذر جانے کا اگر وہ جنی چھ مہینے سے کمتر مدت میں اقرار کے وقت سے اور اگر جنی دو برس سے کمتر مدت میں اقرار کے وقت سے اور اگر جنی دو دو برس سے کمتر مدت میں وقت فراق سے یعنی طلاق بائن یا موت سے نسب ثابت ہوگا بسبب یقین ہو جانے دروغ گوئی عورت کے یعنی جب وقت اقرار سے چار یا پانچ مہینے میں جنی تو معلوم ہوا کہ اس وقت اس کے رحم میں نطفہ تھا اور اس کا اقرار انقضائے عدت کا محض غلط تھا اس واسطے کہ چھ مہینے سے کمتر میں تولد ہونا ممکن نہیں خلاصہ یہ کہ ولد مقرہ کے ثبوت نسب میں دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی اقرار سے دوسری شرط یہ کہ وقت فراق سے دو سال سے کمتر میں جنی تو اگر دو سال سے زیادہ مدت میں جنے گی تو ولد ثابت النسب نہ ہوگا اگرچہ وقت اقرار سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہو چنانچہ اگر بعد فراق کے بائیس مہینے کے بعد اس نے اقرار انقضائے عدت کا کیا پھر وقت اقرار سے تین مہینے کے بعد لڑکا پیدا ہوا تو یہ ولد ثابت النسب نہ ہوگا اس واسطے کہ شرط ثانی نہ پائی گئی اگرچہ شرط اول موجود ہے کذا فی منح الغفار والا لا یثبت لاحتمال حدوثہا بعد الاقرار اور اگر وقت اقرار سے پورے چھ مہینے یا زیادہ میں یا وقت فراق سے دو برس سے زیادہ میں مقرہ جنی تو نسب ثابت ہوگا اس واسطے احتمال حدوث حمل کے بعد اقرار کے یا بواسطہ انقضائے اکثر مدت حمل کے وقت فراق سے ویثبت نسب ولد المعتدۃ بموت او طلاق ان جحدت ولادتہا بحجۃ تامۃ واکتفیا بالقابلۃ قبل او برجل اور ثابت ہوتا ہے نسب ولد معتدۂ موت یا طلاق کا اگر عورت کی ولادت کا انکار ہو گیا ہو یعنی زوج نے طلاق میں اور زوج کے وارثوں نے موت میں انکار کیا ہو کہ معتدہ نہیں جنی اور معتدہ مدعی ہو ولادت کی تو ثبوت نسب اس کا دلیل سے ہوگا یعنی دو مردوں کی گواہی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے نسب ثابت ہوگا امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک فقط دائی جنائی کی گواہی ثبوت نسب میں کافی ہے اور ایک روایت یوں ہے کہ صاحبین کے نزدیک ایک مرد کی گواہی بھی کافی ہے او حبل ظاہر وہل تکفی الشہادۃ بکونہ ظاہرا فی البحر بحثا نعم یا حمل ظاہر سے نسب ثابت ہوگا حمل ظاہر سے یہ مراد کہ چھ مہینے سے کمتر مدت میں ولادت ہو کذا فی الجوہرہ اور مفتی ابوسعود نے کہا کہ حبل ظاہر سے یہ مراد کہ نشانیاں حمل کی اس قدر ظاہر ہوں کہ حمل رہنے کا ظن غالب حاصل ہو اور کیا کفایت کرتی ہے گواہی کہ قبل وضع کے حمل ظاہر تھا بحر الرائق میں بدلیل کہا ہے کہ ہاں شہادت ظہور حمل کی مثبت ہوگی نسب کی اس واسطے کہ بعد ولادت اور انکار زوج کے حمل موجود نہیں تو واسطے اثبات کے ضرور شہادت کی حاجت ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی او اقرار الزوج یہ ای بالحبل یا اقرار زوج سے کہ یہ حمل میرا ہے نسب ثابت ہوگا ولو انکر تعینیہ تکفی شہادۃ القابلۃ اجماعا کما تکفی فی معتدۃ رجعی ولدت لاکثر من سنتین لا لاقل اور اگر تعیین ولد میں انکار ہو یعنی زوج یا ورثہ کہتے ہوں کہ یہ لڑکا معتدہ کا نہیں تو اس صورت میں دائی جنائی کی گواہی ثبوت نسب میں کافی ہے باجماع امام اور صاحبین کے چنانچہ کافی ہے گواہی دائی جنائی کی معتدہ رجعی میں جو دو برس سے زیادہ مدت میں جنی نہ دو برس سے کم میں یعنی اگر معتدہ رجعی دو برس سے کم میں جنے گی تو ثبوت میں درحالت انکار زوج دائی کی گواہی نہ کفایت کریگی بلکہ حجت تامہ یعنی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی لازم ہوگی او تصدیق بعض الورثۃ فیثبت فی حق المقرین یا تصدیق کرنے بعض لوگوں سے نسب ثابت ہوگا یعنی زوج نے ولادت معتدہ کا انکار کیا اور مر گیا اس کے بعد بعضے وارثوں نے تصدیق ولادت کی کی تو نسب ثابت ہوگا فقط اقرار کرنے والے وارثوں کے حق میں نہ سب وارثوں کے حق میں یعنی ورثہ مقرین

Marfat.com

دین کے نہ ورثہ منکرین **وانما تثبت فی حق غیرہم** حتی الناس کافۃ ان تم نصاب الشہادۃ بہم بان شہد مع المقر رجل آخر وکذا لو صدق المقر بقیۃ الورثۃ وہم من اہل التصدق فیثبت النسب ولا ینفع الرجوع اور ثابت ہو جاوے گا نسب غیر مقرین کے حق میں یہاں تک کہ سب لوگوں کے حق میں اگر پوری ہو جاوے نصاب شہادت[1] کی ان میں سے اس طرح پر کہ گواہی دے وارث مقر کے ساتھ دوسرا مرد اور اسی طرح اگر تصدیق کریں وارث مقر کے باقی ورثہ اور وہ اہل بھی ہوں تصدیق کے یعنی عاقل بالغ ہوں تو اس وقت میں ثابت ہوگا نسب ولد معتدہ کا اور نفع نہ کرے گا بعد تصدیق کے منکر ہو جانا یعنی حصہ ولد کا دینا پڑے گا والا یتم نصابہا لاشتراک المکذبین اور اگر نصاب شہادت کی نہ پوری ہوئی یعنی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں تصدیق نہ کریں وارثوں میں سے بلکہ ایک مرد اور ایک عورت تصدیق کریں تو ولد معتدہ کا شریک مکذبین کا نہ ہوگا بلکہ فقط ورثہ مقرین سے حصہ لے گا وہل یشترط لفظ الشہادۃ ومجلس الحکم الاصح لا نظر الشبہۃ الاقرار وشرط العود ونظر الشبہۃ الشہادۃ اور وارثوں کی تصدیق میں کیا لفظ شہادت کا اور مجلس حکم قاضی بھی شرط ہے قول اصح یہ ہے کہ شرط نہیں برعایت شبہ اقرار اور شرط کیا ہے فقہا نے شمار مقرین کا بمناسبت شبہ شہادت خلاصہ یہ ہے کہ تصدیق ورثہ کی دو امر کی مشابہ ہے ایک اقرار اور دوسری شہادت اور چونکہ اقرار میں لفظ شہادت اور مجلس حکم شرط نہیں تو اس واسطے تصدیق میں بھی شرط نہیں اور چونکہ شہادت میں عدد لازم ہے تو تصدیق میں بھی لازم کیا ونقل المصنف عن الزیلعی مایفید اشتراط العدالۃ ثم قال فقول شیخنا وینبغی ان لا تشترط العدالۃ مما لا ینبغی قلت وفیہ انہ کیف تشترط العدالۃ فی المقر اللہم الا ان یقال لاجل الشرائع فتامل ولیراجع اور نقل کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں زیلعی کا ایسا کلام جو مفید ہے اشتراط عدالت کا یعنی ورثہ مقرین کی عدالت ضرور ہے پھر مصنف نے کہا ہمارے استاد یعنی صاحب بحر الراتق کا یوں کہنا کہ مناسب نہیں مشروط ہونا عدالت کا یہ مناسب نہیں اس واسطے کہ روایت زیلعی کی مخالف ہے شارح کہتا ہے کہ اشتراط عدالت میں بحث ہے اور کیونکر مشروط ہوگی عدالت اقرار کرنے والے میں یعنی مقر کا اقرار بہر صورت اس پر حجت ہے خواہ عادل ہو خواہ فاسق مگر یوں جواب ہو سکتا ہے کہ عدالت مشروط ہے غیر پر حجت ہونے کے واسطے نہ کہ اپنی ذات کے واسطے سو اس مطلب کو غور کر اور اس مسئلہ کو کتب معتمدہ میں تلاش کرنا چاہیے ہم حلبی محشی نے کہا کہ یہی جواب ٹھیک ہے جو شارح نے دیا کہ عدالت مقر اپنی ذات کے واسطے مشروط نہیں غیر کے واسطے البتہ مشروط ہے لیکن شارح نے بنا بر دیانت اور احتیاط کے بالیقین حکم نہیں دیا اب مراجعت کتب کی کچھ حاجت نہیں اور شارح کی تقریر سے معلوم ہوا کہ اگر سب وارث تصدیق کریں تو کچھ عدالت کی حاجت نہیں **ولو ولدت فاختلفا فی المدۃ فقالت المرأۃ نکحتنی منذ نصف حول و ادعی الاقل فالقول لہا بلا یمین وقالا تحلف** وبہ یفتی کما سیجی فی الدعوی اور اگر معتدہ جنی پھر دونوں میں اختلاف ہوا سو عورت نے کہا کہ تو نے مجھ سے نکاح کیا ہے چھ مہینے سے اور مرد نے کمتر مدت کا دعوی کیا یعنی چار یا پانچ مہینے کا تو قول عورت کا بدوں قسم کے معتبر ہوگا نزدیک امام اعظم کے اور صاحبین نے کہا کہ عورت سے قسم لی جاوے گی اور صاحبین کے قول پر فتوی ہے چنانچہ کتاب الدعوی میں اس کا ذکر آوے گا وہو ای الولد ابنہ بشہادۃ الظاہر لہا بالولادۃ من نکاح حملا لہا علی الصلاح اور وہ لڑکا جو معتدہ جنی اسی مرد کا بیٹا ہے اس واسطے کہ ظاہر حال عورت ہی کا شاہد ہے بسبب ولادت کے نکاح سے عورت کو نیک سیرت گمان کر کے **قال ان نکحتہا فہی طالق فنکحہا فولدت کنصف حول منذ نکحہا لزمہ لنسبہ احتیاطا لتصور الوطی حالۃ العقد ولو ولدتہ لاقل منہ لم یثبت وکذا الاکثر ولو بیوم لکن بحث فیہ فی الفتح واقرہ فی البحر** کہا مرد نے کہ اگر نکاح کروں میں اس عورت سے تو اس کو طلاق ہے پھر نکاح کیا اس سے سو وہ پورے چھ مہینے میں ابتدائے نکاح سے جنی تو لازم ہوگا مرد پر نسب ولد کا بنا بر احتیاط کے بسبب متصور ہونے وطی کے حالت عقد نکاح میں یعنی عین ایجاب اور قبول کی حالت میں وطی ہوئی اور اختتام

[1] یعنی دو مردوں یا ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی سے ۱۲

Marfat.com

نکاح اور انزال ساتھ ہی ہوا تو اس تقریر سے وطی بعد طلاق کے نہ لازم آئی اور اگر وہ عورت چھ مہینے سے کمتر میں جنے گی اگرچہ ایک ہی دن کم ہو تو نسب ثابت ہوگا اس واسطے کہ یہ نطفہ قبل نکاح کا ٹھہرے گا اور اسی طرح ولد ثابت النسب نہ ہوگا اگر چھ مہینے سے زیادہ میں عورت جنے گی اگرچہ ایک ہی دن زیادہ ہو گیا ہو لیکن فتح القدیر میں عدم ثبوت نسب میں بحث کی ہے اور اس کو بحر الرائق میں مسلم رکھا ہے ہم فتح القدیر میں کہا کہ مدت حمل دو برس تک ہے تو چھ مہینے سے زیادہ میں نفی نسب کی کرنا مخالف ہے احتیاط کے اور یہ احتمال کرنا کہ بعد طلاق کے حمل حادث ہوا ہے نہایت بعید ہے اس واسطے کہ حادث اکثر ولادت کے نو مہینے ہیں طحطاوی نے کہا کہ بحث اگرچہ مسلم ہو لیکن نقل مذہب کی معارض نہیں ہو سکتی ولزم مہرها لجعله واطئا حكما ولا يكون به محصنا نہایہ اور لازم ہوگا مرد پر عورت کا مہر اس واسطے کہ مرد کی وطی حکمی ثابت ہو گئی بسبب ثبوت نسب کے اور اس وطی حکمی سے مرد محصن نہ ہوگا کذا فی النہایہ. اس واسطے کہ محصن وہ مرد ہے جو نکاح صحیح کے بعد وطی کر چکا ہو اور نکاح مرکب ہے ایجاب اور قبول سے اور اس مسئلہ مفروضہ میں وطی واقع ہے قبل قبول کے تو وطی بعد النکاح اس پر صادق نہیں **طلق طلاقها لولادتها لم تطلق بشهادة امرأة بل بحجة** تامة خلافا لهما كما مر معلق کیا مرد نے طلاق عورت کو اس کی ولادت پر. . . . . تو طلاق واقع ہوگی ایک عورت کی گواہی سے بلکہ پوری حجت سے طلاق ہوگی بخلاف صاحبین کے چنانچہ مذکور ہو چکا **ولو اقر المطلق مع ذلك بالحبل او كان ظاهرا** **طلقت بالولادة بلا شهادة لاقراره بذلك وللنسب لوازمه** کا موميته الولد فلا يثبت بدون شهادة القابلة اتفاقا بحر اور اگر ایک عورت کی گواہی کے ساتھ تعلیق کرنے والے زوج نے عورت کے حمل کا اقرار کیا یا کہ حمل خود ظاہر ہو تو عورت مطلقہ ہوگی ولادت سے بدوں شہادت بسبب اقرار کر چکنے مرد کے لیکن ثبوت نسب اور لوازم اس کے جیسے اس عورت کا ماں ہونا اس لڑکے کے واسطے سو وہ ثابت نہ ہوگا بدوں دائی جنائی کی شہادت کے باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی البحر قال لامته ان كان في بطنك ولد وان كان بك حبل فهو مني فشهدت امرأة ظاهرة ليم غير القابلة بالولادة فهي ام ولده اجماعا ان جاءت به لاقل من نصف حول من وقت مقالته وان لاكثر منه لا لاحتمال علوقه بعد مقالته قيد بالتعليق لانه لو قال بذه حامل مني ثبت نسبه الى سنتين حتى ينفيه غاية کہا مولیٰ نے اپنی لونڈی سے کہ اگر تیرے پیٹ میں لڑکا ہو اور حالانکہ حمل اس وقت موجود تھا تو وہ میرا لڑکا ہے پھر ایک عورت نے گواہی دی ولادت کی وہ عورت دائی جنائی ہو یا کوئی اور عورت تو وہ لونڈی اس کی ام ولد ہے باتفاق اگر وہ جنی کمتر چھ مہینے سے مقالہ مولی کے وقت سے اور اگر چھ مہینے سے زیادہ مدت میں جنی تو ام ولد نہ ہوگی بواسطہ احتمال حمل رہنے کے بعد مقالہ مولیٰ کے مصنف نے اس مسئلہ کو تعلیق سے مقید کیا اس واسطے کہ اگر مولیٰ نے بلا تعلیق یوں کہا کہ یہ لونڈی حاملہ ہے مجھ سے تو ولد کا نسب ثابت ہوگا دو برس تک یہاں تک کہ اس کی نفی کرے مولیٰ کذا فی غاية البيان قال لغلام هو ابني ومات المقر فقالت امه المعروفة بحرية الاصل والاسلام وباتها ام الغلام انا امرأته وهو ابنه يرثانه استحسانا کہا ایک مرد نے ایک لڑکے کو کہ یہ میرا بیٹا ہے اور مر گیا مقر سو کہا اس کی ماں نے جس کی حریت اصلی اور اسلام اور لڑکے کی ماں ہونا مشہور کیا کہ میں عورت ہوں مقر کی اور لڑکا اس کا بیٹا ہے تو یہ دونوں وارث ہوں گے اس مرد مقر کے بدلیل استحسان بشرطیکہ مقر کی اتنی عمر ہو کہ ویسا لڑکا اس سے پیدا ہو سکتا ہے اور لڑکا معروف النسب نہ ہو اور مرد کی تکذیب بھی نہ کرے کذا فی حاشية المدني فان جهلت حريتها وامومتها لم ترث وقوله فقال وارثه انت ام ولد ابي قيد اتفاقي اذ الحكم كذلك لو لم يقل شيئا او كان صغيرا كما في البحر او كنت نصرانية وقت موته ولم يعلم اسلامها وقته او قال وارثه كانت زوجته له وهي امته لا ترث في الصور المذكورة بل لها مهر المثل قيل نعم پھر اگر عورت کا حرہ ہونا اور ولد کی ماں ہونا معروف اور مشہور نہ ہو تو عورت وارث مقر کی نہ ہوگی تو عدم وراثت میں مصنف کا یہ قید لگانا کہ جب وارث مقر کا کہے کہ تو

Marfat.com

میرے باپ کی ام ولد ہے یہ قید اتفاقی ہے نہ احترازی اس واسطے کہ اسی طرح عدم وراثت کا بھی حکم ہے اگر وارث کچھ نہ کہے گا یا صغیر ہوگا کذا فی البحر یا مقر کے وارث نے عورت سے کہا کہ تو نصرانیہ تھی وقت مرنے مقر کے یا وقت مرگ مقر عورت کا اسلام نہ معلوم ہو یا وارث نے یوں کہا کہ وارث کی زوجہ اور تھی اور یہ عورت لونڈی ہے تو ان مسائل مذکورہ میں وارث نہ ہوگی فقط لڑکا وارث ہوگا اور کیا اس عورت کو مہر مثل ملے گا بعضوں نے کہا کہ ہاں مہر ملے گا ھ قہستانی اور صاحب فتح القدیر وجوب مہر کے قائل ہیں اور اتقانی نے اس کو رد کیا ہے کذا فی النہر الفائق **زوج امتہ من عبدہ فجاءت بولد فادعاہ المولی لم یثبت نسبہ للزوم فسخ النکاح وہو لا یقبل الفسخ** مالک نے نکاح کر دیا اپنی لونڈی کا اپنے غلام سے پھر لونڈی لڑکا جنی سو اس کا دعوی کیا مالک نے یعنی کہا کہ میرا بیٹا ہے تو اس کا نسب مالک سے ثابت نہ ہوگا بسبب لازم ہونے فسخ نکاح کے یعنی اگر نسب ولد کا مالک سے ثابت ہو تو لازم آتا ہے کہ نکاح غلام فسخ ہو جاوے اور حالانکہ نکاح فسخ نہیں ہوتا بعد تمام ہونے کے ھ ترجمہ میں تمام ہونے کی قید لگائی تاکہ فسخ بعدم کفاءت اور فسخ خیار بلوغ اور خیار عتق کا اعتراض نہ لگے اس واسطے کہ وہ فسخ قبل از تمام ہے اگر کوئی کہے کہ ارتداد سے بھی نکاح فسخ ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ فسخ نہیں انفساخ ہے یعنی خود ٹوٹ گیا بدوں توڑنے کے اور فسخ عبارت ہے توڑنے سے **وعتق الولد ونصیر الامۃ ام ولدہ** لاقرارہ بنوتہ وامومیتہا اور لڑکا آزاد ہوگا اور لونڈی ام ولد ہو جاوے گی بواسطے اقرار کرنے مولی کے ولد کے بیٹے ہونے کا اور لونڈی کے ماں ہونے کا **ولدت امۃ الموطوءۃ لہ ولداً توقف ثبوت نسبہ علی دعوتہ** للعتہ فراشہا مالک کی لونڈی مدخولہ جنی ایک لڑکا تو موقوف ہوگا ثبوت نسب ولد کا مالک کے دعوی پر یعنی بدوں دعوی مولی کے وہ ولد ثابت النسب نہ ہوگا بسبب ضعیف ہونے فراش لونڈی کے بخلاف ام ولد کے کہ اس کا ولد بدوں دعوی مولی کے بھی ثابت النسب ہے لیکن نفی کرنے سے نفی ہو جاوے گی اس واسطے کہ ام ولد کا فراش لونڈی سے قوی ہے اور منکوحہ سے ضعیف **کامۃ مشترکۃ بین اثنین استولد ہا احدہما فجاءت بولد لا یثبت النسب بہ بدونہما لحرمۃ وطیہا کام ولد کاتبہما مولیہا** چنانچہ لونڈی مشترک دو شخصوں میں کہ ان میں سے ایک شخص نے طلب ولد کی یعنی اس کی وطی سے اولاد کی خواہش کی اور کاتب درر کی یہ عبارت ہے کہ دونوں نے خواہش اولاد کی پھر وہ مشترک لونڈی ایک لڑکا جنی تو نسب ثابت نہ ہوگا بدوں دعوی کے بسبب حرام ہونے وطی لونڈی مشترک کے جیسے اس ام ولد کی وطی حرام ہے جس کے مولی نے اس کو مکاتبہ کیا تو اس کا ولد بھی ثابت النسب نہ ہوگا بدوں دعوی مولی کے وسیجی فی الاستیلاد ان الفراش علی اربع مراتب اور عنقریب باب الاستیلاد میں آوے گا کہ فراش عورت کا چار مرتبہ پر ہے ایک مرتبہ ضعیف وہ فراش لونڈی کا کہ اس کا ولد بدوں دعوی کے ثابت النسب نہیں دوسرا متوسط یعنی فراش ام ولد کا کہ اس کا ولد بدوں دعوی کے ثابت النسب ہے لیکن نفی کرنے سے نفی ہو جاتا ہے تیسرا قوی یعنی فراش منکوحہ اور معتدہ رجعی کا کہ اس کا ولد بدوں دعوی کے ثابت النسب ہے اور اس کی نفی نہیں ہو سکتی بدوں لعان کے چوتھا اقوی یعنی فراش معتدہ بائن کہ اس کا ولد ثابت النسب ہے بلا دعوی اور اس کے ولد کی نفی نہیں ہو سکتی کسی طرح اس واسطے کہ نفی موقوف ہے لعان پر اور لعان کی شرط ہے قیام زوجیت سو وہ بائنہ میں قائم نہیں اور اسی طرح منکوحہ فاسد اور لونڈی منکوحہ کے ولد کی نفی نہیں ہو سکتی بسبب معدوم ہونے شروط لعان کے یعنی صحیح اور حریت **وقد اکتفوا بقیام الفراش بلا دخول کتزوج المغربی مشرقیۃ بینہما مسافۃ سنۃ فولدت لستۃ اشہر منذ تزوجہا لتصورہ کرامۃ واستحسانا** فتح اور البتہ کفایت کی ہے فقہا نے قیام فراش بلا دخول پر ثبوت نسب میں تمام فراش عبارت ہے خلت وطی سے جو بسبب عقد کے ہو اگرچہ دخول حقیقی اور حکمی کچھ بھی نہ ہو مانند نکاح مرد مغربی کے عورت مشرقیہ سے یعنی مرد منتہائے مغرب میں عورت منتہائے مشرق میں اتنے فاصلہ سے رہتے ہوں کہ دونوں کے درمیان سال بھر کی راہ ہو سو منکوحہ مشرقیہ پورے چھ مہینے میں جبکہ ابتدائے نکاح سے تو یہ ولد ثابت النسب ہے بسبب

Marfat.com

متصور ہونے وطی کے باعتبار کرامت یا استخدام جن کے کذا فی فتح القدیر یعنی ممکن ہے بعد نکاح کے ازراہ کرامت یا بعمل تسخیر جن کے زوج مشرق سے مغرب میں ساعت واحد میں آوے اور وطی کرے طحطاوی نے کہا بہتر یہ ہے کہ بعد نکاح کے چھ مہینے اور ایک ساعت میں ولادت فرض کی جاوے تاکہ اس ساعت میں زوج کا زوجہ کے پاس پہنچنا متخیل اور متصور ہو لکن فی النہر الاقتصار علی الثانی اولی لان طی المسافۃ لیس من الکرامۃ قلت لکن فی عقائد التفتازانی جزم بالاولی تبعا بالمفتی الثقلین النسفی بل سئل عما یحکی ان الکعبۃ کانت تزور واحدا من الاولیاء ہل یجوز القول بہ فقال خرق العادۃ علی سبیل الکرامۃ لاہل الولایۃ جائز عند اہل السنۃ ولا لبس بالمعجزۃ لانہا اثر دعوی الرسالۃ وبادعائہا یکفر فورا فلا کرامۃ وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ من السیر عند قولہ ومن لولی قال طی مسافۃ ۔ یجوز جہول ثم بعض یکفر ۔ واثباتہا فی کل ما کان خارقا ۔ عن النسفی النجم یروی وینصر ای ینصر ہذا القول بنص محمد انا نؤمن بکرامات الاولیا لیکن نہر الفائق میں ہے کہ تصور وطی مغربی میں دوسری وجہ استخدام جن پر اختصار کرنا بہتر ہے اس واسطے کہ مسافت بعیدہ کا طی کرنا زمانہ قلیل میں کرامات میں داخل نہیں شارح کہتا ہے لیکن شرح عقائد نسفی میں ملا سعد الدین تفتازانی نے وجہ اول کا یقین کیا ہے یعنی طی مسافت کو کرامت میں داخل کیا ہے باتباع مفتی ثقلین امام نجم الدین عمر نسفی کے بلکہ امام ممدوح سے سوال ہوا کہ یہ جو حکایت ہے کہ کعبہ معظمہ ایک ولی کی زیارت کو جاتا تھا یہ کہنا جائز ہے یا نہیں سو مفتی ثقلین نے جواب میں کہا کہ خرق عادت بطریق کرامت کے اہل ولایت کے واسطے جائز ہے اہل سنت کے نزدیک اور کچھ التباس نہیں کرامت میں ساتھ معجزے کے یعنی یہ کوئی نہ سمجھے کہ کرامت اور معجزہ دونوں خارق عادت ہیں تو کیا فرق ہے کرامت اور معجزہ میں اس واسطے کہ معجزہ نہیں ہوتا مگر بعد دعوی پیغمبری کے اور ادعائے رسالت سے فورا کافر ہوتا ہے ولی پھر کرامت کہاں بلکہ وہ استدراج ہے اور پوری تقریر اس کی شرح وہبانیہ میں کتاب السیر سے اس قول منظوم کے پاس ہے کہ جو ولی کے واسطے طی مسافت کو جائز کہے وہ جاہل ہے پھر بعض علما اس کو کافر کہتے ہیں اور اثبات کرامت کا ہر امر خارق عادت میں خواہ طے مسافت ہو یا غیر اس کی نجم الدین عمر نسفی سے منقول اور منصور ہے معنی اس قول کی نصرت اور تائید امام محمد کے اس قول سے ہے کہ ہم تصدیق کرتے ہیں کرامات اولیا کی ہم اگر خرق عادت مدعی رسالت کے ہاتھ پر ہو وہ معجزہ ہے اور اگر مومن متقی کے ہاتھ پر ہو وہ کرامت ہے اور اگر کافر اور فاسق کے ہاتھ پر ہو تو وہ استدراج اور مکر ہے تو اس تقریر سے ایک قسم کا دوسری قسم سے اشتباہ نہیں شرح وہبانیہ میں ہے کہ طے مسافت بعیدہ کو زمانہ قلیل میں ولی کے واسطے بعضے علما جائز نہیں رکھتے اور اس کے مجوز کو جاہل کہتے ہیں اور بعضے کافر اور اسی طرح ظہور معجزات کبار کا مانند احیا میت اور عصا کو سانپ کر ڈالنا اور انشقاق قمر اور جوش کر کے پانی بہنا انگلیوں سے اور طعام قلیل میں جماعت کثیر کو آسودہ کر دینا بطریق کرامت ناجائز جانتے ہیں اور حق یہ ہے کہ طے مسافت کرامت میں داخل ہے اور اس کا معتقد جاہل یا کافر نہیں امام الحرمین نے کہا کہ قول پسندیدہ ہمارے نزدیک یہ ہے کہ خوارق عادات بطریق کرامت کے جائز ہیں سوائے اس امر کے جو بدلیل قطعی ممنوع الوقوع ہے جیسے قرآن کے برابر دوسرا کلام ظاہر کرنا اور قول بانصاف امام نسفی کا کلام ہے جو مذکور ہو چکا انتہی کذا فی حاشیۃ المدنی غاب عن امراتہ فتزوجت باخر وولدت اولادا ثم عاد ثم جاء الزوج الاول فالاولاد للثانی علی المذہب الذی رجع الیہ الامام وعلیہ الفتوی کما فی الخانیۃ والجوہرۃ والکافی وغیرہا وفی حاشیۃ شرح المنار لابن الحنبلی وعلیہ الفتوی ان احتملہ الحال لکن فی آخر دعوی المجمع حکی اربعۃ اقوال ثم افتی بما اعتمدہ المصنف وعللہ ابن ملک بانہ المستفرش حقیقۃ والولد للفراش الحقیقی وان کان فاسدا وتمامہ فیہ فراجعہ غائب ہوا مرد اپنی عورت سے پھر اس کو موت

ف جواز کرامت طی الارض ۱۲ لہ سمعانی نے کہا کہ امام نجم الدین بڑے فاضل اور دقیقہ رس اور کامل تھے ہر علم میں ان کی تصنیف موجود ہے قریب سو کتابوں کے تصنیف کیں ۴۶۴ھ میں پیدا ہوئے سمرقند میں ۳۷ھ میں وفات پائی ۱۲ ف معجزہ و کرامت ۱۲

Marfat.com

زوج کی یا طلاق کی خبر پہنچی سو اس نے بعد عدت کے زوج ثانی سے نکاح کیا یا عورت نے بدوں خبر سنے دعوی موت یا طلاق کا کہ کے بعد عدت کے نکاح کیا اور زوج ثانی سے اولاد ہوئی پھر زوج اول آیا تو یہ لڑکے زوج ثانی کے ہوں گے بنا بر مذہب مفتی بہ کے جس کی طرف امام اعظم نے آخر کار رجوع کیا کذا فی التجنیس عن القدوری اور اسی پر فتوی ہے کما فی الخانیۃ والجوہرۃ والکافی وغیرہا اور قول اول غیر مفتی بہ امام کا یہ ہے کہ یہ اولاد زوج اول کی ہوگی بسبب بقائے نکاح کے اور شرح منار کے حاشیہ میں جو ابن جنبلی کا تصنیف ہے یوں ہے کہ زوج ثانی کی اولاد ہونے پر فتوی ہے بشرطیکہ ظاہر حال اس کا محتمل ہو اس طرح کہ بعد نکاح ثانی کے پورے چھ مہینے میں لڑکا پیدا ہوا ہو اور اگر اس سے کم مدت میں ہوگا تو زوج اول ہی کا نسب ثابت ہوگا لیکن مجمع البحرین کی آخر کتاب الدعوی میں اس مسئلہ میں چار قول نقل کیے ہیں پھر فتوی اسی پر دیا ہے جس کو مصنف نے معتمد جانا ہے یعنی زوج ثانی کی اولاد ہونے پر اور دلیل مفتی بہ ہونے کی ابن ملک نے شرح مجمع البحرین میں یوں بیان کی ہے کہ حقیقت میں زوج ثانی ہی مستفرش ہے یعنی مالک فراش ہے عورت اسی کے تحت تصرف میں تو نسب ولد کا فراش حقیقی کے واسطے ثابت ہوگا اگرچہ نکاح فاسد ہے اور پوری تقریر اس کی شرح مجمع البحرین میں ہے سو اس کی طرف رجوع کرم طحطاوی نے کہا کہ زوج ثانی کے ثبوت نسب میں یہ شرط ضروری ہے کہ نکاح ثانی سے پورے چھ مہینے یا زیادہ ولادت ہو چنانچہ حاشیہ منار سے اس کی تصریح ہو چکی اور یہ اختلاف اور مفتی بہ ہونا فقط اولاد کے نسب میں ہے نہ عورت میں اس واسطے کہ جب زوج اول آوے گا تو عورت اس کو دلائی جاوے گی باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کے نکح امۃ فطلقہا فشراہا فولدت لاقل من نصف حول منذ شراہا منذ ترمہ نکاح کیا ایک مرد نے غیر کی لونڈی سے پھر اس کو طلاق دی پھر اس کو مول لیا پھر وہ جنی چھ مہینے سے کمتر مدت میں ابتدائے خرید سے تو نسب ولد کا مرد کو لازم ہوگا خواہ مرد اقرار کرے نسب کا یا انکار کرے اس واسطے کہ وہ ولد منکوحہ ہے یا ولد معتدہ نہ ولد مملوکہ اس واسطے کہ خرید کے وقت سے اقل مدت حمل نہیں گذری اور ذکر طلاق کا اتفاقی ہے اسواسطے کہ اگر بدوں طلاق کے بھی اس کو خرید کرے گا تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح ذکر خرید کا بھی اتفاقی ہے اس واسطے کہ اگر بطریق ہبہ یا وراثت لونڈی کا مالک ہوگا تو بھی یہی حکم ہے والا لا المطلقۃ قبل الدخول والمبانۃ بسنتین فطلقہا اور اگر لونڈی بعد خرید کے پورے چھ مہینے یا زیادہ میں جنی تو ولد کا نسب مرد سے ثابت نہ ہوگا بدوں اقرار مرد کے اس واسطے کہ وہ اس صورت میں ولد مملوکہ ہے نہ ولد منکوحہ یا معتدہ اس واسطے کہ بعد خرید کے کل مدت حمل پائی گئی لیکن اگر لونڈی منکوحہ کو طلاق قبل دخول ہوئی ہے یا بعد دخول کے دو بار طلاق بائن ہو گئی تو وہاں اعتبار ولادت کا ابتدائے طلاق سے ہوگا نہ ابتدائے خرید سے تو اگر مطلقہ قبل دخول طلاق سے چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی تو ولد اس کا ثابت النسب ہے بلا شرط اقرار لکن فی الثانیۃ بثبت بسنتین فاقل لیکن دوسری صورت میں یعنی جس کو دو بار طلاق بائن ہوئی تو اس کے ولد کا نسب ثابت ہوگا پورے دو برس تک یا کمتر مدت میں یعنی اس صورت میں بعد طلاق کے چھ مہینے سے کمتر مدت کا اعتبار نہیں بلکہ اگر وہ پورے دو برس یا اس سے کم مدت میں جنے گی بعد طلاق کے تو نسب ثابت ہوگا اس واسطے کہ دو طلاق کے بعد لونڈی حرام ہو جاتی ہے بحرمت غلیظہ تو بعد خرید کے اس کی وطی نہیں ہو سکتی لہذا اس کے حمل کو ابعد اوقات کی طرف نسبت کیا یعنی ماقبل طلاق کے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الرجعی لاکثر مطلقا بعد ان یکون لاقل من نصف حول منذ شراہا فی المسئلتین اور طلاق رجعی میں ولد ثابت النسب ہوتا ہے اگر بعد طلاق کے دو برس سے زیادہ مدت میں پیدا ہو کتنی ہی مدت زیادہ ہو پانچ برس یا دس برس بشرطیکہ ابتدائے خرید سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہو تو دونوں صورتوں میں پہلی صورت سے وہ مطلقہ مراد ہے جس کو بعد بعد دخول کے ایک طلاق بائن ہوئی اور دوسری صورت سے مطلقہ رجعی مراد ہے خلاصہ ان مسائل مذکورہ کا یہ ہے کہ جب غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اس کو طلاق دی پھر اس کو خرید کیا تو دو حال سے خالی نہیں یا طلاق قبل دخول کے ہے یا بعد دخول کے اور بعد دخول کے طلاق دو حال سے خالی نہیں

Marfat.com

کہ یا طلاق رجعی ہے یا بائن اور طلاق بائن دو حال سے خالی نہیں یا بینونت صغری ہے یعنی ایک طلاق بائن یا بینونت کبری یعنی دو طلاق بائن بخلاف حرہ کے کہ اس میں تین طلاق سے بینونت کبری ہوتی ہے نہ دو سے تو اگر طلاق قبل دخول کے دی تو اگر ولادت اور طلاق میں چھ مہینے سے کمتر مدت ہے اور نکاح سے پورے چھ مہینے یا زیادہ ہیں تو نسب ثابت ہے اور اگر نکاح سے چھ مہینے کم مدت ہے ولادت میں تو نسب ثابت نہیں اور اگر ایک طلاق بائن دی بعد دخول کے تو اگر ولادت اور خرید سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہے اور ولادت اور طلاق میں دو برس سے کم مدت ہے تو نسب ثابت ہے اور اگر ولادت اور خرید میں پورے چھ مہینے یا زیادہ کی مدت ہے تو مرد پر اس کا نسب لازم نہیں بلکہ ولادت اور طلاق میں پورے دو برس یا کم کی مدت ہے تو نسب ثابت ہوگا اور اگر طلاق رجعی دی تو اگر ولادت اور خرید سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہے اور ولادت اور طلاق سے دو برس سے زیادہ کتنی ہی مدت کیوں نہ ہو بہر صورت نسب ثابت ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لو اعتقھا بعد الشراء اور اسی طرح اگر غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اس کو آزاد کیا بعد خریدنے کے فوراً تو نسب ثابت ہوگا اور اگر چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی خرید کے وقت سے اور اگر وقت خرید سے چھ مہینے سے زیادہ مدت میں جنی تو نسب ثابت نہ ہوگا مگر یا قرار زوج کذا فی العالمگیریہ ناقلا عن الکافی فلو باعھا فولدت لاکثر من الاقل مذ باعھا فادعاہ بل یفتقر لتصدیق المشتری قولان اور اگر غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اس کو خرید کیا پھر اس کو بیچ ڈالا پھر وہ جنی چھ مہینے سے زیادہ مدت میں ابتدائے بیع سے پھر زوج بائع نے ولد کا دعوی کیا تو اس صورت میں تصدیق مشتری کی حاجت ہے یا نہیں یہاں دو قول ہیں ابو یوسف کے نزدیک تصدیق مشتری کی حاجت ہے بدوں تصدیق مشتری کے ثبوت نسب نہیں اگرچہ بائع دعوی کرے اس واسطے کہ بسبب خرید کے نکاح باطل ہوگیا اور محمد کے نزدیک تصدیق مشتری کی حاجت نہیں کذا فی العالمگیریہ مات عن ام ولدہ او اعتقھا فولدت لدون سنتین لزمہ ولاکثر لا الا ان یدعیہ مولی مرگیا اپنی ام ولد کو چھوڑ کر یا اسکو آزاد کر دیا پھر وہ جنی دو سال سے بعد موت یا آزادی کے کم مدت میں جنی تو نسب اس کا مولی کو نہ لازم ہوگا مگر یہ کہ مولی بعد عتق کے دعوی ولد کا کرے تو نسب ثابت ہوگا ولو تزوجت فی العدۃ فولدت لستین من موتہ او موتہ ولنصف حول فاکثر مذ تزوجت وادعیاہ معا کان للمولی اتفاقا لکونہا معتدہ بخلاف ما لو تزوجت ام الولد بلا اذنہ فانہ للزوج اتفاقا ام ولد نے نکاح کیا عدت موت یا عتق میں پھر جنی پورے دو برس میں آزاد کرنے مولی سے یا اس کے مرنے سے اور پورے چھ مہینے یا زیادہ میں ابتدائے نکاح سے او موتہ اور زوج نے دعوی کیا ولد کا ساتھ ہی مولی کہتا ہے یہ میرا ولد ہے اور زوج ام ولد کا کہتا ہے کہ میرا ہے تو یہ ولد مولی ہی کا ہوگا بالاتفاق اس واسطے کہ ولد مولی کی معتدہ ہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر ام ولد نے نکاح کر لیا بدوں اذن مولی کے پھر وہ پورے چھ مہینے یا زیادہ میں جنی ابتدائے نکاح سے پھر ولد میں مولی اور زوج نے دعوی کیا تو ولد زوج ہی کا ہوگا بالاتفاق نہ مولی کا ہم شارح کے قول میں موت کا ذکر بے معنی ہے اس واسطے کہ بعد موت کے دعوی کرنا مولی کا غیر متصور[1] ہے ولو تزوجت معتدۃ بائن فولدت لاقل من سنتین مذ بانت ولاقل من الاقل مذ تزوجت فالولد للاول لفساد نکاح الآخر اور اگر نکاح کر لیا معتدہ بائن نے پھر وہ جنی دو سال سے کم مدت میں ابتدائے طلاق بائن سے اور چھ مہینے سے کمتر میں ابتدائے نکاح ثانی سے تو یہ ولد زوج اول کا ہوگا بسبب فاسد ہونے نکاح ثانی کے اس واسطے کہ عدت میں ہوا ولو لاکثر منہما مذ بانت ولنصف حول مذ تزوجت فالولد للثانی اور اگر معتدہ بائن نے نکاح کیا اور جنی دو برس سے زیادہ مدت میں ابتدائے طلاق بائن سے اور پورے چھ مہینے میں ابتدائے نکاح ثانی سے تو یہ بیٹا زوج ثانی کا ہوگا اس واسطے کہ زوج اول کی طرف نسبت ولد کی متعذر ہوگئی کیونکہ دو برس سے زیادہ حمل نہیں ٹھہرتا اور زوج ثانی کی طرف نسبت بلا معارض ثابت ہے ولو لاقل من نصف لم یلزم الاول ولا الثانی والنکاح صحیح اور اگر معتدہ مذکورہ ابتدائے طلاق بائن سے دو سال سے زیادہ مدت میں

[1] یہ اعتراض مترجم اول کا بے معنی ہے اس لیے کہ دعوی ہونے کا بعد موت کے اس کے وارث کے ذریعہ سے ممکن ہے ۷

Marfat.com

جنی تو نسب اس ولد کا نہ زوج اول کو لازم ہوگا اور نہ زوج ثانی کو اور نکاح ثانی صحیح ہوگا زوج اول کو اس واسطے نسب نہ لازم ہوا کہ نسبت اس کی زوج اول کی طرف بسبب زیادہ ہو جانے اکثر مدت حمل سے متعذر ہے اور زوج ثانی کی طرف بھی نسبت متعذر ہوگئی اس واسطے کہ کمتر مدت حمل سے بھی کمتر ہے اور نکاح ثانی اس واسطے صحیح ہوا کہ بعد طلاق بائن کے دو سال سے زیادہ مدت میں ولادت ہونا دلیل ہے کہ زوج اول کا نطفہ معتدہ کے پیٹ میں نہ تھا تو حاملہ ثابت النسب سے نکاح کرنا نہ لازم آیا کذا فی حاشیۃ الدری ولو لاقل منہما ولنصفہ ففی عدۃ البحر بحثا انہ للاول لکن نقل ہنا عن البدائع انہ للثانی معللا بان اقدامہا علی التزوج دلیل انقضاء عدتہا حتی لو علم بالعدۃ فالنکاح فاسد وولدہ للاول ان امکن ابتائہ منہ بان تلد لاقل من سنتین من طلق او مات اور اگر نکاح کیا معتدہ بائن نے پھر جنی کمتر دو سال سے ابتدائے طلاق بائن سے پورے چھ مہینے میں نکاح ثانی سے تو بحرالرائق کے باب العدۃ میں بحث کرکے کہا ہے کہ یہ ولد زوج اول کا ہے اس واسطے کہ نکاح ثانی فاسد ہے بخلاف اول کے لہذا ولد زوج اول ہی کو ملحق ہوگا لیکن صاحب بحرالرائق نے وہیں نقل کیا ہے بدائع سے کہ یہ ولد زوج ثانی کا ہوگا اس دلیل سے کہ پیش قدمی کرنا عورت کا نکاح پر دلیل ہے اس کے انقضائے عدت پر اور بعد عدت کے زوج اول سے ملحق نہیں ہو سکتا اور یہی یعنی روایت بدائع کی قوی ہے تو بحث صاحب بحرالرائق اعتماد کے نہیں اور الحاق ولد کا زوج ثانی کے واسطے اس صورت میں جب کہ اس کو بقائے عدت اول کا علم نہ ہو یہاں تک کہ اگر زوج ثانی نکاح کے وقت بقائے عدت کو جانتا ہو تو نکاح فاسد ہوتا اور ولد معتدہ کا زوج اول کا ہوگا اگر ممکن ہو اثبات اس کا زوج اول سے اس طرح پر کہ جنی معتدہ دو سال سے کمتر میں ابتدائے طلاق سے یا زوج اول کی موت سے اور اگر طلاق سے دو سال زیادہ مدت میں اور نکاح سے پورے چھ مہینے میں جنی تو ولد زوج ثانی کا ہوگا کذا فی حاشیۃ الدری ناقلا عن البدائع ولو نکح امرأۃ فجاءت بسقط مستبین الخلق فان لاربعۃ اشہر فلیہ للثانی وان لاربعۃ الا یوما فلیہ للاول وفسد النکاح وانکل من البحر اور اگر نکاح کیا مرد نے عورت معتدہ سے پھر اس کے پیٹ سے بچہ ناتمام جس کے بعضے اعضا ظاہر ہو چکے تھے گرا تو اگر بعد نکاح ثانی کے پورے چار مہینے میں گرا تو نسب اس کا زوج ثانی ثابت ہوگا اور اگر ایک دن کم چار مہینے میں گرا تو نسب اس کا زوج اول سے ہوگا اور اگر نکاح فاسد ہوگا یہ سب مسائل بحرالرائق سے منقول ہیں پورے چار مہینے میں زوج ثانی کا نسب اس واسطے ہوا کہ خلقت اعضا ظاہر نہیں ہوتی مگر ایک سو بیس دن میں تو چالیس دن نطفہ پیٹ میں رہتا ہے اور چالیس دن سے خون بستہ ہوتا ہے اور چالیس دن گوشت کا لوتھڑا ہوتا ہے کذا فی البحر اور نکاح ثانی صورت ثانیہ میں اس واسطے فاسد ہوا کہ نکاح عدت میں واقع ہوا قلت وفی مجموع الفتاوی نکح کافر مسلمۃ فولدت منہ لا یثبت النسب منہ ولا تجب العدۃ لانہ نکاح باطل شارح کہتا ہے کہ مجموع الفتاوی میں ہے کہ نکاح کیا کافر نے مسلمان عورت کا پھر جنی اس سے تو ولد کا نسب کافر سے نہ ثابت ہوگا اس واسطے کہ زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا اور عورت پر عدت بھی واجب نہیں اس واسطے کہ یہ نکاح باطل ہے بخلاف نکاح فاسد کے اس واسطے کہ اس کی وطی بشبہ ہے لہذا اس میں نسب ثابت ہوتا ہے ہم اگر ایک مرد نے زنا کیا ایک عورت سے پھر وہ حاملہ ہوئی پھر اس نے نکاح کیا پھر وہ جنی تو اگر پورے چھ مہینے یا زیادہ میں جنی تو ولد کا نسب مرد سے ثابت ہوگا اور اگر چھ مہینے سے کمتر میں جنی نسب ثابت نہ ہوگا مگر دعوی نسب سے البتہ ثابت ہوگا بشرطیکہ یوں نہ کہا ہو کہ یہ میرا بیٹا زنا سے ہے اور اگر یوں کہے گا کہ میرا بیٹا زنا سے ہے تو نسب ثابت نہ ہوگا اور لڑکا اس کا وارث نہ ہوگا کذا فی البدائع مرد مسلمان نے نکاح کیا اپنی محارم سے پھر اولاد ہوئی اور وہ اولاد امام کے نزدیک مرد سے ثابت النسب ہوگی اور صاحبین کے نزدیک ثابت النسب نہیں اس واسطے کہ نکاح محارم کا فاسد ہے امام کے نزدیک اور باطل ہے صاحبین کے نزدیک کذا فی الظہیریہ نسب اشارہ کرنے سے بھی ثابت ہوتا ہے باوجود قدرت تکلم کے کذا فی النہایۃ بکذا فی العالمگیریۃ

باب الحضانۃ

بفتح الحاء وکسرہا تربیۃ الولد یہ باب ہے حضانت میں بفتح وکسر حا عبارت ہے تربیت ولد سے یعنی لڑکوں کی پرورش کے

Marfat.com

احکام اس باب میں مذکور ہیں صراح اور قاموس میں حضانت کو بکسر اول کہا ہے اور شارح نے باعتبار مصباح اور بحر اور نہر کے فتح اول کو بھی مذکور کیا ہے اور حاضنہ وہ عورت ہے جو لڑکے کو پرورش کرے اور گود میں رکھے اور خیر الدین رملی نے کہا کہ شروط حضانت کے یہ ہیں کہ حاضنہ حرہ بالغہ امینہ ہو قادرہ ہو پرورش پر اور زوج اجنبی کے نکاح میں نہ ہو اور اگر پرورش کرنے والا مرد ہو تو اس میں یہی شروط ہیں سوائے شرط اخیر کے کذا فی حاشیۃ الدنی **ثبت للام النسبیۃ ولو کتابیۃ او مجوسیۃ ولو بعد الفرقۃ الا ان تکون مرتدۃ حتی تسلم لانہا تحبس** ثابت ہے حق پرورش کا نسبی ماں کو اگرچہ کتابیہ یا مجوسیہ ہو اور اگر بعد جدائی زوج کے ہو مگر یہ کہ ماں ولد کی مرتد ہو گئی ہو تو اس کو حق پرورش کا نہیں یہاں تک کہ وہ اسلام قبول کرے اس واسطے ارتداد میں حق پرورش نہیں کہ مرتدہ تا زمان ارتداد محبوس رہے گی پھر حبس میں پرورش کیونکر ہو مجوسیہ ہونے کی یہ صورت کہ ولد ماں باپ دونوں مجوسی تھے پھر باپ مسلمان ہو گیا اور عورت مجوسی بنی رہی تو بھی حق پرورش اسی کا ہوگا اس واسطے کہ عورت کو محبت ولد کی پیدائشی امر ہے کافرہ ہو یا مسلمہ او فاجرۃ فجورا یضیع الولد بہ کزناء وغناء وسرقۃ ونیاحۃ کما فی البحر والنہر بحثا قال المصنف والذی یظہر العمل باطلاقہم کما ہو مذہب الشافعی ان الفاسقۃ بترک الصلوٰۃ لا حضانۃ لہا وفی القنیۃ الام احق بالولد مستقیمۃ السیرۃ معروفۃ بالفجور مالم یعقل ذلک یا ولد کی ماں فاسقہ ہو ایسا فسق اور گناہ کرتی ہو جس سے لڑکا ضائع ہو جاوے مانند زنا اور گانا اور چوری اور نوحہ گری کے چنانچہ یہ تفصیل بحر الرائق اور نہر الفائق میں ہے بحث کے ساتھ اس واسطے کہ جب عورت حرام کار ہوئی یا گانے یا نوحہ گری کا پیشہ کیا یا چوری کرنے کی اس کو خو پڑ گئی تو گھر میں نہ ٹھہرے گی تو لڑکا تباہ ہوگا مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ جو امر کہ عمل[1] باطلاق فقہاء سے ظاہر ہوتا ہے چنانچہ وہی مذہب شافعی بھی ہے کہ جو عورت کہ فاسقہ ہو بسبب ترک نماز کے تو اس کو حق پرورش نہیں اور قنیہ میں ہے کہ ماں سزاوار تر ہے پرورش ولد میں اگرچہ وہ بدطریق مشہور بفسق ہو جب تک کہ لڑکے کو بدکاری کا شعور ہو انتہی کلام المصنف ہم اکثر کتب فقہ میں وارد ہے کہ فاجرہ کو حق پرورش نہیں صاحب بحر نے کہا کہ فاجرہ سے مراد زانیہ ہے جو پرورش ولد سے غافل ہو جاوے نہ مطلق فسق کہ شامل ہو ترک صلوٰۃ کو اس واسطے کہ جب کتابیہ احق بالولد ہوئی تو مسلمہ فاسقہ اولیٰ ہوگی مصنف نے کلام صاحب بحر کا پسند نہ کیا اور مطلق فسق کو قائم رکھا اور کتابیہ اور فاسقہ میں فرق کیا کہ کتابیہ اپنے اعتقاد پر ہے بخلاف مسلمہ فاسقہ کے شیخ رحمتی اور طحطاوی محشیوں نے کہا کہ جب مدار حکم کا ولد کے ضائع ہونے پر ہوا تو بحث مصنف کی بیجا ہے اور بحث صاحب بحر کی قوی ہے اور تفرقہ کتابیہ اور فاسقہ کا حضانت میں کچھ مفید نہیں مفتی ابو سعید نے کہا کہ مطلق فجور مسقط حضانت کا نہیں تاوقتیکہ خوف ولد کے ضائع ہونے کا نہ ہو غزی زادہ نے کہا کہ لحاظ اس قید کا ضرور ہے کذا فی حاشیۃ الدنی **او غیر مامونۃ** ذکرہ فی المجتبی بان تخرج کل وقت وتترک الولد ضائعا یا ولد کی ماں غیر مامونہ ہو یعنی اس پر اطمینان نہ ہو مجتبی میں تفسیر غیر مامونہ کی اس طرح پر کی ہے کہ ہر وقت گھر سے نکلا کرتی ہو اور لڑکے کو تباہ حالت چھوڑ جاتی ہو خواہ بلا ضرورت نکلتی ہو خواہ بضرورت مانند کشتکاری کے یا کہ وہ دائی جنائی ہو **او مریضۃ او تکون امۃ او ام ولد او مدبرۃ او مکاتبۃ ولدت ذلک الولد قبل الکتابۃ** لاشتغالہن بخدمۃ المولیٰ لکن وان کان الولد رقیقا کن احق بہ لانہ للمولیٰ مجتبی یا کہ ماں ولد کی لونڈی ہو یا ام ولد یا مدبرہ یا مکاتبہ ہو جو کہ اس لڑکے کو قبل کتابت کے جنی ان سب کی پرورش ساقط ہے بسبب مشغول رہنے ان عورتوں کے خدمت مولیٰ میں تو انکو فرصت پرورش ولد کی کہاں لیکن اگر ولد ان کا مملوک ہوگا مولیٰ کا تو یہی عورتیں اس ولد کی پرورش کے واسطے لائق تر ہیں اس واسطے کہ وہ ولد مولیٰ کا ہے تو اس کی پرورش کرنا گویا مولیٰ کی خدمت ہے کذا فی المجتبی ہم تعلیل مذکور مکاتبہ پر صادق نہیں آتی اس واسطے کہ مکاتبہ پر مولیٰ کی خدمت واجب نہیں تو نفی حضانت کی یوں علت بیان کرنا بہتر ہے کہ حضانت ایک نوع کی ولایت ہے اور ان عورتوں کو اپنی ذات پر ولایت نہیں تو غیر پر بطریق اولیٰ ولایت نہ ہوگی **او متزوجۃ بغیر محرم الصغیر** یا ولد کی ماں نے نکاح کر لیا ہو صغیر کے

[1] مناسب یہ تھا کہ ترجمہ یوں ہوتا کہ جو امر ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ فقہا کے اطلاق پر عمل ہو یعنی مطلق فسخ کو مانع حضانت قرار دیا جائے۔ ۱۲

Marfat.com

غیر محرم کے ساتھ اس واسطے کہ مرد اجنبی ولد کی پرورش سے راضی نہ ہوگا اور اگر اس کی ماں نے اس کے محرم کے ساتھ نکاح کیا ہو مثلاً ولد کے چچا کے ساتھ نکاح کیا ہو تو حق حضانت کا ساقط نہیں اور محرم سے محرم نسبی ہے نہ رضاعی **او ابت عن تربیتہ مجانا والحال ان الاب معسر والعمۃ تقبل ذلک** ای تربیتہ مجانا ولا تمنعہ عن الام قیل للام اما ان تمسکیہ مجانا او تدفعیہ للعمۃ **علی المذہب** وہل یرجع العم والعمۃ علی الاب اذا ایسر قیل نعم مجتبی والعمۃ لیست بقید فیما یظہر یا کہ ماں انکار کرے ولد کے مفت پالنے سے اور حالانکہ باپ کو مقدور اجرت دینے کا نہیں اور عمہ ولد کی اس پرورش کو مفت قبول کرتی ہے اور ماں کو بیٹے کے پاس آنے جانے سے روکتی بھی نہیں تو اس صورت میں اس کی ماں سے کہا جاوے کہ یہ لڑکے کو مفت اپنے پاس رکھے یا کہ اس کی عمہ کو دے کہ وہ رکھے یہی حکم ہے بنا بر مذہب صحیح کے اور جس قدر مال چچا یا عمہ کا پرورش میں صرف ہوا ہے اس کو باپ سے پھیر لینا جب کہ باپ کو مقدور ہو درست ہے یا نہیں بعضے علما نے جواب دیا کہ ہاں پھیر لینا پہنچتا ہے کذا فی المجتبی اور ظاہرا ذکر عمہ کا اس مسئلہ میں کچھ قید نہیں بلکہ جب کہ ماں مفت پرورش سے انکار کرے اور باپ کو مقدور نہ ہو اور کوئی اجنبی عورت مفت پرورش کا اقبال کرے تو بھی یہی حکم ہے کہ اجنبی پالے کذا ذکر شرنبلالی فی کشف النتائج علی حاشیۃ الدر تو توقف شارح کا عمہ کے اتفاقی قید ہونے میں اس روایت سے زائل ہو گیا کذا فی حاشیۃ المدنی وفی المنیۃ تزوجت ام صغیر توفی ابوہ وارادت تربیتہ بلا نفقۃ مقدورۃ واراد وصیۃ تربیتہ بہا وقع الیہا لا الیہ ابقاء لمالہ اور منیہ میں ہے کہ نکاح کر لیا صغیر کی ماں نے جس صغیر کا باپ مر گیا اور صغیر کی ماں نے بدوں صرف مقرری کے اس کی پرورش کا ارادہ کیا اور صغیر کے وصی نے چاہا کہ نفقہ دے کر کسی اور اجنبی عورت سے پرورش کرا دے تو لڑکا ماں ہی کو دلایا جاوے گا نہ وصی کو تاکہ مال صغیر کا باقی رہے وفی الحاوی تزوجت باجنبی وطلبت تربیتہ بنفقۃ والتزمہ ابن عمہ مجانا ولا حاضنۃ لہ فلہ ذلک اور حاوی میں ہے کہ نکاح کیا صغیر کی ماں نے اجنبی سے اور پرورش ولد کی درخواست کی بعوض نفقہ کے اور صغیر کے ابن عم نے اپنے اوپر لازم کر لی پرورش اس کی مفت حالانکہ صغیر کی کوئی اور عورت حاضنہ نہیں تو ابن عم کو اس کا اختیار ہے **ولا تجبر من لہا الحضانۃ علیہا الا اذا تعینت لہا** بان لم یاخذ ثدی غیرہا ولم یکن للاب ولا للصغیر مال بہ یفتی خانیہ وسیجئ فی النفقۃ اور جس عورت کو حق حضانت شرعاً ثابت ہے اس پر جبر کرنا پرورش کے واسطے نہیں پہنچتا کہ شاید اس سے نہ ہو سکتی ہو مگر جب کہ حاضنہ متعین ہو جاوے اس طرح پر کہ صغیر کسی کی چھاتی نہ لیتا ہو سوائے اس عورت کے یا کہ باپ اور صغیر مالدار نہ ہوں تاکہ خادمہ نوکر رکھی جاوے تو اس صورت میں بالاتفاق حاضنہ پر جبر کیا جاوے گا پرورش کے واسطے اور اسی پر فتوی ہے یعنی عدم جبر پر الا در صورت تعیین کذا فی الخانیہ اور عنقریب اس کا ذکر باب النفقہ میں آوے گا م ہدایہ اور تبیین اور ولوالجیہ اور واقعات اور خلاصہ میں اسی روایت پر فتوی ہے کہ حاضنہ پر جبر نہیں اور ظہیریہ میں ہے کہ اگر صغیر کا کوئی محرم نہ ہو تو پرورش کیواسطے ماں پر جبر کیا جاوے گا تاکہ صغیر ضائع نہ ہو جاوے، کذا فی حاشیۃ المدنی واذا اسقطت الام حقہا صارت کمیتۃ او متزوجۃ فینتقل للجدۃ بحر اور جب کہ ماں نے اپنا حق پرورش ساقط کر دیا تو مانند میت اور متزوجہ کے ہو گئی تو اس صورت میں حق حضانت کا نانی کی طرف منتقل ہوگا کذا فی البحر **ولا یقدر الحاضنۃ علی ابطال حق الصغیر فیہا حتی لو اختلعت علی ان تترک ولدہا عند الزوج صح الخلع وبطل الشرط لانہ حق الولد** فلیس لہا ان یبطلہ بالشرط وان لم یوجد غیرہا اجبرت بلا خلاف فتح وہذا یعم ما لو وجد وامتنع من القبول بحر وحینئذ فلا اجرۃ لہا جوہرہ اور قدرت نہیں حاضنہ کو حق صغیر کے باطل کرنے پر وہ حق صغیر کا جو حاضنہ کی ذات میں ثابت ہے یہاں تک کہ اگر خلع کیا عورت نے اس شرط پر کہ صغیر کو چھوڑ جاوے گی زوج کے پاس تو خلع صحیح ہوگا اور شرط عدم پرورش کی باطل ہو جائے گی اس واسطے کہ پرورش حق ہے صغیر کا تو عورت کو اختیار نہیں کہ اس کو باطل کر سکے شرط کر کے اور اگر ماں کے سوا کوئی حاضنہ نہ پائی جاوے تو ماں پر جبر کیا جاوے گا

Marfat.com

بلا خلاف کذا فی فتح القدیر اور یہ یعنی عیزام کا نہ پایا جانا شامل ہے اس صورت کو کہ عیزام موجود ہو اور پرورش کا اقبال نہ کرے کذا فی البحر اور اس وقت میں یعنی سوائے ماں کے کوئی نہ ہو یا ہو مگر اقبال نہ کرے تو ماں کچھ اجرت پرورش کی نہ پاوے گی اس واسطے کہ واجب کے کرنے پر کچھ اجر نہیں کذا فی الجوہرۃ معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ ماں پر جبر نہیں پرورش میں چنانچہ قبل اس کے تفصیل اس کی مذکور ہو چکی ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ماں مجبور ہے پرورش صغیر میں اور یہی منقول ہے فقہاء ثلثہ سے یعنی فقیہ ابو اللیث اور ہندوانی اور خواہر زادہ سے اور فتح القدیر میں کافی حاکم سے خلع مشروط کا مسئلہ نقل کر کے فقہاء ثلثہ کی تائید کی ہے اور کہا ہے کہ کافی جامع ہے کلام محمد کی تو معلوم ہوا کہ اگر یہی ثبوت جبر ظاہر الروایت ہے طحطاوی نے کہا کہ کیونکر ماں پر جبر ثابت ہوگا یعنی درصورت عدم تعیین اور حالانکہ اقوال مشائخ کے عدم جبر کے مفتی بہ ہونے پر مطابق ہو گئے ہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ظاہر روایت سے عدول کر کے مفتی بہ عمل ہوتا ہے انتہی اور تعجب ہے مصنف اور شارح سے کہ اس مقام میں جمع بین المتناقضین سے راضی ہو وے اور لازم یوں تھا کہ ایک قول کو پسند کرتے اور دوسرے پر چاہتے تو اشارہ کر دیتے کذا فی حاشیۃ المدنی **وتستحق الحاضنۃ اجرۃ الحضانۃ اذا لم تکن منکوحۃ ولا معتدۃ** لابیہ وہی غیر اجرۃ ارضاعہ ونفقتہ کما فی البحر عن السراجیہ مخلافا لما نقل المصنف عن جواہر الفتاوی اور مستحق ہوتی ہے حاضنہ اجرت حضانت کی جب کہ وہ منکوحہ اور معتدہ اس کے باپ کی نہ ہو بشرطیکہ صغیر منکوحہ یا معتدہ کے پیٹ سے ہو اور اگر منکوحہ یا معتدہ کی سوت کا بیٹا ہوگا تو بھی وہ اجرت کی مستحق ہوگی کذا فی الزیلعی اور یہ اجرت پرورش کی دودھ پلانے اور نفقہ ولد کے سوا ہے کذا فی البحر عن السراجیہ یہ تو باپ پر تین چیزیں واجب ہوئیں اجرت حضانت اور اجرت رضاعت اور نفقہ ولد کذا فی شرح نیلالیہ اور مغائر ہونا اجرت حضانت کا رضاعت سے مخالف ہے اس قول کے جو مصنف نے اپنی شرح میں جواہر الفتاوی سے نقل کیا ہے منح الغفار میں جواہر الفتاوی سے یوں منقول ہے کہ قاضی خاں سے یوں سوال کیا کہ بینونہ کو اجرت حضانت کی پہنچتی ہے بعد ایام شیر خوارگی کے جواب دیا کہ نہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجرت حضانت اور رضاعت مغائر نہیں شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ شائد جواہر الفتاوی کی عبارت میں تحریف یا سقوط ہے اس واسطے کہ حضانت اور رضاعت دو متغائر چیزیں ہیں رضاعت کی مدت دو سال اور حضانت کی سات برس یا نو برس پھر ایک کے سقوط سے دوسری کیونکر ساقط ہو وفی الشرح النقایۃ للباقانی عن البحر المحیط سئل ابو حفص عمن لہا امساک الولد ولیس لہا مسکن مع الولد فقال علی الاب سکنا ہما جمیعا وقال نجم الائمۃ المختار ان علیہ السکنی فی الحضانۃ وکذا ان احتاج الصغیر الی خادم یلزم الاب بہ اور باقانی کی شرح نقایہ میں بحر محیط سے منقول ہے کہ ابو حفص سے کسی نے سوال کیا اس عورت کا مسئلہ کہ جس کو صغیر کے رکھنے کا حق پہنچتا ہے اور اس عورت کا کوئی مکان نہیں جہاں صغیر کو ساتھ لے کر رہے تو جواب میں کہا باپ پر دونوں کے واسطے مکان دینا واجب ہے اور نجم الائمہ نے کہا قول مختار یہ ہے کہ باپ پر مکان دینا ایام پرورش میں واجب ہے اور اسی طرح اگر صغیر خادم کا محتاج ہو تو باپ پر خادم کا دینا لازم کیا جاوے گا وفی کتب الشافعیۃ مؤنۃ الحضانۃ فی حال المحضون لولہ مال والا فعلی من لزمہ نفقتہ **قال** شیخنا وقواعدنا تقتضیہ فیفتی بہ تم حررہ ان الحضانۃ کالرضاع اور کتب شافعیہ میں ہے کہ خرچ پرورش کا صغیر کے مال سے ہوگا اگر اس کو مال وراثت سے ملا ہو اور اگر صغیر کا مال نہ ہو تو حضانت کا صرف اس پر واجب ہے جس پر صغیر کا نفقہ لازم ہے شارح کہتا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ ہم حنفیوں کے قواعد بھی اسی کو مقتضی ہیں تو اسی پر فتوی دینا چاہیے پھر خیر الدین رملی نے تحریر اور تنقیح کی ہے کہ حضانت مانند رضاعت کے ہے یعنی بنا بر قول راجح کے جیسے رضاعت بقدر ارث کے وارثوں پر واجب ہے ویسی ہی حضانت بھی بقدر ارث واجب ہے خلاصہ یہ ہے کہ اس میں تصریح روایت کی نہیں لیکن نظیر فقہی اس کو مقتضی ہے کہ جب صغیر کا باپ نہ ہو اور ماں بھی نہ ہو تو حضانت کی اجرت وارثوں پر واجب ہے بقدر ارث کے مانند رضاعت کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن فتاوی خیر الدین رملی تم ای بعد الام **بان ماتت** او لم تقبل او اسقطت حقہا او تزوجت باجنبی ام لام وان علت عند عدم

لہ یعنی پرورش کرنے پر اس پر جبر کیا جاوے گا۔

Marfat.com

اہلیۃ القربی پھر بعد ماں کے اس طرح کہ ماں مرگئی یا وہ فاجرہ غیر مامونہ ہے یا اس نے حضانت قبول نہ کی یا اس نے اپنے حق کو ساقط کر دیا یا اجنبی سے نکاح کرلیا تو نانی کو حق حضانت ثابت ہے اگرچہ بچہ بواسطہ نانی بعید ہو مثلاً نانی کی ماں یا نانی کی نانی لیکن نانی بعیدہ کو حضانت ثابت ہوگی نزدیک عدم اہلیت نانی قریبہ کے یعنی اگر نانی غیر کی مثلاً منکوحہ ہوگی تو اس صورت میں حق پرورش کا نانی کو نہ پہنچیگا **ثم ام الاب وان علت بالشرط المذکور** پھر بعد نانی کے حق پرورش صغیر کی دادی کو ثابت ہے اگرچہ دادی بچہ واسطہ بعید ہو بشرط مذکور یعنی دادی بعیدہ کو در صورت عدم اہلیت قریبہ کے حق پہنچے گا **ولا ام الاب الام فتؤخر عن ام الاب بل عن الخالۃ ایضا** بحر اور نانا کی ماں دادی سے موخر کی جاوے بلکہ خالہ سے بھی کذا فی بحر الرائق **ثم لاخت الاب ثم ام ثم لام لان بنۃ الخ لقرابۃ الام** پھر دادی کے بعد سگی بہن ہے پھر مادری بہن مقدم ہے سوتیلی بہن سے اس واسطے کہ یہ حق پرورش صغیر کا مخصوص ہے ماں کی قرابت والیوں کو **ثم الاخت لاب ثم بنت الاخت لابوین ثم لام ثم لاب** پھر مادری بہن کے بعد سوتیلی بہن کو حق ہے پرورش کا پھر سگی بہن کی بیٹی کو پھر مادری بہن کی بیٹی کو پھر سوتیلی بہن کی بیٹی خالہ پر مقدم نہیں بنا پر قول صحیح کے۔ کذا فی فتاوی قاضی خاں و بحر الرائق یہ روایت غیر صحیح ہے جو شارح نے یہاں ذکر کی چنانچہ آئندہ قول میں خود شارح خالہ کی تقدیم کو سوتیلی بہن کی بیٹی پر بیان کرے گا **ثم الخالات کذلک** ای لابوین ثم لام ثم لاب ثم بنت الاخت لاب ثم بنات الاخ پھر مادری بہن کی بیٹی کے بعد خالات کے مراتب ہیں اسی طرح یعنی پہلے سگی خالہ پرورش کے واسطے مقدم ہے پھر مادری خالہ پھر سوتیلی بہن کی بیٹی پھر صغیر کے بھائی کی بیٹیاں **ثم العمات کذلک** پھر بھتیجیوں کے بعد پھوپھیاں اسی طرح ہیں یعنی پہلے سگی پھوپھی پھر مادری پھوپھی پھر سوتیلی پھوپھی **ثم خالۃ الام کذلک** پھر پھوپھیوں کے بعد ماں کی خالہ اسی طرح پر یعنی پہلے ماں کی سگی خالہ پھر مادری خالہ اس کے بعد سوتیلی خالہ **ثم خالۃ الاب کذلک** پھر ماں کی خالہ کے بعد باپ کی خالہ اسی طرح پر یعنی اول سگی خالہ باپ کی پھر مادری خالہ پھر سوتیلی خالہ **ثم عمات الاجداد والاباء بھذا الترتیب** پھر باپ کی خالہ کے بعد ماں کی پھوپھیاں پھر باپ کی پھوپھیاں اسی ترتیب گذشتہ سے یعنی ماں کی سگی پھوپھی مقدم ہے پھر مادری پھوپھی پھر سوتیلی پھوپھی پھر اس کے بعد باپ کی سگی پھوپھی پھر مادری پھوپھی پھر سوتیلی پھوپھی **ہکذا الفہم من فتح القدیر** اس ترتیب مذکورہ کی وجہ یہ ہے کہ ولایت پرورش کی اصل مستفاد ہے ماں کی جانب سے لہذا در باب حضانت قرابت ماں کی مقدم ہے باپ کی قرابت پر کذا فی الاختیار سنن ابو داؤد میں عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ میرا بیٹا ہے میرا پیٹ اس کا ظرف تھا اور میری چھاتی اس کے دودھ کی مشک تھی اور میری گود اس کا گہوارہ اور جھولا تھا اور اس کے باپ نے مجھ کو طلاق دی اور چاہتا ہے کہ اس لڑکے کو مجھ سے چھین لے تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے رکھنے میں تو احق ہے جب تک کہ تو دوسرا نکاح کرلے اور اختیار شرح مختار میں سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ ام عاصم کو طلاق دی اور لڑکے کو لینا چاہا تو دونوں میں جھگڑا ہوا مقدمہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس رجوع ہوا صدیق اکبر نے فرمایا کہ اے عمر اس کی رال لڑکے کے واسطے بہتر ہے تیرے شہد سے پھر لڑکا عورت کو دے دیا پرورش کے واسطے اور اصل اس روایت کی امام مالک کی مؤطا اور بیہقی اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کذا فی فتح القدیر اور سنن ابو داؤد میں علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ زید بن حارثہؓ حضرت حمزہؓ کی دختر کو مکہ سے لائے یعنی مدینہ میں تو جعفر طیار نے کہا کہ میں اس کو پالوں گا میں احق ہوں میرے چچا کی بیٹی اور اس کی خالہ میرے پاس ہے علی مرتضی نے کہا کہ میں احق ہوں کہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور رسول اللہ کی بیٹی میرے پاس ہے وہ اس کی احق ہے پھر زید نے کہا کہ میں اس کا احق ہوں کہ میں اس کو مکہ سے لایا ہوں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبیہ تو جعفر کے پاس اپنی خالہ کے ساتھ رہے گی اس واسطے کہ خالہ ماں کے برابر ہے **ثم العصبات بترتیب الارث فیقدم الاب ثم الجد ثم الاخ الشقیق ثم لاب ثم بنوہ کذلک ثم العم ثم بنوہ** پھر نساء مذکورات کی عصبات رجال بترتیب وراثت حضانت میں احق ہیں تو باپ صغیر کا مقدم ہے پھر دادا پھر سگا بھائی پھر سوتیلا بھائی پھر

Marfat.com

بھتیجے اسی طرح یعنی سگے بھائی کا بیٹا سوتیلے بھائی کے بیٹے پر مقدم ہے پھر چچا پھر اس کے بیٹے اسی ترتیب پر یعنی سگا مقدم ہے سوتیلے پر واذا اجتمعوا فالاورع ثم الاسن اختیار سوی فاسق ومعتوہ وابن عم لمشتہاۃ وہو غیر مامون اگر مستحق حضانت چند شخص یک درجہ جمع ہوں جیسے سگے بھائی یا سگے چچا تو ان میں جو پرہیزگار زیادہ ہو وہ مقدم ہے اور اگر پرہیزگاری میں دونوں برابر ہوں تو پھر زیادہ عمر والا مقدم ہے کذا فی الاختیار شرح المختار سوائے عصبہ فاسق اور بیہوش کے یعنی عصبہ فاسق اور بدحواس لائق حضانت کے نہیں اور اسی طرح چچا کا بیٹا جس پر اطمینان نہ ہو وہ صغیر لائق شہوت کے حضانت کے واسطے سزاوار نہیں ثم اذا لم یکن عصبۃ فلذوی الارحام فیدفع للاخ لام ثم لاخت ثم للعم لام ثم للخال لابوین ثم لام برہان وعینی بحر پھر جب کوئی عصبہ صغیر کا نہ ہو تو ذوی الارحام پرورش کے واسطے احق ہوں گے تو مادری بھائی کو صغیر دیا جاوے گا پھر اس کے بیٹے کو مادری چچا کو پھر سگے ماموں کو پھر مادری ماموں کو کذا فی البحر نقلا عن البرہان والعینی فان تساووا فاصلحہم ثم اورعہم ثم اکبرہم ولاحق لولد عم وعمۃ وخال وخالۃ لعدم المحرمیۃ پھر اگر چند ذوی الارحام درجے میں برابر ہوں چنانچہ تین بھائی تو ان میں سے جو زیادہ ترکار ساز ہو صغیر کا وہ مقدم ہے پھر جو زیادہ متقی ہو پھر جو عمر میں زیادہ تر ہو اور چچا اور پھوپھی اور ماموں اور خالہ کے بیٹوں کو حق پرورش نہیں بسبب نامحرم ہونے کے والحاضنۃ الذمیۃ ولو مجوسیۃ کمسلمۃ مالم یعقل دینا ینبغی تقدیرہ بسبع سنین لصحۃ اسلامہ حینئذ منہر اوالی ان یخاف ان یالف الکفر فینزع منہا وان لم یعقل دینا بحر اور حاضنہ ذمیہ اگرچہ مجوسیہ ہو برابر مسلمہ کے ہے جب تک کہ لڑکا دین کو نہ سمجھتا ہو نہر الفائق میں کہا مناسب یوں ہے کہ دین سمجھنے کی عمر سات برس کی مقرر کی جاوے بسبب صحیح ہونے اسلام ولد کے اس وقت میں یہاں تک کہ ڈر معلوم ہونے لگے الفت کفر کا یعنی کافرہ ماں کی صحبت سے جب مالوف ہو کفر کا کھٹکا ہوا گرچہ صغیر دین کو نہ بوجھتا ہو تو اس کے پاس سے لے لینا چاہیے کذا فی البحر والحاضنۃ یسقط حقہا بنکاح غیر محرمۃ ای الصغیر وکذا بسکناہا عند المبغض لہا فی القنیۃ لو تزوجت الام بآخر فامسکتہ ام الام فی بیت ابو الاب فللاب اخذہ اور حاضنہ کا حق ساقط ہو جاتا ہے صغیرہ کے غیر محرم سے نکاح کر لینے سے اور اسی طرح حق ساقط ہوتا ہے حاضنہ کے رہنے سے اس شخص کے پاس جو صغیر سے بغض اور کراہت رکھتا ہے اس واسطے کہ قنیہ میں ہے کہ اگر ماں نے نکاح کیا اجنبی سے پھر صغیر کو اس کی نانی نے رکھا اسی اجنبی کے گھر میں تو باپ کو صغیر کا لے لینا نانی سے پہنچتا ہے اس واسطے کہ شخص اجنبی اپنی زوجہ کے پہلے شوہر کی اولاد سے غالبا خوش نہیں ہوتا وفی البحر

قد ترددت فیما لو امسکتہ الخالۃ ونحوہا فی بیت اجنبی عاریۃ والظاہر السقوط قیاسا علی ما مر فی النہر والظاہر عدمہ للفرق البین بین زوج الام والاجنبی اور بحر الرائق میں ہے میں متردد ہوں اس حکم میں کہ اگر صغیر کو خالہ یا مانند اس کے کوئی اور حاضنہ اجنبی کے گھر میں رکھے حالانکہ خالہ مجرد ہے بلا زوج ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حق حضانت ساقط ہے بقیاس اس کے کہ مذکور ہو چکا یعنی جیسے نانی کا حق پرورش ساقط ہو گیا دوسرے داماد کے گھر کے رہنے سے ویسا ہی خالہ کا حق بھی ساقط ہوا اجنبی کے گھر میں رہنے سے لیکن نہر الفائق میں ہے کہ مسئلہ مذکورہ میں ظاہر حکم عدم سقوط حضانت ہے اس واسطے کہ زوج ام اور اجنبی کے درمیان میں فرق صریح ہے اس واسطے کہ اجنبی کو صغیر سے ملال اکثر نہیں ہوتا بخلاف زوج ام کے قال والرحم فقط کابن العم کالاجنبی صاحب نہر نے کہا فقط قرابت جس میں محرمیت نہیں جیسا چچا کا بیٹا وہ اجنبی کے برابر ہے یعنی اگر صغیر کی ماں صغیر کے ابن عم سے نکاح کرے گی تو حق حضانت ساقط ہو جاوے گا اور اسی طرح شیر خوارگی کے رشتے جیسے چچا رضاعی یا ماموں رضاعی بلکہ رضاعی باپ اجنبی کے برابر ہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی وتعود الحضانۃ بالفرقۃ البائنۃ لزوال المانع اور پھر آتا ہے حق حضانت کا بسبب فرقت بائنہ کے زوج اجنبی سے بسبب دور ہونے مانع کے یعنی حق حضانت بسبب نکاح اجنبی کے ساقط ہوا تھا پھر جب پوری

ف رضاعی رشتے حضانت میں مثل اجنبی ہیں ۱۲

Marfat.com

جدائی ہوگئی تو حق حضانت بسبب زوال مانع عود کر آوے گا تو بائن کی قید سے معلوم ہوا کہ طلاق رجعی سے عود حق نہ ہوگا والقول لہا فی نفی الزوج اور قول عورت ہی کا معتبر ہوگا نفی زوج میں یعنی زوج نے مطلقہ سے کہا کہ تو نے دوسرا نکاح کر لیا ہے تیرا حق حضانت ساقط ہوگیا اور عورت اسکی منکر ہے اور زوج کے دعوے کے گواہ موجود نہ ہیں تو اس وقت میں عورت کا قول مقبول ہوگا اور حق حضانت ساقط نہ ہوگا کذا فی تطلیقہ ان ابہمت لا ان عینت اور اسی طرح قول عورت کا مقبول ہوگا زوج ثانی کے طلاق دینے میں اگر اس نے زوج ثانی کو مبہم بیان کیا نہ مقبول ہوگا قول عورت کا اگر اس کو معین ذکر کیا یعنی اگر عورت نے دعوی کیا کہ میں نے کسی شخص سے نکاح کیا تھا سو اس نے مجھے طلاق دی تو اس صورت میں اس کا قول مقبول ہوگا اور حق حضانت ثابت ہوگا اور اگر اس نے کہا کہ میں نے زید سے نکاح کیا تھا سو اس نے مجھ کو طلاق دی تو اس صورت میں دعوی طلاق کا مسموع نہ ہوگا بدوں گواہوں کے یا اقرار زید کے اس واسطے کہ یہاں صاحب حق ایک شخص متعین ہے والحاصلۃ لما او غیرہا احق بہ بالغلام حتی تستغنی عن النساء وقدر بسبع وبہ یفتی لانہ الغالب اور حاضنہ ماں ہو یا کوئی اور عورت مستحق پرورش کی احق ہے لڑکا رکھنے میں یہاں تک کہ اس کو حاجت نہ رہے عورتوں کے پاس رہنے کی اور اس استغنا کی مدت سات برس کی مقرر ہوتی ہے اور اسی پر فتوی ہے اس واسطے کہ تقدیر سات برس کی حصول استغنا . . . . . میں غالب ہے م یہ تقدیر خصاف کی ہے اور قدوری نے کہا کہ جب لڑکا اپنے ہاتھ سے کھانے پینے لگے اور بول و براز سے آپ طہارت کر لے بدوں اعانت کے تو مستغنی ہوا عورتوں سے اور واقع میں دونوں قولوں میں کچھ تفاوت نہیں اس واسطے کہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ سات برس کا لڑکا خود کھاتا پیتا ہے اور استنجا کر لیتا ہے ولو اختلفا فی سنۃ فان اکل وشرب ولبس واستنجی وحدہ دفع الیہ ولو جبرا والا لا اور اگر اختلاف کریں ماں اور باپ لڑکے کی عمر میں باپ کہتا ہو کہ سات برس کا ہے اور ماں کہتی ہے کہ چھ برس کا ہے تو قاضی کسی سے قسم نہ لے بلکہ لڑکے کا حال دریافت کرے سو اگر لڑکا کھاتا پیتا اپنے کپڑے پہنتا اپنا استنجا کر لیتا ہو تو لڑکا باپ کو دلایا جاوے اگرچہ باپ پر جبر ہو یعنی اگر باپ نہ قبول کرے تو حاکم زبردستی سے دے اس واسطے کہ بعد مدت پرورش کے باپ پر تعلیم و تادیب اور نماز سکھانا واجب ہے اور اگر لڑکا کھانے پینے اور لباس اور استنجا کرنے میں غیر کا محتاج ہو آپ نہ کر سکتا ہو تو باپ کو نہ دلایا جاوے گا ماں یا خالہ کے پاس رہے گا والام والجدۃ لام اولاب احق بہا بالصغیرۃ حتی تحیض ای تبلغ فی ظاہر الروایۃ اور ماں اور نانی یا دادی صغیرہ کے رکھنے میں سزاوار تر ہیں یہاں تک کہ اس کو حیض آنے لگے حیض سے مراد یہ ہے کہ بالغ ہو جاوے خواہ بلوغ حیض سے ہو خواہ احتلام سے خواہ عمر سے اور یہی ظاہر الروایہ ہے اس واسطے کہ لڑکی بعد مدت حضانت کے عورتوں کے آداب دریافت کرنے کی محتاج ہے جیسے سینا کاتنا کھانا پکانا اور ایسے امور کی تعلیم میں عورت زیادہ تر قادر مرد سے ہے اور جب کہ صغیرہ بالغ ہوئی تو عفت اور حفاظت کی محتاج ہے سو اس پر باپ زیادہ تر قوی و قادر ہے بہ نسبت ماں یا نانی کے کذا فی البحر الرائق ولو اختلفا فی حیضہا فالقول للام بحر بحثا واقول ینبغی ان یحکم بسنہا ویعمل بالغالب اور اگر اختلاف کریں ماں اور باپ صغیر کے حیض ہونے میں یا ماں کہتی ہو کہ ہنوز اس کو حیض نہیں آیا اور باپ کہتا ہو کہ ہوتا ہے تو ماں کا قول معتبر ہوگا کذا فی البحر الرائق بنا بر بحث کے نہ بنا بر روایت کے بحث یہ ہے کہ عورت منکر ہے اور قول نہیں ہوتا مگر منکر کا شارح کہتا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ اختلاف والدین میں یوں لائق ہے کہ صغیرہ کی عمر پر حکم کیا جاوے اور عمل کیا جاوے غالب حال پر یعنی اگر صغیرہ اتنی عمر کو پہنچی ہو کہ جس میں حیض آتا ہو تو باپ کا قول معتبر ہوگا اور اگر ہنوز حیض کی عمر کو نہ پہنچی تو ماں کا قول لائق اعتبار کے ہے یہ قول ہے صاحب نہر الفائق کا شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ اس مسئلہ میں بحث اور تجویز علما کی کچھ حاجت نہیں بلکہ روایت مصرح پر عمل کرنا مناسب ہے کہ جب اختلاف پڑے ماں باپ میں تو صغیر اور صغیرہ سے دریافت کرنا چاہیے اگر وہ بلوغ کا اقرار کریں تو ان کی تصدیق کرنا چاہیے کہ وہ امین ہیں اس امر میں ماں باپ کو اس کی کیا اطلاع ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وعند مالک حتی یحتلم الغلام ویتزوج الصغیرۃ ویدخل بہا الزوج یعنی اور امام مالک کے نزدیک ماں اور نانی احق ہیں اپنے پاس

Marfat.com

رکھنے میں یہاں تک کہ صغیرہ کو احتلام ہو اور صغیرہ کا نکاح اور زوج اس کی وطی کرنے لگے کذا فی العینی وغیرہما احق بہا حتی تشتہی وقدر تسع وبہ یفتی و
بنت احدی عشر مشتہاۃ اتفاقاً زیلعی اور ماں اور نانی یا دادی کے سوا اور حاضنہ جیسے خالہ یا عمہ احق ہیں صغیرہ کی پرورش میں یہاں تک کہ وہ مشتہاۃ یعنی لائق
شہوت اور رغبت کے اور نو برس کی عمر مقدر ٹھہرائی گئی ہے مشتہاۃ کی یہ تقدیر ہے فقیہہ ابواللیث کی اور اسی پر فتوی ہے اور گیارہ برس کی لڑکی مشتہاۃ
ہے باتفاق علماء کذا فی الزیلعی ہم ماں یا نانی کے پاس تو بلوغ تک رکھنے کا حکم ہوا اور ان کے سوا خالہ یا عمہ کے پاس نو برس تک حکم ہوا نہ بلوغ تک
اس واسطے کہ تعلیم آداب نساء کی جیسے سینے پکانے کے بدوں خدمت لینے کی نہیں ہو سکتی اور ماں یا نانی یا دادی کے سوا خالہ یا عمہ انکی طرح خدمت
نہیں لے سکتی وعن محمد ان الحکم فی الام والجدۃ کذلک وبہ یفتی لکثرۃ الفساد زیلعی اور امام محمد سے ایک روایت خلاف ظاہر الروایہ یہ ہے کہ ماں
اور نانی میں بھی یہی حکم ہے یعنی ماں اور نانی کے پاس بھی صغیرہ نو برس سے زیادہ نہ رہے اور اسی روایت پر فتوی ہے بسبب کثرت فساد زمانہ کے کذا
فی الزیلعی اور تفایہ اور درایہ اور خلاصہ اور غیاث المفتی اور بحر الرائق میں بھی اسی روایت پر فتوی مصرح ہے نقایہ میں کہا کہ ایک روایت ابی یوسف سے
بھی ثابت ہے موافق امام محمد کے کذا فی حاشیۃ المدنی ہم صغیرہ کو بعد نو برس کے ماں کے پاس نہ رکھنا ظاہر اس صورت میں ہے جب کہ باپ نے اس کو طلاق دی
ہو اور وہ کہیں الگ رہتی ہو اور اگر ماں مطلقہ نہ ہو اور صغیرہ کے باپ کے پاس رہتی ہو تو اس سے جدا کرنے کی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہوتی واللہ اعلم وافاد
انہ لاتسقط الحضانۃ تزوجہا مادامت لاتصلح للرجال الا فی روایۃ عن الثانی اذا کان یستانس بہا کما فی القنیۃ اور مصنف کے اس قول سے کہ حضانت
صغیرہ کی تا حد مشتہاۃ ہے یہ فائدہ معلوم ہوا کہ حق حضانت کا ساقط نہیں صغیرہ کے نکاح سے جب تک صغیرہ مرد کے پاس لائق رہنے کے نہ ہو
مگر ایک روایت میں ابو یوسف سے یوں ہے کہ جب صغیرہ لائق موانست زوج کے ہو اور زوج اس کے رکھنے سے راضی ہو تو حق حضانت ساقط ہے
اگرچہ صغیرہ مشتہاۃ نہ ہو کذا فی القنیۃ موانست سے یہ مراد ہے کہ زوج کا تنہائی میں صغیرہ سے جی لگتا ہو طحطاوی محشی نے کہا کہ یہ روایت ابی یوسف کی
ضعیف ہے کہ مذہب معتمد کے مخالف ہے یعنی نو برس تک کسی طرح حق حضانت ساقط نہ ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الظہیریۃ امراۃ قالت ہذا
ابنک من بنتی وقد ماتت امہ فاعطنی نفقتہ فقال صدقت لکن امہ لم تمت وہی فی منزلی دارا دا خذ الصبی یمنع حتی یعلم القاضی امتہ ویحضر عندہ
فتاخذہ لانہا اقرت بانہا حاضنۃ ثم ادعی احقیتہ غیرہا وہذا محتمل فان احضر الاب امراۃ وقال ہذہ ابنتک وہذا ابنی منہا وقالت
الجدۃ لا بنا ہذہ ابنتی وقد ماتت ابنتی ام ہذا الولد فالقول للرجل والمراۃ التی معہ ویدفع الصبی الیہما لان الفراش لہما فیکون الولد
لہما اور ظہیریہ میں ہے کہ ایک عورت نے ایک مرد سے کہا کہ یہ تیرا بیٹا ہے میری بیٹی سے اور میری بیٹی مر گئی ہے تو مجھ کو اس لڑکے کا خرچ دے
اس واسطے کہ بعد ماں کے نانی پرورش کی مالک ہے سو مرد نے کہا کہ تو سچی ہے یہ میرا بیٹا ہے لیکن ماں اس کی نہیں مر گئی اور وہ میرے گھر میں ہے
اور ارادہ کیا اس سے لڑکا لینے کا تو منع کیا جاوے گا یہاں تک کہ قاضی اس کی ماں کو جانے اور لڑکے کی ماں قاضی کے پاس حاضر ہو پھر لڑکے کو لے
جاوے اس واسطے مرد کو لڑکا نہ دیا جاوے گا کہ مرد نے اس عورت کی نانی اور حاضنہ ہونے کا اقرار کیا پھر دعوی کیا حقیقت غیر کا یعنی نانی اور ماں دونوں
کو حق پرورش ثابت ہے لیکن ہوتے نانی کے ماں احق ہے پرورش میں اور یہ دعوی احق ہونے کا محتمل ہے صدق اور کذب کا سو اگر باپ نے حاضر کیا
ایک عورت کو اور پہلی عورت یعنی نانی سے کہا کہ یہ تیری بیٹی ہے اور یہ میرا بیٹا ہے اس کے پیٹ سے اور نانی نے کہا کہ یہ میری بیٹی نہیں اور میری بیٹی اس لڑکے
کی ماں تو مر گئی ہے تو اس صورت میں قول مرد کا اور اس عورت کا جو اس مرد کے ساتھ ہے معتبر ہوگا اور لڑکا انہیں دونوں کو دلایا جاوے گا اس واسطے
کہ فراش دونوں کا ثابت ہے تو ظاہر ہر ایک لڑکا انہیں دونوں کا ہے کزوجین بینہما ولد افادعی الزوج انہ ابنہ لا منہا بل من غیرہا وعکست
فقالت ہو ابنی لامہ حکم بکونہ ابنا لہما لما قلنا چنانچہ زوج اور زوجہ کے پاس ایک لڑکا ہے پھر دعوی کیا زوج نے کہ یہ لڑکا میرا بیٹا ہے نہ اس

Marfat.com

زوجہ سے بلکہ اور عورت سے اور اس کے بالعکس دعوی کیا عورت نے سو اس نے یوں کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور مرد سے نہ اس سے اور دونوں میں گواہ کسی کے پاس نہیں تو حکم کیا جاوے گا کہ یہ لڑکا دونوں کا بیٹا ہے اسی دلیل سے جو ہم نے بیان کی یعنی بسبب ثبوت فراش یعنی حالت زوجین کے ظاہر حال یہی ہے کہ دونوں کا بیٹا ہے وکذالو قالت الجدۃ ہذا ابنک من بنتی المیتۃ فقال بل من غیرہا فالقول لہ ویاخذ الصبی منہا وکذالو احضر امرأۃ وقال ابنی من ہذہ لا من بنتک وکذبتہ الجدۃ وصدقتہ المرأۃ فالاب اولی بہ لانہ لما قال ہذا ابنی من ہذا المرأۃ فقد انکر کونہا جدۃ فیکون منکرا لحق حضانتہا وہی اقرت لہ بالحق انتہی ملخصا اور اسی طرح اگر کہا نانی نے ایک مرد سے کہ یہ لڑکا تیرا بیٹا ہے میری بیٹی سے جو مر گئی سو مرد نے کہا کہ یہ میرا بیٹا تیری بیٹی سے نہیں بلکہ اور عورت سے ہے تو قول مرد ہی کا معتبر ہوگا اور لے گا صغیر کو اس عورت سے اور اسی طرح اگر مرد نے حاضر کیا ایک عورت کو اور کہا کہ میرا بیٹا اس عورت سے ہے نہ تیری بیٹی سے اور تکذیب کی نانی نے مرد کی اور اس عورت نے مرد کی تصدیق کی تو باپ ہی سزاوار تر ہے صغیر کا اس واسطے کہ جب مرد نے کہا کہ یہ لڑکا میرا بیٹا ہے اس عورت سے نہ تیری بیٹی سے تو اس نے نانی ہونے کا انکار کیا تو اس کے حق حضانت کا بھی منکر ہوا اور وہ عورت جو آپ کو نانی بتاتی ہے مرد کے حق کا اقرار کر چکی اس کا بیٹا کہہ کر آخر ہو گیا یہاں تک قول ظہیریہ کا خلاصہ ہو کر و لا خیار للولد عندنا مطلقا ذکرا او انثی خلافا للشافعی قلت وہذا قبل البلوغ اما بعدہ فیخیر بین ابویہ وان اراد الانفراد لہ ذلک موید زادہ مغربا للمنیۃ اور نہیں ہے اختیار صغیر کو ہمارے نزدیک مطلقا لڑکا ہو یا لڑکی بخلاف امام شافعیؒ کے کہ ان کے نزدیک بعد ایام حضانت کے صغیر کو اختیار ہے چاہے ماں کے پاس رہے چاہے باپ کے پاس شارح کہتا ہے کہ یہ عدم اختیار صغیر کا ہمارے نزدیک قبل بلوغ کے ہے اور بعد بلوغ ہونے کے تو اس کو اختیار ہے ماں باپ کے پاس رہنے میں اور اگر بعد بلوغ کے تنہا رہنے کا ارادہ کرے تو بھی اس کو جائز ہے چنانچہ اس کو موید زادہ نے ذکر کیا ہے منیہ کی طرف منسوب کر کے تنہا رہنا مشروط ہے اس کے رشید ہونے پر اور اگر اس کی تنہائی میں خوف ہو فساد کا تو باپ ہی کے پاس رہے کذا فی الولوالجیہ ہم امام شافعی کی دلیل ترمذی کی حدیث ہے کہ ایک عورت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میرا زوج میرے بیٹے کو لیے جاتا ہے اور حالانکہ بیٹا کنوئیں سے پانی بھر لاتا ہے میرے واسطے اور میری خدمت کرتا ہے تو حضرت نے لڑکے سے فرمایا کہ یہ تیرا باپ ہے اور یہ تیری ماں ہے تو ہاتھ پکڑ لے جس کا تو چاہے تو اس نے ماں کا ہاتھ پکڑ لیا سو وہی اس کو لے گئی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لڑکا مختار ہے حنفیہ یہ جواب دیتے ہیں کہ قرینہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکا بالغ ہو گیا تھا اس واسطے کہ کنوئیں سے پانی بھر لانا دلیل ہے بلوغ کی اور نابالغ کو ہمارے نزدیک اس واسطے اختیار نہیں کہ لڑکا نافہم وہیں کا رہنا اختیار کرے گا جہاں کھیلنے اور پھرنے سے کوئی مانع نہ ہوگا اور البتہ صحیح روایت سے ثابت ہوا ہے کہ صحابہ کرام لڑکوں کو اختیار نہیں دیتے تھے کذا فی الہدایہ وحاشیۃ المدنی وافادہ بقولہ بلغت الجاریۃ مبلغ النساء ان بکرا ضمہا الاب الی نفسہ الا اذا دخلت فی السن واجتمع لہا رای فتسکن حیث احبت حیث لا خوف علیہا اور حکم بلوغ کا مصنف نے اپنے اس قول میں بیان کیا کہ پہنچی لڑکی عورتوں کی حد پر یعنی بالغ ہوئی تو اگر وہ کنواری ہے تو اس کو باپ اپنے پاس رکھے اس واسطے کہ اس کو فاسق مردوں کے مکر و فریب کی خبر نہیں مگر جب کہ کنواری کی زیادہ عمر ہو جاوے اور عقل کامل ہو چکے تو رہے جہاں اس کا جی چاہے اس واسطے کہ اس پر اب خوف باقی نہیں رہا ہم دخول فی السن سے مراد یہ ہے کہ مسنہ اور بڈھی ہو جاوے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الوجیز وکفایۃ المستفظ وان ثیبا لا یضمہا الا اذا لم تکن مامونۃ علی نفسہا فللاب والجد ولایۃ الضم لا غیر ہما کما فی الابتداء عن الظہیریۃ اور اگر لڑکی ثیبہ ہو یعنی ایک بار اس کا نکاح ہو چکا ہو تو باپ کو ولایت اس کو پاس رکھنے کی نہیں مگر جب کہ ثیبہ کی ذات پر اطمینان نہ ہو یعنی خوف ہو فساد کا تو باپ اور دادا کو اپنے پاس رکھنے کی ولایت اور قدرت ہے نہ اور اولیا کو جیسا کہ باپ دادا کو ابتدا میں پاس رکھنے کی ولایت تھی ویسی ہی خوف فساد میں بھی ولایت ہے کذا فی البحر الرائق ناقلا عن الظہیریۃ والغلام اذا عقل واستغنی بزعمہ لیس للاب ضمہ الی نفسہ الا اذا لم یکن مامونا علی نفسہ

Marfat.com

فلہ ضم لدفع فتنۃ او عار وتادیبہ اذا وقع منہ شیئ ولا نفقۃ علیہ الا ان تبرع بحر اور لڑکا جب کہ عاقل ہو اور ایسا ہوشیار ہو جائے کہ دوسرے کا محتاج نہ رہے سکھلائے گا تو باپ کو اس پر ولایت نہیں اپنے پاس رکھنے کی مگر جب کہ اس پر اطمینان اور اعتماد نہ ہو یعنی مرد خو بصورت ہو یا فاسق ہو تو اس وقت میں باپ کو اختیار ہے اس کو اپنے پاس رکھنے کا واسطے دفع فتنہ اور دفع عار و ننگ کے اور باپ کو ولد بالغ کی تادیب کا اختیار ہے اگر اس سے کوئی فعل بد واقع ہو اور باپ پر اس کا نفقہ واجب نہیں اگر وہ کسب سے عاجز نہ ہو مگر بطریق احسان کے کذا فی حاشیۃ بحر الرائق والخانیۃ الدنی والجد بمنزلۃ الاب فیہ فیما ذکر اور دادا باپ کے برابر ہے اس میں جو مذکور ہو چکا وان لم یکن لہا اب ولا جد ولکن لہا اخ او عم فلہ ضمہا ان لم یکن مفسدا وان کان مفسدا لا یمین من ذلک وکذا الحکم فی کل عصبۃ ذی رحم محرم منہا اور اگر بالغہ کا باپ اور دادا نہ ہو اور اس کا بھائی یا چچا ہو تو اس کو اختیار ہے بالغہ کے پاس رکھنے کا بشرطیکہ بھائی یا چچا مفسد نہ ہو مراد مفسد سے فاسق ہے نہ مفسد مال بالغہ اس واسطے کہ جب فساد مال کا خوف ہو تو کسی امین کے پاس امانت رکھنا کفایت کرتا ہے اور اگر بھائی یا چچا فاسق ہو تو اس کو بالغہ کے پاس رکھنے کا اختیار نہ ہوگا اور اسی طرح حکم ہے ہر عصبہ میں جو بالغہ کا قرابت دار محرم ہے یعنی صالح کو پاس رکھنے کا اختیار ہے اور فاسق کو نہیں کذا فی حاشیۃ الدنی فان لم یکن لہا اب ولا جد ولا غیرہما من العصبات او کان لہا عصبۃ مفسد فالنظر فیہا الی الحاکم فان کانت مامونۃ خلاہا تنفرد وبالسکنی والا وضعہا عند امرأۃ امینۃ قادرۃ علی الحفظ بلا فرق فی ذلک بین بکر وثیب لانہ جعل ناظرا للمسلمین ذکرہ العینی وغیرہ پھر اگر بالغہ کا باپ اور دادا نہ ہو اور نہ ان کے سوا کوئی اور عصبہ ہو یا عصبہ فاسق ہو تو اس میں حاکم کو فکر کرنا چاہیے سو اگر بالغہ پر خوف فساد کا نہ ہو تو حاکم اس کو چھوڑے جہاں چاہے تنہا رہے اور اگر خوف فساد ہو تو حاکم اسکو کسی امانت دار عورت کے پاس رکھے جو قادر ہو اس کی حفاظت پر کچھ فرق نہیں اس میں باکرہ اور ثیبہ میں حاکم کو اس واسطے اختیار ہوا کہ وہ اسی واسطے مقرر ہوا ہے کہ مسلمانوں کو دیکھتا رہے تاکہ مفاسد سے بچاوے ذکرہ العینی فی شرح الکنز وغیرہ کالزیلعی واذا بلغ الذکور حد الکسب یدفعہم الاب الی عمل لیکتسبوا او یوجرہم وینفق علیہم من اجرتہم بخلاف الاناث ولو الاب مبذرا یدفع کسب الابن الی امین کما فی سائر الاملاک مؤید زادہ مغربیا للخلاصۃ اور جب کہ پہنچیں لڑکے کسب کی حد کو یعنی کسب و کار کے لائق ہوں قبل بلوغ کے کذا فی الطحطاوی تو باپ ان کو کام کے واسطے سپرد کرے تاکہ وہ کسب سے مال پیدا کریں یا ان سے نوکری اور مزدوری کراوے اور ان کی اجرت سے ان پر خرچ کرے بخلاف لڑکیوں کے کہ ان کا خرچ باپ پر واجب ہے نکاح کر دینے تک اگرچہ وہ قادر ہوں نوکری اور مزدوری پر اور اگر باپ فضول خرچ ہو کہ جو لڑکے پیدا کرتے ہوں اس کو بیہودہ خرچ کر ڈالتا ہو تو کسب لڑکے کا امین کے پاس سپرد کیا جاوے جیسے باقی املاک صغیر کی امین کے پاس سپرد رہیں والاب فضول خرچ ہو جیسے اس کی تصریح کی ہے مؤید زادہ نے خلاصہ کی طرف منسوب کرکے لیس للمطلقۃ بائنا بعد عدتہا الخروج من بلدۃ الی اخری بینہما تفاوت فلو لم یکن بینہما تفاوت بحیث ان یمکنہ ان یبصر ولدہ ثم یرجع فی نہارہ لم تمنع مطلقا لانہ کالانتقال من محلۃ الی اخری قہستانی جائز نہیں مطلقہ بائنہ کو بعد عدت کے لیجانا لڑکے کا ایک شہر سے دوسرے شہر کو جن کے درمیان میں زیادہ تفاوت ہو پھر اگر دونوں شہروں میں زیادہ تفاوت نہ ہو اس طرح پر کہ ممکن ہو باپ کو اپنے لڑکے کا دیکھنا پھر امید آنے اپنے شہر میں پھر آنا تو لے جانے سے عورت کو روکا نہ جاوے گا مطلقا خواہ دوسرا شہر عورت کا وطن ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ جب دونوں شہروں میں اتنی مسافت قریب ہوئی کہ ایک دن میں جانا اور آنا متصور ہے تو اس شہر میں جانا ایسا ہے جیسے شہر کے ایک محلہ سے دوسرے محلہ کی طرف نقل مکان کیا کذا فی القہستانی الا اذا انتقلت من القریۃ الی المصر وفی عکسہ لا یضر والولد تبع لہا باخلاق اہل السواد الا اذا کان ما انتقلت الیہ وطنہا وقد نکحہا ثم ای عقد علیہا فی وطنہا ولو قریۃ فی الاصح الا دار الحرب الا ان یکون مستامنین درصورت تفاوت دو شہروں کے مطلقہ کو لے جانا ولد کا

Marfat.com

جائز نہیں مگر اس صورت میں جائز ہے کہ مطلقہ گاؤں سے شہر کی طرف جاوے اس واسطے کہ شہر میں صغیر کو شعور اور سلیقہ حاصل ہوگا اور بالعکس اس کے یعنی شہر سے گاؤں میں لیجانا درست نہیں بسبب ضرر صغیر اس واسطے کہ گنواروں کی صحبت سے صغیر کی خوبری ہو جاوے گی مگر اس صورت میں شہر سے دوسری بستی میں بھی لے جانا درست ہے جب کہ وہ بستی جس میں مطلقہ گئی ہو وطن ہے اس کا اور حالانکہ وہیں زوج نے اس کا عقد نکاح کیا تھا اگرچہ وہ بستی گاؤں ہو بنا بر قول اصح کے مگر یہ کہ وطن مطلقہ کا دارالحرب ہو تو وہاں صغیر کا لے جانا درست نہیں مگر یہ کہ زوج اور زوجہ دونوں کافر مستامن ہوں تو مطلقہ کو صغیر کا لے جانا دارالحرب میں بھی جائز ہے وہذا الحکم فی الام المطلقۃ فقط اما غیرہا کجدۃ وام ولد اعتقت فلا اقدر علی نقلہ لعدم العقد بینہما الا باذنہ کما یمنع الاب من اخراجہ من بلدہ الا برضاہا مالم یقبت حضانتہا اور یہ حکم یعنی صغیر کا دوسری بستی میں لے جانا فقط مطلقہ ماں کے حق میں ہے اور ماں کے سوا جیسے نانی اور دادی اور ام ولد جو آزاد ہوئی ہو قادر نہیں صغیر کے لے جانے پر اس واسطے کہ دونوں میں عقد نکاح نہیں مگر باپ کی اجازت سے لیجانا درست ہے چنانچہ باپ بھی منع کیا جاوے گا اخراج سے ماں کے شہر سے بدوں ماں کی رضا مندی کے جب تک صغیر ماں کی پرورش میں ہے فلو اخذ المطلق ولدہ منہا لتزوجہا جاز لہ ان لیسافر بہ الی ان یعود حتی امکن فی السراجیۃ وقیدہ المصنف فی شرحہ بما اذا لم یکن لہ من ینتقل الحق الیہ بعدہا وہو ظاہر سو اگر طلاق دینے والے زوج نے اپنا لڑکا لیا مطلقہ سے تو جائز ہے باپ کو سفر میں ساتھ لے جانا صغیر کا یہاں تک کہ عود کرا دے حق اس کی ماں کا یعنی جب صغیر کی ماں کو زوج ثانی طلاق دے تو اب سفر میں صغیر کا رکھنا جائز نہیں بلکہ ماں کے پاس پہنچانا چاہیے کہ مانع حضانت کا زائل ہو گیا تو حق حضانت نے عود کیا کذا فی السراجیہ اور مصنف نے اپنی شرح میں جواز سفر کو مقید کیا ہے اس شرط سے کہ جب بعد ماں کے حق حضانت نے کسی طرف انتقال نہ کیا ہو اور یہ تقیید ظاہر ہے مقام تردد اس میں نہیں یعنی ماں کے نکاح کر لینے کے بعد اگر نانی صغیر کی نہ ہوگی تو البتہ باپ کو سفر میں لے جانا صغیر کا درست ہوگا اور اگر نانی موجود ہوگی تو سفر میں لے جانا جائز ہوگا اس واسطے کہ بعد ماں کے حق پرورش کا نانی کو ثابت ہے ہم شرنبلالیہ میں برہان سے وہ روایت منقول ہے جو سراجیہ کے مخالف ہے کہ باپ کو صغیر کا لے جانا محل اقامت سے قبل استغنائے صغیر کے جائز نہیں اگرچہ ماں کی حضانت نہ رہی ہو بسبب احتمال عود حضانت کے زائل ہو جانے مانع سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الحاوی لہ اخراجہ الی مکان یمکنہا ان تبصر ولدہا کل یوم کما فی جانبہا فلیحفظ اور حاوی میں ہے کہ بعد نکاح کر لینے کے باپ کو صغیر کا لے جانا باہر شہر کے اس مکان تک درست ہے کہ ممکن ہو ماں کو دیکھ آنا اپنے ولد کا ہر روز جیسے ایک شہر کے دوسرے کنارے میں لے جانا بھی اسی شرط کو مشروط ہے یعنی ہر روز دیکھ آنا ممکن ہو تو اس کو یاد رکھنا چاہیے قلت وفی السراجیہ اذا سقطت حضانۃ الام وآخذہ الاب لا یجبر علی ان یرسلہا بل ہی اذا ارادت ان تراہ لا تمنع من ذلک وافتی شیخنا الرملی بان لیسافر بہ بعد تمام حضانتہا وبان غیر الاب من العصبات کالاب وغراہ للخلاصۃ والتاتارخانیۃ شارح کہتا ہے اور سراجیہ میں ہے کہ جب ساقط ہوئی حضانت ماں کی اور لے لیا صغیر کو باپ نے تو زبردستی نہیں باپ پر کہ بھیجا کرے صغیر کو ماں کے پاس بلکہ ماں جب صغیر کو دیکھنے کا ارادہ کرے تو روکی نہ جاوے گی اور فتوی دیا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اس کا بعد تمام ہونے ایام حضانت کے باپ صغیر کو سفر میں لیجاوے اور اس کا فتوی بھی دیا ہے کہ صغیر کے عصبات برابر باپ کے ہیں صغیر کو اپنے پاس رکھنے میں مگر صغیر کو عصبہ غیر محرم جیسے چچا کا بیٹا نہیں رکھ سکتا کذا فی الخلاصۃ والتاتارخانیۃ فرع مسائل ملحقہ شارح کا خرج بالولد ثم طلقہا فطالبتہ بردہ ان اخراجہ باذنہ لا یلزمہ ردہ وان بغیر اذنہ یلزمہ کما لو خرج بہ مع امہ ثم ردہا ثم طلقہا فعلیہ ردہ بحر بحر الرائق میں ظہیریہ اور منتقی سے منقول ہے کہ مرد نے عورت سے نکاح کیا بصرہ میں پھر وہ لڑکا جنی پھر صغیر کو مرد کوفہ میں لے گیا پھر عورت کو طلاق دی پھر مطالبہ کیا عورت نے صغیر کے پھیر دینے کا تو اگر مرد صغیر کو عورت کی اجازت سے کوفہ میں لے گیا ہو تو اس کو بصرہ میں عورت کے پاس پہنچا دینا لازم نہیں بلکہ عورت سے کہا جاوے گا کہ اگر تو چاہے تو وہاں جا کر لے آ اور اگر بے اجازت اس کے لے گیا تھا تو صغیر کو پہنچا دینا ماں کے پاس لازم ہوگا باپ پر جیسے صغیر کو

Marfat.com

ساتھ اس کی ماں کے لے گیا تھا پھر ماں کو کوفہ سے بصرہ روانہ کر دیا پھر اس کو طلاق دی تو مرد پر لازم ہے پہنچا دینا صغیر کا ماں کے پاس کذا فی حاشیۃ المدنی

بَابُ النَّفَقَةِ

ہی لغۃ ما ینفقہ الانسان علی عیالہ یہ باب ہے نفقہ کے احکام میں نفقہ لغت عرب میں اس کو کہتے ہیں جس کو خرچ کرے آدمی اپنے اہل وعیال پر وشرعاً ہی الطعام والکسوۃ والسکنی اور شرع میں نفقہ عبارت ہے طعام اور لباس اور مکان سکونت سے یہ معنی شرعی امام محمد سے منقول ہیں کذا فی منح الغفار اور یہ تفسیر نفقہ کی باعتبار استعمال غالب کے ہے اور تفسیر عام نفقہ کی فتح القدیر میں یوں ہے کہ اصطلاح شرعی میں نفقہ شے کا عبارت ہے اس خرچ معین کرنے سے جس سے وہ شے باقی رہے تو اس میں بہائم مملوکہ کا بھی نفقہ شامل ہو گیا و عرفاً ہی الطعام اور عرف میں نفقہ فقط طعام ہی کو کہتے ہیں لہذا اکثر کتب فقہ میں نفقہ پر کسوت اور سکنی کو عطف کرتے ہیں اس واسطے کہ عطف مقتضی ہے مغایرت کا ہم وجوب نفقہ کا قرآن اور حدیث سے ثابت ہے حق تعالیٰ نے آیت میں یوں ارشاد کیا کہ رزق اور کسوت زوجات کی ازواج پر ہے دستور کے موافق اور دوسری آیت میں فرمایا کہ رکھو عورتوں کو جہاں تم رہتے ہو اور تیسری آیت میں ارشاد ہوا چاہیے کہ مقدور والا اپنے مقدور سے خرچ کرے اور جس پر روزی تنگ ہو تو جس قدر خدا نے اس کو دیا ہے اتنا صرف کرے حق تعالیٰ کسی جان پر مقدور سے زیادہ حکم نہیں فرماتا اور صحیح مسلم میں مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں خطبہ کے اندر یہ مضمون بھی فرمایا کہ زوجات کا رزق تم پر واجب ہے موافق دستور کے اور اسی وجوب نفقات پر اجماع امت منعقد ہو گیا ہے کذا فی فتح القدیر **ونفقۃ الغیر تجب علی الغیر باسباب ثلثۃ فی زوجتہ وقرابتہ وملک** بدأ بالاول المناسبۃ بامر اولانہا اصل الولد اور نفقہ غیر کا واجب ہوتا ہے غیر شخص پر تین سبب سے ایک زوجہ ہونے سے اور دوسرا قرابت سے اور تیسرا مالک ہونے سے جیسے لونڈی غلام کا نفقہ یا ابو یوسف کے نزدیک بہائم مملوکہ کا نفقہ مصنف نے پہلے زوجہ کا نفقہ بیان کیا بواسطہ مناسبت ماقبل کے یعنی کتاب النکاح سے یہاں تک فقط زوجہ کے احکام بالاصالت مذکور ہوتے چلے آتے ہیں لہذا باب النفقہ میں بھی پہلے اسی کا ذکر کرنا مناسب ہوا یا اس واسطے نفقہ زوجہ کی تقدیم کی زوجہ اصل ہے ولد کی اور ولد شاخ ہے زوجہ کی تو نفقہ ولد سے نفقہ زوجہ کا مقدم ٹھہرا **فتجب للزوجۃ** بنکاح صحیح فلو بان فسادہ او بطلانہ رجع بما اخذتہ من النفقۃ بحر تو واجب ہے نفقہ زوجہ کا صحیح نکاح سے سو اگر فساد نکاح کا ظاہر ہوا اس طرح پر کہ وہ معتدہ نکلے غیر کی یا بطلان نکاح ظاہر ہوا اس طرح پر کہ منکوحہ رضاعی بہن نکلی تو پھیر لے مرد اس نفقہ کو جو عورت نے لیا ہے کذا فی بحر الرائق اس واسطے کہ وہ شرعاً زوجہ نہیں تو اس کا نفقہ بھی واجب نہیں لیکن نکاح فاسد میں عدت واجب ہے اور نکاح باطل میں عدت نہیں اس واسطے کہ وہ زنا ہے اور زانیہ پر عدت نہیں طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق میں نفقہ پھیر لینا مذکور نہیں مگر نکاح باطل میں اور شبلی نے البتہ نکاح فاسد میں نفقہ پھیر لینا مذکور کیا ہے بشرطیکہ بحکم قاضی نفقہ مقدم ہوا ہو اور اگر بے حکم قاضی زوج نے آپ نفقہ دیا ہو تو رجوع نہیں اور یہی عالمگیری میں بھی مذکور ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **علی زوجہا** لانہا جزاء الاحتباس نفقہ زوجہ کا واجب ہے زوج پر اس واسطے کہ نفقہ بدلہ ہے احتباس کا یعنی زوج کے گھر میں مقید ہوئی تلاش معاش کو نہیں جا سکتی لہذا زوج پر اس کی خبر گیری ضروریات کی واجب ہوئی یہ دلیل عقلی ہے وجوب نفقہ کی اور دلیل نقلی وہ ہے جو قرآن اور حدیث اور اجماع سے ترجمہ سے مذکور ہو چکی وکل محبوس لمنفعۃ غیرہ تلزمہ نفقتہ کمفتٍ وقاضٍ وعاملٍ ووصی زیلعی ومقاتلۃ قاموا بدفع العدو ومضاربٍ بمال مضاربۃ اور جو شخص کہ محبوس ہو غیر کی منفعت کے واسطے تو غیر پر اس محبوس کا نفقہ لازم ہوگا جیسے کہ مفتی اور قاضی اور زکوۃ کی تحصیل کا مال تو نفقہ ان کا بقدر کفایت ان کی اور ان کے اہل وعیال کے مسلمین کے بیت المال سے واجب ہے اس واسطے کہ مفتی اور قاضی اور عامل صدقات مسلمین کی کارسازی میں مصروف اور محبوس ہیں اپنی تلاش معاش نہیں کر سکتے اور اسی طرح نفقہ وصی کا میت کے مال میں واجب ہے اس مدت تک کہ صغیر کے مہمات میں مصروف رہے کذا فی الزیلعی اور اسی طرح رزق مجاہدین کا بیت المال میں واجب ہے کہ دفع اعدائے دین پر وہ قائم اور مستعد ہیں اور

Marfat.com

جس مضارب نے مضاربت کے واسطے سفر کیا تو مال مضاربت میں اس کی روزی واجب ہے ولا یرد ارہن لحبسہ لمنفعتہا اور اعتراض نہ وارد ہوگا مرہون کا بسبب محبوس ہونے مرہون کے راہن اور مرتہن دونوں کی منفعت کیواسطے یعنی اگر کوئی اعتراض کرے کہ جب یہ قاعدہ ہوا کہ جب کوئی غیر کی منفعت کے واسطے محبوس ہو تو غیر پر اس کی روزی واجب ہے تو لازم یہ ہے کہ اگر غلام یا گھوڑا مرہون ہو تو مرتہن پر اس کی روزی واجب ہو حالانکہ راہن پر واجب ہے نہ مرتہن پر شارح نے اس کا جواب دیا کہ مرہون کی منفعت فقط مرتہن ہی کو نہیں جو اعتراض لگے بلکہ راہن اور مرتہن دونوں کو فائدہ ہے راہن کو یہ فائدہ ہے کہ بسبب رہن کے قرض ملا اور مرتہن کو بسبب رہن کے اپنے مال ملنے پر تسکین کا فائدہ حاصل ہے تو جب دونوں کی منفعت ہوئی تو ساقط الاعتبار ہوئے لہذا مالک پر بسبب ملکیت کے نفقہ اس کا واجب ہوگا نہ مرتہن پر **ولو صغیراً** جداً فی مالہ لا علی ابیہ الا اذا کان ضمنہا کما مر فی المہر اگر زوج نہایت صغیر ہو نفقہ زوجہ کا واجب ہوگا اس کے مال میں نہ صغیر کے باپ پر مگر اس صورت میں باپ پر واجب ہوگا جب کہ وہ ضامن ہوا نفقہ کا چنانچہ باب المہر میں اس کا ذکر ہو چکا **لا یقدر علی الوطی** لان المانع من قبلہ اگرچہ صغیر وطی پر قادر نہیں نفقہ زوجہ کا واجب ہے اس واسطے کہ مانع وطی کا زوج کی طرف سے ہے نہ زوجہ کی طرف سے ہاں اگر زوجہ بھی صغیرہ لائق وطی کے نہ ہوگی تو نفقہ واجب نہ ہوگا چنانچہ شارح قول آئندہ میں مذکور کرے گا **او فقیراً** اگرچہ زوج فقیر محتاج ہو تو بھی نفقہ واجب ہوگا **ولو کانت مسلمۃ او کافرۃ او کبیرۃ او صغیرۃ تطیق الوطی او تشتہی للوطی فیما دون الفرج حتی لو لم تکن کذلک وکان المانع عنہا فلا نفقۃ** کما لو کانا صغیرین نفقہ زوجہ کا زوج پر واجب ہے برابر ہے کہ زوجہ مسلمہ ہو یا کافرہ کتابیہ خواہ کبیرہ ہو یا ایسی صغیرہ ہو وطی کے لائق ہو یا ایسی صغیرہ کہ جماع کے سوا تقبیل و مساس کے بھی لائق ہو یہاں تک کہ اگر تقبیل و مساس کے بھی لائق نہ ہوگی تو مانع استمتاع زوجہ کی طرف سے ثابت ہوگا تو اس صورت میں نفقہ اس کا زوج پر نہ واجب ہوگا بسبب عدم تسلیم کے جیسا کہ اس طرح بھی نفقہ واجب نہیں جب کہ زوج اور زوجہ دونوں بہ نیابت صغیر ہوں ہر چند صغیرین میں دونوں طرف سے مانع موجود ہے لیکن مانع صغیر کا معدوم ہے اور مانع صغیرہ کا قائم ہے تو باوجود قیام مانع کے جانب صغیرہ سے مستحق نفقہ کی نہ ہوگی کذا فی منح الغفار ناقلا عن النہایۃ م مصنف کو مناسب تھا کہ بجائے **ولو کانت مسلمۃ** کے سواء کانت کہتا کما لا یخفی علی الماہرین لہذا مترجم نے ترجمہ لو کانہ کیا **فقیرۃ او غنیۃ موطوءۃ اولا** کان کان الزوج صغیرا او کانت رتقاء او قرناء خواہ زوجہ محتاج ہو یا مالدار مدخولہ ہو یا نہ ہو اس طرح پر کہ زوج صغیر ہو یا زوجہ کی شرمگاہ بند ہو گوشت زائد یا ہڈی سے م اگر کوئی کہے کہ جب زوجہ بسبب زیادتی ہڈی یا گوشت زائد کے لائق جماع کے نہ ہوئے تو مانع عورت ہی کی طرف سے ہوا تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ اس کا نفقہ زوج پر نہ واجب ہو اس کا جواب یہ ہے کہ مانع زوجہ کی طرف سے ثابت نہیں کہ زوج ایسی صورت میں تقبیل اور مساس وغیرہ سے منتفع ہو سکتا ہے اور نفقہ واجب ہوتا ہے احتباس بالمنفعت سے مطلقاً نہ بالخصوص احتباس باوطی سے او معتوہۃ او کبیرۃ لا توطاء وکذا صغیرۃ تصلح للخدمۃ او للاستئناس ان امسکہا فی بیتہ عند الثانی واختارہ فی التحفۃ خواہ زوجہ بے ہوش ہو یا ایسی کبیرہ کہ وطی کے لائق نہ ہو اور اسی طرح اس زوجہ صغیرہ کا نفقہ واجب ہے جو لائق خدمت گذاری اور مونست کے ہے اگر زوج اس کو اپنے گھر میں رکھے نزدیک ابی یوسف کے اور اسی قول کو پسند کیا ہے صاحب تحفہ اور ایضاح نے کذا فی البحر الرائق **ولو منعت نفسہا للمہر دخل بہا اولا ولو کلہ موجلا عند الثانی وعلیہ الفتوی** کما فی البحر والنہر وارتضاہ محشی الاشباہ لانہ منع بحق فیستحق النفقۃ نفقہ زوجہ کا واجب ہے اگرچہ اس نے اپنی ذات کو روکا ہو یعنی وطی پر قادر نہ ہونے دیتی ہو واسطے مہر معجل لینے کے باتفاق آئمہ ثلثہ خواہ مدخولہ ہو چکی ہو یا نہیں اگرچہ تمام مہر موجل ہو تو بھی منع نفس سے نفقہ ساقط نہیں ہوتا نزدیک ابی یوسف کے اس واسطے کہ جب زوج نے مہر کو موجل کر دیا کچھ تھوڑا مہر بھی زوجہ کو بالفعل نہ دیا تو اپنے حق استمتاع کے سقوط سے راضی ہوا اور اسی قول ابو یوسف پر فتوی ہے چنانچہ بحر الرائق اور نہر الفائق میں ہے اور اشباہ کے محشی نے بھی اسی کو پسند کیا ہے اس لیے کہ مہر لینے کے واسطے روکنا زوجہ کا حق واجبی ہے تو باوجود اس کے بھی نفقہ کی مستحق ہوگی **بقدر حالہما** بہ یفتی ویخاطب بقدر وسعہ والباقی

Marfat.com

دین الی المیسرۃ وہو موسر اوہی فقیرۃ لا یلزمہ ان یطعمہا مما یاکل بل یندب نفقہ واجب ہے موافق حال زوجین کے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی ہدایۃ تو اگر زوج اور زوجہ دونوں مقدور والے ہیں تو نفقہ فراخی کے ساتھ واجب ہے اگر دونوں مفلس ہیں تو تنگی نفقہ کی لازم ہے اگر زوج کم مقدور ہے اور زوجہ مقدور والی ہے تو زوج مخاطب ہے بقدر مقدور کے دینے کا اور باقی نفقہ زوج پر دین ہوگا بوقت قدرت اس کو ادا کرے اور اگر زوج مقدور والا ہے اور زوجہ محتاج ہے تو لازم نہیں زوج پر کہ کھلاوے اس کو جس سے آپ کھاتا ہے بلکہ اپنا سا کھانا کھلانا مستحب ہے خلاصہ یہ کہ جب زوج اور زوجہ کا حال یکساں نہ ہو ایک صاحب مقدور ہو اور دوسرا مفلس ہو تو وہاں متوسط نفقہ واجب ہے یعنی مالدار عورتوں سے کم اور محتاجوں سے زیادہ کذا فی الدرر اور یہ قول مفتی بہ یعنی وجوب نفقہ برعایت حال زوجین خصاف کا قول ہے اور کرخی نے کہا کہ وجوب نفقہ میں زوج کا حال معتبر ہے نہ زوجہ کا اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی کا ظاہر الروایۃ کی دلیل نص قرآنی ہے کہ مقدور والا اپنے مقدور کے موافق خرچ کرے اور جس پر رزق تنگ ہو وہ اس کے موافق دے ہدایہ میں قول مفتی بہ کے واسطے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جو صحیح بخاری میں عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ ہندہ بنت عتبہ نے کہا یا رسول اللہ ابوسفیان مرد بخیل ہے مجھ کو اس قدر نہیں دیتا جو مجھ کو اور میرے ولد کو کفایت کرے لیکن اگر اس کی دانستگی میں لے لوں تو مجھ کو کفایت کر سکتا ہے حضرت نے فرمایا کہ لے لیا کر جو تجھ کو اور تیرے ولد کو کفایت کرے موافق دستور کے یعنے متوسط نہ زیادہ نہ کم تو اس حدیث میں حضرت نے عورت کے حال کو بھی معتبر رکھا اور رعایت حال زوجین نص قرآنی کے بھی موافق ہے کہ زوج محتاج بقدر اپنی طاقت کے دے اور باقی نفقہ جو زیادہ ہے اس کے مقدور سے وہ اس پر دین رہے گا جب مقدور ہوگا تب ادا کرے گا **ولو ہی فی بیت ابیہا اذا لم یطالبہا الزوج بالتقلۃ** یہ یفتی نفقہ زوجہ کا واجب ہے اگرچہ زوجہ اپنے باپ کے گھر میں ہو بشرطیکہ زوج نے مطالبہ نقل مکان کا نہ کیا ہو اور سسرال میں استمتاع پر قادر ہوتا ہو اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر الرائق اور اگر زوج بلاتا ہو زوجہ کو اپنے گھر میں اور وہ نہ آتی ہو یا سسرال میں دونوں میں خلوت نہ ہوتی ہو تو نفقہ واجب نہ ہوگا بسبب عدم تسلیم کے وکذا اذا طلبہا لو لم تمتع او امتنعت للمہر او مرضت فی بیت الزوج فان لہا النفقۃ استحسانا لقیام الاحتباس وکذا لو مرضت ثم الیہ نقلت او فی منزلہا بقیت ولنفسہا ما منعت وعلیہ الفتوی کما مر حررہ فی الفتح اور اسی طرح نفقہ واجب ہے جب کہ زوج نے زوجہ کو بلایا ہو اور اس نے آنے سے انکار نہ کیا ہو یا انکار کیا ہو مہر معجل لینے کے واسطے یا بیمار ہوگئی ہو زوج کے گھر میں اگرچہ بسبب بیماری کے لائق وطی کے نہ رہی ہو تو بھی وہ مستحق ہے نفقہ کی بدلیل استحسان کے بسبب قائم ہونے احتباس کے اور حاصل ہونے استیناس اور دواعی جماع اور حفظ بیت کے اور اسی طرح واجب ہے نفقہ اگر بیمار ہوئی اپنے گھر میں پھر زوج کے گھر میں آئی یا اپنے گھر میں بیمار رہی اور زوج کو اپنے پاس آنے سے مانع نہ ہوئی اور اسی روایت پر فتوی ہے چنانچہ فتح القدیر میں اس کو تحریر کیا ہے وفی الخانیۃ مرضت عند الزوج فانتقلت لدارا بیہا ان لم یکن نقلہا بمحفۃ ونحوہا فلہا النفقۃ والا لا کما لا یلزمہ مداواتہا اور خانیہ میں ہے کہ بیمار ہوئی زوجہ زوج کے پاس پھر آئی اپنے باپ کے گھر میں پھر زوج نے اپنے گھر میں بلایا تو اگر ایسی بیمار ہو کہ ممکن نہ ہو اس کا لانا ڈولی وغیرہ کی سواری میں تو وہ نفقہ کی مستحق ہے اور اگر ڈولی میں آسکتی ہو اور نہ آوے تو اس کا نفقہ لازم نہیں چنانچہ زوج پر زوجہ مریضہ کی دوا علاج کرنا واجب نہیں اور نہ اجرت طبیب اور فصد کی واجب ہے کذا فی العالمگیریۃ **لا نفقۃ لاحدی عشر مرتدۃ ومقبلۃ ابنہ ومعتدۃ موت ومنکوحۃ فاسد وعدتہ وامۃ لم تبوء وصغیرۃ لم توطاء والخارجۃ من بیتہ بغیر حق وہی الناشزۃ حتی تعود ولو بعد سفرہ** خلافا للشافعی زوج پر نفقہ واجب نہیں گیارہ عورتوں کا زوجہ مرتدہ کا اور اس عورت کا جس نے زوج کے ولد کا بوسہ لیا ہو اور یہی حکم ہے جمیع اصول اور فروع زوج کی تقبیل کا اور منکوحہ بنکاح فاسد کا اور اس لونڈی منکوحہ کا جس کے مولی نے اس کے واسطے علیحدہ مکان

Marfat.com

پہنے کو نہیں دیا اور زوجہ صغیرہ کا جو لائق وطی اور خدمت اور موانست کے نہیں اور نفقہ واجب نہیں اس زوجہ کا جو نکل گئی زوج کے گھر سے ناحق بلا عذر شرعی اور ایسی عورت کو شرع میں ناشزہ کہتے ہیں یہاں تک کہ زوج کے گھر میں پھر آوے تو ناشزہ نہ رہے گی اگرچہ بعد مسافرت کر جانے زوج کے گھر میں آئی ہو بخلاف مذہب شافعی کے کہ ان کے نزدیک اگر زوج کے روبرو گھر سے نکل گئی اور زوج نے سفر کیا پھر بعد اسکے زوجہ اپنے زوج کے گھر میں آئی تو نفقہ اس کا واجب نہ ہوگا تاوقتیکہ زوج گھر میں نہ آوے کذا فی حاشیۃ المدنی عن حاشیۃ البحر للرملی نشوز لغت میں عبارت ہے ناموافقت اور نافرمانی زوجہ سے اور اصطلاح فقہ میں عبارت ہے خروج ناحق اور منع نفس سے اور یہ تفسیر خصاف سے منقول ہے کذا فی البحر والقول لہا فی عدم النشوز بیمینہا وتسقط بہ المفروضۃ لا المستدانۃ فی الاصح کالموت اور قول زوجہ کا معتبر ہے عدم خروج میں ساتھ قسم کے یعنی اگر زوج نے دعوی کیا زوجہ کے نشوز کا اور گواہ نہیں ہیں اور زوجہ منکر ہے نشوز کی اور اس پر قسم کھاتی ہے تو زوجہ ہی کا قول معتبر ہوگا زوج پر نفقہ دینا لازم آوے گا اور ساقط ہوتا ہے بسبب نشوز کے نفقہ مفروضہ نہ مقروضہ قول اصح میں مانند موت کے یعنی اگر زوجہ کا نفقہ کچھ ٹھہر گیا ہو اور چند ماہ اس پر گذر گئے اور اس نے نہ پایا اور پھر وہ گھر سے نکل گئی تو وہ نفقہ ساقط ہو گیا اور اگر بموجب اجازت زوج یا بحکم قاضی اس نے نفقہ قرض لیا ہو اور پھر نکل گئی تو یہ ساقط نہ ہوگا زوج کو دینا پڑے گا اور یہی حال ہے موت کا خواہ زوج مر گیا ہو یا زوجہ کہ مفروضہ ساقط ہوگا نہ مقروضہ کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الذخیرۃ قید بالخروج لانہا لو مانعتہ من الوطی لم تکن ناشزۃ اور مقید کیا مصنف نے ناشزہ کو ساتھ خروج کے اس واسطے کہ اگر زوج کو گھر میں وطی سے ممانعت کرے گی تو ناشزہ نہ ہوگی اس واسطے کہ ظاہر حال قدرت زوج پر دلالت کرتا ہے چنانچہ باکرہ کی وطی نہیں ہوتی مگر زبردستی سے کذا فی الزیلعی وشمل الخروج الحکمی کان کان المنزل لہا فمنعتہ من الدخول علیہا کالخارجۃ مالم تکن سالتہ النقلۃ اور خروج ناشزہ کا خروج حکمی کو بھی شامل ہے چنانچہ مکان عورت ہی کا ہو اور وہ زوج کو اپنے پاس نہ آنے دے تو یہ عورت برابر خارجہ کے ہے اس کا نفقہ زوج پر لازم نہ ہوگا جب تک کہ زوجہ نے زوج سے نقل مکان کا نہ سوال کیا ہو یعنی اگر زوجہ اپنے گھر میں رہتی ہو اور زوج سے کہے کہ مجھ کو دوسرے مکان میں لے چل میں یہاں نہ رہوں گی اور اگر زوج نے اس میں توقف کیا ہو اور زوجہ نے اس حالت میں اپنے پاس آنے سے روکا ہو تو نفقہ اس کا ساقط نہ ہوگا ولو کان فیہ شبہۃ کبیت السلطان فامتنعت منہ فہی ناشزۃ لعدم اعتبار الشبہۃ فی زماننا بخلاف مالو خرجت من بیت الغصب او بیت الذہاب البہ او السفر معہ او مع اجنبی لبعثہ لینقلہا فلہا النفقۃ اور اگر اس گھر میں جس میں زوج نقل مکان کا ارادہ کرتا ہے شبہہ ہو معلوم نہیں کہ حلال مال سے بنا ہے یا حرام سے جیسے مکان بادشاہی سو عورت نے وہاں جانے سے انکار کیا تو وہ عورت ناشزہ ہے بسبب نہ معتبر ہونے شبہات کے کہ ہمارے زمانہ میں یعنی پچھلا زمانہ بسبب کثرت بے دیانتی کے لائق نہیں کہ شبہات سے آدمی بچے حرام خالص سے بچنا البتہ ضرور ہے علاوہ اس کے اجتناب شبہات مستحب ہے اور اطاعت زوج فرض ہے اور ترک فرض کا واسطے مستحب کے زبون ہے بخلاف اس کے کہ زوج کے ساتھ غصب کے گھر میں رہی پھر معلوم ہوا کہ یہ گھر غصب کا ہے سو وہ وہاں سے نکل گئی تو ناشزہ نہ ہوگی اس واسطے کہ بعذر شرعی نکلی یا زوج غصب کے گھر میں رہتا ہے اور وہاں زوجہ کو بلایا اور وہاں جانے سے اس نے انکار کیا یا زوج نے بلایا کہ سفر میں ساتھ لے جاوے اور اس نے ساتھ جانے سے انکار کیا تو وہ ناشزہ نہیں اور اس کا نفقہ بقول مفتی بہ واجب ہے اس واسطے کہ سفر میں لے جانا بدون مرضی زوجہ کے زوج کو جائز نہیں یا زوج سفر میں ہے اور اس نے ایک اجنبی نامحرم کو بھیجا تاکہ زوجہ کو اپنے ساتھ لے آوے اور اس نے اس کے ساتھ جانے سے انکار کیا تو بھی وہ ناشزہ نہیں اور اس کا نفقہ زوج پر لازم ہے اس واسطے کہ نامحرم کے ساتھ عورت کو سفر کرنا جائز نہیں اور اگر سفر سے کم مدت ہے یعنی ایک دو منزل ہے اور نامحرم کے ساتھ جانے سے انکار کرے گی تو نفقہ ساقط ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لو اجرت نفسہا لارضاع صبی وزوجہا شریف ولم تخرج وقیل تکون ناشزۃ اور اسی طرح نفقہ زوجہ کا واجب ہے اگر اس نے نوکری کر لی لڑکے کے دودھ پلانے کی اور زوج اس کا شریف ہے کہ اس کو عار آتی ہے دودھ پلانے کی نوکری سے اور حالانکہ زوجہ زوج کے گھر سے باہر

Marfat.com

نہیں نکلی بلکہ وہیں دودھ پلاتی ہے تو ناشزہ نہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عورت بھی ناشزہ ہے اور اسی قول کو جس کو شارح نے ضعیف کہا ہے محشیوں نے قوی کہا ہے اس دلیل سے کہ نفقہ زوجہ کا زوج پر واجب ہے پھر کیوں وہ ننگ و عار شریف زوج کو لگاتی ہے ولو سلمت نفسہا باللیل دون النہار او عکسہ فلا نفقۃ لنقص التسلیم قال فی المجتبی وبہ عرف جواب واقعۃ فی زماننا بانہ لو تزوج من المحترفات التی تکون بالنہار فی مصالحہا وباللیل عندہ فلا نفقۃ لہا انتہی قال فی النہر وفیہ نظر اور اگر زوجہ نے تسلیم کی اپنی ذات رات کو نہ دن کو یعنی رات کو زوج کے پاس رہتی ہو اور دن کو اپنے کاروبار کو جاتی ہو یا بالعکس اس کے یعنی دن کو زوج کے پاس رہتی ہو اور رات کو اپنی ضروریات کے واسطے جاتی ہو تو اس کا نفقہ زوج پر لازم نہیں بسبب نقصان تسلیم کے اور مجتبی میں ہے کہ اس روایت سے معلوم ہو گیا جواب اس واقعہ کا جو ہمارے زمانہ میں پیش ہوا اس طرح کہ اگر پیشہ ور عورتوں سے نکاح کرے جیسے دائی جنائی یا مردہ شو یا مشاطہ جو دن کو اپنے کاموں میں رہتی ہیں اور رات کو اپنے ازواج کے پاس رہتی ہیں تو ان کا نفقہ ازواج پر نہ لازم ہوگا بسبب نقصان تسلیم کے انتہی کلام المجتبی نہر الفائق میں کہا کہ اس جواب میں اعتراض ہے ہم شارح نے اس اعتراض کو بیان نہیں کیا حلبی محشی نے کہا وجہ اعتراض کی یہ ہے کہ قابلہ وغیرہ اپنے کسب میں معذور ہیں بخلاف اس کے جو بلا عذرات یا دن کو تسلیم نفس نہ کرے شیخ رحمتی نے اس کا جواب دیا کہ کسب قابلہ وغیرہ کا عذر نہیں اس واسطے کہ نفقہ عورت کا زوج پر لازم ہے تو وہ کسب سے منع کر سکتا ہے طحطاوی نے کہا کہ مغصوبہ اور محبوسہ اور حاجہ باوجود معذور ہونے کے بھی ساقط النفقہ ہیں بسبب عدم تسلیم کے تو ثبوت عذر وجوب نفقہ کی دلیل نہیں ہو سکتی **ومحبوسۃ** ولو ظلما الا اذا حبسہا ہو بدین لزمہا النفقۃ فی الاصح جوہرہ کذا لو قدر علی الاصول الیہا فی الحبس صیرفیہ کحبسہ مطلقا قیدی عورت کا نفقہ زوج پر نہیں اگرچہ بظلم قید ہو اس واسطے کہ زوج کے احتباس اور قابو میں نہیں مگر جب کہ زوج ہی نے اس کو قید کیا ہو بسبب اپنے قرض کے کہ عورت پر ہے تو اس کو نفقہ ملے گا قول اصح میں کذا فی الجوہرہ اور اسی طرح زوجہ محبوسہ نفقہ پاوے گی اگر زوج قید خانہ میں اس تک پہنچ کر اس پر قادر ہوتا ہو کذا فی الصیرفیہ چنانچہ زوج کے قید ہونے میں نفقہ اس پر لازم ہے ہر طرح سے خواہ وہ ناحق قید ہو یا حق پر عورت اس تک پہنچ سکتی ہو یا نہ اس واسطے کہ قوت احتباس اور عدم تسلیم یہاں عورت کی طرف سے نہیں علاوہ اس کے زوج کے گھر میں وہ موجود بھی ہے اور وہ مکمل جانے سے راضی بھی نہ ہوگا تو فی الحقیقۃ احتباس قائم ہے لیکن فی تصحیح القدوری لو حبس فی سجن السلطان فالصحیح سقوطہا لیکن تصحیح قدوری میں یوں ہے کہ اگر زوج قید خانہ سلطانی میں ہوگا تو قول صحیح یہ ہے کہ نفقہ ساقط ہے طحطاوی اور مدنی محشیوں نے تصریح کی کہ تصحیح قدوری میں یہ مسئلہ قاضی خاں سے منقول ہے حالانکہ فتاوی ہندی یعنی عالمگیری میں اس کے مخالف ہے تو خطا نقل میں یا صاحب تصحیح قدوری سے ہے یا صاحب نہر سے جہاں سے شارح نے نقل کیا ہے اور صریح روایت مذہب اور قواعد مذہب کے مخالف ہے کہ زوج صغیر پر نفقہ واجب ہے باوجود عدم قدرت جماع کے اس واسطے کہ عورت کی طرف سے مانع تسلیم نہیں تو محبوس سلطانی میں بطریق اولی واجب ہوگا ھم فتاوی قاضی خاں اور عالمگیری کو میں نے خود دیکھا فی الواقع تصحیح قدوری کے مخالف ہے عبارت قاضی خاں کی یہ ہے وان حبس فی سجن السلطان ظلما اختلفوا فیہ والصحیح انہا تستحق النفقۃ یعنی اگر زوج محبوس ہو قید خانہ سلطانی میں بظلم تو اس میں فقہا کا اختلاف ہے اور قول صحیح یہ ہے کہ زوجہ مستحق ہے نفقہ کی اور فتاوی عالمگیری میں یہی عبارت بعینہ مذکور ہے واللہ اعلم فی البحر عن مال الفتاوی انہ لو خیف علیہا الفساد یحبس معہ عند المتاخرین اور بحر الرائق میں مال الفتاوی سے منقول ہے کہ اگر زوجہ پر فساد کا خوف ہو تو وہ بھی قید کی جاوے ساتھ زوج کے نزدیک متاخرین کے خواہ زوجہ نے اس کو اپنے دین کے سبب سے قید کروایا ہو یا کسی غیر نے بشرطیکہ وہاں اجنبی مرد نہ ہوں کذا فی حاشیۃ المدنی **ومریضۃ لم تزف** ای لا یمکنہا الانتقال معہ اصلا فلا نفقۃ لہا وان لم تمنع نفسہا لعدم التسلیم تقدیر البحر اور اس مریضہ کا نفقہ زوج پر نہیں جو بیماری کے سبب سے زوج کے گھر میں نہیں آئی یعنی ایسی بیمار ہے کہ بعد نکاح کے ہرگز نہیں آسکتی زوج کے ساتھ تو اس کا نفقہ واجب نہیں اگرچہ وہ زوج کے گھر میں آنے سے انکار نہ کرتی ہو تو بھی نفقہ واجب نہ ہوگا بسبب

Marfat.com

عدم تسلیم کے تقدیر اکذا فی البحر **ومغصوبۃ کرہا** اور اس زوجہ کا نفقہ زوج پر نہیں جس کو زبردستی کسی نے چھین لیا ہو اور ابو یوسف کے نزدیک نفقہ مغصوبہ کا لازم ہے زوج پر اور اگر عورت رضامندی سے غاصب کے ساتھ چلی گئی تو بالاتفاق نفقہ ساقط ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **وحاجۃ ولو نفلا لا معہ ولو بمحرم لفوات** الاحتباس اور اس زوجہ کا نفقہ نہیں جو حج کرنے گئی نہ اپنے زوج کے ساتھ اگرچہ محرم کے ساتھ گئی ہو اگر نفل حج ہے نفقہ ساقط ہے بسبب نہ پائے جانے احتباس کے اور ابو یوسف کے نزدیک اگر حج فرض ہوگا تو زوج پر نفقہ لازم ہے حلبی محشی نے کہا کہ شارح کو لازم تھا کہ ولو نفلا کے مقام پر ولو فرضا کہتا اس واسطے کہ فرض حج کے جانے میں سقوط اور عدم سقوط نفقہ میں اختلاف ہے اور نفل حج میں تو بالاتفاق نفقہ ساقط ہے **ولو معہ فعلیہ نفقۃ الحضر خاصۃ لا نفقۃ السفر ولا الکراء** اگرچہ زوجہ زوج کے ساتھ حج کرنے کو چلی تو زوج پر فقط نفقہ حضر کا واجب ہے نہ نفقہ سفر کا اور نہ کرایہ سواری کا کذا فی الدرر **امتنعت المرأۃ من الطحن والخبز ان کانت ممن لا تخدم او کان بہا علۃ فعلیہ ان یاتیہا بالطعام مہیأ** انکار کیا عورت نے چکی پیسنے اور روٹی پکانے سے تو یہاں غور کرنا چاہیے اگر زوجہ ان لوگوں میں سے ہو جو ایسے کام نہیں کرتے چنانچہ عمدہ خاندان رئیس زادی یا کہ زوجہ ہر چند امیر زادی نہیں لیکن اس کو ایسی بیماری ہے کہ اپنا کھانا پکا نہیں سکتی تو زوج پر واجب ہے کہ اس کو پکا ہوا کھانا تیار دیوے **والا بان کانت ممن تخدم نفسہا وتقدر علی ذلک لا یجب علیہ** اور اگر زوجہ ان عورتوں میں سے ہو جو اپنا کام کرتی ہوں اور وہ بسبب عدم مرض کے قادر ہو آٹا پیسنے اور روٹی پکانے پر تو زوج پر پکا تیار کھانا دینا واجب نہیں بلکہ اس کو اناج دے وہ اپنے واسطے پیس کر پکا لیا کرے اس واسطے کہ ایسے کام عورت پر باعتبار دیانت کے واجب ہیں اگرچہ قاضی اس پر جبر نہیں کر سکتا سرخسی نے کہا کہ عورت پر جبر نہیں لیکن اگر عورت نے باوجود قدرت کے نہ پکایا تو اس کو دال اور سالن نہ دے کذا فی منح الغفار شیخ رحمتی نے کہا کہ سرخسی کا یہ مطلب نہیں کہ پکایا ہوا سالن نہ دے بلکہ دودھ یا گھی دے تاکہ روٹی بخوبی کھا سکے کذا فی حاشیۃ المدنی **ولا یجوز لہا اخذ الاجرۃ علی ذلک لو جوبہ علیہا دیانۃ ولو شریفۃ** لانہ علیہ الصلوۃ والسلام قسم الاعمال بین علی وفاطمۃ فجعل اعمال الخارج علیؓ علی رضی اللہ عنہ والداخل علی فاطمۃ رضی اللہ عنہا مع انہا سیدۃ نساء العالمین اور جائز نہیں زوجہ کو اجرت لینا اس پر یعنی آٹا پیسنے اور روٹی پکانے پر بسبب واجب ہونے ان کے اعمال کے اس پر باعتبار دیانت کے اگرچہ عورت شریف ہو اس واسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے امور خانگی کو علی مرتضیٰ اور زہرا میں بانٹ دیئے تو باہر کے کام جیسے اونٹ کو پانی پلانا اور بازار سے سودا خرید کر لانا یہ علی مرتضیٰ کے ذمے کر دیئے اور اندر کے کام جیسے چکی پیسنا اور روٹی پکانا اور گھر میں جھاڑو دینا یہ جناب فاطمہ زہرا کے ذمہ کر دیئے حالانکہ وہ تمام عالم کی عورتوں کی سردار ہیں یہاں تک کہ عائشہ صدیقہ اور خدیجۃ الکبریٰ اور مریم اور سارہ اور آسیہ سے بھی وہ سیدہ افضل ہے اس واسطے کہ جگر پارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو سید الخلق ہے اجمعین پھر جب اندر گھر کے کام سیدہ عالمین کے ذمہ پر ہوئے تو اب کون شریف زادی عذر کر سکتی ہے لیکن چونکہ بعضے علما ثبوت تقسیم اعمال خارجی اور داخلی میں گفتگو کرتے ہیں کہتے ہیں کہ ان کاموں کو سیدہ بنا بر عادت عرب کے کرتی تھیں نہ بحکم رسالت اور اس میں بھی تامل ہے کہ صحابی عورتیں کاروبار خانگی بنا بر ضرورت افلاس یا عادت کے کرتی تھیں یا بنا بر حکم شرعی کے لہذا مجتہد نے دیانۃً واجب کہا نہ قضاً اس واسطے کہ جن کو گلے عادت نہیں ایسے کاموں کی ان پر سخت مصیبت ہے لہذا قاضی ان پر جبر نہیں کر سکتا کذا فی حاشیۃ المدنی **ویجب علیہ آلۃ طحن وانیۃ شرب وطبخ لکوز وجرۃ وقدر ومغرفۃ** وکذا سائر ادوات البیت لکھیر ولید ولحفۃ وما ینظف بہ وتزیل الوسخ کمشط واشنان وما یمنع الصنان ومداس رجلہا وتمامہ فی الجوہرۃ والبحر اور زوج پر واجب ہیں آلات پیسنے کے جیسے چکی اور سل اور بڑا اور پانی پینے اور

ف امور خانہ داری زوجہ پر دیانت کی راہ سے واجب ہیں ۱۲ ف اثاث البیت اور ضروریات زوج پر واجب ہیں ۱۲ -

Marfat.com

اور پکانے کے برتن جیسے کوزہ اور گھڑا یا مٹکا اور ہانڈی اور ڈوئی اسی طرح اور باقی سامان گھر کا جیسے چٹائیاں اور چارپائیاں اور تکیہ اور فرش جیسے دری شطرنجی اور وہ چیز جس سے عورت کے بدن کی صفائی ہو اور میل چھوٹے جیسے کنگھی اور اشنان جو مدینہ میں گھاس ہے بال صاف ہو جاتے ہیں اس سے یا کھلی صابون بطور عادت ہر ملک کے اور وہ چیز زوج پر واجب ہے جو عورت کی بغل کی گندگی کو دور کر دے اور زوجہ کے پاؤں کی جوتیاں واجب ہیں اور پورا بیان اس کا جوہرہ اور بحر الرائق میں ہے حاشیہ مدنی میں باقی مضمون جوہرہ کا یوں منقول ہے کہ تلذذ اور زینت کی چیز جیسے خضاب اور سرمہ سو زوج پر واجب نہیں اس کا اختیار ہے چاہے دے چاہے نہ دے جب دے تو عورت استعمال کرے اور خوشبو بھی زوج پر واجب نہیں مگر اس قدر کہ بساند کو دور کرے نہ زیادہ اس سے اور علاج بیماری کی اجرت طبیب اور فصد اور پچھنے کی زوج پر واجب نہیں اور اتنا پانی دینا واجب ہے جس سے عورت اپنے کپڑے دھولے اور اپنے بدن کا میل چھوڑا دے نہا کر اور بحر الرائق کا باقی مضمون یہ ہے کہ زوج پر واجب ہیں لکڑیاں جلانے کی اور صابون اور تیل چراغ کے واسطے اور پانی غسل اور وضو کا زوج پر واجب ہے کذا فی الظہیریۃ والواقعات اور یہ جو خلاصہ میں ہے کہ وضو کا پانی زوج پر فرض نہیں سو ضعیف روایت ہے وفیہ اجرۃ القابلۃ علی من استاجرہا من زوجۃ اور زوج ولو جاءت بلا استیجار قیل علیہ وقیل علیہا اور بحر الرائق میں ہے کہ اجرت دائی جنائی کی اس پر ہے جس نے اس کو بلایا مزدوری ٹھہرا کر خواہ زوجہ نے یا زوج نے اور اگر دائی خود بلا درخواست آئی دونوں پر اس کی مزدوری محتمل ہے **وتفرض لہا الکسوۃ فی کل نصف حول مرۃ لتجدد الحاجۃ** حراو برد اور فرض ہے عورت کو پوشاک دینا ہر نصف سال میں ایک بار یعنی سال میں دو جوڑے کپڑے زوج پر فرض ہیں بسبب تجدد حاجت کے باعتبار گرمی اور سردی کے یعنی گرمی کی پوشاک جاڑے میں کام نہیں آسکتی اور نہ جاڑے کی گرمی میں کام آتی ہے لہذا سال بھر میں دو بار پوشاک کی حاجت ہوئی **ہم** اور اگر قبل مدت کے کپڑے عورت کے پھٹ گئے تو اگر اس نے موافق عادت کے احتیاط سے پہنے اور پھر پھٹ گئے تو زوج پر اور پوشاک دینا واجب ہوگا اور اگر خلاف عادت بے احتیاطی سے پہنے رہی تو زوج پر نئی پوشاک دینا واجب نہیں کذا فی العالمگیریہ ناقلا عن الجوہرۃ **وللزوج الانفاق علیہا بنفسہ** ولو بعد فرض القاضی خلاصہ **الا ان یظہر للقاضی عدم انفاقہ فیفرض** ای یقدر لہا بطلبہا مع حضرتہ ویامرہ لیعطیہا ان شکت مطلہ ولم یکن صاحب مائدۃ لان لہا ان تاکل من طعامہ وتتخذ توبا من کرباسہ بلا اذنہ فان لم یعط حبسہ ولا تسقط عنہ النفقۃ وغیرہا اور زوج کو جائز ہے نفقہ دینا عورت کو بذات خود یعنی اس کی ضروریات کا خرید کر دینا تاکہ عورت کو باہر نکلنے کی حاجت نہ پڑے اگرچہ خرید کر دینا بعد معین کر دینے قاضی کے ہو کذا فی الخلاصہ مگر یہ کہ قاضی کو ظاہر ہو نہ نفقہ دینا زوج کا تو اگر قبل اس کے قاضی نے نفقہ نہ معین کر دیا ہو تو اب عورت کا نفقہ ٹھہرا دے دو شرط سے ایک شرط یہ کہ عورت کی درخواست سے معین کرے نہ بلا درخواست دوسری شرط یہ کہ تو حاضر ہو زوج کے معین کرے اس واسطے کہ غائب پر حکم جائز نہیں اور بعد معین کر دینے نفقہ کے اگر نہ دینا معلوم ہو تو قاضی حکم کرے تاکہ زوج عورت کو نفقہ دیوے اگر شکایت کرے عورت اس کے ٹالنے اور دیر لگانے کی بشرطیکہ زوج سخی اور صاحب دستر خوان نہ ہو اور اگر زوج سخی اور صاحب دستر خوان ہے کہ بہت لوگ اس کی کشادہ چشمی کے سبب سے اس کے دستر خوان پر کھاتے ہیں تو قاضی کو نفقہ دینے کا اس پر حکم کرنا نہ چاہیے اس واسطے کہ عورت کو بھی اختیار ہے کہ اس کے کھانے میں سے کھالے اور اس کے کپڑوں میں سے کپڑا لے لیا کرے بغیر اس کی اجازت کے اس واسطے کہ جو شخص بسبب اپنے جود اور سخاوت کے غیروں کو بلا وجوب کھلاتا اور پہناتا ہو وہ عورت کے نفقہ واجب میں کیونکر کمی کرے گا پھر اگر بعد نفقہ دینے قاضی کے اور بعد حکم انفاق کے زوج سرکشی نہ دے تو قاضی اس کو قید کرے اس قید ہونے سے بھی ایام حبس کا نفقہ زوج سے نہ ساقط ہوگا کذا فی خلاصہ وغیرہا **قولہ فی کل شہر** ای کل مدۃ تناسبہ کیوم للمحترف وسنۃ للدہقان اور مصنف کا یہ قول کہ قاضی ہر مہینے کا نفقہ معین کر دے مراد اس کی یہ ہے کہ ہر شخص کے واسطے مدت ٹھہرا دے جو مناسب ہو اس شخص کے چنانچہ پیشہ ور کے واسطے ایک دن کی مدت ٹھہرا دے

Marfat.com

اور زمیندار اور کاشتکار کے واسطے سال بھر کی مدت ٹھہرائے اس واسطے کہ پیشہ ور جیسے لہار اور بڑھئی اور مزدور ہر روز محنت کر کے کماتے ہیں سو کھاتے ہیں تو قاضی ایسے لوگوں پر حکم کرے کہ نفقہ مفروضہ ہر روز دیا کریں اس واسطے کہ ان پیشہ وروں سے ایک مہینہ کا خرچ یکبارگی نہیں ہو سکتا بخلاف زمیندار کھیتی والے کے کہ وہ سال بھر کا خرچ دے سکتا ہے اور اگر زوج سوداگر ہو یا ایسا نوکر ہو جس کو بعد مہینے کے تنخواہ ملتی ہو اس پر مہینے بھر کا خرچ معین کرے کذا فی فتح القدیر وغیرہ تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ کل شہر کا لفظ قید اتفاقی ہے نہ احترازی ولہ الدفع کل یوم کما لہا الطلب کل یوم عند المساء الیوم الاتی اور زوج کو اختیار ہے ہر روز کا نفقہ دینے کا جیسے عورت کو اختیار ہے ہر روز طلب کرنے کا شام کے وقت دے اگلے دن کا نفقہ تاکہ بفراغت پیسے اور پکاوے خلاصہ یہ ہے کہ مہینے اور سال کی مدت نفقہ کے واسطے لازم نہیں کہ اس کا ترک جائز نہ ہو بلکہ بنا بر تخفیف زوجین کے ہے اور اگر وہ راضی ہوں کہ ہر روز دیا لیا کریں تو بھی جائز ہے ولہا اخذ کفیل بنفقۃ شہر فاکثر خوفا من غیبتہ عند الثانی وبہ یفتی فتح وقنس وسائر الدیون علیہ وبہ افتی لبعضہم جواہر الفتاوی من کفالۃ الباب الاول اور زوجہ کو جائز ہے مہینے بھر کے نفقہ یا زیادہ کا ضامن لینا بخوف غائب ہو جانے زوج کے یعنی اگر زوجہ ڈرے کہ زوج کہیں چلا جاوے گا اور وہ زوج سے مہینہ یا سال بھر کے نفقہ کا ضامن مانگے تو ابی یوسف کے نزدیک یہ جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے کہ بجبر اس سے ضامن لیا جاوے کذا فی فتح القدیر اور عورت کے نفقہ پر باقی دیون کو قیاس کرے جس مدیون پر غائب ہونے کا خوف ہو تو اس سے ضامن لیا جاوے اور اسی پر بعضے فقہاء نے فتوی دیا ہے چنانچہ جواہر الفتاوی کی کتاب الکفالت کے پہلے باب میں یہ مذکور ہے فتح القدیر میں ہے کہ ابی یوسف کے نزدیک اگر عورت تمام عمر کے نفقہ کا یا ہر مہینہ کا تا بقائے نکاح ضامن طلب کرے تو صحیح ہے ولو کفل لہ کل شہر کذا ابدا وقع علی الابد وکذا لو لم یقل ابدا عند الثانی وبہ یفتی بحر اور اگر کوئی کفیل ہو ازواج کا یعنی ہر مہینہ میں اس قدر نقد یا اناج ہمیشہ دیا کرے گا زوج کو تو یہ ضمانت دائمی ہوئی باتفاق آئمہ ثلثہ کے اور اسی طرح دائمی ضمانت ثابت ہو گی نزدیک ابی یوسف کے اگر ہمیشہ کا لفظ نہ کہا یعنی فقط اسی قدر کہا کہ میں ہر مہینے میں اتنا دیا کروں گا زوج کی طرف سے تو یہ بھی دائمی ضمانت ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر الرائق وفیہ علیہا دین لزوجہا لم یلتقیا قصاصا الا برضاہ لسقوطہ بالموت بخلاف سائر الدیون اور بحر الرائق میں ہے عورت نے طلب کیا قاضی سے کہ نفقہ معین کر دے اور زوج کا دین تھا عورت پر تو نفقہ اور دین زوج کا باہم مل کر مجرا نہ ہوں گے بدوں رضامندی زوج کے یعنی اگر زوج کہے گا کہ نفقہ کو میرے دین میں سے حساب کر لو تو البتہ برابر ہو جاویں گے اور بدوں رضامندی زوج کے نفقہ اس کے دین میں سے نہ مجرا ہو گا اس واسطے کہ نفقہ دین ضعیف ہے کہ موت سے ساقط ہو جاتا ہے بخلاف اور باقی دیون کے کہ وہ موت سے ساقط نہیں ہوتے تو وہ باہم حساب میں مجرا ہو جاتے ہیں خواہ دونوں شخص باہم مجرا دیں یا نہ دیں کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر وفیہ اجرت دارہا من زوجہا وہما یسکنان فیہ الا اجر علیہ اور بحر الرائق میں ہے کہ زوجہ نے کرایہ پر دیا اپنا گھر زوج کو اور وہ دونوں اس میں رہتے ہیں تو کرایہ مرد پر نہ واجب ہو گا لم لیکن شارح نے اجارۂ فاسدہ کے فروع میں حاشیہ اشباہ سے نقل کیا ہے کہ فتوی اس روایت کے مخالف ہے یعنی زوج پر کرایہ اس صورت میں واجب ہے چنانچہ وہاں معلوم ہو گا ولو دخل بہا فی منزل کانت فیہ باجر فطلبت بعد سنۃ فقالت لہ اخیرا تک بان المنزل بالکراء علیک الاجر فہو علیہا لانہا العاقدۃ بزازیہ اور اگر زوج نے وطی کی زوجہ کے اس گھر میں جس میں وہ باکرایہ رہتی تھی پھر عورت سے کرایہ کا مطالبہ ہوا بعد سال کے سو اس نے زوج سے کہا کہ میں تجھ کو خبر دے چکی ہوں کہ یہ مکان کرایہ کا ہے اور کرایہ تیرے ذمہ پر ہے تو زوج پر کرایہ لازم نہ ہو گا اور زوجہ ہی پر لازم ہو گا اس واسطے کہ کرایہ ٹھہرانے والی وہی ہے نہ زوج کذا فی البزازیہ ومفہومہ انہا لو سکنت بغیر اجارۃ فی وقف او مال یتیم او معد للاستغلال فاجرۃ علیہ فلیحفظ اور مفہوم تعلیل عاقدہ ہونے کا یہ ہے کہ بدوں اجارہ کے مکان وقف یا مکان مال یتیم میں یا اس مکان میں جو غلہ رکھنے کے واسطے تیار ہوا زوجہ رہے تو اس کا کرایہ زوج پر لازم ہو گا اس واسطے کہ عقد اجارہ زوجہ نے نہیں کیا اور سکنی زوجہ کا

لہ صواب یہ ہے کہ ترجمہ یوں ہوتا اور نہ اندازہ کیا جاوے۔

Marfat.com

زوج پر لازم ہے لہذا زوج کو اجرت دینا لازم ہوگا تو اس کو یاد رکھنا چاہیے **ویقدرہا بقدر الغلاء والرخص ولا تقدر بدراہم** ودنانیر کما فی الاختیار وعزاہ المصنف لشرح المجمع للمصنف اور قاضی ٹھہراوے نفقہ زوجہ کا بقدر گرانی اور ارزانی غلہ کے اور نہ اندازہ کرے نفقہ کا درہم اور دنانیر سے کذا فی الاختیار شرح المختار اور مصنف نے اپنی شرح میں اس عدم تقدیر کو ماتن کی شرح مجمع کی طرف منسوب کیا ہے لکن فی البحر عن المحیط ثم المجتبی ان شاء القاضی فرضہا اصنافا او قومہا بالدراہم ثم یقدر بالدراہم لیکن بحر الرائق میں محیط پھر مجتبی سے منقول ہے کہ اگر قاضی چاہے تو نفقہ کی قسم قسم مقرر کرے مثلاً گیہوں اتنے اور گوشت اتنا اور گھی اتنا اور دال اتنی خواہ ہر روز کی تقدیر کرے خواہ مہینے خواہ سال کی علی حسب المراتب یا اقسام ماکولات کی قیمت ٹھہراوے دراہم سے پھر مجموعہ کلام کا اندازہ درہم سے کردے اور زوج کو حکم کرے کہ ہر مہینے یا ہر سال اتنے روپیہ زوجہ کو دیا کرے

وفیہ لو قترت علی نفسہا فلہ ان یرفعہا للقاضی لتاکل مما فرض لہا خوفا علیہا من الہزال فانہ یضرہ کما لہ ان یرفعہا للقاضی للبس الثوب لان الزینۃ حقہ اور بحر الرائق میں یہ ہے جب کہ قاضی نے زوجہ کا نفقہ معین کردیا پھر اگر زوجہ اپنی ذات پر حسب کرے اور جمع کرنے کی طمع سے کم کھاوے تو زوج کو جائز ہے کہ اس کی نالش قاضی کے پاس کرے تاکہ وہ اچھی طرح کھایا کرے اس میں سے جو اس کے لیے مقرر ہوگیا ہے مبادا کہ نہایت ضعیف اور دبلی نہ ہوجائے اس واسطے کہ لاغری زوجہ کی زوج کے واسطے مضر ہے کہ لائق رغبت اور شہوت کے نہیں رہتی چنانچہ جائز ہے زوج کو کہ اس کی نالش قاضی کے پاس پوشاک کے واسطے کرے کہ کیوں پوشاک نہیں پہنتی اور کیوں میلی کچیلی رہتی ہے اس واسطے کہ سنگار کرنا زوج کا حق ہے م جیسے عورت کو زینت کرنا مرد کے واسطے لازم ہے ویسے ہی مرد کو زینت شرعی کرنا عورت کے واسطے لازم ہے یعنی حجامت بنوانا اور مونچھ کتروانا مونڈنا اور غسل کرنا اور موافق مقدور کے پوشاک پہننا ضرور ہے اس واسطے کہ جب عورت یا مرد بے سلیقگی سے ترک زینت کا کریگا تو دوسرے کو خواہ مخواہ نفرت آوے گی تو غیروں کی طرف نظر جانے لگے گی پھر وہ فساد ہوں گے کہ خدا پناہ میں رکھے چنانچہ بنی اسرائیل میں مردوں کے زینت ترک کرنے سے انواع مفاسد درپیش ہوئے بلکہ عورت کے حقوق سے یہ بھی ہے کہ مرد سرعت انزال سے آپ کو بچاوے اور اس کا خیال رکھے اس واسطے کہ عورت کو اکثر بعد دیر کے انزال ہوتا ہے عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ مجھ کو سرمہ لگانا زوجہ کا پسند آتا ہے جیسا کہ اپنا سرمہ لگانا پسند آتا ہے اور یہ مطالب اس آیت قرآنی سے مفہوم ہوتے ہیں جو حق تعالیٰ نے فرمایا کہ لہن مثل الذی علیہن بالمعروف کہ عورتوں کا حق مردوں پر ویسا ہے جیسا کہ مردوں کا حق عورتوں پر ہے بطریق مشروع کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **وتزاد فی الشتاء جبۃ وسروالا** اور زیادہ کیا جاوے موسم سرما میں جبہ اور پائجامہ م یہ ان عورتوں کے حق میں ہے جو فقط قمیص میں گذران کرتی ہیں جیسے عرب کی گنوار عورتیں جن کو بدوی کہتے ہیں اور جن کو مدام یا پائجامہ کی عادت ہے چنانچہ شرفائے ہند میں تو ان کو سرما اور گرما میں پائجامہ دینا لازم ہے اور ظہیریہ میں منقول ہے کہ امام محمد نے پوشاک عورت کی سال بھر کی یوں بیان کی ہے کہ دو درع اور دو خمار اور ایک ملحفہ درع کرتہ گلے سے قدم تک اور خمار وہ جو سر پر اوڑھا جاوے اور ملحفہ کی تفسیر مختلف ہے بعضے کہتے ہیں وہ بڑی چادر ہے جس سے تمام بدن لپیٹ کر عورت باہر نکلتی ہے اور بعضوں کے نزدیک شب خوابی کا کپڑا اور خصاف نے بجائے درع کے قمیص کو مذکور کیا ہے درع اور قمیص حقیقت میں ایک ہی چیز کا نام ہے فرق اتنا ہے کہ درع وہ ہے جس کا چاک سینہ کی طرف ہو اور قمیص وہ جس کا دونوں مونڈھوں کی طرف ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر اور فتاوی عالمگیریہ میں ینابیع سے منقول ہے کہ لباس عورت کا مرد پر واجب ہے موافق دستور کے جیسا کہ عورت کے واسطے مناسب ہو باعتبار عادت گرمی اور جاڑے کے لیکن عادت ہر ملک کے مختلف ہے تو ہر ملک میں ویسا ہی کرنا لازم ہوگا بشرطیکہ ویسا لباس ہو جس سے بدن چھپا رہے نہ لباس شیطانی جو لکھنؤ وغیرہ میں بالفعل رائج ہے کہ سر اور پیٹ بالکل کھلا رہتا ہے اور حق تعالیٰ ان کو حیا نصیب کرے وما یدفع بہ اذی حر وبرد

ف زینت زوجین کی ایک دوسرے کے لیے ہے۔

Marfat.com

اور وہ لباس زیادہ کرنا چاہیے سرما اور گرما میں جس سے گرمی اور جاڑا دور ہو **ولحافا وفراشا وحدہا لانہا وبما تعزل عنہ ایام حیضہا ومرضہا** زیادہ دیا جاوے جاڑے میں لحاف اور بچھونا عورت کو علیحدہ یعنی سوا اس لحاف اور توشک کے جس میں زوج اور زوجہ پاس مل کر لیٹتے ہیں علیحدہ اس واسطے چاہیے کہ کاہے عورت جدا رہتی ہے زوج سے حیض کے ایام میں یا بیماری کے دنوں میں صحیح حدیث میں وارد ہے کہ ایک اوڑھنا بچھونا زوج کا اور ایک دوسرا زوجہ کا اور تیسرا مہمان کے واسطے اور چوتھا شیطان کا یعنی فضول ہے **ان طلبتہ** لباس کے ان اقسام مذکورہ کو قاضی مقرر کر دے اگر عورت درخواست کرے قاضی سے اس واسطے کہ یہ حق ہے زوجہ کا بدوں اس کی نالش کے اور خواہش کے حاکم پر ٹھہرا دینا لازم ہی نہیں **ویختلف ذلک یسارا وعسارا وحالا وبلدا** اختیار اور مختلف ہوتی ہے یہ خوراک اور پوشاک باعتبار مقدور اور افلاس کے اور بنا بر موسم اور ملک کے کذا فی الاختیار تو مقدور والے پر اس کے موافق خوراک اور پوشاک زوجہ کی واجب ہے اور مفلس پر اس کے موافق اور گرمی میں گرمی کے موافق اور سردی میں اس کے موافق جیسے جس ملک کی عادت اور رواج ہو بشرطیکہ مخالف شرع شریف کے نہ ہو **ولیس علیہا خفہا بل خف امتہا مجتبے** اور واجب نہیں مرد پر موزہ دینا عورت کا بلکہ اس کی لونڈی کا موزہ واجب ہے اس واسطے کہ لونڈی باہر نکلتی ہے نہ زوجہ کذا فی المجتبے اور اگر مرد با مقدور ہو اور ملک کی رسم ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وفی البحر قد استفید من ہذا انہ لو کان لہا امتعۃ من فرش ونحوہا لا یسقط عن الزوج ذلک بل یجب علیہ وقد رایناہا من یامرہا بفرش امتعتہا لہ ولاضیافہا جبرا علیہا وذلک حرام کمنع کسوتہا انتہی اور بحر الرائق میں ہے کہ مستفاد ہوا اس سے یعنی وجوب لباس اور فرش سے ثابت ہوا کہ اگر عورت کے سامان اور اسباب ہو از قسم فرش اور ظروف کے تو بھی زوج سے اس کا دینا ساقط نہ ہوگا بلکہ واجب ہوگا اس پر اور مقرر دیکھا ہے ہم نے بعضے مردوں کہ عورت کے فروش اور ظروف پر حکومت کرتے ہیں اپنے واسطے اور اپنے مہمانوں کے واسطے عورت پر ظلم کر کے اور حالانکہ یہ زبردستی بیگانے مال پر حرام ہے جیسے اس کی پوشاک نہ دینا حرام ہے انتہی کلامہ لکن قدمنا فی المہر عنہ عن المبتغی الو زفت الیہ بلا جہاز یلیق بہ فلہ مطالبۃ الاب بالنقد الا اذا سکت انتہی وعلیہ فلو زفت الیہ ولا یحرم علیہ الانتفاع بہ وفی عرفنا یلتزمون کثرۃ المہر لکثرۃ الجہاز وقلتہ لقلتہ ولا شک ان المعروف کالمشروط فینبغی العمل بما مر کذا فی النہر شارح کہتا ہے ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں باب المہر میں بحر الرائق سے بروایت مبتغی کہ اگر زوجہ پہنچائی جاوے زوج کے پاس بدوں اس قدر جہیز کے جو اس کے مناسب حال ہے تو زوج کو مطالبہ کرنا نقد مال کا زوجہ کے باپ سے پہنچتا ہے مگر اس صورت میں مطالبہ نہیں جب زوج چند مدت چپ ہو رہے تو اس تقریر پر یعنی جب زوج کو نقد کا مطالبہ جائز ہوا تو اگر جہیز میں زوجہ کے ساتھ فروش اور ظروف آئے تو زوج پر ان سے منتفع ہونا اور استعمال کرنا حرام نہ ہوگا اس واسطے کہ ہمارے عرف اور رواج میں یعنی مصر میں کثرت مہر التزام کرتے ہیں واسطے زیادتی جہیز کے اور قلت مہر کا التزام کرتے ہیں واسطے قلت جہیز کے اور قلت مہر کا التزام کرتے ہیں واسطے قلت جہیز کے اور بلا شک جو چیز کہ مروج اور معروف ہے وہ مشروط کے برابر ہے تو لائق ہے عمل کرنے کے جو مذکور مذکور ہو چکا ہے یعنی عورت کے جہیز کا استعمال مرد پر حرام نہیں کذا فی النہر الفائق م صاحب نہر کے کلام پر محشیوں نے بہت گفتگو کی ہے اور ذکر کرنا اس کا بتفصیل طوالت کلام کا موجب ہے خلاصہ یہ ہے کہ جہاں بالیقین اس کا رواج ہو کہ مہر مقرری سے زیادہ جہیز دینے کے واسطے کچھ دیتے ہوں مثلاً مہر وہاں کا سو درم ہو اور زوج نے دو سو درم دیئے سو مہر کے اور سو جہیز کے اور زوجہ کے باپ نے موافق سو درم کے جہیز دیا تو البتہ زوج کو استعمال کرنا اسباب جہیز کا بدوں رضامندی زوجہ کے بھی جائز ہے اور اگر باپ اس کا جہیز نہ دے یا سو درم سے کم دے تو البتہ اس صورت میں زوج کو نقد مال کا باپ سے مطالبہ پہنچتا ہے اور اگر اسی طرح کا معمول اور رواج نہ ہو تو جہیز کے اسباب کو اپنے صرف میں لانا زوج کو جائز نہیں بدوں خوشی زوجہ کے اس واسطے کہ مالک جہیز کی زوجہ ہے نہ زوج ہاں زوجہ کو البتہ اپنے باپ سے مطالبہ مہر کا اختیار ہے اگر وہ مہر لے چکا ہو زوج سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہ عن قضاء البحر بل تقدیر القاضی للنفقۃ یحکم منہ قلت نعم لان طلب التقدیر بشرط دعوی فلا تسقط

Marfat.com

بمعنی المدۃ اور نہر الفائق اور بحر الرائق کی کتاب القضاء سے منقول ہے کہ قاضی کا نفقہ مقرر کر دینا قاضی کے حکم میں داخل ہے یا نہیں میں کہتا ہوں کہ ہاں تقدیر قاضی کی حکم ہے اس واسطے کہ طلب کرنا تقدیر نفقہ کا اس کی شرط کے موافق یعنی زوج کے حضور میں یہ دعوی ہے اور بعد دعوی کے مقرر کر دینا قاضی کا اسی کا نام حکم ہے پھر جب یہ حکم ہوا تو نفقہ ساقط نہ ہوگا مدت گذرنے سے یعنی اگر چند مدت زوج نہ دے گا تو زوج کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگا بلکہ اس کو ایام گذشتہ کا نفقہ دینا لازم ہوگا ولو فرضت لہا کل یوم او کل شہر بل یکون قضاء ما دام النکاح قلت بنعم الا لمانع ولذا قالوا الابراء قبل الفرض باطل وبعدہ صح مما مضی ومن شہر مستقبل اور جب کہ بتقدیر قاضی نفقہ معین ہو گیا عورت کے واسطے ہر دن کا یا ہر مہینے کا تو یہ حکم قضا بقائے نکاح تک ہوگا یا ایک دن یا ایک مہینے تک میں کہتا ہوں کہ ہاں یہ حکم تا بقائے نکاح زوجین میں جاری چلا جاوے گا مگر بسبب مانع کے البتہ موقوف ہو جاوے گا چنانچہ نشوز سے نفقہ ساقط ہو جاوے گا باوجود قائم رہنے نکاح کے اور چونکہ تقدیر قاضی سے نفقہ دین ہو جاتا ہے لہذا فقہا نے کہا ہے کہ ابرا کرنا نفقہ سے قبل معین کر دینے قاضی کے یا قبل تراضی طرفین کے باطل ہے اس واسطے کہ ابرا نہیں ہوتا مگر دین میں اور دین ہونا نفقہ کا بدوں حکم قاضی یا بدوں تراضی طرفین کے نہیں ہوتا اور قاضی کے معین کرنے یا تراضی طرفین کے بعد ابرا کرنا نفقہ زمان ماضی اور ماہ مستقبل سے صحیح ہے اس واسطے کہ ابرا بعد الوجوب ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر والنہر حتی لو شرط فی العقد ان النفقۃ تموین من غیر تقدیر والکسوۃ کسوۃ الشتاء والصیف لم یلزم فلہا بعد ذلک طلب التقدیر فیہما یہاں تک کہ اگر زوج نے نکاح میں یہ شرط کی کہ نفقہ بقدر مؤنت ہے بلا تقدیر یعنی نہایت قلیل بقدر ضرورت اور اسی طرح لباس میں شرط کی کہ ایک ہی لباس رہے گا گرمی اور جاڑے میں تو یہ شرط لازم نہ ہوگی تو عورت کو اختیار ہے کہ بعد اس شرط کے بھی نفقہ اور لباس میں قاضی سے درخواست تقدیر کی کرے اس واسطے کہ یہ شرط حکم قاضی نہیں اور اس امر میں شرط کی ہے کہ ہنوز واجب نہیں ہوا اور یہ بحث ہے صاحب بحر کی روایت صریح نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ولو حکم بموجب العقد مالکی یری ذلک فللحنفی تقدیرہا لعدم الدعوی والحادثۃ اور اگر بموجب عقد مشروط کے حکم کیا قاضی مالکی نے جو ایسی شرط کو صحیح جانتا ہے تو قاضی حنفی کو تقدیر نفقہ کی جائز ہے بسبب نہ پائے جانے دعوی اور حادثہ کے ہم صاحب بحر الرائق نے کہا کہ میں نے یہ مسئلہ صریح نہیں دیکھا لیکن فصول عمادی اور بزازیہ کی کتاب القضا میں یوں منقول ہے کہ حکم قاضی کا اختلاف مذہب کو نہیں مٹاتا مگر اس شرط سے کہ قاضی نے حکم کیا ہو بعد دعوی صحیح کے حادثہ مدعی اور مدعا علیہ میں تو یہ مقتضی ہے کہ بعد حکم قاضی مالکی کے حنفی کو بھی تقدیر جائز ہے اس واسطے کہ یہ مسئلہ اس صورت میں مفروض ہے کہ قاضی مالکی کے روبرو عقد اور شرط واقع ہوئی اور قاضی نے اس کی صحت کا حکم کیا تو یہاں خصومت اور دعوی پہلے نہیں واقع ہوا کہ قاضی مالکی کا حکم نافذ ہو کر رافع اختلاف کا ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی بقی لو حکم الحنفی بفرضہا دراہم ہل للشافعی بعدہ ان یحکم بالتموین قال الشیخ قاسم فی موجبات الاحکام لا وجہ فلو حکم الشافعی بالتموین فلیس للحنفی ان یحکم بخلافہ فلیحفظ نعم لو اتفقا بعد الفرض علی ان تاکل معہ تموینا بطل الفرض السابق برضاہا بذلک باقی رہا یہ امر کہ اگر حکم کیا قاضی حنفی نے تقدیر نفقہ کا دراہم سے یعنی طعام کی نقدی مقرر کر دی تو شافعی قاضی کو بعد اس کے تموین کا حکم کرنا یعنی قلیل بقدر ضرورت کے نفقہ کا حکم کرنا جائز ہے یا نہیں کہا شیخ قاسم نے موجبات الاحکام میں کہ جائز نہیں اور بنا بر اس عدم جواز کے کہ اگر پہلے حکم کر چکا قاضی شافعی تموین کا تو قاضی حنفی کو حکم کرنا اس کے مخالف جائز نہیں اس واسطے کہ جب حکم اول جامع شروط رافع اختلاف کا ہو چکا تو اب حکم ثانی اس کو توڑ نہیں سکتا سو اس کو یاد رکھنا چاہیے ہاں اگر زوج اور زوجہ دونوں بعد تقدیر نفقہ کے راضی ہو گئے کہ زوج زوجہ کے ساتھ بقدر ضرورت کے کھاوے تو باطل ہو جاوے گی تقدیر سابق یعنی جو قاضی نے نفقہ مقرر کر دیا تھا سو اس کا حکم موقوف ہو جاوے گا اس واسطے کہ زوجہ اسی پر راضی ہو گئی وہ مثل مشہور یہاں صادق آئی کہ جو رد خصم راضی تو کیا کرے گا قاضی لیکن اگر بعد اس کے پھر ناراض ہو گی زوج کے ساتھ کھانے سے تو نفقہ مفروضہ پھر عود کرے گا اس واسطے کہ حکم قاضی کا مادام النکاح جاری ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی السراجیۃ قدر کسوتہا دراہم ورضیت وقضی بہ ہل لہا ان ترجع

Marfat.com

وتطلب کسوۃ فما شاء اجاب نعم اور سراجیہ میں ہے کہ عورت کی پوشاک میں درہم مقرر ہو گئے اور وہ راضی ہو گئی اور موافق اس کے قاضی کا حکم بھی ہو گیا تو اب عورت کو اس سے پھرنا اور پوشاک میں کپڑا طلب کرنا درست ہے یا نہیں جواب دیا کہ ہاں درست ہے وقالوا ما بقی من النفقۃ لہا فیقضی باخری بخلاف اسراف وسرقۃ وہلاک ونفقۃ محرم وکسوۃ الا اذا تخرقت بالاستعمال المعتاد او استعملت معہا اخری فیفرض اخری اور فقہا نے کہا ہے کہ جتنا بچ رہے گا نفقہ مفروضہ سے وہ عورت کا مملوک ہے تو اس کو اور نفقہ قاضی دلا دے گا یعنی مثلاً قاضی نے دس درم ماہ رمضان کا نفقہ مقرر کر دیا یا زوج نے اپنی خوشی دس درم مہینہ مقرر کر دیا اور عورت نے پانچ درم میں رمضان کو بسر کر دیا پانچ درم بچ رہے تو اس کی مالک عورت ہے ماہ شوال میں یہ درم باقی ماندہ مجرا نہ ہوں گے بلکہ ماہ شوال میں اور دس درم کا قاضی حکم کرے گا بخلاف فضول خرچی اور چوری اور ہلاکی اور نفقہ محرم اور لباس زوجہ کے یعنی اگر عورت نے فضول خرچ کیا مثلاً مہینے بھر کے خرچ کو دس دن میں اٹھا ڈالا یا نفقہ چوری ہو گیا یا گم ہو گیا تو زوج پر اور نفقہ دینا لازم نہ ہوگا اور اگر اقربا محرم کا نفقہ بچ رہے گا تو مدت آئندہ میں مجرا ہوگا دوسرا نفقہ دینا لازم نہ ہوگا اور اسی طرح اگر قاضی نے سال بھر کی پوشاک زوجہ کو دلا دی اور چار پانچ مہینے میں سب کپڑے پھٹ گئے تو قاضی زوج سے دوسری پوشاک نہ دلاوے گا مگر جب کہ پوشاک پھٹ گئی ہو استعمال معتاد سے موافق عادت اور رواج کے باحتیاط استعمال ہوئی اور باوجود اس کے پارہ پارہ ہو گئی تو اس صورت میں دوسری پوشاک دلائی جاوے گی یا عورت نے اس پوشاک کے ساتھ اپنی دوسری پوشاک بھی استعمال کی اور دونوں پوشاکیں سال کے اندر ساتھ ہی پارہ ہو گئیں تو اس کے واسطے دوسری پوشاک مقرر کی جاوے گی اس واسطے کہ ان دونوں صورتوں میں تجویز قاضی کی خطا ظاہر ہو گئی کہ اتنی پوشاک اتنی مدت میں عورت کے واسطے کافی نہ تھی تو اب دوسری پوشاک لازم ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی ویجب لخادمہا المملوک لہا علی الظاہر ملکا تاما ولا شغل لہ غیر خدمتہا بالفعل فلو لم یکن فی ملکہا او لم یخدمہا لا نفقۃ لہ لان نفقۃ الخادم بازاء الخدمۃ اور نفقہ واجب ہے ظاہر الروایۃ میں زوجہ کے خادم مملوک کا جس پر پوری ملکیت ہو اور کچھ کام نہ ہو خادم کو سوائے اس کی خدمت کے تو اگر خادم مملوک نہ ہو زوجہ کا یا مملوک ہو مگر بالفعل خدمت نہ کرتا ہو تو وہ نفقہ نہ پاوے گا اس واسطے کہ نفقہ خادم کا بمقابلہ خدمت ہے پھر جب خدمت نہیں تو نفقہ بھی نہیں اور اگر زوجہ کا خادم مکاتب ہو تو بھی اس کا نفقہ نہیں اس واسطے کہ مکاتب پر پوری ملکیت نہیں ولو جاءہا بخادم لم یقبل منہ الا برضاہا فلا یملک اخراج خادمہا بل ما زاد علیہ بحر بحثا لو حرۃ ولا امۃ جوہرہ لعدم ملکہا اور اگر زوج خادم کو لایا زوجہ کے واسطے تو زوج کا خادم نہ مقبول ہوگا بدوں رضامندی زوجہ کے تو زوج مالک نہ ہوگا زوجہ کے خادم نکالنے پر بلکہ جو خادم کہ ایک سے زائد ہو اسکے نکال دینے پر زوج کو اختیار ہوگا۔ کذا فی البحر بحثا لا روایۃ زوجہ کے خادم کا نفقہ واجب ہوگا اگر زوجہ حرہ ہو نہ لونڈی کذا فی الجوہرہ بسبب عدم ملکیت لونڈی کے موسرا لا معسرا فی الاصح والقول لہ فی العسار ولو برہنا فبنیتہا اولی خانیہ زوجہ کے خادم کا نفقہ اس وقت واجب ہوگا جب زوج مقدور والا ہو نہ مفلس قول اصح میں اور قول زوج ہی کا معتبر ہوگا اظہار تنگی اور افلاس میں اور اگر دونوں گواہ گذاریں زوجہ گواہوں سے مقدور زوج کا ثابت کرتی ہو اور زوج گواہوں سے افلاس ثابت کرتا ہو تو عورت کے گواہ زیادہ تر لائق اعتماد کے ہوں گے کذا فی الخانیہ ولو لہ اولاد لا یکفیہ خادم واحد فرض علیہ لخادمین او اکثر اتفاقا فتح اور اگر زوجہ کے چند لڑکے ہوں جن کو ایک خادم کفایت نہ کرتا ہو تو زوج پر دو خادم یا زیادہ کا نفقہ بقدر حاجت مقرر کیا جاوے گا بالاتفاق کذا فی فتح القدیر وعن الثانی غنیہ درفت الیہ بخدم کثیر استحقت نفقۃ الجمیع ذکرہ المصنف ثم قال وفی البحر عن الغایۃ وبہ ناخذ قال فی السراجیہ ویفرض علیہ نفقۃ خادمہا وان کانت من الاشراف فرض نفقۃ خادمین وعلیہ الفتوی اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ عورت مالدار پہنچائی گئی زوج کے پاس بہت سے خادموں کے ساتھ تو سب خادموں کے نفقہ کی عورت مستحق ہوگی چنانچہ اس روایت کو ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی

Marfat.com

شرح میں پھر مصنف نے کہا اور بحر الرائق میں غایۃ البیان سے منقول ہے کہ ہم اسی روایت کو لیتے ہیں کہا صاحب بحر نے اور سراجیہ میں ہے کہ زوج پر نفقہ ایک خادم کا فرض ہے اور اگر عورت منجمد اخراف ہے تو خادم کا نفقہ فرض ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے خلاصہ یہ ہے کہ ظاہر الروایۃ میں نفقہ ایک خادم کا مذکور ہے لیکن فتوی ابو یوسف کے قول پر ہے اور اگر عورت کے پاس خادم مملوک نہ ہو تو زوج پر نہیں کہ اس کے واسطے خادم نوکر رکھ دے بلکہ بازار سے سودا خرید کر لا دینا زوج پر لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن السراجیہ **ولا یفرق بینہما لعجزہ عنہا بانواعہا الثلثۃ ولا لعدم الیفائہ لو غائبا حقہا ولو موسرا** اور نہ جدائی کی جاوے گی دونوں میں بسبب عاجز ہونے زوج کے تینوں قسم کے نفقہ سے یعنی طعام اور لباس اور سکنی سے اور نہ جدائی ہوگی اگر زوج غائب ہو اس کے عدم الیفائے حق زوجہ سے اگرچہ زوج مالدار ہو یعنی اگر زوج سفر میں ہو اور زوجہ کو خرچ نہ بھیجتا ہو باوجود مقدور کے تو بھی قاضی دونوں میں تفریق نہیں کر سکتا وجوزہ الشافعی باعسار الزوج وتیقرر ہا بغیبتہ ولو قضی بہ حنفی لم ینفذ لہم لو امر شافعیا فقضی بہ نفذ اذا لم یرتش الامر والمامور اور جائز رکھا ہے امام شافعیؒ نے تفریق زوجین کی زوج کے افلاس سے اور بسبب ضرر پہنچنے عورت کے زوج کے غائب ہونے سے اور اگر حکم کرے قاضی حنفی تفریق زوجین کا بسبب افلاس یا غائب ہونے زوج کے تو اس کا حکم نافذ نہ ہوگا اس واسطے کہ اپنے خلاف مذہب حکم کرنا جاری نہیں ہوتا ہاں اگر حکم کرے قاضی حنفی شافعی مذہب کو پھر شافعی تفریق کا حکم کر دے تو نافذ ہوگا بشرطیکہ رشوت نہ لی ہو آمر اور مامور نے کذا فی البحر الرائق اس واسطے کہ رشوت کا حکم نافذ نہیں ہوتا اور دوسری شرط نفاذ حکم کی یہ ہے کہ قاضی حنفی کو اجازت ہو حاکم کی طرف سے تفویض حکم کی یعنی اختیار ہو کہ جس کو چاہے حکم کرنا سپرد کرے تب مامور کا حکم نافذ ہوگا لیکن یہ نفاذ حکم بھی بقول صحیح زوج حاضر کے . . . . . افلاس پر ہوگا : زوج غائب کے افلاس پر اگرچہ زوجہ نے گواہ گذارے ہوں افلاس زوج غائب پر اس واسطے کہ افلاس اور مقدور سریع الزوال اور سریع حصول امر ہے شاید کہ بعد شہادت شاہدوں کے سفر میں زوج مالدار ہو گیا ہو تو غائب کے افلاس پر حکم کرنا نافذ نہیں ہو سکتا اگرچہ قاضی شافعی المذہب نے حکم کر دیا ہو اس واسطے کہ قضا علی الغائب شافعی کے نزدیک وہاں جائز ہے جہاں مشہود بہ ثابت ہو گیا ہو سو یہاں ثابت نہیں ہو سکتا کہ شاید وقت قضا زوج غائب مالدار ہو گیا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر والذخیرۃ **وبعد الفرض یامرہا القاضی بالاستدانۃ لتحیل علیہ وان ابی الزوج اما بدون الامر فترجع علیہا وہی علیہ ان صرحت بانہا علیہ او نوت ولو انکر نیتہا فالقول لہا** مجتبی اور بعد فرض کرنے نفقہ کے زوج مفلس یا غائب پر حکم کرے قاضی عورت کو قرض لینے کا تاکہ حوالہ کرے ادائے قرض کا زوج پر یعنی جس سے قرض لے عورت اس سے کہے کہ میں تجھ سے بحکم قاضی قرض لیتی ہوں تو اپنا قرض میرے زوج سے بھر لیجو اگرچہ زوج عورت کے قرض لینے سے راضی نہ ہو اور قاضی کے بدوں حکم اگر عورت قرض لے گی تو قرض دینے والا اپنا قرض عورت سے لے گا اور عورت زوج سے بھر لے گی بشرطیکہ عورت نے قرض لیتے وقت تصریح کر دی ہو کہ میں زوج پر قرض لیتی ہوں یا اپنے دل میں اس کی نیت کر لی ہو اور اگر زوج عورت کی نیت کا انکار کرے یعنی یوں کہے کہ غلط ہے تو نے قرض لیتے میری نیت نہیں کی تو زوج ہی کا قول معتمد ہوگا کذا فی المجتبی **وتجب الاداءۃ علی من تجب علیہ نفقتہا ونفقۃ اصغارہ لا الزوج لا خ وعم وتحبس الاخ ونحوہ اذا امتنع لان ہذا من المعروف** زیلعی والاختیار وستیضح اور واجب ہے قرض دینا اس پر جس پر عورت اور اس کے چھوٹے لڑکوں کا نفقہ واجب ہوتا اگر زوج نہ ہوتا جیسے بھائی عورت کا یا چچا اور قید کیا جاوے گا بھائی اور جو اس کے مانند ہے جب کہ وہ قرض دینے سے انکار کرے اس واسطے کہ یہ معروف اور مروج ہے کذا فی الزیلعی والاختیار اور عنقریب واضح ہوگا فروع میں م زیلعی نے کہا کہ اختیار شرح مختار میں ہے کہ اگر عورت کا زوج مفلس ہے اور اس کا بیٹا دوسرے زوج سے مالدار ہے یا بھائی مالدار ہے تو نفقہ عورت کا زوج پر واجب ہے اور حکم کیا جاوے گا عورت کے

Marfat.com

بھائی یا بیٹے پر کہ نفقہ دے عورت کو اور جب اس کے زوج کو مقدور ہو تو اس سے اپنا قرض بھر لے جتنا کہ عورت کو دیا ہے اور اگر بھائی یا بیٹا خرچ دینے سے انکار کرے تو مقید ہوگا اس واسطے کہ ایسے حال میں بطور قرض دینا رائج اور مشہور ہے تو اس روایت سے معلوم ہوا کہ قرض دینا عورت کے نفقہ کے واسطے جب کہ عورت اور اس کا زوج مفلس ہوں واجب ہے اس شخص پر جس پر نفقہ عورت کا واجب ہوتا اگر زوج عورت کا نہ ہوتا اور اسی طرح اگر زوج مفلس کی اولاد صغیر ہو اور اس کو ان کے خرچ کی طاقت نہ ہو تو واجب ہوگا نفقہ اولاد صغار کا جس پر صغار کا نفقہ واجب ہوتا اگر ان کا باپ نہ ہوتا جیسے ماں اور بھائی اور چچا پھر جب صغار کا باپ مقدور والا ہو تو جس قدر ان کو کھلایا پہنایا ہو اس سے پھیر لے کذا فی حاشیۃ المدنی **قضی بنفقۃ الاعسار ثم الیسر فخاصمتہ تم نفقۃ یسارہ فی المستقبل** قاضی نے حکم کیا زوج پر نفقہ افلاس کا بسبب مفلس ہونے زوجین کے پھر بعد مدت کے مالدار ہو گیا اور عورت مفلس بنی رہی پھر جھگڑا کیا عورت نے زوج سے نفقہ میں تو پورا کرے قاضی نفقہ کو موافق مقدور زوج کے آئندہ کے واسطے نہ زمان گذشتہ کے واسطے نفقہ یسار زوج سے مراد یہاں نفقہ متوسط ہے اس واسطے کہ جب زوج مالدار ہو اور زوجہ مفلس یا بالعکس تو بموجب قول مفتی بہ کے متوسط نفقہ واجب ہے اور اگر مصنف یوں کہتا کہ بعد مقدور ہونے کے نفقہ متوسط واجب ہے جیسا کہ قول آئندہ میں ہے تو واضح ہوتا کذا فی حاشیۃ الحلبی **وبالعکس وجب الوسط** کما مر یا اس کے بالعکس ہوا یعنی زوج اور زوجہ دونوں مالدار تھے سو قاضی نے نفقہ یسار کا حکم کر دیا تھا پھر زوج مفلس ہو گیا تو اب متوسط نفقہ واجب ہوگا یعنے مالدار عورت سے کم اور مفلس عورت سے زیادہ تو زوج مفلس بقدر وسعت کے دے گا اور باقی اس پر قرض رہے گا مقدور ہونے تک چنانچہ شروع باب میں اس کا بیان گذر گیا **وصالحت زوجہا علی نفقۃ کل شہر علی دراہم ثم قالت لا تکفینی زیدت** مصالحہ کر لیا عورت نے اپنے زوج سے بعوض نفقہ ہر مہینے کے چند درم پر پھر عورت نے کہا کہ مجھ کو اس قدر درم کفایت نہیں کرتے ہیں تو زیادہ دلائے جاویں گے **ھم** ظاہر عبارت اس پر دلالت کرتا ہے کہ بمجرد دعوی کے بدوں ملاحظہ کرنے قاضی کے غلہ کے نرخ میں زیادتی ہوگی حالانکہ ایسا نہیں بلکہ قاضی نظر کرے سو اگر دراہم متعین ہوں تو اس کے دعوی کو نہ سننے والا بقدر کفایت زیادہ کر دے چنانچہ خانیہ میں ہے کہ اگر زوجہ نے مصالحہ کیا زوج سے اس قدر پر کہ اس کو کفایت نہیں کرتا تو عورت کو اس صلح سے پھرنا اور بقدر کفایت کو طلب کرنا جائز ہے اور بحر الرائق میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ جب قاضی نے عورت کا نفقہ معین کر دیا پھر غلہ گراں ہو گیا یا سستا ہو گیا تو قاضی اسکو بدل ڈالے کذا فی حاشیۃ المدنی **ولو قال الزوج لا اطیق ذلک** فھو لازم فلا التفات لمقالتہ لکل حال اور اگر عورت نے مصالحہ کیا نفقہ کا دراہم پر پھر زوج نے کہا کہ مجھ کو اس قدر درم دینے کی طاقت نہیں تو یہ صلح لازم ہے تو کچھ التفات نہ کیا جاوے گا اس کے قول پر کسی حال میں اپنا مقدور ظاہر کرے یا نہ کرے اس واسطے کہ مصالحہ پر راضی ہونا دلیل ہے اس کے قادر ہونے پر الا اذا تغیر سعر الطعام وعلم القاضی ان ما دون ذلک الصالح علیہ یکفیھا فحینئذ یفرض کفایتہا لقولہ المصنف عن الخانیۃ وفی البحر عن الذخیرۃ الا ان یتعرف القاضی عن حالہ بالسوال من الناس فیوجب بقدر طاقتہ مگر جب کہ بدل جاوے نرخ غلہ کا اور جتنے قاضی نے جس قدر پر صلح ہو گئی ہے اس سے کمتر نفقہ عورت کو کفایت کرتا ہے تو اس وقت میں قاضی بقدر کفایت عورت کے مقرر کر دے نقل کیا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں خانیہ سے اور بحر الرائق میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ مصالحہ زوج پر لازم ہے مگر یہ کہ معلوم کر لے قاضی زوج کی بے مقدوری لوگوں سے پوچھ کر تب ٹھہراوے نفقہ کو بقدر اس کی طاقت کے وفی الظہیریۃ صالحہا عن نفقۃ کل شہر علی مائۃ درہم والزوج محتاج لم یلزم الا نفقۃ مثلہا اور ظہیریہ میں ہے کہ صلح کی زوج نے زوجہ سے ہر مہینہ کے نفقہ میں سو درم پر اور حالانکہ زوج محتاج ہے تو لازم نہ ہوگا زوج کو مگر نفقہ مثل کا یعنی عورت کے مناسب حال نفقہ لازم ہوگا مصالحہ کا کچھ اعتبار نہ ہوگا والنفقۃ لا یصیر دینا

Marfat.com

الا بالقضاء او الرضاء ای اصطلاحہما علی قدر معین اصناف او دراہم فقبل ذلک لا یلزم شیئ اور نفقہ زوجہ کا دین نہیں ہوتا زوج پر مگر بحکم قاضی یا برضائے طرفین یعنی دونوں کے مصالحہ کر لینے سے قدر معین پر خواہ درموں پر صلح ہو گئی ہو خواہ طعام کی قسموں پر مثلاً گیہوں اتنے اور دال اتنی اور گوشت اتنا تو قبل قضا یا رضا کے زوج پر کچھ لازم نہ ہوگا یعنی چند مدت بدوں نفقہ گذر گئی اور پھر قاضی نے نفقہ معین کر دیا یا دونوں قدر معین پر راضی ہو گئے تو مدت گذشتہ کا نفقہ دینا لازم نہ ہوگا ولبعد ترجع بما انفقت ولو من مال نفسہا بلا امر قاض اور بعد قضا یا رضا کے جس قدر عورت خرچ کرے گی اس کو زوج سے بھر لے گی اگرچہ اپنا ہی مال خرچ کیا ہو بدوں قاضی کے حکم کے ولو اختلفا فی المدۃ فالقول لہ والبینۃ لہا ولو انکرت الانفاق فالقول لہا بیمینہا ذخیرۃ اگر دونوں میں اختلاف پڑا مدت میں مثلاً عورت کہتی ہو کہ قاضی نے دو مہینے سے نفقہ معین کر دیا ہے اور مرد کہتا ہو کہ ایک مہینے سے تو قول زوج ہی کا معتبر ہوگا اور گواہ عورت کے مقبول ہوں گے اور اگر عورت نفقہ دینے کا انکار کرتی ہو تو عورت ہی کا قول معتمد ہوگا ساتھ اس کے قسم کھانے کے کذا فی الذخیرۃ وبموت احدہما او طلاقہا ولو رجعیا کما فی الظہیریۃ والخانیۃ واعتمد فی البحر بحثا عدم سقوطہا بالطلاق لکن اعتمد المصنف ما فی جواہر الفتاوی عدم سقوطہا بالرجعی کیلا یتخذ الناس ذلک حیلۃ واستحسنہ محشی الاشباہ وبالاول افتی شیخنا لکن صحح الشرنبلالی فی شرحہ الوہبانیۃ مابحثہ فی البحر من عدم السقوط ولو بائنا قال وہو الاصح وردما ذکرہ ابن الشحنۃ فتامل عند الفتوی لیسقط المفروض لانہ صلۃ اور ساقط ہوتا ہے نفقہ مفروضہ زوج یا زوجہ کی موت سے یا عورت کی طلاق سے اگرچہ طلاق رجعی ہو کما فی الظہیریۃ والخانیۃ اس واسطے کہ نفقہ از قسم عطا ہے اور عطا موت او طلاق سے ساقط ہے چنانچہ ہبہ قبل القبض موت سے ساقط ہوتا ہے اور بحر الرائق میں بذکر چند دلائل عدم سقوط نفقہ پر اعتماد کیا ہے طلاق میں رجعی ہو یا بائن لیکن مصنف نے اپنی شرح میں جواہر الفتاوی کے اس قول پر اعتماد کیا ہے کہ طلاق رجعی میں عدم سقوط نفقہ پر فتوی ہے تاکہ لوگ اس کو حیلہ نہ ٹھہرا لیں اسقاط نفقات مفروضہ کا یعنی جب بہت نفقہ جمع ہو تو عورت کو طلاق رجعی دے کر رجعت کر لیں تاکہ اگلا نفقہ دینا نہ پڑے کہ اس میں عورتوں کا بڑا نقصان ہے اور اسی عدم سقوط کو طلاق رجعی میں اشباہ کے محشی یعنی حموی نے پسند کیا ہے شارح کہتا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے قول اول پر فتوی دیا ہے یعنی مطلق طلاق کے سقوط نفقہ پر لیکن شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں اس قول کی تصحیح کی ہے جس کی بحث بحر الرائق میں کی یعنی عدم سقوط نفقہ کی اگرچہ طلاق بائن ہو اور کہا ہے کہ عدم سقوط یہی اصح ہے اور رد کیا ہے اس کو جس کو ابن شحنہ نے ذکر کیا ہے واسطے اثبات سقوط کے شارح کہتا ہے سو تامل اور غور کیجو اے مفتی مسئلہ میں فتوی دینے کے وقت یعنی اگر بعد نفقہ مفروض ہونے کے زوج نے طلاق دی ہو تو قاضی اور مفتی کو غور کرنا چاہیے سو اگر معلوم ہو کہ نفقہ نہ دینے کے واسطے اس نے طلاق دی ہے تو عدم سقوط پر حکم کرے یا فتوی دے اور اگر زوجہ کی بدمزاجی سے طلاق دی تو سقوط نفقہ کا حکم یا فتوی دے مقدسی نے رمز تامل یہی مذکور کی ہے اور طحطاوی نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہے کذا فی حاشیۃ للمدنی الا اذا استدانت بامر قاض فلا تسقط بموت او طلاق فی الصحیح لما مر انہا کاستدانۃ بنفسہ وعبارۃ ابن الکمال الا اذا استدانت بعد فرض قاض ولو بلا امرہ فلیحرر مگر جبکہ بعد مفروض ہونے نفقہ کے عورت نے قرض لیا ہو نفقہ قاضی کی اجازت سے تو اب نہ ساقط ہوگا موت یا طلاق سے قول صحیح میں کذا فی المحیط اس واسطے مذکور ہو چکا ہے کہ بحکم قاضی قرض لینا عورت کا مانند قرض لینے زوج کے ہے بذات خود تو جیسے زوج کا قرض لازم الادا ہے ویسے ہی عورت کا کذا فی البحر اور عبارت ابن کمال کی یوں ہے کہ موت او طلاق سے نفقہ مفروضہ ساقط ہوتا ہے مگر جب کہ عورت نے نفقہ قرض لیا بعد فرض قاضی کے تو ساقط نہیں ہوتا اگرچہ بدوں حکم قاضی کے قرض لیا ہو تو اس کی تحریر اور تنقیح کتب فقہ سے کرنا چاہیے ہم حلبی نے کہا کہ قول ابن کمال کا متون اور شروح کے مخالف ہے تو لائق اعتماد کے نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ولا ترد النفقۃ والکسوۃ المعجلۃ بموت او طلاق عجلہا الزوج او ابوہ ولو قائمۃ بہ لفتی اور نہ پھیر دیا جاوے گا نفقہ اور لباس جو پیشگی دیا گیا نہ موت سے پھر سکتا ہے نہ طلاق سے زوج نے پیشگی دیا ہو یا اس کے باپ نے اگرچہ نفقہ اور لباس بعد موت اور طلاق کے موجود ہو صرف میں نہ لایا ہو تو بھی مسترد نہ ہوگا ای

Marfat.com

پر فتوی ہے کذا فی منح الغفار ناقلا عن الخانیۃ والفتح یباع القن ویسعی مدبر ومکاتب لم یعجز الماذون بالنکاح وبدونہ لیطالب بعد عتقہ فی نفقۃ زوجتہ المفروضۃ اذا اجتمع علیہ ما یعجز عن ادائہ ولم یفدہ ذخیرۃ ولو بنت للمولی اپنی زوجہ کے نفقہ مفروضہ میں بیچا جاوے گا خالص غلام جس کو اذن دیا مولی نے نکاح کا اور بدون اذن مولی کے غلام نے نکاح کیا تو اس سے مطالبہ نفقہ کا بعد اس کی آزادی کے ہوگا اور مدبر اور وہ مکاتب جو عاجز نہیں ہوا بدل کتابت سے محنت مزدوری کرے گا واسطے نفقہ زوجہ کے اور خالص غلام اس نفقہ کے واسطے بیچا جاوے گا جب کہ اس پر اس قدر نفقہ مجتمع ہو جاوے کہ وہ اس کے ادا کرنے سے عاجز ہو اور اس کا مالک اس کے عوض نفقہ نہ دے کذا فی الذخیرۃ اگرچہ غلام کی زوجہ مالک کی بیٹی ہو تو بھی اس کے واسطے بیچا جاوے گا لا امتہ ولا نفقۃ ولدہ ولو زوجتہ حرۃ بل نفقتہ علی امہ ولو مکاتبۃ لتبعیۃ للام اور نہ واجب ہوگا نفقہ غلام پر اس زوجہ کا جو لونڈی ہے غلام کے مولی کی اور نہ واجب ہوگا غلام پر نفقہ اس کے ولد کا اگرچہ زوجہ اس کی حرہ ہو بلکہ نفقہ غلام کے ولد کا ولد کی ماں پر واجب ہوگا اگرچہ ماں اس کی مکاتبہ ہو اس واسطے کہ ولد تابع ہے اپنی ماں کا حر اور مکاتب ہونے میں یعنی اگر ماں حرہ ہے تو لڑکا بھی حر ہے پھر جب وہ حر ہوا تو غلام پر اس کا نفقہ کیونکر ہو اور ماں اس کی مکاتبہ ہے تو لڑکا بھی مکاتب ہے اور اگر ماں لڑکے کی لونڈی ہے یا مدبرہ یا ام ولد تو نفقہ اس کا ہوئے پر ہے اس واسطے کہ لڑکا مملوک ہے مولی کا ولو مکاتبین سعی لامہ ونفقتہ علی ابیہ جوہرہ اور اگر زوج اور زوجہ دونوں مکاتب ہوں تو کوشش کرے گا لڑکا اپنی ماں کے واسطے یعنی اس کے کسب کی ماں مالک ہوگی اس واسطے کہ لڑکا ماں کا تابع ہے اور نفقہ ولد کا اس کے باپ پر ہے کذا فی الجوہرہ ہم عبارت جوہرہ کا یہ مضمون ہے کہ اگر مولی نے اپنے غلام کا نکاح اپنی لونڈی سے کر دیا پھر دونوں کو مکاتب کیا پھر دونوں کے ولد پیدا ہوا تو ولد اپنی ماں کی کتابت میں داخل نہ ہوگا اور کسب ولد کا ماں کا ہوگا اور نفقہ ولد کا اس کی مکاتبہ ماں پر واجب ہوگا اور نفقہ مکاتبہ کا زوج پر واجب ہوگا انتہی مضمون الجوہرہ تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ جو شرح میں ہے کہ نفقہ ولد کا اسکے باپ پر ہے سو غلط ہے اس واسطے کہ مخالف ہے جوہرہ کے اور بحر الرائق کے بھی مخالف ہے کذا فی حاشیۃ المدنی اور فتاوی عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ ایک مرد نے مکاتب کیا اپنے غلام اور لونڈی کو پھر دونوں کا نکاح کر دیا پھر وہ لڑکا جنی تو نفقہ ولد کا ماں پر ہوگا نہ باپ پر تو بالیقین معلوم ہو گیا کہ عبارت شرح کی یہاں غلط ہو گئی ہے مرۃ بعد اخری ای لو اجتمع علیہ نفقۃ اخری بعد ما اشتراہ من علم بہ اولم یعلم ثم علم فرضی بیع ثانیا وکذا المشتری الثالث وہلم جرا لانہ دین حادث قالہ الکمال وابن الکمال فما فی الدر تبعا للمصدر سہو غلام خالص اپنی زوجہ کے نفقہ میں بار بار بیچا جاوے گا یعنی اگر غلام پر دوسرا نفقہ مجتمع ہوا بعد خرید کرنے اس شخص کے جو غلام کا حال جانتا تھا یا اس کو معلوم نہ تھا پھر خرید کرنے کے بعد اس نے جانا اور راضی ہو گیا یعنی نقصان جان کر رد بیع نہ کیا تو دوسری بار غلام بیچا جاوے گا نفقہ ثانیہ کے واسطے اور اسی طرح اگر مشتری ثالث خرید کرے گا بہ حال جان کر بعد علم کے راضی ہوگا تو تیسرے نفقہ کے واسطے بیچا جاوے گا وعلی ہذا القیاس چوتھی بار اور پانچویں بار اس واسطے کہ نفقہ دین حادث ہے یعنی روز بروز پیدا ہوتا جاتا ہے تو جتنی بار اتنا نفقہ جمع ہوگا کہ غلام اس کے دینے سے عاجز ہوگا تو اتنی بار ادائے نفقہ کے واسطے بیچا جاوے گا بخلاف اور دیون کے کہ وہ روز بروز پیدا نہیں ہوتے جاتے لہذا مہر وغیرہ دیون میں ایک بار غلام بیچا جاوے گا نہ بار بار اسی طرح مذکور کیا ہے کمال الدین نے فتح القدیر میں اور ابن کمال نے ایضاح میں اور اصطلاح میں سو جو کہ در غرر میں باتباع صدر الشریعۃ مذکور ہے سو سہو اور غلط ہے ہم شرح وقایہ میں صدر الشریعۃ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ غلام نے باجازت مولی ایک عورت سے نکاح کیا اور قاضی نے اس کا نفقہ غلام پر مقرر کر دیا سو اس پر ہزار درم جمع ہو گئے اور پانسو درم پر غلام بیچا گیا اور یہی اس کی قیمت تھی اور مشتری جانتا تھا کہ اس پر دین نفقہ کا ہنوز موجود ہے تو دوسری بار بیچا جاوے گا بخلاف اس کے کہ اگر غلام پر ہزار درم کا دین ہوگا اور کسی سبب سے وہ پانسو کو بیچا جاوے گا تو دوسری بار نہ بیچا جاوے گا انتہی اور یہی عبارت بعینہ در غرر میں ہے تو ظاہر کلام صدر الشریعۃ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ بیع ثانی غلام کے واسطے ادا کرنے باقی پانسو درم کے ہوگی آخر کلام کے قرینہ سے

Marfat.com

اور حالانکہ یہ صحیح نہیں اس واسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ دین نفقہ میں جو غلام بار بار بیچا جاتا ہے اس کی علت یہ ہے کہ نفقہ تھوڑا تھوڑا احداث ہوتا جاتا ہے مشتری کے پاس اور حالانکہ پانسو درم مشتری کے پاس حادث نہیں ہوئے تو ان کے واسطے دوسری بار ہرگز نہ بیچا جاوے گا بلکہ اس کے ادا کے واسطے تا زمان عتق انتظار کیا جاوے گا کذا فی منح الغفار وحاشیۃ المدنی **وتسقط بموتہ وقتلہ** فی الاصح اور ساقط ہوتا ہے نفقہ غلام کی موت اور مقتول ہونے سے قول اصح میں **ویباع فی دین غیرہا مرۃ** لعدم التجدد اور غلام بیچا جاوے گا نفقہ زوجہ کے دین کے سوا اور دین میں ایکبار بسبب عدم تجدد کے یعنی نفقہ کے سوا اور دین روز بروز پیدا نہیں ہوتا جاتا ہے بلکہ یکبارگی ہوتا ہے تو اس کے واسطے ایک ہی بار بیع بھی ہو گی **وسیجئ فی الماذون ان للغرماء استسعاءہ** ومفادہ ان لہا استسعارہ لنفقۃ کل یوم بحر اور آویگا احکام عبد ماذون میں کہ صاحبان دین کو کسب کروانا غلام سے اور اس کی اجرت لینا درست ہے اپنے دین میں تو اس سے مستفاد ہوا کہ زوجہ کو بھی اس سے محنت مزدوری اپنے نفقہ کے واسطے کروانا جائز ہے اگرچہ ہر دن کے نفقہ کے واسطے ہو کذا فی البحر اس واسطے کہ زوجہ بھی صاحب دین ہے قال وہل یباع فی کفنہا ینبغی علی قول الثانی المفتی بہ نعم کما یباع فی کسوتہا کہا صاحب بحر نے کہ غلام زوجہ کے کفن کے واسطے بیچا جاوے گا بنا بر قول ابو یوسف کے جو مفتی بہ ہے یا نہیں جواب دیا کہ ہاں کفن کے واسطے بیچا جاوے گا چنانچہ عورت کی پوشاک کے واسطے بکتا ہے م یہ جواب روایت مذہب نہیں بلکہ ابی یوسف کے اس قول سے کہ کفن برابر پوشاک کے ہے صاحب بحر نے استخراج کیا ہے اور صاحب نہر اور حموی نے بھی اس کو پسند کیا کذا فی حاشیۃ المدنی و **نفقۃ الامۃ المنکوحۃ** ولو مدبرۃ او ام ولد اما المکاتبۃ فکالحرۃ **انما تجب** علی الزوج ولو عبدا **بالبیتوتۃ** ان یدفعہا الیہ ولا یستخدمہا اور نفقہ منکوحہ لونڈی کا اگرچہ مدبرہ اور ام ولد ہو نہیں واجب ہوتا ہے زوج پر اگرچہ وہ غلام ہو مگر علیحدہ مکان دینے سے اس طرح پر کہ لونڈی اس کو سپرد کر دے مالک اور اس سے خدمت نہ لے اور اگر مالک لونڈی کو اپنے کاروبار میں رکھے گا تو زوج پر نفقہ نہ واجب ہو گا اور مکاتبہ تو برابر حرہ کے ہے یعنی اس کے نفقہ کا وجوب جدا مکان ہونے پر موقوف نہیں اور اگر مولی دن بھر لونڈی سے خدمت لے اور رات کو زوج کے پاس بھیج دے تو نفقہ زوج پر لازم رہے گا اور اگر رات کو لونڈی مولی کی خدمت میں رہے تو رات کا نفقہ مولی پر اور دن کا زوج پر لازم ہو گا کذا فی حاشیۃ المدنی **فلو استخدمہا المولی واہدہ بعدہا او بوأہا بعد الطلاق لاجل انقضاء العدۃ لا قبلہ** ای ولم یکن بوأہا قبل الطلاق **سقطت** بخلاف حرۃ نشزت فطلقت فعادت سو اگر لونڈی سے کام لیا مولی نے یا مولی کے لوگوں نے یا علیحدہ مکان دیا اس کو بعد طلاق کے واسطے انقضائے عدت کے نہ قبل اس کے یعنی قبل طلاق کے مولی نے جدا مکان اس کو نہ دیا تھا تو ساقط ہو گا نفقہ زوج سے بلکہ واجب ہی نہ ہو گا نہ مکان دینے سے بخلاف حرہ کے جو زوج کے گھر سے نکل گئی پھر وہ مطلقہ ہوئی پھر زوج کے گھر میں پلٹ آئی واسطے عدت کے تو اس کا نفقہ واجب ہو گا زوج پر وفی البحر یجب فرض النفقۃ قبل البتوتۃ باطل ونفقات الزوجات المختلفۃ مختلفۃ بحالہما اور بحر الرائق میں بنا بر بحث کے ہے کہ لونڈی منکوحہ کا نفقہ ٹھہرانا قبل تفویض زوج کے باطل ہے اور زوجات مختلفہ کے نفقات بھی مختلف ہیں بمناسب حال زوجین کے بنا بر قول مفتی بہ کے یعنی اگر مثلاً غنی کی دو زوجہ ہیں ایک غنیہ اور دوسری فقیرہ تو زوجہ غنیہ کا نفقہ بکشایش ہو گا موافق مقدور زوجین کے اور زوجہ فقیرہ کا نفقہ متوسط ہو گا اور اگر زوج فقیر ہے تو غنیہ کا نفقہ متوسط ہو گا اور فقیرہ کا مناسب افلاس کے وکذا تجب لہا السکنی فی بیت حال عن اہلہ سوی طفلہ الذی لا یفہم الجماع وامتہ وام ولدہ واہلہا ولو ولدہا من غیرہ **بقدر حالہا کطعام وکسوۃ** اور جس طرح طعام اور لباس زوجہ کا زوج پر واجب ہے اسی طرح سکنی بھی واجب ہے یعنی زوجہ کے رہنے کو ایک ایسی کوٹھڑی دینا واجب ہے جو خالی ہو زوج کے لوگوں سے یعنی اس میں زوج کی ماں بہن یا بھائی نہ رہتا ہو سوا زوج کے طفل کے جو جماع کو نہیں جانتا اور زوج کی لونڈی اور ام ولد کے سوا اس واسطے کہ ان کا رہنا کچھ ہرج کا موجب نہیں اس واسطے کہ نافہم طفل سے شرم نہیں آتی اور لونڈی اور

Marfat.com

ام ولد کا بنا، بنا صحیت کے وقت اختیاری کام ہے اور چنانچہ مکان زوجہ کا زوج کے لوگوں سے خالی چاہیے ویسے ہی زوجہ کے لوگوں سے جملی خالی چاہیے اگر زوجہ کا ولد ہو دوسرے زوج سے مکان دینا زوجہ کا زوج پر واجب ہے بقدر حال زوجین کے مانند طعام اور لباس کے اس واسطے کہ مکان مالدار کا برابر نہیں محتاج کے مکان سے **وبیت منفرد من دارلہ غلق** زاد فی الاختیار والعینی ومرافق ومفادہ لزوم کنف و مطبخ ومتبغی الافتاء بہ بحر کفایا لحصول المقصود ہدایہ اور کفایت کرتی ہے زوجہ کو گھر میں۔ سے ایک کوٹھڑی قفل والی اور اختیار شرح مختار اور عینی شرح کنز میں کوٹھڑی مقفل پر مرافق کو زیادہ کیا ہے یعنی کوٹھڑی کے ساتھ ضرورت کے مکان بھی جدا لازم ہیں تو مستفاد ہوا اس سے لازم ہونا پاخانہ اور باورچی خانہ کا اور اسی پر فتوی دینا لائق ہوا کذا فی البحر الرائق ہدایہ میں ہے کہ کوٹھڑی مقفل عورت کو کافی ہے واسطے حصول مقصود کے یعنی اسباب محفوظ رہے گا اور معاشرت بلا دخل اغیار حاصل ہے خلاصہ یہ ہے کہ ہدایہ میں فقط کوٹھڑی مقفل کو کافی کہا ہے مرافق کو مذکور نہیں کیا اور صاحب بحر نے بروایت اختیار اور عینی کے مرافق کا ہونا مفتی بہ جانا ہے اور شرنبلالی نے برہان سے نقل کیا ہے کہ کوٹھڑی کامل المرافق لازم ہے شیخ رحمتی نے کہا کہ پاخانہ زوجہ کا علیحدہ لازم ہے اس واسطے کہ پاخانہ مشترک اگرچہ اجنبی مرد اس میں نہ جاتے ہوں خالی مضرت سے نہیں کذا فی حاشیۃ للدنی **ھم** جب ثابت ہوا کہ عورت کو علیحدہ مکان قفل کنجی والا مرد پر دینا واجب ہے تو یہ جو ہندوستان میں علی الخصوص قصبات میں رواج ہے کہ زوجہ کے واسطے علیحدہ مکان دینے کا اہتمام نہیں کرتے خصوصا جس کے گھر میں فقط ایک دالان با ایک چھپر ہے اس میں سب گھر کے لوگ رہتے ہیں اور دالان با چھپر میں ایک پردہ کا پردہ زوج اور زوجہ کے واسطے کر دیتے ہیں یہ رسم مخالف ہے شرع شریف کے اور اس میں ضرر بالزوجہ کی حق تلفی ہے اور صاف بے حیائی ہے کہ بسبب اتحاد مکانی کے زوجین کی حرکات سے خبردار نہ ہونا متصور نہیں تو اس کو ہلکا نہ سمجھنا چاہیے علیحدہ مکان مقید بالاہتمام بالضرورۃ نہیں ہے وفی البحر عن الخانیۃ یشترط ان لایکون فی الدار احد من احماء الزوج یوذیہا اور بحر الرائق میں خانیہ سے منقول ہے کہ شرط سکنی یہ ہے کہ گھر میں کوئی زوج کے اقربا سے نہ ہو زوجہ کو ایذا اور تکلیف دیتا ہو **ھم** لغت عرب میں احماء ان کو کہتے ہیں جو زوجہ کے رشتہ دار ہوں جانب زوج سے جیسے عورت کا سسر یا جیٹھ یا دیور لیکن بزازیہ میں تصریح ہے کہ جب ایک گھر میں مکانات متعدد ہوں اور زوجہ کو ایک کوٹھڑی مقفل علیحدہ مل گئی ہو تو سسر اور دیور کا گھر میں رہنا درست ہے زوجہ کو مطالبہ کرنا علیحدہ مکان کا نہیں پہنچتا کذا فی منح الغفار ونقل المصنف عن الملتقط کفایۃ مع الاحماء لا مع الضرائر فلکل من زوجتہ مطالبتہ ببیت من دار علیحدۃ اور نقل کیا ہے مصنف نے ملتقط سے کفایت کرتا ہے گھر کا ساتھ سسر یا دیور کے نہ ساتھ سوکنوں کے تو دونوں زوجہ میں سے ہر ایک کو ایک ایک کوٹھڑی کا علیحدہ علیحدہ گھر سے مطالبہ کرنا زوج سے پہنچتا ہے اس واسطے کہ جس قدر عورت کو سوت کے پائن سے تکلیف ہوتی ہے اتنی سسر یا دیور سے نہیں ہوتی **ھم** علی الخصوص ہندوستان کی عورتیں کہ سوت سے نہایت رنج میں ہوتی ہیں بسبب قلت رواج کے تو ہندوستان میں دو یا تین یا چار سوتوں کو ایک گھر میں رکھنا اگرچہ ہر ایک کا مکان علیحدہ علیحدہ ہو گویا اپنی زندگی تلخ کرنا ہے **ولا یلزمہ انیانہا بمونستہ** دیومر الزوج باسکانہا بین جیران الصالحین بحیث لا تستوحش سراجیہ اور واجب نہیں زوج پر زوجہ کے پاس ایسی عورت رکھنا جو اس کا دل لگا دے اور زوج پر دار القضا سے حکم کیا جاوے کہ زوجہ کو رکھے نیکبخت ہمسایہ میں ایسی جگہ جہاں وہ نہ گھبرائے اور اس کو وحشت نہ ہو کذا فی السراجیہ ہم یہاں سراجیہ سے مراد فتاوی سراج الدین قاری ہدایہ ہے نہ وہ فتاوی کہ سراجیہ کر کے مشہور ہے کذا فی منح الغفار شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ زوجہ کو ایسے مکان کے قریب ہوں کہ اگر عورت کو کوئی مصیبت پیش آوے تو ان کو پکار سکے یا تنہائی کے وقت ہمسائی عورتوں سے ملا کر سکے تو ایسے مکانات بلند کے پاس رہنا جہاں پکارنے سے آواز نہ جا سکے کافی نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ومفادہ ان البیت بلا جیران

Marfat.com

لیس مسکنا شرعیا بحر اور سراجیہ کے کلام سے مستفاد ہوا کہ ایسا مکان جسکے گرد پیش پڑوسی لوگ نہ ہوں وہ مکان مسکن شرعی نہیں اس واسطے کہ اس میں عورت کو امن نہیں کذا فی البحر الرائق وفی النہر وظاہرہ وجوبہا لو البیت خالیا عن البجیر ان لاسیما اذا خشیت علی عقلہا من سعۃ قلت لکن نظر فیہ شرنبلالی بما مران مالا جیران لہ غیر مسکن شرعی فتنبہ اور نہر الفائق میں ہے کہ ظاہر کلام سراجیہ وجوب مونسہ پر دلالت کرتا ہے یعنی زوج پر واجب ہے کہ ایک عورت بات چیت کرنے والی زوجہ کے پاس مقرر کردے اگر مکان خالی ہو پڑوسیوں سے خصوصا جب کہ زوجہ ڈرے اپنے زوال عقل پر بسبب کشادگی مکان کے شارح کہتا ہے لیکن اس میں اعتراض کیا ہے شرنبلالی نے اس قول سے جو مذکور ہو چکا یعنی جس مکان کے پڑوسی نہ ہوں اس کو شرع میں مکان ہی نہیں کہتے تو خبردار ہو جاؤ یعنی مکان کی کشادگی اور اتنی تنگی کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ پڑوسیوں کا اعتبار ہے تو جہاں پڑوسی نیک بخت نہیں تو وہاں سے نقل مکان لازم ہے دوسری عورت کا مقرر کرنا موانست کے واسطے لازم نہیں ولا یمنعہا من الخروج الی الوالدین فی کل جمعۃ ان لم یقدر علی اتیانہا علی ما اختارہ فی الاختیار ولو ابوہا زمنا مثلا او احتاجہا فعلیہا تعاہدہ ولو کافرا وان ابی الزوج فتح اور منع کرنے زوج زوجہ کو ماں باپ کے پاس جانے سے ہر جمعہ میں یعنی سات دن میں ایکبار بشرطیکہ والدین اس کے پاس نہ آسکتے ہوں یہ حکم بنا بر اس روایت کے ہے جس کو اختیار میں مختار کیا ہے اور اگر زوجہ کا باپ لنگڑا ہو یا کوئی اور بیماری اس کو ہو اور وہ اس کی خدمت کا محتاج ہو تو عورت پر اس کی خبر گیری اور خدمت واجب ہے اگرچہ باپ کافر ہو اور اگرچہ زوج اس کی خدمت سے منع کرتا ہو کذا فی فتح القدیر اور اگر باپ کا کوئی خادم ہو تو اس پر خبر گیری واجب نہیں اور عورت اس قدر عصیان زوج سے ناشزہ نہ ہوگی کہ اس کا نفقہ زوج پر واجب نہ رہے کذا فی حاشیۃ الدنی ولا یمنعہا من الدخول علیہا فی کل جمعۃ وغیرہما من المحارم فی کل سنۃ لہا الخروج ولہم الدخول زیلعی اور زوج منع نہ کرے زوجہ کے والدین کو اس کے پاس آنے سے ہر ہفتہ میں ایکبار اور ماں باپ کے سوا اور محارم کو جیسے چچا ماموں بھائی عمہ خالہ بہن کو ہر سال میں ایکبار آنے سے منع نہ کرے تو عورت کو ان کے پاس جانا اور ان کو عورت کے پاس آنا جائز ہے کذا فی الزیلعی وینعہم من الکینونۃ وفی نسخۃ البیتوتۃ لکن عبارۃ ملا مسکین من القرار عندہا بہ لفتی خانیہ اور زوج منع کرے ماں باپ اور محارم کو زوجہ کے پاس رہنے ٹھہرنے سے اس واسطے کہ ٹھہرنے سے گاہے زوج کو ضرر پہنچتا ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیہ اور متن کے ایک نسخہ میں بیتوتت ہے بجائے کینونت یعنی محارم کو شب باشی سے منع کرے اور عبارت ملا مسکین یہ ہے کہ محارم کو عورت کے پاس ٹھہرنے سے منع کرے تو قرار کی لفظ سے کینونت کا نسخہ راجح ہو گیا ہم فتاوی عالمگیری میں قاضی خاں اور غایۃ سروجی سے منقول ہے کہ فتوی اس پر ہے کہ زوجہ کو والدین کے پاس جانے سے اور ان کو اس کے پاس آنے سے ہر جمعہ میں ایکبار منع کرنا جائز نہیں اور محارم کے پاس آنا جانا سال بھر میں ایکبار مفتی بہ ہے ہاں یہ البتہ زوج کو اختیار ہے کہ ان کو زوجہ کے پاس نہ ٹھہرنے دے اور ہدایہ اور اختیار شرح مختار میں مصرح ہے کہ محارم کو ہر وقت اختیار ہے کہ عورت سے باتیں کریں اور اس کو دیکھیں بشرطیکہ گھر میں نہ داخل ہوں زوج کو اس کا منع کرنا نہیں پہنچتا کہ اس میں قطع رحم ہوتا ہے اور صحیح حدیث میں ثابت ہوا ہے کہ قاطع رحم بہشت میں نہ داخل ہوگا اور بحر الرائق میں ہے کہ بموجب قول صحیح مفتی بہ کے عورت کو نکلنا والدین کے ملنے کو جمعہ میں ایکبار اور محارم کے ملنے کے واسطے سال میں ایک بار باجازت و بلا اجازت زوج کے جائز ہے اور اس سے زیادہ والدین اور محارم کیوں سے جانا بدون اجازت جائز نہیں اور خلاصہ میں ہے کہ زوج کو جائز ہے کہ زوجہ کو سات جگہ نکلنے کی اجازت دے ماں باپ کے ملنے کو اور ان کی بیمار پرسی کو اور ان کی ماتم پرسی کو یا ان دونوں میں سے فقط ایک کے ملنے کو یا ایک کی بیمار پرسی کو یا ایک کی ماتم پرسی کو اور ساتویں محارم کے ملنے کو کذا فی منح الغفار وینعہا من زیارۃ الاجانب وعیادتہم والولیمۃ وان اذن کانا عاصیین کما مر فی باب المہر اور منع کرے زوج عورت کو اجنبی لوگوں کے ملنے سے اور ان کی بیمار پرسی کے جانے سے اور ولیمہ نکاح کے جانے سے

Marfat.com

اجنبی لوگوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو عورت کے محرم نہیں جیسے چچا یا ماموں کا بیٹا اور اگر زوج اجازت دے گا زوجہ کو نامحرموں کے ملنے کی تو زوج اور زوجہ دونوں گنہگار ہوں گے چنانچہ اس کا بیان باب المہر میں مذکور ہو چکا ہم محفل شادی کے طعام کو ولیمہ کہتے ہیں اور ولیمہ میں عورت کا جانا جائز نہیں اگرچہ اس کے باپ ہی کا نکاح ہو اس واسطے کہ ولیمہ مجمع سے خالی نہیں اور اس میں انواع فساد محتمل ہیں کذا فی حاشیۃ الدنی وفی البحر منعہا عن الغزل وکل عمل ولو تبرعا لاجنبی ولو قابلۃ او معلمۃ لتقدم حقہ علی فرض الکفایۃ اور بحر الرائق میں ہے کہ زوج کو جائز ہے منع کرنا زوجہ کے چرخہ کاتنے سے اور ہر کام سے خواہ وہ کام اپنے واسطے زوجہ کرتی ہو یا اجنبی کے واسطے بطریق احسان کرتی ہو اگرچہ زوجہ دائی جنائی یا مردہ شو ہو بے اجازت زوج کے یہ کام نہیں کر سکتی بسبب مقدم ہونے حق زوج کے فرض کفایہ پر یعنی لڑکا جنانا اور مردہ کو غسل دینا فرض عین نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے عورت پر لہذا زوج کا حق اس پر مقدم ہوگا بخلاف حج مفروض کے کہ اس میں زوج منع نہیں کر سکتا اگر اس کے ساتھ کوئی اس کا محرم ہو اس واسطے کہ فرض عین پر حق زوج کا مقدم نہیں ہو سکتا ہم خلاصہ میں روایت ہے کہ دائی جنائی اور مردہ شو اور اپنے فرض کی نالش کو عورت کا نکلنا جائز ہے زوج اجازت دے یا نہ دے تو یہ محمول ہے قبل مہر معجل کے مقبوض ہونے پر کذا فی النہر یعنی جب تک مہر معجل کو زوج نے نہیں دیا تب تک زوجہ بے اجازت نکل سکتی ہے یا اس پر محمول ہے کہ اس جگہ سوائے اس عورت کے کوئی دائی جنائی یا مردہ شو نہیں تو اس وقت میں اس کو نکلنا ضرور ہوگا اگرچہ زوج منع کرتا ہو اس واسطے کہ اب جنانا یا مردہ کو غسل دینا فرض کفایہ نہ رہا بلکہ فرض عین ہو گیا اور فرض کیواسطے نکلنا اگر عورت پردہ دار نہیں تو بلا اجازت جائز ہے اور اگر پردہ دار ہو تو اسکو بلا اجازت نکلنا جائز نہیں اسکی طرف وکیل کفایت کرتا ہے کذا فی حاشیۃ الدنی ومن مجلس العلم الا لنازلۃ تمنع زوجہا من سؤالہا اور جائز ہے زوج کو منع کرنا عورت کا علم کی مجلس سے یعنی وعظ اور درس میں نہ جانے دینا درست ہے مگر زوجہ کو اس مسئلہ ضروری کے دریافت کرنے کے واسطے بلا اجازت زوج کے نکلنا درست ہے جس مسئلہ کو زوج اس کا کسی عالم سے سوال کر کے دریافت نہیں کر دیتا اور اگر زوج کسی عالم سے دریافت کر کے اس کو بتا دے گا تو پھر عورت کو نکلنا جائز نہ ہوگا اور اگر عورت کو مسئلہ دریافت کرنے کی نہایت ضرورت ہو اور اس نے چاہا کہ مجلس علم میں میں جاؤں کہ مسائل وضو اور صلوۃ کو سیکھوں تو اگر زوج مسئلہ دان ہو تو اسکو بتا دے اور وہاں جانے سے روکے اور اگر جاہل ہو تو بہتر ہے کہ گاہے گاہے مجلس علم میں جانے دے لیکن اگر منع کرے گا تو بھی درست ہے اس لیے کہ کسی مسئلہ خاص کے دریافت کرنے کی اس کو ضرورت نہیں کذا فی حاشیۃ الدنی ناقلا عن البحر من الحمام الا لنفساء وان جاز بلا تزئین وکشف عورۃ عند احد قال الباقانی وعلیہ الفتوی فلا خلاف فی منعہن للعلم بکشف بعضہن وکذا فی الشرنبلالی مغریا لکمال اور جائز ہے زوج کو منع کرنا زوجہ کا حمام کے جانے سے مگر نفاس والی اور بیمار عورت کو کذا فی فتح القدیر اگرچہ حمام میں جانا عورتوں کا بدون آرائش اور بدون اس امر کے کہ کسی کے سامنے بدن کھل جاوے جائز ہے باقانی نے کہا کہ اسی پر فتوی ہے پھر جب عدم آرائش اور عدم کشف عورت شرط ہوئی خروج کی تو اس زمانہ میں کچھ اختلاف باقی نہ رہا عورتوں کے منع کرنے میں دخول حمام سے اس واسطے کہ بالیقین معلوم ہے کہ بعضی عورتیں بلکہ اکثر مکشوف العورۃ ہو جاتی ہیں اور اسی طرح شرنبلالیہ میں ہے نقل کلام کمال الدین کے شیخ زمتی نے کہا اور اسی طرح عورتوں کے نکلنے میں فی الحقیقۃ اختلاف نہیں اس واسطے کہ ان کی عادت ہے کہ بدون آرائش اور زینت کے نہیں نکلتی ہیں اور حالانکہ ایسا نکلنا حرام ہے کذا فی حاشیۃ الدنی ہم فتح القدیر میں کمال الدین نے کہا ہے قول فقیہ یہ ہے کہ دخول حمام عورت کو ممنوع ہے اور قاضی خاں نے کہا کہ مشروع ہے بشرط عدم کشف عورت تو فی الحقیقۃ اب کچھ اختلاف دونوں قولوں میں نہ رہا اور منع کرنا عورتوں کا متفق علیہ ہو گیا اسواسطے کہ اکثر نساء مکشوف العورۃ ہو جاتی ہیں حمام میں اور چند احادیث مؤید ہیں فقیہہ کے قول کی یعنی منع دخول حمام کی لیکن نفاس والی عورت اور مریضہ کا استثنا ابوداؤد اور ابن ماجہ کی حدیث میں ثابت ہے انتہی کلامہ وتفرض النفقۃ بانواعہا لزوجۃ الغائب مدۃ سفر صیر فیہ واستحسنہ فی البحر

Marfat.com

ولو مفقودا اور مقرر کیا جاوے گا تینوں قسم کا نفقہ زوج غائب کی زوجہ کے واسطے جس کی غیبت بقدر مدت سفر ہو یعنی جو تین منزل وطن سے دور ہو کذا فی الصیرفیہ اور اسی کو بحر الرائق میں پسند کیا ہے اگرچہ زوج غائب مفقود الخبر ہو گیا ہو ہم زوجہ غائب کے نفقہ ٹھہرانے میں مدت سفر مشروط نہیں کذا فی العالمگیریہ عن القنیۃ عن قاضی خاں والمحیط وطفلہ ومثلہ کبیر زمن وانثی مطلقا اور مقرر کیا جاوے نفقہ طفل غائب کے واسطے اور مانند طفل کے وہ بالغ بیٹا ہے جو لنگڑا ہو اور بیٹیاں صغیرہ ہوں یا کبیرہ وابویہ فقط فلا تفرض لمملوکہ واخیہ ولا تقضی عنہ دینہ لانہ قضاء علی الغائب اور مقرر کیا جاوے نفقہ غائب کے والدین کے واسطے فقط تو اس کے غلام اور بھائی کے واسطے نہ مقرر ہوگا اور نہ غائب کی طرف سے اس کا دین ادا کیا جاوے اس واسطے اس کی طرف سے دین ادا کروانا یہ غائب پر حکم کرنا ہے اور قضا علی الغائب جائز نہیں فی مال لہ من جنس حقھم کتبرد طعام اما خلافہ فیفتقر للبیع و للایداع مال الغائب اتفاقا غائب کے اس مال میں نفقہ ٹھہرایا جاوے جو زوجہ اور طفل اور والدین کے حقوق کی جنس سے ہو جیسے سونا چاندی اور اناج یا کپڑا ہو ان کے لباس کے مناسب اور جو مال کہ ان کے حقوق کے مخالف ہو جیسے اسباب اور زمین تو اس میں بیچنے کی حاجت ہوگی تاکہ نفقہ ان کا حاصل ہو اور حالانکہ مال غائب کا بیچنا باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہیں عندھم او علی من یقر بہ عند الامانۃ وعلی الدین ویبدأ بالاول غائب کے اس مال سے نفقہ مفروض ہوگا جو ان لوگوں کے پاس یا اس شخص پر ہو جو امانت یا دین کا اقرار کرتا ہو متن کے کلام میں لفظ عند کا واسطے امانت کے اور لفظ علی کا واسطے دین کے مستعمل ہوا ہے اس واسطے کہ امانت کا مال بقیہ امین کے پاس رہتا ہے اور مدیون کے پاس دین بعینہ نہیں ہوتا بلکہ دین عبارت ہے امر معنوی سے کہ اس کے ذمہ پر لازم ہوتا ہے پھر جب ثابت ہو کہ غائب کا مال ایک شخص کے پاس امانت ہے اور دوسرے شخص پر دین ہے تو نفقہ زوجہ وغیرہا کا پہلے امانت کے مال سے لیا جاوے اس واسطے کہ امانت میں ہلاکی متصور ہے بلا ضمان بخلاف دین کے اور چونکہ قاضی ناظر اور خیر خواہ ہے غائب کا تو اس پر لازم ہوا کہ پہلے امانت کو صرف کرادے بعد اس کے دین کو اور شیخ رحمتی نے کہا کہ اگر مال غائب کا زوجہ کے پاس ہو گھر میں تو بہتر ہے کہ قاضی اول اسی کو صرف کرادے پھر امانت کو پھر دین کو کذا فی حاشیۃ المدنی ولو انفقا بلا فرض ضمنا بلا رجوع اور غائب کے امانتدار مدیون نے زوجہ اور طفل اور والدین کو نفقہ دیا بلا فرض کرنے قاضی کے تو دونوں ضامن ہوں گے مال کے بلا رجوع کے یعنی زوجہ وغیرہا سے نفقہ کو نہ پھیر سکیں گے ویقبل قول الموذع فی الدفع للنفقۃ لا المدیون الا مبنیۃ او اقرارہ بحر وسیجئ یعنی بعد حکم قاضی کے اگر امانت دار کہے کہ میں نے نفقہ زوجہ کو دیا اور عورت منکر ہو تو امانت دار کا قول مقبول ہوگا اور مدیون کا قول اس میں مقبول نہ ہوگا بدوں گواہوں کے یا بدوں زوجہ کے اقرار کے کذا فی البحر اور اس کا ذکر آوے گا ویامر زوجیۃ وبقرابۃ الولاد اور زوجیت اور قرابت ولادت کا اقرار کرے امانتدار یا مدیون یعنی فرض نفقہ کی دو شرطیں ہیں ایک یہ ہے کہ امانت دار اور مدیون مال غائب کا اقرار کریں دوسری شرط یہ کہ اقرار کریں اس کا کہ ہاں یہ عورت غائب کی زوجہ ہے یا یہ طفل غائب کا بیٹا ہے یا یہ دو شخص غائب کے والدین ہیں وکذا الحکم ثابت اذا علم قاضی بذلک ای بمال وزوجیۃ ونسب اور اسی طرح فرض کرنے نفقہ کا حکم ثابت ہے جب کہ قاضی کو اس کا علم ہو یعنی غائب کے مال کا اور زوجیت اور نسب کا ولو علم باحدہما احتیج للاقرار بالآخر ولا یمین ولا بینۃ ہنا لعدم المخصم اور اگر قاضی دو چیزوں میں سے ایک چیز کو جانتا ہو تو دوسرے امر کے واسطے اقرار کی حاجت ہوگی یعنی اگر مال کو جانتا ہو اور زوجیت اور نسب کو نہ جانتا ہو تو اسکی حاجت ہوگی جسکے پاس مال ہو اور وہ اقرار زوجیت اور نسب کا کرے اور اگر زوجیت اور نسب کو جانتا ہو تو اسکی حاجت ہوگی اور امانتدار اور مدیون مال غائب کا اقرار کرے اور قسم اور گواہوں کا یہاں کام نہیں دوسرے امر کے اثبات کیواسطے بسبب نہ ہونے خصم کے یعنی غائب یا اس کا وکیل نہیں جو قسم یا گواہ سے کام نکلے وکفلہا ای اخذ منہا کفیلا بما اخذتہ وجوبا فی الاصح اور ضامن نے قاضی زوجہ سے ان مال کا جسکو زوجہ نے نفقہ میں لیا بنا بر وجوب ضمانت کے قول اصح میں ہم قاضی کو ضامن لینا غائب سے مال پر واجب ہے، سرخسی کے قول سے اور مستحب ہے خصاف کے قول سے اور صدر شہید نے وجوب کی تصحیح کی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی و یکلفہا معہ ای مع الکفیل احتیاطا وکذا کل اخذ نفقۃ فلو ذکر الضمیر کان اکمل اولی اور قاضی قسم لے زوجہ سے ساتھ ضامن کے یعنی دونوں سے قسم لے بنا بر احتیاط کے اور زوجہ کیطرح ہر شخص نفقہ لینے والے سے قسم لے یعنی والدین اور بیٹوں سوائے صغیر کے تو اگر تن ضمیر مذکر لانا بجائے مونث کے یعنی بجائے کفلہا و یکلفہا کے کفلہ و یکلفہ لانا چنانچہ ابن کمال نے مذکر صغیر کو مذکور کیا ہے ایضاح الاصلاح میں لو بتر جو تا ہر نفقہ لینے والے کو شامل ہوتا اور تن کے کلام میں فقط زوجہ ہے کفایت قسم مقصور ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ان الغائب لم یعطہا النفقۃ ولا کانت ناشزۃ ولا مطلقۃ مضت عدتہا ازوجہ اور کفیل سے قاضی یہ قسم لے کہ

Marfat.com

اس کو نفقہ نہیں دیا اور نہ زوجہ ناشزہ تھی اور نہ وہ ایسی مطلقہ ہے جس کی عدت منقضی ہو چکی ہو ثم واو کا لفظ ترتیب کو مقتضی نہیں جو کوئی تحلیف کو بعد فرض اور تکفیل کے سمجھے بلکہ ترتیب واقعی یوں ہے کہ قاضی پہلے قسم لے پھر نفقہ دے اور ضامن لے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلا من الایضاح الا اصلاح فان حضر الزوج وبرہن انہ اوفاہا النفقۃ طولبت ہی او کفیلہا بردما اخذت وکذا لو لم یبرہن ونکلت پھر اگر بعد اس کے زوج غائب حاضر ہوا اور اس نے گواہ گذارے کہ وہ زوجہ کو نفقہ دے چکا ہے تو زوجہ یا اس کے ضامن سے مطالبہ ہوگا اس کے پھیر دینے کا جو وہ لے چکی ہے بابت نفقہ کے اور اسی طرح اگر زوج گواہ نہ لا سکا اور زوجہ نے قسم سے انکار کیا تو بھی زوجہ یا کفیل سے مطالبہ ہوگا پھیر دینے کا ولو حلفت طولبت فقط اور اگر زوج گواہ نہ لا سکے گا اور زوجہ قسم کھا دے گی کہ مجھ کو زوج نے نفقہ نہیں دیا تو فقط زوجہ سے مطالبہ ہوگا ۱؎ یہ عبارت صحیح نہیں اس میں کاتبوں کی تحریف ہے کتب معتمدہ کے مخالف ہے اس واسطے کہ بحر الرائق میں ہے کہ اگر زوج کے پاس نفقہ دینے کے گواہ نہ ہوں اور عورت قسم کھائے کہ میں نے نفقہ نہیں پایا تو عورت اور کفیل دونوں بری الذمہ ہو گئے کذا فی حاشیۃ المدنی اور عالمگیری میں بدائع سے منقول ہے کہ اگر عورت نے اقرار کیا کہ زوج مجھ کو نفقہ پہلے دے چکا تھا تو زوج مطالبہ کرے گا زوجہ سے نہ کفیل سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اصل عبارت شارح کی یوں ہوگی کہ لو اقرت طولبت فقط کاتبوں نے تحریف کر کے بجائے اقرت کے حلفت لکھ دیا اور دلیل واضح کاتبوں کی تحریف پر یہ ہے کہ محشی مدنی نے شرح ملتقی الابحر شارح کی تصنیف سے یہ عبارت بدائع کے موافق کی ہے افاذا رجع وبرہن انہ حلفہا مالا او حلفہا لکلت رجع علی الکفیل والزوجۃ وان اقرت یاخذہا ای النفقۃ یرجع علیہا فقط کما فی القنیۃ فی عین شرح الطحاوی انتہی لا تفرض علی غائب باقامۃ الزوجۃ بینۃ علی النکاح والنسب نہ مقرر کیا جاوے گا نفقہ زوج غائب پر زوجہ کے گواہ گذارنے سے نکاح پر یا گواہ لانے قریب کے مثلاً نسب پر یعنی اگر عورت گواہ لاوے قاضی کے پاس کہ میں منکوحہ ہوں غائب کی یا قرابت والا گواہ لاوے کہ میں غائب کا باپ ہوں اور غائب کا مدیون یا امین اس کا اقرار نہ کریں تو قاضی نفقہ نہ دلاوے گا ولا تفرض ایضا ان لم یختلف مالا فاقامت بینۃ لیفرض علیہ ویامرہا بالاستدانۃ ولا یقضی بہ لانہ قضاء علی الغائب اور اس صورت میں بھی نفقہ نہ مقرر کیا جاوے گا اگر زوج غائب مال نہ چھوڑ گیا ہو سو عورت نے گواہ گذارے تاکہ قاضی زوج غائب پر نفقہ مقرر کر دے اور عورت کو اجازت دے قرض لینے کی تو اس میں قاضی نفقہ نہ مقرر کرے اور نہ ثبوت نکاح پر حکم دے اس واسطے کہ یہ قضا علی الغائب ہے اور حالانکہ یہ صحیح نہیں وقال زفر یقضی بہا ای بالنفقۃ لانہ ای بالنکاح وعمل القضاۃ الیوم علی ہذا للحاجۃ فیفتی بہ وہذا من الست التی یفتی بہا بقول زفر اور زفر نے کہا کہ جب عورت نے نکاح کے گواہ گذارے تو نفقہ کا حکم دیا جاوے نہ نکاح کا اور قاضیوں کا عمل بالفعل اسی زفر کے قول پر ہے بسبب حاجت کے تو یہی قول مفتی بہ ہے اور یہ مسئلہ ایک ہے ان چھ مسائل سے جن میں زفر کے قول پر فتوی ہے کذا فی البحر والنہر والقاضی خاں والعالمگیریہ عن العینی شرح الکنز اور حموی نے پندرہ مسائل مفتی بہا قول زفر سے ثابت کیے ہیں نظم میں کہ تحصیل ان کی موجب تطویل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وعلیہ فلو غاب ولہ زوجۃ وصغار تقبل بینتہما علی النکاح ان لم یکن عالما بہ ثم یفرض لہم ویامرہا بالانفاق او الاستدانۃ لتر جع بحر اور بنا بر قول مفتی بہ زفر کے اگر زوج غائب ہو اور اس کے ایک زوجہ اور چھوٹے لڑکے ہیں تو مقبول ہوں گے گواہ اس کے نکاح پر واسطے نفقہ ٹھہرانے کے نہ نکاح پر حکم کرنے کے واسطے اگر قاضی کو علم نہ ہو نکاح کا پھر قاضی لڑکوں کے واسطے نفقہ مقرر کرے اور حکم کرے عورت پر نفقہ دینے کا اگر اس کے پاس مال ہو یا عورت کو قرض لینے کا حکم کرے تاکہ بعد حاضر ہونے زوج کے اس سے بھرے کذا فی البحر الرائق وتجب لمطلقۃ الرجعی والبائن والمفرقۃ بلا معصیۃ کخیار عتق وبلوغ والتفریق

۱؎ یعنی اگر زوجہ اقرار کرے کہ نفقہ مطالبہ صرف اس سے ہوگا ۱۲ ۲؎ جب شوہر واپس آوے اور گواہ گذارے کہ میں اس کے لیے مال چھوڑ گیا تھا یا عورت سے قسم لے اور وہ انکار کرے قسم کھانے سے تو شوہر کفیل پر رجوع کرے یا زوجہ پر اور اگر عورت نفقہ کے لینے کا اقرار کرے تو صرف اسی پر رجوع کرے ۱۲

Marfat.com

لعدم الکفاءۃ النفقۃ والسکنی والکسوۃ ان طالت المدۃ اور مطلقہ رجعی اور بائن کے واسطے اور اس جدا شدہ عورت کے واسطے جو بلا قصور ہو چنانچہ خیار عتق اور خیار بلوغ سے یا عدم کفایت کی تفریق سے واجب ہے نفقہ اور سکنی اور پوشاک لیکن پوشاک اس صورت میں واجب ہو گی جب مدت عدت کی دراز ہو جاوے ھم یہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ زیلعی وغیرہ نے طلاق اور فرقت کی عدت میں پوشاک کا ذکر نہیں کیا اور ذخیرہ اور خانیہ اور مجتبی میں لباس کو بھی ساتھ نفقہ اور سکنی کے مذکور کیا ہے اسکی کیا وجہ ہے شارح نے جواب دیا کہ عدت اکثر جلد منقضی ہو جاتی ہے تو پوشاک کی حاجت نہیں ہوتی لہذا اس کو مذکور نہیں کیا اور اگر بسبب امتداد طہر کے عدت دراز ہو گی تو ضرور پوشاک کی حاجت ہو گی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر ولا تسقط النفقۃ المفروضۃ بمضی العدۃ علی المختار بزازیۃ اور ساقط نہیں ہوتا نفقہ مفروضہ عدت کے گذر جانے سے بنا بر قول مختار کے کذا فی البزازیہ ھم معتدہ نے جب کہ نفقہ نہ لیا یا زوج نے اس کو نہ دیا اور عدت گذر گئی تو حلوائی نے کہا کہ قول مختار یہ ہے کہ ساقط نہ ہو کذا فی منح الغفار عن البزازیۃ ولو ادعت امتداد الطہر فلہا النفقۃ مالم یحکم بانقضاء ہا مالم تدع الحبل فلہا النفقۃ الی سنتین مذ طلقہا اور اگر عورت نے دعوی کیا امتداد طہر کا تو اس کے واسطے نفقہ لازم ہو گا جب تک کہ قاضی نے انقضائے عدت کا نہ حکم کیا ہو اس طرح پر کہ زوج نے گواہ گذرانے ہوں کہ عورت انقضائے عدت کا اقرار کر چکی ہے پھر جب قاضی انقضائے عدت کا حکم دے گا تو بعد اس کے دعوی امتداد طہر کا مسموع نہ ہو گا اور نفقہ عورت کو نہ ملے گا تاوقتیکہ حمل کی مدعی نہ ہوئی ہو اور اگر عورت نے حمل کا دعوی کیا تو اس کو نفقہ دیا جاوے گا دو سال تک ابتدائے طلاق سے ھم یہ ترکیب اس کو مقتضی ہے کہ جب عورت دعوی حمل کا بعد حکم انقضائے عدت کرے گی تو وہ مستحق ہو گی نفقہ کی حالانکہ یہ صحیح نہیں اس واسطے کہ ثبوت النسب کے باب میں مذکور ہو چکا کہ اگر عورت انقضائے عدت کا اقرار کرے گی مدت محتمل میں پھر لڑکا جنے گی تو ولد ثابت النسب نہ ہو گا پھر جب نسب ہی ثابت نہ ہو گا تو نفقہ - - - - - کیونکر واجب ہو گا تو اگر شارح واو عاطفہ لاتا یعنے یوں کہتا و مالم تدع الحبل تو یہ قباحت نہ لازم آتی اسواسطے کہ ادعائے حمل کا مسئلہ جدا ٹھہرتا ماقبل سے متعلق نہ رہتا کذا فی تحفۃ الاخیار حاشیۃ الحلبی فلو ولدت ثم تبین ان لا حبل فلا رجوع علیہا وان شرطہ لانہ شرط باطل بحر سو اگر عورت نے حمل کا دعوی کیا اور بعد طلاق کے دو برس تک نفقہ جاری رہا پھر ظاہر ہوا کہ حمل نہ تھا تو عورت سے نفقہ پھیر لینا نہیں پہنچتا اگرچہ زوج نے اس کو شرط بھی کر لیا ہو یعنی کہا ہو کہ اگر حمل کا دعوی جھوٹ نکلا تو میں نفقہ پھیر لوں گا اس واسطے کہ یہ شرط باطل ہے کذا فی البحر الرائق ولو صالحہا علی نفقۃ العدۃ ان بالاشہر صح وان بالحیض ولا للجہالۃ اور اگر زوج نے صلح کر لی معتدہ سے عدت کے نفقہ کی یعنی چند درم مقرر کر لیے تو اگر عدت اس کی مہینوں کے حساب سے ہو گی بسبب صغر یا ایاس کے تو یہ صلح صحیح ہو گی اور اگر عدت اس کی حیض سے ہو گی تو یہ صلح صحیح نہیں بسبب جہالت مدت کے اس واسطے کہ بسبب احتمال درازی طہر کے اس کی مدت معین نہیں ہو سکتی لا تجب النفقۃ بانواعہا لمعتدۃ موت مطلقا ولو حاملا واجب نہیں تینوں قسم کا نفقہ معتدہ موت کے واسطے مطلقا اگرچہ وہ حاملہ ہو اس واسطے کہ ٹھہرنا معتدۂ موت کا زوج کے گھر میں باعتبار حق زوج کے نہیں بلکہ باعتبار حق شرع کے ہے اور عدت موت میں معرفت صفائے رحم ملحوظ نہیں لہذا اس کی عدت حیض سے نہیں اور نفقہ جو واجب ہوتا ہے تو اندک اندک زوج کی ملک میں واجب ہوتا ہے اور بعد موت زوج کے اس کی ملک باقی نہیں اور وارثوں پر واجب کرنا ممکن نہیں کذا فی منح الغفار لیکن حموی نے برجندی سے نقل کیا ہے کہ معتدہ وفات اگرچہ حاملہ ہو تو اس کا نفقہ واجب ہے اور فہستانی میں بھی مضمرات سے قول ضعیف اس میں منقول ہے تو معلوم ہوا کہ اس میں اختلاف ہے کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا کانت ام ولد وہی حامل من مولاہا فلہا النفقۃ من کل المال جوہرہ معتدۂ وفات کے واسطے نفقہ واجب نہیں مگر جب کہ ام ولد حاملہ ہو اپنے مولی سے تو اس کے واسطے نفقہ واجب ہے کل مال میت سے کذا فی الجوہرہ بشرطیکہ مولی نے حمل کا اعتراف

Marfat.com

کیا ہو اس واسطے کہ بدوں اقرار مولیٰ کے ولد ثابت النسب نہ ہوگا وتجب السکنی فقط لمعتدۃ فرقۃ بمعصیتہا الا اذا خرجت من بیتہ فلا سکنی لہا فی بذہ الفرقۃ قہستانی وکفایہ کمرتدۃ او تقبیل ابنہ لا غیرہا من طعام وکسوۃ والفرق ان السکنی حق اللہ تعالیٰ فلا تسقط بحال والنفقۃ حقہا فتسقط بالفرقۃ بمعصیتہا اور واجب ہے فقط سکنی اس عدت والی کے واسطے جس کی معصیت سے جدائی ہوگئی مگر جب کہ زوج کے گھر سے نکل گئی تو اس کے واسطے سکنی بھی نہ ہوگا اس جدائی میں کذا فی القہستانی والکفایہ معصیت کی فرقت کی مثال جیسے عورت کا مرتد ہو جانا یا زوج کے ولد کا بوسہ لشہوت لینا سوائے سکنی کے طعام اور لباس نہ واجب ہوگا فرقت معصیت میں اور وجہ فرق کی یہ ہے کہ سکنی حق ہے اللہ تعالیٰ کا سو وہ کسی حال میں ساقط نہیں ہوتا اور طعام اور لباس حق ہے عورت کا سو وہ عورت کی فرقت معصیت سے ساقط ہوگیا م خلاصہ میں ہے کہ جب جدائی زوج کی طرف سے ہوگی تو معتدہ کا نفقہ واجب ہوگا اور اگر جدائی عورت کی طرف سے ہو اگر بلا معصیت ہو چنانچہ خیار عتق اور خیار بلوغ اور عدم کفایت میں تو نفقہ واجب ہے اور اگر جدائی معصیت ہے چنانچہ ارتداد اور تقبیل زوج کے اصول یا فروع کی نوان میں نفقہ ساقط ہے تو لعان اور خلع اور ایلا اور ارتداد زوج میں اور اسی طرح خوشدامن کی وطی میں نفقہ عورت کا واجب ہے اس واسطے کہ جدائی زوج کی طرف سے ہے نہ زوجہ کی طرف سے کذا فی العالمگیریہ وتسقط النفقۃ بردتہا بعد لیست ای ان خرجت من بیتہ والا فواجبۃ قہستانی اور نفقہ ساقط ہوتا ہے عورت کے مرتد ہونے سے بعد طلاق بائن کے اگر وہ زوج کے گھر سے نکل گئی اور اگر گھر میں موجود ہو تو نفقہ واجب ہے کذا فی القہستانی یعنی اگر زوج نے طلاق بائن دی پھر وہ عدت میں مرتد ہوگئی تو اس کا نفقہ ساقط ہوگیا فقط ارتداد کے سبب سے نہیں بلکہ وہ حاکم کے پاس مقید رہے گی توبہ کرنے تک تو سقوط نفقہ کی علت حبس ہے نہ ارتداد اور اگر وہ محبوس نہ ہوگی زوج کے گھر میں رہے گی تو نفقہ واجب ہوگا بخلاف اس ارتداد کے جو قبل طلاق ہے کہ اس میں مطلقاً نفقہ ساقط ہے لانتمکین ابنہ لعدم حبسہا بخلاف المرتدۃ حتی لو لم تحبس فلہا النفقۃ نہ ساقط ہوگا نفقہ تمکین ابن زوج سے یعنی اگر زوج نے طلاق بائن دی اور زوجہ نے زوج کے ولد کو اپنے اوپر قادر کر دیا یعنی وطی سے راضی ہوگئی تو اس کا نفقہ نہ ساقط ہوگا بسبب نہ محبوس ہونے زوجہ کے یعنی حاکم کے پاس اس کا مقید ہونا لازم نہیں ہوا اس کا نفقہ ساقط ہو جاوے بخلاف مرتدہ کے کہ اس کا نفقہ بسبب حبس حاکم کے ساقط ہے یہاں تک کہ اگر مرتدہ محبوس نہ ہوئی یا حاکم نے اس کو زوج ہی کے پاس محبوس کیا تو اس کے واسطے نفقہ واجب ہوگا الا اذا لحقت بدار الحرب ثم جاءت وثبت بسقوط العدۃ بالمحاق لانہ کالموت بحر وہو یشیر الی انہ قد حکم بلحاقہا والا فتعود نفقتہا بعودہا فلیحفظ مگر جب کہ عورت مرتد ہو کر دار الحرب میں چلی گئی پھر وہاں سے آئی اور توبہ کر کے مسلمان ہوگئی تو اس صورت میں نفقہ اس کا نہ واجب ہوگا بسبب ساقط ہونے عدت کے لحوق دار سے اس واسطے کہ لحوق دار الحرب کا برابر موت کے ہے کذا فی البحر اور یہ تعلیل لحوق کی اس کی مشیر ہے کہ سقوط نفقہ میں حکم ہوگیا لحوق دار الحرب کا اسواسطے کہ جب تک قاضی مرتد کے واسطے لحوق دار الحرب کا حکم نہ دے تو وہ مرتد کا مون حکمی میں نہ داخل ہوگا اور اگر بدون حکم لحوق کے مرتدہ دار الحرب سے دار الاسلام میں مسلمان ہو کر آ دے گی تو اس کا نفقہ عود کرے گا مرتدہ کے عود کرنے کے ساتھ سوا ر یاد رکھنا چاہئے تو اس تقریر سے تناقض روایت جامع اور ذخیرہ کا مندفع ہوگیا جامع میں روایت یہ ہے کہ نفقہ عود نہیں کرتا بعد لحوق دار الحرب اور عود کے تو وہاں مراد یہ ہے کہ بحکم لحوق کے عود نہیں کرتا اور ذخیرہ کی روایت یہ ہے کہ عود کرتا ہے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ قبل از حکم لحوق نفقہ عود کرتا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وتجب النفقۃ بانواعہا علی الحر لطفلہ لعم الانثی والجمع اور واجب ہے نفقہ تینوں قسم کا حر پر اس کے طفل کا شامل ہے مؤنث اور جمع کو بیٹا اور بیٹی چند ہوں یا ایک سب کا وجوب نفقہ ثابت ہوا اور حر کی قید سے نہ نکل گیا کہ اسپر ولد صغیر کا نفقہ واجب نہیں م طفل عبارت ہے صغیر سے جب سے کہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تا بلوغ اور طفل صبی اور صبیہ دونوں کو شامل ہے کذا فی المغرب اور کاہے طفل واحد اور جمع بھی ہوتا ہے مثل صبی کے کذا فی منح الغفار الفقیر

Marfat.com

الحر فان نفقۃ المملوک علی مالکہ والغنی فی مالہ الحاضر فلو غائبا فعلی الاب ثم یرجع ان اشہد لا ان نوی الا دیانۃ باپ پر طفل فقیر آزاد کا نفقہ واجب ہے اس واسطے کہ طفل مملوک کا نفقہ اس کے مالک پر ہے اور طفل مالدار کا نفقہ اس کے موجود مال میں ہے جو اس کو بطریق ارث کہیں سے ملا اور اگر طفل کا مال غائب ہو وہاں حاضر نہ ہو تو اس کے باپ پر نفقہ ہے پھر اس کا باپ اس کے مال سے اپنا نفقہ دیا ہوا بھرلے اگر نفقہ دینے کے وقت اس نے رجوع پر گواہ کر لیے ہوں نہ رجوع کر سکے گا اگر اس نے نیت اس کی کی ہوگی مگر باعتبار دیانت کے البتہ رجوع کر سکتا ہے نہ باعتبار قضا کے ولو کانا فقیرین فالاب یکتسب او یتکلف وینفق علیہم ولو لم یتیسر انفق علیہم القریب ورجع علی الاب اذا ایسر ذخیرہ اور اگر باپ اور اس کا ولد صغیر دونوں محتاج ہوں تو باپ کمائی کرے اور اگر کسب کی اس کو طاقت نہ ہو تو سوال کرے اور اولاد صغیر کو کھلاوے اور اگر کسب میسر نہ آوے یا کفایت نہ کرے تو قرابت والا چچا ہو یا ماموں ان کو نفقہ دے اور جب باپ کو مقدور ہو تو اس سے بھر لے کذا فی الذخیرہ ولو تخاصمت الام فی نفقتہم فرضہا القاضی وامرہ بدفعہا للام مالم تثبت خیانتہا فیدفع لہا صباحا ومساء یا مر من ینفق علیہم اور اگر اولاد صغار کی ماں نے باپ سے جھگڑا کیا ان کے نفقہ میں تو قاضی ان کا نفقہ مقرر کر دے اور باپ کو حکم کرے کہ ان کا نفقہ ماں کو دے جب تک کہ ماں کی خیانت ثابت نہ ہو اور اگر خیانت اس کی ثابت ہو تو یکبارگی نفقہ نہ دے بلکہ ہر روز صبح یا شام ماں کو دیا کرے یا قاضی کسی شخص سے کہہ دے کہ وہ ان پر خرچ کیا کرے ہم صباحا ومساء کا واو بمعنی او ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وصح صلحہا عن نفقتہم ولو بزیادۃ یسیرۃ تدخل تحت التقدیر وان لم تدخل طرحت ولو علی مالا یکفیہم زیدت بحر اور صحیح ہے صلح کر لینا ماں کا باپ سے اولاد صغار کے نفقہ پر اگرچہ ایسی تھوڑی زیادتی پر صلح ہو گئی ہو جو تحت تقدیر داخل ہو سکتی ہے مثلاً دس درم پر صلح ہوئی ہو اور حالانکہ ان کو آٹھ یا نو درم کافی ہیں لیکن جب اندازہ کرنے والے لوگ آئے تو کوئی ان میں سے دس درم اندازہ کرتا ہو اور کوئی کم تو ایسی قلیل زیادتی صلح کی منافی نہیں اور اگر ایسی زیادتی ہو کہ تحت تقدیر مقدرین کے نہ داخل ہو یعنی مثلاً سب اندازہ کرنے والے آٹھ ہی درم پر متفق ہوں تو ایسی زیادتی گھٹائی جاوے گی اور اگر صغار کی ماں نے اس قدر پر صلح کر لی کہ ان کو کافی نہیں ہوتی تو صلح سے زیادہ نفقہ دیا جاوے گا بقدر کفایت کے کذا فی البحر ولو ضاعت رجعت بنفقتہم دون حصتہا اور اگر اولاد کا نفقہ ضائع ہو ماں کے پاس سے تو اس کا نفقہ دوبارہ سے نہ اپنا حصہ وفی المنیۃ اب معسر وام موسرۃ لزم الام بالانفاق وتکون دینا علی الاب وہی اولی من الجد الموسر وفیہا لا نفقۃ علی الحر لاولادہ من الامۃ ولا علی العبد لاولادہ ولو من حرۃ وعلی الکافر نفقۃ ولدہ المسلم کما یجئ بحر اور منیہ میں ہے کہ باپ محتاج ہے اور ماں مالدار تو ماں پر حکم کیا جاوے دار القضا سے نفقہ دینے کا اور یہ نفقہ دین ہوگا باپ پر یعنی جب اس کو مقدور ہو تو ادا کرے اور مالدار ماں مقدم ہے مالدار دادا سے یعنی اگر ماں اور دادا دونوں مقدور والے ہوں تو صغار کا نفقہ ماں ہی پر ہوگا بسبب قرب جزئیت اور مزید شفقت کے اور اسی کتاب میں ہے کہ مرد آزاد پر نفقہ واجب نہیں اس کی اولاد کا جو لونڈی منکوحہ سے ہو اور نہ غلام پر نفقہ واجب ہے اس کی اولاد کا اگرچہ حرہ کے پیٹ سے ہوں بلکہ ان کی ماں پر نفقہ لازم ہے اور کافر باپ پر اس کے مسلمان ولد کا نفقہ لازم ہے چنانچہ اس کا ذکر آوے گا کذا فی البحر ہم یہ وعدہ اعادہ ذکر نفقہ ولد مسلم کا صاحب بحر کا ہے اپنی کتاب میں نہ شارح کا کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا یجب لولدہ الکبیر العاجز عن الکسب کانثی مطلقا او زمن ومن یلحقہ العار بالتکسب وطالب علم لا یتفرغ لذلک کذا فی الزیلعی والعینی اور اسی طرح سے واجب ہے نفقہ ولد بالغ کا جو عاجز ہے کمائی سے چنانچہ پاؤں سے لولا ہو یا جیسے بیٹی کا نفقہ مطلقا واجب ہے صغیرہ ہو یا کبیرہ تا عدم نکاح اور اس ولد کا نفقہ باپ پر واجب ہے جس کو عار و ننگ لاحق ہوتا ہو پیشہ وری سے مانند انبیا کرام کے اور اس طالب علم کا نفقہ باپ پر واجب ہے جس کو تحصیل علم سے فراغت نہ ہوتی ہو پیشہ وری کے واسطے کذا فی الزیلعی والعینی ہم یہ کوئی نہ سمجھے کہ اشراف اور انبیاء کرام کو پیشہ کرنا عار ہے اس واسطے کہ صحابہ اور اہلبیت کسب کرتے تھے بلکہ مراد یہ ہے کہ ان کی عمدگی خاندان کے سبب سے لوگ شرماتے ہوں اور ان کو نوکر

Marfat.com

رکھتے ہوں مزدوری میں نہ لگاتے ہوں چنانچہ حلوانی نے کہا ہے کہ اگر ولد انبیاء کرام سے ہو اور لوگ اس کو مزدوری نہ لگاتے ہوں تو وہ عاجز ہے اس کے باپ پر نفقہ اس کا واجب ہے کذا فی العالمگیریہ ناقلا عن الوجیز وہکذا فی منح الغفار ناقلا عن الخلاصۃ وافتی ابو حامد لعدم مہا لطلبۃ زماننا کما بسطہ فی القنیۃ وکذا قیدہ فی الخلاصۃ بذی رفعۃ اور فتوی دیا ہے ابو حامد نے عدم وجوب نفقہ کا ہمارے زمانہ کے طالب علموں کے واسطے بسبب فسق اور عدم تدین کے چنانچہ اس کو خوب واضح بیان کیا ہے قنیہ میں اور اسی واسطے وجوب نفقہ کو مقید کیا ہے خلاصہ میں رفیع الہمت کے ساتھ یعنی جس طالب علم کی ہمت عالی ہو طالب علم میں آخرت مطلوب ہو نہ منصب دنیائی ناپائدار اس کا نفقہ باپ پر واجب ہے ہم فتاوی عالمگیری میں وجیز سے منقول ہے کہ جب طالب علم عاجز ہوں بسبب اشتغال علم کے کسب کرنے سے تو ان کا نفقہ ان کے باپوں پر واجب ہے بشرطیکہ علوم شرعیہ میں مشغول ہوں نہ خلافیات رکیکہ اور ہذیان فلاسفہ میں اور ان میں آثار صلاح اور تقوی کے معلوم ہوتے ہیں ہوں اور اگر ایسے نہ ہوں تو ان کا نفقہ بھی واجب نہیں **لاایشارکہ** ای الاب **ولو فقیرا احد فی ذلک کنفقۃ ابویہ وعرسہ بقی ملم** یکن معسرا فیلحق بالمیت فتجب علی غیرہ فلا رجوع علیہ علی الصحیح من المذہب الا لام موسرۃ بحر نہیں مشارک ہے کوئی باپ کا اس امر میں اگرچہ باپ محتاج ہو یعنی طفل اور بالغ عاجز اور بیٹیوں کے نفقات میں باپ کا کوئی شریک نہیں اسی پر واجب ہے نہ اس کے غیر پر چنانچہ محتاج والدین کا نفقہ فرزند پر ہے نہ اس کے چچا یا دادا پر اور زوجہ کا نفقہ زوج پر ہے نہ غیر پر اور اسی پر فتوی ہے یعنی طفل وغیر کا نفقہ تمام وکمال باپ پر ہے تاوقتیکہ نہایت تنگ دست نہ ہو اور جب کہ تنگ دست ہوگا تو وہ میت میں داخل ہے تو اس صورت میں باپ کے سوا اس قرابت والے پر واجب ہوگا جس پر نفقہ طفل کا واجب ہوتا درصورت نہ باپ ہونے کے تو ایسے قریب پر نفقہ واجب ہے بدوں اس کے کہ باپ سے پھیرے بنا بر صحیح مذہب کے مگر مالدار ماں ولد پر نفقہ کرے پھر جب باپ کو مقدور ہو تو اس سے پھیر لے کذا فی البحر الرائق قال وعلیہ فلا بد من اصلاح المتون جوہرہ صاحب بحر نے کہا بنا بر مذہب صحیح مذکور کے متون فقہ کو اصلاح دینا لازم ہے کذا فی الجوہرہ یعنی جب مذہب صحیح یہ ٹھہرا کہ جب باپ نہایت تنگدست ہو تو قرابت والے پر طفل کا نفقہ واجب ہے اور حالانکہ متون فقہ میں اس پر اتفاق ہے کہ ہوتے باپ کے نفقہ طفل وغیرہ میں کوئی شریک نہیں تو بموجب مذہب صحیح کے متون اور شروح کو درست کرنا ضرور ہوا خیر الدین رملی نے بحر الرائق کے حاشیہ میں کہا ہے کہ اصحاب متون نے قدوری کی روایت اختیار کی ہے کہ باپ کے ہوتے اس کی اولاد کے نفقہ میں کوئی شریک نہیں خواہ باپ مالدار ہو خواہ تنگدست اور تنگدستی میں اس کی اولاد کا نفقہ قرابت والے پر لازم ہے جب باپ کو مقدور ہو تو اس سے پھیر لے متون اور شروح پر اسی روایت پر اتفاق ہے اور یہی معتمد اور مفتی بہ ہے اور صاحب بحر الرائق نے جس کو مذہب صحیح گمان کیا ہے وہ لائق التفات کے نہیں اس واسطے کہ نقل مذہب کے واسطے متون ہی مخصوص ہیں شیخ رحمتی نے کہا کہ تعجب ہے صاحب نہر الفائق سے کہ اس مقام میں چپ رہا باوجود خلل کے حالانکہ بحث اور اعتراض کرنا صاحب بحر پر اس کی عادت ہے اور زیادہ تر تعجب اس پر آتا ہے کہ شارح نے بھی کلام صاحب بحر کو مسلم رکھا حالانکہ اس کے استاد خیر الدین رملی نے اس کے خلل پر آگاہ کر دیا ہے اور دوسرا خلل صریح شارح کی عبارت میں یہ ہے کہ بعد نقل کلام صاحب بحر کے جوہرہ کا لفظ اکثر نسخ درالمختار میں موجود ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ صاحب جوہرہ نے بحر الرائق کی عبارت نقل کی حالانکہ یہ غلط ہے اس واسطے کہ صاحب جوہرہ کا زمانہ بہت متقدم ہے صاحب بحر سے طحطاوی محشی نے کہا کہ اگر اس کا یہ مطلب خلاف مقابلہ کہا جاوے کہ صاحب بحر نے جوہرہ سے یہ روایت کی ہو سو بھی نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ بحر میں یہ روایت جوہرہ سے منقول نہیں محشی مدنی نے کہا کہ میں نے ایک نسخہ درمختار کا دیکھا جس کو شیخ رحمتی نے محشی کیا تھا اس میں یوں عبارت تھی وفی الجوہرۃ قدوری یعنی ذکر مذکور شارح کے جوہرہ سے منقول

Marfat.com

ہیں اور یہی بلاشبہ ٹھیک ہے اور باقی نسخ سب غلط ہیں **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے ولولم یقدر الا علی نفقۃ احد ابویہ فالام احق اگر بیٹا قادر نہ ہو مگر ایک کے نفقہ پر یعنی قلت مقدور سے ماں باپ دونوں کو نفقہ نہ دے سکتا ہو ایک کو دے سکتا ہو تو ماں زیادہ تر حقدار ہے اس واسطے کہ تکلیفات جسمی ولد کی جہت سے ماں پر زیادہ تر گذرتی ہیں تو خدمت گذاری میں ماں مقدم ہے چنانچہ تعظیم اور توقیر میں باپ مقدم ہے اور روایت ضعیف یہ ہے کہ باپ مقدم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الجوہرۃ ولو لہ اب وطفل فالطفل احق وقیل یقسمہا فیہما اور اگر ایک شخص کا باپ اور طفل ہو اور وہ ایک ہی کو دے سکتا ہو تو طفل زیادہ تر حقدار ہے اس واسطے کہ مطلق کسب پر قادر نہیں اور بھوک پر اس کو صبر نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ نفقہ کو دونوں میں تقسیم کر دے وعلیہ نفقۃ زوجۃ ابیہ وام ولدہ بل علیہ تزویجہ او تسریہ اور فرزند پر اپنے باپ کی زوجہ کا اور اس کے ام ولد کا نفقہ واجب ہے بلکہ فرزند پر باپ کا نکاح کر دینا یا تصرف کے واسطے لونڈی لے دینا واجب ہے بشرطیکہ باپ کو عورت کی حاجت ہو اور فرزند مقدور والا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی عن الجوہرہ ولو لہ زوجات فعلیہ نفقۃ واحدۃ یدفعہا للاب لیوزعہا علیہن اور اگر باپ کے چند زوجات ہوں تو فرزند پر ایک زوجہ کا نفقہ دینا واجب ہے ایک کا نفقہ باپ کو دیوے تاکہ ان پر وہ تقسیم کرے بقدر ان کے استحقاق کے وفی المختار والملتقی ونفقۃ زوجۃ الابن علی ابیہ ان کان صغیرا فقیرا او زمنا اور مختار اور ملتقی میں ہے کہ نفقہ بہو کا سسر پر ہے اگر بیٹا صغیر محتاج ہو یا لولا وفی الواقعات المفتین لقدری افندی ویجبر الاب علی نفقۃ امراۃ ابنہ الغائب وولدہ اور قدری افندی کے واقعات المفتین میں ہے اور باپ سے زبردستی دلایا جاوے گا ولد غائب کی زوجہ کا نفقہ اور بہو کے ولد کا نفقہ قدری افندی کا نام عبدالقادر بن یوسف ہے چنانچہ کتاب واقعات المفتین کے خطبہ میں مذکور ہے اور یہ بزرگ بلاد روم کے مفتیوں کے رئیس تھے کذا فی حاشیۃ المدنی افندی ترکی زبان میں مولوی اور فاضل کو کہتے ہیں وکذا الام علی نفقۃ الولد لترجع بہا علی الاب اور اسی طرح ماں سے زبردستی دلایا جاوے گا ولد کا نفقہ تاکہ ماں اس کے باپ سے نفقہ پھیر لے جب کہ وہ سفر سے آوے وکذا الابن علی نفقۃ الام یرجع علی زوج امہ اور اسی طرح ولد سے زبردستی ماں کا نفقہ دلایا جاوے گا تاکہ وہ اپنی ماں کے زوج سے پھیر لے جب وہ سفر سے آوے خواہ ولد کا وہ باپ ہو یا نہ ہو وکذا الاخ علی نفقۃ اولاد اخیہ یرجع بہا علی الاب وکذا الابعد اذا غاب الاقرب انتہی اور اسی طرح بھائی سے دوسرے بھائی کی اولاد کا نفقہ بجبر دلایا جاوے گا تاکہ پھیر لے اپنے باپ سے جب وہ سفر سے آوے اور اسی طرح ابعد سے بزور نفقہ اقرب کی اولاد کا دلایا جاوے گا جبکہ اقرب غائب ہو پھر جب اقرب آوے تو ابعد نے جو خرچ کیا ہو اس کو اس سے پھیر لے انتہی کلام الواقعات وفی الفصولین من الرابع والثلثین ابنی انفق علی بعض الورثۃ فقال انفقت بامر الوصی واقربہ الوصی ولا یعلم ذلک الا بقول الوصی بعد ما انفق یقبل قول الوصی ولو المنفق علیہ صغیرا انتہی اور فصولین کی چونتیسویں فصل میں ہے کہ ایک مرد اجنبی نے میت کے بعضے وارثوں کو نفقہ دیا پھر اجنبی نے کہا کہ میں نے وارثوں کو نفقہ وصی کے کہنے سے دیا اور اس کا وصی نے بھی اقرار کیا اور اس نفقہ دینے کا حال معلوم نہیں ہوتا بعد خرچ کر چکنے کے مگر وصی ہی کے قول سے تو اس صورت میں قول وصی کا مقبول ہوگا بشرطیکہ جس وارث کو نفقہ دیا ہے صغیر ہو انتہی کلامہ اور اگر وارث بالغ ہوگا تو نفقہ اجنبی کا احسان ہوگا نہ دین جس کا ادا کرنا متروکہ میت سے لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہ قال انفق علی اولادی وعلی عیالی واولادی ففعل قیل یرجع بلا شرط وقیل لا ولو قضی دینہ بامرہ یرجع بلا شرط وکذا کل ما کان مطالبا من جہۃ العباد کجنایۃ ودیون مالیۃ ثم ذکر ان الاسیر وممن اخذہ السلطان لیصادرہ لو قال لرجل خلصنی فدفع المامور مالا فخلصہ قیل یرجع وقیل لا فی الصحیح بہ یفتی اور فصولین میں ہے کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ مجھ کو نفقہ دے یا میرے عیال اور اولاد کو نفقہ دے پھر اس نے نفقہ دیا تو ایک قول یہ ہے کہ اس سے پھیر لے بلا شرط رجوع اور دوسرا قول یہ ہے کہ بدوں شرط کے پھر نہیں سکتا اور اگر ایک نے دوسرے کا دین ادا کر دیا اس کے

Marfat.com

لینے سے تو پھیر اگرچہ پھیر لینے کی شرط نہ کی ہو اور اسی طرح سے بلا شرط پھیر سکتا ہے جمیع مصارف میں جن میں امر کرنے والے پر مطالبہ ہو جانب عباد سے
چنانچہ جنایت میں اور مصارف مالیہ میں مانند عشر اور خراج کے جنایت یعنی قصور کی صورت یہ ہے کہ مثلاً زید نے کسی شخص کی انگلی کاٹ ڈالی اور زید پر
خونبہا لازم آیا اور زید نے کہا خالد سے کہ تو میری طرف سے خونبہا دے اور اس نے دیا تو اگرچہ شرط پھیر لینے کی نہ کی ہو لیکن خالد زید سے اسقدر مال اپنا
پھیر لے گا اور اسی طرح اگر زید کے امر سے خالد نے عشر یا خراج ادا کیا تو اس کو بھی پھیر لے گا بلا شرط پھر صاحب فصولین نے ذکر کیا کہ محبوس نے اور اس
نے جس کو بادشاہ نے بظلم مال لینے کے واسطے گرفتار کیا اگر کہا ایک مرد سے کہ مجھ کو چھڑا لے سو مرد مامور نے اپنا مال دیا سو اس کو قید سے یا بادشاہ کی گرفتاری
سے چھڑایا تو بعضوں نے کہا کہ وہ شخص اپنا مال آمر سے پھیر لے اور بعضوں نے کہا کہ نہ پھیر لے بنا بر قول صحیح کے اور اسی پر فتوی ہے یعنی نہ پھیر لینے پر **ولیس**
علی امہ ارضاعہ قضاءً بل دیانۃ اور واجب نہیں صغیر کی ماں پر دودھ پلانا اس کا بنا بر قضا کے بلکہ واجب ہے باعتبار دیانت کے **م** ماں بسبب
وفور شفقت کے اپنے ولد کی رضاعت سے پہلو تہی نہیں کرتی اور اگر وہ انکار کرے کہ مجھ کو دودھ پلانے سے تکلیف ہوتی ہے تو قاضی اس پر جبر نہیں کر
سکتا اس واسطے کہ حق تعالی نے فرمایا لا تضار والدۃ بولدہا یعنی والدہ کو اس کے ولد کی جہت سے ضرر رسانی نہ چاہیے تو دودھ کے واسطے جبر کرنا یقیناً ضرر
رسانی ہے لیکن باعتبار دیانت کے البتہ اس پر واجب ہے اس واسطے کہ حق تعالی نے فرمایا والوالدات یرضعن اولادہن حولین کاملین یعنی مائیں دودھ پلاتی
ہیں اپنی اولاد کو دو برس پورے تو دودھ پلانا ایسا ہے جیسے اور گھر کے کام ہیں چنانچہ کھانا پکانا یا جھاڑو دینا کہ باعتبار دیانت کے واجب ہیں نہ
باعتبار قضا یعنی اگر وہ انکار کرے کہ مجھ سے نہیں ہو سکتا تو اس پر کوئی زبردستی نہیں کر سکتا کہ شائد عاجزی سے اقبال نہ کرتی ہو **الا اذا تعینت**
فتجب کما مر فی الحضانۃ مگر جب کہ ماں ہی متعین ہو جاوے دودھ پلانے کے واسطے اس طرح پر کہ بچہ کسی عورت کا دودھ نہ پیتا ہو سوا اپنی ماں کے
یا کوئی دائی دودھ پلاتی نہ ملتی ہو یا ملتی ہو مگر بدوں اجرت کے نہ پلاتی ہو اور حالانکہ باپ اور بچہ دونوں محتاج بے مال ہوں تو ایسی صورتوں میں ماں پر دودھ
پلانا قضاءً بھی واجب ہوگا یعنی قاضی اس پر زبردستی کرے گا تاکہ بچہ ہلاک ہونے سے محفوظ رہے چنانچہ یہ مسئلہ باب الحضانۃ میں مذکور ہو چکا
وکذا الظئر تجبر علی ابقاء الاجارۃ بزازیۃ اور اسی طرح دائی پر جبر کیا جاوے نوکری کے باقی رکھنے پر کذا فی البزازیۃ یعنی مثلاً دائی کو ایک مہینے کے واسطے
نوکر رکھا اور بعد مہینے کے اس نے نوکری سے انکار کیا اور حالانکہ دوسری دائی نہیں ملتی یا لڑکا اس سے نہایت ہلگیا ہے تو نوکری باقی رکھنے میں اس
پر جبر کیا جاوے گا تاکہ صغیر تلف نہ ہو **ویستاجر الاب من ترضعہ عندہا** لان الحضانۃ لہا والنفقۃ علیہ اور دودھ پلانے والی کو باپ نوکر
کر کے صغیر کی ماں کے پاس رکھے اس واسطے کہ حق پرورش ماں کے واسطے ہے اور نفقہ دائی اور صغیر اور اس کی ماں کا باپ پر واجب ہے اور اگر
صغیر کی ماں نہ ہو تو جس کو حق حضانت پہنچتا ہو اس کے پاس صغیر رہے ولا یلزم الظئر المکث عند الام مالم یشترط فی العقد اور لازم نہیں دائی
کا قیام کرنا ماں کے پاس جب تک کہ اس کی شرط نہ ہوئی ہو عقد اجارہ میں اس واسطے کہ دائی کو اختیار ہے کہ ماں کی رضامندی سے صغیر کو اپنے گھر لے جاوے
یا گھر میں نہ داخل ہو ڈیوڑھی میں دودھ پلا جایا کرے اور اگر نوکری کے وقت دائی سے شرط کر لی ہو ماں کے پاس رہنے کی تو اس صورت میں اس کو رہنا
لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر **لا یستاجر الاب امہ لو منکوحۃ ولو من مال الصغیر خلافا للذخیرۃ والمجتبی** نوکر نہ رکھے باپ صغیر کی ماں کو اگر
وہ منکوحہ ہو اگرچہ اس کو صغیر کے مال سے نوکری دے نہ اپنے مال سے بخلاف ذخیرہ اور مجتبی کے کہ ان میں مال صغیر سے نوکر رکھنا منکوحہ ماں کا
جائز رکھا ہے اور حموی نے برجندی سے نقل کیا ہے کہ فتوی اسی روایت پر ہے کہ مال صغیر سے ماں کو نوکر رکھنا دودھ پلانے کے واسطے جائز ہے

ف ایک نسخہ میں فیجب کی جگہ فتجبر ہے یعنی اس صورت میں ماں متعین ہوگی تو اس پر دودھ پلانے کے لیے زبردستی کی جائیگی اور یہی نسخہ صحیح معلوم ہوتا ہے آئندہ عبارت
کی مناسبت سے ۱۲ ف ماں کو دودھ پلانا بچہ کا دیانۃً ہے نہ قضاءً ۱۲

Marfat.com

طحطاوی نے کہا تو اب ذخیرہ اور مجتبی کا قول مفتی بہ ٹھہرا کذا فی حاشیۃ المدنی او معتدہ رجعی اگر صغیر کی ماں منکوحہ یا معتدہ رجعی ہو تو اس کو نوکر نہ رکھے وجاز فی البائن فی الاصح جوہرۃ لاستیجارِ منکوحۃ لولدہ من غیرہا اور صغیر کی ماں کو طلاق بائن میں نوکر رکھنا جائز ہے قول اصح میں یعنی اگر صغیر کے باپ نے اس کو طلاق بائن دی ہو اور وہ عدت میں ہو تو اس کا نوکر رکھنا دودھ پلانے کے واسطے صحیح ہے کذا فی الجوہرہ جیسے نوکر رکھنا منکوحہ کا اس ولد کے دودھ پلانے کے واسطے جائز ہے جو اس منکوحہ کے پیٹ سے نہیں چنانچہ زید کا لڑکا ہے حلیمہ سے اور اس کی دوسری زوجہ کریمہ ہے تو کریمہ کو نوکر رکھنا حلیمہ کے لڑکے کے واسطے درست ہے اس واسطے کہ کریمہ کو اس کا دودھ پلانا واجب نہیں جو نوکری نہ درست ہو وہی احق بارضاع ولدہا بعد العدۃ اذا لم تطلب زیادۃ علی ما تاخذہ الاجنبیۃ ولو دون اجر المثل بل الاجنبیۃ المتبرعۃ احق منہا زیلعی ای فی الارضاع اور ماں سزاوار تر ہے اپنے ولد کے دودھ پلانے کی نوکری میں بعد گذر جانے عدت کے بشرطیکہ ماں زیادہ نہ مانگتی ہو اس اجرت سے جس کو اجنبی عورت پاتی ہے اگرچہ وہ اجرت مثل سے کم پاتی ہو اور ماں اجرت مثل مانگتی ہو بلکہ اجنبیہ مفت دودھ پلانے والی زیادہ تر سزاوار ہے دودھ پلانے میں اس ماں سے جو بدوں اجرت کے نہیں پلاتی کذا فی شرح الزیلعی اما اجرت الحضانۃ فللام کما مر اور پرورش کی اجرت تو ماں ہی پاوے گی چنانچہ باب الحضانۃ میں مذکور ہو چکا یعنی اگر باپ نے صغیر کے دودھ پلانے کے واسطے کسی عورت کو نوکر رکھا تو مطلقہ کا حق پرورش ہنوز باقی ہے ساقط نہیں اس کی اجرت وہی پاوے گی وللرضیع النفقۃ والکسوۃ اور باپ پر لازم ہے شیر خوار کے واسطے نفقہ اور پوشاک دینا اس واسطے کہ فقط دودھ صغیر کو کفایت نہیں کرتا بلکہ چٹانے کے واسطے اور چیز کی بھی حاجت ہوتی ہے جیسے کھیر یا کھچڑی مثلا تو قاضی اس کو بھی مقرر کر دے سوائے اجرت رضاعت اور اجرت حضانت کے کذا فی حاشیۃ المدنی وللام اجر الارضاع بلا عقد الاجارۃ اور مطلقہ ماں کے واسطے اجرت دودھ پلانے کی ثابت ہے بدوں عقد اجارہ کے یعنی جب دو سال کی مدت کے اندر صغیر کو ماں دودھ پلاوے گی تو باپ پر اجرت دینا لازم ہوگا اگرچہ باپ نے اس کو نوکر نہ رکھا ہو تو یہ مسئلہ مستثنی ہے اس قاعدہ فقیہہ سے کہ اجرت لازم نہیں ہوتی بدوں عقد کے وحکم الصلح کالاستیجار اور حکم صلح کا مانند استیجار کے۔ یہ یعنی صلح نوکری کے برابر ہے احکام مذکورہ میں تو اگر ماں نے باپ سے مصالحہ کر لیا ہو کہ اتنے درم ہر مہینے میں لیا کروں گی اور دودھ پلاؤں گی تو اگر ماں منکوحہ یا معتدہ رجعی ہے تو صلح جائز نہیں جیسے نوکری جائز نہیں اور اگر تین طلاق یا بائن کی عدت میں صلح کی تو بموجب روایت جوہرہ کے جائز ہے اور اگر بعد عدت کے صلح کی تو بالاتفاق جائز ہے جیسے نوکری جائز ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی کل موضع جاز الاستیجار وجبت النفقۃ لا تسقط بموت الزوج بل تکون اسوۃ للغرماء لانہا اجرۃ لا نفقۃ اور جس جگہ زوجہ یعنی صغیر کی ماں کو نوکری کرنا جائز ہے اور نفقہ اس کے واسطے واجب ہے تو اس کے دودھ پلانے کی اجرت ساقط نہیں ہوتی زوج کے مرنے سے یعنی صغیر کے باپ کے مرنے سے بلکہ ماں صغیر کی برابر ہوگی سب دین والوں کے یعنی جیسے اور قرض والوں کو میت کے مال سے حصہ ملے گا ویسے ہی صغیر کی ماں کو بھی ملے گا اس واسطے کہ یہ اجرت ہے نہ نفقہ جو زوج کی موت سے ساقط ہو جاوے وتجب علی موسر ولو صغیرا لیسار الفطرۃ علی الارجح اور نفقہ اصول کا واجب ہے ایسے ولد مقدور والے پر جس پر صدقہ فطر واجب ہے بنا بر قول ارجح کے یعنی جو مالک ہو ایسے نصاب کا کہ فاضل ہے حوائج اصلیہ سے اگرچہ نامی نہ ہو اور یہ قول ابو یوسف کا ہے اور یہی مختار ہے صاحب ہدایہ کا اور اسی پر فتوی ہے اور بعضوں نے کہا کہ وجوب نفقہ اصول میں نصاب زکوۃ کا مالک ہونا مشروط ہے اجناس میں کہا کہ یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ورجح الزیلعی والکمال الانفاق فاضل کسبہ اور ترجیح دی زیلعی اور کمال الدین نے فتح القدیر میں نفقہ دینے اصول میں ولد کے فاضل کسب سے ہم نہر الفائق میں فتح القدیر سے منقول ہے کہ اگر بیٹا پیشہ ور ہو تو وہاں امام محمد کا قول معتبر ہے یعنی جو اس کے اور اس کے عیال کے خرچ سے باقی بچے وہ اصول پر خرچ کرے مثلا بیٹا ہو روز چھ پیسے کماتا ہو اور چار پیسے میں اس کے عیال کا خرچ ہو جاتا ہو اور دو پیسے بچتے ہوں تو اس پر واجب ہے کہ

Marfat.com

دونوں پیسے اپنے والدین کو دے صاحب نہر نے کہا کہ اسی قول پر اعتماد کرنا واجب ہے اور یہی لائق فتوی کے ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الخلاصۃ المختار ان الکسوب یدخل ابویہ فی نفقتہ اور خلاصہ میں ہے کہ قول مختار یہ ہے کہ بیٹا کمائی والا اپنے باپ کو اپنے خرچ میں داخل اور شریک کرلے خواہ اس کی کمائی اس کے خرچ سے فاضل ہو یا نہ ہو فتح القدیر میں ہے کہ حق تعالیٰ نے والدین کافرین کے حق میں فرمایا ہے وصاحبہما فی الدنیا معروفا یعنی والدین کے ساتھ احسان دنیا میں بسر کر تو خود کھانا اور والدین کو بھوکا ننگا چھوڑنا احسان اور نیکی کے خلاف ہے وفی المبتغی للفقیر ان یسرق من مال ابنہ الموسر ما یکفیہ ان ابی ولا قاضی ثمہ والا اثم اور مبتغی میں ہے کہ محتاج باپ کو جائز ہے کہ اپنے مقدور والے بیٹے کے مال سے چورا لینا بقدر اپنے کے جس صورت میں کہ بیٹا نہ دیتا ہو اور وہاں قاضی نہ ہو اور اس چوری میں اس پر کچھ گناہ نہیں اور اگر وہاں قاضی ہو تو چوری کرنا درست نہیں قاضی سے نالش کرے وہ نفقہ دلا دے گا کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر النفقۃ لاصولہ ولو اب امہ ذخیرۃ الفقراء ولو قادرین علی الکسب مقدور والے ولد پر اپنے اصول محتاجین کا نفقہ واجب ہے اگرچہ اصل نانا ہو کذا فی الذخیرۃ اور اگرچہ اصول محتاجین کسب پر قادر ہوں ہم اصول سے مراد ماں اور باپ اور دادا دادی اور نانا نانی لیکن پوتے پر دادا کا نفقہ اس وقت فرض ہوگا جب باپ مرگیا ہو یا محتاج ہو اور نانا کا بھی نفقہ اس صورت میں نانی پر واجب ہوگا جب ماں نہ ہو یا محتاج ہو اور اصول کے وجوب نفقہ میں عدم قدرت کسب کی شرط نہیں بلکہ والدین اگر کسب پر قادر بھی ہوں تو بھی ولد مالدار پر ان کا نفقہ واجب ہے اس واسطے کہ احسان اور نیکوکاری سے بعید ہے کہ باوجود مقدور کے ان کو کسب کی مشقت میں ڈالنا والقول لمنکر الیسار البینۃ لمدعیہ اور قول معتبر ہے مقدور کے منکر کا اور گواہ مقبول ہیں مقدور کے مدعی کے یعنی اگر باپ دعوی کرتا ہو کہ بیٹا مقدور والا ہے اور بیٹا منکر ہو مقدور کا تو بیٹے کا قول معتمد ہوگا اور اگر بیٹا دعوی کرتا ہو کہ باپ مقدور والا ہے مجھ پر اس کا نفقہ واجب نہیں اور باپ اپنے مقدور کا منکر ہو تو باپ ہی کا قول معتبر ہوگا اور اگر ہر ایک نے اپنے دعوی کے گواہ گذارنے ہوں یعنی مدعی مقدور گواہوں سے ثابت کرتا ہے اور منکر بھی اس کو جو مدعی ہوگا مقدور کا اس کے گواہ مقبول ہوں گے نہ منکر کے بالسویۃ بین الابن والبنت وقیل کالارث وبہ قال الشافعی نفقہ اصول کا اولاد پر برابر واجب ہے بیٹے اور بیٹی میں کچھ فرق نہیں تو اگر محتاج باپ کے بیٹی اور بیٹا ہو تو آدھا نفقہ اس پر واجب ہے اور آدھا اس پر یہی قول حق ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی فتح القدیر والخلاصۃ اس واسطے کہ علت وجود نفقہ ولادت ہے سو دونوں میں برابر ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ بطور ارث واجب ہے تو بیٹا دو حصے دے اور بیٹی ایک حصہ اور یہی قول ہے امام شافعی کا شمس الائمہ نے کہا کہ نفقہ اصول کا اولاد پر برابر ہے اگر مقدور میں کم تفاوت ہو اور اگر نہایت زیادہ مقدور والا ہو اور دوسرا کم مقدور والا ہو تو قدر نفقہ میں بھی تفاوت لازم ہے کذا فی العالمگیریہ عن الذخیرۃ والمعتبر فیہ القرب والجزئیۃ فلولہ بنت وابن ابن او بنت بنت واخ النفقۃ علی البنت او بنتہا لانہ لا یعتبر الارث الا اذا استویا کجد وابن ابن فکارثہما الا لمرجح کوالد وولد فعلی ولدہ لترجحہ بانت ومالک لابیک اور نفقہ ولادت کے وجوب میں معتبر ہے قرب اور جزئیت تو اگر دو شخصوں میں جزئیت پائی جاوے اور ایک زیادہ تر قریب ہو دوسرے سے تو اقرب ہی پر نفقہ واجب ہوگا بلا اعتبار ارث نہ ابعد پر سو اگر ایک شخص کی بیٹی ہو اور پوتا یا ناتن ہو اور بھائی تو نفقہ اس کا پہلی صورت میں بیٹی پر واجب ہوگا نہ پوتے پر اور دوسری صورت میں ناتن پر واجب ہوگا نہ بھائی پر اس واسطے کہ یہاں ارث معتبر نہیں ہاں مگر ارث وہاں معتبر ہے جب قرب میں دونوں برابر ہوں جیسے دادا اور پوتا یعنی ایک محتاج کا دادا اور پوتا ہو تو اس کا نفقہ دونوں پر بقدر ان کی ارث کے ہوگا یعنی سدس دادا پر اور باقی پوتے پر اس واسطے کہ دونوں سے قرابت بیک واسطہ برابر ہے تو یہاں ترجیح نہ ہوگی مگر بجہت ارث کے اور درصورت تساوی قرابت کے ارث معتبر ہے مگر کسی مرجح کی جہت سے تساوی قرابت اور ارث بھی ساقط الاعتبار ہے چنانچہ ایک محتاج کا باپ اور بیٹا مالدار ہوں تو اس کا نفقہ ولد پر ہوگا

Marfat.com

نہ باپ پر حالانکہ قرابت دونوں کی بلاواسطہ برابر ہے اور اگر ارث کا یہاں اعتبار ہوتا تو سدس نفقہ باپ پر ہوتا اور باقی ولد پر بابنہج رجحان وجوب کا ولد ہی پر ہوا بمقتضائے اس حدیث شریف کے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ ہی کا ہے تو ولد کے مال کو باپ کا مال قرار دینا بنہج ترجیح وجوب انفاق کی ہوئی اور یہ نہیں فرمایا کہ باپ کا مال بیٹے کا ہے ہم بھائی اور باپ اور دادا کا ذکر کرنا شارح کا ان مثالوں میں اور آئندہ مثالوں میں بھی بے محل ہو گیا اس واسطے کہ گفتگو یہاں ہے وجوب نفقہ اصول کی فروع پر کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الخانیۃ لہ ام وابو اب فکا رثہما اور خانیہ میں ہے کہ ایک محتاج کی ماں ہے اور دادا تو اس کا نفقہ بقدر ان کی ارث کے ہے جیسا کہ اوپر ترجمہ میں اس کی مثال گذری اس واسطے کہ ماں کو ترجیح ہے بسبب قرب کے اور دادا کو ترجیح ہے بسبب قوت نسب کے لہذا ارث کا اعتبار ٹھہرا وفی القنیۃ لہ ام واب ام فعلی الام اور قنیہ میں ہے کہ ایک محتاج کی ماں ہے اور نانا تو اس کا نفقہ ماں پر ہوگا اس واسطے کہ نانا دادا سے کمتر ہے لہذا ماں کو ترجیح ہوئی بخلاف پہلی صورت کے ولہ عم واب ام فعلی اب الام اور اگر محتاج کا چچا ہے اور نانا تو اس کا نفقہ نانا پر ہے بسبب ترجیح جزئیت کے اور ارث کا یہاں اعتبار نہیں اگرچہ وارث چچا ہے نہ نانا واستشکلہ فی البحر بقولہم لہ ام وعم فکا رثہما اور بحر الرائق میں فقہا کے اس قول کو مشکل جانا ہے کہ ایک محتاج کی ماں ہے اور چچا تو اس کا نفقہ دونوں پر بقدر ان کے ارث کے ہے یعنی ایک ثلث مال پر اور دو ثلث چچا پر وجہ اشکال کی یہ ہے کہ وجوب نفقہ میں ماں مقدم تھی بسبب جزئیت کے پھر ارث کے اعتبار کرنے کی کیا وجہ ہے قال ولو لہ ام وعم واب ام ہل یلزم الام فقط ام کالارث احتمال کہا صاحب بحر نے کہ اگر ایک شخص کے ماں ہو اور چچا اور نانا تو آیا نفقہ فقط ماں ہی کو لازم ہوگا یا مانند ارث کے ہوگا یہاں دونوں کا احتمال ہے ہم شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ اصل اشکال صاحب قنیہ کا ہے صاحب بحر نے اس کی پیروی کی ہے اور حقیقت الحال یہ ہے کہ یہاں دو روائتیں ہیں ایک قوی اور دوسری ضعیف قوی یہ ہے کہ ترجیح قرب اور جزئیت کو ہے اور ضعیف یہ ہے کہ ارث معتبر ہے صاحب قنیہ نے دونوں روایتوں کو مذکور کیا ایک دوسرے کا متناقض جان کر اشکال پیدا کیا حالانکہ ضعیف روایت ہرگز قوی سے معارضہ کے لائق نہیں تو مسئلہ سابقہ میں یعنی جس کو صاحب بحر نے مشکل جانا ہے اور اس مسئلہ میں جس میں صاحب بحر کو احتمال اور تردد ہے بموجب روایت قوی کے یہ حکم ہے کہ ماں پر نفقہ واجب ہے نہ چچا پر واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی ملخصا وتجب ایضا لکل ذی رحم صغیر او انثی مطلقا ولو کانت الانثی بالغۃ صحیحۃ اور بھی واجب ہے نفقہ ہر قرابت والے محرم کا صغیر ہو یا انثی مطلقا اگرچہ انثی تندرست بالغہ ہو ہم وجوب نفقہ کا سبب قرابت ہے ساتھ محرمیت کے تو چچا کے بیٹے کا نفقہ واجب نہیں اس واسطے کہ وہ اگرچہ قریب ہے لیکن محرم نہیں اور رضاعی بھائی بہن کا نفقہ واجب نہیں اگرچہ وہ محرم ہیں لیکن قرابت نسبی نہیں محرم سے مراد وہ ہے کہ جس کے ساتھ نکاح نہ جائز ہو بجہت قرابت کے اور صغیر کی قید سے بالغ نکل گیا اور محرم عورت میں خالہ عمہ بہن بھانجی بھتیجی داخل ہیں ان کا نفقہ واجب ہے صغیر ہوں یا بالغہ تندرست ہوں یا بیمار بشرطیکہ محتاج ہوں اور غیر منکوحہ اس واسطے کہ منکوحات کا نفقہ ان کے ازواج پر فرض ہے او کان الذکر بالغا لکن عاجزا عن الکسب بنحو زمانۃ کعمی وعتہ وفلج یا اس قریب محرم کا نفقہ واجب ہے جو مرد بالغ ہو لیکن کسب سے عاجز ہے بسبب مزمن دائمی بیماری کے جیسے لولا ہونا اور اندھا ہونا اور غافل نافہم ہونا اور فالج ہونا زاد فی الملتقی والمختار اولا یحسن الکسب لحرفۃ اولکونہ من ذوی البیوت اوطالب علم زیادہ کیا ہے ملتقی اور مختار میں یا بالغ بخوبی پیشہ نہ کر سکتا ہو بسبب فرط حماقت کے یا عمدہ خاندان ہو یا طالب علم ہو تو اس کا نفقہ بھی واجب ہے اور شرط وجوب نفقہ عمدہ خاندان اور طالب علم کی نفقہ ولد کبیر میں عنقریب مذکور ہوگی فقیرا حال من المجموع بحیث تحل لہ الصدقۃ ولہ منزل وخادم علی الصواب بدائع لفظ فقیر حال ہے جمیع محارم مذکورین سے یعنی صغیر اور انثی اور مرد عاجز جبکہ ایسے محتاج ہوں کہ ان کو صدقہ لینا حلال ہو تب ان کا نفقہ واجب ہے اگرچہ ان کے ملک میں مکان ہو رہنے کا اور خادم ہو خدمت کے واسطے بنا بر قول درست کے کذا فی البدائع اس واسطے کہ رہنے

Marfat.com

کا مکان او خدمت کا خادم حاجت اصلی سے فاضل نہیں تو اس کا وجود بجائے عدم ہے **بقدر الارث** بقولہ تعالیٰ **وعلی الوارث مثل ذلک ولذا یجبر علیہ** محارم نسبیہ کا نفقہ واجب ہے بقدر ارث کے بدلیل قول حق تعالیٰ کے کہ وارث پر ہے مثل اس کے یعنی جن کا نفقہ مورث پر واجب ہے تو مورث کے بعد وارثوں پر ویسا ہی نفقہ واجب ہے تو اس آیت شریفہ میں حکم مرتب ہوا وراثت کے وصف پر تو معلوم ہوا کہ وجوب نفقہ کی علت ارث ہے تو موافق ارث کے نفقہ واجب ہوگا سو اگر یہ فقیر غنی ہوتا اور مرجاتا مال چھوڑ کر تو اس کا قریب کتنی وراثت پاتا سو اگر اس کے کل مال کا وارث ہوتا تو اس فقیر کا کل نفقہ اس قریب پر واجب ہوگا اور بعض کا وارث ہوتا تو اسی قدر اس پر نفقہ بھی واجب ہوگا اس واسطے کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ الغرم بالغنم یعنی تاوان بعوض فائدہ کے ہے ولہذا جبر کیا جاوے گا قریب پر نفقہ رسانی میں یعنی اگر قریب نفقہ اپنے محرم کو نہ دے گا تو قاضی زبردستی اس سے دلاوے گا بسبب ترک وجوب کے کذا فی المنح وحاشیۃ المدنی ثم فرع علی اعتبار الارث بقولہ **فنفقۃ من** ای فقیر لہ **اخوات متفرقات موسرات علیہن اخماسا** پھر مصنف نے تصریح کی اعتبار ارث پر اپنے اس قول سے کہ نفقہ اس فقیر کا جس کی چند قسم کی مالدار بہنیں ہیں بحساب پنجمیاں حصوں کے ان پر واجب ہے یعنی اگر اس کی تین بہنیں ہیں ایک سگی اور دوسری سوتیلی اور تیسری مادری تو تین خمس نفقہ سگی بہن پر ہے اور ایک خمس سوتیلی پر اور ایک خمس مادری بہن پر اس واسطے کہ ان بہنوں کی ارث بھی اسی حساب سے ہے یعنی اگر ان کا بھائی مرتا تو اس کے نصف مال کی سگی بہن وارث ہوتی اور ششم حصہ کی سوتیلی بہن وارث ہوتی بنا بر تکمیل ثلثین کے اور مادری بہن بھی ششم حصہ کی وارث ہوتی تو اصل مسئلہ چھ سہام سے ہے لیکن چونکہ ایک سہم زیادہ ہوتا تھا لہذا اس کو پانچ حصوں کی طرف پھیرا **ولو اخوۃ متفرقین فسدسہا علی الاخ ولام والباقی علی الشقیق کارثہ** اور اگر اس فقیر کے چند قسم کے بھائی مالدار ہوں تو اس کے نفقہ کا ششم حصہ مادری بھائی پر واجب ہے اور باقی سگے بھائی پر مانند ارث اس فقیر کے یعنی اگر فقیر بھائی مالدار ہوتا اور مرجاتا تو اس کا مادری بھائی ششم حصہ اس کے مال سے پاتا اور باقی مال کو سگا بھائی بسبب عصبہ ہونے کے لیتا اور سوتیلا بھائی محجوب ہوتا لہذا سوتیلے بھائی پر نفقہ بھی واجب نہیں اور سگے اور مادری بھائی پر بقدر ان کی ارث کے نفقہ واجب ہوا **وکذا لو کان معہن او معہم ابن معسر لانہ یجعل کالمیت لیصیر الارث** اور اسی طرح حکم سابق بحال رہے گا اگر متفرق بہنوں کے ساتھ یا متفرق بھائیوں کے ساتھ فقیر کا مفلس بیٹا ہو اس واسطے کہ وہ بسبب افلاس کے میت کے مانند قرار دیا جاوے گا تاکہ بہنیں یا بھائی اس کے وارث ٹھہریں اور بموجب ارث کے ان پر نفقہ اس کا واجب ہوا اور اگر اس کو زندہ قرار دیجیے تو بھائی اور بہنیں اس کے ہوتے وارث نہ ہوں گی پھر نفقہ اس فقیر کا کس پر واجب ہو **ولو کان مکان بنت فنفقۃ الاب علی الاشقاء فقط لارثہم معہا** اور اگر بجائے ولد کے بیٹی ہو فقیر کی تو اس کے باپ کا نفقہ سگے بھائی یا سگی بہنوں پر ہوگا فقط نہ کسی اور بھائی بہن پر اس واسطے کہ سگے بھائی بہن وارث ہوتے ہیں میت کے بیٹے کے ساتھ اس واسطے کہ مادری بہن بیٹی کے سبب سے محجوب ہے اور سوتیلی بہن سگی بہن کی جہت سے محجوب ہے اس واسطے کہ سگی بہن بیٹی کے ساتھ مل کر عصبہ ہو جاتی ہے تو وراثت بیٹی اور سگی بہن میں نصفا نصف ہے لیکن چونکہ بیٹی بسبب افلاس کے کالمیت ہے لہذا تمام نفقہ سگی بہن پر واجب ہوگا اور اگر فقیر کی بیٹی اور بھائی متفرق ہوں تو مادری بھائی بیٹی کی جہت سے محجوب ہے اور سوتیلا بھائی سگی بہن[1] کے سبب سے ساقط ہے لہذا تمام نفقہ سگے بھائی پر واجب ہوگا **وعند التعدد یعتبر المعسرون احیاء فیما یلزم الموسرین ثم یلزمہم الکل کذی ام واخوات متفرقات والام والشقیقۃ موسرتان فالنفقۃ علیہما ارباعا** اور جب چند اشخاص مالدار اور مفلس ہوں تو مفلسوں کو زندہ اعتبار کیا جاوے مالداروں کے لزوم میں یعنی مفلسوں کا زندہ اعتبار کرنے کا یہ فائدہ ہے تاکہ ظاہر ہو جاوے کہ ہر مالدار پر کس قدر نفقہ لازم ہے پھر بعد

[1] یہ سہو ہے مترجم اول کا سگی بہن کی جگہ سگے بھائی کہنا چاہیے تھا کیونکہ مسئلہ میں فرض کیا ہے کہ فقیر کے دختر اور متفرق بھائی میں علاوہ اس کے سوتیلا بھائی سگی بہن کے سبب سے ساقط بھی نہیں ہوتا بلکہ عصبہ ہوتا ہے ۱۲

Marfat.com

دریافت قدر لزوم کے نفقہ اس کا فقط مالداروں ہی پر لازم ہوگا تمام وکمال چنانچہ ایک فقیر عاجز کی ماں اور متفرق بہنیں ہیں اور حالانکہ ماں اور سگی بہن کو مقدور ہے اور سوتیلی اور مادری بہن دونوں مفلس ہیں تو نفقہ اس کا ماں اور سگی بہن پر لازم ہوگا چار حصہ ہو کر چہارم ماں پر اور تین ربع سگی بہن پر تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایک مرد ماں اور تین متفرق بہنیں چھوڑ کر مر گیا توارث اس کی یوں ہے کہ ماں کا چھٹا حصہ اور سگی بہن کا آدھا اور سوتیلی بہن کا ششم حصہ اور مادری بہن کا بھی ششم حصہ تو تقسیم اس کی چھ سہم سے ہے ایک سہم ماں کا اور تین سہم سگی بہن کے اور ایک ایک سہم سوتیلی اور مادری بہن کا لیکن چونکہ سوتیلی اور مادری بہنیں مفلس تھیں ان کو بعد دریافت کر لینے سہم وارثین کے میت قرار دیا تو ان کے دو سہم ساقط ہو گئے باقی رہے چار سہم لہذا یہ حکم ہوا کہ ماں پر ربع نفقہ واجب ہے اور سگی بہن پر تین ربع سو یہ مطلب ہے شارح کے اس قول کا کہ بعد دریافت کرنے مقدار سہم کے کل نفقہ مالداروں پر لازم ہوگا **والمعتبر فیہ** ای فی ارحام المحرم **اہلیۃ الارث لا حقیقۃ** اذ لا تحقق الا بعد الموت اور معتبر قرابت محرم میں ارث کی لیاقت ہے یعنی گاہے وارث ہوتا ہو محروم محض نہ ہو کہ حقیقت ارث معتبر ہے اس واسطے کہ حقیقت ارث ثابت نہیں ہوتی مگر بعد موت کے **فنفقۃ من لہ خال وابن عم علی الخال لا نہ محرم سو نفقہ** اس فقیر عاجز کا جس کا ایک ماموں ہے اور چچا کا بیٹا ماموں پر ہے اس واسطے کہ وہ محرم ہے بخلاف چچا کے بیٹے کے کہ ہر چند وارث بالفعل فقیر کا وہی ہے نہ ماموں لیکن مدار وجوب نفقہ کا محرم ہونے پر ہے نہ محض وراثت پر ولو استویا فی المحرمیۃ کعم وخال رجح الوارث للحال مالم یکن معسرا فیجعل کالمیت اور اگر دو شخص محرمیت میں برابر ہوں جیسے چچا اور ماموں تو ترجیح دی جاوے گی وارث فی الحال کو یعنی چچا کو تا وقتیکہ وارث فی الحال مفلس نہ ہو اگر وارث فی الحال مفلس ہوگا تو وہ میت کے شمار میں ہوگا تو اب نفقہ ماموں پر واجب ہوگا نہ مفلس چچا پر وفی القنیۃ یجبر الابعد اذا غاب الاقرب اور قنیہ میں ہے کہ محرم البعد پر جبر کیا جاوے نفقہ دینے میں جب کہ محرم اقرب حاضر نہ ہو صورت اس کی یہ ہے کہ ایک فقیر کا سگا بھائی ہے اور دوسرا سوتیلا اور سگا بھائی کہیں چلا گیا تو حاکم سوتیلے بھائی سے زبردستی نفقہ دلاوے گا پھر جب سگا بھائی آوے تو جس قدر دیا ہے اتنا اس سے بھر لے کذا فی حاشیۃ المدنی عن القنیۃ وفی السراج معسرا لہ زوجۃ ولزوجتہ اخ موسر اجبر اخوہا علی نفقتہا ویرجع بہ علی الزوج اذا ایسر انتہی اور سراج میں ہے کہ ایک مفلس کے زوجہ ہے اور اس زوجہ کا ایک بھائی ہے مالدار تو بجبر اس سے اس کی بہن کا نفقہ دلایا جاوے اور جب اس کا زوج مقدور والا ہو تو اس سے پھیر لے انتہی کلامہ وفیہ النفقۃ انما ہی علی من رحمہ کامل ولذا قال القہستانی قولہم وابن العم فیہ نظر لانہ لیس بمحرم والکلام فی ذی الرحم المحرم فافہم اور سراج میں یہ بھی ہے کہ وجوب نفقہ کا اسی پر منحصر ہے جس کی قرابت کامل ہے یعنی قرابت یا محرمیت اور اسی واسطے قہستانی نے کہا کہ فقہا کے اس قول میں کہ نفقہ ماموں پر ہے نہ چچا کے بیٹے پر اس میں اعتراض ہے اس واسطے کہ چچا کا بیٹا محرم نہیں اور یہاں گفتگو ہے قریب محرم کی ترجیح میں سو اس کو سمجھ لے یعنی جب چچا کا بیٹا محرم نہ ہو تو اس کو ماموں کے ساتھ ذکر کرنا مناسب نہیں **ولا نفقۃ بواجبۃ مع الاختلاف دینا الا للزوجۃ والاصول والفروع** علوا او سفلوا اور نفقہ واجب نہیں ساتھ اختلاف دین کے مگر زوجہ اور اصول اور فروع کا البتہ باوجود اختلاف دینی کے بھی واجب ہے عالی ہوں اصول چنانچہ باپ دادا پردادا یا سافل ہوں فروع چنانچہ بیٹا پوتا پروتا یعنی کافر کا نفقہ مسلم پر واجب نہیں اور نہ مسلم کا کافر پر اس واسطے کہ مدار وجوب نفقہ کا بموجب نص قرآنی کے وراثت پر ہے اور حالانکہ مسلم اور کافر میں وراثت نہیں بخلاف زوجہ اور اصول اور فروع کے کہ زوجہ میں وجوب نفقہ کی علت احتباس ہے اور اصول اور فروع میں وجوب نفقہ کی علت جزئیت ہے اور حالانکہ احتباس اور جزئیت میں بسبب اختلاف دین کے اختلاف نہیں ہوتا قہستانی وغیرہ نے کہا کہ جب اختلاف دین عدم وجوب نفقہ کی علت ٹھہری تو محرم سُنّی کا نفقہ شیعی مالدار پر اور شیعی کا سُنّی مالدار پر لازم ہوگا

ف شیعی تبرائی مرتد ہے ۱۲

Marfat.com

بشرطیکہ شیعہ ہو اور الرفضی شیعہ ہو یعنی اصحاب کبار علی الخصوص شیخین پر تبرا کرتا ہو تو وہ مرتد ہے اگر اس کا تبرا ثابت ہو تو حاکم اس کو قتل کرے کذا فی حاشیۃ المدنی **الذمیین لا الحربیین ولو مستامنین** ان اصول اور فروع کا نفقہ واجب ہے جو کافر ذمی ہیں نہ حربی اگرچہ حربی مستامن ہوں اور اصول اور فروع حربیوں کا نفقہ اس واسطے واجب نہیں کہ ان کے ساتھ احسان کرنا اہل اسلام کو جائز نہیں **لانقطاع الارث** اختلاف دین میں نفقہ واجب نہیں بسبب انقطاع ارث کے م یہ تعلیل ہے نفقہ و اختلاف دینی کی تو اس کا بلا فاصلہ ذکر کرنا میں مناسب تھا یعنی یوں کہنا تھا کہ لانفقۃ[1] مع الاختلاف دینا لانقطاع الارث کذا فی حاشیۃ الحلبی والمدنی **بیع الاب لانہ ولانہ التصرف لا الام** ولا بقیۃ اقاربہ ولا القاضی اجماعا **عرض ابنہ الکبیر الغائب لا الحاضر** بیچے باپ اپنے بالغ غائب ولد کا مال منقول نہ ولد حاضر کا اور ماں اور باقی اقارب اور قاضی اس کا مال نہ بیچیں باجماع امام اور صاحبین کے باپ کو بیچنا اس واسطے جائز ہوا کہ اس کو ولایت ہے تصرف کی نہ غیر کو **عقارہ فیبیع عقار صغیر ومجنون اتفاقا** نہ بیچے اس کے عقار کو یعنی مال غیر منقول کو جیسے زمین اور باغ سو جب فقط عقار بالغ کا بیچنا نہ جائز ہوا تو معلوم ہوا کہ صغیر اور مجنون ولد کے عقار کو بیچے بالاتفاق **للنفقۃ ولزوجتہ ولاطفالہ** کما فی النہر بحثا **بقدر حاجتہ** لافرقہا ولد غائب کے مال منقول کو باپ بیچے اپنے نفقہ کے واسطے اور ولد غائب کی زوجہ اور اس کے اطفال کے نفقہ کے واسطے کذا فی البحر بحثا اپنی بقدر حاجت بیچے نہ حاجت سے زیادہ م شیخ رحمتی نے کہا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ مرجع ضمیر کا باپ ہو تینوں لفظوں میں یعنی باپ اپنے نفقہ اور اپنی زوجہ اور اپنے اطفال کے نفقہ کے واسطے اس کے مال منقول کو بیچ لے اس واسطے کہ سابق مذکور ہو چکا ہے کہ محتاج باپ کی زوجہ اور اس کے اطفال کا نفقہ مالدار پر واجب ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **ولا فی دین لہ علیہ سواہا لمخالفۃ دین النفقۃ لسائر الدیون** اور نہ بیچے باپ اپنے ولد غائب کے مال کو اپنے دین میں جو اس پر ہے سوا نفقہ کے بسبب مخالف ہونے دین نفقہ کے مابقی دیون سے یعنی اور دیون میں بیچنا درست نہیں اس واسطے کہ یہ قضا علی الغائب ہے بخلاف دین نفقہ کے کہ وہ واجب ہو چکا ہے قبل قضا کے سو قاضی کا اب حکم دینا واسطے بیع کے اعانت ہے وجوب سابق کی نہ قضا علی الغائب کذا فی حاشیۃ الحلبی عن البحر **ضمن قضاء لا دیانۃ مر دوع الابن کمدیونہ لو انفق الودیعۃ علی ابویہ وزوجتہ واطفالہ بغیر امر مالک او قاض ان کان والا فلا ضمان استحسانا** تاوان دے گا قضاء نہ دیانۃ امانت دار ولد کا چنانچہ اس کا مدیون تاوان دے گا اگر ودیعت کو خرچ کرے گا ولد غائب کے ماں باپ اور زوجہ اور اطفال پر بدوں حکم مالک یا قاضی کے اگر قاضی وہاں ہو اور اگر قاضی وہاں نہ ہوگا اور امانت دار غائب کے عیال پر امانت کو صرف کرے گا تو اس پر تاوان نہیں بدلیل استحسان کے وجہ استحسان کی یہ ہے کہ اس نے اہل استحقاق کو دیا تو وہ مصلح ٹھہرا نہ مفسد کما لا رجوع چنانچہ امانت دار کو پھیر لینا جائز نہیں بعد تاوان دینے کے اس واسطے کہ بعد تاوان دینے کے امانت دار مالک ہوا نفقہ مدفوعہ کا تو اب وہ محسن ٹھہرا اپنا مال مملوک دے کر کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر وکما لو انحصر ارثہ فی المدفوع الیہ لانہ وصل الیہ عین حقہ اور اسی طرح پھیر لینا جائز نہیں امانت دار کو اگر منحصر ہو وراثت غائب کی اسی شخص میں جس کو اس نے نفقہ دیا اس واسطے کہ اس کو بعینہ اس کا حق پہنچ گیا مثلاً زید نے کچھ امانت رکھی خالد کے پاس پھر زید سفر کو گیا اور مر گیا اور خالد نے وہ امانت زید کے ولد پر صرف کی اور حالانکہ سوا اس ولد کے زید کا کوئی وارث نہیں تو اب خالد اس امانت کو ولد سے نہیں پھیر سکتا **والا بوان لو انفقا ما عندہما للغائب من مالہ علی انفسہما وہو من جنسہ** ای جنس النفقۃ **لا یضمنان** لوجوب نفقۃ الولاد والزوجۃ قبل القضاء حتی لو ظفر بجنس حقہ فلہ اخذہ **ولذا فرقت فی مال الغائب بخلاف بقیۃ الاقارب** اور ماں باپ اگر خرچ کریں غائب ولد کے اس مال کو جو اس کے پاس ہے اپنے اوپر اور حالانکہ

[1] یعنے اختلاف دین کے ساتھ نفقہ نہیں بسبب نہ ہونے ارث کے ۱۲

Marfat.com

وہ مال از قسم نفقہ ہے یعنی اناج اور کپڑا ہے تو وہ تاوان نہ دیں گے بسبب واجب ہونے نفقہ اصول اور فروع اور نفقہ زوجہ کے قبل حکم کرنے قاضی کے یہاں تک کہ اگر باپ یا ولد صغیر یا زوجہ غائب کا مال کہیں پا جاوے اور وہ مال از جنس نفقہ بھی ہو تو اس کو لینا اس کا جائز ہے بلا حکم قاضی اور بدوں رضائے غائب کے ولہذا مال غائب میں ان کا نفقہ مفروض ہے بخلاف باقی اقارب محارم کے کہ ان کو غائب کے مال سے لینا جائز نہیں بدوں حکم قاضی کے یا بلا رضائے غائب کے ولو قال الابن انفقتہ وانت موسر وکذبہ الاب حکم الحال یوم الخصومۃ ولو برہنا فبینۃ الابن خلاصہ اور اگر ولد غائب سفر سے آیا بعد نفقہ لینے باپ کے اور اس نے باپ سے کہا کہ تو نے نفقہ لیا اور حالانکہ تو مقدور والا تھا اور باپ نے اس کی تکذیب کی تو باپ کا حال حکم کرے گا خصومت کے دن یعنی اگر نزاع اور خصومت کے دن اس کا باپ مقدور والا ہوگا تو قول ولد کا مقبول ہوگا اور اگر اس دن وہ محتاج ہوگا تو باپ کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونوں اپنے دعوی کے گواہ گذاریں تو ولد کے گواہ مقبول ہوں گے کذا فی الخلاصۃ اس واسطے کہ گواہ اثبات کے مقدم ہیں نہ نفی کے **قضی بنفقۃ غیر الزوجۃ** زاد الزیلعی والصغیر **ومضت مدۃ شہر** ای شہر فاکثر **سقطت** لحصول الاستغناء فی ما مضی دار القضاء سے حکم ہوگیا زوجہ کے سوا اور اقارب کے نفقہ کا اور گذر گئی ایک مہینہ یا زیادہ مدت بلا نفقہ تو گذشتہ مدت کا نفقہ ساقط ہوگیا بسبب حاصل ہونے استغنا کے زمان گذشتہ میں یعنی اقارب کا نفقہ واجب ہے واسطے دفع حاجت کے سو جب مدت گذر گئی تو حاجت بھی نہ رہی اور زیلعی نے زوجہ کے ساتھ صغیر کو بھی زیادہ کیا ہے م زیلعی نے حاوی سے نقل کیا کہ نفقہ صغیر کا دین ہوتا ہے قاضی کے حکم سے نہ غیر صغیر کا انتہی اور صاحب بحر اور نہر نے بھی اس کو مسلم رکھا ہے شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ یہ غفلت ہے ان علما کی کہ مقید کو مطلق بیان کرتے ہیں اس واسطے کہ ذخیرہ میں حاوی سے بالتصریح ثابت ہے کہ قضائے قاضی سے نفقہ ولد صغیر کا اس شرط سے دین ہوتا ہے جب قاضی صغیر کی ماں کو نفقہ کے واسطے قرض لینے کا حکم کرے اور بدوں اس شرط کے محض حکم قاضی سے نفقہ صغیر کا ہرگز دین نہیں ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی ملخصا واما ما دون الشہر ونفقۃ زوجۃ والصغیر فتصیر دینا بالقضاء اور مہینے سے کم مدت کا نفقہ محارم کا اور زوجہ اور صغیر کا نفقہ دین ہو جاتا ہے قاضی کے حکم سے م مہینے کی مدت طویل ٹھہری اور اس سے کم مدت قصیر ہوئی اس واسطے کہ قاضی ہر مہینے میں نفقہ کا حکم دیتا ہے تو باعتبار عادت قضات کے طول اور قصر مذکور ہوا باقی گفتگو نفقہ صغیر کی قول سابق میں مذکور ہو چکی اور وہی حق ہے واللہ اعلم **الا ان یستدین غیر الزوجۃ بامر قاض فلو لم یستدن بالفعل فلا رجوع** نفقہ اقارب کا مدت گذرنے سے ساقط ہے مگر یہ کہ زوجہ کے سوا کوئی محرم قرض لے بحکم قاضی تو دین ہو جاوے گا سو اگر بعد حکم قاضی کے محرم نے قرض بالفعل نہ لیا مثلا غیر کے صدقات سے اپنی گذران کی تو اس کو رجوع کرنے کا اختیار نہ ہوگا بسبب عدم حاجت اور حصول کفایت کے بل فی الذخیرۃ لو اکل اطفالہ من مسالۃ الناس فلا رجوع لامہم بلکہ ذخیرہ میں ہے کہ اگر غائب کے اطفال نے لوگوں سے سوال کر کے کھایا بعد حکم استدانت کے تو ان کی ماں کو پھیر لینا نفقہ کا ان کے باپ سے جائز نہیں اس واسطے کہ حاجت دفع ہوگئی ولو اعطوا شیا واستدانت شیئا و انفقتہ من مالہا رجعت بما زادت خانیہ اور اگر اطفال کو کچھ نفقہ بطریق سوال ملا اور کچھ اس کی ماں نے لیا قرض بحکم قاضی یا اپنے مال سے ان پر خرچ کیا تو ان کے باپ سے پھیر لے جس قدر زیادہ ہو نفقہ سوال سے کذا فی الخانیہ **وینفق منہا** عزاہ فی البحر للمبسوط لکن نظر فیہ فی النہر بانہ لا اثر لانفاقہ بما استدانہ حتی لو استدان وانفق من غیرہ ووفی مما استدانہ لم یسقط ایضا انتہی نفقہ محارم کا اس وقت دین ہوتا ہے جب قاضی قرض لینے کا حکم کرے اور محرم اسی مال مقروض سے صرف کرے بحر الرائق اس شرط انفاق کو مبسوط کی طرف نسبت کیا ہے لیکن نہر الفائق میں اس شرط میں گفتگو کی ہے کہ مال مقروض سے صرف کرنے کا کچھ اثر نہیں یہاں تک کہ اگر محرم قرض لے اور غیر قرض سے صرف کرے اور اس کو قرض سے ادا کرے تو بھی نفقہ ساقط نہ ہوگا انتہی کلامہ م شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ غیر قرض دو حال سے خالی نہیں کہ وہ محرم کا مال ہے یا کسی اجنبی کا اگر اسی کا مملوک ہے تو نفقہ ساقط ہوا

Marfat.com

بسبب دفع حاجت کے اور اگر غیر کا مال ہے تو اسی کا نام قرض ہے تو قرض سے صرف کرنا اس پر صادق آیا تو معلوم ہوا کہ اعتراض صاحب نہر کا محض بیجا ہے لذا فی حاشیۃ المدنی **فلو مات الاب او من علیہ النفقۃ بعد ما ای الاستدانۃ المذکورۃ فھی ای النفقۃ دین ثابت فی ترکہ فی الصحیح** بحر ثم نقل عن البزازیۃ تصحیح مایخالفہ ونقلہ المصنف عن الخلاصۃ قائلا ولو لم ترجع حتی مات لم تاخذ من ترکتہ ھو الصحیح انتھی ملخصا فلیتامل سو اگر باپ مرجاوے یا وہ شخص مرے جس پر نفقہ دینا واجب ہے بعد استدانت مذکورہ کے تو وہ نفقہ دین ثابت ہوگا میت کے مال میں بقول صحیح کذا فی البحر عن الذخیرۃ پھر صاحب بحر نے اس کے مخالف بزازیہ سے تصحیح نقل کی یعنی نفقہ مذکورہ مال میت سے نہ لیا جاوے گا بقول صحیح اور مصنف نے منح الغفار میں خلاصہ سے نقل کیا یوں بیان کرکے کہ اگر ماں نے صغیر کا نفقہ بحکم قاضی قرض لیا اور اس کو اس کے باپ سے نہ پھیر لیا یہاں تک کہ اس کا باپ مرگیا تو باپ کے مال ترکہ سے نہ لے سکے گی یہی قول صحیح ہے انتھی قول المصنف ملخصا تو اس مقام میں تامل کرنا چاہیے علامہ حلبی نے کہا کہ یہ امر تامل کرنے کا مفتی کے واسطے ہے یعنی جب دو قولوں میں تصحیح مختلف ہوئی تو مفتی غور اور تامل کرے جس میں آسانی خلق پر ہو اس قول کو اختیار کرے چنانچہ شارح نے خطبۂ کتاب میں اس قاعدہ کی طرف اشارہ کیا ہے **وفی البدائع المتنع من نفقۃ القریب المحرم یضرب ولا یحبس لفواتہا بمضی الزمن فیستدرک بالضرب وقیدہ فی البحر بشہر بما فوق الشہر لعدم سقوط مادونہ کما مر** اور بدائع میں ہے کہ جو شخص اپنے قریب محرم کو نفقہ نہ دے تو اس پر مارپڑے گی اور قید نہ ہوگا بسبب ساقط ہوجانے نفقہ کے مدت گذر جانے سے تو اس کا تدارک مارنے سے ہے اور بحر الرائق میں بنا بر بحث کے نہ بنا بر روایت کے عدم حبس کو مقید کیا ہے بقید ما فوق الشہر اس واسطے کہ مہینے سے کمتر مدت کا نفقہ ساقط نہیں ہوتا چنانچہ اس کا بیان عنقریب ہوچکا **ثم عدم حبس** سے یہ مراد نہیں کہ حبس اس کا مطلقا جائز نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ مجرد حبس بلا ضرب کافی نہیں اس واسطے کہ فصل حبس میں اشباہ سے منقول ہوگا کہ محبوس کا مارنا جائز ہے اگر وہ اپنے قریب کو نفقہ نہ دیتا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی **ولا یصح الامر بالاستدانۃ لترجع علیہ لبلوغہ اور قاضی کا حکم صغیر کے واسطے** قرض لینے کا صحیح نہیں تاکہ ماں قرض لے کر اس کو کھلاوے اور بعد بالغ ہونے صغیر کے اس سے پھیر لے یعنی قاضی کو استدانت کا حکم دینا جائز نہیں مگر دو صورت میں ایک یہ کہ صغیر کا مال ہو مگر اس شہر میں نہ ہو دوسری صورت یہ ہے کہ جس پر نفقہ صغیر کا واجب ہے وہ زندہ ہو کذا فی منح الغفار **وتجب النفقۃ بانواعہا لمملوکہ منفعۃ وان لم یملکہ رقبۃ کموصی بخدمتہ** اور واجب ہے تینوں قسم کا نفقہ اپنے مملوک کا اگرچہ اس کی ذات کا مالک نہ ہو فقط منفعت کا مالک ہو چنانچہ کسی نے اپنے غلام کو دوسرے کی خدمت کے واسطے دیا ہو تو خدمت لینے والے پر اس کا کھانا کپڑا واجب ہے **م** لونڈی غلام کا کھانا اور کپڑا بمقدور حاجت بطور غالب عادت اس شہر کے واجب ہے یعنی اس شہر کی اکثر خلق جیسا کچھ کھاتے اور پہنتے ہوں ویسا ہی نفقہ دینا مالک پر واجب ہے اور تھوڑا کپڑا بقدر ستر عورت کے دینا اور اسی پر کفایت کرنا جائز نہیں اور اگر مالک عمدہ کھانا کھاتا ہو اور نفیس پوشاک پہنتا ہو تو اس پر واجب نہیں کہ غلام کو بھی ویسا ہی کھلاوے اور پہناوے بلکہ یہ مستحب ہے اور اگر مالک بسبب بخل یا زہد یا ریاضت کے اپنے طعام اور لباس میں بہ نسبت رواج شہر کے تنگی کرتا ہو تو غلام کے لیے غالب عادت شہر کی رعایت رکھنا چاہیے بنا بر قول اصح کے اور اگر مالک کے چند غلام ہوں تو ان کو کھانے کپڑے میں برابر رکھنا مستحب ہے اور اگر غلام یا لونڈی کھانا پکا کر لاوے تو انسانیت اور ایمان کے مناسب یہ ہے کہ اس کو ساتھ کھلاوے پھر اگر وہ بنا برادب کے نہ بیٹھے اور ساتھ نہ کھاوے تو مالک کو لائق ہے کہ اس طعام سے اس کو بھی کچھ کھانے کو دیوے اور پاس بٹھلانا غلام کا افضل ہے کہ دلیل ہے تواضع اور مکارم اخلاق کی کذا فی سراج الوہاج اور جو لونڈی کہ مالک تصرف میں ہو تو اس کی امتیاز چاہیے کھانے اور کپڑے میں بنا بر عرف کے کذا فی العالمگیریہ عن غایۃ السراجی اور صحیحین میں ابوذر غفاری سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ غلام تمہارے بھائی ہیں یعنی بنی آدم ہیں حق تعالیٰ نے ان کو تمہارا زیردست کیا ہے سو جس کے پاس اس کا بھائی زیردست ہو تو اس کو کھلاوے جس میں سے

Marfat.com

پ کھاتا ہے اور پہناوے جس میں سے آپ پہنتا ہے اور نہ ایسا تکلیف کا کام لو جو ان پر شاق اور سخت ہو اور اگر سخت کام لو تو آپ بھی ان کے مددگار ہو
عنی کام میں شریک ہو اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ غلام کا کھلانا اور پہنانا اپنے برابر واجب ہے بلکہ مستحب ہے اس واسطے کہ طحاوی نے ابوہریرہ سے روایت
ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ للمملوک طعامہ وکسوتہ یعنی غلام کا کھانا کپڑا واجب ہے اس میں یہ نہیں فرمایا کہ مالک پر اپنا سا
عام اور لباس لازم ہے بلکہ حدیث صحیحین کا یہ مطلب ہے کہ اپنے ماکول اور ملبوس کی جنس سے ان کو بھی دو مثلاً اگر مالک سوت کا کپڑا پہنتا ہو تو غلام
کو بھی سوتی پہناوے اگرچہ خود ململ اور تنزیب پہنے اور غلام کو گاڑھا یا گزی پہناوے اور صحابہ کبار سے ہرگز منقول نہیں کہ غلاموں کو اپنا سا پہناتے
ہوں مگر بعضے اصحاب البتہ بنظر استحباب برابر رکھتے تھے کذا فی فتح القدیر وحاشیۃ المدنی وفی القنیۃ نفقۃ المبیع علی البائع مادام فی یدہ ہو الصحیح
واستشکلہ فی البحر بانہ لا ملک للبائع رقبۃ ولا منفعۃ فینبغی ان تلزم المشتری اور قنیہ میں ہے کہ نفقہ غلام یا حیوان مبیع کا بائع پر ہے جب
تک کہ وہ اس کے ہاتھ میں ہے اور یہی قول صحیح ہے اور مشکل جانا ہے اس قول کو بحر الرائق میں اس دلیل سے کہ مبیع پر بائع کی کچھ ملکیت نہیں
نہ باعتبار ذات کے نہ باعتبار منفعت لینے کے تو لائق یہ ہے کہ مشتری پر نفقہ لازم ہو نہ بائع پر بعضے علما نے اس اشکال کا یوں جواب دیا ہے کہ
جب تک مبیع بائع کے پاس ہے تو اس کے ضمان میں ہے تو اس پر نفقہ بھی واجب ہے جیسے مغصوب کا نفقہ غاصب پر واجب ہے حالانکہ
غاصب اس کا مالک نہیں نہ ذات کا نہ منفعت کا کذا فی حاشیۃ المدنی **فان امتنع فہی فی کسبہ ان قدر بان کان صحیحا ولو غیر عارف بصناعۃ**
فیوجر نفسہ کمعین البناء بحر پھر اگر مولی غلام کو نفقہ نہ دے تو اس کا نفقہ اسکی کمائی میں ہے اگر وہ قادر ہو اسطرح پر کہ تندرست ہو اور اگرچہ کوئی صنعت اور پیشہ نہ جانتا ہو تو مزدوری کرے
جیسے معمار کا مددگار یعنی معمار کو اینٹ گارا دینا ہر تندرست سے ہو سکتا ہے کہ عاقل ہو یا احمق والا ککونہ زمنا او جاریۃ لا یوجر مثلہا امرہ القاضی بیعہ قالا یبیعہ القاضی ویبقیہ اور اگر غلام مزدوری نہ
کر سکتا ہو چنانچہ لولا ہو یا ایسی لونڈی ہو کہ مزدوری کر سکتی ہو لیکن خوبصورت ہو کہ اس کی مزدوری میں فساد کا احتمال ہو تو قاضی اسکے مالک پر بجبر حکم کرے اس کے بعد بیچ ڈالنے کا اور . . .

صاحبین نے کہا کہ قاضی خود اس کو بیچ ڈالے مالک سے کہنے کی کچھ حاجت نہیں اور اسی پر فتوی ہے **ان محلہ والا کمد برو ام ولد لزمہ**
بالاتفاق لا غیر غلام مذکور کو بیچے اگر وہ محل ہو بیع کا یعنی اگر اس کا بیچنا جائز ہے اور اگر اس کا بیچنا نہ جائز ہو جیسے مدبر اور ام ولد تو اس کے
مالک پر اس کا نفقہ قاضی لازم کر دے بحکومت اس کے سوا اور کچھ نہ کرے **عبد لا ینفق مولاہ اکل او اخذ من مال مولاہ قدر کفایتہ**
بلا رضاہ ان عاجزا عن الکسب جائز اولم یاذن لہ فیہ ایک غلام ہے کہ اس کا مالک اس کو نفقہ نہیں دیتا تو اس نے کھایا یا لیا اپنے مولی
کے مال سے اپنی بقدر حاجت کے بدوں اس کی رضامندی کے تو اگر غلام عاجز ہو کمائی سے یا قادر ہو کسب پر لیکن اس کا مالک کسب کی
اجازت نہ دیتا ہو تو اس کو کھانا اور لینا جائز ہے **والا لا** کما لو قدر علیہ مولاہ لا یاکل منہ بل یکتسب ان قدر بحتبی اور اگر غلام کسب پر
قادر ہو اور مالک کسب سے روکتا نہ ہو تو بدوں رضامندی مولی کے غلام کو اس کا مال کھانا اور لینا جائز نہیں چنانچہ اگر غلام پر تنگی کرتا
ہو مولی یعنی بقدر حاجت کھانا کپڑا نہ دیتا ہو تو اس کا مال بدوں اس کی رضامندی کے نہ کھائے بلکہ کمائی کرے اگر اس کو طاقت ہو کذا
فی المجتبی وفیہ تنازعا فی عبد او دابۃ فی ایدیہما یجبران علی نفقتہ اور مجتبی میں ہے کہ دو شخصوں نے جھگڑا کیا غلام یا جانور میں جو ان دونوں
کے قبضے میں ہے تو ان پر جبر کیا جاوے گا اس کے نفقہ میں یعنی دونوں سے زبردستی اس کا قوت دلایا جاوے گا تا وقتیکہ ایک کا دعوی
ثابت ہو **نفقۃ العبد المغصوب علی الغاصب الی ان یرد والی مالکہ** غلام مغصوب کا نفقہ غاصب پر واجب ہے یہاں تک
کہ اس کے مالک کے پاس اس کو پہنچا دے **فان طلب الغاصب من القاضی الامر بالنفقۃ او البیع لا یجیبہ** لانہ مضمون علیہ

لہ اگر نسخ میں جائز نہیں شاید مترجم اول کو جو نسخہ ملا ہو اس میں ہو وے اور نسق عبارت سے بھی یہ لفظ زائد معلوم ہوتا ہے ۱۲

Marfat.com

ولمن ان خاف القاضی علی العبد الضیاع باعہ القاضی لا الغاصب وامسک القاضی ثمنہ لمالکہ سو اگر طلب کرے غاصب قاضی سے اجازت نفقہ کی یعنی قرض لے کر نفقہ دیا جاوے اور غلام کی قیمت میں قرض مجرا ہو یا بیع کی اجازت ملے تو قاضی اس کو قبول کرے اس واسطے کہ غاصب پر تاوان بہرصورت ثابت ہے خواہ غلام زندہ رہے یا مرے لیکن اگر قاضی ڈرے غلام کی ہلاکی پر بسبب فاقہ کشی کے تو اس کو قاضی بیچ ڈالے نہ غاصب اور اس کی قیمت کو قاضی اس کے مالک کے واسطے رکھ چھوڑے جب آوے تب اس کو دے **طلب المودع او اخذ الابق او احد شریکی عبد غاب احدہما من القاضی الامر بالنفقۃ علی عبد الودیعۃ ونحوہا لا یجیبہ لئلا تاکلہ النفقۃ بل یوجرہ ویفق منہ او یبیعہ ویحفظ ثمنہ لمولاہ دفعا للضرر** طلب کیا امانت دار نے یا بھاگے غلام کے پکڑنے والے نے یا غلام کے ایک مالک نے دوسرے مالک کی غیبت میں طلب کیا قاضی سے قرض لینے کا امانت کے غلام کے نفقہ کے واسطے اور مانند اس کے یعنی غلام گریختہ یا مشترک کے نفقہ کے واسطے تو قاضی اس کو نہ قبول کرے یعنی اجازت قرض کی ان غلاموں کے نفقات کے واسطے نہ دے تاکہ نفقہ نہ اس کو کھا جاوے یعنی کثرت قرض سے غلام کی قیمت نہ اس میں مجرا ہو جاوے بلکہ قاضی اس غلام کو اجارہ دے اور اس کی مزدوری سے اس کو کھلا دے یا اس کو بیچ ڈالے اور اس کی قیمت کو اس کے مولی کے واسطے رکھ چھوڑے تاکہ مولی کا ضرر نہ ہو **ہم** اجارہ غلام گریختہ کا یہ تجویز ہے صاحب نہر کی نہ روایت مذہب کی تو شارح پر اس کا آگاہ کرنا ضرور تھا کذا فی حاشیۃ المدنی **والنفقۃ علی الاجیر والمشترک والمستعیر ولا کسوۃ فعلی المعیر وتسقط بالنفقۃ ولو زمنا ولا تلزم بیت المال** خلاصہ اور نفقہ غلام کا اجارہ دینے والے پر ہے نہ مستاجر پر اور گروکرنے والے پر ہے نہ مرتہن پر اور عاریت مانگنے والے پر ہے نہ عاریت دینے والے پر اور لباس تو رعایت دینے والا پر واجب ہے اور ساقط ہوتا ہے نفقہ غلام کا اس کے آزاد کر دینے سے اگرچہ غلام لولا ہو اور ایسے عاجز کا نفقہ مسلمین کے بیت المال میں لازم ہے کذا فی الخلاصۃ اور اسی طرح شیخ کبیر اور مرد بیمار کا نفقہ بیت المال میں ہے اگر اس کے پاس مال نہ ہو اور کوئی قرابت دار نہ ہو کذا فی العالمگیریۃ **عن المضمرات دابۃ مشترکۃ بین اثنین امتنع احدہما من الانفاق اجبرہ القاضی لئلا یتضرر شریکہ** جوہرۃ جانور چارپایہ مشترک ہے دو مالکوں میں ایک مالک اس پر کچھ صرف نہیں کرتا تو قاضی اس پر زبردستی کرے اور اس سے بھی صرف کرا دے تاکہ اس کے شریک پر ضرر نہ پہنچے کذا فی الجوہرۃ **وفیہا ویؤمر اما بالبیع واما بالانفاق علی بہائمہ دیانۃ لا قضاء علی ظاہر المذہب للنہی عن تعذیب الحیوان واضاعۃ المال** اور جوہرہ میں ہے کہ جانوروں کے مالک سے کہا جاوے دیانۃ یا ان کو بیچ ڈالے یا اپنے چوپایوں کو چارہ پانی دے یہ امر دیانۃ کیا جاوے یعنی اگر کوئی فتوی پوچھے تو فتوی دے بطریق بالمعروف اور نہی عن المنکر کے نہ قضاء یعنی بحکومت جبر نہ کرے بنا بر ظاہر مذہب کے بدایہ میں کہا کہ عدم جبر اصح ہے انفاق کا امر اس واسطے کہ حدیث میں نہی وارد ہے جاندار کی تکلیف رسانی سے اور مال کے ضائع کرنے سے اور حیوان کے نفقہ نہ دینے میں دونوں ممنوع کام مجتمع ہیں تعذیب بھی اور اضاعت بھی وعن الثانی یجبر ورجحہ الطحاوی والکمال وبہ قالت الائمۃ الثلثۃ. اور ابو یوسف سے منقول ہے کہ جانور کے مالک پر جبر کیا جاوے انفاق پر اور اسی قول کو ترجیح دی ہے طحاوی اور کمال الدین نے فتح القدیر میں کہ اگرچہ یہاں کوئی مدعی نہیں لیکن مالک کے ترک واجب میں تامل نہیں تو قاضی ترک واجب ہی پر جبر کرے اور یہی قول ہے اماموں کا یعنی مالک اور شافعی اور احمد کا اور یہی حق ہے کذا فی فتح القدیر **ولا یجبر فی غیر الحیوان وان کرہ تضییع المال مالم یکن لہ شریک کما مر** اور نہ جبر کیا جاوے سوائے جاندار کے اور مال پر صرف کرنے کا چنانچہ کھیت اور زمین اور باغ کی مرمت میں اگرچہ مکروہ ہے مال کا ضائع کرنا جب تک کہ اس کا دوسرا شریک نہ ہو اور . . . . . اور اگر اس کا دوسرا شریک ہوگا تو بنظر ضرر شریک کے غیر حیوان میں بھی جبر ہوگا چنانچہ مضرت شریک کا مسئلہ مذکور ہو چکا **وفی الجوہرۃ فان کان العبد مشترکا فامتنع احدہما انفق الثانی ورجع علیہ ونقل المصنف تبعا للبحر عن الخلاصۃ انفق الشریک علی العبد فی غیبۃ شریکہ بلا اذن**

Marfat.com

الشریک او القاضی فھو متطوع وکذا النخیل والزرع والودیعۃ واللقطۃ والدار المشترکۃ اذا استرمت شارح کہتا ہے اور جوہرہ میں ہے کہ اگر غلام مشترک ہو دو شخصوں میں اور ایک شریک اس کو نفقہ نہ دیتا ہو تو دوسرا شریک اس کو نفقہ دے اور اپنے شریک سے بقدر اس کے حصے کے پھیر لے برابر ہے کہ اس کو قاضی نے صرف کرنے کا حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو اور مصنف نے منح الغفار میں باتباع بحر الرائق کے حلیہ سے نقل کیا ہے کہ ایک شریک نے عبد مشترک پر صرف کیا دوسرے شریک کی غیبت میں بلا اجازت شریک اور بدوں حکم قاضی کے تو اس نے احسان کیا یعنی شریک غائب سے بقدر اس کے حصے کے پھیر نہیں سکتا اور یہی حکم ہے نخلستان اور کھیت اور ودیعۃ اور لقطہ اور مشترک گھر کا جب کہ وہ مرمت طلب ہو تو ان چیزوں میں صرف کرنے والا بدوں حکم قاضی کے اپنے مصارف کو ان کے مالک یا شریک سے نہیں پھیر سکتا ھ حلبی نے کہا کہ جوہرہ اور خلاصہ کی روایت میں یہ فرق ہے کہ جوہرہ کی روایت میں شریک وہاں حاضر ہے اور غلام مشترک پر صرف نہیں کرتا ہے بسبب شرارت اور سرکشی کے لہذا اس سے پھیر لینا درست ہے بخلاف خلاصہ کی روایت کے کہ وہاں شریک حاضر نہیں غائب ہے لہذا اس کی سرکشی ثابت نہیں تو پھیر لینا بھی لازم نہیں تو معلوم ہوا کہ دونوں روایتوں میں تناقض نہیں واللہ اعلم جوہرہ میں ہے کہ اگر جانور کو چارہ کم ملتا ہو تو اس کا دودھ نہایت نچوڑ کر دوہنا مکروہ ہے اور اگر اور اگر دودھ کی کثرت ہو نہ دوھنا بھی مکروہ ہے کہ تکلیف کا سبب ہے اور اگر جانور کا بچہ ہو تو جو اس کے پینے سے زیادہ بچے تو اس کو دوہے جب تک کہ بچہ چارہ نہ کھاتا ہو اور مستحب ہے کہ دوھنے والا ناخن بڑے نہ رکھے تاکہ جانور کو تکلیف نہ ہو اور اگر سواری اور لادنے کا جانور ہو تو طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ نہ لادے اور زیادہ منزل نہ کرے کذا فی العالمگیریہ

Marfat.com

کتاب العتق

یہ کتاب ہے آزادی کے احکام میں کتاب الطلاق کے بعد کتاب العتق کو اس واسطے مذکور کیا کہ دونوں مشترک ہیں رفع قید میں یعنی طلاق عبارت ہے رفع قید نکاح سے اور عتق عبارت ہے رفع قید مملوکیت سے اہل تاریخ نے ذکر کیا ہے کہ سید الابرار رسول مختار صلی اللہ علیہ وسلم نے ترسٹھ غلام آزاد کئے اور حجۃ الوداع میں ترسٹھ اونٹ دست مبارک سے نحر کئے اور ترسٹھ ہی برس اس عالم میں رہے اور صدیق اکبر بھی اتنا ہی جیے اور اتنے ہی غلام آزاد کئے اور عبدالرحمن بن عوف نے تیس ہزار غلام آزاد کئے کذا فی حاشیۃ المدنی منیرات الاسقاطات باسماء اختصاراً فاسقاط الحق عن القصاص عفو فیما فی الذمۃ ابراء وعن البضع طلاق وعن الرق عتق حقوق کے اسقاط شرع میں بچند اسما ممتاز اور جدا جدا کئے گئے ہیں بنا بر اختصار کے تاکہ بولنے میں زیادتی کلمات کی حاجت نہ پڑے تو حق قصاص کے اسقاط کا نام عفو ہے اور اسقاط دین کا نام ابراء ہے اور اسقاط حق وطی کا نام طلاق ہے اور اسقاط ملک رقبہ کا نام عتق ہے مناسب یوں تھا کہ شارح یوں کہتا کہ عن الرق عتاق اس واسطے کہ عتق لازم ہے اور اعتاق متعدی تو عتق سقوط حق ملک ہے اور اعتاق اسقاط حق ہے وعنون بہ لا بالاعتاق لیعم نحو استیلاد وملک قریب اور مصنف نے اس کتاب کا عنوان بلفظ عتق کیا نہ بلفظ اعتاق یعنی کتاب العتق کہا نہ کتاب اعتاق تاکہ لفظ عتق کا مانند احکام استیلاد اور ملک قریب کو بھی شامل رہے اس واسطے کہ استیلاد اور ملک قریب عتق ہے نہ اعتاق کیوں کہ اعتاق عبارت ہے ایقاع عتق سے اور استیلاد اور ملک قریب میں وقوع عتق ہے نہ ایقاع عتق اور یہ تصریح شارح کی مخالف ہے قول سابق کے کہ وہاں اسقاط ملک مولی کو عتق بولا ہے اور اسقاط مولی کا فعل ہے اور اسی کا نام اعتاق ہے اور کنز اور ملتقی الابحر میں کتاب الاعتاق کو تعبیر کیا ہے نظر بغالب احکام ہو لغۃ الخروج عن المملوکیۃ من باب ضرب ومصدرہ عتق وعتاق عتق لغت عرب میں مملوکیت سے نکلنے کو کہتے ہیں کذا فی المغرب عتق بالکسر اور عتاق بالفتح اور اسی طرح عتاقہ باب ضرب یضرب کے مصادر ہیں ہر چند لغت عرب میں عتق بمعنی کرم اور جمال اور سبقت اور قدم اور قوت کے بھی آیا ہے لیکن چونکہ معنی لغوی اور شرعی میں مناسبت ضرور ہے لہذا شارح نے یہاں فقط حریت یعنی خروج عن المملوکیت کو اختیار کیا کہ معنی شرعی سے اس کو نہایت مناسبت ہے بلکہ درحقیقت اتحاد ہے بخلاف اور معانی کے کہ ان میں ایسی مناسبت صریح نہیں اور جب کہ غلام آزاد ہوا تو اس کو عتیق اور معتق اور محرر بولتے ہیں وشرعاً عبارۃ عن اسقاط المولی حقہ عن مملوکہ لوجہ مخصوص یصیر المملوک بہ ای بالاسقاط من الاحرار اور اصطلاح شرع میں عتق عبارت ہے اسقاط حق ملکیت سے یعنی مولی اپنے حق کو اپنے مملوک سے ایسی مخصوص وجہ سے ساقط کر دے کہ اس کا مملوک اس اسقاط کے سبب سے احرار میں داخل ہو یعنی آزاد ہو جاوے غلام نہ باقی رہے تو تدبیر قبل موت مولی کے اور کتابت قبل ادائے بدل کتابت کے عتق کی تعریف سے نکل گئی مولی کے حقوق جیسے بیع کرنا اور مکاتب کرنا اور مدبر کرنا اور مملوکہ کی وطی اور غیر سے نکاح کر دینا اور خدمت لینا عتق سے یہ سب ساقط ہو جاتے ہیں اور وجہ مخصوص سے مراد صریحاً لفظ عتق کا کہنا یا کنایۃً بہ نیت عتق یا مملوک کو اپنا قریب بتانا یا حریت کا اقرار کرنا یعنی اگر غیر کے غلام کو کوئی آزاد کہے پھر اس کا مالک ہو تو وہ آزاد ہوگا چنانچہ مزید تصریح ان وجوہ کی مسائل سے معلوم ہوگی ورکنہ اللفظ الدال علیہ او ما یقوم مقامہ کملک قریب ودخول حربی اشتری مسلماً دار الحرب اور رکن عتق کا وہ لفظ ہے جو ارادے پر دلالت کرے یا وہ فعل جو قائم مقام ہو اس کے جیسے قریب کا مالک ہونا اور داخل ہونا حربی کا دار الاسلام میں بامان پھر غلام مسلمان خرید کر کے دار الحرب میں لے جانا تو بمجرد داخل ہونے دار الحرب کے غلام مسلمان آزاد ہو جاوے گا بدون آزاد کرنے کے نزدیک امام کے اور اسی طرح اگر حربی غلام مسلمان ہو کر دار الاسلام میں آوے گا تو آزاد ہو جاوے گا اور اگر حربی غلام دار الحرب میں مسلمان

Marfat.com

ہوگا تو باتفاق امام اور صاحبین کے آزاد نہ ہوگا کذا فی حاشیہ المدنی عن النہر وصفت واجب لکفارۃ ومباح بلا نیۃ لا نہ لیس بعبادۃ حتی صح من الکافر
ومندوب لوجہ اللہ تعالیٰ لحدیث عتق الاعضاء اور وصف عتق کا یہ ہے کہ وہ واجب ہے اور مباح اور مستحب اور مکروہ اور حرام عتق واجب
تو وہ ہے جو کفارۂ قتل اور ظہار اور افطار اور قسم میں آزاد کرے اور عتق مباح وہ جو بلا نیت ہو عتق میں نیت شرط نہیں اس واسطے کہ وہ
عبادت نہیں یہاں تک کہ کافر کا آزاد کرنا بھی صحیح ہے اور حالانکہ کافر لائق عبادت کے نہیں ہاں اگر مسلمان واسطے رضائے حق تعالیٰ کے آزاد
کرے گا تو اس وقت عتق البتہ عبادت ہو جاوے گا اور عتق مستحب وہ ہے جو حق تعالیٰ کی خوشنودی کے واسطے ہو بموجب اس حدیث کے جس
میں عتق اعضاء کا ذکر ہے ہم صحاح ستہ میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان کو آزاد کرے گا تو حق تعالیٰ
اس کے ہر عضو کے عوض میں آزاد کرنے والے کا ہر عضو دوزخ سے آزاد کرے گا کذا فی حاشیہ المدنی دہل یحصل ذلک بتدبیر وشراء قریب الظاہر
نعم اور کیا یہ ثواب یعنی عتق اعضاء مدبر کرنے میں اور اپنے قریب کے مول لینے میں حاصل ہوگا یا نہیں ظاہر جواب یہ ہے کہ ہاں ان میں بھی ایسا ہی
ثواب متوقع ہے اس واسطے کہ مدبر کرنا بھی عبارت ہے اعتاق سے اگرچہ بعد موت مالک کے ہے اور شراء قریب میں دوہرا ثواب ہے
ایک اعتاق کا اور دوسرا صلۂ رحمی کا ومکروہٌ لفلان اور عتق مکروہ وہ ہے جو کسی آدمی کی خاطر سے ہو مکروہ اس واسطے ہوا کہ ایسا عمدہ کام
بے فائدہ ہو گیا اور بحر الرائق میں بروایت محیط اس کو مباح میں شمار کیا ہے تو ظاہرا کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہوگی کذا فی حاشیہ المدنی
وحرامٌ بل کفرٌ للشیطان اور عتق حرام وہ ہے جو شیطان کے واسطے ہو یہ تو کفر ہے یعنی اگر عتق سے تعظیم شیطان مقصود نہ ہو تو حرام ہے اور اگر تعظیم
منظور ہو تو صاف کفر ہے بہر صورت شیطانی کام ہے اور اسی طرح بت کے واسطے آزاد کرنا اور اگر ظن غالب ہو کہ غلام دار الحرب میں چلا جاوے گا
یا چوری یا قطاع الطریق کرے گا تو اس کا بھی آزاد کرنا حرام ہے کذا فی حاشیہ المدنی ویصح من حُرٍّ مکلفٍ ولو سکران او مکرہًا او مخطئًا او مریضًا
او لا یعلم بانہ مملوکہ کقول الغاصب للمالک او البائع للمشتری اعتق عبدی ہذا واشار الی المبیع عتق صحیح ہے آزاد کرنا حر مکلف سے یعنی عاقل بالغ سے
اگرچہ وہ مست ہو یا زبردستی کسی نے آزاد کروایا ہو اس سے یا کہ مولی چوک گیا ہو اس طرح پر کہ مثلاً اس کے غلام کا نام صالح تھا سو اس نے چاہا
کہ یوں پکارے کہ یا صالح سو اس کے منہ سے نکل گیا یا حر یعنی او آزاد یا اگرچہ مولی بیمار ہو بمرض الموت یا وہ نہ جانتا ہو کہ یہ میرا غلام ہے چنانچہ
غاصب نے مالک سے یا بائع نے مشتری سے کہا کہ اس میرے غلام کو آزاد کر دے اور اشارہ کیا مبیع کی طرف مشتری نے اور مغصوب کی طرف
غاصب نے تو وہ آزاد ہو جاوے گا یعنی غاصب نے غلام مغصوب کی طرف اشارہ کر کے مالک سے کہا کہ اس میرے غلام کو آزاد کر سو مالک نے
نادانستہ اس کو آزاد کر دیا تو وہ غلام مالک کا آزاد ہو جاوے گا اور اسی طرح اگر مشتری نے غلام مبیع کی طرف اشارہ کر کے بائع سے کہا کہ اس
میرے غلام کو آزاد کر اور حالانکہ مشتری کو یہ معلوم نہیں کہ یہ میرا غلام ہے سو بائع نے اس کو آزاد کر دیا تو وہ غلام آزاد ہوگا مشتری کی جانب
سے اور مشتری اس کا قابض ٹھہرے گا اور قیمت دینا اس کو لازم ہوگا کذا فی النہر عن الکشف الکبیر مستی اور اکراہ اور خطا اور نادانستگی مانع
عتق کی نہیں اس واسطے کہ احادیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ ہزل سے بھی عتق صحیح ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ قصد اور دانستگی اس میں ضرور نہیں
چنانچہ اس کی تصریح کتاب النکاح اور کتاب الطلاق میں مذکور ہو چکی لا من صبی ومدہوش ومعتوہ ومبرسم ومغمی علیہ ومجنونٍ ونائم کما لا یصح طلاقہم
صحیح نہیں آزاد کرنا صغیر کا اور شخص متحیر کا اور مختلط الکلام فاسد التدبیر کا اور جس کی عقل بجا نہ رہی ہو برسام کے مرض سے اور بے ہوش کا اور
مجنون کا اور سونے والے کا جیسے کہ ان کی طلاق صحیح نہیں ولو اسندہ لحالۃ مما ذکر او قال وانا حربی دار الحرب وقد علم ذلک فی القول لہ
اور اگر مالک نے عتق کو منسوب کیا حالات مذکورہ کی طرف یعنی یوں کہا میں نے غلام کو بچپن یا جنون یا بے ہوشی میں آزاد کیا تھا یا یوں کہا کہ

Marfat.com

جب میں نے آزاد کیا تھا تو میں حربی تھا دارالحرب میں اور یہ حال لوگوں کو معلوم بھی ہو تو مالک ہی کا قول معتبر ہوگا یعنی غلام نہ آزاد ہوگا بسبب عدم اہلیت عتق کے فی ملکہ ولو رقبۃ کمکاتب وخرج عتق الحمل اذا ولدتہ لستۃ اشہر اواکثر ولو لاقل صح یعنی ہے عتق حربی مکلف کا اپنی ملک میں اگرچہ ذات کی ملکیت ہو نہ تصرف کی جیسے مکاتب اور قید ملکیت سے نکل گیا عتق حمل جب کہ لونڈی پورے چھ مہینے یا زیادہ میں جنی اور اگر چھ مہینے سے کمتر میں جنی تو عتق صحیح ہے یعنی اگر مالک نے اپنی لونڈی سے کہا کہ میں نے تیرے حمل کو آزاد کیا تو اگر بعد اس قول کے چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی تو لڑکا آزاد ہوگا اسواسطے کہ وقت قول مولی کے بالیقین لڑکا پیٹ میں موجود تھا تو مملوک بھی تھا اس واسطے کہ اقل مدت حمل چھ مہینے ہیں اور اگر پورے چھ مہینے یا زیادہ میں پیدا ہوگا تو قول مولی کے وقت حمل کا ہونا مشکوک ہے ہو یا نہ ہو تو شک سے ملکیت ثابت ہوگی تو آزاد بھی نہ ہوگا اس واسطے کہ بدون ملک کے عتق صحیح نہیں ولو باضافتہ الیہ کان ملکتک او الی سببہ کان اشتریتک فانت حر عتق مالک کا صحیح ہے اگرچہ باضافت الی الملک ہو چنانچہ زید نے عمرو کے غلام سے کہا کہ اگر میں تیرا مالک ہوں تو تو آزاد ہے پھر اس کو خرید کیا تو وہ آزاد ہو جائے گا یا مسبب مالک کی طرف اضافت کی چنانچہ یوں کہا کہ عمرو کے غلام سے کہ اگر میں تجھ کو خرید کروں تو تو آزاد ہے تو بعد خرید کے وہ آزاد ہوگا خلاصہ یہ کہ عتق صحیح نہیں مگر ملک سے یا تعلیق بملک سے یا تعلیق مسبب ملک سے بخلاف ان مات مورثی فانت حر لاصح لان الموت لیس سببا للملک بخلاف اس قول کے کہ وارث نے مورث کے غلام سے کہا کہ اگر میرا مورث مرجائے گا تو تو آزاد ہے تو یہ عتق صحیح نہیں ہوگا اس واسطے کہ موت مورث ملک کا سبب نہیں اس واسطے کہ جائز ہے کہ موت مورث کی وارث کے قتل کرنے سے ہو اور حالانکہ قتل مورث سے وارث کو وراثت نہیں پہونچتی یا احتمال ہے کہ مورث کی موت کے وقت وارث مرتد ہو جاوے یا کہ وہ غلام مورث کے قبل از موت اس کی ملک سے نکل جاوے ہاں اگر یوں کہے کہ اگر میں تجھ کو ارث میں پاؤں تو تو آزاد ہے تو عتق صحیح ہوگا اس واسطے کہ ارث ملک کا سبب ہے ومن لطائف التعلیق قولہ لامتہ ان مات ابی فانت حرۃ فباعہا بابیہا ثم نکحہا فقال ان مات ابی فانت طالق ثنتین فمات الاب لم تطلق ولم تعتق ظہیریہ وکانہ لان الملک ثبت مقارنا لہما بالموت فتامل اور تعلیق کے عمدہ مسائل سے مولی کا یہ قول ہے اپنی لونڈی سے کہ اگر میرا باپ مرے تو تو آزاد ہے پھر اس لونڈی کو اپنے باپ کے ہاتھ بیچ ڈالا پھر اس سے نکاح کیا پھر یوں تعلیق کی کہ اگر میرا باپ مرے تو تجھ کو دو بار طلاق ہے پھر اس کا باپ مرگیا تو وہ لونڈی نہ مطلقہ ہوگی نہ آزاد کذا فی الظہیریہ اور شاید کہ طلاق اور عتق اس واسطے واقع نہ ہوں گے کہ ولد کی ملک ثابت ہوئی مقارن اور متصل طلاق اور عتاق کے باپ کی موت کے سبب سے یعنی باپ کے مرتے ہی ملک اور طلاق اور عتاق مفا پائی گئی اس واسطے کہ وارث نہیں ہوتا مگر بعد موت مورث کے اور طلاق اور عتاق بسبب تعلیق بالموت کے وارد ہوئی تو جب تینوں دفعۃ پائے گئے تو ملک کا مقدم ہونا طلاق اور اعتاق کی شرطوں پر نہ ثابت ہوا تو بمجرد مالک ہونے کے نکاح لونڈی کا فسخ ہوگیا تو طلاق کے واسطے محل وقوع نہ باقی رہا اس واسطے کہ محل طلاق منکوحہ ہے نہ مملوکہ اور عتق نہیں ہوتا مگر بعد تقدم ملک کے حالانکہ یہاں ملک اور عتق میں تقدم نہیں بلکہ اقتران ہے اور چونکہ یہ تعلیل دقیق اور مشکل تھی لہذا شارح نے کہا کہ اس میں تامل اور غور کر لیصریحہ بلانیۃ عتق صحیح ہے صریح عتق سے بدون نیت کے الفاظ عتق دو قسم ہیں صریح اور کنایہ[1] صریح وہ ہے جو لغت اور شرع میں مستعمل نہ ہوتا ہو مگر عتق میں تو لفظ صریح کے بولنے سے بدون نیت کے بھی عتق واقع ہوتا ہے اس واسطے کہ نیت اس وقت مشروط ہے جب مراد متکلم میں اشتباہ ہو اور صریح میں تو اشتباہ نہیں لہذا نیت کی بھی حاجت نہیں کذا فی منح الغفار سوائر وصفہ بہ کانت حرۃ بر ابر ہے کہ عتق صریح کو بصیغۂ وصف لاوے یا بصیغہ خبر وصف سے وہ لفظ مراد ہے جو ذات اور مصدر پر دلالت کرے چنانچہ یوں کہے کہ تو حر ہے لفظ حر کا وصف ہے اس واسطے کہ حر اس ذات کو کہتے ہیں جس میں حریت پائی جاوے او عتقٌ یا یوں کہے غلام سے کہ تو عتق ہے یعنی معتق ہے ہر چند لفظ عتق کا مصدر ہے اس میں ذات

[1] کنایہ کی تعریف مترجم اول نے اس جگہ فروگذاشت کی کنایہ عتق ان الفاظ کو کہتے ہیں جو احتمال عتق اور غیر عتق کا رکھیں ۱۲

Marfat.com

کے معنی نہیں لیکن مصدر بمعنی وصف مستعمل ہے چنانچہ زیدٌ عدلٌ میں عدل بمعنی عادل مشہور ہے **او عتیق او معتق او محرر** یا یوں کہے غلام سے کہ تو عتیق یا معتق یا محرر ہے یعنی آزاد ہے **ولو ذکر الجز فقط کان کنایۃً** اور اگر ان الفاظ مذکورہ کو فقط خبر ڈالے بدون ذکر مبتدا کے تو کنایہ ہوں گے یعنی انت حرٌ نہ کہے بلکہ یوں کہے کہ حر یا عتیق یا معتق یا محرر تو اس وقت میں عتق صریح نہ ہوں گے بلکہ کنایہ ہوں گے یعنی بدون نیت کے عتق نہ ثابت ہوگا چنانچہ خانیہ میں ہے کہ اگر کسی نے کہا حر پھر کسی نے اس سے پوچھا کہ تو نے کس کو حر کہا سو اس نے جواب دیا کہ اپنے غلام کو کہا تو اب اس کا غلام آزاد ہوگا کذا فی منح الغفار **او اخبر نحو حررتک او اعتقتک او اعتقک اللہ فی الاصح ظہیریۃ** یا عتق صریح کو بصیغہ خبر لاوے اگرچہ جملہ خبریہ یہاں فی الحقیقت بمعنی انشا ہے چنانچہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ میں نے تجھ کو محرر کیا یا معتق کیا یا خدا نے تجھ کو آزاد کیا اعتقک اللہ تعالی قول اصح میں عتق صریح ہے نیت کا محتاج نہیں کذا فی الظہیریۃ اس واسطے کہ یہ لفظ عرف میں مستعمل نہیں مگر انشاء عتق میں جیسے مدیون سے ابراک اللہ[1] کہنا ابرا کے واسطے مستعمل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **او ہذا مولای او نادی مولای** او یا مولائی یا غلام کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ میرا مولی ہے یا غلام کو اس طرح پکارا کہ یا مولائے یا لونڈی کو یوں پکارا کہ یا مولائی م مولا کا لفظ مشترک ہے معانی کثیرہ میں چنانچہ ابن اثیر نے بیس معانی سے زیادہ شمار کیے ہیں ازاں جملہ ناصر اور ابن عم اور مالک اور آزاد لیکن جب غلام کو مولی کہا تو کوئی معنی مناسب نہیں ہوتے سوائے آزاد کے لہذا اس لفظ سے بلا نیت عتق ثابت ہوگا بنا بر قول اصح کے کذا فی المنح عن الولوالجیہ بخلاف انا عبدک فی الاصح بخلاف اس قول کے کہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ میں تیرا غلام ہوں اس قول سے عتق نہیں ہوتا قول اصح میں اس واسطے کہ یہ کلمہ تلطف اور مہربانی کا ہے نہ عتق کا **او یا حر او یا عتیق ولو قال اردت الکذب او حریتہ من العمل دین** یا غلام کو یوں پکارا کہ یا حر یا عتیق اور اگر مالک نے کہا میں نے اس قول سے کذب کا ارادہ کیا یا کام لینے سے آزاد کرنا مقصود تھا لہذا عتق نہ دیانۃً اس کی تصدیق ہوگی بسبب احتمال کے نہ قضاءً اس واسطے کہ ظاہر لفظ کے مخالف ہے **الا اذا اسماہ بہ واشہد وقت تسمیتہ خانیۃ فلا یعتق ما لم یرد الانشاء وکذا فی الطلاق** حر اور عتیق سے عتق ثابت ہوتا ہے مگر جب کہ مالک اپنے غلام کا حر یا عتق نام رکھے اور نام رکھنے کے وقت لوگوں کو اس کا شاہد بھی کر دے کذا فی الخانیۃ تو اب حر یا عتیق کہنے سے غلام آزاد نہ ہوگا جب تک کہ ایجاد عتق کا ارادہ نہ کرے گا اور اسی طرح طلاق کا بھی حکم یعنی اگر زوجہ کا طالق یا مطلقہ نام ہو اور لوگ اس کو جانتے ہوں تو طالق یا مطلقہ کہنے سے طلاق نہ واقع ہوگی جب تک کہ طلاق کا ارادہ نہ کرے گا **ثم بعد تسمیتہ بالحر اذا ناداہ بمرادفہ بالعجمیۃ** یا آزاد او عکس بان سماہ بآزاد ونداہ بالعربیۃ **بیا حر عتق** لعدم العلمیۃ[2] پھر غلام کو مسمی بہ حر کرنے کے بعد جب اس کو زبان عجمی میں بلفظ مترادف پکارے گا چنانچہ یا آزاد یا اس کے بالعکس کرے یعنی اس کا آزاد نام رکھے اور زبان عربی میں اس کو بلفظ عربی پکارے چنانچہ یا حر تو وہ غلام آزاد ہو جاوے گا بسبب عدم علمیت کے اس واسطے کہ پہلی صورت میں اس کا حر نام ہے نہ آزاد اور دوسری صورت میں اس کا آزاد نام ہے نہ حر وکذا اسک حر وجہک حر ونحو ہما مما یعبر بہ عن البدن کما مر فی الطلاق اور اسی طرح غلام آزاد ہوگا یوں کہنے سے کہ تیرا سر آزاد ہے یا تیرا چہرہ آزاد ہے اور ما نند ان اعضاء کے جن سے کل بدن کی تعبیر ہوتی ہے چنانچہ ذکر ان اعضاء کا کتاب الطلاق میں گذر گیا **ولو اضافہ بجزء شائع کثلثہ اعتق ذلک القدر لتجزیہ عند الامام کما سیجی** اور اگر عتق کو جز شائع کی طرف مضاف کیا مثلاً یوں کہا کہ ثلث آزاد ہے یا نصف آزاد ہے تو اسی قدر آزاد ہوگا جتنا مولی نے ذکر کیا یعنی اگر ثلث کہا تو ثلث آزاد ہوگا اور اگر نصف کہا تو نصف آزاد ہوگا نہ کل بدن بسبب قسمت پذیری عتق کے نزدیک امام اعظم کے چنانچہ اس کا ذکر آوے گا **ومن الصریح قولہ لعبدہ انت حرۃ لامتہ انت حر خانیۃ** اور عتق صریح کی قسم سے یوں کہنا ہے مولی کا اپنے

[1] یعنی خدا نے تجھ کو بری کیا ۱۲۔

Marfat.com

غلام سے کہ تو حرہ ہے یا اپنی لونڈی سے کہ تو حر ہے اس واسطے کہ فقہ کے نزدیک ایسے مقاموں میں اعراب اور تذکیر اور تانیث کا اعتبار نہیں ومنہ وبتتک او بعتک نفسک۔ یعتق مطلقا ولو زاد بکذا توقف علی القبول فتح اور عتق صریح سے ہے یوں کہنا مولی کا اپنے غلام سے کہ میں نے تیری ذات تجھ کو بخشی اور میں نے تیری ذات تیرے ہاتھ بیع کی تو اس قول سے غلام آزاد ہو جائے گا ہر طرح سے اس ہبہ اور بیع کو قبول کرے یا نہ کرے اگرچہ اُس نے عتق کی نیت نہ کی ہو اور اگر مولی نے یوں زیادہ کر کے کہا کہ میں نے تیری ذات تجھ کو بخشی دس درم کے عوض یا بیع کی پانچ درم کے عوض مثلاً تو غلام کا آزاد ہونا اس کے قبول کرنے پر موقوف ہوگا کذا فی فتح القدیر ہبہ اور بیع نفس کو فتح القدیر میں ملحق بصریح کہا ہے نہ صریح اور عالمگیری میں حاوی قدسی سے بھی یہی قول منقول ہے اور شارح نے اس کو صریحا صریح میں داخل کیا ہے اور محشی مدنی نے بحر الرائق سے نقل کیا ہے کہ مختار صاحب فتح القدیر کا یہ ہے کہ یہ صریح ہے لیکن مترجم نے جو فتح القدیر کو دیکھا تو یہ عبارت تھی ویلحق[1] یا صریح قولہ العبدہ وبتتک نفسک وبعتک نفسک الی آخرہ واللہ اعلم ومنہ المصدر نحو العتاق علیک وعتقک علی فیعتق بلا نیۃ ولو زاد واجب لم یعتق لجواز وجوبہ لکفارۃ ظہیریۃ اور عتق صریح سے ہے مصدر چنانچہ یوں کہنا کہ عتاق تجھ پر واقع ہے یا تیرا عتق مجھ پر ثابت ہے اور اگر واجب کا لفظ زیادہ کرے گا یعنی یوں کہے کہ تیرا عتق مجھ پر واجب ہے تو غلام نہ آزاد ہوگا اس احتمال سے کہ شاید مولی پر آزاد کرنا کفارہ کے واسطے واجب ہو کذا فی الظہیریۃ پھر جب احتمال کی گنجائش ہوئی تو صریح نہ باقی رہا وفی البدائع قیل لہ اعتقت عبدک فادمی براسہ ان نعم لم یعتق اور بدائع میں ہے مولی نے کسی سے کہا کہ تو نے اپنے غلام کو آزاد کیا سو اس نے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں اس طرح سے غلام آزاد نہ ہوگا اس واسطے کہ اس نے عتق کا لفظ نہیں کہا باوجود قدرت کے بخلاف گونگے کے کہ اُس کا اشارہ کافی ہے عتق میں ولو زاد من ہذا العمل عتق قضاء اور اگر انت حر کے بعد من ہذا العمل زیادہ کرے گا یعنی اگر یوں کہے گا کہ تو آزاد ہے اس کام سے تو غلام آزاد ہوگا قضاء نہ دیانۃ یہ عبارت شارح کی مسئلہ ایما راس سے متعلق نہیں کما ہو المتبادر بلکہ اس کلام کی طرف راجع ہے کذا فی حاشیۃ الحلبی والمدنی ناقلا عن البحر ولو قال یا سالم فاجابہ غانم فقال انت حر ولانیۃ لہ عتق المجیب ولو قال عتقت سالما عتقا قضاء اور اگر ایک مولی کے دو غلام ہوں سالم اور غانم سو مولی نے کہا کہ اے سالم تو جواب دیا غانم نے سو مولی نے کہا کہ تو آزاد ہے اور حالانکہ مولی کو قصد آزاد کرنے کا نہ تھا تو جواب دینے والا غلام یعنی غانم آزاد ہو جائے گا بسبب خطاب کے اور صریح محتاج نیت کا نہیں اور اگر مولی نے کہا کہ انت حر سے میں نے سالم کی آزادی کا ارادہ کیا تھا نہ غانم کا تو قضاء دونوں آزاد ہو جاویں گے لیکن دیانۃ وہی آزاد ہوگا جس کے عتق کا مولی نے ارادہ کیا وفی الجوہرۃ قال لمن لا یحسن العربیۃ قل لعبدک انت حر فقال لہ عتق قضاء اور جوہرہ میں ہے کہا ایک شخص نے اس سے جو عربی زبان خوب نہیں جانتا کہ تو اپنے غلام سے یوں کہہ کہ انت حر سو اس نے اپنے غلام سے یوں ہی کہا تو قضاء اس کا غلام آزاد ہوگا بسبب صریح خطاب کے لیکن دیانۃ نہ آزاد ہوگا بسبب عدم قصد کے ولو قال راسک راس حر بالاضافۃ لا یعتق اور اگر مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ تیرا سر مانند سر حر ہے۔ اگر اُس حر کو ترکیب اضافت کہا تو آزاد نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ تشبیہ ہے اور تشبیہ کا وجہ عام ہوتی ہے اور گاہ خاص تو عتق میں شق واقع ہوا لہذا بدون نیت کے آزاد نہ ہوگا وبالتنوین عتق لانہ وصف لا تشبیہ اور اگر راسک راس حر میں لفظ راس کو تنوین سے کہا تو غلام آزاد ہوگا اس واسطے کہ اس صورت میں حر صفت ہے راس کی نہ تشبیہ تو گویا یہ مطلب ہوا کہ تو حر ہے وبکنایۃ ان نوی للاحتمال کلا ملک لی علیک اولا سبیل اولا رق او خرجت من ملکی وخلیت سبیلک اور صحیح ہے عتق کنایات عتق سے اگر کنایات سے عتق کی نیت کرے گا اس واسطے کہ کنایات میں عتق اور غیر عتق دونوں کا احتمال ہے چنانچہ مولی نے غلام سے کہا کہ میری ملک تجھ پر نہیں یا میری کوئی سبیل نہیں تجھ پر یا میری ملکیت تجھ پر نہیں اور تو میری ملکیت سے نکل گیا اور تجھ کو میں نے

[1] یعنی خدا نے تجھ کو بری کیا ۱۲

Marfat.com

چھورام یہ اقوال کنایات ہیں کہ ان میں عتق اور غیر عتق دونوں محتمل ہیں اس واسطے کہ نفی ان اشیاء مذکورہ کی محتمل ہے کہ بسبب بیع یا کتابت کے ہو یا بسبب عتق کے ہو پھر جب ان اقوال میں مولی عتق کی نیت کرے گا تو احتمال مندفع ہو کر تعیین مقصود ہوگا کذا فی الدرر وکقولہ لامتہ قد اطلقتک وانت اعتق ولزوجتہ انت اطلق من فلانۃ وہی مطلقۃ تعتق وتطلق ان نوی کتجیہما اور چنانچہ مولی کا یہ قول اپنی لونڈی سے کہ میں نے تجھ کو مطلق العنان کیا اور تو زیادہ تر آزاد ہے فلانی سے اور حالانکہ فلانی آزاد ہو چکی ہے یا اپنی زوجہ سے زوج نے کہا کہ تو زیادہ تر مطلقہ ہے فلانی عورت سے اور حالانکہ وہ عورت مطلقہ ہے تو پہلی مثال میں لونڈی آزاد ہوگی اور دوسری مثال میں زوجہ اس کی مطلقہ ہوگی بشرطیکہ متکلم نیت عتاق اور طلاق کی کرے گا بیسے طلاق اور عتاق کی تہجی میں نیت شرط ہے چنانچہ غلام سے یوں کہے کہ انت ح ر یا زوجہ سے یوں کہے کہ انت طال ق نہر الفائق میں محیط سے ابو یوسف کا قول نقل کیا ہے اعتاق اور تطلیق کو اگر کوئی تہجی کرے اور عتق اور طلاق کی نیت کرے تو واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الخلاصۃ قال لعبدہ انت غیر مملوک لا یعتق بل یثبت لہ احکام الاحرار حتی یقر بانہ مملوکہ ویصدقہ فیملکہ وکذا لیس ہذا بعبدی لا یعتق وقاس علیہ فی البحر الملک لی علیک لکن نازعہ فی النہر اور خلاصہ میں ہے کہ کہا مولی نے اپنے غلام سے کہ تو مملوک نہیں تو وہ آزاد نہ ہوگا بلکہ ثابت ہوں گے اس غلام کو آزادوں کے احکام یعنی اب مولی اس کی مملوکیت کا دعوی نہ کر سکے گا بسبب تناقض کے اور اس سے خدمت نہ لے سکے گا اور اگر وہ مر جاوے تو مولی بطریق ولا اس کی وراثت نہ پاوے گا بحر الرائق میں کہا کہ اگرچہ وہ معتق نہیں لیکن بظاہر حر ہے تو احرار کے احکام اس پر جاری رہیں گے یہاں تک کہ اس کی عبدیت کا کوئی مدعی ہوا اور اپنے دعوی کو ثابت کرے تو اس کا مالک ہوگا یا خود غلام اپنے مولی کے قول مذکور کے بعد اقرار کرے کہ میں مملوک ہوں اس کا اور مولی بھی اس کی تصدیق کرے کہ ہاں سچ کہتا ہے تب اس کا مالک ہوگا اور اسی طرح غلام کو عتق ثابت نہ ہوگا لیکن حکم احرار کے ہوں گے اگر مولی نے کہا کہ یہ میرا غلام نہیں اور بحر الرائق میں خلاصہ کے قول پر لا ملک لی علیک کو قیاس کیا ہے بسبب اشتراک نفی ملک کے یعنی اگر کوئی غلام سے کہے گا کہ میری ملک تجھ پر نہیں تو وہ آزاد نہ ہوگا لیکن احکام احرار اس پر ثابت رہیں گے تا وقت کہ غلام خود مملوکیت کا اقرار کرے اور مولی بھی اس کی تصدیق کرے تب اس کا مالک ہوگا لیکن نہر الفائق میں صاحب بحر الرائق سے اس قیاس میں نزاع کیا ہے یعنی یوں کہا ہے کہ میرے نزدیک یہ قیاس صحیح نہیں اس واسطے کہ لا ملک لی علیک میں متکلم کی نفی ملکیت البتہ ثابت ہے غیر کی ملکیت کی نفی نہیں بخلاف مسئلہ خلاصہ کے یعنی انت غیر مملوک میں مطلقا نفی ہے طحطاوی محشی نے کہا کہ اتنا فرق کچھ مضر قیاس نہیں جب کوئی دوسرا مالک اس غلام کا نہ ہو تو مولی کی ملک نفی کرنے سے علی الاطلاق ثابت ہوگی تو دونوں قول برابر ہوں گے علی الخصوص قول ثانی خلاصہ کا یعنی لیس ہذا بعبدی ولا ملک لی علیک بلا تکلف یکساں ہیں تو معلوم ہوا کہ قیاس صاحب بحر کا حق ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ویصح ایضا بہذا ابنی او بنتی للاصغر سنا من المالک والاکبر وکذا ہذا ابی او جدی او ہذہ امی وان لم یصلحوا لذالک اولم تبو العتق لانہا صرائح لا کنایۃ ولذا جاء بالباء واخرہا بالتفصیلیا اور یہی صحیح ہے عتق مملوک یوں کہنے سے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور لونڈی کو یوں کہنے سے کہ یہ میری بیٹی ہے خواہ مملوک عمر میں چھوٹا ہو مالک سے یا بڑا اور اسی طرح سے یوں کہنا غلام کو کہ یہ میرا باپ ہے یا دادا یا لونڈی سے یہ کہنا کہ یہ میری ماں ہے اگرچہ لونڈی اور غلام بسبب عدم مناسبت کے بیٹا یا باپ ہونے کی یا بیٹی اور ماں ہونے کی صلاحیت اور لیاقت نہ رکھتے ہوں یا مالک نے اس قول سے عتق کا قصد نہ کیا ہو تو بھی آزاد ہو جاویں گے اس واسطے کہ یہ الفاظ صریح عتق ہیں نہ کنایہ کہ نیت کے محتاج ہوں ولہذا تن ان الفاظ پر باے جارہ لایا ہے تاکہ کنایات پر ان الفاظ کا عطف نہ ثابت ہو اور ان الفاظ کو صریح سے موخر لایا واسطے تفصیل احکام کے یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی جب یہ الفاظ صریح ٹھہرے تو کیا

Marfat.com

وجہ ہے کہ ان کو صریح کے ساتھ نہ مذکور کیا شارح نے جواب دیا کہ ان کے احکام میں تفصیل زیادہ تھی لہذا ان کو موخر لانا مناسب ہوا مملوک کو بیٹا کہنے سے عتق ثابت ہوتا ہے بطریق مجاز کے اس واسطے کہ فرزندی کو حریت لازم ہے اور ملزوم بولنا اور لازم کا ارادہ کرنا مجاز ہے اور اسی طرح باپ یا دادا یا ماں کہنے میں عتق بطریق مجاز ہے فان صلحوا وجہل نسبہم فی مولد ہم لیس للقائل ابٌ معروفٌ ثبت النسب ایضا مالم تقل انی من الزنا فیعتق فقط پھر اگر مملوک باعتبار عمر کے صلاحیت رکھتے ہوں مولی کا باپ یا بیٹا ہونے کی اور غلاموں کا نسب بھی ان کے وطن میں مجہول ہو اور جس مولی نے غلام کو اپنا باپ کہا ہے اس کا باپ معلوم اور مشہور نہیں کہ کون ہے تو عتق کے ساتھ نسب بھی ثابت ہوگا جب تک یوں نہ کہا ہو مولی نے کہ یہ میرا بیٹا زنا سے ہے اور اگر یوں کہے گا کہ یہ غلام میرا بیٹا ہے زنا سے تو نسب اس کا ثابت نہ ہوگا بلکہ فقط عتق غلام کا ثابت ہوگا تم تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ زید کی عمر چالیس برس کی ہے اور اس کا غلام بیس برس کا ہے مجہول النسب پھر زید نے غلام کو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو غلام آزاد بھی ہوگا اور زید کا بیٹا بھی ٹھہرے گا اور اگر غلام کا نسب معلوم ہوگا تو فقط عتق ثابت ہوگا نہ نسب اگر زید بیس برس کا ہو اور غلام چالیس برس کا تو اس وقت میں بیٹا کہنے سے نسب ثابت نہ ہوگا بسبب عدم صلاحیت کے فقط عتق ہی ثابت ہوگا نزدیک امام کے کذا فی العالمگیریہ عن قاضی خان اور اسی طرح کی تفصیل ہے غلام کو باپ کہنے میں یا لونڈی کو ماں کہنے میں لیکن ثبوت نسب میں اشتراط تصدیق مملوک مختلف فیہ ہے چنانچہ شارح اس کی طرف اشارہ کرتا ہے وہل یشترط التصدیق فیما سوی دعوۃ النبوۃ قولان اور کیا مشروط ہے ثبوت نسب میں تصدیق غلام کی سوا دعوی فرزندی کے اس میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ تصدیق غلام کی شرط نہیں اس واسطے کہ اقرار مالک کا اپنے مملوک پر صحیح ہے بلا تصدیق مملوک اور دوسرا قول یہ ہے کہ دعوی فرزندی کے سوا میں تصدیق مملوک کی شرط ہے اس واسطے کہ اس میں تحمیل ہے نسب کی غیر پر بخلاف فرزندی کے اس میں غیر کا تحمیل نسب ہے اپنی ذات پر کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر ولا تصیر امہ ولدا ولا تنہیں ہو جاتی ماں غلام کی ام ولد یعنی جس غلام کو مولی نے اپنا بیٹا کہا تو اس کی ماں مولی کی ام ولد نہ ہوگی ولو قال لعبدہ ہذہ بنتی اولا متہ ہذا ابنی افتقر للنیۃ اور اگر کہا اپنے غلام کو یہ میری بیٹی ہے اور اپنی لونڈی سے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو عتق میں احتیاج ہوگی نیت کی یعنی بدون نیت کے آزادی نہ ہوگی اس واسطے کہ اشارہ موافق مشار الیہ کے نہیں تذکیر اور تانیث میں کذا فی الہدایہ وفتح القدیر وفی ہذا خالی او عمی عتق واخی لا عالم یومن النسب اور مولی کے یوں کہنے میں کہ یہ میرا ماموں یا چچا ہے غلام آزاد ہوگا اور یوں کہنے میں کہ یہ میرا بھائی ہے آزاد نہ ہوگا جب تک اخوت نسبتی کی نیت نہ کرے اس واسطے کہ اخوت مشترک ہوتی ہے نسبتی اور دینی میں قال اللہ تعالیٰ[1] (انما المومنون اخوۃ) اور مشترک بدون نیت کے متعین نہیں ہو سکتا بخلاف عم اور خال کے لایعتق بیا ابنی ویا اخی ویا ابی غلام آزاد نہیں ہوتا یوں کہنے سے کہ اے میرے بیٹے اور اے میرے بھائی اور اے میری بہن اور اے میرے باپ اس واسطے کہ نداکرنے سے متوجہ کرنا منادی کا مقصود ہوتا ہے بلا قصد معنی کے بخلاف یا حر اس واسطے کہ یا حر صریح ہے اس میں معنی قصد کرنے کی حاجت نہیں کذا فی منح الغفار ولا سلطان لی علیک اور غلام سے یوں کہنے میں بھی عتق نہیں کہ میری قدرت نہیں تجھ پر اس واسطے کہ باوجود بقائے ملک کے بھی عدم قدرت اور عدم تصرف عبد میں متصور ہے چنانچہ غلام مکاتب میں ولا بالفاظ الطلاق صریحہ وکنایتہ بخلاف عکسہ کما مر اور عتق واقع نہیں ہوتا طلاق کے الفاظ سے نہ صریح طلاق سے نہ کنایہ طلاق سے اور طلاق واقع ہوتی ہے بلفظ عتق چنانچہ اس کی تصریح باب الطلاق میں مذکور ہو چکی تو اگر مولی اپنی لونڈی سے کہے کہ تجھ کو طلاق ہے یا تو مجھ پر حرام ہے تو آزاد نہ ہوگی وان نوی قید للاخیرۃ لتوقفہ فی النداء علی النیۃ کما نقلہ ابن الکمال وکذا فی السلطان کما رجحہ الکمال واقرہ فی البحر الفاظ طلاق سے عتق نہیں ہوتا اگرچہ مولی عتق کی نیت بھی کرے اس واسطے کہ نیت وہاں مفید ہوتی ہے جہاں لفظ میں مراد کا احتمال ہو بخلاف لفظ طلاق کے کہ اس میں معنی عتق کی صلاحیت نہیں شارح کہتا ہے باوجود نیت کے عتق نہ ہونا یہ عبارت اخیرہ

---

[1] سلمہ ایمان دار سب بھائی ہیں ۱۲

Marfat.com

کی قید ہے نہ منادی کی اور نفی سلطان کی بسبب موقوف ہونے عتق منادی مذکور کی نیت پر چنانچہ ابن کمال نے اس کو نقل کیا ہے کہ یا ابنی میں اگر عتق کرے گا تو غلام آزاد ہوگا اور اسی طرح لاسلطان لی علیک میں عتق کی نیت کرے گا تو آزاد ہوگا چنانچہ اسی قول کی ترجیح دی ہے کمال نے فتح القدیر میں اور مسلم رکھا ہے اس کو بحر الرائق میں م فتح القدیر میں کہا ہے کہ بعضے مشائخ کا یہ قول ہے کہ لاسلطان لی علیک میں نیت سے عتق ثابت ہوگا اور یہی مذہب ہے امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد کا اور اپنے قول کو دلیل مقتضی ہے وکذا انت مثل الحر یعتق بالنیۃ ذکرہ ابن الکمال وغیرہ اور اسی طرح یہ قول کہ تو حر کی مانند ہے غلام آزاد ہوگا عتق کی نیت سے چنانچہ اس کو ابن کمال وغیرہ نے مذکور کیا ہے اس واسطے کہ اس قول میں مماثلت اور تشبیہ ہے اور تشبیہ گاہے عام ہوتی ہے اور گاہے خاص لہذا بدون نیت عتق آزاد نہ ہوگا تو معلوم ہوا کہ یہ لفظ کنایات عتق سے ہے کذا فی حاشیہ المدنی عن الزیعی الا فی قولہ اطلقتک ولو بعد فتح امرک بیدک او اختیاری فانہ یعتق مع النیۃ فہو من کنایات العتق ایضاً ولا بدع بدائع ویتوقف علی القبول فی المجلس لفظ طلاق سے عتق نہیں ہوتا مگر مولی کے اس قول میں کہ میں نے تجھ کو مطلق العنان کیا اگرچہ یہ قول لونڈی سے نہیں بلکہ اپنے غلام سے کہا ہو کذا فی فتح القدیر اور مولی کے اس قول میں اپنی لونڈی سے کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے یا تو اختیار کر لے یعنی عتق کو تو ان تینوں قولوں میں مملوک آزاد ہوگا ساتھ نیت عتق کے تو اطلاق اور امر بالید اور اختیار کنایات عتق سے بھی ہیں چنانچہ یہی الفاظ کنایات طلاق بھی ہیں اور اس میں کچھ غرابت اور تعجب نہیں کہ ایک لفظ دو چیزوں کے کنایہ ہونے کی صلاحیت رکھے علی الخصوص کہ دونوں متقارب المعنی بھی ہوں کذا فی البدائع اور چونکہ امر بالید اور اختیار تفویض اعتاق کی کنایات سے ہے نہ ایقاع اعتاق کی کنایات سے ہے لہذا شارح نے کہا کہ امرک بیدک اور اختیاری میں موقوف ہوگا قبول فی المجلس پر یعنی اگر لونڈی نے اس مجلس میں عتق کو قبول کر لیا تو آزاد ہوگی اور بعد مجلس کے آزاد نہ ہوگی بخلاف اطلقتک کے کہ اس میں قبول کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ تفویض نہیں بلکہ ایقاع ہے وکذا اختر العتق او امر عتقک بیدک لم یحتج للنیۃ لانہ تملیک کا طلاق اور اسی طرح قبول فی المجلس پر عتق موقوف ہے مولی کے اس قول میں کہ آزادی اختیار کر یا امر آزادی کا تیرے ہاتھ میں ہے اگرچہ اس قول میں نیت مولی کی حاجت نہیں کہ صریح ہے نہ کنایہ لیکن قبول مملوک پر عتق موقوف ہے اس واسطے کہ یہ تملیک عتق ہے مانند طلاق کے اور تملیک بدون قبول کے تام نہیں ولا عتق بخوانت علی حرام وان نوی لکن یکفر بوطیہا اور عتق ثابت نہیں اس قول سے کہ تو مجھ پر حرام ہے اگرچہ مولی عتق کی نیت بھی کرے لیکن اگر بعد اس کلام کے لونڈی سے وطی کرے تو کفارہ دے یمین کا اس واسطے کہ تحریم حلال قسم ہے ویصح ایضاً بقولہ عبدی او حماری او جداری حر اور عتق صحیح ہے اس قول سے بھی کہ میرا غلام یا میرا گدھا آزاد ہے یا میری دیوار آزاد ہے چونکہ گدھا اور دیوار لائق حریت کے نہیں لہذا حریت غلام ہی کے واسطے مخصوص ہے کما لو جمع بین امرأتہ وبہیمۃ او حجر وقال احدکما طالق طلقت امرأتہ چنانچہ اگر زوج نے اپنی عورت اور جانور اور پتھر کو ملایا اور کہا دو میں سے ایک کو طلاق ہے یعنی زوجہ یا جانور کو تو اس کی زوجہ ہی مطلقہ ہوگی اس واسطے کہ جانور اور پتھر میں صلاحیت طلاق کی نہیں لا لو جمع بین امرأتہ وامتہ الحیۃ والمیتۃ جوہرہ[۲] : طلاق واقع ہوگی اگر ملا دے گا اپنی زوجہ اور اپنی لونڈی مردہ اور زندہ کو کذا فی الجوہرہ م بہتر یوں تھا کہ شارح موافق جوہرہ کے یوں کہتا کہ لا لو جمع بین امۃ الحیۃ والمیتۃ یعنی مولی کی ایک لونڈی زندہ ہے اور دوسری مردہ سو اس نے یوں کہا کہ ان دونوں میں سے ایک آزاد ہے تو زندہ آزاد نہ ہوگی اس واسطے کہ مردہ پر بھی اطلاق آزادی صحیح ہے اور جوہرہ میں مسئلہ طلاق کا مذکور نہیں شارح نے زیادہ کیا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ویصح ایضاً بملک ذی رحم محرم ای قریب حرم نکاحہ ابداً اور بھی صحیح ہے عتق قریب محرم کی ملک سے یعنی وہ قرابت والا جس سے نکاح کرنا دائمی حرام ہے تو اگر ایک شخص نے اپنے ماموں یا چچا کو خرید کیا تو بمجرد خرید کے آزاد ہو

[۱] میرا تجھ پر کچھ دباؤ نہیں ۱۲۔ [۲] ایک نسخہ میں جوہرہ کے بعد زیلعی ہے ۱۲

Marfat.com

جاوے گا خرید کرنے والا آزاد کرے یا نہ کرے اس واسطے کہ چچا بھتیجے یا ماموں بھانجے میں محرمیت ثابت ہے یعنی اگر ان دونوں مردوں میں کوئی عورت ہوتا تو آپس میں کا ہے نکاح کرنا حلال نہ ہوتا اور اگر بنی اعمام[1] اور بنی اخوال[2] کو خرید کرے گا تو آزاد نہ ہوں گے اس واسطے کہ اگرچہ قرابت دار ہیں لیکن محرم نہیں اور اگر رضاعی بھائی کو خرید کرے گا تو بھی آزاد نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ اگرچہ محرم ہے لیکن قریب نہیں نسائی نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مالک ہو قرابت والے محرم کا وہ اس پر آزاد ہوگا ہرچند نسائی نے اس حدیث کی حمزہ راوی کے سبب سے تضعیف کی ہے لیکن عبدالحق نے اس کو صحیح حدیث کہا ہے اور ابن قطان اور ابن معین نے حمزہ کی توثیق کی اور شاہد اس حدیث کا سنن اربعہ میں موجود ہے تو یہ حدیث حجت ہے شافعیہ پر کذا فی فتح القدیر یعنی امام شافعی کے نزدیک اصول فروع کی ملک سے البتہ عتق ہوتا ہے نہ جمیع محارم کی ملک سے ولو شقصا یعتق بقدرہ عندہ او حملا کشراء زوجۃ ابیہ الحامل منہ اگرچہ قریب محرم کا کل مالک نہ ہو بلکہ بعض مملوک ہو جیسے ثلث یا نصف تو اسی قدر آزاد ہوگا نزدیک امام اعظم کے یا حمل کا مالک ہو جیسے خرید کرنا اپنے باپ کی زوجہ کا جو حاملہ ہے اس کے باپ سے یعنی ایک شخص کے باپ نے غیر کی لونڈی سے نکاح کیا اور وہ حاملہ ہوئی پھر اس کے بیٹے نے اس حاملہ کو خرید کیا تو یہ لونڈی مملوکہ ہوگی لیکن قبل ولادت اس کا بیچنا جائز نہ ہوگا اور جب جنے گی تو ولد اس کا آزاد ہوگا اس واسطے کہ مالک کا بھائی ہے ولو المالک صبیا او مجنونا او کافرا فی دار نا حتی لو اعتق المسلم او الحربی عندہ فی دار الحرب لا یعتق بل بالتخلیۃ فلا ولاء خلافا للثانی محرم قریب کا عتق مالک ہونے سے صحیح ہے اگرچہ مالک صغیر ہو یا دیوانہ یا کافر جو دار الاسلام میں ہے اور اگر کافر حربی دار الحرب میں اپنے قریب محرم کا مالک ہو تو بمجرد ملک کے آزاد نہ ہوگا اس واسطے کہ احکام مسلمین کے وہاں جاری نہیں یہاں تک کہ اگر مسلمان یا حربی دار الحرب میں اپنے غلام کو آزاد کرے گا تو اس کے آزاد کرنے سے نہ آزاد ہوگا بلکہ تخلیہ سے یعنی بعد اعتاق باللفظ کے رفع تصرفات مالکانہ سے عتق ثابت ہوگا تو امام اعظم اور محمد کے نزدیک مالک کے واسطے حق ولا ثابت نہیں اس واسطے کہ آزادی اعتاق سے نہیں بلکہ مخلی بالطبع کر دینے سے ہے بخلاف ابو یوسف کے کہ نزدیک اُن کے ولا مولی کو ثابت ہے کیونکہ ان کے نزدیک اعتاق باللفظ دار الحرب میں صحیح ہے کذا فی حاشیہ المدنی عن زیلعی ولو عبدہ مسلما او ذمیا عتق بالاتفاق لعدم محلیتہ للاسترقاق زیلعی اور اگر مولی کا غلام دار الحرب میں مسلمان ہو یا ذمی تو فقط لفظ اعتاق سے بلا شرط تخلیہ آزاد ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے اس واسطے کہ مسلم اور ذمی محل ملکیت نہیں کذا فی الزیلعی ویصح ایضا تحریر لوجہ اللہ تعالی والشیطان والصنم وان اثم اور خدا کی رضامندی کے واسطے آزاد کرنا اور شیطان اور بت کے واسطے آزاد کرنے سے بھی عتق صحیح ہے اگرچہ شیطان اور بت کے واسطے آزاد کرنے سے وہ گناہ گار ہوگا صنم اس بت کو کہتے ہیں جو بصورت انسان ہو خواہ چاندی خواہ سونے خواہ لکڑی سے اور جو پتھر سے ہو اس کو وثن کہتے ہیں کذا فی غایۃ البیان وکفر بہ ای بالاعتاق للصنم المسلم عند قصد التعظیم لان تعظیم الصنم کفر وعبارۃ الجوہرۃ ولو قال للشیطان او للصنم کفر اور بت کے واسطے آزاد کرنے سے مسلمان کافر ہو جاوے گا نزدیک قصد کرنے تعظیم کے اس واسطے کہ تعظیم صنم کی کفر ہے اور جوہرہ میں یہ عبارت ہے کہ اگر یوں کہے گا کہ میں نے غلام کو شیطان یا صنم کے واسطے آزاد کیا تو کافر ہو جاوے گا ویصح ایضا یکرہ ولو غیر ملجی اور زبردستی آزاد کرانے سے بھی عتق صحیح ہوتا ہے اگرچہ جبر اور زیادتی دوسرے شخص نے اتنی نہ کی ہو جس میں جان یا عضو تلف ہونے کا خوف ہو ہرچند اکراہ میں رضائے مالک نہیں لیکن عتق رضا پر موقوف نہیں اس واسطے کہ ہزل سے بھی عتق صحیح ہوتا ہے اور حالانکہ ہزل میں رضا نہیں کذا فی فتح القدیر لیکن زبردستی کرنے والے پر قیمت غلام کی دینا واجب ہوگا کذا فی حاشیہ المدنی عن الحموی وسکر بسبب محظور یعجی ان کل مسکر حرام فلا یخرج الا شرب المضطر فانہ کالاغماء اور صحیح ہے عتق اس مستی اور نشے میں جو حاصل ہوئی ہو

[1] چچا کی اولاد ۱۲ [2] ماموں کی اولاد ۱۲

Marfat.com

بسبب استعمال کرنے حرام چیز کے مصنف کا مطلب یہ ہے کہ اشیائے مباحہ کی مستی سے عتق نہ ہوگا جیسے مضطر کا شرب خمر اور مثلث کا استعمال لقصد قوت اور نقیع زبیب بلا طبخ کا اور ادویہ اور اغذیہ جو انگور سے نہ ہوں کذا فی المنح شارح کہتا ہے باب الاشربہ میں امام محمد کا قول مفتی بہ مذکور ہوگا کہ جو مسکر ہے سو حرام ہے اور مسکر کا قلیل اور کثیر سب حرام ہے تو اشیائے مذکورہ میں سے کوئی چیز مسکر محرم سے خالی نہیں یعنی سب پر مسکر محرم صادق ہے سوائے شرب مضطر کے یعنی جس کے حلق میں لقمہ اٹک گیا نیچے نہیں اترتا اور پانی وہاں نہیں تو اس وقت لقمہ اتارنے کے واسطے شراب پی لینا حرام نہیں تو اگر اس کے بعد نشہ ہوگا تو مانند بے ہوشی کے اس مستی سے بھی عتق صحیح نہ ہوگا محشی مدنی نے کہا کہ ادویہ اور اشیاء مباحہ کے سکر کا بھی یہی حال ہے جیسے کہ شہد سے بعضے صفراوی مزاجوں کو نشہ ہو جاتا ہے تو اس مستی سے بھی عتق صحیح نہ ہوگا ویصح ایضا مع ہزل ہو عدم قصدہ حقیقۃ ولا مجازا اور عتق صحیح ہے ہزل یعنی بے ہودگی کے ساتھ بھی ہزل عبارت ہے عدم قصد حقیقت اور مجاز سے یعنی جس کلام کے معنی حقیقی اور مجازی متکلم کو کچھ مقصود نہ ہوں وہ ہزل چنانچہ خوش طبعی میں حقیقت اور مجاز کلام کا اکثر مراد نہیں ہوتا وان علق العتق بشرط کدخول دار صح وعتق اذا دخل اور اگر معلق کیا مولی نے عتق کو کسی شرط پر جیسے دخول دار پر تو یہ تعلیق صحیح ہے اور غلام آزاد ہوگا جب گھر میں داخل ہوگا اور مولی کو اختیار ہے کہ قبل دخول دار اس کو بیچ ڈالے اور بعد بیع کے اگر غلام گھر میں داخل ہوا پھر اس کو مالک اول نے خرید کیا اور دوسرے بار گھر میں غلام داخل ہوا تو اب آزاد نہ ہوگا کذا فی حاشیہ المدنی والتعلیق بامر کائن تبخیز فلو قال لعبدہ وہو فی ملکہ ان ملکتک فانت حر عتق للحال بخلاف قولہ لمکاتبہ ان انت عبدی فانت حر لانعتق لقصور الاضافۃ ظہیریہ اور معلق کرنا عتق کا اس امر پر جو حاصل اور موجود ہو تبخیز ہے نہ تعلیق یعنی فی الحال عتق واقع ہوگا تو اگر مولی نے اپنے اس غلام سے کہا جو اس کی ملکیت میں ہے کہ اگر میں تیرا مالک ہوں تو تو آزاد ہے تو وہ غلام فی الحال آزاد ہو جاوے گا بخلاف یوں کہنے مولی کے اپنے مکاتب سے کہ اگر تو میرا غلام ہے تو تو آزاد ہے تو مکاتب نہ آزاد ہوگا بسبب ناقص ہونے اضافت عبدیت کے کذا فی الظہیریہ پورا غلام وہ جو بدون مرضی مولی کے کوئی تصرف نہ کر سکے اور غلام مکاتب اپنے تصرفات میں مختار ہے تو پورا غلام نہ ہوا تو شرط عتق نہ پائی گئی لہذا آزاد نہ ہوگا وفیہا تصح حر التعلیق اور ظہیریہ میں ہے کہ یوں کہنا مولی کا غلام سے کہ تو صبح کرے گا آزاد ہو کر تعلیق ہے اعتاق کی صبح کے وقت پر گویا یوں کہا کہ جب تو صبح کے وقت میں داخل ہوگا تو آزاد ہوگا وتقوم حرا وتعقد حرا تبخیز اور یوں کہنا غلام سے کہ تو کھڑا ہوتا ہے آزاد ہو کر اور بیٹھتا ہے آزاد ہو کر یہ فی الحال اعتاق ہے اس واسطے کہ مقصود اس کلام کا یہ ہے کہ تو ہر حال میں آزاد ہے قال ان سقیت حماری فذہب بہ للماء ولم یشرب عتق لان المراد عرض الماء علیہ کہا مولی نے اپنے غلام سے کہ اگر تو میرے گدھے کو پانی پلا دے تو تو آزاد ہے سو غلام اس کو پانی پلانے کو لے گیا اور اس نے پانی نہ پیا تو غلام آزاد ہو جاوے گا اس واسطے کہ مراد اس کلام کا یہ ہے کہ گدھے کے سامنے پانی ہو جاوے تاکہ اگر وہ پیاسا ہو تو پی لے اور یہ مراد نہیں کہ پیاس ہو یا نہ ہو پانی پلانا اس کو لازم ہے قال عبدی الذی ہو قدم الصحبۃ حر عتق من صحبہ سنۃ ہو المختار مولی نے کہا جو میرا غلام قدیم الصحبت ہے تو وہ غلام آزاد ہوگا جو اس کے ساتھ سال بھر رہا اور یہی قول مختار ہے ولو قال انت عتیق ونوی فی الملک دین اور اگر مولی نے کہا اپنے غلام سے کہ تو عتیق ہے اور لفظ عتیق سے یہ نیت کی کہ قدیمی مملوک ہے تو دیانۃً البتہ اس کی تصدیق ہو جائے گی اس واسطے کہ عتیق لغت میں بمعنی قدیم بھی ہے لیکن قاضی نہ تصدیق کرے گا اس واسطے کہ صریح عتق ہے محتاج نیت کا نہیں ولو زاد فی السن لا یعتق اور اگر یوں زیادہ کر کے کہا کہ انت عتیق فی السن یعنی تو عمر میں بڑا ہے تو آزاد نہ ہوگا غلام قضاءً نہ دیانۃً اس واسطے کہ بقرینہ عمر عتق سے کچھ علاقہ نہ رہا وعتق

Marfat.com

بما انت الا حر اور آزاد ہوگا اس قول سے کہ تو نہیں مگر حر ہے اس واسطے استثنا نفی سے کرنا اثبات علی وجہ التاکید ہے چنانچہ کلمۂ توحید میں لا بما انت الا مثل الحمار ان نوی اس قول سے کہ تو نہیں مگر مثل حر کے آزاد نہ ہوگا اگرچہ عتق کی نیت بھی کرے کذا فی المحیط ولا بکل مالی حر اور یوں کہنے سے آزاد نہ ہوگا کہ میرا سب مال حر ہے اس واسطے کہ حر سے مراد یہاں صاف اور خالص ہے تو مطلب یہ ہوا کہ میرا تمام مال صاف اور خالص ہے غیر کی شرکت سے کذا فی الدنی عن البحر ولا بکل عبد فی الارض وکل عبید الدنیا او اہل بلخ حر عند الثانی وبہ یفتی اور متکلم کا غلام اس قول سے آزاد نہیں ہوتا کہ ان میں سب غلام آزاد ہیں یا دنیا کے تمام غلام آزاد ہیں یا بلخ کے رہنے والے آزاد ہیں اور حالانکہ متکلم کا غلام بھی بلخ میں داخل ہے ابو یوسف کے نزدیک اقوال ثلثہ سے عتق ثابت نہیں اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی العالمگیریۃ عن قاضی خاں بخلاف اہل ہذہ السکۃ او الدار بخلاف اس قول کے کہ اس کوچہ کے رہنے والے آزاد ہیں یا اس گھر کے رہنے والے آزاد ہیں کذا فی البحر الرائق ظاہر کلام شارح کا اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان دونوں قولوں میں ابو یوسف کے نزدیک عتق ثابت ہے بحر الرائق میں حالانکہ برخلاف واقع کے ہے اس واسطے کہ بحر الرائق میں بروایت ظہیریہ فقط مسئلہ عبید دار کا یوں مذکور ہے کہ اس میں باتفاق عتق ثابت ہے اور مسئلہ سکہ اس میں مذکور نہیں لیکن صاحب بحر نے اشباہ میں کہا کہ اگر یوں کہے گا کہ سب غلام اس سکہ کے آزاد ہیں اور حالانکہ اس کا غلام بھی اہل سکہ میں داخل ہے تو ابو یوسف کے نزدیک آزاد نہ ہوگا اور محمد کے نزدیک آزاد ہوگا کذا فی حاشیۃ الدنی اور فتاوی عالمگیری میں فتاوی قاضی خاں سے یہی منقول ہے کہ ابی یوسف کے نزدیک اہل سکہ میں عتق نہیں اور اہل دار میں بالاتفاق عتق ہے تو معلوم ہوا کہ یہاں یا تحریف کاتب ہے یا سہو شارح واللہ اعلم حرر حاملا عتقا اصالۃ وقصدا اذا ولدتہ لبعد عتقہا لاقل من نصف حول مولی نے آزاد کیا حاملہ لونڈی اپنی کو تو لونڈی اور اس کا ولد دونوں بالاصالت اور بالقصد آزاد ہوں گے جب کہ بعد عتق اپنے کے اس کو کمتر چھ مہینوں سے جنے گی ماں کا بالاصالۃ آزاد ہونا تو صریح ہے اور بچہ اس راہ سے بالقصد اور بالاصالت آزاد ہوا کہ وہ جز تھا اس وقت اپنی ماں کا اور اعتاق کل بعینہ اعتاق جز ہے اس واسطے کہ جب اقل مدت حمل میں جنی بعد اعتاق کے تو بالیقین معلوم ہو گیا کہ ولد قبل اعتاق کے اس کے پیٹ میں موجود تھا ولولا کثر عتق بتعاد ثمرتہ الجزاء ولاءہ اور اگر بعد عتق کے پورے چھ مہینے یا زیادہ مدت میں جنی تو اس کا ولد بالاصالۃ نہ آزاد ہوگا اس واسطے کہ وقت اعتاق متیقن الوجود نہیں بلکہ تبعاً آزاد ہوگا یعنی ماں کے آزاد ہونے سے وہ بھی آزاد ہوگا اگر کوئی کہے کہ جب ولد دونوں صورتوں میں آزاد ہوا تو بالاصالۃ اور بالتبع کے فرق نکالنے سے کیا فائدہ اور کون ثمرہ ہے شارح نے اس کا جواب دیا کہ ثمرہ اس فرق کا ولاء ولد کے انجراء میں کھینچنا ہے اگر ولد بالاصالۃ آزاد ہوا تو ولد کا حق ولا یعنی وراثت اس کے ماں کی اس کے ماں کے مالکوں کو ملے گی اس کے باپ کے مالکوں کی طرف انتقال نہ کرے گی اور اگر ولد بالتبع آزاد ہوا تو اس کے ماں کی وراثت اس کے باپ کے مالکوں کی طرف انتقال کر جاوے گی اور انتقال ولا کی یہ صورت ہے کہ زید کے غلام نے باجازت زید کے خالد کی آزاد لونڈی سے نکاح کیا اور اس سے لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکا اپنی ماں کی تبعیت سے آزاد ہوگا اور ولد کی وراثت اس کی ماں کے مالکوں کو جنھوں نے اس کو آزاد کیا تھا پہونچے گی پھر جب زید اپنے اس غلام کو آزاد کرے گا تو یہ غلام اپنے آزاد ہونے سے اپنے ولد کی ولا کو اپنی طرف کھینچ کر اپنے مولی کو پہونچا دے گا پھر اگر اپنے مولی کی زندگی میں غلام آزاد مرے گا اور اس کے بعد اس کا ولد مرے گا تو ولد کے مال کا اس کا مولی یعنی زید وارث ہوگا کذا فی حاشیۃ الدنی وحسن الچلپی علی شرح الوقایہ ولو حررہ ولو بلفظ علقتہ ومضغۃ او ان حملت بولد فہو حر

Marfat.com

عتق فقط ولم یجز بیع الام وجاز ہبتہا اور اگر مولی نے اپنے لونڈی کے حمل کو آزاد کیا اگرچہ حمل کو بلفظ علقہ اور مضغہ آزاد کیا یعنی یوں کہا کہ جو خون بستہ یا گوشت کا لوتھڑا تیرے پیٹ میں ہے سو آزاد ہے یا یوں کہا کہ اگر تیرے پیٹ میں بچہ ہو تو وہ آزاد ہے تو یوں کہنے سے فقط بچہ آزاد ہوگا نہ اس کی ماں اور بیع ماں کی جائز نہیں جب تک کہ وہ حاملہ رہے گی اور ہبہ اس کا جائز ہے اس واسطے کہ بیع میں استثنا کر لینا حمل کا جائز نہیں اور ہبہ میں جائز ہے لہذا بیع صحیح نہ ہوئی اور ہبہ صحیح ہوا لیکن اگر لونڈی کو بیع کرے گا تو بطلان ثابت نہ ہوگا تا وقتیکہ اقل مدت حمل میں نہ جنے گی کذا فی حاشیہ المدنی عن البحر ولود برہ لم یجز ہبتہا فی الاصح لانہ کشاع اور اگر مولی لونڈی کے حمل کو مدبر کرے گا یعنی یوں کہے گا کہ میری موت کے بعد یہ حمل آزاد ہے تو اس حاملہ لونڈی کا ہبہ کرنا قول اصح میں صحیح نہیں اس واسطے کہ وہ ہبہ مشاع کے مانند ہے اس واسطے کہ مدبر کرنے میں ملک مولی کی حمل سے زائل نہیں ہوتی پھر جب بعد مدبر کرنے کے لونڈی کسی کو دی تو موہوب متصل ہوا غیر موہوب سے تو اس میں ہبہ مشاع کے معنی پائے گئے اور حالانکہ ہبہ مشاع قسمت پذیر چیز میں درست نہیں وبطل شرط المال علیہ وکذا علی امہ لکن یشترط قبولہا للعتق اور باطل ہے شرط کرنا مال کا حمل کی آزادی پر اس واسطے کہ پیٹ کا بچہ الزام مال کے قابل نہیں اور اسی طرح اس کی ماں پر مال کا شرط کرنا بچہ کی آزادی کے واسطے باطل ہے لیکن اگر مولی حمل کو بشرط مال آزاد کرے تو اس کی ماں کا قبول کر لینا مشروط ہے واسطے عتق حمل کے اگرچہ اس کو مال کا دینا لازم نہ ہوگا وفی الظہیریۃ قال مافی لبطنک حرمتی اوی الی الفا تعلیق اور ظہیریہ میں ہے کہ اگر مولی نے لونڈی سے کہا کہ جو تیرے پیٹ میں ہے سو آزاد ہے جب کہ وہ مجھ کو ہزار درم دیوے تو یہ قول تعلیق ہے عتق کی یعنی اگر اقل مدت حمل میں وہ جنی اور ولد نے بعد ہوشیاری کے کسی طرح سے ہزار درم ادا کئے تو اس وقت آزاد ہوگا کذا فی حاشیہ المدنی عن البحر وفیہا اوصی بہ دمات فاعتقہ الورثۃ جاز وضمنوہ یوم الولادۃ اور ظہیریہ میں ہے کہ مولی نے لونڈی کے حمل کی مثلاً زید کے واسطے وصیت کی اور مولی مر گیا پھر وارثوں نے حمل کو آزاد کر دیا تو قیمت حمل کے وارث ضامن ہوں گے بروز ولادت یعنی جس قدر قیمت بعد ولادت کے اس کی ٹھہرے سو زید کو وارث مولی کے دین طحطاوی نے کہا کہ اعتاق حمل سے مراد یہ ہے کہ اس کی ماں کو آزاد کیا تو بالتبع وہ بھی آزاد ہو گیا اور یہ ظاہر المطلب نہیں ہو سکتا کہ حمل کو وارثوں نے بالاصالۃ آزاد کیا اس واسطے کہ وہ بسبب وصیت کے وارثوں کا مملوک نہ رہا ولو قال اکبر ولد فی لبطنک حر فولدت ولدین فاوہما خرج اکبرا اور اگر مولی نے اپنی لونڈی سے کہا کہ تیرے پیٹ کا بڑا بچہ آزاد ہے پھر وہ دو لڑکے جنی تو جو اول نکلے گا وہ بڑا ہے سو وہی آزاد ہوگا کذا فی المحیط والولد مادام جنینا تبع الام ولو بہیمۃ فیکون لصاحب الانثی ویفتی بہ لوامہ کذالک اور بچہ جب تک کہ ماں کے پیٹ میں ہے تو احکام میں اپنی ماں کا تابع ہے بالاجماع نہ باپ کا اس واسطے کہ باپ کا نطفہ میں مستہلک ہے تو ماں ہی کی جانب غالب ٹھہری اور اس واسطے کہ بالخصوص باپ کا نطفہ متیقن نہیں اور ماں کے نطفہ میں کچھ تردد نہیں بالیقین ثابت ہے ولہذا ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا نسب فقط ماں کو ثابت ہے ماں اس کی وارث ہے اور وہ ماں کا وارث کذا فی البحر بالجملہ بچہ ماں کا تابع ہے اگرچہ ماں جانور ہو تو بچہ مادہ کے مالک کا ہوگا یعنی حاملہ جانور بعد بیع اور ہبہ کے اگر جنے تو اس کا مشتری اور موہوب لہ مالک ہوگا اور اسی طرح اگر زید کا گھوڑا خالد کی گھوڑی پر جست کرے اور وہ بچہ جنے تو اس کا مالک خالد ہے نہ زید اور بچہ ماکول اللحم ہے اگر اس کی ماں ماکول اللحم ہے اور بچہ بھی قربانی کیا جاوے اگر اس کی ماں قربانی کے لائق ہے بحر الرائق میں ہے کہ اگر وحشی جانور اور اہلی سے بچہ پیدا ہو یا غیر ماکول اللحم اور ماکول اللحم سے بچہ ہو

ف دو غا حیوانات کے گوشت و قربانی میں ماں کا اعتبار ہے ۱۲

Marfat.com

تو اس کا کھانا درست ہے اگر ماں اس کی ماکول اللحم ہے اور قربانی بھی درست ہے اگر ماں قربانی کے لائق ہے مثلاً اگر گورخر اور گائے سے بچہ پیدا ہو یا نیل گاؤ اور گائے سے بچہ پیدا ہو تو قربانی اس کی جائز ہے اور یہی قول معتمد ہے اور جو لوگ کہ اعتبار مشابہت کے قائل ہوئے ہیں سو قول ضعیف ہے کذا فی حاشیہ المدنی فی الملک بسائر اسبابہ والرق الا ولد المغرور بچہ تابع ہے اپنی ماں کا ملک میں جمیع اسباب ملک کے ساتھ جیسے خرید اور ہبہ اور ارث تو اگر حاملہ ملے بیع یا ہبہ یا ارث سے تو اس کا حمل بھی مملوک ہوگا اور رق میں بچہ تابع ہے ماں کا مگر ولد مغرور تابع اپنی ماں کا رق میں نہیں مغرور وہ مرد جس نے فریب کھایا اس طرح پر کہ ایک عورت سے بشرط اس کی حریت کے نکاح کیا پھر وہ لونڈی نکلی تو اس کا ولد حر ہوگا بعد قیمت دینے کے اور جس مرد نے لونڈی کے مالک سے اپنی اولاد کی حریت شرط کر لی تو اس کی اولاد تابع ماں کی نہ ہوگی شارح کو اس مسئلہ کا استثناء کرنا مناسب تھا رق عبارت ہے اس ذلت اور خواری سے جو شارع نے کافروں پر بعوض سرکشی اور نافرمانی کے ٹھہرائی یعنی جب کفار نے مالک حقیقی کی بندگی سے سرکشی اور تنجز کیا تو اس مالک علی الاطلاق نے اپنے غلاموں کا ان کو غلام بنا دیا تو سبب رق کا ان کا کفر ہے یا ان کے اصول کا کفر خلاصہ یہ ہے کہ رق اس عجز حکمی کا نام ہے جس سے انسان ولایت اور شہادت اور قضا اور مالکیت مال کے لائق نہ رہے اور چونکہ بظاہر ملک اور رق مترادف معلوم ہوتے ہیں اور حالانکہ ان میں مغائرت ہے لہذا شارح نے اس واسطے اثبات مغائرت کے قول آیندہ میں اس کی تصریح فرمائی وصورۃ الرق بلا ملک کالکفار فی دار الحرب فان کلهم ارقاء غیر مملوکین لاحد فاول ما یوخذ الاسیر یوصف بالرق لا المملوکیۃ حتی یحرز بدارنا فاذا اخذت ومعها ولد ها یتبعها فی الرق فتستانی اور صورت رق کی بلا ملک جیسے کافر دار الحرب میں کہ وہ سب رفیق ہیں پر کسی کے مملوک نہیں تو اس پر حربی اول گرفتاری میں موصوف بوصف رقیت ہے نہ بوصف مملوکیت یہاں تک کہ دار الاسلام میں پہونچ کر قابو میں آجاوے تب مملوکیت اس پر صادق آوے گی تو کافرہ اس پر جب گرفتار ہوئی اپنے ولد کے ساتھ تو ولد اس کا تابع ہوگا رقیت میں کذا فی الفتستانی م تفرقہ رق اور ملک کا جو شارع نے بیان کیا سو صحیح ہے لیکن مثال صحیح نہیں اس واسطے کہ اس صورت میں ولد تابع اپنی ماں کا نہیں رقیت میں بلکہ وصف رقیت اس کو بالاصالۃ ثابت ہے بلکہ مثال صحیح یہ ہے کہ کافرہ حاملہ گرفتار ہوئی تو حمل تابع ہوگا اس کا رقیت میں اس واسطے کہ یہاں گفتگو ہے اتباع جنین میں کذا فی حاشیہ الحلبی بہر صورت ملک اور رق میں فرق ظاہر ہوگیا اور معلوم ہوا کہ کسی شے کے تصرف پر قادر ہونا اس کا نام ملک ہے خواہ مملوک جماد ہو یا حیوان یا انسان اور رق نہیں ہوتا مگر انسان میں اور بیع سے مالک کی ملک زائل ہو جاتی ہے نہ رق اور عتق سے ملک زائل ہوتی ہے قصداً اس واسطے کہ وہ حق مالک ہے اور رق زائل ہوتا ہے ضمناً اس واسطے کہ فراغت ہوگئی حقوق العباد سے اور زیادہ تر ملک اور رق کا[ف] فرق قن اور ام ولد اور مکاتب میں ظاہر ہوتا ہے اسواسطے کہ قن میں ملک اور رق دونوں کامل ہیں اور ام ولد میں ملک کامل ہے اور رق ناقص لہذا کفارہ میں اس کا اعتاق صحیح نہیں مکاتب میں رق کامل ہے یہانتک کہ کفارہ میں اس کی اعتاق صحیح ہے اور ملک اس میں ناقص ہے اس واسطے کہ مکاتب مولی کے تصرف میں نہیں اور اگر مولی کہے کہ ہر مملوک میرا آزاد ہے تو مکاتب نہ آزاد ہوگا بسبب نقصان ملک کے ہکذا فی الدرر عن الزیلعی والحریۃ والعتق وفروعه ککتابۃ وتدبیر مطلق واستیلاد اذا لم یشترط الزوج حریۃ الولد کما مر اور جنین تابع ہے ماں کا حریت اصلیہ میں اور عتق میں اور عتق کے فروع میں جیسے کتابت اور تدبیر مطلق اور استیلاد میں تا وقتیکہ لونڈی کے زوج نے حریت ولد کی مولی سے شرط نہ کر لی ہو چنانچہ کتاب النکاح کے باب نکاح رقیق میں اس کا حکم مذکور ہو چکا م

ف فرق ملک اور رق میں ۱۲

Marfat.com

حریت اصلیہ کی مثال یہ ہے کہ غلام نے حرّہ سے نکاح کیا سو وہ حاملہ ہوئی اُس سے تو اس کا بچہ بھی ماں کا تابع ہو کر حر اصل ہوگا اور حریت غیر اصلی کا ذکر ہو چکا حاملہ کے عتق میں اور کتابت کی یہ مثال ہے کہ مولی نے حاملہ لونڈی کو مکاتب کیا اور بعد کتابت کے اقل مدت حمل میں بچہ پیدا ہوا تو بعد ادائے بدل کتابت کے ماں اور بچہ ساتھ ہی آزاد ہوں گے اور تدبیر مطلق یہ کہ مولی نے حاملہ لونڈی سے کہا کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے تو دونوں ساتھ ہی آزاد ہوں گے اور اگر مولی تدبیر مقید اس طرح پر کرے گا کہ اگر میں اس بیماری میں مر گیا تو تو آزاد ہے تو اس میں ولد تابع ماں کا نہ ہوگا اور استیلاد کی مثال یہ ہے کہ مولی نے اپنی ام ولد کا نکاح کر دیا سو وہ حاملہ ہوئی تو بعد موت مولی کے دونوں آزاد ہوں گے وفی رہن اور رہن میں تابع ہے ماں کا یعنی اگر حاملہ کو رہن رکھا اور بچہ پیدا ہوا تو وہ بھی مرہون ہو گا یہاں تک کہ رہن اس کو مرتہن سے نہیں لے سکتا ودین اور دین میں تابع ہے ماں کا یعنی لونڈی کو مولی نے تجارت کرنے کی اجازت دی پھر وہ مقروض ہو گئی تو بچہ بھی دین میں اس کا تابع ہوگا یعنی قرض دینے والے ولد کو بیچ لیں گے وحق اضحیۃ اور حق اضحیہ میں ماں کا تابع ہوگا اس طرح پر کہ قربانی کے واسطے گائے یا بکری گابھن خریدی اور اس کے بچہ پیدا ہوا تو ماں کے ساتھ بچہ بھی ذبح کیا جاوے گا یا پیٹ سے زندہ نکلے گا تو ذبح ہوگا واسترداد بیع اور استرداد بیع میں ماں کا تابع ہوگا یعنی لونڈی یا گائے یا بکری کی بیع فاسد ہوئی پھر مشتری کے پاس وہ حاملہ ہوئی تو استرداد بیع میں ولد تابع ہوگا ماں کا وسریان ملک اور سرایت ملک میں تابع ہے ماں کا یعنی ملک قدیم کا حق ملکیت اس تک پہونچ جاتا ہے صورت اس کی یہ ہے کہ ایک لونڈی چند بار دست بدست بکی بعد اس کے بسبب عیب قدیمی کے مالک اول پر مسترد ہوئی اور حالانکہ وہ حاملہ تھی تو اس کا حمل بھی مالک اول کا مملوک ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن الاشباہ فہی اثنا عشر تو یہ بارہ مواضع ہیں جن میں حمل تابع اپنی ماں کا ہوتا ہے یعنی ملک رق حریت عتق کتابت تدبیر مطلق استیلاد رہن دین حق اضحیہ استرداد بیع سریان ملک ولا تتبعہا فی کفالۃ اور جنین تابع نہیں ہوتا ماں کا کفالت میں یعنی اگر حرہ حاملہ نے یا لونڈی نے باجازت مولی مالفضامنی یا حاضر ضامنی کی اور ضمانت مدت تک نمی رہی یہاں تک کہ لڑکا پیدا ہوا اور بالغ ہوا تو یہ ولد ضمانت میں ماں کا تابع نہیں واجارۃ اور اجارہ میں ماں کا تابع نہیں یعنی دس برس حاملہ کو اجارہ لیا پھر وہ جنی تو یہ لڑکا اجارہ میں داخل نہیں تو ماں کی طرح خدمت کرنا اس کو لازم نہ ہوگا وجنایۃ اور جنایت میں تابع ماں کا نہ ہوگا یعنی اگر حاملہ نے کوئی جنایت کی تو ولی جنایت کو ماں کے ساتھ ولد نہ دیا جاوے گا اور اگر مالک فدیہ دیگا تو فقط ماں کا فدیہ دیگا کذا فی الجامع الصغیر اور حاکم شہید نے منتقی میں کہا کہ جنایت ماں کی طرف سے ولد تک سرایت کرے گی واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی وحد وقود اور حد اور قصاص میں تابع ماں کا نہ ہوگا تو حاملہ پر حد نہ ماری جاوے گی مگر بعد ولادت کے اور قصاص نہ لیا جاوے گا مگر بعد وضع حمل کے وزکوۃ سائمۃ اور زکوۃ کے جانوروں میں بچہ تابع ماں کا نہیں ورجوع فی ہبۃ اور ہبہ پھر لینے میں بچہ تابع ماں کا نہیں اگر لونڈی کسی کو بخشی اور وہاں حاملہ ہوئی اور واہب نے اس کے پھیر لینے کا ارادہ کیا تو حمل میں رجوع کرنا جائز نہیں کذا فی السراج اور زیلعی نے رجوع حمل کو جائز رکھا ہے چنانچہ اس کا ذکر کتاب الہبہ میں آوے گا وایصاء بخدمتہا اور اس کی خدمت کی وصیت میں یعنی مولی نے اپنی حاملہ لونڈی کی خدمت کسی شخص کے واسطے وصیت کی تو اس کا بچہ وصیت میں تابع ماں کا نہیں ولا تتذکی بذکوۃ امہ اور حلال نہیں ہوتا بچہ اپنی ماں کے ذبح کرنے سے پورا بن گیا ہو یا ناقص یعنی گابھن گائے یا بکری کو ذبح کیا اور اس کے پیٹ سے زندہ بچہ نکلا تو اس کے ماں کا ذبح کرنا کفایت نہیں کرتا اس کو بھی ذبح کرنا چاہیئے اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ زکوۃ الجنین زکوۃ امہ سو بنا بر تشبیہ کے ہے یعنی ذبح کرنا جنین کا مانند ذبح کرنے اس کی ماں کے ہے بدلیل روایت نصب کے تو اگر بچہ مردہ نکلا تو نہ کھانا چاہیے نزدیک امام اعظمؒ اور زفر اور حسن بن

Marfat.com

زیادہ کے اور صاحبین کے نزدیک اگرچہ بچہ پورا ہو چکا ہے تو اس کا کھانا حلال ہے بسبب ذبح ہونے ماں اس کی کے فہی تسع کی بسط فی بیوع الاشباہ تو یہ نو مواضع ہیں جن میں جنین تابع ماں کا نہیں چنانچہ ابن نجیم نے اس کو مصرح بیان کیا ہے اشباہ کے باب البیوع میں وزاد فی البحر دلافی نسب حتی لو تحت ہاشمی امۃ فولد ہا ہاشمی کا بیہ رقیق کا مہ اور ابن نجیم نے بحر الرائق میں مسائل مذکورہ پر یہ مسئلہ اور زیادہ کیا ہے کہ ولد تابع نہیں اپنی ماں کا نسب میں تا ایں کہ اگر نکاح کیا سید نے لونڈی سے تو اس کا بیٹا ہاشمی سید ہوگا مانند اپنے باپ کے اور غلام مملوک ہوگا مانند اپنی ماں کے اس واسطے کہ زوج ہاشمی راضی ہو گیا اپنے ولد کی رقیت سے بھی تو اس نے لونڈی کے نکاح پر اقدام کیا اور نسب میں ولد اپنے باپ کا اس واسطے تابع ہوا کہ نسب واسطے تعریف اور شناخت کے ہے تو مرد کی جانب اس میں غالب ہوئی اس واسطے کہ مردوں کا حال مکشوف ہوتا ہے نہ عورتوں کا کذا فی منح الغفار حموی نے کہا کہ یہ نص صریح ہے کہ اگر باپ سید نہ ہو اور ماں سیدہ ہو تو بیٹا سید نہ ہوگا اگرچہ اس کو فی الجملہ شرافت نسبی ثابت ہے اور شیخ ابراہیم دمشق کے مفتی حنفیہ نے لکھا ہے کہ جس کا باپ سید نہ ہو اور ماں سیدہ ہو تو اس کا ولد سید شریف ہے اس واسطے کہ سیادت اور شرافت اس نسب مطہرہ اور مشرف کی ابتدا سے ماں کی طرف سے آئی ہے یعنی سیدۃ النسا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور سفناقی نے کہا کہ میں نے حمید الدین ضریر سے یہ مسئلہ پوچھا اس نے کہا میں نے اپنے استاد شمس الدین کردری سے سنا کہ وہ سید ہونے کے قائل تھے اس دلیل سے کہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں عیسیٰ علیہ السلام کو نوح اور ابراہیم علیہم السلام کی ذریت میں فرمایا ماں کی جہت سے اور فتاوی وجیز میں ہے کہ جب ماں سیدہ ہو تو قول مختار یہ ہے کہ ولد سید ہے اور جامع الفتاوی میں ہے کہ جس کا باپ سید نہ ہو ماں ہو تو اس کے سید ہونے میں اختلاف ہے شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ مفتی بہ قول یہ ہے کہ وہ سید ہے اور بعضے علما نے کہا کہ جس کی ماں سیدہ نہیں اس کو شرافت نسبی حاصل ہے تو یہ قول اختلاف بین القولین کے توفیق کے واسطے صالح ہے تو جس نے کہا کہ وہ سید نہیں تو مطلب اس کا یہ ہے کہ جس کی فقط ماں سیدہ ہو اس کی شرافت اس کے برابر نہیں جس کا باپ سید ہے واللہ اعلم کذا فی حاشیہ الدنی ملخصا ولا تتبعہا بعد الولادۃ الا فی مسئلتین اذا استحقت الام بتبیہ واذا بیعت البہیمۃ ومعہا ولدہا وقتہ اور بچہ اپنی ماں کا تابع نہیں ہوتا بعد ولادت کے مگر دو مسئلوں میں ایک تو یہ کہ جب ماں غیر کی مستحق ملک ٹھہری بسبب گواہوں کے اور دوسرے یہ کہ جب جانور بیچا جائے اور اس کا بچہ ہو بیع کے وقت تو وہ بھی بیع میں تابع اپنی ماں کا ہو جاوے گا بشرطیکہ بائع اور مشتری نے سکوت کیا ہو اور اگر عدم دخول بیع کی تصریح ہو گئی ہو تو تابع نہ ہوگا کما فی الدرر المنتقی اور قنیہ میں ہے کہ شیر خوار بچہ گائے اور بکری اور اونٹنی اور گھوڑی کا بیع میں تابع ہے ماں کا نہ وہ بچہ کہ وہ دودھ نہیں پیتا کذا فی حاشیۃ الدنی وولد الامۃ من زوجہا ملکٌ لسیدہا تبعا لہا اور ولد لونڈی کا اس کے زوج کے نطفہ سے ملک ہے اس کے مولی کا ماں کا تابع ہو کر وولدہا من مولاہا حرٌ اور لونڈی کا ولد اپنے مولی کے نطفہ سے آزاد ہے اس واسطے کہ وہ ابتدائے خلق سے آزاد ہے اس واسطے کہ ابراہیم ابن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ تھے مگر حر اور یہ نہیں کہ اول مملوک ہو کر ولد مولی کا آزاد ہو جاتا ہے جیسا کہ متبادر ہوتا ہے ہدایہ وغیرہ سے کذا فی منح الغفار وقد یکون حرًا من رقیقین بلا تحریر کان نکح عبد امۃ ابیہ فولد حر لانہ ولد ولد المولی ظہیریۃ اور گا ہے دو رقیق کا ولد حر ہوتا ہے بدون آزاد کرنے کے چنانچہ نکاح کیا غلام نے اپنے باپ کی لونڈی سے تو اس کا ولد آزاد ہوگا کہ وہ مالک کا پوتا ہے کذا فی الظہیریۃ وعلیہ فولدہا من سیدہا ومن ابنہ وابیہ حر اور بنا بر قول ظہیریہ کے ولد لونڈی کا اپنے مالک کے بیٹے سے یا مالک کے باپ سے آزاد ہے اس واسطے کہ دونوں قول قریب کے محرم ملک میں یکساں ہیں فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا حملت امۃ کافرۃ

ف جس کی ماں سیدانی ہو اور باپ سید نہ ہو تو قول مختار یہ ہے کہ وہ سید ہے ۱۲

Marfat.com

لکافر من کافر فاسلم فحل یومر مالکہا الکافر بیعہا لاسلامہ تبعا قال فی الاشباہ لم ارہ قلت الظاہر انہ لایجبر لانہ قبیل الوضع موہومٌ وبہ لایسقط حق المالک کافرہ لونڈی ایک کافر کی حاملہ ہوئی دوسرے کافر سے پھر وہ مسلمان ہوگیا یعنی زوج تو لونڈی کے مالک کافر پر لونڈی کی بیع کا بسبب اسلام جنین کے باپ کا تابع ہو کر حکم کیا جاوے گا اس وجہ سے کہ حمل دین میں خیر الابوین کا تابع ہوتا ہے یا نہ حکم کیا جاوے گا اشباہ میں کہا کہ میں نے اس کا حکم کلام فقہا میں مصرح نہیں دیکھا شارح باتباع صاحب نہر کہتا ہے ظاہرا جواب اس سوال کا یہ ہے کہ مالک پر بیع میں جبر نہ ہوگا اس واسطے کہ حمل قبل ولادت کے امر موہوم ہے احتمال ہے کہ حمل ہو یا بیماری اور بسبب اس امر موہوم کے مالک کا حق نہ ساقط ہوگا و لہذا خانیہ میں کہا ہے کہ اگر مالک نے اپنی لونڈی کے حمل کی کسی کے واسطے وصیت کی تو اگر وصیت کے دن اُس کے پیٹ میں بچہ ہوا اسطرح پر کہ اقل مدت حمل میں جنی اس دن سے تو وصیت صحیح ہے اور اگر پورے چھ مہینے یا زیادہ میں جنی تو وصیت باطل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر

باب عتق البعض

یہ باب ہے عتق البعض کے احکام میں جب پورا عتق مذکور ہو چکا تب ادھورا عتق شروع ہوا اس واسطے کہ ادھورا قلیل الوقوع ہے اور ثواب میں کمتر ہے پورے سے **اعتق بعض عبدہ ولو مبہما** صح ولزمہ بیانہ آزاد کیا مولی نے اپنے غلام کا کچھ حصہ اگرچہ غیر معین ہو تو بھی صحیح ہے اور لازم ہوگا مالک پر بیان کر دینا بعض مبہم کا امام اعظم کے نزدیک اگر غلام پورا نہ آزاد کرے بلکہ بعض آزاد کرے تو صحیح ہے خواہ بعض معین کو آزاد کرے چنانچہ نصف یا ثلث یا بعض غیر معین کو آزاد کرے مثلاً یوں کہے کہ میں نے بعض غلام کا یا جز غلام کا آزاد کیا لیکن درصورت ابہام قاضی اس سے بیان کرادے گا کہ بعض یا جز وسے کیا مراد ہے نصف یا ثلث اور اگر مالک یوں کہے کہ میں نے اپنے غلام کا ایک حصہ آزاد کیا تو امام اعظم کے نزدیک چھٹا حصہ آزاد ہوگا کذا فی المنح **وسعی فیما بقی** وان شاء حرره اور سعی کرے غلام مابقی میں اور اگر مولی چاہے تو باقی کو بھی آزاد کر دے یعنی اگر مثلاً سو درم قیمت تھی غلام کی اور مولی نے آدھا آزاد کیا باقی رہے پچاس درم تو محنت مزدوری کر کے غلام اس قدر مولی کو پہونچا دے تو پورا آزاد ہو جاوے لیکن اس کا باقی عتق فقط سعی ہی پر منحصر نہیں بلکہ اگر مالک بھی آزاد کر دے گا تو سعی کی کچھ حاجت نہ ہوگی **وہو معتق البعض کمکاتب حتی یودی الا فی ثلث بلا رد الی الرق لو عجز ولو جمع** بینہ وبین قن فی البیع لبطل فیہما ولو قیل ولم یترک وفاء فلا قود بخلاف المکاتب اور وہ یعنی معتق البعض مکاتب کے مانند ہے یہاں تک کہ باقی کو ادا کرے سعی کر کے مگر تین امر میں مکاتب کے مانند نہیں ایک یہ کہ اگر عاجز ہو سعایت سے تو رق کی طرف نہیں پھیرا جاتا بخلاف مکاتب کے کہ وہ بدل کتابت کے عجز سے رقیت کی طرف عود کرتا ہے امر ثانی یہ ہے کہ اگر جمع کیا جاوے درمیان معتق البعض اور خالص غلام کے بیع میں یعنی دونوں کو ساتھ ہی بیچے تو دونوں میں بیع باطل ہوگی نہ معتق البعض کی صحیح ہوگی اور نہ خالص غلام کی اور اگر مکاتب اور خالص غلام کی ساتھ ہی بیع ہوگی تو مکاتب کی بیع باطل اور خالص کی صحیح ہوگی اور امر ثالث یہ ہے کہ اگر معتق البعض قتل کیا جاوے اور نہ چھوڑا ہو اتنا مال جس سے قدر حاجت ادا ہو تو اس کے قاتل پر قصاص واجب نہیں اس واسطے کہ اس میں اختلاف ہے کہ وہ آزاد مرا یا غلام تو شبہ پڑا کہ اس کے خون کا دعویدار کون ہے اگر وہ غلام تھا تو مولی مدعی ہے اور اگر آزاد تھا تو اس کے وارث مدعی ہیں بخلاف مکاتب کے کہ بدون ادائے بدل کتابت کے جب وہ مقتول ہوگا تو رقیت اس کی ثابت تھی تو بلاشبہ اس کے خون کا مدعی فقط مولی ہوگا نہ وارث تو مکاتب کے قاتل سے قصاص لیا جاوے گا اور اگر معتق البعض کا کوئی وارث نہ ہوگا سوائے مولی کے تو ظاہر اقتضائے تعلیل یہ ہے کہ اس صورت میں اس کے قاتل کا بھی قصاص لیا جاوے کذا فی حاشیۃ المدنی عن الشیخ الرحمتی وقالا من العتق لبعضہ **عتق کلہ والصحیح** قول الامام قہستانی عن المضمرات اور صاحبین اور امام شافعی نے کہا کہ جو بعض غلام کو آزاد کرے گا تو کل آزاد ہو جاوے گا تو سعایت اس پر لازم نہ ہوگی اور

سلہ بہتر یہ تھا کہ مترجم اول بصیغہ مجہول ترجمہ کرتا اس لئے کہ انتشار ضمائر لازم نہ آتا یعنی جس غلام کا بعض آزاد کیا جاوے گا وہ کل آزاد ہوگا ۱۲

Marfat.com

صحیح امام اعظمؒ کا قول ہے کذا فی القہستانی عن المضمرات صحیحین میں موافق مذہب امام کے عبداللہ بن عمرو سے حدیث مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص اپنا حصہ ایک غلام میں سے آزاد کرے اور اس کے پاس مال ہو بقدر قیمت غلام کے تو اس کی معتدل قیمت ٹھہرائی جاوے تو اور شریکوں کے حصے آزاد کرنے والا ادا کرے اور غلام اسی کی طرف سے آزاد ہوگا اور اگر اس کو مقدور نہ ہو تو غلام سے اسی قدر آزاد ہوگا جتنا اس نے آزاد کیا اس حدیث سے صاف معلوم ہو گیا کہ اعتاق بعض صحیح ہے والخلاف مبنی علی ان الاعتاق یوجب زوال الملک عندہ ویوجب عندہما زوال الرق وہو غیر متجزء اور امام صاحب صاحبین کے خلاف کی بنا اس پر ہے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک آزاد کرنا موجب ہے زوال ملک کا اور چونکہ ملک بالاتفاق قسمت پذیر ہے تو اعتاق بھی قسمت پذیر ہے اور صاحبین کے نزدیک اعتاق موجب ہے زوال رق کا اور حالانکہ رق قسمت پذیر نہیں تو عتق بھی قسمت پذیر نہیں معلوم ہوا کہ اختلاف مذہبین اعتاق کی تفسیر پر مبنی ہے خلاصہ دلیل امام صاحبؒ کے مذہب کی یہ ہے کہ اعتاق ازالۂ رق سے عبارت نہیں جیسا کہ صاحبین کہتے ہیں بلکہ اعتاق عبارت ہے ازالۂ ملک سے اس واسطے کہ انسان کا اختیار نہیں مگر ازالۂ ملک میں اور ملک بالاتفاق متجزی ہے تو اسی طرح اس کا ازالہ بھی متجزی ہے تو اعتاق بعض کا بعض علت کا ثبت ہے تو تحقق معلول یعنی عتق کا نہ ہوگا بدون تحقق علت کل کے یعنی ازالۂ کل ملک کے کذا فی منح الغفار وعلی ہذا الخلاف التدبیر والاستیلاد والخلاف فی عدم تجزی العتق والرق اور اسی خلاف پر تدبیر اور استیلاد بھی مختلف فیہ ہے کہ امام کے نزدیک تدبیر اور استیلاد متجزی ہے نہ صاحبین کے نزدیک تو اگر نصف غلام کو مولی مدبر کرے گا تو بعد موت مولی کے نصف باقی کے واسطے غلام سعی کرے گا اور صاحبین کے نزدیک بلا سعایت وہ آزاد ہے اور اگر مشترک لونڈی کا استیلاد کرے گا تو نصف میں استیلاد متحقق ہوگا اور نصف باقی کو ضمان سے مالک ہوگا اور امام صاحب اور صاحبین میں اختلاف نہیں عتق اور رق کی قسمت پذیری میں اس واسطے کہ عتق عبارت ہے اس قوت حکمیہ سے جس کے سبب سے آدمی لائق قضا اور شہادت اور تصرفات مالیہ کے ہو اور یہ قوت حاصل نہیں ہو سکتی تاوقتیکہ اس کی ضد زائل نہ ہو یعنی رق عبارت ہے اس ضعف حکمی سے جس کے سبب سے انسان اہل قضا اور شہادت اور تصرفات مالیہ کے نہ رہے تو معلوم ہوا کہ ایک انسان میں عتق اور رق جمع نہیں ہو سکتے کہ آدھا آزاد ہوا اور آدھا رقیق اور جیسا عتق اور رق کے عدم تجزی پر امام صاحب اور صاحبین کا اتفاق ہے ویسے ہی ملک کے متجزی ہونے پر بھی اتفاق ہے تو اختلاف نہیں مگر اعتاق کی قسمت پذیری میں ومن الغریب ما فی البدائع من تجزیہما عند الامام لان الامام لو ظہر علی جماعۃ من الکفرۃ وغلب الرق علی انفسہم ومن علی الانصاف جاز ویکون حکمہ بقاء کالبعض اور غریب روایت وہ ہے جو بدائع میں ہے کہ امام کے نزدیک عتق اور رق قسمت پذیر ہیں اس واسطے کہ امام المسلمین جب غالب ہو کافروں کے کسی گروہ پر اور ان میں سے ہر شخص کے نصف نصف پر رقیت قائم رکھے اور نصف نصف پر احسان کرے بسبب آزاد کرنے کے تو یہ جائز ہے اور ہوگا حکم ہر شخص کا بعد اس فعل کے مانند معتق البعض کے چاہے امام ان کو آزاد کر دے اور چاہے باقی کے واسطے سعی کرا دے م اس روایت سے صاحب بدائع نے استدلال کیا کہ عتق اور رق امام کے نزدیک قسمت پذیر ہے حالانکہ احسان امام کا عتق نہیں بلکہ اعتاق ہے خلاصہ یہ ہے کہ قول بدائع کا غریب ہے لائق اعتماد کے نہیں کہ روایات معتمدہ کے مخالف ہے لہذا فتح القدیر میں اس کو مستبعد کہا ہے ولو اعتق نصیبہ فلشریکہ ست خیارات بل سبع اما ان یضمن منجزا او مضافا لمدۃ کمدۃ الاستسعاء فتح اور اگر ایک غلام کے دو مالک ہوں اور ایک شخص نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو دوسرے شریک کو چھ بلکہ سات امر میں اختیار ہے یا اپنا حصہ فی الحال آزاد کرے یا آزادی کی کچھ مدت مقرر کر دے مانند مدت سعی کروانے کے کذا فی فتح القدیر یعنی اعتاق کو مدت طویل کی طرف اضافت نہ کرے نہیں تو وہ تدبیر کے مساوی ہو جاوے گی بلکہ یوں کہے کہ برس یا دو برس میں تو

Marfat.com

آزاد ہوگا نہایت یہ ہے کہ جتنی مدت میں وہ محنت مزدوری کرکے اپنی نصف قیمت ادا کرسکے اتنی مدت کی طرف اس کے عتق کو مضاف کرے اویصالح اویکاتب لاعلی اکثر من نصف قیمتہ لومن النقدین ولوعجز استسعے فان امتنع اجرہ جبرًا یا شریک صلح کرلے مال پر یا مکاتب کرے غلام کو بشرطیکہ اس کی نصف قیمت سے بدل کتابت زیادہ نہ ہو اگر بدل کتابت چاندی سونے کی قسم سے ہو اور غیر نقدین میں زیادتی بھی جائز ہے اور اگر غلام عاجز ہوادائے بدل کتابت سے تو اس سے سعایت کرادے اگر وہ سعایت نہ کرے تو زبردستی اس سے مزدوری کرادے اویدبر ویلزمہ السعایۃ للحال فلومات المولی فلاسعایۃ ان خرج من الثلث یا شریک غلام کو مدبر کرے اور مدبر کرنے سے فی الحال اس کو سعایت لازم ہوگی اور نصف قیمت ادا کرکے آزاد ہوجاوے گا سو اگر مولی یعنی شریک مرگیا تو غلام پر سعایت لازم نہیں اگر غلام ثلث مال سے نکلے یعنی ثلث مال سے آزاد ہوسکے اویستسعی العبد کما مر یا شریک سعایت کرادے غلام سے چنانچہ ابھی مذکور ہوچکا م سعایت بالکسر عبارت ہے اس عمل سے جس کو معتق البعض ادا کرے اپنی ذات کی طرف سے تاکہ مابقی آزاد ہوجاوے کذا فی القاموس ضمان والولاء لہما لانہما المعتقان اور وراثت آزاد غلام کی مسائل سابقہ میں دونوں شریکوں کے واسطے ہے پہلا شریک وہ جس نے اپنا حصہ بلا عوض آزاد کیا اور دوسرا شریک وہ جس نے اپنا حصہ آزاد کیا یا مال پر صلح کرکے یا غلام کو مدبر یا مکاتب کیا یا اس سے سعایت کی درخواست کی بہرصورت اس آزاد غلام کے یہی دونوں شریک وارث ہوں گے اس واسطے کہ اس کے آزاد کرنے والے بھی یہی دونوں ٹھہرے ولضمین لمعتق اوموسرا وقد اعتق بلا اذنہ فلوبہ استسعاہ علی المذہب یا شریک مذکور کو اختیار ہے کہ آزاد کرنے والے سے اپنے حصہ کا ضمان لے اگر مقدور والا ہو بشرطیکہ بے اذن شریک کے اس نے آزاد کیا اور اگر اس نے اجازت لے کر آزاد کیا ہو تو شریک ضمان نہ لے سکے گا غلام سے سعایت کرادے گا بنا بر ظاہر الروایت کے م درصورت اجازت ضمان کے نفی مراد ہے نہ اعتاق اور صلح اور کتابت اور تدبیر کی اس واسطے کہ یہ امور بھی برابر سعایت کے ہیں کذا فی حاشیہ المدنی عن البحر ویرجع بما ضمن علی العبد والولاء کلہ لصدور العتق کلہ من جہتہ حیث ملکہ بالضمان اور آزاد کرنے والا پھیر لے غلام سے اتنا مال جتنا اس نے ضمان دیا یعنی اس قدر مال کے واسطے سعایت کروالے اور تمام وراثت غلام کی آزاد کرنے والے کو ملے گی بسبب صادر ہونے کل عتق کے اسی کی جہت سے اس واسطے کہ غلام کا پورا مالک ہوگیا ضمان دے کر وہل یجوز الجمع بین السعایۃ والضمان ان تعدد الشرکاء نعم والا لا اور کیا جائز ہے جمع کرنا سعایت اور ضمان میں یا جائز نہیں جواب یہ ہے کہ ہاں جائز ہے اگر چند شریک ہوں یعنی اگر مثلاً ایک غلام کے تین مالک ہوں اور ایک نے اپنا حصہ آزاد کیا تو دونوں شریکوں کو اختیار ہے کہ ایک ضمان لے اور دوسرا سعایت کرادے اور اگر ایک ہی شریک ہو تو ضمان اور سعایت کا جمع کرنا جائز نہیں کذا فی حاشیہ المدنی عن البدائع والمبسوط وحتی اختار امر المعین الا السعایۃ فلہ الاعتاق اور جب کہ شریک نے اختیار کیا ایک امر کو خیارات سبعہ سے تو وہی امر معین اور مقرر ہوجاتا ہے یعنی اس کو بدل کر دوسرا امر اختیار نہیں کرسکتا سوائے سعایت کے اس واسطے کہ اگر شریک معتق البعض کی سعایت کو اختیار کرے گا تو اس کو آزاد کردینے کا اختیار ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر اکتابت اور تدبیر اور صلح سعایت کو شامل ہے واللہ اعلم ولو باعہ وہبہ نصیبہ لم یجز لانہ کمکاتب اور اگر شریک اپنا حصہ آزاد کرنے والے کے ہاتھ بیچے یا اس کو ہبہ کرے تو جائز نہیں اس واسطے کہ معتق البعض مکاتب کے مانند محل تملیک باقی نہ رہا ویسارہ بکونہ مالکا قدر قیمۃ نصیبہ الآخر یوم الاعتاق سوے ملبوسہ وقوت یومہ فی الاصح مجتبی اور آزاد کرنے والے کا مقدور ثابت ہوتا ہے بقدر قیمت حصہ شریک کے مالک ہونے سے اعتاق کے دن سوائے لباس اور اس دن کے کھانے کے یعنی اگر معتق بقدر قیمت حصہ شریک کے مالک ہو تو ضمان دینے میں اس کا مقدور ثابت ہے قول اصح میں کذا فی المجتبی ولو

Marfat.com

اختلفا فی قیمتہ ان قائما قوم للحال والا فالقول للمعتق لانکارہ الزیادۃ وکذا لو اختلفا فی یسارہ واعسارہ اور اگر معتق اور شریک اختلاف کریں غلام کی قیمت میں اعتاق کے دن تو اگر غلام موجود ہو تو فی الحال اس کی قیمت ٹھہرالی جائے اور اگر مرگیا ہو تو معتق کا قول معتبر ہوگا اس واسطے کہ وہ منکر ہے زیادتی قیمت کا اور قول معتبر نہیں مگر منکر کا اور اسی طرح اگر دونوں میں اختلاف پڑے معتق کی مالداری اور مفلسی میں تو بھی معتق کا قول معتبر ہوگا ولو شہد ای اخبر لعدم قبولہا وان تعدد والجرہم مغنما بدائع کل من الشریکین لعتق الآخر حظہ فانکر کل سعی لہما اور اگر گواہی دے ہر شریک دوسرے شریک کے آزاد کرنے کی اور ہر ایک منکر ہو اپنے حصہ کے آزاد کرنے کا تو غلام سعایت کرے دونوں کے حصہ آزاد کرنے کے واسطے شارح کہتا ہے شہادت یہاں بمعنی خبر دینے کے ہے بواسطے نہ مقبول ہونے شہادت کے اگرچہ چند شریک ہوں اور ان میں سے دو شریک تیسرے کے اعتاق کی گواہی دیں تو بھی گواہی نہ مقبول ہوگی اس واسطے کہ دونوں اپنے واسطے منفعت کو کھینچتے ہیں یعنی چاہتے ہیں کہ اگر تیسرے پر اعتاق ثابت ہو تو ہم اپنے حصوں کا ضمان اس سے لیں کذا فی البدائع مالم یحلفہا القاضی فحینئذ یسترق او یستسعی فی حظہما دونوں شریکوں کے واسطے غلام سعایت کرے تاوقتیکہ قاضی نے دونوں سے قسم نہ لی ہو اور اگر قاضی نے دونوں سے قسم لی تو اس وقت میں غلام کو اختیار ہوگا خواہ اپنی رقیت اختیار کرے خواہ دونوں کے حصوں میں سعایت کرے م درصورت تحلیف قاضی رقیت کا اثبات خلاف تحقیق کے ہے اس واسطے کہ فتح القدیر میں مصرح ہے کہ اگر قاضی کے پاس جانے سے پہلے باہم دونوں شریکوں نے اعتاق کو دوسرے کی طرف نسبت کیا تو اس کا حکم کچھ نہیں سوائے سعایت کے اور اگر قاضی کے پاس مقدمہ رجوع کیا اور قاضی نے دونوں سے اعتاق کا حال دریافت کیا اور دونوں نے انکار کیا اور قاضی نے دونوں کو قسم دلائی اور ہر ایک نے قسم کھائی کہ میں نے آزاد نہیں کیا تو غلام پر رقیت نہ ثابت کی جاوے گی اس واسطے کہ ہر شریک کا یہی گمان ہے کہ اس کے شریک نے جھوٹی قسم کھائی مقرر اس نے اپنا حصہ آزاد کیا ہے تو ہر ایک کا یہی اعتقاد ہوا کہ غلام کا استرقاق حرام ہے اس واسطے کہ معتق البعض ہے پھر جب اس کا استرقاق صحیح نہ ہوا تو ہر شریک کو سعایت کا اختیار ہوگا ہکذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر ولو نکل احدہما صار معترفا فلا سعایۃ اور اگر قاضی کے روبرو ایک شریک نے قسم کھائی کہ میں نے نہیں آزاد کیا اور دوسرے شریک نے قسم سے انکار کیا تو وہ معترف ہوا اپنے اعتاق کا تو اس کے واسطے سعایت کا حق نہ رہا تو قسم کھانے والا سعایت کرا دے گا ولو مات قبل ان یتفقا فلبیت المال بحر اور اگر غلام مرگیا قبل اس بات کے کہ دونوں ایک شخص کے اعتاق پر متفق ہوں تو غلام کی ولا بیت المال کی ہوگی نہ مالکوں کی اس واسطے کہ ہنوز کسی کا اعتاق ثابت نہیں کذا فی البحر یہ مذہب ہے صاحبین کا نہ امام کا تو لازم تھا کہ اس کا ذکر صاحبین کے آیندہ قول میں ہوتا اور امام کے مذہب میں اس کے ذکر کرنے سے خلط مذہبین ہوگیا مطلقا ولو موسرین او مختلفین والولاء لہما سعایت کرے غلام امام اعظم کے نزدیک ہر طرح اگرچہ دونوں شریک مال دار ہوں یا مفلس یا ایک مالدار ہو اور دوسرا مفلس اور ولا دونوں کا حق ہے وقالا یسعی للمعسرین لا الموسرین ولو تخالفا یسارا سعی للموسر لا لضدہ وہو المعسر والولاء موقوف فی الکل حتی یتصادقا کذا فی البحر والملتقی وعامۃ الکتب قلت ففی المتن خلط لا یخفی فتنبہ ثم رایت شیخنا الرملی نبہ علی ذلک کذلک اور صاحبین نے کہا کہ غلام مذکور مفلس شریکوں کے واسطے سعایت کرے نہ مالداروں کے واسطے اور اگر دونوں مقدور میں مختلف ہوں یعنی ایک شریک مالدار ہو اور دوسرا مفلس تو سعایت کرے مالدار کے واسطے نہ مفلس کے واسطے اس واسطے کہ مفلس بسبب مالداری اپنے شریک کے ضمان کا طالب تھا نہ سعایت کا اور ولا یعنی میراث غلام کی صاحبین کے نزدیک سب صورتوں میں موقوف رہے گی اس واسطے کہ ہر شخص اعتاق کو دوسرے پر ڈالتا ہے کہ یہاں تک کہ دونوں شریک متفق ہوں ایک شخص کے اعتاق

Marfat.com

پر تب متفق وارث ہوگا اور اگر قبل اتفاق شریکین کے غلام مرگیا تو اس کا مال بیت المال میں داخل ہوگا امام اور صاحبین کا مذہب اسی طرح مصرح ہے بحر الرائق اور ملتقی الابحر اور شرح وقایہ اور ہدایہ اور باقی کتب فقہ میں شارح کہتا ہے تو متن میں خلط مذہبین ہوگیا ہے کہ مخفی نہیں سوائے ملاحظہ کرنے والے کے ہوشیار رہیو سو پھر میں نے اپنے استاد خیر الدین رملی کو دیکھا کہ اس نے مصنف کی شرح منح الغفار کے حاشیہ میں اس خلط مذہبین سے اسی طرح آگاہ کر دیا ہے م فی الحقیقت ماتن سے خلط دونوں مذہب کا ہوگیا کہ مذہب امام میں بلا تنبیہ مذہب صاحبین کو مذکور کر دیا یعنی تخالف یسار میں مالدار کے واسطے سعایت ہے نہ مفلس کے واسطے اس لئے کہ امام کے نزدیک مطلقاً سعایت لازم ہے اور دلا غلام کی شریکوں کو ہے اور صاحبین کے نزدیک قبل از اتفاق موقوف ہے لیکن طرفہ ماجرا ہے کہ اگر ماتن سے ایک خطا ہوئی تو شارح رحمۃ اللہ علیہ سے اسی مقام میں دو خطائیں ہوئیں اول خطا یہ کہ در صورت تحلیف قاضی کے استراق کو ذکر کیا حالانکہ فتح القدیر میں مذکور ہو چکا کہ اس میں ہرگز استرقاق نہیں اور ثانی خطا یہ کہ خلط مذہبین کا اعتراض ماتن پر کیا پھر اس میں آپ بھی مبتلا ہوئے یعنی بیت المال کا مسئلہ مذہب ہے صاحبین کا اس کو امام کے مذہب کے ساتھ گھال مال کر کے بلا تنبیہ مذکور کر دیا انسان ہر چند اپنے فن میں کامل ہو لیکن خطا اور نسیان سے خالی نہیں ولہذا ماخوذ اور معاتب نہیں فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا قال احد الشریکین للآخر لبعت منک نصیبی وان لم اکن لبعته منک فهو حرٌ وقال الآخر ما اشتریته وان کنت اشتریته منک فهو حرٌ فالقول بینة المنکر الشراء بیمینه فان حلف ولا بینة للبائع عتق بلا سعایة لمدعی البیع بل للآخر فی حظه بکل حال ایک غلام کے دو مالک ہیں سو ایک شریک نے دوسرے شریک سے کہا میں نے اپنا حصہ تیرے ہاتھ بیچ ڈالا تھا قبل اس کے کہ تو اپنا حصہ آزاد کرے اور اگر میں نے اپنا حصہ تیرے ہاتھ نہ بیچا ہو تو وہ آزاد ہے اور دوسرے شریک نے کہا کہ میں نے تیرا حصہ نہیں خریدا اور اگر میں نے اس کو تجھ سے خرید کیا ہو تو وہ آزاد ہے تو اس صورت میں جو شریک منکر ہے خرید کا اسی کا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے پھر اگر اس نے قسم کھائی عدم خرید کی اور حالانکہ بائع کے گواہ نہیں تو غلام آزاد ہو جاوے گا بلا سعایت کے یعنی بائع کے واسطے اس پر سعایت کرنا لازم نہ ہوگا مفت آزاد ہو جاوے گا اس واسطے کہ اس نے عتق کو عدم بیع پر معلق کیا تھا سو عدم بیع بسبب قسم کھانے مدعا علیہ کے ثابت ہوگئی بلکہ دوسرے شریک کے واسطے بقدر اس کے حصہ کے سعایت کرے گا ہر حال میں خواہ بائع مالدار ہو خواہ مفلس وکذا عندهما لو البائع معسرا ولو موسرا لم یسع لاحد فی الاصح اور اسی طرح صاحبین کے نزدیک سعایت فقط منکر شرا کے واسطے ثابت ہے اگر بائع مفلس ہوگا اس واسطے کہ ان کے نزدیک مفلس پر ضمان نہیں اور اگر بائع مالدار ہو تو غلام کسی کے واسطے سعایت نہ کرے گا قول اصح میں اس واسطے کہ صاحبین کے نزدیک دوسرے کی تونگری کی حالت میں سعایت نہیں اور تضمین بھی نہیں اس واسطے کہ دوسرا منکر ہے ولو علق احدهما عتقه بفعل غدا مثلاً کان دخل زید الدار غدا فانت حر وعکس الشریک الآخر فقال ان لم یدخل فمنی الغد وحیل شرط ادخل ام لا عتق نصفه لخث احدهما بیقین وسعی فی نصفه لهما مطلقا والولاء لهما اور اگر ایک شریک نے معلق کیا غلام کا عتق روز آئندہ کے کسی کام پر مثلاً یوں کہا کہ اگر داخل ہوگا زید گھر میں کل تو تو آزاد ہے اور اس کے بالعکس دوسرے شریک نے یوں کہا کہ اگر زید گھر میں داخل نہ ہوگا تو تو آزاد ہے سو کل کا دن گزر گیا اور شرط عتق کی نہ معلوم ہوئی کہ زید گھر میں داخل ہوا یا نہیں تو غلام مشترک نصف آزاد ہوگا بسبب حانث ہونے ایک شریک کے بالیقین اور سعایت کرے غلام اپنے نصف باقی میں دونوں شریکوں کے واسطے اس لئے کہ ہر شریک کہتا ہے کہ نصف باقی میرا حصہ ہے اور دوسرے شریک کا حصہ ساقط ہوگیا اور ترجیح کسی کو نہیں لہذا نصف باقی کی سعایت دونوں شریکوں میں نصفا نصف ہوگی مطلقاً خواہ دونوں مالدار ہوں یا مفلس یا مختلف اور میراث

Marfat.com

غلام کی دونوں کے واسطے ہے ولا عتق والمسئلۃ بحالہا لو حلفا علی عبد من کل واحد منہما لاحدہما لتفاوض الجہالۃ اور اگر بطور سابق کے تعلیق کی دو مالکوں نے ایسے دو غلاموں میں جو ہر غلام ہر مالک کا جدا مملوک ہے تو کوئی غلام آزاد نہ ہوگا بسبب زیادتی جہالت کے یعنی مثلاً زید نے کہا کہ میرا سعید غلام آزاد ہے اگر خالد کل گھر میں داخل ہوا اور محمود نے کہا کہ میرا مبارک غلام آزاد ہے اگر خالد کل گھر میں نہ داخل ہو پھر وہ دن گذر گیا اور معلوم نہ ہوا کہ خالد گھر میں داخل ہوا یا نہیں تو کوئی غلام نہ آزاد ہوگا نہ سعید نہ مبارک اس واسطے کہ اس مسئلے میں بہ نسبت مسئلہ سابق کے دوہری جہالت ہوگئی غلام میں بھی اور حانث میں بھی یعنی معلوم نہیں کہ کون غلام آزاد ہوا سعید یا مبارک اور حانث بھی معلوم نہیں کہ کون ہوا زید یا محمود بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہاں ایک ہی جہالت ہے یعنی حانث میں جہالت ہے معلوم نہیں کہ کون شریک حانث ہوا اور غلام میں جہالت نہیں اس واسطے کہ دونوں کا ایک ہی غلام ہے حتی لو اتحد المالک کان اشتراہما من علم بحلفہما عتق علم احدہما وامر بالبیان فتح تا اس کہ اگر دونوں غلاموں کا ایک ہی شخص مالک ہو جاوے اس طرح کہ دونوں غلاموں کو وہ شخص خرید کرلے جو دونوں مالکوں کی قسم یعنی تعلیق کو جانتا تھا تو اس کے پاس ایک غلام آزاد ہو جاوے گا اور مشتری پر بیان کا حکم کیا جاوے یعنی دونوں میں سے ایک غلام کو عتق کے واسطے معین کرے کذا فی فتح القدیر خلاصہ یہ کہ مسئلہ سابقہ میں بسبب تعدد مملوک اور مالک کے جہالت زائد تھی اور اب بسبب اتحاد مالک کے جہالت کم ہوگئی اور ہر چند تعلیق عتق کی مشتری کی جانب سے نہیں تھی لیکن چونکہ مشتری دونوں مالکوں کی تعلیق کو جانتا تھا لہذا اپنے زعم پر ماخوذ ہوا او الحالف بان قال عبدہ حران لم یکن فلان دخل ہذہ الدار الیوم ثم قال امراتہ طالق ان کان دخل الیوم عتق وطلقت لانہ بکل یمین زعم الحنث فی الاخری بخلاف مالو کانت الاولی باللہ اذ الناموس لا تدخل تحت حکم الحاکم لیکذب بہ بخلاف الاخری یا قسم کھانے والا ہو ایک اس طرح پر کہ مثلاً زید نے کہا کہ اس کا غلام آزاد ہے اگر اس گھر میں آج خالد نہ داخل ہوا ہو پھر زید نے کہا کہ اس کی زوجہ مطلقہ ہے اگر اس گھر میں خالد داخل ہوا ہو تو زید کا غلام آزاد ہوگا اور اس کی زوجہ مطلقہ ہوگی اس واسطے کہ ہر قسم میں دوسری قسم ٹوٹنے کا گمان کر چکا یعنی پہلے یمین میں شرط طلاق موجود ہونے کا مقرر ہوا اور دوسرے یمین میں شرط عتق کی موجود ہونے کا اقرار کیا برخلاف اس کے وہ صورت ہے اگر پہلی یمین بنام خدا ہوتی یعنی اگر یوں کہے کہ واللہ میں اس گھر میں داخل نہیں ہوا پھر یوں کہا کہ اگر میں اس گھر میں داخل ہوں تو میرا غلام آزاد ہے تو اس میں نہ کفارہ لازم ہے نہ عتق ثابت ہے اس واسطے کہ اگر عدم دخول میں صادق ہے تو کفارہ نہیں اور اگر عمداً کذب بولا ہے تو یمین غموس[1] اور یمین غموس سے دوسری یمین کی تکذیب نہیں ہو سکتی اس واسطے کہ غموس حاکم کے حکم کے تحت میں داخل نہیں ہوئی تا کہ اس کے سبب سے دوسری یمین کی تکذیب کر سکے طحطاوی نے کہا کہ یمین اولی کا غموس ہونا اتفاقی قید ہے اگر دوسری یمین بھی غموس ہوگی تو بھی یہی حکم ہے چنانچہ اس مسئلہ کا ذکر کتاب الطلاق میں ہو چکا کذا فی حاشیہ المدنی ومن ملک قریبہ بسبب ما مع رجل اخر عتق حظہ بلا ضمان علم الشریک بقرابتہ اولا علی الظاہر لان الحکم یدار علی السبب اور جو شخص کہ مالک ہو دوسرے شخص کے ساتھ اپنے قریب محرم کا کسی سبب سے خواہ سبب ملک کا خرید ہو یا ہبہ یا صدقہ یا وصیت یا بدل مہر یا میراث تو آزاد ہوگا حصہ قرابت والے کا بدون ضمان کے شریک کو اس کی قرابت معلوم ہو یا نہ ہو بنا بر ظاہر الروایت کے اس واسطے کہ حکم کا مدار سبب پر ہے یعنی ضمان کا سبب تعدی ہے سو یہاں موجود نہیں اس واسطے کہ اعتاق قریب محرم کا امر اختیاری نہیں ولشریکہ ان یعتق او یستسعی او یاس کے شریک کو اختیار ہے کہ اپنا حصہ آزاد کرے یا اس سے سعایت کرا دے امالو ملک مستولدتہ بالنکاح مع آخر فیضمن حظ شریکہ لکونہ ضمان تملک اور اگر اپنی مستولدہ منکوحہ کا مالک

[1] جھوٹی قسم زمانہ ماضی کی کسی کام پر ۱۲

Marfat.com

ہوگا دوسرے شخص کے ساتھ یعنی غیر کی لونڈی سے نکاح کیا اور اس سے لڑکا پیدا ہوا پھر اس کو خرید کیا دوسرے شخص کے ساتھ شریک ہوکر تو اپنے شریک کے حصہ کا ضمان دے گا اس واسطے کہ یہ ضمان ہے مالک ہونے کا **وان اشتری نصفہ اجنبی ثم القریب باقیۃ فلہ ان یضمن المشتری موسراً او یستسعی العبد** ہذہ ساقطۃ من نسخ الشرح اور اگر خرید کیا نصف غلام کو اجنبی نے پھر باقی کو غلام کے قرابت والے نے مول لیا تو اجنبی کو اختیار ہے چاہے مشتری قریب سے ضمان لے اگر وہ مقدور والا ہو اور چاہے غلام سے سعایت کراوے یہ مسئلہ متن کے نسخوں میں داخل ہے اور شرح مصنف کے نسخوں سے ساقط ہے **وان اشتری نصف قریبہ ممن یملکہ کلہ لا یضمن لبائعہ** مطلقاً شارکتہ العلۃ اور اگر خرید کیا اپنے قرابت دار کے نصف کو اس شخص سے جو اس کا پورا مالک ہے تو قریب بائع کو ضمان نہ دے گا مطلقاً خواہ مالدار ہو یا مفلس بسبب شریک کر لینے بائع کے علت میں یعنی ملک مشتری میں دخول بیع کی علت ایجاب اور قبول ہے سو اس میں بائع نے مشتری کو اپنا شریک کر لیا وقید بملکہ لانہ لو اشتراہ من احد الشریکین لزمہ الضمان اجماعاً للشریک الذی لم یبع لو المشتری موسرا اور عدم ضمان مشتری میں مصنف نے بائع میں پوری ملک کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر اپنے قریب کو ایک شریک سے خرید کرے گا تو اس پر ضمان دینا لازم ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے دوسرے شریک کے واسطے جس نے اپنا حصہ نہیں بیچا اس واسطے کہ شریک ثانی نے مشتری کو بیع میں اپنا شریک نہیں کر لیا ضمان مشتری پر اس وقت لازم ہوگا جب کہ وہ مالدار ہو اور اگر مشتری مفلس ہو تو شریک غلام سے سعایت کراوے گا کذا فی العالمگیریۃ **عبد مابین ثلثۃ دبرہ واحد ولعدہ اعتقہ آخر وہما موسران ضمن الساکت الذی لم یدبر ولم یحرر مدبرہ ان شاء ثلث قیمۃ قنا ورجع بہا علی** لعبد لا المعتقہ لان التدبیر ضمان معاوضۃ وہو الاصل ایک غلام ہے جس کے تین مالک ہیں ان میں سے ایک مالک نے اس غلام کو مدبر کیا اور بعد اس کے دوسرے مالک نے اس کو آزاد کر دیا اور وہ دونوں مالک مالدار ہیں تو تیسرا ساکت مالک جس نے نہ مدبر کیا نہ آزاد کیا اگر چاہے تو مدبر کرنے والے سے خالص غلام کی تہائی قیمت کا ضمان لے اور مدبر کرنے والا اس قدر غلام سے بھرلے نہ ضمان لے تیسرا مالک آزاد کرنے والے سے اس واسطے کہ مدبر کرنا ضمان ہے معاوضہ کا اور ضمان معاوضہ کا یہی اصل ہے ضمان میں خلاصہ یہ ہے کہ شریک اول کے مدبر کرنے سے دونوں شریکوں کے حصوں میں نقصان واقع ہوگیا تو ہر ایک کو اپنے حصے میں تدبیر اور کتابت اور ضمان اور سعایت عبد کا اختیار تھا جب دوسرے شریک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو فقط تیسرے شریک کا حصہ باقی رہا تو اب تیسرے شریک کے واسطے دو طرف ضمان متوجہ ہوا ایک ضمان تدبیر اور دوسرا ضمان اعتاق لیکن چونکہ ضمان معاوضہ یعنی ملک منفعت کا ضمان ہے اور ضمان اعتاق ضمان اتلاف ہے اس واسطے کہ غلام مدبر کا اجارہ اور اعارہ اور استخدام درست ہے اور اعتاق میں یہ امور جائز نہیں لہذا شریک ثالث کو مدبر کرنے والے سے ضمان لینا متعین ہوگیا نہ آزاد کرنے والے سے کذا فی حاشیہ المدنی **وضمن المدبر معتقہ ثلثۃ مدبرا لا ما ضمنہ المدبر من ثلثہ وقنا لفقتہ بتدبیرہ** اور ضمان لے مدبر کرنے والا غلام کے آزاد کرنے والے سے ثلثی قیمت مدبر کی نہ ضمان لے مدبر کرنے والا اس قدر جتنا آپ ضمان دے چکا ہے یعنی خالص غلام کی تہائی بسبب ناقص ہو جانے غلام کے اس کے مدبر کرنے سے وصحیحی ان قیمۃ المدبر ثلثا قیمۃ قنا اور باب التدبیر میں آوے گا کہ غلام خالص کی قیمت سے مدبر غلام کی قیمت تہائی کم ہوتی ہے اس واسطے کہ منافع مملوک کی تین قسمیں ہیں ایک وطی کرنا دوسرے خدمت لینا اور تیسرے بیع کرنا اور مدبر کر دینے سے بیع کا فائدہ فوت ہو جاتا ہے لہذا مدبر کی قیمت ثلث کم ہوگئی مثلاً اگر غلام خالص کی قیمت ستائیس درم ہوں تو شریک ثالث مدبر کرنے سے نو درم ضمان لے گا اور مدبر کرنے والا آزاد کرنے والے سے چھ درم ضمان لے گا اس واسطے کہ مدبر کی قیمت تہائی کم ہو کر اٹھارہ درم ہوں گے اور اٹھارہ کا ثلث چھ ہے **والولاء بین المعتق والمدبر اثلاثا ثلثاہ للمدبر وما بقی**

Marfat.com

للمتق لعتقہ بکذا علی ملکہما اور میراث غلام مذکور کی آزاد کرنے والے اور مدبر کرنے والے میں تین تہائی ہوگی دو تہائیاں مدبر کرنے والے کی اور ایک تہائی آزاد کرنے والے کی بواسطے آزاد ہونے غلام کے اسی طرح ان دونوں کی ملک پر آزاد کرنے والا ایک تہائی کا مالک تھا تو میراث بھی اس نے ایک تہائی پائی اور مدبر کرنے والا دو تہائی کا مالک تھا ایک تہائی کا تو خود مالک تھا اور دوسری تہائی کا ضمان دے کر مالک ہوا لہذا دو تہائی میراث کی پاوے گا ولو قال ہی ام ولد شریکی وانکر شریکہ ولا بینۃ تخدمہ یوما دتوقف بلا خدمۃ یوما عملا باقرارہ اور اگر لونڈی کے ایک مالک نے کہا کہ یہ لونڈی میرے شریک کی ام ولد ہے اور اس کے شریک نے انکار کیا کہ یہ میری ام ولد نہیں اور گواہ اس دعوے کے نہیں تو یہ لونڈی شریک منکر کی ایک دن خدمت کرے اور ایک دن کسی کی خدمت نہ کرے یہ اس کے اقرار پر عمل کرنے سے اس واسطے کہ جب اس کی ام ولد ہونے کا قائل ہوا تو اپنے سقوط حق کا مقر ہوا لہذا اپنے اقرار پر ماخوذ ہوا اور شریک منکر کا یہ گمان ہے کہ لونڈی ویسی ہے جیسی کہ پہلے تھی تو نصف لونڈی میں اس کا حق موجود ہے دنفقتہا فی کسبہا والا فعلی المنکر اور نفقہ لونڈی کا اس کی محنت مزدوری میں ہے اور اگر کسب نہ کرسکے تو شریک منکر پر اس کا پورا نفقہ ہے کذا فی المختلف من باب محمد اور دوسرا قول یہ ہے کہ نصف نفقہ منکر پر ہے اس واسطے کہ وہ نصف کا مالک ہے فتح القدیر میں کہا کہ یہی قول الیق بقول امام ہے کذا فی حاشیۃ المدنی واما جنایتہا موقوفۃ اور جنایت لونڈی کی موقوف رہے گی تا وقتیکہ ایک شریک دوسرے کی تصدیق کرے م لونڈی کی نصف میراث اور اس کا نصف کسب منکر کا ہوگا اور اگر منکر مرجاوے تو امام اعظم کے نزدیک وہ آزاد ہوگی اور بقدر حصہ منکر کے اس کے وارثوں کے واسطے سعایت کرے گی کذا فی العالمگیریۃ ولا قیمۃ لام ولد اور کچھ قیمت نہیں ام ولد کی امام کے نزدیک اس واسطے کہ ابن ماجہ و دارقطنی اور حاکم نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی کہ ابراہیم کی ماں یعنی ماریہ قبطیہؓ کا ذکر ہوا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو تو حضرتؐ نے فرمایا کہ اس کو اس کے ولد نے آزاد کر دیا تو یہ حدیث مقتضی ہے حریت اور زوال قیمت کی لیکن حریت میں دوسری حدیث سے معارضہ ثابت ہوا ابن ماجہ اور حاکم نے حدیث مرفوع روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس لونڈی کے اولاد پیدا ہو مالک سے وہ بعد موت مالک کے آزاد ہے تو زوال تقوم بلا معارض باقی رہا کذا فی حاشیۃ المدنی الا لضرورۃ اسلام ام ولد النصرانی دقوما ثبلث قیمتہا قنۃ ام ولد کی کچھ قیمت نہیں مگر ام ولد نصرانی کی اسلام کی بضرورت یعنی اگر نصرانی کی ام ولد اسلام قبول کرے تو البتہ اس ضرورت سے بقدر اپنی قیمت کے اس پر سعایت لازم ہوگی اس واسطے کہ مسلمان ہو کر کافر کی مملوک نہیں رہ سکتی اور مالک کی ملک صحیح باطل بھی نہیں ہوسکتی لہذا مانند مکاتبہ کے اس کی قیمت پر سعایت لازم آوے گی اور صاحبینؒ نے ام ولد کی قیمت بقدر ثلث قیمت لونڈی کے ٹھہرائی ہے فلا یضمن غنی اعتقہا مشترکۃ بان ولدت فادعیاہ وصارت ام ولد لہما فاعتقہا احدہما لم یضمن وکذا لو ولدت فادعاہ احدہما ثبت نسبہ ولا ضمان ولا سعایۃ خلافا لہما پھر جب ام ولد کی کچھ قیمت نہ ہوئی تو ضمان نہ دے گا وہ مالدار جس نے مشترک ام ولد کو آزاد کر دیا اس طرح پر کہ مشترک لونڈی ایک ولد جنی سو دونوں مالکوں نے اس کے نسب کا دعویٰ کیا اور وہ دونوں کی ام ولد ہوگی پھر ایک مالک نے اس کو آزاد کر دیا تو دوسرے مالک کو آزاد کرنے والا ضمان نہ دے گا اور اسی طرح مشترک لونڈی سے لڑکا پیدا ہوا اور ایک مالک نے اس کا دعویٰ کیا تو اس کا نسب ثابت ہوگا اور مدعی نسب پر ضمان دینا لازم نہ ہوگا اور نہ لونڈی پر اور اس کے ولد پر سعایت لازم ہوگی اس لئے کہ امام کے نزدیک ام ولد کی قیمت ہی نہیں جو ضمان اور سعایت اس پر متفرع ہو بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک اگر مدعی نسب مالدار ہے تو اس پر ضمان لازم ہوگا اور اگر مفلس ہے تو ولد پر سعایت لازم ہوگی وانما تضمن بالجنایۃ اجماعا

Marfat.com

فلو قربہا الی سبع فافرسہا ضمن لانہ ضمان جنایۃ لاضمان غصب ولذا لیضمن الصبی الحر بمثلہ زیلعی اور البتہ ام ولد کا ضمان دیا جاوے گا بسبب جنایت کے باتفاق امام اور صاحبینؒ کے تو اگر ایک مالک نے ام ولد کو مثلاً شیر کے پاس کر دیا اور شیر نے اس کو پھاڑ ڈالا تو یہ شخص ضمان دے گا دوسرے مالک کو اس لئے کہ یہ جنایت کا ضمان ہے نہ غصب کا ضمان اور ضمان جنایت کا تقوم پر موقوف نہیں بخلاف ضمانت غصب کے اور اسی واسطے صغیر حر کا ضمان دیا جاتا ہے مانند اس کے کذا فی الزیلعی یعنی اگر صغیر حر کو کوئی تلف کر واڈالے تو اس پر ضمان جنایت لازم آوے گا اور حالانکہ حر لائق قیمت کے نہیں ولو قال لعبدین عندہ من ثلثہ عبدٍ لہ احد کما حر فخرج واحد دخل آخر فاعاد قولہ احد کما حر فمادام حیا یومر بالبیان ایک شخص کے تین غلام ہیں سعید اور مرجان اور فیروز سو اس نے اگر مثلاً سعید اور مرجان دو۲ حاضر غلاموں سے کہا کہ تم میں ایک آزاد ہے پھر ایک غلام مثلاً سعید باہر گیا اور تیسرا غلام آیا یعنی فیروز پھر مالک نے وہی اپنا قول دوبارہ کہا کہ ایک تم میں آزاد ہے سو تا وقتیکہ مالک زندہ ہے تو اس پر بیان کرنے کا حکم کیا جاوے گا یعنی اگر غلام قاضی سے نالش کریں گے تو قاضی بجبر مالک پر حکم کرے گا کہ بیان کر دے کہ قول اول اور ثانی میں کس کس غلام کو تو نے آزاد کیا ہے جس جس کو مالک بیان کرے گا وہی آزاد ہوگا وان مات بلا بیان عتق ممن ثبت ثلثہ اربا عہ نصفہ بالاول ونصف نصفہ بالثانی اور اگر مالک بلا بیان مر گیا تو جو غلام کہ دونوں قولوں میں ٹھہرا رہا یعنی مرجان سے تین ربع یعنی پون آزاد ہوگا نصف تو ایجاب اول سے آزاد ہوگا اور نصف النصف یعنی چوتھائی ایجاب ثانی سے آزاد ہوگا م تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ جب مالک نے سعید اور مرجان سے کہا کہ تم دو۲ میں ایک آزاد ہے اور تعیین کسی کی مالک کے قول سے ثابت نہ ہوئی تو ایجاب اول سعید اور مرجان میں دائر ہوا لہذا نصفا نصف ہوگیا آدھا سعید آزاد ہوا اور آدھا مرجان پھر جب سعید باہر گیا اور فیروز داخل ہوا پھر مالک نے وہی کہا کہ ایک تم دو۲ میں آزاد ہے تو ایجاب ثانی بھی داخل اور ثابت میں یعنی مرجان اور فیروز میں دائر ہوا تو یہ بھی دونوں میں نصفا نصف ہوگیا نصف مرجان کو اور نصف فیروز کو سو جو نصف کہ مرجان کو پہنچا وہ بالکل مرجان میں شائع ہوا اور پھیل گیا اور چونکہ نصف مرجان کا ایجاب اول سے آزاد ہو چکا تھا اور نصف فارغ غیر آزاد تھا تو جس قدر نصف آزاد کو پہنچا وہ تو لغو اور بے فائدہ ہوگیا اور جتنا فارغ کو پہنچا وہ باقی رہا یعنی چوتھائی اس واسطے کہ نصف کو جو دو۲ حصہ کیجئے تو ربع ہوتا ہے تو اس تفصیل سے صاف معلوم ہوگیا کہ مرجان سے تین۳ ربع آزاد ہوگئے دو۲ ربع ایجاب اول سے اور ایک ربع ایجاب ثانی سے ہکذا فی الدرر وعامۃ الکتب وعتق منکل غیرہ نصفہ اور سوائے مرجان کے ہر ایک غلام خارج اور داخل سے نصف نصف آزاد ہوا اور ایجاب اول سے سعید نصف آزاد ہوا اور ایجاب ثانی سے فیروز نصف آزاد ہوا نزدیک امام اور ابو یوسف کے اور محمد کے نزدیک غلام داخل سے یعنی فیروز سے فقط چہارم آزاد ہوا اس واسطے کہ ایجاب ثانی سے جیسے ثابت غلام یعنی مرجان چہارم آزاد ہوا ویسے فیروز بھی چہارم ہی آزاد ہوا اگر کوئی سوال کرے کہ صاحبین کے نزدیک عتق تو قسمت پذیر نہیں پھر کیا وجہ ہے کہ اس مسئلہ میں صاحبین تجزی عتق کے قائل ہیں نہ اس کے سوا اور مسائل ہیں اس کا جواب شارح نے آئندہ قول میں بیان کیا لثبوتہ لبطریق التوزیع والفروۃ فلم تیعد یعنی ثبوت تجزی عتق کا اس مسئلہ میں بطور تقسیم اور ضرورت کے ہوگیا ہے تو سوائے محل ضرورت کے اور مسائل میں متعدی اور متجاوز نہ ہوگا یعنی ایک غلام کا عتق مبہم بضرورت عدم تعیین کے دو میں منقسم ہوگیا تو سوائے اپنے محل کے اور محل میں متجاوز نہیں ہو سکتا کذا فی حاشیۃ الدنی وشرح ابی المکارم عن الخقر وان صدر ذالک المذکور منہ فی مرضہ وضاق الثلث عنہم ولم یجزہ الورثۃ قیمتہم سواء قسم الثلث بینہم کما مر بان جعل کل عبد سبعۃ اسہم کسہام العتق لاحتیاجنا الی مخرج لہ نصف وربع واقلہ اربعۃ فتقول لسبعۃ

Marfat.com

ھی ثلث المال اور اگر یہ دونوں قول مذکور صادر ہوں مالک سے اس کی بیماری میں اور بلا بیان وہ مرگیا اور ثلث مال سے غلام آزاد نہ ہو سکیں اس لئے کہ سوائے تین غلاموں کے کچھ اور متروکہ میت کا نہیں اور وارث میت کے اس قدر آزاد ہونے کو جائز نہیں رکھتے اور حالانکہ قیمت تینوں غلاموں کی برابر ہے تو اس صورت مخصوص میں بحساب سابق مذکور کے ثلث مال ان تینوں غلاموں میں منقسم کیا جاوے گا اس طرح پر کہ ہر غلام کے سات سہم قرار دے جاویں مانند سہام عتق کے چنانچہ اس کی تفصیل مذکور ہو چکی کہ تین سہم مرجان کے اور دو سہم سعید کے اور دو سہم فیروز کے آزاد ہوئے تھے تین ربع ایک کے اور نصف نصف دو کے ہر غلام کے سات سہم اس واسطے مقرر ہوئے کہ اس تقسیم میں ہم کو احتیاج ہوئی اس مخرج کی جس میں نصف اور ربع ہو اور اس کا اقل مخرج چار ہیں اس واسطے کہ نصف چار کا دو ہیں اور ربع ایک اور چونکہ چار میں گنجائش سات سہم کی نہیں لہذا چار کو زیادہ کر کے سات قرار دیا اور یہی سات سہم ثلث مال ہے میت کا اور چونکہ عتق مرض کا در حکم وصیت کے ہے لہذا ثلث میں جاری ہوا اگر کوئی کہے کہ اہل فرائض نے تصریح کر دی ہے کہ چار کی زیادتی سات تک نہیں ہوتی اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ فرائض میں اجتماع دو نصف اور ربع کا نہیں ہوتا لہذا اہل فرائض سات عول کے قائل نہ ہوئے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ فرائض کے سوا اور کہیں بھی جائز نہیں اسی طرح مصرح کیا ہے شراح کلام اہل فرائض نے کذا فی الدرر وعتق ممن ثبت ثلثہ من سبعہ یسعیٰ فی اربعۃ وعتق من کل من غیرہ سہمان یسعیٰ فی خمسۃ فبلغ سہام السعایۃ اربعۃ عشر وسہام الوصایا سبعۃ لنفاذہا من الثلث اور اس غلام سے جو ثابت رہا دونوں ایجاب میں یعنی مرجان کے تین سہم آزاد ہوئے سات سہم سے اور سعایت کرے چار سہم میں اور ثابت کے سوا ہر ایک غلام سے دو دو سہام آزاد ہوئے یعنی سعید کے دو سہم آزاد ہوئے تو باقی پانچ سہم میں وہ سعایت کرے اور فیروز کے بھی دو سہم آزاد ہوئے تو وہ بھی باقی پانچ میں کوشش کرے تو سعایت کے سہام تینوں غلاموں میں چودہ ہوئے اور وصیت یعنی عتق کے سہام سات ہوئے بسبب جاری ہونے وصیت کے کل مال کی تہائی سے تو کل مال میت کا اکیس سہام ہوئے ان میں سے ثلث آزاد ہوئے یعنی سات باقی رہے دو ثلث یعنی چودہ وان طلق نسوۃ الثلث کذلک ومہرہن سواء اور اگر طلاق دی ایک زوج نے اپنی تین عورتوں کو اسی طرح یعنی ایک شخص کے تین عورتیں ہیں سو ایک دن اس کے پاس دو عورتیں حاضر تھیں سو اس نے کہا کہ تم دو میں سے ایک مطلقہ ہے پھر ایک ان میں سے باہر گئی اور تیسری آئی سو اس نے دوبارہ کہا کہ تم دو میں سے ایک مطلقہ ہے اور حالانکہ مہر ان تینوں کے برابر ہیں م مہر کا برابر ہونا کچھ ضروری نہیں شارح نے یہ قید باتباع صاحب درر کے زیادہ کی اس واسطے کہ حکم مسئلہ کا در صورت تفاوت مہر کے بھی یکساں ہے بلا تفاوت کذا فی حاشیۃ الدنی عن الفتی ابی سعود قبل وطی لیفید البینونۃ طلاق دی قبل وطی کے قید قبل وطی کی اس واسطے لگائی تاکہ ایجاب اول مفید ہو جدائی کا اس لئے کہ زوجہ غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے جدا ہو جاتی ہے تو جس عورت کو ایجاب اول پہنچا وہ ایجاب ثانی کی محل باقی نہ رہی تو اس امر میں طلاق عتق کے مانند ہو گئی کذا فی شرح الوقایۃ والدرر اس مسئلہ مفروضہ میں تین طرح کے احکام ہیں ایک حکم مہر کا دوسرا حکم میراث کا اور تیسرا حکم عدت کا اور یہ سب احکام اس صورت میں متبنی ہیں جبکہ زوج بہ طلاق مبہم دے کر بلا بیان مرگیا اور اگر زوج بیان کر دے گا کہ طلاق سے فلانی عورت مراد ہے تو وہ عورت بائنہ ہو جاوے گی بلا عدت اور نصف مہر پالے گی اور دوسری عورت کہ بوقت خطاب موجود تھی وہ نکاح میں ثابت رہے گی اور اگر بعد اس بیان کے زوج مرجاوے گا تو وہ باقی عورت میراث اور پورا مہر پاوے گی اور عدت وفات اس پر لازم ہوگی کما لا یخفی سقط ربع مہر من خرجت وثلثۃ اثمان ممن ثبتت وثمن من دخلت لان بالایجاب الاول سقط نصف مہر الواحدۃ منصفا بین الخارجۃ والثابتۃ فسقط ربع کل ثم بالایجاب الثانی سقط الربع منصفا بین الثابتۃ والداخلۃ توساقط ہوگا زوجۂ خارجہ کا چہارم مہر اور زوجۂ ثابتہ کے مہر سے تین ہشتم

Marfat.com

حصے ساقط ہونگے اور زوجۂ داخلہ کا ہشتم حصہ مہر کا ساقط ہوگا اس واسطے کہ ایجاب اول سے ایک زوجہ کا نصف مہر ساقط ہوکر خارجہ اور ثابتہ میں نصفا نصف ہوگیا تو ہر زوجہ کا چوتھائی مہر ساقط ہوگیا پھر ایجاب ثانی سے چہارم مہر ساقط ہوکر ثابتہ اور داخلہ میں آدھوں آدھ ہو گیام ایجاب اول سے ایک زوجہ کا نصف مہر اس واسطے ساقط ہوا کہ زوج نے طلاق نہیں دی مگر ایک عورت کو اور طلاق قبل دخول میں نصف مہر ساقط ہوتا ہے اور چونکہ طلاق ایک عورت پر مخصوص نہیں لہذا سقوط نصف مہر کا دونوں میں برابر منقسم ہوگیا تو خارجہ کا بھی چہارم ساقط ہوا اور ثابتہ کا بھی چہارم ساقط ہوا بعد اس کے ایجاب ثانی میں یہ تردد واقع ہوا کہ ایجاب اول میں خارجہ مطلقہ ہوئی یا ثابتہ تو اگر واقع میں ثابتہ مطلقہ ہوئی تو ایجاب ثانی کا حکم ثابتہ پر باطل ہے اس واسطے کہ طلاق مانند عتاق کے متجزی نہیں ہوتی کہ کچھ ثابتہ مطلقہ ہو اور کچھ خارجہ اور اگر ایجاب اول میں خارجہ مطلقہ ہوئی تو اس تقدیر میں ایجاب ثانی واقع ہوگا ثابتہ اور داخلہ میں برابر تو بسبب اس تردد کے ایجاب ثانی میں ربع مہر ساقط ہوا اور ربع دونوں میں نصفا نصف ہوگیا ثابتہ کا بھی آٹھواں حصہ مہر کا ساقط ہوا اور داخلہ کا بھی بعضے علماء نے کہا کہ یہ محمدؒ کا قول ہے اور بعضوں نے کہا کہ شیخین کا قول بھی ہے اگر امام محمدؒ کا فقط قول ہے تو ظاہر ہے اور اگر شیخین کا قول بھی ہے تو عتق اور طلاق میں فرق مذکور کے بیان کرنے کی البتہ حاجت ہے ہکذا فی الہدایہ شرح الوقایہ وحواشیہا ملخصا واما المیراث لمن سن ربع وثمن فللداخلۃ نصف لانہ لایزاحمہا الا الثابتۃ والنصف الآخر بین الخارجۃ والثابتۃ نصفان لعدم المرجح اور زوجات ثلثہ کی میراث خواہ ربع ہو خواہ ثمن ہو داخلہ کو نصف میراث ہے اگر زوج کے اولاد نہیں تو نصف ربع ہے اور اگر اولاد ہے تو نصف ثمن ہے اس واسطے کہ داخلہ کے ساتھ کوئی زوجہ شریک نہیں مگر ثابتہ اور نصف ثانی خارجہ اور ثابتہ میں نصفا نصف ہے اس لئے کہ کوئی مرجح نہیں ایک کا دوسرے پر تو زوجیت کی میراث نصف داخلہ کی اور ربع خارجہ کی اور ربع ثابتہ کی وعلی کل منہن عدۃ الوفات احتیاطا لاالطلاق لعدم الدخول اور ہر زوجہ پر انھیں زوجات ثلثہ سے عدت وفات کی لازم ہوگی بنابر احتیاط کے نہ عدت طلاق کی بسبب عدم وطی کے عدت وفات میں احتیاط ہے بسبب احتمال منکوحہ ہونے کے کذا فی الکافی والوطی والموت بیان فی طلاق بائن مبہم کقولہ لامراتہ احدیکما بائن نوطی احدایہما اوماتت کان بیانا للاخری قیل وکذا التقبیل لاالطلاق اور وطی اور موت زوجہ بیان ہے طلاق بائن مبہم میں چنانچہ یوں کہنا زوج کا اپنی دو عورتوں سے کہ ایک تم میں سے بائن ہے پھر زوج نے ایک زوجہ کی وطی کی تو ظاہر ہوگیا کہ زوج کے نزدیک طلاق مبہم سے زوجۂ ثانیہ مراد تھی اگر موطوءہ مطلقہ ہوتی تو اس سے وطی نہ کرتا یا بعد طلاق مبہم کے ایک زوجہ مرگئی تو دوسری زندہ زوجہ مطلقہ ہوگی اس لئے کہ مردہ محل طلاق نہیں بعضے علماء نے کہا اور اسی طرح تقبیل کا بھی حکم ہے یہ کرخی کا قول زیادات کے مخالف ہے یعنی اگر بعد طلاق بائن مبہم کے ایک زوجہ کا بوسہ لے گا تو معلوم ہوگا کہ زوجہ ثانیہ مطلقہ تھی اور طلاق بیان نہیں ہوتی یعنی اگر دو عورتوں سے کہا کہ ایک تم میں بائن ہے پھر ایک زوجہ کو معین کرکے طلاق دی تو یہ طلاق ثانی مبہم کا بیان نہ ہوگی یعنی دوسری زوجہ مطلقہ نہ ثابت ہوگی اس واسطے کہ طلاق بائن کے بعد عدت میں دوسری طلاق بھی واقع ہوسکتی ہے تو جائز ہے کہ جس کو اول طلاق بائن ہوئی تھی اسی کو دوسری طلاق بھی ہوئی کذا فی حاشیۃ الدنی عن البحر وبل التہدید بالطلاق کالطلاق والعرض علی البیعۃ کالبیع لم ارہ شارح کہتا ہے طلاق کی دھمکی طلاق کے مانند اور بیع کے واسطے پیش کرنا بیع کے مانند ہے بیان میں یا نہیں بین نے اس کو مصرح نہیں دیکھا م جب طلاق بیان نہ ہوئی تو بھلا دھمکی طلاق کیوں کر بیان ہوگی اور عرض علی البیع کو شارح نے مانند بیع کے کسی کتاب میں نہیں دیکھا الحمد للہ کہ مترجم نے اختیار شرح مختار میں مصرح دیکھا کہ عرض بھی مانند بیع کے بیان ہے عتق مبہم کا چنانچہ اس کی ملخص عبارت یہ ہے

Marfat.com

(ولو قال لعبدیہ احد کما حر ثم باع احدہما او عرضہ علی البیع عتق الآخر لانہ بالعرض قصد وصول الثمن وانہ ینافی الحریۃ) اور ملتقی الابحر میں یوں ہے (والبیع بیان فی العتق المبہم وکذا العرض علی البیع) باوجودیکہ شارح ملتقی پر شرح لکھ چکا ہے درالمختار سے پہلے پھر بھی یہ مسئلہ یاد نہ پڑا انسان کتنا ہی بڑا کامل ہو لیکن خطا اور نسیان سے خالی نہیں معاذ اللہ یہ شارح علامہ پر طعن نہیں ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک غرض اس بیان سے عجز لبشریت کا بیان ہے کبیع ولو فاسدا وموت ولو تقبل العبد نفسہ وتحریر ولو مطلقاً وتدبیر ولو مقیداً او استیلاد وکذا کل تصرف لا یصح الا فی الملک ککتابۃ واجارۃ وایفاء وتزویج ورہن وہبۃ وصدقۃ ولو غیر مسلمتین ذکرہ ابن الکمال لان السادمتہ بیان فہذہ اولی بلا قبض بدائع چنانچہ بیع کرنا ایک غلام کا عتق مبہم کا بیان ہے اگرچہ بیع فاسد ہی ہو اور مرجانا ایک غلام کا اگرچہ غلام نے اپنی ذات کو آپ قتل کیا ہو اور آزاد کرنا ایک غلام کا اگرچہ اعتاق مطلق ہو اور مدبر کرنا ایک غلام کا اگرچہ تدبیر مقید ہو چنانچہ تدبیر[1] مطلق اور مقید کا بیان باب التدبیر میں آوے گا اور استیلاد یعنی دعوی ولد کرنا اور اسی طرح عتق مبہم کا بیان ہے وہ تصرف جو صحیح نہیں ہوتا مگر ملک میں جیسے مکاتب کرنا یا اجارہ یا وصیت کرنا یا مملوک کا نکاح کر دینا یا گرو رکھنا اور اسی طرح ہبہ کرنا اور خیرات میں دینا اگرچہ ہبہ اور خیرات بلا قبض ہو یہ قول ہے ابن کمال کا اس واسطے کہ فقط قیمت ٹھہرانا بلا تسلیم جبکہ بیان ہوتا ہے عتق مبہم کا تو ہبہ اور صدقہ بلا قبض اولی ہیں بیان ہونے میں کذا فی البدائع اس واسطے کہ ہبہ اور صدقہ بلا قبض میں ایجاب اور قبول ہوتا ہے بخلاف قیمت ٹھہرانے کے فی حق عتق مبہم کقولہ احد کما حر ففعل ما ذکر تعین الآخر امور مذکورہ عتق مبہم کے حق میں بیان ہیں چنانچہ مالک نے اپنے دو[2] غلاموں سے یا دو لونڈیوں سے کہا کہ ایک تم میں آزاد ہے تو یہ عتق مبہم ہے معلوم نہیں کہ کس کی آزادی مراد ہے پھر امور مذکور میں سے کوئی امر کیا یعنی دو غلاموں میں ایک کو بیع کر ڈالا یا ایک غلام مر گیا یا ایک کو آزاد کیا معین کر کے یا مدبر کیا یا ایک لونڈی کے ولد کو اپنا بیٹا کیا یا ایک غلام کو مکاتب کیا یا اجارہ میں دیا یا ایک غلام کے استخدام کی کسی کے واسطے وصیت کی یا ایک کا نکاح کر دیا یا گرو رکھا یا ایک غلام کو کسی کو ہبہ کر دیا یا خیرات میں دیا تو ان افعال سے دوسرے غلام کا عتق متعین اور مصرح ہو گیا ابہام دفع ہوا اس واسطے کہ تصرف مالکانہ قرینہ ہے کہ عتق اس کا مالک کو مقصود نہ تھا بلکہ دوسرے غلام کی آزادی مراد تھی ولو قیل لہ ایہما نویت فقال لم اعن وہذا عتق الآخر ثم ان قال لم اعن ہذا عتق الاول ایضا وکذا الطلاق بخلاف الاقرار اختیارا اور اگر مالک نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ ایک تم میں سے آزاد ہے اور کسی نے مالک سے پوچھا کہ کس غلام کے آزاد کرنے کا تو نے ارادہ کیا سو مالک نے ایک کی طرف اشارہ کر کے کہ اس کو میں نے نہیں آزاد کیا تو دوسرا آزاد ہو گا اس واسطے کہ ایک کی نفی کرنے سے دوسرا متعین ہو گیا پھر بعد اس کے دوسرے غلام کی طرف جس کا عتق متعین ہو گیا اشارہ کر کے کہا کہ اس کی آزادی کا میں نے ارادہ نہیں کیا تو اول غلام بھی آزاد ہو جاوے گا یعنی دونوں غلام آزاد ہو جاویں گے نفی اول سے دوسرا غلام آزاد ہوا اور نفی ثانی سے پہلا غلام آزاد ہوا اور یہی حکم ہے طلاق مبہم میں یعنی زوج نے اپنی دو عورتوں سے کہا کہ ایک تم میں مطلقہ ہے پھر کسی نے پوچھا کہ کس کو تو نے ارادہ کیا سو زوج نے کہا کہ اس کو میں نے ارادہ نہیں کیا تو دوسری عورت مطلقہ ہو گی پھر اگر دوسری عورت کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس کو بھی میں نے ارادہ نہیں کیا تو دونوں مطلقہ ہوں گی بخلاف اقرار مبہم کے کہ اس میں ایک کی نفی سے دوسرے کو تعیین نہیں ہوتی چنانچہ اگر یوں کہا کہ ان دو[2] شخصوں میں سے ایک

---

[1] اور اگر مالک نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ تم میں سے ایک آزاد ہے پھر ان دونوں میں سے ایک بیچ ڈالا یا بیچنے کے لیے پیش کیا تو دوسرا آزاد ہو گا اس لیے کہ پیش کرنے سے اس نے قصد ثمن ملنے کا کیا اور یہ امر منافی ہے آزاد ہونے کے ۱۲ [2] اور بیچ ڈالنا بیان ہے عتق مبہم میں اور اسی طرح بیع کے لیے پیش کرنا [3] مترجم اول چند ورق پیش تر مذکور کر چکا ہے کہ تدبیر مطلق وہ ہے جو بعد مرنے کے آزاد کرنے کو کہا اور مقید وہ ہے جس میں غلام کی آزادی کو کسی خاص بیماری سے اپنے مرنے کی قید لگا دی ہو ۱۲

Marfat.com

شخص کے ہزار درم مجھ پر ہیں سوا گر کسی نے پوچھا کہ کون مراد ہے اور مقر نے ایک کی نفی کی تو دوسرے شخص کے واسطے کچھ واجب نہ ہو گا وجہ فرق کی یہ ہے کہ طلاق اور عتاق میں اس شخص پر تعیین واجب ہے تو جب ایک کی نفی کی تو دوسرا متعین ہو گا بنا بر ضرورت اقامت وجوب کے بخلاف اقرار کے کہ اس کی تعیین مقر پر واجب نہیں اس واسطے کہ اقرار مجہول سے مقر پر کچھ لازم نہیں آتا کہ جبر اس پر جائز ہو تو اقرار میں ایک کی نفی سے دوسرے کی تعیین بھی نہ ہو گی کذا فی الاختیار شرح المختار ولو جنی احدہما تعین الجانی وعلیہ الدیۃ دفعا للضرر ولو الجنیۃ اور اگر ایک غلام نے جنایت کی یعنی کسی کو مار ڈالا تو مارنے والا غلام متعین ہو جائے گا واسطے عتق کے اور اسی پر خون بہا دینا لازم ہو گا واسطے دفع ضرر مولی کے کذا فی الولوالجیہ یعنی غلام قاتل کی آزادی اس واسطے متعین ہو گئی تاکہ مولی کا ضرر نہ ہو قاتل ہی پر خون بہا دینا لازم ہو گا اور اگر غلام غیر قاتل کو آزاد قرار دیجیے تو قاتل کی طرف سے خون بہا دینا مولی پر لازم ہو گا لایکون الوطی ودواعیہ بیانا فیہ وقالا ہو بیان حبلت اولا وعلیہ الفتوی لعدم حلہ الا فی الملک نہ ہو گی وطی اور اس کے دواعی بیان عتق مبہم میں یعنی اگر ایک لونڈی سے مولی نے وطی کی تو دوسری لونڈی کا عتق ثابت نہ ہو گا نزدیک امام اعظمؒ کے اور صاحبین نے کہا کہ وطی بیان ہے عتق مبہم میں یعنی لونڈی اس وطی سے حاملہ ہو یا نہ ہو اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الہدایۃ اس واسطے کہ وطی حلال نہیں مگر ملک میں اور ظاہر حال مسلم کا دلالت کرتا ہے کہ وہ مرتکب حرام کا نہ ہوا ہو گا وکذا الموت لایکون بیانا فی الاخبار اتفاقا فلو قال لغلامین احدکما اینی او قال لجاریتین احدکما ام ولدی فمات احدہما لاتعین الباقی للعتق ولا للاستیلاد لان الاخبار یصح فی الحی والمیت بخلاف الانشاء اور اسی طرح موت بھی بیان نہیں ہوئی خبر دینے میں باتفاق امام اور صاحبین کے سوا گر مولی نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ تم میں سے ایک میرا بیٹا ہے یا دو لونڈیوں سے کہا کہ تم میں سے ایک میری ام ولد ہے پھر ایک غلام یا ایک لونڈی مر گئی تو باقی غلام عتق کے واسطے اور باقی لونڈی استیلاد کے واسطے متعین نہ ہوں گے اس لئے کہ خبر دینا زندہ اور مردہ دونوں میں صحیح ہو سکتا ہے لہذا موت بیان نہیں ہو سکتی اخبار میں بخلاف انشاء کے کہ وہ مردہ میں صحیح نہیں لہذا انشاء میں موت بیان ہوتی ہے قال لامتہ ان کان اول ولد تلدینہ ذکرا فانت حرۃ فولدت ذکرا وانثی ولم یدر الاول رق الذکر بکل حال وعتق نصف الام والانثی لعتقہا بتقدیم الذکر ورقہما بعکسہ فیعتق نصفہما ویسعیان فی نصف قیمتہما کہا مالک نے اپنی حاملہ لونڈی سے کہ اگر تو پہلا بچہ مذکر جنے گی تو تو آزاد ہے پھر وہ مذکر اور مؤنث ساتھ ہی جنی اور معلوم نہیں کہ پہلے مذکر جنی یا مؤنث تو ولد مذکر تو ہر حال میں غلام ہی رہے گا خواہ مذکر کا اول تولد ہوا ہو خواہ مؤنث کا اس واسطے کہ اگر اول مذکر ہوا تو وہ مملوک ہو گا اس لئے کہ وقت تولد کے یہ اس کی مملوکہ تھی اور وہ آزاد نہ ہو گی مگر بعد وضع حمل کے باعتبار شرط کے اور اگر اول مؤنث کا تولد ہوا تو نہ ماں اس کی آزاد ہو گی نہ مولود بسبب نہ پائے جانے شرط کے اور جس صورت میں اولیت کسی کی معلوم نہ ہو تو ماں اور اس کی بیٹی نصف نصف آزاد ہوں گی بسبب آزاد ہونے دونوں کے در صورت تقدم مذکر کے اور مملوک ہونے دونوں کے در صورت تقدم مؤنث کے تو در صورت عدم ثبوت تقدم کے دونوں نصف نصف آزاد ہوں گی اور دونوں سعایت کریں گی اپنی نصف نصف قیمت میں شہد البتق احد مملوکتہ ولو امتہ لغت عند ابی حنیفۃؒ لکونہا علی عتق مبہم دو گواہوں نے دو غلاموں میں سے ایک کے آزاد کرنے کی گواہی دی تو نزدیک امام اعظمؒ کے یہ گواہی لغو ہے اگرچہ دونوں گواہوں نے دو لونڈیوں میں سے ایک لونڈی کے بھی اعتاق کی گواہی دی ہو اس واسطے کہ یہ گواہی عتق مبہم پر ہے اور عتق مجہول کی گواہی لائق سماعت کے نہیں الا ان تکون شہادتہما فی وصیتہ ومنہا التدبیر فی الصحۃ والعتق فی المرض او طلاق مبہم فیقبل اجماعا اعتاق مبہم کی گواہی کسی صورت میں مقبول نہیں

Marfat.com

مگر اس طرح مقبول ہے کہ دونوں کی گواہی وصیت میں ہو اور وصیت میں داخل ہے صحت میں مدبر کرنا اور مرض الموت میں آزاد کرنا یا گواہی طلاق مبہم میں ہو تو باجماع امام اور صاحبین کے مقبول ہوگی جب کہ تدبیر فی الصحۃ وصیت میں داخل ہوئی تو تدبیر فی المرض بطریق اولی وصیت داخل ہیں ہوگی بحر الرائق اور نہر الفائق میں گواہی وصیت کی یوں مثال دی ہے کہ دونوں گواہ گواہی دیں کہ مالک نے اپنے مرض الموت میں دو غلاموں سے ایک غلام کو آزاد کیا طحطاوی محشی نے کہا تو اس مثال میں وصیت اور عتق فی المرض میں کچھ فرق نہیں معلوم ہوتا اور ممکن ہے کہ وصیت سے یہ مراد ہو کہ اپنے غلام کے اعتاق کی وارثوں کو وصیت کر جاوے اور مرض الموت کے اعتاق سے یہ مراد کہ خود آزاد کر کے مرے والاصل ان الطلاق المبہم یحرم الفرج احتیاطا فلا یشترط لہ الدعوی بخلاف العتق المبہم فلا یحرمہ عندہ لکن لم یجز ان یفتی بہ فلیحفظ اور طلاق مبہم اور عتق مبہم میں اصل فارق یہ ہے کہ طلاق مبہم حرام کر دیتی ہے شرمگاہ کو باجماع امام اور صاحبین کے تو طلاق مبہم کی گواہی کے واسطے دعوے مشروط نہیں اس واسطے کہ یہ حق اللہ ہے نہ حق العباد اور حق اللہ میں بلا شرط دعوی گواہی مقبول ہے بخلاف عتق مبہم کے کہ وہ محرم شرم گاہ کا نہیں نزدیک امام کے لیکن اس مقام میں امام کے قول پر فتوی دینا جائز نہیں کذا فی الہدایۃ اس واسطے کہ مزید احتیاط تحریم میں ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کما تقبل لو شہد بعد موتہ انہ ای المولی قال فی صحتہ لقنیۃ احد کما حرعلی الاصح لیشیوع العتق فیہما بالموت فصار کل خصما متعینا وصححہ ابن الکمال وغیرہ چنانچہ مقبول ہے گواہی اگر دو شاہدوں نے گواہی دی بعد موت مولی کے کہ اس نے اپنی صحت میں کہا تھا اپنے دو غلاموں سے کہ ایک تم میں سے آزاد ہے گواہی قبول ہوگی بنا بر قول اصح کے بسبب شائع ہو جانے عتق کے دونوں غلاموں میں مولی کی موت سے یعنی جب تک مولی زندہ تھا تو شہادت مذکورہ مقبول نہ تھی اس سبب سے کہ دعوی صحیح نہ تھا اس واسطے کہ مدعی مجہول تھا معلوم نہ تھا کہ دونوں میں سے کون آزاد ہے اور جب مولی مر گیا تو دونوں غلاموں پر عتق پھیل گیا تو ہر غلام مدعی متعین ہو گیا اور تصحیح کی ہے اس قول کی ابن کمال وغیرہ نے یعنی فخر الاسلام اور صاحب کافی نے اور شارحین نے بھی اسی قول کو پسند کیا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل ملحقہ شارح کے شہد العتقہ سالما ولا یعرفونہ عتق گواہی دی دو گواہوں نے کہ مولی نے اپنے سالم غلام کو آزاد کیا اور گواہ سالم کو پہچانتے نہیں ہیں تو سالم آزاد ہوگا بشرطیکہ مولی کے غلاموں میں مسمی بہ سالم ایک ہی غلام ہو ولو لہ عبدان کل اسمہما سالم وجحد فلا عتق کشہادتہما بعتقہ لمعینۃ سماہا فنسیاہا اسمہا او بطلاق احدی زوجتیہ وسماہا فنسیاہا لم تقبل الجہالۃ فتح اور اگر مولی کے دو غلاموں کا نام سالم ہو اور مولی اعتاق کا منکر ہو تو گواہوں کی گواہی اس گواہی سے کہ مولی نے سالم کو آزاد کیا عتق نہ ثابت ہوگا چنانچہ دو گواہوں کی ایسی گواہی کہ مولی نے معین لونڈی کا نام لے کر آزاد کیا اور گواہوں کو اس کا نام یاد نہ رہا یا دو عورتوں میں سے ایک عورت کی طلاق کی گواہی دی جس کا زوج نے نام لیا تھا اور گواہ اس کو بھول گئے تو ایسی گواہی نہ مقبول ہوگی بسبب کمال جہالت کے کذا فی فتح القدیر

باب الحلف بالعتق

یہ باب ہے عتق کی قسم کھانے کے بیان میں حلف بفتح حا وسکون لام مصدر ہے بمعنی قسم کھانے کے اور حلف بمعنی عہد و پیمان کے ہے کذا فی السراج اور حلف سے مراد یہاں تعلیق ہے عتق کے اور مسئلہ تعلیق بالولادۃ کا عتق البعض میں اس واسطے مذکور ہوا کہ در صورت عدم علم شرط کے بعض عتق ہوتا ہے نہ کل کذا فی المنح قال ان دخلت الدار فکل مملوک لی یومئذ حر عتق من لہ حین دخولہ ولو لیلا سواء ملکہ لبعد حلفہ او قبلہ لان المعنی یوم اذ دخلت فاعتبر ملکہ وقت دخولہ کہا قائل نے کسی مخاطب[1] سے کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگا تو جو میرا مملوک ہوگا اس دن سو آزاد ہے تو آزاد ہو جاوے گا جو لونڈی یا غلام کہ متکلم کا مملوک

[1] مخاطب کی قید اتفاقی ہے اگر دخلت کو بصیغہ متکلم پڑھے تو معنی یہ ہوں گے کہ کسی نے یوں کہا کہ اگر میں داخل ہوں تو ایسا ہو اور یہی معنی ہیں ۱۲

Marfat.com

ہوگا مخاطب کے داخل ہونے کے وقت اگرچہ مخاطب رات کو گھر میں داخل ہوا ہو خواہ متکلم مملوک کا بعد تعلیق کے ہوا ہو یا قبل تعلیق کے اس واسطے کہ معنی یومئذ کے یہاں یہ ہیں کہ جس روز کہ تو گھر میں داخل ہوگا تو وقت دخول مخاطب کے ملک متکلم کی معتبر ہوئی تو گویا یوں متکلم نے کہا کہ وقت دخول کے جس غلام اور لونڈی کا میں مالک ہوں گا وہ آزاد ہے م مملوک لونڈی اور غلام دونوں کو شامل ہے چنانچہ لفظ آدمی کا کذا فی الذخیرہ اور یوم اس مثال میں بمعنی مطلق وقت کے ہے لہذا دخول لیل سے بھی عتق ثابت ہوگا ولذا لو لم تقل یومئذ عتق من لہ وقت حلفہ فقط کقولہ کل عبد لی او املکہ حر بعد غدا وبعد شہر اعتبر وقت حلفہ لان لی او املکہ للحال فلا یتناول الاستقبال ی لو لم یملک شیئا یوم حلفہ لغی یمینہ اور چونکہ مثال سابق یوم دخول سے ملک معبر ہوگی لہذا اگر مولی یومئذ کا لفظ نہ کہتا تو وہی فقط غلام آزاد ہوتا جو تعلیق کے وقت اس کا مملوک تھا چنانچہ یہ قول مولی کا کہ جو غلام کہ میرا ہے وہ پرسوں آزاد ہے یا جس غلام کا کہ مالک ہوں وہ پرسوں یا بعد مہینے کے آزاد ہے تو اس سے مثال میں معتبر ہوگی ملکیت مولی کی اس کے قسم کھانے کے وقت اس واسطے کہ لفظ لی اور املک موضوع ہے زمانہ حال کے واسطے اس لئے کہ لی متعلق ہے ثابت کا اور ثابت اسم فاعل ہے اور اسم فاعل اور اسم مفعول میں مذہب مختار یہ ہے کہ وہ حال کے واسطے ہے اور صیغہ افعل کا اگرچہ حال اور استقبال دونوں میں مستعمل ہوتا ہے لیکن عند الاطلاق عرفاً اور شرعاً اور لغۃً زمانہ حال ہی مراد ہوتا ہے تو قول مذکور شامل نہ ہوگا استقبال کو یہاں تک کہ اگر متکلم مالک نہ ہوگا کسی غلام کا تعلیق کے دن تو اس کی تعلیق لغو ہو جاوے گی اور جس غلام کو کہ بعد تعلیق کے مالک ہوگا وہ ہرگز آزاد نہ ہوگا ودبر بکل عبد لی او املکہ حر بعد موتی من کان لہ مملوک یوم قال ہذا القول اور اس غلام سے کہ جو میرا غلام ہے یا جس غلام کا میں مالک ہوں وہ بعد میری موت کے آزاد ہے تو وہ مدبر ہو جاوے گا جو غلام کہ اس کا مملوک ہوگا اس زمان یہ قول. اس نے کہا اس واسطے کہ اسم فاعل اور مضارع زمانہ حال کے واسطے ہے لا یکون مدبراً مطلقاً بل مقیداً من ملکہ بعدہ ولکن ان مات عتقا من الثلث لتعلیقہ بالموت فیصیر وصیۃ اور جس غلام کا کہ مولی مالک ہوگا بعد تعلیق مذکور کے وہ غلام مدبر مطلق نہ ہوگا بلکہ مدبر مقید ہوگا ولیکن اگر مولی بعد اس تعلیق کے مر جاوے گا تو دونوں غلام یعنی جو مملوک تھا قبل تعلیق کے اور جو مملوک ہوا بعد تعلیق کے آزاد ہو جاویں گے طرفین کے نزدیک ثلث مال سے بسبب تعلیق کرنے مولی کے موت پر تو یہ تعلیق وصیت ہوگئی اور وصیت نہیں واقع ہوتی مگر بعد موت کے خلاصہ یہ ہے کہ جو غلام مملوک تھا قبل تعلیق کے وہ تو بسبب صیغہ حال کے آزاد ہو گیا اور جو غلام کہ بعد تعلیق کے مملوک ہوا وہ باعتبار صیغہ کے آزاد نہیں ہوا کہ جمع بین الحال والاستقبال لازم آوے بلکہ ایجاب عتق ہوا بطریق وصیت کے ولہذا ثلث مال سے معتبر ہوا اور وصیت حال اور استقبال دونوں کو شامل ہے ولہذا اگر کوئی ثلث مال کی وصیت کرے گا اور حالانکہ وہ مفلس ہوا اور بعد وصیت کے وہ مالک ہوا اور مر جائے تو وصیت اس میں جاری ہوگی کذا فی الدرر وحاشیۃ المدنی المملوک لا یتناول الحمل لانہ تبع لامہ لفظ مملوک کا شامل نہیں حمل کو اس واسطے کہ جنین تابع ہے اپنی ماں کا یعنی مملوک سے تبادر وہ ہے جو بالقصد مملوک ہوا اور جنین بالتبع مملوک ہے نہ بالقصد فلا یعتق حمل جاریۃ من قال کل مملوک لی ذکر فہو حر ولو لم یقل ذکر الدخل الحامل فیعتق الحمل تبعا تو نہ آزاد ہوگا حمل اس مولی کی لونڈی کا جس نے یوں کہا کہ جو میرا مذکر مملوک ہے وہ آزاد ہے اس واسطے کہ لفظ مملوک کا حمل کو شامل نہیں اور اگر مولی لفظ ذکر کا نہ کہتا یعنی فقط اسی قدر کہتا کہ جو میری مملوک ہے وہ آزاد ہے تو حاملہ لونڈی بھی عتق میں داخل ہو جاتی تو جنین بھی تابع اپنی ماں کا ہو کر آزاد ہو جاتا شارح کے کلام سے ثابت ہوا کہ لفظ مملوک کا لونڈیوں کو بھی شامل ہے چنانچہ اس کا بیان ذخیرہ سے منقول ہو چکا وکذا لفظ المملوک والعبد لا یتناول المکاتب والمشترک یتناول

Marfat.com

المدبر والمرہون والماذون علی الصواب اور اسی طرح لفظ مملوک کا شامل نہیں مکاتب اور عبد مشترک کو اور شامل ہے غلام مدبر اور مرہون اور ماذون فی التجارۃ کو بنا بر قول درست کے شارح نے قول درست کے کہنے سے مجتبی کی عبارت کو رد کیا اس میں کہا ہے کہ لفظ مدبر اور مرہون اور ماذون کو لفظ مملوک شامل نہیں ولو نوی الذکور اولم ینو المدبر صدق اور اگر مولی نے کہا کہ ہر مملوک میرا آزاد ہے اور مملوک سے نیت فقط غلاموں کی کی نہ لونڈیوں کی یا غلام مدبر کی نیت نہ کی تو دیانۃً اس کی تصدیق ہوگی نہ قضاءً اس واسطے کہ ظاہر استعمال کے مخالف ہے اور دیانۃً اس واسطے تصدیق ہوگی کہ تخصیص عام کو لفظ محتمل ہے وفی مما لیکی کلہم احرار لم یدین لدفع احتمال الاختصاص بالتاکید اور اس قول میں کہ میرے مملوک بالکل آزاد ہیں اگر فقط ذکور کی نیت کرے گا تو دیانۃً بھی اس کی تصدیق نہ ہوگی بواسطے دور ہو جانے احتمال اختصاص کے بسبب تاکید کے یعنی جب عام کی تاکید ہوگئی تو اب تخصیص عام کا احتمال نہ باقی رہا لہذا دیانۃً بھی تصدیق نہ ہوگی سب غلام اور لونڈیاں اس کی آزاد ہو جاویں گی فروع مسائل ملحقہ شارح کے حلف ان لااعتق عبدہ فکاتب او اشتری قریبًا او اشتری العبد نفسہ عتق قسم کھائی مولی نے کہ اپنے غلام کو نہ آزاد کرے گا پھر اس نے اپنے غلام کو مکاتب کیا یا اس نے قریب محرم کو خرید کیا یا غلام نے خود اپنی ذات کو مولی سے مول لیا تو قسم ٹوٹ جاوے گی اس واسطے کہ کتابت بعد حصول بدل کتابت کے عتق ہے اور خرید کرنا قریب محرم کا سبب ہے عتق کا اور غلام کو خود غلام سے بیع کرنا اعتاق ہے ان بعتک فانت حر فباعہ فاسدا عتق وصحیحا لا اگر مولی نے غلام سے کہا کہ اگر میں تجھ کو بیچوں تو تو آزاد ہے پھر اس کو بیچا بیع فاسد کر تو وہ آزاد ہوگا اور اگر بیچا بیع صحیح کر تو آزاد نہ ہوگا اس لئے کہ بیع فاسد کے بعد ملک بائع کی ضائع نہیں ہوتی بدون تسلیم کے تو شرط عتق کی مولی کی ملکیت میں پائی گئی لہذا وہ آزاد ہو جاوے گا اور بیع صحیح میں بائع کی ملک باقی نہیں رہتی تو شرط عتق کی اس وقت پائی گئی جب کہ مولی کی ملک باقی نہ رہی لہذا وہ آزاد نہ ہوگا کذا فی حاشیہ المدنی ناقلا عن المبسوط ان دخلت دار فلان فانت حر فشہد فلان وآخر انہ دخل عتق مولی نے غلام سے کہا کہ اگر تو مثلاً زید کے گھر میں داخل ہوگا تو تو آزاد ہے پھر زید نے اور دوسرے شخص نے گواہی دی کہ غلام زید کے گھر میں داخل ہوا تو غلام آزاد ہو جاوے گا اس واسطے کہ دخول فعل غلام کا ہے نہ صاحب خانہ کا کہ وہ گواہی میں متہم ہو وفی ان کلمتہ لا لا تہا علی فعل نفسہ اور اس قول میں کہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو مثلاً زید سے کلام کرے گا تو تو آزاد ہے پھر زید نے اور دوسرے شخص نے گواہی دی کہ غلام نے زید سے کلام کیا تو غلام نہ آزاد ہوگا اس واسطے کہ گواہی زید نے اپنی ذات کے فعل پر دی لہذا مقبول نہ ہوگی باقی رہی گواہی ایک آدمی کی اس کا شرح میں اعتبار نہیں ولو شہدا بنا فلان انہ ولکلم ابا ہما جازت بان جحد اور اگر مثلاً زید کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ غلام نے کلام کیا ان کے باپ سے تو گواہی ان کی درست ہوگی اگر باپ ان کا منکر ہو کلام کرنے کا اس لئے کہ بیٹوں کی گواہی بر خلاف باپ کے درست ہے محل تہمت نہیں وکذا ان ادعاہ عند محمد والطلما لثانی اور اسی طرح باپ اگر مدعی بھی ہو کلام کا تو بھی بیٹوں کو گواہی جائز ہے نزدیک محمدؒ کے اس واسطے کہ اس دعوی میں باپ کو کچھ منفعت نہیں اور ابو یوسف نے بیٹوں کی گواہی کو درصورت دعوے باپ کے باطل کیا۔

باب العتق علی جعل

بالضم وفتح الجعل یہ باب ہے عتق کا بشرط مال کے جعل بضم جیم بمعنی مال ہے اور فتح جیم کا لغت قلیل ہے جعل اس مال کو کہتے ہیں جو انسان کو کسی فعل کے واسطے مقرر کیا جاوے اور جعالۃ بالکسر اور جعلیہ بھی اسی کے مانند ہے کذا فی الصحاح اعتق عبدہ علی مال صحیح معلوم الجنس والقدر فقبل العبد کل المال فی المجلس لیم مجلس علیہ لو غائبا عتق وان لم یود لانہ معلق علی القبول لا الاداء حتی لو ردا وا عرض بطل آزاد کیا مولی نے اپنے غلام کو صحیح مال پر جس کی جنس اور قدر معلوم ہے

Marfat.com

سو قبول کر لیا غلام نے سب مال کو مجلس میں مجلس عام ہے مجلس خطاب کو اگر غلام حاضر ہوا اور اس کے علم کی مجلس کو اگر وہ غائب ہو تو غلام بمجرد قبول کے آزاد ہو جاوے گا اگرچہ اس نے مال ہنوز آزاد نہیں کیا اس واسطے کہ عتق قبول پر معلق ہے تہ ادا پر یہاں تک کہ اگر غلام اس کلام کو رد کرے یا اس سے اعراض کرے یعنی بلا قبول اٹھ کھڑا ہو مجلس سے تو عتق باطل ہو جاوے گا بسبب نہ پائے جانے قبول کے اس واسطے کہ یہ معاوضہ ہے مال کا بغیر مال کے اس واسطے کہ غلام اپنی ذات کا مالک نہیں اور معاوضہ قبول عوض کا فرض ہے جیسے بیع میں کذا فی الدرر مال صحیح کی اس واسطے قید لگائی کہ بعوض خمر یا خنزیر کے عتق صحیح نہیں مسلم کے حق میں اور لفظ مال شامل ہے نقد اور اسباب اور حیوان اور مکیل اور موزون کو بشرطیکہ معلوم الجنس ہو اور جہالت وصف کی مضر نہیں اس واسطے کہ کمتر جہالت ہے کذا فی الدرر وشرح ابی الکمال واما لو علقہ بادائہ کان ادیت فانت حر صار ماذونا لہ دلالۃ اور اگر معلق کیا عتق کو مال کے ادا کرنے پر چنانچہ یوں کہا کہ اگر تو اس قدر مال ادا کرے گا تو تو آزاد ہے تو غلام ماذون فی التجارۃ ہوگا باعتبار دلالت حال کے اس واسطے کہ مولی نے غلام کو ادا کرنے کی رغبت دلائی اور مال بدون کسب اور تجارت کے حاصل نہیں ہوتا تو گویا اس نے تجارت کی اجازت دی کذا فی الزیلعی وہل یصح حجرہ تردد فیہ فی البحر اور بعد اس قول کے غلام کو روکنا تجارت سے جائز ہے یا نہیں اس کے جواب میں بحر الرائق میں تردد کیا ہے نہ اس کے حکم میں صریح روایت پائی نہ قواعد مذہب سے استخراج کیا اور محشیون نے بھی اس میں قول فیصل نہیں مذکور کیا واللہ اعلم مکاتبا لانہ صریح فی تعلیق العتق بالاداء وہو بخالف المکاتب فی عشرین مسئلۃ ذکر منہا تسعۃ ادائے مال کی تعلیق سے غلام ماذون ہوگا نہ مکاتب ہوگا اس واسطے کہ قول مذکور میں ادائے مال پر تعلیق عتق کی صریح ہے بخلاف کتابت کے کہ اس میں تصریح عتق کی نہیں ہوتی بلکہ کتابت میں مولی یوں کہتا ہے کہ میں نے تجھ کو مکاتب کیا ہزار درم پر مثلا اور وہ یعنی جس غلام کا عتق ادائے مال پر معلق ہوا وہ مخالف ہے مکاتب سے بیس[ف] مسئلوں میں ان میں سے نو مسئلوں کو ماتن نے ذکر کیا اور باقی مسائل کو شارح نے ماتن کی عبارت کے ساتھ ملا جلا بمناسبت کلام پورا کر دیا مترجم شمار مسائل کے واسطے ہر ہندسہ عدد کا واسطے اختصار کے رقم کرے گا فقال فلا یتوقف عتقہ علی قبولہ سو ماتن نے کہا (۱) تو موقوف نہیں عتق غلام مذکور کا اس کے قبول پر یعنی اگر بلا قبول مال کو ادا کرے گا تو آزاد ہوگا بخلاف مکاتب کے کہ اس کا قبول کرنا مشروط ہے ولا یبطل برده (۲) اور باطل نہ ہوگا عتق غلام کے رد کرنے سے بخلاف مکاتب کے وللمولی بیعہ قبل وجود شرطہ وہو الاداء (۳) اور مولی کو جائز ہے بیع کرنا اس غلام کا قبل وجود عتق کی شرط کے اور شرط کیا ہے ادائے مال ہے بخلاف مکاتب کے کہ بدون عجز ادائے بدل کتابت کے اس کا بیع کرنا مولی کو جائز نہیں ولو باعہ ثم اشتراہ لم یعد قبول ما یاتی بہ خلافا (۴) اور اگر مولی اس کو بیچے پھر اس کو خرید کرے کیا واجب ہے قبول کرنا اس مال کا جس کو غلام لاوے اس میں اختلاف ہے ابو یوسف کے نزدیک قبول کرنا واجب ہے اور محمدؒ کے نزدیک واجب نہیں لیکن اگر مولی مال مذکور قبض کرے گا تو بالاتفاق آزاد ہوگا بخلاف مکاتب کے کہ اس کے مال کے وجوب قبول میں اختلاف نہیں کذا فی منح الغفار وعتق بالتخلیۃ بحیث لو مدیدہ للمال اخذہ (۵) اور آزاد ہوگا غلام مذکور مال کو آگے رکھ دینے سے اس طرح پر کہ اگر مولی ہاتھ اپنا بڑھا دے تو مال کو اٹھا لے مکاتب بھی تخلیہ مال سے آزاد ہو جاتا ہے کذا فی الزیلعی تو دونوں میں کچھ فرق نہ ہوا تو اس کا ذکر یہاں بے موقع ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو ادی عنہ غیرہ متبرعا ادا مر غیرہ بالاداء فادی لا یعتق لان الشرط اداءہ ولم یوجد کما لا یعتق لو قید بدراہم فادی دنانیر او بکیس ابیض فدفع فی کیس اسود او بہذا الشہر فدفعہ فی غیرہ (۶) اور اگر مال ادا کیا غلام کی طرف سے کسی غیر شخص نے بطریق احسان کے (۷) یا غلام نے غیر شخص کو ادائے مال کا امر کیا سو اس نے ادا کر

ف عتق علی المال کتابت سے بیس باتوں میں جدا ہے ۱۲

Marfat.com

دیا تو آزاد نہ ہوگا اس واسطے کہ شرط عتق کی خود غلام کا ادا کرنا تھا سو پایا گیا (۸) چنانچہ غلام آزاد نہ ہوگا اگر مولی نے ادائے مال میں دراہم کی قید لگائی پھر غلام نے دینار ادا کئے (۹) یا مولی نے مثلاً ہزار درہم دینے کی سفید تھیلی میں قید لگائی سو غلام نے ہزار درم سیاہ تھیلی میں دئے (۱۰) یا مولی نے اس مہینے میں ادا کرنے کی شرط کی تھی سو غلام نے دوسرے مہینے میں مال ادا کیا سو ان چاروں مسائل میں غلام آزاد نہ ہوگا بسبب نہ پائے جانے شرط مذکورہ کے بخلاف مکاتب کے کہ وہ چاروں صورتوں میں آزاد ہوگا بسبب حاصل ہونے مقصود بدل کتابت کے او حَطَّ عنہ البعض بطلبہ وادی الباقی (۱۱) یا مولی نے مال معین سے کچھ کم کر دیا یا غلام کی درخواست سے اور باقی مال کو اس نے ادا کیا تو آزاد نہ ہوگا اس واسطے کہ شرط عتق کی کل مال تھا نہ بعض بخلاف کتابت کے کہ مکاتب مالقی دینے سے آزاد ہوگا وکذا لو ابرأہ (۱۲) اور اسی طرح غلام آزاد نہ ہوگا اگر مولی مال کو معاف کر دے گا بخلاف مکاتب کے کہ وہ معاف کرنے سے آزاد ہوتا ہے م اس مسئلہ کا ذکر بھی یہاں بے موقع ہے اس واسطے کہ ابرا نہیں ہوتا مگر دین میں اور یہاں غلام مذکور پر دین کہاں ہے جو ابرا کی گنجایش ہو کذا فی منح الغفار او مات المولی واداہ الی الورثۃ لعدم الشرط بل العبد باکسابہ للورثۃ (۱۳) یا مولی مر گیا اور غلام نے مال معین وارثوں کو ادا کیا تو آزاد نہ ہوگا بسبب نہ پائے جانے شرط کے اس واسطے کہ شرط یہ تھی کہ مولی کو دیوے بلکہ غلام اور غلام کا کمایا ہوا مال وارثوں کا مملوک ہے تو غلام بیچا جاوے گا بخلاف مکاتب کے کما لو مات العبد قبل الاداء فترکتہ لمولاہ (۱۴) چنانچہ اگر غلام مر جاوے قبل ادا کرنے مال معین کے تو متروکہ اس کا مولی کا ہوگا اور اس مال سے غلام میت کے آزاد ہونے کے واسطے نہ ادا کیا جاوے گا بخلاف مکاتب کے بل لہ اخذ ما ظفر بہ وا وفضل عندہ من کسبہ (۱۵) بلکہ مولی کو جائز ہے کہ قبل ادا کرنے مال کے جو مال کہ غلام کا پاوے لے لیوے بخلاف مکاتب کے (۱۶) یا کمائی غلام کی جو زیادہ ہو مال معین سے اس کے پاس اس کا لینا بھی جائز ہے بخلاف مکاتب کے ولو ادی من کسبہ قبل التعلیق عتق ورجع السید بثلثہ علیہ (۱۷) اور اگر مال معین کو غلام نے ادا کیا اس کمائی سے جو قبل تعلیق عتق کے تھی وہ آزاد ہو جاوے گا اور اتنا مال غلام سے مولی پھیر لے گا بخلاف مکاتب کے کہ قبل کتابت کے کمائی سے وہ آزاد نہ ہوگا اس واسطے کہ مال مولی کی ملک ہے وتعلق ادآوہ بالمجلس ان علق بان واذا لا (۱۸) اور متعلق ہوگا ادا کرنا مال کا مجلس ایجاب یا مجلس علم میں اگر مولی نے تعلیق بلفظ اِن شرطیہ کی ہو اس واسطے کہ یہ تخییر ہے تو مجلس ہی پر موقوف ہوگی اور اگر تعلیق بلفظ اذا اور متی کی تو ادائے مال مجلس پر مخصوص نہ ہوگا بخلاف مکاتب کے ولا یتبعہ اولادہ بخلاف المکاتب فی الکل (۱۹) اور تابع اس کی نہ ہوگی اولاد اس کی عتق میں یعنی اگر لونڈی کا عتق ادائے مال پر معلق ہو پھر وہ اولاد جنے پھر مال کو ادا کرے تو اس کی اولاد نہ آزاد ہوگی اس واسطے کہ وقت ولادت کے لونڈی پر کتابت کا حکم نہیں کہ اولاد بھی اس کے ساتھ ہو جاوے بخلاف مکاتب کے جمیع مسائل سابقہ میں چنانچہ مترجم نے ہر مسئلہ میں اس کی تصریح کر دی وہو ای المال دین صحیح یصح التکفیل بہ بخلاف بدل الکتابۃ فانہ لا یصح الکفالۃ بہ وہذہ الموقیۃ عشرون (۲۰) اور وہ یعنی مال مذکور دین صحیح ہے تو کفالت اس کی جائز ہوگی بخلاف بدل کتابت کے کہ اس کی کفالت صحیح نہیں اس واسطے کہ بدل کتابت عجز سے ساقط ہو جاتا ہے اور یہ مسئلہ پورا کرنے والا ہے بیس مسائل کا شارح کو مناسب تھا کہ بجائے عشرون کے عشرین کہتا اس واسطے کہ مفعول ہے موقیہ[1] کام یہ جو ماتن نے مال معلق کو دین صحیح کہا سو صحیح نہیں اس واسطے کہ قبل حکم قاضی کے یہ مال دین نہیں اس لئے کہ مولی نے اس مال کو اپنے غلام پر واجب

[1] لیکن ظاہر ہذہ الموقیہ مبتدا ہے اور عشرون بمعنی لستم خبر ہے اس لئے اعتراض مترجم اول کا بے محل ہے ۱۲

Marfat.com

نہیں کیا بلکہ بطریق تعلیق ذکر کیا اور بعد ادا کے بھی دین نہیں تو اس مسئلہ کا یہاں ذکر کرنا ہی غلط ہے بلکہ اس مسئلہ کا محل ذکر اول باب تھا جہاں اعتاق علی المال مذکور ہوا چنانچہ صاحب بحر اور صاحب درر وغرر نے وہیں ذکر کیا ہے اس لئے کہ اعتاق علی المال میں بمجرد قبول کے غلام آزاد ہو جاتا ہے اور آزاد پر دین کا ہونا صحیح ہے تو کفالت بھی اس کی جائز ہے بخلاف بدل کتابت کے کہ وہ دین صحیح نہیں اس واسطے کہ مکاتب ہنوز آزاد نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی عن الحلبی ویزاد مافی الذخیرۃ لو علقہ بالف فاستقرضہا ودفع لمولاہ عتق ورجع العزیم علی المولی الان الغرماء للماذون احق بمالہ تیتم دیونہم اور مسائل مذکورہ پر دو مسئلے اور زیادہ کئے جاتے ہیں جو ذخیرہ میں مذکور ہیں کہ اگر عتق غلام کا معلق کیا مولی نے ہزار پر پھر غلام نے ہزار قرض لئے اور اپنے مولی کو دئے تو غلام آزاد ہو جائے گا اور قرض دینے والا مولی سے پھیر لے گا اس واسطے کہ قرض دینے والے غلام ماذون کے غلام کے مال میں احق ہیں تا وقتیکہ اُن کے دیون تمام ہوں ولو استقرض الفین فدفع احدہما اکل الاخری فللغریم مطالبۃ المولی بہما لتعلقہ من بیعہ بدینہ اور اگر غلام مذکور نے دو ہزار قرض لئے سوا ایک ہزار مولی کو دیے اور ایک ہزار خود کھا گیا تو قرض دینے والے کو مولی سے مطالبہ جائز ہے سوا اسطے دونوں ہزار کا کہ مولی نے بسبب اعتاق غلام کے دین کی بیع سے روک دیا یعنی اگر غلام آزاد نہ ہوا ہوتا تو قرض دینے والا اپنے دین کے واسطے غلام کو بیچ لیتا اور اب غلام آزاد ہے تو وہ بیچ نہیں سکتا اور چونکہ سبب عتق کا مولی ہے لہذا وہ اپنے دین کا مطالبہ مولی سے کرے گا **ولو قال انت حر بعد موتی بالف ان قبل بعدہ** ای بعد موتہ عتقہ مع ذلک **وارث اوصی او قاض عند امتناع الوارث** ہو الاصح لان المیت لیس باہل للاعتاق عتق لالف والولاء للمیت اور اگر مولی نے کہا اپنے غلام سے کہ تو آزاد ہے میری موت کے بعد بعوض ہزار درم کے اگر غلام نے ہزار درم کو قبول کر لیا بعد موت مولی کے اور ساتھ اس شرط کے مولی کے وارث یا وصی یا قاضی نے امتناع وارث کے وقت غلام کو آزاد کر دیا تو غلام آزاد ہو جاوے گا ہزار درم پر اور یہی قول اصح ہے مولی کو آزاد کرنا کافی نہیں اس واسطے کہ مردہ آزاد کرنے کے لائق نہیں اور ارث غلام کی میت کے واسطے ہے تو عصبات مذکور مولی کے وارث ہوں گے عورتوں کو وراثت نہ ملے گی اور اگر میت کو ارث نہ ملتی وارثوں کو ملتی تو عورت مرد سب وارث ہوتے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن البحر اور قبول غلام کا بعد موت مولی کے اس واسطے مشروط ہوا کہ ایجاب عتق کا مابعد موت کی طرف مضاف ہوا تو اگر مولی کی حیات میں قبول معتبر ہوتا تو قبول مقدم ہوتا ایجاب پر اور حالانکہ یہ صحیح نہیں اور یہ بھی مشروط ہے کہ بعد موت مولی کے فی الفور غلام قبول کرے تب آزاد ہوگا کذا فی فتح القدیر **والا لو جد کلا الامرین لا یعتق** بذلک اور اگر دونوں امر نہ پائے جاویں یعنی بعد موت مولی کے غلام ہزار درم کو مثلاً فوراً نہ قبول کرے یا وارث وغیرہ نہ آزاد کریں اُس کو تو فقط اس مولی کے قول سے غلام آزاد نہ ہوگا **ولو حرره علی خدمتہ حولا** مثلاً کاعتقتک علی ان تخدمنی سنۃ **فقبل عتق فی الحال** اور اگر آزاد کیا غلام کو اس کی ایک سال کی خدمت پر مثلاً چنانچہ یوں کہا کہ میں نے تجھ کو آزاد کیا اس پر کہ تو سال بھر میری خدمت کرے سو غلام نے اس کو قبول کیا تو فی الحال آزاد ہو جاوے گا اس واسطے کہ علی الشئ قبول مجلس پر مشروط ہے **وفی ان خدمتنی سنۃ فانت حر لا یعتق الا بالشرط فلو خدمہ اقل منہا او عوضہ عنہا او قال ان خدمتنی واولادی فمات بعض اولادہ لا یعتق** لان ان للتعلیق وعلی للمعاوضۃ اور مولی کے اس قول میں کہ اگر تو میری خدمت سال بھر کرے تو تو آزاد ہے تو غلام آزاد نہ ہوگا بدون پائے جانے شرط کے یعنی خدمت یک سالہ سوا اگر غلام مولی کی خدمت سال بھر سے کم کرے گا یا بعوض خدمت کے مولی کو مال دے گا مولی نے غلام سے یوں شرط کی کہ اگر تو میری اور میری اولاد کی خدمت کرے تو تو آزاد ہے پھر اس کی اولاد سے کوئی مر گیا تو ان تینوں صورتوں میں آزاد نہ ہوگا

Marfat.com

اس واسطے کہ ان شرطیہ تعلیق کے واسطے موضوع ہے اور علی معاوضہ کے واسطے اور تعلیق میں بدون وجود شرط معلق علیہ کے معلق نہیں ہوتا اور معاوضہ یعنی مبادلہ میں فقط قبول کرنا کفایت کرتا ہے چنانچہ جمیع عقود معاوضات کا یہی حکم ہے وخدمۃ المخدمۃ المعروفۃ بین الناس مدۃ یا کانت اور جب خدمت پر عتق ٹھہرے تو غلام مولی کی وہ خدمت کرے جو لوگوں میں معروف اور مروج ہے بقدر مدت مقرری کے جتنی مدت ہو فان جہلت او مات ولو حکمی او مولاہ قبلہا پھر اگر مدت خدمت کی مجہول ہے یا غلام قبل خدمت کے مرجاوے اگرچہ موت حکمی ہو چنانچہ اندھا ہو جاوے یا مولی مرجاوے م اندھے کو بجائے میت کے قرار دینا یہ تجویز ہے صاحب نہر کی نہ روایت مذہب کی لیکن شارح نے بطور روایت کے ذکر کیا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو خدم لبعضہا فبحسابہ اور اگر غلام مولی کی تھوڑی مدت خدمت کر کے مرگیا تو اس کے موافق حساب کیا جاوے گا مثلاً چار برس کی خدمت پر عتق ٹھہرا تھا سو غلام ایک سال خدمت کر کے مرگیا تو طرفین کے نزدیک چہارم وضع کر کے پون قیمت غلام کی اس پر لازم آوے گی اور محمدؒ کے نزدیک تین سال کی خدمت کی قیمت اس پر لازم ہوگی کذا فی البحر عن شرح الطحاوی تجب قیمتہ فتوخذ منہ للورثۃ او من ترکۃ للمولی وعند محمد تجب قیمۃ خدمتہ وبہ ناخذ حاوی اگر قبل خدمت کے غلام یا مولی مرگیا تو امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک قیمت غلام کی واجب ہوگی سو اگر مولی مرگیا ہے تو غلام سے اس کی قیمت وارثوں کے واسطے لی جاوے اور یا غلام مرگیا ہے تو اس کے متروکہ سے مولی کے واسطے قیمت مذکورہ لی جاوے اور محمدؒ کے نزدیک غلام کی قیمت واجب نہیں بلکہ اس کی خدمت کی قیمت واجب ہے اور یہی روایت ماخوذ اور مفتی بہ ہے کذا فی الحاوی القدسی ولہل نفقۃ عیالہ لو فقیرا علی مولاہ فی المدۃ کالموصی لہ خدمتہ او مکتسب للانفاق حتی یستغنی ثم یخدم المولی کالمعسر یجب فی البحر للثانی والمصنف الاول اور کیا نفقہ غلام کی عیال کا اگر وہ محتاج ہوں خدمت کی مدت میں اس کے مولی پر ہے جیسے اس غلام کا نفقہ مولی پر ہے جس کو مولی نے خدمت میں دیا کسی غیر شخص کے یا غلام اول کسب کرے عیال کی نفقہ رسانی کے واسطے یہاں تک کہ کسب کی حاجت نہ رہے پھر خدمت کرے مولی کی مدت معین تک جیسے مفلس غلام کا عتق مال پر ٹھہرے تو مقدور ہونے تک اس کو مہلت ملتی ہے بحر الرائق میں امر ثانی کو تجویز کیا ہے یعنی کسب کو خدمت پر مقدم کیا ہے بقیاس غلام مفلس کے اور مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں امر اول کو تجویز کیا ہے یعنی مولی پر اس کا اور اس کے عیال کا نفقہ واجب ہے بقیاس وصیت خدمت کے م محشی حلبی نے کہا کہ ظاہرا قیاس صاحب بحر کا صحیح ہے لہذا صاحب نہر نے بھی اس کو مسلم رکھا ہے اور قیاس مصنف کا وصیت کی خدمت پر قیاس مع الفارق ہے اس واسطے کہ وصیت کی خدمت غلام بلا عوض کرتا ہے لہذا اس کا نفقہ مولی پر واجب ہے اور یہاں مولی کی خدمت بعوض اپنی گلو خلاصی کے کرتا ہے تو مانند مستاجر کے ہوا کبیع عبد عنہ بعین کبتک نفسک بہذا العین فہلکت استحقت تجب قیمتہ وعند محمد قیمتہا چنانچہ غلام کو بیچنا خود غلام سے بعوض کسی چیز معین کے چنانچہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ میں نے تیری ذات کو تیرے ہاتھ بیچا بعوض اس گھوڑی کے مثلاً سو قبول کر لیا غلام نے پھر وہ گھوڑی ہلاک ہوگئی یا کسی اور شخص کی مملوک نکلی تو غلام کی قیمت غلام پر واجب ہوگی اور محمد کے نزدیک گھوڑی یا لونڈی کی قیمت واجب ہوگی ولو قال رجل لمولی امتہ اعتق امتک بالف علی ان تزوجہا ان فعل العتق وابت النکاح عتقت مجانا ولا شی لہ علی آمرہ لصحۃ اشتراط البدل علی الغیر فی الطلاق لا فی العتاق اور اگر کہا ایک مرد نے لونڈی کے مالک سے کہ آزاد کر دے اپنی لونڈی کو بعوض ہزار درم کے اس شرط پر کہ میرے ساتھ اس کا نکاح کر دینا اگر مولی نے اس کو آزاد کر دیا اور عورت نے نکاح سے انکار کیا تو وہ مفت آزاد ہو جاوے گی اور آزاد کرنے والے پر کچھ دینا لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ شخص غیر پر عوض کا شرط کرنا طلاق یعنی خلع میں صحیح ہے نہ اعتاق میں م اگر عورت اس مرد سے نکاح کرے گی تو ہزار درم اس کی قیمت اور اس کے مہر مثل پر تقسیم ہوں گے تو جس قدر

Marfat.com

قیمت کے درم ہوں گے وہ ساقط ہوجاویں گے اور جس قدر مہر مثل کے مقابلہ میں پڑیں گے وہ مرد پر لازم ہوں گے کذا فی فتح القدیر تو انکار نکاح کی قید بے فائدہ ہے لونڈی نکاح کرے یا نکاح سے انکار کرے بہر صورت مفت آزاد ہوگی آزاد کرنے والے پر کچھ لازم نہ ہوگا **ولو زاد لفظ عنی قسم الالف علی قیمتها ومهرها** ای مهر مثلها لتضمنها الشراء اقتضاء ولذا تجب حصة ما سلم ای القیمة وتسقط حصة المهر اور آزاد کرنے والے نے اگر قول مذکور میں لفظ عنی کا زیادہ کیا یعنی یوں کہا مولی سے کہ اپنی لونڈی کو آزاد کردے میری طرف سے عوض ہزار درم کے شرط پر کہ میرے ساتھ اس کا نکاح بھی کردے سو مولی نے لونڈی کو آزاد کردیا اور اس نے نکاح سے انکار کیا تو ہزار درم تقسیم ہوں گے لونڈی کی قیمت اور اس کے مہر مثل پر بسبب متضمن ہونے اس کلام کے خریداری کو بنا بر اقتضائے کلام کے گویا اس نے یوں کہا کہ لونڈی کو میرے ہاتھ پر بیع کرا اور اس کو میری طرف سے آزاد کر لیکن چونکہ قائل نے رقبہ کے ساتھ اس کے نکاح کو بھی بلایا اور ہزار درم کو لعوض مجموع کے مقابل کیا لہذا ہزار درم مجموع پر منقسم ہوگئے اور اسی واسطے قائل پر حصہ قیمت کا جس کی تسلیم ہوئی واجب ہوا اور حصہ مہر کا ساقط ہوگیا بسبب عدم تسلیم کے **فلو نکحت القائل فحصة مهر مثلها من الالف مهرا فیکون لها فی وجهیه ضم عنی او ترکه** سو اگر آزاد لونڈی نے مرد قائل سے نکاح کیا تو ہزار درم سے اس کے مہر مثل کا حصہ جس قدر ہوگا وہی اس کا مہر ہوگا تو اسی قدر عورت کا مہر ہوگا دونوں صورتوں میں لفظ عنی کے ملانے میں اور اس کے ترک کرنے میں م اگر قیمت لونڈی کی اور اس کا مہر مثل دونوں برابر ہیں اس طرح کہ سو درم کی اس کی قیمت ہے اور اسی قدر کا اس کا مہر مثل ہے تو ہزار درم دونوں پر منقسم ہوں گے پانسو درم قیمت کا حصہ ہوگا اور پانسو مہر مثل کا تو مسئلہ سابقہ میں یعنی جب کہ قائل نے لفظ عنی کا نہیں ملایا تو قیمت کا حصہ ساقط ہوگا اور مہر کا حصہ یعنی پانسو درم قائل پر واجب ہوں گے اور جب کہ قائل نے لفظ عنی کا زیادہ کیا تو اس پر پانسو درم قیمت کے بابت مولی کے واجب ہوں گے اور پانسو درم کے مہر لازم آویں گے اور اگر قیمت اور مہر مثل میں تفاوت ہوگا اس طرح پر کہ قیمت کے دو سو ہوں اور مہر کے ایک سو تو ہزار درم کے دو ثلث پر اور ایک ثلث مہر پر منقسم ہوگا تو مسئلہ سابقہ میں حصہ قیمت کا تو ساقط ہوگا اور حصہ مہر کا اس پر لازم ہوگا اور مسئلہ لاحقہ میں دو ثلث مولی کے واجب ہوں گے اور ایک ثلث عورت کے مہر کا **وما اصاب قیمتها فی الاولی بدل وفی الثانیة لمولاها** باعتبار تضمن الشراء وعدمہ اور ہزار درم سے جس قدر لونڈی کی قیمت کو پہنچا وہ مسئلہ اولے میں رائیگاں گیا اس واسطے کہ وہ مفت آزاد ہوگئی اور جس قدر اس کی قیمت کو مسئلہ ثانیہ میں پہنچا وہ اس کے مولی کا ہے باعتبار متضمن ہونے خریداری کے اور عدم تضمن کے کما مر تفصیلہ **اعتق المولی امته علی ان تزوجه نفسها فزوجته فلها مهر مثلها وجوزه الثانی اقتداء بفعله علیه الصلوٰة والسلام فی صفیة قلنا کان علیه الصلوٰة والسلام** بالنکاح بلا مہر آزاد کیا مولی نے اپنی لونڈی کو اس شرط پر کہ اپنا نکاح مولی سے کرے سو اس نے اپنی ذات کا نکاح مولی سے کیا تو اس کا مہر مثل مولی پر لازم آوے گا امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس واسطے کہ عتق مال نہیں اور مہر بدون مال کے نہیں ہوتا اور جائز رکھا ہے اس معاوضہ کو ابو یوسف نے باقتدائے فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ام المومنین حضرت صفیہؓ میں م صحیحین میں بروایت انسؓ کے حدیث ثابت ہے کہ حضرت صفیہ بنت حیی کو خیبر کے قیدیوں میں سے حضرت نے اپنے واسطے اختیار کیا اور ان کو آزاد کیا اور ان سے نکاح کیا ان کے عتق کو ان کا مہر قرار دیا شارح کہتا ہے ہم طرفین کی طرف سے ابو یوسف کو جواب دیتے ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نص قرآنی مخصوص تھے ساتھ نکاح بلا مہر کے یعنی نکاح حضرت صفیہؓ کا بھی بلا مہر تھا نہ بعوض عتق کے اور امور مخصوص میں اقتدا جائز نہیں **فان ابت فعلیها السعایة فی قیمتها** اتفاقا اور اگر بعد عتق کے بشرط مذکور کے آزاد لونڈی نکاح سے

Marfat.com

انکار کرے تو اس پر اپنی قیمت کے ادا کرنے میں سعایت واجب ہوگی باتفاق امام صاحبؒ صاحبین کے وکذالو اعتقت المرأۃ عبدا علی ان تنکحہا فان فعل فلہا مہر ہا وان ابی فعلیہ قیمتہ اور اسی طرح اگر بی بی اپنے غلام کو آزاد کرے اس شرط پر کہ بی بی سے وہ نکاح کرے تو اگر غلام بی بی سے بعد آزاد ہونے کے نکاح کرے گا تو بی بی کا مہر اس پر لازم ہوگا اور اگر نکاح سے انکار کرے گا تو اس پر قیمت اپنی ادا کرنا واجب ہوگا ولو کانت المعتقۃ علی ذلک ام ولدہ فقبلت عتقت فان ابت نکاحہ فلا شئی علیہا خانیہ لعدم تقوم ام الولد اور اگر ام ولد آزاد ہو بشرط نکاح کے پھر اس نے یہ شرط قبول کی تو آزاد ہو جاوے گی پھر اگر ام ولد نے مولی کے نکاح سے بعد آزاد ہونے کے انکار کیا تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا کذا فی الخانیۃ اس واسطے کہ ام ولد لائق قیمت کرنے کے نہیں جو بقدر قیمت اس پر سعایت لازم آوے فروع مسائل ملحقہ شارح کے قابل اعتق عنی عبدا وانت حر فاعتق عبدا جید الا یعتق ولی اوالی یعتق لانہ ادخل فی ملکہ فیکون راضیا بالزیادۃ واما العتق اخراج لان کسبہ ملک للمولیٰ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ میری طرف سے آزاد کر غلام کو اور تو آزاد ہے تو یہ غلام ماذون فی التجارۃ ہوا اور متوسط غلام کا آزاد کرنا اس پر لازم ہوا سو اس غلام مخاطب نے عمدہ غلام مول لے کر آزاد کر دیا تو یہ آزاد نہ ہوگا اور اسی طرح ناقص غلام کے آزاد کرنے سے بھی آزاد نہ ہوگا کذا فی العالمگیریہ اور مولی کے اس قول میں کہ مجھ کو ایک غلام دے اور تو آزاد ہے سو اس نے عمدہ غلام لا دیا تو غلام مخاطب آزاد ہوگا اس واسطے کہ عمدہ غلام کو اس نے مولی کے ملک میں داخل کر دیا تو مولی راضی ہوگا زیادتی ملک سے اور عمدہ غلام کا آزاد کرنا تو اس کو ملک مولی سے نکالنا ہے اس واسطے کہ غلام مخاطب کسب مملوک ہے مولی کا تو مال جید کے اخراج سے مولی کیوں کر راضی ہوگا۔

باب التدبیر

یہ باب ہے تدبیر کے احکام میں یعنی غلام کے مدبر کرنے کے احکام میں زندگی کے اعتاق بعد الموت کو شروع کیا اور استیلاد پر تدبیر کو مقدم کیا اس واسطے کہ تدبیر غلام اور لونڈی دونوں کو شامل ہے بخلاف استیلاد کے کہ وہ فقط لونڈی پر مخصوص ہے ہو لغۃ عن اعتاق دبر وہو مابعد الموت وہ یعنی تدبیر لغت میں عبارت ہے اعتاق عن دبر سے یعنی بعد موت کے آزاد کرنا تدبیر کی اصل دبر ہے اور دبر بضم اول وسکون ثانی وبہ ضمتین ضد ہے قبل کی قبل آگا اور دبر پیچھا ولہذا مدبر اس غلام کو کہتے ہیں جو پیچھے مرنے مولی کے آزاد ہوا اور چونکہ یہ معنی لغوی معنی شرعی سے زیادہ تر مناسب تھے اسی واسطے اکثر فقہا اسی کو بیان کرتے ہیں اور معنی ثانی تدبیر کے تفکر ہیں کذا فی الصحاح یعنی انجام کار کو سوچنا اور یہی معنی معروف ہیں اور بعضے فقہا نے اسی کو پسند کیا ہے مانند اتقانی اور صاحب درر کے اور وجہ مناسبت معنی شرعی سے یوں بیان کی ہے کہ جب مولی نے اپنے انجام کار کا سوچ کیا تو اپنے غلام کو آزاد کیا تاکہ بعد موت کے تقرب خدا حاصل ہو وشرعا تعلیق العتق بمطلق موتہ ولو معنی کان مت الی مائۃ سنۃ اور شرح میں تدبیر عبارت ہے تعلیق عتق سے ساتھ مطلق موت مولی کے اگرچہ اطلاق معنوی ہو نہ لفظی چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میں سو برس تک مروں تو تو آزاد ہے م تدبیر دو قسم ہے ایک تدبیر مطلق اور دوسری تدبیر مقید اور یہ تعریف تدبیر مطلق کی ہے نہ مطلق تدبیر کی کہ دونوں قسم کو شامل ہو خلاصہ یہ ہے کہ جب مولی نے اپنی موت پر بلا قید تعلیق عتق کی اس کو تدبیر مطلق کہتے ہیں اور اگر مولی کی عمر اسی برس کی تھی اور اس نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر میں سو برس تک مرجاؤں تو تو آزاد ہے ہر چند ظاہر میں یہ کلام مقید ہے لیکن باعتبار معنی کے مطلق ہے اس واسطے غالب حال یہ ہے کہ اسی برس کا آدمی سو برس اور کا ہے کو زندہ رہے گا تو فی الحقیقت تقیید عین اطلاق ہے بخلاف نکاح کے کہ اس میں توقیت اگرچہ مدت دراز کی ہو صحیح نہیں اس واسطے

Marfat.com

کہ نکاح موقت ممنوع ہے تو تابید معنوی بنظر نہی کے وہاں معتبر نہیں اور تدبیر میں چونکہ کوئی مانع شرعی نہیں لہذا تابید معنوی صحیح ہے اس واسطے کہ اعتبار معنی کا اصل ہے درصورت عدم مانع کذا فی حاشیۃ الدنی عن الشرنبلالیہ وخرج بقید الاطلاق التدبیر المقید کما سیجئ وبموتہ تعلیقہ بموت غیرہ فانہ لیس تدبیرا صلا بل تعلیق بشرط اور نکل گئی اطلاق کی قید سے تدبیر مقید چنانچہ اس کا ذکر آخر باب میں آوے گا اور مولی کی موت کی قید سے تعلیق عتق بموت غیر نکل گئی یعنی یوں مولی کا کہنا کہ تو بعد موت زید کے آزاد ہے تو یہ قول اصلا تدبیر نہیں نہ یہ تدبیر مطلق ہے نہ مقید بلکہ یہ تعلیق ہے شرط پر گویا یوں کہا کہ اگر زید مرے تو تو آزاد ہے تو یہ غلام بمجرد مرنے زید کے مولی کی زندگی میں ہی عتق آزاد ہو جاوے گا بسبب وجود شرط کے کذا فی البحر کاذا او متی او ان مت او ہلکت او حدث بی حادث فانت حر او عتیق او معتق او انت حر عن دبر منی او انت مدبر او دبر تک زاد بعد موتے اولا چنانچہ یوں کہنا مولی کا اپنے غلام سے کہ جب میں مروں یا جس دم کہ مروں یا اگر میں مروں یا جب مجھ پر حادثہ ہو یعنی موت آوے تو تو حر ہے یا عتیق یا معتق ہے یا تو آزاد ہے میرے پیٹھ پیچھے یا تو مدبر ہے یا میں نے تجھ کو مدبر کیا ان الفاظ کے کہنے کے بعد لفظ موتی کا زیادہ کرے یا نہ کرے اس واسطے کہ معنی موت کے مدبر اور تدبیر میں داخل ہیں تو ذکر کرنا بعد موتی کا اور نہ ذکر کرنا دونوں برابر ہے م عرب کے عرف میں حدث اور حادث اور اسی طرح وفات اور ہلاک موت میں مستعمل ہیں اس واسطے کہ اس میں معنی کا اعتبار ہے نہ لفظ کا فقط کذا فی البحر تو عرف ہندوستان میں انتقال کرنا اور اول منزل کو پہنچنا اسی طرح ہوگا وانت حر یوم اموت اُرید بہ مطلق الوقت لقرانہ بما لا یمتد فان نوی النہار صح وکان مقیدا یا مولی نے یوں کہا کہ تو حر ہے جس دن کہ میں مروں یوم سے مراد اس مثال میں مطلق وقت ہے بسبب متصل ہونے یوم کے اس چیز سے جس کو امتداد اور قیام نہیں ہے یعنی موت سے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب لیل یا یوم امر غیر ممتد سے قرین ہوگا تو مطلق وقت مراد ہوگا جو رات اور دن دونوں کو شامل ہے تو اگر بعد اس قول کے مولی رات کو مرے گا تو بھی غلام آزاد ہوگا پھر اگر مولی بلفظ یوم نہار کا یعنی فقط دن کا ارادہ کرے گا نہ رات کا تو صحیح ہوگا اس واسطے کہ معنی حقیقی کا ارادہ کیا اور اس صورت میں یہ تدبیر مطلق نہ رہے گی بلکہ تدبیر مقید ہو جاوے گی اس واسطے کہ یہ ضرور نہیں کہ موت اس کی دن ہی کو ہو وان مت الی مائۃ سنۃ مثلا غلب موتہ قبلہا ہوا لمختار لانہ کالکائن لا محالۃ یا مولی نے یوں کہا کہ اگر میں سو برس تک مثلا مروں تو تو آزاد ہے اور ظن غالب اس کی موت کا ہو قبل سو برس کے تو یہ مقید بجائے مطلق کے ہے قول مختار میں اس واسطے کہ مثلا اسی برس کی عمر والے کی موت قبل سو برس کے مانند ثابت کے ہے بلا شک باعتبار غالب اعمار خلق کے اور غیر مختار وہ قول ہے جو ینابیع اور جامع الفقہ میں ہے کہ مثال مذکور تدبیر مقید ہے نہ مطلق باعتبار لفظ کے اور باقی تفصیل اور تحقیق اس کی تعریف تدبیر مطلق میں ہو چکی وافاد بالکاف عدم الحصر حتی لو اوصی لبعیدہ بسہم من مالہ عتق بموتہ ولو بجزء لاولفرق لا یخفی وذکرنا فی شرح الملتقی اور مصنف نے کاف تشبیہ سے عدم حصر کا اشارہ کیا یعنی امثلہ مذکورہ میں تدبیر مطلق منحصر نہیں تا ایں کہ اگر مولی اپنے غلام کے واسطے اپنے مال میں سے ایک سہم کی وصیت کر جاوے تو وہ آزاد ہو جاوے گا اس کی موت کے بعد اور ایک جز کی اگر وصیت کرے گا تو آزاد نہ ہوگا اور فرق سہم اور جز میں فقہا کے نزدیک مخفی نہیں اور ہم نے شرح ملتقی البحر میں فرق کو بیان کیا ہے م اختیار شرح مختار دونوں میں فرق یوں بیان کیا ہے کہ سہم عبارت ہے سدس مال سے اور جز عبارت ہے شے مبہم غیر معین سے تو جب مولی نے اپنے کل مال سے غلام کے واسطے سدس کی وصیت کی تو سدس رقبہ غلام کا بھی وصیت میں داخل ہوا اس واسطے کہ غلام بھی مولی کا مال ہے تو غلام اپنی ذات سے سدس کا مالک ہوا لہذا آزاد ہوگا اور چونکہ جز مبہم ہے تو اس کی تعیین وارثوں کے اختیار میں ہے لہذا رقبہ غلام کا بلا تردد

Marfat.com

جزیں داخل نہیں ہوسکتا تو آزاد بھی نہ ہوگا اور محشی مدنی نے بھی اسی طرح کا فرق ملتقی سے مذکور کیا ہے اور دریافت کیا چاہئے کہ الفاظ[ف] مدبر کرنے کے چار طرح پر ہیں اوّل صریح جس میں تدبیر مصرح ہو اور ثانی بلفظ تعلیق موت اور ثالث ان الفاظ سے مدبر کرنا جن سے تعلیق بعد الموت مفہوم ہو جیسے یوں کہنا کہ میری موت کے بعد کسی کا اختیار تجھ پر نہیں اور رابع بلفظ وصیت ثلث مال یا سدس یا یوں کہنا کہ میں نے وصیت کی تیرے واسطے تیری ذات کی یا تیری گردن کی اس واسطے کہ ایسی وصیت عبارت ہے ازالۂ ملک سے کیوں کہ غلام میں مالکیت کی صفت بدون اعتاق کے نہیں ہوتی **دبر عبدہ ثم ذہب عقلہ فالتدبیر علی حالہ** کما مرانہ تعلیق وہو لا یبطل بجنون ورجوع مدبر کیا اپنے غلام کو پھر مولی کی عقل زائل ہوگئی تو تدبیر قائم ہے اپنے حال پر اس واسطے کہ تعریف میں گذر گیا کہ تدبیر تعلیق ہے اور تعلیق باطل نہیں ہوتی جنون اور رجوع کرنے سے بخلاف **الوصیۃ برقبتہ لانسان ثم جن ثم مات** بطلت بخلاف وصیت کے یعنی مولی نے غلام کے رقبہ کی کسی انسان کے واسطے وصیت کی پھر مولی مجنون ہوگیا بعد اس کے مرگیا تو یہ وصیت باطل ہوجاوے گی **ولا یقبل التدبیر الرجوع عنہ ویصح مع الاکراہ بخلافہا فالتدبیر کوصیۃ الا فی ہذا الثلث اشباہ** ویزاد **مدبر السفینۃ ومدبر قتل سیدہ** اور تدبیر قبول نہیں کرتی رجوع کو یعنی تدبیر کرکے اس سے پھر جانا جائز نہیں اور تدبیر جبر اور زبردستی سے بھی صحیح ہے بخلاف وصیت کے کہ اس سے پھر جانا درست ہے اور وصیت زبردستی سے صحیح نہیں تو تدبیر مانند وصیت کے ہے سوائے ان تین امور مذکورہ کے یعنی جنون اور رجوع اور اکراہ کے کذا فی الاشباہ والنظائر اور اشباہ کے تین امر پر دو امر اور زیادہ کیے گئے ہیں ایک سفینہ کا مدبر دوسرا وہ مدبر جس نے اپنے مالک کو قتل کر ڈالا یعنی مرد احمق کی وصیت امر خیر میں نافذ ہے اور تدبیر اس کی اگرچہ نافذ ہے لیکن اس کے مدبر پر کل قیمت میں سعایت لازم ہوگی کذا فی حاشیہ المدنی عن الحموی اور مدبر اگر مولی کو قتل کرے گا تو آزاد ہوگا اور کل قیمت میں سعایت کرے اور موصی لہ اگر وصیت کرنے والے کو قتل کرے گا تو وصیت باطل ہوگی **فلا یباع المدبر المطلق خلافا للشافعی** سو مدبر مطلق کی بیع جائز نہیں بخلاف مذہب امام شافعی کے کہ ان کے نزدیک مدبر کی بیع جائز ہے اس واسطے کہ صحیحین میں جابرؓ سے حدیث ثابت ہے کہ ایک شخص نے اپنے غلام کو مدبر کیا تھا اس کے پاس کچھ مال نہ تھا سو لئے اس غلام کے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو آٹھ سو درم کو بیچا اور اس سے فرمایا کہ اپنا قرض اسی قیمت سے ادا کر اور امام مالکؒ کی موطا میں ثابت ہے کہ عائشہ صدیقہؓ نے اپنے غلام مدبر کو بیچا اور امام اعظمؒ کی وہ حدیث دلیل ہے جو دار قطنی نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ مدبر نہ بیچا جاوے اور نہ ہبہ کیا جاوے اور وہ آزاد ہے ثلث مال سے دار قطنی نے رفع اس حدیث کی تضعیف کی ہے اور موقوف ہونے کی تصحیح کی ہے اور چونکہ رقیت مدبر کی ہنوز زائل نہیں تو ممنوعیت اس کی بیع کی مخالف قیاس کے ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ قول ابن عمرؓ کا بنا بر قیاس اجتہاد کے نہیں تو بالضرور محمول ہے سماع شارع پر تو اب حدیث جابرؓ کا معارض ہوا اور حدیث جابر کے چند جواب ہیں اوّل یہ کہ ابتدائے اسلام میں بیع حر کی جائز تھی پھر منسوخ ہوئی تو مدبر کی بیع بطریق اولیٰ جائز ہوگی جواب ثانی یہ ہے کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے دار قطنی نے روایت کی کہ مجھ کو جابرؓ سے اس حدیث کا مشاہدہ ہوا کہ غلام مدبر کی خدمت بیع ہوئی تھی یعنی اجارہ اس کا ہوا تھا نہ بیع تیسرا جواب یہ ہے کہ حدیث جابرؓ کی قولی نہیں جو عام ہو بلکہ واقعہ ہے حال کا اور واقعۂ حال کو عموم نہیں بخلاف حدیث ابن عمرؓ کے کہ وہ حدیث قولی ہے تو حدیث جابر کی حدیث ابن عمرؓ سے معارض نہیں ہوسکتی چوتھا جواب یہ ہے کہ حدیث جابرؓ کی مدبر مقید پر محمول ہے نہ مدبر مطلق پر جمعا بین الاحادیث اور اسی طرح موطا کی حدیث کے جوابوں کو قیاس کرنا چاہئے کذا فی فتح القدیر

ف مدبر کرنا چار طرح کے الفاظ سے ہے ۱۲

Marfat.com

ملخصا فلو قضی بصحۃ بیعہ نقد پھر اگر قاضی شافعی المذہب بیع مدبر کی صحت کا حکم کرے گا تو نافذ ہوگا اس واسطے کہ حکم قاضی رافع ہے اختلاف مذہب کا دل یبطل التدبیر قیل نعم اور کیا قاضی کا حکم تدبیر کو باطل کر دیتا ہے بعضے علماء نے کہا ہے کہ ہاں قضائے قاضی مبطل تدبیر ہے م شارح نے بطلان تدبیر کو بقول ضعیف مذکور کیا حالانکہ قضائے قاضی سے تدبیر کا باطل ہونا قول ضعیف نہیں بلکہ منصوص ہے اہل مذہب کا اس واسطے کہ ظہیریہ میں مصرح ہے کہ اگر مولی نے مدبر کو بیچا اور قاضی شافعی نے جواز بیع کا حکم کیا تو تدبیر فسخ ہو گئی تا ایں کہ اگر یہ غلام پھر مولی کی ملک میں کسی دن کسی وجہ سے آوے گا پھر بعد اس کے مولی مرے گا تو غلام نہ آزاد ہوگا کذا فی منح الغفار نعم لو قضی ببطلان بیع صار کالحر ہاں اگر مولی حنفی کے غلام مدبر کو بیچا اور قاضی حنفی نے ببطلان بیع کا بعد نالش غلام کے حکم دیا تو یہ غلام آزاد کے مانند ہو جاوے گا یعنی بالاتفاق اس کی بیع وغیرہ اب نہ جائز ہوگی اور یہ مطلب نہیں کہ اس پر ہر طرح سے احکام حر کے جاری ہوں گے ولا یوہب ولا یرہن کالوقف فشرط واقف الکتب الرہن باطل لان الوقف فی ید مستعیرۃ امانۃ فلا یتأتی الایفاء والاستیفاء بالرہن بہ بمر اور نہ ہبہ کرنا غلام مدبر کا جائز ہوگا نہ اس کا رہن رکھنا جیسے وقف کا رہن جائز نہیں تو کتابوں کے وقف کرنے والے کو رہن کا شرط کرنا باطل ہے یعنی وقف کرنے والا یوں شرط کرے کہ مکان یا مسجد سے وقف کی کتابیں باہر کوئی نہ لے جاوے بدون کسی چیز کے گرو رکھ جانے کے تو یہ شرط باطل ہے اس واسطے کہ وقف کا مال عاریت لینے والے کے ہاتھ میں بطور امانت کے ہے اور امانت میں بدون تعدی کے ضمان نہیں تو کسی چیز کے گرو رکھنے سے دین کا استیفا نہیں ہو سکتا کذا فی البحر الرائق صاحب بحر نے اشباہ میں کہا کہ رہن شرعی کا شرط کرنا تو وقف میں جائز نہیں اور رہن لغوی البتہ جائز ہے یعنی مستعیر کتب سے کوئی چیز رکھ لینا یا رکھنے کے واسطے کذا فی حاشیہ الدنی ولا یخرج من الملک الا بالاعتاق والکتابۃ تعجیلا للحریۃ ویستفتح فی بابہ اور نہ نکالا جاوے مدبر ملک سے مگر آزاد کر دینے اور مکاتب کر دینے سے تاکہ آزادی اس کو جلد حاصل ہو جاوے اور باب المکاتب میں کتابت مدبر کے مسائل واضح ہوں گے یعنی جب مولی نے غلام کو مدبر کیا تو سوائے اعتاق اور کتابت کے کوئی تصرف سے اس کو اپنی ملک سے نہیں نکال سکتا یہاں تک کہ کسی کے واسطے وصیت نہیں کر سکتا اور بدل صلح میں نہیں دے سکتا ماتدحر کے والحیلۃ لرد التدبیر علی وجہ یملک بیعہ ان یدبر مقیدا کان مت وانت فی ملکی او ان بقیت بعد موتی فانت حر او رحیلہ اس شخص کے واسطے جو تدبیر کا ارادہ کرے اس طرح پر کہ اس کو بیچ سکے یہ ہے کہ اس کو مدبر مطلق نہ کرے بلکہ مدبر مقید کرے اس طرح پر کہ اگر میں مروں اور تو میری ملکیت میں ہو تو تو آزاد ہے یا یوں کہے اگر تو میری موت کے بعد باقی رہے تو تو آزاد ہے ویستخدم المدبر ویستاجر ویزکح والامۃ توطأ وتزکح جبرا اور مدبر سے خدمت لینا اور مزدوری کرانا اور اس کا نکاح زبردستی کر دینا جائز ہے اور مدبر لونڈی سے وطی کرنا اور دوسرے مرد سے اسکا نکاح بجبر کر دینا درست ہے والمولی احق بکسبہ وارشہ ومہر المدبر بقاء ملکہ فی الجملۃ اور مولی مدبر کے کسب کا اور اس کے خون بہا کا اور مدبرہ کے مہر کا احق ہے بسبب بقائے ملک مولی کے فی الجملہ اور اگر مدبر کسی کا خون کرے گا تو مولی پر اسکا خون بہا دینا لازم ہوگا اور بعضے نسخوں میں بجائے ارش کے ارث کا لفظ ہے سو غلط ہے اس واسطے کہ مدبر آزاد نہیں مگر بعد موت مولی کے اور مولی کی حیات میں جو اس کے پاس ہے وہ مولی کی ملک ہے پھر مولی کا وارث ہونا بے معنی ہے وبموتہ ولو حکما کلحاقہ مرتدا اعتق فی آخر من حیوۃ المولی من ثلثہ ای من ثلث مالہ یوم موتہ الا اذا قال فی صحتہ انت حر او مدبر ومات تجهلا فیعتق نصفہ من الکل ونصفہ من الثلث حاوی اور مولی کی موت سے اگرچہ حکمی ہی موت ہو چنانچہ معاذ اللہ مولی مرتد ہو کر دار الحرب میں مل جاوے آزاد ہوگا

Marfat.com

مدبر حیات مولی کے جز اخیر میں اس کے ثلث مال سے یعنی اس مال کی تہائی سے جو مال کہ اس کی موت کے دن موجود ہے مگر جب کہ مولی نے اپنی صحت میں کہا کہ تو حر یا مدبر ہے اور پھر وہ بدون بیان کرنے حریت اور تدبیر کے مرگیا تو آزاد ہوگا غلام کا نصف اس کے کل مال سے بنظر اعتاق کے اور نصف اس کا مولی کی ثلث مال سے آزاد ہوگا بنظر تدبیر کے کذا فی ہادی القدسی وسعی بحسابہ ان لم یخرج من الثلث اور وہ غلام جس کی حریت اور تدبیر مبہم تھی سعایت کرے کل مال اور ثلث مال کے حساب سے تو اگر غلام کا خمس ثلث مال سے نکلے تو ثلث کے چار خمس میں سعایت کرے اور اگر اس کا ربع نکلے تو تین ربع میں سعایت کرے وعلی ہذا القیاس یہ اس صورت میں ہے جبکہ ثلث مال سے نہ نکل سکے اور اگر ثلث مال میں گنجائش ہو تو سعایت کی کچھ حاجت نہیں کذا فی حاشیہ الدری وفی ثلثیہ لان عتقہ من الثلث اور صریح مدبر اپنے دو ثلث میں سعایت کرے اس واسطے کہ عتق مدبر کا ثلث مال سے ہوتا ہے ان لم یترک غیرہ ولہ وارث لم یجزہ ای التدبیر فان لم یکن لہ وارث اوکان واجازہ عتق کلہ لانہ وصیۃ مدبر اپنے دو ثلث میں سعایت کرے اگر مولی نے سوائے اس غلام کے اور کچھ مال نہ چھوڑا ہو اور مولی کا ایسا وارث ہے جو تدبیر کو جائز نہیں رکھتا یعنی آزاد ہونا کل غلام کا تدبیر سے مفت جائز نہیں رکھتا تو اگر مولی کا کوئی وارث نہ ہو یا وارث ہو اور اعتاق کل غلام کو جائز رکھے تو کل غلام آزاد ہو جاوے گا اس واسطے کہ تدبیر درحقیقت وصیت ہے اور وصیت بدون اجازت وارث کے ثلث سے زیادہ میں جاری نہیں ہوتی ولذا لو قتل سیدہ سعی فی قیمتہ کمدبر السفیہ ولو قتلتہ ام الولد لاشی علیہا کما بسطہ فی الجوہرۃ اور چونکہ تدبیر وصیت ہے لہذا اگر مدبر اپنے سید کو قتل کرے تو ثلث مال سے بھی نہ آزاد ہوگا بلکہ اپنی کل قیمت میں سعایت کرے گا جیسے مرد سفیہ کا مدبر کل قیمت میں سعایت کرتا ہے اور اگر اپنے مالک کو ام ولد نے قتل کیا تو وہ آزاد ہو جاوے گی مالک کی موت سے اور اس پر کچھ سعایت لازم نہ ہوگی چنانچہ یہ مسئلہ جوہرہ میں مصرح ہے م مدبر قتل سید سے اس واسطے آزاد نہ ہوا کہ اعتاق درحقیقت وصیت تھی اور وصیت قاتل کے واسطے صحیح نہیں رہتی بخلاف ام ولد کی آزادی کے کہ وہ وصیت نہیں لہذا سعایت اس پر واجب نہیں وسعی فی کلہ ای فی کل قیمتہ مدبر المجتبی وہو حینئذ لکاتب وقالا حر مدیون لو المولی مدیونا بمحیط اور اگر مولی پر دین اس قدر ہو کہ سب متروکہ کو محیط ہو تو غلام اپنی سب قیمت میں سعایت کرے کر یعنی اس صورت میں ثلث بھی نہ آزاد ہوگا اور کل قیمت سے غلام مدبر کی قیمت مراد ہے نہ غلام خالص کی کذا فی المجتبی اور غلام مدبر زمانہ سعایت میں نزدیک امام اعظمؒ کے مانند مکاتب کے ہے تو اس کی شہادت مقبول نہیں اور نکاح اس کا نافذ نہیں اور صاحبین نے کہا کہ وہ حر مدیون ہے تو اس کی گواہی مقبول ہے اور اس کا نکاح بھی نافذ ہے ولو دبر احد الشریکین فللآخر خیارات العتق فان ضمن شریکہ فمات سعی فی نصف مختار اور اگر غلام کے دو مالکوں میں سے ایک شریک نے غلام کو مدبر کیا تو دوسرے شریک کو عتق میں سات یا چھ طرح کے اختیار حاصل ہیں چنانچہ اس کی تفصیل باب عتق البعض میں ہو چکی سو اگر شریک ساکت کو مدبر کرنے والے شریک نے ضمانت کیا اور بلا رجوع علی العبد مدبر کرنے والا مرگیا تو یہ غلام اپنی نصف قیمت میں سعایت کرے اس کے وارثوں کے واسطے کذا فی المختار وولد المدبرۃ تدبیر اطلقا مدبر اور جو لونڈی مدبرہ بتدبیر مطلق ہے تو اس کا لڑکا بھی مدبر ہے یعنی ماں کے ساتھ وہ بھی مولی کے مرنے کے بعد آزاد ہوگا واما المقیدۃ فلا یتبعہا اور وہ مدبرہ جس کی تدبیر مقید ہے لڑکا مدبر ہونے میں اپنی ماں کا تابع نہ ہوگا یعنی ماں کے ساتھ وہ آزاد نہ ہوگا وذکر فی البیع الفاسد ان ولد المدبر کابیہ فتامل اور ذکر کیا ہے ماتن نے بیع فاسد کے باب میں کہ غلام مدبر کا لڑکا اپنے باپ کے مانند ہے سو اس کو تامل ہے

Marfat.com

غور کرم وجہ تامل کی یہ ہے کہ یہ قول صحیح نہیں کذا فی البحر اس واسطے کہ لڑکا اپنی ماں کا تابع ہوتا ہے نہ باپ کا اور ہدایہ کے بعضے نسخوں میں بھی واقع ہوا کہ مدبر کا ولد مدبر ہے حلبی نے کہا کہ ماتن اور صاحب ہدایہ کی طرف سے یہ جواب ممکن ہو سکتا ہے کہ لفظ مدبر کا مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے اور مراد مدبر سے عورت ہے نہ مرد کذا فی حاشیۃ المدنی واما تدبیر الحمل فکعتقہ اور مدبر کرنا حمل کا صحیح ہے جیسے حمل کا آزاد کرنا صحیح ہے لیکن جنین اس وقت مدبر ہوگا جب مدبر کرنے کے وقت سے اقل مدت حمل میں تولد ہو ولو ولدت المدبرۃ من سیدہا فہی ام ولدہ وبطل التدبیر لانہ من الثلث والاستیلاد من الکل فکان اقوی اور اگر لونڈی مدبر اپنے مالک سے لڑکا جنے تو وہ ام ولد اس کی ہے اور اس کی تدبیر باطل ہوگی اس واسطے کہ تدبیر میں عتق ثلث مال سے ہوتا ہے اور استیلاد میں عتق کل مال سے ہوتا ہے تو استیلاد قوی ہوا تدبیر سے اور قوی ضعیف کو توڑتا ہے وبیع ووہب ورہن المدبر المقید کان قال لہ ان مت من سفری ومرضی ہذا او الی عشرین سنۃ مثلا مما یقع غالبا اور مدبر مقید بیچا جاوے اور ہبہ کیا جاوے اور گروی رکھا جاوے مدبر مقید کی مثال چنانچہ مولی نے یوں کہا کہ اگر میں سفر سے یا اپنی اس بیماری سے مر جاؤں تو تو آزاد ہے یا اب سے بیس سال تک مثلا مروں ایسی مدت مذکور کرے جس میں غالبا موت واقع ہو سکے خلاصہ یہ ہے کہ مدبر مقید وہ ہے جس کا عتق صرف موت پر نہ ہو بلکہ موت میں کچھ قید اور صفت زیادہ لگائی جاوے مثلا اس سفر کی موت یا اس مرض کی موت یا دس برس یا بیس برس تک کی موت مدبر مقید میں تصرفات مالکانہ مثل بیع وغیرہ کے اس واسطے جائز ہوے کہ مولی کی موت ان مدتوں میں متحمل ہے یقینی نہیں بخلاف مطلق موت کے کہ وہ بالیقین ہونے والی ہے او ان مت وغسلت او کفنت یا یہ کہ مولی نے یوں کہا کہ اگر میں مروں اور غسل دیا جاؤں یا یوں کہا کہ اگر میں مروں اور کفنایا جاؤں تو تو آزاد ہے او ان مت او قتلت خلافا لزفر وزحجہ الکمال یا مولی نے غلام سے کہا کہ اگر میں مروں یا مقتول ہوں تو تو آزاد ہے تو یہ غلام ابو یوسف کے نزدیک مدبر مطلق نہیں اس واسطے کہ ایک امر خاص پر تعلیق نہیں اور موت اور قتل مترادف اور متساوی نہیں اس واسطے کہ قتل کو موت البتہ لازم ہے اور موت کو قتل لازم نہیں تو یہ مدبر مقید ہے بخلاف زفر کے کہ ان کے نزدیک یہ غلام مدبر مطلق ہے اور اسی قول کی ترجیح دی ہے کمال الدین نے فتح القدیر میں اس تقدیر سے کہ فی الحقیقت یہ تعلیق ہے مطلق موت پر اس واسطے کہ دو حال سے خالی ہونا ممکن نہیں کہ قتل سے موت ہوگی یا بلا قتل بہر صورت موت حاصل ہے کذا فی منح الغفار او انت حر بعد موتی او موت فلان مالم یمت فلان قبلہ فیصیر مطلقا یا مولی نے یوں کہا کہ تو آزاد ہے میری موت کے بعد اور فلانے شخص مثلا زید کی موت کے بعد تو یہ غلام مدبر مقید ہے جب تک کہ زید اس سے پہلے نہ مرے اور اگر زید مولی سے پہلے مر گیا تو یہ غلام مدبر مطلق ہو جاوے گا اس واسطے کہ اب تعلیق عتق کی فقط مولی کی موت پر منحصر ہو گئی او انت حر بعد موت فلان کما فی الدرر والکنز وردہ فی البحر بما فی المبسوط وغیرہ من انہ لیس تدبیرا بل تعلیقا حتی لو مات فلان المولی حی عتق من کل المال ولو مات اولا بطل التعلیق یا مولی نے غلام سے کہا کہ تو حر ہے مثلا زید کی موت کے بعد یہ مثال ہے مدبر مقید کی چنانچہ درر اور کنز میں مذکور ہے اور رد کیا ہے اس قول کو بحر الرائق میں مبسوط وغیرہ کی روایت سے اس طرح پر کہ یہ قول تدبیر ہی نہیں نہ مطلق نہ مقید بلکہ یہ تعلیق ہے عتق کی مانند اور تعلیقات کے جیسے دخول دار کی تعلیق تا آنکہ اگر زید مثلا مرے اور مولی زندہ رہے تو غلام کل مال سے آزاد ہوگا اور مدبر ہوتا تو مولی کی موت کے بعد آزاد ہوتا اور ثلث مال سے آزاد ہوتا نہ کل مال سے اور اگر مولی پہلے زید سے مریگا تو تعلیق باطل ہوگی اور غلام وارثوں کا مملوکہ ہوگا ویعتق المقید ان وجد الشرط بان مات من سفر او مرضہ ذلک کعتق المدبر من الثلث لوجود الاضافۃ الی الموت اور مدبر مقید آزاد ہوگا اگر شرط عتق کی پائی جاوے گی اس طرح پر کہ مولی اپنے اسی سفر یا اسی مرض میں مر گیا مانند آزاد ہونے مدبر مطلق کے ثلث مال سے مدبر مقید آزاد ہوگا

Marfat.com

بسبب موجود ہونے اضافت الی الموت کے تو بعد موت کے مدبر مطلق اور مدبر مقید کے حکم برابر ہو گیا قال ان مت من مرضی ہذا فہو حر فقتل لا یعتق بخلاف مالو قال فی مرضی ففرق بین من و فی مولی نے کہا کہ اگر میں اس بیماری سے مر گیا تو وہ آزاد ہے سو مولی کو قتل کر ڈالا کسی نے تو آزاد نہ ہوگا بخلاف اس کے اگر یوں کہا کہ اگر میں اپنی اس بیماری میں مر گیا تو آزاد ہوگا سو تفرقہ کیا گیا ہے درمیان من اور فی کے م مجتبی میں اس کے مصنف نے من مرضی اور فی مرضی یوں فرق بیان کیا ہے کہ من مفید ہے تعلیل اور سببیت کا تو مطلب یہ ہوا کہ اگر میں اس بیماری کے سبب سے مروں تو قتل دوسرا سبب ہوا سوائے بیماری کے تو شرط عتق کی نہ پائی گئی اور لفظ فی کا مقید ہے ظرفیت کا یعنی موت مرض میں واقع ہو خواہ بیماری سے ہو یا کسی اور سبب سے ولہ حمی فتحول صداعا او بعکسہ قال محمد ہو مرض واحد مجتبی اور اگر مولی نے کہا کہ اگر میں اس بیماری سے مروں تو غلام آزاد ہے اور مولی کو تپ کی بیماری تھی سو بدل کر درد سر کی بیماری ہو گئی یا درد سر تھا سو تپ ہو گئی محمد نے کہا کہ تپ اور درد سر ایک ہی بیماری ہے کذا فی المجتبی ہر چند تپ اور درد سر جداگانہ دو مرض ہیں لیکن چونکہ اکثر دونوں باہم متلازم ہیں لہذا اُن کو ایک ہی شمار کیا وقیمۃ المدبر المطلق ثلثا قیمۃ قنا بہ یفتی اور قیمت مدبر مطلق کی دو ثلث اس کی قیمت کی ہے اگر وہ خالص غلام ہوتا ہے اسی قول پر فتوی ہے یعنی اگر مدبر مطلق خالص غلام ہوتا تو اُس کے مثلاً تیس درم قیمت ہوتے تو اب مدبر ہونے سے بیس درم قیمت ہوگی والمدبر المقید یقوم قنا درر عن الخانیۃ اور مدبر مقید کی قیمت خالص غلام کی سی قیمت ٹھہرائی جاوے گی کذا فی الدرر عن الخانیہ فائدہ قیمت ٹھہرانے کا یہ ہے کہ اس کے موافق سعایت کرے وفیہا عنہا صحیح قال لعبدہ انت حر قبل موتی بشہر فمات بعد شہر عتق من کل مالہ زاد فی المجتبی ولمولا بیعہ فی الاصح اور درر میں خانیہ سے منقول ہے کہ مرد صحیح نے اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے ایک مہینے بھر میری موت سے پہلے پھر وہ مر گیا بعد ایک مہینہ کے تو وہ آزاد ہوگا اس کے کل مال سے اس واسطے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک اس کا عتق اول مہینے سے متعلق ہوا جب کہ مولی تندرست تھا کذا فی الدرر اور مجتبی میں اتنا قول اور زیادہ کیا ہے کہ اس کے مولی کو اس کا بیچنا جائز ہے قول اصح میں فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا قال مریض اعتقوا غلامی بعد موتی ان یشاء اللہ صح الایصاء وفی ہو حر بعد موتی ان شاء اللہ لم یصح لان الاولی امر والاستثناء فیہ باطل والثانی ایجاب فصح الاستثناء کہا ایک بیمار نے کہ آزاد کیجیو میرے غلام کو میری موت کے بعد انشاء اللہ تو یہ وصیت صحیح ہے اور ثلث مال سے آزاد کرنا لازم ہوگا اور اس قول میں کہ وہ آزاد ہے میری موت کے بعد انشاء اللہ تو یہ وصیت صحیح نہ ہوگی اس واسطے کہ قول اول بصیغۂ امر ہے اور استثناء امر میں باطل ہے اور قول ثانی ایجاب ہے اور استثناء اس میں صحیح ہے۔

باب الاستیلاد

ہو لغۃ طلب الولد من زوجۃ او امۃ وخصہ الفقہاء بالثانی یہ باب ہے استیلاد کے احکام میں استیلاد لغت عرب میں عبارت ہے خواہش اولاد سے خواہ زوجہ سے ہو خواہ لونڈی سے اور فقہا نے اس کو مخصوص کر لیا ہے ثانی سے یعنی اصطلاح فقہ میں لونڈی سے اولاد لینے کو استیلاد کہتے ہیں اذا ولدت ولو سقطا الامۃ ولو مدبرۃ من سیدہا ولو باستدخال منیہ فرجہا جب کہ جنی لونڈی اپنے مالک سے اگرچہ بچہ ناتمام پیدا ہوا اور گو کہ لونڈی مدبرہ ہو اور اگرچہ لونڈی نے مالک کا نطفہ اپنی شرم گاہ میں ڈال لیا ہو اس طرح پر کہ مالک نے محل مخصوص میں جماع نہ کیا ہو لیکن بعد انزال کے فوراً گرما گرم اس کا نطفہ لونڈی نے داخل کر لیا ہو اور وہ حاملہ ہو گئی ہو اور لڑکا پیدا ہوا ہو تو یہ لڑکا مالک ہوگا اور لونڈی ام ولد ہو جاوے گی کذا فی المنح عن المحیط باقرارہ

لہ یعنی انشاء اللہ کہنا اس میں درست ہے اور اس کی صحت کا اثر یہ ہے کہ جس ایجاب پر واقع ہو اس کو باطل کر دیتا ہے لہذا وصیت صحیح نہ ہوئی ۱۲

Marfat.com

ینبغی ان یشہد لئلا یسترق ولدہ بعد موتہ لونڈی جنی مالک کے اقرار ولد سے اور یوں لائق ہے۔ مالک کو کہ لوگوں کو گواہ کر دے۔ کہ یہ لونڈی میرے لڑکا جنی ہے
کہ وارث اس کے ولد کو بعد موت مالک کے غلام نہ بنا دیں۔ ولو حاملا کقولہ حملہا او ما فی بطنہا منی کما مر فی ثبوت النسب وہذا قضاء واما دیانۃ فیثبت
بلا دعوۃ کاستیلاد معتوہ ومجنون وہبانیہ اگرچہ اقرار مالک کا لونڈی کے حاملہ ہونے کے وقت ہو نہ ولادت کے وقت چنانچہ یوں کہنا مولے کا کہ حمل
اس لونڈی کا مجھ سے ہے یا جو اس کے پیٹ میں ہے سو مجھ سے ہے۔ اور یہ یعنی ثبوت نسب ولد کا موقوف ہونا مولے کے اقرار پر بنا بر حکم قاضی کے ہے
اور دیانت میں یعنی فیما بینہ وبین اللہ تو نسب بدون دعوی کے بھی ثابت ہوگا۔ تو مالک کو نفی ولد کی کرنا جائز نہیں۔ اگر لونڈی سے جماع کرتا ہو بشرطیکہ
وہ کوچہ گرد نہ ہو۔ کذا فی حاشیۃ المدنی جیسے استیلاد مرد بے ہوش اور مجنون کا بلا دعوت ثابت ہوتا ہے۔ کذا فی الوہبانیہ یعنی اگر مرد بے ہوش یا مجنون
اس لونڈی اس کے تصرف میں ہوگی۔ اور جنے گی تو وہ لڑکا مولے کا ہوگا۔ بلا اقرار اس واسطے کہ مجنون وغیرہ میں اہلیت دعوی کی نہیں او ولدت من
زوج ولو فاسدا کموطی بشبہۃ فولدت فاشتراہا الزوج ای ملکہا کلا او بعضا فہی ام ولدہ من حین الملک یا جنی لونڈی اپنے زوج سے جس کے ساتھ
اس کے مولے نے نکاح کر دیا تھا۔ اگرچہ نکاح فاسد ہوا ہو۔ مانند وطی بالشبہہ کے پھر وہ لونڈی جنی پھر اس کو اس کے زوج مذکور نے خرید کیا یعنی اس
کا مالک ہوا خواہ بیع سے یا ہبہ سے کل کا مالک ہوا یا بعض کا۔ تو یہ لونڈی جو مولے کے اقرار سے جنی یا جس کو اس کا زوج مالک ہوا ام ولد ہوگئی
مالک ہونے کے وقت سے یعنی ابتداے علوق سے کذا فی حاشیۃ الطحاوی فلو ملک ولدہا من غیرہ فلہ بیعہ جب ام ولد ہونا لونڈی کا ابتداے ملک
سے ہوا۔ تو اگر زوج مشتری اس لونڈی کے ولد کا جو غیر کے نطفے سے ہے۔ مالک ہوگا تو اس کو ولد کے بیچ لینے کا اختیار ہے۔ وکذا لو استولدہا
ملک ثم استحقت او لحقت ثم ملکہا فان عتق ام الولد یتکرر بتکرار الملک کالمحارم بخلاف المدبرۃ اور اسی طرح اگر لونڈی کو ام ولد بنایا بسبب ملک
کے پھر وہ لونڈی غیر کی مملوکہ ثابت ہوئی۔ یا مرتدہ ہو کر دار الحرب میں جا ملی۔ پھر یہ شخص اس کا مالک ہوا۔ تو عتق ام ولد کا دوبارہ ثابت ہوگا۔ بسبب
دوبارہ ملک ہونے کے جیسے عتق محارم کا مکرر ہوتا ہے۔ تکرار ملک سے بخلاف مدبرہ کے کہ اگر مولے نے اس کو آزاد کر دیا یا پھر مرتد ہو کر دار الحرب
میں گئی۔ اور گرفتار ہو کر مملوک ہوئی۔ مولے کی تو اب مدبرہ نہ ہوگی۔ م یہ جو شارح نے کہا کہ عتق ام ولد کا مکرر ہوتا ہے۔ تکرار ملک سے مراد عتق
سے عتق مجازی ہے یعنی ام ولد ہونا اس کا پھر ثابت ہوگا۔ اور عتق حقیقی مراد نہیں اس واسطے کہ ام ولد بعد مرنے مولے کے آزاد ہوتی ہے۔
طحطاوی نے کہا شارح کو مناسب تھا کہ اس مسئلہ کا جداگانہ ذکر کرتا۔ اس لیے کہ ارتباط اس کا ماقبل سے مناسب نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی
والمستولدۃ کالمدبرۃ وقد مر اور ام ولد کا حکم مدبرہ کے مانند ہے۔ چنانچہ اس کا بیان ہو چکا یعنی اس کے بیع اور ہبہ اور رہن جائز نہیں الا فی
ثلثۃ عشر مذکورۃ فی فروق الاشباہ والبیع الفاسد من البحر ام ولد مثل مدبرہ کے ہے۔ مگر تیرہ مسئلوں میں فرق ہے۔ جن کا ذکر اشباہ کے فرقوں کی بحث
میں اور بحر الرائق کے باب بیع فاسد میں مصرح ہے۔ اس میں سے ماتن اور شارح نے چار صورتوں کو مذکور کیا منہا انہا العتق بموتہ من کل مالہ
والمدبرۃ من ثلثہ من غیر سعایۃ والمدبرۃ تسعے ان تیرہ مسئلوں میں سے ایک یہ ہے۔ کہ ام ولد مولے کی موت سے اس کے تمام مال سے
آزاد ہوتی ہے۔ اور مدبرہ ثلث مال سے آزاد ہوتی ہے۔ اور ام ولد بدون سعایت کے آزاد ہوتی ہے۔ اور مدبرہ سعایت کر کے آزاد ہوتی ہے
م ام ولد بعد موت مولے کے کل مال سے آزاد ہو جاتی ہے۔ اس کی بیع جائز نہیں اور سعایت اس پر لازم نہیں اگرچہ مولے قرض دار مرا ہو۔ اور
یہی مذہب ہے۔ جمہور صحابہ اور تابعین اور فقہاء معتبرین کا مگر بشر مریسی اور داؤد ظاہری جمہور کے مخالف اس میں قائل ہیں۔ سو لائق اعتماد کے
نہیں کذا فی فتح القدیر ولو قضی بجواز بیعہا لم ینفذ اور اگر قاضی غیر حنفی ام ولد کی جواز بیع کا حکم کرے۔ تو اس کا حکم جاری نہ ہوگا۔ نزدیک محمد کے
اور اسی قول پر فتوی ہے۔ کذا فی حاشیۃ المدنی عن الخانیۃ والظہیریۃ بل یتوقف علے قضاء قاض آخر امضاء وابطالا ذخیرہ وینفذ فی المدبرۃ کما مر بلکہ

Marfat.com

جواز بیع کا حکم موقوف رہے گا۔ دوسرے قاضی کے حکم پر جائز رکھنے میں اور باطل کرنے میں یعنی مجتہدین معتبرین کا اختلاف ہوتا تو قاضی کے حکم سے رفع اختلاف ہو جاتا۔ اور چونکہ یہ حکم جمہور صحابہ اور فقہاء کے مخالف ہے۔ لہذا قاضی کا حکم رافع اختلاف کا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ دوسرے قاضی کی قضا پر موقوف ہے۔ تو اگر دوسرے قاضی غیر حنفی نے اول قاضی کے حکم جاری کر دیا تو اب بیع ام ولد کی نافذ ہوگی۔ کسی کے توڑنے سے نہ ٹوٹے گی اور اگر قاضی حنفی نے قاضی اول کا حکم باطل کر دیا۔ تو بالاتفاق اس کی بیع باطل ہو جاوے گی۔ کذا فی الذخیرۃ اور مدبرہ کے جواز بیع میں ایک ہی قاضی کا حکم نافذ ہوگا۔ دوسرے قاضی کے حکم پر موقوف نہ رہے گا۔ اس واسطے کہ مدبرہ کے جواز بیع میں مجتہدین معتبرین باہم مختلف ہیں چنانچہ امام شافعی جواز کے قائل ہیں۔ وان ولدت لاقل من ستۃ اشہر ثبت نسبہ بلادعوۃ اذا لم تحرم علیہ بنحو نکاح او کتابۃ او وطی ابنہ او المولی امہا لجینئذٍ لو ولدت لاکثر من ستۃ اشہر لا یثبت الا بدعوۃٍ الا فی الزوجۃ فلا یثبت بل یعتق علیہ اور اگر ام ولد ایک ولد کے بعد دوسرا ولد جنے۔ تو اس کا نسب بدون دعوی مولے کے ثابت ہو جاوے گا بشرطیکہ ام ولد لاقل من ستۃ اشہر ثبت بلادعوۃ فسد النکاح لندب الاستبراء لہا قبلہ وقد مناہ فی نکاح الرقیق وثبوت النسب اور اگر ام ولد ثانی کو لاقل من ستۃ اشہر ثبت بلادعوۃ فسد النکاح لندب الاستبراء لہا قبلہ وقد مناہ فی نکاح الرقیق وثبوت النسب اور اگر ام ولد ثانی کو بعد عارض ہونے حرمت کے چھ مہینے سے کم تر مدت میں جنی تو اس کے ولد کا نسب مولے سے بدون دعوے کے ثابت ہوگا۔ اور در صورت نکاح کر دینے کے اس کا نکاح فاسد ہو جاوے گا۔ واسطے مستحب ہونے استبرا کے لونڈی کے حق میں قبل نکاح کے یعنی مولے پر مستحب ہے۔ کہ جب ام ولد کا نکاح کر دینے کا ارادہ کرے تو قبل تزویج کے ایک حیض سے استبرا کروا کر نکاح کرے کذا فی البحر شارح کہتا ہے۔ اور ہم نے استبرا کے استحباب کو غلام کے نکاح اور ثبوت نسب میں اول بیان کر دیا ہے۔ لکنہ ینبغی قبضیہ من غیر توقف علی لعان لان الفراش اربعۃ ضعیف لامۃ ومتوسط لام الولد وعلم حکمہا وقوی لمنکوحۃ الا باللعان واقوی للمعتدۃ فلا ینتفی اصلا لعدم اللعان ہر چند ام ولد کے ولد ثانی کا ثبوت نسب اقرار مولے پر موقوف نہیں لیکن اس کا نسب مولی کی نفی کرنے سے نفی ہو جاتا ہے۔ بلا توقف کے لعان یعنی پر بدون لعان کے بمجرد نفی کرنے کے نفی ہو جاتا ہے۔ اس واسطے کہ فراش چار قسم پر ہے۔ ایک فراش ضعیف لونڈی کا کہ بدون اقرار مولے کے اس کا ولد ثابت النسب نہیں ہوتا دوسرا فراش متوسط نہ ضعیف نہ قوی ام ولد کا اور اس کا حکم معلوم ہوا کہ اس کا ولد بدون اقرار مولی کے بھی ثابت النسب ہے لیکن نفی کرنے سے نفی ہو جاتا ہے تیسرا فراش قوی منکوحہ کا کہ اس کے ولد کا نسب اقرار پر موقوف نہیں اور اس کا نسب نفی نہیں ہو سکتا بدون لعان کے اور چوتھا فراش قوی تر معتدہ کا کہ اس کے ولد کا نسب کس طرح نفی نہیں ہو سکتا بسبب نہ ہونے لعان کے اور لعان اس واسطے نہیں ہو سکتا کہ زوجیت قائم نہیں الا اذا قضی بہ قاضٍ غیر حنفی یری ذلک فیلزمہ بالقضاء ام ولد کے ولد کا نسب نفی نہیں ہوتا مولی کی نفی سے مگر جب حنفی مذہب کے سوائے اور کسی مذہب کا قاضی جس کے مذہب میں نفی کرنے سے نفی نہیں ہوتا وہ حکم کرے عدم نفی کا تو حنفی مذہب پر لازم ہو جاوے گا ثبوت نسب کا بہ سبب قضا کے او تطاول الزمان وہو ساکت کما مر فی اللعان لانہ دلیل الرضاء بحر فلا ینتفی بنفیہ فی ہاتین الصورتین یا مدت دراز گذر گئی اور مولی ساکت رہا نفی کرنے سے چنانچہ اس کا ذکر باب اللعان میں گذر گیا اس واسطے کہ سکوت مدت دراز تک دلیل ہے رضامندی کی تو اب اس کی نفی کرنے سے ان دونوں صورتوں میں اس کا نسب نفی نہ ہوگا اذا اسلمت ام ولد الذمی یعنی الکافرۃ ومدبرۃ مسکین عرض

Marfat.com

علیہ الاسلام جب مسلمان ہوگئی ام ولد ذمی کی یعنی کافر کی تاکہ ذمی اور مستامن دونوں کو شامل رہے۔ یا مدبرہ ذمی یا مستامن کی مسلمان ہوئی کذا ذکرہ مسکین تو کافر پر اسلام عرض کیا جاوے اس واسطے کہ مسلمہ کا کافر کے تحت میں رہنا جائز نہیں فان اسلم فہی لہ تو اگر ذمی یا مستامن نے اسلام قبول کیا تو ام ولد یا مدبر جیسے تھی ویسی ہی اس کی ہی رہی والا سعت نظرا للجانبین لان خصومۃ الذمی والدابۃ یوم القیمۃ اشد من خصومۃ المسلم اور اگر ذمی نے اسلام سے انکار کیا تو ام ولد اس کے واسطے سعایت کرے بلحاظ دونوں جانبوں کے ام ولد کی جانب میں سعایت سے یہ رعایت ہوئی کہ وہ مذلت سے بچی آزاد ہوگئی۔ اور ذمی کی جانب میں سعایت سے یہ رعایت ہوئی کہ مال ملنے سے اسکا ضرر دفع ہوا ذمی کا حق شرع میں اس واسطے باطل نہ ہوا کہ خصومت ذمی اور جانور کی قیامت کے دن سخت تر ہے۔ مسلم کی خصومت سے اس واسطے کہ اگر مسلم دوسرے پر ظلم کرے گا تو قیامت میں امید ہے۔ کہ مسلم مظلوم عفو کرے یا ظالم کے حسنات مظلوم کو عوض میں ملیں یا مظلوم کا وبال ظالم مسلم پر ڈالا جاوے بخلاف ذمی مظلوم کے کہ اس سے توقع عفو کی نہیں اور حسنات مسلم ظالم کے ذمی کو نہیں مل سکتے۔ اس واسطے کہ وہ لائق نہیں اور کافر کا وبال مسلم ظالم پر پڑنا اس میں تامل ہے۔ پھر جب ذمی کی حق تلفی کا معاوضہ نہ ہو سکا۔ تو رہائی سخت مشکل ہے۔ اور اسی طرح جانور بے زبان پر ظلم کرنا سخت اندیشہ ناک ہے۔ کذا فی حاشیۃ المدنی اللھم انا نعوذ بک من مظالم عبادک اجمعین فی ثلث قیمتہا قنۃ وعتقت بعد ادائہا ای القیمۃ التی قدرہا القاضی ام ولد سعایت کرے اپنی ثلث قیمت میں خالص لونڈی ہونے کی حالت کی قیمت یعنی اگر ام ولد نہ ہوتی خالص لونڈی ہوتی تو مثلاً اس کی قیمت تیس درہم ہوتے تو دس درم کا کما دینا اس پر لازم ہے۔ اور آزاد ہو جاوے گی بعد ادا کرنے اس قیمت کے جس کو قاضی نے مقرر کر دیا ہے۔ م ثلث قیمت کی سعایت غایۃ البیان میں مذکور ہے۔ کذا فی منح الغفار وہی مکاتبۃ فی حال سعایتہا الا فی صورتین بلا رد الی الرق لو عجزت اذا لو ردت لاعیدت اور وہ یعنی ذمی کی ام ولد مانند مکاتبہ کے ہے۔ سعایت کی حالت میں مگر دو صورتوں میں مکاتبہ کے برابر نہیں پہلی صورت یہ کہ اگر وہ عاجز ہوا دائے قیمت سے تو رقیت کی طرف نہ پھیری جاوے گی بخلاف مکاتبہ کے اس واسطے کہ اگر ام ولد رقیت کی طرف پھیری جاوے گی تو کافر کی ملکیت پھر اس پر ثابت ہوگی تو مسلمہ کو ذلت لازم آوے گی اور حالانکہ شرعاً یہ جائز نہیں ولو مات قبل سعایتہا ولہا ولد ولدتہ فی سعایتہا سعی فیما علیہا والا عتقت مجانا لانہا ام ولد دوسری صورت یہ کہ اگر مولے مر گیا قبل سعایت ام ولد کے اور حالانکہ اس کا ایک لڑکا ہے جس کو سعایت کی مدت میں جنی تو وہ لڑکا اپنی ماں کی قیمت میں سعایت کرے اور اگر لڑکا نہ ہو تو وہ مفت آزاد ہوگی۔ اس واسطے کہ وہ ام ولد ہے۔ اور ام ولد بعد موت مولے کے بلا سعایت آزاد ہوتی ہے م سعایت ولد کی قیمت میں درصورت ام ولد کی موت میں ہے۔ نہ اس کے مولے کی موت میں تو شارح کو مناسب تھا۔ کہ مصنف کے کلام سے اپنے کلام کو یہاں نہ ملاتا بعد حکم موت مولے کے ام ولد کی موت کا حکم جدا بیان کرنا چنانچہ درالمنتقی کی یوں عبارت ہے۔ ولو مات عتقت بلا سعایۃ ولو مات ہی ومعہا ولد ولدتہ فی سعایتہا سعی فیما علیہا یعنی اگر ام ولد مولے مر گیا وہ بلا سعایت مفت آزاد ہوگئی اور اگر ام ولد قبل سعایت کے مر گئی اور اس کا ایک لڑکا تھا جس کو سعایت کی حالت میں جنی تو وہ اپنی ماں کی قیمت میں سعایت کرے بخلاف مکاتبہ کے کہ اگر اس کا مولی مرے گا تو وہ مفت نہ آزاد ہوگی بلکہ اس کے وارثوں کے واسطے سعایت کرے گی کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا حکم المدبر فی سعی فی ثلثی قیمتہ اور اسی طرح ہے حکم مدبر کا یعنی اگر ذمی اور مستامن کا مدبر مسلمان ہو جاوے اور اس کا مولی مسلمان ہونے سے انکار کرے تو مدبر اپنی دو ثلث قیمت میں سعایت کرے یعنی جو خالص غلام کی قیمت ہو اس کے دو ثلث میں سعایت کرے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اسلم قن الذمی عرض الاسلام علیہ فان اسلم فبہا والا امر ببیعہ تخلصا من ید الکافر ذکرہ مسکین اور اگر ذمی خالص غلام مسلمان ہو گیا تو ذمی پر اسلام عرض کیا جاوے سو اگر وہ بھی مسلمان ہو گیا تو خوب

لہ آلہی ہم پناہ مانگتے ہیں تیرے حقوق سے تیرے سب بندوں کے ۱۲ ف حق تلفی ذمی اور جانور کی سخت تر ہے ۱۲

Marfat.com

بات ہے وہ اس کا غلام بنا رہے گا جیسا کہ سابق میں تھا۔ اور اگر اس نے اسلام سے انکار کیا تو غلام کے بیچ ڈالنے کا حکم کیا جاوے گا تاکہ مسلمان کافر کے ہاتھ سے نجات پاوے کذا ذکرہ مسکین فی شرح الکنز فان ادعی ولد امۃ مشترکۃ ولو مع ابنہ ثبت نسبہ منہ ولو کافرا او مریضا او مکاتبا لکنہ ان عجز فلہ یعیا وہی ام ولد اور اگر ایک شریک نے دعوی کیا مشترک لونڈی کے ام ولد کا اگرچہ شراکت اپنے بیٹے کے ساتھ ہو تو ثابت ہوگا نسب ولد کا اس مدعی سے اگرچہ کافر ہو یا مریض بمرض الموت ہو یا مکاتب ہو لیکن مکاتبہ اگر ادائے بدل کتابت سے عاجز ہو تو اس کو بیچنا لونڈی کا جائز ہے۔ اور وہ لونڈی مشترک ام ولد ہے۔ مدعی کی وضمن یوم العلوق نصف قیمتہا ونصف عقرہا ولو معسرا قیمۃ ولدہا لانہ علق حرا الاصل اور ضمان دے مدعی نطفہ رہنے کے دن اپنے شریک کو لونڈی کی نصف قیمت کا اور اس کے نصف مہر مثل کا اگرچہ مدعی مفلس ہو اس واسطے کہ یہ ضمان ہے تملک کا نہ ضمان عتق کا اور نہ ضامن ہوگا ولد کی قیمت کا اس واسطے کہ ولد حر اصلی ہے۔ کیونکہ وقت علوق سے ثابت النسب ہے اور اسی وقت سے ضمان لازم ہوا تو حدوث ولد کا ملک مدعی میں ہوا نہ شریک کی ملک میں اور اگر مدعی باپ ہو اپنے شریک کا تو ضمان اس پر نہ لازم ہوگا اسواسطے کہ باپ کا حق ہے بیٹے کے مال میں فان ادعیا معا او جہل السابق وقد استویا وقت الدعوۃ لا العلوق فی اوصاف فہو انہما اور اگر مشترک لونڈی کے ولد کا دونوں شریکوں نے زمانۂ واحد میں ساتھ ہی دعوے کیا یا ایک نے اول دعوے کیا اور دوسرے نے بعد چند ساعت یا چند روز کے دعوی کیا لیکن بالفعل معلوم نہیں کہ کس نے پہلے دعوی کیا تھا اور حالانکہ دونوں اسلام وغیرہ اوصاف آئندہ میں برابر ہیں دعوی کرنے کے وقت نہ نطفہ رہنے کے وقت تو وہ لڑکا دونوں کا بیٹا ہے م یہ مطلب نہیں کہ وہ لڑکا دونوں کے نطفہ سے پیدا ہوا ہو اس واسطے یہ متصور نہیں بلکہ جب دونوں مالکوں نے برابر دعوی کیا اور دونوں جمیع اوصاف مرجحہ میں متساوی ہیں تو ترجیح ایک کی دوسرے پر نہیں ہو سکتی لہذا ولد کو دونوں کا بیٹا قرار دیا اور امام شافعی کے نزدیک اس صورت میں قیافہ شناس کا قول معتبر ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قیافہ شناسی حجت شرعی نہیں کہ بنا قیافہ شناسی کی فقط الشکل پر ہے اور اگر قیافہ حجت ہوتا تو لعان میں اس کی رجوع کی جاتی اور نفی ولد کی جہل سے کایہ کو ہوتی لہذا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کا اعتبار نہ کیا اور قاضی شریح کو لکھ بھیجا کہ دونوں شریکوں نے تلبیس کی لہذا اس کے مناسب حکم بھی دیا گیا اور اگر صاف بیان کرتے تو حکم بھی صاف ہوتا اور یہ حکم بحضور صحابہ بلا نکیر ہوا تو لائق حجت کے ہوا۔ اور مذہب یہی ہے۔ علی مرتضی اور ابن عباس اور زید بن ثابت کا رضی اللہ عنہم کذا فی منح الغفار فلو لم استویا قدم من العلوق فی ملکہ ولو بنکاح پھر اگر دونوں شریک برابر نہ ہوں زمانۂ ملکیت میں یعنی ایک زمانۂ سابق میں مالک ہوا ہو لونڈی کا اور دوسرا بعد اس کے تو وہ شریک مقدم ہوگا جس کی ملک میں نطفہ رہا اگرچہ تقدم ملک کا بسبب نکاح کے ہو فتح القدیر میں ہے کہ جب لونڈی حاملہ ہوئی۔ ایک کے ملک میں پھر مالک نے نصف لونڈی دوسرے کے ہاتھ بیچی پھر وہ پورے چھ مہینے کے بعد اس بیع کے جنی یا دونوں شریکوں نے ولد کے نسب کا دعوی کیا تو مالک اول مقدم ہے۔ اس واسطے کہ نطفہ اسی کی ملک میں رہا منتقی مذنی نے کہا کہ مناسب یوں کہنا تھا کہ بعد بیع کے چھ مہینے سے کمتر میں جنی تاکہ مالک اول کی خالص ملک میں علوق ثابت ہوا اور اگر پورے چھ مہینے میں جنے گی۔ تو دونوں کی ملک میں علوق کا احتمال ہے۔ کما لا یخفی اور اگر ایک شخص نے لونڈی سے نکاح کیا پھر اس نے اور دوسرے شخص نے لونڈی کو مول لیا پھر وہ چھ مہینے سے کم تر مدت میں جنی بعد خرید کے پھر دونوں نے اس کے ولد کا دعوے کیا تو یہ لونڈی نکاح کرنے والے کی ام ولد ہوگی۔ کذا فی فتح القدیر باب دسلم وحر وذمی وکتابی علی ابن وذمی وعبد ومرتد ومجوسی اور باپ اور مسلم اور آزاد اور ذمی اور کتابی مقدم ہے بیٹے اور ذمی اور غلام اور مرتد اور مجوسی پر م یہ لف ونشر مرتب ہے یعنی اگر باپ اور بیٹا ایک لونڈی میں شریک ہوں اور لونڈی کے ولد کا دونوں ساتھ ہی دعوی کریں تو باپ کا دعوی مقدم اولے ہے بیٹے پر اور اسی طرح آزاد مقدم ہے غلام پر اور ذمی مقدم ہے کتابی پر اور کتابی مقدم

Marfat.com

ی پر شارح نے تقدم ذمی کا مرتد پر بحر الرائق اور نہر الفائق اور شرح حموی کی تقلید سے نقل کیا لیکن یہ مخالف ہے زیلعی اور فتح القدیر کے زیلعی
یہ عبارت ہے المرتد[1] اولی من الذمی اور فتح القدیر کی یہ عبارت ہے۔ لو کانت الدعوۃ بین ذمی ومرتد فالولد للمرتد لانہ اقرب الی الاسلام مفتی
سعود نے کہا کہ تقدم ذمی کا مرتد پر سبقت قلم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ثم لاثبیت نسب ولد ثان بلا دعوۃ لحرمۃ الوطی کما مر پھر نہ ثابت ہوگا دوسرے
کا نسب بدون دعوی کے جمیع صورتوں میں جو مذکور ہوچکیں بسبب حرام ہونے وطی ام ولد مشترک کے چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا کہ ولد ثانی ام
کا بلا دعوت اس وقت میں ثابت النسب ہوتا ہے جب کہ ام ولد مولی پر حرام نہ ہوگئی ہو بخلاف صورت مذکورہ کے وہی ام ولد ہما ان جبلت فی
ہا اور یہ لونڈی مشترک جس کے ولد کا دونوں متساوی شریکوں نے ساتھ ہی دعوی کیا دونوں کی ام ولد ہے۔ بشرطیکہ وہ دونوں کی ملک میں حاملہ ہوئی
س طرح پر کہ دونوں کی خرید کے بعد پورے چھ مہینے یا زیادہ مدت میں جنی ہو خرید کے دن سے لالو اشتریا ہا جبلے لانہا دعوۃ عتق فولادہ لہما وبا دعاء
ہما یضمن نصف قیمۃ الولد لا العقر اور اس طرح ام ولد نہ ہوگی اگر لونڈی کو دونوں مالکوں نے حاملہ خرید کیا۔ اور وہ خرید کے دن سے اقل مدت حمل
کم تر مدت میں جنی پھر دونوں نے دعوی کیا ولد کے نسب کا تو وہ لونڈی ام ولد نہ ہوگی۔ اس دعوی سے اس واسطے کہ فی الحقیقت یہ دعوے عتق
ہے۔ نہ استیلاد کا اس لیے کہ شرط استیلاد کی ہے۔ کہ علوق ولد کا ملک میں ہو سو یہاں قبل ملک کے علوق حاصل تھا پھر جب یہ دعوی عتق ولد کا
تو ولد کی اولاد دونوں شریکوں کے واسطے ہوگی۔ اور اگر ایک شریک ولد کا دعوی کرے گا تو ولد کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور لونڈی کا نصف
دینا اپنے شریک کو لازم نہ آوے گا اس واسطے کہ دعوے استیلاد کا نہیں وعلی کل نصف عقرہا وتقاصّا اور در صورتیکہ دونوں شریکوں کی وہ
دی ام ولد ہوئی تو ہر شریک پر نصف مہر لونڈی کا لازم ہوگا۔ ہر حصہ دوسرے شریک کے اس شریک پر اس شریک کو نصف مہر دینا چاہیے اور اس
اس کو اور دونوں باہم اپنے حق کو مجرا کرلیں نہ کوئی دے نہ کوئی لے اگر کوئی کہے کہ جب دونوں حساب میں برابر ہوگئے۔ تو ایجاب مہر کا کیا فائدہ ہے
ں کا جواب یہ ہے کہ اگر ایک شریک اپنا حق معاف کردے تو دوسرے کا حق باقی رہے گا۔ اور اگر ایک کا حصہ درم پر ٹھہرا اور دوسرے کا دینار پر تو
ں کو درم دینا اور دینار لینا جائز ہوگا کذا فی فتح القدیر الا اذا کان نصیب احدہما اکثر فیاخذ منہ الزیادۃ لان المہر بقدر الملک دونوں
ریکوں کو نصف نصف مہر کا مجرا کرلینا درست ہے۔ مگر جب کہ ایک شریک کا حصہ ملک کا زیادہ ہو دوسرے کی ملک سے تو دوسرے شریک سے بقدر
یادتی ملک کے مہر لے مثلاً ایک شریک دو حصہ کا مالک ہو اور دوسرا ایک حصہ کا تو ثلث مہر ایک حصہ والے کو دینا لازم ہوگا اس واسطے کہ حق مہر کا بقدر
ک کے ہوتا ہے۔ بخلاف البنوۃ والارث والولاء فان ذلک لہما سویۃ وان کان احدہما اکثر نصیبا من الآخر لعدم تجزی النسب
یکون سویۃ لعدم الاولویۃ تبعہ الارث والولاء بخلاف فرزندی اور ارث اور ولا کے اس واسطے کہ یہ امور دونوں شریکوں کے واسطے برابر ہیں اگرچہ ایک
شریک کا حصہ زیادہ ہو دوسرے شریک سے بہ سبب عدم قسمت پذیری نسب کے تو نسب دونوں میں برابر ہوگا بہ سبب عدم اولویت کے یعنی دونوں
برابر ہیں کسی کو تقدم اور رجحان نہیں اور ارث اور لا نسب کے تابع ہیں جب نسب میں تجزی نہ ہوئی تو ارث اور ولا میں بھی تجزی نہ ہوگی وورث
الابن من کل ارث ابن کامل اور وارث پاوے گا بیٹا ہر ایک شریک مدعی سے پورے بیٹے کی ارث اس واسطے کہ ہر واحد مقر ہے۔ اس کی فرزندی
کا اور مقر کا اقرار اس پر حجت ہے وورثا منہ ارث اب واحد اور اگر ولد مر گیا تو دونوں شریک اس کے وارث ہوں گے۔ ایک باپ کی ارث میں
اس واسطے کہ فی الواقع مستحق ارث پدری کا۔ تو ایک ہی شخص ہے لیکن چونکہ کسی کی یہاں ترجیح نہیں لہذا ایک باپ کا حصہ دونوں میں تقسیم ہوگا
وکذا الحکم عند الامام ولو کثروا ولو نساء وتمامہ فی البحر اور جیسا دو شریکوں کا حکم ہے۔ اسی طرح اگر زیادہ ہوں دو سے تو ان کا بھی ایسا ہی حکم ہے۔

[1] مرتد بہتر ہے۔ ذمی سے ۱۲ اگر نسب ولد کا دعوی ہو درمیان مرتد اور ذمی کے تو ولد مرتد کا ہوگا اس لیے کہ وہ اسلام کی طرف زیادہ قریب ہے۔

Marfat.com

اگرچہ دعوے کرنے والیاں ولد کی عورتیں ہوں اور پورا بیان اس کا بحرالرائق میں ہے۔ م پورا بیان بحرالرائق میں اس طرح ہے۔ کہ اگر دو شریکوں سے زیادہ مدعی ہوں ولد کے تو امام اعظم کے نزدیک مدعیوں سے اس کا نسب ثابت ہوگا اگرچہ وہ کثیر ہوں اور ابو یوسف نے کہا دو مدعیوں سے زیادہ میں نسب نہ ثابت ہوگا اور محمد کے نزدیک تین سے زیادہ میں نسب ثابت ہوگا اور فتح القدیر میں ہے، کہ اگر ایک ولد میں دو عورتوں نے تنازع کیا تو امام اعظم کے نزدیک وہ لڑکا دونوں کا ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک بلکہ ایک عورت سے ملحق ہوگا اور اگر ایک ولد میں دو مردوں اور دو عورتوں نے تنازع کیا۔ ہر مرد یہ کہتا ہے کہ یہ لڑکا میرا ہے اس عورت سے اور عورت اس کی تصدیق کرتی ہے تو امام اعظم کے نزدیک وہ لڑکا دونوں مردوں اور دونوں عورتوں کا ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فقط دو مردوں کا ہوگا نہ عورتوں کا کذا فی منح الغفار وفیہ لو مات احدا واعتقت بلا شئ قلت فالعتق انما یتجزی فی القیمۃ لافی ام الولد بل یعتق بعضہا یعتق کلہا اتفاقا مجتبی فلیحفظ اور بحرالرائق میں ہے۔ کہ اگر ایک شریک مرگیا یا ایک نے ام ولد کو آزاد کر دیا اپنی زندگی میں تو وہ مفت بلا سعایت آزاد ہو جاوے گی۔ شارح کہتا ہے۔ کہ امام اعظم کے نزدیک عتق متجزی نہیں ہوتا۔ مگر خالص لونڈی میں نہ ام ولد میں بلکہ بعض ام ولد کے آزاد ہونے سے کل آزاد ہو جاتی ہے۔ بالاتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی المجتبیٰ تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ تجزی عتق کا امام کے نزدیک فقط خالص لونڈی میں منحصر ہے۔ اور ام ولد کے عدم تجزی میں اتفاق ہے۔ **جاریۃ بین رجلین ولدت فادعاہ احدہما واعتقہ الآخر وخرج الکلامان منہما معًا فالدعوۃ اولی** لاستنادہا للعلوق خانیۃ ایک لونڈی مشترک ہے۔ دو مردوں میں سو وہ جنی تو ایک شریک نے اس کے ولد کا دعویٰ کیا اور دوسرے شریک نے ولد کو آزاد کر دیا اور یہ دونوں کلام دونوں سے ساتھ ہی برابر نکلے تو کلام دعوی نسب کا اولی اور مقدم ہے۔ بواسطہ مستند ہونے دعوت کے بوقت علوق ولد کے کذا فی الخانیہ یعنی دعوی نسب کا وقت علوق سے متعلق ہوگا بخلاف اعتاق کے کہ وہ بالفعل سے متعلق ہے۔ تو گویا آزاد کرنے والے نے غیر کے ولد کو آزاد کیا اور یہ صحیح نہیں کذا فی المنح **ادعی ولد امتہ مکاتبۃ وصدقہ المکاتب، لزم النسب تبصادقا کدعوۃ ولد جاریۃ الاجنبی اما ولد مکاتبۃ فلا یشترط تصدیقہا کما یجئ** دعوی کیا مولے نے اپنے مکاتب کی لونڈی کے ولد کا۔ اور تصدیق کی مکاتب نے اس کی تو مولے کو نسب ولد کا لازم ہوگا۔ دونوں کے تصادق سے چنانچہ نسب ثابت ہوتا ہے۔ جاریہ اجنبی کے ولد کے دعوی سے اور اجنبی کی تصدیق سے اور مولے اپنی مکاتبہ لونڈی کے ولد کا دعوی کرے گا۔ تو ثبوت نسب میں مکاتبہ کی تصدیق مشروط نہیں چنانچہ کتاب المکاتب میں مذکور ہوگا۔ **ولزم المدعی القیمۃ** الولد یوم ولد اور لازم ہوگا مولے مدعی پر مہر لونڈی کا اور قیمت ولد کی پیدائش کے دن کی **وسقط الحد عنہ للشبہۃ** اور ساقط ہوگی حد مولے سے بسبب شبہ حلت کے **ولم تصر ام ولدہ** لعدم ملکہ اور لونڈی مکاتب کی مولے کی ام ولد نہ ہوگی۔ اس واسطے کہ اس کی ملک نہیں **وان کذبہ المکاتب لم تثبت النسب لحجرہ علی نفسہ بالعقد** اور اگر مکاتب نے مولے کی تکذیب کی دعوی ولد میں تو نسب ولد کا ثابت نہ ہوگا۔ اس واسطے کہ مولے نے اپنی ذات کو باز رکھا تصرف سے بسبب عقد کتابت کے یعنی جب غلام کو مکاتب کیا تو اب مکاتب کے کسب پر مولے کا تصرف کرنا جائز نہ رہا تو بدون تصدیق مکاتب کے دعوی مولے کا مسموع نہیں **ولدت منہ جاریۃ غیرہ وقال احلہا لی مولاہا والولد ولدی فصدقہ المولی فی الاحلال وکذبہ فی النسب لم تثبت نسبہ** غیر کی لونڈی ایک شخص کے نطفے سے جنی اور اس نے دعوی کیا کہ لونڈی کے مولے نے اس کو مجھ پر حلال کر دیا اور اس کا ولد میرا ولد ہے اور تصدیق کی مدعی کی مولی نے احلال میں اور تکذیب کی اس کی نسب میں تو نسب نہ ثابت ہوگا۔ م احلال سے مراد احلال بالتزویج ہے نہ احلال بالملک اس واسطے کہ لونڈی کے مالک ہونے کا حکم بعد اس کے مذکور ہوگا کذا فی حاشیۃ الحلبی **فان صدقہ فیہا جمیعا ثبت** والا لا قال وقول الزیلعی ولو صدقہ فی الولد ثبت ای مع تصدیقہ فی الاحلال فلا مخالفۃ کما لا یخفی سو اگر مولے نے تصدیق کی مدعی کی سب دونوں امروں میں یعنی احلال اور نسب میں تو نسب ولد کا ثابت ہوگا اور اگر دونوں امر کی یا ایک امر کی تصدیق نہ کی تو نسب ثابت نہ ہوگا کذا فی الخانیۃ والدرر اور یہ قول زیلعی کا کہ اگر مولے مدعی کے ولد میں تصدیق کرے

Marfat.com

ونسب ثابت ہوتا ہے یعنی تصدیق ولد کے ساتھ تصدیق احلال کے مثبت ہے۔ نسب کی نہ فقط تصدیق ولد کی تو کچھ مخالفت نہیں زیلعی اور
یر زیلعی کے کلام میں چنانچہ امر مخفی نہیں اس واسطے کہ مسئلہ مفروض ہے۔ تصدیق فی الاحلال میں کذا فی المنح ولو ملکہا او ملکہ بعد تکذیبہ
ے المولے ولو مکاتبۃ یوما من الدہر تثبت النسب وتصیر ام ولدہ اذا ملکہا لبقاء اقرارہ اور اگر مدعی مالک ہوا لونڈی کا یا مالک ہوا اس کے
لد کا کسی دن بعد تکذیب مولے کے اگرچہ مالک لونڈی کا مدعی کا مکاتب ہو تو نسب ثابت ہوگا۔ درصورت ملک ولد کے اور لونڈی اس
ں ام ولد کی جب کہ اس کا مالک ہوگا واسطے باقی رہنے اقرار مدعی کے ولو استولد جاریۃ احد الابوین او جدہ او امرأتہ وقال ظننت حلہا لی
لاحد للشبہۃ ولا نسب الا ان یصدقہ فیہا اور اگر کسی شخص نے استیلاد کیا اپنے باپ یا ماں کی لونڈی یا اپنے دادا یا اپنی زوجہ کی لونڈی سے
اور کہا اس نے کہ میں نے اس لونڈی کی حلت اپنے واسطے گمان کی تھی تو اس پر حد لازم نہ آوے گی بسبب شبہۂ حلت کے اور نسب ولد
ثابت نہ ہوگا شارح نے کہا مگر اس وقت نسب ثابت ہوگا جب کہ جاریہ کا مولی دونوں امر میں اس کی تصدیق کرے م فیہما کے مرجع میں
شی دار المختار کے مختلف ہیں شیخ عابد سندھی مدنی نے کہا کہ مرجع فیہما کی دو صورتیں ہیں یعنی جاریہ اصول اور جاریہ زوجہ اور شیخ رحمتی وغیرہ نے
کہا کہ مرجع اس کا ظن حلت اور تصدیق ولد ہے۔ لیکن بہر صورت سب محشی اس پر متفق ہیں کہ شارح کی عبارت یعنی الا ان یصدقہ فیہا بے محل
یادتی ہے۔ اس واسطے کہ ظن حلت کی تصدیق سے نسب ثابت نہیں ہوتا اور اس عبارت کو مصنف نے منح الغفار میں مذکور نہیں کیا
در نہ بحر اور نہر اور زیلعی اور درر میں جس کو شک ہو وہ ان کتابوں کی طرف رجوع کرے کذا فی حاشیۃ المدنی وان ملکہ یوما عتق علیہ
اور اگر مستولد مالک ولد کا ہوگا کوئی دن تو اس پر آزاد ہو جاوے گا بسبب باقی رہنے اقرار ولدیت کے وان ملک امہ لا تصیر ام ولدہ لعدم
ثبوت نسبہ کذا ذکرہ المصنف تبعا للزیلعی لکنہ نقل بنا دنی نکاح الرقیق عن الدرر والخانیۃ انہ لو ملکہا بعد تکذیبہ یوما ثبت النسب لبقاء الاقرار
ستدبر اور اگر مستولد ولد کی ماں کا مالک ہوگا تو وہ اس کی ام ولد نہ ہوگی بسبب نہ ثابت ہونے ولد کے نسب کے ایسا ہی مذکور کیا ہے
مصنف نے اپنی شرح میں باتباع زیلعی لیکن مصنف نے یہاں اور باب نکاح الرقیق میں درر اور خانیہ سے نقل کیا ہے کہ اگر نسب
ولد کا مدعی اس کی ماں کا کسی دن مالک ہوا بعد تکذیب مولے کے تو نسب ولد کا ثابت ہوگا بسبب باقی رہنے اقرار ولدیت کے سو اس کو
غور کرم شارح نے اس لفظ سے کلام مصنف کے متناقض ہونے کا اشارہ کیا کہ ثبوت نسب اور عدم ثبوت میں صریح تناقض ہے شیخ عابد
محشی مدنی نے کہا کہ ظاہر اکلام مصنف میں تناقض نہیں اس لیے کہ یہاں دو مسئلے مذکور ہیں ایک یہ کہ مستولد نے جاریہ غیر کے ولد میں کہا کہ
مولے نے اپنی جاریہ مجھ پر حلال کر دی تھی اور دوسرا مسئلہ یہ کہ جاریہ اصول میں ظن حلت کا دعوے کیا تو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں
درر اور خانیہ سے ثبوت نسب کا بعد ملک کے پہلے مسئلہ میں مذکور کیا یعنی مسئلہ ادعائے احلال میں نہ دوسرے مسئلہ میں یعنی الخ ظن حلت میں اور عدم ثبوت نسب کا دوسرے
مسئلہ میں مذکور کیا ہے تو تناقض نہ ثابت ہوا م منح الغفار میں فی الواقع ایسا ہی مذکور ہے جیسا کہ محشی نے کہا واللہ اعلم نعم فی الخانیۃ زنی بامۃ
فولدت فملکہا لم تصر ام ولدہ وان ملک الولد عتق لان خانیہ میں ہے کہ ایک شخص نے زنا کیا لونڈی سے پھر وہ جنی پھر زانی اس کا مالک ہوا تو وہ
لونڈی اس کی ام ولد نہ ہوگی اور اگر ولد کا مالک ہوگا۔ تو وہ آزاد ہو جاوے گا۔ م اس روایت سے زیلعی کے کلام کی تائید ثبوت ہوئی وفی
الاشباہ لو ملک اختہ لامہ من الزنا عتقت الواختہ لابیہ لا اور اشباہ میں ہے۔ کہ اگر کوئی اپنی مادری بہن کا وارث ہو جو زنا سے پیدا ہوئی
تو وہ آزاد ہو جاوے گی اس واسطے کہ مالک اور مملوک ایک پیٹ سے پیدا ہیں۔ اور اگر مالک ہوا اپنی سوتیلی بہن کا جو زنا سے ہے۔ تو وہ
لونڈی رہے گی آزاد نہ ہوگی اس لیے کہ بھائی کا رشتہ بہن سے بواسطے باپ کا ہے۔ اور حالانکہ نسب ولد کا زانی سے شرعاً منقطع ہے تو اس

Marfat.com

کا سبب ہونا ثابت ہوا لہذا آزاد نہ ہوگی۔ اور چونکہ زنا سے نسب ماں کا منقطع نہیں تو اس کا سبب ہونا ثابت ہے۔ اس واسطے ملک سے عتق ثابت ہو گا۔ کذا فی حاشیۃ المدنی عن الحموی فروع مسائل ملحقہ شارح کے ارادو طی امتہ ولا تصیر ام ولد بملکہا الطفلہ ثم تزوجہا ارادہ کیا ایک شخص نے لونڈی کی وطی کا اور چاہا کہ وہ ام ولد نہ ہو اولاد ہونے سے تو اپنے طفل صغیر کو اسکا مالک کر دے پھر لونڈی سے نکاح کرے تو اس کی اولاد آزاد ہوگی۔ اور وہ لونڈی بنی رہے گی۔ طفل صغیر کے مالک کرنے کا یہ فائدہ تھا کہ اس کو نکاح کر لینے کا اختیار بنا رہے۔ اقر بامومیتہا فی مرضہ ان بناک ولدا وحبل تعتق من الکل والا فمن الثلث وما فی یدہا للمولے الا اذا اوصی لہا بہ نعم فی المجتبے استحسن محمد ان یترک لہا ملحفۃ وقمیصا ومقنعۃ ولائتی للمدبرۃ اقرار کیا مولی نے اپنی بیماری میں لونڈی کو ام ولد ہونے کا اگر اس وقت لونڈی کا ولد ہو یا اس کا حمل ظاہر ہو تو وہ کل مال سے آزاد ہوگی بعد موت کے اور اگر ولد اور حمل نہ ہو تو ثلث مال سے آزاد ہوگی اور جو اس کے پاس مال ہوگا۔ وہ مولی کا ہوگا یعنی وارث اس کے مالک ہوں گے مگر اس وقت وارث نہ ہوں گے جب کہ مولی نے اس مال کی ام ولد کے واسطے وصیت کر دی ہو ہاں مجتبی میں یوں ہے۔ کہ محمد نے مستحب کہا ہے۔ اس کو کہ اس مال سے ام ولد کے واسطے چادر اور کرتی اور مقنع چھوڑ دیا جاوے اور مدبرہ لونڈی کے واسطے کپڑے دینے کو مستحب نہیں کہا واللہ اعلم واستغفر اللہ العلے العظیم الوالے الکریم

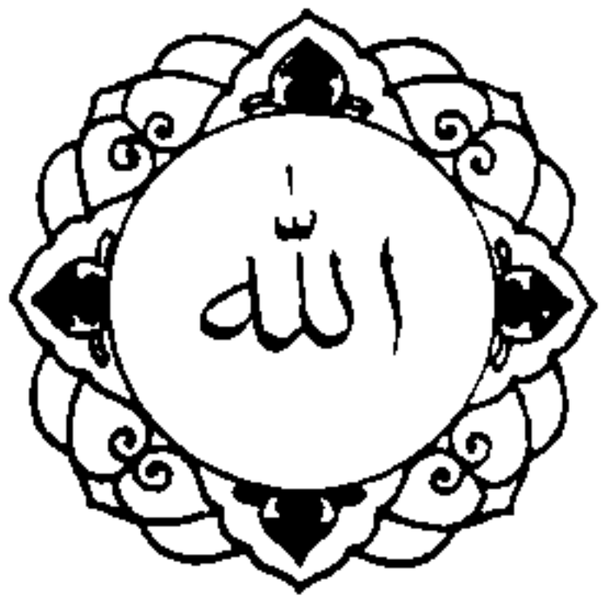

Marfat.com

کتاب الایمان

یہ کتاب ہے ایمان کے احکام میں ایمان بالفتح جمع ہے یمین کی مناسبۃ عدم تاثیر ہزل والاکراہ وقدم الاعتاق لمشارکتہ للطلاق فی الاسقاط والسرایۃ مناسبت کتاب الایمان کی کتاب الاعتاق سے عدم تاثیر ہے۔ ہزل اور اکراہ کی یعنی جیسے ہزل اور اکراہ اعتاق کا مبطل نہیں ویسے ہی یمین کا مبطل نہیں لہذا دونوں بابوں کا متصل ہونا مناسب ہوا اور مصنف نے اعتاق کو یمین پر مقدم کیا واسطے مشارک ہونے اعتاق کے ساتھ طلاق کے اسقاط اور سرایت میں یعنی جیسے طلاق عبارت ہے اسقاط نکاح سے ویسے ہی اعتاق عبارت ہے اسقاط مملوکیت سے اور جیسے نصف یا ربع طلاق مطلقہ کے کل بدن میں ساری ہوتی ہے یعنی پھیل جاتی ہے۔ ویسے ہی نصف یا ربع اعتاق مملوک کے کل بدن میں پھیل جاتا ہے بقول صاحبین بسبب عدم تجزی کے اور بقول امام چونکہ اعتاق متجزی ہے تو طلاق اور اعتاق سرایت میں مشترک نہیں کذا فی الطحاوی تو جب طلاق اور اعتاق مشترک ہوئے اپنے تمام معنی میں یعنی اسقاط میں اور اپنے لازم شرعی میں یعنی سرایت میں لہذا طلاق کے بعد اعتاق کا ذکر کرنا مناسب تر ہوا کذا فی النہر الفائق **الیمین لغۃ القوۃ** یمین لغت عرب میں بمعنی قوت کے ہے۔ م ہرچند لفظ یمین کا قوت اور ہاتھ اور قسم میں مشترک ہے لیکن شارح نے فقط قوت کے معنی اس واسطے مذکور کیے کہ قوت مناسب تر ہے یعنی شرعی یمین سے مغرب میں مذکور ہے کہ حلف کو یمین اسواسطے کہا کہ قسم کھانے والا بسبب حلف کے قوت حاصل کرتا ہے۔ فعل یا ترک پر یا حلف کو یمین اس وجہ سے کہا کہ عرب ہاتھ پکڑ کر قسم کھاتے تھے وشرعا **عبارۃ عن عقد قوی بہ عزم الحالف علی الفعل او الترک** فدخل التعلیق فانہ یمین شرعا امانی الخمس مذکورۃ فی الاشباہ فلو حلف لا یحلف بطلاق وعتاق اور اصطلاح شرع میں یمین عبارت ہے اس عقد سے جس سے قوی ہو جاوے ارادہ حالف یعنی قسم کھانے والے کا کسی فعل کے کرنے پر یا چھوڑنے پر اس تعریف میں تعلیق داخل ہو گئی اس واسطے کہ تعلیق بھی یمین ہے۔ شرع میں اس واسطے کہ تعلیق میں بھی فعل یا ترک کا عزم قوی ہو جاتا ہے مگر پانچ چیزوں میں تعلیق یمین نہیں جن کی تفصیل اشباہ میں مذکور ہے پھر جب تعلیق یمین میں داخل ہوئی تو اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ قسم نہ کھاوے گا تو طلاق اور اعتاق کی تعلیق کرنے سے حانث ہو گا م مصنف نے تعریف یمین کی باتباع صاحب تبیین کنز اور صاحب کفایہ کی اور شرع نقایہ میں یوں تعریف کی کہ یمین عبارت ہے تقویت خبر سے بذکر نام خدا یا یہ تعلیق خلاصہ اشباہ یہ ہے۔ قسم کھائی کہ قسم نہ کھاوے گا۔ تو تعلیق سے حانث ہو گا مگر چند مسائل میں افعال قلوب کی تعلیق سے یا مہینہ آنے کی تعلیق سے اس عورت میں جس کی عدت مہینوں سے ہے یا تعلیق پر معلق کرنے سے یا یوں کہنے میں اپنے غلام سے کہ اگر تو اتنا ادا کرے گا تو تو آزاد ہے۔ اور اگر نہ دے سکے گا تو غلام ہے یا یوں کہے زوجہ سے کہ اگر تجھ کو ایک بار یا تین بار حیض آیا تو ایسا ہو گا یا طلوع آفتاب معلق کرنا دریافت کرنا چاہیے کہ قسم دو طرح پر ہے ایک قسم خدا کے نام کی یا اس کی صفات کی اور دوسری قسم غیر نام خدا کی سو دوسری قسم دو طرح پر ہے۔ ایک یہ کہ آباؤ اجداد اور انبیا اور ملائکہ اور صوم اور صلوۃ اور کعبہ اور زمزم کی قسم کھاوے سو ایسی قسم کھانا شرعا جائز نہیں اور دوسری طرح یہ کہ بطور شرط اور جزا کے حلف ہو سو اس کی بھی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ عبادات سے حلف کرے اس طرح پر کہ اگر میں فلانا کام کروں تو مجھ پر صوم یا صلوۃ یا حج یا عمرہ یا قربانی یا آزاد کرنا غلام کا یا خیرات کرنا لازم ہو دوسری صورت بغیر عبادات کے حلف کرنا چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میں فلانا کام کروں تو زوجہ کو طلاق ہے یا غلام میرا آزاد ہے کذا فی العالمگیریۃ

Marfat.com

عن البدائع وشرطها الاسلام والتکلیف وامکان البر اور صحت یمین کی شرط ہے اسلام اور مکلف ہونا اور امکان یعنی قسم کا پورا کر سکنا ہے تو کافر اور مجنون اور صبی کی قسم صحیح نہیں اور اس طرح مستحیل حقیقی کی قسم طرفین کے نزدیک صحیح نہیں خلافاً لابی یوسف اور شرائط صحت یمین سے یہ ہے کہ شرط اور جزا میں کوئی لفظ حائل نہ ہو۔ اور اگر حائل ہوگا تو تعلیق نہ رہے گی بلکہ تنجیز ہو جاوے گی کذا فی العالمگیریۃ اور علت غائی قسم کی دو چیزیں ہیں ایک یہ کہ سامع حالف کو سچا جانے دوسرے یہ کہ حالف یا غیر شخص فعل یا ترک پر مستعد ہو جاوے کذا فی منح الغفار وحکمها البر او الکفارۃ اور حکم یمین کا بر ہے یا کفارہ م تفصیل احکام یمین آگے مذکور ہوگی کہ قسم کا پورا کرنا کہاں واجب ہے۔ اور کہاں مستحب ہے اور کہاں مباح اور توڑنا قسم کا کہاں واجب ہے۔ اور کہاں مباح ورکنها اللفظ للمستعمل فیها اور رکن یمین کا وہ لفظ ہے جو قسم میں مستعمل ہے وہل یکرہ الحلف بغیر اللہ قیل نعم للنہی وعامتهم لا وبه افتوا الا سیما فی زماننا وحملوا النہی علی الحلف بغیر اللہ الا علی وجه الوثیقة کقولهم بابیک ولعمرک ونحو ذلک عینی اور کیا مکروہ ہے غیر خدا کی قسم کھانا جیسے طلاق اور اعتاق کی قسم بعضے علما نے کہا کہ ہاں غیر خدا کی قسم مکروہ ہے بسبب وارد ہونے نہی کے اور اکثر علما کے نزدیک مکروہ نہیں اور عدم کراہت کا فتوے دیا ہے۔ علما نے علے الخصوص ہمارے زمانہ میں اور حمل کیا ہے نہی کو اس حلف بغیر اللہ پر جو علے وجہ الوثوق نہیں بلکہ بطور عادت عرب کے اپنے مخاطبات اور محاورات میں جاری تھی چنانچہ یوں کہنا عرب کا کہ تیرے باپ کی قسم اور تیری حیات کی قسم اور مانند اس کے کذا ذکراہ یعنی ممنوع وہ قسم بغیر اللہ ہے۔ جو بلا قصد عرب اپنی گفتگو میں کھاتے تھے تو اگر حلف بغیر اللہ میں قصد متعلق ہو بطور وثوق کے تو قسم کا پورا کرنا واجب ہوگا۔ کذا فی حاشیۃ الحلبی فتح القدیر میں ہے۔ کہ حلف بغیر اللہ مانند طلاق اور اعتاق کے حلف کے بعضوں کے نزدیک مکروہ ہے بسبب اس حدیث صحیح کے کہ جو قسم کھاوے سو خدا کی قسم کھاوے اور اکثر علما کے نزدیک مکروہ نہیں اور محمل حدیث مذکور کا یہ ہے۔ کہ حلف بحرف قسم کے ہو سوائے تعلیق کے وہی اے الیمین باللہ لعدم تصور الغموس واللغو فی غیرہ فیقع بهما الطلاق نحوہ عینی فلیحفظ اور وہ یعنی یمین باللہ غموس ہوتی ہے غموس میں یمین باللہ کی قید اس واسطے لگائی کہ غموس اور لغو کا حکم یمین باللہ کے سوا میں متصور نہیں اس واسطے کہ تعلیق طلاق اور اعتاق اور نذر کی امر موجود ماضی پر نہیں ہوتی اس لیے اسمیں غموس اور لغو متحقق نہیں تو غموس اور لغو طلاق وغیرہ میں واقع ہوگی کذا ذکرہ العینی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ غموس اور لغو فقط یمین باللہ میں منحصر ہے نہ تعلیق میں ولا یرد نحو ہو یہودی لانہ کنایۃ عن الیمین باللہ وان لم یعقل وجه الکنایۃ بدائع اور اعتراض نہ وارد ہوگا مانند اس قول کے کہ وہ یہودی ہے۔ اس واسطے کہ یہ کنایہ ہے یمین باللہ سے اگرچہ قائل اس کا وجہ کنایہ کی نہ سمجھے کذا فی البدائع یعنی اگر کوئی اعتراض کرے کہ تم نے غموس اور لغو کو یمین باللہ میں منحصر کیا حالانکہ یوں کہنا اس فعل کو جس کو کر چکا ہے۔ کہ اس نے ایسا کیا ہو تو وہ یہودی ہے یا نصرانی تو یہ غموس ہے باوجودیکہ یمین باللہ نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قول بھی واقع میں یمین باللہ ہے بطریق کنایہ وجہ کنایہ کی یہ ہے کہ بظاہر مقصود حالف کا اس قول سے باز رہنا ہے شرط سے اور وہ مستلزم ہے۔ یہودیت کی نفرت کو اور وہ مستلزم ہے۔ نفرت عن الکفر باللہ کو اور وہ مستلزم ہے تعظیم حق تعالیٰ کو تو گویا اس نے یوں کہا کہ بخدائے عظیم میں نے ایسا نہیں کیا واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الحلبی غموس لغمسه فی الاثم ثم فی النار وہی کبیرۃ مطلقا لکن اثم الکبائر متفاوت نہر اللہ کی جھوٹی قسم کو غموس اس واسطے کہا کہ وہ دنیا میں گناہ کے اندر ڈبوتی ہے۔ پھر آخرت میں دوزخ کے اندر اور جھوٹی قسم کبیرہ گناہ ہے۔ ہر طرح سے خواہ جھوٹی قسم کھا کر مسلمان کا مال ناحق لے یا نہ لیکن گناہ کبیر گناہوں کا متفاوت ہے۔ کذا فی النہر م دلیل اطلاق کبیرہ ہونے غموس کی صحیح بخاری کی حدیث شریف ہے۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبائر اشراک باللہ اور عقوق والدین اور قتل نفس اور یمین غموس ہے کذا فی النہر اور صحیح ابن حبان میں ابو امامہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جھوٹی قسم کھاوے یا مرد مسلمان کا مال کاٹ لے تو حق تعالیٰ جنت کو اس پر حرام کرے گا اور دوزخ میں اس کو ڈالے گا۔ کذا فی فتح القدیر ان حلف

Marfat.com

علی الکذب عمداً او غیر فعل او ترک کو **واللہ** انہ حجر الآن **یمین باللہ** غموس ہے اگر قسم کھائے جھوٹ پر قصداً اگرچہ وہ چیز فعل یا ترک فعل نہ ہو چنانچہ یوں کہنا کہ واللہ وہ پتھر ہے۔ بالفعل م شرح وقایہ میں واللہ انہ حجر میں کان یکون کا لفظ مقدر کیا ہے۔ تاکہ غموس منعقدہ میں داخل ہو شارح نے لفظ الآن کا زیادہ کر کے اس تاویل کو رد کیا اس واسطے کہ غموس میں فعل ماضی ہونا شرط تقیدی نہیں چنانچہ اس کی تصریح عنقریب آتی ہے نی ماض۔ **کو اللہ ما فعلت کذا عالما بفعلہ** او حال **کو اللہ مالہ علی الف عالما بخلافہ و واللہ انہ بکر عالما انہ غیرہ** یمین زبان غموس ماضی میں ہو چنانچہ یوں کہنا کہ واللہ میں نے ایسا نہیں کیا اس فعل کو جان کر یا زمان حال میں ہو چنانچہ یوں کہنا کہ واللہ اس کے مجھ پر ہزار درہم نہیں یہ جان کر قسم کھائی کہ ہزار درہم ہیں اور واللہ وہ بکر ہے یہ جان کر قسم کھائی کہ وہ بکر نہیں بلکہ زید ہے مثلاً و تقیید ہم بالفعل والماضی اتفاقی او اکثری اور قید وگانا فقہا کا تعریف غموس میں فعل اور ماضی کی اتفاقی ہے یا اکثری نہ قید احترازی چنانچہ شروح ہدایہ وغیرہا میں مصرح ہے۔ کہ ذکر فعل اور ماضی کا شرط نہیں لہذا مصنف نے دو اخیر مثالوں میں اس کی طرف اشارہ کیا۔ کذا فی منح الغفار **و یأثم بہا فتلزمہ التوبۃ** اور گناہ گار ہوتا ہے مسلمان یمین غموس سے تو اس پر توبہ لازم ہے۔ نہ کفارہ اور یہی مذہب ہے۔ امام مالک اور احمد بن حنبل کا و ثانیہما لغو لا مواخذۃ فیہا الا بثلث طلاق وعتاق ونذر اشباہ فیقع الطلاق علی غالب الظن اذا تبین خلافہ وقد اشتہر عن الشافعیۃ خلافہ اور دوسری قسم یمین کی لغو ہے اور اس میں مواخذہ نہیں مگر تین چیز طلاق اور عتاق اور نذر میں کذا فی الاشباہ تو طلاق واقع ہوگی گمان غالب پر جب ظاہر ہو جاوے مخالفت ظن غالب کی اور شافعیوں سے اس کا خلاف مشہور ہے۔ **ان حلف کاذبا بظنہ صادقا فی** ماض او حال فالفارق بین الغموس واللغو تعمد الکذب یمین لغو ہے۔ اگر جھوٹی قسم کھائی اپنے گمان میں سچ جان کر زمان ماضی کی قسم کھائی ہو یا حال کی تو فرق درمیان غموس اور لغو کے فقط تعمد کذب کا ہے اگر عمداً کذب پر قسم کھائی تو غموس ہے اور نہیں تو لغو ہے م صاحب کنز نے جو تعریف لغو میں فعل ماضی کی قید لگائی ہے۔ سو اتفاقی ہے چنانچہ بدائع میں مصرح ہے کہ لغو ماضی اور حال دونوں میں ہوتا ہے۔ کذا فی المنح واما فی المستقبل فالمنعقدۃ اور جو قسم کہ زمان مستقبل میں ہوتی ہے وہ یمین منعقد ہے م حلبی نے کہا کہ اس قول سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ نہیں ہوتی ہے مستقبل میں مگر منعقدہ حالانکہ گاہے مستقبل میں غموس بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کا ذکر آوے گا تو شارح کو یوں کہنا لازم تھا[1] اما المنعقدہ ففی المستقبل وخصہ الشافعی بما یجری علی اللسان بلا قصد مثل لا واللہ وبلی واللہ ولو لآت اور امام شافعی نے لغو کو مخصوص کیا ہے اس قسم پر جو لوگوں کی زبان پر بلا قصد جاری ہوتی ہے چنانچہ یوں کہنا لا واللہ وبلی واللہ اگرچہ زبان مستقبل کی قسم کھاوے بلا قصد تو بھی لغو ہے تو مربع خلاف حنفی اور شافعی کا اس قسم میں ظاہر ہوتا ہے جو زمان مستقبل میں بلا قصد کھائی جاوے سو حنفی کے نزدیک وہ لغو نہیں بلکہ منعقدہ ہے اور اس میں کفارہ لازم ہے اور شافعی کے نزدیک وہ لغو ہے اور اس میں کفارہ نہیں کذا فی المنح فلذا قال **و یرجی عفوہ** او تواضعا وتادبا اور چونکہ عفو کی تفسیر شافعی اور حنفی میں مختلف فیہ ہے۔ لہذا مصنف نے کہا کہ یمین لغو میں امید ہے عفو کی یا بنا بر انکسار کے اور آداب کے عفو لصیغہ جزم نہیں لا لام شارح نے یہ دفع دخل مقدر کیا یعنی عدم مواخذہ لغو کا قرآن میں منصوص ہے۔ سو مصنف نے عفو کو بطور تعلیق رجا کیوں بیان کیا وکالحلف علی ماض صادقا کو اللہ انی لقائم وکان فی حال قیامہ اور لغو کے حکم کے مانند ہے۔ ماضی کی سچی قسم کھانا چنانچہ یوں کہنا کہ واللہ میں ابھی قائم ہوں یہ قسم کھائی اپنے قیام کے وقت وثالثہا منعقدۃ وہی حلفہ علی مستقبل آت یمکنہ فنحو واللہ ما اموت ولا تطلع الشمس من الغموس اور تیسری قسم یمین کی منعقدہ ہے کہ وہ قسم کھاوے امر مستقبل آئندہ پر جو حالف کو ممکن ہو تو مانند اس یمین کے کہ واللہ میں نہ مروں گا اور واللہ آفتاب نہ نکلے گا یہ غموس میں داخل ہے کہ خارج از امکان بشر ہے **وہذا القسم فیہ الکفارۃ لآیۃ واحفظوا ایمانکم** ولا یتصور حفظ الا فی المستقبل

[1] قسم منعقدہ مستقبل میں ہوتی ہے ۱۲

Marfat.com

فقط اور اسی قسم ہیں یعنی منعقد میں کفارہ ہے بدلیل آیہ قرآنی کے کہ محافظت کرو اپنی قسموں کو اور متصور نہیں محافظت مگر مستقبل میں فقط اس واسطے کہ ماضی موجود نہیں اور حال کو قیام نہیں وعند الشافعی یکفر فی الغموس ایضا اور امام شافعی کے نزدیک یمین غموس میں بھی کفارہ دے **ان**۔ حنث یمین منعقدہ میں کفارہ ہے۔ اگر قسم کو توڑے وہی اے الکفارۃ ترفع الاثم دان لم توجد منہ التوبۃ عنہا معہا اے مع الکفارۃ سراجیہ اور دینی کفارہ اٹھا دیتا ہے گناہ حنث کو اگرچہ حانث کو کفارہ کے ساتھ توبہ نہ پائی جاوے کذا فی السراجیہ ولو الحالف مکرہا او مخطئا او ذاہلا او ساہیا اگرچہ کھانے والے پر یمین یا حنث میں جبر کیا گیا ہو یا خطا کار یا غافل یا اس کو سہو ہو گیا ہو خطا کی صورت یہ ہے۔ کہ کہا چاہتا تھا کہ مجھ کو پانی پلا سو منہ سے نکل گیا کہ واللہ میں پانی نہ پیوں گا اور ذہول کی صورت یہ ہے کہ کسی نے کہا کہ تو ہمارے پاس نہیں آتا سو اس کے منہ سے بلا قصد نکل گیا کہ واللہ میں نہ آؤں گا کذا فی المنح اکثر علما کے نزدیک سہو اور نسیان متحد ہیں اس واسطے کہ لغت میں دونوں سہو سے عبارت ہیں بلا فرق اگرچہ دونوں کے درمیان یوں تفرقہ کیا ہے کہ اگر صورت مدرکہ سے زائل ہوا اور حافظہ باقی رہے تو سہو ہے اور اگر مدرکہ اور حافظہ دونوں سے زائل ہو تو نسیان ہے تو سہو میں کسب جدید کی حاجت نہیں بخلاف نسیان کے او ناسیا بان حلف ان یحلف ثم نسی فحلف فیکفر مرتین مرۃ لحنثہ واخری اذا فعل المحلوف علیہ عینی لحدیث ثلث ہزل وجدہن منہا الیمین یا بھول گیا ہو اس طرح پر کہ اس نے قسم کھائی کہ قسم نہ کھاؤں گا پھر یہ قسم کھانا بھول گیا پھر اس نے قسم کھائی کہ مثلاً زید سے نہ بولے گا تو یہ شخص دوبارہ کفارہ دے ایک کفارہ قسم توڑنے کا یعنی قسم کھانے کا اور دوسرا زید سے بولنے کا کذا فی ذکرہ العینی خطا اور نسیان میں یمین اور کفارہ اس واسطے لازم ہوا کہ بروایت حاکم حدیث مرفوع وارد ہے کہ تین چیزیں ہزل اور جد برابر ہے طلاق اور عتاق اور یمین میں م ماتن نے اپنی شرح میں باتباع زیلعی ناسی کی تفسیر مخطی کی ہے اس واسطے کہ نسیان حقیقی میں متصور نہیں لیکن شارح نے بقول عینی نسیان کو اپنے حقیقی معنی پر رکھا اور مثال سے ثابت کیا اور قہستانی بھی عینی کا اس میں متبع ہے کذا فی النہر فی الیمین او فی الحنث فی حنث یفعل المحلوف علیہ مکرہا خلافا للشافعی اگر حالف مکرہ یا ناسی ہو یمین یا حنث میں تو حانث ہوگا محلوف علیہ کے کرنے سے باکراہ مثلاً قسم کھائی کہ میں زید کے گھر نہ داخل ہوں اور کوئی اس کو جبر سے گھر میں لے گیا تو حانث ہوگا کفارہ لانا آوے گا بخلاف امام شافعی کے کہ ان کے نزدیک جبر سے حانث نہیں ہوتا وکذا بحنث لو فعلہ وہو مغمی علیہ او مجنون فیکفر بالحنث کیف کان اور اسی طرح حانث ہوگا اگر محلوف علیہ کو حالت بے ہوشی یا جنون میں کرے تو کفارہ دے حنث سے کسی حالت میں کیوں نہ ہو **واللہ** **بالله تعالیٰ** ولو برفع الہا او نصبہا او خفضہا کما یستعملہ الاتراک وکذا واسم اللہ کحلف النصاری وکذا بسم اللہ عند محمد ورجحہ فی البحر بخلاف بلہ بکسر اللام الا اذا کسر الہا اور قسم ثابت اور صحیح ہوتی ہے۔ اللہ کے لفظ سے اگرچہ اخیر کو پیش یا زبر دیا ہو یا اس کو حذف کر ڈالا ہو چنانچہ حذف ترکوں میں مستعمل ہے اور اسی طرح ہے واسم اللہ قسم ہے اللہ کے نام کی چنانچہ نواح عرب کے نصاری کی عادت ہے اور اسی طرح بسم اللہ امام محمد کے نزدیک یعنی قسم ہے اللہ کے نام کی اور اس کو ترجیح دی بحر الرائق میں بخلاف بلہ بکسر اللام کے کہ وہ یمین نہیں مگر جب ہے کہ زبر دیوے اور یمین کا قصد کرے تو البتہ یمین ثابت ہوگی م بلہ بتشدید وکسر لام وامالہ وحذف الف یعنی باللہ اصل میں تھا لام کو کسرہ دیا اور الف کو حذف کیا بلہ ہو گیا چنانچہ اکثر لوگوں میں مستعمل ہے اور فتح لام کا حکم شارح نے مذکور نہ کیا کذا فی الطحطاوی اور فارسی اور اردو زبان میں باللہ سے فتح لام وحذف الف بھی مستعمل ہے **او باسم آخر من اسمائہ** ولو مشترکا تعورف الحلف بہ اولا علی المذہب یا یمین ثابت ہے سوائے اللہ کے کسی اور نام سے منجملہ اسمائے الٰہی کے اگرچہ وہ اسم مشترک ہو اللہ اور غیر اللہ میں اس نام سے قسم کھانا مروج ہو یا نہ ہو ہر صورت قسم صحیح ہوگی بنا بر مذہب کے اور قول غیر صحیح یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے اسم خاص سے یمین ہوتی ہے جیسے اللہ اور رحمٰن سے اور اسم مشترک سے یمین نہیں چنانچہ

Marfat.com

علیم اور علیم سے کذا فی النہر والعالمگیریۃ عن الکافی کالرحمن والرحیم والحلیم والعلیم ومالک یوم الدین والطالب الغالب اسماء الٰہی کی مثال چنانچہ رحمن اور رحیم اور حلیم اور علیم اور مالک یوم الدین اور طالب غالب م طالب عالب سے قسم کھانا اہل بغداد سے متعارف ہے کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط والحق معرفا لا منکرا کما یجئ اور چنانچہ حق بشرطیکہ معرف باللام ہو نہ منکر چنانچہ اس کا ذکر آوے گا م اگر یوں کہے بحق اللہ لا افعل تو یہ یمین ہے کذا فی فتاوی قاضی خاں اور کہے وحق اللہ لا افعل تو یہ امام اعظم اور محمد کے نزدیک یمین نہیں کذا فی الخلاصۃ وفی المجتبی لو نوی بغیر اللہ غیر الیمین دین اور مجتبی میں ہے اگر سوائے لفظ اللہ کے یعنی رحیم اور حلیم اور حق سے غیر یمین کی نیت کرے تو باعتبار دیانت کے اس کی تصدیق کی جاوے گی نہ بنابر قضا کے او بصفۃ یحلف بہا عرفا من صفاتہ تعالیٰ صفۃ ذات لا یوصف بضدہا کعزۃ اللہ وجلالہ وکبریائہ وملکوتہ وجبروتہ وعظمتہ وقدرۃ او صفۃ فعل یوصف بہا وبضدہا کالغضب والرضاء فان الایمان مبنیۃ علی العرف فما تعورف الحلف بہ فیمین وما لا فلا یا یمین ثابت ہوتی ہے منجملہ صفات الٰہی کے اس صفت کی قسم کھانے سے جس صفت سے قسم کھائی جاتی ہو عرف میں خواہ وہ صفت ذات کی ہو صفت ذات سے مراد یہ ہے کہ اس کی ضد سے حق تعالیٰ نہ موصوف ہو جیسے اللہ کی عزت اور جلال اس کا اور کبریا اس کی اور ملکوت اس کا اور جبروت اس کا اور عظمت اور قدرت اس کی یا صفت فعل کی ہو صفت فعل سے مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ اس صفت اور اس کی ضد دونوں سے موصوف ہوتا ہو چنانچہ غضب اور رضا صفات میں اعتبار عرف کا اس واسطے ہوا کہ قسموں کی بنا عرف پر ہے تو جس صفت سے قسم کھانا مروج ہوگا تو وہ یمین ہوگی اور جس صفت سے قسم رائج نہیں وہ یمین نہیں م صفت عبارت ہے اس اسم یا معنی سے جو ذات کو متضمن نہ ہو اور ذات پر محمول نہ ہو بلا اشتقاق چنانچہ عزت اور قدرت اور منع اور اعطا اس واسطے کہ حق تعالیٰ کو عزیز کہتے ہیں نہ عزت اور قدیر کہتے ہیں نہ قدرت سو صفت دو قسم کی ہے صفت ذات اور صفت فعل صفات ذاتیہ عبارت ہیں ان صفات سے کہ جن کی اضداد سے حق تعالیٰ موصوف نہ ہو چنانچہ عزت اور قدرت سے موصوف ہے نہ ذلت اور عجز سے اور صفات فعلیہ عبارت ہیں ان صفات سے کہ جن سے حق تعالیٰ موصوف ہو اور ان کے اضداد سے بھی چنانچہ رضا اور غضب اور رحمت اور سخط اور منع اور عطا اس واسطے کہ حق تعالیٰ مانع بھی ہے اور معطی بھی لا یقسم لغیر اللہ تعالیٰ کالنبی والقرآن والکعبۃ قال الکمال ولا یخفی ان الحلف بالقرآن الآن متعارف فیکون یمینا واما الحلف بکلام اللہ فیدور مع العرف وقال العینی وعندی ان المصحف یمین ولا سیما فی زماننا وعند الثلثۃ المصحف والقرآن وکلام اللہ یمین زاد احمد والنبی ایضا نہ قسم کھائی جاوے غیر اللہ تعالیٰ کے جیسے نبی اور قرآن اور کعبہ کی اس واسطے حدیث صحیح متفق علیہ میں وارد ہے کہ جب قسم کھاوے تو اللہ کی قسم کھاوے یا سکوت کرے کہا کمال الدین نے فتح القدیر میں اور یہ مخفی نہیں کہ قسم قرآن کی اب مشہور ہو گئی ہے تو یمین ہوگی اور قسم کھانا کلام اللہ کا سو اس کا مدار عرف پر ہے یعنی اگر رواج ہو قسم کھانے کا تو یمین ہے اور نہیں تو نہیں اور عینی نے کہا اور میرے نزدیک مصحف یمین ہے خصوصا ہمارے زمانہ میں جس میں جھوٹی قسمیں بہت رائج ہیں کذا فی النہر اور تینوں اماموں کے نزدیک یعنی امام مالک اور شافعی اور احمد کے مصحف اور قرآن اور کلام اللہ یمین ہے احمد بن حنبل نے اتنا زیادہ کہا ہے کہ نبی بھی یمین ہے ولو تبرأ من احدہما فیمین اجماعا الا من المصحف الا ان یتبرأ مما فیہ بل لو تبرأ من دفتر فیہ بسملۃ کان یمینا اور اگر برأت کرے ان میں سے کسی ایک سے یعنی مصحف قرآن اور کلام اللہ اور نبی سے تو بالاجماع یمین ہے مگر برأت مصحف سے بالا یمین نہیں بلکہ جس کے نزدیک قسم مصحف کی یمین ہے اس کے نزدیک برأت بھی یمین ہے اور جس کے نزدیک قسم مصحف کی یمین نہیں اس کے نزدیک برأت بھی یمین نہیں اس واسطے کہ مصحف عبارت ہے اوراق اور نقوش سے نہ حقیقی کلام اللہ سے کذا فی حاشیۃ الحلبی مگر اس وقت برأت مصحف کی یمین ہے جب اس چیز سے برأت کرے جو مضمون اس کے اندر مرقوم ہے بلکہ اگر برأت کرے گا اس دفتر اور کتاب سے جس میں بسم اللہ مکتوب ہے

Marfat.com

تو یمین ہوگی م برأت اس طرح پر ہوتی ہے کہ اگر ایسا کرے تو وہ شخص بری ہے یعنی بیزار ہے قرآن یا کلام اللہ یا نبی سے ولو تبرأ من کل آیۃ فیہ او من الکتب الاربعۃ فیمین واحدۃ ولو کرلا لبرأۃ فایمان لعدد ہا اور اگر برأت کرے ہر آیت سے جو قرآن میں ہے یا برأت کرے آسمانی چار کتابوں سے تو یہ ایک ہی یمین ف ہے اور اگر برأت مکرر کرے گا تو بشمار برأت کے چند یمین ہوں گی یعنی اگر یوں کہے کہ وہ شخص بری ہے توریت سے اور بری ہے انجیل سے اور بری ہے زبور سے اور بری ہے قرآن سے تو چار یمین ہوں گی اور جس چیز سے بیزاری کرنا کفر ہے جیسے قبلہ اور صوم اور صلوۃ تو اس کی برأت یمین ہے کذا فی العالمگیریۃ عن الخلاصۃ وبری من اللہ بری من رسولہ یمینان اور یوں کہنا کہ اگر فلانا کام کرے تو وہ شخص بری ہے اللہ سے اور بری رسول اس کے سے تو یہ دو یمین ہیں یعنی اگر قسم توڑے گا دوبارہ کفارہ لازم ہوگا ولو زاد واللہ ورسولہ برئ منہ فاربع اور اگر قول سابق پر یہ قول اور زیادہ کرے گا کہ اللہ اور اس کا رسول بری ہیں اس سے تو چار یمین ہوں گی اور حنث سے چار بار کفارہ لازم ہوگا وبری من اللہ الف مرۃ یمین واحدۃ اور یوں کہنا کہ وہ شخص بری ہے اللہ سے ہزار بار ایک ہی یمین ہے وبری من الاسلام او صوم رمضان او الصلوۃ او من المومنین او اعبد الصلیب یمین لانہ کفر اور یوں کہنا کہ وہ شخص بری ہے اسلام سے یا صوم رمضان سے یا نماز سے یا مومنین سے یا میں ایسا کروں تو چلے پایابت کو پوجوں تو یمین ہے اس واسطے کہ برأت اسلام وغیرہ سے اور عبادت غیر اللہ کی کفر ہے وتعلیق الکفر بالشرط یمین اور معلق کرنا کفر کا شرط سے یمین ہے یوں کہنا کہ اگر ایسا کرے تو وہ کافر ہے وبحثہ انہ ان اعتقد الکفر بہ یکفر والا لا یکفر اور عنقریب آوے گا کہ اگر اعتقاد رکھتا ہو کہ شرط کے کرنے سے کافر ہوتا ہے تو کافر ہوگا اور اگر یہ اعتقاد نہیں تو وہ شخص کافر نہیں یعنی اگر کہا کہ اگر زید سے بولے تو وہ مجوسی یا یہودی یا نصرانی ہے تو اگر بولے گا تو کفارہ لازم آوے گا اور کفر میں اس شخص کے اختلاف ہے قول مختار یہ ہے کہ اگر بعد تعلیق کے متکلم زید کو کفر جانتا ہوگا تو کلام سے کافر ہوگا اس واسطے کہ وہ کفر سے راضی ہوگیا اور کفارہ اس کا یہ ہے کہ یوں کہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اگر یہ جانتا ہو کہ اس شرط سے کافر نہیں ہوتا تو کافر نہ ہوگا کذا فی العالمگیریۃ عن الذخیرۃ وفی البحر عن الخلاصۃ والتجرید وتعدد الکفارۃ لتعدد الیمین والمجلس والمجالس سواء ولو قال عنیت بالثانی الاول فنی حلفہ باللہ لا یقبل وبحجۃ او عمرۃ یقبل اور بحر الرائق میں خلاصہ اور تجرید سے یوں منقول ہے کہ تعدد کفارہ کا بسبب تعدد یمین کے ہے اور ایک مجلس اور چند مجالس اس میں برابر ہیں اور اگر حالف نے کہا کہ میں نے یمین ثانی سے یمین اول کو مراد رکھا یعنی واسطے تاکید کے ذکر کیا ہے تو اگر اللہ کی قسم ہے تو اس کا یہ قول مقبول نہ ہوگا اور حج اور عمرہ کی قسم میں اس کا قول مقبول ہوگا وفیہ مغربا للاصل ہو یہودی وہو نصرانی یمینان وکذا واللہ واللہ او واللہ والرحمن فی الاصح واتفقوا ان واللہ والرحمن یمینان وبلا عطف واحدۃ اور بحر الرائق میں ہے اصل سے منقول کر کے یہ قول کہ وہ یہودی ہے وہ نصرانی ہے یہ دو یمین ہیں اور اسی طرح واللہ واللہ یا واللہ والرحمن بقول اصح دو یمین ہیں اور اتفاق کیا ہے فقہا نے کہ واللہ اور والرحمن دو یمین ہیں اور بدون عطف کے یعنی واللہ الرحمن ایک یمین ہے وفیہ مغربا للفتح قال الرازی اخاف علی من قال بحیاتی وحیوتک وحیوۃ راسک انہ یکفر وان اعتقد وجوب البر فیہ یکفر ولو کان العامۃ لا یقولہ ولا یعلمونہ لقلت انہ شرک وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ لان احلف باللہ کاذبا احب الی من ان احلف بغیرہ صادقا اور بحر الرائق میں فتح القدیر سے منقول ہے کہ کہا علی رازی نے کہ میں ڈرتا ہوں اس شخص کے کافر ہونے سے جو یوں کہتا ہے قسم ہے مجھ کو اپنی زندگی کی اور قسم ہے تیری زندگی کی اور قسم ہے تیری سر کی زندگی کی اور اگر یہ قسم کھا کر وجوب بر کو واجب جانے یعنی اس قسم کا پورا کرنا اور نہ توڑنا ضرور سمجھے تو وہ کافر ہو جاوے گا اور اگر عوام خلق اس کو نہ کہتی ہوئی نادانستگی سے تو میں کہتا یہ صاف شرک ہے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

ف قرآن کی قسم یمین ہے۔

Marfat.com

...ی ہے کہ اگر میں جھوٹی قسم کھاؤں اللہ کی میری نزدیک پسندیدہ تر ہے اس سے کہ غیر خدا کی سچی قسم کھاؤں یعنی اللہ کی فقط جھوٹی قسم
...ہ ہے اور غیر خدا کی قسم میں اگرچہ سچی ہو خوف ہے کفر کا ولا یقسم بصفۃ لم یتعارف الحلف بہا من صفاتہ تعالیٰ کرحمتہ وعلمہ
...غضبہ وسخطہ وعذابہ ولعنتہ وشریعتہ ودینہ وحدودہ وصفتہ وسبحان اللہ ونحو ذلک لعدم العرف اور قسم نہ کھائی جاوے صفات
...ے اس صفت کی جس کی قسم کھانے کا رواج نہیں جیسے خدا کی رحمت اور علم اس کا اور رضا اس کی اور غضب اور قہر اور عذاب اس
...ت اس کی اور شریعت اور دین اور حدود اور صفت اس کی اور سبحان اللہ اور مانند اس کے یعنی لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کذا فی العالمگیریۃ
...راج ان الفاظ سے قسم جائز نہیں بسبب عدم رواج کے م عرش اور سموات اور ارض اور شمس اور قمر اور حق رسول اور حق ایمان
...رآن اور حق صوم اور صلوۃ اور اسی طرح نفس صلوۃ اور صوم اور حج کی قسم سے یمین ہوتی کذا فی العالمگیریۃ والقسم ایضا بقولہ لعمر
...ی بقاءہ ایم اللہ ای یمین اللہ وعہد اللہ ووجہ اللہ وسلطان اللہ ان نوی بہ قدرتہ ومیثاقہ وذمتہ اور قسم ثابت ہوتی ہے حالف
...ں قول سے لعمر اللہ یعنی قسم سے بقا اور دوام اللہ کی اور ایم اللہ یعنی قسم خدا کی اور عہد اللہ اور وجہ اللہ یعنی ذات خدا اور سلطان اللہ
...ین ہوتی ہے اگر لفظ سلطان سے قدرت خدا کی نیت کرے اور میثاق اور ذمہ الٰہی سے قسم ہوتی ہے م عمر اللہ بفتح عین یمین ہے اور
...ن اگرچہ بمعنی بقا ہے لیکن قسم میں مستعمل نہیں کذا فی النہر الفائق والقسم ایضا بقولہ اقسم او احلف او اعزم او اشہد بلفظ المضارع وکذا
...ا بالاولی کاقسمت اور حلفت وعزمت والیت وشہدت وان لم یقل باللہ اذا علقہ بشرط اور قسم ہوتی ہے اس قول سے بھی
...م اور احلف اور اعزم اور اشہد سے بلفظ مضارع اور اسی طرح بلفظ ماضی بطریق اولی چنانچہ اقسمت اور حلفت اور عزمت اور
...اور شہدت سے اگرچہ لفظ اللہ کا نہ بولے یعنی اگرچہ یوں نہ کہے کہ اقسم باللہ اور اشہد باللہ تو بھی یمین ہے بشرطیکہ معلق کرے ان الفاظ
...پر یعنی یوں کہے کہ اقسم لافعلن کذا یعنی قسم کھاتا ہوں کہ مقرر ایسا کروں گا اور بلا شرط یوں کہے گا کہ قسم کھاتا ہوں یا مجھ کو قسم ہے
...ن نہ ہوگی اور یہ جو نہایہ اور درایہ میں ہے کہ بلا تعلیق شرط کفارہ لازم ہے سو غلط ہے کذا فی فتح القدیر علی نذر فان نوی بلفظ النذر
...زمتہ والا لزمہ الکفارۃ ویستفتح اور اس قول میں کہ علی نذر یعنی مجھ پر نذر ہے تو اگر لفظ نذر سے عبادت کا ارادہ کیا یعنی صوم یا صلوۃ یا
...تو وہ عبادت کرنا اس پر لازم ہوگا اور اگر لفظ نذر سے عبادت کا ارادہ نہ کیا تو یہ قول یمین ہے کفارہ لازم آوے گا بلا حنث بھی
...یہ مسئلہ آگے واضح ہوگا م جب یوں کہے گا کہ علی نذر لافعلن کذا تو یہ یمین ہے اور اگر محلوف علیہ کو نہ ذکر کرے گا تو قسم نہ ثابت ہوگی
...النہر وعلی یمین او عہد وان لم یضفہ الی اللہ اذا علقہ بشرط مجتبی اور یمین ثابت ہوتی ہے اس قول سے کہ مجھ پر یمین اور عہد لازم ہے
...فلانا کام کروں گا اگرچہ اس کو خدا کی طرف نسبت نہ کرے یعنی اگرچہ یوں نہ کہے کہ مجھ پر خدا کا عہد لازم ہے تو بھی یمین ہے بشرطیکہ
...ن بالشرط کرے کذا فی المجتبی والقسم ایضا بقولہ ان فعل کذا فہو یہودی او نصرانی او فاشہدوا علی بالنصرانیۃ او شریک للکفار او کافر
...ر بحنثہ لو فی المستقبل اما الماضی عالما بخلافہ غموس واختلف فی کفر والاصح ان الحالف لم یکفر سواء علقہ بماض او آت ان کان عندہ
...عتقادہ انہ یمین وان کان جاہلا وعندہ انہ یکفر فی الحلف بالغموس بمباشرۃ الشرط فی المستقبل یکفر فیہما لرضاہ بالکفر بخلاف الکافر فلا
...ر مسلما بالتعلیق لانہ ترک کما بسطہ المصنف فی فتاواہ اور قسم ثابت ہوتی ہے اس قول سے کہ اگر ایسا کام کرے تو وہ یہودی ہے یا نصرانی
...ے یا ایسا کرے تو تم اس کے نصرانی ہونے کی گواہی دو یا وہ شخص شریک ہے کافروں کا یا وہ شخص کافر ہے تو اس قول سے اس پر کفارہ ہوگا

...ہ اقسم اور احلف کے معنی ہیں قسم کھاتا ہوں اور اعزم کے معنی قصد پختہ کرتا ہوں اور اشہد کے معنی گواہی دیتا ہوں ۱۲

Marfat.com

قسم توڑنے سے اگر زمان مستقبل کی قسم ہو اور زمان ماضی کی قسم خلاف شرط جان کر تو یمین غموس ہے۔ اور اس کے کفر میں اختلاف ہے۔ اور صحیح تر قول یہ ہے کہ قسم کھانے والا اس قسم میں کافر نہیں ہوا خواہ اس نے تعلیق ماضی کی کی ہو خواہ استقبال کی بشرطیکہ اس کے نزدیک یعنی اس کے اعتقاد میں یہ قول یمین ہو نہ کفر اس واسطے کہ اس نے اس قول سے قسم کا ارادہ کیا نہ کفر کا اور اگر ایسی قسم کھانے والا جاہل ہے اور اس کے اعتقاد میں یہ ہے کہ غموس قسم کھانے سے اور شرط کرنے سے مستقبل میں کافر ہو جاتا ہے تو ماضی اور مستقبل دونوں میں کافر ہو جاوے گا بسبب رضامندی کفر کے اس لیے کہ رضا بالکفر کفر ہے بخلاف کافر کے کہ وہ ایسی قسم سے مسلمان نہیں ہوتا یعنی اگر یوں کہے اگر وہ زید سے بولے تو وہ مسلمان ہے تو زید کے بولنے سے مسلمان نہ ہوگا جاہل مسلمان تعلیق کفر سے کافر ہوتا ہے اس واسطے کہ کفر عبارت ہے ترک ایمان سے تو اس کی تعلیق شرط سے صحیح ہوگی کذا فی حاشیۃ الحلبی چنانچہ اس مسئلہ کو مصنف نے مشہر حا بیان کیا ہے اپنے فتاوی میں وہکذا فی النہر ومنح الغفار وہل یکفر بقولہ اللہ یعلم او یعلم اللہ انہ فعل کذا وکم یفعل کذا کاذبا قال الزاہدی الاکثر نعم وقال الشمنی الاصح لا لانہ قصد ترویج الکذب دون الکفر وکذا لو وطی المصحف قائلا ذلک لانہ لترویج کذبہ لا اہانۃ المصحف مجتبی اور کیا کافر ہوتا ہے اس قول سے کہ اللہ جانتا ہے یا یوں کہا کہ جانتا ہے اللہ کہ اس نے ایسا کیا مثلاً صبح کی نماز پڑھی اور حالانکہ اس نے یہ نہیں کیا یعنی نماز نہیں پڑھی اس نے جھوٹی قسم کھائی زاہدی نے کہا اکثر علما نے کہا کہ ہاں وہ اس قول سے کافر ہو گیا اور شمنی نے کہا کہ اصح یہ ہے کہ وہ کافر نہیں ہوا اس واسطے کہ اس نے قسم سے ترویج اور تصدیق کذب کا ارادہ کیا نہ کفر کا اور اسی طرح اگر اس نے مصحف کو روندا یہی قول کہتے ہوئے تو کافر نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ فعل اس کا ترویج کذب کے واسطے ہے نہ واسطے اہانت مصحف کے کذا فی المجتبی م اگرچہ یہ کفر نہ ہو لیکن سخت گناہ ہے اس سے توبہ کرنا واجب ہے کذا فی حاشیۃ الحلبی وفیہ اشہد اللہ لا افعل یستغفر اللہ ولا کفارۃ وکذا اشہدک واشہد ملائکتک لعدم العرف اور مجتبی میں ہے کہ اس قول میں کہ گواہ کرتا ہوں اللہ کو کہ ایسا نہ کروں گا استغفار اور توبہ کرنا چاہیے اور کفارہ اس میں نہیں اور اسی طرح یوں کہنا کہ یا اللہ میں گواہ کرتا ہوں تجھ کو اور تیرے فرشتوں کو کہ ایسا نہ کروں گا یہ بھی یمین نہیں بسبب عدم عرف کے وفی الذخیرۃ ان فعلت کذا فلا اکہ فی السماء یکون یمینا ولا یکفر اور ذخیرہ میں ہے کہ یہ قول یعنی اگر میں ایسا کروں تو آسمان میں معبود نہیں یمین ہوگا اور اس کا قائل کافر نہ ہوگا وفی انا بری من الشفاعۃ لیس بیمین لان منکرہا مبتدع لا کافر اور اس قول میں کہ میں بری ہوں شفاعت سے یمین نہیں اس واسطے کہ منکر شفاعت کا مبتدع ہے نہ کافر اور یمین تعلیق کفر سے ہوتی ہے نہ بدعت سے وکذا فصولی وصیامی لہذا انکا فرد اما فصومی للیہود فیمین ان اراد بہ القربۃ لا ان اراد بہ الثواب اور اسی طرح یہ قول یمین نہیں کہ اگر میں ایسا کروں تو میری نماز اور روزہ اس کافر کے واسطے ہے اور اگر یوں کہے گا کہ اگر میں ایسا کروں تو میرا روزہ یہودیوں کے واسطے ہے تو یمین ہوگی اگر صوم سے عبادت مراد رکھے گا اس واسطے کہ عبادت سے غیر اللہ کا تقرب چاہنا کفر ہے تو تعلیق کفر کی ہوگی اور اگر صوم سے ثواب صوم کا ارادہ کرے گا تو یمین نہ ہوگی م ظاہر امثال اول اور ثانی میں کچھ فرق نہیں تو واجب ہے کہ دونوں کا ایک ہی حکم ہو کذا فی حاشیۃ الحلبی وقولہ متبدا خبرہ قولہ الاتی لا وحقا لا اذا اراد بہ اسم اللہ تعالی وحق اللہ واختار فی الاختیار انہ یمین للعرف ولو بالباء فیمین اتفاقا بحر وبحرمتہ وبحرمتہ شہد اللہ وبحرمتہ لا الہ الا اللہ وبحق رسول اللہ او الایمان او الصلوۃ وعذابہ وثوابہ ورضاہ ولعنۃ اللہ وامانتہ لکن فی الخانیۃ امانۃ اللہ یمین وفی النہر ان نوی العبادات فلیس بیمین وان فعلہ فعلہ غضبہ او سخطہ ولعنۃ او بہ زان او سارق او شارب خمر او آکل ربوا لا یکون قسما لعدم التعارف اور یوں کہنا وحقا اور حق اللہ اور بحرمۃ اللہ اور بحرامۃ شہد اللہ اور بحرمۃ لا الہ الا اللہ اور بحق رسول اللہ یا بحق الایمان یا بحق الصلوۃ اور یوں کہنا کہ قسم ہے اس کے عذاب کی اور اس کے ثواب کی اور اس کی رضامندی اور لعنت کی اور اس کی امانت کی اور اگر فلانا کام کرے تو اس پر غضب اللہ اور قہر اس کا اور لعنت اس کی یا کہ وہ شخص زانی ہے یا سارق یا شراب کا پینے والا یا بیاج کا کھانے والا ان اقوال سے قسم نہیں ہوتی بسبب عدم رواج کے شارح کہتا ہے قولہ

Marfat.com

ہے اور خبر اس کی لا ہے وحقا یمین نہیں مگر جب اس لفظ سے اسم اللہ تعالیٰ کا مراد رکھے تو البتہ یمین ہوگی ہر چند ماتن اس کو آگے ذکر کرے
لیکن شارح نے اشارہ کیا کہ اس کا ذکر کرنا یہیں مناسب تھا اس واسطے اختصار کے اور اختیار شرح مختار میں وحق اللہ کے یمین ہونے
پسند کیا بسبب رواج کے اور اگر بجائے واو کے بے لاوے یعنی یوں کہے کہ بحق اللہ میں ایسا کروں گا تو یہ بالاتفاق یمین ہے کذا فی البحر الرائق
فی خانیہ میں ہے کہ لفظ امانت کا یمین ہے اس واسطے کہ امانت صفت ہے اللہ کی اس واسطے کہ اسماء الٰہیہ میں یہ مبہم بھی ہے لیکن صفات الٰہی میں
سے بار رواج کا واجب ہے چنانچہ اس کی تفصیل ہو چکی کذا فی حاشیۃ الحلبی اور نہر الفائق میں ہے کہ اگر امانت سے عبادت کا قصد کرے گا تو یمین نہ ہو
جیسے صوم اور صلوۃ سے نہیں ہوتی فلو تعورف ہل یکون یمینا ظاہر کلامہم نعم وظاہر کلام الکمال لا وتمامہ فی النہر سو اگر اقوال مذکورہ سے قسم کھانا مروج ہو جاوے
یا یہ اقوال یمین ہوں گی یا نہیں ظاہر کلام فقہا کا اس پر دلالت کرتا ہے کہ ہاں اور ظاہر کلام کمال الدین الہمام کا یہ ہے کہ رواج سے بھی یمین نہ ہوں
اور پوری تقریر اس کی نہر الفائق میں ہے وفی البحر ما یباح للضرورۃ لا یکفر مستحلہ کدم وخنزیر اور بحر الرائق میں ہے کہ جو چیز حرام مباح ہو جاتی ہو بسبب
ضرورت کے تو اس کا حلال کہنے والا کافر نہیں ہوتا جیسے خون اور سور تو اگر یوں کہے کہ اگر وہ ایسا کرے تو خون کھا وے یا سور تو یمین نہ ہوگی اس
واسطے کہ تعلیق کفر کی شرط سے یمین ہے اور استحلال خون اور سور ایسا نہیں خلاصہ یہ کہ جو چیز کہ دائمی حرام ہے اس طرح کہ اس کی حرمت کسی حال میں ساقط
نہیں ہوتی چنانچہ کفر اور مانند اس کے تو اس کا استحلال بطریق تعلیق بالشرط کے یمین ہے اور جو چیز ایسی حرام ہے کہ گاہے اس کی حرمت بسبب
ضرورت کے ساقط ہو جاتی ہے جیسے مردار اور شراب اور سور وغیرہ تو اس کا استحلال بطریق بالشرط کے یمین نہیں کذا فی الطحطاوی الا اذا اراد الحالف
بہ حقا اسم اللہ تعالیٰ فیمین فی المذہب کما صحیح فی الخانیۃ مگر جب کہ ارادہ کرے گا قسم کھانے والا اپنے قول حقا سے اسم اللہ کا تو اب یہ لفظ
یمین ہوگا بنا بر مذہب صحیح کے چنانچہ اس قول کی تصحیح کی ہے خانیہ میں ومن حروفہ الواو والباء والتاء ولام القسم وحرف التنبیہ وہمزۃ الاستفہام
یقطع الف الوصل والیم المکسورۃ والمضمومۃ کقولہ للہ باللہ واللہ دم اللہ اور منجملہ حروف قسم کے واو ہے اور بے اور تے چنانچہ واللہ وباللہ وتاللہ
اور لام قسم کا مفتوح چنانچہ للہ اور حرف تنبیہ یعنی ہے چنانچہ لا اللہ اور ہمزہ استفہام کا ممدودہ اور قطع الف وصل کا چنانچہ اللہ اور میم مکسور چنانچہ
اللہ اور میم مضمومہ چنانچہ م اللہ معانی ان سب حروف کے یہ کہ قسم کھاتا ہوں اللہ کی م ہمزہ قسم کے بعد الف ہوتا ہے اور نام مقدس مجرور اور ہمزہ
قسم کو ہمزہ استفہام مجازا کما کذا فی حاشیۃ الحلبی وقد تضمر حروفہ ایجازا فینقص اسم اللہ بالحرکات الثلث وغیرہ بغیر الجر ویلزم رفع ایمن اللہ ونصر اللہ
بقولہ اللہ نصبہ بنزع الخافض وجرہ الکوفیون مسکین لا فعلن کذا افادان ضمار حرف التاکید فی المقسم علیہ لا یجوز اور گاہے حروف قسم کے پوشیدہ
کیے جاتے ہیں واسطے اختصار کے تو اسم مقدس اللہ کا مخصوص بحرکات ثلثہ ہوتا ہے حالت اضمار میں اور سوائے نام پاک کے مخصوص ہوتا ہے
بجر کے یعنی اس میں رفع اور نصب آتا ہے نہ جر اور لازم ہو گیا ہے رفع ایمن اللہ اور نصر اللہ کا یعنی نون اور رے کا اضمار کی مثال اللہ لافعلن
کذا یعنی قسم اللہ کی ایسا کروں گا البتہ نام مقدس کا نصب جائز ہوا بسبب نزع خافض کے اور کوفیوں نے اس کو جر دیا ہے کذا ذکرہ مسکین
شارح نے بیان رفع سے سکوت کیا کہ اس کا جواز ظاہر ہے محتاج وجہ کا نہیں اس واسطے کہ اللہ حالت رفعی میں مبتدا ہے اور خبر محذوف
یعنی اللہ قسمی کذا فی النہر ماتن نے لافعلن کی مثال دے کر اشارہ کیا کہ اضمار حروف تاکید کا جائز نہیں مقسم علیہ سے یعنی جس پر قسم کھائی جاوے
ثم صرح بہ بقولہ الملف بالرتبۃ فی الاثبات لا یلیون الا بحرف التاکید وہو اللام والنون کقولہ واللہ لافعلن کذا او واللہ لقد فعلت
کذا مفردنا بکلمۃ التوکید فی النفی بحرف النفی حتی لو قال واللہ افعل کذا الیوم کانت یمینہ علی النفی وتکون لا مضمرۃ کانہ قال لا افعل کذا لامتناع حذف
حرف التاکید فی الاثبات لاضمار العرب فی الکلام الکلمۃ لا بعض الکلمۃ من البحر عن المحیط پھر عدم جواز حرف تاکید کو ماتن نے اپنے اس قول میں

Marfat.com

کھول کر کہدیا کہ قسم عربی زبان میں اثبات میں نہیں ہوتی بدون حرف تاکید کے اور حرف تاکید لام اور نون ہے مضارع مثبت میں چنانچہ (واللہ لافعلن کذا) اور ماضی میں حرف تاکید لقد ہے چنانچہ (واللہ لقد فعلت کذا) مقرون بکلمۂ تاکید اور نفی میں حرف نفی ہونا ہے چنانچہ (واللہ لافعلن کذا و واللہ ما فعلت کذا) یہاں تک کہ اگر اثبات میں بلا حرف تاکید لوں کہے گا کہ (واللہ افعل کذا الیوم) تو اس کی یہ قسم لغو ہوگی اور کلمہ لا وہاں مضمر ہوگا گویا یوں کہا کہ واللہ لا افعل کذا اثبات کو نفی اس واسطے ٹھہرایا کہ حرف تاکید محذوف کرنا اثبات میں ممتنع ہے اس واسطے کہ عرب کلام میں پورا کلمہ حذف کرتے ہیں نہ بعض کلمہ تو لفظ لا پورا کلمہ ہے بخلاف لام اور نون کے کذا فی البحر عن المحیط بنا بر اس تحقیق کے اگر یوں قسم کھاوے کہ (واللہ اضرب الیوم زیدا) تو عدم ضرب سے حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ قسم ظاہر میں مثبت ہے اور دافع میں نفی کما لا یخفی وکفارتہ بذا اضافۃ للشرط لان السبب عندنا الحنث اور کفارہ قسم شارح نے کہا اضافت کفارہ کی حرف قسم کی من قبیل اضافت شے کے ہے اپنی شرط کی طرف نہ اضافت شے کی طرف سبب کے اس واسطے کہ سبب کفارہ کا ہمارے نزدیک حنث ہے کذا فی النہر تحریر رقبۃ او اطعام عشرۃ مساکین کما مر فی الظہار کفارہ قسم کا آزاد کرنا ہے گردن کا یا دس محتاجوں کو کھانا دینا چنانچہ اعتاق اور اطعام کی تفصیل باب الظہار میں مذکور ہو چکی یعنی اعتاق میں رقبہ مسلم ہو یا کافر مذکر ہو یا مونث صغیر ہو یا کبیر جائز ہے اور مفقود المنفعت اور مدبر اور ام ولد اور وہ مکاتب جو بعض بدل کتابت ادا کر چکا ہے جائز نہیں اور اطعام میں تملیک اور اباحت دونوں کافی ہیں تو تملیک میں نصف صاع گیہوں اور ایک کھجور یا جو ہر محتاج کو دے اور اباحت میں دن اور رات دونوں وقت پیٹ بھر کر کھلا دے سو اگر گیہوں کی روٹی کھلا دے تو دال اور گوشت کی حاجت نہیں دالا سالن ضرور ہے بموجب تفصیل کفارۂ ظہار کے اور مصرف کفارہ وہ ہے جو مصرف ہے زکوۃ کا تو اپنے اصول اور فروع اور غنی اور سید کو دینا جائز نہیں او کسوتہم بما یصلح للاوساط اور یتنفع بہ فوق ثلثۃ اشہر ولیستر عامۃ البدن فلم تجز السراویل. باعتبار قیمۃ الاطعام یا کفارہ قسم کا دس محتاجوں کو لباس دینا ہے ایسی پوشاک جو متوسط لوگوں کے مناسب حال ہو یعنی اغنیاء کی پوشاک سے کم اور محتاجین کی پوشاک سے زیادہ ہو اور تین مہینے سے زیادہ اس کو استعمال کر سکے اور ایسا کپڑا ہو جس سے اکثر بدن ڈھک جاوے تو فقط پایجامہ دینا جائز نہیں اور اس طرح پگڑی مگر باعتبار قیمت اطعام کے پایجامہ دینا جائز ہے یعنی اگر قیمت اس کی بقدر نصف صاع گیہوں کے ہو تو اس کا دینا کفایت کرے گا نہ بنا بر لباس کے بلکہ باعتبار اطعام کے اس واسطے حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں ادائے کفارہ میں حالف کو اعتاق یا لباس یا اطعام میں اختیار دیا ہے ان تینوں چیزوں میں سے جس کو چاہے اختیار کرے ولو ادی الکل جملۃ او مترتبا ولم ینو الا بعد تمامہا للزوم النیۃ لصحۃ التکفیر وقع عنہا واحدا ہو اعلاہا قیمۃ اور اگر سب کو ادا کیا کفارہ میں یعنی اعتاق اور کسوۃ اور اطعام یک بارگی ادا کیا یا بترتیب دیا اور نیت کفارہ کی نہ کی مگر بعد اس کی تمامی کے تو واقع ہوگا کفارہ کی جانب سے تینوں میں سے وہ ایک جو قیمت میں سب سے اعلیٰ ہے اعتبار نیت کا ہوا بسبب لزوم نیت کے واسطے صحت کفارہ ادا کرنے کے یعنی کفارہ بدون نیت کے صحیح نہیں کذا فی النہر عن الفتح ولو ترک الکل عوقب بواحد ہو ادناہا قیمۃ لسقوط الفرض بالادنی اور اگر کفارہ میں سب تینوں چیزوں کو ترک کیا تو عذاب کیا جاوے گا اس چیز سے جو سب سے ادنی ہے بسبب ساقط ہونے فرض کے ادنی سے بھی فان عجز عنہا کلہا وقت الاداء عندنا حتی لو وہب مالہ وسلمہ ثم صام ثم رجع بہبتہ اجزاہ الصوم بخلاف ما لو استثنی من قولہم الرجوع فی الہبۃ فسخ من الاصل سو اگر عاجز ہو کفارہ سے سب تینوں چیزوں سے کفارہ ادا کرنے کے وقت ہم حنفیوں کے نزدیک یہاں تک کہ سب اپنا مال کسی کو ہبہ کیا اور تسلیم

سلہ قسم اللہ کی البتہ کروں گا ایسا ۱۲ سکہ قسم ہے اللہ کی تحقیق میں نے کیا ایسا ۱۲ سکہ قسم اللہ کی میں نہیں کروں گا ایسا اور قسم ہے اللہ کی میں نے نہیں کیا ایسا ۱۲ سکہ قسم ہے اللہ کی میں کروں گا ایسا آج ۱۲ سکہ قسم ہے اللہ کی میں آج زید کو مار دوں گا ۱۲

Marfat.com

کر دیا اس نے روزہ رکھا پھر اس نے اپنے ہبہ کو پھیر لیا تو اس کو روزہ کفایت کرے گا اس واسطے کہ وقت ادا سے کفارہ وہ عاجز تھا اعتاق یا کسوت یا الطعام سے کذا فی المجتبیٰ شارح کہتا ہے اور یہ مسئلہ مستثنیٰ ہے فقہا کے اس قول سے کہ ہبہ کا پھیر لینا فسخ ہے اصل ہبہ سے اس واسطے کہ اگر مستثنیٰ نہ ہوتا تو صوم کفایت نہ کرتا صام ثلثۃ ایام ولاء ویبطل بالحیض بخلاف کفارۃ الفطر وجوز الشافعی التفریق وعند العجز عند الحنث مسکین یعنی اگر اعتاق یا کسوت یا الطعام ہے وقت ادائے کفارہ عاجز ہو تو تین روزے رکھے متصل اور باطل ہوگا صوم تین دن کے اندر حیض آنے سے بخلاف کفارہ افطار رمضان کے کہ وہ حیض سے باطل نہیں ہوتا اور جائز رکھا ہے امام شافعی نے تفریق صوم کو اور اعتبار کیا ہے عاجزی کو حنث کے وقت نہ ادا کے وقت کذا ذکرہ مسکین ثم کفارہ یمین کی تفصیل میں اصل نص قرانی ہے (فکفارۃ اطعام عشرۃ مساکین من اوسط ما تطعمون اہلیکم او کسوتہم او تحریر رقبۃ فمن لم یجد فصیام ثلثۃ ایام) ہر چند قرآن مجید میں اتصال صیام کی قید نہیں لیکن ابن مسعودؓ کی قرأت یوں ہے (ثلثۃ ایام متتابعات) اور قرأت ان کی روایت کے ہے اور چونکہ قرأت مشہور ہے لہذا زیادت علی الکتاب اس سے جائز ہوئی کذا فی منح الغفار والشرط استمرار العجز الی الفراغ. **من الصوم فلو صام المعسر یومین ثم قبل فراغہ ولو لساعۃ الیسر ولو بموت مورثہ موسرا لا یجزئہ الصوم** ویستانف بالمال خانیہ اور شرط کافی ہونے صوم کی برابر چلا جانا عاجزی کا ہے فراغت صوم تک تو اگر حانث محتاج نے دو روزے رکھے پھر یوم ثالث کے صوم سے فراغت ہونے سے پہلے اگرچہ ایک ہی ساعت دن باقی رہے وہ مقدور والا ہو گیا اگرچہ مقدور حاصل ہوا ہو اپنے تو انگر مورث کے مرنے سے تو یہ صوم جائز نہ ہوگا از سر نو مال کا کفارہ دے دے یعنی اعتاق یا کسوۃ یا الطعام کا کذا فی الخانیہ ولو صام ناسیا للمال لم یجز علی الصحیح مجتبیٰ اور اگر روزہ رکھا اپنے مال کو بھول کر یعنی اس کا مملوک مال تھا سو اس نے آپ کو محتاج جان کر صیام کا کفارہ ادا کیا اور پھر مال یاد آیا تو یہ صوم جائز نہ ہوگا. صحیح قول پر کذا فی المجتبیٰ خانیہ میں ہے کہ اگر اس کے پاس مال ہو اور اس پر قرض ہو تو اگر اس نے اس مال سے قرض ادا کیا تو بالاتفاق کفارہ صوم کا ادا کرے اور اگر قبل ادائے قرض کے روزہ رکھا تو بعضوں کے نزدیک جائز ہے اور بعضوں کے نزدیک جائز نہیں کذا فی النہر ولو نسی کیف حلف باللہ او بطلاق او بصوم لا شئ علیہ الا ان یتذکر خانیہ اور اگر حالف بھول گیا کہ کیونکر قسم کھائی تھی اللہ کی قسم تھی یا طلاق یا صوم کی تو اس پر کوئی چیز لازم نہیں نہ کفارہ نہ طلاق مگر یہ کہ اس کو یاد آجاوے کہ فلاں چیز کی قسم تھی تو وہی لازم ہوگی کذا فی الخانیہ **ثم یخیر التکفیر** ولو بالمال خلافا للشافعی **قبل حنث** لان الکفارۃ ستر الجنایۃ ولا جنایۃ ولا یسترہ من الفقیر لو قوعہ صدقۃ اور جائز نہیں کفارہ دینا قبل حنث کے اگرچہ کفارہ مال کا ہو بخلاف امام شافعی کے کہ ان کے نزدیک کفارۃ مال کا قبل حنث کے صحیح ہے ہمارے نزدیک کفارہ قبل حنث کے اس واسطے صحیح نہ ہوا کہ کفارہ موضوع ہے واسطے چھپانے گناہ کے اور قسم توڑنے سے پہلے کوئی گناہ نہیں جس کو کفارہ چھپا دے تو دوسرا کفارہ بعد حنث کے ادا کرنا لازم ہوگا اور جو اطعام اور کسوۃ قبل حنث کے دیا ہو اس کو فقیر سے نہ پھیر لے اس واسطے کہ وہ صدقہ نافلہ ہو چکا م اگر کوئی سوال کرے کہ سنن ابو داؤد میں عبد الرحمن بن سمرہ سے روایت ہے (فکفر عن یمینک ثم ات الذی ہو خیر) اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اول کفارہ دے پھر قسم توڑے اس واسطے کہ لفظ ثم کا واسطے تعقیب کے ہے اس کا جواب یہ کہ عبد الرحمن بن سمرہ سے صحیحین میں یوں روایت ہے (قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا حلفت علی یمین فرایت غیرہا خیرا منہا فکفر عن یمینک وات الذی ہو خیر) اس روایت میں واو ہے نہ ثم واو اس واسطے مطلق جمع کے موضوع ہے نہ واسطے

سلہ سو کفارہ قسم کا کھانا دینا ہے دس محتاجوں کو حسب طعام سے جو تم اپنے اہل عیال کو کھلاتے ہو یا دس محتاجوں کو پوشاک دینا یا گردن کا آزاد کرنا اور جو پنا دے تینوں چیزوں میں سے کسی کو تو تین روزے رکھے ۱۲ سلہ یعنی تین دن پے در پے ۱۲ سلہ سو کفارہ دے اپنی قسم سے پھر کر اس کام کو جو بہتر ہے ۱۲ سلہ فرمایا مجھ کو رسول اللہ صلعم نے کہ جب تو قسم کھاوے کسی یمین پر اور دیکھے قسم کی چیز کے سوا کو بہتر اس سے تو کفارہ دے اپنی قسم سے اور کر اس کو جو بہتر ہے ۱۲

Marfat.com

تعقیب کے اور چونکہ روایت صحیحین کی معروف اور صحت میں مقدم ہے تو روایت ابوداؤد کی ان کے مقابل شاذ ہے تو لائق تاویل کے ہے یعنی ثم بمعنی واو کے ہے اور صحیح مسلم میں عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (من حلف علی یمین فرأے خیراً منہا فلیات الذی ہو خیر ولیکفر عن یمینہ) اور اسی کی شاہد امام احمد کی روایت ہے عبداللہ بن عمرو سے کذا فی فتح القدیر **ومصرفہا مصرف الزکوۃ فما لا فلا قیل الا الذمی خلافا** للثانی وبقولہ یفتی کما مر فی بابہا اور مصرف کفارہ یمین کا وہ مصرف ہے جو زکوۃ کا مصرف ہے اور جو زکوۃ کا مصرف نہیں وہ کفار کا بھی مصرف نہیں چنانچہ اسکا ذکر ترجمہ میں قبل اس کے ہو چکا بعضوں نے کہا ہے مگر ذمی کو کفارہ دینا جائز ہے نہ زکوۃ بخلاف ابو یوسف کے کہ ان کے نزدیک ذمی کو بھی کفارہ دینا جائز نہیں اور اسی قول پر فتویٰ ہے چنانچہ باب الزکوۃ میں گذر گیا تو بقول مفتی یہ کلیہ قائم رہا کہ مصرف کفارہ بعینہ مصرف زکوۃ ہے **ولا کفارۃ بیمین کافر وان حنث مسلما** بآیۃ انہم لا ایمان لہم واما وان **نکثوا ایمانہم** فیعنی الصور ے کتحلیف الحاکم اور کفار واجب نہیں کافر کی قسم سے اگرچہ وہ مسلمان ہو کر حانث ہو بدلیل اس آیت قرآنی کے (انہم لا ایمان لہم) یعنی کافروں کے واسطے قسمیں نہیں ہیں لہذا اول کتاب یمین میں مذکور ہو چکا کہ شرائط صحت یمین سے اسلام ہے اس واسطے کہ یمین عبادت ہے اور کافر اہل عبادت کا نہیں اور یہ جو دوسری آیت میں وارد ہے (وان نکثوا ایمانہم) کہ اگر وہ اپنی قسمیں توڑیں تو مراد اس سے یمین ظاہری ہے جس کو کفار اپنے صدق کے واسطے ظاہر کرتے ہیں نہ حقیقی جیسے قسم لینا حاکم کا کافر سے اس توقع سے کہ وہ قسم سے انکار کرے تو حق ثابت ہو جاوے اور اگرچہ کافر کے حق میں یمین شرعی ثابت نہیں لیکن چونکہ وہ اپنے اعتقاد میں نام الٰہی کی تعظیم کرتا ہے تو جھوٹی قسم سے انکار کرے گا تو مقصود حاصل ہو گا یعنی ظہور حق اس واسطے کافر سے یمین ظاہری لینا چاہیے کذا فی النہر والمنح **وہو ای الکفر یبطلہا اذا عرض بعدہا فلو حلف مسلما ثم ارتد** والعیاذ باللہ **ثم اسلم ثم حنث فلا کفارۃ** اصلا لما تقرر ان الاوصاف الراجعۃ الی المحل یستوی فیہا الابتداء والبقاء کالمحرمیۃ فی النکاح اور وہ یعنی کفر باطل کرتا ہے یمین کو جب عارض ہو بعد قسم کھانے کے تو اگر قسم کھائی حالت اسلام میں پھر معاذ اللہ کافر ہو گیا بعد اس کے مسلمان ہوا پھر قسم توڑی تو اس پر ہرگز کفارہ نہیں اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے اصول میں کہ جو اوصاف کہ رجوع کرتے ہیں محل کی طرف ان میں ابتدا اور بقا دونوں برابر ہیں جیسے وصف محرمیت کا نکاح میں م یہاں اوصاف سے مراد کفر اور اسلام ہے اور محل سے مراد قسم کھانے والا شخص ہے اور مراد بقا سے عروض ہے چنانچہ نکاح میں محرمیت کا وصف خواہ ابتدا سے خواہ پیچھے سے عارض ہو دونوں برابر ہیں تو زانی پر بنت مزنیہ حرام ہے جیسے اس کی زوجہ حرام ہو جاتی ہے زوجہ کی ماں سے زنا کرنے سے وکذا لو نذر الکافر بما ہو قربۃ لا یلزمہ شئی اور اسی طرح مانند یمین کے اگر نذر مانے کافر اس چیز کی جو از قسم عبادت ہے چنانچہ صوم یا صدقہ تو اس پر کچھ لازم نہیں امام اعظم کے نزدیک نہ قبل اسلام کے نہ بعد اور یہی مذہب ہے امام مالک کا اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک کفارہ مالی لازم ہے نہ صوم اور صدقہ اور یہ جو صحیحین میں عمر فاروقؓ سے مروی ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ میں نے جاہلیت میں ایک رات مسجد الحرام کے اعتکاف کی نذر مانی سو حضرت نے فرمایا کہ اپنی نذر کو ادا کر تو مراد یہ ہے کہ حالت اسلام میں عبادت جدا گانہ کر قطع نظر جاہلیت کے نذر سے واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر **ومن حلف علی معصیۃ کعدم الکلام مع ابویہ او قتل فلان الیوم** وانما قال الیوم لان وجوب الحنث لا یتاتی الا فی الیمین الموقتۃ اما المطلقۃ فحنثہ فی آخر حیاتہ فیوصی بالکفارۃ بموت الحالف ویکفر عن یمینہ بہلاک المحلوف علیہ غایتہ **وجب الحنث والتکفیر** لانہ اہون الامرین اور جو شخص قسم کھاوے گناہ پر چنانچہ اپنے والدین سے نہ بولنے کی یا آج کے دن فلانے شخص کے قتل کرنے کی تو اس صورت میں قسم توڑنا اور کفارہ دینا واجب ہے اس واسطے کہ قسم توڑ کر کفارہ دینا آسان تر ہے ترک کلام والدین اور قتل ناحق سے اس کی طرف شیخ سعدی نے اشارہ کیا کہ آزردن دل دوستان جہل است وکفارہ

۵ جو شخص قسم کھاوے کسی چیز پر پھر دیکھے اس سے بہتر تو چاہیے کہ کرے اس کو جو بہتر ہے اور کفارہ دے اپنی قسم سے ۱۲

Marfat.com

بین سہل اور ماتن نے قتل میں آج کے دن کی قید اس واسطے لگائی کہ وجوب حنث حاصل نہیں ہو سکتا مگر موقت قسم میں اور مطلق قسم میں تو حنث حالف کی آخر حیات میں ہوتا ہے اس واسطے کہ تا حیات حالف مثلاً نفی قتل کی نہیں ہو سکتی تو وصیت کی جاوے کفارہ دینے کی بعد موت حالف کے یعنی حالف وصیت کر جاوے کفارہ دینے کی اور حالف اپنی حیات میں کفارہ نہیں دے سکتا اس واسطے کہ کفارت قبل حنث کے صحیح نہیں اور کفارہ ادا کرے حالف اپنی قسم کا محلوف علیہ کی موت سے یعنی جس کے قتل کی قسم کھائی کذا فی غایۃ البیان خلاصہ یہ ہے کہ یمین مطلق میں حنث دون موت حالف یا محلوف علیہ کے نہیں ہو سکتا بشرطیکہ محلوف علیہ مثبت ہو اور اگر منفی ہو چنانچہ عدم کلام والدین تو حنث فی الحال متصور ہے کلام کرنے سے تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ الیوم مثال ثانی کی قید ہے نہ مثال اول کی کذا فی حاشیۃ الحلبی وحاصلہ ان المحلوف علیہ اما فعل او ترک کل منہما اما معصیۃ وہی مسئلۃ المتن او واجب کحلفہ لیصلین الظہر الیوم فیرہ فرض او ہو اولی من غیرہ او غیرہ اولی منہ کحلفہ علی ترک وطی زوجتہ شہرا ونحوہ حنثہ اولی او مستویان کحلفہ لا یاکل ہذا الخبز مثلا ہو برہ اولی وآیۃ واحفظوا ایمانکم تفید وجوبہ فتح وہی عشرۃ اور قسم توڑنے کے اقسام کا خلاصہ بطریق علیہ کے یہ ہے کہ محلوف علیہ یعنی جس پر قسم کھائی وہ دو حال سے خالی نہیں کہ فعل ہے یا ترک فعل اور ہر ایک یا معصیت ہے اور یہی مسئلہ متن میں مذکور ہو چکا تو معصیت کی قسم میں حنث واجب ہے یا فعل اور ترک واجب ہے چنانچہ یوں قسم کھانا واللہ میں آج کے دن ظہر کی نماز پڑھوں گا یہ مثال ہے فعل کی اور ترک کی مثال یوں ہے کہ واللہ میں شراب نہ پیوں گا تو واجب کی قسم میں بر واجب ہے یعنی قسم کو پورا کرنا ہر چند نماز ظہر اور عدم شراب خمر قسم سے پہلے بھی واجب تھا لیکن قسم سے زیادہ تر وجوب ہو گیا یا محلوف علیہ اولی ہے اپنے غیر سے چنانچہ واللہ میں صدقہ دوں گا فقیروں کو یا اپنے مارنے والوں کو نہ ماروں گا تو اس حلف کو قائم رکھنا اولی اور افضل ہے اور ممکن ہے کہ مثال مباح کے اس کے بھی بر کو واجب کیے بلکہ اس کا وجوب مباحات کے وجوب سے بالاولی ہے یا محلوف علیہ کا غیر اولی ہے محلوف علیہ سے چنانچہ قسم کھانا حالف کا اپنی زوجہ کی ترک قربت پر ایک مہینے تک اور مانند اس کے چنانچہ واللہ میں آج کچی پیاز کھاؤں گا تو اس قسم کا توڑنا اولی اور افضل ہے یا محلوف علیہ اور غیر اس کا دونوں برابر ہیں چنانچہ اس کی قسم کھانا کہ یہ روٹی نہ کھاؤں گا مثلاً یا واللہ میں دریا کی سیر کو آج جاؤں گا اور ایسی قسم کا قائم رکھنا اولی ہے اور یہ آیت قرآنی کہ واحفظوا ایمانکم کہ محافظت کرو اپنی قسموں کی مباحات میں بھی وجوب بر کی مفید ہے کذا فی فتح القدیر اور یہ دس صورتیں ہیں جو مذکور ہو چکیں ومن حرم ای علی نفسہ لانہ لو قال ان اکلت من ہذا الطعام فہو علی حرام فاکلہ لا کفارۃ خلاصۃ واستشکلہ المصنف جو شخص اپنی ذات پر حرام کر دے ماتن نے تحریم منجز کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر اس طرح تحریم معلق کرے گا کہ اگر میں اس طعام کو کھاؤں تو وہ مجھ پر حرام ہے تو پھر اس کے بعد اس طعام کو کھایا تو اس پر کفارہ نہیں کذا فی الخلاصۃ اور مشکل سمجھا ہے اس کو مصنف نے ہم مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں وجہ اشکال کی یوں بیان کی ہے کہ معلق بالشرط نزدیک وقوع شرط کے منجز کے ہے یعنی پھر کیا وجہ کے حنث میں کفارہ نہیں جواب اس اشکال کا یہ ہے کہ تحریم منجز اور معلق میں فرق ہے اس واسطے کہ منجز میں طعام کی موجودگی تحریم ہے اور معلق میں تحریم ثابت نہیں مگر بعد اکل کے اور بعد اکل کے طعام موجود نہیں کذا فی حاشیۃ الحلبی شیئا ولو حراما او ملک غیرہ کقولہ الخمر ومال فلان علی حرام فیمین مالم یرد الاخبار خانیۃ جو شخص اپنی ذات پر کسی چیز کو حرام کرے اگرچہ وہ چیز حرام ہو یا غیر کی مملوک ہو چنانچہ یوں کہنا کہ شراب مجھ پر حرام ہے یا مثلاً زید کا مال مجھ پر حرام ہے تو یہ قول یمین ہے نا وقتیکہ اس قول سے خبر دینے کا ارادہ نہ کرے کذا فی الخانیۃ اور اگر اخبار کا ارادہ کرے گا نہ انشاء تحریم کا تو یمین نہ ہوگا تو اس وقت شراب پینے سے فقط گناہ ہوگا کفارہ لازم نہ آوے گا بخلاف انشاء تحریم کے کہ اس میں گناہ کے سوائے کفارہ یمین کا لازم آوے گا ثم فعلہ باکل او لقمۃ ولو تصدق او وہب لم یحنث بحکم العرف زیلعی پھر بعد تحریم کے اس چیز کو کیا یعنی اگر طعام ہے تو اس کے کھانے سے یا دینار اور درہم ہے تو اس کے خرچ کرنے

Marfat.com

سے قسم کو توڑا تو کفارہ دے اور اگر بعد تحریم کے اس شے کو خیرات کر دیا یا کسی کو بخش دیا تو حانث نہ ہوگا بحکم عرف کذا ذکرہ الزیلعی کفر لیمینہ لما تقرران تحریم الحلال یمین جو اپنی ذات پر کسی شے کو حرام کر کے پھر اس کو کرے تو کفارہ دے اپنی قسم کا اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے اصول میں کہ حرام کر دینا حلال چیز کو یمین ہے یعنی قسم کی ایک یہ بھی صورت ہے کہ حلال کو حرام کر ڈالے ومنہ قولہا لزوجہا انت علی حرام او حرمتک علی نفسی فلو طاوعتہ فی الجماع واکرہا کفرت مجتبی اور من قبیل قسم کے یہ قول ہے عورت کا اپنے زوج سے کہ تو مجھ پر حرام ہے اور حرام کیا تجھ کو میں نے اپنی ذات پر تو بعد اس قول کے اگر اپنی خوشی سے جماع پر زوج کو قادر ہونے دے گی یا زوج اس سے زبردستی جماع کرے گا تو وہ حانث ہوگی کفارہ دے دے کذا فی المجتبی وفیہ قال لقدم کلامکم علی حرام او کلام الفقراء او اہل بغداد او اکل ہذا الرغیف علی حرام حنث بالبعض اور مجتبی میں ہے کہ کہا ایک شخص سے کہ کلام تمہارا مجھ پر حرام ہے یا کلام اہل بغداد کا مجھ پر حرام ہے یا کھانا اس روٹی کا مجھ پر حرام ہے تو حانث ہوگا بعض کے کلام اور کچھ روٹی کے کھانے سے وفی واللہ لا اکلمکم او لا اکلہ لم یحنث الا بالکل زادنی الا شباہ الا اذا لم یمکن اکلہ فی مجلس واحد او حلف لا یکلم فلانا وفلانا وہو احدہما او لا یکلم اخوۃ فلان الخ واحد وتمامہ فیہا قلت وبہ عرف جواب حادثہ حلف بالطلاق ان اولاد زوجتہ لا یطلعون من بیتہ فطلع واحد منہم اور اگر اس قول میں کہ واللہ میں تم سے کلام نہیں کروں گا اور روٹی نہ کھاؤں گا تو حانث ہوگا مگر سب کے کلام سے اور سب روٹی کے کھانے سے زیادہ بیان کیا ہے اشباہ میں مگر اس وقت بعض روٹی کھانے سے حانث ہوگا جب تمام روٹی کا کھانا مجلس واحد میں متصور نہ ہو یا قسم کھائے کہ کلام نہ کرے گا فلانے اور فلانے سے اور نیت کی دو میں سے ایک کی یا یوں قسم کھائی کہ مثلاً زید کے بھائیوں سے نہ بولے گا اور زید کا ایک ہی بھائی ہے تو اس وقت میں ایک ہی شخص کے بولنے سے حانث ہوگا اور پورا بیان اس کا اشباہ میں ہے شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ اس سے معلوم ہو گیا اس واقعہ کا جواب کہ ایک شخص نے طلاق زوجہ کی قسم کھائی اگر اس کے زوجہ کی اولاد اس کے گھر کو جھانکیں سو زوجہ کی اولاد سے ایک داخل نے زوج کے گھر کو جھانکا تو زوج حانث نہ ہوگا یعنی طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ اولاد لفظ جمع ہے بدون الف اور لام کے اور اقل مرتبہ جمع کا تین ہیں کذا فی حاشیۃ الحلبی عن البحر کل حل او حلال اللہ او حلال المسلمین علی حرام زاد الکمال او الحرام یلزمنی ونحوہ فہو علی الطعام والشراب ولکن الفتوی فی زماننا علی انہ تبین امرانہ بتطلیقۃ ولو لاکثرین جمیعا بلا نیۃ وان نوی ثلثا فثلث وان قال لم انو طلاقا لم یصدق قضاء لغلبۃ الاستعمال ولذا لا یحلف بہ الا الرجال ظہیریہ کہا ایک شخص نے یہ سب حلال مجھ پر حرام ہے یا یوں کہا کہ حلال اللہ کا یا حلال مسلمین مجھ پر حرام ہے کمال الدین نے اتنا اور بھی زیادہ کیا ہے کہ یا حرام مجھ کو لازم ہو گیا اور مانند اس قول کے تو ظاہر مذہب میں تحریم حلال کے کھانے یا پینے پر محمول ہے تو بعد اس قول کے حانث نہ ہوگا مگر اکل اور شرب سے لیکن ہمارے زمانہ میں فتوی اس پر ہے کہ قائل کی عورت بائن ہو جاوے گی ایک طلاق سے اور اگر اس کی زوجات ایک سے زیادہ ہوں تو سب ایک ایک طلاق سے بائن ہو جاویں گی بلا نیت اور اگر اس کلام سے تین طلاق کی نیت کرے گا تو تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر وہ کہے گا کہ تحریم حلال سے میں نے طلاق کی نیت نہیں کی تو دیانۃً اس کی تصدیق ہوگی اور قضاءً تصدق نہ ہوگی بسبب غالب ہونے استعمال تحریم حلال کو طلاق میں ولہذا اس لفظ سے قسم نہیں کھاتے عرف میں مگر مرد نہ عورتیں کذا فی البحر عن الخلاصۃ وان لم تکن لہ امرأۃ وقت الیمین سواء نکح بعدہ او لا یمین فیکفر بالکفارۃ او شربہ لو یمینہ علی ان ولو باللہ علی ماض فموس او لغو ولو کانت لہ امرأۃ وقتہا فبانت بلا عدۃ فاکل فلا کفارۃ لانعدامہا الطلاق وقد مر فی الایلاء اور اگر اس کی عورت ہو یمین کے وقت خواہ اس نے بعد یمین کے نکاح کیا ہو یا نہ کیا ہو تو اس وقت میں تحریم حلال کی طلاق نہ ہوگی بلکہ یمین ہوگی تو کفارہ دے دے اپنے اکل اور شرب سے اگر یمین اس کی استقبال پر ہو اور اگر یمین اللہ جلشانہ کے نام پاک سے ہو ماضی پر اس طرح کہ اگر واللہ میں نے ایسا کیا ہو تو حلال اللہ کا مجھ پر حرام ہے تو یمین غموس ہے

Marfat.com

چھوٹی قسم ہو یا یمین لغو ہے اگر اس کو صدق کا ظن ہو اور اس کی ایک عورت ہو یمین کے وقت پھر وہ بائن ہو گئی بدون عدت کے یعنی غیر
ورنہ تھی سو بعد یمین کے وہ مطلقہ ہوئی پھر اس نے کچھ کھایا پیا تو اس اکل اور شرب سے اس پر کفارہ نہ لازم ہوگا بسبب پھر جانے یمین کے
اق کی طرف بسبب عورت ہونے کے سو اب اکل اور شرب کے واسطے نہیں ہو سکتی اور مسئلہ تحریم حلال کا باب الایلاء میں مذکور ہو چکا **فائدہ**
ر یہ بعد مسائل یمین کے اب مصنف مسائل نذر کو مذکور کرے گا وجہ مناسبت یمین اور نذر کی یہ ہے کہ نفس وجوب میں دونوں مشترک
ں اس واسطے کہ نذر عبادت ہے ایجاب مباح سے کذا فی المنح یعنی عبادات غیر واجبہ کو اپنے اوپر واجب کر لینا نسائی نے عمران بن حصین سے روایت
کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نذر دو قسم ہے سو جس شخص کی نذر اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت میں ہو تو وہ اللہ کے واسطے ہے اور
ں میں نذر کا ادا کرنا لازم ہے اور جس شخص کی نذر اللہ تعالیٰ کی معصیت اور گناہ میں ہو وہ نذر شیطان کے واسطے ہے اس کا ادا کرنا یعنی منت کا اتارنا
زم نہیں اور اس میں کفارہ دے دے جو یمین کا کفارہ ہے اور علامہ شیخ قاسم نے شرح درالبحار میں مصرح بیان کیا ہے کہ یہ جو اکثر عوام الناس نذر
تے ہیں اس طرح کہ بعضے اولیاء اللہ کی قبروں پر جاتے ہیں یوں کہتے ہوئے کہ یا حضرت فلانے ہمارا غائب آدمی وطن میں پھر آوے یا بیمار ہمارا
چا ہو جاوے یا مراد ہماری بر آوے تو آپ کے واسطے اتنا سونا یا چاندی یا اس قدر کھانا یا چراغان کے واسطے اتنا تیل یا موم نذر کریں گے تو یہ نذر اور
ت باتفاق فقہاء باجماع علما باطل ہے بچند دلیل اول یہ کہ نذر مخلوق کے واسطے جائز نہیں یعنی نذر مخصوص بخدائے علیم و قادر ہے اور دوسری دلیل
لان کی یہ ہے کہ جن کی نذر مانی وہ میت ہیں اور میت کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا اور تیسری دلیل یہ ہے کہ ایسی نذر کرنے والوں کے گمان میں یہ ہے کہ سوائے
دا کے میت بھی قادر ہے عالم میں کچھ اس کا تصرف بھی جاری ہے اور یہ اعتقاد کفر ہے ہاں اگر یوں کہے کہ یا اللہ میں تیری نظر مانی کہ اگر تو نے میرے
مار کو شفا دی مثلاً تو میں فلانی درگاہ کے فقیروں کو کھانا کھلاؤں گا یا دراہم دوں گا ایسی چیزوں کا ذکر کرے جن میں محتاجوں کا فائدہ ہو اور ذکر
ی کا فقط اتنے واسطے ہے کہ وہ محل صرف ہے نذر کا یعنی نذر خالص اللہ ہی کے واسطے ہے تو اس طرح البتہ نذر جائز ہے جب یہ معلوم ہوا کہ یہ جو
دراہم اور موم اور تیل اور مانند اس کے اولیا کی قبروں پر لے جاتے اولیا سے قربت اور نزدیکی حاصل کرنے کو سو یہ باجماع مسلمین حرام ہے جب تک
یاں کے زندہ محتاجوں پر صرف کرنا مقصود نہ ہو یہ قول واحد ہے اس میں فقہاء کا اختلاف نہیں انتہی ملخصا اور البتہ اس بلا میں لوگ مبتلا ہیں خصوصاً
شیخ احمد بدوی کے مولد میں کذا فی النہر الفائق فی کتاب الصوم م جب یہ روایت اجماعی فقہاء دین کی دریافت ہوئی تو مثل آفتاب کے روشن ہو گیا
ہ یہ جو اکثر نذر اور نیاز اولیاء اللہ کی قبور پر یا حسین رضی اللہ عنہا کے ضرائح مجعولہ پر جن کو عوام تعزیہ کہتے ہیں ہندوستان میں علی العموم رائج ہے سو
سراسر باطل اور گمراہی ہے حق تعالیٰ بادشاہ اسلام کو قائم کرے کہ ان گمراہیوں کو مٹا دے اور علماء دین کو توفیق دے کہ خوف عوام سے اس کے
بطلان کے بیان میں چشم پوشی نہ کریں اور تاویلات واہیہ کر کے اس کا جواز عوام کو نہ سکھا دیں **آبین ومن نذر نذرا مطلقا او معلقا بشرط**
وکان من جنسہ واجب ای فرض کما سیصرح بہ تبعا للبحر والدرر وہو **عبادۃ مقصودۃ** خرج الوضوء وتکفین المیت وجد الشرط المعلق بہ لزم
الناذر الحدیث من نذر وسمی فعلیہ الوفاء بما سمی اور جس نے نذر مانی خواہ نذر مطلق ہو یا معلق ہو کسی شرط پر اور ہم جنس نذر کے کوئی واجب ہو
مراد واجب سے یہاں فرض ہے چنانچہ مصنف اس کو خود تصریح کرے گا باتباع صاحب بحر اور درر کے اور وہ واجب عبادت مقصود بھی ہو تو عبادت
مقصود کی قید سے وضو اور تکفین میت کی نکل گئی اس واسطے کہ وضو اگرچہ عبادت ہے لیکن عبادت مقصود نہیں بلکہ شرط ہے واسطے صحت صلوٰۃ
کے اور شرط معلق علیہ پائی جاوے تو وہ نذر لازم الادا ہو گی نذر کرنے والے پر اس حدیث کی دلیل سے کہ جو نذر کرے اور معین کر دے تو
اس پر ادا کرنا معین چیز کا لازم ہے م یہ حدیث غریب ہے لیکن لزوم منذور کا قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے اس خاص حدیث

Marfat.com

پر موقوف نہیں حق تعالیٰ نے فرمایا (والیوفوا نذورہم) یعنی چاہیے کہ اپنی نذروں کو پورا کریں اور ایفاء نذر میں بہت احادیث ہیں منجملہ ان کے ایک یہ حدیث مرفوع ہے صحیح بخاری کی عائشہ صدیقہ کی روایت ہے کہ جو نذر مانے خدا کی اطاعت کرنے کی تو چاہیے کہ اطاعت کرے اور جو نذر کرے خدا کی معصیت کرنے کی تو وہ معصیت نہ کرے اور اجماع کے ذکر کی کچھ حاجت نہیں کذا فی فتح القدیر نذر مطلق یہ ہے کہ شرط پر معلق نہ ہو چنانچہ یوں کہنا کہ خدا کے واسطے مجھ پر ایک مہینہ کا صوم یا حج ہے یا صدقہ یا دو رکعت نماز اور نذر معلق یہ کہ کسی شرط پر تعلیق ہو نذر کی چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میرا بیمار صحت پاوے یا منہ برسے یا لڑکا پیدا ہو تو صوم یا صدقہ یا حج مجھ پر لازم ہے **کصوم وصلوٰۃ وصدقۃ ووقف واعتکاف** واعتاق رقبۃ وحج ولو ماشیا فانہا عبادات مقصودۃ ومن جنسہا واجب لوجوب العتق فی الکفارۃ والمشی للحج علی القادر من اہل مکۃ والقعدۃ الاخیرۃ فی الصلوٰۃ وہی لبث کالاعتکاف ووقف مسجد المسلمین واجب علی الامام من بیت المال والا فعلی المسلمین فتح چنانچہ صوم اور صلوٰۃ اور صدقہ اور وقف اور اعتکاف اور آزاد کرنا۔ اور حج اگرچہ پاپیادہ نذر مانا ہو تو بھی نذر صحیح ہے اس واسطے کہ امور مذکورہ عبادات مقصودہ ہیں اور اس کی ہم جنس واجب بھی ہے اس واسطے کہ وجوب عتق کا کفارہ ظہار اور یمین میں ہے اور پیدل چلنا حج کے واسطے اہل مکہ پر واجب ہے بشرط قدرت اور قعدہ اخیرہ نماز میں واجب ہے اور قعدہ عبارت ہے یک جا ٹھہرنے سے مانند اعتکاف[1] کے اور وقف کرنا مسجد کا مسلمانوں کے واسطے واجب ہے بادشاہ کا بیت المال سے اور اگر بیت المال نہ ہو تو مسلمانوں پر وقف مسجد کا واجب ہے کذا فی فتح القدیر م شارح نے وجوب صوم اور صلوٰۃ اور صدقہ کا نہ بیان کیا اس لیے کہ وجوب صوم رمضان اور نماز پنج گانہ اور زکوٰۃ کا ظاہر تھا لہذا غیر ظاہر کے بیان وجوب پر اکتفا کی **ولم یلزم الناذر ما لیس من جنسہ فرض کعیادۃ مریض وتشییع جنازۃ ودخول مسجد** ولو مسجد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم او الاقصیٰ لانہ لیس من جنسہا فرض مقصود وہذا ہو الضابط کما فی الدرر اور ادا کرنا لازم نہیں نذر کرنے والے پر اس قسم کی نذر کا جس کی ہم جنس شرع میں کوئی فرض نہیں چنانچہ عیادت بیمار کی اور جنازہ کے ساتھ چلنا اور مسجد میں داخل ہونا اگرچہ مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو یا مسجد اقصیٰ ہو یعنی اگر کوئی نذر مانے عیادت مریض یا مشایعت جنازہ یا دخول مسجد کی تو اس کا ادا کرنا ناذر پر لازم نہ ہوگا اگرچہ یہ امور عبادت ہیں لیکن مجانس ان کی کوئی فرض مقصود بالذات نہیں اور یہی قاعدہ کلیہ ہے لزوم اور عدم لزوم نذر میں کذا فی الدرر م اگر کوئی کہے کہ حج میں طواف الزیارۃ فرض ہے اور وہ بدون داخل ہونے مسجد الحرام کے نہیں ہوتا اس کا جواب یہ ہے کہ طواف فرض ہے نہ دخول تو دخول مقصود بالذات عبادت نہ ٹھہرا بلکہ واسطے ادائے طواف کے چنانچہ وضو واسطے نماز کے اور اسی طرح پل اور خانقاہ اور سرائے اور پانی کی سبیل رکھنے کی نذر اگر مانے گا تو لازم نہ ہوگی اس واسطے کہ ان کی جنس کا کوئی شرع میں فرض نہیں کذا فی المنح **وفی البحر شرائط خمس فزاد ان لا یکون معصیۃ لذاتہ فصح نذر صوم یوم النحر لانہ لغیرہ وان لا یکون واجبا علیہ قبل النذر فلو نذر حجۃ الاسلام لم یلزمہ شیء غیرہا وان لا یکون ما التزمہ اکثر مما یملکہ او ملکا لغیرہ فلو نذر التصدق بالف ولا یملک الا مائۃ لزمہ المائۃ فقط خلاصہ انتہی** اور بحر الرائق میں ہے کہ شرائط لازم ہونے نذر کی پانچ ہیں سو مصنف نے دو شرطوں پر تیسری شرط یہ زیادہ کی ہے کہ وہ معصیت بالذات نہ ہو تو صحیح ہے نذر یوم النحر کے صوم کی اس واسطے کہ صوم عید قربانی کا معصیت بالغیر ہے یعنی اس واسطے ممنوع ہے صوم عید الضحیٰ کا کہ ضیافت ربانی کا دن ہے اور اگر معصیت بالذات کی نذر کرے گا تو صحیح نہ ہوگی اور کفارہ لازم آوے گا کذا فی حاشیۃ الحلبی عن الظہیریۃ اور چوتھی شرط نذر کی یہ ہے کہ وہ چیز اس پر واجب نہ ہو قبل نذر کے تو اگر فرض حج کی نذر کرے گا تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا سوائے فرض حج کے اور پانچویں شرط نذر کی یہ ہے کہ وہ چیز زیادہ نہ ہو اس مال سے جس قدر کا کہ وہ مالک ہے

[1] اعتکاف نام ہے مسجد میں ٹھہرنے کا اس لیے مسجد میں ٹھہرنے کا وجوب قعدہ اخیرہ کو کمثل قرار دے کر بیان کیا ہے۔

Marfat.com

زیادہ چیز غیر کی مملوک نہ ہو سو اگر نذر مانے ہزار درم کے خیرات کی اور حالانکہ وہ مالک نہیں مگر سو درم کا تو اس پر فقط سو درم لازم ہوں گے نہ
زیادہ کذا فی الخلاصہ انتہی کلام البحر خلاصہ یہ ہے کہ نذر کی شرطیں پانچ ہیں کہ بدون ان کے نذر صحیح نہیں شرط اول یہ ہے کہ اس کی جنس کا فرض
ہو یعنی منذور کے فرائض شرعیہ میں اصل ثابت ہو دوسرے یہ کہ عبادت مقصودہ ہو تیسرے یہ کہ وہ بالذات معصیت نہ ہو چوتھے یہ کہ منذور
اس پر واجب نہ ہو قبل نذر کے پانچویں یہ کہ منذور نادر کی ملک سے زیادہ نہ ہو اور غیر کا مملوک نہ ہو قلت ویزاد ما فی زواہر الجواہر وان لا یکون مستحیل الکون
ولو نذر صوم امس او اعتکافہ لم یصح نذرہ وفی القنیۃ نذر التصدق علی الاغنیاء لم یصح مالم ینو ابناء السبیل شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں اور بحرائق کی
شرائط خمسہ نذر پر وہ شرط اور زیادہ کی گئی ہے جو زواہر الجواہر میں ہے یہ ہے کہ منذور مستحیل الوجود نہ ہو تو اگر کل یعنی یوم گذشتہ کا صوم یا اعتکاف کی
نذر کی تو یہ نذر صحیح نہیں کہ ممکن الوجود نہیں اور قنیہ میں ہے کہ نذر کی اغنیاء پر خیرات کرنے کی تو صحیح نہیں جب تک اغنیاء مسافرین کی نیت نہ
کرے اس واسطے کہ غنی پر صرف کرنا نذر کا جائز نہیں مصرف نذر کا فقراء اور مساکین ہیں نہ اغنیاء م یہ جو ہندوستان میں رواج ہے کہ نذر اللہ
کا کھانا یا شیرینی سب کو کھلاتے ہیں غنی کو بھی اور محتاج کو بھی سو خلاف شرع ہے غنی کے کھلانے سے نذر ادا نہیں ہوتی تو اس کا اعادہ لازم
ہے اور جیسے نذر کا دینا غنی کو جائز نہیں ویسے ہی سید کو بھی جائز نہیں مانند زکوۃ کے غنی سے مراد یہاں وہ ہے جو صاحب نصاب ہو یعنی جس کو ستاون
روپیہ کا مقدور ہو خواہ اس قدر نقد ہو یا جنس چنانچہ باغ یا زمین یا رہنے کے سوا دوسری حویلی اتنی مالیت کی ہو کذا فی کتب الفقہ ولو نذر التسبیحات
دبر الصلوۃ لم تلزمہ اور اگر زید کی تسبیحات کی بعد نماز کے تو یہ نذر لازم نہیں اس واسطے کہ سبحان اللہ کہنا فرض نہیں ولو نذر ان یصلی علی النبی صلعم
کل یوم کذا لزمہ وقیل لا اور اگر نذر مانے اتنا درود یعنی سو یا ہزار بار ہر روز پڑھا کروں گا تو یہ نذر اس کو لازم الادا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ
لازم نہیں م لزوم نذر کی یہ وجہ ہے کہ اگرچہ نماز میں درود پڑھنا فرض نہیں لیکن تمام عمر میں ایک بار درود پڑھنا فرض ہے چنانچہ کتاب الصلوۃ
میں مذکور ہو چکا تو درود کی نذر کرنا صحیح ہوگا کہ اس کی ہمجنس کی فرضیت ثابت ہے اور قول ثانی کی شاہد وجہ یہ ہے کہ فرضیت درود کی قطعی نہیں
واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الحلبی ثم ان المعلق فیہ تفصیل فان علقہ بشرط یریدہ کان قدم غائبی او شفی مریضی یوفی وجوبا وان وجد الشرط وان
علقہ بما لم یردہ کان زنیت بفلانۃ مثلا فحنث دنی بنذرہ او کفر لیمینہ علی المذہب لانہ نذر بظاہرہ یمین بمعناہ فیجیز ضرورۃ بعد اس کے
دریافت کرنا چاہیے کہ نذر معلق کے حکم میں تفصیل ہے سو اگر نذر کو معلق کیا ایسی شرط پر جس کی اس کو خواہش ہے چنانچہ یوں کہا کہ اگر میرا غائب
شخص آوے یا میرا مریض چنگا ہو تو مجھ پر صدقہ واجب ہے تو نذر کو پورا کرے بنا بر وجوب کے اگر شرط پائی جاوے یعنی اگر غائب آوے یا بیمار چنگا
ہو تو صدقہ دینا واجب ہے نہ کفارہ یمین کا اور اگر نذر کو معلق کیا اس شرط پر جس کی اس کو خواہش نہیں چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میں فلانی عورت
سے زنا کروں مثلاً تو مجھ پر صدقہ لازم ہے پھر وہ حانث ہوا یعنی اس عورت سے زنا نہ کیا تو چاہے اپنی نذر کو پورا کرے چاہے صدقہ دیوے یا کفارہ دے
اپنی اس قسم کا بنا بر مذہب صحیح مفتی بہ کے ایفاء نذر اور کفارہ دینے کا اس واسطے اختیار ہوا کہ یہ قول ظاہر میں نذر ہے اور باطن میں یمین تو بضرورۃ
ایفائے نذر یا کفارہ دینے میں اس کو اختیار ہوگا م وجہ یمین ہونے اس قول کی یہ ہے کہ جب اس نے منذور کو مثلاً صدقہ کو اس شرط پر معلق
کیا جس کی اس کو خواہش نہیں مثلاً زنا پر تو معلوم ہوا کہ منذور اس کو مطلوب نہیں اس واسطے کہ اس کو مانع قرار دیا اس شرط کے فعل سے مانند
دخول دار اور کلام زید کے اور یہی حقیقت ہے یمین کی یعنی منع نفس لیکن چونکہ بظاہر یہ قول نذر ہے لہذا اس کو اختیار حاصل ہوا ایفائے نذر اور

ف شرط نذر ۱۲ ؎ اس جملہ کا مطلب صاف نہیں مترجم کو شایان تھا کہ واضح کر کے لکھتا مطلب یہ ہے کہ عدم خواہش کی چیز کے کرنے کو شرط منذور کی ٹھہرایا
جیسے دخول دار کو شرط کیا کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ شرط مذکور سے منع نفس منظور ہے جو حقیقت ہے یمین کی ۱۲

Marfat.com

کفارہ دینے میں بموجب دونوں وجہ کے بخلاف اس شرط کی تعلیق کے جس کی ناذر کو خواہش ہے کہ بعد وجود شرط کے وہ معلق بمعنی منجز کے ہے لہذا نذر معلق مذکور نذر منجز کے حکم میں مندرج ہوگئی یعنی وجوب الیفائے نذر میں کذا فی حاشیۃ الحلبی عن البحر اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ نذر مطلق اور نذر معلق میں مطلقا الیفائے نذر واجب ہے نہ کفارہ اور مجموع النوازل میں منقول ہے کہ امام اعظم نے ظاہر مذہب سے نذر معلق میں تفصیل مذکور کی طرف رجوع کیا اور یہی قول سرخسی اور شہید کا مختار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور وجہ اس تفصیل کی حدیث صحیح مسلم کی ہے کہ کفارہ نذر کا وہی کفارہ ہے یمین کا کذا فی النہر الفائق نذر مکلف **لعتق رقبۃ فی ملکہ ادنی بہ والا اثم بترکہ لا یدخل تحت الحکم فلا یجبرہ القاضی** نذر کی مکلف نے گردن آزاد کرنے کی اپنی ملک میں یعنی یوں کہا کہ خدا کے واسطے مجھ کو آزاد کرنا اس غلام کا لازم ہوا اور حالانکہ وہ غلام اس کا مملوک ہے تو اس نذر کو پورا کرے اور اگر پورا نہ کرے گا تو گناہ گار ہوگا ترک اعتاق سے اور یہ امر حکومت کے نیچے داخل نہیں تو اس پر قاضی جبر نہ کرے اعتاق کے واسطے **نذر ان یذبح ولدہ فعلیہ شاۃ** لقصۃ الخلیل علیہ الصلوۃ والسلام والناہ الثانی والشافعی لقدرہ بقتلہ نذر کی ایک شخص نے کہ اپنے ولد کو ذبح کرے گا تو اس پر بھیڑ یا بکری لازم ہے بدلیل قصہ ابراہیم خلیل علیہ الصلوۃ والسلام کہ وہ ذبح فرزند پر مستعد ہوئے تھے بموجب روایت منامی کے سو حق تعالیٰ نے ان کا بدلہ دنبہ قرار دیا چونکہ شریعت انبیاء سابقین بشرط عدم نسخ واجب العمل ہے لہذا امام اعظم اور محمدؒ نے ذبح فرزند کی نذر میں بھیڑ یا بکری تجویز کی اور ابو یوسف اور شافعی نے اس نذر کو لغو کہا ہے اس واسطے کہ معصیت کی نذر ہے کذا فی المنح جیسے اپنے فرزند کے قتل کی نذر جائز نہیں بالاتفاق اس واسطے کہ معصیت ہے اور قصہ خلیل علیہ السلام میں ذبح وارد ہے نہ قتل کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **ولغا لو کان یذبح نفسہ او عبدہ او جب محمد الشاۃ ولو یذبح ابنہ او جدہ او امہ لغا** اجماعا لانہم لیسوا کسبہ اور لغو ہے اگر اپنے ذبح کرنے کی نذر کی ہو یا اپنے غلام کی اور محمدؒ نے ذبح نفس اور ذبح غلام میں بکری واجب کی ہے اور اگر اپنے باپ یا دادا یا ماں کی ذبح کی نذر مانی تو بالاجماع لغو ہے اس واسطے کہ انسان کے اصول اس کے کسب نہیں بخلاف ولد کے کہ وہ کسب ہے انسان کا چنانچہ حدیث صحیح میں وارد ہے کذا فی المنح **ولو قال ان برئت من مرضی ہذا ونجت شاۃ او علی شاۃ اذبحہا فبرأ لزمہ شئ** لان الذبح لیس من جنسہ فرض بل واجب کالاضحیۃ فلا یصح اور اگر یوں کہا کہ اگر میں چنگا ہوگیا اپنے اس مرض سے تو میں بکری ذبح کروں گا یا مجھ پر بکری لازم ہے کہ اس کو ذبح کروں گا پھر وہ چنگا ہوگیا تو اس پر کچھ لازم نہیں اس واسطے کہ ہم جنس ذبح کوئی فرض نہیں بلکہ ذبح واجب ہے چنانچہ قربانی تو یہ نذر صحیح نہیں اس واسطے کہ مذکور ہوچکا شرائط صحت نذر سے یہ ہے کہ اس کی ہم جنس فرض ہو نہ واجب **الا اذا زاد والتصدق بثمنہا فیلزمہ** لان الصدقۃ من جنسہا فرض وہی الزکوۃ فتح و بحر فلی متن الدرر تناقض منح مگر جب ذبح کرنے کی نذر میں اتنا زیادہ کہے کہ اس کے گوشت کو خیرات کروں گا تو اب یہ نذر لازم ہوجاوے گی اس واسطے کہ ہم جنس تصدق فرض ہے یعنی زکوۃ از قسم صدقات ہے کذا فی الفتح والبحر تو معلوم ہوا کہ درر کے متن میں تناقض ہے کذا فی المنح ع م منح الغفار میں کہا کہ ملا خسرو نے درر غرر میں کہا کہ اگر ایک شخص بولا کہ اگر میں چنگا ہوگیا اپنے مرض سے تو بکری ذبح کروں گا تو اس پر کچھ لازم نہیں مگر جب یوں کہے للہ علی ان اذبحہا، یعنی خدا کے واسطے ذبح کرنا بکری کا مجھ پر لازم اس واسطے کہ لزوم نہیں ہوتا مگر نذر سے اور صیغہ نذر کا قول ثانی میں ہے نہ اول میں انتہی کلامہ حالانکہ شرط نذر دوسری صورت میں بھی حاصل نہیں یعنی ہم جنس ذبح کوئی فرض نہیں چنانچہ خود صاحب درر نے اس کو مصرح بیان کیا ہے تو اس کے کلام میں تناقض ہوا انتہی مضمون المنح طحطاوی نے کہا درر کی عبارت میں فی الواقع تناقض نہیں اس واسطے کہ فتاوے عالمگیری میں قاضیخان سے منقول ہے

سلہ ایک شخص نے کہا اگر میں اپنے مرض سے اچھا ہوں گا تو ایک بکری ذبح کرونگا پھر وہ اچھا ہوگیا تو اس کو کچھ لازم نہیں مگر یہ کہ یوں کہے کہ اگر میں اچھا ہوں گا تو اللہ کے واسطے مجھ پر واجب ہے کہ ایک بکری ذبح کروں ۱۲ ؎

Marfat.com

قال ان برت من مرضی ہذا ذبحت شاۃ فبرا لایلزمہ شئی الا ان یقول ان برت فلک علی ان اذبح شاۃ انتہی، تو اس سے معلوم ہوا کہ ذبح کی نذر بہ تصریح صیغہ نذر لازم ہے اگرچہ ہم جنس نذر یعنی اضحیہ واجب ہے نہ فرض ثابت ہوا کہ وجوب سے مراد وجوب حقیقی ہے جو مصطلح ہے فقہا کا اور یہ جو صاحب درر نے کہا کہ جب منذور کی اصل فروض میں ہوگی تب نذر لازم ہوگی سو فرض سے مراد یہاں وہ ہے جو واجب کو بھی شامل ہے انتہی قول الطحطاوی ملخصا خلاصہ یہ ہے کہ شرط لزوم نذر یہ ہے کہ اس کے ہم جنس واجب ہو اور فرض ہونے میں بطریق اولی نذر لازم ہوگی تو فرضیت کو شرط لزوم قرار دینا گمان ہے مصنف اور شارح کا **ولو قال للہ علی ان اذبح جزورا واتصدق بلحمہ فذبح مکانہ سبع شیاہ جاز** کذا فی مجموع النوازل ووجہہ لا یخفی اور اگر کہا خدا کے واسطے مجھ پر لازم ہے ذبح کرنا اونٹ کا اور تصدق کرنا اس کے گوشت کا پھر اس نے اونٹ کے عوض سات بکریاں ذبح کیں تو جائز ہے کذا فی مجموع النوازل اور وجہ اسکی مخفی نہیں یعنی قربانی اور ہدی میں ایک اونٹ سات بکریوں کے برابر ہے وفی القنیۃ ان ذہبت ہذہ العلۃ فعلی کذا فذہبت ثم عادت لا یلزمہ شئی اور قنیہ میں ہے کہ ایک شخص نے یوں کہا کہ اگر میری یہ بیماری جاتی رہی تو مجھ پر فلانی چیز لازم ہے سو وہ بیماری جاتی رہی بعد اس کے پھر آئی تو اس پر ادائے نذر لازم نہیں اس واسطے کہ مقصود زوال علت تھا اس طرح پر کہ عود نہ کرے سو حاصل نہ ہوا **نذر لفقراء مکۃ جاز الصرف الی فقراء غیرہا** کما تقرر فی کتاب الصوم ان النذر غیر المعلق لا یختص بشئی نذر مانی فقرائے مکہ معظمہ کے واسطے تو جائز ہے صرف کرنا فقراء غیر مکہ کی طرف اس واسطے کہ کتاب الصوم میں ثابت ہو چکا ہے کہ نذر غیر معلق کسی چیز سے نہیں یعنی خصوصیت فقیر اور درہم اور مکان اور زمان کی اس میں نہیں اس واسطے کہ مقصود دفع حاجت فقیر ہے تو خصوصیت مکان کو اس میں دخل نہیں کذا فی المنح **نذر ان یتصدق بعشرۃ دراہم من الخبز فتصدق بغیرہ جاز ان ساوی** العشر کتصدقہ بثمنہ نذر کی یہ کہ دس درہم کی روٹیاں تصدق کرے گا سو اس نے روٹیوں کے سوائے اور کھانا تصدق کیا مثلاً گوشت اور چاول تو جائز ہے اگر قیمت میں دونوں برابر ہوں جیسے روٹیوں کی قیمت کا خیرات دینا جائز ہے اس واسطے کہ مقصود اصلی دفع حاجت فقیر ہے طعام کی کچھ خصوصیت نہیں اور قیمت دینا زیادہ تر نافع ہے فقیر کو کذا فی المنح **نذر صوم شہر معین لزمہ متتابعا لکن ان افطر فیہ یوما قضاہ** وحدہ وان قال متتابعا **بلا لزوم استقبال** لانہ معین نذر کی معین مہینے کے صوم کی تو اس پر پے در پے روزہ رکھنا لازم ہوگا لیکن اگر اس مہینے میں ایک دن روزہ نہ رکھے گا تو فقط اسی دن کی قضا کرے اگرچہ اس نے برابر روزہ رکھنے کو کہا ہو تو بھی ایک ہی دن کی قضا کرے بدون لزوم استقبال کے یعنی ایک دن کے ترک صوم سے اس پر سرے سے روزہ رکھنا لازم نہیں اس واسطے کہ مہینہ معین ہے استقبال اس میں متصور نہیں ولو نذر صوم الابد کل لعذر فدی اور اگر نذر کی ہمیشہ کے صوم کی پھر اس نے عذر سے کھایا تو فدیہ دے م قید عذر کی اتفاقی ہے اگر بلا عذر کھاوے گا تو بھی فدیہ لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی **نذر ان یتصدق بالف من مالہ وہو یملک دونہا لزمہ ما یملک منہا فقط** وہو المختار لانہ فیما لم یملک لم یوجد النذر فی الملک ولا مضافا الی سببہ فلم یصح نذر کی ہزار تصدق کرنے کی اپنے مال سے اور حالانکہ وہ ہزار سے کم تر کا مالک ہے مثلاً چار سو کا تو اس پر فقط اسی قدر کی نذر لازم ہوگی جس قدر کا کہ وہ مالک ہے یعنی چار سو کا مثلاً یہی قول مختار ہے اس واسطے کہ غیر مملوک میں نذر نہ پائی گئی ملک میں اور نہ مضاف الی سبب الملک میں تو صحیح نہ ہوگی کما لو قال **مالی فی المساکین صدقۃ ولا مال لہ لم یصح اتفاقا** چنانچہ اگر یوں کہا کہ میرا مال فقیروں میں صدقہ ہے اور حالانکہ اس کا کچھ مال نہیں تو یہ نذر صحیح نہیں بالاتفاق بسبب عدم ملک اور عدم اضافت کے طحطاوی نے کہا کہ عدم مال کی قید اتفاقی ہے اس واسطے کہ اگر مال بھی ہوگا تو بھی اس پر کوئی چیز لازم نہیں اس واسطے کہ قول مذکور میں نذر کا صیغہ نہیں **نذر التصدق بہذہ المائۃ یوم کذا علی زید فتصدق بمائۃ اخری قبلہ** ای قبل ذلک الیوم **علی فقیر آخر جاز** لما تقرر فیما مر نذر کی ان سو درموں کے خیرات کی فلانے دن زید پر سو اس نے اور سو درم کو اس

Marfat.com

دن سے پہلے دوسرے فقیر کو خیرات دیا تو جائز ہے اس واسطے کہ ثابت ہو چکا سابق میں کہ نذر غیر معلق میں کسی چیز کی خصوصیت نہیں نہ فقیر کی نہ درم کی نہ وقت کی **قال علی نذر لم یزد علیہ ولا نیۃ لہ فعلیہ کفارۃ یمین** کہا کہ مجھ پر نذر واجب ہے اور اس پر کوئی لفظ زیادہ نہ بولا اور صوم اور صدقہ کی کچھ نیت بھی نہ کی تو اس کی کفارہ یمین کا لازم ہے **ولو نوی صیام بلا عدد لزمہ ثلثۃ ایام** اور اگر قول مذکور میں صوم کی نیت بلا عدد معین کی تو اس پر تین دن کا روزہ لازم ہے اس واسطے کہ ایجاب عبد کا حق تعالیٰ کے ایجاب پر معتبر ہے اور صوم واجب کا فدیہ تین دن کا روزہ ہے کفارہ یمین میں **ولو صدقۃ فالطعام عشرۃ مساکین** کا لفطرۃ اور اگر قول مذکور میں صدقہ کی نیت کی بلا تعیین تو دس فقیروں کا کھانا دینا لازم ہے مانند صدقہ فطر کے اس واسطے کہ کفارہ یمین میں اسی قدر الطعام واجب ہے کذا فی الطحطاوی **فلو نذر ثلثین حجۃ لزمہ لقدر عمرہ** اور اگر نذر کی تیس حج کی تو اس پر بقدر اس کی عمر کے حج کرنا لازم ہے تو اگر قبل تیس برس کے مر گیا تو باقی کی وصیت اس پر لازم نہیں **وصل بحلفہ ان شاء اللہ لطل بمینہ** ملایا اپنی قسم سے انشاء اللہ کو یعنی یوں کہا کہ واللہ میں زید سے نہ بولوں گا انشاء اللہ تو اس کی قسم باطل ہو گئی یعنی زید کے تکلم سے حانث نہ ہو گا چنانچہ اس کی تفصیل کتاب الطلاق کے باب التعلیق میں مذکور ہو چکی اور اگر انشاء اللہ کو بعد قسم کے منفصل کہا تو یہ استثنا مبطل یمین وغیرہ کا نہیں اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ مذہب ہے کہ استثنائے منفصل بھی مبطل ہے **م** مناسب مقام یہ حکایت لطیفہ ہے کہ محمد بن اسحاق صاحب مغازی منصور دوانقی خلیفہ عباسی کے پاس اپنی کتاب المغازی کو پڑھتے تھے اور امام اعظم بھی وہاں موجود تھے سو محمد بن اسحاق نے خلیفہ سے کہا کہ یہ شیخ یعنی امام اعظم خلیفہ کے جد کی مخالفت کرتا ہے استثنائے منفصل میں خلیفہ نے امام سے کہا کہ تمہارا یہ رتبہ ہوا کہ ہمارے جد کی مخالفت کرتے ہو امام اعظم نے کہا یہ شخص یعنی محمد بن اسحاق خلیفہ کی سلطنت مٹانا چاہتا ہے اس واسطے کہ جب استثناء منفصل جائز ہوا تو آپ کے عہد خلافت کو سلام ہے اس لیے کہ لوگ تم سے خلافت کی بیعت کریں گے اور اطاعت کی قسم کھا دیں گے پھر باہر نکل کر انشاء اللہ کہیں گے اور آپ کی مخالفت کریں گے حانث نہ ہوں گے تو خلیفہ نے کہا کیا خوب تم نے کہا اور محمد بن اسحاق کو ناخوش ہو کر اپنے پاس سے اٹھا دیا اور امام اعظم سے کہا کہ تم اس راز کو مخفی رکھنا کذا فی منح الغفار **وکذا یبطل بہ ای بالاستثناء المتصل کل ما تعلق بالقول عبادۃ او معاملۃ** او بصیغۃ الاخبار اور اسی طرح استثنا متصل سے باطل ہو جاتا ہے جو امر کہ قول سے متعلق ہے خواہ عبادت ہو جیسے نذر اور اعتاق یا معاملہ ہو جیسے طلاق اور اقرار بشرطیکہ بصیغہ اخبار ہو یعنی جملہ خبر ہو اگرچہ شرعاً انشاء کے واسطے موضوع ہو چنانچہ صیغے عقود کے ولو بالامر ادا النہی کا **عتقوا عبدی بعد موتی ان شاء اللہ تعالیٰ لم یصح وبع عبدی بذا ان شاء اللہ لم یصح الاستثناء** اور اگر استثناء متصل بصیغہ امر یا نہی ہو چنانچہ یوں کہنا کہ میرے غلام کو آزاد کر دیجیو میری موت کے بعد ان شاء اللہ تو صحیح نہیں اور میرے اس غلام کو بیچ ڈال ان شاء اللہ تعالیٰ تو یہ استثنا صحیح نہیں **م** تو مثال اول میں اعتاق کی وصیت صحیح ہو گی اور مثال ثانی میں مخاطب بیع کا وکیل ہو گا اور سخی کی مثال یہ ہے کہ فلانے شخص سے دبیجا ان شاء اللہ بخلاف التعلق بالقلب کالنیۃ کما مر فی الصوم واللہ تعالیٰ اعلم بخلاف اس امر کے جو دل سے متعلق ہے چنانچہ نیت کہ اس میں ان شاء اللہ کہنا مبطل نہیں چنانچہ کتاب الصوم میں مذکور ہو چکا واللہ اعلم یعنی بوقت تلفظ نیت صوم ان شاء اللہ کہنا مبطل نہیں اس واسطے کہ نیت امور قلبیہ سے ہے نہ لسانیہ سے

باب الیمین فی الدخول والخروج والسکنی والاتیان والرکوب وغیر ذلک

یہ باب ہے دخول اور خروج اور سکونت اور آنے اور سوار ہونے اور ان کے سوا اور افعال کی قسم کھانے کے احکام میں **م** مصنف نے ان افعال کا ذکر شروع کیا جن پر لوگ قسم کھاتے ہیں اور چونکہ ضبط افعال کا بسبب کثرت کے متصور نہیں لہذا اس قدر پر اکتفا کی جس کو فقہا نے کتب میں مذکور کیا ہے اور کتب مذکور میں دو قسم کے فعل ہیں ایک افعال ظاہریہ دوسرے

Marfat.com

امور شرعیہ اور افعال مذکورہ میں دخول وغیرہ سے اس واسطے ابتدا کی کہ جسم کے واسطے مکان میں رہنا کھانے پینے سے زیادہ تر لازم ہے الاصل ان الایمان مبنیۃ عند الشافعی علی الحقیقۃ اللغویۃ وعند مالک علی الاستعمال القرانی وعند احمد علی النیۃ وعندنا علی العرف مالم ینو ما یحتملہ اللفظ فلا حنث لا یہدم بیتا بیت العنکبوت الا بالنیۃ فتح اصل یہ ہے کہ قسمیں مبنی ہیں امام شافعی کے نزدیک حقیقت لغوی پر اور امام مالک کے نزدیک استعمال قرانی پر اور نزدیک امام احمد کے نیت پر اور ہمارے نزدیک عرف پر قسم کی بنا ہے جب تک کہ قسم کھانے والے نے وہ نیت نہ کی ہو جس کو لفظ محتمل ہے تو ہمارے نزدیک اس قول میں کہ واللہ کوئی گھر نہ گراوے گا حانث نہیں مکڑی کے گھر گرانے سے اس واسطے کہ مکڑی کے جالے کو عرف میں گھر نہیں بولتے ہیں مگر نیت سے البتہ حانث ہوگا کذا فی الفتح یعنی اگر قسم کھانے والا گھر سے مکڑی کا گھر ارادہ کرے گا تو البتہ اس کے گرانے سے حانث ہوگا اس واسطے کہ بیت عنکبوت کو بھی لغت میں بیت بولتے ہیں م جن کے نزدیک یمین میں لغت کا اعتبار ہے اگر یوں قسم کھاوے گا کہ گھر نہ گراوے گا تو بیت عنکبوت کے گرانے سے حانث ہوگا اور جن کے نزدیک یمین میں استعمال قرآن معتبر ہے اگر گوشت نہ کھانے کی قسم کھاوے گا تو مچھلی کھانے سے حانث ہوگا اس واسطے کہ قرآن میں مچھلی کو گوشت فرمایا ہے اور امام اعظم کے نزدیک عرف معتبر ہے اس واسطے کہ مدار تکلم کا عرفی بول رہے جو باہم مستعمل ہے نہ لغت اور قرآن پر اور جو الفاظ کہ اہل لغت اور اہل عرف میں مشترک ہیں وہاں لغت البتہ معتبر ہے بابر عرف کے فتح القدیر میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے سفیان ثوری سے مسئلہ پوچھا کہ اگر کوئی قسم کھاوے گوشت نہ کھانے کی سو مچھلی کے کھانے سے حانث ہوگا یا نہیں سفیان نے جواب دیا کہ حانث ہوگا اس واسطے کہ قرآن مجید میں مچھلی کو گوشت فرمایا ہے قال تعالی (لتاکلوا منہ لحما طریا) پھر مسائل مذکور امام اعظم کے پاس آیا اور سفیان کا جواب بیان کیا امام نے کہا کہ پھر جا ان کے پاس اور سوال کر کہ ایک شخص فرش پر نہ بیٹھنے کی قسم کھاوے پھر وہ زمین پر بیٹھے حانث ہوگا یا نہیں سفیان نے کہا کہ حانث نہ ہوگا امام نے سائل کو سکھایا کہ کیوں حانث نہ ہوگا حق تعالی نے زمین کو فرش کہا ہے قال تعالی (واللہ جعل لکم الارض بساطا) سفیان نے اس میں تامل کیا اور کہا شاید مچھلی کا مسئلہ بھی تو ہی نے پوچھا تھا مسائل نے کہا ہاں سفیان نے فرمایا نہ مچھلی کھانے سے حانث ہوگا نہ زمین پر بیٹھنے سے تو سفیان نے بھی عرف کی طرف رجوع کیا نہ استعمال قرآنی پر **الایمان مبنیۃ علی الالفاظ لا علی الاغراض** قسمیں مبنی ہیں الفاظ پر نہ اغراض پر م غرض سے مراد یہاں نیت ہے یعنی نیت بدون لفظ کے معتبر نہیں بلکہ لفظ اپنے عرفی معنی کے ساتھ البتہ معتبر ہے تو اگر کوئی کہے کہ پانی مجھ کو پلا اور طلاق کی نیت کرے تو طلاق واقع نہ ہوگی اور یہ قاعدہ غیر ہے اس قاعدہ کا جو مذکور ہو چکا کہ قسم کی بنا عرف پر ہے کذا فی حاشیۃ **فلو اغتاظ علی غیرہ وحلف ان لا یشتری اشیاء لفلس فاشتری لہ بدرہم اکثر شیا لم یحنث کمن حلف لا یخرج من الباب اولا یضرب بہ** (سوالا) **ولیغذیہ الیوم بالف فخرج من اسطح وضرب بعصا وغذی برغیف** اشتراہ بالف اشباہ **لم یحنث** لان العبرۃ لعموم اللفظ جب یہ قاعدہ ٹھہرا کہ مدار یمین کا لفظ پر ہے نہ غرض پر تو اگر متکلم ناخوش ہوا غیر شخص پر اور قسم کھائی کہ اس کو ایک پیسے کی چیز نہ خرید دے گا پھر اس نے اس کو ایک درم یا زیادہ کی چیز مول لے دی تو حانث نہ ہوگا مانند اس کے جس نے قسم کھائی کہ دروازہ سے نہ نکلے گا یا اس کو کوڑے نہ مارے گا یا اس کو اول روز ہزار درہم کھلاوے گا پھر قسم کھانے والا چھت کی طرف سے نکلا اور لاٹھی سے مارا اور اول روز ایک روٹی کھلائی جس کو ہزار درم سے مول لیا تھا کذا فی الاشباہ تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ عموم غرض کام اگرچہ متکلم کی غرض پہلی صورت میں رہنا ہے گھر کا اور دوسری صورت میں نہ مارنا غلام کا اور تیسری صورت میں کثیر القیمت غذا کھلانا ہے لیکن چونکہ یمین میں لفظ معتبر ہے نہ غرض لہذا حانث نہ ہوگا طحطاوی نے کہا لیغذیہ بغین معجمہ ودال مہملہ ہے اور بعضے نسخہ میں بذال معجمہ ہے غذا سے اور بعضے نسخے میں بجائے بعضا کے لبعضا ہے مگر نسخہ لبعضا اظہر اور موافق ہے تلخیص جامع اور بحر الرائق کے الا فی مسائل حلف لا یشتریہ لعشرۃ حنث باحد عشر بخلاف البیع اشباہ یمین میں اعتبار لفظ کا ہے

سلہ صبح کا کھانا ۱۲

Marfat.com

نہ غرض کا مگر چند مسائل میں غرض معتبر ہے نہ لفظ چنانچہ قسم کھائی کہ اس کو دس درم سے خرید کرے گا تو گیارہ درم سے خرید کرنے میں حانث ہو گا اس واسطے کہ غرض متکلم کی یہ ہے کہ دس درم اور زیادہ سے نہ خریدے بخلاف بیع کے کذا فی الاشباہ یعنی اگر قسم کھائی کہ دس درم سے نہ بیع کرے گا پھر اس نے گیارہ درم سے بیچا تو حانث نہ ہو گا اس لیے کہ غرض بائع کی یہ ہے کہ زیادہ دس درم سے بیع کرے گا سو حاصل ہوئی کذا فی الطحطاوی **لا یحنث بدخول الکعبۃ والمسجد والبیعۃ للنصاری والکنیسۃ للیہود والدہلیز والظلۃ التی علی الباب اذا لم یصلحا للبیتوتۃ بحر فی حلفہ لا یدخل بیتا لانہا لم تعد للبیتوتۃ** نہ حانث ہو گا اس قسم میں کہ بیت میں نہ داخل ہو گا کعبہ معظمہ اور مسجد اور نصاریٰ کے عبادت خانہ اور یہودیوں کی عبادت خانہ اور ڈیوڑھی اور چھتے کے داخل ہونے سے جو دروازہ پر ہو جبکہ ڈیوڑھی اور چھت شب باشی کے لائق نہ ہو کذا فی البحر اس واسطے نہ حانث ہو گا کہ مکانات مذکورہ شب باشی کیواسطے موضوع نہیں اور بیت اُسے کہتے ہیں جو شب باشی کیواسطے موضوع ہو م اور اگر ڈیوڑھی وسیع ہو جس میں شب باشی ہوتی ہو یا چھتا گھر اندر لائق رہنے کے ہو تو اسکے دخول سے البتہ حانث ہو گا صحاح جوہری میں ہے کہ دہلیز بکسر دال وہ مکان ہے جو دروازہ اور گھر کے درمیان ہو جس کو اہل شہر ڈیوڑھی کہتے ہیں اور اہل قصبات بروٹھا بولتے ہیں اور ظلہ سایا چھتے کو کہتے ہیں جس کی دھنیوں کا ایک سرا دروازہ کی دیوار ہو اور دوسری طرف پڑوسی کی دیوار پر کذا فی المنح **ولذا یحنث فی الصفۃ والایوان علی المذہب لانہ یبات فیہ صیفا وان لم یکن مسقفا فتح** اور چونکہ بیت کے مفہوم میں شب باشی معتبر ہے تو صفہ اور ایوان کے داخل ہونے میں حانث ہو گا بنا بر صحیح مذہب کے اس واسطے کہ اس کے اندر موسم گرما میں رہتے ہیں اگرچہ اس پر چھت نہ ہو کذا فی فتح القدیر م ظاہرا کلام شارح کا صحیح نہیں اس واسطے کہ فتح القدیر میں صفہ کے مفہوم میں چھت ہونا مصرح ہے خواہ صفہ کی چار دیواریں ہوں مانند اہل کوفہ یا تین دیواریں ہوں اور ایک طرف کشادہ ہو چنانچہ صاحب ہدایہ نے تصحیح کی ہے ہاں البتہ یہ ہے کہ بیت کے مفہوم میں چھت شرط نہیں تو صفہ اور بیت میں عام خاص کی نسبت ہے اور شارح شاید کہ صفہ اور بیت کو متساوی سمجھتا ہے واللہ اعلم طحطاوی نے کہا صفہ اور ایوان ایک ہی چیز ہے تو عطف ایوان کا عطف تفسیری ہے ہندوستان کے قصبات میں صفہ کو صوفہ کہتے ہیں **وفی لا یدخل دارا لم یحنث بدخولہا خربۃ لا بناء فیہا اصلا** اور یوں قسم کھانے میں کہ کسی گھر میں داخل نہ ہو گا حانث ہو گا ویران گھر کے داخل ہونے سے جس میں کچھ عمارت باقی نہیں اور اگر کچھ دیواریں منہدم ہو گئیں اور کچھ باقی ہیں تو لائق یوں ہے کہ حانث ہو کذا فی الفتح **وفی ہذہ الدار یحنث وان صارت صحراء او بنیت دارا اخری بعد الانہدام لان الدار اسم للعرصۃ والبناء وصف والصفۃ انما تعتبر فی المنکر لا فی المعین** اور اگر یوں قسم کھانے میں کہ اس گھر میں نہ داخل ہونگا تو حانث ہو گا دخول سے اگرچہ وہ گھر جنگل ہو گیا ہو یا اس کے انہدام کے بعد دوسرا گھر وہاں بنایا گیا ہو اس واسطے کہ گھر نام ہے ساحت کا اور عمارت وصف ہے اس کا اور وصف کا اعتبار غیر معین میں ہوتا ہے نہ معین میں م چونکہ مثال اول میں لفظ دار نکرہ ہے یعنی غیر معین لہذا عمارت اس میں معتبر ہوئی تو ویران گھر کے داخل ہونے سے حانث نہ ہو گا معین حاضر میں وصف اس واسطے معتبر نہ ہوا کہ اس کی ذات بسبب اشارہ کے تعریف وصف سے زیادہ تر معروف ہو گئی اور مثال ثانی میں چونکہ لفظ دار معرفہ ہے یعنی معین لہذا اس میں عبارت کا اعتبار نہ ہوا تو ویران گھر کے داخل ہونے سے بھی حانث ہو گا اور اصطلاح فقہ میں وصف اور صفت اس کو کہتے ہیں جو ایک چیز دوسری چیز میں قائم ہو اور اس کے قیام سے دوسری چیز کا حسن اور کمال زیادہ ہو جاوے اور اس کے نہ ہونے سے نقصان ظاہر ہو خواہ وہ چیز قائم جوہر ہو یا عرض کذا فی المنح **الا اذا کانت شرطا او وعیۃ للیمین کحلفۃ علی ہذا الرطب فیتقید بالوصف** صفت کا اعتبار معین چیز میں نہیں ہوتا مگر اس وقت جب کہ صفت شرط ہو قسم کی یا باعث ہو قسم کی چنانچہ یوں قسم کھانا کہ اس تر کھجور کو نہ کھاؤں گا تو اس وقت میں معین میں بھی قید صفت کی معتبر ہو گی یعنی خشک کھجور کھانے سے حانث نہ ہو گا اس واسطے کہ قسم کی باعث کھجور کی تری ہے نہ خشکی اور صفت کی شرط ہونے کی یہ مثال ہے کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ سے کہا اگر اس گھر میں داخل ہو گی جو فلانے کے گھر سے متصل ہے تو تو

Marfat.com

طالق ہے تو ہم سائگی صفت ہے کہ بطور شرط مذکور ہوئی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **وان جعلت بعد الانہدام بستانا او مسجدا او حماما او بیتا او غلب علیہ الماء فصارت نہرا لا یحنث** وان بنیت دارا بعد ذلک اور اگر قسم کھائی کہ اس گھر میں نہ داخل ہوگا پھر وہ گھر بعد منہدم ہونے کے باغ یا مسجد یا حمام یا بیت بنایا گیا یا گھر پر پانی غالب ہوا سو گھر نہر ہوگیا تو وہاں کے داخل ہونے سے حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ گھر کا نام باقی نہ رہا دوسرا نام ہوگیا یعنی باغ یا مسجد اگرچہ بعد منہدم ہونے کے دوسرا گھر بنایا جاوے تو بھی حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ انہدام سے اول نام جاتا رہا جس کے عدم دخول کی قسم کھائی تھی کذا فی المنح **کہذا البیت وکذا بیتا بالاولی فہدم او بنی بیتا آخر** ولو بنقض الاول لزوال اسم البیت چنانچہ حانث نہیں ہوتا یوں قسم کھانے سے کہ اس بیت میں نہ داخل ہوگا پھر وہ گر گیا یا دوسرا بیت بنایا گیا اگرچہ اول کو توڑ کر بنایا ہو تو بھی حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ نام معین بیت کا انہدام یا توڑنے سے باقی نہ رہا بلکہ دوسرا نام پیدا ہوا اور اسی طرح غیر معین بیت کی قسم سے بطریق اولی حانث نہ ہوگا م طحطاوی نے کہا کہ تشبیہ غیر معین کی بیت معین سے فقط پہلی صورت میں ہے یعنی انہدام میں وجہ اولویت کی یہ ہے کہ جب معین میں صفت یعنی عمارت بیت معتبر نہ ہوئی تو غیر معین میں اعتبار عمارت کا بطریق اولی نہ ہوگا **ولو ہدم السقف دون الحیطان فدخلہ حنث فی المعین** لانہ کالصفۃ **الا فی المنکر** لان الصفۃ تعتبر فیہ کما مر وعزاہ فی البحر للبدائع لکن نظر فیہ فی النہر بانہ لا فرق حیث صلح فی البیتوتۃ اور اگر بیت کی چھت گر گئی نہ دیواریں پھر اس میں داخل ہوا تو معین بیت کی قسم میں حانث ہوگا اس واسطے کہ چھت معین بیت میں مانند صفت کے ہے اور صفت کا اعتبار معین میں نہیں ہوتا اور حانث نہ ہوگا بیت غیر معین کی قسم میں اس واسطے کہ غیر معین میں صفت معتبر ہے چنانچہ اس کی تفصیل سابق میں مذکور ہو چکی اور بحر الرائق میں معین اور غیر معین کے فرق کو بدائع کی طرف نسبت کیا ہے لیکن اس میں نہر الفائق میں اعتراض کیا ہے کہ بیت معین اور غیر معین میں کچھ فرق نہیں جب کہ وہ شب باشی کے لائق ہو قید بہذہ الدار لانہ لو اشار ولم یسم بان قال ہذہ حنث بدخولہا علی ای صفۃ کانت کہذا المسجد فخرب لبقائہ مسجدا الی یوم القیمۃ بہ یفتی شارح کہتا ہے مصنف نے لا یدخل ہذہ الدار کو باسم اشارہ اور تسمیہ مقید کیا اس واسطے کہ اگر فقط اشارہ کرے دار کی طرف اور نام نہ لے یعنی یوں کہے کہ اس میں نہ داخل ہوگا تو حانث ہوگا دخول دار سے جس صفت پر کہ وہ ہو یعنی اگرچہ باغ یا حمام یا مسجد بن گئی ہو تو بھی حانث ہوگا چنانچہ ہذا المسجد میں یعنی قسم کھائی کہ اس مسجد میں نہ داخل ہوگا پھر وہ ویران ہوگئی اور وہ داخل ہوا تو حانث ہوگا اس واسطے کہ مسجد کا حکم قیامت تک باقی رہتا ہے اگر وہ ویران یا باغ ہو جاوے اور یہ قول ہے ابو یوسف کا اسی پر فتویٰ ہے ولو زید فیہ حصۃ فدخلہا لم یحنث ما لم یقل مسجد ابنی فلان فیحنث وکذلک الدار لانہ عقد یمینہ علی الاضافۃ وذلک موجود فی الزیادۃ بدائع وبحر اور اگر مسجد میں کسی کی زمین کا حصہ زیادہ کرا دیا گیا تو اس کے دخول سے حانث نہ ہوگا جب تک یوں نہ کہے کہ فلانے قوم کی مسجد میں نہ داخل ہوگا پھر جبکہ اس طرح کہے گا تو اس کی دخول سے حانث ہوگا اور ایسا ہی حکم ہے دار کا درصورت زیادت حصہ اس واسطے کہ حالف نے اپنی یمین کو منعقد کیا ہے اضافت پر یعنی فلانی قوم کی مسجد پر اور یہ موجود ہے اس زیادتی میں جو مسجد میں داخل ہوگئی کذا فی البحر عن البدائع **ولو حلف لا یجلس الی ہذہ الاسطوانۃ او الی ہذا الحائط فہدما ثم بنیا ولو بنقضہا** او الا یرکب ہذہ السفینۃ فنقضت ثم اعیدت بخشبہا لم یحنث اور اگر قسم کھائی کہ اس ستون یا دیوار کی طرف نہ بیٹھے گا پھر دونوں منہدم ہوگئے بعد اس کے بنائے گئے اگرچہ ان کو توڑ کر اسی اینٹ اور مٹی سے بنایا ہو یا یوں قسم کھائی کہ اس ناؤ پر سوار نہ ہوگا پھر وہ توڑی گئی بعد اس کے اس کی لکڑیوں سے دوبارہ بنائی گئی تو ستون یا دیوار کے پاس بیٹھنے یا ناؤ پر سوار ہونے سے حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ پہلا نام زائل ہوگیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی **کما لو حلف لا یکتب بہذا القلم فکسرہ ثم براہ فکتب بہ** لان غیر المبری لا یسمی قلما بل انبوبا فاذا کسرہ فقد زال الاسم ومتی زال بطلب الیمین چنانچہ اگر قسم کھائی کہ اس قلم سے نہ لکھے گا پھر اس کو توڑ ڈالا بعد اس کے پھر قلم تراشا اور اس سے لکھا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ غیر تراشے کا

Marfat.com

نام قلم نہیں ہوتا بلکہ اس کو نے کہتے ہیں پھر جب قلم کو توڑا تو قلم کا نام زائل ہوگیا اور جب نام زائل ہوا تو قسم باطل ہوگئی م طحطاوی نے کہا کہ بالفعل عرف بدل گیا کہ اس کو ٹوٹا قلم کہتے ہیں تو نام زائل نہ ہوا تو تراش کر لکھنے کے لیے بھی حانث ہوگا **والواقف علی السطح داخل** عند المتقدمین خلافا للمتاخرین اور جو شخص کہ چھت پر کھڑا ہے وہ گھر کے اندر داخل ہے فقہاء متقدمین کے نزدیک بخلاف متاخرین کے یعنی اگر قسم کھائی کہ اس گھر میں نہ داخل ہوگا پھر دوسرے گھر کی چھت سے اس گھر کی چھت پر آیا تو متقدمین کے نزدیک حانث ہوگا نہ متاخرین کے نزدیک ودفق الکمال بحمل الحنث علی سطح لہ ساتر وعدمہ علی مقابلہ اور کمال الدین نے فتح القدیر میں جمع بین القولین کیا ہے حنث کو اس چھت پر محمول کر کے کہ جس کے گرد پردہ ہے دیوار وغیرہ کا اور عدم حنث عدم پردہ پر محمول کیا ہے یعنی اگر چھت کے گرد احاطہ ہے تو اس پر قائم ہونے سے حانث ہوگا بموجب قول متقدمین کے اور اگر اس پر پردہ نہیں تو حانث نہ ہوگا بموجب قول متاخرین کے اس واسطے کہ دار عبارت ہے اس سے جس کے گرد دائرہ محیط ہو اور یہ امر نیچے اور اوپر دونوں درجوں میں حاصل ہے اور اگر چھت پر احاطہ نہیں تو یہ بات حاصل نہیں کذا فی الفتح وقال ابن الکمال ان الحالف من بلاد العجم لا یحنث قال مسکین وعلیہ الفتوی اور ابن کمال نے کہا کہ بلاد عجم کا قسم کھانے والا چھت پر قائم ہونے سے حانث نہیں ہوتا اس واسطے کہ بلاد عجم کے عرف میں اس کو داخل دار نہیں کہتے علامہ مسکین نے کہا اور اسی قول پر فتوی ہے م حلبی نے کہا جب مدار قسم کا عرف پر ہوا تو علیہ الفتوی کنایہ بے معنی ہے مگر اس فتوی کو بلاد عجم پر محمول کیجیے وفی البحر افاد انہ لو ارتقی شجرۃ او حائطا حنث وعلی قول المتاخرین لا والظاہر قول المتاخرین فی الکل لانہ لا یسمی داخلا عرفا کما لو حفر سردابا او قناۃ لا ینتفع بہا اہل الدار اور بحر الرائق میں ہے کہ مصنف کنز نے واقف علی السطح کو داخل قرار دے کر اشارہ کیا کہ اگر گھر والے درخت یا دیوار پر باہر سے کوئی چڑھ جاوے تو حانث ہوگا اور بقول متاخرین حانث نہ ہوگا اور ظاہر تو متاخرین کا قول ہے سب مونث ہیں اس لیے کہ واقف علی السطح اور درخت اور دیوار کے چڑھنے والے کو عرف میں داخل دار نہیں کہتے چنانچہ اگر گھر کے نیچے باہر سے تہ خانہ کھودے یا بطور سرنگ ایسی نہر جاری کرے کہ گھر والے اس کے پانی سے اندر کی جانب سے منتفع نہ ہوتے ہوں تو اس تہ خانہ اور نہر مستف کے گھسنے والے کو داخل دار نہیں کہتے وقال وعم اطلاقہ المسجد فلو فوقہ مسکن فدخلہ لم یحنث لانہ لیس بمسجد بدائع صاحب بحر الرائق نے کہا کہ واقف علی السطح کو مطلق کہنا شامل ہے مسجد کو بھی اگر مسجد پر رہنے کا مکان ہو سو اس میں جاوے تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ مکان مسجد نہیں کذا فی البدائع ولو قید الدخول بالباب حنث بالحادث ولو نقبا الا اذا عینہ بالاشارۃ بدائع اور اگر قسم کھانے والے نے دخول دار میں باب کی قید لگائی یعنی یوں کہا کہ اس گھر میں دروازہ سے نہ داخل ہوگا تو نئے دروازہ کے داخل ہونے سے بھی حانث ہوگا اگرچہ بطور نقب ہو مگر اس وقت حانث نہ ہوگا جبکہ دروازہ کو اشارہ سے معین کر دیا ہو کذا فی البدائع م نقب سے مراد وہ ہے جو دروازہ بنانے کو دیوار توڑی گئی ہو کذا فی الطحطاوی **والواقف بقدمیہ فی طاق الباب** ای عتبۃ یحنث لو اغلق الباب کان خارجا لا یحنث **وان کان بعکسہ** یحنث لو اغلق کان داخلا یحنث فی حلفہ لا یدخل اور جو شخص اپنے دونوں قدم سے دروازہ کے ایسے آستانہ پر کھڑا ہو کہ اگر دروازہ بند کیا جاوے تو آستانہ باہر ہو جاوے تو حانث نہ ہوگا اور اگر اس کے بالعکس ہو اس طرح کہ اگر دروازہ بند ہو تو آستانہ گھر کے اندر ہو جاوے تو وہ حانث ہوگا اس قسم میں کہ گھر میں نہ داخل ہوگا م طاق باب اور عتبہ اور سکفۃ الباب آستانہ ہے جس کو اہل ہند دہلیز اور چوکھٹ بولتے ہیں **ولو کان المحلوف علیہ الخروج العکس الحکم** اور اگر خروج دار پر قسم کھائی ہو تو حکم بالعکس ہوگا یعنی یوں قسم کھائی کہ واللہ میں اس گھر سے باہر نہ جاؤں گا تو آستانہ داخلہ پر کھڑے ہونے سے حانث نہ ہوگا اور آستانہ خارجہ پر کھڑے ہونے سے حانث ہوگا لکن فی المحیط حلف لا یخرج فرقی شجرۃ فصار بحال لو سقط سقط فی الطریق لم یحنث لان الشجرۃ کنباء الدار لیکن محیط میں ہے قسم کھائی کہ اس گھر سے باہر نہ جاوے گا پھر وہ گھر کے درخت پر چڑھ گیا سو اس حال پر ہو گیا کہ اگر شاخ سے گرے تو گھر کے باہر راہ میں گرے

Marfat.com

توحانث نہ ہوگا اس واسطے کہ گھر کا درجہ مانند عمارت دار کے ہے م شارح نے استدراک کیا حکم سابق کے یعنی بموجب روایت محیط کے آستانہ خارجہ کے کھڑا ہونے والا بھی خارج نہیں مگر یہ کہ عرف کر فارق کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی وبذا الحکم المذکور **اذا کان** الحالف **راقفا بقدمیہ فی طاق الباب فلو وقف باحدی رجلیہ علی العتبۃ وادخل الاخری فان استوی الجانبان او کان الجانب الخارج اسفل لم یحنث وان کان الجانب الداخل اسفل حنث زیلعی وقیل لایحنث مطلقا ہو الصحیح ظہیریۃ لان الانفصال التام لایکون الا بالقدمین** یہ حکم مذکور یعنی آستانہ خارجہ اور داخلہ کا فرق اس وقت تک ہے جب تک کہ قسم کھانے والا اپنے دونوں قدم سے دروازہ کے آستانہ پر کھڑا ہو سو اگر ایک قدم سے آستانہ پر کھڑا ہوا اور دوسرا قدم اندر گھر کے داخل کرے سو اگر دونوں طرفیں خارجی اور داخلی برابر ہوں یا خارجی طرف پست ہو داخلی سے تو حانث نہ ہوگا عدم دخول کی قسم میں اس واسطے کہ تمام بدن کا بوجھ پست جانب کی طرف ہوتا ہے اور اگر داخلی طرفیں نیچی ہوں خارجی طرف سے تو حانث ہوگا کذا فی شرح الزیلعی اور دوسرا قول یہ ہے کہ کسی طرح حانث نہ ہوگا خواہ داخلی طرف پست یا خارجی اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الظہیریہ اس واسطے کہ پوری جدائی بدون دونوں قدم کے نہیں ہوتی اور ایک قدم کے رکھنے میں اگرچہ پست جانب کی طرف بدن کا بوجھ زیادہ ہوتا ہے لیکن دوسرے قدم کی طرف بھی لگاؤ رہتا ہے **ودوام الرکوب واللبس والسکنی کالانشاء** فیحنث بمکثہ ساعۃ اور دوام رکوب اور لبس اور سکونت مانند انشاء کے ہے تو ایک ساعت کے توقف سے بھی حانث ہوگا یعنی اگر قسم کھائی کہ اس جانور پر سوار نہ ہوگا اور حالانکہ اس پر سوار ہے یا قسم کھائی کہ اس قمیص کو نہ پہنیگا حالانکہ وہ اسکو پہنے ہے یا قسم کھائی کہ اس حویلی میں نہ سکونت کرے گا حالانکہ اس میں ساکن ہے تو اگر بعد اس قسم کے ایک ساعت بھی سوار رہے گا یا قمیص نہ اتارے گا یا گھر سے باہر نکل نہ جاوے گا تو حانث ہوگا اس واسطے کہ دوام اور اثبات ان افعال کا بمنزلے انشاء افعال ہے گویا اب سوار ہوا یا اب قمیص پہنا یا اب سکونت کی لا **دوام الدخول والخراج والتزوج والتظہیر** لان الضابط ان ما یتید فلہ دوام حکم ابتداء والا فلا اور دوام دخول اور خروج اور تزوج اور تظہیر انشاء کی مانند نہیں اس واسطے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو فعل لائق امتداد اور دیرپائی کے ہے مانند رکوب اور لبس اور سکونت کے تو اس کے دوام کو ابتداء فعل کا حکم ہے اور جو فعل دیرپائی کے لائق نہیں مانند دخول وغیرہ کے اسکے دوام کو ابتداء کا حکم نہیں تو اگر قسم کھائی کہ اس گھر میں داخل نہ ہوگا حالانکہ اس میں داخل ہے یا اس سے نکلے گا حالانکہ وہ خارج ہے یا اس عورت سے نکاح نہ کرے گا حالانکہ وہ اس کی منکوحہ ہے یا وضو نہ کرے گا حالانکہ وہ باوضو ہے تو باوجود دوام ان افعال کے حانث نہ ہوگا اور دوام سے مراد یہ ہے کہ ایک ساعت بعد قسم کے اسی حالت پر باقی رہے کذا فی المنح وبذا الیمین حال الدوام اما قبلہ فلا فلو قال کلما رکبت فانت طالق او فعلی درہم ثم رکب ودام لزمتہ طلقۃ ودرہم ولو کان راکبا لزمتہ کل ساعۃ یمکنہ النزول طلقۃ ودرہم اور یہ یعنی دوام کو حکم ابتداء کا ہونا اس شرط پر ہے کہ حالت دوام میں قسم ہے اور اگر قبل اس کے قسم ہوگی تو دوام فعل کو حکم ابتداء کا نہیں تو اگر اس نے کہا کہ جب میں سوار ہوں تو تو طالق ہے یا مجھ پر ایک درم واجب ہے تو بعد اس کے سوار ہوا اور سوار بنا رہا تو اس پر ایک طلاق اور ایک درہم لازم ہوگا اور اگر قسم سے پہلے سوار ہوگا تو اس پر ایک ساعت میں جس میں سواری سے اترنا ممکن ہو ایک ایک طلاق اور درم لازم ہوگا کذا فی المنح عن المجتبی قلت فی عرفنا لایحنث الا بابتداء الفعل فی الفعول کلہا وان لم ینو والیہ مال استاذنا مجتبی صاحب مجتبی نے کہا میں کہتا ہوں کہ ہمارے عرف میں حانث نہیں ہوتا مگر ابتداء فعل سے سب افعال مذکورہ میں اگرچہ نیت نہ کرے اور اس کی طرف ہمارے استاد نے میلان کیا ہے م یعنی خواہ فعل ممتد ہو جیسے رکوب یا غیر ممتد ہو جیسے دخول خواہ قسم در حالت تلبس فعل ہو یا نہ ہو بہر صورت دوام فعل کو ابتداء فعل کا حکم نہیں تو عرفاً حانث نہ ہوگا مگر ابتداء فعل سے اور ایک روایت ابو یوسف کی

Marfat.com

اسی کی موید ہے کذا فی المنح حلف لایسکن ہذہ الدار او البیت او المحلۃ یعنی الحارۃ[1] فخرج وبقی متاعہ داہلہ حتی لو بقی ولدہ حنث قسم کھائی کہ اس گھر یا اس بیت یا اس گھنے محلہ میں سکونت نہ کرے گا سو خود حالف وہاں سے نکل گیا اور اس کا اسباب خواہ اس کی زوجہ اور اولاد باقی رہی یہاں تک کہ اس کے اسباب میں سے ایک میخ بھی اگر باقی رہ جاوے گی تو حانث ہوگا اس واسطے کہ سکونت عرفی عبارت ہے بقاء متاع اور اہل سے چنانچہ اہل بازار تمام دن بازار میں رہتے ہیں لیکن وہیں کے کہلاتے ہیں جہاں ان کے اہل عیال اور اسباب رہتا ہے م داہلہ کا واو بمعنی او ہے لہذا ترجمہ اسی طرح کیا اس واسطے کہ بقائے متاع اور بقائے اہل ہر ایک علت مستقلہ ہے حنث کی کذا فی المنح واعتبر محمد نقل بالیوم بہ السکنی وہو ارفق وعلیہ الفتوی قالہ العینی ولو انتقل الی سکنۃ او مسجد لا وجہ قالہ الکمال وافرہ فی النہر اور اختیار کیا ہے محمد نے نقل اسباب حالف میں اس قدر کو جس سے سکونت حاصل ہو اور یہ قول آسان تر ہے اور اسی پر فتوی ہے بقول شیخ الاسلام عینی یعنی سب اسباب کا اٹھائے جانا نقول محمد ترک سکونت کے واسطے لازم نہیں بلکہ اگر بقدر ضرورت سکنی نقل متاع کرے گا تو حانث نہ ہوگا اگرچہ کسی گلی یا مسجد میں نقل مکان کیا ہو بنا بر قول اوجہ یہ کہا ہے کمال الدین نے اور قائم رکھا ہے اس کو نہر الفائق میں م نہر الفائق میں کہا کہ ہر یمین کے واسطے نقل متاع اور اہل کافی ہے خواہ یہ نقل کسی حویلی کی طرف ہو خواہ کسی گلی یا مسجد کی طرف اور اطلاق عدم حنث اوجہ ہے بقول صاحب فتح القدیر خلافا للہدایۃ انتہی ملخصا وہذا الو یمینہ بالعربیۃ ولو بالفارسیۃ ہر بمزوجہ منبضہ اور یہ یعنی بقائے متاع یا اہل سے حانث ہونا اس شرط پر ہے کہ جب یمین حالف کی عربی زبان میں ہو اور اگر فارسی زبان میں قسم ہو تو حالف اپنی قسم میں سچا ہوگا اپنی ذات کے نکلنے سے بنا بر عرف فارس کے اگرچہ متاع اور اہل باقی رہے کما لو کان سکناہ تبعا چنانچہ اگر سکونت حالف کی بالتبع ہو نہ بالاصالت چنانچہ بڑا بیٹا باپ کے ساتھ رہتا ہو یا زوج کے ساتھ تو خروج نبفسہ سے حنث نہیں وکما لو ابت المرأۃ النقلۃ وغلبتہ او لم یمکنہ الخروج ولو بدخول لیل او غلق باب واشتغل بطلب دابۃ اخری او دابۃ فان بقی ایاما امکان لہ امتعۃ کثیرۃ فاشتغل بنقلہا بنفسہ وان امکنہ ان یستکری دابۃ لم یحنث اور چنانچہ عورت نے نقل مکان سے انکار کیا اور زوج پر غالب آئی یا حالف کو گھر سے نکلنا ممکن نہ ہوا اگرچہ رات ہو جانے سے یا دروازہ بند ہو جانے سے یا حالف دوسرے گھر یا سواری کی تلاش میں مشغول رہا اگرچہ اس تلاش میں اسی گھر میں چند روز موجود رہا یا حالف کا اسباب بہت تھا اور اس کے اٹھائے جانے میں بذات خود مشغول رہا اگرچہ اس کو کرایہ دینا جانور کا اسباب لادنے کے واسطے ممکن تھا ان سب صورتوں میں حانث نہ ہوگا ولو نوی التحول بدنہ دین وعند الشافعی یکفی خروجہ بنیۃ الانتقال اور اگر عدم سکونت کی قسم میں حالف نے فقط اپنے بدن کا اٹھ جانا مراد لیا ہے تو باعتبار دیانت کے اس کی تصدیق ہوگی نہ بنا بر قضا کے اور امام شافعی کے نزدیک نکلنا حالف کا انتقال کی نیت سے عدم حنث میں کافی ہے بخلاف المصر والبلد والقریۃ فانہ یبر بنفسہ فقط بخلاف شہر اور بلد اور گاؤں کے یعنی اگر قسم کھائی کہ اس شہر یا گاؤں میں نہ رہے گا تو حانث نہ ہوگا فقط بذات خود نکلنے سے اگرچہ متاع اور اہل اسی شہر میں ہوں بنا بر عرف کے نہر الفائق میں کہا کہ ہمارے شہر کے عرف میں متاع اور اہل کے رکھنے سے انسان ساکن گنا جاتا ہے تو خروج بنفسہ سے حانث ہوگا فروع مسئلہ ملحقہ شارح کا حلف لایساکن فلانا فساکنہ فی عرصۃ دار او بذا فی حجرۃ وہذا فی حجرۃ حنث الا ان تکون دارا کبیرۃ ولو تفاسما بحائط بینہما او بین الدار فی یمینہ حنث وان نکرہا او دخلہا فلان غصبا ان اقام معہ حنث علم اولا وان انتقل فورا لا کما لو نزل حنیفا وکذا لو سافر الحالف فسکن فلان مع اہلہ بہ یفتی لانہ لم یساکنہ حقیقۃ قسم کھائی کہ مثلاً زید کے ساتھ سکونت نہ کرے گا پھر اس کے گھر کے میدان میں رکھا یا حالف ایک کوٹھری میں ہے اور زید دوسری کوٹھری میں تو حانث ہوگا مگر اس وقت میں حانث نہ ہوگا جب گھر بہت بڑا ہو

[1] الحارۃ کالقارۃ کل محلۃ اثنت جار لہم وہم اہل حارۃ ۱۲ ق

Marfat.com

اور اگر گھر کو حالف اور زید نے تقسیم کر لیا درمیان میں دیوار قائم کر کے تو اگر گھر کو قسم میں معین کر لیا یعنی یوں کہا ہو کہ اس گھر میں زید کے ساتھ سکونت نہ کریگا تو باوجود تقسیم بھی حانث ہوگا اور اگر گھر معین نہیں کیا قسم میں تو قسم مذکور سے حانث نہ ہوگا اور اگر گھر میں زید داخل ہو گیا بطور غصب کے تو اگر حالف نے غاصب کے ساتھ اقامت کی تو حانث ہوگا خواہ حالف کو اس کے رہنے کا علم ہو یا نہ ہو اور اگر حالف بمجرد دخول زید کے نکل گیا تو حانث نہ ہوگا چنانچہ اس صورت میں حانث نہیں ہوتا اگر مثلاً زید حالف کے گھر میں بطور مہمان کے اترے اور اسی طرح اگر حالف سفر میں جاوے تو پھر زید اس کے گھر میں اس کے عیال کے ساتھ رہے اس واسطے کہ حالف نے اس کو فی الحقیقت ساکن نہیں کیا م تاوقتیکہ مہمان پندرہ روز اقامت نہ کرے گا حالف کے ساتھ ساکن نہ گنا جاوے گا اور اس کو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ سکونت بدون اہل اور متاع کے متحقق نہیں ہوئی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن البحر ولو قید المساکنۃ بشہر حنث بساعۃ لعدم امتدادہا بخلاف الاقامۃ بحر اور اگر حالف مساکنت (ساتھ رہنا) کو ایک مہینہ سے مقید کرے گا یعنی یوں کہے گا کہ میں زید کے ساتھ ایک مہینہ سکونت نہ کرونگا تو ایک ساعت کی سکونت سے بھی حانث ہوگا اس واسطے کہ مساکنت میں امتداد نہیں بخلاف اقامت کے کذا فی البحر م عدم امتداد سکنی غیر مسلم ہے چنانچہ مصنف مذکور کر چکا ہے کہ دوام رکوب اور سکنی در حکم ابتداء ہے اور کنز میں بھی اسی کے موافق ہے تو حق یہ ہے کہ بدون مساکنت ایک مہینے کے حانث نہ ہوگا کذا فی حاشیۃ الحلبی و فی خزانۃ الفتاوی حلف لا یضربہا فضربہا من غیر قصد لا یحنث اور خزانۃ الفتاوی میں ہے قسم کھائی کہ عورت کو نہ مارے گا پھر اس کو بلا قصد مارا تو حانث نہ ہوگا وحنث فی لا یخرج من المسجد ان حمل واخرج مختاراً بامرہ وبدونہ بان حمل مکرہا لا یحنث ولو راضیا بالخروج فی الاصح اور حانث ہوگا اس قول میں کہ مسجد سے نہ خارج ہوگا اگر اٹھایا گیا اور بخوشی نکالا گیا اپنے امر سے اور اگر بدون امر نکالا گیا اس طرح کہ زبردستی اٹھایا گیا تو حانث ہوگا قول اصح میں اگرچہ بعد جبر کے خروج سے راضی ہو گیا ہو ومثلہ لا یدخل اقساما واحکاما اور مانند خروج کے دخول ہے اقسام اور احکام میں م اگر قسم کھائی کہ مسجد میں نہ داخل ہوگا تو اگر اپنے امر سے داخل کیا گیا تو حانث ہوگا اور اگر زبردستی داخل کیا گیا تو حانث نہ ہوگا اور خروج میں شارح نے مسجد کی قید اس واسطے لگائی کہ خروج دار بذات خود بدون متاع اور اہل کے معتبر نہیں چنانچہ پہلے مذکور ہو چکا واذا لم یحنث بدخولہ بلا امرہ او بزلق او عثر او ہبوب ریح او جمح دابۃ علی الصحیح ظہیریۃ لا یبطل یمینہ لعدم فعلہ علی المذہب الصحیح فتح وغیرہ وفی البحر عن الظہیریۃ بہ یفتی لکنہ خالف فی فتاواہ فافتی ببطلانہا آخذا بقول ابی شجاع لانہ ارفق لکنک علمت المعتمد اور جب کہ حانث نہ ہوا دخول بلا امر سے اگر پھسلنے یا ٹھوکر کھانے یا اندھے کے چلنے یا جانور کی سرکشی سے بنا بر قول صحیح داخل ہو گیا ہو کذا فی الظہیریۃ تو حالف کی یمین نہ باطل ہوگی بسبب اس کے عدم فعل کے بنا بر مذہب صحیح کے کذا فی فتح القدیر وغیرہ اور بحر الرائق میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ عدم بطلان یمین پر فتویٰ ہے تو بعد اس کے اگر داخل ہوگا تو حانث ہوگا لیکن صاحب بحر الرائق نے اپنے فتوی میں اس کے خلاف کہا ہے سو بطلان یمین کا فتوی دیا ہے بدلیل قول ابو شجاع کے اس واسطے کہ بطلان یمین لوگوں کے حق میں آسان تر ہے تاکہ حانث نہ ہوں لیکن تجھ کو قول معتمد یعنی عدم بطلان یمین فتح القدیر وغیرہ سے معلوم ہو چکا ہے تو فتوی صاحب بحر کا لائق اعتماد کے نہیں ولا یحنث فی قولہ لا یخرج الا الی جنازۃ ان خرج الیہا قاصداً اعند الفضالہ من باب دارہ مشی معہا ام لا لما فی البدائع ان خرجت الا الی المسجد فانت طالق فخرجت ترید المسجد ثم بدا لہا فذہبت لغیر المسجد لم تطلق اور حانث نہ ہوگا اس قول میں کہ نہ نکلے گا گھر سے مگر جنازہ کی طرف اگر خارج ہوا جنازہ کے واسطے اس کی طرف ارادہ کر کے اپنے گھر کے دروازے سے جدا ہونے کے وقت خواہ جنازہ کے ساتھ چلا یا نہ چلا اس واسطے کہ بدائع میں مصرح ہے کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر مسجد کے سوا تو نکلے تو تو طالق ہے سو وہ مسجد کا ارادہ کر کے نکلی پھر بعد خروج کے اس کے دل میں آیا سو غیر مسجد کی طرف چلی گئی تو مطلقہ نہ ہوگی م اس

Marfat.com

واسطے کہ شرط طلاق خروج غیر مسجد تھا سو پایا نہ گیا یعنی دروازے سے جدا ہونے کے وقت اس کو غیر مسجد مقصود نہ تھا اگرچہ بعد خروج کے کہیں اور چلی گئی **ثم اتی امرأ آخر** لان الشرط فی الخروج والذہاب والرواح والعبادۃ والزیارۃ النیۃ عند الانفصال لا الاصول الا فی الاتیان یعنی قسم کھائی کہ سوائے جنازہ کے نہ نکلے گا سو بقصد جنازہ دروازہ سے جدا ہوا پھر دوسرے کام کو چلا گیا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ خروج اور ذہاب اور رواح اور عبادت اور زیارت میں نیت شرط ہی دروازہ سے جدا ہونے کے وقت اور پہنچنا مقصود کی طرف شرط نہیں مگر اتیان کی لفظ میں البتہ وصول مقصود مشروط ہے انفصال کے وقت نیت ہو یا نہ ہو طحطاوی نے کہا کہ ظاہر کلام شارح اس پر دلالت کرتا ہے کہ اگر عبادت اور زیارت کی نیت سے نکلے تو حانث نہ ہوگا مریض کے گھر تک پہنچے یا نہ پہنچے حالانکہ بحر الرائق سے یوں مستفاد ہوتا ہے کہ اس کے گھر کے دروازے تک جانا اور اجازت دخول کی مانگنا عدم حنث میں ضرور ہے **فلو حلف لا یخرج** او لا یذہب او لا یروح بحر بحثا **الی مکۃ فخرج یرید ہا ثم رجع** عنہا قصد غیرہا ام لا نہر **حنث اذا جاوز عمران مصرہ علی قصدہا** ان بینہ وبینہا مدۃ سفر والا حنث بمجرد انفصالہ فتح بحثا سو اگر قسم کھائی کہ نہ خارج ہوگا یا نہ جاوے گا طرف مکہ کے پھر نکلا اس کے قصد پر پھر اس کی طرف سے پلٹ آیا مکہ کے سوا کسی طرف کا قصد کیا یا نہ کیا کذا فی النہر تو حانث ہوگا جب کہ اپنے شہر کی آبادی سے باہر نکلے گا مکہ کے قصد پر بشرطیکہ اس شہر اور مکہ میں مدت سفر کی ہو یعنی تین منزل یا زیادہ اور اگر دونوں میں اتنا فاصلہ نہ ہوگا تو بمجرد جدا ہونے شہر سے حانث ہوگا بلا تجاوز عمران کذا فی فتح القدیر بحثا اور رواح کو مانند خروج اور ذہاب کے کہنا تجویز ہے صاحب بحر کی م صاحب بحر الرائق نے کہ لفظ رواح میں میں نے اپنے علما کی تصریح نہیں دیکھی حالانکہ اہل مصر اس کو بہت بولتے ہیں لیکن ازہری لغوی نے کہا کہ لغت عرب میں روح بمعنی ذہاب ہے خواہ اول شب میں ذہاب ہو یا آخر شب میں تو اس تقدیر میں لا یروح در حکم لا یذہب کے ہوگا فتح القدیر میں ہے کہ خروج اس مثال میں بمعنی سفر کے ہے اس واسطے کہ مکہ کی طرف جانا بلا شبہ سفر ہے لہذا تجاوز عمران شہر حنث کی شرط ہوئی **وفیہ حلف لیخرجن مع فلان العالم الی مکۃ فخرج معہ حتی جاوز البیوت** اور فتح القدیر میں ہی قسم کھائی کہ البتہ نکلے گا فلانے عالم کے ساتھ طرف مکہ کے پھر اس کے ساتھ نکلا یہاں تک کہ گھروں سے باہر ہو گیا تو اپنی قسم کو قائم رکھا حانث نہ ہوا اگرچہ مکہ تک نہ جاوے اور پھر آوے **وفی لا یخرج من بغداد فخرج مع جنازۃ والمقابر خارج بغداد حنث** اور اس قسم میں کہ بغداد سے نہ نکلے گا سو جنازہ کے ساتھ نکلا اور حالانکہ قبرستان بغداد سے خارج ہے تو حانث ہوگا **وفی لا یاتیہا لا یحنث الا بالوصول کما مر والفرق لا یخفی** اور یوں قسم کھانے میں کہ مکہ میں نہ آوے گا اور نہ داخل ہوگا حانث نہ ہوگا بدون وصول کے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ اتیان میں وصول مشروط ہے اور فرق خروج اور اتیان کا مخفی نہیں م بحر الرائق میں ہے کہ خروج اور اتیان میں یہ فرق ہے کہ خروج بقصد مکہ پایا گیا شہر کے نکلنے سے اور یہی شرط تھی حنث کی اس واسطے کہ اندر سے باہر کی طرف منفصل ہونا یہی حقیقت ہے خروج کی اور اتیان عبارت ہے وصول سے نہ مجرد انفصال سے کذا فی حاشیۃ الحلبی **کما لا یحنث لو حلف ان لا تاتی امرأتہ عرس فلان فذہبت قبل العرس وکانت ثمہ حتی مضی** العرس لانہا ما اتت العرس بل العرس اتتہا ذخیرۃ چنانچہ زوج حانث نہیں ہوتا اگر یوں قسم کھاوے کہ اس کی زوجہ مثلاً زید کی شادی میں نہ آوے گی سو اس کی زوجہ قبل شادی کے زید کے گھر گئی اور وہیں رہی یہاں تک کہ شادی ہو گئی اس واسطے حانث نہ ہوگا کہ عورت شادی میں نہ آئی بلکہ شادی اس کے پاس آئی یعنی اس کی مدت اقامت میں شادی ہو گئی کذا فی الذخیرہ **حلف لیاتینہ فہو ان یاتی منزلہ** اور خانوتہ یقینہ ام لا قسم کھائی کہ اس کے پاس جاوے گا تو یہ اتیان اس کے گھر یا دکان جانے سے عبارت ہے خواہ اس سے ملاقات ہو یا نہ ہو یعنی اس کے گھر یا دکان میں گیا تو حانث ہوگا ملاقات اس میں شرط نہیں ہو یا نہ ہو **ولو لم یاتہ حتی مات احدہما حنث فی اخر حیوتہ** وکذا کل یمین مطلقۃ اما الموقتۃ فیعتبر آخرہ فان مات قبل معینہ فلا حنث یفید انہ لو ارتد ولحق لا یحنث لبطلان

Marfat.com

یمینہ باللہ بمجرد الردۃ کما مر قندہ پر اور اگر حالف محلوف علیہ کے پاس نہ آیا یہاں تک کہ دونوں میں سے کوئی ایک مرگیا تو حالف حانث ہوگا آخر حیوۃ میں اسی طرح ہر مطلق قسم میں جس کا وقت معین نہیں کیا آخر حیوۃ میں حانث ہوگا اور موقت قسم میں تو آخر وقت اس کا معتبر ہے چنانچہ یوں کہنا کہ مثلاً تیسری تاریخ محرم کی زید کے پاس جاوے گا تو تیسری تاریخ کے اخیر دن میں حانث ہوگا پھر اگر مرگیا قبل گذرنے وقت معین کے مثلاً تیسری تاریخ سے پہلے مرگیا تو حانث نہ ہوگا اور مصنف کا یوں کہنا کہ اخیر حیات میں حانث ہوگا اس کا مفید ہوا کہ اگر حالت یمین مطلق میں مرتد ہوگیا اور دارالحرب میں جاملا تو حانث نہ ہوگا بسبب باطل ہونے یمین باللہ کے بمجرد ارتداد کے چنانچہ کتاب الیمین کے اول میں مذکور ہوچکا یمین باللہ میں اسلام شرط ہے سو اس کو غور کر وجہ غور کی یہ ہے کہ مصنف کے کلام میں موت سے تحقیقی موت مراد ہے نہ حکمی اس واسطے کہ ارتداد حکمی موت ہے اور شارح نے بیمین باللہ کی قید سے اشارہ کیا کہ اگر اطلاق کی یمین ہوگی تو ارتداد سے باطل نہ ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی حلف لیأتینہ غدا ان استطاع فمنی استطاعۃ الصحۃ لانہ المتعارف فیقع علی رفع الموانع کمرض او سلطان وکذا جنون او نسیان بحر یعنی قسم کھائی کہ کل زید کے پاس جاوے گا بشرط استطاعت تو یہ استطاعت صحت پر محمول ہے اس واسطے کہ یہی متعارف ہے نہ موت حقیقی پھر جب استطاعت سے صحت مراد ہوئی تو رفع موانع پر واقع ہوگی چنانچہ بیماری یا منع کرنا بادشاہ کا اور اسی طرح جنون اور نسیان بھی موانع میں داخل ہیں تجویز صاحب بحرالرائق یعنی جب استطاعت صحت رفع موانع سے عبارت ہوئی تو اگر حالف قسم کو بھول گیا یا وہ مجنون ہوگیا تو سزاوار یہ ہے کہ حانث نہ ہو اس واسطے کہ نسیان اور جنون بھی موانع فعل میں داخل ہیں کذا فی المنح طحطاوی نے کہا کہ استطاعت صحت عبارت ہے سلامت جوارح اور صحت اسباب سے اور امام محمد نے اس کو عدم مرض اور منع سلطان کر مفسر کیا ہے وان نوی بہا القدرۃ الحقیقۃ المقارنۃ للفعل صدق دیانۃ لا قضاء علی الاوجہ فتح لانہ خلاف الظاہر وقد اظہر الزاہدی اعتزالہ ہنا فی المجتبیٰ کما اظہرہ فی القنیۃ فی موضعین من الفاظ التکفیر اور اگر حالف مثال سابق میں استطاعت سے قدرت حقیقی جو فعل سے متصل ہوتی ہے مراد لے گا تو دیانۃً اس کی تصدیق ہوگی نہ قضاءً بنابر اوجہ تین کے کذا فی فتح القدیر اس واسطے کہ استطاعت سے قدرت حقیقی مراد لینا خلاف ہے ظاہر عرف کے لہٰذا اس کی تصدیق قضاءً نہ ہوگی اس واسطے کہ قاضی خلاف ظاہر کو نہیں مانتا اور البتہ زاہدی نے اپنا اعتزال یہاں کتاب مجتبیٰ میں ظاہر کیا ہے جیسے قنیہ میں اس کو دو مقام میں منجملہ الفاظ تکفیر کے ظاہر کیا ہے ہم اہل سنت کے نزدیک افعال عباد بالکل حق تعالیٰ کی قدرت سے واقع ہوتے ہیں اور اسی کے مخلوق ہیں اور معتزلہ کا مذہب ہے کہ عبد موجد ہے اپنے فعل کا اپنے اختیار سے شمنی نے کہا قدرت وہ صفت ہے جس کو حق تعالیٰ حیوان میں پیدا کرتا ہے اکتساب فعل کے قصد کے نزدیک بعد سلامت آلات واسباب اور قدرت نہیں ہوتی مگر متصل فعل کے فتح القدیر میں ہے کہ قدرت عبد میں فعل سے سابق نہیں ہوتی بلکہ فعل کے ساتھ پیدا ہوتی ہے اور فعل میں اس کو کچھ تاثیر نہیں اس واسطے کہ افعال عباد مخلوق ہیں خدا کے اور زاہدی نے اپنا اعتزال یوں ظاہر کیا ہے کہ حقیقت استطاعت کو مقارن فعل کہنا باطل ہے اس واسطے کہ یہ اشعریہ اور اہل سنت کے مذہب پر مبنی ہے اس واسطے کہ اگر ایسا ہی ہو تو فرعون اور ہامان اور باقی کفار جو کفر میں مرے ہیں وہ قادر نہ تھے ایمان پر اور ان کو ایمان سے مکلف کرنا تکلیف مالایطاق تھا اور انبیا علیہم السلام کا آنا اور کتب آسمانی کا نازل کرنا اور اوامر اور نواہی اور وعدہ اور وعید ان کے حق میں بے فائدہ ہوا انتہی کلامہ حالانکہ یہ قول اس کا غلط ہے اس واسطے کہ تکلیف شرعی قدرت حقیقی پر موقوف نہیں تا اس کا اعتراض وارد ہو بلکہ قدرت ظاہری اس کے واسطے کافی ہے یعنی سلامت اعضاء اور صحت اسباب چنانچہ اس کی تفصیل علم کلام اور کتب اصول میں مذکور ہے کذا فی المنح ودلائل الاسرار والطحطاوی ولا تخرج بغیر اذنی او الاباذی او بامری او بعلمی او برضای شرط للبر لکل خروج اذن الا لغزو او حرق او فرقۃ ولو نوی

Marfat.com

الاذان مرۃ دین دتخل بینہ لمزد جہا مرۃ بلا اذن کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ نہ نکلیو گھر سے بغیر میرے اذن یا مگر میرے اذن سے یا مگر میرے حکم یا علم یا میری رضامندی سے تو اس قسم کے قائم رکھنے کے واسطے ہر بار نکلنے میں زوج کا اذن شرط ہے مگر ڈوبنے یا جل جانے کے خوف سے یا جدائی کے سبب سے نکلنے میں اذن شرط نہیں اور اگر اس کلام میں زوج ایک ہی بار کی اجازت مراد رکھے گا تو دیانۃً اس کی تصدیق ہوگی نہ قضاءً اور یمین باطل ہوگی عورت کے ایک بار بلا اذن نکلنے سے یعنی جب ایک بار بلا اجازت نکلی تو زوج حانث ہوا پھر دوسری بار بلا اذن نکلنے سے حانث نہ ہوگا کذا فی النہر ولو قال کلما خرجت فقد اذنت لک یسقط اذنہ ولو نہا لما بعد ذلک صح عند محمد وعلیہ الفتوی ولو الجیۃ اور بعد یمین مذکور کے زوج نے کہا کہ جب بار کہ تو نکلے سو البتہ میں نے تجھ کو اجازت دی تو اس کلام سے ہر بار کا اذن لینا ساقط ہو جاتا ہے اور اگر بعد اس اذن عام کے اس کو منع کرے گا نکلنے سے تو صحیح ہے امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الولوالجیہ وفی الصیرفیۃ حلف بالطلاق لا یعقل اہلہ لبلد کذا فرفع الامر للحاکم فبعث رجلا باذنہ فقبل اہلہ لا یحنث اور صیرفیہ میں ہے کہ قسم کھائی طلاق کی کہ اپنے اہل کو فلانے شہر میں نہ لے جاوے گا پھر نافرمانی ہوئی حاکم کے پاس سو حاکم نے ایک مرد کو باذن زوج بھیجا سو وہ اس کی اہل کو اسی شہر میں لے آیا تو زوج حانث نہ ہوگا اس لیے کہ حاکم پاس نافرمانی کرنے سے حاکم مامور نہیں ہو جاتا کہ مامور کا فعل آمر کی طرف منسوب ہو کذا فی المنح **بخلاف قولہ الاان اذن حتی** اذن لک لانہ للغایۃ بخلاف اس قول کے کہ نہ نکلیو گھر سے مگر یہ کہ میں تجھ کو اذن دوں یا نہ نکلیو تا ایں کہ میں تجھ کو اذن دوں اس واسطے کہ یہ قول غایت کے واسطے ہے م لا تخرجی الا باذنی میں ہر بار اجازت مشروط ہے اس واسطے کہ استثناء مفرغ ہے اور استثناء خروج مفردن بالاذن ہے بخلاف لا تخرجی حتی اذن لک کے کہ اس میں اذن غایت ہے خروج کی تو ایک بار کا اذن کافی ہے ہر خروج میں اذن لازم نہیں حتی کا غایت کے واسطے موضوع ہونا تو صریح ہے اور الاان بمعنی حتی ہے مجازاً کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو نوی التعدد صدق اور اگر زوج الا ان اور حتی میں تعدد اذن کی نیت کرے گا تو اس کی تصدیق ہوگی قضاءً اس واسطے کہ اس کا کلام محتمل ہے تعدد کا اور اس میں خود اس کی ذات پر تشدید ہے کذا فی المنح **حلف لا یدخل دار فلان بر ادبہ نسبۃ السکنی** جبہ عرفا ولو تبعا او باعارۃ قسم کھائی کہ داخل نہ ہوگا فلانے گھر میں مثلاً زید کے گھر میں تو مراد اس سے سکونت کی نسبت ہے طرف زید کے بنا بر عرف کے اگرچہ سکونت اس کی بالتبع ہو نہ بالاصالت یا بطریق غایت ہو یعنی دار زید سے عرف میں وہ گھر مراد ہے جس میں زید رہتا ہو خواہ وہ مملوک ہو یا روایت یا بہ کرایہ ہو سکونت اس کی بالاصالت ہو یا کسی کے ساتھ رہتا ہو جیسے سکونت بیٹی کی ماں کے ساتھ یا سکونت زوجہ کی زوج کے ساتھ بالتبع ہے نہ بالاصالت بہر صورت جس گھر میں زید ساکن ہوگا اس گھر میں داخل ہونے سے حالف حانث ہوگا اور اگر ایک گھر زید کا مملوک ہے اور اس میں وہ نہیں رہتا ہے تو اس کے داخل ہونے سے حانث نہ ہوگا باعتبار عموم المجاز ومعناہ کون محل الحقیقۃ فردا من افراد المجاز یعنی دار فلان سے دار مسکونہ مراد ہے باعتبار عموم مجاز کے اور عموم مجاز کا یہ مطلب ہے کہ محل حقیقت یعنی کلمہ حقیقی ایک فرد ہو جاوے افراد مجاز سے یعنی مجازی معنی ایسے عام ہوں کہ حقیقی معنی اس میں داخل ہو جاویں چنانچہ یہاں دار مسکونہ میں دار مملوکہ داخل ہے شارح نے اشارہ کیا کہ یہاں جمع بین الحقیقت والمجاز نہ کوئی سمجھے اس واسطے کہ وہ حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں بلکہ عموم مجاز مراد ہے او حلف لا یضع قدمہ فی دار فلان حنث بدخولہا مطلقا ولو حافیا او راکبا لما تقرران الحقیقۃ متی کانت متعذرۃ او مہجورۃ صیر الی المجاز حتی الو مضطجع ووضع قدمیہ لم یحنث یا یوں قسم کھائے کہ اپنا قدم نہ رکھے گا فلانے کے گھر میں تو حانث ہوگا اس میں داخل ہونے سے ہر طرح سے اگرچہ برہنہ پا یا سوار داخل ہوا اس واسطے کہ اصول میں ثابت ہو چکا ہے کہ جب حقیقت متعذر یا متروک ہوتی ہے تو مجاز ٹھہرایا جاتا ہے یہاں تک کہ اگر گھر کے باہر لیٹے اور اپنے دونوں قدم گھر کے اندر رکھ دے تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ اس صورت میں اگرچہ وضع قدمین ثابت ہے لیکن اس کو دخول

Marfat.com

ہیں کہتے م خلاصہ یہ ہے جب وضع قدمین سے عرفاً دخول مراد ہو السبب متروک ہونے حقیقی معنی کے تو سوار ہونے میں ہر چند وضع قدم نہیں لیکن حانث ہوگا اور لیٹنے کی صورت میں ہر چند وضع قدم ہے لیکن حانث نہیں اور حقیقی معنی کا متعذر ہونا اگلے باب میں معلوم ہوگا **وشرط لحنث فی قولہ ان خرجت مثلا فانت طالق او ان ضربت عبدک فعبدی حر لم یرد الخروج والضرب فعلہ فورا لان قصدہ المنع عن ذلک الفعل** فمدار الایمان علیہ وبذہ تسمی یمین الفور للمفرد ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ باظہارہا ولم یخالفہ احد اور اس قول میں کہ اگر تو مثلاً نکلے تو تو طالق ہے یا نے اگر اپنے غلام کو مارا تو میرا غلام آزاد ہے یہ کہنا خروج اور ضرب کے ارادہ کرنے والے کو تو اس فعل کا فوراً کرنا شرط ہے حنث کی اس واسطے قصد متکلم کا روکنا ہے اس وقت کے فعل سے جس کے کرنے پر وہ مستعد ہوا ہے باعتبار عرف کے اور مدار قسموں کا عرف پر ہے اس قسم کو یمین فور تے ہیں امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یمین فور کے اظہار میں منفرد ہوئے اور کسی مجتہد نے ان کے خلاف نہیں کہا اس مسئلہ میں م جب زوجہ نے مثلاً گھر سے نکلنے کا قصد کیا اور زوج نے کہا کہ اگر تو نکلے تو تجھ کو طلاق ہے تو اگر زوجہ فوراً نکلی بلا توقف تو زوج حانث ہوگا زوجہ مطلقہ ہو جاوے گی اور اگر زوجہ فوراً نہ نکلی بلکہ اس کلام سے گھڑی بھر بعد نکلی حنث نہ ثابت ہوگا یمین فوراً کا حکم اول حضرت امام اعظم نے بیان کیا اور اس کے علما یمین دو قسم کی جانتے تھے ایک یمین مطلق اور دوسری یمین مقید اور یمین فور تیسری قسم نکلی کہ ظاہر میں مطلق ہے اور حقیقت میں مقید امام نے اس کا حکم حدیث جابرؓ سے نکالا ان سے کسی نے مدد مانگی تھی انہوں نے عدم نصرت کی قسم کھائی پھر بعد اس کے نصرت کی اور حانث نہ ہوئے کذا فی التبیین والکنز اور بحر الرائق میں محیط سے منقول ہے کہ امام اعظم سے کسی عالم نے یمین فور کے نام رکھنے اور اس کے حکم نکالنے میں سبقت نہیں کی اور ان کے بعد کسی مجتہد نے ان کی مخالفت کی تو سب علما اس مسئلہ میں عیال ہیں ابو حنیفہ کے بلکہ درحقیقت کل فقہ میں علما عیال ہیں امام اعظم کے کذا فی المنح چنانچہ امام شافعی نے از راہ انصاف فرمایا کہ الناس عیال لابی حنیفہ فی الفقہ **وکذا فی حلفہ ان تغدیت فکذا بعد قول الطالب تعالیٰ تغد معی شرط لحنث تغدیہ ذلک الطعام لمدعوا** اور اسی طرح اس قسم میں کہ اگر میں اول روز کا کھانا کھاؤں تو ایسا یہ کہا بلانے والے کے اس قول کے بعد کہ آ میرے ساتھ اول روز کا کھانا شرط ہے واسطے حنث کے طالب کے ساتھ وہی طعام کھانا جس کے واسطے بلایا اس واسطے کہ جواب اعادہ سوال کا متضمن ہوتا ہے تو اسی طعام چاشت مخصوص پر حنث منحصر ہوا تاکہ مطابقت واقع ہو سوال اور جواب میں **وان ضم الی ان تغدیت الیوم او معک فعبدی حر حنث بمطلق التغدی لزیادۃ علی الجواب** فجعل مبتدیا اور اگر جواب میں لفظ الیوم یا معک ملایا یعنی یوں کہا کہ اگر میں اول روز کا کھانا آج کھاؤں یا تیرے ساتھ کھاؤں تو میرا غلام آزاد ہے تو حانث ہوگا مطلق تغدی سے خواہ طالب کے گھر میں کھاوے خواہ اس کے ساتھ دوسرے وقت کھاوے بہر صورت حانث ہوگا جواب پر زیادہ بڑھانے سے تو متکلم قرار دیا گیا نہ مجیب طحطاوی نے کہا کہ ماتن کو لازم تھا معی کے عندی کہنا جیسے صاحب کنز نے کہا ہے اس واسطے کہ جب لفظ مع کا سوال میں ہوا تو مجیب کے کلام میں لفظ معک سے زیادتی لازم آئی فی طلاق الاشباہ ان للتراخی لا بقرینۃ الفور ومنہ طلب جماعہا فابت فقال ان لم تدخلی معی البیت فانت طالق فدخلت بعد سکون شہوۃ حنث اور اشباہ کی کتاب الطلاق میں ہے کہ ان شرطیہ دور نگی کے واسطے ہے مگر بقرینہ فور البتہ فور کے واسطے ہوتا ہے اواز قبیل فور کے یہ مثال ہے کہ زوج نے اپنی زوجہ سے جماع کی خواہش کی سو اس نے انکار کیا تو زوج نے کہا کہ اگر تو داخل نہ ہوگی میرے ساتھ کوٹھری میں تو تجھ کو طلاق ہے پھر بعد سکون شہوت زوج داخل ہوئی نہ فوراً تو زوج حانث ہو گا زوجہ مطلقہ ہوگی وفی البحر عن المحیط طول التشاجر لا یقطع الفور وکذا لو خافت فوت الصلوۃ فصلت او اشتغلت بالوضوء للصلوۃ المکتوبۃ واشتغلت بالصلوۃ المکتوبۃ لانہ عذر شرعا وکذا عرفا اور بحر الرائق میں محیط سے منقول ہے دیر تک جھگڑا ہونا زوجین میں منقاطع فور کا نہیں اور اسی طرح اگر زوجہ

ف یمین فور ایجاد امام اعظم ہے ۱۲ سلہ آدمی عیال ہیں ابو حنیفہ کی فقہ میں ۱۲

Marfat.com

فوت نماز سے ڈری سو نماز پڑھنے لگی یا مشغول ہوئی فرض نماز کے وضو میں یا فرض نماز میں مشغول ہوئی سو اتنا توقف قاطع سرعت کا نہیں شرعاً اور اسی طرح عرفاً یعنی اگر بعد اقرار جماع زوج نے کہا کہ اندر نہ آوے گی میرے ساتھ تو تجھ کو طلاق ہے سو عورت دیر تک جھگڑا کرتی رہی یا نماز یا وضو میں مشغول رہی اور پھر اندر داخل ہوئی تو زوج حانث نہ ہوگا اتنے توقف عذری سے **مرکب العبد الماذون والمکاتب لیس لمولاہ فی حق الیمین الا بشرطین اذا لم یکن دینہ مستغرقا** وقد نواہ فیحنث بحنث سواری عبد ماذون فی التجارۃ اور مکاتب کی اس کے مالک کی نہیں یمین کے حق میں مگر دو شرط سے جب کہ اس کا قرض مستغرق نہ ہوا اور حالف نے اس سواری کی نیت کی ہو تو اسوقت میں حانث ہوگا یعنی اگر قسم کھائی کہ مثلاً زید کی سواری پر سوار نہ ہوگا پھر زید کے عبد ماذون یا مکاتب کی سواری پر سوار ہوا تو حانث نہ ہوگا اور شرط عدم استغراق دین اور نیت کے حانث ہوگا اور اگر دین مستغرق ہے تو حانث نہ ہوگا اگرچہ اس سواری کی نیت کر چکا ہو اس واسطے کہ عبد مدیون مستغرق کے کسب میں مولی کی ملکیت نہیں امام کے نزدیک کذا فی المنح **حلف لا یرکب فالیمین علی ما یرکبہ الناس عرفا من فرس وبغل وحمار فلو رکب ظہر انسان او بعیرا او بقرۃ او فیلا لا یحنث** استحسانا الا بالنیۃ ظہیریہ قلت وینبغی حنثہ بالغیر فی مصر والشام وبالفیل فی الہند المتعارف قالہ المصنف قسم کھائی کہ سوار نہ ہوگا تو قسم اس پر محمول ہے جس پر لوگ باعتبار رواج کے سوار ہوتے ہیں گھوڑے اور خچر اور گدھے سے تو اگر انسان کی پیٹھ پر سوار ہوگا یا اونٹ یا بیل یا ہاتھی پر سوار ہوگا تو حانث نہ ہوگا بنا بر استحسان کے مگر اونٹ وغیرہ کی نیت سے البتہ حانث ہوگا کذا فی الظہیریہ شارح کہتا ہے اور لائق ہے حانث ہونا حالف کا اونٹ کے سوار ہونے سے مصر اور شام میں اور ہاتھی کے سوار ہونے سے ہندوستان میں بسبب رواج کے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں مگر گدھے پر سوار ہونے سے عرب میں حانث ہوگا لیکن ہند میں حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ رواج نہیں لیکن دھوبی ہندوستان کے البتہ حانث ہوں گے کہ وہ گدھے اور بیل پر سوار ہوا کرتے ہیں اور چونکہ گھوڑے اور ہاتھی اور پالکی اور ڈولی اور گاڑی اور رتھ پر ہند میں سوار ہونا رائج ہے تو عدم سواری کے قسم سے اگر ان سواریوں پر سوار ہوگا تو حانث ہوگا واللہ اعلم **ولو عمل علی الدابۃ مکرہا فلا حنث کحلفہ لا یرکب فرسا فرکب برذونا او بعکسہ** لان الفرس اسم العربی والبرذون اسم للعجمی والخیل یعم بذا الویمینہ بالعربیۃ ولو بالفارسیۃ حنث بکل حال اور اگر قسم کھائی عدم سواری کی پھر زبردستی لادا گیا جانور پر حنث نہیں جیسے اس قسم میں حنث نہیں کہ سوار ہوگا فرس پر پھر برذون پر سوار ہوا یا قسم کھائی کہ برذون پر سوار نہ ہوگا پھر فرس پر سوار ہوا اس واسطے کہ لغت عرب میں فرس عربی گھوڑے کا نام ہے اور برذون عجمی گھوڑے کا نام ہے اور خیل کا لفظ دونوں کو عام ہے یہ عدم حنث اس صورت میں ہے جب کہ قسم عربی زبان میں ہو اور اگر قسم فارسی زبان میں ہو اس طرح پر کہ بر اسپ سوار نخواہم شد تو ہر حال میں حانث ہوگا خواہ عربی گھوڑے پر سوار ہو خواہ عجمی پر اس واسطے کہ اسپ دونوں کو شامل ہے م فارسی کے مانند ہندی میں بھی تفرقہ گھوڑے کے لفظ میں نہیں **ولو حلف لا یرکب او لا یرکب مرکبا حنث بکل مرکب سفینۃ او محملا او دابۃ سوی الآدمی وبعیر ولو حلف لا یرکب حیوانا او دابۃ** اور اگر قسم کھائی کہ سوار نہ ہوگا یا مرکب پر سوار نہ ہوگا تو ہر مرکب کے سوار ہونے سے حانث ہوگا ناؤ ہو یا عماری یا جانور سوائے آدمی کے اور اگلے باب میں قریب آوے گا کہ اگر قسم کھائی کہ حیوان یا دابہ پر سوار نہ ہوگا تو انسان اور کافر پر سوار ہونے سے حانث نہ ہوگا

باب الیمین فی الاکل والشرب واللبس والکلام

یہ باب ہے اکل اور شرب اور کلام کی قسم میں **ثم الاکل ایصال ما یحتمل المضغ لفیہ الی الجوف کخبز وفاکہۃ مضغ اولا** ای وان ابتلعہ من غیر مضغ اور دریافت کرنا چاہیے کہ اکل یعنی کھانا عبارت ہے پیٹ میں پہنچانے سے اس کو جو چبانے کے لائق ہے بواسطے اپنے منہ کے چنانچہ پہنچانا روٹی اور میوہ کا خواہ چبا دے یا نہ چبا دے یعنی اگرچہ بدون چبائے نگل جاوے **والشرب ایصال ما لا یحتمل المضغ من المائعات الی الجوف**

Marfat.com

ساغ اکل اور شرب یعنی پینا عبارت ہے پیٹ میں پہنچانے سے اس کو جو لائق چبانے کے نہیں از قسم پتلی چیزوں کے جیسے پانی اور شہد یعنی رقیق سائل
پیٹ میں پہنچانا بواسطے منہ کے یہ حقیقت ہے شرب کی تو ناک سے پانی کھینچ کر پیٹ میں لے جانا یا پچکاری سے دوا پیٹ میں پہنچانا شرب نہیں نفی
حلف لا یاکل بیضۃ حنث بلعہا جب حقیقت اکل کی معلوم ہوئی تو اس قسم میں کہ انڈا نہ کھائے گا اس کے نگل جانے سے حانث ہوگا ثم انڈے کے مانند
دام اور لیتہ ہے طحطاوی نے کہا کہ انڈے سے مراد پختہ انڈا ہے اس واسطے کہ کچا انڈا لائق چبانے کے نہیں وفی لا یاکل عنبا مثلا لا یحنث بمصہ لان المص نزع
لث ولو عصرہ واکل فشرہ حنث بدائع اور اس قسم میں کہ انگور نہ کھاوے گا اس کے عرق چوسنے سے حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ چوسنا تیسری قسم ہے
سولئے اکل اور شرب کے اور انگور کا عرق نچوڑ ڈالا اور اس کے چھلکے کو کھایا تو حانث ہوگا کذا فی البدائع اس واسطے چھلکا چبانے کے لائق ہے لکن فی تہذیب
فلانسی حلف لا یاکل تمرا لا یحنث بمصہ وفی عرفنا یحنث اور فلانسی کی تہذیب میں ہے قسم کھائی کہ ثمر نہ کھائے گا تو اس کے چوسنے سے یعنی اور اس
عناب نگلنے سے حانث نہ ہوگا اور ہمارے عرف میں یعنی مصر کے رواج میں حانث ہوگا ثم اصل استدراک یہ ہے کہ بعضے عرف میں چوسنیکو کھانا کہتے ہیں
وبموجب اس عرف کے انگور چوسنے سے بھی مثال سابق میں حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی اما الذوق فعمل الفم بمجرد ومعرفۃ الطعم وصل الی الجوف ام لا وکل
ل وشرب ذوق ولا عکس اور ذوق یعنی چکھنا تو عبارت ہے منہ کے فعل سے فقط مزا دریافت کرنے کے واسطے خواہ وہ چیز پیٹ میں جاوے یا نہ جاوے
د ہر اکل اور شرب ذوق ہے اور اس کو بالعکس نہیں یعنی ہر اکل اور شرب ذوق نہیں تو اکل اور شرب میں اور ذوق میں عموم خصوص مطلق کی
سبت ہے ولو تمضمض للصلوۃ لا یحنث اور اگر نماز کے واسطے کلی کی تو حانث نہ ہوگا یعنی اگر قسم کھائی کہ پانی نہ چکھے گا تو کلی کرنے سے حانث نہ ہوگا اس واسطے
کہ اس طرح کلی کرنے سے چکھنا مراد نہیں ہوتا ہے چنانچہ منقول ہے امام محمد سے کذا فی الطحطاوی ولو عنی بالذوق الاکل لم یصدق الا لدلیل اور اگر حالف
نے چکھنے سے کھانے کا ارادہ کیا تو اس کی تصدیق نہ ہوگی مگر دلیل سے یعنی دلالت حال سے یعنی چنانچہ زید سے خالد نے کہا آ میرے پاس کھانا کھا خالد نے کہا کہ میں
تیرے پاس نہ کھانا چکھوں گا نہ پانی تو یہاں بقرینہ سوال ذوق بمعنی اکل وشرب کے ہے کذا فی الفتح حلف لا یاکل من ہذہ النخلۃ ادا لکرمۃ فقید خلتہ
باکلہ من ثمرہا بالمثلثۃ ای ما یخرج منہا بلا تغیر بصنعۃ جدیدۃ فیحنث بالعصیر لا بماء الدبس المطبوخ ولا لو صل غصن منہا بشجرۃ اخری قسم کھائی کہ اس کھجور
کے درخت یا انگور کے درخت کو نہ کھاؤں گا تو متعین ہے حنث اس کی ان درختوں کے ثمر کے کھانے سے ثمر بثاء مثلثہ سے وہ چیز مراد ہے جو درخت سے
بلا تغیر صنعت جدید نکلے عصیر یعنی عصارہ کے کھانے سے حانث ہوگا نہ دبس مطبوخ کے کھانے سے اور نہ حانث ہوگا اس درخت کی شاخ پیوند کرنے سے
دوسرے درخت میں م جب حالف نے مضاف کیا یمین کو درخت کی طرف حالانکہ درخت ماکول چیز نہیں تو یمین لغو ہوئی تھی لہذا واسطے تصحیح کلام عاقل
کے اس کے ظاہر سے پھیرا یعنی درخت سے پھل کا ارادہ کیا بطریق مجاز کے یعنی سبب سے مسبب کا ارادہ سبب درخت ہے اور مسبب پھل بشرط
عدم تغیر عصیر اور عصارہ وہ پانی ہے جو پھلوں کے دبانے سے نکلے دبس بالکسر اس شیرہ کو کہتے ہیں جو خود بخود پختہ کھجور اور انگور سے ٹپکے چونکہ اس میں
انسان کو دخل نہیں لہذا اس کے کھانے سے حانث نہ ہوگا جیسے کچی پکی گدر کھجور کے کھانے سے حانث ہوتا ہے اور دبس مطبوخ شیرہ ہے
پختہ کھجور اور انگور کا جو جوش دیا جاوے لہذا اس کے کھانے سے حانث نہ ہوگا جیسے نبیذ ثمر پختہ اور سرکہ انگوری سے حانث نہیں ہوتا اور
اسی طرح اگر انگور کی شاخ دوسرے درخت میں پیوند کی اور اس شاخ کے پھل کو کھایا تو حانث نہ ہوگا بسبب تصرف انسانی کے وان لم
یکن للشجرۃ ثمرۃ تنصرف یمینہ الی ثمنہا فیحنث اذا اشتری بہ ماکولا اکلہ اور اگر اس درخت محلوف علیہ کے پھل نہ ہو تو یمین
اس کی اس درخت کی قیمت کی طرف پھر جاوے گی تو حانث ہوگا جب درخت کی قیمت سے کوئی کھانے کی چیز لے گا اور اس کو کھاوے
گا ولو اکل من عین النخلۃ لا یحنث وان نوا لان الحقیقۃ مہجورۃ ولو الجبہ اور اگر بعینہ کھجور کے درخت کو کھاوے گا کوٹ پیس کر

Marfat.com

تو حانث نہ ہوگا اگرچہ خود درخت کھانے کی نیت کی ہو قسم کیوقت اس واسطے کہ حقیقت متروک ہے کذا فی الولوالجیہ یعنی حقیقی معنی درخت کے یہاں متروک الاستعمال ہیں م شارح کو لازم تھا کہ بجائے مجورۃ متعذرۃ بولتا چنانچہ ایضاح الاصلاح میں ہے صاحب کشف نے کہا کہ متعذرۃ وہ ہے جو بلا مشقت نہ حاصل ہو جیسے کھجور کے درخت کا کھانا اور مہجورہ وہ ہے جس کا وصول آسان ہو لیکن لوگوں نے اس کو چھوڑ دیا جیسے وضع قدم کے معنی حقیقی متروک ہو کر مطلق دخول میں مستعمل ہے کذا فی الطحطاوی وفی المحیط لو نوی اکل عینہا لم یحنث باکل ما یخرج منہا لانہ نوی حقیقۃ کلامہ لال المصنف تبعا لشمنی وینبغی ان لا یصدق قضاء لتعیین المجاز زادفی النہر فان قلت ورق الکرم مما یوکل عرفا فینبغی صرف الیمین لعینہ قلت اہل العرف انما یاکلونہ مطبوخا اور محیط میں ہے کہ اگر حالف لعینہ کھجور کے درخت کے کھانے کی نیت کرے گا تو اس کے پھل وغیرہ کے کھانے سے حانث نہ ہو گا اس واسطے کہ اس نے اپنے کلام کے حقیقی معنی کا ارادہ کیا تو مجاز ہیں کیونکر حانث ہوگا مصنف نے اپنی شرح میں باتباع اپنے استاد یعنی صاحب بحر الرائق کے کہا کہ لائق یوں ہے کہ باوجود نیت حقیقت کے قضاء اس کی تصدیق نہ ہو بسبب معین ہو جانے معنی مجازی کے تو غیر مجاز خلاف ظاہر ہوا اور خلاف ظاہر میں قاضی تصدیق نہیں کرتا کذا فی المنح اور صاحب النہر الفائق نے واسطے تقویت اس قول کے اتنا زیادہ کہا ہے یعنی اگر تو کہے کہ انگور کے پتوں کو عرف میں کھاتے ہیں تو لائق ہے یمین کا پھرنا لعینہ انگور کے درخت کی طرف تو میں جواب کہوں گا کہ اہل عرف پتوں کو تو پکا کر کھاتے ہیں یعنی اگرچہ کچا کھانا رواج ہوتا تو سوال صحیح ہوتا **وفی الشاۃ یحنث باللحم خاصۃ** لا باللبن لانہا ما کولۃ فتنعقد الیمین علیہا اور بھیڑ بکری کی قسم میں فقط گوشت کھانے سے حانث ہوگا نہ دودھ کھانے سے اس واسطے کہ بھیڑ بکری خود کھانے کی چیز ہے تو یمین لعینہ اسی پر منعقد ہوگی نہ اس پر جو اس سے نکلتا ہے یعنی دودھ اور دہی اور مسکہ **ولا یحنث فی حلف لا یاکل من ہذا البسر او الرطب او اللبن باکل رطبہ وثمرہ وشیرازہ** لان ہذہ صفات داعیۃ الی الیمین فتقید بہا اس قسم میں کہ نہ کھاوے گا اس گدر کھجور کو یا اس پختہ تر کھجور کو یا اس دودھ کو حانث نہ ہوگا پہلی صورت میں تر کھجور کھانے سے اور دوسری صورت میں خشک کھجور کھانے سے اور تیسری صورت میں چکا دی کھانے سے اس واسطے کہ یہ صفات یعنی لبسریت اور رطوبت اور نبست باعث ہوتے ہیں قسم کھانے کے باختلاف کیفیت امزجہ تو اسی صفت مخصوصہ پر قسم منعقد ہوگی تو غیر صفت میں کیونکر حانث ہوگا شیراز عبارت ہے زائب سے یعنی دودھ کو جوش کر کے اس کا پانی نکالا جائے کذا فی فتح القدیر والمنح طحطاوی نے علامہ باکیر سے نقل کیا کہ شیراز بالکسر میں ترشی کا ہونا بھی شرط ہے لہذا مترجم نے شیراز کا ترجمہ دہی کیا **بخلاف لا یکلم ہذا الصبی او ہذہ الشاب فکلمہ بعد ما شاخ او لا یاکل ہذا الحمل** بفتحتین ولد الشاۃ **فاکلہ بعد ما صار کبشا فانہ یحنث** لانہا غیر داعیۃ بخلاف اس قول کے کہ قسم کھائی کہ اس لڑکے یا اس جوان سے کلام نہ کرے گا پھر اس سے کلام کیا اس کے بڈھے ہونے کے بعد یا قسم کھائی کہ اس بھیڑ کے بچہ کو نہ کھاوے گا پھر اس کو کھایا جب کہ وہ جوان یا بڈھا ہو گیا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ صفات باعث یمین کے نہیں ہوتے م اس واسطے کہ ہجران مسلم شرعا ممنوع ہے تو مانع ہے عدم تکلم کا خواہ وہ صغیر ہو یا کبیر اور اسی طرح بھیڑ کے بچے کا نہ کھانا باعث یمین نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ صغیر کا گوشت جوان سے زیادہ تر مرغوب ہوتا ہے حمل بفتح اول و دوم بچہ بھیڑ اور دنبے کا والاصل ان المحلوف علیہ اذا کان بصفۃ داعیۃ الی الیمین تقید بہا فی المعرف والمنکر فاذا زالت زالت الیمین وما لا تصلح داعیۃ اعتبر فی المنکر دون المعرف اور قاعدہ کلیہ مسائل سابقہ کے حکم کا یہ ہے کہ محلوف علیہ جب کہ ایسی صفت کے ساتھ ہو جو داعی ہے طرف یمین کے تو یمین اس صفت کے ساتھ مقید ہے معرفہ اور نکرہ دونوں میں تو جب وہ صفت زائل ہوگی تو یمین بھی زائل ہو جاوے گی اور جب کہ محلوف علیہ ایسی صفت کے ساتھ ہو جس کو لیاقت نہیں داعی ہونے کی تو اعتبار صفت کا نکرہ میں ہوگا چنانچہ (لا اکلم صبیا فکلم شابا) میں نہ معرفہ میں چنانچہ امثلہ سابقہ میں یعنی لا یکلم ہذا الصبی وفی المجتبی حلف لا یکلم ہذا المجنون فبرأ او ہذا الکافر فاسلم لا یحنث لانہا صفۃ اداعیۃ الی الیمین اور مجتبی

Marfat.com

ں ہے قسم کھائی کہ اس مجنون سے نہ بولے گا پھر اس کا جنون جاتا رہا اور حالف اس سے بولا یا قسم کھائی کہ اس کافر سے نہ بولے گا پھر وہ مسلمان
و گیا اور حالف اس سے بولا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ جنون اور کفر ایسی صفت ہے کہ عدم تکلم کے باعث ہے تو اس کے زوال سے یمین بھی
ائل ہوگی **ولو لا یکلم رجلا فکلم صبیا حنث** وقیل لا کلا یکلم صبیا وکلم بالغا لانہ بعد البلوغ یدعی شابا وفتی الی ثلثین فکھل الی خمسین فشیخ اور اس قسم میں
مرد سے بات نہ کرے گا پھر حالف لڑکے سے بولا تو حانث ہوگا اس واسطے کہ رجل صبی کو بھی شامل ہے باعتبار لغت کے کذا فی الطحطاوی اور دوسرا
ول یہ ہے کہ حانث نہ ہوگا اور یہی قول حق ہے اس واسطے کہ عرف میں رجل صبی کو شامل نہیں کذا فی الحلبی چنانچہ اس مثال میں حانث نہیں قسم
ھائی کہ صغیر سے نہ بولے گا پھر اس سے بعد بالغ ہونے کے بولا اس واسطے کہ صغیر کو بعد بلوغ کے شاب اور فتی کہتے ہیں تیس برس تک پھر تیس برس
کے بعد پچاس تک اس کو کھل یعنی ادھیڑ بولتے ہیں پھر پچاس برس کے بعد آخر عمر تک شیخ کہتے ہیں یعنی بڈھا **او لا یاکل ہذا العنب فصار زبیبا**
ذا وما بعد معطوف علی قولہ من ہذا البسر مما لا یحنث بہ یا قسم کھائی کہ اس ترانگور کو نہ کھاوے گا پھر وہ انگور خشک ہوگیا تو اس کے کھانے سے حانث
ہ ہوگا شارح کہتا ہے کہ یہ مثال اور اس کے بعد کی مثالیں مصنف کے قول میں ہذا البسر پر عطف ہیں جس سے حانث نہیں ہوتا **ولا یاکل ہذا اللبن**
فصار جبنا او لا یاکل من ہذا البیضۃ فاکل فراریخا کذا فی نسخ الشرح وفی نسخ المتن فرخا یا قسم کھائی کہ اس دودھ کو نہ کھاوے گا پھر وہ پنیر ہوگیا
یا اس انڈے کو نہ کھاوے گا پھر اس کے بچے کھائے شارح کہتا ہے مصنف کی شرح منح الغفار کے نسخوں میں اسی فراریخا کا لفظ ہے اور متن
کے نسخوں میں جو شرح سے معرا ہیں ان میں فرخا کا لفظ بصیغہ مفرد اور بصیغہ جمع دونوں طرح ہے **او لا یذوق من ہذا الخمر فصار خلا او من زبیبہ الشجرۃ فاکل بعد ما صار لو ذا او**
شمشما لم یحنث یا اس شراب کو نہ چکھے گا پھر شراب سرکہ ہوگئی یا قسم کھائی کہ اس درخت کے پھول کو نہ کھاوے گا پھر جب وہ پھول بادام یا زردآلو
ہوگیا تو اس کو کھایا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ محلوف علیہ کی حقیقت بدل گئی بخلاف حلفہ لا یاکل تمرا فاکل جیسا فانہ یحنث لانہ ثمر مفتت وان ضم الیہ
شی من الثمن او غیرہ بجر دفیہ الاصل فیما اذا حلف لا یاکل معینا فاکل بعضہ ان کل شی یاکلہ الرجل فی مجلس لیشربہ فی شربۃ فالحلف علی کلہ والا فعلی بعضہ
بخلاف اس قسم کہ کھجور نہ کھاوے گا سو اس نے جس کو کھایا یعنی کھجور کا ملیدہ کو تو اس کھانے سے حانث ہوگا اس واسطے کہ جس عبارت سے کھجور کے
چورے اگرچہ اس کے ساتھ گھی وغیرہ ملایا گیا کذا فی البحر اور اسی میں ہے کہ جب قسم کھائی کہ چیز معین کو نہ کھاوے گا سو اس میں سے کچھ تھوڑا کھایا تو
ایسی قسم میں قاعدہ کلیہ یہ ہے جو چیز ایسی ہو جس کو آدمی ایک مجلس میں سب کھا جاتا ہو یا ایک بار اس کو پیتا ہو تو انعقاد حلف کا اس کے کل پر ہوگا یعنی
اس کے سب کھا جانے سے حانث ہوگا اور اگر آدمی ایک بار میں نہ کھا سکتا ہو یا نہ پی سکتا ہو تو انعقاد یمین کا اس کے تھوڑے کھانے میں ہوگا وکذا
لا یحنث لو حلف لا یاکل لبسرا فاکل رطبا او لا یاکل عنبا فاکل زبیبا بخلاف نحو جوز و لوز فان الاسم یتناول الرطب ایضا اسی طرح حانث نہ
ہوگا اگر قسم کھائی کہ گدر کھجور نہ کھاوے گا پھر اس نے پکی تر کھجور کھائی یا انگور کو نہ کھاوے گا پھر اس نے خشک انگور کھایا بخلاف جوز اور بادام کی قسم کے اس
واسطے کہ مانند جوز اور بادام کا نام تر اور خشک کو بھی شامل ہے **ولو حلف لا یاکل رطبا او لبسرا او حلف لا یاکل رطبا ولا لبسرا حنث**
یاکل المذنب بکسر النون المشددۃ لاکلہ المحلوف علیہ وزیادۃ اور اگر قسم کھائی کہ پکی تر کھجور یا گدر کھجور نہ کھاوے گا یا قسم کھائی کہ نہ پکی تر کھجور
کھاوے گا نہ گدر کو تو مذنب کے کھانے سے حانث ہوگا اس واسطے کہ اس نے محلوف کو کھایا ساتھ زیادتی کے م مذنب بکسر نون مشدد اس کھجور کو کہتے
ہیں جو نیچے کی طرف سے پختہ ہو جلی ہو اور رطب مذنب وہ ہے جو اکثر پختہ ہو اور اقل گدر اور لبسر مذنب اس کے بالعکس ہے کذا فی المنح عن المغرب
ولا حنث بشراء کباستہ بکسر الکاف ای عرجون ویقال عنقود **لبسر فنبا رطب فی حلفہ لا یشتری رطبا** لان الشراء یقع علی الجملۃ والمغلوب
تابع بخلاف حلفہ علی الاکل لو توعہ شیئا فشیئا اور حانث نہ ہوگا گدر کھجور کے گود کے مول لینے سے جس میں کچھ پکی کھجور بھی ہے اس طرح قسم کھانے

Marfat.com

میں کہ پکی کھجور کو خرید نہ کرے گا اس واسطے کہ مول لینا یک بارگی واقع ہوتا ہے اور مغلوب تابع ہوتا ہے غالب کے بخلاف کھانے کی قسم کے یعنی اگر قسم کھائی کہ پکی کھجور نہ کھاوے گا پھر اس نے کدر کے ساتھ تھوڑی پکی کھجور بھی کھائی تو حانث ہوگا یہاں مغلوب تابع غالب کا نہیں بسبب واقع ہونے اکل کے اندک اندک نہ یک بارگی مانند خرید کے م کبار بکسر کاف عرجون ہے اور عنقود بھی اسکو کہتے ہیں یعنی خوشہ خرما اور انگور ہندی میں اس کو گود بولتے ہیں یعنی جس چیز میں مجتمع ہو کر پھل پھلتے ہیں **ولا حنث فی حلفہ لا یاکل لحما باکل مرقتہ او سمک الا اذا نواہما ولا فی لا یرکب دابۃ فرکب کافرا او لا یجلس علی اوتر فجلس علی جبل** مع تسمیتہا فی القرآن لحما و دابۃ واذنا والا لمعرف اور حنث نہیں اس قسم میں گوشت نہ کھاوے گا شوربا اور مچھلی کے کھانے سے مگر جب کہ حالف شوربا اور مچھلی کی نیت کرے گا گوشت کے لفظ میں تو البتہ حانث ہوگا اور اس میں حنث نہیں کہ دابہ یعنی چلنے والے جاندار پر سوار نہ ہوگا پھر وہ کافر پر سوار ہوا یا قسم کھائی کہ میخ پر نہ بیٹھے گا پھر پہاڑ پر بیٹھا باوجودیکہ قرآن مجید میں مچھلی کو گوشت اور کافر کو دابہ اور پہاڑوں کو متخین فرمایا ہے حانث نہ ہوگا بہ سبب عرف کے یعنی مدار حلف کا عرف پر ہے نہ اطلاق قرآنی پر وما فی التبیین فی حلفہ فی لا یرکب حیوانا برکوب الانسان ردہ فی النہر بان العرف العملی مخصص عندنا کالعرف القولی اور جو قول حانث ہونے کا تبیین میں ہے اس قسم میں کہ جاندار پر سوار نہ ہوگا انسان کے سوار ہونے سے اس کو نہر الفائق میں رد کیا ہے اس طرح عرف عملی ہمارے نزدیک مخصص ہے مانند عرف قولی کے م تبیین زیلعی کی شرح کنز میں ہے کہ اگر قسم کھائی کہ حیوان پر سوار نہ ہوگا تو انسان پر سوار ہونے سے حانث ہوگا اس واسطے کہ لفظ حیوان کا انسان کو شامل ہے اور عرف عملی یعنی انسان پر سوار ہونے کی عادت نہیں ہے یہ مخصص انسان کا نہیں ہو سکتا فتح القدیر میں کہا کہ عدم تخصیص عرف عملی کا قول صحیح نہیں اس واسطے کہ اصول میں ثابت ہے کہ حقیقت متروک ہوتی ہے عادت کی دلالت سے اور عادت بعینہ عبارت ہے عرف عملی سے اور تحریر میں ہے کہ عرف عملی مخصص ہے حنفیہ کے نزدیک خلافا للشافعیۃ اور عرف قولی کا مخصص ہونا باتفاق ہے کذا فی النہر **ولحم الانسان والکبد والکرش والریۃ والقلب والطحال والخنزیر** لحم ہذا فی عرف اہل الکوفیۃ اما فی عرفنا فلا کما فی البحر عن الخلاصۃ وغیرہا ومنہ علم ان العجمی یعتبر عرفہ قطعا اور اگر انسان کا گوشت اور کلیجی اور اوجھڑی پھیپھڑا اور دل اور تلی اور گوشت خوک گوشت میں داخل ہے لیکن یہ عرف کوفیوں کا ہے اور ہمارے عرف میں کلیجی اور اوجھڑی وغیرہ کو گوشت نہیں کہتے کذا فی البحر عن الخلاصۃ وغیرہا اور یہیں سے معلوم ہو گیا کہ انسان عجمی اپنے عرف کو بالیقین اعتبار کرے یعنی حلف میں مرد عجمی کو اپنے عرف کا اعتبار لازم ہے عرب کا عرف اس کو حجت نہیں لہذا فتح القدیر میں مصرح ہے کہ مفتی پر واجب ہے کہ بموجب عادت اس شہر کے فتوی دے دے جس میں قسم حالف کی واقع ہوئی ہے وفی الخانیۃ الراس والاکارع لحم فی یمین الاکل لا فی یمین الشراء اور خانیہ میں ہے کہ سر اور پائے گوشت ہیں اکل کی یمین میں نہ مول لینے کی یمین میں یعنی اگر قسم کھائی کہ گوشت نہ کھاوے گا تو کلے پائے کھانے سے حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ گوشت کو نہ خریدے گا تو اس کے مول لینے سے حانث نہ ہوگا وفی لا یاکل من ہذا الحمار یقع علی کرائہ ومن ہذا الکلب لا یقع علی صیدہ اور قسم میں کہ اس گدھے سے نہ کھاوے گا تو قسم اس کی کرایہ پر واقع ہوگی یعنی اس کا کرایہ کھانے سے حانث ہوگا بنا بر عرف کے اور اگر قسم کھائی کہ اس کتے سے نہ کھاوے گا تو قسم اس کی صید[1] پر نہ واقع ہوگی بلکہ کتے کے گوشت پر واقع ہوگی کذا فی المنح ولا یعم البقر الجاموس اور شامل نہیں گائے بھینس کو یعنی اگر قسم کھائی کہ گائے یا بیل کا گوشت نہ کھاوے گا تو بھینس کا گوشت کھانے سے حانث نہ ہوگا کہ وہ دوسری قسم ہے ولا یحنث باکل النیئ ہو الاصح اور حانث نہ ہوگا کچا گوشت کھانے سے یہی قول اصح ہے یعنی اگر قسم کھائی کہ گوشت نہ کھاوے گا تو کچا گوشت کھانے سے حانث نہ ہوگا اس واسطے

[1] نسخہ مطبوعہ کلکتہ میں لائے نفی نہیں ہے تو معنی یہ ہوئے کہ کتے کی قسم میں اس کے شکار پر واقع ہوگی معلوم ہوتا ہے کہ مترجم اول کے قلم سے لا زائد سہواً نکل گیا کیونکہ کتے کے گوشت پر قسم کسی طرح نہیں ہو سکتی جب کہ مجازی معنی لے سکتے ہوں ۱۲

Marfat.com

کی کھانے کی عادت نہیں اور نہر الفائق میں مذکور ہے قسم کھائی کہ گوشت نہ کھاوے گا تو اونٹ اور بھیڑ بکری اور گائے چڑیوں کے گوشت کھانے سے حانث ہوگا پختہ گوشت ہو یا بھونا یا خشک ولا یحنث بشحم الظہر وہو للحم الیمین فی حلفہ لا یاکل شحما خلافا لہما بل بشحم البطن والالیۃ اتفاقا لا بما فی العظم اتفاقا فتح اور اس قسم میں کہ چربی نہ کھاوے گا پیٹھ کی چربی کھانے سے حانث نہ ہوگا امام کے نزدیک کہ وہ چکنا گوشت ہے بخلاف صاحبین ان کے نزدیک اس کے کھانے سے حانث ہوگا بلکہ پیٹ اور آنت کی چربی کھانے سے باتفاق امام اور صاحبین کے حانث ہوگا اور ہڈی کے اندر کا گودہ کھانے سے باتفاق حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ چربی نہیں کذا فی فتح القدیر فتاوی عالمگیری میں ہے شحم ظہر سے وہ مراد ہے جس کے ساتھ گوشت مخلوط ہے اور اگر چربی کو گوشت سے علیحدہ کیا تو اس میں امام سے روایت نہیں اور ممکن ہے کہ امام کے نزدیک اس کے کھانے سے حانث نہ ہوا اور اگر فارسی زبان میں ہو تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ اسم پیہ شحم ظہر کو شامل نہیں والیمین علی شراء الشحم ویعبر بہ کہی علی اکلہ وحکما وخلافا زیلعی اور یمین چربی کے مول لینے اور بیچنے پر اس کے کھانے کی یمین کے مانند ہے حلم میں اور خلاف صاحبین میں کذا فی شرح الزیلعی یعنی اگر قسم کھائی کہ چربی نہ خریدے گا تو اس چربی کے خریدنے سے حانث ہوگا جسکے کھانے سے حانث ہوتا ہے یعنی پیٹ اور انتڑیوں کی چربی کی خرید سے باتفاق حانث ہوگا اور پیٹھ کی چربی سے امام کے نزدیک حانث ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک ولا یحنث بالیۃ فی حلفہ لا یاکل ادلا یشتری شحما ادلحما لانہا نوع ثالث اور اس قسم میں کہ چربی یا گوشت نہ کھاوے گا یا خرید نہ کرے گا دنبہ کی چکی کھانے سے حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ چکی چربی اور گوشت کے سوا تیسری قسم ہے ولا یحنث بخبز ودقیق اوسویق فی حلفہ لا یاکل ہذا البر الا بالقضم من عینہا لو مقلیۃ کالبلیلۃ فی عرفنا اما لو قضمہا نیۃ فلا یحنث لا بالنیۃ فتح اور اس قسم میں کہ اس گیہوں کو نہ کھاوے گا اسکی روٹی اور آٹا اور ستو کھانے سے حانث نہ ہوگا مگر بعینہ گیہوں کو چبا سے حانث ہوگا اگر گیہوں بھونے ہوں جیسے اُبالے گیہوں چابنے سے حانث ہوتا ہے ہمارے عرف میں اور کچے گیہوں چابے تو حنث نہیں مگر کچے کی نیت سے کذا فی فتح القدیر وفی النہر عن الکشف المسئلۃ علی ثلثۃ اوجہ احدہا ان یقول ندہ الحنطۃ ولیشیر بصیرۃ وہی مسئلۃ المختصر الثانیۃ ان یقول ندہ بلا ذکر حنطۃ فیحنث باکلہا کیف کان ولو نیۃ اوخبز الثالثۃ ان یقول حنطۃ فیحنث باکلہا ولو نیۃ لا بنحو الخبز اور نہر الفائق میں کشف سے منقول ہے کہ مسئلہ اکل حنطہ کا تین وجہ پر ہے ایک وجہ یہ کہ کہے کہ اس گیہوں کو نہ کھاوے گا اور اشارہ کرے گیہوں کے ڈھیر کی طرف اور یہی مسئلہ متن میں مذکور ہے دوسری وجہ یہ کہ اس کو نہ کھاوے گا بدون ذکر کرنے گیہوں کے تو اس کے کھانے سے حانث ہوگا جس طرح سے کہ کھاوے اگرچہ کچے گیہوں، کھاوے یا اس کی روٹی کھاوے تیسری وجہ یہ کہ کہے گیہوں نہ کھاوے گا بلا اسم اشارہ تو اس کے کھانے سے حانث ہوگا اگرچہ کچے کھاوے لیکن روٹی وغیرہ کے کھانے سے حانث نہ ہوگا ولو زرعہ لم یحنث بالخارج اور اگر محلوف علیہا نے گیہوں کو بویا تو اس کے کھیت سے جو گیہوں پیدا ہوں گے ان کے کھانے سے حانث نہ ہوگا وفی ہذا الدقیق حنث بما یتخذ منہ کالخبز ونحوہ کعصیدۃ حلوی لا البسفہ فی الاصح کما مر فی اکل عین النخلۃ اور اس دقیق میں یعنی قسم کھائی کہ اس آٹے کو نہ کھاوے گا تو حانث ہوگا ان چیزوں کے کھانے سے جو آٹے سے تیار ہوتی ہیں چنانچہ روٹی وغیرہ جیسے عصیدہ یعنی لپٹی اور کاچی اور حلوہ نہ خود آٹا پھانکنے سے حانث ہوگا قول اصح میں چنانچہ اس کی وجہ یعنیہ کھجور کے درخت کھانے میں مذکور ہو چکی یعنی کچا آٹا کھانا عرف میں متروک ہے مجازی معنی متعین ہو گئے والخبز ما اعتادہ اہل بلد الحالف فالشامی بالبر والیمنی بالذرۃ والطبری بخز الارز لبعض اہل القری بالشعیر فلو دخل بلد البر واستمر لا یاکل الا الشعیر لم یحنث الا بالشعیر لان العرف الخاص معتبر فتح اور روٹی کی یمین میں وہ روٹی مراد ہوگی جس روٹی کے کھانے کی اس شہر والوں کو عادت ہوگی جس میں قسم کھانے والا رہتا ہے تو شام کا رہنے والا گیہوں کی روٹی کھانے سے حانث ہوگا اور یمن کا رہنے والا جوار کی روٹی کھانے سے حانث ہوگا اور طبرستان کا رہنے والا چاول کی روٹی کھانے سے حانث ہوگا

Marfat.com

اور بعض گاؤں کا رہنے والا جو کی روٹی کھانے سے حانث ہوگا تو اگر جو کی روٹی کھانے والا گیہوں کے شہر میں گیا اور ہمیشہ اس کی یہی عادت رہی وہاں بھی کہ سوائے جو کے گیہوں کی روٹی نہ کھائی تو حانث نہ ہوگا مگر جو کی روٹی سے اگر اہل شہر کی عادت گیہوں کی ہے اس واسطے کہ اس شہر کا عرف خاص بھی معتبر ہے در باب یمین اس کے حق میں کذا فی فتح القدیر حلف لا یاکل من خبز فلانۃ انصرف الی الخابزۃ التی تضربہ فی التنور لا لمن عجنتہ وہیئتہ للضرب ظہیریہ قسم کھائی کہ فلانی عورت کی روٹی نہ کھاوے گا تو یہ قسم اس روٹی پکانے والی کی طرف پھیرے گی جو تنور میں روٹی کو لگاتی ہے نہ اس عورت کی طرف جس نے اس روٹی کا آٹا گوندھا اور تنور میں لگانے کے واسطے تیار کر دیا کذا فی الظہیریۃ ومنہ الرقاق لا الفطائر والثرید او بعد ما دقہ او فتہ لانہ لا یسمی خبزا اور روٹی میں داخل ہے رقاق نہ فطائر اور ثرید یا روٹی کو بعد کوٹ ڈالنے یا چور کر ڈالنے کے کھایا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ اس کو روٹی نہیں کہتے بلکہ اس کا نام فطیر اور ثرید اور ملیدہ ہے م رقاق جمع ہے رقیق یعنی پتلی روٹی جس کو چپاتی بولتے ہیں اور فطائر جمع ہے فطیر کی اور فطیر ایک قسم کی روٹی کا نام ہے اور ثرید اس کو کہتے ہیں کہ روٹی توڑ کر شوربے میں تر کی جاوے وحنث فی لا یاکل طعاما من طعام فلان باکل خلہ او زیتہ او ملحہ ولو بطعام نفسہ لا لو اخذ من نبیذہ او مائہ فاکل بہ خبزا اور اس قسم میں کہ کوئی کھانا نہ کھاوے گا فلانے کے طعام سے حانث ہوگا اس کے سرکہ اور اس کے روغن زیتون اور اس کے نمک کے کھانے سے اگرچہ اس کے نمک وغیرہ کو اپنی روٹی کے ساتھ کھاوے اور اگر اس کا نبیذ یا پانی لیا اور اس سے روٹی کھائی تو حانث نہ ہوگا م ہر چند طعام لغت میں ہر مطعوم کو کہتے ہیں لیکن نہر الفائق میں کہا کہ ہمارے عرف میں نمک اور سرکہ اور روغن زیتوں کو طعام نہیں بولتے حموی نے کہا تو عرف میں بدون پختہ کھانے کے حانث نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی نبیذ عبارت ہے خسپاندہ تمر اور انگور وغیرہ سے وفی لا یاکل سمنا فاکل سویقا ولا نیۃ لہ ان یحنث لو عصر سال السمن حنث والا لا جوہرۃ اور اس قسم میں کہ گھی نہ کھاوے گا پھر اس نے گھی ملے ستو کھائے اور اس قسم مذکور میں مخلوط گھی کھانے کی نیت نہ تھی تو اگر ستو ایسے ہوں کہ اگر ان کو نچوڑے تو گھی بہ نکلے تو حانث ہوگا اور اگر گھی سائل نہ ہو تو حانث نہ ہوگا کذا فی الجوہرہ م اور اگر اس نے مخلوط گھی کی بھی نیت کی ہو تو ہر صورت سے حانث ہوگا گھی سائل ہو یا نہ ہو کذا فی الطحطاوی وفی البدائع لا یاکل طعاما فاضطر لمیتۃ فاکل لم یحنث اور بدائع میں ہے قسم کھائی کہ کھانا نہ کھاوے گا پھر وہ مردار کی طرف مضطر ہوا سو اس نے اس کو کھایا حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ مردار طعام نہیں والشواء والطبیخ یقعان علی اللحم المشوی والمطبوخ بالماء اور شواء اور طبیخ واقع ہوتے ہیں بھونے گوشت اور پانی کے ساتھ پکائے گوشت پر م ہر چند شواء بالکسر اول لغت میں ہر بھونی چیز کو کہتے ہیں خواہ گوشت ہو یا گاجر اور اسی طرح طبیخ وہ جو پانی کے ساتھ پکایا جاوے لیکن عرف قدیم میں شواء اور طبیخ فقط گوشت کو مخصوص تھا تو اگر قسم کھائی کہ شواء یا طبیخ نہ کھاوے گا تو بھونے چاول اور ابالی دال یا چاول کھانے سے حانث نہ ہوگا ہذا فی عرفہم اما فی عرفنا فاسم الطبیخ یقع علی کل مطبوخ بالماء ولو بودک او زیت او سمن کما نقلہ المصنف عن المجتبی بہ یعنی طبیخ کا مخصوص ہونا گوشت کے ساتھ ان کے عرف قدیم میں تھا اور ہمارے عرف میں تو طبیخ ہر چیز کو کہتے ہیں جو پانی کے ساتھ پکایا جاوے اگرچہ چربی یا روغن زیتون یا گھی کے شامل مطبوخ ہو چنانچہ اس عرف کو مصنف نے اپنی شرح مجتبی سے نقل کیا ہے م لیکن مصنف نے اپنی شرح میں بحر الرائق سے نقل کیا ہے کہ اسم طبیخ کا سمک مطبوخ کو شامل نہیں تو اس کے کھانے سے حانث نہ ہوگا وفی النہر الطعام یعم ما یوکل علی وجہ التطعم کجبن وفاکہۃ لکن فی عرفنا لا اور نہر الفائق میں ہے کہ طعام عام ہے ہر چیز کو جو بطریق تلذذ اور مزہ لینے کے کھائی جاوے جیسے پنیر اور میوہ اور نمک اور سرکہ لیکن ہمارے عرف میں ان اشیاء کو طعام نہیں کہتے ہیں کما مر

ل اگر آٹے کو بدون خمیر کیے روٹی پکائی جاوے تو اس کو فطیر بولتے ہیں اور ہندی میں اس کو پنیری کہتے ہیں جو خلاف تنوری کے مشہور ہے

Marfat.com

والراس لیساع فی مصرہ ای مصر الحالف اعتبار اللعرف اور سر سے وہ مراد ہے جو حالف کے شہر میں بکتا ہو باعتبار عرف کے م قسم کھائی کہ سر نہ کھاوے گا تو اس سر کھانے سے حانث ہوگا جو اس کے شہر میں بکتا ہو امام سے منقول ہے کہ اونٹ اور گائے اور بکری کے سر کھانے سے حانث ہوگا اور صاحبین سے منقول ہے کہ فقط بھیڑ بکری کے سر سے حانث ہوگا اور یہ اختلاف امام اور صاحبین کا بنا بر اختلاف اپنے عرف کے ہے یہ اختلاف حجت اور دلیل کا نہیں تو مفتی پر واجب ہے کہ موافق عادت ہر شہر کے فتوی دے کذا فی النہر والفاکہۃ التفاح والبطیخ والمشمش ونحوہا اور میوہ سیب ہے اور خربوزہ اور زردآلو اور مانند اس کے چنانچہ انجیر اور شفتالو اور بہی اور آلو اور امرود اور اخروٹ اور بادام اور پستہ اور عناب اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ میوہ اس کا نام ہے جو قبل طعام اور بعد طعام کے آسودہ ہو کر بہ طریق تلذذ اور تنعم کھایا جاوے خواہ خشک ہو خواہ تر کذا فی المنح تو معلوم ہوا کہ ہندوستان میں آم اور جامن اور فالسہ اور کھنی اور نارنگی اور شیریں اور لیموں اور گنا اور ہر میوہ میں داخل ہیں کہ لذت کے واسطے کھائے جاتے ہیں لا العنب والرمان والرطب خلافا لہما خلاف عمر والعبرۃ للعرف فیحنث باکل مایعد فاکہۃ عرفا ذکرہ الثمنی واقرہ المصنف اور انگور اور انار اور تر کھجور میوہ نہیں امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک انگور وغیرہ میوہ ہیں اور یہ اختلاف امام اور صاحبین کا بنا بر اختلاف عادت زمانہ کے ہے اور قسم میں اعتبار عرف کا ہے تو حانث ہوگا اس کے کھانے سے جس کو عرف میں میوہ شمار کرتے ہوں یہ ثمنی نے مذکور کیا ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں اس کو مسلم رکھا ہے والحلوی مالیس من جنسہ حامض فیحنث باکل خبیص وعسل وسکر اور حلوا اس کو کہتے ہیں جس کا ہم جنس کھٹا نہ ہو تو حانث ہوگا خبیص اور شہد اور شکر کے کھانے سے م اگر قسم کھائی کہ حلوا نہ کھاوے گا تو شہد اور شکر کھانے سے حانث ہوگا اس واسطے کہ شہد اور شکر کی کوئی قسم ترش نہیں اور اگر انگور یا انار یا آلو کھاوے گا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ بعض انگور اور انار اور آلو کھٹا بھی ہوتا ہے خبیص اس حلوے کو کہتے ہیں جو کھجور اور گھی سے بنایا جاوے کذا فی القاموس لکن المرجع فیہ الی عادات الناس ففی بلادنا لاحنث فی فانید وعسل وسکر کما نقلہ المصنف عن الظہیریۃ لیکن حلوے کی حقیقت میں لوگوں کے عادات پر اعتماد ہے سو ہمارے شہروں میں تو فانید اور شکر کے کھانے سے حنث نہیں ہوتا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں اس کو ظہیریہ سے نقل کیا ہے م اگر قسم کھائی کہ حلوا نہ کھاوے گا تو شہد اور شکر کھانے سے حانث نہ ہوگا ہر چند تعریف حلوے کی جو متن میں مذکور ہوئی وہ شہد وغیرہ پر صادق ہے لیکن حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ عرف میں شہد اور شکر کو حلوا نہیں کہتے فانید ایک قسم ہے شکر کی سرخ رنگ بشکل قرص بحر الرائق میں ہے کہ حلوا اور حلاوہ اور حلوا ایک ہی چیز ہے لیکن ہمارے عرف میں حلوا شہد کو کہتے ہیں جو نشاستہ کے ساتھ پکایا جاوے اور حلاوہ اس کو کہتے ہیں کہ شہد یا شکر یا انگور کا شیرہ آگ پر پکایا جاوے تاکہ بستہ ہو جاوے کذا فی المنح م ہندوستان کے عرف میں حلوا عبارت اس سے ہے کہ میدہ یا انڈے یا گاجر وغیرہ اور شکر اور گھی کے ساتھ پکایا جاوے خواہ اس میں میوے مخلوط ہوں یا نہ ہوں والادام ما یصطبغ بالخبز اذا اختلط بہ کخل وزیت وملح لذوبہ فی الفم فیحصل الاختلاط بالخبز اور ادام یعنی سالن وہ ہے جس میں روٹی ڈوبے اصطباغ خبز اس وقت صادق ہوتا ہے جب روٹی کسی چیز سے مل جاوے مانند سرکہ اور روغن زیتون اور نمک کے واسطے پگھل جانے نمک کے منہ میں تو اختلاط روٹی کے ساتھ حاصل ہو جاتا ہے م شارح نے یہ دفع دخل کیا ہے سوال یہ ہوتا تھا کہ سالن اس کام ہے جو روٹی کے ساتھ مخلوط ہو اور نمک خشک چیز اس میں اختلاط کہاں جواب یوں دیا کہ نمک منہ کے اندر پگھل کر روٹی سے مل جاتا ہے تو سالن کہنا اس پر صادق آیا لا اللحم والبیض والجبن اور گوشت اور انڈا اور پنیر ادام نہیں امام اور ابو یوسف کے نزدیک اس واسطے کہ گوشت اور انڈا اور پنیر ایسی چیز نہیں جس میں روٹی ڈوبے کذا فی المنح وقال محمد ہو مایوکل مع الخبز غالبا بقیتی کما فی البحر عن التہذیب اور محمد نے کہا کہ ادام یعنی سالن

Marfat.com

وہ ہے جو روٹی کے ساتھ اکثر کھایا جاتا ہے یہی قول امام محمد کا مفتی بہ ہے چنانچہ بحرالرائق میں تہذیب قلانسی سے منقول ہے م اور حاوی قدسی میں ہے کہ قول محمد کا ماخوذ ہے اور محیط میں ہے کہ یہی اظہر ہے اور فقیہ ابواللیث نے بھی اسی کو لیا ہے اس واسطے کہ ادام موادمت سے ہے اور موادمت بمعنی مواقفت کے ہے اور جو چیز روٹی کے ساتھ کھائی جاوے وہ روٹی کے موافق ہے جیسے گوشت اور انڈے اور مانند اس کے تو بموجب قول مفتی بہ گوشت اور انڈے ادام میں داخل ہیں کذا فی الفتح وفیہ فمایوکل وحدہ غالبا کتمر وزبیب وجوز وعنب وبطیخ وبقل وسائر الفواکہ لیس ادائما فی موضع یوکل تبعا للخبز غالبا اعتبارا للعرف اور بحرالرائق میں ہے کہ جو چیز تنہا بلا آمیزش کھائی جاتی ہو اکثر جیسے خشک کھجور اور خشک انگور اور اخروٹ اور انگور اور خربوزہ اور ترکاری جیسے مولی گاجر اور باقی میوے ادام نہیں ہیں مگر اس مکان میں البتہ ادام ہیں یہ ماکولات جہاں روٹی کے ساتھ کھائے جاتے ہیں اکثر بنا بر اعتبار عرف کے وفی البدائع الجوز رطبۃ فاکہۃ ویابستہ ادام اور بدائع میں ہے کہ تر اخروٹ میوہ ہے اور خشک ادام ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے حلف لایاکل طعاما والآخر بصلا والآخر فلفلا فطبخ حسوقیہ کل ذلک فاکلوا لم یحنثوا لاصاحب الفلفل لانہ لایوکل الاکذا وہذا ان وجد طعمہ ویرادنی الزعفران رویۃ عینہ قسم کھائی ایک نے کہ گوشت اور دوسرے نے کہ پیاز اور تیسرے نے کہ کالی مرچ نہ کھاوے گا پھر حریرہ پکایا گیا جس میں یہ سب چیزیں ہیں سو تینوں شخصوں نے اس کو کھایا تو کوئی حانث نہ ہوگا سوائے صاحب فلفل کے اس واسطے کہ سیاہ مرچ نہیں کھائی جاتی مگر اسی طرح مخلوط ہو کر اور یہ حانث ہونا اس وقت ہے جب کہ مرچ کا مزہ معلوم ہوتا ہے اور زعفران کی قسم میں خود زعفران کے کھانے میں نظر آنا زیادہ کرنا چاہیے یعنی اگر زعفران کا رنگ نظر نہ آوے تو حانث نہ ہوگا ولو لایاکل لبنا فطبخ بارزا ولا ینظر الی فلان فنظر الی یدہ او رجلہ او علی راسہ لم یحنث والی راسہ وظہرہ وبطنہ حنث اس قسم میں کہ دودھ نہ کھاوے گا پھر دودھ کو چاول کے ساتھ پکایا یا قسم کھائی کہ مثلاً زید کو نہ دیکھے گا پھر اس کا ہاتھ یا پاؤں یا اس کا سر دیکھا تو حانث نہ ہوگا اور اگر اس کا سر اور پیٹھ اور پیٹ کو دیکھا تو حانث ہوگا فتاوی عالمگیری میں منتقی اور محیط سے منقول ہے کہ رویت چہرہ اور سر یا بدن کے دیکھنے سے ہوتی ہے اور پیٹھ کے دیکھنے سے یا پیٹ اور سینہ کے دیکھنے سے بھی ہوتی ہے طحطاوی نے کہا تو معلوم ہوا کہ شارح کے کلام میں واو بمعنی او ہے وفی المس یحنث بمس الید والرجل اور چھونے میں حانث ہوگا ہاتھ اور پاؤں کے چھونے سے عرض علیہ الیمین فقال نعم کان حالفا فی الصحیح کذا فی الجوہرۃ وغیرہا قال المصنف ہذا ہو المشہور لکن فی فوائد شیخنا عن التاتارخانیۃ انہ بنعم لایصیر حالفا ہو الصحیح ثم فرع ان مایقع من التعالیق فی المحاکم ان الشاہد یقول للزوج تعلیقا فیقول نعم لایصح علی الصحیح عرض کی گئی ایک شخص پر یمین سو اس نے کہا ہاں تو مجیب حانث ہوگا قول صحیح میں کذا فی الجوہرۃ وغیرہا مصنف نے شرح میں کہا کہ یہی مشہور ہے اکثر کتب فقہ میں یعنی یمین کا صحیح ہونا ہاں کہنے سے لیکن ہمارے استاد کے فوائد میں یعنی صاحب بحر کے فوائد میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ ہاں کہنے سے حانث نہیں ہوتا ہے یہی قول صحیح ہے پھر صاحب بحر نے اس پر تفریع کی کہ جو تعلیقات قاضیوں کی کچہریوں میں واقع ہوتی ہیں کہ شاہد نکاح کا زوج سے بطور تعلیق کہتا ہے اس طرح کہ اگر تو نے چھ مہینے تک زوجہ کا نفقہ نہ بھیجا تو تیری زوجہ مطلقہ ہے پھر زوج کہتا ہے کہ ہاں تو یہ تعلیق طلاق صحیح نہیں بنا بر قول صحیح کے م معلوم ہوا کہ یمین مجیب کی .. صحیح مختلف ہے لیکن ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ قول اول اصح ہو بدلیل شہرت چنانچہ اس کی تائید آخر کتاب الیمین میں آوے گی واللہ اعلم التعذی الاکل المترادف الذی یقصد بہ الشبع وکذا التعشی ولابد ان یاکل اکثر من نصف الشبع فی غداء وعشاء وسحور تعذی یعنی اول روز کا کھانا عبارت ہے پے در پے کھانے سے جس سے آسودگی مقصود ہو تو ایک دو لقمہ کھانے سے غدا یا عشا ثابت نہ ہوگا اور اسی طرح تعشی یعنی آخر روز کے کھانے میں اکل مترادف بقصد آسودگی داخل ہے اور ضرور ہے آدھے پیٹ سے زیادہ کھانا غدا اور عشا اور

Marfat.com

سحور میں م غدوہ عبارت ہے اول روز سے اور عشی آخر روز سے اور سحر آخر شب سے اور غداء بفتح اول و مد اول روز کے طعام کو کہتے ہیں اور عشا بفتح اول و مد آخر روز کے طعام کو بولتے ہیں اور سحور بفتح اول آخر شب کے طعام کا نام ہے فی وقت خاص وہو مابعد طلوع الفجر وفی البحر عن الخلاصۃ عند طلوع الشمس قال وبینبغی اعتمادہ للعرف زاد فی النہر واہل مصر یسمونہ فطورا الی ارتفاع الضحی الاکبر فیدخل وقت الغداء فیعمل بعرفہم قلت وکذالک اہل الشام الی زوال الشمس تتمۃ عبارت ہے وقت خاص میں کھانے سے اور وہ وقت خاص ہے بعد طلوع ہونے فجر کے آفتاب ڈھلنے تک اور بحر الرائق میں، خلاصہ سے منقول ہے کہ ابتدا وقت طلوع شمس سے ہے کہا صاحب بحر نے کہ روایت خلاصہ کی لائق اعتماد ہے بسبب عرف کے نہر الفائق میں اتنا زیادہ بیان کیا ہے کہ اہل مصر اس طعام کو فطور کہتے ہیں یعنی طلوع آفتاب پر ڈیڑھ پہروں چڑھے تک پھر اس کے بعد غدا کا وقت داخل ہوجاتا ہے تو مصر میں ان کے عرف کے موافق عمل کرنا چاہیے شارح کہتا ہے اور اسی طرح اہل شام فطور اور غدا کا وقت جدا جدا کہتے ہیں م اکثر اہل ہند بعد طلوع کے طعام کو نہاری بولتے ہیں اور پہر دن چڑھے سے دوپہر تک کے طعام کو دن کا کھانا کہتے ہیں تو اہل ہند کا غدا اکثر پہر دن چڑھنے کے بعد ہوتا ہے ثم لابدان یکون مما یتغدی بہ اہل بلدہ عادۃ پھر تغدی میں یہ ضرور ہے کہ ویسا کھانا ہو جس کو حالف کے اہل شہر بطور اپنی عادت کے کھاتے ہیں وغداء کل بلدۃ مالتعارفہ اہلہا حتی لو شبع بشرب اللبن یحنث البدوی لا الحضری زیلعی اور ہر شہر میں اول روز کے کھانے سے وہ کھانا مراد ہے جو وہاں کے لوگوں میں رائج ہو یہاں تک کہ اگر حالف دودھ پینے سے آسودہ ہوجاوے گا تو صحرائی آدمی حانث ہوگا نہ شہری کذا فی شرح الزیلعی م اس واسطے کہ عرب کے صحرائی آدمیوں کی غذا اکثر دودھ ہے اور وہاں کے شہریوں میں یہ عادت نہیں اور اسی طرح ہندی آدمی اگر کھچڑی سے پیٹ بھرلے گا تو حانث نہ ہوگا بسبب عدم عرف کے والتعشی منہ ای الزوال وفی البحر عن السیمابی وفی عرفنا وقت العشاء بعد صلوۃ العصر فلتنظر وہو فی عرف المصر والشام الی نصف اللیل اور تعشی یعنی آخر روز کا کھانا آفتاب ڈھلنے سے ہے آدھی رات تک اور بحر الرائق میں اسیمابی سے منقول ہے کہ ہمارے عرف میں عشا کا وقت بعد نماز عصر ہے شارح کہتا ہے اور یہی مصر اور شام میں عادت ہے م اور اہل ہند میں عشا اکثر مغرب کے بعد سے پہر رات گذرنے تک معمول ہے والسحور ہو الاکل بعد نصف اللیل الی طلوع الفجر اور سحری وہ کھانا ہے آدھی رات کے بعد سے طلوع آفتاب تک قال ان اکلت او قال ان شربت او لبست او نکحت ونحو ذلک فعبدی حر ونوی معینا ای خبزا او لبنا او قطنا مثلا لم یصدق اصلا فیحنث بای شیء اکل او شرب وقیل بدین کما لو نوی کل الاطعمۃ او کل مياہ العالم حتی لا یحنث اصلا لنیتہ محتمل کلامہ کہا ایک شخص نے اگر میں کھاؤں یا یوں بولا کہ اگر میں پیوں یا پہنوں یا نکاح کروں اور مانند اس قول کے جس میں فعل کے ساتھ مفعول مذکور نہ ہو تو میرا غلام آزاد ہے اور نیت کی قائل نے معین چیز کی یعنی روٹی کے اکل میں اور دودھ کے شرب میں اور روئی کے لبس میں مثلاً تو اس کی ہرگز تصدیق نہ ہوگی نہ دیانۃ نہ قضاء تو حانث ہوگا ہر چیز کے کھانے اور پینے سے اس واسطے کہ نیت کرنا بدون ملفوظ کے صحیح نہیں اور بعضوں نے کہا کہ دیانۃ اسکی تصدیق ہوگی چنانچہ قول مذکور میں اگر سب کھانوں اور سارے عالم کے پانیوں کی نیت کرے گا تاکہ اصلا حانث نہ ہو تو صحیح ہے بسبب نیت کرنے اپنے کلام کے محتمل کو یعنی فعل میں عموم تو ثابت تھا اس کو اس نے ارادہ کیا لہذا نیت عموم کی صحیح ہوئی بخلاف لبس کی نیت کے ولو ضم لان اکلت طعاما او شربت شرابا او لبست ثوبا دین اذا قال عنیت شیئا دون شیء لانہ ذکر اللفظ العام القابل للتخصیص لانہ نکرۃ فی سیاق الشرط فتعم کالنکرۃ فی النفی اور اگر فعل مذکور میں مفعول کو ملایا یعنی یوں کہا کہ اگر میں طعام کو کھاؤں یا پینے کی چیز پیوں یا کپڑا پہنوں تو دیانۃ اس کی تصدیق ہوگی جب کہ قائل یوں کہے کہ میں نے مثلاً طعام سے گندم کا ارادہ کیا نہ گوشت کا اس واسطے کہ اس نے لفظ عام کو ذکر کیا جو قابل ہے تخصیص کے اس واسطے کہ نکرہ واقع ہوا ہے سیاق شرط میں تو عام ہوگا جیسے نکرہ سیاق نفی میں عام ہوگا م شرط مثبت میں حلف نفی پر ہوتی ہے تو حالف کا - - یوں کہنا کہ ان لبست ثوبا

لہ یعنی اگر میں کپڑا پہنوں اس کے یہ معنی کہ میں کپڑا نہ پہنوں گا ۱۲

Marfat.com

رف سے لا البس ثوبا کی طرف لیلین یہ تاویل خلاف ظاہر ہے لہذا قاضی اس کو قبول نہ کرے گا کذا فی فتح القدیر والاصل ان النیۃ انما تصح فی الملفوظ الی فی ثلاث فیدین فی فعل الخروج والمساکنۃ وتخصیص الجنس کحبشیۃ او عربیۃ الاصفۃ ککوفیۃ او بصریۃ اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکور میں یہ ہے کہ نیت صحیح نہیں ہوتی مگر ملفوظ میں مگر تین صورت میں بدون ملفوظ بھی نیت صحیح ہے تو دیانۃ تصدیق ہوگی خروج اور مساکنت کے فعل میں اور تخصیص جنس میں جیسے حبشی یا عربی عورت نہ صفت میں جیسے کوفی یا بصری عورت کذا فی الفتح م یعنی اگر قائل نے کہا کہ اگر میں کلوں یا زید کو اپنے پاس رکھوں تو غلام آزاد ہے پھر اس نے خروج سے سفر کی نیت اور مساکنت سے ایک کوٹھری میں رہنے کی نیت کی تو صحیح ہے اس واسطے کہ خروج چند قسم ہوتا ہے سفر کے واسطے اور غیر سفر کے واسطے اور مساکنت بھی کئی طرح کی ہوتی ہے یعنی ایک کوٹھری میں ساتھ رہنا یا ایک گھر میں یا ایک شہر میں اور فعل محتمل ہے تنویع کا نہ تخصیص کا اور اسی طرح اگر اس نے حلف کیا کہ عورت سے نکاح نہ کرے گا اور اس نے حبشی یا عربی عورت کی نیت کی تو صحیح ہے اس واسطے کہ حبشی ایک نوع ہے عورت کی تو تخصیص جنس کی بعض انواع سے ہوئی اور اگر مثال مذکور میں کوفی اور بصری عورت کی نیت کرے گا تو صحیح نہ ہوگی اس واسطے کہ کوفی اور بصری ہونا یہ صفت ہے عورت کی اور حالانکہ صفت مذکور نہیں تو تخصیص صفت کی بلا ذکر صفت صحیح نہیں ہوگی کذا فی الطحطاوی نیۃ تخصیص العام تصح دیانۃ اجماعا فلو قال کل امرأۃ اتزوجہا فہی طالق ثم قال نویت من بلد کذا لا یصدق قضاء وکذا من غصب دراہم انسان فلما حلفہ الخصم عاما نوی خاصا یفتی خلافا للخصاف نیت کرنا تخصیص لفظ عام کا صحیح ہے دیانۃ بالاجماع تو اگر بولا کہ جس عورت سے میں نکاح کروں وہ مطلقہ ہے پھر اس نے کہا کہ میں نے فلانے شہر کی عورت کی نیت کی تھی نہ فلانے شہر کی تو قضاء اس کی تصدیق نہ ہوگی اس واسطے کہ تخصیص خلاف ظاہر ہے اور اسی طرح جس نے ایک انسان کے درہم غصب کیے پھر جب مدعی نے اس کو عام قسم دلائی تو اس نے خاص کی نیت کی یہی قول مفتی بہ ہے کہ تخصیص عام کی دیانۃ صحیح ہے نہ قضاء بخلاف خصاف کے کہ اس کے نزدیک تخصیص عام دیانۃ اور قضاء دونوں طرح درست ہے م مدعی کی قسم سے طلاق کی قسم مراد ہے اس واسطے کہ خدا کی قسم میں قاضی کا حکم جاری نہیں چنانچہ شارح بیان کرے گا صورت قسم لینے کی یوں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے دراہم مثلاً چھین لیے مدعی نے اس سے عام قسم لی اس طرح کہ اگر میں نے تیرا مال غصب کیا ہو تو اس کی عورت کو طلاق ہے پھر اس کا غصب کرنا ثابت ہو گیا سو اس کی عورت نے قاضی کے پاس نالش کی اپنی طلاق واقع ہونے کی تو زوج نے تخصیص عام کا دعویٰ کیا یعنی کہا کہ میں نے قسم کے وقت مال سے بینار کی نیت کی تھی نہ درم کی تا طلاق واقع نہ ہو تو قاضی اس کی تصدیق نہ کرے گا اور خصاف کے نزدیک قاضی کو تصدیق کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وفی الولوالجیۃ متی حلف ظالم واخذ بقول الخصاف فلا باس بہ اور ولوالجیہ میں ہے کہ جب حالف کو ظالم قسم دلاوے اور وہ خصاف کے قول پر عمل کرے تو کچھ مضائقہ نہیں م طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ مشکل ہے کہ اگر اخذ دیانۃ مراد ہے تو خصاف کے قول کی کچھ خصوصیت نہیں ظاہر الروایۃ میں بھی تخصیص عام دیانۃ صحیح ہے اور اگر اخذ قضاء مراد ہے تو اس کی کوئی وجہ ظاہر نہیں اس واسطے کہ حالف کا اخذ کرنا قضاء بقول خصاف امر بے معنی ہے یہ اس صورت میں ہے کہ جب اخذ کا فاعل حالف ہوا اور اگر قاضی کو فاعل اس کا قرار دیجیے تو باوجودیکہ ولوالجی کی عبارت میں قاضی مذکور نہیں اور پریشانی ضمائر کی اس پر علاوہ ہے تو بھی قاضی کو حکم کا بقول ضعیف جائز نہیں لیکن خلاصہ میں یہ ہے کہ اگر حالف مظلوم ہو تو خصاف کے قول پر فتویٰ ہو تو اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ فاعل اخذ کا مفتی ہے یعنی اگر مظلوم مفتی سے پوچھے تو مفتی کو جائز ہے کہ بقول خصاف فتویٰ دے لیکن اس میں بھی خلل ہے کہ مفتی کو فتویٰ بالدیانۃ بھی جائز ہے یا نہیں اور معلوم ہو چکا ہے کہ تخصیص عام کی دیانۃ صحیح ہے قول خصاف کی کچھ خصوصیت نہیں بہر صورت یہ مسئلہ تحریر طلب ہے واللہ اعلم وقالوا النیۃ للحالف لو بطلاق او عتاق وکذا باللہ لو مظلوما وان ظالما فللمستحلف اور فقہا نے کہا کہ نیت کا اختیار واسطے حالف کے ہے اگر طلاق اور عتاق کا حلف ہوا اور اسی طرح حلف باللہ کی نیت میں اس کو اختیار ہے اگر حالف مظلوم ہو اور اگر حالف ظالم ہو تو یمین باللہ میں حلف لینے والے کی نیت معتبر ہے م ظہیریہ میں ہے کہ ایک شخص نے قسم دلائی دوسرے

Marfat.com

شخص کو سو اس نے قسم کھائی اور مستحلف کے مقصود کے سوائے اور نیت کی تو اگر طلاق اور عتاق کی یمین ہے تو حالف کی نیت معتبر ہے خواہ حالف ظالم ہو یا مظلوم اور اگر یمین باللہ ہے تو اگر حالف مظلوم ہے تو اس کی نیت معتبر ہے اور اگر حالف ظالم ہے تو مستحلف کی نیت معتبر ہے طحطاوی نے کہا ہو اس صورت میں ہے جب گذشتہ پر قسم ہو اور نیت سے مراد دیانت کی نیت ہے نہ قضا کی ولا تعلق للقضاء بالیمین باللہ کچھ تعلق نہیں قاضی کے حکم کو خدا کی قسم میں م اس واسطے کفارہ یمین حق اللہ ہے اس میں حق العبد نہیں تاکہ وہ حالف کے قاضی کے پاس نالش کرے اور یہ مطلب نہیں کہ یمین باللہ کو دار القضا سے کچھ اصلا تعلق نہیں اس واسطے کہ جب مدعی کے گواہ نہ ہوں گے تو قاضی مدعا علیہ سے خدا کی قسم لے گا کذا فی الطحطاوی حلف لا یشرب من شئ یمکن فیہ الکرع نحو دجلۃ فیمینہ علی الکرع منہ حتی لو شرب من نہر اخذ منہ لم یحنث قسم کھائی کہ نہ پیے گا اس شئ سے جس میں منہ ڈال کر پینا ممکن ہے چنانچہ نہر دجلہ یا لبالب نغار سے تو یمین اس کی اس میں منہ ڈال کر پینے پر منعقد ہوگی یہاں تک کہ اگر دریا کا پانی ہاتھ سے یا برتن سے اٹھا کر پیے گا تو حانث نہ ہوگا وفی البحر عن الظہیریۃ الکرع لا یکون الا بعد الخوض فی الماء لکن فی القہستانی عن الکشف انہ لیس بشرط اور بحر الرائق میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ کرع متحقق نہیں ہوتا مگر بعد گھسنے کے پانی میں لیکن قہستانی میں کشف سے منقول ہے کہ کرع میں پانی کے اندر گھسنا شرط نہیں م کرع لغت میں اس سے عبارت ہے کہ اپنے منہ سے پانی لے پانی کے موضع سے اور اصل کرع جانور میں ثابت ہے کہ وہ بدون ادخال اپنے اکارع کے پانی میں نہیں پیتا غالبا بعد اس کے کرع انسان میں مستعمل ہوا جب کہ وہ پانی میں منہ ڈال کر جانور کے مانند پیے اگرچہ پانی میں پاؤں نہ ڈالے کذا فی المنح الا کارع جمع کراع بالضم یعنی پاچہ بخلاف من ماء دجلۃ فیحنث لغیر الکرع ایضا بخلاف اس قسم کے کہ دجلہ کا پانی نہ پیے گا تو حانث ہوگا بدون کرع کے بھی یعنی برتن سے پینے میں وفیما لا تیاتی فیہ الکرع کالبیر والجب یحنث بالشرب بالاناء مطلقا سواء قال من ماء البئر لتعین المجاز اور جس میں منہ ڈال کر پانی پینا نہیں ہو سکتا چنانچہ کنواں اور بڑا مٹکا تو برتن سے پانی میں ہر طرح حانث ہوگا برابر ہے کہ لا یشرب من البئر کہا ہو یا لا یشرب من ماء البئر بولا ہو بسبب معین ہو جانے مجاز کے م جب منہ لگا کر پانی پینا مقصود نہ ہوا تو مجاز متعین ہو گیا یعنی برتن سے پینا مراد ہوا بخلاف دریا کے اور لبالب نغار کے کہ وہاں حقیقت حاصل ہے یعنی منہ ڈال کر پینا اور ہونے حقیقت کے مجاز کی کیا حاجت ہے جب بجائے مہلہ بڑا مٹکا ہے جس کو مٹھور اور گوئی بھی بولتے ہیں اور فارسی میں خم کہتے ہیں طحطاوی نے کہا کہ کنواں اور خم سے مراد یہ ہے کہ لبالب پانی سے بھرے نہ ہوں جس میں منہ ڈال کر پانی پینا مقصود ہوگا ولو تکلف الکرع فیما لا یتاتی فیہ ذلک ای الکرع لا یحنث فی الاصح لعدم العرف اور اگر حالف نے تکلف منہ ڈال کر اس میں سے پانی پیا جس میں کرع نہیں حاصل ہوتا مثلا کنوئیں میں اتر کے کرع کیا تو حانث نہ ہوگا قول اصح میں بسبب عدم عرف کے امکان تصور البر فی المستقبل شرط انعقاد الیمین دون بطلاق و بقائہا اذ لا بد من تصور الاصل للتعقد فی حق الحلف دون الکفارۃ ثم فرع علیہ ممکن ہونا تصور بر کا زمان مستقبل میں شرط ہے یمین کے منعقد ہونے اور اس کے باقی رہنے کے اگرچہ طلاق کی یمین ہو اس واسطے کہ اول تصور اصل کا ضرور ہے تا یمین منعقد ہو اصل کے قائم مقام کے حق میں یعنی کفارہ کے حق میں پھر مصنف نے اس قاعدہ پر اپنا اگلا قول متفرع کیا م مقصود بالذات قسم کھانے سے یہ ہے کہ قسم کو قائم رکھے اور پورا کیجیے اور کفارہ دینا مقصود اصلی نہیں ولہذا یمین غموس اور یمین لغو میں کفارہ واجب نہیں اور کفارہ تو حنث یعنی قسم توڑنے سے واجب ہوتا ہے پھر جب بر یمین یعنی قسم کا پورا کرنا محال ہوا تو حنث بھی محال ہوگا اس واسطے کہ ترک نہیں ہو سکتا مگر اسی چیز میں جس کا وجود ہو سکے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی فی حلف لا شرب من ماء ہذا الکوز الیوم ولا ماء فیہ او کان فیہ ماء وصب ولو لبقلہ او نفسہ فی یوم قبل اللیل او طلق یمینہ عن الوقت ولا ماء فیہ لا یحنث سواء علم وقت الیمین ان فیہ ماء او لا فی الاصح لعدم امکان البر تو اس قسم میں کہ واللہ اس کوزہ کا پانی میں آج مقرر پیوں گا اور حالانکہ اس میں پانی نہیں یا اس میں پانی تھا مگر گرا دیا گیا اگر حالف کے فعل سے گرایا خود کوزہ کے ڈھلنے سے گر گیا اسی دن میں رات سے پہلے یا یمین مطلق بولا یعنی اس میں وقت کی قید نہ لگائی اور حالانکہ

Marfat.com

کوزہ میں پانی نہ تھا تو حانث نہ ہوگا بسبب عدم امکان بر کے برابر ہے کہ قسم کے وقت کوزہ میں پانی ہونے کا اس کو علم ہو یا نہ ہو قول اصح میں م جس صورت میں کہ کوزہ میں پانی نہیں تو انعقاد یمین کی شرط ابتدا سے نہ پائی گئی اور پانی گر جانے کی صورت میں بقائے یمین کی شرط نہ حاصل ہوئی وان اطلق وکان فیہ ماء فھب حنث لوجوب البر فی المطلقۃ کما فرع وقد فات بصبہ اما الموقتۃ ففی آخر الوقت اور اگر حالف نے یمین کو مطلق کیا بلا ذکر یوم یعنی یوں قسم کھائی کہ واللہ اس کوزہ کا پانی پیوں گا اور قسم کے وقت اس میں پانی تھا سو اس نے گرا دیا تو حانث ہوگا بسبب واجب ہونے بر کے یمین مطلق میں بمجرد فراغت ہونے کے قسم کھانے سے اور پورا کرنا قسم کا پانی گرانے سے فوت ہو گیا اور یمین موقت میں تو وجوب بر آخر وقت میں ہوتا ہے لہذا پانی گرانے سے قبل از لیل یمین موقت میں حانث نہیں ہوتا وبذا الاصل فروعہ کثیرۃ منہا ان لم نصل الصبح عذا فانت کذا لا یحنث بحیضہا بکرہ فی الاصح اور اس کی یعنی امکان بر یمین کے بہت فروع ہیں از انجملہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو کل صبح کی نماز نہ پڑھے گی تو تو ایسی ہے یعنی مطلقہ ہے تو بقول اصح زوج حانث ہوگا زوجہ کے حائض ہونے سے صبح کے وقت اسواسطے کہ حائض سے نماز پڑھنا صبح کے وقت شرعاً ممکن نہیں ومنہا ان لم تردی الدینار الذی اخذتہ من کیسی فانت طالق فاذا الدینار فی کیسہ لم تطلق لعدم تصور البر اور از آں جملہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر وہ دینار نہ پھیر دے گی جس کو تو نے میری تھیلی سے لیا ہے تو تو مطلقہ ہے اور ناگہاں وہ دینار زوج کی تھیلی میں ہے تو زوجہ مطلقہ نہ ہوگی بسبب عدم تصور بر کے یعنی پھیرنا بدون لینے کے نہیں ہوتا ومنہا ان لم تہبینی صداقک الیوم فانت طالق وقال ابوہا ان وہبتیہ فانک طالق فالحیلۃ ان تشتری منہ بمہرہا ثوبا ملفوفا وتقبضہ فاذا مضی الیوم لم یحنث ابوہا لعدم الہبۃ ولا الزوج لعجزہا عن الہبۃ عند الغروب لسقوط المہر بالبیع ثم اذا ارادت الرجوع لہ ذلہ بخیار الرویۃ اور از آں جملہ یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو مہر اپنا آج مجھ کو نہ ہبہ کرے گی تو تو مطلقہ ہے اور زوجہ کے باپ نے اپنی بیٹی سے کہا کہ اگر تو اپنا مہر اپنے زوج کو ہبہ کرے گی تو تیری ماں مطلقہ ہے تو تدبیر اس کی مخلصی کی یہ ہے کہ زوجہ بعوض اپنے مہر کے اپنے زوج سے لپٹا کپڑا مول لے کر اس پر قبضہ کرلے پھر جب دو دن گذر جاوے گا تو زوجہ کا باپ حانث نہ ہوگا بسبب عدم ہبہ کے اور نہ زوج اس کا حانث ہوگا بسبب عاجز ہونے زوجہ کے غروب کے وقت ہبہ کرنے سے بواسطے ساقط ہو جانے مہر کے بیع سے یعنی جب اس نے بعوض مہر کپڑا خرید کیا تو وہ اس کی مالک نہ رہی تو ہبہ کرنا مہر کا ممکن نہ رہا پھر جب کہ زوجہ رجوع کا قصد کرے یعنی ابطال بیع چاہے تو کپڑے کو بسبب خیار رویت کے پھیر دے تو سرا اس کا بطور سابق زوج پر لازم الادا ہو جاوے گا طحطاوی تبیلعی سے نقل کیا کہ کپڑا قبضہ کرنے کی قید اتفاقی ہے اس واسطے کہ اگر قبضہ نہ ہوگا تو بھی یہی حکم ہے اور ثوب ملفوف خرید کرنے کا یہ فائدہ ہے تا پھیرنا خیار رویت سے ممکن ہو اب چند فروع اس قاعدہ کے مترجم نقل کرتا ہے ازاں جملہ یہ ہے کہ قسم کھائی کہ زید کو آج قتل کرے گا پھر زید قبل گذرنے دن کے مر گیا یا قسم کھائی کہ آج اس روٹی کو کھاوے گا سو رات ہونے سے پہلے اسکو کوئی کھا گیا یا قسم کھائی کہ زید کو نہ مارے گا یا اس سے بات نہ کرے گا بلا اجازت خالد کے پھر خالد مر گیا اور حالف نے زید کو دیا یا مارا یا کلام کیا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے اجازت خالد کی بعد موت کے ممکن نہیں یا قسم کھائی کہ آج اس رات کو اس گھر میں سوئے تو عورت اس کی مطلقہ ہے اور حالانکہ وقت حلف صبح ہو چکی تھی اور اس کو علم نہ تھا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ شرط حنث لیل گذشتہ کی تو ام ہے سواب متصور نہیں کذا فی الطحطاوی وعن البحر وفی حلفہ واللہ لیصعدن الی السماء او لیقلبن ہذا الحجر ذہبا حنث للحال لامکان البر حقیقۃ ثم یحنث للعجز عادۃ ولو وقت الیمین لم یحنث مالم یمض ذلک الوقت اور اس قسم میں کہ واللہ مقرر چڑھے گا آسمان پر یا واللہ مقرر اس پتھر کو سونا کر ڈالے گا فی الحال حانث ہوگا بسبب ممکن ہونے بر کے فی الحقیقت پھر حانث ہوگا بسبب عاجز ہونے کے صعود اور تقلیب سے بنا بر عادت کے اور اگر یمین کو کسی وقت کر موقت کرے گا تو جب تک وہ وقت نہ گذر جاوے گا حانث نہ ہوگا کہ آسمان کا چڑھنا فی نفسہ ممکن ہے اس واسطے صعود ملائکہ اور انبیا بالیقین کے ساتھ ثابت ہے اور

Marfat.com

پتھر کا سونا ہو جانا بتحویل آلہی ممکن ہے متکلمین کے نزدیک پھر جب ممکن ہوا تو یمین منعقد ہوگی لیکن چونکہ بنا بر عادت کے انسان صعود اور تقلیب سے عاجز ہے لہذا ظن حانث ہوگا بخلاف مسئلہ کوزہ کے اس واسطے کہ درصورت پانی نہ ہونیکے وہ پانی پینا جو قسم کے وقت کوزہ میں ہو ممکن نہیں کذا فی منح الغفار وفی جمرۃ الفقہاء قال لامرانہ ان لم اعرج الی السماء ہذہ اللیلۃ فانت کذا فینصب سلما ثم یعرج الی السماء البیت لقولہ تعالی فلیمدد بسبب الی السماء ای سماء البیت قال الباقانی والظاہر خروجہا عن قاعدۃ مبنی الایمان اور کتاب جمرۃ الفقہاء میں مذکور ہے کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر میں آج کی رات آسمان پر نہ چڑھوں تو تجھ کو طلاق ہے تو وہ شخص طلاق نہ واقع ہونے کی یہ تدبیر کرے کہ سیڑھی قائم کرے پھر سیڑھی پر سے اپنے گھر کی چھت پر چڑھ جاوے بدلیل قول حق تعالی یعنی چاہیے کہ رسی تانے طرف سما کے مراد سما سے اس آیت شریف میں گھر کی چھت ہے یعنی سما کا اطلاق قرآن مجید میں چھت پر آیا ہے تو اگر چھت پر چڑھ جاوے گا تو حانث نہ ہوگا باقانی نے کہا اور ظاہر ہے خروج اس حیلہ کا مبنی یمینوں کے قاعدے سے یعنی بناء یمین عرف پر ہے نہ اطلاق قرآنی پر چنانچہ اول کتاب الیمین میں مذکور ہو چکا ہے تو جس نے یہ حیلہ عدم حنث کا نکالا اس نے بناء یمین کا قاعدہ چھوڑا وکذا الحکم لو حلف لیقتلن فلانا عالما بموتہ ان امکن قتلہ بعد احیاء اللہ تعالی فحنث اور اسی طرح کا حکم ہے الغفار اور حنث فی الحال کا اگر قسم کھائی کہ فلانے شخص کو قتل کرے گا اس کی موت کو جان کر اس واسطے کہ ممکن ہے قتل اس میت کا بعد زندہ کر دینے حق تعالی کے پھر حانث ہوگا بسبب عجز عادی کے وان لم یکن عالما بموتہ فلا یحنث لانہ عقد یمینہ علی حیوۃ کانت فیہ ولا یتصور کمسئلۃ الکوز وکقولہ ان ترکت مس السماء فعبدی حر لان الترک لا یتصور فی غیر المقدور اور اگر اس شخص کی موت کو نہ جانتا ہوگا تو حانث نہ ہوگا اس کے قتل کی قسم کھانے سے اس واسطے کہ حالف نے اپنی قسم کو منعقد کیا اس حیات پر جو اس میں تھی اور قتل کرنا بعد موت کے متصور نہیں بالفرض اگر حق تعالی نے اس کو زندہ بھی کر دیا تو یہ زندگی وہ زندگی نہیں جس پر قسم واقع ہوئی تو یہ مسئلہ عدم امکان میں مسئلہ کوزہ کے مانند ہوا اور مانند اس قول کے ہوا کہ اگر میں آسمان کا چھونا چھوڑ دوں تو اس کا غلام آزاد ہے اس واسطے کہ ترک متصور نہیں امر غیر مقدور میں یعنی جب آسمان کا چھونا مقدور سے باہر ہوا تو یمین کا محل فوت ہوا اور غیر مقدور سے عدم قدرت عادی مراد ہے کذا فی الطحطاوی حلف لا یکلمہ فناداہ وہو نائم فایقظہ فلم یوقظہ لم یحنث ہو المختار قسم کھائی کہ مثلاً زید سے کلام نہ کرے گا پھر اس کو پکارا وہ سوتا تھا سو اس کو جگایا تو حانث ہوگا سو اس کے پکارنے سے نہ جاگا تو حانث نہ ہوگا یہی قول مختار ہے اور غیر مختار قدوری کا قول ہے یعنی الفاظ شرط نہیں حنث کی ولو مستفیظا حنث لو بحیث یسمع بشرط انفصالہ عن الیمین فلو قال موصولا ان کلمتک فانت طالق فاذہبی او واذہبی لا تطلق ما لم یردا الاستیناف ولو قال اذہبی طلقت لانہ مستانف اور اگر زید جاگتا ہوگا تو اس کے پکارنے سے حانث ہوگا اور اگر اتنا قریب ہو کہ آواز کان لگانے سے سن سکے بشرطیکہ کلام ندائے منفصل ہو یمین سے اور اگر یمین سے کلام موصول ہوا اس طرح کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر میں تجھ سے کلام کروں تو تو طالق ہے سو تو جایا یوں کہا اور تو جا تو زوجہ مطلقہ نہ ہوگی تاوقتیکہ ابتداء کلام کی نیت نہ کرے گا اور ان کلمتک فانت طالق کے بعد اذہبی کہے گا بدون فی اور واو کے تو مطلقہ ہوگی اس واسطے کہ یہ کلام جداگانہ ہے یمین سے متصل نہیں م فاذہبی یا واذہبی بسبب فی اور واو عاطفہ کے یمین سے موصول ہے لہذا اس کلام سے بلا نیت استیناف حانث نہ ہوگا بخلاف اذہبی کے کہ اس میں کوئی حرف وصل نہیں تو بسبب استیناف کے حانث ہوگا ولو قال یا حائط اسمع او اصنع کذا وکذا وقصد اسماع المحلوف علیہ لم یحنث زیلعی اور آگے کہا کہ اے دیوار سن یا ایسا ویسا کام کر اس قول سے محلوف علیہ کا سنانا قصد کیا تو حانث نہ ہوگا کذا فی الزیلعی اور اگر سنانے کا قصد نہ ہو تو بطریق اولی حانث نہ ہوگا م حانث اس واسطے نہ ہوگا کہ کلام کرنا بدون خطاب محلوف علیہ کے نہیں ہوتا اور دلیل اس کی وہ روایت ہے کہ عبدالرحمن بن عوفؓ نے قسم کھائی تھی کہ عثمان بن عفانؓ سے نہ کلام کریں گے جب عبدالرحمن ان کی طرف ہو کر نکلتے تھے تو جو مطلب کہنا ہوتا تھا وہ یوں کہتے تھے کہ اے

Marfat.com

دیوار ایسا کر اور اے دیوار ایسا ہوا اور معلوم کرنا چاہیے کہ ذکر دیوار کچھ شرط نہیں بلکہ توجیہ خطاب غیر محلوف علیہ کی طرف کافی ہے عدم حنث میں چنانچہ بحر الرائق میں مصرح ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو میرا گلہ اپنے بھائی سے کرے گی تو تجھ کو طلاق ہے پھر جب اس کا بھائی اس کے پاس آیا اس کے پاس ایک لڑکا تھا نافہم تو عورت نے کہا لڑکے سے خطاب کر کے کہ میرے زوج نے ایسا کیا یہاں تک کہ اس کے بھائی نے سنا تو اس پر طلاق واقع نہ ہوگی اس واسطے کہ اس نے بھائی سے شکایت نہیں کی کیونکہ اس کی طرف مخاطب نہیں ہوئی اور اگر قسم کھائی کہ زید سے بات نہ کرے گا پھر ایک جماعت کو سلام کیا جن میں زید بھی تھا سو حانث ہوگا اور اگر زید کی طرف خطاب کی نیت نہ کرے گا تو دیانۃ اس کی تصدیق ہوگی اور اگر نماز بجماعت ہوگی تو سلام کرنے سے حانث نہ ہوگا خواہ زید اپنی طرف ہو خواہ بائیں طرف اور اگر محلوف علیہ نے دروازہ کے کواڑ میں دھکا دیا اور حالف نے کہا کہ کون ہے تو حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی السراجیۃ سال محمد حال صغرہ ابا حنیفۃ فیمن قال لا اخرد اللہ لا اکلمک ثلث مرات فقال ابو حنیفۃ ثم ماذا فتبسم محمد وقال انظر حسنا یا شیخ فنکس ابو حنیفۃ ثم قال حنث مرتین فقال محمد احسنت فقال ابو حنیفۃ لا اوری ای الکلمتین ادجع لی قولہ حسنا او احسنت اور سراجیہ میں ہے کہ سوال کیا محمد بن حسن نے طفلی کی حالت میں امام ابو حنیفہ سے اس شخص کے حق میں جس نے دوسرے سے کہا واللہ میں تجھ سے کلام نہ کروں گا تین بار سو امام نے کہا پھر کیا ہوا تو محمد نے تبسم کیا اور کہا اے شیخ خوب تامل کیجیے تو سر جھکا لیا امام نے پھر فرمایا وہ شخص دو بار حانث ہوا تو محمد نے کہا خوب کہا آپ نے تو امام نے فرمایا کہ میں جانتا نہیں کہ دو لفظوں میں سے کون سا لفظ میرے واسطے دردناک ہے اس کا حسنا کہنا یا احسنت کہنا سوال محمد کا دو امر کو محتمل تھا کہ ثلث مرات لا اکلمک سے متعلق ہے یا قال سے اگر لا اکلمک سے متعلق ہے تو یہ مطلب ہے کہ تجھ سے تین بار کلام نہ کروں گا اول امام یہی سمجھے لہذا فرمایا پھر کیا ہوا یعنی حالف نے کئی بار اس قسم کے بعد کلام کیا اور اگر ثلث مرات کو قال سے متعلق کیجیے تو مطلب یہ ہے کہ حالف نے تین بار یہ کہا کہ تجھ سے کلام نہ کروں گا سوال سے محمد کو یہی مقصود تھا لہذا جواب میں کہا کہ تامل کر کے جواب دیجیے پوچھنے کی کچھ حاجت نہیں پھر امام نے مقصود سوال کا دریافت کیا اور فرمایا کہ لا اکلمک کو تین بار کہنے سے دو بار حانث ہوگا اس واسطے کہ ایک بار کہنے سے یمین منعقد ہوئی اور دوسری بار کہنے سے ایک بار حنث ثابت ہوا اور تیسری بار بولنے سے دو بار حنث ہوا اور انظر حسنا کہنا اس واسطے مکروہ معلوم ہوا کہ عدم تامل عجیب پر دلالت کرتا ہے اور احسنت کہنا اس واسطے برا معلوم ہوا کہ علم مسائل پر دلالت کرتا ہے یعنی سائل کو مسئلہ معلوم تھا لیکن امتحان کے واسطے سوال کیا اور چونکہ حالت طفل میں یہ گفتگو ہوئی تو اس میں محمد بن حسن کی بے ادبی اور شوخ چشمی ثابت نہیں ہوتی اور حلف لا یکلم الا باذنہ فاذن لہ ولم یعلم بالاذن تکلمہ حنث لاشتقاق الاذن من الاذان فیشترط العلم یا قسم کھائی کہ اس سے کلام نہ کرے گا مگر اس کے اذن سے سو اس نے اذن دیا اور حالف کو اس کا اذن دینا معلوم نہ ہوا پھر اس سے کلام کیا تو حانث ہوگا بسبب اشتقاق اذن کے اذن سے اور اذان بمعنی اعلام ہے تو اذن میں علم مشروط ہوا اشتقاق سے اشتقاق کبیر مراد ہے کذا فی النہر اس واسطے کہ اشتقاق صغیر میں مجرد مزید سے مشتق نہیں ہوتا بلکہ مزید مجرد سے مشتق ہوتا ہے مصنف نے اپنی شرح میں کہا یا اذن وقوع فی الاذن سے ماخوذ ہے بہر صورت تحقیق اذن کا بدون سماع کے نہیں ہوتا بخلاف لا یکلمہ الا برضاہ فرضی ولم یعلم لان الرضی من اعمال القلب فیتم بہ خلاف اس قسم کے کہ نہ کلام کرے گا مگر اس کی رضامندی سے سو وہ راضی ہو گیا اس کے کلام سے اور حالف کو اس کی رضا کا علم نہ ہوا پھر اس نے کلام کیا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ رضامندی دل کا عمل ہے تو اس کا تحقیق فقط دل ہی سے تمام ہوگا علم حالف اس میں مشروط نہیں الکلام والتحدیث لا یکون الا بلسان فلا یحنث باشارۃ وکنایۃ کما فی النتف کلام اور تحدیث ثابت نہیں ہوتا بدون زبان کے تو حانث نہ ہوگا اشارہ کرنے اور لکھنے سے کذا فی النتف یعنی اگر قسم کھائی کہ فلانے سے کلام نہ کرے گا

سلہ یعنی دوسری بار کہنے سے یمین دوسری منعقد ہوئی اور ایک بار حنث ہوا کیونکہ یہ کہنا بھی کلام ہے ۱۲ ف سوال لطیف محمد بن حسن از امام اعظم ۱۲ ز بالسان

Marfat.com

پھر اس کو خط لکھا یا اس کی طرف پیغام بھیجا یا اس کی طرف آنکھ یا ہاتھ سے اشارہ کیا تو حانث نہ ہوگا کذا فی المنح وفی الخانیۃ لا فرق لہ کذا فکتب الیہ حنث فرق بین القول والکلام لکن نقل المصنف بعد مسئلۃ ثم الزیحان عن الجامع انہ کالکلام خلافا لابن سماعۃ اور خانیہ میں ہے قسم کھائی کہ اس سے نہ کہوں گا ایسا پھر اس کی طرف لکھ بھیجا تو حانث ہوگا تو تفریق ہوئی قول اور کلام میں کہ قول کتابت سے ثابت ہوتا ہے نہ کلام لیکن مصنف نے آگے بعد مسئلہ ثم ریحان کے جامع سے نقل کیا ہے کہ قول مانند کلام کے ہے یعنی کتابت سے قول بھی ثابت نہیں ہوتا بخلاف ابن سماعۃ کے م تو معلوم ہوا کہ کلام اور قول میں تین قول ہیں جامع کا یہ قول ہے کہ کلام اور قول کتابت سے معلوم نہیں ہوتے اور قاضی خان کے نزدیک تفریق ہے کہ قول کتابت سے ثابت ہوتا ہے نہ کلام اور ابن سماعہ نے اپنی نوادر میں کہا کہ کلام اور قول دونوں کتابت سے ثابت ہوتے ہیں کذا فی الطحطاوی والاخبار والاقرار والبشارۃ تکون بالکتابۃ لا بالاشارۃ والایماء اور خبر دینا اور اقرار کرنا اور خوشخبری دینا لکھنے سے ثابت ہوتے ہیں نہ اشارہ اور ایماء سے م طحطاوی نے کہا کہ مصنف کو مناسب تھا ایضا کا لفظ بعد کتابت کے زیادہ کرتا تاکہ معلوم ہوتا کہ اخبار اور اقرار اور بشارت کتابت سے بھی ہوتا ہے اور کلام سے بھی والاظہار والانشاء والاعلام یکون بالکتابۃ وبالاشارۃ ایضا اور اظہار اور انشاء اور اعلام کتابت سے ہوتا ہے اور اشارہ کرنے سے بھی م طحطاوی نے کہا کہ مصنف کی شرح میں انشائیون ہے اور بحر الرائق میں انشا ہے فلو قال لم انو الاشارۃ دین اور اگر حالف نے کہا کہ میں نے اشارہ کی نیت نہیں کی تو دیانۃ اس کی تصدیق ہوگی نہ قضاء یعنی اگر عدم اظہار وغیرہ کی قسم کھائی اور اشارہ کر دیا عدم اشارہ کی نیت ظاہر کی تو فیما بینہ وبین اللہ اس کی تصدیق ہوگی نہ قاضی کے نزدیک وفی لا یدعوہ او لا یبشرہ یحنث بالکتابۃ اور اس قسم میں کہ اس کو نہ بلاوے گا یا اس کو بشارت نہ دے گا تو کتابت سے حانث ہوگا ان اخبرتنی او اعلمتنی ان فلانا قدم ونحوہ یحنث بالصدق والکذب کہا کہ اگر تو مجھ کو خبر کرے گا یا اعلام کرے گا کہ فلانا شخص آیا یا مانند اس کے تو میرا غلام آزاد ہے تو حانث ہوگا صدق اور کذب سے یعنی اعلام اور اخبار مخاطب کا صدق ہو یا کذب بہر صورت غلام آزاد ہوگا ولو قال بقدومہ ونحوہ فعلی الصدق خاصۃ لافادتہا صدق الخبر بنفس القدوم کما حققناہ فی بحث الباء من الاصول اور اگر یوں کہا کہ اگر تو مجھ کو بقدوم فلانی یا مانند اس کے خبر کرے گا تو یہ اخبار صدق پر مخصوص ہوگا اس واسطے کہ باء جارہ الصاق خبر بنفس قدوم کا فائدہ دیتی ہے چنانچہ اصول کی کتاب میں ہم نے اس کو محقق کیا ہے باء جارہ کی بحث میں یعنی باء جارہ الصاق کے واسطے موضوع ہے تو جب وہ قدوم کے لفظ پر آئی تو یہ مطلب ہوا کہ خبر قدوم سے ملائی جاوے اور یہ ملانا بدون تحقق قدوم کے نہیں ہو سکتا لہذا اخبار بالکذب اس میں مراد نہیں ہوتا طحطاوی نے کہا کہ ان اخبرتنی ان فلانا قدم میں باء جارہ مقدر ہے اس واسطے کہ حذف جار کا ان کے ساتھ مطرد ہے تو چاہیے کہ وہاں بھی اخبار بالکذب سے حانث نہ ہوگا وکذا ان کتبت بقدوم فلان کما یجئ فی الباب الاتی اور اسی طرح فقط صدق پر حنث مخصوص ہے اس مثال میں کہ اگر تو کتابت بقدوم فلانے کرے گا چنانچہ اگلے باب میں آوے گا وسال الرشید محمدا عمن حلف لیکتب الی فلان فامتنع بالکتابۃ بل یحنث فقال نعم یا امیر المومنین ان کان ممتنعا اور سوال کیا ہارون رشید نے امام محمد سے کہ جس نے قسم کھائی کہ فلانے شخص کو نہ لکھے گا پھر اس نے دوسرے سے اشارہ کیا لکھنے کا کیا حانث ہوگا تو امام نے کہا ہاں یا امیر المومنین حانث ہوگا اگر حالف تم سا شخص ہو م کہ بادشاہ خود نہیں لکھتا بلکہ غیر کو حکم کرتا ہے کتابت کا اور عادت سلاطین اور امرا کی یہ ہے کہ اشارہ اور ایما سے حکم کرتے ہیں لا یکلمہ شہرا فمن حین حلف قسم کھائی کہ فلانے کسی مہینہ نہ کلام کرے گا تو ابتداء مہینہ حلف کے وقت سے ہوگی تیس دن تک ولو عرفہ فعلی باقیہ اور اگر حالف نے مہینہ کو معرفہ مذکور کیا یعنی یوں کہا لا یکلمہ الشہر تو اس مہینے کی باقی تاریخوں پر حنث ہوگی مثلاً پچیسویں تاریخ قسم کھائی تو پانچ یا چھ روز باقی ہیں اگر کلام کرے گا تو حانث ہوگا بخلاف لا عتلفن او لا صومن شہرا فان التعیین الیہ بخلاف اس مثال کے کہ واللہ اعتکاف کروں گا یا روزہ رکھوں گا تو حالف کو تعیین کا اختیار ہے چاہے حلف کے وقت سے مہینہ بھر اعتکاف کرے اور چاہے باقی تاریخوں میں اعتکاف کرے م اور یہی حکم ہے سال اور دن کا اور بدائع میں ہے کہ اگر مثلا

Marfat.com

پہر دن رہے قسم کھائی کہ ایک کلام نہ کرے گا تو قسم ثابت ہوگی باقی دن اور پوری اگلی رات اور دوسرے دن کے پہر دن تک اور یہی حکم ہے رات کا کذا فی النہر والفرق ان ذکر الوقت فیما یتناول الابد لاخراج ما وراءہ وفیما لا یتناولہ للمد الیہ زیلعی اور فرق کلام اور اعتکاف میں یہ ہے کہ ذکر وقت کا اس فعل میں جو شامل ہے دوام کو واسطے اخراج ما سوا وقت کے ہوتا ہے اور جس فعل میں شمول دوام کا نہیں تو اس میں ذکر وقت کا واسطے دراز کرنے فعل کے ہے اس وقت تک کذا فی زیلعی مثلاً اگر عدم کلام کی یمین میں مہینہ مذکور نہ ہوتا تو عدم تکلم تمام عمر کو شامل رہتا تو مہینہ کے ذکر کرنے سے باقی مدت عمر کی نکل گئی اور اعتکاف اور صوم کی یمین میں اگر مہینہ مذکور نہ ہوتا تو تمام عمر کو اعتکاف اور صوم شامل نہ ہوتا تو ذکر کرنا مہینہ کا واسطے تقدیر اعتکاف اور صوم کے ہے حلف لا یتکلم ففرأ القرآن او سبح فی الصلوۃ لا یحنث اتفاقاً قسم کھائی کہ کلام نہ کرے گا پھر اس نے قرآن پڑھا نماز میں یا سبحان ربی العظیم یا سبحان ربی الاعلی نماز میں کہا تو باتفاق حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ اس کو عرف اور شرع میں متکلم نہیں کہتے کذا فی المنح وان فعل ذلک خارجہا حنث علی الظاہر کما رجحہ قاضی خان ورجح فی الفتح عدمہ مطلقا للعرف وعلیہ الدرر والملتقی بل فی البحر عن التہذیب انہ لا یحنث بقراءۃ الکتب فی عرفنا انتہی وفیہ فی الشرنبلالیۃ قائلا ولا علیک من اکثریۃ التصحیح لہ مع مخالفۃ العرف ویقاس علیہ القاء درس مالکن یعکر علیہ ما فی الفتح اما الشعر فیحنث بہ لانہ کلام منظوم انتہی فغیر المنظوم اولی قلت اور اگر قراءت قرآن اور تسبیح خارج نماز کی تو حانث ہوگا بنا بر ظاہر مذہب کے چنانچہ اسی کو ترجیح دی ہے بحر الرائق میں اور فتح القدیر میں ترجیح دی ہے عدم حنث کو بسبب عرف کے مطلقاً خواہ قرأت اور تسبیح نماز میں ہو خواہ خارج نماز خواہ بیمین عربی میں ہو خواہ فارسی میں اور عدم حنث پر درر اور ملتقی الابحر کا قول ہے بلکہ خود بحر الرائق میں تہذیب فلاں سے منقول ہے کہ حانث نہیں ہوتا کتابوں کے پڑھنے سے ہمارے عرف میں انتہی کلامہ اور قوی کیا ہے فتح القدیر کے قول کو شرنبلالیہ میں اس طرح کہہ کر تجھ پر اکثریت بہ تصحیح حنث کا ترجیح دینا لازم نہیں باوجود مخالفت عرف کے اور تہذیب کے قول پر قیاس کیا گیا ہے ہر درس کا القا یعنی شاگرد کا پڑھنا بھی کلام میں داخل نہیں مانند پڑھنے کے بنا بر عرف کے یہ قیاس ہے صاحب نہر کا لیکن قیاس مذکور پر وارد ہوتا ہے جو فتح القدیر میں ہے یعنی شعر پڑھنے سے تو حانث ہوگا اس واسطے کہ شعر کلام منظوم ہے انتہی کلام الفتح تو غیر منظوم سے بطریق اولی حانث ہوگا سو تامل کرم تامل کی وجہ یہ ہے کہ جب بعلت کلام منظوم ہونے کے شعر خوانی سے حانث ہوا تو کلام غیر منظوم سے چنانچہ درس ہے بطریق اولی حانث نہ ہوگا تو معلوم ہوا کہ قیاس درس کا قرأت کتب پر غیر مسلم ہے کذا فی الطحطاوی حلف لا یقرأ القرآن الیوم یحنث بالقراءۃ فی الصلوۃ او خارجہا قسم کھائی کہ آج کے دن قرآن نہ پڑھے گا تو حانث ہوگا قرآن پڑھنے سے نماز میں یا غیر نماز میں ولو قرأ البسملۃ فان نوی بہا فی النمل حنث والا لانہم لا یریدون بہ القرآن اور اگر بسم اللہ الرحمن الرحیم کو پڑھا تو اگر اس قرأت سے سورۂ نمل کی آیت کی نیت کی تو حانث ہوگا اور اگر یہ نیت نہ کی تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ بسم کہنے سے لوگ قرأت قرآن کا ارادہ نہیں کرتے ہیں بلکہ بطور تبرک پڑھتے ہیں ولو حلف لا یقرأ سورۃ کذا او کتاب فلان لا یحنث بالنظر فیہ وفہمہ بہ یفتی واقعات اور اگر قسم کھائی کہ فلانی عورت یا فلانے کا خط نہ پڑھے گا تو اس میں نظر کرنے اور اس کا مطلب سمجھنے سے حانث نہ ہوگا یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی الواقعات اس واسطے کہ نظر اور فہم قرأت نہیں حلف لا یتکلم فلانا الیوم فعلی الجدیدین لقرانہ الیوم بفعل لا یمتد قسم کھائی کہ کلام نہ کرے گا فلانے شخص سے آج کے دن تو یہ حلف رات اور دن دونوں پر شامل ہوگا بسبب متصل کرنے حالف کے یوم کو اس فعل سے جس کو امتداد نہیں تو لیل اور نہار دونوں کو شامل ہوگا کما مر کتاب الطلاق میں مذکور ہو چکا کہ جب یوم مقارن ہوگا فعل غیر ممتد سے تو مطلق وقت مراد ہوگا اور چونکہ کلام غیر ممتد ہے لہذا لیل اور نہار دونوں کو شامل ہوگا لیل اور نہار کو جدیدین بواسطے ان کے تجدد کے کہا طحطاوی نے کہا کہ مصنف کی یہ مثال صحیح نہیں اس واسطے کہ لا اکلمک الیوم کا یہ حکم ہے کہ یمین باقی دن تک ہے رات کو شامل نہیں اس واسطے کہ بحر الرائق میں ہے کہ اگر حالف نے مثلاً پہر دن چڑھے کہا لا اکلمک الیوم تو یمین باقی دن تک رہے گی جب آفتاب غروب ہوگا تو یمین ساقط ہو جاوے گی اور جو مثال اس کی کنز وغیرہ متون میں ہے سو یوں ہے یوم اکلم فلانا فعلی الجدیدین فان نوی النہار صدق

Marfat.com

لانہ الحقیقۃ اگر مثال مذکور میں نیت نہار کی کرے گا یعنی یوم سے فقط نہار مراد لے گا تو اس کی تصدیق ہوگی دیانۃ بھی اور قضاءً بھی اس واسطے کہ نہار حقیقت ہے یوم کی تو در صورت نیت حقیقت مجاز مراد نہ ہوگا تو اس صورت میں یوم لیل اور نہار کو شامل ہوگا ولو قال لیلۃ اکلم فلانا فکذا فہو علی اللیل خاصۃ لعدم استعمالہ مفردا فی مطلق الوقت اور اگر یوں کہا کہ جس رات کہ میں کلام کروں فلانے سے تو ایسا ہو تو یہ یمین رات پر مخصوص ہوگی بسبب نہ مستعمل ہونے لیل کے بلفظ مفرد مطلق وقت میں م یہ شارح نے دفع دخل کیا کہ بعضے اشعار عرب میں لیالی بمعنی مطلق وقت کے مستعمل ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ لفظ جمع لیل البتہ مطلق وقت میں مستعمل ہوتا ہے نہ بلفظ مفرد قال ان کلمتہ ای عمرا الا ان یقدم زیدا او حتی او الا ان یاذن او حتی یاذن فکذا انکلم قبل قدومہ او قبل اذنہ حنث ولو لعدمہا لا یحنث لجعل القدوم والاذن غایۃ لعدم الکلام کہا اگر میں عمر سے کلام کروں مگر یہ کہ زید سے یا یہاں تک کہ آوے یا یوں کہا کہ اگر میں اس سے کلام کروں تا ایں کہ زید اذن دے یا یوں بولا کہ اگر میں اس سے کلام کروں تا اجازت دینے زید کے تو ایسا ہو پھر اس سے بات کی قبل قدوم زید کے یا قبل اذن دینے زید کے تو حانث ہوگا اور اگر بعد قدوم اور اذن زید کے عمر سے بولا تو حانث نہ ہوگا بسبب قرار دینے حالف کے قدوم اور اذن کو غایت عدم کلام کے م یمین باقی رہتی ہے قبل غایت کے اور منتہی ہوتی ہے بعد غایت کے تو بعد انتہائے یمین حانث نہ ہوگا سو حتی کا غایت کے واسطے موضوع ہونا تو مرجح ہے مگر الا بمعنی غایت باعتبار مجاز کے ہے اس واسطے کہ اصل الا میں استثنا ہے لیکن شرط اور غایت کے واسطے مجازاً مستعمل ہوتا ہے جب کہ استثنا متعذر ہو اس واسطے کہ استثنا اور شرط اور غایت میں یہ مناسبت ہے کہ ہر ایک کے ماقبل کا حکم مخالف ہوتا ہے مابعد کے کذا فی البحر وان مات زید قبلہا سقط الحلف اور اگر زید مر گیا قبل قدوم اور اذن کے تو یمین ساقط ہوگئی اس واسطے کہ بر یمین کا محل ہی نہ باقی رہا قید بتاخیر الجزاء لانہ لو قدمہ فقال امرانہ طالق الا ان یقدم زید لم تکن للغایۃ بل للشرط لان الطلاق مما لا یحتمل التاقیت فلا تطلق بقدومہ بل بموتہ مصنف نے مثال مذکور کو مفید بتاخیر جزا کیا اس واسطے کہ اگر مثال مذکور میں جزا کو مقدم کرے سو یوں کہے کہ اس کی عورت مطلقہ ہے مگر یہ کہ زید آوے تو اس صورت میں الا واسطے غایت کے نہیں بلکہ شرط کے واسطے ہے اسواسطے کہ طلاق ایسی چیز نہیں جو تعیین وقت کی محتمل ہو تو عورت مطلقہ نہ ہوگی زید کے قدوم سے بلکہ زید کی موت سے م الا بمعنی غایت وہاں ہوتا ہے جو توقیت کا محتمل ہوا اور طلاق اس کا محتمل نہیں لہٰذا یہاں بمعنی شرط ہے تو گویا اس نے یوں کہا کہ ان لم یقدم زید فانت طالق یعنی اگر زید نہ آوے گا تو تو طالق ہے تو اب طلاق قدوم زید سے نہ واقع ہوگی بلکہ اس کی موت سے ہوگی اس واسطے کہ قبل موت زید کے عدم قدوم کا تحقق نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ یمین مطلق ہے کما لو قال لغیرہ واللہ لا اکلمک حتی یاذن لی فلان او قال لغریمہ واللہ لا افارقک حتی تقضینی حقی او حلف لیوفینہ الیوم فمات فلان قبل الاذن او بری من الدین فالیمین ساقط والاصل ان الحالف اذا جعل لیمینہ غایۃ وفاتت الغایۃ بطل الیمین مہما خلافا للثانی چنانچہ حالف نے غیر سے کہا کہ واللہ میں تجھ سے نہ بولوں گا یہاں تک کہ مثلاً زید مجھ کو اذن دے یا حالف نے اپنے قرض دار سے کہا کہ واللہ میں تجھ کو نہ چھوڑوں گا یہاں تک کہ تو میرا حق ادا کرے یا قرض دار نے قسم کھائی کہ البتہ اس کا قرض آج ادا کرے گا پھر زید مر گیا قبل اذن دینے کے یا بری الذمہ ہو گیا قرض دار قرض معاف ہو جانے سے تو قسم ساقط ہو جائے گی اور اصل سقوط کی یہ ہے کہ قسم کھانے والے نے جب اپنی قسم کی ایک غایت مقرر کی اور وہ غایت فوت ہو گئی تو اس کے فوت ہونے سے قسم باطل ہو جاوے گی امام اعظم اور محمد کے نزدیک بسبب عدم امکان بر کے بخلاف ابی یوسف کے کلمۃ مازال ومادام وما کان غایۃ منتہی الیمین مہما فلو حلف لا یفعل کذا مادام بہا ری فخرج منہا ثم رجع ففعل لا یحنث لانتہاء الیمین کلمۃ مازال اور مادام اور ما کان کا غایت کے واسطے سے تو یمین اسی کے ساتھ آخر ہو جاوے گی تو اگر قسم کھائی کہ ایسا نہ کرے گا مادامیکہ بخارا میں رہے گا پھر قسم کے بعد بخارا سے نکلا پھر وہیں پلٹ گیا پھر وہ فعل کیا جس کے نہ کرنے کی قسم کھائی تھی تو حانث نہ ہوگا بسبب منتہی ہونے یمین کے خروج سے وکذا لا یاکل ہذا الطعام مادام فی ملک فلان فباع فلان بعضہ لا یحنث باکل باقیہ لانتہاء الیمین ببیع البعض اور اسی طرح قسم کھائی کہ اس طعام کو نہ کھاوے گا جب تک کہ فلانے کی ملک میں رہے گا سو

سلم یعنی جس روز فلانے سے گفتگو کروں ۱۲

Marfat.com

فلانے نے اس طعام سے کچھ کھایا تو ابقی طعام کے کھانے سے حانث نہ ہوگا بسبب منتہی ہونے قسم کے بعض کی بیع سے وکذا لا فارقتک حتی تعطینی حتی ایوم او حتی اقدمک الی السلطان الیوم لا یحنث بمضی الیوم بل بمفارقتہ بعدہ ولو قدم الیوم لا یحنث ولو فارقتہ بعدہ بجر اور اسی طرح قسم کھائی کہ تجھ کو نہ چھوڑوں گا یہاں تک کہ تو میرا حق دے آج کے دن یا یوں کہا کہ تجھ کو نہ چھوڑوں گا یہاں تک کہ تجھ کو حاکم کے پاس لے چلوں آج کے دن تو حانث نہ ہوگا دن کے گذرنے سے بلکہ بعد مدت کے قرض دار کے چھوڑ دینے سے حانث ہوگا اور اگر حالف نے یوم کو مقدم کیا یعنی یوں کہا لا افارقک الیوم حتی تعطینی حتی پھر وہ دن گذر گیا اور اس نے اس کو نہ چھوڑا اور قرض دار نے قرض نہ ادا کیا تو حانث نہ ہوگا اگرچہ حالف نے اس کو بعد گذرنے دن کے چھوڑ دیا ہو کذا فی البحر اس واسطے کہ حالف نے فراق کے واسطے اسی دن کو وقت ٹھہرایا تھا کذا فی الظہیریۃ عن البحر وکذا لو حلف ان یجرہ الی باب القاضی ویجلسہ فاعترف الخصم او ظہر شہود سقط الیمین لتقیید من جہۃ المعنی بحال انکرہ کما یجی فی باب الیمین فی الضرب اور اسی طرح اگر قسم کھائی اس کی کہ مدعیہ کو قاضی کے دروازے تک کھینچ لے جاوے گا اور قسم دلا دے گا پھر اقرار کیا اس نے مال کا مدعی کے شاہد ظاہر ہو گئے تو یمین ساقط ہو جاوے گی بسبب مقید ہونے یمین کے باعتبار معنی کے اس حال سے جب کہ وہ منکر تھا چنانچہ اس کا ذکر آوے گا یمین فی الضرب کے باب میں ومن حلف لا یکلم عبدہ الخ عبد فلان او عرسہ او صدیقہ او لا یدخل دارہ او لا یلبس ثوبہ او لا یاکل طعامہ او لا یرکب دابتہ ان زالت اضافتہ ببیع او طلاق او عداوۃ وکلم لم یحنث فی العبد ونحوہ ما یملک کالدار اشار الیہ بہذا او لا علی المذہب لان العبد ساقط الاعتبار عند الاحراز فکان کالثوب والدار اور اس قسم میں کہ فلانے کے مثلاً زید کے غلام سے کلام نہ کرے گا یا اس کی زوجہ یا اس کے دوست سے یا اس کے گھر میں نہ داخل ہوگا یا اس کا کپڑا نہ پہنے گا یا اس کا کھانا نہ کھاوے گا یا اس کے جانور پر سوار نہ ہوگا اگر زید کی نسبت زائل ہو گئی بیع کرنے سے غلام اور دار اور ثوب اور طعام اور جانور میں باطلاق دینے سے زوجہ میں یا دشمنی ہونے سے دوست میں اور کلام کیا اس سے تو حانث نہ ہوگا غلام میں اور اس کے مانند میں جو قابل ملک ہے چنانچہ گھر خواہ قسم کے وقت اس کی طرف اشارہ کیا ہو یا نہ کیا ہو بنا بر قوی مذہب کے یعنی خواہ یوں کہا کہ واللہ میں زید کے اس غلام سے نہ بولوں گا یا یوں کہا کہ زید کے غلام سے نہ بولوں گا بہر صورت اس کے بولنے سے حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ غلام ساقط الاعتبار ہوتا ہے احراز کے نزدیک تو وہ مانند ثوب اور دار کے ہو گیا غلام اس لائق نہیں ہوتا کہ شخص حر اس کے عدم تکلم کی قسم کھاوے تو یہ قسم نہ ہوگی مگر اس کے مالک کے سبب سے پھر جب اس کا دوسرا مالک ہو گیا بیع سے تو عدم تکلم کا عذر جاتا رہا لہذا حانث نہ ہوگا اور یہی حکم ہے ترک دار اور ثوب اور طعام کا دنی غیرہ ای فی تکلم غیر العبد من العرس والصدیق لا الدار لانہا لا تکلم فتکون الدار مسکوتا عنہا للعلم بانہا کالعبد بالطریق الاولی فتنبہ اور اس کے غیر میں یعنی غیر عبد کے کلام کرنے میں مراد غیر عبد سے زوجہ اور دوست ہے نہ دار اس واسطے کہ دار لائق کلام کرنے کے نہیں تو دار کا حکم مسکوت ہوا اس واسطے کہ وہ کالمانند عبد کے ہونا بہ طریق اولی معلوم ہے سو خبردار ہو جاؤ ماتن نے مثال میں اول عبد اور زوجہ اور دوست اور دار کو جمع کیا پھر تفصیل میں اول عبد کا حکم بیان کیا پھر غیر عبد کا حکم مذکور کیا حالانکہ غیر عبد میں دار بھی داخل ہے لیکن حکم ثانی میں وہ شامل نہیں لہذا شارح نے کلام ماتن کی توجیہ کی یعنی غیر عبد سے فقط زوجہ اور دوست مراد ہے اس دلیل سے کہ دار لائق کلام نہیں تو اس کا حکم مذکور نہیں اگر کوئی کہے کہ جب دار کا حکم مذکور نہیں کیا تو اس کے ذکر کرنے سے کیا فائدہ شارح نے جواب دیا کہ دار کا حکم مانند حکم عبد کے بطریق اولی معلوم ہے تو اس کے حکم کے علیحدہ ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی وجہ اولویت کی یہ ہے کہ زوال اضافت سے تکلم عبد سے حنث نہ ہوا حالانکہ عبد میں عقل ہے کراہت ذاتی اس میں سے ممکن ہے تو دخول دار سے بعد زوال اضافت کے بطریق اولی حنث نہ ہوگا اس واسطے کہ دار میں تعقل نہیں کہ اس کے دخول سے کراہت ذاتی متصور ہو پھر شارح نے بعد اس توجیہ کے آخر کو آگاہ کر دیا کہ تعمیم ماتن غیر مناسب ہے ان اشار بہذا او علی حنث لان الہجر لذاتہ ط لا یشرد لم الیمین لا یحنث

Marfat.com

وحنث بالمتجدد بان اشتری عبدا او تزوج بعد الیمین اور غیر عبد میں یعنی زید کی زوجہ اور دوست کے کلام سے اگر اشارہ کیا بلفظ ہذا یا اس کو معین کر دیا نام لے کر تو حانث ہوگا بعد زوال اضافت کے اس واسطے کہ حر بالذات بھی چھوڑا جاتا ہے[1] اور اگر اشارہ نہیں کیا اور نام اس کا لیا یعنی یوں کہا کہ زید کی زوجہ یا دوست سے کلام نہ کرے گا تو بعد زوال اضافت کے حانث نہ ہوگا اور حانث ہوگا عبد جدید اور زوجۂ جدید کے کلام سے تجدد کی صورت یہ ہے کہ زید نے غلام مول لیا یا نکاح کیا بعد یمین کے لایکلم صاحب ہذا الطیلسان مثلا تکلمہ بعد ما باعہ حنث لان الاضافۃ للتعریف ولذا لو کلم المشتری لم یحنث قسم کھائی کہ مثلاً اس طیلسان والے سے کلام نہ کرے گا پھر اس سے کلام کیا طیلسان بیچنے کے بعد تو حانث ہوگا اس واسطے کہ یہ اضافت اور نسبت شناخت کے واسطے ہے کچھ قید نہیں اسی واسطے اگر طیلسان مول لینے والے سے کلام کرے گا تو حانث نہ ہوگا م طیلسان معرب ہے تیلسان کا وہ اہل عجم کا لباس ہے سیاہ اور مدور اس کا تانا بانا موف کا ہوتا ہے کذا فی المنح الزمان والحین ومنکر ہما ستہ اشہر من حین حلفہ لانہ الوسط لفظ زمان اور حین کا معرف باللام ہو خواہ نکرہ بلا لام مراد اس سے چھ مہینے ہیں ابتداء حلف سے اس واسطے چھ مہینے متوسط استعمال ہے زبان اور حین کا م حین گاہے زمان قلیل میں مستعمل ہوتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ (فسبحان اللہ حین تمسون) مراد یہاں ساعت مسا ہے اور گاہے حین چالیس برس کے واسطے مستعمل ہوتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ (ہل اتی علی الانسان حین من الدہر) انسان سے مراد آدم علیہ السلام ہیں اور حین سے چالیس سال مراد ہیں اور گاہے حین چھ مہینے میں مستعمل ہوتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ (تؤتی اکلہا کل حین) ابن عباس نے کہا کہ حین سے یہاں چھ مراد ہیں اور چونکہ چھ مہینے متوسط رتبہ ہے استعمال حین کا لہذا عدم تکلم زمانی اور حینی کے حلف میں اسی قدر مراد ہوگا اس لیے کہ ساعت بھر عدم تکلم قسم کھانے پر موقوف نہیں بلا قسم بھی متصور ہے اور چالیس برس کی مدت دراز ہے بیشتر اتنا عدم تکلم مقصود نہیں لہذا متوسط رتبہ متعین ہو گیا اور لفظ زمان کا استعمال میں حین کے برابر ہے مآتیک منذ حین ومنذ زمان ایک ہی معنی میں مستعمل ہے کذا فی المنح الطحطاوی وبہا ای بالنیۃ مانوی فیہا علی الاصح بدائع اور نیت کے ساتھ جو نیت حین اور زمان میں کرے گا وہی مراد ہوگا بنا بر مذہب صحیح کے کذا فی البدائع یعنی چھ مہینے کی تقدیر حین اور زمان میں اس وقت ہے جب حالف نے قلیل یا کثیر مدت کی نیت نہ کی ہو اور درصورت نیت اس کی نیت ہی کی تقدیر مراد ہوگی وغرۃ الشہر وراس الشہر اول لیلۃ منہ ویومہا اور غرۂ شہر اور اس شہر سے مہینہ کی پہلی رات اور اسی کا دن مراد ہے وادلہ الی ما دون النصف واخرہ اذا مضی خمسۃ عشر یوما فلو حلف ان الیوم اول یوم من اخر الشہر واخر یوم من اول الشہر صام الخامس عشر والسادس عشر اول شہر نصف مہینہ سے کم تر تک ہے اور آخر شہر اس وقت سے ہے جب پندرہ روز گذر جاویں تو اگر قسم کھائی کہ آخر شہر کے اول روز ہیں اور اول شہر کے آخر دن میں روزہ رکھے گا تو پندرھویں اور سولھویں تاریخ روزہ رکھے اس واسطے کہ سولھویں آخر شہر کا پہلا روزہ ہے اور پندرھویں اول شہر کا پچھلا دن ہے طحطاوی نے کہا کہ ماتن کو مناسب تھا یوں کہنا کہ اول شہر نصف شہر تک ہے جیسا کہ قہستانی نے کہا ہے اس واسطے کہ پندرویں تاریخ کو فقہا نے اول شہر کا آخر دن کہا ہے والصیف من حین القاء الحنوالی لبسہ ضد الشتاء بدائع اور گرمی کا موسم اس وقت سے ہے جب روٹی بھر اکپڑا اتار ڈالا جاوے یہاں تک کہ پھر اس کے پہننے کی نوبت آوے اور سردی کا موسم اس کے بالعکس ہے کذا فی البدائع م قنادی عالمگیری میں واقعات سے منقول ہے کہ صیف اور شتا کی معرفت میں علما کا کلام مختلف ہے اور قول مختار یہ ہے کہ اگر قسم کھانے والا اس شہر میں رہتا ہو جہاں کے لوگوں میں گرمی اور سردی کا حساب مقرر ہو جس سے وہ صیف اور شتا کو پہچانتے ہوں تو اس کی قسم میں وہی حساب مقرری مراد ہوگا اور اگر وہاں حساب معلوم نہ ہو تو شتا وہ ہے جس میں

[1] یعنی دوست وغیرہ خود قابل چھوڑے جاتے اور ترک گفتگو کے ہیں ۱۲ [2] پس پاکی کہو اللہ کی جس وقت تم شام کرتے ہو ۱۲ [3] آیا کیا انسان پر کوئی وقت زمانہ سے ۱۲ [4] وہ درخت دیتا ہے اپنا ظاہر موسم میں ۱۲ [5] نہیں دیکھا میں نے تجھ کو ایک وقت سے ۱۲

Marfat.com

روٹی دار یا پوستین وغیرہ کی حاجت ہو اور گرمی اس کی بالعکس ہے اور ربیع کا موسم آخر شتا سے ہے اول صیف تک اور خریف آخر صیف سے ہے اول شتا تک وفی حلفہ لا یکلمہ الدہر والابد ھو العمر ای مدۃ حیوۃ الحالف عند عدم النیۃ اور اس قسم میں کہ کلام نہ کرے گا اس کا دہر اور ابد میں عمر مراد ہے یعنی حالف کی زندگی کی مدت عدم نیت کے وقت یعنی درصورت نیت اس کی نیت ہی معتبر ہوگی قلیل زمانہ ہو یا کثیر اور دہر سے مدت حیات مراد ہوتا اس وقت ہے جب کہ لفظ دہر معرف باللام ہو ودہر منکرا لم یرد وقالا ہو کالیمین وغیرھا فانہ اذا لم یرد عن الامام شیٔ فی مسئلۃ وجب الافتاء بقولھما نہر اور دہر منکر کو امام اعظم نے نہ جانا کہ اس کی حد کیا ہے اور صاحبین نے کہا کہ وہ مانند حین کے ہے یعنی چھ مہینے پر محمول ہے اور یہ امر پوشیدہ نہیں کہ جب امام سے کچھ روایت وارد نہیں کسی مسئلہ میں تو اس میں فتوی دینا صاحبین کے قول پر واجب ہے کذا فی النہر الفائق ف امام اعظم نے دہر منکر میں یعنی جس پر الف لام تعریف کا نہ ہو فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ دہر کیا ہے اس واسطے کہ استعمال دہر کا انحاء ثلثہ پر یعنی مدید اور قصیر اور وسیط پر ثابت نہیں ہوا مانند لفظ حین کے تو نہ معلوم ہوا امام کو کہ کیا اس کی تقدیر کیجے اور اقل زمان متیقن تھا لیکن اس کی عدم تکلم پر حلف کرنا مستبعد ہے اس واسطے لحظہ دو لحظہ کا عدم تکلم بالیمین بھی متصور ہے لہذا اس میں توقف کرنا لازم ہوا اور یہ توقف صریح دلیل ہے امام کی فقاہت اور تدین پر کہ بلا حجت شرعی اپنی عقل کو دین میں دخل نہ دیا اور اس میں اپنی عدم علمی کا صاف اقرار کر دیا کذا فی فتح القدیر طحطاوی کے حاشیہ میں ہے کہ شیخ الاسلام مفتی ابوسعود نے کہا کہ جب مذہب میں اصلا نص نہ ہو امام سے نہ صاحبین سے تو امام مالک کے قول پر عمل کرنا چاہیے چنانچہ اس کو حموی نے حاشیہ اشباہ میں مصرح کہا ہے اور امام مالک کے مذہب کا قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں امام مالک سے تصریح نہ ہو تو امام شافعی کی طرف رجوع کرے تو جب حنفی مذہب اپنے مذہب میں اور امام مالک کے مذہب میں نص نہ پاوے تو امام شافعی کی طرف رجوع کرے رضی اللہ عنہم اجمعین وفی السراج توقف الامام فی اربعۃ عشر مسئلۃ ولم یقل لا ادری عن الائمۃ الاربعۃ بل عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعن جبریل علیہ السلام ایضا اور سراج میں ہے کہ توقف کیا ہے امام اعظم نے چودہ مسئلوں میں اور لفظ لا ادری کا یعنی ہیں نہیں جانتا چاروں اماموں سے منقول ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریل علیہ وسلام سے بھی لا ادری منقول ہے م کرمانی میں مذکور ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ بہترین مکانات کون سے ہیں فرمایا میں نہیں جانتا جبریل سے دریافت کروں گا جبریل نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا ہوں اپنے رب سے دریافت کروں گا پھر حق جل نے فرمایا خیر البقاع مساجد ہیں اور مساجد کے بہتر لوگ وہ ہیں جو اول مسجد میں داخل ہوتے ہیں اور آخر کو نکلتے ہیں اور مساجد کے آنے والوں میں برے لوگ وہ ہیں جو مسجد میں سب سے پیچھے آتے ہیں اور اول نکل جاتے ہیں اور حقائق میں مذکور ہے کہ اس میں تنبیہ ہے عالم اور مفتی کے واسطے کہ جو معلوم نہ ہو اس میں توقف کرے اور اپنی لاعلمی ظاہر کرنے سے ننگ وعار نہ کرے اس واسطے کہ درصورت عدم علم جرأت کر کے مسئلہ بتانا افترا علی اللہ ہے تحریم حلال یا تحلیل حرام سے اور منجملہ چودہ مسائل مذکور کے نو مسئلے ابن ابی شریف نے نظم میں یوں بیان کیے ہیں نظم حمل الامام ابا حنیفۃ دینہ ۔ ان قال لا ادری لتسعۃ اسولہ ۔ اطفال اہل الشرک این محلہم ۔ وہل الملائکۃ الکرام مفضلہ ۔ انبیاء اللہ ثم اللحم من ۔ جلالۃ انی یطیف الاکل لہ ۔ والدہر مع وقت الخنان وکلبہم ۔ وصف المعلم ای وقت حصلہ ۔ والحکم فی الخنثی اذا مال من ۔ قربہ مع سوء الجمار تشکلہ ۔ واجائز نقش الجدار المسجد ۔ من وقفہ ام لم یجز ان یفعلہ ۔ کذا فی الطحطاوی الایام وایام کثیرۃ والشہور والسنون

ف امام اعظم نے چودہ مسئلوں میں فرمایا کہ ان کا جواب میں نہیں جانتا ۱۲ لہ باعث ہوا ابوحنیفہ کو ان کا دین اسبات کا کہ فرمایا لا ادری تو سوالہ ان کے جواب میں اول اطفال مشرکین کا محل کہاں ہے دوزخ یا بہشت دوم فرشتے افضل ہیں یا انبیا علیہم السلام سوم گوشت نجاست خوار جانور کا کھانا کب اچھا ہوتا ہے چہارم دہر سے کیا مراد ہے پنجم وقت ختنہ کس عمر میں ہے ششم کتا صف تعلیم یافتہ ہونے کی کب حاصل کرتا ہے ہفتم حکم خنثی مشکل میں کیا ہے جبکہ اپنی دونوں پیشاب گاہوں سے پیشاب کرتا ہو ہشتم گدھے کا جھوٹا پاک ہے یا ناپاک ہے نہم مسجد کا نقش ونگار وقف مسجد سے درست ہے یا نہیں ۱۲

Marfat.com

والجمع والازمنۃ والاحانین والدہور عشرۃ من کل صنف لانہ اکثر ما یذکر بلفظ الجمع اور ایام اور ایام کثیرہ اور شہور اور سنون اور جمع اور ازمنہ اور احانین اور دہر کے الفاظ میں بشرط معرف باللام ہونے کے ہر نوع سے دس مراد ہیں اس واسطے کہ لفظ عشرہ ان الفاظ میں اکثر ہے جو بلفظ جمع مذکور ہوتے ہیں م یعنی ایام کے لفظ دس روز مراد ہوں گے اور شہور میں دس مہینہ اور سنون میں دس برس اور جمع میں دس جمعہ اور ازمنہ میں دس زمانہ اور احانین میں دس حین اور دہور میں دس دہر مراد ہوں گے امام کے نزدیک اس واسطے کہ جمع معرف باللام اقصی استعمال لفظ جمع کی طرف منصرف ہے سو وہ عشرہ ہے اس واسطے کہ لغت عرب میں بولتے ہیں ثلثۃ رجال واربعۃ رجال الی عشرۃ رجال پھر جب تجاوز ہوتا ہے عشرہ سے تو جمع کا صیغہ مستعمل نہیں ہوتا بلکہ مفرد بولا جاتا ہے چنانچہ احد عشر رجلا کذا فی المنح اور شرع میں جو لفظ جمع بعد سنون کے ہے سو جمعہ کے دن کی جمع ہے تو اگر قسم کھائی لا یکلمہ الجمع تو یمین دس دن جمعہ پر منعقد ہوگی تو اگر یوم الجمعہ کے سوا اور ایام میں بولے گا تو حانث نہ ہوگا اور یہ مراد نہیں کہ دس اسبوع پر یمین منعقد ہے ہاں اگر لفظ جمع سے حالف اسبوع کا قصد کرے گا تو دس اسبوع تک ترک کلام لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ففی لا یکلمہ الازمنۃ خمس سنین تو اس قسم میں کہ لا یکلمہ الازمنۃ پانچ برس مراد ہوں گے اس واسطے کہ سابق میں مذکور ہو چکا کہ لفظ زمان اور حین چھ مہینے کی طرف منصرف ہے تو جب چھ مہینے کو دس بار کیا تو ساٹھ مہینے ہوئے جس کے پانچ برس ہوتے ہیں ومنکرہا ثلثۃ لانہ اقل الجمع مالم توصف بالکثرۃ کما مر اور الفاظ مذکور جب کہ نکرہ ہوں بدون الف لام کے تو ہر نوع سے تین مراد ہوں گے اس واسطے کہ تین اقل جمع ہے جب تک نکرہ موصوف بالکثرۃ نہ ہو چنانچہ مذکور ہو چکا م ماتن کے قول میں لفظ ایام کثیرہ نکرہ موصوف بالکثرۃ ہے تو اس میں جمع منکر تین پر محمول نہیں بلکہ دس پر محمول ہے اور اسی طرح سنون کثیرہ اور شہور کثیرہ تین پر محمول نہ ہوں گے حلف لا یکلم عبیدا او عبید فلان او لا یرکب دابۃ او لا یلبس ثیابہ ففعل بثلثۃ منہا حنث وان کان لہ ای لفلان اکثر من ثلثۃ من کل صنف قسم کھائی کہ غلاموں سے یا فلانے کے غلاموں سے کلام نہ کرے گا یا اس کے جانوروں پر سوار نہ ہوگا یا اس کے کپڑے نہ پہنے گا پھر ان میں سے تین کو عمل میں لایا یعنی اس کے تین غلاموں سے بات کی یا اس کے تین جانوروں پر سوار ہوا یا اس کے تین کپڑے پہنے تو حانث ہوگا اگرچہ فلانے شخص کی ملک میں ہر نوع تین تین سے زیادہ ہوں م حانث اس واسطے ہوگا کہ اقل جمع تین ہیں اور شارح نے عبیدا کا لفظ اس واسطے زیادہ کیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہاں منکر اور مضاف میں کچھ فرق نہیں والا بان کلم اقل من ثلثۃ لا یحنث وتصح نیۃ الکل اور اگر ویسا نہ کیا اس طرح کہ دو یا ایک غلام سے کلام کیا تو حانث نہ ہوگا اور صحیح ہے نیت کل کی یعنی غلاموں کی یا تمام جانوروں کی یا سب کپڑوں کی نیت کرے گا تو دیانۃ اور قضاء صحیح ہے ولو کانت یمینہ علی زوجاتہ او اصدقائہ او اخواتہ لا یحنث مالم یکلم الکل مما سمی لان المنع لمعنی فی ہؤلاء تعلقت الیمین باعیانہم اور اگر یمین حالف کی فلانے کی زوجات یا اس کے دوستوں یا اس کے بھائیوں پر ہو تو حانث نہ ہوگا جب تک کل سے کلام نہ کرے گا جس نوع کا کہ اس نے نام لیا یمین میں اس واسطے کہ روکنا کلام کا ان لوگوں میں کسی معنی کے سبب سے ہے تو یمین متعلق انہوں کی ذاتوں سے ہوگی م بخلاف عبید اور دواب اور ثیاب کے کہ وہاں یمین متعلق ہے ان ذاتوں سے جو فلانے کی طرف منسوب ہیں اور چونکہ نسبت بلفظ جمع ہے اور اقل جمع تین ہے لہذا تین کے عمل میں فلانے سے حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی عن البحر خلاصہ یہ ہے کہ غلام اور دواب فلانے کے لائق تصرف کے نہیں لہذا وہاں نسبت ملحوظ ہے اور زوجات فلانی وغیرہ بسبب تعقل اور حریت کے لائق تصرف ہیں لہذا وہاں نسبت کا اعتبار نہیں گویا یوں کہا لا اکلم ہؤلاء ولو لم یکن لہ الا اخ واحد فان کان یعلم بہ حنث والا لا کما فی الواقعات والحق فی النہر الاصدقاء والزوجات قلت وہی من المسائل الاربع التی یکون فیہا الجمع لواحد کما فی الاشباہ اور اگر قسم کھائی کہ فلانے کے بھائیوں سے کلام نہ کرے گا تو اگر اس کا سوائے ایک کے دوسرا بھائی نہ ہو سو اگر حالف اس کو جانتا ہوگا تو حانث ہوگا اس لیے کہ اس نے جان کر واحد کو بصیغہ جمع تعبیر کیا اور اگر ایک بھائی کا ہونا بجانتا ہوگا تو حانث نہ ہوگا کذا فی الواقعات

۲ نہیں کلام کرے گا اس سے بہت زمانے ۳ نہیں کلام کروں گا میں ان لوگوں سے ۱۲

Marfat.com

اس واسطے کہ اس نے جمع سے واحد کا ارادہ نہیں کیا نہر الفائق میں زوجات اور اصدقا کو بھائیوں کے ساتھ ملحق کیا ہے تفصیل مذکور میں شارح کہتا ہے یہ مسئلہ ان چاروں مسائل سے ہے جن میں صیغہ جمع کا واحد کے واسطے مستعمل ہوتا ہے کذا فی الاشباہ م اشباہ کی کتاب الیمین میں ایک مسئلہ بھائیوں کا ہے جو مذکور ہو چکا اور دوسرا مسئلہ وقف اولاد کا ہے یعنی ایک شخص نے اپنی اولاد پر وقف کیا حالانکہ اس کا ایک ہی ولد ہے اور تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ اپنے اقارب پر وقف کیا جو فلانے شہر میں رہتے ہیں اور ان میں کوئی باقی نہ رہا سوا ایک شخص کے اور چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ قسم کھائی کہ اس اناج کی تین روٹیاں نہ کھادے گا اور اس اناج میں ایک ہی روٹی ہوئی تو حانث ہوگا کذا فی الظہیریہ والا طعمۃ والثیاب والنساء فیقع علی الواحد اجماعا لانصراف المعرف المعہد ان امکن والا فللجنس ولو نوی الکل صح اور لفظ اطعمہ اور ثیاب اور نسا کا درصورت معرف باللام ہونے کے ایک پر واقع ہوتا ہے واسطے منصرف ہونے معرف باللام کے واسطے شخص معہود کے اگر ممکن ہو اور اگر ممکن نہ ہو تو جنس کی طرف منصرف ہوگا اور اگر کل اطعمہ وغیرہ کی نیت کرے گا تو صحیح ہے یعنی اگر قسم کھائی کہ لا یاکل الاطعمۃ تو جس طعام کی حالف کے شہر میں عادت ہوگی اسی کے کھانے سے حانث ہوگا اور اگر طعام واحد کی عادت نہ ہو تو جنس طعام مراد ہوگی اور تحقق جنس کا ایک فرد میں بھی ہوتا ہے اگر اطعمہ وغیرہ کو بدون الف لام کے بولا یعنی یوں کہا کہ لا یاکل اطعمۃ تو بدون تین طعام کے حانث نہ ہوگا کذا فی الظہیریہ وغیرہ

باب الیمین فی الطلاق والعتاق

یہ باب ہے طلاق اور عتاق کی یمین میں الاصل فیہ ان الولد المیت ولد فی حق غیرہ لا فی حق نفسہ وان الاول اسم لفرد سابق والاخیر لفرد لاحق والوسط لفرد بین العددین المتساویین

اس باب کے بعض مسائل میں قاعدہ یہ ہے کہ میت ولد اپنے غیر کے حق میں ولد ہے اور اپنی ذات کے حق میں ولد نہیں اور البتہ اول فرد سابق کا نام ہے اور اخیر فرد لاحق کا نام ہے اور وسط اس فرد کا نام ہے جو برابر دو عدد کے درمیان میں واقع ہو م ولد میت غیر کے حق میں ولد ہے یعنی اس کے پیدا ہونے سے عدت منقضی ہوتی ہے حاملہ کی اور اس کے تولد کے بعد کا خون نفاس ہے اور مال اس کی ام ولد ہو جاتی ہے اور اس کے تولد سے طلاق معلق بالولادۃ واقع ہو جاتی ہے لیکن ولد میت اپنے حق میں ولد نہیں یعنی اس کا نام نہیں رکھا جاتا اور اس کو غسل نہیں دیا جاتا اور اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی اور وہ وارث نہیں ہوتا اور وصیت اس کے حق میں نافذ نہیں ہوتی اور آزاد نہیں ہوتا اول کے مفہوم میں عدم تقدم غیر مفروض ہے لیکن وجود فرد متاخر لازم نہیں اور اخیر کے مفہوم میں وجود فرد سابق لازم ہے تو اگر شارح اول کی تعریف یوں کرتا کہ اول وہ ہے جس پر اس کا غیر مقدم نہ ہو تو واضح تر ہوتا کذا فی الظہیریہ وان التصف باحدہما لا یتصف بالثانی ولا کذلک الفعل لعدمہ لان الفعل الثانی غیر الاول فلو قال لغیر مدخول بہا ان تزوجت فانت طالق فتزوجہا طلقت المتزوجۃ مرتین لانہ جعل الاخر وصفا للفعل وہو العقد وعقدہا ہو الاخر اور قاعدہ یہ ہے کہ جو ذات کہ موصوف ہوگی ساتھ ایک کے امور ثلثہ سے تو دوسرے کے ساتھ موصوف نہ ہوگی یعنی جو ذات کہ موصوف بادلیت ہے وہ موصوف بآخریۃ نہیں ہو سکتی بسبب مخالفت کے اور نہیں ہے ایسا فعل یعنی فعل البتہ موصوف بادلیۃ وآخریۃ ہوتا ہے بسبب عدم تخالف اور ثانی کے اس واسطے کہ فعل ثانی جو موصوف بالآخریۃ ہے وہ غیر ہے فعل اول کے جو موصوف بادلیت ہے تو اگر بولا کہ آخر تجھ میں نکاح کروں تو جس سے یہ پہلا نکاح کروں وہ مطلقہ ہے تو وہ عورت مطلقہ ہوگی جس سے دوبارہ نکاح کیا اس واسطے کہ اس نے آخر کے لفظ کو فعل کا وصف ٹھہرایا اور وہ فعل عقد نکاح ہے تو پہلا نکاح عورت کا وہی آخر ہے م ایک عورت سے دوبارہ نکاح کرنے کی یہ صورت ہے کہ عورت سے اول نکاح کیا پھر اس کو طلاق دی پھر اس سے دوسری بار نکاح کیا تو پہلا نکاح موصوف بادلیت ہوا اور دوسرا موصوف بآخریت ہوا اور اگر یوں کہے کہ پہلی منکوحہ مطلقہ ہے بعد اس کے ایک عورت سے نکاح کرے پھر دوسری سے نکاح کرے پھر پہلی کو طلاق دے پھر اس سے نکاح کرے پھر زوج مرجا دے تو وہی عورت مطلقہ ہوگی جس سے

سلہ نہ کھادے گا کھانوں کو ۱۲

Marfat.com

ایک بار نکاح کیا اس لیے کہ جس سے اعادہ نکاح کا کیا وہ پہلی ہو چکی اب وہ پچھلی نہیں ہو سکتی بسبب ثانی کے کذا فی الطحطاوی اول عبد اشتریہ حر فلا شتری عبداً عتق لما مر ان الاول اسم لفرد سابق قد وجد کہا ایک شخص نے کہ اول غلام جس کو خرید کروں وہ آزاد ہے پھر اس نے ایک غلام مول لیا تو وہ آزاد ہو جاوے گا اس واسطے کہ پہلے مذکور ہو چکا کہ اول اس فرد کا نام ہے جو سابق ہو اور وہ امر حاصل ہوا م قہستانی نے کہا کہ وجود سابق میں یہاں تامل ہے اور شاید وجہ تامل کی یہ ہے کہ سابق لاحق کا مقتضی ہے اور لاحق یہاں موجود نہیں تو اگر شارح یوں کہتا کہ اول وہ فرد ہے جس پر کوئی مقدم نہ ہو تو خوب ہوتا چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا ولو اشتری عبدین معا ثم اخر فلا عتق اصلا لعدم الفردیۃ اور اگر دو غلاموں کو ساتھ ہی مول لیا تو کوئی غلام آزاد نہ ہوگا بسبب عدم فردیت کے یعنی تعلیق ایک غلام کی خرید پر تھی سو دو غلاموں کی خرید میں متحقق نہیں اور تبیر اغلام اول نہیں فان زاد کلمۃ وحدہ او اسود او بالدنانیر عتق الثالث عملا بالوصف پھر اگر قول مذکور میں وحدہ یا اسود یا بالدنانیر کا لفظ زیادہ کیا تو تبیر اغلام آزاد ہوگا وصف پر عمل کرنے سے م یعنی اگر کہا کہ اول عبد اشتریہ وحدہ یعنی پہلا غلام جس کو تنہا میں خرید کروں وہ آزاد ہے تو تبیر آزاد ہے اس واسطے کہ وہ پہلا عبد ہے جو تنہا خریدا ہوا یا یوں کہا کہ اول عبد اشتریہ اسود یعنی پہلا غلام جس کو سیاہ خرید کروں یا یوں کہا کہ اول عبد اشتریہ بالدنانیر یعنی پہلا غلام جس کو دیناروں سے خرید کروں تو اگر تبیر اغلام سیاہ رنگ ہوگا یا دو غلام درم سے ہوئے ہوں گے اور تبیر ادیناروں سے تو وہ آزاد ہو جاوے گا ولو قال اول عبد اشتریہ واحدا فاشتری عبدین ثم اشتری واحداً الا لتعیق الثالث واشار الی الفرق بقولہ الاحتمال ای لان قولہ واحدا یحتمل ان یکون حالا من العبد او المولی فلا یتفق بالشک وجود فی البحر وہ مفقہ للعبد فہو کواحدہ وجود فی النہر الرفع خبر المبتدا محذوف فہو کواحد اور کہا کہ غلام جس کو میں خرید کروں درحالت وحدۃ وہ آزاد ہے پھر اس نے دو غلام خرید کیے پھر ایک غلام خرید کیا تو تبیر اغلام آزاد نہ ہوگا بسبب احتمال کے اور مصنف نے احتمال کے لفظ سے اول مثال اور اس مثال کے فرق کی طرف اشارہ کیا یعنی واحد کا لفظ اس مثال میں محتمل ہے کہ غلام سے حال واقع ہو یا مولی سے اس واسطے کہ حال فاعل اور مفعول دونوں سے واقع ہو سکتا ہے تو آزاد نہ ہوگا بسبب شک کے بخلاف اول عبد اشتریہ وحدہ کے کہ وہاں لفظ وحدہ کا حال نہیں پڑ سکتا بسبب تمیز غایۃ کے اور بحر الرائق میں واحد کے لفظ میں جر تجویز ہے باعتبار صفت ہونے عبد کے تو واحد بجائے وحدہ ہو گیا یعنی عبد ہی کا وصف ہوگا نہ مولی کا تو غلام آزاد ہو جاوے گا اور نہر الفائق میں رفع واحد کا تجویز کیا ہے مبتدا محذوف کی خبر ڈال کر یعنی ہو واحد تو اس تقدیر میں مانند اول عبد واحد اشتریہ کے ہوا ولو قال اول عبد املکہ فہو حر فملک عبداً ونصف عبد عتق الکامل وکذا الثیاب بخلاف المکیلات والموزونات للمزاحمۃ زیلعی اور اگر کہا کہ پہلا غلام جس کا میں مالک ہوں سو وہ آزاد ہے پھر وہ مالک ہوا ایک غلام اور نصف غلام کا تو پورا غلام آزاد ہوگا اور یہی حکم ہے کپڑوں کا بخلاف کیلی اور وزنی چیزوں کے بسبب مزاحمت کے کذا فی شرح الزیلعی م نصف غلام کا پورا غلام نہیں تو عبد کامل کے نام میں نہ شریک ہوگا تو عبد کامل سے فردیت اور اولیت کے نام کو قطع نہ کرے گا بخلاف کیل اور موزون کے یعنی اگر یوں کہا کہ اول سیر جس کا میں مالک ہوں وہ صدقہ ہے پھر وہ ڈیڑھ سیر کا مالک ہوا تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ کیل اور موزون میں نصف کل میں شریک اور مزاحم ہو جاتا ہے اس واسطے کہ ملانے سے ایک چیز ہو جاتا ہے یعنی آدھ سیر کو جب آدھ سیر سے ملائے تو پورا سیر ہو جاتا ہے اور ثوب اور عبد میں یہ اشتراک اور مزاحمت حاصل نہیں کذا فی المنح قال اخر عبد املکہ فہو حر فملک عبدا فمات الحالف لم یعتق اذ لابد للاخر من الاول بخلاف العکس کالبعد لابد لہ من قبل بخلاف القبل کہا پچھلا غلام جس کا میں مالک ہوں سو وہ آزاد ہے پھر وہ ایک غلام کا مالک ہوا پھر حالف مر گیا تو وہ غلام آزاد نہ ہوگا اس واسطے کہ آخر کے واسطے اول کا ہونا ضرور ہے سو یہاں وہ موجود نہیں بخلاف بالعکس کے یعنی اول کے واسطے آخر کا ہونا ضرور نہیں جیسے بعد کے واسطے قبل کا ہونا ضرور ہے بخلاف قبل کے

ف۱ یوں کہنا چاہیے تھا کہ اس صورت میں آزاد ہوگا جیسا واحداً میں آزاد نہیں ہوتا ۱۲

Marfat.com

کہ اس کے واسطے بعد کا ہونا ضرور نہیں فلو اشتری المالف المذکور عبدا ثم مات المالف عتق الثانی مستندا الی وقت الشراء فیعتبر من کل المال لو الشراء فی الصحۃ والا فمن الثلث سو اگر حالف مذکور نے ایک غلام خرید کیا پھر دوسرا غلام مول لیا پھر حالف مر گیا تو دوسرا غلام آزاد ہو گا خرید کے وقت سے مستند ہو کر تو اعتبار اس کے عتق کا کل مال سے ہو گا اگر خرید اس کی حالف کی صحت میں ہوئی ہو گی اور نہیں تو ثلث مال سے آزاد ہو گا م وجہ استناد کی یہ ہے کہ حالف کی موت سے غلام ثانی کا آخر ہونا ثابت ہوا ہے اس واسطے کہ حیات میں تیسرے غلام خرید کرنے کا احتمال ہے اور اسی التحقق متصف ہونا غلام ثانی کا بوصف آخریت کے وقت شراء سے ثابت ہے لہذا اس کا عتق بھی وقت شرا سے ہو گا وعلیہ فلا یعتبر فارا لو علق البائن بالاخر فلانا لہا اور بنا بر قول استناد کے زوج فار نہ ہو گا اگر اس نے طلاق بائن زوجہ کی پچھلے نکاح پر تعلیق کی ہو بخلاف صاحبین کے م یعنی اگر زوج نے کہا کہ جس عورت سے آخر نکاح میں کروں سو مطلقہ ہے تو امام کے نزدیک نکاح کے وقت سے طلاق واقع ہو گی لہذا وہ فار نہ ہو گا تو اگر اس سے صحبت کی ہو گی تو نصف مہر بسبب اشتباہ دخول کے اور نصف بسبب طلاق قبل دخول کے لازم آوے گا اور عدت اس کی حیض سے ہو گی بدون سوگ کے اور وہ وارث نہ ہو گی اور صاحبین کے نزدیک طلاق اس کی موت کے نزدیک واقع ہو گی اور طلاق اور وفات کی عدت میں جو البتہ ہو گی وہ اس پر واجب ہو گی کذا فی المنح واما الوسط ففی البدائع انہ لا یکون الا فی ثنتین وسط وکذا ثالث الخمسۃ وکذا اور فرد وسط کا بیان تو بدائع میں یوں ہے کہ متوسط متحقق نہیں ہوتا مگر طاق عدد میں تو تین کا دوسرا متوسط ہے اور اسی طرح پانچ کا تیسرا اور سات کا چوتھا متوسط ہے وعلی ہذا القیاس م جفت میں متوسط نہیں ہوتا تو جب ایک غلام خرید کیا پھر دوسرا پھر تیسرا تو دوسرا متوسط ہے پھر جب چوتھا خرید کیا تو دوسرا متوسط نہ رہا پھر جب پانچواں خرید کیا تو تیسرا غلام متوسط ہو گیا پھر جب چھٹا خریدا تو وہ بھی متوسط نہ رہا وعلی ہذا القیاس تو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ تین یا پانچ میں متوسط ہونا ثابت نہیں ہو سکتا بدوں مولی کی موت کے تو اگر مولی نے کہا وسط غلام جس کو میں خرید کروں آزاد ہے تو بعد موت مولی کے تین میں دوسرا اور پانچ میں تیسرا آزاد ہو گا امام کے نزدیک وقت خرید سے آزادی ہو گی اور صاحبین کے نزدیک موت سے اور اگر چار غلام ہوں گے یا چھ تو کوئی آزاد نہ ہو گا کذا فی الطحاوی عن الحلبی ان ولدت فانت کذا حنث بالموت ولو سقطا مستبین الخلق والا لا اگر تو جنی تو تو ایسی ہے تو حانث ہو گا مردہ لڑکا پیدا ہونے سے اگرچہ ناتمام لڑکا جس کے اعضاء ظاہر ہو گئے پیدا ہوا اور اگر لڑکے کے اعضاء ظاہر نہ ہوں یعنی گوشت کا لوتھڑا ہو تو حانث نہ ہو گا بخلاف فہو حر فولدت میتا ثم اخر حیا عتق الی وحدہ لبطلان الرق بالموت بخلاف الولد الولادۃ بخلاف اس قول کے کہ اگر تو جنی تو لڑکا آزاد ہے پھر لونڈی مردہ لڑکا جنی بعد اس کے زندہ لڑکا جنی تو فقط زندہ آزاد ہو گا نہ مردہ بسبب باطل ہو جانے مملوکیت کے مرجانے سے بخلاف ولد اور ولادت کے یعنی اگر کہا کہ تو لڑکا جنی! یوں بولا کہ اگر تو جنی تو تو آزاد ہے تو لونڈی آزاد ہو جاوے گی مردہ لڑکا پیدا ہونے سے اس واسطے کہ تحقق ولد اور ولادت کا میت سے بھی ہوتا ہے البشارۃ عرفا اسم لخبر صار خروج الصفار فلیس ببشارۃ عرفا بل لغۃ ومنہ فبشرہم بعذاب الیم بشارت یعنی خوش خبری عرف میں اس خبر کا نام ہے جو مسرور اور خوش کر دے تو اس قید سے رنج دینے والی خبر نکل گئی سو وہ بشارت نہیں عرف میں بلکہ لغت میں اس کو بھی بشارت کہتے ہیں اور بنا بر لغت کے یہ قول ہے حق تعالیٰ کا کہ بشارت دے کافروں کو عذاب دردناک کی اور یمین میں عرف کا اعتبار ہے نہ لغت کا صدق خبر الکذب فلا یعتبر وہ خبر راست ہو تو اس قید سے کذب نکل گیا تو وہ معتبر نہیں یعنی جھوٹی خبر بشارت نہیں لیس للمبشر بہ علم فیکون من الاول دون الباقیین ایسی خبر ہو کہ جس کو بشارت دی گئی وہ اس کو نہ جانتا ہو تو بشارت اول مخبر کے خبر دینے سے ہو گی نہ باقی مخبروں سے یعنی اگر چند لوگوں نے خوشخبری سنادی تو جس نے اول خبر دی اسی کی خبر کو بشارت کہیں گے نہ اس کے سوا اور لوگوں کی اس واسطے کہ وہ آگاہ ہو چکا اول خبر سے فلو قال کل عبد لبشرنی فہو حر فبشرہ ثلثۃ متفرقون عتق الاول فقط لما قلنا تو اگر مولی نے کہا کہ جو غلام مجھ کو ایسی بشارت دے وہ آزاد ہے پھر تین غلاموں نے جدا جدا

Marfat.com

بشارت دی تو فقط پہلا غلام بشارت دینے والا آزاد ہوگا اس وجہ سے جس کو ہم ابھی بیان کر چکے ہیں وتکون بکتابۃ ورسالۃ تالم بنوا المشافہ فیکون
بالحدیث اور بشارت لکھ بھیجنے اور کہلا بھیجنے سے بھی ہوتی ہے جب تک مولی نے خطاب بالمشافہ کی نیت نہ کی ہو اور اگر مشافہ کی نیت کرے
تو بشارت مانند حدیث کے مقید بالمشافہ ہوگی ولو ارسل لبعض عبیدہ عبیداً اخران ذکر الرسالۃ عتق المرسل والا الرسل اور اگر مولی کے بعضے غلام
نے دوسرے غلام کو بھیجا بشارت دینے کو تو اگر اس نے رسالت کو ذکر کیا تو بھیجنے والا آزاد ہوگا اور نہیں تو پیام پہنچانے والا آزاد ہوگا یعنی اگرچہ
پیام پہنچانے والے غلام نے یوں کہا کہ فلانے غلام نے مجھ سے پیام کہلا بھیجا ہے تو پیام بھیجنے والا آزاد ہوگا اور اگر اس نے پیام کو ذکر نہ کیا تو خود
پیام پہنچانے والا آزاد ہوگا وان بشر وہ معا عتقوا لتحققا من کل بدلیل فبشروہ بغلام علیم اور اگر مولی کے سب غلاموں نے ساتھ ہی بشارت پہنچائی
بلا تقدم تاخر سب آزاد ہو جاویں گے بسبب ثابت ہونے بشارت کے ہر غلام سے بدلیل اس آیت قرآنی کے تو خوش خبری سنائی فرشتوں نے ابراہیم
علیہ السلام کو فرزند صاحب علم کی یعنی اس آیت میں جمیع ملائکہ مخبرین کی طرف بشارت منسوب ہوئی م طحطاوی نے کہا کہ شارح آیت مذکور میں فبشروہ
کہا مانند زیلعی اور کمال الدین بن الہمام اور صاحب بحر الرائق کے حالانکہ قرآن مجید میں وبشروہ ہے وان البشارۃ لافرق فیہا بین ذکر الباء وعدمہ
بخلاف بالخبر تاتی بالصدق مع الباء کما مر فی الباب قبلہ اور بشارت کے لفظ میں کچھ فرق نہیں درمیان ذکر کرنے باء جارہ کے اور اس کے عدم ذکر
میں یعنی خواہ بشارت کے ساتھ باء جارہ مذکور ہو یا نہ ہو ہر صورت بشارت مخصوص بصدق ہے بخلاف لفظ خبر کے کہ وہ باء جارہ کے ساتھ مخصوص
بصدق ہے چنانچہ اس باب سے پہلے مذکور ہو چکا والکتابۃ کالخبر فیما ذکر اور لفظ کتابت کا مانند خبر ہے امر مذکور میں یعنی باء جارہ کے ساتھ
مخصوص بصدق ہے اور بدون اس کے صدق اور کذب دونوں کو شامل ہے اس واسطے کہ کتابت ایسی ہے جمع حروف سے مطلقا الاعلام لا بد
فیہ من الصدق ولو بلا باء کالبشارۃ لان الاعلام اثبات العلم والکذب لا یفیدہ بدائع اور اعلام کے لفظ میں صدق خبر ضرور ہے اگرچہ بدون باء
جارہ کے ہو مانند لفظ بشارت کے اس واسطے کہ اعلام عبارت ہے اثبات علم سے اور کذب اثبات علم کا مفید نہیں کذا فی البدائع قاعدہ البینۃ اذا
اقارنت علۃ العتق الاختیاریۃ کالشراء مثلا بخلاف الارث الخ جبری قاعدہ ہے کہ جب نیت مقارن اور متصل ہو اختیاری علت عتق سے چنانچہ خرید
کرنا مثلا بخلاف وراثت کے کہ وہ جبری علت ہے عتق کی نہ اختیاری والحال ان رق المعتق کامل مع التکفیر والا بان لم تقارن العلۃ اور مقارنتہا والرق
غیر کامل کام الولد لا یصح التکفیر ثم فرع علیہا بقولہ اور حال یہ ہے کہ مملوکیت معتق کی کامل ہے تو کفارہ دینا اس عتق سے صحیح ہے اور اگر ایسا نہ ہو اس
طرح کہ نیت علت عتق کی مقارن نہ ہو یا مقارن ہو علت کی درجے کے کہ مملوکیت غیر کامل ہے چنانچہ ام ولد میں تو کفارہ دینا صحیح نہیں بعد تمہید قاعدہ
مذکور کے مصنف نے اپنے اگلے قول کو اس پر متفرع کیا فصح شراء الاب الکفارۃ للمقارنۃ تو خرید کرنا اپنے باپ کا واسطے کفارہ ادا کرنے کے خواہ کفارہ
بعین ہو یا دین صحیح ہے بسبب مقارنت نیت کے یعنی چونکہ خرید علت ہے عتق کی تو خرید کے وقت نیت عتق مقارن ہوئی تو بموجب قاعدہ
مذکور کے بلا شبہ تکفیر صحیح ہوگی لا شراء من حلف بعتقہ بعد سنۃ خرید کرنا اس غلام کو جس کی آزادی کی قسم کھائی بسبب عدم مقارنت کے م چنانچہ
کہا کہ اگر میں فلانے کو خرید کروں تو وہ آزاد ہے پھر اس کو ادائے کفارہ کی نیت سے خرید کیا تو یہ تکفیر صحیح نہیں اس واسطے کہ شرط صحت اتصال
نیت کا ہے ساتھ علت عتق کے اور علت عتق اس مثال میں یمین ہے اور خرید علت نہیں بلکہ شرط عتق ہے تو اتصال نیت کا علت کے ساتھ
نہ ہوا بلکہ شرط کے ساتھ ہوا کذا فی الفتح ولا شراء مستولدۃ بنکاح علق عتق عن کفارۃ بشراء لا لنقصان رقہا اور صحیح نہیں کفارہ کے واسطے
خرید کرنا منکوحہ لونڈی کا جس کی آزادی کو معلق کیا اپنے کفارہ سے مول لے کر بسبب ناقص ہونے اس کی مملوکیت کے یعنی ایک شخص نے غیر کی لونڈی سے نکاح
کیا پھر کہا اگر میں تجھ کو خرید کروں تو تو آزاد ہے میری قسم کے کفارہ کی طرف سے پھر اس کو خرید کیا تو بمجرد خرید کے وہ آزاد ہو جاوے گی بسبب پائے

Marfat.com

جانے شرط کے لیکن کفارہ ادا نہ ہوگا اس واسطے کہ حریت اس کی بسبب استیلاد کے متحقق ہو چکی تو کل عتق یعنی ہر وجہ سے آزاد ہونا خرید کی طرف منسوب نہ ہوا اس وجہ سے کہ مملوکیت اس میں ناقص ہے حالانکہ قاعدہ میں مذکور ہو چکا کہ بدون ملک کامل کے تکفیر صحیح نہیں کذا فی المنح بخلاف ما اذا قال لقنتہ ان اشتریتک فانت حرۃ عن کفارۃ یمینی فاشتراہا حیث تجزیہ عنہا للمقارنۃ کاتہاب و وصیۃ نادیا عند القبول بخلاف ارث لما مر زیلعی بخلاف اس کے یہ ہے کہ کما ایک خالص لونڈی سے کہ اگر میں تجھ کو خرید کروں تو تو آزاد ہے میری قسم کے کفارہ کی طرف سے پھر اس کو خرید کیا اس واسطے کہ یہ خرید کفارہ کے واسطے کافی ہے بسبب مقارنت نیت کے ساتھ خرید کے جیسے تکفیر صحیح ہے ہبہ قبول کرنے اور وصیت میں قبول کرنے کے وقت بخلاف ارث کے کہ اس میں قرآن نیت کا کافی نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی شرح الزیلعی م شرح زیلعی میں مذکور ہے کہ اگر اس کے قریب نے اس کو غلام ہبہ کیا یا اس کے واسطے غلام کی وصیت کی سو اس نے قبول کرنے کے وقت کفارہ کی نیت کی تو صحیح ہے بخلاف ارث کے کہ وہ اختیاری امر نہیں کذا فی الطحطاوی و عتق بقولہ ان تسریت امۃ فہی حرۃ من تسراہا وہی فی ملکہ حینئذ ای حین حلفہ لمصادفتہا الملک اور اس قول سے کہ میں حرم بناؤں کسی لونڈی کو تو وہ آزاد ہے اس لونڈی کا عتق ثابت ہوگا جس کو مولی نے حرم بنایا اور حالانکہ وہ اس کے ملک میں تھی اس وقت یعنی اس کی تعلیق کے وقت بسبب متحقق ہونے تعلیق کے ملک میں لا تعتق من اشتراہا فتسراہا آزاد نہ ہوگی وہ لونڈی جس کو تعلیق مذکور کے بعد خرید کیا پھر اس کو حرم بنایا اس واسطے کہ تعلیق بدون ملک یا اضافت الی الملک کے صحیح نہیں و یثبت التسری بالتحصین والوطی و شرط الثانی عدم العزل فتح اور ثابت ہوتا ہے حرم بنانا تحصین اور وطی سے اور ابو یوسف نے تحصین اور وطی کے ساتھ عدم عزل بھی شرط کیا ہے کذا فی فتح القدیر عزل یہ ہے کہ انزال کے وقت عورت سے جدا ہو جاوے م تسری عبارت ہے اتخاذ سریہ سے اور سریہ بضم سین و تشدید راء مہملہ و یائے تحتیہ بمعنی حرم ہے یعنی جو لونڈی کہ مولی کے تصرف میں آوے سریہ یا سرور سے ہے اس واسطے کہ لونڈی حرم ہونے سے خوش ہوتی ہے اور مولی بھی اس سے خوش ہوتا ہے یا سر بمعنی جماع اور اخفاء سے اس واسطے کہ اکثر حرم کو زوجہ سے مخفی رکھتے ہیں اور تحصین عبارت اس سے ہے کہ اس کو علیحدہ مکان دے اور باہر نکلنے سے منع کرے کذا فی الطحطاوی ولو قال ان تسریت امۃ فانت طالق او عبدی حر و تسری بمن فی ملکہ او من اشتراہا بعد التعلیق طلقت و عتق و افاد الفرق بقولہ لوجود الشرط بلا مانع بصحۃ تعلیق طلاق المنکوحۃ بای شرط کان فلیحفظ اور اگر زوج یا مولی نے کہا کہ اگر میں کسی لونڈی کو حرم بناؤں تو تو مطلقہ ہے یا میرا غلام آزاد ہے پھر اس نے حرم بنایا اس لونڈی کو جو اس کی ملک میں تھی یا اس لونڈی کو جس کو خرید کیا بعد اس تعلیق کے تو زوجہ اس کی مطلقہ ہوگی اور غلام اس کا آزاد ہو جاوے گا اور فرق بیان کیا مصنف نے اس مثال میں اور مثال سابق میں اپنے قول لوجود الشرط سے یعنی طلاق واقع ہوئی بسبب پائے جانے شرط طلاق کے بلا مانع بسبب صحیح ہونے طلاق منکوحہ کے ہر شرط سے اس فرق کو یاد رکھنا چاہیے م ایک عالم ہم عصر صاحب بحر الرائق سے خطا ہو گئی کہ اس نے تعلیق طلاق بالتسری کو تعلیق حریت بالتسری پر قیاس کیا یعنی جیسے ان تسریت امۃ فہی حرۃ کہنے سے وہ لونڈی آزاد نہیں ہوتی جو بعد اس تعلیق کے خرید ہوئی اور حرم بنی اسی طرح ان تسریت امۃ فانت طالق کہنے سے منکوحہ مطلقہ نہ ہوگی اگر بعد تعلیق کے لونڈی خرید ہو کر حرم بنائی گئی حالانکہ یہ قیاس غلط ہے اس واسطے کہ تعلیق حریت کی بدون ملک یا اضافت الی الملک کے صحیح نہیں لہذا وہ لونڈی آزاد نہیں ہوئی بخلاف طلاق منکوحہ کے کہ اس کی تعلیق ہر شرط سے صحیح ہے شارح نے محافظت وجہ فرق کا اس واسطے امر کیا تا دوسرا عالم نہ خطا کرے کل مملوک لی حر عتق عبیدہ و مدبروہ و یدین فی نیۃ الذکور لا الاناث و امہات اولادہ لملکہ ید او رقبۃ اور ہر مملوک میرا آزاد ہے تو اس قول سے اس کے سب غلام اور مدبر اور اس کی سب لونڈیاں ام ولد آزاد ہو جاویں گی بسبب ان کے مملوک ہونے کے تصرف کی راہ سے اور ذات کی راہ سے اور دیانۃ اس کی تصدیق کی جاوے گی ذکور کی نیت میں نہ اناث کی نیت میں م یعنی اگر مولی کہے کہ میں نے اس قول سے غلاموں کی آزادی کی نیت کی نہ لونڈیوں کی تو دیانۃ اس کی تصدیق ہوگی نہ قضاء

Marfat.com

اس واسطے کہ تخصیص عام کی دیانۃً صحیح ہے نہ قضاءً اور اگر کہے کہ میں نے اس قول سے لونڈیوں کا عتق مراد لیا نہ غلاموں کا تو مطلقاً تصدیق نہ ہوگی اس واسطے کہ ہر چند مملوک کا لفظ ذکور کے واسطے ہے نہ اناث کے واسطے کہ انثیٰ کو مملوکہ کہتے ہیں لیکن جب ذکور اور اناث مختلط ہوں تو لفظ مذکر کا مستعمل ہوتا ہے بطریق تغلیب کے تو اس صورت میں اناث کی نیت لغو ہوگی کذا فی الطحطاوی لامکاتبۃ الا بالنیۃ ومعتق البعض کالمکاتب لعدم الملک یداً نہ آزاد ہوگا قول مذکور سے مکاتب اس کا مگر مکاتب کی نیت کرنے سے اور جو غلام کہ کچھ آزاد ہو چکا ہے وہ مکاتب کے حکم میں ہے بسبب عدم ملک کے مکاتب پر از راہ تصرف وفی الفتح یعنی فی کل مرقوق لی حران یعتق المکاتب لام ولد الا بالنیۃ اور فتح القدیر میں ہے اس قول میں کہ ہر مرقوق میرا آزاد ہے لائق یہ ہے کہ مکاتب آزاد ہو نہ ام ولد کرنیت سے اس واسطے کہ ام ولد میں رقیت کم تر ہے مکاتب سے بذہ طالق او بذہ وبذہ طلقت الاخیرہ وغیرہ فی الاولیین وکذا العتق والاقرار لان اولاحد المذکورین وقد ادخلہا بین الاولیین وعطف الثالث علی الواقع وکان کما لو قال طالق واحدہ کما زوج نے اپنی تین عورتوں سے اشارہ کر کے کہ یہ مطلقہ ہے یا یہ اور یہ تو پہلی عورت مطلقہ ہوگی اور اس کو اختیار رہے گا پہلی دو عورتوں میں جس کو چاہے ان میں سے ایک کو طلاق دے اور یہی حکم ہے عتق اور اقرار کا اس واسطے کہ لفظ او جس کا ہندی میں ترجمہ ہے دو امر مذکور میں سے ایک امر کے واسطے ہے اور اس کو زوج نے داخل کیا ہے پہلی دو عورتوں کے درمیان میں اور عطف کیا تیسری عورت کو اس مطلقہ پر جس پر ان دونوں میں سے طلاق ہوئی سے تو قول مذکور اس قول کے مانند ہو گیا کہ تم دو عورتوں میں سے ایک مطلقہ ہے اور یہ مطلقہ ہے م اور عتق کی مثال یوں ہے کہ مولی نے اپنے تین غلاموں سے کہا کہ یہ غلام آزاد ہے یا یہ تو تیسرا غلام آزاد ہوگا اور پہلے دو غلاموں میں تعیین عتق کا مولی کو اختیار ہوگا بدیں مذکور اور اقرار کی مثال یہ ہے کہ زید کے مجھ پر ہزار درم ہیں یا خالد کے اور محمود تو پانچ سو درم محمود کے ثابت ہوں گے اس اقرار سے اور باقی پانچ سو میں مقر کو بیان کا اختیار ہے چاہے زید کے واسطے اقرار کرے چاہے خالد کے واسطے کذا فی المنح ولایصح عطف نمہ الثالثۃ وبذہ الثانیۃ للزوم الاخبار عن المثنی بالمفرد اور صحیح نہیں تیسری عورت کا عطف کرنا اس دوسری پر بسبب لزوم خبر ڈالنے مفرد کے تثنی سے م یہ جواب ہے فتح القدیر کے اعتراض کا خلاصہ اعتراض کا یہ ہے کہ بذہ ثالثۃ کا عطف بالواو محتمل ہے کہ بذہ ثانیۃ پر ہو تو اس صورت میں تیسری پر طلاق نہ واقع ہوگی اس واسطے کہ اب تردید واقع ہوئی فقط اولی کے درمیان میں اور ثانیۃ اور ثالثۃ کے درمیان میں ساتھ ہی تو زوج پر یہاں طلاق لازم ہوگا خلاصہ جواب یہ ہے کہ عطف ثالثہ کا ثانیۃ پر نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ خبر اول مفرد ہے یعنی بذہ طالق تو خبر ثانی بھی مفرد ہوگی تو تقدیر کلام یوں ہوگی کہ بذہ طالق او ثانیۃ طالق حالانکہ تثنیہ کی خبر مفرد نہیں واقع ہوتی او خبر کو تثنیہ مقدر کرنا یعنی یوں کہنا او ثانیتان طالقان سو جائز نہیں اس واسطے کہ معطوف علیہ میں تثنیہ مذکور نہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ معطوف میں وہی مقدر ہوتا ہے جو معطوف علیہ میں مذکور ہے کذا فی الطحطاوی وبذا اذا لم یذکر للثانی والثالث خبر فان ذکر بان قال بذہ طالق او بذہ وبذہ طالقان او قال بذا حر او وبذا حر ان فانہ لایعتق احد ولا تطلق بل یخیر ان اختار الایجاب الاول عتق الاول وحدہ وطلقت الاول وحدہ فان اختار الایجاب الثانی عتق الاخیران وطلقت الاخیرتان اور یہ حکم وہ مذکور ہو چکا اس وقت ہے جب ثانی اور ثالث کی خبر کو نہ مذکور کیا سو اگر اس کو مذکور کیا اس طرح کہ زوج نے کہا کہ یہ عورت مطلقہ ہے یا یہ اور یہ دونوں مطلقہ ہیں یا مولی نے کہا کہ یہ غلام آزاد ہے یا یہ اور یہ دونوں آزاد ہیں تو اس صورت میں نہ کوئی آزاد ہوگا اور نہ کسی عورت پر طلاق واقع ہوگی بلکہ قائل کو اختیار دیا جاوے گا اگر وہ ایجاب اول کو اختیار کرے تو اول غلام تنہا آزاد ہوگا اور پہلی عورت تنہا مطلقہ ہوگی اور اگر اس نے ایجاب ثانی کو اختیار کیا تو پہلے دونوں غلام آزاد ہوں گے اور پہلی دونوں عورتیں مطلقہ ہوں گی حلف لایسکن فلانا فسافر الحالف فسکن فلان مع اہل الحالف حنث عندہ لاعند الثانی وبہ نعیتی قسم کھائی کہ نہ سکونت کرے گا فلانے کے ساتھ پھر سفر کیا حالف نے سو فلانا شخص حالف کے عیال کے ساتھ ساکن ہوا تو وہ حانث ہوگا امام کے

Marfat.com

نزدیک نہ ابی یوسف کے نزدیک اور قول ثانی مفتی بہ ہے م اس مسئلہ کا محل باب دخول اور خروج اور سکنی ہے چنانچہ شارح اس مسئلہ کو بلا نفادت وہاں بھی مذکور ہو چکا ہے قال لعبدہ ان لم تات اللیلۃ حتی اخبرک فانت فلم یخبرہ حنث عند الثانی لا عند الثالث دبہ یفتی کما اپنے غلام سے کہا اگر آج کی رات تو نہ آیا تاکہ میں تجھ کو ماروں تو تو آزاد ہے مثلاً پھر غلام آیا سو مولی نے اس کو نہ مارا تو عانث ہوگا ابی یوسف کے نزدیک امام محمد کے نزدیک اور یہی قول مفتی بہ ہے اختلف فی الحاق الشرط بالیمین المعقود بعد السکوت فصحہ الثانی وابطلہ الثالث وبہ یفتی فلا حنث فی ان کان کذا فکذا وسکت ثم قال وکذا ثم ظہر انہ کان کذا غایۃ اختلاف صاحبین کا ہے شرط کے ملانے میں یمین معقود کے ساتھ بعد سکوت کے تو اس شرط ملانے کو صحیح کہا ہے امام ابو یوسف نے اور اس کو باطل کہا ہے امام محمد نے اور یہی محمد کا قول مفتی بہ ہے تو حنث نہ ہوگا اس طرح کہنے میں کہ اگر ایسا ہو تو ایسا اور چپ ہو گیا پھر بولا اور نہ ایسا ہی ظاہر ہوا کہ ایسا ہی تھا کذا فی الخانیۃ م شارح کی عبارت میں نہایت اجمال اور دقت ہے کہ ہر شخص اس کو سمجھ نہیں سکتا اور خانیہ کی عبارت صاف ہے تو اس کا ذکر کرنا واجب ہوا خلاصہ عبارت خانیہ کا یہ ہے کہ ایک مرد نے اپنے پڑوسی سے کہا کہ میری عورت تیرے پاس رات کو رہی تو اس کے پڑوسی نے کہا کہ اگر تیری عورت میرے پاس رات کو رہی ہو تو میری عورت کو طلاق ہے اور یہ کہہ کر چپ ہو رہا ایک ساعت پھر اس نے بعد اس کے کہا ولا غیر یعنی تیری زوجہ کے سوا بھی کوئی عورت میرے پاس نہیں رہی پھر ظاہر ہوا کہ حالف کے پاس دوسری عورت تھی تو نصیر بن یحیی نے کہا کہ حالف کی عورت مطلقہ ہو گئی اور محمد بن سلمہ نے کہا کہ مطلقہ نہ ہوئی اور ان دونوں عالموں کا جواب مختلف ہوا بسبب اختلاف صاحبین کی شرط کے ملانے میں ساتھ یمین معقود کے بعد سکوت کے ابو یوسف نے کہا کہ یہ الحاق شرط صحیح ہے اس قول کو نصیر بن یحیی نے لیا اور محمد نے کہا کہ الحاق شرط کا یمین کے بعد سکوت کے صحیح نہیں اور اس قول کو محمد بن سلمہ نے لیا اور اسی پر فتوی ہے اس واسطے کہ سکوت مانع ہے تعلق جزا کو ساتھ شرط کے تو دوسری شرط کے الحاق کو بھی سکوت مانع ہوگا یہ اختلاف صاحبین کا اس وقت ہے جب شرط سے مقصود حالف کی اور اگر شرط کے الحاق میں اس کا فائدہ ہوتا ہو تو بالاتفاق الحاق جائز نہیں انتہی کذا فی الطحطاوی

باب الیمین فی البیع والشراء والصوم والصلوۃ وغیرہا

یہ باب ہے بیع اور شرا اور صوم اور صلوۃ وغیرہا کی یمین کے احکام میں الاصل فیہ ان کل فعل تتعلق حقوقہ بالمباشر کبیع وابارۃ لا حنث بفعل مامورہ وکل تتعلق حقوقہ بالامر کنکاح وصدقۃ وما لا حقوق لہ کاعارۃ وابراء یحنث بفعل وکیلہ ایضا لانہ سفیر ومعبر قاعدہ اسباب میں یہ ہے کہ جو فعل ایسا ہو جس کے حقوق مباشر اور عاقد کے ساتھ متعلق ہوتے ہوں چنانچہ بیع اور اجارہ تو امر پر حنث نہیں ہوتا اس کے مامور کے کرنے سے مامور سے مراد وکیل اور رسول ہے اور جو فعل ایسا ہو جس کے حقوق امر سے متعلق ہوتے ہوں جیسے نکاح اور صدقہ اور وہ فعل جس کے حقوق نہ ہوتے ہوں جیسے عاریت دینا اور ابراء کرنا تو اس میں امر عانث ہوگا اپنے وکیل کے فعل سے بھی جیسے اپنے کرنے سے عانث ہوتا ہے اس واسطے کہ وکیل ایسے فعل میں محض سفیر اور معبر ہوتا ہے م عقود تین قسم پر ہیں ایک وہ ہیں جن کے حقوق عاقد اور مباشر سے متعلق ہوتے ہیں بشرط اہلیت جیسے بیع اور شرا اور اجارہ اور قسمت اور مانند اس کے دوسری قسم وہ ہیں جن کے حقوق عاقد سے متعلق نہیں ہوتے بلکہ جس کے واسطے عقد ہوا ہے اس سے متعلق ہوتے ہیں چنانچہ نکاح اور طلاق اور عتاق اور کتابت اور خلع اور صدقہ اور تیسری قسم وہ عقود ہیں جن میں کچھ حقوق نہیں چنانچہ اجارہ اور ابراء اور رقضا کذا فی الخ عن الخانیۃ یحنث بالمباشرۃ بنفسہ لا بالامر اذا کان ممن یباشر بنفسہ فی البیع ومنہ البتۃ بعوض ظہیریہ عانث ہوگا خود اپنے کرنے سے نہ امر کرنے سے جب کہ حالف اس قسم کے لوگوں میں ہو بذات خود کرتے ہوں بیع میں اور بیع میں ہبہ بالعوض بھی داخل ہے کذا فی الظہیریہ م قسم کھائی کہ بیع نہ کرے گا تو اگر حالف مرید فروخت

Marfat.com

کرنے والوں میں ہوگا تو بذات خود بیع اور ہبہ بالعوض کرنے سے حانث ہوگا اور اگر اس کی طرف سے وکیل نے بیع کی تو حانث نہ ہوگا اسی طرح عقود آئندہ میں سمجھنا چاہیے والشراء منہ السلم والاقالۃ قیل والتعاطی شرح وہبانیہ اور بشرط مذکور خود خرید کرنے میں حانث ہوگا اور خرید میں سلم اور اقالہ بھی داخل ہے اور بعضوں کے نزدیک تعاطی بھی کذا فی شرح ابوہبانیہ م ظہیریہ میں عدم شراء کے حلف میں اس اقالہ سے حنث مذکور کیا ہے جو بقیمت سابق اقالہ نہ ہوا ہو تو اطلاق شارح کا غیر مناسب تھا بلکہ اس کا حذف کرنا اولیٰ ہے والاجارۃ والاستیجار فلو حلف لا یوجر ولہ مستغلات اجرتہا امرأتہ واعطتہ الاجر لم یحنث کترکہا فی ایدی الناس وکاخذ اجرۃ شہر قد سکنوا فیہ بخلاف شہر لم یسکنوا فیہ وذخیرہ اور بذات خود اجارہ دینے اور اجارہ لینے سے حانث ہوگا تو اگر قسم کھائی کہ اجارہ نہ دے گا اور اس کے مکانات میں جن کو اس کی زوجہ نے اجارہ دیا اور ان کی اجرت زوجہ نے زوج کو دی تو حانث نہ ہوگا چنانچہ ان مکانات کو ان کے رہنے والوں کے ہاتھ میں چھوڑنے سے حانث نہیں ہوتا اور جیسے اس مہینے کے کرایہ لینے سے جس میں لوگ سکونت کر چکے ہیں حانث نہیں ہوتا بخلاف اس مہینہ کی اجرت لینے کے جس میں انہوں نے سکونت نہیں کی کذا فی الذخیرہ اس واسطے کہ آئندہ مہینہ کا کرایہ لینا درحقیقت خود اجارہ دینا ہے لہذا حانث ہوگا والصلح عن مال وقیدہ بقولہ مع الاقرار لانہ مع الانکار سفیر اور بذات خود صلح کرنے میں مال سے ساتھ اقرار کے حانث ہوگا اور مصنف کے اقرار کی قید اس واسطے لگائی کہ ساتھ انکار کے وکیل سفیر محض ہوتا ہے م قسم کھائی کہ مال سے صلح نہ کرے گا تو اگر مدعا علیہ اقرار کرتا ہے مدعی کے دعویٰ کا تو حالف خود صلح کرنے سے حانث ہوگا اور وکیل کے صلح کرنے سے حانث نہ ہوگا اور اگر مدعا علیہ اس کے دعویٰ کا منکر ہے تو اس صورت میں وکیل سفیر محض ہے تو خود صلح کرنے سے اور وکیل کی صلح سے دونوں طرح حانث ہوگا یہ حکم اس وقت ہے جب صلح مدعا علیہ کی طرف سے ہو اور اگر صلح مدعی کی طرف سے ہے تو مطلقاً حانث نہ ہوگا نہ اپنی صلح سے نہ وکیل کی صلح سے کذا فی الطحطاوی عن البحر والقسمۃ والخصومۃ وضرب الولد ای الکبیر لان الصغیر یملک ضربہ فیملک التفویض فیحنث بوکیلہ کالقاضی اور قسمت کرنے اور خصومت کرنے اور ولد کبیر کے مارنے سے حانث ہوگا ولد کبیر کی قید اس واسطے لگائی کہ ولد صغیر کے مارنے کا باپ مالک ہے تو تفویض ضرب کا بھی مالک ہے تو وکیل کے مارنے سے بھی حانث ہوگا مانند قاضی کے یعنی جس کا مارنا قاضی کو حلال ہے تو اس کے مارنے کا دوسرے کو امر کرنا بھی صحیح ہے تو وکیل کے مارنے سے حانث ہوگا اور مانند قاضی کے سلطان اور محتسب اور معلم ہے کذا فی الطحطاوی من القہستانی وان کان الحالف ذا سلطان کقاض وشریف ولا یباشر ہذہ الاشیاء بنفسہ حنث بالمباشرۃ وبالامر ایضا لتقیید الیمین بالعرف وبمقصود الحالف اور اگر حالف صاحب حکومت ہو مانند قاضی اور شریف کے کہ ان اشیاء مذکورہ کو بذات خود نہ کرتے ہوں تو حانث ہوگا خود کرنے سے اور اس کے امر کرنے سے بھی بسبب مقید ہونے یمین کے ساتھ عرف کے اور ساتھ مقصود حالف کے یعنی اگر حالف اشیاء مذکورہ میں یہ قصد کرے کہ نہ خود کرے گا نہ اس کا مامور کرے گا تو صحیح ہے وان کان یباشر مرۃ ویفوض اخری اعتبر الاغلب وقیل یعتبر السلعۃ فلو مما یشتریہا بنفسہ لشرفہا لا یحنث بوکیل والا حنث اور اگر حالف ایسا ہو کہ اشیاء مذکور کو گاہے خود کرتا ہوگا ہے دوسرے کو تفویض کرتا ہو تو اغلب معتبر ہوگا یعنی اگر مباشرت اغلب ہوگی تو اپنے فعل سے حانث ہوگا اور اگر تفویض اغلب ہوگی تو وکیل کے فعل سے حانث ہوگا اور بعضوں نے کہا قماش اور جنس معتبر ہے تو اگر وہ جنس ایسی ہو کہ خود اس کو خرید کرتا ہو بسبب اس کی عمدگی اور خوبی کے تو اس میں وکیل کے فعل سے حانث نہ ہوگا اور اگر رذیل چیز ہو تو وکیل کے فعل سے حانث ہوگا ویحنث بفعلہ وفعل مامورہ لم یقل وکیلہ لان من ہذا النوع الاستقراض والتوکیل بہ غیر جائز اور حانث ہوگا اپنے فعل اور اپنے مامور کے فعل سے مصنف نے مامور کہا وکیل نہ کہا اس واسطے کہ اس نوع میں استقراض بھی داخل ہے اور استقراض میں وکیل کرنا جائز نہیں م تو وکیل استقراض میں اس واسطے جائز نہیں کہ اگر وکیل یوں کہے کہ مجھ کو قرض دے اتنا تو مبلغ کا مالک وکیل ہوگا نہ موکل اور اگر استقراض کی نسبت موکل کی طرف کرے اس طرح کہ فلانا شخص تجھ سے قرض مانگتا ہے تو یہ رسالت اور امر ہے وکیل نہیں اور رسالت استقراض میں جائز ہے جس کو مامور کا لفظ شامل ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی فی النکاح لا الانکاح حانث ہوگا اپنے فعل اور مامور کے فعل سے نکاح میں نہ نکاح کروا دینے میں یعنی اگر قسم کھائی کہ نکاح نہ کروں گا تو اگر بذات خود عقد کیا یا کسی کو وکیل کیا سو اس نے اس کا عقد کیا دونوں صورت میں حانث ہوگا اور اگر فضولی نے اس کا نکاح کر دیا بعد یمین کے تو اجازت قولی سے حانث ہوگا بقول مختار اور اجازت فعلی سے حانث نہ ہوگا اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی النہر اور قسم کھائی

Marfat.com

کہ غیر کا نکاح نہ کر دے گا تو اس میں اپنے فعل سے حانث ہوگا نہ وکیل کے فعل سے والطلاق والعتاق الواقعین بکلام وجد بعد الیمین لا قبلہ لتعلیق بدخول دار زیلعی اور حانث ہوگا مطلقاً اس طلاق اور عتاق میں جو واقع ہوئے ہوں بسبب اس کلام کے جو بعد یمین کے پایا گیا ہو نہ قبل یمین کے مانند دخول دار کے تعلیق کی کذا فی شرح الزیلعی م طلاق اور عتاق میں قولی کی اس واسطے قید لگائی کہ طلاق فعلی سے حانث نہیں ہوتا طلاق فعلی کی یہ صورت ہے کہ فضولی کے طلاق دی اور زوج نے اس کو باجازت فعل جائز رکھا اور تعلیق کی یہ صورت ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو مطلقہ ہے یا مولی نے کہا غلام سے کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگا تو تو آزاد ہے بعد اس تعلیق کے قسم کھائی کہ طلاق نہ دے گا یا آزاد نہ کرے گا بعد اس کے دخول دار سے طلاق یا عتاق پایا گیا تو حانث نہ ہوگا نہ زوج نہ مولی والخلع والکتابۃ والصلح عن دم عمدا وانکار کما مر اور حانث ہوگا مطلقاً خلع اور کتابت اور قتل عمد کی صلح کرنے سے یا انکار مال کی صلح کرنے سے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی صلح عن المال والہبۃ ولو فاسدۃ او بعوض اور حانث ہوگا مطلقاً ہبہ کرنے میں اگرچہ ہبہ فاسد ہو یا ہبہ بالعوض ہو م یہ قول شارح کا منافی ہے قول سابق کے یعنی اس باب کے اول میں شارح بروایت ظہیریہ ہبہ بالعوض کو در حکم بیع کیا ہے اور حکم بیع کا یہ ہے کہ اپنے فعل سے حانث ہوتا ہے نہ مامور کے فعل سے اور یہاں موافق روایت شرنبلالی کے ہبہ بالعوض کو ان عقود میں داخل کیا جن میں اپنے فعل سے بھی حانث ہوتا اور مامور کے فعل سے بھی کذا فی الطحطاوی والصدقۃ والقرض والاستقراض وان لم یقبل اور حانث ہوگا مطلقاً صدقہ اور قرض دینے اور قرض لینے میں اگرچہ ہبہ اور صدقہ اور قرض اور استقراض میں قبول نہ ہوا ہو م نہر الفائق میں کہا کہ لم یقبل ہبہ اور مابعد ہبہ کی طرف راجع ہے وضرب العبد قیل والزوجۃ اور حانث ہوگا مطلقاً غلام کے مارنے میں اور بعضوں کے نزدیک زوجہ کے مارنے میں بھی م نہر الفائق میں کہا کہ ضرب زوجہ بعضوں کے نزدیک ضرب عبد کے مانند ہے اور بعضوں کے نزدیک ضرب ولد کے مانند ہے والبناء والخیاطۃ وان لم یحسن ذلک خانیہ اور حانث ہوگا مطلقاً مکان کی تعمیر میں اور کپڑا سینے میں اگرچہ اس کو خوب نہ کرنا جانتا ہو کذا فی الخانیہ والذبح والایداع والاستیداع اور ذبح کرنے میں اور کسی کے پاس ودیعت رکھنے میں اور کسی کی ودیعت قبول کرنے میں وکذا الاعارۃ والاستعارۃ ان اخرج الوکیل الکلام مخرج الرسالۃ والا فلا حنث تاتارخانیہ اور اسی طرح عاریت دینے اور عاریت مانگنے میں بشرطیکہ وکیل نے اعارہ اور استعارہ میں بطور پیام کے کلام کیا ہو اور نہیں تو حنث نہ ثابت ہوگا وکیل کے فعل سے کذا فی التاتارخانیہ م حلبی محشی نے کہا کہ کلام شارح کا باتباع صاحب نہر اس کو مقتضی ہے کہ یہ حکم یعنی وکیل کا کلام بطور پیام کے ہونا اعارہ اور استعارہ میں مخصوص ہے حالانکہ نکاح اور بعد نکاح میں وکیل محض سفیر ہے تو موکل کی طرف اضافت کرنا کلام کا سب عقود مذکورہ میں ضرور ہے چنانچہ کتاب الوکالۃ میں اس کی تصریح آوے گی اور اغلب کہ تاتارخانیہ کی عبارت عام ہوگی سب مسائل میں ناقل کو خصوصیت کا وہم ہو گیا ہے تو اس کی طرف مراجعت کرنا چاہیے وقضاء الدین وقبضہ والکسوۃ ولیس منہا التکفین الا اذا اراد الستر دون التملیک سراجیہ اور حانث ہوگا مطلقاً قرض ادا کرنے اور قرض کے قبضہ کرنے اور لباس دینے میں اور کفن دینا کسوۃ میں داخل نہیں مگر یہ کہ لباس دینے سے بدن کا چھپانا مراد رکھے نہ تملیک تو البتہ کفن دینے دلانے سے بھی حانث ہوگا کذا فی السراجیہ م قسم کھائی کہ اس کو لباس نہ دے گا تو اپنے دینے اور وکیل کے دینے سے حانث ہوگا لیکن اگر محلوف علیہ کو کفن دے گا تو حانث نہ ہوگا مگر یہ نیت مذکور اس واسطے کہ لباس دینا عبارت ہے تملیک لباس سے اور میت لائق تملیک کے نہیں والحمل اور حانث ہوگا مطلقاً بوجھ لادنے میں یعنی اگر قسم کھائی کہ اس جانور پر بوجھ نہ لادے گا تو اپنے لادنے اور وکیل کے لادنے سے حانث ہوگا اور مراد حمل سے حمل اجارہ ہے اس واسطے کہ اجارہ کی صورت میں وکیل کے فعل سے حانث نہیں ہوتا چنانچہ قبل اس کے مذکور ہو چکا وذکر منہا فی البحر بنفاد اربعین اور بحر الرائق میں اشیاء مذکورہ سے جن میں اپنے فعل سے حانث ہوتا ہے چالیس اور چند عقود کو مذکور کیا ہے م نہر الفائق ان امور سے چوالیس امر کو مذکور کیا ہے بائیس تو یہی امور ہیں جن کو ماتن نے مذکور کیا ہے باقی مذکور ہوتے ہیں ہدف قطع قتل شرکت ضرب زوجہ ضرب ولد صغیر تسلیم شفعہ اذن نفقہ وقف قربانی حبس تعزیر بہ نسبت حاکم حج وصیت حوالہ کفالہ قضا شہادت اقرار تولیت وفی النہر عن شارح الوہبانیہ نظم والدی مالا حنث فیہ بفعل الوکیل لانہ الاقل مشیرا الی حنثہ فیما بقی فقال ؎ بفعل وکیل لیس یحنث حالف ببیع شراء صلح مال خصومۃ اجارۃ استیجار الضرب لابنہ کذا قسمۃ والحنث فی غیرہا اثبت اور نہر الفائق

Marfat.com

بس شارح وہبانیہ سے منقول ہے کہ میرے والد نے منظوم کیا ہے ان مسائل کو جن میں وکیل کے فعل سے حنث نہیں ہوتا اس واسطے کہ وہ کم ہیں اس طرف اشارہ کر دیا کم سے کہ ان کے سوا باقی مسائل میں حنث ثابت ہے وکیل کے فعل سے تو یوں کہا ہے کہ وکیل کے فعل سے حانث نہیں ہوتا حالف بیع شراء صلح مال خصومت اجارہ استجارہ ضرب ولد قسمت میں اور ان مسائل کے غیر میں حنث ثابت ہے ولام دخل بمدا خیرہ اقتضی الاتی علی فعل اراد بدخولها علیه قربا مناسبا بن کمال تجری فیه النیابة للغیر کبیع وشراء واجارة وخیاطة وصباغة وبناء اقتضی ای اللام امره ای توکیله لیحضه به ای بالملوف علیه اذ اللام للاختصاص ولا تحقق الا بامره المقید توکیل اور جو لام کہ داخل ہوا اس فعل پر جس میں غیر کے واسطے نیابت جاری ہے چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ اور درزی گری اور زرگری اور معماری تو لام مذکور مقتضی ہوگا اس کے امر کو یعنی اس کے وکیل کرنے کو تاکہ مخصوص کرے فعل کو ساتھ اس کے تاکہ لام اس فعل کے اختصاص کا ساتھ محلوف علیہ کے فائدہ بخشے اس واسطے کہ لام موضوع ہے واسطے اختصاص کے اور یہ اختصاص بدون اس کے امر کے جو توکیل کا مفید ہے متحقق نہیں ہوتا شارح نے کہا کہ مصنف کی عبارت میں لام کا لفظ بمعنا ہے اور خیر اس کی لفظا اقتضی ہے اور دخول لام علی الفعل سے مراد یہ ہے کہ لام قریب ہو فعل سے کذا صرح ابن کمال فی الیضاح الاصلاح یعنی یہ کوئی نہ سمجھے کہ دخول سے تعلق ہونا لام کا ساتھ فعل کے مراد ہے یا خود فعل پر لام کا داخل ہونا مراد ہے بلکہ قرب بلا فاصلہ مراد ہے چنانچہ بعت لک بخلاف بعت تو بالک کے م عینی نے کہا لام سے مراد لام اختصاص ہے نہ لام تعریف اور ظہیر سے ظاہر ہوتا ہے کہ محلوف علیہ کے امر میں یہ شرط ہے کہ اس نے خاص اپنی ذات کے واسطے امر کیا ہو غیر کو اور مطلق امر اس کا مراد نہیں کذا فی الطحطاوی فلم یحنث فی ان بعت لک ثوبا ان باعه بلا امره لانتفاء التوکیل سواء ملکه ای المخاطب ذلک الثوب او لا بخلاف ما لو قال تو بالک فانه یقتضی کونه ملکا له کما یجئ تو اس یمین میں ان بعت لک ثوبا میں یعنی یوں کہنے پر کہ اگر بیع کروں تیرے واسطے کپڑا تو ایسا حانث نہ ہوگا اگر اس کو بدون امر مخاطب کے بیچا بسبب نہ پائے جانے توکیل کے خواہ مخاطب اس کپڑے کا مالک ہو یا نہ ہو بخلاف اس کے کہ یوں کہے ان بعت تو بالک یعنی جبکہ لام فعل کے نزدیک نہ ہو تو یہ ترکیب پکڑنے کے مملوک ہونے کی واسطے مخاطب کے مقتضی ہے چنانچہ اس کے بعد بلا فاصلہ آتا ہے بیان اس کا م ان بعت لک ثوبا میں لام اس فعل کے قریب واقع ہوا ہے جس میں غیر کی نیابت ہو سکتی ہے لہذا حنث اس یمین کی توکیل پر موقوف ہوگیا نہ مخاطب کی ملک پر تو اگر مخاطب اپنے غیر مملوک کپڑے کی بیع کے واسطے متکلم کو وکیل کرے گا تو اس کی بیع سے حانث ہوگا جیسے اس کی مملوک کی بیع سے حانث ہوگا فان دخل اللام علی یمین ای ذات او علی فعل لا یقع ذلک الفعل عن غیره ای لا یقبل النیابة کاکل وشرب ودخول وضرب الولد بخلاف العبد فانه یقبل النیابة اقتضی دخول اللام ملکه ای ملک المخاطب للملوف علیه لانه کمال الاختصاص سوا اگر لام داخل ہو یمین پر یعنی ذات پر یا اس فعل پر داخل ہو جو غیر سے واقع نہیں ہوتا یعنی قابل نیابت کے نہیں ہے جیسے کھانا اور پینا اور داخل ہونا اور ولد کا مارنا بخلاف غلام کے مارنے کے کہ وہ قابل نیابت ہے تو دخول لام مذکور اس کی ملک کا مقتضی ہے یعنی مخاطب کی ملکیت واسطے محلوف علیہ کے اس واسطے کہ مالک ہونے میں نہایت اختصاص ہے م لام ہر حال میں اختصاص کا مفید ہے لیکن پہلی صورت میں اختصاص امر کی طرف منصرف ہے اور یہاں ملک کی طرف فحنث فی ان بعت تو بالک ان باع توبه بلا امره بخلاف الدخول علی العین وهو الثوب لان تقدیره ان بعت توبا هو مملوک تو اس یمین میں ان بعت تو بالک یعنی اگر میں بیچوں کپڑا واسطے تیرے حانث ہوگا اگر مخاطب کا کپڑا بدون اس کے امر کے بیچے گا یہ مثال ہے عین یعنی ذات پر لام داخل ہونے کی اور وہ ذات کپڑا ہے اس واسطے کہ تقدیر کلام یوں ہے کہ اگر میں وہ کپڑا بیچوں جو تیرا مملوک ہے م تو اگر مخاطب کا غیر مملوک کپڑا اس کے امر سے بیع کرے گا تو حانث نہ ہوگا وانما یقع دخوله علی فعل لا یقع ذلک الفعل من غیره فذکره بقوله وکذا ای مثل ما مر من اشتراط کون المحلوف علیه ملک المخاطب قوله ان اکلت لک طعاما او شربت لک شرابا اقتضی ان یکون الطعام والشراب ملک المخاطب کما فی ان اکلت طعامک لان اللام هنا اقرب الی الاسم من الفعل والقرب من اسباب الترجیح اور دخول لام کی مثال اس فعل پر جو غیر سے بطریق نیابت واقع نہیں ہوتا اس کو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا اور اسی طرح یعنی مثل سابق کے ہے قول مصنف کا محلوف علیہ کے مملوک ہونے کی اشتراط میں ان اکلت لک طعاما یعنی اگر میں کھاؤں تیرا خاص کھانا یا یوں مخصوص تیرا شربت تو دخول لام کا ان مثالوں میں اس کا مقتضی ہے

Marfat.com

کہ طعام اور شربت مخاطب کا مملوک ہو جیسے ان اکلت طعاما لک میں ملک مخاطب کا مقتضی ہے اس واسطے کہ لام یہاں اسم سے قریب تر ہے بہ نسبت فعل کے اور
قریب ہونا ترجیح کے اسباب سے ہے م منح الغفار میں مذکور ہے ہر چند یہاں لام ظاہر میں اکل سے متعلق ہے لیکن فی الحقیقت طعام سے متعلق ہے یعنی لہذا مملوکیت
طعام اس میں شرط نہ ہوئی واما ضرب الولد فلا یتصور فیہ حقیقۃ الملک بل یراد الاختصاص بہ اور ضرب الولد کی مثال میں تو حقیقت ملک متصور نہیں بلکہ اختصاص ولد کا
ساتھ والد کے مراد ہے م تو اپنے خاص والد کی ضرب سے حانث ہوگا نکل گیا اس قید سے ولد مشترک جیسے ام ولد کا وہ ولد جس کا دعوی دو شریکوں نے کیا تو اس
کی ضرب سے حانث نہ ہوگا بسبب عدم اختصاص کے اور چونکہ مصنف نے اکل اور شرب اور دخول دار اور ضرب ولد کو مذکور کیا حالانکہ ولد میں ملک متصور نہ تھی
لہذا شارح نے اس کی مراد سے آگاہ کر دیا لیکن دخول دار میں کلام باقی رہا حموی نے کہا اس دار کے دخول سے حانث ہوگا جس کا اختصاص مخاطب سے ثابت
ہے یعنی وہ دار جو اس کی طرف منسوب ہے کذا فی فتح القدیر تو ظاہر اکرایہ والے گھر کے داخل ہونے سے بھی حنث ثابت ہوگا تو شارح کو مناسب تھا کہ اس سے بھی آگاہ
کر دیتا کذا فی الطحطاوی اور خلاصہ اس بحث کا یہ ہے کہ اختصاص لام جب اس ضمیر سے متصل ہو جو فعل متعدی کے بعد واقع ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا لام
متوسط ہو درمیان فعل اور اس کے مفعول ثانی کے یا مفعول سے متاخر ہو اور دونوں صورت میں یا فعل محتمل ہے نیابت کا یا نہیں سو اگر نیابت کا محتمل ہوا اور
دونوں کے درمیان میں پڑے تو وہ لام اختصاص فعل کا فائدہ دے گا اور اگر اس کی حنث کی صورت کی شرط وقوع فعل ہوگا بخصوصیت اس شخص کے جس کی ضمیر
ہے خواہ عین اس کا مملوک ہو یا نہ ہو اور یہ خصوصیت بدون اس کے امر کے حاصل نہیں اور اگر لام متاخر ہوگا مفعول سے تو اختصاص عین کا ضمیر والے کے ساتھ
ہوگا اور شرط اس اختصاص کی یہ ہے کہ عین اس کا مملوک ہو خواہ فعل اس کے واسطے واقع ہوا ہو یا نہ واقع ہوا ہو اور اگر فعل محتمل نیابت کا نہیں تو اس کے حکم
میں افتراق نہ ہوگا لام کے توسط اور تاخر میں بلکہ حانث ہوگا جب کہ اس فعل کو کرے گا خواہ اس کے امر سے خواہ بدون امر اس واسطے کہ فعل نیابت کا محتمل نہیں
ہوتا اس کا انتقال غیر فاعل میں ممکن ہو تو امر اور عدم امر برابر ہوگا تو یہ متعین ہو گیا کہ یہاں لام واسطے اختصاص عین کے ہے تاکہ اس کا کلام لغو ہونے سے محفوظ
رہے کذا فی منح الغفار وان نوی غیرہ ای ما مر صدق فیما فیہ تشدید علیہ قضاء دیانۃ ودین فیما لہ ثم الفرق بین الدیانۃ والقضاء لا یتاتی فی الیمین باللہ لان
الکفارۃ لا مطالب لہا کما مر اور اگر غیر مذکور کی نیت کرے گا تو اس کی تصدیق قضاء اور دیانۃ کی جاوے گی اس امر میں جس میں تنگی اور سختی ہوگی حالف پر اور فقط
دیانۃ تصدیق ہوگی اس امر میں جس میں آسانی اور تخفیف ہوگی واسطے حالف کے بعد اس کے دریافت کرنا چاہیے کہ دیانت اور قضاء کا تفرقہ یمین باللہ میں حاصل
نہیں ہوتا اس واسطے کہ کفارہ کا مطالبہ قضاء نہیں م تشدید کی صورت یہ ہے کہ مخاطب کا مملوک کپڑا بدون اس کے امر کے بیچا مسئلہ اولی میں اور اختصاص سے ملک
کی نیت کی تو حانث ہوگا اور اگر نیت نہ کرتا تو حانث نہ ہوتا یا مخاطب کا غیر مملوک کپڑا اس کے امر سے بیچا مسئلہ ثانیہ میں اور اختصاص سے امر کی نیت کی تو حانث ہو
گا اور اگر نیت نہ ہوتی تو حانث نہ ہوتا تخفیف کی صورت یہ ہے کہ دونوں مسئلوں میں بالعکس نیت کرے یعنی مسئلہ اولی میں اختصاص سے امر کی نیت کرے
اور مسئلہ ثانیہ میں اختصاص سے ملک کی نیت کرے تو فقط دیانۃ اس کی تصدیق ہوگی اس واسطے کہ اس نے محتمل کلام کی نیت کی لیکن قضاء تصدیق نہ ہوگی
واسطے کہ خلاف ظاہر ہے اور وہ متہم ہے کذا فی المنح قال ان بعتہ او ابتعتہ فہو حر فعقد علیہ بیعا بالخیار لنفسہ حنث لوجود الشرط ولو بالخیار لغیرہ لا وان اجیز بعد
ذلک فی الاصح کما لو قال ان ملکتہ فہو حر لعدم ملکہ عند الامام کہا مولی نے کہ اگر میں غلام کو بیع کروں یا اس کو خرید کروں تو وہ آزاد ہے پھر اس کی بیع منعقد کی بشرط
اپنے اختیار کے تو حانث ہوگا بسبب وجود شرط کے اور اگر خریدا یا فروخت بشرط اختیار غیر کے ہوئی تو حانث نہ ہوگا اگرچہ غیر نے بعد اس کے اجازت بھی دی
ہو قول اصح میں چنانچہ اس میں حانث نہیں ہوتا اگر یوں کہا کہ اگر میں اس غلام کا مالک ہوں تو وہ آزاد ہے یعنی پھر اس کو بشرط اپنے اختیار کے مول لیا تو آزاد
نہ ہوگا بسبب اس کے عدم ملک کے نزدیک امام صاحب کے اس واسطے کہ خیار شرط مشتری اس کی ملک میں داخل ہونے سے مانع ہے کذا فی الطحطاوی م یہ کہا
حانث ہوگا بسبب وجود شرط کے یعنی امام صاحب کے نزدیک بیع قیام الملک بیع اور شرط پائی گئی اس واسطے کہ بیع بائع کی ملک سے خارج نہیں بشرط اس کے

Marfat.com

کے الاتفاق اور خیار مشتری اگرچہ اس کی ملک کے دخول سے مانع ہے امام کے نزدیک لیکن عتق معلق ہے اس کی تعلیق سے اور معلق منجز کے مانند ہے تو اگر بعد
سید بشرط خیار کے مشتری عتق کو منجز کرے تو خیار فسخ ہو جاوے گا اور عتق واقع ہو گا تو اسی طرح تعلیق میں بھی ملک ثابت ہے کذا فی النہر الفائق وقید بالخیار لانہ لو
ال بعتہ فہو حر فباعہ بیعا صحیحا بلا خیار لا یعتق لزوال ملکہ ویحمل الیمین لتحقق الشرط زیلعی مصنف نے بیع کو مقید بالخیار کیا اس واسطے کہ اگر یوں کہے گا
اگر میں اس کو بیع کروں تو وہ آزاد ہے پھر اس کو صحیح بیع کر کے بیچا بلا خیار تو غلام آزاد نہ ہو گا بسبب ضائع ہونے بائع کی ملکیت کے حالانکہ تحقیق جزا
دن ملک کے نہیں ہوتا اور یمین باطل ہو جاوے گی بسبب متحقق ہونے شرط کے کذا فی الزیلعی ویحنث الحالف فی المسئلتین بالبیع والشراء الفاسد
والموقوف لا الباطل لعدم الملک وان قبضہ اور حالف حانث ہو گا دونوں صورتوں میں یعنی بیع اور شراء کی یمین میں حانث ہو گا بیع اور شراء فاسد اور
وقوف نہ حانث ہو گا بیع اور شراء باطل سے بسبب عدم ملک کے اگرچہ مبیع پر قبضہ کرے بخلاف بیع فاسد اور موقوف کے کہ اس میں قبض سے ملک ہو جاتی
ہے بیع موقوف کی یہ صورت ہے کہ حالف نے مثلاً غلام کو زید غائب سے بیچا اور فضولی نے اس کی طرف سے قبول چونکہ بائع کی طرف سے قبول کیا تو بائع کی
رف سے غلام آزاد ہو جاوے گا کذا فی الفتح ولو اشتری مدبرا او مکاتبا لم یحنث الا باجارۃ قاض ومکاتب اور اگر غلام مدبر اور مکاتب کو مول لیا تو حانث نہ
وگا مگر قاضی اور مولی کی اجازت سے مثلاً قسم کھائی کہ مثلاً غلام کو نہ خرید کرے گا پھر اس نے مدبر کو خرید کیا تو حانث نہ ہو گا اس واسطے کہ مدبر محل بیع نہیں
لیکن چونکہ مدبر کی بیع میں مجتہدوں کا اختلاف ہے تو اگر وہ قاضی جس کے مذہب میں مدبر کی بیع جائز ہے حکم جواز کا دے گا تو اس وقت میں حالف
لبتہ حانث ہو گا اسی طرح حالف مذکور غلام مکاتب کے خرید کرنے سے حانث نہ ہو گا لیکن اگر مکاتب کا مالک اس کی بیع کی اجازت دے گا تب حالف حانث
ہو گا اس واسطے کہ کتابت فسخ ہو گئی مولی کی اجازت سے تو منافی بیع زائل ہوا بیع تمام ہو گئی فرع مسئلہ ملحفہ شارح کا قال لامتہ ان بعت منک نصیبا
حانت حرۃ فباع نصفا من زوج ولدت منہ او من ابیہا لم یقع عتق المولی ولو من اجنبی دفع والفرق فی الظہیریۃ کہا مولی نے اپنی لونڈی سے کہ اگر میں تیری
ذات سے کچھ نصف یا ثلث بیع کروں تو تو آزاد ہے پھر آدھی لونڈی اس کی اس زوج کے ہاتھ بیچی جس کے تعلقہ سے یہ لونڈی جن چکی ہے یا لونڈی کے باپ
کے ہاتھ اس کو بیچا تو عتق مولی کا نہ واقع ہو گا اور اگر اس کو اجنبی کے ہاتھ بیچا تو عتق واقع ہو گا اور فرق دونوں صورتوں کا ظہیریہ میں مذکور ہے ہم
ظہیریہ میں وجہ فرق دونوں مذکور ہے کہ ولادت زوج سے اور نسب باپ سے مقدم ہے یعنی ولادت اور نسب تعلیق مولی سے سابق الوجود ہے تو وہی واقع
ہو گا جو مقدم ہے اور اس امر کا اعتبار اجنبی کے حق میں ممکن نہیں کذا فی النہر وانما قید بالبیع لانہ فی حلفہ لا یتزوج امرأۃ او ہذہ المرأۃ فہو علی الصحیح دون
الفاسد ای الصحیح اور مصنف نے حنث کو بیع فاسد سے نہ مقید کیا مگر اس واسطے کہ یوں قسم کھانے میں کہ نکاح نہ کرے گا کسی عورت سے یا اس عورت سے تو
وہ صحیح نکاح پر محمول ہو گیا نہ فاسد پر یعنی اگر قسم کھائی کہ نکاح نہ کرے گا تو صحیح نکاح سے حانث ہو گا نہ فاسد سے وکذا لو حلف لا یصلی او لا یصوم
او لا یحج لان المقصود منہا الثواب ومن النکاح الحل ولا یثبت بالفاسد فلا تحل بہ الیمین بخلاف البیع لان المقصود منہ الملک وانہ یثبت بالفاسد والبتہ
والاجارۃ کبیع اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ نماز نہ پڑھے گا یا روزہ نہ رکھے گا یا حج نہ کرے گا تو صحیح نماز اور روزہ اور حج سے حانث ہو گا نہ فاسد سے اس
واسطے کہ مقصود عبادات مذکورہ سے ثواب ہے اور نکاح سے حلت وطی مقصود ہے تو فاسد سے یہ مقصود نہ ثابت ہو گا تو فاسد کے کرنے سے یمین
محلل نہ ہو گی یعنی حنث نہ ثابت ہو گا بخلاف بیع کے اس واسطے کہ مقصود بیع سے ملک ہے اور ملک تو بیع فاسد سے بھی ثابت ہو جاتی ہے اور ہبہ اور
اجارہ مانند بیع کے ہے ہبہ فاسد اور اجارہ فاسدہ سے بھی حنث ہو گا ولو کان ذلک کلہ فی الماضی کان تزوجت او صمت فہو علیہما ای الصحیح والفاسد
الا فی اخبار اور اگر وہ سب یعنی نکاح اور صوم اور صلوۃ اور حج زمان ماضی سے ہو جیسے ان تزوجت یا ان صمت تو وہ دونوں پر محمول ہو گا یعنی نکاح صحیح
اور فاسد اور صوم صحیح اور فاسد دونوں سے حنث ثابت ہو گا اس واسطے کہ زمان ماضی قسم اخبار ہے یعنی ماضی سے خبر دینا منشی کا مقصود ہوتا ہے

Marfat.com

زجلت، اور ثواب اور نام نکاح اور صوم وغیرہ کا صحیح اور فاسد دونوں پر برابر بولا جاتا ہے طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تمثیل یعنی ان تزوجت یا ان صمت صحیح نہیں اس واسطے کہ یہ ماضی نہیں بلکہ مستقبل ہے اس واسطے کہ تعلیق ہے تو بہتر یوں مثال دینا تھا کہ ما تزوجت وما صمت م مانن نے اپنی شرح منح الغفار میں ماضی کی یوں مثال دی ہے ان کنت تزوجت او صلیت او صمت یعنی اگر میں نے نکاح کیا ہو یا نماز پڑھی ہو یا روزہ رکھا ہو فان عنی بہ الصحیح صدق لانہ النکاح المعنوی بدائع پھر اگر ماضی کے نکاح سے نکاح صحیح کا ارادہ کرے گا تو اس کی تصدیق ہوگی قاضی کے نزدیک اس واسطے کہ صحیح نکاح تو نکاح حقیقی ہے کذا فی النہر عن البدائع اس واسطے کہ مقصود نکاح یعنی ملت صحیح پر ترتب ہے شارح نے فقط نکاح کا حکم بیان کیا اور ظاہر یہی حکم ہم اور صلوۃ میں بھی ہے کذا فی الطحطاوی ان لم ابع ہذا الرقیق فکذا فاعتق المولی او دبر رقیقہ تدبیرا مطلقا فلا یحنث بالمفید فتح او استولد الامۃ حنثت لتحقق الشرط لفوات محلیۃ البیع حتی وتمال ان لم ابعک فانت حر فدبر او استولد عتق اگر میں نہ بیچوں اس غلام کو تو ایسا ہو سو مولی نے آزاد کیا یا اپنے غلام کو تدبیر مطلق مدبر کیا یا لونڈی کو ام ولد بنایا تو حانث ہوگا بسبب تحقق ہونے شرط کے محل بیع کے فروخت ہو جانے سے یعنی بسبب اعتاق تدبیر مطلق یا استیلاد کے مملوک لائق بیع کے نہ رہا یہاں تک کہ اگر یوں کہے گا اپنے مملوک سے کہ میں تجھ کو بیع نہ کروں گا تو تو آزاد ہے پھر اس کو مدبر مطلق کیا یا ام ولد بنایا تو وہ آزاد ہو جاوے گا اس لیے کہ شرط پائی گئی یعنی عدم بیع مصنف نے تدبیر مطلق کی قید لگائی تو تدبیر مقید سے حانث نہ ہوگا کذا فی الفتح اس واسطے کہ مقید میں قبل وجود شرط کے بیع جائز ہے ولا یعتبر تکرار الرق بالردۃ لانہ موہوم اور معتبر نہیں تکرار رق یعنی اعادہ مملوکیت کا بسبب ارتداد کے اس واسطے کہ وہ امر موہوم ہے م شارح نے یہ دفع دخل کیا تقریر سوال یہ ہے کہ معتق اور مدبر اور ام ولد کی بیع ممکن ہے اس طرح کہ وہ مرتد ہو جاویں اور دار الحرب میں جا ملیں اور پھر گرفتار ہو آویں اور مولی کے مملوک ہوں یا جس قاضی کے نزدیک مدبر کی بیع جائز ہے وہ جواز بیع مدبر کا حکم دے تو تحقیق شرط کا محلیت بیع کے فوت ہونے سے نہ پایا گیا پھر حانث کیوں کر ہوگا شارح نے اس کا جواب دیا کہ اعادہ رق کا ارتداد سے امر موہوم ہے تو لائق اعتبار کے نہیں طحطاوی نے کہا جب یہ معلوم ہوا تو شارح کو مناسب تھا کہ یوں کہتا کہ ولا یعتبر تکرار الرق بالردۃ ولا القضاء بیع المدبر تا کہ پورا دفع دخل ہو جاتا قالت لہ امرأتہ تزوجت علی فقال کل امراۃ لی طالق طلقت المحلفۃ بکسر اللام وعن الثانی لا وصححہ السرخسی وفی جامع قاضی خان وبہ اخذ عامۃ مشائخنا وفی الذخیرۃ ان فی الحال الغضب طلقت والا لا کہا اس سے اس کی عورت نے کہ تو نے مجھ پر دوسرا نکاح کیا سو زوج نے کہا کہ جو عورت میری ہے وہ مطلقہ ہے تو محلفہ بکسر لام یعنی جس عورت نے اپنے زوج کو حلف دلایا وہ مطلقہ ہوگئی امام اعظم اور محمدؒ کے نزدیک اس واسطے کہ کل امراۃ میں وہ بھی داخل ہے اور ابو یوسفؒ سے یہ روایت ہے کہ حلف دلانے والی عورت مطلقہ نہیں اس واسطے کہ بقرینہ دلالت حال وہ عورت کلیہ مذکورہ سے مستثنی ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے سرخسی نے اور جامع قاضی خان میں ہے کہ اس قول کو اکثر مشائخ نے لیا ہے اور ذخیرہ میں بطور تفصیل مذکور ہے کہ اگر زوج نے حالت غضب میں یہ حلف کیا تو بھی مطلقہ ہے اور نہیں تو وہ مطلقہ نہیں طحطاوی نے کہا کہ محل خلاف اس صورت میں ہے جب زوج نے اس کی طلاق اور عدم طلاق کی نیت نہ کی ہو اور اگر نیت کی تو باتفاق موافق نیت کے حکم ہوگا وقیل لہ الک امراۃ غیر ہذہ المراۃ فقال کل امراۃ لی فہی کذا لا ہذہ تطلق المراۃ لان قولہ غیر ہذہ المراۃ لا یحتمل ہذہ المراۃ فلم تدخل تحت کل بخلاف الاول اور اگر زوج سے کسی نے کہا کیا تیری کوئی اور عورت ہے سوائے اس عورت کے سو اس نے کہا جو عورت میری ہے سو وہ مطلقہ ہے تو یہ عورت مطلقہ نہ ہوگی اس واسطے کہ قول اس کا غیر ہذہ المراۃ احتمال نہیں رکھتا ہذہ المراۃ کا یعنی جب کہا سوائے اس عورت کے تو یہ عورت اس کو شامل نہ ہی تو کل امراۃ کے تحت میں نہ داخل ہوئی تو تقدیر کلام یوں ہوئی کہ کل امراۃ غیر ہذہ المراۃ فہی طالق بخلاف اول مثال کے کہ وہاں کل امراۃ میں محلفہ داخل ہے فروع تتفرع علی الحنث لفوات المحل چند مسائل ملحقہ شارح کے جو حانث ہونے پر متفرع ہیں بسبب فوت ہونے

سلہ میں نے نکاح نہیں کیا اور رجعت نہیں رکھا سلہ اور نہیں معتبر ہے تکرار مملوکیت کی بسبب مرتد ہو جانے کے اور نہ بسبب حکم دینے قاضی کے واسطے بیع مدبر کے ۱۲

Marfat.com

محل یمین کے نحو ان لم تصبی ہذا فی ہذا الصحن فانت طالق فکسرتہ چنانچہ زوج کا یوں کہنا زوجہ سے کہ اگر تو اس برتن سے مثلاً پانی نہ گرا دے اس صحن[2] میں تو طالق ہے پھر عورت نے اس کو توڑ ڈالا تو حانث ہوگا اس واسطے کہ وہ برتن ہی نہ رہا جس سے پانی وغیرہ کا بہانا اور چھڑکنا متصور ہوا وان لم تذہبی فتاتی بہذا الحمام فانت کذا فطار الحمام طلقت یا زوج نے زوجہ سے یوں کہا کہ اگر تو نہ جاوے کہ اس کبوتر کو لا دے تو تو مطلقہ ہے پھر کبوتر اڑ گیا تو عورت مطلقہ ہوگی قال لمحرمہ ان تزوجتک فعبدی حر فتزوجہا حنث لان یمینہ تنصرف الی ما یتصور کہا مرد نے اپنی محرم عورت سے کہ اگر میں تجھ سے نکاح کر دوں تو میرا غلام آزاد ہے پھر اس سے نکاح کیا تو حانث ہوگا اس واسطے کہ یمین اس کی متصرف ہوئی اس کی طرف جو ہو سکتا ہے یعنی عقد اگرچہ فاسد ہے حلف لا یتزوج بالکوفۃ فعقد خارجہا لا لان المعتبر مکان العقد قسم کھائی کہ کوفہ میں نکاح نہ کرے گا تو اس کے باہر عقد کرے حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ معتبر عقد کا مکان ہے م بحر الرائق میں ہے قسم کھائی کہ کوفہ میں نکاح نہ کرے گا پھر نکاح کا ارادہ کیا اور عورت اور مرد دونوں کوفہ میں ہیں تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ مرد اپنی طرف سے ایک وکیل کرے اور عورت دوسرا وکیل اپنی طرف سے کرے پھر دونوں وکیل شہر سے باہر نکل کر نکاح کر دیں تو حالف حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ معتبر عقد کا مکان ہے کذا فی الطحطاوی ان تزوجت ثیبا فہی کذا فطلق امراتہ ثم تزوجہا ثانیا لا تطلق اعتبارا للغرض وقیل تطلق اگر میں ثیب سے نکاح کروں تو اس کی عورت مطلقہ ہے پھر اس نے اپنی زوجہ کو طلاق دی پھر اس سے نکاح کیا دوسری بار تو اب وہ مطلقہ نہ ہوگی باعتبار غرض کے یعنی متکلم کو ثیب سے غیر زوجہ مقصود تھا اور دوسرا قول یہ ہے کہ مطلقہ ہوگی باعتبار عموم لفظ کے حلف لا یتزوج من بنات فلان ولیس لفلان بنت لا یحنث بمن ولدت لہ بحر قسم کھائی کہ مثلاً زید کی بیٹیوں سے نکاح نہ کرے گا اور حالانکہ زید کے کوئی بیٹی نہیں تو حانث نہ ہوگا زید کی اس بیٹی کے نکاح سے جو بعد یمین کے پیدا ہوئی کذا فی البحر طحطاوی نے کہا شاید قول محمد کا ہے اس واسطے کہ حاشیہ شلبی میں فتح القدیر سے یہ منقول ہے قسم کھائی کہ زید کے ولد سے نہ بولے گا اور زید کا کوئی ولد نہیں پھر زید کا ایک ولد پیدا ہوا اور حالف اس سے بولا تو طرفین کے نزدیک حانث ہوگا اور محمد کے نزدیک حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ اصل یہ ہے کہ محمد کے نزدیک وجود ولد وقت یمین معتبر ہے اور طرفین کے نزدیک وقت تکلم کی النکرۃ تدخل تحت النکرۃ والمعرفۃ لا تدخل تحت النکرۃ فلو قال ان دخل ہذا الدار احد فکذا والدار لہ او لغیرہ فدخلہا الحالف حنث لتنکیرہ نکرہ داخل ہوتا ہے نیچے نکرہ کے اور معرفہ داخل نہیں ہوتا ہے نیچے نکرہ کے تو اگر کہا اگر داخل ہوگا اس گھر میں کوئی تو ایسا ہوگا اور وہ گھر حالف کا ہے یا اس کے غیر کا پھر اس گھر میں حالف دخل ہوا تو حانث ہوگا بسبب تنکیر حالف کے م یعنی حالف نے آپ کو قول مذکور میں بلفظ معرفہ نہیں مذکور کیا تو حالف نکرہ ہوا لہذا تحت نکرہ داخل ہو گیا یعنی احد کے لفظ میں جس کا ترجمہ کوئی ہے وہ بھی شامل ہو گیا بموجب قاعدہ مذکورہ ولو قال داری ودارک لا حنث بالحالف لتعریفہ اور اگر یوں کہا کہ اگر داخل ہوگا میرے گھر میں یا تیرے گھر میں تو حنث نہ ہوگا حالف کے داخل ہونے سے بسبب تعریف حالف کے یعنی حالف معرفہ ہے بسبب یائے متکلم کے تو تحت نکرہ نہ داخل ہوگا حلبی نے کہا یہ شارح نے لفظ داری کا بیان کیا نہ دارک کا تو اس کو مناسب تھا کیوں کہنا لا یحنث بالحالف والمخاطب لتعریفہما یعنی اگر یوں کہا کہ ان دخل دارک احد تو اپنے گھر میں مخاطب کے داخل ہونے سے حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ مخاطب معرفہ ہے بسبب کاف خطاب کے تو احد کے تحت میں نہ داخل ہوگا وکذا لو قال ان مس ہذا الراس احد واشار الی راسہ لا یحنث الحالف بمسہ لانہ متصل بہ خلقۃ فکان معرفۃ اقوی من المعرفۃ بالاضافۃ بحر وذکرہ المصنف قبیل باب الیمین فی طلاق ظفر یا للاشباہ اور اسی طرح اگر کہا کہ اگر چھوئے اس سر کو کوئی اور اشارہ کیا متکلم نے اپنے سر کی طرف تو حالف اس کے چھونے سے حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ سر متصل ہے حالف سے بنا بر پیدائش کے تو وہ معرفہ ہوا قوی تر اضافت کے معرفہ سے کذا فی البحر یعنی تعریف سر کی بسبب اشارہ کرنے کے قوی ہے داری کی اضافت سے اور اس کو مصنف نے ذکر کیا ہے باب الیمین سے پہلی طلاق میں اشباہ کی طرف

[2] صحن بفتح مہملہ وسکون مہملہ دوم بمعنی طبق بزرگ ۱۲

Marfat.com

اشارہ کرکے الا بالنیۃ وفی العلم کان کلم غلام محمد بن احمد احد فکذا دخل الحالف لو ہو کذلک لجواز استعمال العلم فی موضوع النکرۃ فلم یخرج الحالف من عموم النکرۃ بحر معرفہ داخل نہیں ہوتا تحت نکرہ کے مگر نیت کرنے سے اور نام میں داخل ہوتا ہے چنانچہ اگر کلام کرے گا محمد بن احمد کے غلام سے کوئی تو زوجہ اس کی مطلقہ ہے حالف داخل ہوگا تحت نکرہ کے اگر وہ ایسا ہوگا یعنی اگر حالف کا نام بھی محمد بن احمد ہوگا اور وہ بھی اپنے غلام سے کلام کرے گا تو حانث ہوگا بسبب جائز ہونے استعمال نام کے بجائے نکرہ کے تو اس وجہ سے حالف عموم نکرہ سے نہ نکلا کذا فی البحر م جب استعمال نام کا بجائے نکرہ جائز ہوا تو یمین مذکور کی یوں تاویل ہوئی کہ اگر کوئی کلام کرے گا اس مرد کے غلام سے جس کا نام محمد بن احمد ہے تو جس کا نام محمد بن احمد ہوگا اس کا غلام اسی میں داخل ہوگا کذا فی الطحطاوی

قلت فی الاشباہ المعرفۃ لا تدخل تحت النکرۃ الا المعرفۃ فی الجزاء فتدخل فی النکرۃ التی ہی فی موضع الشرط کان دخل داری ہذہ احد فانت طالق فدخلت ہی طلقت ولو دخل ہو لم یحنث لان المعرفۃ لا تدخل تحت النکرۃ وتمامہ فی القسم الثالث من ایمان ظہیریہ شارح کہتا ہے اشباہ میں ہے کہ معرفہ داخل نہیں ہوتا تحت نکرہ کے مگر وہ معرفہ جو جزا میں واقع ہو یعنی معرفہ اس نکرہ میں داخل ہوتا ہے جو شرط کے محل میں واقع ہے چنانچہ اگر داخل ہوگا کوئی میرے اس گھر میں تو تو مطلقہ ہے پھر زوجہ اس کی داخل ہوئی تو وہ مطلقہ ہوگی اور اگر زوج حالف داخل ہوگا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ معرفہ داخل نہیں ہوتا تحت نکرہ کے اور پوری تقریر اس کی ایمان ظہیریہ کی قسم ثالث میں ہے م حموی اشباہ کے محشی نے کہا کہ زوجہ اگرچہ معرفہ ہے بتاء خطاب لیکن وہ جزا میں واقع ہے تو اس کا دخول اس نکرہ کے تحت میں جو شرط میں واقع ہے ممتنع نہیں اس واسطے کہ دو جملے مانند دو مختلف کلاموں کے ہیں اور اسی طرح شرط کا معرفہ جزا کے نکرہ کے تحت میں واقع ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف دخول زوج کے تحت نکرہ کے کہ وہ جائز نہیں اس واسطے کہ ایک ہی جملہ میں یعنی شرط میں دونوں واقع ہیں

ویجب حج او عمرۃ ماشیا من بلد فی قولہ علی المشی الی بیت اللہ او الکعبۃ واراق ان رکب لادخالہ النقص ولو اراد بیت اللہ بعض المساجد لم یلزمہ شیء اور واجب ہوگا حج یا عمرہ پیدل چل کر اپنے شہر سے اس قول میں کہ مجھ پر واجب ہے پیدل چلنا بیت اللہ تک یا کعبہ تک اور جانور ذبح کرے اگر راہ میں سوار ہو اس واسطے کہ اس نے نذر مذکور میں نقصان داخل کیا اور اگر لفظ بیت اللہ سے بعضی مسجد کا ارادہ کرے گا تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا نہ قضاء نہ دیانۃ اس واسطے کہ اس نے اپنے کلام کے حقیقی معنی کا ارادہ کیا م مصنف نے بلا قید کہا تو اگر کعبہ کے اندر یا کہیں اور کہے گا تو اس پر حج یا عمرہ واجب ہوگا چنانچہ ہدایہ میں مصرح ہے اس واسطے کہ ایجاب حج عمرہ کا باعتبار مدلول لفظ یا اس کے استلزام کے نہیں اور نہ باعتبار مجاز کے اور بنظر غالب کے بلکہ بسبب عرف کے ہے یعنی علی المشی الی بیت اللہ ایجاب حج یا عمرہ میں مروج ہے تو مجاز لغوی حقیقت عرفیہ ہوگیا مانند اس قول کے کہ علی حجۃ او عمرۃ کذا فی المنح ولا شیء بعلی الخروج او الذہاب الی بیت اللہ او المشی الی الحرم او الی المسجد الحرام او الی باب الکعبۃ او میزابہا او الصفا او المروۃ او مزدلفۃ او عرفۃ لعدم العرف اور یوں کہنے میں کہ مجھ پر واجب ہے نکلنا یا جانا بیت اللہ تک یا چلنا حرم تک یا مسجد الحرام تک یا کعبہ کے دروازے یا میزاب تک یا صفا یا مروہ یا مزدلفہ یا عرفات تک کچھ واجب نہیں نہ حج نہ عمرہ بسبب عدم عرف کے یعنی مسائل مذکورہ میں اور مسئلہ سابقہ میں کوئی وجہ فرق کی نہیں سوائے عرف کے لا یعتق عبد قیل لہ ان لم احج العام فانت حر ثم قال حججت وانکر العبد واتی بشاہدین شہدا بنحرہ الاضحیۃ بکوفۃ لم تقبل لقیامہا علی نفی الحج اذ الضحیۃ لا تدخل تحت القضاء وقال محمد یعتق ورجحہ الکمال آزاد نہ ہوگا وہ غلام جس سے یوں کہا گیا یعنی اس کے مولی نے کہا کہ اگر میں اب کے سال حج نہ کروں تو تو آزاد ہے پھر مولی نے کہا کہ میں نے حج کیا اور غلام اس کے حج کا منکر ہوا اور دو گواہ لایا سو دونوں نے کوفہ میں اس کی قربانی کرنے کی گواہی دی تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی بسبب اس کے قائم ہونے کے نفی حج پر اس واسطے کہ قربانی کرنا حکم قاضی کے تحت میں داخل نہیں اور محمد نے کہا کہ غلام نہ آزاد ہوگا اور ترجیح دی ہے اس قول کو کمال الدین نے فتح القدیر میں م ہر چند ظاہر میں اثبات کی گواہی ہے یعنی کوفہ کی قربانی پر لیکن مقصود اس سے نفی حج ہے اس واسطے کہ کوفہ بہت دور ہے کعبہ سے تو جو شخص یوم النحر کو کوفہ میں ہو اس کا پہنچنا

Marfat.com

اس سال کی حج میں نہیں ہو سکتا اور اثبات قربانی کا قاضی سے متعلق نہیں تو یہ گواہی نفی حج کی گواہی کے مانند ہو گئی اور حالانکہ نفی کی گواہی مقبول نہیں اور خلاصہ ترجیح فتح القدیر یہ ہے کہ گواہی نفی پر نہیں بلکہ امر وجودی پر ہے جو متضمن ہے نفی کا تو مقبول ہوگی حلف لایصوم حنث بصوم ساعۃ بنیۃ وان افطر لوجود شرطہ قسم کھائی کہ روزہ نہ رکھے گا تو حانث ہوگا ایک ساعت کے صوم سے بشرط نیت صوم اگرچہ بعد ساعت کے اس نے روزہ توڑ ڈالا ہو بسبب اس کے پائے جانے شرط کے یعنی شرط ایک ساعت کی امساک سے بھی پائی گئی اس واسطے کہ صوم عبارت ہے امساک مفطرات سے بقصد تقرب کذا فی الخ ولو قال لا اصوم صوما او یوما حنث بیوم لانہ معلق فینصرف الی الکامل اور اگر کہا کہ لا اصوم صوما یعنی بعد فعل کے مصدر کو مرتبا ذکر کیا یا یوں کہا کہ نہ روزہ رکھوں گا ایک دن تو پورے ایک دن روزہ رکھنے سے حانث ہوگا نہ کم تر سے اس واسطے کہ لفظ صوم کا مطلق ہے تو فرد کامل کی طرف منصرف ہوگا اور صوم کامل نہیں ہوتا بدون رات کے آنے کے اور لا اصوم یوما میں لفظ یوم کا خود مرجع ہے تقدیر مدت میں کذا فی الطحطاوی حلف یصوم من ہذا الیوم وکان بعد اکلہ او بعد الزوال صحت الیمین وحنث للحال لان الیمین لا تعقد الا بالتصور کتصورہ فی الناسی قسم کھائی کہ بقرر روزہ رکھے گا اس دن میں حالانکہ بعد کھا چکنے یا بعد زوال کے یہ کہا تو قسم صحیح ہوگی اور فی الفور حانث ہو جاوے گا اس واسطے کہ انعقاد یمین کا صحت پر معتمد نہیں بلکہ تصور پر مانند تصور صوم کے ناسی میں صوم یعنی صوم بعد الاکل والزوال ناسی میں متصور ہے یعنی جو صائم بھول کر کھا گیا تو اس کا صوم باوجود اکل کے موجود ہے یا تصور صوم اس ناسی کا بعد زوال کے بھولنے والا کے بوجہ نیت کرنا بھول گیا کذا فی الطحطاوی وہو کما لو قال لامراتہ ان لم تصلی الیوم فانت کذا فی حنث من ساعتہا او بعد ما صلت رکعۃ فان الیمین تنحل وتطلق فی الحال لان وقت الدم لا یمنع کما فی الاستحاضۃ بخلاف مسئلۃ الکوز لان محل الفعل وہو الماء غیر تام اصلا فلا تتصور بوجہ اور وہ یعنی مثال سابق مانند اس مثال کے ہے کہ کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ اگر تو آج نماز نہ پڑھے گی تو تو مطلقہ ہے پھر اسی وقت اس کا حیض جاری ہو گیا یا ایک رکعت بعد جاری ہوا تو یہ یمین صحیح ہے تو زوجہ اس کی فی الحال مطلقہ ہوگی اس واسطے جاری ہونا خون کا مانع صلوٰۃ کا نہیں چنانچہ استحاضہ میں بخلاف مسئلۃ الکوز کے یعنی قسم کھائی کہ اس کوزہ سے پانی پیے گا اور حالانکہ اس میں پانی نہیں اس واسطے کہ محل فعل کا یعنی پانی اس میں مطلقا موجود نہیں تو یہ یمین کسی وجہ سے متصور نہیں وحنث فی لا اصلی بر رکعۃ بنفس السجود اور اس قسم میں کہ نماز نہ پڑھے گا حانث ہوگا ایک رکعت کے ادا کرنے سے بمجرد سجدہ کرنے کے اس لیے کہ صلوٰۃ عبارت ہے ارکان مختلفہ سے اور تمامی ارکان کی سجدہ پر ہے اس واسطے کہ عند التحقیق قعدہ اخیرہ ارکان اصلیہ میں نہیں فتح القدیر میں کہا حق یہ ہے کہ ارکان حقیقۃ نماز کے پانچ ہیں اور قعدہ رکن زائد ہے کہ ختم صلوٰۃ کے واسطے واجب ہوا ہے تو حنث کے حق میں اس کی رکنیت معتبر نہ ہوگی کذا فی فتح اور نہر الفائق میں قعدہ کو شرط قرار دیا ہے نہ رکن تو بطریق اولی حنث میں اس کا اعتبار نہ ہوگا بخلاف ان صلیت رکعۃ فانت حر لا یحنث الا بالثانیۃ لتحقق الرکعۃ بخلاف اس یمین کے کہ اگر تو ایک رکعت نماز پڑھے گا تو تو آزاد ہے آزاد نہ ہوگا دوگانہ کی پہلی رکعت سے تا رکعت ثانی ہو ہر چند اس مثال میں حنث رکعت اولی پر ہے نہ دو رکعت پر لیکن بدوں دو رکعت کے شرعا تحقق رکعت اولی کا متصور نہیں اس واسطے کہ فقط ایک رکعت کا ادا کرنا ممنوع ہے تو ایک رکعت پڑھ کر کلام کرے گا تو غلام آزاد نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی لا اصلی صلوۃ بشفع وان لم یقعد اور اس یمین میں کہ لا اصلی صلوۃ دو رکعت پڑھنے سے حانث ہوگا اگرچہ اس نے قعدہ نہ کیا ہو اس واسطے کہ فتح القدیر سے منقول ہو چکا ہے کہ وہ رکن اصلی نہیں نماز کا بخلاف لا اصلی الظہر مثلا فانہ یشترط التشہد بخلاف اس قول کے کہ نماز ظہر کی مثلا نہ پڑھے گا تو اس کے حانث ہونے میں تشہد مشروط ہے م تشہد سے مراد تشہد اخیر ہے اس واسطے کہ ظہیریہ میں ہے کہ اگر چار رکعت فرض کے نہ پڑھنے کی قسم کھا دے گا تو حانث نہ ہوگا تاوقتیکہ چوتھی رکعت کے بعد تشہد نہ کرے گا کذا فی الطحطاوی وحنث فی لا یوم احدا باقتداء قوم بہ بعد شروعہ وان وصلیۃ فصدان لا یوم احدا لانہ اسم اس قسم میں کہ کسی کی امامت نہ کرے گا حانث ہوگا قوم کی اقتدا کرنے سے ساتھ اس کے بعد شروع کرنے مالف کے اگرچہ اس نے کسی کی امامت کا قصد نہ کیا ہو اس

Marfat.com

واسطے حانث ہوگا کہ وہ امام اُن کا ہوگیا اس واسطے کہ امامت میں نیت امامت کی شرط نہیں وصدق دیانۃ فقط ان نواہ ای ان لم یوم احدا اور حالف کی فقط دیانۃ تصدیق ہوگی اگر اس کی نیت کرے گا یعنی اس نیت میں دیانۃ تصدیق ہوگی کہ کسی کی امامت نہ کرے گا وان اشہد قبل شروعہ انہ لایوم احدا لایحنث مطلقا لا دیانۃ ولا قضاء وصح الاقتداء ولو فی الجمعۃ استحسانا اور اگر حالف نے گواہ کر دیا قبل اپنی شروع کرنے نماز کے کہ وہ کسی کی امامت نہ کرے گا تو کسی طرح حانث نہ ہوگا نہ دیانۃ اور نہ قضاءً اور اقتدا مقتدیوں کی صحیح ہوگی اگرچہ نماز جمعہ میں یہ واقع ہوا ہو بنا بر استحسان کے وجہ استحسان کی یہ ہے کہ نماز جمعہ میں جماعت شرط ہے سو بدون نیت امامت کے بھی حاصل ہے کما لاتحنث لو امہم فی صلوۃ الجنازۃ او سجدۃ التلاوۃ لعدم کمالہا جیسے حانث نہیں ہوتا اگر امامت کی قوم کی نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت میں بسبب اس کے عدم کمال کے یعنی لایبنی صلوۃ کی حلف مطلق منصرف ہے فرد کامل کی طرف اور نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت بسبب عدم رکوع وغیرہ کے نماز کامل نہیں بخلاف النافلۃ فانہ یحنث وان کانت الامامۃ فی النوافل منہیا عنہا بخلاف نماز نفل کے کہ اس کی جماعت کرنے سے حانث ہوگا اگرچہ امامت کرنا نوافل میں ممنوع ہے مع جماعت نفل کی اس وقت ممنوع ہے جب کہ بطریق تداعی ہو تداعی یہ ہے کہ چار مقتدی ایک امام کے پیچھے نماز پڑھیں کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح ان صلیت فانت حر فقال صلیت وانکر المولی لم یعتق لامکان الوقوف علیہا بلا حرج اگر تو نماز پڑھے گا تو تو آزاد ہے سو غلام نے کہا کہ میں نے نماز پڑھی اور مولی نے اس کا انکار کیا تو آزاد نہ ہوگا اس واسطے کہ اس پر مطلع ہونا ممکن ہے بلا مشقت قال ان ترکت الصلوۃ فانت طالق فصلتہا قضاء طلقت علی الاظہر ظہیریہ کما زوج نے کہ اگر تو نماز کو ترک کرے گی تو تو طالق ہے سو اس نے قضاء کی نماز پڑھی تو وہ مطلقہ ہوگی بقول اظہر کذا فی الظہیریہ حلف ما اخر صلوتہ عن وقتہا فقد نام وقضاہا استظہر الباقانی عدم حنثہ لحدیث فان ذلک وقتہا قسم کھائی کہ اپنی نماز کو اسکے وقت سے موخر نہ کرے گا اور حالانکہ وہ سو گیا نماز کے وقت پھر اس کو قضا کیا باقانی نے اس کے عدم حنث کو قوی کیا ہے اس حدیث کی دلیل سے فان ذلک وقتہا یعنی جو نماز کے وقت سو گیا یا بھول گیا تو جب جاگے یا یاد پڑے تو وہی اس کا وقت ہے حلبی نے کہا کہ مدار ایمان کا عرف پر ہے اور عرف میں اس کو موخر کہتے ہیں اگرچہ قضاء کرے اجتمع حدثان فالطہارۃ منہما دو حدث جمع ہوئیں تو طہارت دونوں سے ہوگی م قسم کھائی کہ نکسیر سے وضو نہ کرے گا پھر اس کی ناک سے خون نکلا پھر اس نے پیشاب کیا پھر اس نے وضو کیا تو حانث ہوگا اس واسطے کہ دونوں حدث کی طہارت ہوئی حلف لیصلین ہذا الیوم خمس صلوات بالجماعۃ وبجامع امرانہ ولا یغتسل لیصلی الفجر والظہر والعصر بجماعۃ ثم یجامعہا ثم یغتسل کما غربت ویصلی المغرب والعشاء بجماعۃ فلا یحنث قسم کھائی کہ البتہ اس دن میں پانچ وقت کی نماز جماعت سے پڑھے گا اور اپنی عورت سے قربت کرے گا اور غسل نہ کرے گا تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ فجر اور ظہر اور عصر کی نماز جماعت سے پڑھے پھر زوجہ سے قربت کرے پھر غروب کے وقت غسل کرے اور مغرب اور عشاء کی نماز جماعت سے پڑھے تو حانث ہوگا اس واسطے کہ غسل رات میں واقع ہوا نہ دن میں کذا فی العالمگیری حلبی نے کہا کہ اس میں اعتراض ہے کہ یوم سے اگر بقیہ نہار مراد ہے تو غروب تک یہ نمازیں ہوئیں اور قسم ہے پانچ نماز کی اور اگر یوم سے مطلق وقت مراد ہے تو بہر صورت حانث ہوگا خواہ دن نہادے خواہ رات میں حلف لایحج فعلی الصحیح منہ فلا یحنث بالفاسد قسم کھائی کہ حج نہ کرے گا تو حنث صحیح حج پر موقوف ہوگا تو فاسد حج کرنے سے حانث نہ ہوگا م لایحج اور لایحج حجۃ کا حاف برابر ہے بخلاف صلوۃ کے ولا یحنث حتی یقف بعرفۃ عن الثالث ای محمد وحتی یطوف اکثر الطواف المفروض عن الثانی وبہ جزم فی المنہاج للعلامۃ عمر بن محمد النقیلی الانصاری کان من کبار قضاء بخاری ومات بہا سنۃ سبع وخمسمائۃ اور عدم حج کی حلف میں حانث نہ ہوگا یہاں تک کہ عرفات کا وقوف کرے یہ مروی ہے امام ثالث محمد بن حسن سے اور حانث نہ ہوگا یہاں تک کہ اکثر طواف الزیارت کرے یعنی بدون چار شوط[1] کے حانث

---

[1] کعبہ کے گرد ایک پھیرا لگانا شوط کہلاتا ہے ۱۲

Marfat.com

نہ ہوگا یہ مروی ہے امام ثانی قاضی ابویوسف سے اور اسی روایت پر جزم کیا ہے منہاج میں جو عمر بن محمد عقیلی انصاری کی تصنیف ہے اور وہ بخارا کے فقہاء کبار میں سے تھے اور پانچ سو سات ہجری میں وہی وفات پائی ولا یحنث فی العمرۃ حتی یطوف اکثر اور حانث نہ ہوگا عمرہ نہ کرنے کے حلف میں یہاں تک کہ عمرہ کا اکثر طواف کرے یعنی چار شوط زیادہ ان لبست من مغزلک ثوبی ای صدقۃ النعدن بہ بمکۃ فملک الزوج قطنا بعد الحلف فغزلت ونسج ولبس ثوبی عند الامام ولہ التصدق بقیمتہ بمکۃ لا غیر زوج نے زوجہ سے کہا اگر میں پہنوں تیرے کاتے سوت سے تو وہ ہدی ہے یعنی صدقہ ہے جس کو میں مکہ معظمہ میں تصدق کروں پھر زوج مالک ہوا روئی کا بعد اس قسم کے سو زوجہ نے اس کو کاتا پھر اس کا کپڑا بنا گیا اور زوج نے اس کو پہنا تو وہ کپڑا ہدی ہے امام اعظم کے نزدیک اس واسطے کہ عادت یہی ہے کہ عورت زوج کی مملوک روئی کو کاتے تو مقاد ہی مراد ہوگا کذا فی المنح اور زوج کو جائز ہے کہ اس کی قیمت کو مکہ میں خیرات کرے نہ اور جگہ م جو صدقہ بلفظ ہدی ہے اس کا صرف سوائے مکہ کے اور کہیں جائز نہیں بخلاف اور صدقات کے کذا فی الطحطاوی وشرنبلالیہ یوم حلف یعنی بقولہا فی دیارنا لانہا انما تغزل من کتان نفسہا او قطنہا وبقولہ فی دیار الروم یغزلہا من کتان الزوج نہر اور صاحبین نے وجوب تصدق میں ملک زوج کی اس کی حلف کے دن شرط کی ہے اس واسطے کہ نذر بدون ملک یا اضافت الی سبب الملک کے صحیح نہیں اور صاحبین کے قول پر یعنی عدم تصدق پر فتوی ہے ہمارے ملک میں یعنی مصر میں اس واسطے کہ وہاں عورت اپنی کتان اور روئی کو کاتتی ہے اور امام اعظم کے قول پر فتوی ہے روم کے ملک میں اس واسطے کہ وہاں عورت اپنے زوج کے کتان کو کاتتی ہے کذا فی النہر حلف لا یلبس من غزلہا فلبس ثوبا منہ لا یحنث عند الثانی وبہ یفتی لانہ لا یسمی لابسا عرفا قسم کھائی کہ زوجہ کے سوت کو نہ پہنے گا پھر اس کے سوت کا ازار بند پہنا تو حانث نہ ہوگا ابویوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے اس واسطے کہ عرف میں اس کو لابس یعنی پہننے والا نہیں بولتے ہیں کما لا یلبس ثوبا من نسج فلانا فلبس من نسج غلامہ لا یحنث اذا کان فلان یعمل بیدہ والا حنث لتعین المجاز چنانچہ قسم کھائی کہ وہ کپڑا نہ پہنے گا جس کو فلانے نے بنا سو اس نے فلانے کے غلام کا بنا کپڑا پہنا تو حانث نہ ہوگا جب کہ فلانا شخص بھی اپنے ہاتھ سے بنتا ہو اور اگر وہ نہ بن جانتا ہوگا تو اس کے غلام کے بنے کپڑے کے پہننے سے حانث ہوگا بسبب متعین ہونے مجاز کے اس واسطے کہ نسج حقیقی وہ ہے جو اپنے ہاتھ سے ہو تو جب تک حقیقت ممکن ہوگی تو اسی پر عمل ہوگا اور در صورت عدم حقیقت مجاز پر محمول ہوگا کذا فی المنح کما حنث بلبس خاتم ذہب ولو رجلا بلا فص او عقد لؤلؤ او زبرجد او زمرد ولو غیر مرصع عند ہما بہ یفتی فی حلفہ لا یلبس حلیا للعرف چنانچہ اس قسم میں کہ زیور نہ پہنے گا حانث ہوتا ہے بسبب عرف کے سونے کی انگوٹھی پہننے سے اگرچہ حالف مرد ہو اور اگرچہ انگوٹھی بلا نگین ہو موتی کے ہار یا زبرجد کے ہار یا زمرد کے ہار پہننے سے اگرچہ زمرد چاندی سونے میں جڑا نہ ہو صاحبین کے نزدیک اسی پر فتوی ہے حلبی نے کہا کہ جامع اللغۃ میں مصرح ہے کہ زبرجد اور زمرد ایک ہی چیز ہے تو تکرار واقع ہوئی لا یحنث بخاتم فضۃ بدیل حلیۃ للرجال الا اذا کان مصوغا علی ہیئۃ خاتم النساء بان کان لہ فص فیحنث ہو الصحیح زیلعی ولو کان مموہا بذہب ینبغی حنثہ بہ کخلخال ولو سوار حانث نہ ہوگا حلف مذکور میں چاندی کی انگوٹھی پہننے سے بدلیل اس کی حلت کے مردوں کے حلق میں مگر جب کہ چاندی کی انگوٹھی عورتوں کی صورت پر بنی ہو اس طرح پر کہ اس میں نگین ہو مانند عورت کے تو اس کے پہننے سے حانث ہوگا یہی قول صحیح ہے کذا فی شرح الزیلعی اور اگر انگوٹھی پر سونے کا ملمع ہو تو لائق یوں ہے کہ اس کے پہننے سے حانث ہوگا کذا فی النہر جیسے گوجری اور کنگن کے پہننے سے حنث ثابت ہوتا ہے خواہ چاندی کے ہوں خواہ سونے کام ہر چند سونے چاندی کا زیور مردوں پر حرام ہے فقط چاندی کی انگوٹھی جائز ہے واسطے مہر کرنے کے نہ واسطے زینت کے تو وہ ان کے حق میں زیور کامل نہیں اگرچہ زینت سے خالی نہیں لہذا اس کے پہننے سے حانث نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی حلف لا یجلس علی الارض فجلس علی حائل منفصل کخشب او جلد او بساط او حصیر او حلف لا ینام علی ہذا الفراش فجعل فوقہ آخر فنام علیہ او لا یجلس علی ہذا السریر فجعل فوقہ آخر

Marfat.com

لایحنث فی الصور الثالثۃ کما لو خرج الحشو من الفراش للعرف قسم کھائی کہ نہ بیٹھے گا زمین پر پھر بیٹھا اس چیز پر جو حائل ہے جالس اور زمین میں اور زمین سے جدا ہے جیسے لکڑی یا کھال یا فرش یا چٹائی یا قسم کھائی کہ نہ سووے گا اس فرش پر پھر فرش پر اور فرش ڈال لیا اور اس پر سویا یا قسم کھائی کہ اس چارپائی پر نہ بیٹھے گا پھر اس پر دوسری چارپائی بچھا کر بیٹھا تو حانث نہ ہوگا ان تینوں صورتوں میں چنانچہ اگر فرش کے اندر کی روئی وغیرہ نکال ڈالی اور پھر اس پر بیٹھا تو حانث نہ ہوگا بنا بر عرف کے اور اسی طرح اگر فرش کا آبرہ اور آستر جدا کیا اور درمیان کی چیز پر بیٹھا تو بھی حانث نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی ولو نکر الاخرین حنث مطلقا للعموم وما فی القدوری من تنکیر السریر حملہ فی الجواہرۃ علی المعرف اور اگر اخیر دونوں مثالوں میں فرش اور سریر کو غیر معین ذکر کرے یعنی یوں کہے لایجلس علی فرش ولا یجلس علی سریر یعنی کسی فرش پر نہ بیٹھے گا اور کسی چارپائی پر نہ بیٹھے گا تو ہر طرح سے حانث ہوگا بسبب عموم محلوف علیہ کے اور جو کہ قدوری میں سریر کو نکرہ ذکر کیا ہے تو جوہرہ میں اس کو معرفہ پر محمول کیا ہے بخلاف ما لو حلف لاینام علی الواح ہذا السریر او الواح ہذہ السفینۃ ففرش علی ذلک فراش لم یحنث لانہ لم ینم علی الالواح بحر کذا فی نسخ الشرح لکن ینبغی التعبیر باداۃ التشبیہ نحو کما لو الی آخر الکلام او تاخیرہ عن مقالۃ القرام فیصح المرام کما لایخفی علی ذوی الافہام وکما ہو الموجود فی غالب نسخ المتن فی دیارنا دمشق الشام فتنبہ بخلاف اس قول کے کہ اگر قسم کھائی کہ نہ سووے گا اس چارپائی کہ پیڑیوں پر یا اس ناؤ کے تختوں پر پھر ان پر فرش بچھایا اور اس پر سویا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ تختوں پر نہ سویا بلکہ فرش پر سویا کذا فی البحر شارح کہتا ہے ایسی عبارت ہے مصنف کی شرح کے نسخوں میں لیکن لائق یوں ہے کہ تعبیر ای مسئلہ کی بحرف تشبیہ کی جاوے چنانچہ یوں کہا جاوے کما لو حلف لاینام الخ یا اس مسئلہ کو مسئلہ قرام[1] سے موخر کی کیجیے تا مطلب صحیح ہو چنانچہ یہ امر پوشیدہ نہیں صاحبان فہم پر اور چنانچہ یوں ہی موجود ہے ہمارے دیار دمشق شام کے اکثر متن کے نسخوں میں سو خبردار رہنا م لفظ بخلاف کا اس کا مقتضی ہے کہ اس مسئلہ کا حکم مسئلہ سابق کے مخالف ہے حالانکہ دونوں میں عدم حنث ثابت ہے لہذا شارح نے اس پر آگاہ کر دیا اور واسطے تصحیح کلام کے طریقہ تعبیر کا بیان کیا لیکن مترجم کے پاس مصنف کی شرح منح الغفار کا ایک نسخہ دمشق شام کا لکھا ہوا موجود ہے اس میں یہ عبارت متن میں داخل نہیں بلکہ شرح میں داخل ہے بلا لفظ بخلاف بہر صورت یہ اختلاف تصرف کاتبین سے خالی نہیں واللہ اعلم ولو جعل علی فراش قرام بالکسر الملاۃ او جعل علی السریر بساط حصیر حنث لانہ یعد نائما وجالسا علیہا عرفا بخلاف امر اور اگر قسم کھائی کہ اس فرش یا اس چارپائی پر نہ بیٹھے گا یا نہ سووے گا اور اس فرش پر باریک کپڑا بطور چاندنی کے بچھایا یا چارپائی پر بچھونا یا چٹائی ڈالی پھر اس پر بیٹھا یا سویا تو حانث ہوگا اس واسطے کہ وہ شخص فرش کا بیٹھنے والا اور چارپائی کا سونے والا شمار ہوگا عرف میں بخلاف اس مسئلہ کے جو مذکور ہو چکا کہ اس میں عرفا حانث نہیں م قرام بکسر قاف عبارت ہے پردہ باریک سے شمنی نے کہا کہ قرام بالکسر اس پردہ کا نام ہے جس میں نقوش ہوں اور اسی طرح مختار الصحاح میں تصریح ہے اور ہمارے عرف میں قرام کو ملاءۃ کہتے ہیں جو فرش پر بچھایا جاتا ہے کذا فی المنح ملاءۃ بضم میم و مد لغت میں چادر کو کہتے ہیں کذا فی المنح حلف لایمشی علی الارض فمشی علیہا بنعل او خف او مشی علی احجار حنث وان مشی علی بساط لایحنث قسم کھائی کہ زمین پر نہ چلے گا پھر زمین پر جوتیاں پہن کر چلا یا پتھروں پر چلا تو حانث ہوگا اور اگر فرش پر چلا تو حانث نہ ہوگا فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا ان نمت علی ثوبک او فراشک فکذا اعتبر اکثر بدنہ کہا زوج نے زوجہ سے اگر میں تیرے کپڑے یا تیرے فرش پر سوؤں تو تو مطلقہ ہے تو اکثر بدن زوج کا معتبر ہوگا یعنی اگر اس کا بدن فرش پر لگا تو مطلقہ ہوگی اور اگر فقط اس کے فرش پر سر رکھا یا اس پر بیٹھا تو مطلقہ نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی عن البحر عن المحیط

---

[1] یعنی جو مسئلہ متن میں آگے مذکور ہے اس کے بعد اس کو بیان کیا جائے کہ لفظ خلاف صحیح ہو ۱۲ زید یارنا

Marfat.com

باب الیمین فی الضرب والقتل وغیر ذلک

مما یناسب ان یترجم بمسائل شتی من الغسل والکسوۃ یہ باب ہے ضرب اور قتل وغیرہ کی قسم میں شارح کہتا ہے مناسب یوں تھا کہ اس باب کو مسائل شتی کے تعبیر کرتا اور من الغسل والکسوۃ غیر ذلک کا بیان ہے والاصل ہنا ان ما یشارک المیت فیہ الخ یقع الیمین فیہ علی الحالتین الموت والحیوۃ وما اختص بحالۃ الحیوۃ وہو کل فعل یلذ ویولم ویغم ویسر کشتم وتقبیل تقید بہا ثم فرع علیہ قاعدہ یہاں یہ ہے کہ جس امر میں مردہ شریک ہے زندے کا تو اس میں قسم دونوں حالتوں میں واقع ہوتی ہے موت میں بھی اور حیات میں بھی اور جو امر کہ حالت زندگی کو مخصوص ہے یعنی جو فعل کہ لذت دے اور درد پہنچاوے اور رنجیدہ کرے اور خوشی بخشے چنانچہ گالی دینا اور بوسہ لینا تو ایسے امر کی قسم مقید بحیات ہوگی پھر مصنف نے اس قاعدہ پر اپنا قول متفرع کیا فلو قال ان ضربتک او کسوتک او کلمتک او دخلت علیک او قبلتک تقید کل منہا بالحیوۃ حتی لو علق بہا طلاقا او عتقا لم یحنث بفعلہا فی المیت تو اگر یوں کہے گا کہ اگر میں تجھ کو ماروں یا تجھ کو کسوت دوں یا تجھ سے کلام کروں یا تیرے پاس آؤں یا تیرا بوسہ لوں تو یہ ہر ایک قول مقید بزندگی ہوگا یہاں تک کہ اگر ان افعال سے طلاق یا عتاق کو معلق کرے گا تو حانث نہ ہوگا ان افعال کے کرنے سے ساتھ میت کے م تعلیق طلاق یا عتاق ان افعال پر یوں ہے کہ اگر میں تجھ کو ماروں یا کسوت دوں یا تجھ سے کلام کروں یا تیرے پاس آؤں یا تیرا بوسہ لوں تو اس کی زوجہ مطلقہ ہے یا غلام اس کا آزاد ہے پھر مخاطب کے مرنے کے بعد ضرب وغیرہ واقع کی تو حانث نہ ہوگا ضرب اس واسطے میت میں نہیں ہو سکتی کہ ضرب عبارت ہے فعل دردناک سے یا استعمال آلہ تادیب سے حالانکہ میت محل ایلام اور تادیب نہیں اور میت کو جو عذاب قبر میں ہوتا ہے تو اس کو جمہور علما کے نزدیک زندگی عطا ہوتی ہے بقدر دریافت کرنے درد کے اور بدن کا ثابت رہنا شرط نہیں اہل سنت کے نزدیک بلکہ اجزاء متفرقہ میں ایسی حیات عطا ہوتی ہے جو آنکھ سے معلوم نہیں ہو سکتی اور کسوت کی مفہوم میں تملیک معتبر ہے اور میت لائق تملیک کے نہیں اور کلام سے عرض افہام ہے اور موت اس کی منافی ہے اور دخول سے مراد یا اکرام ہے یا اہانت یا زیارت اور بعد موت کے یہ کوئی بات حاصل نہیں اور یہی حال ہے شتم اور جماع اور تقبیل کا کذا فی النہر والمنح اور فتح القدیر میں مذکور ہے کہ میت کو سماعت نہیں تو فہم بھی نہیں اور بعد موت کے میت کی قبر کی زیارت ہوتی ہے نہ میت کی اور یہ جو صحیح بخاری میں مروی ہے کہ رسول خدا صلعم نے جنگ بدر کے مقتولوں کی لاشوں کو کنویں ڈلوا کر اس سے فرمایا کہ جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا یعنی شکست کفار اس کو تم نے سچا پایا عمر فاروق رض نے کہا آپ مردوں سے کلام کرتے ہیں یا رسول اللہ صلعم تو فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قابو میں میری جان ہے کہ تم ان سے زیادہ تر نہیں سنتے ہو اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی معارض صحیح بخاری میں دوسری حدیث ثابت ہے کہ عائشہ رض صدیقہ نے اس روایت کو قرآن مجید کی دو آیتوں سے رد کیا اول آیت یہ ہے کہ (ما انت بمسمع من فی القبور) یعنی تو سنا نہیں سکتا ان کو جو قبروں میں ہیں اور ثانی آیت یہ ہے (فانک لا تسمع الموتی) یعنی مقرر تو سنا نہیں سکتا مردوں کو اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ کلام بطریق ضرب المثل تھا زندوں کی نصیحت کے واسطے چنانچہ علی مرتضیٰ رض سے منقول ہے کہ قبرستان میں جا کر فرمایا کہ تمہاری عورتوں کے نکاح ہو گئے اور تمہارے مال تقسیم ہو گئے اور تمہارے مکانات میں اور لوگ ساکن ہو گئے یہ خبر تمہاری ہے ہمارے پاس سو ہماری خبر تمہارے پاس کیا ہے اور تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ تکلم اور سماع ہوئی رسول کریم کی خصوصیت کی جہت سے بنا بر اعجاز کے تاکہ کافروں کو حسرت زیادہ ہو اور وہ جو صحیح مسلم میں حدیث مرفوع ہے کہ میت جوتیوں کی آواز سنتا ہے جب لوگ اس کو دفن کر کے پھرتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ ابتداء دفن کا یہ سماع اور فہم مقدمہ ہے جوابدہی سوال منکر اور نکیر کا اس خصوصیت کی یہ وجہ ہے تا حدیث اور آیتوں کے مضمون میں اتفاق ہو جاوے تعارض نہ باقی رہے اس واسطے کہ دونوں آیتیں عدم سماع موتی کی مقید ہیں انتہی کلام الفتح نہر الفائق میں کہا کہ جواب ثالث نہایت خوب جواب ہے یعنی حضرت کا تکلم اور اسماع بطریق معجزہ تھا تو اس سے عموم سماعت موتی ثابت نہیں

Marfat.com

ہوسکتا چنانچہ بنابر اعجاز کے حضرت سے شجر اور حجر نے بھی کلام کیا ہے حالانکہ شجر اور حجر محل کلام نہیں اور صحیح مسلم کی روایت کے جواب کی تقویت دوسری حدیث صحیح سے ہوسکتی ہے کہ جب منکر اور نکیر مومن سے جواب معقول سنتے ہیں تو اس سے کہتے ہیں نم کنومۃ العروس یعنی اب آرام سے سو جیسے دولہا سوتا ہے ظاہر یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ مومن کامل عالم سے غافل ہوجاتا ہے جیسے سوتا آدمی غافل ہوتا ہے اور کلام نہیں سنتا بالجملہ ہم لوگ اہل تقلید ہیں پایہ اجتہاد کا نہیں رکھتے بجز بن فقہا کے ہم مقلد ہیں جب ان کے نصوص سے ثابت ہوا کہ میت کو ضرر اور ایذا نہیں تو اس میں زیادہ گفتگو اور تفتیش کرنا بے موقع ہے واللہ اعلم بخلاف الفسل والحمل والباس الثوب کذا لایخفی ولا یحملہ لا تقیید بالکیوۃ بخلاف سلانے اور اٹھانے اور چھونے اور کپڑا پہنانے کے چنانچہ یوں قسم کھانا کہ مثلاً زید کو غسل نہ دے گا یا اس کو نہ اٹھاوے گا تو یہ یمین منعقد بحیات نہیں یعنی اگر زید کے مرنے کے بعد اس کو غسل دے گا یا اٹھاوے گا یا اس کو چھوئے گا یا کفن پہنا دے گا تو حانث ہوگا اس واسطے کہ یہ افعال زندہ کو مخصوص نہیں بلکہ میت ان میں شریک ہے زندہ کا یحنث فی حلفہ ولو بالفارسیۃ لا یضرب زوجتہ فمد شعرہا او عضہا او نزعہا ولو ممازحا خلافا لما صحح فی الخلاصۃ حانث ہوگا اپنی اس قسم میں اگرچہ فارسی زبان میں قسم کھائی ہو کہ اپنی زوجہ کو نہ مارے گا پھر اس کے بال کھینچے یا اس کا گلا دبایا اس کو دانت سے کاٹا یا اس کے چٹکی لی اگرچہ خوش طبعی سے یہ افعال کیے ہوں بخلاف اس قول کے جس کو خلاصہ میں صحیح کہا ہے مم خلاصہ اور بحرالرائق میں جامع قاضی خان سے اور فتاوی عالمگیری میں فتاوی قاضی خان سے مصرح ہے کہ اگر بال کھینچا اور گلا دبایا اور کاٹا اور چٹکی لینا حالت غضب میں ہے تو حانث ہوگا اور اگر بلا غضب کی حالت میں ہے تو حانث نہ ہوگا یہی قول صحیح ہے تو باوجود تصحیح علما کے بلا وشارح کو اس کی مخالفت کرنا بلا وجہ ہے کذا فی الطحطاوی اھ۔ میں بشرط ذبہ اے فی الضرب وقیل شرط علی الاظہر والاشبہ بمرو بہ جزم فی الخانیۃ والسراجیۃ اور ضرب میں قصد کرنا شرط نہیں اور بعضوں نے کہا قصد شرط ہے بنابر قول اظہر اور اشبہ کے کذا فی البحر اور اسی پر خانیہ اور سراجیہ میں یقین کیا ہے واما الایلام فشرط بہ یفتی وبکفی جمعہا بشرط اصابۃ بدنہ کل سوط اور درد پہنچانا تو ضرب میں شرط ہے اسی پر فتوی ہے اور کفایت کرتا ہے جمع کرنا کوڑوں کا بشرطیکہ مضروب کے بدن کو ہر کوڑا لگے م قسم کھائی کہ مثلاً سو کوڑے زید کو ماروں گا پھر سو کوڑے اس نے جمع کیے اور زید کے ایک بار مارے تو حانث نہ ہوگا بشرطیکہ ہر کوڑا اس کے بدن پر لگ جاوے اس طرح پر کہ ان کے اطراف قائمہ یا اغراض ملبوطہ بدن پر لگیں بشرط تکلیف کذا فی الفتح واما قولہ تعالی وخذ بیدک ضغثا فاضرب بہ ولم تحنث زوجۃ ایوب علیہ السلام فتح اور وہ جو حق تعالی کا قول ہے کہ لے اپنے ہاتھ میں مٹھا یعنی ریحان کا دستہ سو یہ خصوصیت ہے ایوب علیہ السلام کی زوجہ مسماۃ رحمت کی کذا فی الفتح م رحمت بنت افرائیم بن یوسف علیہ السلام زوجہ تھیں ایوب علیہ السلام کی فہ کسی کام کو گئی تھیں وہاں دیر لگی حضرت ایوب علیہ السلام نے قسم کھائی کہ سو ضرب ماروں گا حق تعالی نے تحلیل یمین کا طریقہ ارشاد کیا کہ دستہ ریحان ان کو ماریں اور ایک روایت یہ ہے کہ درخت کی شاخیں ماریں خلاصہ سوال یہ ہے کہ تم نے ضرب میں ایلام شرط کیا ہے اور دستہ ریحان کی ضرب میں تکلیف کہاں شارح نے جواب دیا کہ یہ امر مخصوص ہے زوجہ ایوب علیہ السلام کو یہ جواب علی سبیل التسلیم ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ بالکلیہ عدم الم ضرب ایوب علیہ السلام میں ممنوع ہے علی الخصوص در صورت روایت شاخوں کی ضرب کے تفسیر کشاف میں ہے کہ جواز حیل میں اس آیت کی رخصت پائی ہے کذا فی الفتح الطحطاوی حلف لیضربن او لیقتلن فلانا الف مرۃ فہی علی الکثرۃ والمبالغۃ کحلفہ لیضربنہ حتی یموت او حتی یقتلہ او حتی یترکہ لا حیا ولا میتا قسم کھائی کہ البتہ مارے گا یا قتل کرے گا فلانے کو ہزار بار تو یہ کثرت ضرب اور مبالغہ یعنی شدت ضرب پر محمول ہے معنی حقیقی مراد نہیں چنانچہ یوں قسم کھانا کہ البتہ اس کو ماروں گا یعنی کوڑوں سے کذا فی البحر یہاں تک کہ وہ مرجاوے یا یہاں تک کہ وہ مقتول ہوجاوے یا یہاں تک کہ اس کو چھوڑے ایسا کہ زندہ رہے نہ مردہ تو یہ یمین کثرت اور شدت ضرب پر محمول ہے نہ حقیقت پر ولو قال حتی یغشی علیہ او حتی یستغیث او یبکی فعلی الحقیقۃ اور اگر یوں کہا کہ

Marfat.com

البتہ اس کو مارے گا یہاں تک کہ اس کو غش آجاوے یا یہاں تک کہ وہ فریاد کرنے لگے تو یہ یمین حقیقت پر ہے نہ مجاز پر تو تا وقتیکہ اس کو غش نہ آوے یا فریاد نہ کرے یا نہ رووے قسم پوری نہ ہوگی ان لم اقتل زیدا کذا وہوای زید میت ان علم الحالف بموتہ حنث والا لا وقد قد ما عند یصعدن السماء اگر نہ قتل کروں زید کو تو ایسا ہو اور حالانکہ زید میت ہے اگر حالف اس کی موت کو جانتا ہے تو حانث ہوگا اگر نہیں جانتا ہے تو حانث نہ ہوگا اور البتہ اس مسئلہ کو مصنف مقدم ذکر کر چکا ہے صعود السماء پر بصفحہ ۴۴۶ بہا حنث کحلف لایقتل یوم الجمعۃ فجرحہ یوم الخمیس ومات یوم الجمعۃ حنث ولعکسہ ای ضربہ بکوفۃ وموتہ بالسواد لا یحنث لان المعتبر زمان الموت ومکانہ بشرط کون الضرب والجرح بعد الیمین فلو قسم کھائی کہ فلانے کو کوفہ میں نہ قتل کرے گا پھر اس کو کوفہ کے دیہات میں مارا اور وہ کوفہ میں مر گیا تو حانث ہوگا چنانچہ اس قسم میں کہ نہ قتل کرے گا اس کو جمعہ کے دن پھر اس کو زخمی کیا پنج شنبہ کے دن اور مر گیا وہ جمعہ کے دن تو حانث ہوگا اور اس کے بالعکس میں یعنی کوفہ کے مارنے میں اور دیہات کے مرنے میں حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ زمانہ موت کا معتبر ہے مثال ثانی میں اور مکان معتبر ہے مثال اول میں بشرطیکہ ضرب اور زخم لگانا بعد قسم کے واقع ہوا ہو کذا فی الظہیریۃ م قریات کوفہ کو سواد اس واسطے کہا کہ وہ شدت سے سرسبز ہیں کذا فی الطحطاوی وفیہا ان لم تاتنی حتی اضربک فہو علی الاتیان ضربہ ادلا اور ظہیریہ میں ہے اگر تو نہ آوے گا میرے پاس تا میں تجھ کو ماروں یہ قسم اس کے آنے پر ہے خواہ اس کو بعد آنے کے مارے یا نہ مارے م حتی اس مثال میں لام سببی کے معنی میں ہے اور لام سبب کا یہ حکم ہے کہ وجود سبب مشروط ہے نہ وجود مسبب کذا فی الطحطاوی ان راتیہ لاضربنہ فعلی التراخی مالم یجئ الغد اگر میں اس کو دیکھوں گا تو البتہ اس کو ماروں گا تو یہ مارنا دنگی پر معمول ہے نہ شتابی پر تا وقتیکہ فی الحال مارنے کی نیت نہ کرے گا اور اگر فی الحال کی نیت کرے گا تو اگر بھر دو دیکھنے کے نہ مارے گا تو حانث ہوگا ان راتیک فلم اضربک فرآہ الحالف وہو مریض لایقدر علی الضرب حنث اگر میں تجھ کو دیکھوں سو نہ ماروں تو ایسا ہو پھر حالف نے اس کو دیکھا اپنے مرض کے ایسے حال میں کہ اس کو قدرت نہیں ضرب پر تو حانث ہوگا ان لیفتکن فلم اضربک فرآہ من قدر میل لم یحنث بحر اگر میں تجھ سے ملاقات کروں سو نہ ماروں تو ایسا ہو پھر اس کو کوس بھر سے دیکھا تو حانث نہ ہوگا کذا فی البحر اس واسطے کہ اتنی دور دیکھنے کو ملاقات نہیں کہتے ہیں النشہر دما فوقہ دلو الی الموت بعید دما دونہ قریب فیعتبر ذلک فی الیقفین وینہ ادلا یکلمہ الی بعید ادالی قریب ولفظ العاجل والسریع کالقریب والآجل کالبعید وبدا بلا بینۃ مہینہ اور اس سے زیادہ اگرچہ زیادتی تا موت ہو بعید میں داخل ہے اور مہینے سے کم تر مدت قریب میں داخل ہے تو یہی تفسیر بند کو اس قسم میں معتبر ہوگی کہ اپنے دین کو البتہ ادا کرے گا یا مثلاً زید سے کلام نہ کرے گا بعید تک یا قریب تک اور لفظ عاجل اور سریع کا مانند قریب کے ہے اور لفظ آجل بعید کے مانند ہے اور یہ تقدیر قریب اور بعید کی درصورت عدم نیت ہے م اگر قسم کھائی کہ قریبًا یا عاجلًا یا سریعًا قرض ادا کرے گا پھر مہینے کے اندر ادا کیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ بعیدًا یا آجلًا ملاقات کرے گا تو مہینے کے اندر ملاقات کرنے سے حانث ہوگا نہ مہینے سے زیادہ مدت میں وان نوی بقریب او ببعید مدۃ معینۃ فیہما فعلی مانوی ویدین فیما فیہ تخفیف علیہ بحر اور اگر قریب اور بعید کے لفظ سے حالف نے مدت معین کی دونوں میں نیت کی تو اس کی نیت کے موافق اعتبار ہوگا اگرچہ قریب سے ایک سال یا مدت دنیا مراد کرے تو بھی صحیح ہے اس واسطے دنیا بہ نسبت آخرت کے قریب ہے کذا فی النہر اور جس مدت میں حالف پر تخفیف ہوگی اس میں دیانۃً تصدیق ہوگی نہ قضاءً کذا فی البحر م درصورت تخفیف دیانۃً تصدیق کرنا بحر الرائق میں بطور بحث کے مذکور ہے شارح نے اس کو بطور منصوص کے مذکور کیا کذا فی الطحطاوی حلف لایکلمہ ملیا او طویلا ان نوی شیئا فذلک والا فعلی شہر ویوم وکذا فی البحر عن الظہیریۃ وفی النہر عن السراج علی شہر قسم کھائی کہ ایک مدت یا زمانہ دراز اس سے کلام نہ کرے گا اگر حالف نے کچھ نیت کی تو اسی قدر معتبر ہے اور اگر

Marfat.com

کچھ نیت نہیں کی تو ایک مہینے اور ایک دن پر محمول ہوگا کذا فی البحر عن الظہیریۃ اور نہر الفائق میں سراج سے منقول ہے کہ مہینے پر محمول ہوگا بلا ذکر یوم م ملی بفتح اول وکسر ثانی عبارت ہے مدت زمانہ سے اور اسی جہت سے لیل اور نہار کو ملوان کہتے ہیں وکذا یوما احد عشر و بالواو احد وعشرون وبضعۃ عشر ثلثۃ عشر اور اگر حلف میں کذا کذا یوما کہا تو گیارہ دن مراد ہیں اور واو عاطفہ سے یعنی یوں کہا کذا وکذا یوما تو اکیس دن مراد ہوں گے اور بضعۃ عشر سے تیرہ دن مراد ہیں یبر فی حلفہ لیقضین دینہ الیوم لو قضاہ بنہرجۃ ما یردہ التجار او زیوفا ما یردہ بیت المال مستحقۃ للغیر ویعتق المکاتب بدفعہا باز ہوگا یعنی حانث نہ ہوگا اپنی اس قسم میں کہ البتہ آج کے دن اپنا دین ادا کرے گا اگر اس نے دراہم نبہرجہ یا زیوف یا سیر کے حق کے ادا کیے اور مکاتب ان کے پہنچانے سے آزاد ہو جاوے گا نبہرجہ وہ دراہم ہیں جن کو سوداگر نہ قبول کرتے ہوں اور زیوف وہ دراہم ہیں جن کو بیت المال سلطانی قبول نہ کرے م نبہرجہ اور زیوف دراہم مغشوشہ ہیں لیکن نبہرجہ میں چاندی کم ہوتی ہے اور غش یعنی تانبا وغیرہ زیادہ لہذا اہل تجارت میں اس کا دینا لینا رائج نہیں اور زیوف میں غش کم ہوتا ہے اور چاندی زیادہ لہذا اہل تجارت میں اس کا دینا لینا رائج ہوتا ہے لیکن خزانہ سلطانی میں نہیں لیتے اس واسطے کہ وہاں کھرا مال لینا معتاد ہے ہر چند نبہرجہ اور زیوف عیب سے خالی نہیں لیکن عیب ہونا جنس کو معدوم نہیں کر دیتا لہذا اگر طرف ثانی بیع صرف یا بیع سلم میں قبول کرے ان کو تو جائز ہے اور اسی طرح غیر کے دراہم مستحقہ کو قبضہ کرنا صحیح ہے لہذا اگر ان کا مالک اجازت دے تو جائز ہے لفظ نبہرجہ اور زیوف کا عربی لغت نہیں لیکن فقہا میں مستعمل ہے کذا فی النہر الفائق لا یبر لو قضاہ رصاصا او ستوقۃ وسطہا غش لانہما لیسا من جنس الدراہم ولذا لو تجوز بہما فی صرف وسلم لم یجز باز نہ ہوگا یعنی حانث ہوگا اگر اس نے دین کو رانگے کے دراہم سے یا ستوقہ سے جن کے بیچ میں غش ہوتا ہے ادا کیا اس واسطے کہ دونوں دراہم کی جنس سے نہیں لہذا اگر ان کو صرف اور سلم میں دیجیے تو جائز نہیں م ستوقہ بفتح سین مہملہ وتشدید تا معرب ہے سہ تہ کا یعنی تین پرت دونوں طرف چاندی اور بیچ میں تانبا یا پیتل یا سیسہ ہو کذا فی النہر والطحطاوی ونقل مسکین ان النبہرجۃ اذا غلب غشہا لم تؤخذ واما الستوقۃ فاخذہا حرام لانہا نحاس انتہی اور مسکین نے رسالہ یوسفیہ سے نقل کیا کہ دراہم نبہرجہ میں جب میل تانبے کا زیادہ ہو تو لینا نہ چاہیے اور ستوقہ کا لینا تو حرام ہے اس واسطے کہ وہ تانبا ہے انتہی نقلہ م اگر نبہرجہ مذکورہ یا ستوقہ کو لے تو غیر کو دینا بدون آگاہ کر دینے کے جائز نہیں کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وہذہ احدی المسائل الخمس التی جعلوا الزیوف فیہا کالجیاد اور یہ یعنی قضاء دین ان پانچ مسائل سے ایک مسئلہ ہے جن میں فقہا نے زیوف کو مانند دراہم جیدہ کے قرار دیا ہے م امام اسحق ولوالجی نے کتاب الشفعہ کے آخر میں ذکر کیا ہے کہ دراہم زیوف بجائے جید دراہم کے ہیں پانچ صورتوں میں پہلی یہ ہے کہ ایک مرد نے گھر مول لیا کھرے درم سے اور قیمت میں زیوف دیے تو شفیع کھرے درم کر اس کو لے گا دوسری یہ کہ ایک شخص ضامن ہوا کھرے درم کا اور اس نے کھوٹے درم دیے تو مکفول عنہ سے کھرے درم لے گا تیسری یہ کہ کھرے درم سے کوئی چیز مول لی اور قیمت کھوٹی دی پھر اس کو منفعت سے بیچا تو راس المال جید ہوگا چوتھی یہ کہ قسم کھائی کہ دین ادا کرے گا پھر زیوف ادا کیے تو حانث نہ ہوگا پانچویں یہ کہ ایک مرد کا قرض جید درم تھا سو اس نے زیوف کو لیا اور صرف کر ڈالا اور بعد صرف کرنے کے اس کو کھوٹے ہونے کا علم ہوا تو پھر اس سے کھرے درہم نہیں لے سکتا امام اعظم اور محمد کے نزدیک کذا فی المنح بیر المدیون فی حلفہ لرب الدین لاقضین مالک الیوم فجاء بہ فلم یجدہ ودفع القاضی ولو فی موضع لا قاضی لہ حنث بہ یفتی نیتہ المفتی حانث نہ ہوگا قرض دار خواہ قرض خواہ سے یوں قسم کھانے میں کہ البتہ ادا کرے گا تیرا مال آج کے دن پھر وہ مال کو لایا سو اس نے قرض خواہ کو نہ پایا اور قاضی کو دیا اور اگر اس مکان میں ہو جہاں قاضی نہیں تو حانث ہوگا اس پر فتوی ہے کذا فی نیتہ المفتی وکذا بیر لو جدہ فاعطاہ فلم یقبل فوضعہ یحنث تناولہ یدہ لو اراد قبضہ والا یکن کذلک لا بیر ظہیریۃ اور اسی طرح حانث نہ ہوگا اگر اس سے قرض خواہ کو پایا پھر اس کو مال دیا سو اس نے قبول نہ کیا اس مال کو پھر اس نے اتنا قریب

Marfat.com

رکھ دیا کہ اس کا ہاتھ پہنچ سکے اگر وہ قبض کا ارادہ کرے اور ایسا نہ ہو یعنی اتنی دور ہو کہ اس کا ہاتھ نہ پہنچ سکے تو بار نہ ہوگا یعنی حانث ہوگا کذا فی الظہیریۃ
وفیہا حلف لیجہدن فی قضاء ما علیہ لفلان بارئ ما للقاضی بیعہ الرفع الامر الیہ اور ظہیریہ میں ہے قسم کھائی کہ البتہ کوشش کرے گا اس دین کے ادا کرنے میں
جو اس پر فلانے شخص کا ہے تو وہ واسطے ادائے دین کے بیچ ڈالے اس مال کو جس کا بیچنا قاضی کو درست ہے اگر قاضی کے پاس نالش ہوئی ہو عدم ادا
کی وکذا بیر بالبیع ونحوہ مما یحصل المقاصۃ فیہ بہ ای بالدین لان الدیون تقضی بامثالہا اور اسی طرح باز ہوگا یمین مذکور میں بیع کرنے سے بعوض دین
کے اور بیع کے مانند وہ عقد ہے جس میں مقابلہ اور معاوضہ حاصل ہوتا ہو اس واسطے کہ ادائے دیون اپنے مانند سے ہوتا ہے م یعنی اگر قسم کھائی
کہ زید کا دین آج ادا کرے گا پھر اس نے کوئی چیز زید سے بعوض اس کے دین کے بیچی تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ اس نے دین ادا کر دیا نقد دینا
کچھ ضرور نہیں اور بیع کے مانند معاوضہ ہونے میں نکاح ہے مثلاً یعنی طالب دین نے اپنے دین والے کی لونڈی سے اور اپنا دین اس کا مہر ٹھہرایا
تو دین ادا ہو جاوے گا حانث نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وہبۃ الدائن الدین منہ ای من المدیون لیس بقضاء لان الہبۃ اسقاط لا مقاصۃ اور ہبہ
کرنا دائن کا دین کو مدیون سے ادائے دین نہیں اس واسطے کہ ہبہ عبارت ہے اسقاط سے یعنی صاحب دین نے اپنا حق ساقط کر دیا ہبہ معاوضہ
نہیں یعنی یہ فعل ہے قرض خواہ کا اور ادائے دین حالف کا فعل ہے سو پایا نہ گیا وحینئذ فلا یحنث لو کان الیمین موقتۃ لعدم امکان البر مع ہبۃ الدین
وامکان البر شرط البقاء کما ہو شرط الابتداء کما مر فی مسئلۃ الکوز اور اس وقت میں تو حانث ہوگا اگر یمین موقت ہوگی واسطے عدم امکان بر یمین کے ساتھ
ہبہ کر دینے دین کے یعنی بعد ہبہ کر دینے دین کے ادائے دین ممکن نہیں اور امکان بر یمین شرط ہے بقاء یمین کی چنانچہ وہی شرط ہے ابتداء یمین کی
چنانچہ مسئلہ کوزے میں مذکور ہو چکا م اگر یمین موقت ہے اس طرح کہ واللہ آج کے دن دین ادا کرے گا تو بعد ہبہ کر دینے دین کے حانث نہ ہوگا اور
اگر مطلق یمین ہے اس طرح کہ فلانے کا دین ادا کرے گا تو بعد ہبہ کے حانث ہوگا اس واسطے کہ مطلق میں امکان بر بقاء یمین میں شرط نہیں بلکہ ابتداء
یمین میں شرط ہے اور جب کہ حالف نے قسم کھائی تھی اس وقت امکان بر ثابت تھا تو یمین صحیح ہوگی پھر حانث ہوا بعد گذر اس قدرت کے جس میں
حالف ادائے دین پر قادر تھا بسبب مایوسی بر یمین کے ہبہ سے کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیۃ وعلیہ لو حلف لیقضین دینہ غدا فقضاہ الیوم
او حلف لیقتلن فلانا غدا فمات الیوم او حلف لیاکلن ہذا الرغیف غدا فاکلہ الیوم لم یحنث زیلعی اور بنا بر شرط مذکور کے اگر قسم کھائی
کہ البتہ اس کا دین ادا کرے گا کل پھر آج اسکو کر دیا یا قسم کھائی کہ مقرر فلانے شخص کو کل قتل کرے گا پھر وہ آج مر گیا یا قسم کھائی کہ البتہ اس روٹی
کو کھاؤں گا کل پھر اس کو آج کھا گیا تو حانث نہ ہوگا کذا فی شرح الزیلعی اس واسطے کہ تینوں صورتوں میں امکان بر یمین کا کل کے دن فوت ہو گیا
حلف لیقضین دین فلان فامر غیرہ بالاداء او احالہ فقبض برأ وان قضی عنہ متبرع لا بر ظہیریۃ قسم کھائی کہ البتہ فلانے کا دین ادا کرے گا پھر اس
نے غیر شخص کو ادا کرنے کا امر کیا یا غیر شخص پر ادائے دین کا حوالہ کیا پھر قرض خواہ نے اس پر قبضہ کر لیا تو حانث نہ ہوگا اور اگر اس کی طرف سے کسی
شخص نے بلا علم حالف بطور احسان کے ادا کیا تو حانث ہوگا کذا فی الظہیریۃ اس واسطے کہ ادا کرنا حالف کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا وفیہا حلف لا یفارق
غریمہ حتی یستوفی فقعد یحنث یراہ او یحفظہ فلیس بمفارق ولو نام او غفل او شغلہ انسان بالکلام او منعہ عن الملازمۃ حتی ہرب غریمہ لم یحنث اور ظہیریہ میں
ہے قسم کھائی کہ اپنے قرض دار کو نہ چھوڑے گا یہاں تک کہ اپنا قرض پاوے پھر حالف بیٹھا ایسے مکان میں کہ قرض دار کو دیکھتا ہو اور اس کی حفاظت
کرتا ہو تو وہ اس کا چھوڑنے والا نہیں یعنی حانث نہیں اور اگر قرض خواہ سو گیا یا غافل ہو گیا یا کسی آدمی نے اس کو باتوں میں لگایا یا اس کو کسی نے اس
کے ساتھ رہنے سے روکا یہاں تک کہ قرض دار بھاگ گیا تو حالف حانث نہ ہوگا م منح الغفار اور بحر الرائق میں یراہ ویحفظ ہے لہذا واو عاطفہ کا ترجمہ
کیا ولو حلف بطلاقہا ان یعطیہا کل یوم درہما فربما یدفع الیہا عند الغروب او عند العشاء قال فاذا لم یخل یوما ولیلۃ عن درہم لم یحنث اور اگر عورت

Marfat.com

کی طلاق کی قسم کھائی کہ اس کو ہر روز ایک درم دیا کرے گا پھر گاہے اس کو غروب کے وقت درم دے یا عشاء کے وقت صاحب مجموع النوازل نے کہا کہ جب رات اور دن درم دینے سے خالی نہ ہو تو حانث نہ ہوگا کذا فی المنح عن البحر اکثر نسخوں میں یدفع الیہ ہے اور ایک نسخہ مکتوبہ عرب میں یدفع الیہا تھا اور چونکہ یہی نسخہ صحیح تھا اور موافق منح الغفار کے لہذا اسی کو اختیار کیا حلف لا یقبض دینہ من غریمہ درہما درہما فقبض بعضہ لا یحنث حتی یقبض کلہ قبضا متفرقا لوجود شرط الحنث وہو قبض الکل بصفۃ التفریق قسم کھائی کہ اپنا قرض اپنے قرض دار سے ایک ایک درم قبضہ کرے گا پھر تھوڑا قرض قبضہ میں کیا مثلاً پانچ درم یا دس درم تو حانث نہ ہوگا یہاں تک کہ سب قرض کو بطور متفرق لے اور اگر سب قرض کو متفرق ایک ایک درم لے گا تو البتہ حانث ہوگا بسبب پائے جانے حنث کی شرط کے یعنی قبض کرنا کل قرض کا بطور تفریق کے لا یحنث اذا قبضہ بتفریق ضروری کان بقبضہ کلہ لو بزمن لانہ لا یعد تفریقا عرفا مادام فی عمل الوزن قسم مذکورہ میں حانث نہ ہوگا جب کہ قرض کو بتفریق ضروری قبضہ کرے چنانچہ سب قرض کو دو بار یا زیادہ کے تولنے سے قبضہ کرے اس واسطے کہ عرف میں اس کو تفریق نہیں کہتے جب تک کہ وہ تولنے میں مشغول ہے اس واسطے کہ گاہے تولنا سب دین کا متعذر ہوتا ہے تو اس قدر تفریق ضروری مستثنیٰ ہوتی ہے عرف میں کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی لا یاخذ مالہ علی فلان الا جملۃ والا جمعا ترک منہ درہما ثم اخذ الباقی کیف شاء لا یحنث ظہیریۃ وہو الحیلۃ فی عدم حنثہ فی المسئلۃ الاولی قسم کھائی کہ نہ لے گا اپنا سب مال جو فلانے پر دین ہے مگر یک بارگی پھر حالف نے اس میں سے ایک درم چھوڑا پھر باقی کو لیا جس طرح چاہا خواہ جدا جدا خواہ یک بارگی تو حانث نہ ہوگا کذا فی الظہیریۃ اس واسطے کہ اس نے سب مال کو متفرق نہیں لیا اور سارے مال کا متفرق لینا بھی شرط نفی حنث کی اور یہی حیلہ ہے پہلے مسئلہ عدم حنث میں یعنی اگر قسم کھائی کہ اپنا دین ایک ایک درم نہ لے گا تو متفرق لینے کا یہ حیلہ ہے کہ ایک درم چھوڑ کر جس طرح چاہے لے کما لا یحنث من قال ان کان لہ الا مائۃ او غیر او سوی مائۃ فکذا ایملکہا ای المائۃ او لبعضہا لان غرضہ نفی الزیادۃ علی المائۃ وحنث بالزیادۃ لو مما فیہ الزکوۃ والا لا چنانچہ حانث نہیں ہوتا وہ شخص جس نے کہا کہ اگر میرے ملک میں درم ہوں مگر سو یا میرے پاس غیر سو یا سوائے سو درم کے ہوا، تو ایسا ہو حانث نہ ہوگا سو یا کم سو درم کے مالک ہونے سے اس واسطے کہ غرض اس کلام سے سو درم کی زیادتی کی نفی ہے اور حانث ہوگا سو درم پر زیادہ ہونے سے اگر زیادتی اس جنس سے ہو جس میں زکوۃ واجب ہوتی ہے اور نہیں تو حانث نہیں م یعنی اگر سو درم سے زیادہ زکوۃ والا مال ہو اگرچہ درم نہ ہوں بلکہ دینار یا مال تجارت یا سوائم ہوں تو حانث ہوگا اگرچہ زیادتی نصاب کو نہ پہنچے اور اگر زیادتی زکوۃ والے مال کی نہ ہو مثلاً خدمت کا غلام ہو یا گھر یا اسباب غیر تجارت کا ہو تو حانث نہ ہوگا کذا فی المنح حتی لو قال، امرأتہ کذا ان کان لہ مال ولہ عروض وضیاع ودور لغیر التجارۃ لم یحنث خزانۃ الاکمل یہاں تک کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ اس کی زوجہ مطلقہ ہے اگر اس کے پاس مال ہو اور حالانکہ اس کے پاس اسباب اور زمین اور گھر ہیں لغیر تجارت کے تو حانث نہ ہوگا کذا فی خزانۃ الاکمل م تو اس سے معلوم ہوا مال اسی کو کہتے ہیں جس میں زکوۃ واجب ہے حلف لا یفعل کذا ترک علی الابد لان الفعل یقتضی مصدرا منکرا والنکرۃ فی النفی تعم قسم کھائی کہ ایسا نہ کرے گا یعنی مثلاً نہ مارے گا یا کلام نہ کرے گا تو اس فعل کو ترک کرے ہمیشہ اس واسطے کہ فعل مقتضی ہے مصدر منکر کا مثلاً مثال مذکور میں ضرب اور کلام مصدر منکر ہے اور نکرہ نفی میں عام ہوتا ہے جمیع ادقات استقبال کو تو گویا اس نے یوں کہا کہ جمیع ادقات مستقبلہ میں نہ مارے گا یا کلام نہ کرے گا حلبی نے کہا کہ عموم نہیں ہوتا مگر نکرہ صریحہ میں اور ثبوت مصدر کا فعل میں ضمنی اور ضروری ہے نہ صریح علاوہ اس کے محیط میں سیلبوریہ سے منقول ہے کہ فعل میں عموم نہیں کذا فی الطحطاوی فلو فعل المحلوف علیہ مرۃ حنث وانحلت یمینہ ومافی شرح الجمع من عدمہ سو پھر اگر قسم مذکورہ کھا کر محلوف علیہ کو ایک بار کیا مثلاً ضرب یا کلام ایک بار واقع ہوا تو حالف حانث ہوگیا اور یمین کھل گئی منعقد نہ رہے اور جو کہ ابن مالک شرح مجمع میں ہے عدم انحلال یمین کا سو سہو ہے نصوص فقہا سے بلکہ خود اپنی تصریح سے جس کی تو ضیح کر چکا ہے کتاب الطلاق وغیرہ میں کذا فی المنح فلو فعلہ

Marfat.com

اخری لا یحنث الانی کلا اپھر بعد کھل جانے یمین کے اگر دوسری بار فعل کرے گا تو حانث نہ ہوگا مگر کلما کے لفظ میں البتہ حانث ہوگا اس واسطے کہ تکرار کا مقتضی ہے لیکن طلاق میں طلقات ثلثہ سے تکرار منتہی ہو جاتی ہے کذا فی الفتح ولو قید بالوقت کوالله لا افعل الیوم فمضی الیوم قبل الفعل برلو جود ترک الفعل فی الیوم کلہ اور اگر یمین مذکور کو مقید کیا ایک وقت سے چنانچہ یوں کہا کہ (اب) نہ کروں گا آج کے دن پھر دن گزر گیا قبل فعل کے تو حانث نہ ہوگا بسبب پائے جانے ترک فعل کے سارے دن وکذا ان ہلک الحالف والمحلوف علیہ بر لتحقق العدم ولو جن الحالف فی یومہ حنث عندنا خلافا لاحمد فتح اور اسی طرح اگر ہلاک ہو گیا حالف یا محلوف علیہ تو حانث نہ ہوگا بسبب متحقق ہونے عدم فعل کے موت سے اور اگر مجنون ہو گیا حالف اس دن تو حانث نہ ہوگا ہمارے نزدیک بخلاف امام احمد بن حنبل کے مذہب کے کذا فی الفتح موضوع مسئلہ فتح القدیر میں کلام ثبت ہے نہ منفی صورت اس کی یہ ہے قسم کھائی کہ اس روٹی کو آج کے دن کھاؤں گا پھر اسی دن حالف مجنون ہو گیا اور اس نے نہ کھایا تو حانث ہوگا اگر نفی کی صورت میں جب کہ مجنون ہوگا اور نہ کھا دے گا تو بلاشک حانث نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو حلف لیشفعن بریرۃ لان النکرۃ فی اثبات تخص والواحد ہو المتیقن ولو قید بالوقت فمضی قبل الفعل حنث ان بقی الامکان والا بان بفوت المحل بطلت یمینہ کما مر فی مسئلۃ الکون زیلعی اور اگر قسم کھائی کہ البتہ ایسا کرے گا تو باز ہوگا اپنے یمین میں ایک بار کے کرنے سے اس واسطے کہ نکرہ یعنی مصدر منکر اثبات میں خاص ہو جاتا ہے اور واحد تو وہی متیقن ہے اور اگر یمین مذکور کو کسی وقت سے مقید کیا پھر وقت گزر گیا قبل فعل کے تو حانث ہوگا اگر امکان باقی رہا ہوگا اور اگر امکان باقی نہ رہا ہو اس طرح پر کہ حالف کے مرنے سے یا فوت ہونے محل بر سے مایوسی واقع ہو گئی ہو تو یمین اس کی باطل ہو جاوے گی چنانچہ مسئلہ الکون میں مذکور ہوا کذا فی شرح الزیلعی حلف دال لیحلنہ بکل دانق بمعلمین ای مفسد دخل البلدۃ لتقید حلفہ بقیام دلالۃ بیان لکون الیمین المطلقۃ لتصیر مقیدۃ بدلالۃ الحال قسم کھلائی حاکم نے ایک مرد سے کہ اس کو اطلاع کر دیا کرے ہر مفسد کی جو شہر میں آوے تو یہ حلف اس کی حکومت کے قائم رہنے کے ساتھ مقید ہے شارح کہتا ہے یہ بیان ہے یمین مطلق کے ہو جانے کا مقید دلالت حال سے یعنی مقصود اس قسم لینے سے دفع فساد مفسدین ہے اور دفع فساد بعد زوال حکومت کے متصور نہیں لہذا یہ یمین بزبان مقصود مقید ہوئی دلہر بدال مہملہ وعین مہملہ بمعنی مفسد ہے وبمعنی تقیید یمینہ بقید علم واذا سقطت لا تعود اور لائق ہے مقید کرنا اس یمین کا بمجرد علم حالف کے اور جب کہ یمین ساقط ہوگی بسبب زوال حکومت کے تو اعادہ یمین کا نہ ہوگا حکومت کے اعادہ سے کذا فی الفتح طحطاوی نے کہا یہ بحث ہے صاحب فتح القدیر کی اور ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ اطلاع کرنا بمجرد دخول مفسد کے لازم نہیں البتہ تا موت یا معزولی حاکم تاخیر اعلام جائز ہیں کذا فی العنایہ والزیلعی تو تعجب ہے شارح سے کہ بحث کو ذکر کرتا ہے اور ظاہر الروایۃ کو ترک کرتا ہے ولو ترقی بلا عزل الی منصب اعلی فالیمین باقیۃ لزیادۃ تمکنہ فتح اور اگر قسم لینے والے حاکم نے بلا معزولی ترقی کی اعلیٰ منصب کی طرف تو یمین مذکور باقی ہے بسبب اس کی زیادتی قدرت کے کذا فی الفتح طحطاوی نے کہا مسئلہ ترقی حکومت یہ بحث ہے صاحب بحر کی نہ صاحب فتح القدیر کی تو لفظ فتح کا بعد لا تعود کے مذکور کرنا بہتر تھا ومن ہذا الجنس مسائل منہا ما ذکرہ بقولہ کما لو حلف رب الدین غریمہ او الکفیل بامر المکفول عنہ ان لا یخرج من البلد الا باذنہ تقید بالخروج حال قیام الدین والکفالۃ لان الاذن انما یسقط ممن لہ ولایۃ المنع حال قیامہ اور اسی قبیل سے چند مسائل ہیں جن میں یمین مطلق بدلالت حال مفید ہے زمان مخصوص سے ان میں سے بعضے مسائل کو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا چنانچہ قسم دلائی صاحب دین نے مدیون کو یا اوس مال ضامن کو جو بامر مکفول عنہ ضامن ہوا ہے اس بات کی قسم دلائی کہ شہر سے باہر نہ جاوے بدون اس کے اذن کے تو مقید ہوگا تکلنا قیام دین اور ضمانت کے وقت کے ساتھ نہ مطلقاً اس واسطے کہ اذن لینا صحیح نہیں مگر اس شخص سے جس کو قدرت ہے رد کرنے کی تا وقت قیام قدرت ومنہا لو حلف لا تخرج امراتہ الا باذنہ تقید بحال قیام الزوجیۃ

Marfat.com

بخلاف لا تخرج امرأته من الدار لعدم دلالة التقييد زیلعی اور مسائل مذکورہیں سے یہ مسئلہ ہے اگر قسم کھائی کہ نہ نکلے گی عورت اس کی مگر اس کے اذن سے تو یمین مقید ہوگی ساتھ حالت قیام زوجیت کے بخلاف اس قول کے کہ نہ نکلے گی عورت اس کے گھر سے کہ یہ یمین مقید بحال زوجیت نہیں بسبب عدم دلالت تقیید کے کذا فی الزیلعی م یعنی مثال اول میں اذن قرینہ ہے قیام زوجیت کا اور مثال ثانی میں کوئی قرینہ زوجیت کا نہیں طحطاوی نے کہا کہ مثال ثانی میں دلالت زوجیت کی موجود ہے یعنی اضافت اس واسطے کہ بعد انقضائے عدت کے اس کی عورت نہ باقی رہے گی حلف ليهبن فلانا فوهبه له فلم يقبل بر وكذا لو عقد تبرع كعارية ووصية واقرار قسم کھائی کہ ہبہ کرے گا فلانے کو پھر اس کے واسطے ہبہ کیا سو اس نے قبول نہ کیا تو حانث نہ ہوگا اور اسی طرح حکم ہے ہر عقد تبرع پر جس میں احسان ہے معاوضہ نہیں جیسے عاریت دینا یا کسی کے مال کی وصیت کرنا یا مال کا اقرار غیر کے واسطے کرنا بخلاف البیع ونحوہ حیث لا یبر بلا قبول وكذا في طرف النفي بخلاف بیع اور مانند بیع کے یمین میں کیوں کر حانث ہوگا بدون قبول کے اور یہی حکم ہے طرف نفی میں م مانند بیع کے اجارہ اور صرف اور سلم اور نکاح اور رہن اور خلع ہے کذا فی النہر اور طرف نفی کے یہ مثال ہے قسم کھائی کہ ہبہ نہ کرے گا تو فقط ایجاب سے حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی والاصل ان عقود التبرعات بازاء الایجاب فقط والمعاوضات بازاء الایجاب والقبول معا اور قاعدہ مسائل مذکور میں یہ ہے کہ تبرعات کے عقود فقط بمقابلہ ایجاب ہوتے ہیں اور معاوضات کے عقود بمقابلہ ایجاب اور قبول کے ساتھ ہی ہوتے ہیں دفعۃ الموہوب له شرط في الحنث فلو وهب الحالف لغائب لم يحنث اتفاقا ابن مالک فليحفظ اور ہبہ کی یمین میں حاضر ہونا موہوب لہ کا شرط ہے حنث میں تو اگر حالف ہبہ کرے گا غائب موہوب لہ کو تو حانث نہ ہوگا باتفاق مشائخ اور زفر کے کذا فی شرح ابن مالک تو اس کو یاد رکھنا چاہیے لا يحنث في حلفه لا يشتم ريحانا فشم ورد ياسمين والمعول عليه العرف فتح اور اس قسم میں کہ ریحان کو نہ سونگھے گا حانث نہ ہوگا گلاب اور چنبیلی کے سونگھنے سے اور اس میں معتمد علیہ عرف ہے کذا فی فتح القدیر م مغرب میں مذکور ہے کہ ریحان لغت عرب میں ہر خوش بودار گھاس کو کہتے ہیں اور فقہا کے نزدیک ریحان وہ ہے جس کی شاخ اور پتی خوش بو دار ہوں وغیرہ ذلک من الانوال اور ہمارے دیار میں یعنی مصر اور اسکندریہ میں واجب ہے کہ ریحان سے ریحان حماتم مراد ہو بسبب عرف کے کذا فی فتح القدیر ملخصاً خلاصہ یہ ہے کہ ہر ملک کے عرف کا اعتبار ہے قسم میں اہل ہند نے ریحان کو تلسی اور مرو البوتے ہیں ويمين الشم تقع على الشم المقصود فلا يحنث لو حلف لا يشتم طيبا فوجد ريحه وان دخلت الرائحة الى دماغه فتح اور قسم سونگھنے کی واقع ہوتی ہے بالقصد سونگھنے پر تو حانث نہ ہوگا اگر قسم کھائی کہ خوش بو نہ سونگھے گا پھر اس کو بو معلوم ہوئی اگرچہ داخل ہوگئی بو اس کے دماغ میں کذا فی الفتح ويحنث في حلفه لا يشتري بنفسجا او ورد البتراء ورقهما لادهنها للعرف اور اس قسم میں کہ خرید کریگا بنفشہ اور گلاب کا حانث ہوگا بنفشہ اور گلاب کی بتیوں کے خرید کرنے سے نہ بنفشہ اور گلاب کے تیل خرید کرنے سے بسبب عرف کے م بنات پر بنفشہ اور ورد کا اطلاق ہے نہ تیل پر یہ عرف ہے صاحب کافی اور صاحب فتح القدیر کا اور اگر کہیں عرف بدل جاوے تو عرف حالف ہی معتبر ہوگا اس واسطے کہ مدار قسم کا حالف کی عرف پر ہے نہ فقہا مصنفین کے عرف پر حلف لا يتزوج فزوجه فضولي فاجاز بالقول حنث وبالفعل ومنه الكتابة خلافا لابن سماعة لا يحنث بالفتح خانیہ قسم کھائی کہ نکاح اپنا نہ کرے گا پھر اس کا نکاح فضولی نے کر دیا سو حالف کے نکاح کو اپنے قول سے جائز رکھا تو حانث ہوگا اور اجازت فعل سے حانث نہ ہوگا اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیہ اور اجازت فعل میں اجازت بالکتابت بھی داخل ہے یعنی اگر لکھ دیا کہ میں نے نکاح قبول کیا تو بھی حانث نہ ہوگا خلافا لابن سماعۃ کہ اس کے نزدیک کتابت مانند قول کے ہے م طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ یفتی کو اجازت قولی کے پاس ذکر کرتا اس واسطے کہ خانیہ میں فتوی کا لفظ اجازت قولی میں مذکور ہے نہ اجازت فعلی میں ولو زوجه فضولي ثم حلف

لہ بفتح حاء مہملہ اول وسکر حاء دوم بمعنی لبنانی اور بابونج جس کے پتے چوڑے ہوتے ہیں ۱۲

Marfat.com

لاتتزوج لایحنث بالقول ایضاً اتفاقاً لاستنادہا لوقت العقد اور اگر نکاح کر دیا ایک مرد کا فضولی نے پھر اس نے قسم کھائی کہ نکاح نہ کرے گا تو حانث نہ ہوگا اجازت قولی سے بھی بالاتفاق بسبب مستند ہونے اجازت کے عقد کے وقت کی طرف اور عقد کا وقت قبل حلف کے تھا کل امرأۃ تدخل فی نکاحی اولیصیر حلالا لی فکذا فاجاز نکاح فضولی بالفعل لایحنث بخلاف کل عبد یدخل فی ملکی فہو حر فاجازہ بالفعل حنث اتفاقا لکثرۃ اسباب الملک عمادیہ کہا ایک مرد نے جو عورت کہ میرے نکاح میں داخل ہو یا یوں کہا کہ جو عورت مجھ پر حلال ہو جاوے وہ مطلقہ ہے پھر اس نے نکاح فضولی کو باجازت فعلی جائز رکھا تو حانث نہ ہوگا اور اجازت قولی سے حانث ہوگا کذا فی البحر بخلاف اس قول کے کہ جو غلام کہ میری ملک میں داخل ہوگا وہ آزاد ہے پھر غلام کی بیع فضولی باجازت فعلی جائز رکھی تو حانث ہوگا بسبب کثرت اسباب ملک کے کذا فی العمادیہ ھم یعنی مالک ہونے کے اسباب بہت ہیں چنانچہ خرید کرنا یا وراثت پانا ہبہ یا وصیت اور دخول فی النکاح کا ایک ہی سبب ہے یعنی نکاح کرنا اور وہ مخصوص بقول ہے تو نکاح میں کچھ فرق نہیں ہو سکتا صریح اور غیر صریح میں کذا فی الطحطاوی وفیہا حلف لایطلق فاجاز طلاق فضولی قولا او فعلا فہو کالنکاح بخلاف سوق المہر لیس باجازۃ لوجوبہ قبل الطلاق اور عمادیہ میں ہے قسم کھائی کہ طلاق نہ دے گا پھر اس نے فضولی کی طلاق کو جائز رکھا خواہ باجازت قولی یا فعلی تو وہ یعنی طلاق مانند نکاح کے ہے سوا اتنی بات کے کہ مہر دینا اجازت فعلی نہیں طلاق میں بسبب واجب ہونے مہر کے قبل طلاق کے یعنی بخلاف نکاح کے اس واسطے کہ مہر خصائص نکاح سے ہے ھم جب طلاق مانند نکاح کے ہوئی تو اجازت فعلی سے طلاق میں حانث نہ ہوگا بلکہ اجازت قولی سے حانث ہوگا اجازت فعلی طلاق کی اس طرح کہ عورت کا اسباب اپنے گھر سے نکال دے لیکن طلاق بہر صورت واقع ہوگی یہاں کلام ہے حانث ہونے یا نہ ہونے میں کذا فی الطحطاوی قال لامرأۃ الغیران دخلت دار فلان فانت طالق فاجاز الزوج فدخلت طلقت کہا فضولی نے غیر کی عورت کو اگر تو فلانے کے گھر میں داخل ہوگی تو تو مطلقہ ہے پھر زوج نے یہ تعلیق فضولی کی جائز رکھی پھر وہ داخل ہوئی تو عورت مطلقہ ہوگی ومثلہ فی عدم حنثہ باجازتہ فعلا مایکتبہ الموثقون فی التعالیق من نحو قولہ ان تزوجت بامرأۃ بنفسی او بوکیلی او بفضولی او دخلت فی نکاحی بوجہ ما تکن زوجتہ طالقا لان قولہ او بفضولی الخ عطف علی قولہ بنفسی وعاملہ تزوجت وہو خاص بالقول اور مسئلہ سابقہ کے مانند ہے نہ حانث ہونے میں اجازت فعلی سے وہ اقرار نامہ جس کو دار القضاء کے وثائق نویس تعالیق میں زوج کی طرف سے اس طرح لکھتے ہیں کہ اگر میں نکاح کروں کسی عورت سے خود آپ یا میرا وکیل یا بواسطے فضولی کے نکاح کروں یا عورت داخل ہو میرے نکاح میں کسی طرح تو ہو گی زوجہ اس کی مطلقہ اجازت فعلی سے حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ اس کا قول او بفضولی عطف ہے بنفسی کے قول پر اور عامل اس کا تزوجت ہے اور تزوج مخصوص ہے ساتھ قول کے ھم زوجہ اس واسطے اقرار نامہ لکھواتی ہے دار القضا میں تا زوج دوسرا نکاح نہ کر سکے سو اس اقرار نامہ سے زوج اصالۃً یا وکالۃً یا نکاح فضولی باجازت قول نہیں کر سکتا لیکن نکاح فضولی کو باجازت فعلی کر سکتا ہے شارح نے اس کے سد باب کا بھی طریقہ آئندہ قول میں بتا دیا وانما یتسد باب الفضولی لو زادا واجزت نکاح فضولی ولو بالفعل فلا مخلص لہ الا اذا کان المعلق طلاق المتزوجۃ فیرفع الامر الی شافعی لیفسخ الیمین المضافۃ وقد منا فی التعلیق ان الافتاء کاف فی ذلک بحر اور فضولی کے نکاح کا سد باب تو اس طرح ہوگا اگر زوج اقرار نامہ مذکورہ میں اتنا مضمون زیادہ لکھ دے یا میں نکاح فضولی کو جائز رکھوں اگرچہ باجازت فعلی جائز رکھوں تو کوئی احتمال خلاصی دینے والی نہیں واسطے جواز نکاح کے مگر جب کہ منکوحہ کی طلاق معلق ہو تو قاضی شافعی کی طرف زوج مقدمہ رجوع کرے تاکہ وہ یمین مضاف باضافت الی الملک کو فسخ کر دے اور کتاب الطلاق کے باب تعلیق الطلاق میں ہم مقدم مذکور کر چکے ہیں کہ اس میں فتوی دینا بھی کافی ہے کذا فی البحر ھم یعنی اس روایت پر فتوی دینا جو امام محمد سے مروی ہے جس پر علمائے خوارزم کا فتوی ہے کہ یمین مضاف باضافت الی الملک واقع نہیں ہوتی بلکہ نہر الفائق میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ محمد کا یہی قول ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی حلف لایدخل دار فلان اعظم المملوکۃ والمستاجرۃ والمستعارۃ لان المراد بہ المسکن عرفا ولابد ان یکون سکناہ لابطریق التبعیۃ فلو حلف لایدخل دار فلانۃ فدخل دارا وزوجہا ساکن بہا لم یحنث لان الدار انما تنسب الی الساکن وہو الزوج نہر عن الواقعات قسم کھائی کہ داخل نہ ہوگا فلانے کے گھر میں تو یہ

Marfat.com

قول مملوک اور کرایہ اور عاریت کے گھر کو شامل ہے بطریق عموم مجاز کے اس واسطے کہ مراد گھر سے مکان سکونت ہے عرف میں اور ضرور ہے کہ سکونت محلوف علیہ کی بالاصالت ہو نہ بطریق تبعیت کے تو اگر قسم کھائی کہ فلانی عورت کے گھر میں نہ داخل ہوگا پھر داخل ہوا اس عورت کے اس مملوک گھر میں جس میں اُس کا زوج رہتا ہے تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ گھر منسوب ہوتا ہے رہنے والے کی طرف اور وہ زوج ہے کذا فی النہر عن الواقعات اور گھر اگرچہ زوجہ کا مملوک ہے لیکن اُس کی سکونت باتباع زوج ہے نہ بالاصالت لایحنث فی حلفہ انہ لامال لہ ولہ دین علی مفلس بتشدید اللام اے محکوم بافلاسہ او علی ملی غنی لان الدین لیس بمال بل وصف فی ذمۃ لا یتصور قبضہ حقیقۃ اور حانث نہ ہوگا اس قسم میں کہ البتہ اس کا کچھ مال نہیں حالانکہ اس کا دین ہے اس شخص پر جس کے مفلس ہونے پر حکم کر دیا یا اُس کا دین ہے مالدار نادہندہ پر تو بھی حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ دین مال نہیں یعنی بالفعل بلکہ دین وصف ہے ذمہ میں یعنی دین عبارت ہے شغل ذمہ سے اور متصور نہیں قبضہ کرنا دین کا فی الحقیقت لہذا فقہا نے کہا ہے کہ قضاءً دین بالمثل ہوتی ہے م مفلس بتشدید لام اس محتاج کو کہتے ہیں جس کے افلاس پر قاضی نے حکم کر دیا ہوتا کوئی اس سے خرید و فروخت نہ کرے اور لفظ غنی کا تفسیر ہے لفظ ملی کی بحذف حرف تفسیر فروع مسائل ملحقہ شارح کے قال لغیرہ واللہ لتفعلن کذا فہو حالف فان لم یفعل المخاطب حنث مالم ینو الاستحلاف مثلاً زید نے کہا اپنے غیر سے واللہ البتہ تو ایسا کرے گا تو زید ہی حالف ہے تو اگر مخاطب نے وہ فعل نہ کیا تو زید حانث ہوگا تاوقتیکہ زید اس کلام سے مخاطب کو قسم دلانے کی نیت نہ کرے م اور اگر مخاطب کے استحلاف کی نیت کرے گا تو زید حانث نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی عن البحر قال لغیرہ اقسمت علیک باللہ او لم یقل علیک لتفعلن کذا فالحالف ہو المبتدی مالم ینو الاستفہام مثلاً زید نے غیر سے کہا کہ میں قسم دیتا ہوں تجھ کو اللہ کی یا فقط اقسمت باللہ کہا بدوں علیک کے یعنی قسم دیتا ہوں میں اللہ کی البتہ تو ایسا کرے گا تو قسم کھانے والا وہی زید ہے جس نے اول یہ کلام کیا تاوقتیکہ اس کلام سے استفہام کی نیت نہ کرے م اور اگر استفہام کی نیت بحذف ہمزہ استفہام کرے گا تو کوئی حالف نہ ہوگا لیکن خود اپنے حلف سے استفہام کرنا بے معنی امر ہے کذا فی الطحطاوی لو قال علیک عہد اللہ ان فعلت کذا فقال نعم فالحالف المجیب اگر غیر سے یوں کہا کہ تجھ پر عہد ہے خدا کا اگر تو ایسا کرے سو اس نے کہا کہ ہاں تو قسم کھانے والا مجیب ہے نہ مبتدی اس واسطے کہ جواب متضمن سوال کا ہوتا ہے لایدخل فلان دارہ فیمینہ علی النہی ان لم یملک منعہ والا فعلی النفی والمنع جمیعا قسم کھائی کہ فلانا شخص اس کے گھر میں داخل نہ ہوگا تو یمین اسکی زبانی منع کرنے پر ہے اگر اس کو روک نہ سکتا ہو اور اگر حالف کے روکنے کی قدرت ہو تو یمین اس کی زبانی منع کرنے اور ہاتھ سے روک دینے دونوں پر ہوگی م اگر ہاتھ سے روکا زبان سے نہ روکا تو ظاہر احانث ہوگا اجر دارہ ثم حلف انہ لا یخرجہا تبر لقولہ اخرج اپنا گھر کرایہ کو دیا پھر قسم کھائی کہ کرایہ دار کو اس میں نہ چھوڑے گا تو حانث نہ ہوگا یوں کہنے سے کہ نکل م اس واسطے کہ اس نے اس چیز کی قسم کھائی جس کا مالک نہیں کیونکہ مالک رہنے کا کرایہ دار ہے بسبب اجارہ دینے کے لہذا اخراج زبانی عدم حنث میں کافی ہے لایدع مالہ الیوم علی غریمہ فقدمہ للقاضی وحلفہ برقسم کھائی کہ اپنا مال آج کے دن اپنے قرض دار پر نہ چھوڑے گا پھر اس کو قاضی کے پاس پکڑ لے گیا قاضی نے مدیون کو قسم دلائی تو قرض خواہ حانث نہ ہوگا م یعنی قرض خواہ کے پاس گواہ نہ تھے اثبات قرض کے اور مدعا علیہ منکر ہوا قرض سے تب قسم لی قاضی نے اس نے قسم کھائی کہ میں اس کا قرض دار نہیں تو اب حالف حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ اس کا مال ہی نہ ثابت ہوا کہ مال کا چھوڑنا اُس پر صادق آوے تو یمین غیر متصور ہے یا یہ وجہ ہے عدم حنث کی کہ حالف نے اپنا مال نہیں چھوڑا بلکہ قاضی نے اس کو مطالبہ سے روکا کذا فی الطحطاوی قیل لہ ان کنت فعلت کذا فامرتک طالق فقال نعم وقد کان فعل طلقت کسی نے کہا مثلاً زید سے کہ اگر تو نے ایسا کیا ہو تو تیری عورت

لہ یہ سہو ہے مترجم اول کا کہ ملی کو شاید مشتق مال سے سمجھ کر ایسا لکھا حالانکہ ملی بضم میم نادہندہ کو کہتے ہیں اور جو قرض ادا نہ کرے اس صورت میں لفظ غنی صفت ہے ملی کی یعنی قرض زر نادہندہ مالدار کے کالعدم ہے ۱۲

Marfat.com

مطلقہ ہے تو زید نے کہا ہاں اور حالانکہ زید وہ فعل کر چکا تھا تو اس کی زوجہ مطلقہ ہوگی اس واسطے کہ مضمون سوال عود کرتا ہے جواب میں تو گویا اس نے یوں کہا کہ اگر میں نے ایسا کیا ہو تو زوجہ مطلقہ ہے وفی الاشباہ القاعدۃ الحادیۃ عشر السوال تعاد فی الجواب قال امرأۃ زید طالق او عبدہ حر وعلیہ المشی الی بیت اللہ ان فعل کذا وقال زید نعم کان حالفا الخ اور اشباہ میں گیارہواں قاعدہ یہ ہے کہ مضمون سوال کا عود کرتا ہے جواب میں کہا فضولی نے کہ زوجہ زید مطلقہ ہے اور غلام اس کا آزاد ہے اور اس پر بیت اللہ تک پیدل چلنا واجب ہے اگر اس نے ایسا کیا ہو اور زید نے کہا ہاں تو زید حالف ہوگا الی آخرہ یعنی اگر فعل مذکور کرے گا تو زوجہ اس کی مطلقہ ہوگی اور غلام اس کا آزاد ہو جائے گا اور اس پر بیت اللہ تک پیدل جانا لازم ہو جاوے گا ادعی علیہ فحلف بالطلاق مالہ علیہ شئی فبرہن بالمال حنث بہ لفیق دعوی کیا گیا مثلاً زید پر مال کا سو اسنے قسم کھائی کہ مجھ پر مدعی کا کچھ نہیں پھر مدعی نے مال پر گواہ گذرانے تو زید حانث ہوگا اسی پر فتوی ہے ہم یہ بھی شرط ہے حنث کی کہ بعد گذرنے گواہوں کے قاضی یا پنچ ثبوت مال کا حکم کر دیں اس واسطے کہ برہان بدوں حاکم کے معتبر نہیں اور اگر گواہ جھوٹے ہو دیں گے تو بھی حانث ہوگا اور ظاہر یہ ہے کہ اگر زید فی الحقیقت بری الذمہ ہوگا تو دیانۃً حانث نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی حلف ان فلانا نقبل وہو عند الناس غیر ثقیل وعندہ تقبل لم یحنث الا ان ینوی ما عند الناس قسم کھائی کہ فلانا شخص بیمار ہے اور حالانکہ وہ لوگوں کے نزدیک بیمار نہیں اور حالف کے نزدیک بیمار ہے تو حانث نہ ہوگا مگر اس صورت میں حانث ہوگا جب اپنی حلف سے وہ ارادہ کرے جو لوگوں کے اعتقاد میں ہے لا یعمل معہ فی القضاء ۃ مثلاً فعمل مع شریک حنث ومع عبد المأذون لا قسم کھائی کہ زید کے ساتھ مثلاً کام نہ کرے گا کپڑے دھونے میں پھر زید کے شریک کے ساتھ کام کیا تو حانث ہوگا اور زید کے عبد ماذون کے ساتھ کام کرنے سے حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ شریک کے مال میں زید شریک ہے اور عبد ماذون کے مال کا زید مالک نہیں اس واسطے کہ عبد ماذون اپنے دین میں بیع ہو جاتا ہے بلا مرضی مولی کذا فی الطحطاوی لا یزرع ارض فلان فزرع ارضا بینہ وبین غیرہ حنث لان نصف الارض یسمی ارضا بخلاف لا ادخل دار فلان فدخل المشترکۃ اذ لم یکن ساکنا قسم کھائی کہ مثلاً زید کی زمین زراعت نہ کرے گا پھر اس نے زراعت کی اس زمین میں جو مشترک ہے زید اور غیر زید میں تو حانث ہوگا اس واسطے کہ نصف زمین کو بھی زمین کہتے ہیں بخلاف اس قسم کے کہ مثلاً زید کے گھر میں نہ داخل ہوگا پھر زید کے مشترک گھر میں داخل ہوا جب کہ زید اس میں نہ رہتا ہو تو حانث نہ ہوگا ہم اس واسطے کہ نصف گھر کو گھر نہیں کہتے ہیں اور اگر مشترک گھر میں زید رہتا ہوگا تو اب یہ زید کا گھر شمار میں ہوگا اس واسطے کہ سکونت سے دار مستاجرہ متاجر کی طرف منسوب ہوتا ہے تو دار مشترکہ بطریق اولی اس کی طرف منسوب ہوگا واللہ تعالے اعلم واستغفر اللہ العظیم۔

Marfat.com

کتاب الحدود

یہ کتاب ہے حدود کے مسائل میں چونکہ کتاب الایمان مشتمل تھی کفارہ پر اور کفارہ واجب ہیں العبادۃ والعقوبت تھا۔ لہذا کتاب الایمان کے بعد مصنف کتاب الحدود لایا جو عقوبات خالصہ ہیں اور حدود چھ طرح پر ہیں۔ حدّ[1] زنا اور حد شرب[2] خمر اور حدّ[3] مسکرات اور حدّ[4] قذف اور حدّ[5] سرقہ اور حدّ[6] قطع طریق۔ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ خوبیاں حدود کی ظاہر ہیں محتاج تقریر اور تحریر کی نہیں اس واسطے کہ اس کی دریافت میں فقیہ اور غیر برابر ہے۔ کیونکہ جو افعال قبیحہ کہ فساد کے موجب ہیں۔ حدود جاری ہونے سے وہ موقوف ہو جاتے ہیں سو زنا میں تو بربادی ہے اولاد کی۔ گویا زندہ درگور کرنا ہے۔ بسبب اشتباہ نسبت کے اور باقی حدود میں زوال عقل اور بے عزتی اور بربادی مال ہے اور قباحت ان امور کی عقول سلیمہ میں پیدا شی امر ہے ولہذا باحت اموال و ناموس و زنا و مستی کی کسی دین میں ثابت نہیں اگرچہ گاہے شرب مباح تھا ولہذا حدود مانعہ ان افعال قبیحہ کے حقوق اللہ خالصۃ ہوئے۔ اس لیئے کہ حقوق اللہ خالصہ ہمیشہ مصالح عامہ کے مفید ہوتے ہیں۔ کذا فی فتح القدیر ہو لغۃ المنع دو یعنی حد جس کی جمع حدود ہے۔ لغت عرب میں عبارت ہے منع یعنی روک دینے سے و لہذا ڈیوڑھی بان اور قید خانہ کی داروغہ کو عرب حداد کہتے ہیں اس لیئے کہ ڈیوڑھی بان اندر جانے سے روکتا ہے اور قید خانہ کا داروغہ باہر نکلنے سے روکتا ہے ولہذا اہل اصطلاح ماہیت کے معرف کو حد کہتے ہیں کہ وہ غیر محدود کے دخول کو مانع اور محدود کے افراد کے خروج کو مانع ہے اور حدود دار اور حدود قریہ ان کی نہایات کو کہتے ہیں۔ اس واسطے کہ وہ دخول ملک غیر سے مانع ہے اور خروج بعض مملوک کو غیر کی طرف رد کتے ہیں کذا فی الفتح اور عقوبات خالصہ کو حدود اس واسطے کہا کہ وہ مانع ہیں اسباب عقوبات سے اور حدود اللہ اس کے محارم کو کہتے ہیں اس واسطے کہ محارم کا فعل ممنوع ہے۔ قال اللہ تعالےٰ (تلک[1] حدود اللہ فلا تقربوہا) اور حدود احکام الٰہی کو بھی کہتے ہیں اس لیے کہ اس سے آگے بڑھنا ممنوع ہے۔ قال اللہ تعالےٰ (تلک[2] حدود اللہ فلا تعتدوہا) کذا فی المنح الغفار و شرعاً **عقوبۃ مقدرۃ وجبت حقا للہ زجرا** فلا تجوز الشفاعۃ فیہ بعد الوصول للحاکم اور اصطلاح شرع میں حد عبارت ہے عقوبت مقدرہ سے جو واجب یعنی فرض ہوئی ہے بحیثیت حق خدا واسطے باز رکھنے کے افعال قبیحہ سے تو جائز نہیں ہے۔ سفارش کرنا حد سے بچانے میں بعد پہنچنے مقدمہ کے طرف حاکم کے م عقوبت عبارت ہے اس درد اور تکلیف سے جس کا انسان مستحق ہوتا ہے بسبب گناہ کے دنیا میں اور عقاب وہ تکلیف ہے جو انسان کو آخرت میں ہوگی اور عقوبت معینہ رجم میں موت سے ہے اور باقی حدود میں کوڑوں سے ہے کذا فی النہر بحر الرائق میں کہا کہ تحقیق یہ ہے کہ حدود موانع ہیں قبل فعل کے اور زواجر ہیں سزا سادر کرنا بعد فعل کے یعنی حد کے مشروع ہونے کو جاننا مانع ہے فعل کی پیش قدمی سے اور بعد ایقاع فعل کے مانع ہے عود سے اور شفاعت قبل وصول حاکم جائز ہے تا مقدمہ رجوع کرنے والا اس کو چھوڑ دے اور اس طرح قبل ثبوت گناہ سفارش جائز ہے اس واسطے کہ ہنوز حد ثابت نہیں اور بعد وصول اور ثبوت کے سفارش جائز نہیں۔ اس لیے کہ ترک واجب کی طلب ہے

---

[1] یہ حدیں ہیں اللہ کی پس ان کے پاس نہ پھٹکو ۱۲ [2] یہ حدیں ہیں اللہ کی سو ان سے آگے نہ بڑھو۔

Marfat.com

لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید پر باوجودیکہ محبوب رسول اللہ صلعم تھے انکار کیا جب انہوں نے عورت مخزومیہ کی جس نے چوری کی تھی سفارش کی حضرت سے تو فرمایا کیا تو سفارش کرتا ہے خدا کی حد میں پھر فرمایا کہ تم سے آگے کے لوگ اسی میں ہلاک ہوئے کہ جب ان میں شریف چوری کرتا اس کو چھوڑ دیتے تھے جب ضعیف چراتا تھا تو اس پر حد قائم کرتے تھے قسم خدا کی کہ اگر فاطمہ محمدؐ کی بیٹی چوری کرے تو البتہ اس کا بھی ہاتھ کاٹوں۔ اخرجہ الخمسۃ کذا فی تیسیر الوصول ولیس مطہرا عندنا بل المطہر التوبۃ واجمعوا انہا لا تسقط الحد فی الدنیا اور حد پاک نہیں کرتی ہمارے نزدیک بلکہ پاک کرنے والی گناہ سے توبہ ہے اور اجماع کیا علماء نے کہ توبہ کرنا حد کو دنیا میں ساقط نہیں کرتا تمام یعنی اقامت حد سے معصیت کا وبال ساقط نہیں ہوتا بدوں توبہ کے اور اکثر اہل علم اس کے قائل ہیں کہ حد مطہر ہے صحیح بخاری وغیرہ کی حدیث مرفوع کی دلیل سے یعنی فرمایا کہ جو معصیت میں مبتلا ہوا پھر اس پر مار پڑی۔ دنیا میں تو وہ کفارہ ہے اس کے واسطے اور جس نے گناہ کیا اور خدا نے اس کو چھپا ڈالا تو وہ خدا کے اختیار میں ہے چاہے معاف کرے چاہے عذاب کرے۔ علماء حنفیہ نے عدم تطہیر پر آیت قرآنی سے استدلال کیا۔ قال اللہ تعالےٰ (ذلک لہم خزی فی الدنیا ولہم فی الاخرۃ عذاب عظیم الا الذین تابوا) یعنی حق تعالےٰ نے فرمایا کہ یہ یعنے قطاع الطریق کو قتل کرنا اور سولی پر چڑھانا اور نفی کرنا ان کے واسطے رسوائی ہے دنیا میں اور ان کو آخرت میں عذاب عظیم ہے مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی تو حق تعالےٰ نے خبر دی کہ ان کے فعل کی جزا عقوبت دنیاوی اور عقاب اخروی ہے سوائے توبہ کرنے والے کہ اس سے عذاب اخرت بالاجماع ساقط ہو جاتا ہے اس لیئے کہ اجماع اہل علم ہے کہ توبہ سے عقوبت دنیاوی ساقط نہیں اور واجب یہ ہے کہ حدیث بخاری کو توبہ کرنے پر محمول کیجیئے اس واسطے کہ ظاہر ہے کہ مسلم ضرب اور رجم کے ساتھ توبہ بھی کر لیتا ہے۔ تو یہ قید لگانا حدیث میں ضرور ہے تا قرآن اور حدیث میں اتفاق ہو جائے تقیید ظنی کی بوقت معارضہ قطعی امر متعین ہے۔ نہ بالعکس کذا فی فتح القدیر فلا تغریر حد العدم تقدیرہ ولا قصاص حد لانہ حق الولی جب معلوم ہوا کہ حد عبارت ہے عقوبت معینہ سے بہت حق خدا تو تغریر حد نہیں بسبب عدم تقدیر اور تعیین کے اور قصاص حد نہیں اس واسطے کہ قصاص حق ہے مقتول کے ولی کا یعنی امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک قصاص حق ہے مقتول کا اور وارثوں کی طرف بطریق خلافت منتقل ہوتا ہے طحطاوی نے کہا تعلیل اخراج قصاص میں یوں کہنا بہتر تھا کہ وہ حق العبد تا دونوں مذہبوں کو شامل ہو تا علاوہ یہ ہے کہ مقتول کا کا ہے وارث نہیں ہوتا تو بادشاہ قصاص لیتا ہے اور حالانکہ قصاص اس کا حق نہیں فلہذا عفو کرنے کا مالک نہیں والزنا الموجب ملحد وطی دہوا دخال قدر حشفۃ من ذکر اور جو زنا کہ موجب ہے حد کا وہ عبارت ہے جماع سے یعنی آلہ تناسل کو بقدر حشفہ یعنی سر ذکر کا داخل کرنا م شارح نے زنا میں موجب حد کی قید لگائی تا معلوم ہو کہ ہر زنا موجب حد نہیں چنانچہ اپنے ولد کی لونڈی سے جماع کرنا اور ادخال بقدر حشفہ زنا میں مشروط ہے انزال ہو یا نہ ہو اور بقدر حشفہ کہنے سے جماع مقطوع الحشفہ بھی داخل ہو گیا۔ مکلف خرج الصبی والمعتوہ زنا عبارت ہے وطی مکلف سے تو صغیر اور بے ہوش نکل گیا م مکلف عاقل بالغ کو کہتے ہیں تو عاقل کی قید سے بے ہوش نکل گیا اور اسی کی مانند مجنون ہے اور بالغ کی قید سے صغیر نکل گیا تو صغیر اور بے ہوش اور مجنوں کا جماع موجب حد نہیں ناطق خرج وطی الاخرس فلا حد علیہ مطلقا للشبہۃ زنا عبارت ہے وطی مکلف ناطق سے یعنی جو بولتا ہو تو اس قید سے گونگے کا جماع کرنا حد زنا سے نکل گیا تو گونگے پر کسی طرح حد نہیں بسبب شبہ کے م گونگا خواہ اشارہ سے زنا کا اقرار کرے خواہ اس کے زنا پر گواہ قائم ہوں۔ بہر صورت اس پر حد نہیں بسبب شبہ کے اس لیئے

ف ایک نسخہ میں اس کے بعد یہ مسئلہ مذکور ہے ولو وطی الصبی والمعتوہ امراۃ عاقلۃ بالغۃ لم یحد المراۃ ایضا۔ لان لم یسلم زنا یوجب الحد چونکہ یہ مسئلہ باب آئندہ میں آئے گا لہذا اس کو مکرر جان کر بقیہ نسخہ کے اتباع سے ترک کیا گیا ۱۲

Marfat.com

کہ اقرار بالاشارہ میں شبہ ہے عدم صراحت کا اور گواہوں میں احتمال ادعاء شبہ ہے یعنی اگر گونگا بولتا ہوتا تو شاید کوئی شبہ حلت کا بیان کرتا واما الاعمی فیحد للزنا بالاقرار لا بالبرہان شرح الوہبانیہ اور اندھے پر تو حد زنا تو ماری جائے گی اقرار زنا سے نہ گواہوں سے کذا فی شرح الوہبانیہ م علامہ عبداللہ نے شرح وہبانیہ میں خانیہ سے نقل کیا یوں کہہ کر کہ میرے پاس والے نسخہ میں اس طرح ہے کہ اقرار زنا میں اندھا مانند بصیر کے ہے اور اس کے زنا کے گواہ مقبول نہیں اور بحرالرائق میں اُس کے مخالف ہے اس طرح کہ بخلاف اعمیٰ اس واسطے کہ اُس کا اقرار اور اس پر گواہ گزرنا دونوں صحیح ہیں کذا فی الطحطاوی طائع فی قبل مشتہاۃ حالا او ماضیا خرج المکرہ والدبر ونحو الصغیرۃ زنا عبارت ہے وطی مکلف ناطق طائع سے یعنی جو شخص برغبت اور اپنی خوشی بلا جبر وطی کرے لائق شہوت عورت کے سامنے کی شرمگاہ میں خواہ وہ بالفعل شہوت کے لائق ہو یا باعتبار ماضی کے یعنی نو برس کی عمر سے پیری تک تو طائع کی قید سے مکرہ اور قبل کی قید سے وطی دبر کی اور مشتہاۃ کی قید سے مانند صغیرہ کے وطی نکل گئی حلبی نے کہا مانند صغیرہ مردہ ہے اور جانور اس واسطے کہ صغیرہ اور مردہ اور جانور لائق شہوت کے نہیں تو ان کے وطی پر حد نہیں مصنف نے قبل کو مذکور کیا نہ فرج کو اس واسطے کہ قبل مخصوص بالنسان ہے بخلاف فرج کے کذا فی النہر خال عن ملکہ ای ملک الواطی وشبہتہ اے فی المحل لا فی الفعل ذکرہ ابن الکمال جو شرمگاہ خالی ہو قربت کرنے والے کی ملک سے اور خالی ہو شبہہ ملک سے مراد شبہہ فی المحل ہے نہ شبہہ فی الفعل کذا ذکرہ ابن الکمال م ملک سے مراد ملک نکاح ملک یمین ہے اور شبہہ ملک سے مراد شبہہ ملک یمین اور شبہہ ملک نکاح ہے شبہہ ملک یمین کی مثال جیسے اپنے ولد کی لونڈی سے یا مکاتب عبد ماذون کی لونڈی سے وطی کرنا یا غنیمت کی لونڈی سے قبل تقسیم غازی کا وطی کرنا اور شبہہ ملک نکاح کی مثال جیسے ایک عورت سے بے گواہ نکاح کرنا یا لونڈی سے بدون اجازت اس کے مولیٰ کے نکاح کرنا یا وطی اس غلام کی جس نے بدون اذن اپنے مالک کے عورت سے نکاح کیا کذا فی الطحطاوی عن الحموی عن المفتاح اور شبہہ فی المحل اور شبہہ فی الفعل کی تفسیر آگے آئے گی وزاد الکمال فی دارالاسلام لانہ لا حد بالزنا فی دارالحرب اور تعریف زنا میں کمال الدین محقق نے فتح القدیر میں دارالاسلام کی قید زیادہ کی یعنی زنا حد کا موجب عبارت ہے اس وطی سے جو دارالاسلام میں واقع ہو اس واسطے کہ دارالحرب میں زنا سے حد نہیں اور مانند دارالحرب کے ہے دارالبغی کذا فی الطحطاوی عن الحموی او تمکینہ من ذلک بان استلقی فقعدت علی ذکرہ فانہما یحدان الوجود التمکین یا زنا عبارت ہے قادر کر دینے مرد سے اس پر یعنی وطی اور دخول پر اس طرح کہ مرد چت لیٹے اور عورت اس کے آلۂ تناسل پر بیٹھ جائے تو مرد اور عورت دونوں پر حد ماری جائے گی بسبب وجود تمکین کے او تمکینہا فان فعلہا لیس وطیا بل تمکین فتم التعریف یا زنا عبارت ہے۔ عورت کے قادر کر دینے سے اس واسطے کہ عورت کا فعل فی الحقیقت وطی نہیں بلکہ تمکین ہے سو اب پوری ہو گئی تعریف زنا کی حقیقت کی م یہ تعریف ہے صاحب کنز کے نقصان تعریف پر اس میں زنا کی تعریف یوں ہے کہ زنا عبارت ہے وطی فی القبل سے جو خالی ہے ملک اور شبہہ ملک سے اس واسطے کہ یہ تعریف منقوض ہے باعتبار جامع اور مانع ہونے کے اس واسطے کہ عورت کے زنا پر یہ تعریف صادق نہیں آتی اس واسطے کہ عورت سے وطی متصور نہیں بلکہ تمکین متصور ہے اور تمکین سے اس پر حد لازم آتی ہے تو تعریف جامع نہ ہوئی افراد محدود کو اور غیر کی مانع اس واسطے نہیں کہ تعریف مذکور میں وطی مجنون اور مکرہ اور وطی صغیرہ غیر مشتہاۃ اور وطی مردہ اور جانور اور وطی دارالحرب میں داخل ہو گئے حالانکہ ان مواضع میں حد واجب نہیں کذا فی المنح الغفار وزاد فی المحیط العلم بالتحریم فلو لم یعلم لم یحد للشبہۃ وردہ فی الفتح بحرمتہ فی کل ملۃ اور زنا کی تعریف میں محیط کے اندر علم بالتحریم زیادہ کیا تو اگر زانی کو حرمت زنا کی معلوم نہ ہوگی

Marfat.com

توحد نہ ماری جائے گی بسبب شبہ جہل کے اور فتح القدیر میں محیط کی زیادتی کو رد کیا ہے بسبب حرام ہونے زنا کے ہر دین میں یعنی زنا ہر دین میں حرام ہے یہاں تک کہ اگر حربی دارالاسلام میں آوے پھر مسلمان ہو کر زنا کرے اور کہے کہ میرے گمان میں زنا حلال تھا تو اس پر حد ماری جائے گی اگرچہ دارالاسلام کے داخل ہونے کے دن یہ واقع ہو کذا فی الفتح طحطاوی نے کہا رد فتح القدیر کا غیر ظاہر ہے اس واسطے کہ تحریم زنا کی سب دینوں میں اس کے منافی نہیں کہ بعضے لوگ اس کو نہ جانتے ہوں اور صاحب محیط نے ادعائے جہل زنا کسی دین میں نہیں کیا بلکہ اصل اس کی وہ روایت ہے جو سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ ایک مرد نے یمن میں زنا کیا تو امیر المومنین عمر فاروق رضؓ نے لکھ بھیجا کہ اگر وہ شخص جانتا ہو کہ حق تعالےٰ نے زنا کو حرام کیا ہے تو اس پر کوڑے مارو اور اگر نہ جانتا ہو تو اس کو حرمت کی تعلیم کرو بعد اس کے اگر پھر زنا کرے تو اس کو مارو تو باوجود اس روایت کے جس پر صحابہ کا انکار ثابت نہیں کیا وجہ اس کے رد کرنے کی۔ لہٰذا فتاویٰ عالمگیری میں محیط کے قول کو مسلم رکھا ہے اور جو مسئلہ حربی کے اسلام کا فتح القدیر میں مذکور ہے شاید اس کی بنا اس شخص کے قول پر ہے جو علم حرمت کو مشروط نہیں کرتا واللہ اعلم ویثبت بشہادۃ اربعۃ رجال فی مجلس واحد فلو متفرقین حد اور ثابت ہوتا ہے زنا چار مردوں کی گواہی سے ایک مجلس میں سو اگر متفرق چند مجالس میں گواہی دیں گے تو ان پر حد قذف ماری جائے گی م اور اگر گواہ تنہا تنہا آئیں گے اور گواہوں کی نشست کی جگہ بیٹھیں گے اور قاضی کے پاس ایک گواہ بعد دوسرے گواہ کے گواہی دے گا تو گواہی ان کی مقبول ہو گی اور خارج مجلس ہوں گے تو سب پر حد ماری جائے گی کذا فی المنح عن البحر عن المحیط بلفظ الزنا لا مجرد لفظ الوطی والجماع وظاہر الدرر ان مایفید معنی الزنا یقوم مقامہ شہادت بلفظ زنا مثبت ہے نہ فقط لفظ وطی اور جماع کی شہادت اور ظاہر رد یہ ہے کہ جو لفظ کہ معنی زنا کا فائدہ دے وہ قائم مقام زنا ہے م ظاہر کلام فقہا اس پر دلالت کرتا ہے کہ کوئی لفظ قائم مقام زنا نہیں تو اگر گواہی دیں کہ اس نے حرام وطی کی تو زنا ثابت نہ ہو گا اور مصنف نے بلفظ زنا اشارہ کیا کہ اگر دو نے بلفظ زنا گواہی دی اور دو گواہ نے زانی کے اقرار کی گواہی دی تو اس پر حد نہ ماری جائے گی اور نہ گواہوں پر اور اگر تین گواہوں نے زنا کی گواہی دی تو تین گواہوں پر حد قذف ماری جائے گی کذا فی المنح ولو کان الزوج احدہم اذا لم یکن الزوج قذفہا ولا یشہد بزنا بولدہ للتہمۃ لانہ یدفع اللعان عن نفسہ فی الاول ویسقط نصف المہر لو قبل الدخول ونفقۃ العدۃ لو بعدہ فی الثانیۃ ظہیریہ چار مردوں کی گواہی سے زنا ثابت ہے اگرچہ ان چاروں میں ایک زوج ہو عورت کا بشرطیکہ زوج نے اس کو قبل شہادت کے زنا کا عیب نہ لگایا ہو اور اپنے ولد کے ساتھ زوجہ کے زنا کرنے کی گواہی نہ دی ہو والا اس کی گواہی مقبول نہ ہو گی بسبب تہمت کے اس واسطے کہ زوج گواہی سے لعان کو دفع کرتا ہے اپنی ذات سے پہلی صورت یعنی قذف میں اور ساقط کرتا ہے نصف مہر کو اگر قبل دخول گواہی دی ہو اور نفقہ عدت کو ساقط کرتا ہے اگر بعد دخول کے گواہی دی ہو دوسری صورت میں یعنی اپنے ولد کے ساتھ زنا کی گواہی میں فیسالہم الامام عنہ ما ہو ای عن ذات الشرعیۃ وہو الایلاج یعنی جب زنا کی گواہی دیں تو امام یعنی سلطان یا اس کا نائب گواہوں سے پوچھے کہ زنا کیا چیز ہے یعنی اس کی شرعی حقیقت کا کہ عبارت ہے ادخال سے سوال کرے کذا فی شرح العینی م فائدہ اس سوال کا فائدہ یہ ہے کہ گاہے وطی حرام کو بھی زنا بولتے ہیں اور حدیث میں نظر بازی کو بھی زنا عین فرمایا ہے مجازاً کذا فی المنح وکیف ہو این ہو متی زنی وبمن زنی بجواز کو نہ مکرہا او بدار الحرب او فی صباہ او بامۃ ابنہ فیستقصی القاضی احتیاطا للحد اور سوال کرے حاکم کہ زنا کس طرح ہوا اپنی خوشی یا زبردستی سے کہاں ہوا دارالاسلام میں یا دارالحرب میں اور کب زنا ہوا عنقریب یا زمانہ دراز میں طفلی کے وقت یا بعد بلوغ کے اور

Marfat.com

کس عورت سے زنا کیا ان سوالات سے غرض یہ ہے کہ جائز ہے کہ زنا زبردستی مجبوری کی حالت میں ہوا ہو یا دارالحرب میں ہوا ہو یا اُس کی ملکی میں ہوا ہو یا اپنے ولد کی لونڈی سے ہوا ہو یا گواہ نہ جانتے ہوں اور اس نے اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی سے جماع کیا ہو کذا فی النہر تو قاضی نہایت تفصیل سے سوالات خمسہ مذکورہ کرے تاکہ کوئی حیلہ پاکر حد ٹل جائے ہم قبل از ثبوت حد کا ٹالنا بالاجماع ثابت ہے اور سند اجماع کی حدیث مرفوع بروایت ابوہریرہ ہے جس کو ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ادرؤا الحدود ما استطعتم یعنی حدود کو ٹالو جہاں تک تم سے ہو سکے اور ترمذی میں یہ حدیث بروایت ضعیف مروی ہے کذا فی الفتح القدیر فان جینوہ وقالوا رأیناہ وطیہا فی فرجہا کالمیل فی المکحلۃ ہو زیادہ بیان احتیاطا للحد سو اگر گواہوں نے بوجہ خمسہ مذکورہ زنا کو بیان کیا اور کہا کہ ہم نے دیکھا اس کو جماع کرتے عورت کی شرمگاہ میں جیسے سلائی سرمہ دان میں یہ تفسیر مزید بیان ہے حد ٹالنے کی تدبیر کے واسطے والا حقیقت زنا کا سوال کافی ہے لیکن ظاہر کلام فقہا اس پر دلالت کرتا ہے کہ حکم موقوف ہے اس بیان پر کذا فی المنح طحطاوی نے حموی سے نقل کیا کہ اس جملہ کا ذکر کرنا شاہدوں کو ضرور ہے وعدلوا سرادہ علانیۃ اذ الم یعلم بحالہم اور گواہوں کی عدالت ثابت کی جائے مخفی اور اعلانیہ جبکہ حاکم گواہوں کا حال نہ جانتا ہو ہم تعدیل مخفی کا یہ طریقہ ہے کہ قاضی گواہوں کے نام اور ان کے محلوں کے نام لکھ کر واقفوں کے پاس بھیجے تاکہ وہ اس کے نیچے لکھ دیں کہ فلاں عادل مقبول الشہادۃ ہے اور علانیہ تعدیل کا یہ طریقہ ہے کہ قاضی مزکی[1] اور شاہد کو یک جا جمع کر دے اور کہے کہ یہی شخص ہے جس کو تو نے عادل کہا ہے اور جبکہ حاکم شاہدوں کو عادل جانتا ہو تو سوال کرنا اس کو ضرور نہیں اس واسطے کہ علم حاکم کا تعدیل مزکی سے قوی تر ہے لیکن حاکم فقط اپنے علم پر بدوں گواہوں کے حد زنا نہیں مار سکتا۔ اس واسطے کہ شرع نے حاکم کے حکم کو بموجب اپنے دریافت کے ساقط کر دیا ہے یعنی حاکم کا علم تعدیل شہود میں کافی ہے۔ لیکن حد مارنے میں معتبر نہیں کذا فی الطحطاوی عن النہر والفتح حکم بہ وجوباً جب زنا شہادت مذکورہ سے ثابت ہو تو حاکم اس کا حکم کرے بنا بر وجوب کے یعنی بسبب ظاہر ہو جانے حق کے حاکم کو حکم فرض ہے کذا فی البحر وترک الشہادۃ بہ اولیٰ مالم ینہتک فالشہادۃ اولی نہر اور زنا کی گواہی کا ترک کرنا بہتر ہے تاوقتے کہ بے حیائی اور پردہ دری کی نوبت نہ پہنچے پھر تو گواہی دینا بہتر ہے کذا فی النہر ہم پردہ پوشی شرعاً مستحب ہے لہذا زنا میں چار گواہ مفروض ہوئے تو مستحب ہے کہ زنا کی گواہی نہ دے اس واسطے کہ حدیث میں وارد ہے کہ جو مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا خدا اس کی پردہ پوشی دنیا اور آخرت میں کرے گا۔ لیکن جب مزید بے حیائی اور ننگ تک کی نوبت پہنچے تو اس وقت میں گواہی دینا بہتر ہے۔ اس واسطے کہ مرضی شارع یہ ہے کہ معاصی اور فواحش سے زمین پاک رہے اور پاکی زمین کی بے باک پر حد مارنے سے ہوتی ہے اور غیر بے باک کی توبہ کرنے سے وثبت ایضا باقرارہ صریحا صاحیا دلم یکذبہ بالاخرہ ولا ظہر کذبہ بحجۃ اور ثابت ہوتا ہے زنا زانی کے اقرار سے بھی بشرطیکہ اقرار صریح ہو حالت ہوشیاری میں اور دوسرے نے اس کی تکذیب نہ کی ہو اور خود مقر کا کذب منقطوع الذکر ہونے سے یا عورت کی شرمگاہ بستہ ہونے سے ظاہر نہ ہوا ہو اور مرد نے اپنے زنا کرنے کا گونگی عورت کے ساتھ اقرار نہ کیا ہو یا عورت نے گونگے مرد سے اپنے زنا کرنے کا اقرار نہ کیا ہو بسبب احتمال ظاہر کرنے گونگے کے اس امر کو جو حد کو ساقط کرتا ہے یعنی اگر دوسرا شخص گونگا نہ ہوتا ناطق ہوتا تو جائز ہے کہ کوئی امر واقع حد بیان کرتا

[1] مزکی وہ شخص ہے کہ گواہوں کی عدالت یعنی صاف اور سچا ہونا بیان کرے۔ ۱۲

Marfat.com

تو اس اشتباہ سے دونوں پر حد نہ ماری جائے گی اور صریح اقرار سے گونگے کا اقرار بطور اشارہ اور کنایت نکل گیا اور ہوشیار کے اقرار سے مست کا اقرار نکل گیا اور اگر مرد نے اقرار کیا اور عورت نے انکار کیا تو مرد سے بھی حد ساقط ہو جائے گی اور اگر عورت نے اقرار کیا اور مرد نے انکار تو عورت سے بھی حد ساقط ہو گی۔ امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کذا فی المنح عن الظہیریۃ ولو اقر بہ او بسرقتی حال سکرہ لاحد ولو سرق او زنی حد لان الانشاء لا یحتمل التکذیب والاقرار یحتملہ اور اگر مستی کی حالت میں زنا یا چوری کا اقرار کیا تو حد نہیں اور اگر مستی کی حالت میں چوری یا زنا کیا تو حد ماری جائے گی اس واسطے کہ ایجاد سرقہ اور زنا جس کا مشاہدہ ہوا تکذیب کا متحمل نہیں اور اقرار تکذیب کا محتمل ہے کذا فی النہر تو یہ احتمال مستی کے اقرار میں معتبر ہوا نہ غیر مستی میں کذا فی المنح اربعا فی المجالسہ ای المقر الاربعۃ یعنی اقرار مثبت زنا ہے۔ چار بار مقر کی چار مجلسوں میں م تعدد مجالس مقر شرط ہے نہ تعدد مجلس حاکم اس واسطے کہ ماعز اسلمی نے تاوقتیکہ چار بار چار مجالس میں اقرار نہ کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثبوت زنا کا حکم نہ دیا تو اگر چار بار کے اقرار سے کمتر میں زنا ظاہر ہوتا تو حضرت تاخیر نہ فرماتے بسبب واجب ہونے حکم کے کذا فی المنح تو اگر ایک شخص چار بار ایک مجلس میں اقرار کرے تو وہ ایک ہی اقرار کے برابر ہے کلما اقر ردہ بخیث لایراہ جب کہ زانی اقرار کرے تو حاکم اس کو ہٹا دے اپنے سامنے سے اس طرح پر کہ حاکم کو مقر نظر نہ آئے م یعنی اختلاف مجالس مقر کی یہ صورت ہے کہ جب وہ اقرار کرے تو قاضی اس کو ہٹا دے یہاں تک کہ قاضی کی نظر سے غائب ہو جائے پھر مقر آوے اور اقرار کرے کذا فی العالمگیریۃ من الکافی لیکن رد کرنا تین بار میں ہے نہ چوتھے بار میں کذا فی النہر وسالہ کما مر حتی عن المزنی بہا لجواز بیانہ بامۃ ابنہ بنہر اور سوال کرے قاضی مقر سے جیسا کہ مذکور ہو چکا یعنی سوالات خمسہ مانند گواہوں کے مقر سے بھی کرے یہاں تک کہ جس عورت سے زنا کیا ہے اس کو بھی پوچھے بسبب احتمال بیان کرنے مقر کے کہ اس نے اپنے ولد کی لونڈی سے قربت کی کذا فی النہر م ماہیت زنا اور کیفیت اور مکان زنا سے سوال کرنا تو بالاتفاق لازم ہے اور زمان زنا سے سوال بقول اصح اور عورت کا بھی سوال کرنا کہ شاید اس عورت کا ذکر کرے جس کے وطی سے حد نہیں کذا فی النہر الفائق فان بینہ کما یحق حد سو اگر مقر نے سوالات خمسہ کے جواب کو جیسا کہ حق ہے بیان کیا تو اس پر حد واقع ہو گی فلا یثبت بعلم القاضی ولا بالبینۃ علی الاقرار جب معلوم ہو چکا کہ ثبوت زنا گواہی یا اقرار پر موقوف ہے تو ثابت نہ ہو گا قاضی کی دانست سے اور نہ زانی کے اقرار کے گواہوں سے م علم قاضی کا حجت نہیں حدود میں باجماع صحابہ اگرچہ قیاس مقتضی ہے اس کے اعتبار کرنے کا کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی اور غیر حاکم کے روبرو اقرار زنا کرنا بھی معتبر نہیں اگرچہ چار بار اقرار کیا ہو لہذا اقرار کی گواہی بھی مقبول نہیں اس واسطے کہ اگر وہ منکر ہو تو اس کا رجوع ثابت ہوا اور اگر مقر ہے تو گواہی کی کچھ حاجت نہیں کذا فی المنح ولو قضی بالبینۃ فاقر مرۃ لم یحد عند الثانی وہو الاصح اور اگر قاضی نے گواہوں پر حکم کیا یعنی گواہی مسلم رکھی پھر زانی نے ایک بار اقرار کیا زنا کا تو اس پر حد ماری نہ جائے گی ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول اصح ہے اس واسطے کہ شہادت منکر پر قائم ہوتی ہے۔ پھر جب اس نے اقرار کیا تو گواہی کی کچھ حاجت نہیں۔ اقرار معتبر ہوا اور چونکہ اقرار چار بار نہیں لہذا حد نہیں اور اگر قبل قضائے شہادت اقرار کیا تو باتفاق صاحبین حد ساقط ہے کذا فی الطحطاوی ولو اقر اربعا بطلت الشہادۃ اجماعا سراج اور اگر چوتھی بار بھی اقرار کیا تو بالاجماع شہادت باطل ہو گی اور اس پر حد واقع ہو گی بموجب اس کے اقرار کے ویخلی سبیلہ ان رجع عن اقرارہ قبل الحد او فی وسطہ ولو رجوعہ بالفعل کہروبہ بخلاف الشہادۃ اور چھوڑ دیا جائے گا مقر اگر اس نے اپنے اقرار سے رجوع کیا قبل حد کے یا درمیان حد کے اگرچہ اس کا رجوع

Marfat.com

فعلی ہو چنانچہ اس کا بھاگ جانا بخلاف شہادت کے یعنی اگر زنا شہادت سے ثابت ہو پھر وہ سنگساری سے بھاگا تو اس کے پیچھے پتھر مارنے چلے جائیں گے یہاں تک کہ وہ مر جائے بخلاف اقرار کے اس واسطے کہ رجوع خبر ہے صدق کی محتمل مانند اقرار اور کوئی اس کا مکذب نہیں تو شبہ پڑا لہٰذا وہ چھوٹ جائے گا۔ کذا فی المنح عن الحاوی وانکار الاقرار رجوع کما ان انکار الردۃ توبۃ کما سیجئ اور انکار اقرار کا رجوع ہے اقرار سے چنانچہ ارتداد کا انکار توبہ ہے چنانچہ اس کا بیان باب الارتداد میں آئے گا وکذا یصح الرجوع عن الاقرار بالاحصان لانہ لما صار شرطا للحد صار حقا للہ تعالٰی فصح الرجوع عنہ لعدم المکذب بحر اور اسی طرح صحیح ہے رجوع کرنا احصان کے اقرار سے اس واسطے کہ احصان جب شرط ہوا حد کی تو خالص حق اللہ ہو گیا تو اس سے رجوع کرنا بھی صحیح ہے۔ بسبب عدم مکذب کے کذا فی البحر بخلاف حق العبد کے یعنی قصاص اور حد قذف میں اقرار کر کے رجوع کرنا صحیح نہیں اس واسطے کہ اس کا تکذیب کرنے والا یہاں موجود ہے یعنی عبد وکذا عن سائر الحدود الخالصۃ للہ کحد شرب وسرقۃ وان ضمن المال اور اسی طرح صحیح ہے رجوع کرنا باقی حدود کے اقرار سے جو حدود خالص حق اللہ ہیں چنانچہ حد شرب اور حد سرقہ اگرچہ چوری کے اقرار میں ضمانت مال لازم ہو گی وندب تلقینہ الرجوع بلعلک قبلت اولمست او وطیت بشبہۃ لحدیث ماعز اور مستحب ہے حاکم کو تلقین کرنا اقرار سے پلٹ جانے کا اس طرح کہ شاید تو نے بوسہ لیا ہو گا یا مساس کیا ہو گا یا شبہ سے فعلی کی ہو گی بدلیل حدیث ماعز یا یوں کہے کہ شاید تو نے نکاح کر لیا ہو گا۔ بخاری میں مروی ہے جب ماعز اسلمی نے زنا کا اقرار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تو نے بوسہ لیا ہو گا یا غمزہ یا نظر کی ہو گی۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس چیز کی تلقین کرے جس سے حد ٹل جائے کذا فی النہر سنن ابو داؤد اور نسائی میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ماعز بن مالک اسلمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا پھر اُس نے چار بار زنا کا اقرار کیا۔ ہر بار حضرت اعراض کرتے تھے پھر پانچویں بار متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ وہ فعل تو نے کیا یہاں تک کہ وہ اس میں غائب ہو گیا اس نے کہا ہاں فرمایا جیسے سلائی غائب ہو جاتی ہے سرمے دانی میں یا رسی کنوئیں میں اس نے کہا ہاں پھر فرمایا تو جانتا ہے کہ زنا کیا چیز ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ میں نے اس عورت سے حرام فعل کیا جیسا کہ مرد اپنی حلال عورت سے کرتا ہے فرمایا کہ تو کیا چاہتا ہے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھ کو پاک کیجئے پھر وہ سنگسار ہوا اور سنن ابو داؤد میں مروی ہے کہ ماعز بن مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ میں نے زنا کیا سو مجھ پر کتاب اللہ قائم کیجئے حضرت نے منہ پھیر لیا پھر آیا یہاں تک کہ چار بار اقرار کیا حضرت نے فرمایا تو نے چار بار کہا سو کس عورت سے یہ فعل کیا کہا فلانی عورت سے فرمایا کہ کیا تو اس کے پاس بیٹھا تھا کہا ہاں فرمایا کیا اس سے مباشرت کی تھی۔ کہا ہاں فرمایا کیا اس سے جماع کیا تھا بولا ہاں۔ پھر حضرت نے اس کی سنگساری کا حکم دیا پھر جب پتھر پڑنے لگے تو نکل بھاگا اور لوگ اس کے پکڑنے سے تھک گئے۔ عبداللہ بن انیس کو ملا انہوں نے لکڑی سے مارا تو مار ڈالا۔ پھر عبداللہ نے یہ قصہ حضرت سے عرض کیا۔ ارشاد ہوا کیوں نہ تم نے اس کو چھوڑ دیا شاید وہ توبہ کرتا سو خدا اس کی توبہ قبول کرتا۔ کذا فی فتح القدیر دعی الزانی انہا زوجتہ سقط الحد عنہ وان کانت زوجۃ للغیر بلا بینۃ بدون گواہوں کے دعویٰ کیا زانی نے کہ عورت اس کی زوجہ ہے تو اس پر سے حد ساقط ہو گی اگرچہ وہ عورت غیر کی زوجہ ہو م بلا بینۃ متعلق ہے ادعی سے کذا فی الطحطاوی ولو تزوجہا بعدہ او اشتراہا لا یسقط فی الاصح لعدم الشبہۃ وقت الفعل بحر اور اگر زانی نے عورت سے نکاح

Marfat.com

کیا بعد زنا کرنے کے یا اس کو خرید کیا تو اس پر سے حد ساقط نہ ہوگی۔ قول اصح میں بسبب عدم شبہ کے فعل زنا کے وقت کذا فی البحر یعنی تزویج اور خرید کرنے سے معلوم ہو گیا کہ زنا کے وقت شبہ ملک نکاح یا ملک یمین نہ تھا ویرجم محصن فی قضاء حتی یموت ویصطفون کصفوف الصلوۃ لرجمہ کلما رجم قوم تنحوا ورجم اخرون اور زانی محصن کو پتھر مارے جائیں میدان میں یہاں تک کہ وہ مر جائے اور لوگ صف باندھ کر کھڑے ہوں پتھر مارنے کے واسطے نماز کی صفوں کے مانند جب ایک قوم پتھر مار چکے تو علیحدہ ہٹ جائے اور دوسری قوم سنگسار کرے م زانی محصن کا رجم یعنی سنگساری اور پتھر مارنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر المعنی ہے مانند علی المرتضےٰ کی شجاعت اور حاتم کی سخاوت کے اگرچہ تفاصیل اور خصوصیات کی روایات آحاد ہیں اور اسی پر اجماع صحابہ اور اتفاق مسلمین ہے اور انکار خارجیوں کا مشروعیت رجم میں باطل ہے۔ اجماع قطعی اس کا مبطل ہے اور جب کہ خارجیوں نے عمر بن عبدالعزیز پر وجوب رجم پر تشنیع کی تو کہا کہ رجم کتاب اللہ سے ثابت نہیں انہوں نے الزام دیا خارجیوں کو کہ اعداد رکعات اور مقادیر زکوٰۃ بھی قرآن سے ثابت نہیں پھر اس کے کیوں مقر ہو۔ خارجیوں نے کہا کہ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمین کے فعل سے ثابت ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ رجم بھی اسی طرح ثابت ہے بلا تفاوت کذا فی الفتح القدیر فلو قتله شخص او قاعینه بعد القضاء به فهدر وینبغی ان یغزر لافتیاته[1] علی الامام نہر پھر اگر اس کو قتل کر ڈالا کسی شخص نے یا اس کی آنکھ پھوڑی بعد حکم دینے سنگساری کے تو قاتل پر قصاص نہیں اور نہر الفائق میں کہا کہ لائق یوں ہے وہ شخص تعزیر دیا جائے بسبب تعدی کرنے اس شخص کے حاکم پر وقبله ای قبل القضاء به یجب القصاص فی العمد والدیة فی الخطاء لان الشهادة قبل الحکم بها لا حکم لها اور اگر کسی نے قتل کیا یا آنکھ پھوڑی قبل دینے حکم رجم کے تو قتل عمد میں قصاص اور قتل خطاء میں خون بہا قاتل پر واجب ہے اس واسطے کہ گواہی حکم دینے سے پہلے معتبر نہیں یعنی جب تک گواہی کے موافق حاکم حکم نہ دے تو گواہی کا کچھ اعتبار نہیں یعنی شہادت بلا قضا مثبت رجم نہیں کہ قصاص وغیرہ قاتل پر لازم نہ آئے والشرط بداءة الشهود ولو بجصاة صغیرة العذر کمرض فیرجم القاضی بحضرتهم اور وجوب رجم کی شرط یہ ہے کہ پہلے گواہ سنگسار کریں اگرچہ چھوٹی کنکری سے ماریں مگر بسبب عذر کے جیسے بیماری تو قاضی اول پتھر مارے شاہدوں کے سامنے ابن ابی شیبہ نے عبدالرحمن میں ابی لیلیٰ سے روایت کی کہ علی مرتضےٰ کے سامنے جب گواہ زنا کی شہادت دیتے تھے تو شاہدوں کو سنگساری کا حکم دیتے تھے تو آپ مارتے تھے پھر لوگ مارتے تھے اور اگر زنا اقرار سے ثابت ہوتا تھا تو آپ ابتدائے رجم کرتے تھے پھر لوگ مارتے تھے کذا فی الفتح القدیر فان ابوا او ماتوا او غابوا وقطعوا الطریق بعد الشهادة او بعضهم سقط الرجم لفوات الشرط لا یحدون فی الاصح پھر اگر گواہوں نے پتھر مارنے سے انکار کیا یا وہ مر گئے یا غائب ہو گئے یا ان[2] کے دونوں ہاتھ کاٹے گئے بعد گواہی دینے کے یہ حال سب گواہوں کا ہوا یا بعض کا تو پتھر مارنا ساقط ہو گیا بسبب فوت ہونے شرط کے اور اس انکار وغیرہ سے گواہوں پر حد نہ ماری جائے گی بقول اصح اس واسطے کہ نہ مارنا صریحاً رجوع نہیں کذا فی المنح کما لو خرج بعضهم عن الاهلیة للشهادة بفسق او عمی او خرس او قذف ولو بعد القضاء لان الامضاء من القضاء فی الحدود چنانچہ رجم ساقط ہوتا ہے اگر کوئی گواہ اہلیت شہادت سے خارج ہو گیا بسبب فسق یا اندھے یا گونگے ہو جانے کے یا بسبب قذف کے اگرچہ عدم اہلیت بعد حکم دینے رجم کے ہو گئی ہو اس واسطے

[1] افتیات مصدر افتعال ہے فوت سے اس کے معنی ہیں کسی چیز کو کر بیٹھنا بدون اجازت حاصل کرنے کے اجازت دینے والے سے ۱۲

[2] دونوں ہاتھ کی قید مترجم نے سہواً زیادہ کی چوری کی حد میں ایک ہاتھ کاٹا جاتا ہے نہ دوسرا ۱۲

Marfat.com

کہ حد کا جاری کر دینا حکم میں داخل ہے تو جب حد واقع نہیں ہوئی اور شہادت پر عمل کرنے کا مانع ظاہر ہو گیا تو بعد قضاء کے گویا شہادت پر حکم دینا اصلا حاصل نہ ہوا۔ کذا فی الطحطاوی وہذا لو محصنا اما غیرہ فیحد فی الموت والغیبۃ کما فی الحاکم اور یہ یعنی ساقط ہونا رجم کا اس وقت ہے جب کہ زانی محصن ہو اور اگر غیر محصن ہو تو اس پر حد ماری جائے گی گواہوں کی موت اور غائب ہونے میں چنانچہ حاکم کی موت اور غیبت میں حد واقع ہوتی ہے۔ کذا فی الی شبۃ الحبی اور بعضے نسخہ میں بجائے کما فی الحاکم کے کافی حاکم ہے اور یہی نسخہ بہتر ہے کہ اصل عبارت نہر الفائق سے ہے اور نہر الفائق میں حاکر شہید کی کافی سے یہ مسئلہ منقول ہے۔ اس طرح ادنی غیر المحصن قال الحاکم الشہید فی الکافی یقام علیہ الحد فی الموت والغیبۃ یعنی اور غیر محصن میں حاکم شہید کی کافی میں کہا ہے کہ اس پر حد قائم ہو گی شاہدوں کی موت اور غیبت میں کذا فی الطحطاوی م اور بعینہا یہی عبارت فتح القدیر میں کافی سے منقول ہے ثم الامام بذا لیس حتما کیف وحضورہ لیس بلازم قال ابن الکمال وما نقلہ المصنف عن الکمال تعقبہ فی النہر پھر شاہدوں کے بعد سلطان یا اس کا نائب پتھر مارے یہ یعنی حاکم کا مارنا لازم نہیں کیونکر لازم ہو حالانکہ حاضر ہونا حاکم کا سنگساری کے مقام میں لازم نہیں۔ یہ کہا ہے ابن کمال نے ایضاح الاصلاح میں اور جو مصنف نے اپنی شرح میں کمال الدین کی فتح القدیر سے نقل کی ہے۔ اس پر اعتراض کیا ہے نہر الفائق میں م ماتن نے منح الغفار میں فتح القدیر سے نقل کیا ہے کہ شہود کے بعد امام کا رجم مذکور کرنا اس کو مقتضی ہے کہ اگر بعد شہود کے امام نہ مارے تو حد ساقط ہو جائے بسبب اتحاد ماخذ کے نہر الفائق میں کہا کہ یہ اس وقت تمام ہو جب وجوب حضور امام مسلم ہو مانند شہود کے ثم الناس افادوا فی النہر ان حضورہم لیس بشرط فرمیہم کذلک فلو امتنعوا لم یسقط پھر حاکم کے بعد اور لوگ پتھر ماریں نہر الفائق میں بیان کیا کہ لوگوں کا حاضر ہونا شرط نہیں رجم کی تو ان کا مارنا بھی ایسا ہی ہے تو اگر وہ مارنے سے انکار کریں تو حد ساقط نہ ہو گی م نہر الفائق میں درایہ سے نقل کیا کہ امام کو مستحب ہے کہ حکم کرے چند مسلمین کو کہ اقامت حد پر حاضر ہوں صاحب نہر نے استحباب کی تعبیر سے استدلال کیا کہ حضور مسلمین شرط نہیں وئید الامام لو مقرا مقتضاہ انہ لو امتنع لم یحل للقوم رجمہ وان امرہم لغوات شرط فتح لکن سیجئ انہ لو قال قاضی عدل قضیت علی بذا بالرجم وسعک رجمہ وان لم تعاین الحجۃ اور رجم شروع کرے حاکم اگر زانی نے زنا کا اقرار کیا ہو ابتدائے حاکم کا مقتضا یہ ہے کہ اگر حاکم نہ مارے تو قوم کو اس کا رجم کرنا حلال نہیں اگرچہ وہ لوگوں کو مارنے کا حکم کرے بسبب فوت ہونے اس کی شرط کے یعنی ہدایت امام کذا فی الفتح لیکن آگے آئے گا کہ ایک شخص سے قاضی عادل کہے کہ میں نے اس شخص پر رجم کا حکم کیا ہے تو تجھ کو اس کا رجم کرنا جائز ہے اگرچہ تو نے حجت کو یعنی اقرار یا گواہوں کو معائنہ نہ کیا ہو م حاصل استدراک شارح یہ ہے کہ جس شخص کو قاضی نے خبر دی اس کی اباحت رجم میں رؤیت رجم قاضی مشروط نہیں صاحب بحر الرائق نے کہا کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام ماعز کے رجم میں تطلعا حاضر نہیں ہوئے بلکہ لوگوں نے حضرت کے امر سے رجم کیا تھا۔ کذا فی الطحطاوی ویکرہ للمحرم الرجم وان فعل لا یحرم المیراث اور قرابت دار مجرم کو رجم کرنا مکروہ ہے اس واسطے کہ غیر کا مارنا کافی ہے اور اگر مارے گا تو مقتول کی میراث سے محروم نہ ہو گا وغسل وکفن وصلی علیہ وصح انہ علیہ الصلوۃ والسلام صلی علی الغامدیۃ اور جو رجم سے مارا جائے اس کو غسل اور کفن دیا جائے اور اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے اور بروایت صحیح ثابت ہوا ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے غامدیہ پر جو زنا کے اقرار سے ماری گئی تھی نماز پڑھی تو عمر فاروق نے کہا یا رسول اللہ آپ زانیہ پر نماز پڑھتے ہیں تو فرمایا کہ اس نے ایسی توبہ کی کہ اگر اس کی توبہ مدینہ کے ستر آدمیوں پر تقسیم کی جائے تو ان پر پھیل جائے اور تو نے کسی کی توبہ اس سے افضل پائی کہ اس نے اپنی جان اللہ کے واسطے دی چنانچہ یہ حدیث صحاح ستہ میں سوائے بخاری کے بروایت عمران بن حصین مروی ہے اور ابن ابی شیبہ نے بریدہ سے روایت کی کہ جب ماعز سنگسار ہوا لوگوں نے کہا یا رسول اللہ اب کیا کریں ماعز کے ساتھ فرمایا کرو اس کے ساتھ جو اپنے موتی کے ساتھ کرتے ہو از قسم غسل اور کفن اور خوشبو اور نماز جنازہ

Marfat.com

کذا فی الفتح القدیر وغیر المحصن بجلد مائۃ جلدۃ ان حرا ونصفہا للعبد بدلالۃ النص فالمراد بالمحصنات فی الایۃ الحرائر ذکرہ البیضاوی وغیرہ اور زانی غیر محصن کو سو کوڑے مارے جائیں اگر وہ آزاد ہو اور اس کا نصف یعنی پچاس کوڑے غلام کو مارے جائیں بطریق دلالت نص اور محصنات سے مراد آیت قرآنی میں آزاد عورتیں ہیں۔ ایسا ہی مذکور کیا ہے بیضاوی وغیرہ مفسرین نے م سو کوڑے مارنا قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہے (الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ) یعنی عورت زانیہ اور مرد زانی کو ہر ایک کو اُن میں سے سو کوڑے مارو اور یہ آیت محصن اور غیر محصن دونوں کو شامل ہے لیکن محصن کے حق میں کوڑے مارنا قطعاً منسوخ ہے اور تعیین ناسخ میں رجم کرنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمارے واسطے کافی ہے تو نسخ قرآن کا سنتِ قطعی سے ہوا اور زانی غلام غیر محصن پر ۵۰ کوڑے اس آیت قرآنی سے بطور دلالت ثابت ہیں قال اللہ تعالےٰ (فان اتین بفاحشۃ فعلیہن نصف ما علی المحصنات من العذاب) یعنی حق تعالےٰ نے لونڈیوں کے حق میں فرمایا کہ اگر وہ زنا کریں تو ان پر آدھا عذاب ہے جو محصنات پر ہے محصنات سے مراد آزاد عورتیں ہیں تو عبارت النص سے لونڈیوں پر بیبیوں کا آدھا عذاب ثابت ہوا اور چونکہ رقیت اور مملوکیت عورت اور مرد میں کچھ فرق نہیں تو غلام میں نصف عذاب بطریق دلالت النص ثابت ہو گیا کذا فی الفتح القدیر وذکر الزیلعی انہ غلب الاناث علی الذکور لکنہ عکس القاعدۃ اور ذکر کیا ہے زیلعی نے کہ غلبہ دیا گیا عورتوں کو مردوں پر لیکن یہ قول قاعدہ اصولیہ کے بالعکس ہے م زیلعی نے شرح کنز میں کہا کہ آیت مذکورہ یعنی (فعلیہن نصف ما علی المحصنات) نے غلاموں کو لونڈیوں کے حکم میں تغلیباً داخل کر دیا تو اس تقدیر میں غلاموں کا حکم عبارت النص سے ماخوذ ہوگا نہ دلالۃ النص سے لیکن یہ تقریر اصول کے مخالف ہے اس واسطے کہ اصول میں ثابت ہے کہ عورتیں حکم میں تابع مردوں کی ہوتی ہیں نہ تغلیب عورتوں کی مردوں پر والعبد لا یحدہ سیدہ بغیر اذن الامام ولو فعلہ ہل یکفی الظاہر لا لقولہم رکنہ اقامۃ الامام نہر اور غلام کو حد نہ مارے مالک اس کا بدون اذن امام کے اور اگر مالک حد مارے گا تو کیا کافی ہے ظاہر الجواب یہ ہے کہ کافی نہیں بسبب اس قول فقہاء کے کہ حد کا رکن اقامت امام ہے کذا فی النہر م عبد اللہ بن مسعود اور ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے موقوفاً اور مرفوعاً مشائخ حنفیہ نے اپنی کتب میں روایت کیا ہے کہ حاکموں کی طرف ہیں حدود اور صدقات اور جمعات اور فی یعنی غنیمت لیکن مولیٰ کو تعزیر عبد بلا اذن امام جائز ہے یعنی غلام کی تادیب میں اس کو امام سے پوچھنا ضرور نہیں اس لیے کہ تعزیر حق العبد ہے تو تادیب کا اس کو اختیار ہے بخلاف حد کے کہ وہ حق اللہ ہے تو اس کی اقامت نائب شرع کرے گا یعنی امام یا اس کا نائب کذا فی الفتح والمنح لبسوط لا عقدۃ لہ فی الصحاح ثمرۃ السیاط عقد اطرافہا متوسط بین الجارح وغیر المولم غیر محصن کو حد ماری جائے ایسے کوڑے سے جس میں گرہ نہ ہو ضرب بحالت متوسط ہو نہ زخمی کر ڈالے نہ محض بے تکلیف ہو صحاح جوہری میں ہے کہ ثمرۃ السیاط ان کی عقد اطراف کو کہتے ہیں م شارح نے اشارہ کیا کہ عقدہ سوط اور ثمرہ سوط ایک ہی چیز ہے اور ضرب متوسط کا فائدہ یہ ہے کہ زخم سے خوف ہے ہلاک کا اور بلا تکلیف ضرب مقصود سے خالی ہے یعنی انزجار سے کذا فی الہدایہ وتنزع ثیابہ خلا ازار لیستر عورتہ اور مارنے کے وقت اس کے کپڑے اتارے جاویں سوائے ازار کے واسطے ستر عورت کے وفرق جلدہ علی بدنہ خلا راسہ ووجہہ وفرجیہ قبل دصدرہ وبطنہ اور اس کے بدن پر جابجا کوڑے مارے جائیں سوا اس کے سر اور منہ اور شرمگاہ کے اور بعضوں نے کہا سوا اس کی چھاتی اور پیٹ کے م تفریق ضرب کا یہ فائدہ کہ ایک جگہ مارنے سے خوف ہے ہلاکی کا اور جد زاجر سے نہ متلف ولو جلدہ فی یوم خمسین متوالیۃ وشملہا فی الیوم الثانی اجزاہ علی الاصح جوہرہ اور اگر زانی کو ۵۰ کوڑے مارے اور اتنے دوسرے دن مارے تو کافی ہے بنا بر قول اصح کے کذا فی الجوہرہ وقال علی رضی اللہ عنہ یضرب الرجل قائما والمرأۃ قاعدۃ فی الحدود والتعازیر غیر ممدود علی الارض کما یفعل فی زماننا فانہ لا یجوز نہر وکذا لا یمد لسوط لان المشترک فی النفی لیم ابن الکمال اور فرمایا امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے کہ مرد مارا جائے کھڑا

Marfat.com

اور عورت بیٹھی حدود اور تعزیرات میں نہ لٹا کر زمین پر چنانچہ ہمارے وقت کے قاضی کرتے ہیں۔ کذا فی النہر اور اسی طرح کوڑے کو بھی نہ کھینچ کر مارے یعنی نہ اپنے سر پر اٹھا کر مارے نہ اس کے بدن پر کھینچے اس واسطے کہ لفظ مشترک نفی میں عام ہو جاتا ہے کذا ذکرہ ابن کمال م مشترک سے ممدود کا لفظ مراد ہے جو نفی یعنی لفظ غیر کے تحت میں واقع ہوا ہے لہذا تین معانی میں عام ہوا یعنی محدود کو زمین پر لٹانا یا کوڑا اٹھانا یا کوڑے کو اس کے بدن پر کھینچنا فتح القدیر میں مصنف عبد الرزاق سے علی مرتضےٰ اثیر لون مروی ہے یضرب[1] الرجل قائما والمراۃ قاعدۃ فی الحد ولا تنزع ثیابہا الا الفرو ا لحشو وتضرب جالسۃ لما روانیا اور نہ اتارے جائیں عورت کے کپڑے مگر پوستین اور روئی وغیرہ کا بھرا کپڑا اور ماری جائے عورت بیٹھی بدلیل اس اثر کے جس کو ہم ابھی روایت کر چکے ویحفر لہا الی صدرہا فی الرجم وجاز ترکہ لسترہا ثیابہا اور عورت کے واسطے گڑھا کھودا جائے اس کی چھاتی تک سنگساری میں اور اس کا ترک بھی جائز ہے بسبب مستور ہونے عورت کے اپنے کپڑوں میں ولا یجوز الحفر لہ ذکرہ الشمنی ولا یربط ولا یمسک ولو ہرب فان ہو مقر لا یتبع والا یتبع حتی یموت کما مر اور جائز نہیں گڑھا کھودنا مرد کے واسطے رجم میں چنانچہ اس کو شمنی نے مذکور کیا ہے اور رجم کے واسطے مرد نہ باندھا جائے نہ کوئی اس کو پکڑے رہے مگر جب کہ کھڑا نہ رہے تو باندھنا اور پکڑنا جائز ہے کذا فی الفتح اور اگر پتھر مارنے سے بھاگے تو اگر ثبوت زنا اس کے اقرار سے ہوا ہو تو اس کا پیچھا نہ کرنا چاہیے اور اگر گواہی سے ثبوت ہوا تو پتھر مارتے ہوئے اس کا پیچھا کرنا چاہیے یہاں تک کہ مر جائے چنانچہ گذر گیا ولا جمع بین جلد ورجم فی المحصن ولا بین جلد ونفی ای تغریب فی البکر وفسرہ فی النہایۃ بالحبس وہو احسن واسکن للفتنۃ من التغریب لانہ یعود علی موضعہ بالنقض اور جمع کرنا درمیان کوڑے مارنے اور پتھر مارنے کے محصن میں جائز نہیں اور درمیان کوڑے مارنے اور نفی یعنی شہر سے نکال دینے کے کواری میں جائز نہیں اور نہایہ میں نفی کی تفسیر بقید اور حبس کی ہے اور یہی یعنی قید کرنا بہتر اور فساد کا روکنے والا ہے نکال دینے سے اس واسطے کہ زانی مسافرت میں پھر وہی کام کرے گا حیا چھوڑ کر یعنی نکال دینے میں فتح باب زنا ہے اس واسطے کہ سفر میں اپنے ہم چشم قوم کی کچھ حیا نہیں م جمع بین الجلد والرجم باتفاق آئمہ اربعہ جائز نہیں لیکن اہل ظاہر اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک دوسری روایت میں جمع ثابت ہے عبادۃ بن الصامت کی حدیث کی دلیل سے جس کو مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البکر بالبکر جلد مائۃ تغریب عام والثیب بالثیب جلد مائۃ ورجم یعنی فرمایا کوارے کو ساتھ کواری کے سو کوڑے اور ایک سال نکال دینا اور بیاہا ساتھ بیاہی کے سو کوڑے اور سنگساری جمہور کا یہ جواب ہے کہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز وغیرہ کو رجم کیا اور کوڑے نہیں مارے تو بالیقین معلوم ہو گیا کہ جمع بین الرجم والجلد کا حکم منسوخ ہے۔ علاوہ اس کے رجم کے ساتھ کوڑے مارنے کا کیا فائدہ اور جلد اور نفی کا جمع کرنا امام شافعی اور احمد کے نزدیک ہے بدلیل اول حدیث مذکور اس کا جواب یہ ہے کہ فقط کوڑے مارنے کا حکم کتاب اللہ سے ثابت ہے تو اگر کوڑے کے ساتھ نکال دینا بھی داخل حد ہو تو لازم آئے زیادت علی الکتاب بحدیث احاد حالانکہ یہ جائز نہیں کذا فی الفتح القدیر ملخصا الا سیاسۃ وتعزیرا فیفوض للامام وکذا فی کل جنایۃ نہر مگر باعتبار سیاست اور تعزیر کے البتہ جمع بین الجلد والنفی جائز ہے نہ بنا بر حد کے پھر جب یہ جمع کرنا بنا بر تعزیر کے ہوا تو اس کا اختیار کرنا امام کو مفوض ہے اگر وہ مصلحت دیکھے تو جمع کرے اور اسی طرح ہر قصور میں امام کو اختیار ہے کذا فی النہر تو یہ جو بعضے صحابہ رضی اللہ عنہم سے جمع کرنا کوڑے مارنے اور نفی میں مروی ہے تو تعزیر پر محمول ہے نہ حد پر کذا فی الہدایۃ ویرجم مریض زنی ولا یجلد حتی یبرا الا ان یقع الیاس من برئہ فیقام علیہ بحر اور سنگسار کیا جائے وہ مریض جس نے زنا کیا اس واسطے کہ سنگساری واسطے مار ڈالنے کے ہے اور کوڑے سے نہ مارا جائے بیمار یہاں تک کہ چنگا ہو جائے مگر یہ کہ اس کی صحت سے ناامید ہو جائے تو پھر اس پر حد قائم کی جائے

[1] مارا جائے مرد کھڑا کر کے اور عورت بیٹھی ہوئی حد میں ۱۲

Marfat.com

کذا فی البحر یعنی جب صحت سے ناامیدی ہو مریض کو بقدر احتمال کے مارنا چاہیے اس واسطے کہ فتح القدیر میں مصرح ہے کہ جب مریض کی صحت کی امید نہ ہو چنانچہ مسلول یا نہایت ضعیف الخلقت ہو تو ہمارے اور امام شافعی کے نزدیک اس کو کھجور کی گود سے ایک بار مارنا چاہیے جس میں سو شاخیں ہوں طحطاوی نے مسند اور ابن ماجہ سے حدیث روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کی حد مارنے کو فرمایا صحابہ نے کہا یا رسول اللہ وہ نہایت ضعیف الخلقت ہے اگر ہم اس کو ماریں گے تو مقتول ہو جائے گا فرمایا کہ کھجور کی گود لو جس میں سو شاخیں ہوں پھر اس کو ایک بار مارو چنانچہ ایسا ہی کیا م اسی مضمون کی حدیث تیسیر الوصول میں ابو داؤد اور نسائی سے مروی ہے ویقام علی الحامل بعد وضعها لا قبله اصلا بل تحبس لو زنا بینة اور حد قائم کی جائے حاملہ عورت پر بعد وضع حمل کے نہ قائم ہو حد قبل وضع کے بلکہ اصلا حاملہ قید کی جائے اگر اس کا زنا گواہی سے ثابت ہوا ہو یعنی مقرہ کو قید کرنا نہ چاہیے فان کان حدها الرجم رجمت حین وضعت الا اذا لم یکن للمولود من یربیه فحتی یستغنی پھر اگر حاملہ کی حد رجم ہو تو اس کو رجم کرنا چاہیے وضع حمل کے وقت مگر جب کہ مولود کا کوئی پالنے والا نہ ہو تو اس پر رجم نہ ہو یہاں تک کہ لڑکا مستغنی ہو یعنی جب کہ دودھ پی چکے روٹی کھانے لگے ولو ادعت الحبل یرجیها النساء فان قلن لنعلم حبسها سنتین ثم رجمها اختیارا اور اگر زانیہ اپنے حاملہ ہونے کا دعوی کرے تو حاکم اس کو عورتوں کو دکھائے سو اگر وہ کہیں کہ ہاں وہ حاملہ ہے تو اس کو قید رکھے دو سال تک پھر اس کو پتھر مارے کذا فی الاختیار وان کان الجلد فبعد النفاس لانه مرض اور اگر حد حاملہ کی کوڑے مارنا ہو تو نفاس کے بعد اقامت حد چاہیے اس واسطے کہ نفاس بیماری ہے اور بیماری میں تا صحت انتظار ہے وشرائط احصان الرجم سبعة اور شرائط احصان رجم کے سات ہیں یعنی شرائط احصان وہی احصان ہے تو احصان عبارت ہے امور سبعہ مذکورہ سے احصان رجم اس واسطے کہا کہ اس میں نکاح اور دخول شرط نہیں کذا فی النہر الحریة شرائط احصان اول آزاد ہونا ہے تو غلام اور لونڈی محصن نہیں اس واسطے کہ مملوک نکاح صحیح پر بنفسہ قادر نہیں کہ زنا کا محتاج نہ رہے والتکلیف عقل و بلوغ اور شرائط احصان سے ہے مکلف ہونا یعنی عقل و بلوغ عدم عقل اور بلوغ دو شرطیں ہیں تو مجنون اور صغیر محصن نہیں بسبب عدم اہلیت عقوبت کے والاسلام اور چوتھی شرط احصان کی اسلام ہے تو کافر محصن نہیں اس واسطے کہ اسحق بن راہویہ نے اپنی مسند میں ابن عمرؓ سے روایت کی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من اشرک باللہ فلیس بمحصن یعنی جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ محصن نہیں اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک اسلام شرط احصان نہیں بدلیل حدیث صحیحین کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی اور یہودیہ پر رجم کا حکم دیا اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت نے بحکم توراۃ قبل نزول اس آیت کے جس میں کوڑے مارنے کا حکم ہے حکم دیا تھا پھر کوڑوں کی آیت نازل ہوئی بلا شرط اسلام پھر رجم کا حکم ہوا بشرط اسلام چنانچہ حدیث سابق اس پر دلیل ہے کذا فی الفتح والثانی اور پانچویں شرط احصان جماع ہے تو جس نے نکاح کیا اور صحبت نہ کی وہ محصن نہیں اور مراد جماع سے وہ جماع ہے جس سے غسل لازم آوے یعنی ادخال حشفہ انزال ہو یا نہ ہو وکونه بنکاح صحیح حال الدخول اور ہونا جماع کا بنکاح صحیح وقت دخول کے نکاح صحیح کی قید سے نکاح بلا شہود خارج ہو گیا تو ایسے نکاح سے محصن نہ ہوگا اور اس قید سے کہ دخول کے وقت صحت نکاح ہو وہ شخص محصن ہونے سے نکل گیا جس نے عورت کی طلاق اس کے نکاح پر معلق کی پھر اس سے نکاح کیا تو یہ نکاح صحیح ہے لیکن اگر اس عورت سے صحبت کرے گا بعد نکاح کے تو محصن نہ ہوگا اس واسطے کہ قبل دخول وہ مطلقہ ہو گئی کذا فی النہر وکونهما بصفة الاحصان المذکورة وقت الوطی فاحصان کل منهما شرط لصیرورة الآخر به محصنا اور ساتویں شرط احصان کی ہونا زوجین کا وطی کے وقت بصفت احصان جو مذکور ہو چکی تو احصان ہر واحد کا زوجین سے شرط ہے دوسرے شخص کے محصن ہونے کی سبب سے م وطی کے وقت جمیع شرائط مذکورہ احصان کا جامع ہونا زوج اور زوجہ میں شرط ہے تو زوج کا محصن ہونا زوجہ کے محصنہ ہونے پر موقوف ہے اور زوجہ کا محصنہ ہونا زوج کے محصن ہونے پر موقوف ہے تو جس نے کتابیہ ذمیہ یا صغیرہ یا مجنونہ سے نکاح کر کے قربت کی تو وہ شخص محصن

Marfat.com

نہ ہوگا اس واسطے کہ زوجہ بسبب عدم اسلام یا عدم حریت یا عدم تکلیف کے محصنہ نہیں اور سبب اس کا یہ ہے کہ نکاح ایسی عورتوں کا لائق نفرت ہے تو حصول نعمت علی وجہ الکمال نہ ہوا تو ایسے شخص کا زنا مستحق رجم نہیں اور اسی طرح وہ شخص محصن نہیں جس نے عورت محصنہ سے قربت کی عدم احصان کی حالت میں اور پھر وہ محصن ہو گیا زنا کے وقت بدلیل مذکور کذا فی الطحطاوی عن البحر فلو نکح امۃ او الحرۃ عبدا فلا احصان الان یطأ ہا بعد العتق لتحصل الاحصان بہ لا بما قبلہ حتی لو رنی ذمی بمسلمۃ ثم اسلم لا یرجم بل یجلد تو اگر نکاح کیا آزاد مرد نے لونڈی سے یا آزاد عورت نے نکاح کیا غلام سے تو احصان نہیں مگر یہ کہ عورت سے وطی کرے زوج اس کا بعد آزاد ہونے کے لونڈی یا غلام کے تو حاصل ہوگا احصان وطی بعد العتق سے نہ قبل عتق کے وطی سے یہاں تک کہ اگر کافر ذمی مسلمان عورت سے زنا کرے پھر وہ مسلمان ہو تو اس پر رجم نہ ہوگا بلکہ کوڑے مارے جائیں گے اس واسطے کہ مرد محصن نہ تھا زنا کے وقت اگرچہ عورت محصنہ تھی وبقی شرط آخر ذکرہ ابن الکمال وہو ان لا یبطل احصانہما بالارتداد فلو ارتدا ثم اسلما لم یعد الا بالدخول بعدہ اور باقی رہی ایک اور اٹھویں شرط احصان کی جس کو ابن کمال نے مذکور کیا ہے وہ شرط یہ ہے کہ احصان زوجین کا بسبب ارتداد کے نہ باطل ہو گیا ہو سو اگر دونوں مرتد ہو جائیں گے پھر مسلمان ہوں گے تو دوبارہ احصان نہ کرے گا مگر جماع بعد الاسلام سے ہم ساتھ ہی مرتد ہوتے اور ساتھ ہی مسلمان ہونے سے نکاح باطل نہیں ہوتا تو تجدید نکاح کی ضرورت نہیں اور اگر اسلام بترتیب ہوا تو تجدید نکاح ضروری ہے ولو بطل لجنون او غمۃ عاد بالافاقۃ وقیل بالوطی بعدہ اور اگر احصان باطل ہوا جنون یا بیہوشی سے تو احصان پھر ثابت ہوگا بعد صحت کے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جماع بعد از صحت سے عود احصان ہوگا یہ قول اخیر ابو یوسف کا قول ہے وعلم انہ لا یکیف بقاء النکاح لبقائہ ای الاحصان فلو نکح فی عمرہ مرۃ ثم طلق وبقی مجردا او زنی یرجم اور جان رکھ کہ باقی رہنا نکاح کا واسطے بقائے احصان کے واجب نہیں تو اگر ایک شخص نے اپنی تمام عمر میں ایک بار نکاح کیا پھر عورت کو طلاق دی یا بعد وطی وہ مر گئی اور مرد مجرد رہا اور اس نے زنا کیا تو سنگسار ہوگا ونظم بعضہم الشروط فقال ؎ شروط احصان اتت ستۃ فخذ) ہا عن النص مستفہما + بلوغ وعقل وحریۃ + ورابعہا کونہ مسلما + وعقد صحیح ووطی مباح + متی اختل شرط فلا یرجما اور بعضے علما نے شروط احصان کو یوں نظم کیا ہے شروط احصان کے چھ ہیں سو لے ان کو تصریح سے دریافت کر کے ایک بلوغ دوسری عقل تیسری حریت اور چوتھی شرط ہونا اس کا مسلمان اور پانچویں نکاح صحیح اور چھٹی وطی مباح جبکہ مختل ہوئی کوئی شرط تو سنگسار نہ ہوم اس نظم میں دو شرطیں باقی رہ گئیں ایک ہونا زوجین کا متصف بصفت احصان وقت دخول کے اور دوسرے نہ باطل ہونا احصان کا ارتداد سے طحطاوی نے کہا کہ اس نظم کو صاحب عمدہ نے فاکہانی مالکی سے نقل کیا ہے

باب الوطی الذی یوجب الحد والذی لا یوجبہ

لقیام الشبہۃ لحدیث ادرؤا الحدود بالشبہات ما استطعتم یہ باب ہے اس وطی کے بیان میں جس میں حد واجب ہوتی ہے اور جس سے حد واجب نہیں ہوتی بسبب قائم ہونے شبہہ کے بدلیل اس حدیث کے کہ ٹالو حدود کو بسبب شبہون کے جہاں تک کہ تم سے ہو سکے م عنقریب مذکور ہو چکا کہ ابو یعلی کی مسند میں حدیث مرفوع ان الفاظ سے مروی ہے کہ (ادرؤا الحدود ما استطعتم) اور امام اعظم ابو حنیفہ کی مسند میں ابن عباس سے مروی ہے (قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادراوا الحدود بالشبہات) ٹالو حدود کو شبہون سے ابن ابی شیبہ نے ابراہیم سے روایت کی کہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں حدود کو بسبب شبہات کے معطل رکھوں میرے نزدیک محبوب تر ہے کہ ان کے شبہات سے اقامت کروں اور معاذ اور عبد اللہ بن مسعود اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم سے ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ ان حضرات نے کہا کہ جب تجھ کو شبہہ پڑے حد میں تو ٹالو ہر چند ابن حزم وغیرہ اہل ظاہر شبہات سے حد ٹالنے کے منکر ہیں لیکن چونکہ حدیث مرفوع اور آثار اصحابہ کرام سے یہ امر ثابت ہے اور فقہاء امصار کا اس پر اتفاق اور اجماع ہے تو انکار ان کا باطل ہے لائق التفات کے نہیں کذا فی الفتح القدیر الشبہۃ ما یشبہ الشیٔ لا الثابت

Marfat.com

ولیس ثبابت فی نفس الامر شبہہ یعنی دھوکا دہ چیز ہے جو مشابہ ہے شی ثابت کے حالانکہ وہ نفس الامر میں ثابت نہیں یعنی شبہہ عبارت ہے امر غیر واقعی سے جو امر واقعی سے مشابہت رکھے چنانچہ ولد کی لونڈی اپنی لونڈی کے مشابہ ہے **حلت** ملک یمین میں اور حالانکہ ولد کی لونڈی واقع میں حلال نہیں باپ پر **وہی ثلثۃ انواع شبہہ حکمیۃ فی المحل** اور شبہہ تین قسم پر ہے ایک شبہہ فی المحل ہے جس کو شبہہ حکمیہ بھی کہتے ہیں م محل سے مراد وہ عورت ہے جس سے وطی کی **وشبہۃ فی الاشتباہ فی الفعل** اور دوسرا شبہہ فی الفعل جس کو اشتباہ بھی کہتے ہیں یعنی فعل وطی میں اشتباہ واقع ہوا **وشبہۃ فی العقد والتحقیق دخول بذہ فی الاولیین و** صحققہ اور تیسرا شبہہ فی العقد ہے یعنی نکاح کا شبہہ اور تحقیق یہ ہے کہ شبہہ عقد کا پہلے دونوں شبہوں میں داخل ہے کوئی علیحدہ شبہہ نہیں اور عنقریب ہم اس کی تحقیق کریں گے **فان ادعاہا ای الشبہۃ وبرہن قبل برہانہ وسقط الحد وکذا یسقط ایضا بمجرد دعواہا الا فی دعوی الاکراہ خاصۃ فلا بد من البرہان لانہ دعوی** بالفعل الغیر فیلزم بتوتہ بحر سو اگر زانی نے شبہہ کا دعوی کیا اور برہان سے یعنی گواہوں سے ثابت کیا تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے اور حد اس پر سے ساقط ہو جائے گی اور اسی طرح سے ساقط ہوگی حد فقط دعوی بلا برہان سے بھی مگر مخصوص اکراہ کے دعوی میں مجرد دعوی بلا برہان مسقط نہ ہوگا تو ضرور ہوگا اکراہ کے دعوی میں برہان سے اس واسطے کہ اکراہ غیر کے فعل کا دعوی ہے تو مدعی پر اس کا ثابت کرنا لازم ہوگا کذا فی البحر **لا حد بلازم لبشبہۃ المحل ای الملک وتسمی شبہۃ حکمیۃ ای الثابت حکم الشرع بجلہ حد لازم** نہیں شبہہ محل سے یعنی ملک سے اور شبہہ محل کو شبہہ حکمیہ بھی کہتے ہیں شبہہ حکمیہ وہ جس میں محل کی حلت بحکم شرع ثابت ہے م شارح نے تعریف شبہہ حکمیہ کی فتح القدیر سے نقل کی ہے بحذف مضاف اس میں یوں ہے (ای الثابت شبہۃ حکم الشرع بجل المحل) یعنی شبہہ حکمیہ وہ ہے جس میں محل کی حلت کا شبہہ بحکم شرع ثابت یعنی شبہہ محل میں ثابت ہے بسبب قائم ہونے اس دلیل کے جو حرمت محل کے نافی ہے یعنی جب دلیل شرع کو دیکھیے قطع نظر مانع سے تو اس کو منافی حرمت کی پائے کذا فی المنح الفقانی نے کہا شبہہ محل وہ ہے جہاں محل میں شبہہ ثابت ہو اس طرح کہ محل میں شبہہ ملک پایا جائے یعنی ملک نکاح یا ملک وطی اور اس کو شبہہ حکمیہ کہتے ہیں اس اعتبار سے کہ محل کو حکم ملک کا دیا گیا ہے اسقاط حد میں اگرچہ فی الحقیقت ملک ثابت نہیں طحطاوی نے کہا کہ یہ تقریر خوب واضح ہے **وان ظن حرمتہ شبہۃ محل** سے حد نہیں اگرچہ زانی حرمت محل کا گمان رکھتا ہو یعنی شبہہ محل میں اسقاط حد کا مدار دلیل شرعی پر ہے نہ زانی کے اعتقاد پر اس واسطے کہ بسبب ثابت ہونے دلیل کے نفس الامر میں شبہہ قائم ہے زانی اس کو جانے یا نہ جانے دونوں برابر ہیں کذا فی الفتح اب مصنف اور شارح امثلہ شبہہ محل کے مذکور کرتے ہیں **کوطی امتہ ولدہ وولد ولدہ وان اسفل وولدہ** جیا فتح لحدیث انت ومالک لابیک چنانچہ اپنے ولد کی لونڈی کا جماع یا اپنے پوتے کی لونڈی کا جماع اگرچہ پوتا بچند واسطہ ہو گو کہ بیٹا زندہ ہو تو بھی پوتے پر وتے کی لونڈی کے وطی سے حد نہیں کذا فی الفتح بدلیل اس حدیث کے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے م ابن ماجہ نے جابرؓ سے بسند صحیح روایت کی کہ ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ کہ البتہ میرا مال ہے اور میرا بیٹا ہے اور میرا باپ مال کو مانگتا ہے حالانکہ وہ میرے مال کا محتاج نہیں حضرت صلعم نے فرمایا کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے اور اس مضمون کی حدیث طبرانی اور بیہقی نے بھی روایت کی ہے مع القصۃ الطویلۃ کذا فی الفتح القدیر اس حدیث کی دلیل سے معلوم ہوا کہ ولد کا مال والد کا مال ہے تو اس کی لونڈی کی وطی کی حلت کا شبہہ ثابت ہو گیا بملک یمین اگرچہ واقع میں بنظر دلائل شرعیہ کے اس کی حلت ثابت نہیں **ومعتدۃ الکنایات ولو خلعا خلاعن مال** وان نوی ہبا ثلثا خ لقول عمر رضی اللہ عنہ الکنایات رواجع اور چنانچہ کنایات طلاق کے معتدہ کی وطی سے حد نہیں اگرچہ عدت خلع بلا مال کی ہو گو کہ کنایات سے تین طلاق کی نیت کی ہو کذا فی النہر بدلیل قول عمرؓ کے کہ کنایات رواجع ہیں یعنی کنایات سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے م قوانہ کو رسے شبہہ حلت وطی کا پیدا ہوا اگرچہ مختار علی مرتضے کا قول ہے کہ کنایات سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے اور خلع بلا مال میں اس واسطے حد نہیں کہ اس کے بائن ہونے میں صحابہ مختلف ہیں کذا فی البحر عن جامع النسفی اور فتح القدیر میں خلع بلا مال کو شبہہ حکمیہ میں داخل نہیں کیا تو ظاہرا اس میں دو قول ہیں کذا فی الطحطاوی **ووطی البائع الامۃ المبیعۃ والزوج الامۃ المہورۃ قبل تسلیمہا المشتری وزوجتہ وکذا بعدہ فی الفاسد** اور چنانچہ وطی کرنا بائع کا بیچی ہوئی لونڈی سے قبل

Marfat.com

تسلیم مشتری کے اور وطی زوج کی اس لونڈی سے جس کو زوجہ کے مہر میں مقرر کیا قبل تسلیم زوجہ کے اور اسی طرح نکاح فاسد میں بھی بعد تسلیم کرنے زوجہ کے بھی حد ساقط ہے **ووطی الشریک** ای احد الشریکین **الجاریۃ المشترکۃ ووطی جاریۃ مکاتبۃ وعبدہ الماذون لہ وعلیہ دین محیط بمالہ ورقبتہ** زیلعی اور وطی شریک کی یعنی دو شریکوں میں سے ایک شریک کا وطی کرنا مشترک لونڈی کا اور اپنے مکاتب کی لونڈی کی وطی اور اپنے عبد ماذون فی التجارۃ کی لونڈی کی وطی مسقط حد ہے اور حالانکہ اس عبد پر اتنا دین ہے جو اس کے مال اور اس کی ذات کو محیط ہے کذا فی الزیلعی اور اگر عبد مدیون نہ ہوگا تو بطریق اولیٰ حد نہیں م مشترک لونڈی کی ملک کا شبہہ تو ظاہر ہے اور مکاتب اور عبد ماذون کے مال میں حق ہے مولیٰ کا تو اس کے حق میں شبہہ ملک البتہ ثابت ہے **ووطی جاریۃ من الغنیمۃ بعد الاحراز بدارنا او قبلہ** اور وطی غنیمت کی لونڈی کی بعد لے آنے دار الاسلام کے یا قبل لے آنے کے م غازیوں کا حق بعد استیلا کے ثابت ہے تو شبہہ ملک کا پیدا ہوا اور ظاہر مراد یہ ہے کہ وطی اس کی قبل قسمت کے ہوئی اور بعد قسمت کے وطی سے حد لازم ہوگی بسبب متعین ہو جانے مالک کے کذا فی الطحطاوی **ووطی جاریۃ قبل الاستبراء التی فیہا للمشتری ہی اختہ رضاعا** اور حد نہیں خرید کی لونڈی کی وطی سے قبل استبرا کے اور اس لونڈی کی وطی سے جس کے خرید میں ہنوز اختیار باقی ہے مشتری کو اور اس لونڈی کی وطی سے جو مولیٰ کی رضاعی بہن ہے م اور اگر بائع کو خیار ہو تو بطریق اولیٰ حد واجب نہیں اور یہی حکم ہے جبکہ بائع اور مشتری دونوں کو خیار ہو یا مرد اجنبی کو خیار ہو **وزوجتہ حرمت بردتہا او مطاوعتہا لابنہ او جماعہ لامہا او بنتہا لان من الائمۃ من لم یحرم بہ** اور حد نہیں اس زوجہ کی وطی سے جو حرام ہوگئی زوج پر بسبب اپنے ارتداد کے یا زوج کے ولد کے جماع سے راضی ہوگئی یا اس زوجہ کی وطی سے جو حرام ہوگئی بسبب جماع کرنے زوج کے اس کی ماں یا اس کی بیٹی سے اس واسطے کہ بعض امام اس کی حرمت کے قائل نہیں م یہ تعلیل متعلق ہے ارتداد اور اس کے مابعد سے کتاب النکاح میں مذکور ہو چکا کہ مشائخ بلخ نے ارتداد زوجہ سے عدم فرقت کا فتویٰ دیا ہے اور باقی صورتوں میں امام شافعی کا خلاف ثابت ہے بہر صورت شبہہ پیدا ہونے سے حد ساقط ہوگئی **وغیر ذلک کما لا یخفی علی المتتبع فدعوی الحصر فی ستۃ مواضع ممنوع** اور سوا ان امثلہ مذکورہ کے شبہہ محل کی اور بھی مثالیں ہیں چنانچہ کتب فقہ کے دیکھنے والے پر یہ امر مخفی نہیں تو دعویٰ حصر کا چھ مکانوں میں ممنوع ہے م یہ تعریض ہے صاحب درر پر ہر چند صاحب درر نے دعویٰ حصر کا نہیں کیا مگر ظاہر کلام حصر پر دلالت کرتا ہے اس واسطے کہ شمار کرنا بیان کے مقام میں قرینہ ہے حصر کا کذا فی المنح **ولا حد ایضا بشبہۃ الفعل وتسمی شبہۃ اشتباہ ای شبہۃ فی حق من حصل لہ اشتباہ** اور حد نہیں شبہہ فعل سے بھی اور اس کو شبہہ اشتباہ بھی کہتے ہیں یعنی شبہہ اس کے حق میں ثابت ہے جس کو دھوکا پڑا حلت میں م شبہہ فعل کو شبہہ مشابہت بھی بولتے ہیں **ان ظن حلہ العبرۃ لدعوی الظن وان لم یحصل لہ الظن** شبہہ فعل سے حد اس وقت ساقط ہوگی اگر زانی نے حلت وطی کا گمان کیا ہو اور اعتبار ہے ظن کے دعویٰ کرنے کا اگرچہ فی الواقع اس کو ظن نہ حاصل ہوا ہو **ولو ادعاہ احدہما فقط لم یحدا حتی یقرا جمیعا بعلمہما بالحرمۃ** نہر اور اگر مرد اور عورت میں سے فقط ایک نے ظن حلت کا دعویٰ کیا تو دونوں پر حد نہ ماری جائے گی یہاں تک کہ دونوں مل کر اپنے علم بالحرمۃ کا اقرار کریں کذا فی النہر یعنی شبہہ اشتباہ میں اس وقت دونوں پر حد ماری جائے گی جب دونوں زنا کا اقرار کریں اس طرح پر کہ ہم نے حرام جان کر زنا کیا اب شبہہ اشتباہ کی مثالیں مذکور ہوتی ہیں **کوطی امۃ ابویہ وان علیا شمنی** چنانچہ اپنے والدین کی لونڈی سے جماع کرنا اگرچہ والدین دور کے ہوں کذا ذکرہ الشمنی یعنی دادا دادی کی لونڈی یا پردادا پردادی کی لونڈی سے جماع کرنا بھی مسقط حد ہے اس واسطے کہ اتصال املاک بین الاصول والفروع سے یہ گمان ہوتا ہے کہ ولد کو والدین کی لونڈی کے جماع میں ولایت ہے چنانچہ باپ کو بیٹے کی لونڈی پر ولایت ہے کذا فی المنح **ومعتدۃ الثلث ولو جملۃ** اور چنانچہ تین طلاق کی عدت والی سے جماع کرنا اگرچہ طلقات ثلثہ یک بارگی واقع ہوگئی ہوں م اگرچہ مطلقہ ثلثہ کی حرمت قطعی ہے لیکن بقا بعض احکام نکاح سے مانند وجوب نفقہ اور سکنی اور منع خروج اور ثبوت نسب وغیرہا سے ظن حلت کا شبہہ پڑ سکتا ہے موضع اشتباہ میں کذا فی المنح **وامۃ امرأۃ وامۃ سیدہ** اور چنانچہ اپنی زوجہ کی لونڈی سے یا اپنے مولیٰ کی لونڈی سے جماع کرنا م حق تعالیٰ نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت خدیجہؓ کے مال سے غنی فرمایا چنانچہ ارشاد

Marfat.com

کیا (ووجدک عائلا فاغنی) اس آیت سے شبہ پڑ سکتا ہے کہ زوج کو زوجہ کے مال میں تصرف کا اختیار ہے اور غلام محتاج ہے اپنے مولیٰ کے مال کا تو اگر زوج یا غلام کو شبہ حلت کا پڑے تو معذور قرار دیا جائے گا وظی المرتہن الامۃ المرہونۃ فی روایۃ کتاب الحدود وہی المختار زیلعی اور چنانچہ جماع کرنا مرتہن کا مرہونہ لونڈی سے مسقط حد ہے کتاب الحدود کی روایت میں بشرط ظن حلت اور یہی روایت مختار ہے کذا فی شرح زیلعی م جب مرتہن نے کہا کہ میں مرہونہ لونڈی کی حرمت جانتا تھا اور اس سے جماع کیا تو اس میں دو روایتیں ہیں سو کتاب الرہن کی روایت میں اس پر حد نہیں تو یہ مسئلہ شبہۃ المحل کے فروع سے ہوگا اور کتاب الحدود کی روایت میں حد واجب ہے ہدایہ میں کہا کہ یہی قول اصح ہے اور شرح زیلعی میں کہا یہی قول مختار ہے کذا فی المنح اس واسطے کہ مرہونہ پر مرتہن کی ملکیت تصرف کی ہونا موہم ہے جماع مرہونہ کی حلت کا کذا فی الطحطاوی وفی الہدایۃ المستعیر للرہن کالمرتہن اور ہدایہ میں ہے گرو رکھنے کے واسطے لونڈی کا عاریت مانگنے والا مرتہن کے برابر ہے حکم میں یعنی اگر مستعیر لونڈی سے بگمان حلت جماع کرے گا تو قول مختار میں اس پر حد نہیں حلبی نے کہا کہ للرہن کا لام تعلیل کا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ لونڈی کو رہن رکھنے کے واسطے عاریت لیا اور یہ لام تعدیہ کا نہیں تا یہ مطلب ہو کہ مرہونہ لونڈی کو مرتہن سے عاریت لیا ویسی حکم المستاجرۃ والمغصوبۃ اور مستاجرہ اور مغصوبہ لونڈی کا حکم آگے آئے گا ویلحق ان الموقوفۃ علیہ کالمرہونۃ نہر اور بحر الفائق میں کہا کہ لائق یوں ہے کہ موقوف علیہ لونڈی مرہونہ کے مانند ہے حکم میں یعنی بگمان حلت اس کی وطی سے حد نہیں ومعتدۃ الطلاق علی مال وکذا المختلعۃ علی الصحیح بدائع اور چنانچہ طلاق بعوض مال کے عدت والی سے جماع کرنا اور اسی طرح مختلعہ سے جماع کرنا بنا بر قول صحیح کے کذا فی البدائع اس واسطے کہ مطلقہ بعوض مال کی حرمت بالاجماع ثابت ہے مانند مطلقہ ثلثہ کے کذا فی المنح تو بدون ظن حلت کے حد ساقط نہ ہوگی ومعتدۃ الاعتاق والحال انہا ہی ام ولدہ اور چنانچہ اعتاق کی عدت والی سے جماع کرنا حالانکہ وہ ام ولد ہے مولیٰ کی اس واسطے کہ اس کی بھی حرمت بالاجماع ثابت ہے لیکن اشتباہ حلت ہو سکتا ہے بقاء عدت کے سبب سے کذا فی المنح والواطی ان ادعی النسب یثبت فی الاولی ای شبہۃ المحل لا فی الثانیۃ ای شبہۃ الفعل التحصنہ زنا الا فی المطلقۃ ثلثا بشرطہ بان تلد لاقل من سنتین لا لاکثر الا بدعوۃ کما مر فی بابہ وکذا المختلعۃ والمطلقۃ بعوض بالاولی عنایۃ اور جماع کرنے والا اگر ولد کے نسب کا دعویٰ کرے تو پیدا شبہہ میں یعنی شبہۃ المحل میں نسب ثابت ہوگا نہ ثابت ہوگا نسب دوسرے شبہہ میں یعنی شبہۃ الفعل میں اس کے خالص زنا ہونے کے سبب سے اور حد جو ساقط ہو گئی سو اشتباہ کے سبب سے مگر مطلقہ ثلثہ میں البتہ بلا دعوت نسب ثابت ہے اس کی شرط کے پائے جانے سے اس طرح پر کہ مطلقہ مذکورہ دو سال سے کمتر مدت میں جنی ہو نہ زیادہ دو سال سے کہ زیادتی میں نسب ثابت نہیں مگر بدعوت چنانچہ بیان اس کا ثبوت النسب کے باب میں مذکور ہو چکا اور اسی طرح مختلعہ و مطلقہ بعوض مال کے ولد کا نسب بطریق اولیٰ ثابت ہے کذا فی النہایۃ اس واسطے کہ خلع اور طلاق بعوض مال تین طلاق سے کم تر ہے کذا فی الطحطاوی پھر جب اکثر میں ثبوت نسب ہوا تو اقل میں بطریق اولیٰ ہوگا طلاق اور خلع میں اس واسطے نسب ثابت ہوا کہ اس میں شبہۃ العقد ہے بخلاف باقی مواضع شبہۃ الفعل کے کہ وہاں شبہہ عقد کا نہیں کذا فی المنح عن البحر والاتی وطی امراۃ زفت الیہ وقال النساء ہی زوجتک ولم تمکن کذلک معتمدا خبرہن فیثبت نسبہ بالدعوۃ بحر اور نسب ثابت نہیں ہوتا شبہۃ الفعل میں مگر اس عورت کی وطی میں جو پہنچائی گئی مرد کے پاس اور عورتوں نے کہا کہ یہ تیری زوجہ ہے اور حالانکہ وہ اس کی زوجہ نہیں بشرطیکہ مرد نے عورتوں کی خبر پر اعتماد کیا ہو تو اس وقت میں اس کا نسب ثابت ہوگا دعوت سے کذا فی البحر ولا حد ایضا لشبہۃ العقد ای عقدۃ النکاح عندہ ای الامام کوطی محرم نکحہا اور حد نہیں شبہۃ العقد سے یعنی عقد نکاح کے شبہہ سے امام اعظم کے نزدیک چنانچہ اس محرم سے وطی کرنا جس سے نکاح کیا م محرم کو مطلق کہا تو محرم نسبی اور محرم رضاعی کو شامل رہا برچند امام کے نزدیک بسبب شبہہ عقد کے حد نہیں لیکن بنا بر سیاست کے اس پر سخت تعزیر اور ضرب شدید واجب ہے اگر اس کو حرمت محارم کا علم ہو وقال ان علم بالحرمۃ حد وعلیہ الفتوی خلاصۃ اور صاحبین نے کہا اگر واطی حرمت محارم کی جانتا ہو تو حد مارا جائے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ کذا فی الخلاصۃ لکن الراجح فی جمیع الشروح قول الامام فکان الفتوی علیہ اولی قالہ قاسم فی تصحیحہ لیکن تمام شرحوں میں قول امام کا ترجیح

Marfat.com

دیا گیا ہے تو اسی پر فتوی بہتر ہے یہی کہا ہے شیخ قاسم نے اپنی تصحیح میں لکن فی القہستانی عن المضمرات علی قولہما الفتوی فی المتون لیکن قہستانی میں مضمرات سے منقول ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے متون میں م یہ استدراک ہے شیخ قاسم کے جمیع شروع کے قول پر اس واسطے کہ مضمرات بھی شروع ہے تو عموم جمیع شروح کا نہ ثابت ہوا وحررنی الفتح انہا من شبہۃ المحل وفیہا یثبت النسب کما مر اور فتح القدیر میں تحریر کیا ہے کہ شبہۃ العقد شبہۃ المحل میں داخل ہے اور اس میں نسب ثابت ہوتا ہے چنانچہ مذکور ہو چکا وطی فی نکاح بغیر شہود لاحد لشبہۃ العقد اور نکاح بلا شہود کے جماع کرنے میں حد نہیں بسبب شبہ عقد کے وفی المجتبی تزوج بمحرم او منکوحۃ الغیر او معتدتہ ووطیہا ظانا المحل لا یحد ویعزر وان ظانا الحرمۃ فکذلک عندہ خلافا لہما فظہر ان تقسیمہا ثلثۃ اقسام قول الامام اور مجتبی میں ہے کہ نکاح کیا مرد نے اپنی محرم عورت سے یا غیر کی منکوحہ سے یا اپنی عدت والی سے اور اس سے جماع کیا حلال گمان کر کے تو اس پر حد نہ ماری جائے گی اور تعزیر دی جائے گی اور اگر اس نے حرام جان کر وطی کی تو اسی طرح اس پر بھی حد نہیں امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک اس پر حد ہے تو اس تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ شبہ کو تین قسم پر تقسیم کرنا یعنی شبہۃ المحل اور شبہۃ الفعل اور شبہۃ العقد یہ قول ہے امام کرامی جلبی نے کہا کہ اگر تقسیم من حیث الحکم مراد ہے تو سب کے نزدیک شبہ دو ہی قسم ہے غایۃ الامر یہ ہے کہ شبہۃ العقد کا حکم امام کے نزدیک شبہۃ المحل کا حکم ہے اور صاحبین کے نزدیک شبہۃ الفعل کا حکم ہے اور اگر تقسیم من حیث المفہوم مراد ہے تو بھی شبہ دو ہی قسم ہے اس واسطے کہ بعضا شبہۃ العقد شبہۃ الفعل میں داخل ہے چنانچہ معتدۃ ثلث اور بعضا شبہۃ المحل میں داخل ہے چنانچہ مسئلہ تتن کا وحد بوطی امۃ اخیہ وعمہ وسائر محارمہ سوے الولاد لعدم البسوطۃ اور حد ماری جائے اپنے بھائی کی لونڈی اور چچا کی لونڈی کی وطی سے اور سوائے ولادت کے باقی محارم کی لونڈیوں کی وطی سے بسبب عدم انبساط کے یعنی بھائی یا چچا وغیرہما کے مال میں توسع اور بے تکلفی جاری نہیں چنانچہ باپ اور بیٹے کے مال میں جاری ہے ولہذا ظن حلت اور حرمت یہاں برابر ہے وبوطی امراۃ وجدت علی فراشہ فظنہا زوجتہ ولو ہوا عمی لتمیزہ بالسؤال الا اذا دعاہا فاجابتہ قائلۃ انا زوجتک او انا فلانۃ باسم زوجتہ فوا قعہا لان الاخبار دلیل شرعی حتی لو اجابتہ بالفعل د بنعم حد اور حد ماری جائے گی اس عورت کے جماع سے جو پائی گئی مرد کے بستر پر سو اس نے گمان کیا کہ وہ اس کی زوجہ ہے اگرچہ وہ شخص اندھا ہو تو بھی حد ہے بسبب امتیاز حاصل کر سکنے اندھے کے سوال کر کے مگر جب کہ اس نے عورت کو بلایا سو اس نے جواب دیا اس کو یوں کہکر کہ میں تیری جورو ہوں یا میں فلانی ہوں اس کی جورو کا نام لیکر پھر اس نے اس سے جماع کیا تو اندھے پر حد نہیں اس لئے کہ خبر دینا دلیل شرعی ہے یہاں تک کہ اگر عورت اجابت فعل کرے گی یعنی جماع پر قادر کریگی یا فقط ہاں کہے گی تو مرد پر حد ماری جائے گی م بستر پر عورت کے پانے سے اس واسطے حد ہے کہ بعد طول صحبت کے اپنی زوجہ کا امتیاز کر لینا مرد پر مخفی نہیں ہو سکتا لہذا ظن حلت یہاں مستند بدلیل نہیں بخلاف شب زفاف کے جب عورتوں نے غیر عورت کو کہا کہ یہ تیری جورو ہے وذمیۃ عطف علی ضمیر حد وجاز للفصل زنی بہا حربی مستامن اور حد ماری جائے ذمیہ عورت پر جس سے مستامن حربی نے زنا کیا شارح نے کہا ذمیہ کا لفظ حد کی ضمیر پر معطوف ہے اور عطف اسم ظاہر کا ضمیر متصل پر بلا اعادہ ضمیر جائز ہے بسبب جدائی واقع ہونے کے اور عدم جواز در صورت عدم فصل ہے وحد ذمی زنی بحربیۃ مستامنۃ فلا یحد الحربی فی الاولی والحربیۃ فی الثانیۃ والاصل عند الامام الحدود کلہا لاتقام علی امتامن الا حد القذف اور حد مارا جائے مرد ذمی جس نے حربیہ مستامنہ سے زنا کیا نہ حد واقع ہوگی مرد حربی پر پہلی صورت میں اور نہ حربیہ عورت پر دوسری صورت میں اور قاعدہ امام اعظم کے نزدیک یہ ہے کہ جمیع حدود کی اقامت نہیں ہوتی مستامن پر سوائے حد قذف کے ولا یحد بوطی بہیمۃ بل یعزر وتذبح ثم تحرق ویکرہ الانتفاع بہا حیۃ وبیعۃ مجتبی اور حد نہ ماری جائے جانور کے جماع سے بلکہ اس کو تعزیر دی جائے اور جانور ذبح کیا جائے پھر جلایا جائے اور مکروہ ہے فائدہ لینا اس کے جیتے اور مرتے کذا فی المجتبی م ذبح کرنا جانور کا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے تاکہ اس فعل قبیح کی جس سے طبع سلیم نفرت کرتی ہے گفتگو منقطع ہو جائے یہ جلانا اس وقت ہے جب جانور فاعل کا ہو اور اگر غیر کا ہو تو اس کو اختیار ہے کہ قیمت لے کر فاعل کو جانور دے ڈالے کذا فی المنح وفی النہر الظاہر انہ یطالب

Marfat.com

ندبا لقولہم لغیمن بالقیمۃ اور نہر الفائق میں ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ مالک جانور کا جانور دینے پر مطالبہ کیا جائے بطریق استحباب کے بدلیل قول فقہا کے کہ جانور مغصوب بالقیمت ہے م طحطاوی نے کہ ضمان قیمت دلیل استحباب نہیں اور یہ عبارت نہر الفائق میں بھی نہیں بلکہ اس کی عبارت یوں ہے فان کانت الدابۃ لغیرہ امر صاحبہا ان یدفعہا الیہ بالقیمۃ ثم تذبح والظاہر انہ تطالب ای بدفع علی وجہ الندب ولذا قال فی الخانیۃ کان لصاحبہا ان یدفعہا الیہ بالقیمۃ یعنی اگر جانور غیر شخص کا ہو تو اس کے مالک کو حکم کیا جائے کہ جانور فاعل کو دے ڈالے قیمت لے کر پھر وہ ذبح کیا جائے اور ظاہر یہ ہے کہ مالک مطالب بالدفع علی وجہ الاستحباب ہے اور اسی واسطے خانیہ میں کہا ہے کہ اسکے مالک کو اختیار ہے کہ جانور اس کو دے قیمت لیکر ولایحد لوطی حنفیۃ زفت الیہ دقیل خبر الواحد کاف فی کل مایعمل فیہ بقول النساء ہی عرسک وعلیہ مہرہا بذلک قضی عمر رضی اللہ عنہ وبالعدۃ اور حد نہ ماری جائے گی اجنبی عورت کے جماع سے جو شب زفاف میں پہنچائی گئی ہو مرد کے پاس اور کہا گیا کہ یہ تیری زوجہ ہے اور مرد پر مہر عورت کا واجب ہے یعنی مہر مثل اس کا حکم کیا عمر فاروقؓ نے اور عدت کا شارح کہتا ہے خبر دینا ایک عورت کا کافی ہے جہاں عورتوں کے قول پر عمل کیا جاتا ہے یعنی اگر ایک عورت بھی کہے گی کہ یہ تیری زوجہ ہے تو حد ساقط ہے اس واسطے کہ ابتدائے ملاقات میں امتیاز اپنی زوجہ کا غیر عورت سے نہیں ہوتا تو مقام ہے اشتباہ کا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہ حکم عمر فاروقؓ سے نقل کیا حالانکہ بحر الرائق وغیرہ میں یہ حکم علی مرتضےٰ سے ثابت ہے ولوطی دبر وقالا ان فعل فی الاجانب حد وان فی عبدہ او امتہ او زوجتہ فلا حد اجماعا بل یغیر وقال فی الدرر نحو الاحراق بالنار وہدم الجدار والتنکیس من محل مرتفع باتباع الاحجار وفی الحاوی والجلد واضع یاوطی مقعد سے حد نہیں امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ اگر یہ فعل اجانب میں کیا تو حد ماری جائے گی اور اگر اپنے غلام یا لونڈی یا زوجہ سے کیا تو باجماع امام اور صاحبین کے حد نہیں بلکہ تعزیر دیا جائے اور درر میں کہا کہ تعزیر دیا جائے مانند آگ سے جلا دینے کے اور اس پر دیوار ڈھا دینے اور اونچے مقام سے اوندھا گرا دینے سے پتھروں کے ساتھ ڈھلکا کر اور حاوی میں ہے کہ امور ثلثہ مذکورہ سے کوڑے مارنے کی تعزیر صحیح تر ہے م صاحبین کے نزدیک لواطت میں حد ہے اس دلیل سے کہ لواطت مانند زنا ہے اس واسطے کہ محل شہوت میں شہوت رانی اور آب ریزی ہے بوجہ حرمت اور امام اعظم کے نزدیک لواطت درحقیقت زنا نہیں ولہذا صحابہ کرام اس کی جزا میں مختلف ہیں کسی نے آگ سے جلانا اور کسی نے اس پر دیوار کا ڈھانا اور کسی نے مکان بلند سے پتھروں کے ساتھ گرانا تجویز کیا اور اس میں معنی زنا موجود نہیں اس واسطے کہ اضاعت اور اشتباہ انساب نہیں تو اگر لغت عرب میں لواطت زنا ہوتی یا بمعنی زنا تو صحابہ کرام جو اہل لسان تھے اس کے موجب میں مختلف نہ ہوتے بلکہ حد زنا تجویز فرماتے اور یہ جو ابن عباس سے سنن ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں حدیث مرفوع مروی ہے کہ جس کو تم قوم لوط کا عمل کرتے دیکھو تو فاعل اور مفعول کو قتل کرو تو یہ حکم بطریق سیاست ہے نہ بطور حد کذا فی الفتح مخصصا وفی الفتح یغرز ویسجن حتی یموت او یتوب ولو اعتاد اللواطۃ قتلہ الامام سیاسۃ قلت وفی النہر مغمز یا للبحر التقیید بالامام یفہم ان القاضی لیس لہ الحکم بالسیاسۃ اور فتح القدیر میں ہے کہ لواطت کرنیوالا تعزیر دیا جائے اور قید کیا جائے یہاں تک کہ مر جائے یا توبہ کرے اور اگر اس کو لواطت کی عادت پڑ گئی ہو تو امام یعنی سلطان اس کو قتل کرے بطریق سیاست کے شارح کہتا ہے اور نہر الفائق میں بحر الرائق سے منقول ہے کہ امام کی تقیید اس کی مفہم ہے کہ قاضی کے واسطے حکم سیاست کا نہیں م بحر الرائق میں یہ مسئلہ بطریق بحث کے ہے نہ بطور منصوص کے علاوہ اس کے امام کے واسطے خصوصیت قتل اس جزئی سے لازم نہیں تخصیص جمیع جزئیات سیاست کے واسطے امام کے اور معین الحکام میں مذکور ہے کہ اکثر جزئیات سیاست میں قاضی کو اختیار ہے کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا وفی الجوہرۃ الاستمناء حرام وفیہ التعزیر ولو امکن امرأۃ او امتہ من العبث بذکرہ حتی انزل کرہ ولا شئ علیہ اور جوہرہ میں ہے کہ زنق مار کر منی نکالنا حرام ہے اور اس میں تعزیر ہے اور اگر مرد نے قادر کیا اپنی زوجہ یا لونڈی کو اپنے آلہ تناسل سے عبث کرنے کا یہاں تک کہ انزال ہوا تو یہ مکروہ ہے ۱۲ اور اس پر کچھ نہیں نہ حد نہ تعزیر ولا تکون اللواطۃ فی الجنۃ علی الاصح لانہ تعالےٰ استقبحہا وسماہا خبیثۃ والجنۃ منزہۃ عنہا فتح اور لواطت نہ ہوگی بہشت میں بنا بر صحیح قول کے اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے اس کو قبیح فرمایا اور قرآن مجید میں اس کا خبیث نام رکھا اور بہشت پاک ہے

Marfat.com

خباثت سے کذا فی الفتح وفی الاشباہ حرمتہا عقلیۃ فلا وجود لہا فی الجنۃ وقیل سمعیۃ فتوجد وقیل یخلق اللہ تعالے طائفۃ لصنفہم الاعلی کالمذکور والاسفل کالاناث والصحیح الاول اور اشباہ میں ہے کہ حرمت لواطت کی عقلی ہے تو اس کا وجود نہیں جنت میں اور قول ضعیف یہ ہے کہ حرمت اس کی سمعی ہے تو اس کا وجود جنت میں ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ پیدا کرے گا اللہ تعالے ایک گروہ کو ان کا بدن نصف اعلی مردوں کے مانند ہوگا اور نصف اسفل عورتوں کے مانند ہوگا اور صحیح پہلا قول ہے م فتوحات مکیہ میں مذکور ہے کہ اہل جنت کے دُبر نہیں ہوگی اس لیئے کہ دنیا میں دُبر مخلوق ہوئی واسطے دفع برازکے اور جنت نجاسات کا مکان نہیں حموی نے کہا تو اس صورت میں لواطت کا ہر حال میں وجود نہیں جنت میں کذا فی الطحطاوی وفی البحر حرمتہا اشد من الزنا حرمتہا عقلا وشرعا وطبعا والزنا لیس بحرام طبعا وتزول حرمتہ بتزوج وشراء بخلافہا وعدم الحد عندہ لانحطتہا بل للتغلیظ لانہ مظہر علی قول اور بحر الرائق میں ہے کہ حرمت لواطت کی سخت تر ہے زنا سے بسبب حرام ہونے لواطت کے عقلا اور شرعا اور طبعا اور حرمت عقلی سے یہ مراد کہ عقل مظہر اور مبین ہے حرمت کی نہ مثبت اور مثبت حقیقت میں شرع ہے تو اسناد تحریم کی عقل اور طبع کی طرف اسناد مجازی ہے کذا فی الطحطاوی اور زنا حرام نہیں باعتبار طبیعت انسانی کے بلکہ فقط عقلا اور شرعا حرام ہے اور حرمت اس کی زائل ہو جاتی ہے عورت کے نکاح اور خرید کرنے سے یعنی زنا کی حرمت دائمی نہیں بخلاف لواطت کے کہ اس کی کسی طراح زوال پذیر نہیں اور لواطت میں حد کا نہ ہونا امام کے نزدیک اس جہت سے نہیں کہ اس کی حرمت خفیف ہے بلکہ بسبب تغلیظ اور تشدید کے ہے اس لیئے کہ حد پاک کرتی ہے گناہ سے موجب ایک قول کے وفی المجتبی یکفر مستحلہا عند الجمہور اور مجتبی میں ہے کہ لواطت کا حلال جاننے والا کافر ہے اکثر علماء کے نزدیک م طحطاوی نے کہا کہ تکفیر مقید بغیر معلوم کر ہے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ مستحل اس کا کافر نہیں اگرچہ اس نے گناہ عظیم کا ارتکاب کیا او زنی فی دار الحرب او البغی الا اذا زنی فی عسکر لامیرہ ولایۃ الاقامۃ ہدایہ یا زنا کیا دار الحرب میں یا دار البغی میں تو اس پر حد نہیں مگر جب کہ اس نے زنا کیا اس لشکر اسلام میں جس کے سردار کو ولایت ہے اقامت حد کی تو البتہ اس پر حد ہے کذا فی الہدایہ ہم ولایت اقامت حد کی خلیفہ کو ہے یا امیر بلد کو نہ امیر لشکر کو کہ اس کا اختیار فقط تدبیر جنگ میں ہے نہ اقامت حدود میں دار الحرب وغیرہ میں، حدود اس واسطے نہیں کہ ولایت امام کی منقطع ہے ولا حد بزنا غیر مکلف بمکلفۃ مطلقا لا علیہ ولا علیہا اور حد نہیں مرد غیر مکلف کے زنا کرنے سے ساتھ عورت مکلفہ کے مطلقا نہ مرد نہ عورت پر غیر مکلف جیسے نابالغ اور مجنون اور عورت پر اس واسطے حد نہیں کہ فعل مرد کا اصل ہے زنا میں اور عورت اس کی تابع ہے اور ممتنع ہونا حد کا اصل میں موجب ہے امتناع حد کا تابع میں وفی عکسہ حد فقط اور اس کے بالعکس میں یعنی مرد مکلف کے زنا میں ساتھ غیر مکلف کے فقط مرد پر حد جاری جائے گی نہ صغیرہ اور مجنونہ پر ولا حد بزنا المستاجرۃ لہ[1] الزنا اور حد نہیں اس عورت کے ساتھ زنا کرنے سے جس کو زنا کے واسطے اجارہ لیا یعنی اگر عورت سے مرد نے یوں کہا کہ میں تجھ کو زنا کے واسطے اجارہ لیتا ہوں یا اس قدر دراہم لے تاکہ میں تجھ سے قربت کروں تو اس پر حد نہیں امام کے نزدیک اس واسطے کہ عقد اجارہ مورث شبہ ہے طحطاوی نے حموی سے نقل کیا کہ موجب قول امام کے اگرچہ حد نہیں لیکن مرد اور عورت پر سخت تعزیر لازم ہے اور صاحبین اور شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک حد واجب ہے اس واسطے کہ عقد اجارہ سے وطی مباح نہیں ہوتی تو خالص زنا ہوا والحق وجوب الحد کالمستاجرۃ للخدمۃ فتح اور واجب ہونا حد کا اجارہ زنا میں حق ہے جیسے مستاجرہ خدمت سے زنا کرنے میں بالاتفاق حد واجب ہے کذا فی الفتح فتح القدیر میں کافی سے منقول ہے اگر مرد نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھ کو اتنا مہر دیا تا میں تیرے ساتھ زنا کروں تو حد واجب نہیں اور اسی طرح استیجار اور عطاء و دراہم واسطے وطی کے اور ان سب صورتوں میں حق یہ ہے کہ حد واجب ہے اس واسطے کہ باعتبار معنی اور حقیقت کے کتاب اللہ اس کے معارض ہے حق تعالے فرماتا ہے (الزانیۃ[1] والزانی فاجلدو) اس واسطے کہ لفظ مہر یا اجرت حقیقت زنا کو نہیں مٹاتا

[1] زانیہ عورت اور زانی مرد کو کوڑے مارو ۱۲

Marfat.com

انتہی ملخصا ولا بالزنا باکراہ اور حد نہیں جبر اور زبردستی کی زنا سے خواہ جبر سلطان کی طرف سے ہو یا غیر سلطان سے اور یہی مذہب ہے صاحبین کا اور اسی پر فتوی ہے اور امام کے نزدیک سلطان کے جبر سے حد ساقط ہے نہ غیر کے جبر سے علماء نے کہا کہ یہ اختلاف امام اور صاحبین کا باعتبار اختلاف حال زمانہ ہے یعنی امام کے زمانے میں غیر سلطان اکراہ پر قادر نہ تھا بخلاف عصر صاحبین کے کہ اکثر متغلبین کو قدرت اکراہ حاصل تھی کذا فی النہر ولا باقرار احدہما ان انکر الاخر للشبہۃ اور حد نہیں ایک کی اقرار زنا سے اگر دوسرا منکر ہو زنا کا بسبب شبہ کے م اقرار سے مراد چار بار کا اقرار ہے اور انکار یہ کہے میں نے مطلق زنا نہیں کیا یا نکاح کا دعوے کرے خواہ مقر یا منکر مرد ہو یا عورت بہر صورت حد ساقط ہے اس واسطے کہ زنا فعل مشترک ہے بدوں دو شخص کے نہیں ہوتا تو ایک شخص سے حد کا ٹلنا مورث شبہ ہے دوسرے شخص میں اور جب حد ساقط ہوگی تو مہر واجب ہوگا کذا فی البحر وکذا لو قال اشتریتہا ولو حرۃ مجتبی اور اسی طرح حد ساقط ہے اگر مرد نے کہا کہ میں نے اس عورت کو مول لیا ہے اگرچہ وہ عورت آزاد ہو کذا فی المجتبی وفی قتل امۃ زنا بہا الحد بالزنی والقیمۃ بالقتل اور لونڈی کے مقتول ہونے میں اس کے زنا کے سبب سے مرد پر حد ہے بسبب زنا کے اور قیمت ہے بواسطے قتل کے م لونڈی کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر حرہ مقتول ہو جائے گی زنا سے تو مرد پر حد ہے اور خون بہا کذا فی النہر ولو اذہب عینہا لزمہ قیمتہا ویسقط الحد لتملکہ الجثۃ العمیاء وفاوت بشتہ ہدایہ اور اگر لونڈی کی آنکھ پھوڑ ڈالی زنا سے تو مرد پر اس کی قیمت لازم ہے اور حد ساقط ہے بسبب مالک ہونے مرد کے اندھے جسم کا یعنی قیمت دینے سے تملک جثہ بے بصارت کا ثابت ہوا تو شبہ ملک یمین کا پیدا ہوا لہذا حد ساقط ہوئی کذا فی الہدایۃ وتفصیل مالو افضاہا فی الشرح اور اگر لونڈی کو مفضاۃ کر ڈالا زنا سے تو اس کی تفصیل مصنف کی شرح میں ہے م مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں کہا کہ دونوں راہیں یعنی قبل اور دبر پھٹ کر ایک ہو جائیں اس کو افضا کہتے ہیں لو لونڈی یا کبیرہ ہے یا صغیرہ۔ اگر کبیرہ راضی بزنا تھی بلا ادعاء شبہ تو دونوں پر حد ہے۔ مہر مرد پر نہیں اور افضاء سے کوئی چیز اس پر لازم نہیں اور اگر ادعاء شبہ ہے تو حد نہیں اور افضا سے کچھ نہیں مگر تعزیر واجب ہے اور اگر لونڈی راضی نہ ہو بلا دعوی شبہ تو مرد پر حد ہے نہ لونڈی پر اور مہر نہیں پھر افضا کو نظر کرنا چاہیے اگر پیشاب اس کا نہ تھمتا ہو تو مرد پر پورا خون بہا واجب ہے اور اگر اس کا پیشاب تھمتا ہو تو ثلث دیت لازم ہے اور اگر شبہ کا دعوی ہو تو دونوں پر حد نہیں پھر اگر بول تھمتا ہو تو مرد پر ثلث دیت ہے اور مہر واجب ہے ظاہر الروایۃ میں اور اگر بول نہ تھمتا ہو تو پوری دیت ہے اور مہر واجب نہیں شیخین کے نزدیک خلافا لمحمد اور اگر لونڈی ایسی صغیرہ ہے کہ جماع کے لائق ہے تو وہ کبیرہ کے مانند ہے جمیع احکام میں سوائے سقوط دیت کے اس کی رضامندی سے اور اگر صغیرہ لائق جماع نہ ہو تو اگر اس کا بول تھمتا ہو تو ثلث دیت اور مہر کامل لازم ہے لیکن مرد پر حد نہیں اور بول نہ تھمتا ہو تو پوری دیت لازم ہے نہ مہر شیخین کے نزدیک اور محمد کے نزدیک مہر بھی لازم ہے ملخصا ولو غصبہا ثم زنی بہا ثم ضمن قیمتہا فلا حد علیہ اتفاقا بخلاف مالو زنی بہا ثم غصبہا ثم ضمن قیمتہا کما لو زنی بحرۃ ثم نکحہا لا یسقط الحد اتفاقا فتح اور اگر لونڈی کو غصب کیا پھر اس سے زنا کیا پھر اس کی قیمت کا ضمان دیا تو مرد پر حد نہیں بالاتفاق بخلاف اس کے یہ کہ اگر زنا کیا اس سے پھر اس کو غصب کیا پھر اس کی قیمت کا ضمان دیا چنانچہ حرہ سے زنا کیا پھر اس سے نکاح کر لیا تو حد ساقط نہیں ہوتی بالاتفاق کذا فی فتح القدیر والخلیفۃ الذی لا والی فوقہ یوخذ بالقصاص والاموال لانہا من حقوق العباد فیستوفیہ ولی الحق اما بتمکینہ او بمنعۃ المسلمین وبہ علم ان القضاء لیس بشرط لاستیفاء القصاص والاموال بل للتمکین فتح اور وہ خلیفہ جس کے اوپر کوئی حاکم نہیں ماخوذ ہے قصاص اور تلف کرنے اموال سے اس واسطے کہ قصاص اور تلف اموال منجملہ حقوق العباد ہے تو صاحب حق اس کو لے سکتا ہے خلیفہ کے قادر کر دینے سے اپنی ذات پر اور اگر خلیفہ استادگی کرے تو مسلمانوں کی قوت اور شوکت سے استیفاء حق خلیفہ سے متصور ہے اور اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ استیفاء قصاص اور اموال کے واسطے قضاء قاضی شرط نہیں بلکہ حاکم کی قدرت

Marfat.com

دینے سے استیفاء قصاص کے واسطے قضا شرط ہے کذا فی الفتح ولا یحد ولو تقذف لغلبۃ حق اللہ تعالٰی واقامتہ الیہ ولا ولایۃ لاحد علیہ اور حد نہ ماری جائے گی خلیفہ اور امام پر اگرچہ حد قذف ہو اس واسطے کہ حدود میں حق اللہ غالب ہے حقوق العباد اور اقامت حدود امام کے اختیار میں ہے اور کسی کی ولایت اور حکومت نہیں خلیفہ پر جو اس پر حد کو قائم کرے بخلاف امیر البلدۃ فانہ یحد بامر الامام بخلاف حاکم شہر کے کہ اس پر حد ماری جائے گی بحکم امام۔

باب الشہادۃ علی الزنا والرجوع عنہا یہ باب ہے زنا پر گواہی دینے کے احکام میں اور اس کی گواہی میں رجوع کرنے میں شہدوا بحد متقادم بلا عذر کمرض او بعد مسافۃ او خوف طریق لم یقبل للتہمۃ شاہدوں نے گواہی دی حد متقادم کے سبب کی بلا عذر مانند بیماری یا دوری مسافت یا خوف راہ کے تو مقبول نہ ہوگی بسبب تہمت کے وجہ تہمت یہ ہے کہ حدود کا شاہد مخیر ہے ادائے شہادت یا پردہ پوشی میں تو اگر اتنی تاخیر پردہ پوشی کی جہت سے تھی تو اب گواہی دینا فساد باطن یعنی کینہ اور عداوت پر دلالت کرتا ہے اور اگر تاخیر بنظر پردہ پوشی نہ تھی تو تاخیر سے فاسق ہوا اور فاسق اہل شہادت نہیں اور جیسے تقادم مانع شہادت ہے ویسی ہی اقامت حد بعد القضا مانع ہے یعنی اگر بعد بعض حد کے بھاگ گیا اور پھر گرفتار ہوا تو تقادم زمان سے اقامت حد نہ ہوگی۔ کذا فی المنح الا فی حد القذف اذ فیہ حق العبد مگر حد قذف میں بعد تقادم کے بھی گواہی مقبول ہے اس واسطے کہ اس میں حق العبد ہے یعنی دعویٰ اس میں شرط ہے شہادت کی تو تاخیر انعدام دعوی پر محمول ہوگی تو فسق شاہدوں کا نہ ثابت ہوگا ویضمن المال المسروق لانہ حق العبد فلا یسقط بالتقادم اور ضمانت لے جائے گی سارق سے مال مسروق کی اس واسطے کہ یہ حق العبد ہے تو تقادم زمان سے ساقط نہ ہوگا یعنی شاہدوں نے بعد مدت کے گواہی دی تو ضمان متاع کے واسطے گواہی مقبول ہوگی اس واسطے کہ دعویٰ شرط ہے حقوق العباد میں تو تاخیر دعوی پر محمول پر ہے تو فسق شاہد لازم نہ آیا کذا فی المنح ولو اقر بہ ای بالحد مع التقادم حد لانتفاء التہمۃ الا فی الشرب کما سیجئ اور اگر اقرار کیا موجب حد یعنی سبب حد کا ساتھ گذرنے مدت کے تو مقرر پر حد قائم کی جائے گی بسبب منتفی ہونے تہمت کے مگر شرب خمر میں تقادم سے حد نہیں چنانچہ آگے اس کا بیان آئے گا یعنی تہمت عداوت کی اپنی ذات سے متصور نہیں مانند شہادت کے ولتقادمہ زوال الریح ونحوہ بمضی شہر ہوا لاصح اور تقادم شرب خمر کا بو کے جاتے رہنے سے ہے اور غیر شرب کا تقادم ایک مہینہ گذر جانے سے ہے یہی قول اصح ہے م یہ قول محمد سے منقول ہے اور شیخین سے بھی مروی ہے کذا فی المنح ولو شہدوا بزنی متقادم حد الشہود عند البعض وقیل لا کذا فی الخانیۃ اور اگر شاہدوں نے متقادم زنا کی گواہی دی تو شاہدوں پر حد قذف ماری جاوے گی اور بعضوں نے کہا کہ نہیں کذا فی الخانیۃ عدم حد کرخی کا قول ہے شہدوا علی زناہ بغائبۃ حد گواہی دی شاہدوں نے مرد کے زنا پر ساتھ غائب عورت کے یعنی جو مجلس قضا سے غائب ہے اور شاہد اس کو پہچانتے ہیں تو مرد پر حد قائم ہوگی باتفاق آئمہ اربعہ اور اسی طرح اقرار سے اگر کوئی کہے محتمل ہے کہ غائبہ مدعی ہو نکاح کی تو حد ساقط ہو جائے اس کا جواب یہ ہے کہ دعوی نکاح مثلاً شبہ ہے اور احتمال اس کے دعوی کرنے کا شبہ الشبہ ہے حالانکہ معتبر شبہ ہے نہ شبہ الشبہ والاجمع حدود کی نفی لازم آئے اس واسطے کہ ثبوت حد کا اقرار سے ہوتا ہے یا گواہوں سے اور اقرار محتمل رجوع ہے اور گواہی بھی محتمل رجوع ہے تو اگر شبہ الشبہ معتبر ہو تو حد کا وجود ہی معدوم ہو کذا فی الطحطاوی عن الشلبی ولو علی سرقۃ من غائب لاشرطیۃ الدعوی فی السرقۃ دون الزنی اور اگر گواہی دی شخص غائب کے مال کی چوری کی تو مقبول نہ ہوگی بسبب مشروط ہونے دعوی کے سرقہ میں نہ زنا میں اقر بالزنی بمجہولۃ حد وان شہدوا علیہ بذلک لاحتمال انہا امراۃ او امۃ اقرار کیا ایک مرد نے زنا کا ساتھ ناواقف عورت کے تو اس پر حد قائم ہوگی اور اگر گواہی دی مرد کے زنا کرنے پر ساتھ ناواقف عورت کے تو حد نہ قائم کی جائے گی بسبب اس احتمال کے کہ شاید وہ عورت اس کی جورو ہو یا لونڈی بخلاف مسئلہ اولی کے کہ مرد پر ایسا شبہ مخفی رہ نہیں سکتا۔

Marfat.com

کا اختلافہم فی طوعہا چنانچہ حد نہیں شاہدوں کے اختلاف میں عورت کی رضامندی میں یعنی دو شاہدوں نے کہا کہ عورت راضی تھی اور دو نے کہا کہ اس پر جبر تھا تو دونوں پر حد نہیں امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک فقط مرد پر حد ہے اور اسی طرح اگر تین نے طوع کی گواہی دی اور ایک نے اکراہ کی یا بالعکس اور ہر صورت میں شاہدوں پر حد قذف نہیں امام کے نزدیک اوفی البلد ولو کان علی کل زنی اربعۃ الکذب احد الفریقین یعنی ان ذکرو وقتا واحدا او تباعدا لمکانان والاقبلت فتح یا شاہدوں کا اختلاف ہوا شہر میں اگرچہ ہر زنا پر چار گواہ ہوں تو بھی حد نہیں بسبب کاذب ہونے ایک گروہ کے یعنی اگر شاہد ایک ہی وقت کو ذکر کریں اور دونوں مکان دور ہوں اور اگر ایسا نہ ہو یعنی وقت متحد ہو اور دونوں مکان قریب ہوں یا وقت مختلف ہو اور دونوں مکان متباعد ہوں یا وقت مختلف ہو اور دونوں مکان قریب ہوں تو گواہی مقبول ہوگی کذا فی الفتح تم اختلاف بلد کی دو صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ دو شاہدوں نے گواہی دی کہ زنا کوفہ میں ہوا اور دو نے کہا کہ بصرہ میں تو مرد اور عورت دونوں پر حد نہیں اس لیے کہ فعل زنا مختلف ہوا بسبب اختلاف مکان کے اور ہر ایک مکان کی نصاب شہادت پوری نہیں اور دوسری صورت یہ ہے کہ چار گواہوں نے باوجود دوری دونوں مکانوں کے گواہی دی کہ طلوع آفتاب کے وقت فلانے سال کے فلاں مہینے فلاں تاریخ میں زنا ہوا پھر اور چار گواہوں نے گواہی دی زنا کی کوفہ میں اسی وقت اسی معین دن میں تو دونوں پر حد نہیں اس واسطے کہ شخص واحد ایک وقت میں دو مکان متباعد میں نہیں ہو سکتا اور شاہدوں کا صدق اور کذب معلوم نہیں تو حاکم حکم کرنے سے عاجز ہے بسبب تعارض کے یا تہمت کذب کے اور اگر دونوں مکان متقارب ہیں تو باوجود اتحاد وقت کے گواہی مقبول ہے اور اسی طرح اگر وقت مختلف ہے اور دونوں مکان متباعد ہیں یا متقارب تو بھی گواہی مقبول ہے۔ بسبب احتمال تکرار فعل کے کذا فی المنح ولو اختلفوا فی زاویتی بیت واحد صغیر حدا ای المرأۃ والرجل استحسانا لامکان التوفیق اور اگر شاہدوں نے اختلاف کیا ایک چھوٹی کوٹھڑی کے دو کونوں میں تو مرد اور عورت دونوں پر حد قائم ہوگی بنا بر استحسان کے بسبب امکان توفیق کے یعنی اس اختلاف کا رفع کرنا ممکن ہے اس طرح پر کہ ابتدائے فعل ایک کونے میں ہوا اور انتہائے فعل دوسرے کونے میں بسبب اضطراب اور حرکت کے ولو شہدوا علی زناہا ولکن ہی بکر اور تقاء او قرناء او ہم فسقۃ او شہدوا علی شہادۃ اربعۃ وان وصیۃ شہد الاصول بعد ذلک لم یحد احد اور اگر شاہدوں نے گواہی دی عورت کی زنا پر دلیکن وہ باکرہ ہے یا اس کی شرمگاہ گوشت زائد یا استخوان زائد سے بند ہے یا گواہ فاسق ہیں یا شاہدوں نے گواہی دی چار گواہوں کی گواہی پر اگرچہ اصول نے بھی گواہی دی ہو بعد اس کے یعنی بعد گواہی دینے فروع کے تو کسی پر حد نہیں یعنی نہ عورت اور مرد پر نہ گواہوں پر م شہادت علی الشہادت حدود میں جائز نہیں اس واسطے کہ اس میں ازدیاد اشتباہ ہے کیونکہ اس میں دو جگہ احتمال کذب ہے شہادت اصول میں اور شہادت فروع میں اور اگر بعد فروع کے اصول بھی گواہی دیں گے تو بھی مقبول نہ ہوگی اس واسطے کہ شہادت اصول کی من وجہ مردود ہو گئی بسبب رد شہادت فروع کے اور غیر حدود میں رد شہادت فروع سے شہادت اصول کی مردود نہیں ہوتی اموال میں اس واسطے کہ مال ساتھ شبہ کے ثابت ہوتا ہے نہ حد کذا فی المنح شارح نے کہا کہ ان شہد الاکان وصیۃ ہے تاکہ کوئی فعلیہ سمجھ کر لم یحد کو اس کے حزانہ سمجھے کہ مطلب بگڑ جائے وکذا لو شہدوا علی زناہ فوجد مجبوبا اور اسی طرح مرد پر حد نہیں اگر شاہدوں نے گواہی دی مرد کے زنا پر سودہ مقطوع الذکر والخصیتین نکلا ولو شہدوا بالزنا ولکن ہم عمیان او محدودون فی قذف او ثلثۃ او احدہم محدودا او عبدا او وجد احدہم کذلک بعد اقامۃ الحد حدوا للقذف ان طلبہ المقذوف اور اگر چار شاہدوں نے زنا کی گواہی دی دلیکن وہ سب اندھے ہیں یا قذف کی حد ان پر پڑ چکی ہے یا تین شاہد ایسے ہیں یا چار میں سے ایک گواہ محدود فی القذف یا غلام ہے یا بعد اقامت حد زنا ایک شاہد اسی طرح کا پایا گیا یعنی اندھا یا محدود یا غلام تو سب شاہدوں پر حد قذف ماری جائے گی اگر مقذوف طلب حد کرے کام شاہدوں پر اس واسطے حد قذف ماری جائے گی کہ وہ اہل شہادت نہیں یا نصاب

Marfat.com

شہادت کے پوری نہیں تو زنا ثابت نہ ہوا تو مسلمانوں پر عیب لگانا ثابت ہوا اور یہی حکم ہے اگر شاہد صغیر یا مجنون یا کافر ہوں اور حد قذف طلب مقذوف پر اس واسطے مشروط ہوئی کہ اس کا حق ہے کذا فی النہر والمنح وارش جلدہ وان مات منہ ہدر خلافا لہما اور کوڑے مارنے کی دیت باطل ہے اگرچہ وہ کوڑوں سے مرگیا ہو بخلاف صاحبین کے یعنی گواہوں نے گواہی دی زنا کی اور زانی غیر محصن ہے سو اس پر کوڑے مارے گئے تو وہ زخمی ہوگیا یا مرگیا پھر ظاہر ہوا کہ ایک شاہد غلام یا محدود فی القذف ہے تو اس کی دیت امام کے نزدیک باطل ہے اس لیئے کہ کوڑوں کی ضرب ظاہرا موہم ہے نہ زخمی اور ہلاک کرنے والی مگر ضارب کے قصور سے اور صاحبین کے نزدیک اس کی دیت بیت المال میں ہے واجب ہے کذا فی المنح **ودیۃ رجمہ فی بیت المال** اتفاقا اور زانی کی سنگساری کی دیت بیت المال میں ہے باتفاق امام اور صاحبین کے یعنی درصورت عدم اہلیت شہود **ویحد من رجع من الاربعۃ بعد الرجم** فقط لانقلاب شہادتہ بالرجوع قذفا اور فقط وہی شخص چار گواہوں میں حد قذف مارا جائے گا جو گواہی سے پھر گیا بعد سنگسار ہونے زانی کے اس لیئے کہ شہادت اس کی بسبب رجوع کے منقلب بقذف ہوگئی م ماتن نے اشارہ کیا کہ اگر زانی پر کوڑے پڑیں گے تو راجع پر حد نہیں اور سب گواہ رجوع کریں گے تو سب پر حد ماری جائے گی **وغرم ربع الدیۃ** اور جو شہادت سے رجوع کرے بعد رجم کے وہ ربع دیت کا ضمان دے **وان رجع قبلہ ای الرجم حد واللقذف ولا رجم** لان الامضاء من القضاء فی باب الحدود اور اگر شاہد نے شہادت سے رجوع کی قبل رجم کے خواہ رجم کا حکم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو تو سب گواہوں پر حد قذف ماری جائے گی اور زانی سنگسار نہ ہوگا اس واسطے کہ حد کا جاری کر دینا قضاء میں داخل ہے باب حدود میں تو گویا قبل قضاء رجوع ثابت ہوا م سب گواہوں پر اس واسطے حد ہوئی کہ فی الحقیقت ہر شاہد قاذف ہے لیکن جب قاضی نے ثبوت زنا کا حکم دیا تو ان کا قذف شہادت ہوگیا اتصال قضاء سے پھر جب قضا متصل نہ ہوئی تو قذف باقی رہا لہذا حد قذف لازم آئی کذا فی المنح **ولا شیء علی خامس** رجع بعد الرجم اور اس پانچویں گواہ پر کچھ نہیں نہ حد نہ دیت جس نے شہادت سے رجوع کیا بعد رجم کے **فان رجع اخر حد وغرم ربع الدیۃ ولو رجع الثالث ضمن ربع الدیۃ ولو رجع الخمسۃ ضمنوہا اخماسا** حاوی پھر اگر پانچویں کے ساتھ ایک اور گواہ نے رجوع کیا تو دونوں پر حد قائم ہوگی اور دونوں چوتھائی دیت کی ضمان دیں گے اور اگر تیسرا گواہ رجوع کرے گا تو وہ بھی چوتھائی دیت کا ضمان دے گا وعلی ہذا القیاس چوتھا گواہ اور اگر پانچوں گواہ رجوع شہادت سے کریں گے تو ہر گواہ پانچویں پانچویں حصہ دیت کا ضمان دے گا کذا فی الحاوی القدسی م یہ حکم درصورت رجم ہے اس واسطے کہ ضمان نہیں مگر بعد رجم کے کذا فی المنح **وضمن المزکی دیۃ المرجوم ان ظہر ولغیر اہل الشہادۃ عبیدا او کفارا وہذا اذا اخبر المزکی بحریۃ الشہود واسلامہم ثم رجع قائلا تعمدت الکذب والا فالدیۃ فی المال** اتفاقا ضمان دے مزکی مرجوم کی دیت کا اگر ظاہر ہو کہ گواہ زنا کے اہل شہادت نہ تھے یعنی غلام یا کافر تھے یہ ضمان اس وقت ہے جب مزکی نے شہود کی آزادی اور اسلام کی خبر دی ہو پھر اس نے شہادت سے رجوع کیا ہو یوں کہہ کر کہ میں نے بالقصد جھوٹ بولا آزادی اور اسلام کے اظہار میں اور دیت اس کی بیت المال میں ہے بالاتفاق یعنی اگر مزکی تعمد کذب کے قائل نہ ہوئے بلکہ ثابت رہے اپنے اظہار پر یا قائل اپنی خطا کے ہوئے تو بالاجماع ان پر ضمان نہیں اور اگر مزکیوں نے خبر دی کہ گواہ عادل ہیں پھر ظاہر ہوا کہ وہ غلام ہیں تو بھی ان پر ضمان نہیں بالاجماع کذا فی المنح مزکی وہ جو قاضی کے روبرو شاہدوں کی اہلیت شہادت بیان کرے **ولا یحدون للقذف لانہ لا یورث بحر** اور شاہدوں پر حد قذف نہ ماری جائے گی اس واسطے کہ قذف میں وراثت جاری نہیں کذا فی البحر یعنی شاہدوں نے عیب لگایا تھا زندہ شخص کو اور بعد رجم کے وہ مرچکا اور چونکہ قذف میں ارث نہیں تو وارث اس کے طلب حد نہیں کر سکتے **کما لو قتل من امر برجمہ بعد التزکیۃ فظہر واکذلک** غیر اہل الشہادۃ فان القاتل یضمن الدیۃ استحسانا لشبہۃ صحۃ القضاء یعنی مزکی دیت کی ضمان دے جیسے قاتل ضمان دیتا ہے اگر قتل کرے اس کو جس کی رجم کا حکم دیا تھا قاضی کی طرف سے بعد تعدیل شہود کے پھر اسی طرح ظاہر ہوا

Marfat.com

کہ شاہد اہل شہادت کے نہیں تو البتہ قاتل دیت کا ضمان دے گا بنابر استحسان کے صحت قضا کے شبہہ کے سبب سے یعنی بحسب ظاہر حکم قاضی کا صحیح واقعہ ہوا تو شبہہ پیدا ہوا لہذا قاتل پر دیت لازم آئی نہ قصاص اور ضمان اس دیت کا تین سال میں واجب ہے۔ کذا فی المنح فلو قتلہ قبل الامر او بعدہ قبل التزکیۃ اقتص منہ کما یقتص بقتلہ قصاصا ظہر الشہود عبیدا او لالان الاستیفاء للولی زیلعی من الردۃ سواگر قاتل نے قتل کیا قبل حکم دینے قاضی کے یا بعد حکم دینے قبل تزکیہ شہود کے تو قصاص لیا جائے قاتل سے چنانچہ قصاص لیا جاتا ہے اس قاتل کے مقتول ہونے سے جس کے قتل کا حکم ہو گیا بنابر قصاص کے خواہ شاہدوں کا غلام ہونا ظاہر ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اس واسطے کہ استیفائے قصاص کا حق واسطے وارث کے ہے کذا فی شرح الزیلعی من کتاب الردۃ وان رجم ولم تترک الشہود فوجدوا عبیدا فدیتہ فی بیت المال لامتثالہ امر الامام فنقل فعلہ الیہ اور اگر کوئی سنگسار ہوا حال آنکہ شہود زنا کی تعدیل نہ ہوئی تھی پھر گواہ غلام نکلے تو دیت مرجوم کی بیت المال میں ہے بسبب بجا آوری رجم کے امام کے حکم سے تو فعل رجم کا امام ہی کی طرف منقول ہوا اور فعل امام کی دیت مسلمین کے بیت المال میں ہوتی ہے اس واسطے کہ امام نائب ہے مسلمین کا وان قال الشہود للزنی تعمدنا النظر قبلت لاباحتہ لتحمل الشہادۃ الا اذا قالوا تعمدناہ للتلذذ فلا تقبل لفسقہم فتح اور اگر زنا کے گواہوں نے کہا کہ ہم نے قصداً زنا کو دیکھا تو گواہی ان کی مقبول ہوگی بسبب مباح ہونے نظر کے گواہ ہونے کے واسطے مگر جب کہ گواہوں نے کہا کہ ہم نے عمداً زنا کو دیکھا لذت لینے کے واسطے تو اب گواہی ان کی مقبول نہ ہوگی بسبب فاسق ہو جانے شہود کے اس نیت سے کذا فی الفتح م تحمل شہادت کے واسطے نظر کرنا مباح ہے جیسے طبیب اور دایہ اور ختنہ کرنے والے کو مباح ہے اور اسی طرح واسطے تحقیق بکارت اور رد بالعیب کے نظر کرنا جائز ہے کذا فی المنح وان انکر الاحصان فشہد علیہ رجل وامراتان او ولدت زوجتہ منہ قبل الزنی نہر رجم اور اگر زانی نے اپنے محصن ہونے کا انکار کیا پھر ایک مرد اور دو عورتوں نے اس کے احصان پر گواہی دی یا اس کی زوجہ اس سے جنی قبل زنا کے کذا فی النہر تو وہ سنگسار ہوگا ولو خلا بہا ثم طلقہا وقال وطئتہا وانکرت فہو محصن باقرارہ دونہا لما تقرران الاقرار حجۃ قاصرۃ اور اگر مرد نے خلوت اپنی زوجہ سے کی پھر اس کو طلاق دی اور بولا کہ میں نے اس سے جماع کیا اور عورت منکر ہے جماع کی تو مرد محصن ہوگا اپنے اقرار کے سبب سے نہ عورت یعنی عورت محصن نہ ہوگی اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ اقرار حجت قاصرہ ہے یعنی اقرار اپنی ذات پر حجت ہے نہ غیر پر کما لو قالت بعد الطلاق کنت نصرانیۃ وقال کانت مسلمۃ فیرجم المحصن ویجلد غیرہ وبہ استغنی عما یوجد فی بعض نسخ المتن من قولہ اذا کان احد الزانیین محصنا یحد کل واحد منہما حدہ فتامل چنانچہ اگر عورت نے کہا بعد طلاق کے کہ میں نصرانیہ تھی اور مرد نے کہا کہ وہ مسلمان تھی تو محصن سنگسار ہوگا اور غیر محصن پر کوڑے مارے جائیں گے یعنی مرد بسبب اقرار احصان کے سنگسار ہوگا نہ عورت تو اس پر کوڑے مارے جائیں گے شارح کہتا ہے اور اس عبارت سے حاجت نہ رہی اس عبارت کی جو متن کے بعضے نسخوں میں پائی جاتی ہے وہ یہ قول ہے کہ جب دو زانیوں میں ایک محصن ہو تو ہر ایک کو ان میں سے وہ حد ماری جائے گی جو اس کی حد ہے یعنی محصن کو رجم اور غیر محصن پر کوڑے سو غور کرے اس کو م مصنف کی شرح میں یہ عبارت موجود ہے فیرجم المحصن ویجلد غیرہ لہذا شارح نے کہا کہ قولہ اذا کان احد الزانیین کی اب کچھ حاجت نہیں بسبب تکرار مضمون کے کما لا یخفی علی المتامل تزوج بلا ولی فدخل بہا لا یکون محصنا عند الثانی لشبہۃ الخلاف نہر مرد نے نکاح کیا عورت سے عورت کے بدون ولی کے پھر اس سے صحبت کی تو مرد اس نکاح اور صحبت سے محصن نہیں ابو یوسف کے نزدیک بسبب شبہہ خلاف کے کذا فی النہر عورت کا نکاح بدون ولی کے امام شافعی کے نزدیک باطل ہے اور احادیث بھی اس میں مختلف ہیں لہذا ابو یوسف نے اس نکاح کو غیر صحیح کیا واسطے قطع اختلاف کے کذا فی المنح

باب حد الشرب المحرم یہ باب ہے شرب حرام کی حد کے بیان میں م محرم کی قید واسطے بیان واقع کے ہے اس واسطے کہ بدون شرب

Marfat.com

محرم حد نہیں تحد مسلم فلو ارتد فسکر فاسلم لا یحد لانہ لا یقام علی الکفار ظہیریۃ لکن فی منیۃ المفتی سکر الذمی من المحرم حد فی الاصح لحرمۃ السکر فی کل ملۃ حد مارا جائے مسلمان تو اگر مسلمان معاذ اللہ مرتد ہو پھر مست ہو پھر اسلام لائے تو حد نہ ماری جائے گی اس واسطے کہ کفار پر حد قائم نہیں ہوتی کذا فی الظہیریۃ لیکن منیۃ المفتی میں ہے کہ کافر ذمی مست ہوا شرب محرم سے تو حد مارا جائے گا قول اصح میں بسبب حرام ہونے نشہ کے ہر دین میں م ذمی پر حد مارنا یہ قول ہے حسن کا اور بعضے مشائخ نے اس کو پسند کیا ہے اور مذہب یہی ہے کہ اس پر حد نہیں کذا فی الطحطاوی عن فتاوی قاری الہدایۃ ناطق فلا یحد اخرس للشبہۃ حد ماری جائے مسلم ناطق پر تو گونگے پر حد نہیں بسبب شبہہ کے یعنی گونگے کا شراب پینا خواہ گواہوں سے ثابت ہو خواہ اس کے اشارہ معہودہ سے بہر صورت اس پر حد نہیں اس اشتباہ سے کہ شاید اس کے گلے میں لقمہ اٹکا ہو سو اس کے اتارنے کے واسطے اس نے شراب پی ہو کذا فی حاشیۃ الحلبی **مکلف** طائع غیر مضطر **شرب الخمر ولو قطرۃ** بلا قید سکر حد مارا جائے مسلم ناطق عاقل بالغ جس نے بلا اضطرار اپنی خوشی شراب پی اگرچہ ایک ہی قطرہ پیا ہو بلا قید مستی کے م حد شرب خمر میں نشہ شرط نہیں اس واسطے کہ حرمت خمر قطعی ہے بخلاف اور اشربہ کے کہ ان کی حرمت ظنی ہے تو بدوں نشہ کے ان کے پینے میں حد نہیں کذا فی المنح اور عدم اضطرار کی قید کا یہ فائدہ کہ اگر عطش مفرط کے دفع کے واسطے شراب پیئے گا تو اس پر حد نہیں کذا فی الدر المنتقی او **سکر من نبیذ** ما بہ یفتی یا مسلم مذکور مست ہو گیا ہو کسی نبیذ کے پینے سے اسی پر فتوی ہے م یہ فتوی امام محمد کے قول پر ہے ان کے نزدیک قلیل نبیذ بھی حرام اور نجس ہے کذا فی النہر نبیذ اس پینے کی چیز کو کہتے ہیں کہ سوائے انگور کے کھجور یا مویز یا شہد یا جو میں پانی ڈال کر چند روز رکھا جائے کہ گاڑھا ہو اور خمر یعنی شراب عبارت ہے انگور کے کچے پانی سے جب وہ جوش میں آئے اور گاڑھا ہو جائے اگرچہ اس میں کف نہ آیا ہو بقول صاحبین اور یہی قول اظہر ہے اور اسی پر فتوی ہے **طوعا** عالما بالحرمۃ حقیقۃ او حکما بکونہ فی دار نا فالما قالو لو دخل حربی دارنا فاسلم فشرب الخمر جاہلا بالحرمۃ لا یحد بخلاف الزنا لحرمتہ فی کل ملۃ قلت یرد علیہ حرمۃ السکر ایضا فی کل ملۃ فتامل مسلم مذکور پر حد ہے بخوشی شراب پی کر اس کے حرام ہونے کو جان کر علم حرمت حقیقۃً ہو یا حکماً اس طرح پر کہ شارب دار الاسلام میں رہتا ہو اس واسطے کہ فقہا نے کہا ہے کہ حربی دار الاسلام میں داخل ہوا سو مسلمان ہو گیا پھر اس نے شراب پی نادانستہ بحرمت خمر تو اس پر حد نہیں بخلاف زنا کے یعنی اگر بمجرد دخول دار الاسلام اور قبول اسلام کے زنا کریگا تو اس پر حد ہے بسبب حرام ہونے کے زنا کے ہر دین میں شارح کہتا ہے اس تعلیل پر وارد ہوتی ہے حرمت سکر بھی ہر دین میں سو تامل کر طحطاوی نے کہا کہ ہم نے تامل کیا تو معلوم ہوا کہ یہ اعتراض تعلیل مذکور پر وارد نہیں اس واسطے کہ ظہیریہ میں شرب خمر مذکور نہ سکر یعنی شرب خمر ہر دین میں حرام ہے اور شرب خمر کو وجود سکر لازم نہیں **بعد الافاقۃ** فلو حد قبلہا فظاہرہ انہ یعاد یعنی حد ماری جائے گی شارب خمر کو بعد ہوشیار ہونے کے نشہ سے تو اگر مستی میں حد ماری گئی تو ظاہر اس تقیید کا دلالت کرتا ہے کہ دوبارہ حد ماری جائے کذا فی شرح عینی م یہ استظہار ہے صاحب نہر کا عینی کی اس تعلیل سے کہ حد بعد الافاقۃ اس واسطے واجب ہوئی تا ضرب کا فائدہ ظاہر ہو اور شرنبلالی نے حالت سکر کے عدم فائدہ پر اعتراض کیا اس طرح کہ مستی میں بھی درد حاصل ہے اگرچہ کامل نہیں تو اعادہ ضرب کی بعد الافاقۃ کچھ حاجت نہیں کذا فی الطحطاوی **اذا اخذ الشارب وریح ما شرب من خمر او نبیذ فتح فمن قصر الرائحۃ علی الخمر فقد قصر** موجودۃ خبر الریح وہو مونث سماعی غایۃ حد ماری جائے جبکہ شارب گرفتار ہوا اور جو چیز پی اس کی بو موجود ہو منہ میں خواہ مشروب خمر ہو یا نبیذ کذا فی الفتح القدیر سو جس نے فقط خمر کی بو پر قصر کیا اس نے بیان میں قصور کیا یہ اشارہ ہے اخی زادہ شرح وقایہ کے محشی پر شارح نے کہا کہ موجودۃ خبر ہے ریح کی اور ریح مونث سماعی ہے کذا فی غایۃ البیان یہ رد ہے صاحب کنز پر کہ اس نے موجود کہا نہ موجودۃ کذا فی المنح الا ان **تنقطع الرائحۃ لبعد المسافۃ** وحینئذ فلا بد ان یشہد بالشرب طائعا ویقولا اخذناہ وریحہا موجودۃ وجود بو ثبوت شرب کے واسطے ضرور ہے مگر یہ کہ بو منقطع ہو گئی ہو بسبب

Marfat.com

بعد مسافت کے تو اس وقت میں ضروری ہے کہ شاہد یوں گواہی دیں کہ اس نے شراب اپنی خوشی پی اور یوں کہیں کہ ہم نے اس کو گرفتار کیا تھا حالانکہ اس وقت بو موجود تھی ولا یثبت الشرب بہا بالرائحۃ ولا ببقائہا بل بشہادۃ رجلین اور ثابت نہیں ہوتا شرب بو سے اور نہ شراب کے قے کرنے سے بلکہ ثابت ہوتا ہے شرب دو مردوں کی گواہی سے م فقط بو سے اس واسطے شرب ثابت نہیں کہ گاہے غیر خمر سے خمر کے مانند بو آتی ہے جیسے سفرجل یعنی بہی کے کھانے سے اور قے سے اس واسطے شرب ثابت نہیں کہ شاید اس نے اکراہ یا اضطرار سے پی ہو لیسأ لہما الامام عن ماہیتہا وکیف شرب لاحتمال الاکراہ ومتی شرب لاحتمال التقادم واین شرب لاحتمال شربہ فی دار الحرب فاذا بینوا ذلک حبسہ حتی یسال عن عدالتہم ولا یقضی بظاہر ہا فی ما خانیۃ دونوں شاہدوں سے امام پوچھے کہ خمر کیا چیز ہے اور کیوں کر پی بسبب احتمال اکراہ کے اور کب پی واسطے احتمال تقادم کے اور کہاں پی بسبب احتمال پینے شارب کے دار الحرب میں پھر شاہد ان سوالات کے جواب بیان کریں تو شارب کو امام قید کرے تا شاہدوں کی عدالت کا سوال کرے اور حکم نہ کرے کسی حد میں ظاہر عدالت پر بلا تحقیق کذا فی الخانیۃ م ماہیت خمر کا سوال اس واسطے ہے کہ شاہد گواہ ہر مطرب سرور انگیز کو موجب حد کا جانتے ہوں ولو اختلفا فی الزمان او شہد احدہما بسکرہ من الخمر والآخر من السکر لم یحد ظہیریہ اور اگر شاہد مختلف ہوں زمان شرب میں یا ایک گواہ گواہی دے اُس کے خمر سے مست ہونے کی اور دوسرا گواہ شہادت دے سکر سے مست ہونے کی تو اس پر حد نہیں کذا فی الظہیریۃ م سکر بفتحتین عبارت ہے عصیر رطب سے جب اس میں اشتداد ہو اور بعضوں نے کہا ہر شراب مسکر سکر ہے کذا فی النہر او ثبت باقرارہ مرۃ صاحیا یا شرب ثابت ہے شارب کے ایک بار کے اقرار سے ہوشیاری کی حالت میں م بحر الرائق میں ہے کہ جب ثبوت شرب کا گواہ اور اقرار میں منحصر ہوا تو جس فاسق کے گھر میں شراب ہو یا لوگ شراب کے گرد مجتمع ہوں اور کسی نے ان کو پیتے نہ دیکھا ہو تو ان پر حد نہیں بلکہ تعزیر ہے ثمانین سوطا متعلق بمجد للحر ونصفہا للعبد اسی کوڑے حد مارے جائیں آزاد کو اور اس کے نصف یعنی ۴۰ کوڑے غلام کو ثمانین سوطا یحد سے متعلق ہے وفرق علی بدنہ بحد الزنا کما مر اور متفرق کوڑے مارے جائیں شارب کے بدن پر مانند حد زنا کے چنانچہ اس کی تفصیل مذکور ہو چکی یعنی سر منہ اور شرمگاہ پر نہ مارے اور کوڑا گرہ دار نہ ہو اور شارب کا لباس ضرب کے وقت اتارا جائے سوائے پاجامے کے تا کشف عورت نہ ہو کذا فی البحر فلو اقر بسکران او شہد وا بعد زوال ریحہا لا بعد مسافۃ او اقر کذلک او رجع عن اقرارہ لا یحد لانہ خالص حق اللہ تعالیٰ فیعمل الرجوع فیہ تم ثبوتہ باجماع الصحابۃ ولا اجماع الا برأی عمر وابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین وہما شرطا قیام الرائحۃ تو اگر اقرار کیا شرب کا مست نے یا گواہوں نے گواہی دی بعد دور ہونے بو ی خمر کے بلا بعد مسافت یا اسی طرح بعد زوال بو کے شارب نے اقرار کیا یا وہ اپنے اقرار سے پھر گیا تو اس پر حد نہیں اس واسطے کہ حد شرب خالص حق ہے اللہ تعالیٰ کا تو اس میں اقرار سے رجوع کرنا عمل کرے گا ابطال حد میں پھر ثبوت حد شارب صحابہ کرام کے اجماع کے سبب ہے اور اجماع حاصل نہیں بدوں رائے عمر فاروق اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین کے اور ان دونوں بزرگوں نے قیام بو ی خمر کو شرط کیا ہے م شرب خمر اور سکر نبیذ کی حد امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ۸۰ کوڑے ہیں اور یہی قول ہے امام مالک کا اور ایک روایت ہے امام احمد کی اور امام شافعی کے نزدیک ۴۰ کوڑے ہیں لیکن بقول اصح امام کو ۸۰ کوڑے مارنا بھی جائز ہو اگر اس کو مصلحت معلوم ہو امام اعظم کی دلیل اجماع صحابہ ہے صحیح مسلم میں انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمر میں شاخ خرما اور جوتیوں سے مارا پھر ابوبکر نے ۴۰ کوڑے مارے یعنی اپنی خلافت میں پھر جب عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور ہر طرح کے لوگ مجتمع ہوئے تو صحابہ سے کہا کہ خمر کی مار میں تم کیا کہتے ہو عبدالرحمن بن عوف نے کہا کہ میری رائے میں یہ آتا ہے کہ آپ ۸۰ کوڑے مقرر کیجیے خفیف حد کے مانند تو عمر رضی اللہ عنہ نے ۸۰ کوڑے مقرر کیے اور موطا میں مروی ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خمر میں مشورت کی تو علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب نے کہا

Marfat.com

کہ ہماری رائے میں یہ آتا ہے کہ آپ ۸۰ کوڑے مقرر کیجئے اس واسطے کہ جب آدمی نے شراب پی تو مست ہوگا اور جب مست ہوگا تو ہذیان گوئی کرے گا پھر جب ہیہودہ بکے گا تو افترا کرے گا اور مفتری پر ۸۰ کوڑے ہیں اور ان دونوں روایتوں میں کچھ تعارض نہیں اس احتمال سے کہ عبدالرحمن رضؓ بن عوف اور علی مرتضےٰ دونوں نے ۸۰ کوڑے تجویز کیئے ہوں کسی نے ان کا قول ذکر کیا کسی نے ان کا اور صحیح مسلم میں انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شارب الخمر گرفتار ہو آیا تو وہ خرما کی دو شاخوں سے ۴۰ بار مارا گیا تو ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت عدد معین نہ تھا پھر صدیق اکبرؓ کے وقت اور ابتدائے خلافت عمر فاروقؓ میں ۴۰ کوڑے مقرر ہوئے پھر ۸۰ کوڑوں پر اجماع اور اتفاق اصحابہ کرام ہو گیا اس واسطے کہ حضرت کا فعل ایک بار ایک مرد کے حق میں بسبب اس کے زیادتی فساد کے ۸۰ تک منتہی ہوا یعنی دو شاخ سے ۴۰ بار مارا تو ۸۰ ہو گئے پھر جب صحابہ کرام نے ہر روز فساد کی ترقی دیکھی اور بالیقین معلوم کیا کہ جس قدر زمانہ متاخر ہوگا فساد زیادہ بڑھے گا۔ تو اسی پر اجماع کیا کذا فی الفتح القدیر ملخصا عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ شارب الخمر کو ہلاکر منہ سونگھو اگر بو کو پاؤ تو اس کو مارو اور عمر فاروقؓ کے پاس ایک شارب الخمر آیا بعد زوال ریح کے اور اس نے اقرار کیا شرب کا تو اس کو تعزیر دی حد نہ ماری کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی **والسکران من لایفرق بین الرجل والمرأۃ والسماء والارض وقالا من یخلط کلامہ غالبا فلو نصفہ مستقیما فلیس بسکران** بحر اور امام کے نزدیک مست وہ ہے جو تفرقہ نہ کرے مرد اور عورت میں اور آسمان اور زمین میں اور صاحبین نے کہا کہ مست وہ ہے جس کا اکثر کلام ہیہودہ اور ہذیان ہو تو اگر نصف کلام مستقیم اور نصف ہیہودہ ہو تو وہ مست نہیں کذا فی البحر و**یختار للفتوی قولہما لضعف دلیل الامام** فتح اور فتویٰ کے واسطے صاحبین کا قول مختار ہے بسبب ضعیف ہونے دلیل امام کے کذا فی الفتح **ولو ارتد السکران لم یصح فلا تحرم عرسہ وہذہ احدی المسائل السبع المستثناۃ من انہ کالصاحی** کما بسطہ المصنف مغریا للاشباہ وغیرہا اور اگر مرتد ہو گیا مست تو اس کا ارتداد صحیح نہیں تو اس کی زوجہ اس پر حرام نہیں اس ارتداد سے اور یہ ایک مسئلہ ان سات مسائل سے ہے جو مستثنیٰ ہیں اس قاعدہ سے کہ مست مانند ہوشیار کے ہے چنانچہ مصنف نے ان مسائل کو اپنی شرح میں اشباہ وغیرہا کی طرف نسبت کر کے مشرح بیان کیا ہے م مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں اشباہ وغیرہ سے یوں نقل کیا ہے کہ شراب محرم کا مست ہوشیار کے مانند ہے مگر سات مسائل میں اس کے مانند نہیں مرتد ہونے میں ۲۔ حدود خالصہ کے اقرار میں ۳۔ اشہاد علی الاشہاد میں ۴۔ تزویج صغیرہ اور صغیر میں جبکہ مہر مثل سے اقل ہو یا اکثر تو یہ تزویج نافذ نہیں ۵۔ وکیل ہو اطلاق کا ہوشیاری میں پھر مست ہو کر اس نے طلاق دی تو واقع نہیں ۶۔ بیع کا وکیل اگر مست ہو کر بیچے تو بیع نافذ نہیں موکل پر ہے کوئی چیز غصب کی ہوشیاری سے پھر اس کو پھیر دی حالانکہ وہ مست تھا ونقل فی الاشربۃ عن الجوہرۃ حرمۃ اکل بنج وحشیشۃ وافیون لکن دون حرمۃ الخمر ولو سکر بالکلہا لا یحد بل یعزر انتہی اور مصنف نے اپنی شرح میں جوہرہ سے کتاب الاشربہ میں نقل کی ہے حرمت خراسانی اجواین کی اور بھنگ اور افیون کی لیکن ان کی حرمت کم تر ہے شراب کی حرمت سے اور اگر ان چیزوں کے کھانے سے مست ہوگا تو اس پر حد نہیں بلکہ اس کو تعزیر دی جائے گی انتہی نقلہ وفی النہر التحقیق مافی العنایۃ ان البنج مباح لانہ حشیش اما السکر منہ فحرام اور نہر الفائق میں ہے کہ تحقیق عنایہ کا قول ہے کہ خراسانی اجواین مباح ہے اس واسطے کہ حشیش یعنی گھاس ہے پر اس کا نشہ حرام ہے م طحطاوی نے کہا کہ اباحت بنج میں تعلیل حشیش کی بے معنی ہے اور یہ عبارت عنایہ میں نہیں بنج یعنی خراسانی اجواین کی اباحت عنایہ اور بحر الرائق میں مصرح ہے اور خانیہ سے بھی اباحت معلوم ہوتی ہے تو ظاہر اختلاف ہوا اس کی اباحت اور حرمت میں تو دونوں قولوں کی توفیق یہ ہے کہ خراسانی اجواین دو قسم پر ہے بقول قہستانی ایک قسم حرام ہے اور دوسری مباح اور اباحت بھی شیخین کے نزدیک ہے اور محمد کے نزدیک جس کا کثیر نشا کرے اس کا قلیل بھی حرام ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے چنانچہ مذکور ہوگا اقیم علیہ البعض

Marfat.com

الحد فہرب ثم اخذ بعد التقادم لا یحد لما مر ان الامضاء من القضاء فی باب الحدود شارب الخمر پر اقامت ہوئی حد کی مثلاً تیس یا ساٹھ کوڑے مارے گئے پھر وہ بھاگ گیا پھر گرفتار ہوا بعد مدت کے تو اس پر حد نہیں اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ جاری کر دینا قضا میں داخل ہے باب الحدود کے اندر ولو شرب او زنی ثانیا یستانف الحد لتداخل المتحد کما سیجئ اور اگر شراب پی یا زنا کیا دوسری بار تو استیناف ہوگا حد کا بسبب تداخل متحد الجنس کے چنانچہ اس کا ذکر آگے آئے گا یعنی اگر شارب پر کچھ حد ماری گئی اور وہ بھاگ گیا پھر اس نے دوبارہ شراب پی اور گرفتار ہوا تو اس پر شراب ثانی کے سبب سے ایک ہی حد ماری جائے گی اور ثانی کی حد بقیہ حد اول سے بھی کافی ہے بسبب اتحاد قصور کے اور یہی حکم ہے زانی کے بھاگنے اور دوبارہ زنا کرنے کا فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا سکران او صاح جمح به فرسه فصدم انسانا فمات ان قادرا علی منعه ضمن والا لا[1] مصنف عمادیہ مست یا ہوشیار کے گھوڑے نے اس کے ساتھ سرکشی کی سو کچل ڈالا کسی انسان کو تو وہ مر گیا۔ اگر سوار قادر تھا اس کے روکنے پر تو اس پر ضمان ہے اور اگر قادر نہیں تو اس پر ضمان بھی نہیں۔ کذا فی شرح المصنف عن العمادیہ ہم مصنف نے اپنی شرح میں یہ مسئلہ عمادیہ اور جامع الفصولین سے نقل کیا تو شارح کو مناسب تھا کہ یوں کہتا مصنف عن العمادیہ[2]

باب حد القذف

یہ باب ہے حد قذف کے بیان میں ہو لغۃ وشرعا الرمی بالزنا وہو من الکبائر بالاجماع فتح قذف لغت عرب میں عبارت ہے مطلق عیب لگانے سے اور اصطلاح شرع میں قذف عبارت ہے زنا کے عیب لگانے سے اور وہ کبیرہ گناہ ہے باجماع امت کذا فی الفتح م حق تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ البتہ جو لوگ محصنات غافلات مومنات کو زنا کا عیب لگاتے ہیں وہ ملعون ہیں دنیا اور آخرت میں اور ان کے واسطے عذاب عظیم ہے اور متفق علیہ حدیث میں وارد ہے کہ مہلک سات گناہوں سے بچو۔ اصحاب نے کہا کہ وہ سات گناہ کون کون سے ہیں فرمایا خدا کے ساتھ شرک کرنا اور جادو کرنا اور ناحق قتل نفس کرنا اور بیاج کھانا اور یتیم کا مال کھا جانا اور جنگ کفار سے بھاگ جانا اور محصنات مومنات غافلات کو زنا کا عیب لگانا اور حد قذف کی نص قرآنی سے ثابت ہے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ جو عیب لگائیں محصنات کو اور چار گواہ نہ لاویں تو ان کو ۸۰ کوڑے مارو اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو عیب لگانے سے زنا کا عیب مراد ہے تو اگر زنا کے سوا اور معاصی کا مسلمان کو عیب لگاوے گا تو اس پر حد نہیں بلکہ تعزیر ہے کذا فی المنح نہر الفائق میں ہے کہ ہر چند نص قرانی میں قذف محصنہ مذکور ہے لیکن وہ محصن کو بھی شامل ہے بطریق دلالۃ النص کے بسبب جامع دفع عار کے اور اسی پر اجماع ہے لکن فی النہر قذف غیر المحصن کصغیرۃ ومملوکۃ ومجنونۃ من الصغائر لیکن نہر الفائق میں ہے کہ غیر محصن کا قذف جیسے صغیرہ یا مملوکہ یا مجنونہ بے حیا کا صغیرہ گناہ ہے م نہر الفائق میں یہ قول حلیمی شافعی کی طرف منسوب ہے تو ظاہرا استدراک غیر مناسب ہے بلکہ خود شارح نے ملتقی الابحر کی شرح میں کہا ہے کہ قذف کبیرہ گناہ ہے اگرچہ غیر محصن کو عیب لگایا ہو اور فقہا نے جو احصان شرط کیا ہے سو وجوب حد کے واسطے ہے نہ کبیرہ گناہ ہونے کے واسطے اور طبرانی میں حدیث مرفوع ہے کہ جو ذمی کو قذف کرے گا اس پر قیامت کے دن حد پڑے گی آگ کے کوڑوں سے ہاں حلبی شافعی البتہ غیر محصن کے قذف کو صغیرہ کہتا ہے انتہی کذا فی الطحطاوی ہو کحد الشرب کمیتہ وثبوتا فیثبت برجلین عد قذف حد شرب کے مانند ہے مقدار اور ثبوت میں تو ثابت ہوگی دو مردوں کی گواہی سے یعنی سبب حد کا دو گواہوں سے یا قاذف کے ایک بار کے اقرار کرنے سے اور اس میں عورتوں کی گواہی مقبول نہیں اور اور نہ شہادت علی الشہادت اور نہ ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کو کذا فی المنح مقدار حد کی ۸۰ کوڑے ہیں حر کو اور ۴۰ غلام کو لیسا لہما الامام

---

[1] ایک نسخہ میں بعد الا لا کے یہ عبارت ہے لانہ لیس بمسیرہ الیہ فلا یضمن یعنی وجہ ضمان ہونے کی یہ ہے کہ اس صورت میں سوار گھوڑے کا چلانے والا نہیں تو اس کی چال سوار کی طرف منسوب نہ ہوگی اس لیے سوار ضمان نہ دے گا ۱۲ [2] یعنی بزیادتی لفظ عن ۱۲

Marfat.com

عن ماہیتہ وکیفیتہ سوال کرے امام یا نائب اس کا گواہوں سے حقیقت قذف اور کیفیت اُس کی سے م حقیقت قذف کا سوال اُس وقت ہے جب گواہوں نے اس طرح گواہی دی ہو کہ مثلاً زید نے خالد کا قذف کیا تو اگر گواہ بجز لفظ قذف اُس کی حقیقت نہ بیان کریں تو گواہی مقبول نہیں کذا فی النہر کیفیت سے وہ مراد ہے جس سے مقذوف کو منصف کیا الا اذا شہدا بقولہ یازانی مگر جب دونوں گواہوں نے بلفظ یازانی گواہی دی یعنی قاذف نے مقذوف کو یازانی کہا تو اب ماہیت اور کیفیت کے سوال کی کچھ حاجت نہیں کہ خود اس نے مذکور کی ثم یحبسہ لیسال عنہما کما یحبسہ لشہود لکن احضار ہم فی ثلثۃ ایام والا لا ظہیریۃ پھر بعد اُس کے امام قید کرے قاذف کو تا شاہدوں کی عدالت کا سوال کرے چنانچہ قید کرتا ہے اُس کو شہود کے واسطے جن کا حاضر کرنا تین دن میں ممکن ہے اور اگر تین دن میں حاضر کرنا ممکن نہ ہو تو قاذف کو قید نہ کرے کذا فی الظہیریۃ ولا یکفف خلافا للثانی نہر اور امام حاضر ضامنی نہ لے قاذف سے دوسری مجلس تک بخلاف ابی یوسف کے کذا فی النہر ویحد الحر والعبد ولو ذمیا او امرأۃ **قاذف المسلم** الحر الثابتۃ حریتہ والا فعفیفہ التعزیر اور حد مارا جائے حُر یا غلام جس نے زنا کا عیب لگایا یا اُس مسلم حُر کو جس کی حریت ثابت ہے قاذف کے اقرار یا گواہوں سے اور اگر اس کی حریت ثابت نہیں تو اس کے قذف میں تعزیر ہے قاذف پر حد ہے اگرچہ وہ ذمی یا عورت ہو م طحطاوی نے کہیں عورت کو مبالغہ کر کے داخل کرنا بلا وجہ ہے اس واسطے کہ وہ حُر اور عبد کے لفظ میں داخل نہیں **البالغ العاقل العفیف** عن فعل الزنا جو مسلم کے بالغ اور عاقل اور پاک دامن ہے زنا کے فعل سے م اور کافر اور صغیر اور مجنون اور زناکار کی قذف سے حد نہیں نہر الفائق میں ہے کہ عفیف وہ ہے جس نے کسی عورت کے وطی زنا اور شبہ اور نکاح فاسد سے نہ کی ہو فینتقص عن احصان الرجم بشیئین النکاح والدخول تو بیان شروط احصان قذف سے معلوم ہوا کہ وہ احصان رجم سے دو چیز میں کم ہے یعنی نکاح اور دخول میں یعنی احصان رجم میں نکاح اور دخول زوجہ شرط ہے بخلاف احصان قذف کے کہ اس میں شرط نہیں خواہ ہوں یا نہ ہوں وبقی من الشروط ان لا یکون ولدہ او ولد ولدہ خیرا او اخرس او مجبوبا او خصیا او وطی بنکاح او ملک فاسد او بہی رتقاء او قرناء اور شروط احصان قذف سے یہ شرطیں باقی رہ گئیں کہ مقذوف قاذف کا بیٹا یا پوتا نہ ہو گو نیچا یا مقطوع الذکر والخصیتین یا خصی نہ ہو یا اُسے بنکاح فاسد یا ملک فاسد سے وطی نہ کی ہو یا عورت مقذوفہ کی شرمگاہ گوشت یا ہڈی سے بند نہ ہو م گونگے کی قذف میں اس واسطے حد نہیں کہ استیفائے حد مقذوف کے دعویٰ پر موقوف ہے اور دعویٰ اس کا نہیں ہو سکتا الا باشارہ اور نیابت اس میں کافی نہیں اور مقطوع الذکر اگرچہ محصن ہے لیکن بسبب عدم امکان زنا اس کو قذف سے عار لاحق نہیں ہو سکتی اور یہی علت ہے رتقاء قرناء میں اور خصی وہ ہے جس کو ذکر ہو خصیتین نہ ہوں سو اس سے زنا کرنا متصور ہے تو خصی کا یہاں مذکور کرنا غلط ہے۔ شارح اس تعبیر میں صاحب نہر الفائق کے وہم کا تابع ہو گیا اس واسطے کہ محیط میں مصرح کہ اگر خصی اور عنین کو قذف کرے گا تو اس پر حد ہے اس واسطے کہ زنا کرنا اُن سے متصور ہے کیونکہ آلۂ زنا اُن کے بدن میں موجود ہے اور نکاح فاسد ہے احصان البتہ ساقط ہے لیکن ملک فاسد سے ساقط نہیں اس واسطے کہ ملک فاسد نہیں ہوتی مگر شراء فاسد سے حال آنکہ شراء فاسد بسبب قبض کے مفید ملک ہے ولہذا اس کے واطی کے قاذف پر حد ہے چنانچہ قہستانی اور محیط میں مصرح ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی وان یوجد الاحصان وقت الحد حتی لو ارتد سقط حد القاذف ولو اسلم بعد ذلک فتح اور شروط باقیہ سے یہ ہے کہ احصان مقذوف کا حد مارنے کے وقت پایا جائے یہاں تک کہ اگر وہ مرتد ہو جائے گا قبل حد کے تو قاذف سے حد ساقط ہو جائے گی اگرچہ وہ بعد ارتداد کے پھر مسلمان ہو کذا فی الفتح القدیر م شروط مذکورہ سے یہ باقی رہ گیا کہ مقذوف نہ مر گیا ہو قبل حد قاذف کے اس واسطے کہ طرفین کے نزدیک قذف میں ارث نہیں اور یہ شرط ہے کہ مقذوف حد قاذف کی طلب کرے حاکم کے روبرو کذا فی المنح **بصریح الزنا** صریح زنا کا عیب لگانے والا حد مارا جائے یعنی جو یوں کہے کہ تو نے زنا کیا یا یوں کہے کہ او زانی کذا فی النہر ومنہ انت ازنی من

Marfat.com

فلان او منی علی مافی الظہیریۃ اور صریح زنا میں داخل ہے یوں کہنا کہ تو زانی تر ہے فلانے سے یا مجھ سے کذا فی الظہیریۃ م مبسوط میں مثال اوّل کے مخالف ہے اور خانیہ میں مثال ثانی کے مخالف ہے یعنی دونوں صورتوں میں حد واجب نہیں کذا فی النہر وشملہ الیک کما نقلہ المصنف عن شرح المنار کو صریح کی مانند ہے لفظ ایک کا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں ابن ملک کی شرح منار سے نقل کیا ہے م نیک مصدر ہے بمعنی جماع کردن یعنی اگر مرد سے کہے یا نائیک یا عورت سے کہے یا نیئوکہ تو گویا یوں کہا کہ ای زانی اور ای زانیہ طحطاوی نے کہا کہ یہ قول بعید ہے ولو قال یازانی بالہمزۃ لم یحد شرح تکملہ اور اگر یازانی کہا یعنی بجائے یائے تحتیہ ہمزہ بولا تو اس پر حد نہیں کذا فی شرح التکملہ ظاہر یہ قول صحیح نہیں اس واسطے کہ محیط میں وجوب حد مذکور ہے اگرچہ قاذف صاعد کے معنی کا قصد کرے اس واسطے کہ اس کلمہ مہموزہ سے صعود معنی اس وقت مراد ہوں گے جب محل صعود کے ساتھ مقرون ہو اور بلا ذکر محل صعود زنا پر محمول ہے اس واسطے کہ عرب بجائے حرف علت ہمزہ بولتے ہیں اور بجائے ہمزہ حرف علت بولتے ہیں تو قاذف کی نیت کی تصدیق نہ ہوگی بلا ذکر محل صعود کذا فی الطحطاوی او بقولہ زنات فی الجبل بالہمزۃ فانہ مشترک بین الفاحشۃ والصعود وحالۃ الغضب تعین الفاحشۃ حد ہے صریح زنا کی تہمت سے یا اس قول سے کہ زنات فی الجبل یعنی تو نے زنا کیا پہاڑ میں یا تو چڑھ گیا پہاڑ میں اس لیئے کہ زنات مہموز مشترک ہے فاحشہ اور صعود کے معنوں میں اس لیئے کہ بعضے عرب حرف علت کو ہمزہ بولتے ہیں اور حالت غضب اور دشنام متعین کر دیتی ہے معنی فاحشہ کو م یہ قول ہے شیخین کا فی الجبل کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر زنات علی الجبل کہے گا تو اس پر حد نہ ہوگی اس لیئے کہ بقرینہ علی صعود کے معنی متعین ہو گئے اولست لابیک دوزاد لست لامک او قال لست لابویک فلا حد او لست بابن فلان لابیہ المعروف بہ و الحال ان امہ محصنۃ لانہا المقذوفۃ فی الصورتین اذا المعتبر احصان المقذوفۃ لا الطالب شمنی یا حد قاذف ہے اس قول میں کہ تو اپنے باپ کا نہیں اور اگر اس قدر اور زیادہ کہا کہ تو اپنی ماں کا نہیں یعنی یوں کہا کہ تو اپنے ماں باپ کا نہیں تو اس پر حد نہیں اس واسطے کہ جب قائل نے ولادت کی نفی کی تو زنا کی بھی کی کذا فی الحلبی یا حد ہے یوں کہنے سے کہ تو فلانے کا بیٹا نہیں اس کے باپ کا نام لے کر جس سے مخاطب معروف النسب ہے، اور حالانکہ ماں اس کی محصنہ ہے اس کی ماں کا احصان مشروط ہوا اس واسطے کہ وہی تو مقذوفہ ہے دونوں صورتوں میں یعنی لست لابیک اور لست بابن فلاں میں قذف درحقیقت اس کی ماں کو ہے اس واسطے کہ معتبر مقذوف کا احصان ہے نہ طالب کا کذا فی شرح الشمنی م مقذوف اس کی والدہ ہے اور طالب حد اس کا ولد ہے جب کہ ماں اس کی مرگئی ہو اور اگر زندہ ہو تو طالب اس کی والدہ ہوگی نہ اس کا ولد کذا فی حاشیۃ الحلبی فی غضب متعلق بالصور الثلث فی غضب تینوں صورتوں سے متعلق ہے یعنی زنات فی الجبل اور لست لابیک اور لست بابن فلاں کہنے سے غضب اور دشنام کی حالت میں قاذف پر حد ہے اور اگر حالت رضا میں اقوال ثلثہ میں سے کوئی قول کہے گا تو حد نہیں اس لیئے کہ قول اوّل میں زنا صعود کے معنی پر اور قولین اخیرین میں نفی ولدیت محاسن اخلاق کی عدم مشابہت پر محمول ہے لطلب المقذوف المحصن لانہ حقہ ولو المقذوف غائبا عن مجلس القاذف حال القذف وان لم یسمعہ احد نہر قاذف حد مارا جائے گا مقذوف محصن کی خواہش اور طلب سے اس واسطے کہ حد قذف واسطے دفع عار کے اسی کا حق ہے اگرچہ مقذوف غائب ہو قاذف کی مجلس سے وقت قذف کے گو اس کو عیب لگاتے کسی نے نہ سنا ہو کذا فی النہر م درصورت عدم سماع کے طریق اثبات قذف کا قاذف کے اقرار پر منحصر ہے اس طرح کہ قاذف کہے کہ میں نے یوں کہا تھا بل وان امر المقذوف بذلک شرح تکملہ بلکہ اگرچہ قاذف کو امر کیا ہو مقذوف نے اس کا یعنی قذف کا کذا فی الشرنبلالیۃ م باوجود امر مقذوف حد ساقط نہ ہوئی اس واسطے کہ یہ حق اللہ ہے تو عید کی اباحت سے مباح نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی وینزع الفرو ونحوہ فقط اظہار التخفیف باحتمال صدقہ بخلاف حد شرب وزنا اور حد مارنے کے وقت قاذف کے بدن سے فقط پوستین اور روئی وغیرہ کا

Marfat.com

بھرا ہوا کپڑا اتارا جائے واسطے ظاہر کرنے تخفیف حد قذف کے قاذف کے صادق ہونے کے احتمال سے بخلاف حد زنا اور شرب خمر کے م حد قذف کا سبب چونکہ قطعی نہیں کہ شاید قاذف صادق ہو لہذا اس کے سب کپڑے نہ اتارے جائیں گے سوائے پوستین اور روئی دار کپڑے کے تا خفت حد ظاہر ہو بخلاف حد زنا اور شرب کے کہ سوائے پاجامہ اُن میں سب کپڑے اتار ڈالے جائیں گے لا یحد ملبست بابن فلاں لجدہ لصدقۃ یوں کہنے سے (کہ تو فلانے کا بیٹا نہیں یعنی اپنے دادا کا نہ حد ماری جائے گی بسبب صادق ہونے اس کلام کے اس واسطے کہ فی الحقیقت وہ اپنے باپ کا بیٹا ہے نہ دادا کا و بلبستہ الیہ او الی خالہ و عمہ او بہ تشدید الباء مربیہ ولو غیر زوج امہ زیلعی اہم آباء مجازا اور حد نہیں اس کے دادا کی طرف اس کے نسبت کرنے سے یا اس کے ماموں یا اس کے مربی اور پرورش کرنے والے کی طرف نسبت کرنے سے اگرچہ مربی اس کی ماں کا زوج نہ ہو کذا فی شرح زیلعی اس واسطے کہ دادا اور چچا وغیرہما آباء مجازی ہیں لہذا بہ تشدید باء موحدہ بمعنی مربی ہے ولا بقولہ یا ابن ماء السما وفیہ نظر ابن الکمال اور نہ یوں کہنے سے حد ہے کہ ادبار ش آسمانی کے فرزند اس میں اعتراض کیا ہے ابن کمال نے م اس واسطے حد نہیں کہ ابن ماء السما سے جود اور صفاء اور سماحت کی تشبیہ مراد ہوتی ہے چنانچہ عامر بن حارث ملقب بماء السماء تھا اپنی سخاوت کے سبب سے اس واسطے کہ وہ اپنے مال کو ایام قحط میں مثل قطرات باران بکثرت دیتا تھا اور ام المنذر ملقب ماء السماء تھی اپنے حسن اور جمال کے سبب سے اور اس کے فرزند جو ملوک عراق تھے بنو ماء السماء کہلاتے تھے اور نعمان بن المنذر بھی ملقب بابن ماء السماء تھا کذا فی الطحطاوی ایضاح الاصلاح میں ابن کمال نے کہا کہ حالت غضب میں جود اور جمال سے تشبیہ نہیں ہو سکتی اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہم الزام کرتے ہیں اور اس کو نفی شجاعت اور سخاوت کا سبب ٹھہراتے ہیں اس حالت میں کذا فی النہر فتح القدیر میں مذکور ہے کہ اگر وہاں کسی مرد کا نام ماء السماء مشہور ہو تو دشنام کے وقت البتہ اس پر حد ہے ابن ماء السما کہنے میں اور نہیں تو نہیں ولا بقولہ یا نبطی للعربی اور عربی کو نبطی کہنے سے حد نہیں م نبط ایک گروہ ہے آدمیوں کا عراق میں واحد کو نبطی کہتے اور شرح جامع صغیر میں ہے کہ انباط عجمی کشت کار ہیں اس واسطے حد نہیں کہ اس قول سے نفی مشابہت عرب اور مشابہت اس گروہ کی اخلاق اور عدم فصاحت میں مراد ہے بلا گمان قذف فی النہر متی نسبہ لغیر قبیلۃ او نفاہ عنہا غر النہر الفائق میں ہے جب کوئی قائل نسبت کرے مخاطب کو اس کے غیر قوم کی طرف یا اس کے قوم سے اس کی نفی کرے تو تعزیر دیا جائے م نہر الفائق میں یہ قول بطریق بحث ہے نہ بطریق روایت مذہب وفیہ یا فرخ الزنا یا بیض الزنا یا حمل الزنا یا سخل الزنا قذف اور نہر میں ہے کہ یوں کہنا کہ ، زنا کے چوزے ، زنا کے انڈے ، زنا کے حمل زنا کے سخل قذف ہے اس واسطے کہ یہ الفاظ ولد الزنا کے واسطے بولے جاتے ہیں حمل بفتحتین بچہ گوسفند جب چار مہینے کا ہو اور سخل بچہ گوسفند بمجرد پیدائش م نہر الفائق میں جوہرہ سے منقول ہے کہ یوں کہنا قذف ہے کہ تو ولد حلال نہیں بخلاف یا کبش الزنا اور حرامزادہ قلیتہ بخلاف اس قول کے اور زنا کے مینڈھے یا او حرامزادے یہ قذف نہیں م طحطاوی نے کہا کبش الزنا میں شاید یہ وجہ ہے کہ قذف میں مستعمل نہیں اور حرامزادہ شریر اور مکار کو بولتے ہیں اور اس واسطے کل حرام زنا نہیں یعنی چنانچہ زوجہ کا جماع حیض میں حرام ہے اور زنا نہیں وفیہا لو جحدہ ابوہ نسبہ فلا حد اور قنیہ میں ہے کہ اگر ایک شخص کا باپ منکر ہوا اُس کے نسب کا تو اس پر حد نہیں ولا حد بقولہ لامرأۃ زینت بعیر او ثور او بحمار او بفرس لانہ لیس بزنا شرعا اور حد نہیں اپنی زوجہ سے یوں کہنے میں کہ تو نے زنا کیا اونٹ سے یا بیل سے یا گدھے سے یا گھوڑے سے اس واسطے کہ یہ شرعاً زنا نہیں بخلاف زینت ببقرۃ او بشاۃ او بناقۃ او بحمارۃ او ثوب او بدراہم فانہ یحد لانہا تصلح للایلاج فیہا او زینت واخذت البدل بخلاف اس قول کے کہ تو نے زنا کیا گائے سے یا بھیڑ بکری سے یا اونٹنی سے یا گدھی سے کپڑے سے یا دراہم سے تو مرد پر حد ماری جائے گی کہ عورت ادخال فی الفرج کے لائق نہیں تو یہ مراد ہوگی کہ تو نے زنا کیا اور اشیاء

Marfat.com

مذکورہ کو بعوض نہ لیا ولو قیل ہذا الرجل فلا حد لعدم العرف باخذہ المال اور اگر یہ قول مذکور مرد سے کہا گیا تو حد نہیں اس واسطے کہ مرد کو مال لینا بعوض زنا مروج نہیں وانما یطلبہ بقذف المیت من یقع القدح فی نسبہ بسبب قذف ای المیت وہم الاصول والفروع وان علوا او سفلوا ولو کان الطالب محجوبا او محرومًا عن المیراث بقتل او رق او کفر او ولد بنت ولو مع وجود الاقرب او عفوہ او تصدیقہ للحوقہم العار بسبب الجزئیۃ قید بالمیت لعدم مطالبتہم فی الغائب لجواز تصدیقہ اذا حضر اور قذف میت سے طلب حد تو وہی شخص کرے جس کے نسب میں عیب لگتا ہے بسبب قذف میت کے اور وہ یعنی طالب حد میت کے اصول اور فروع ہیں اگرچہ عالی یا سافل ہوں اگرچہ طالب حد محجوب یا محروم ہو میراث سے بسبب قتل یا مملوکیت یا کفر کے یا طالب میت کا نواسا ہو اگرچہ مستحق بعد باوجود اقرب کے یا اس کے عفو کر دینے یا اس کے تصدیق کر دینے کی طالب حد ہو یعنی ہر اصل اور فرع کو حق طلب ہر طرح ہے اس واسطے کہ سب کو لحوق عار ہے بسبب جزئیت کے ماتن نے طلب کو مقید بمیت کیا اس واسطے کہ اصول اور فروع کو مطالبہ زندہ غائب کے قذف میں نہیں بسبب جائز ہونے تصدیق غائب کے جب کہ حاضر ہو م طحطاوی نے نہر اور بحر سے نقل کیا کہ اصول سے نانا اور نانی مستثنے ہیں یعنی ان کو حق طلب نہیں قال یا ابن الزانیین وقد مات ابواہ فعلیہ حد واحد لتداخل الآتی تم موت ابویہ لیس بقید بل فائدتہا فی المطالبۃ کہا اور دو زانیوں کے بیٹے اور حالانکہ مقذوف کے والدین مر چکے ہیں تو قاذف پر ایک ہی حد ہے بسبب تداخل کے جس کا بیان آگے آئے گا بعد اس کے معلوم کرنا چاہیے کہ موت اس کے والدین کی قید نہیں تداخل کی بلکہ فائدہ اس کا مطالبہ میں ہے یعنی اگر والدین میت ہوں گے تو ولد کو حق طلب حد ثابت ہوگا بخلاف اُن کی حیات کے کذا فی المنح ذکر فی آخر المبسوط ان معتوہۃ قالت لرجل یا ابن الزانیین فجاء بہا الی ابن ابی لیلے فاعترفت فحدہا حدین فی المسجد فبلغ ابا حنیفۃ فقال اخطأ فی سبعۃ مواضع بنی الحکم علی اقرار المعتوہۃ والزمہا الحد وحدہا حدین واقامہما معا فی المسجد وقائمۃ وبلا حضرۃ ولیہا مبسوط کے آخر میں مذکور ہے کہ بے ہوش عورت نے ایک مرد سے کہا یا ابن الزانیین سو وہ مرد اس کو لایا قاضی ابن ابی لیلے کے پاس سو اس نے قبول کیا قذف کرنے کو تو قاضی نے اس کو دو بار حد ماری مسجد میں تو یہ خبر پہنچی امام ابو حنیفہ کو تو کہا خطا کی قاضی نے سات جگہ احکم کی بنا کی بے ہوش عورت کے اقرار پر ۲۔ اور اس پر حد لازم کی ۳۔ اور اس کو دو حدیں ماریں ۴۔ اور دونوں حدوں کے ساتھ ہی اقامت کی ۵۔ اور مسجد میں حد قائم کی ۶۔ اور اس کو کھڑا کر کے حد ماری ۷۔ اور بلا حضور اس کے ولی کے م فتح القدیر اور بحر الرائق اور منح الغفار میں یوں مروی ہے کہ قاضی ابن ابی لیلی نے ایک شخص کو سنا کہ دوسرے مرد کو کہتا ہے یا ابن الزانیین تو اس کے دو حدیں ماریں مسجد میں پھر جب امام ابو حنیفہ کو خبر ہوئی تو فرمایا عجب ہے ہمارے شہر کے قاضی سے کہ اس نے ایک مسئلہ میں پانچ مرتبہ خطا کی اول یہ کہ حد ماری بدون طلب مقذوف کے دوسرے یہ کہ اگر وہ طالب ہوتا تو ایک ہی حد واجب تھی تیسرے یہ کہ اگر اس کے نزدیک دو حدیں تھیں تو دونوں حدوں میں ایک دن یا زیادہ کا انتظار کرنا تھا کہ ضرب اول کا اثر خفیف ہو جاتا چوتھے یہ کہ مسجد میں حد ماری پانچویں یہ کہ اُس کو دریافت کرنا تھا کہ اس کے والدین زندہ ہیں یا نہیں اگر زندہ ہوتے تو خصومت کا ان کو اختیار تھا۔ اور نہیں تو فرزند کو خصومت کا حق تھا انتہی تو شاید یہ زیادت اور نقصان بسبب اختلاف راویوں کے ہے اور قاضی ابن ابی لیلیٰ کی طرف سے یہ جواب ممکن ہے کہ وہ مجتہد تھے اُن کے اجتہاد میں یہی حق معلوم ہوا کذا فی الطحطاوی وقال فی الدر ولم یتعرفان ابویہ حیان فتکون الخصومۃ لہما او میتان فتکون الخصومۃ للابن اور در رمیں کہا اور معلوم نہ ہوا کہ مقذوف مذکور کے والدین زندہ تھے سو حق خصومت ان کو ہوتا یا مردہ تھے کہ حق خصومت بیٹے کو ہوتا اجتمعت علیہ اجناس مختلفۃ بان قذف وشرب

سلہ یعنی زینت ثیوب درا ہم۔ ۱۲

سلہ مگر ظاہر ہے کہ یہ جواب کافی نہیں کیونکہ خطا تو مجتہد بھی کرتا ہے اور ان کا اجتہاد میں حق ہونا خطا نفس الامری کو دور کرتا ہے ۱۲

Marfat.com

وسرق وزنا غیر محصن لقام علیہ الکل بخلاف المتحد جمع ہوئیں ایک شخص پر حدود کی چند جنسیں مختلف اس طرح پر کہ اُس نے قذف کیا اور شراب پی اور چوری کی اور غیر محصن سے زنا کیا تو اس پر سب حدود قائم کی جائیں اس واسطے کہ اغراض مختلف ہیں کیونکہ مقصود حد زنا سے حفظ نسب ہے اور حد قذف سے حفظ آبرو ہے اور حد شرب سے حفاظت عقل ہے تو اقامت حد واحد سے جمع مقاصد مذکور نہیں حاصل ہوتے بخلاف حدود متحد الجنس کے کہ وہاں ایک حد کافی ہے بسبب اتحاد مقصود کے چنانچہ آخر باب میں مذکور ہوگا ولا یوالی بینہا خیفۃ الہلاک بل یحبس حتے یبرأ اور حدود مختلفہ کے درمیان میں اتصال نہ کیا جائے گا یعنی لگاتار برابر ان کی اقامت نہ ہوگی ہلاک ہو جانے کے خوف سے بلکہ وہ محبوس رہے گا صحیح سالم ہونے تک فیبدأ بحد القذف لحق العبد ثم ہوای الامام مخیران شاء بدأ بحد الزنی وان شاء بالقطع لثبوتہما بالکتاب اور حدود مختلفہ کی اقامت میں حد قذف سے ابتداء کی جائے بسبب حق العبد کے اگرچہ اس میں حق اللہ غالب ہے پھر امام مختار ہے چاہے حد زنا کو شروع کرے چاہے قطع ید کی حد کو بسبب ثابت ہونے دونوں کے قرآن مجید سے یعنی دونوں قوت میں برابر ہیں کسی کی ترجیح نہیں ویؤخر حد الشرب لشبوتہ باجتہاد الصحابۃ اور موخر کرے حد شرب کو بسبب اس کے ثابت ہونے کے صحابۂ کرام کے اجتہاد سے ولو فقاء ایضا بدأ بالفقاء ثم بالقذف ثم یرجم لو محصنا ولغی غیرہ بجراحۃ اگر کسی کو زخمی بھی کیا تو امام ابتداء جراحت سے کرے پھر حد قذف مارے پھر سنگسار کرے اگر زانی محصن ہو اور ان کے سوا اور حدود لغو ہو جائیں گے کذا فی البحر الرائق طحطاوی نے ابو سعود سے نقل کیا کہ جراحت سے وہ جراحت مراد ہے جو قصاص کی موجب ہے وفی الحاوی القدسی ولو قتل ضرب للقذف وضمن للسرقۃ ثم قتل وترک مالہ اور حاوی میں ہے کہ اگر قتل بھی کیا تو حد قذف ماری جائے اور چوری کا ضمان ہو پھر قتل کیا جائے اور باقی حدود متروک ہوں ویؤخذ ما سرقہ من ترکتہ لعدم قطعہ نہر اور جس قدر اس نے چوری کی وہ اس کے متروکہ سے لی جائے بسبب اس کے عدم قطع کے کذا فی النہر یعنی ضمان ساقط ہوتا ہے قطع ید کی ضرورت سے سو یہاں پایا نہیں گیا ولا یطالب ولد اے فرع وان سفل وعبد اباہ اے اصلہ وان علا وسیدہ لف ونشر مرتب بقذف امۃ الحرۃ المسلمۃ المحصنۃ اور مطالبہ حد کا نہ کرے بیٹا اپنے باپ سے اور غلام اپنے مالک سے اپنی ماں کے قذف سے جو کہ حرہ مسلمہ محصنہ ہے ولد سے مراد فرع ہے اگرچہ سافل ہو اور باپ سے مراد اصل ہے اگرچہ عالی ہو غلام کی ماں کا حرہ ہونا اس طرح پر کہ ماں آزاد ہو گئی اور بیٹا اس کا غلام بنا رہا اور چونکہ باپ اور مولی سے بموجب حدیث کے قصاص ساقط ہے تو حد بطریق اولی ساقط ہوگی فلو کان لہا ابن من غیرہ او اب او نحوہ ملک الطلب فی النہر واذا سقط عنہ الحد غریبل لبشتم ولدہ یغزر پھر اگر اس عورت محصنہ کا بیٹا ہو اس زوج کے غیر سے یعنی ربیب ہو بشرطیکہ اس کا مملوک نہ ہو یا عورت کا باپ ہو یا اس کے مانند کوئی اور اصول اور فروع میں تو وہ طلب حد کا مالک ہوگا اور نہر الفائق میں ہے اور جب باپ سے حد قذف ساقط ہوئی تو تعزیر دیا جائے گا بلکہ بیٹے کو گالی دینے سے تعزیر دیا جائے گا ولا ارث فیہ خلافا للشافعی اور قذف میں ارث نہیں بخلاف امام شافعی یعنی اگر بعد قذف کے مقذوف مر گیا تو حد باطل ہے وارث دعویٰ نہیں کر سکتا اور اگر میت کو قذف کیا تو اصول اور فروع کو حق طلب ہے بالاصالۃ نہ بالخلافۃ چنانچہ مذکور ہو چکا ولا رجوع بعد اقرار ولا اعتیاض ای اخذ عوض ولا صلح ولا عفو فیہ وعنہ اور رجوع کرنا نہیں قذف میں بعد اقرار کے اور قذف سے عوض کرنا یعنی قذف کے عوض مال لینا جائز نہیں اور نہ صلح اور بخشنا جائز ہے یعنی حاکم کے روبرو جب قذف ثابت ہو جائے تو مقذوف کی صلح کرنے یا بخشنے سے حد ساقط نہیں فیہ متعلق ہے رجوع سے اور عنہ اعتیاض سے نعم لو عفا المقذوف فلا حد لا لصحۃ العفو بل لترک الطلب حتی لو عاد وطلب حد شمنی ولذا لا یتم الحد الا بحضرتہ ہاں اگر مقذوف عفو کر دے تو حد نہیں نہ اس سبب سے کہ عفو صحیح ہے بلکہ اس سبب سے کہ اس نے طلب حد کو ترک کیا اس واسطے کہ طلب شرط ہے حد کی یہاں تک کہ بعد ترک کے اگر پھر عود کرے گا اور طلب حد کرے گا تو حد مارا جائے گا کذا فی شرح الشمنی اور اسی واسطے یعنی بسبب ترک کے حد پوری نہ ہوگی مگر بعد حاضر ہونے

Marfat.com

مقذوف کے یعنی اگر حد قذف شروع ہوئی پھر مقذوف کہیں چلا گیا تو باقی کوڑے نہ مارے جائیں گے تاوقتیکہ مقذوف نہ آئے گا قال الآخر یا زانی فقال الآخر لا بل انت حد لغلبۃ حق اللہ فیہ کہا کسی نے دوسرے سے کہ یا زانی سو اُس نے جواب دیا بلکہ تو یعنی میں زانی نہیں تو زانی ہے تو دونوں پر حد قذف ماری جائے گی بسبب غالب ہونے حق اللہ کے قذف میں یعنی اس قول میں دونوں قاذف ہوئے اگر بنا بر حق العبد کے کیے دونوں بر ابر ہو گئے تو لازم آتا ہے اسقاط حق اللہ کا تو بنا بر غلبہ حق اللہ کے دونوں پر حد ہوگی کذا فی المنح بخلاف ما لو قال لہ مثلا یا خبیث فقال بل انت لم یغر الا نہ حقہما وقد تساویا فتکافیا بخلاف اس کے یہ صورت ہے کہ اگر ایک شخص سے مثلاً کہا یا خبیث سو اس نے جواب دیا بلکہ تو خبیث ہے تو دونوں پر تعزیر نہیں اس واسطے کہ تعزیر دونوں کا حق ہے یعنی تعزیر واسطے حق آدمی کے ہے حالانکہ جواب دینے سے دونوں برابر ہو گئے تو دونوں کی مکافات ہو گئی یعنی دونوں سے تعزیر ساقط ہو گئی بخلاف ما سیجئ لو تشاتما بین یدی القاضی او تضاربا لم تتکافئا لتتک مجلس الشرع وتفاوت الضرب بخلاف سابق وہ مسئلہ ہے جو آئے گا کہ اگر دو شخصوں نے باہم گالی دی قاضی کے سامنے یا باہم ایک نے دوسرے کو مارا تو دونوں برابر نہ ہو جائیں گے بسقوط تعزیر میں بلکہ دونوں کو تعزیر دی جائے گی بسبب بے ادبی مجلس شرع کے اور بسبب متفاوت ہونے ضرب کے ولو قالہ لعبرہ وہو من اہل الشہادۃ فردت بہ حدت ولا لعان اور اگر قول مذکور اپنی زوجہ سے کہا اور حالانکہ زوج اہل ہے شہادت کا سو زوجہ نے ہی قول پھر کر کہا تو عورت پر حد ماری جائے گی اور لعان نہ ہوگا یعنی اگر زوج نے زوجہ سے کہا یا زانیہ سو اُس نے جواب دیا بلکہ تو یعنی میں نہیں تو زانی ہے تو عورت پر حد ہے بلا لعان اور زوج میں اہلیت شہادت کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر وہ اہل شہادت نہ ہوگا تو اس کا قذف لعان کا موجب نہ ہوگا تو دونوں پر حد ماری جائے گی کذا نقلہ الحلبی عن الایضاح الاصل ان الحدین اذا اجتمعا وفی تقدیم احدہما استقاط الآخر وجب تقدیمہ احتیالا للدرر قول مذکور میں حد زوجہ اور سقوط لعان کا قاعدہ یہ ہے کہ جب دو حدیں جمع ہوں گی اور ایک حد کے مقدم کرنے میں دوسری حد کا اسقاط ہوگا تو اس کی تقدیم واجب ہوگی حد ٹالنے کی حیلہ جوئی کے واسطے یعنی جب اول عورت پر حد ماری گئی تو وہ لعان کے لائق تر ہے اس واسطے کہ محدود فی القذف لعان کا اہل نہیں اور لعان کی تقدیم میں ابطال حد کا نہ تھا لہذا تقدیم حد واجب ہوئی کذا فی المنح اگر کوئی کہے کہ تقدیم حد مذکور اجتماع حدین میں ہوتی ہے اور لعان تو حد نہیں اس کا جواب شارح نے آیندہ قول میں دیا واللعان فی معنی الحد اور لعان بمعنی حد ہے یعنی مشروعیت لعان کے واسطے انزجار کے ہے مانند حدود کے ولذا قالوا لو قال لہا یا زانیۃ بنت الزانیۃ حدا بالحد لینتفی اللعان اور اسی واسطے یعنی حد ٹالنے کی حیلہ جوئی کے واسطے فقہا نے کہا ہے کہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ زانیہ بلربنت الزانیۃ تو اول حد کی ابتدا کی جائے گی تا لعان منتفی ہو جائے یعنی زوج پر زوجہ کی ماں کی قذف کی اول حد ماری جائے گی تو لعان ساقط ہو جائے گا۔ اس واسطے کہ محدود لائق لعان کے نہیں رہتا بحر الرائق میں کہا کہ اگر زوجہ پہلے دعوی کرے گی تو دونوں میں قاضی لعان کرا دے گا۔ پھر زوجہ کی ماں اپنے قذف کے حد کی طالب ہوگی تو مرد پر حد قذف ماری جائے گی طحطاوی نے کہا تو شاید مسئلہ مذکورہ شارح کا اس صورت میں معترض ہے جب زوجہ اور اس کی ماں معاً طالب ہوں ولو قالت فی جوابہ زنیت بک او معک بدا بالحد واللعان للشک اور اگر زوج نے کہا یا زانیہ اور زوجہ نے اس کے جواب میں کہا کہ میں نے تجھ سے زنا کیا یا تیرے ساتھ زنا کیا تو حد اور لعان دونوں باطل ہو جائیں گے بسبب شک کے تم تفصیل شک یوں ہے کہ عورت کا قول اس کا محتمل ہے کہ اس نے قبل النکاح کے زنا کا ارادہ کیا تو حد واجب ہوگی نہ لعان اس واسطے کہ زوجہ نے زوج کے قول کی تصدیق کی اور زوج نے اس کی تصدیق نہیں کی اور محتمل ہے کہ زوجہ نے اُس زنا کا ارادہ کیا جو زوج کے ساتھ بعد نکاح ہوا یعنی نکاح کے جماع کو تعبیر بزنا کیا بقرینہ تقابل تو بموجب اس احتمال کے لعان واجب ہے نہ حد اس واسطے کہ قذف مرد کی طرف سے ہوا نہ عورت کی طرف سے تو بسبب احتمالین مذکورین کے شک پڑا حد یا لعان کے ثبوت میں لہذا دونوں ساقط ہو گئے کذا فی المنح قید بالخطاب

Marfat.com

لانہا لواجابتہ بانت از نی منی حد وحدہ خانیۃ مصنف نے جواب کو بخطاب مذکور مقید کیا اس واسطے کہ اگر زوجہ زوج کو یوں جواب دیگی تو زانی تر ہے مجھ سے تو فقط زوج ہی پر حد ماری جائے گی کذا فی الخانیہ ۱۲ اس واسطے کہ صیغہ افعل کا ایسے مقام میں ترجیح فی العلم کے واسطے مستعمل ہوتا ہے تو گویا زوجہ نے یوں کہا کہ انت اعلم بالزنا منی اور علم بالزنا کی نسبت موجب حد نہیں کذا فی الطحطاوی عن الکمال اور یہ جو بعضے نسخے میں ہے کہ حد وحدت سو تحریف ہے ولو کان ذلک مع اجنبیۃ حدت دونہ لتصدیقہا اور اگر وہ یعنی گفتگو مذکور اجنبی عورت سے ہو یعنی مرد نے اجنبی عورت سے کہا کہ یازانیہ اس نے جواب دیا کہ ہیں نے تیرے ساتھ زنا کیا تو عورت پر حد ہے نہ مرد پر بسبب تصدیق کرنے عورت کے یعنی عورت نے بھی مرد کو قذف کیا اور اس کا حق تصدیق کرنے سے ساقط ہو گیا اقر بولد ثم نفاہ یلاعن وان عکس حد للقذف والولد لہ فیہما لاقرارہ اقرار کیا زوج نے ولد کا پھر اس کی نفی کی تو لعان کرے زوجہ سے اور اگر اس کے بالعکس کیا یعنی اول نفی کی پھر اقرار کیا تو مرد پر حد قذف ماری جائے اور ولد دونوں صورتوں میں مرد کا ہے اس کے اقرار سے پہلی صورت میں اقرار سابق ہے اور دوسری صورت میں اقرار لاحق ہے اور لعان بدون قطع نسب صحیح ہے کذا فی المنح ولو قال لیس بابنی ولا بابنک فہدر لانہ انکر الولادۃ اور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ یہ لڑکا نہ میرا ہے نہ تیرا تو یہ باطل ہے نہ اس قول سے حد متعلق ہے نہ لعان اس لیئے کہ مرد ولادت کا منکر ہے اور انکار ولادت سے قاذف نہیں ہوتا قال لامراۃ یازانی حد اتفاقا لان الہاء تحذف للترخیم کہا مرد نے اجنبی عورت سے یازانی تو اس پر حد ہے باتفاق شیخین اور محمد کے اس واسطے کہ کلام عرب میں ہاء ہوز محذوف ہو سکتی ہے بسبب ترخیم کے یعنی اصل میں یازانیہ تھا سو ترخیم سے آخر کا حرف محذوف ہو گیا ترخیم عبارت ہے حذف آخر کلمہ سے والرجل یازانیۃ لا وقال محمد یحد لان الہاء تدخل للمبالغۃ کعلامۃ قلنا الاصل فی الکلام التذکیر اور اگر مرد سے کہا یازانیہ تو شیخین کے نزدیک حد نہیں اور محمد نے کہا کہ اس کا قائل حد مارا جائے گا اس واسطے کہ ہاء ہوز صیغہ مذکر میں مبالغہ کے واسطے داخل ہوتی ہے جیسے علامہ میں ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اصل کلام میں مذکر لانا ہے لفظ کا اور تانیث غیر اصل ہے ولا حد بقذف من لہا ولد لا اب لہ معروف فی بلد القذف اور حد نہیں اس عورت کے قذف سے جس کے ولد کا باپ معلوم نہیں اس شہر میں جہاں قذف واقع ہوا نہ ہر شہر میں کذا فی البحر اومن لاعنت بولد لانہ امارۃ الزنی یا حد نہیں اس عورت کی قذف سے جس نے لعان کیا باوجود ولد کے یعنی لعان باقی رہا اور قاضی نے ولد کا نسب زوج سے قطع کر دیا اور ولد کو ماں کے ساتھ ملحق کر دیا اس واسطے حد نہیں کہ وجود ولد بعد لعان علامت ہے زنا کی اور اگر بعد لعان کے قاضی قطع نسب نہ کرے گا تو اس کے قاذف پر حد واجب ہو گی یا اگر لعان باطل ہو جائے گا زوج کے اقرار کذب سے تو بھی قاذف پر حد واجب ہو گی بسبب دور ہونے تہمت کے کذا فی المنح او بقذف رجل وطی فی غیر ملکہ لکل وجہ کامۃ ابنہ او لوجہ کامۃ مشترکۃ او فی ملکہ المحرم ابدا کامۃ فہی اختہ رضاعا فی الاصح لفوات العقد یا حد نہیں اس مرد کی قذف سے جس نے وطی کی اپنے غیر ملک میں ہر وجہ سے چنانچہ اپنے ولد کی لونڈی سے وطی کی یا ایک وجہ سے غیر ملک میں وطی کی چنانچہ مشترک لونڈی سے وطی کی یا اپنی اس مملوکہ سے وطی کی جو ہمیشہ کو حرام تھی چنانچہ اپنی اس لونڈی سے وطی کی جو مولی کی رضاعی بہن تھی یہاں حد نہیں قول اصح میں بسبب فوت ہونے عفت کے م یہ علت ہے مسائل ثلثہ مذکورہ کی عدم حد کی او بقذف من زنت فی کفرہا لسقوط الاحصان یا حد نہیں اس عورت کی قذف سے جس نے اپنے کفر کی حالت میں زنا کیا بسبب ساقط ہونے احصان کے او بقذف مکاتب بات عن وفاء لاختلاف الصحابۃ فی حرمتہ فاورث شبہۃ یا حد نہیں اس مکاتب کے قذف سے جو مر گیا بدل کتابت[۵۲] ادا کر کے

[۵۱] تو زیادہ جانتا ہے زنا کو بہ نسبت میرے ۱۲ [۵۲] یہاں ترجمہ میں مترجم اول سے سہواً واقع ہوا مات عن وفاء کا ترجمہ یہ چاہیے تھا کہ اتنا حق چھوڑ کر مرا جو بدل کتابت کو کافی ہوا اور اسی مکاتب کی آزادی میں اختلاف ہے اور بعد ادائے بدل کتابت تو بلاشبہ آزاد ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ۱۲

Marfat.com

حد نہیں بسبب مختلف ہونے صحابہ کرام کے اس کی حرّیت اور عبدیت میں تو اس اختلاف نے شبہہ پیدا کیا سقوط حد میں م وفاء بدل کتابت کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر بدون وفا مر جائے گا تو اس کے قاذف پر بطریق اولیٰ حد نہ ہوگی اس واسطے کہ وہ بلاشبہہ غلام مر کذا فی البحر وحد قاذف وطی عرسہ حالۃ قضاء امۃ مجوسیۃ ومکاتبۃ ومسلم نکح محرمۃ فی کفرہ بشبہۃ ملکہ بین وفی الذخیرۃ خلافہا اور حد مارا جائے گا قاذف اس مرد کا جس نے اپنی زوجہ سے وطی کی حیض کی حالت میں اور مجوسی لونڈی اور مکاتبہ سے وطی کی اور اس مسلم کا قاذف حد مارا جائے گا جس نے اپنی حالت کفر میں اپنی محرم سے نکاح کیا بسبب ثابت ہونے وطی کے اس کے ملک میں یعنی پہلی اور پچھلی صورت میں نکاح کی ملک ثابت ہے اور باقی میں ملک یمین ہے اور پچھلی صورت میں خلاف ہے صاحبین کا اس واسطے کہ نکاح کافر کا اپنے محرم سے امام کے نزدیک صحیح ہے اور صاحبین کے نزدیک صحیح نہیں وحد مستامن قذف مسلما لانہ التزم ایفاء حقوق العباد بخلاف حد الزنا والسرقۃ لانہما من حقوق اللہ تعالیٰ المحضۃ کحد الخمر واما الذمی فیحد فی الکل الا الخمر غایۃ اور حد مارا جائے گا کافر مستامن جس نے مسلم کا قذف کیا اس واسطے کہ اس نے بسبب امان مسلمین کے ایفاء حقوق العباد کا التزام کیا ہے بخلاف حد زنا اور چوری کے کہ وہ مستامن پر نہیں اس لیئے کہ زنا اور سرقہ کی حد حق تعالیٰ کے حقوق خالصہ سے ہے مانند شراب کی حد کے اور ذمی کافر پر تو جمیع حدود مارے جائیں گے سوائے شراب کی حد کے کذا فی غایۃ البیان لکن قدمنا عن المنیۃ تصحیح حدہ بالسکر ایضا لیکن ہم باب الشرب میں مقدم ذکر کر چکے ہیں منیۃ المفتی سے حد ذمی کی تصحیح مست ہونے سے بھی یہ شارح نے استدراک کیا غایۃ البیان کے استثناء پر فی السراجیۃ اذا اعتقدوا حرمۃ الخمر کالمسلمین اور سراجیہ میں ہے کہ جب اہل ذمہ حرمت خمر کے معتقد ہوں تو مسلمین کی مانند ہیں وجوب حد میں م شارح نے سراجیہ کے قول سے غایۃ البیان اور منیۃ المفتی کے تعارض کو دفع کیا ہے یعنی غایۃ البیان کی روایت اس صورت پر محمول ہے جب اہل ذمہ معتقد حرمت خمر نہ ہوں منیۃ المفتی کی روایت اعتقاد حرمت پر محمول ہے تو تناقض نرہا واللہ اعلم اور سراجیہ سے مراد سراج الدین کا فتاویٰ ہے کذا فی المنح وفیہا ولو سرق الذمی او زنی فاسلم ان ثبت باقرارہ او بشہادۃ المسلمین حد وان ثبت بشہادۃ اہل الذمۃ لا اور سراجیہ میں ہے کہ اگر ذمی نے چوری کی یا زنا کیا پھر وہ مسلمان ہوا اگر سرقہ یا زنا اس کے اقرار یا اہل اسلام کی گواہی سے ثابت ہوا تو حد مارا جائے گا اور اگر اہل ذمہ کی گواہی سے ثابت ہوا تو حد نہیں اس واسطے کہ کفار کی گواہی مسلم پر مقبول نہیں اقر القاذف بالقذف فان اقام اربعۃ علی زناہ ولو فی کفرہ لسقوط احصانہ کما مر او اقر بالزنا اربعا کما مر اقرار کیا قاذف نے قذف کا سو اگر چار گواہ قائم کیئے مقذوف کے زنا پر اگرچہ اقامت بینہ قاذف کی حالت کفر میں ہو بسبب ساقط ہونے احصان قاذف کے یعنی مقذوف کا احصان شرط ہے حد قذف میں نہ قاذف کا چنانچہ مذکور ہو چکا یا زانی نے خود زنا کا اقرار چار بار چار مجلس میں کیا چنانچہ اس کا بیان گذرا عبارۃ الدرر او اقر بہ بالزنا فیکون معناہ او اقام بینۃ علی اقرارہ بالزنا وقد حررہ فی البحر ان البینۃ علی ذلک لا تعتبر اصلا ولا یعول علیہا لانہ ان کان مقرا لا تسمع مع الاقرار الا فی سبع مذکورۃ فی الاشباہ لیست ہذہ منہا فلذا غیر المصنف العبارۃ فتنبہ عبارت درر کی یوں ہے یا اسکا اقرار بالزنا پر تو مطلب اس کا یہ ہوا یا قاذف نے گواہ قائم کیئے زانی کے زنا کے اقرار پر اور حالانکہ بحر الرائق میں تحریر کی ہے کہ اس پر گواہ اصلا معتبر نہیں اور اس پر اعتماد نہیں اس واسطے کہ اگر زانی منکر زنا ہے تو رجوع اس کا ثابت ہوا تو گواہی لغو ہوگئی اور اگر مقر ہے تو گواہی لائق سماعت نہیں باوجود اقرار کے مگر سات جگہ البتہ گواہی باوجود اقرار معتبر ہے جس کی تفصیل اشباہ میں مذکور ہے ان سات مقاموں سے یہ مسئلہ نہیں لہذا ماتن نے درر کی عبارت کو بدل ڈالا سو خبردار ہو جا یعنی یوں کہا کہ اگر قاذف نے زنا پر گواہ قائم کیئے یا زانی نے خود زنا کا اقرار کیا تو مقذوف پر حد ہے م اشباہ النظائر میں مذکور ہے کہ مقر پر گواہ مسموع نہیں مگر سات جگہ میت کے قرض پر وارث نے اقرار کیا تو گواہ مسموع ہوں گے اور وارثوں پر حکم متعدی ہو ۲۔ مدعا علیہ کے اقرار وصیت پر وصی کے گواہ مسموع ہیں ۳۔ مدعا علیہ کے اقرار وکالت پر وکیل کے گواہ اثبات وکالت پر مسموع ہیں دفع ضرر

Marfat.com

کے واسطے ہم استحقاق کی گواہی باوجود اقرار مستحق کے مسموع ہے تا بائع سے رجوع کرنا آسان ہو ۵ اگر باپ سے خصومت کی جائے صغیر کے جانب سے تو باوجود باپ کے اقرار کے گواہی مقبول ہے ۶ اگر وارث نے موصی لہ کے واسطے اقرار کیا تو بھی شہادت مسموع ہے ۷ ایک جانور کرایہ پر دیا زید کو پھر اس کو کرایہ دیا خالد کو سو زید نے گواہ گذرانے اپنے کرایہ پر تو اگر خالد حاضر ہوگا اور مقر بھی ہوگا زید کے کرایہ کرنے پر تو بھی شہادت زید کی مسموع ہوگی اور اگر غائب ہوگا تو مسموع نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی حد المقذوف قذف یعنی ان لم تکن الشہادۃ بحد متقادم کما لا یخفی حد مارا جائے گا مقذوف کو جب کہ گواہی حد متقادم پر نہ ہوگی چنانچہ یہ مخفی نہیں م حد المقذوف جزا ہے ان اقام کی یعنی اگر قاذف چار گواہ لائے گا مقذوف کے زنا پر یا مقذوف خود اقرار کرے گا تو مقذوف پر حد ماری جائے گی وان عجز عن البینۃ للحال واستاجل لاحضار شہودہ فی المصر یوجل الی قیام المجلس فان عجز حد اور اگر قاذف عاجز ہو گواہوں کے لانے سے اسی وقت اور حاکم سے مدت مانگی اپنے گواہوں کے حاضر کرنے کی جو اسی شہر میں موجود ہے تو اس کو مہلت دی جاوے قیام مجلس تک پھر اگر نہ لا سکے تو اس پر حد قذف ماری جائے ولا یکفل لیذہب بطلبہم بل یحبس ویقال البعث الینا من یحضرہم اور حاضر ضامنی نہ لی جاوے قاذف سے تاکہ وہ گواہوں کی تلاش کو جائے بلکہ وہ محبوس یعنی نظر بند رہے اور اس سے کہا جائے کہ گواہوں کی طرف اس شخص کو بھیج جو ان کو حاضر کرے ولو اقام اربعۃ فساقا نہ کما قال دری الحد عن القاذف والمقذوف والشہود ملتقط اور اگر قاذف نے چار گواہ فاسق سے اپنی قول کی گواہی دلائی تو قاذف اور مقذوف اور گواہوں سے حد مندفع ہو جائے گی کذا فی المتقطم قاذف اور شہود پر اس واسطے حد نہ رہی کہ نصاب شہادت پوری ہے اگرچہ گواہ عادل نہیں اور مقذوف پر اس واسطے حد نہیں کہ وجوب حد شہود عدول پر موقوف ہے یکتفی بحد واحد لجنایات اتحد جنسہا بخلاف ما اختلف جنسہا کما بنیاہ وعم اطلاقہ ما اذا اتحد المقذوف ام تعدد بکلمۃ او کلمات فی یوم او ایام طلب کلہم ام بعضہم وما اذا حد للقذف الاسوطا ثم قذف اخری فی المجلس فانہ یتم الاول ولا شئ للثانی للتداخل ایک حد کافی ہے ان جنایات کے واسطے جن کی جنس متحد ہے بخلاف ان جنایات کے جن کی جنس مختلف ہے چنانچہ ہم بیان کر چکے ہیں اسی باب میں حکم جنایات مختلفہ کا اور شامل ہے اطلاق مصنف کا جب کہ مقذوف متحد ہو یا متعدد قذف ان کا ایک لفظ سے ہو یا چند الفاظ سے ایک دن میں قذف کیا ہو یا چند ایام میں طلب حد جمیع مقذوفین نے کی ہو یا بعض نے اور شامل ہے اطلاق اس صورت کو جب کہ قاذف کو حد ماری گئی ہو سوا ایک کوڑے کے پھر اس نے دوسری بار اسی مجلس میں دوبارہ قذف کیا تو حد اول پوری کی جائے گی یعنی فقط ایک باقی کوڑا مارا جائے گا اور قذف ثانی کے واسطے کچھ نہیں بسبب تداخل کے م اکتفا حد واحد اس وقت ہے جب کہ بعد تکرار جنایات کے حد واقع ہوئی اور اگر جنایات اولیٰ کی حد کے بعد دوسری بار جنایت کرے گا تو دوسری بار حد ماری جائے گی خواہ قذف ہو یا شرب کذا فی الفتح واما اذا قذف فعتق فقذف آخر حد العبد فان اخذہ الثانی کمل لہ ثمانون لوقوع الاربعین لہما فتح اور جب کہ غلام قذف کرے گا پھر آزاد ہو جائے گا پھر دوسرے شخص کو قذف کریگا تو اس پر غلام کی حد ماری جائے گی یعنی چالیس کوڑے پھر اگر مقذوف ثانی اس کو گرفتار کرے گا یعنی طالب حد ہوگا تو اول حد کو ملا کر اسی کوڑے پورے کر دیئے جائیں گے بسبب واقع ہونے پہلے چالیس کوڑوں کے دونوں حدوں کے واسطے کذا فی المنح یعنی حد چالیس کوڑے دونوں قذفوں میں شمار ہو گئے بسبب اتحاد جنس کے تو اسی میں چالیس باقی رہے سو وہی چالیس باقی مقذوف ثانی کی طلب کے بعد مارے جائیں گے وفی سرقۃ الزیلعی قذفہ فحد ثم قذفہ لم یحد ثانیا لان المقصود وہو اظہار کذبہ ودفع العار حصل بالاول انتہی اور شرح زیلعی کے باب السرقہ میں ہے کہ قذف کیا زید کو مثلاً سو اس پر حد ماری گئی پھر بعد حد کے دوبارہ اس کو قذف کیا تو دوسری بار اس کو حد نہ ماری جائے گی اس واسطے کہ حد قذف کا مقصود یعنی اظہار کذب قاذف اور دفع عار مقذوف سے حاصل ہو چکا پہلی حد سے تو حد ثانی کی حاجت نہ رہی انتہی کلامہم زیلعی کے مخالف فتح القدیر کا قول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور ضعف توجیہ زیلعی کا مخفی نہیں اس واسطے کہ اول حد سے زمان ماضی کا کذب ظاہر ہوا نہ زمان مستقبل کا وعلی ہذا القیاس دفع عار لیکن ظاہر یہ میں بھی مطلقاً منفی ہے مانند زیلعی کے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ومفادہ انہ لو قال

Marfat.com

لہ یا ابن الزانیہ وامہ میتۃ فحصمۃ حدثانیا کما لایخفی اور زیلعی کی تعلیل سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر قاذف نے مقذوف کو کہا یا ابن الزانیہ یعنی اول مقذوف کو زانی کہا پھر اس کی ماں کو اور حالانکہ اس کی ماں میت ہے پھر مقذوف نے قاذف سے خصومت کی تو اس کو دوبارہ حد ماری جائے گی چنانچہ وجہ اس کی پوشیدہ نہیں یعنی مقذوف نے اول اپنی قذف کی حد طلب کی سو قاذف مارا گیا پھر اس نے اپنی ماں کی قذف کا دعوی کیا تو دوبارہ اس کو حد ماری جائے گی اس واسطے کہ حد اول سے مقذوف سے عار دفع ہوئی اور حد ثانی سے اس کی ماں کی طرف سے لیکن اگر قاذف نے دونوں کو ایک لفظ سے قذف کیا یا دونوں کی قذف کے بعد مطالبہ ہوا تو ایک ہی حد کافی ہوگی بسبب تداخل کے وافاد تقییدہ بالحدان التعزیر یتعدد بتعدد الفاظہ لانہ حق العبد اور مصنف نے حد کی قید لگانے سے اشارہ کیا کہ تعزیر متعدد ہوتی ہے اپنے الفاظ کے متعدد ہونے سے اس واسطے کہ تعزیر حق العبد ہے م ط طحطاوی نے کہا شارح نے تعدد تعزیر کو بطور جزم ذکر کیا لیکن مصنف نے کہا ہے کہ میں نے اس کو مصرح نہیں دیکھا مگر فقہا کے کلام سے بوجھا جاتا ہے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا عاین القاضی رجلا زنی وشرب لم یحدا استحسانا وعن محمد یحد قیاسا علی حد القذف والفرق لنا الاستیفاء للقاضی وہو مندوب للدرء بالخبر فلحقہ التہمۃ حواشی السعدیہ دیکھا قاضی نے ایک مرد کو زنا کرتے یا شراب پیتے تو اس پر حد نہ مارے بنا بر استحسان کے اور محمد سے مروی ہے کہ حد مارے حد قذف اور قصاص کے قیاس پر ہم جواب دیتے ہیں امام کی طرف سے وجہ استحسان بیان کر کے کہ استیفائے حد شرب کا حق قاضی کے واسطے ہے اور حالانکہ قاضی کو دفع حد مستحب ہے بموجب اس حدیث کے کہ ادرؤا الحدود ما استطعتم تو اس کو تہمت لاحق ہوئی کذا فی حواشی السعدیہ یعنی جب قاضی نے حد کو نہ ٹالا تو وہ متہم بعداوت وکینہ محدود ہوا بخلاف حد قذف کے کہ اس کا حق استیفا مقذوف کو ہے نہ قاضی کو اور قصاص میں حق استیفا ولی مقبول کے واسطے ہے نہ قاضی کے واسطے تو قیاس مع الفارق ہوا واللہ اعلم۔

باب التعزیر

یہ باب ہے تعزیر کے احکام میں م چونکہ تعزیر حدود کی نصوص قطعیہ سے ثابت تھی لہذا مصنف نے ان کو مقدم ذکر کیا اور تعزیر کم تر تھی حدود سے مقدار اور دلیل میں تو اس کو حدود کے بعد لایا اور تعزیر مشروع ہے کتاب اللہ اور حدیث اور اجماع اور قیاس سے قال اللہ تعالیٰ (واضربوہن فان اطعنکم فلا تبغوا علیہن سبیلا)[1] اس آیت میں حق تعالیٰ نے زوجات کے مارنے کو فرمایا واسطے تادیب اور تہدید کے اور کافی میں حدیث مرفوع منقول ہے کہ اپنے عصا کو اپنے اہل سے نہ اٹھا لے اور مروی ہے کہ کسی نے دوسرے کو مخنث کہا تھا تو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو تعزیر دی اور محیط میں حدیث مرفوع مروی ہے کہ خدا رحم کرے اس مرد پر جس نے اپنا عصا وہاں لٹکا رکھا کہ اہل وعیال کو نظر آئے اور قوی تر ان احادیث سے بخاری اور مسلم کی حدیث ہے کہ سوائے حدود کے دس کوڑے سے زیادہ نہ مارے جائیں اور بروایت صحیح ثابت ہے تعزیر لڑکوں کے مارنے سے جب وہ دس برس کے ہو کر ترک صلوٰۃ کریں اور صحابہ کرام کا اجماع ہے مشروعیت تعزیر پر اور قیاس یہ ہے کہ افعال شنیعہ سے زجر کرنا واجب ہے تاکہ مبتدی فعل کی عادت نہ پڑے کہ بتدریج اقبح اور افحش افعال کی نوبت پہنچے کذا فی الفتح القدیر ہو لغۃ التادیب مطلقا وہ یعنی تعزیر لغت میں عبارت ہے تادیب سے مطلقا خواہ ضرب سے ہو خواہ غیر ضرب سے خواہ ضرب سے حد کم تر ہو یا زیادہ اور اصل تعزیر کی عزر ہے بمعنی رد اور رد وتحسین کے کذا فی المنح وقول القاموس انہ یطلق علی ضرب ما دون الحد غلط نہر اور قاموس کا یہ قول کہ اطلاق تعزیر کا ضرب کم تر از حد پر ہے غلط ہے کذا فی النہر منہر الفائق میں یہ تغلیط ابن حجر مکی کی طرف منسوب ہے اس واسطے اس کو غلط کہا کہ یہ وضع شرعی ہے جو صاحب قاموس نے مذکور کی تو اہل لغت کی طرف جو جاہل تھے اصطلاح شرع سے کیونکر منسوب ہوگی اور حموی نے جواب دیا کہ صاحب قاموس نے فقط اوضاع لغویہ کا التزام نہیں کیا بلکہ اس کی عادت ہے کہ وہ منقولات شرعیہ اور اصطلاحیہ کو اور اسی طرح الفاظ فارسیہ کو بھی بکثیر فوائد کے واسطے مذکور کرتا ہے

[1] اور مارو ان کو پھر اگر تمہاری اطاعت کریں تو نہ ڈھونڈو ان پر کوئی سبیل ۱۲

Marfat.com

اور کچھ اس کا اشارہ دیباچہ قاموس میں موجود ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی سعود وشرعا تادیب دون الحد اکثرہ تسعۃ وثلثون سوطا واقلہ ثلثۃ لو بالضرب اور اصطلاح شرع میں تعزیر عبارت ہے تادیب کم تر از حد سے اکثر مقدار تعزیر کی انتالیس کوڑے ہیں اور کم تر تین کوڑے اگر بواسطے ضرب کے تعزیر ہو یعنی ضرب والی تعزیر کا یہ بیان ہے نہ مطلق تعزیر کا یہ قول ہے قدوری کا اور صحیح یہ ہے کہ اقل تعزیر کی کچھ حد نہیں امام کی رائے پر مفوض ہے یہاں تک کہ اگر وہ جانے کہ ایک کوڑا مارنے سے انزجار حاصل ہوگا تو اتنا ہی کافی ہے کذا فی المنح والحلبی امام اعظم اور محمد کے نزدیک اکثر تعزیر انتالیس کوڑے ہیں اور ابو یوسف کے نزدیک پچھتر کوڑے ہیں امام نے عبد کی حد سے یعنی چالیس سے ایک کوڑا کم کر دیا اور ابو یوسف نے حر کی حد سے یعنی اسی سے پانچ کوڑے کم کر دیئے اور اصل اس میں وہ حدیث ہے جس کو بیہقی اور محمد بن حسن نے کتاب الآثار میں روایت کیا ہے (من بلغ حدا فی غیر حد فہو من المعتدین) یعنی جو حد تک پہنچے غیر حد میں وہ ظالموں میں سے ہے اگرچہ عند التحقیق یہ حدیث مرسل ہے لیکن مرسل امام کے نزدیک اور اکثر اہل علم کے نزدیک حجت ہے اور عمل کے لائق ہے اور جب ثابت ہوا کہ تعزیر حد سے کم تر چاہیئے تو امام اور محمد نے یہ نظر احتیاط عبد کی حد سے جو اقل حدود ہے تعزیر کو کم قرار دیا اس واسطے کہ لفظ حد کا حدیث مذکور میں نکرہ ہے اور ابو یوسف نے حد احرار سے کم کیا اس واسطے کہ حریت اصل ہے اور یہ جو صحیحین وغیرہ میں حدیث مرفوع ہے کہ غیر حد میں دس کوڑے سے زیادہ مارنا نہ چاہیئے تو اس کا جواب علماء حنفیہ نے یوں دیا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے صحابہ کرام کے عمل کرنے سے بخلاف اس کے بلا انکار یعنی اگر یہ حدیث منسوخ نہ ہوتی تو صحابہ کرام اس کی مخالفت نہ کرتے اس واسطے کہ اعلم الناس تھے احکام شرعیہ میں کذا فی الفتح القدیر وجعلہ الدرر علی اربع مراتب اور درر غرر میں تعزیر کو چار مراتب پر ٹھہرایا ہے م مراتب مذکورہ یوں ہیں تعزیر اشرف الاشراف کی یعنی علماء دین اور سادات علویہ کی اعلام سے ہے اس طرح کہ قاضی ان سے کہے کہ ہم کو خبر ہوئی ہے کہ تم ایسا ایسا کرتے ہو سو اب ایسا نہ کرنا اور تعزیر اشراف کی یعنی امراء اور دہاقین کی اعلام اور دار القضا تک کھینچ لانے سے ہے دہقان سے مراد زمیندار ہے یعنی مالک گانوں کا اس واسطے کہ دہقان معرب ہے دہگان کا یعنی صاحب دیہ اور تعزیر اوساط الناس یعنی اہل بازار کے کھینچ لانے اور قید کرنے سے ہے اور تعزیر خسیس یعنی کمینوں کی کھینچ لانے اور قید کرنے اور مارنے سے ہے کذا فی الفتح والمنح والطحطاوی وکلہ مبنی علی عدم تفویضہ للحاکم مع انہا لیست علی اطلاقہا فان من کان من اشراف الاشراف لو ضرب غیرہ فادماہ لا یکفی تعزیرہ بالاعلام واری انہ بالضرب صواب نہر اور یہ سب یعنی یہ جو مصنف اور صاحب درر نے مذکور کیا مبنی ہے عدم تفویض تعزیر پر واسطے حاکم کے باوجود اس کے کہ مراتب اربعہ مذکورہ اپنے اطلاق پر نہیں ہیں اس واسطے کہ جو شخص کہ اشرف الاشراف سے ہو اگر غیر شخص کو مارے کہ اس کا خون نکلے تو اس کی تعزیر فقط اعلام اور اطلاع سے کافی نہیں اور مجکو معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت میں اس کی تعزیر ضرب سے صواب ہے کذا فی النہر حموی نے کہا کہ صاحب نہر نے تعزیر اشرف الاشراف میں افراط کی بلکہ اس صورت مذکورہ میں اعلام اور چشم نمائی تعزیر ہے اس واسطے کہ اشرف الاشراف کی تعزیر کا مسئلہ مطلق نہیں بلکہ مقید ہے چنانچہ نہایہ میں مذکور ہے کہ اعلام کے ساتھ نیز نظر سے دیکھنا ترش رو ہو کر لازم ہے یعنی بمقدار حیثیت تعزیر کذا فی الطحطاوی ولا یفرق الضرب فیہ وقیل یفرق و تعزیر وفق ان بلغ اقصاہ یفرق والا لا شرح وہبانیۃ اور تعزیر میں ضرب متفرق نہ کیجائے بدن پر اور دوسرا قول یہ ہے کہ متفرق کیجائے بدن پر اور دونوں قولوں میں توفیق یوں دیگئی ہے کہ اپنے نہایت مرتبہ کو پہنچ جائے یعنی انتالیس کوڑے کو تو بدن پر علیحدہ علیحدہ مارنا چاہیئے تا خوف ہلاکی کا نہ رہے اور اکثر تعزیر اس سے کم تر ہو تو متفرق نہ کی جائے کذا فی شرح الوہبانیۃ م فتاوی قاضی خاں میں ہے کہ متفرق مارنا چاہیئے اعضاء پر سوائے منہ اور سر اور شرمگاہ کے اور ابو یوسف نے کہا کہ پیٹ اور پیٹھ کو بھی بچانا چاہیئے کذا فی المنح ویکون بہ وبالحبس وبالضفع علی العنق وفرک الاذن وبالکلام العنیف وبنظر القاضی لہ بوجہ عبوس وبشتم غیر القذف مجتبی اور تعزیر ہوتی ہے ضرب سے اور مقید کرنے سے اور گردن پر دھپ مارنے سے پشت کی جانب سے اور کان مروڑنے سے اور سخت کلام کرنے سے اور قاضی کے دیکھنے سے ترش رو ہو کر اس کو اور گالی دینے سے بشرطیکہ گالی قذف کی نہ ہو کذا فی المجتبی وفیہ عن السرخسی

Marfat.com

لایباح بالصفع لانہ من اعلی ایکون من الاستخفاف فیصان عنہ اہل القبلۃ اور مجتبی میں سرخسی سے منقول ہے کہ مباح نہیں تعزیر دینا گردن پر تھپ مار کر اس واسطے کہ یہ استخفاف اور ذلت کا اعلیٰ مرتبہ ہے تو اہل قبلہ یعنی اہل اسلام کو اس سے بچانا چاہیے **لا باخذ مال علی المذہب** بحر وذیہ عن البزازیۃ وقیل یجوز ومعناہ ان یمسکہ مدۃ لینزجر ثم یعیدلہ فان ایس من توبتہ صرف الی ما یری وفی المجتبی انہ کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ جائز نہیں تعزیر مال لینے سے بنا بر صحیح مذہب کے یعنی جرمانہ لینا جائز نہیں کذا فی بحر الرائق اور اس میں بزازیہ سے یوں منقول ہے اور قول ضعیف میں جائز ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ اس کے مال کو چند مدت روک رکھے تا مجرم اپنے گناہ سے نادم ہو اور ڈر جائے دوبارہ کرنے سے پھر وہ مال اسی کے حوالے کرے پھر اگر ناامیدی ہو مجرم کے توبہ کرنے سے تو حاکم اس مال کو جہاں مناسب دیکھے صرف کرے اور مجتبی میں ہے مال سے جرمانہ لینا ابتدائے اسلام میں تھا پھر منسوخ ہو گیا یعنی تا ظالم حاکم لوگوں کے ناحق مال لینے کا اس کو وسیلہ نہ ٹھہرائیں کذا فی الطحطاوی عن ابی سعود اور بزازیہ میں ہے کہ مال کا لینا جس کے نزدیک جائز ہے تو پھیر دینے کی نیت سے ہے بعد انزجار کے اور یہ نہیں کہ حاکم اس کو خود لے جیسے کہ ظالم حاکم غلط سمجھے ہیں اس واسطے کہ کسی مسلم کو دوسرے مسلم کا مال لینا ناحق جائز نہیں کذا فی المنح والتعزیر لیس فیہ تقدیر بل ہو مفوض الی رای القاضی وعلیہ مشایخنا زیلعی لان المقصود منہ الزجر واحوال الناس فیہ مختلفۃ بحر اور تعزیر میں کوئی چیز متعین نہیں بلکہ وہ قاضی کی تجویز پر مفوض ہے اور اسی پر ہمارے مشائخ ہیں اور یہی قول سرخسی کا مختار ہے اس واسطے کہ مقصود تعزیر سے زجر اور توبیخ ہے اور آدمیوں کے احوال اس میں مختلف ہیں کذا فی البحر یعنی بعض شخص فقط اعلام اور تیز نظر سے ڈر جاتا ہے اور بعضے کو بیس کوڑے کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی تو قاضی جیسے مناسب دیکھے ویسا کرے **ویکون التعزیر بالقتل کمن وجد رجلا مع امراۃ لا تحل لہ ولو اکرہا فلہ ودمہ ہدر وکذا الغلام وہبانیۃ** اور گاہے تعزیر قتل کر ڈالنے سے ہوتی ہے چنانچہ ایک شخص نے کسی مرد کو اس عورت کے ساتھ پایا جو اس کو حلال نہیں یعنی زنا کرتے پایا مجرد خلوت مراد نہیں یہ قید فقہا کے کلام سے مفہوم ہے کذا فی الطحطاوی اور اگر مرد نے عورت پر جبر کیا تو دیکھنے والے کو قتل اس کا جائز ہے اور خون اس کا باطل ہے اور یہی حکم ہے مرد پر جبر کرنے کا کذا فی الوہبانیۃ طحطاوی نے کہا کہ ظاہر اجبر میں قتل بدون شرط آئندہ جائز ہے اور نہیں تو اس کلام کا کچھ فائدہ نہیں نزدیک اتحاد حکم کے یا شارح کے عبارت میں واؤ عاطفہ زائد ہے بہر صورت یہ امر تحریر کے لائق ہے **ان کان یعلم انہ لا ینزجر بصیاح وضرب بما دون السلاح والا بان علم** انہ نیز جر بما ذکر لا یکون بالقتل قتل کرنا مرد مذکور کا اس شرط سے ہے کہ دیکھنے والا جانتا ہو کہ وہ مرد باز نہ آئیگا شور کرنے اور مارنے سے سوائے ہتھیار کے اور اگر وہ جانے کہ وہ باز رہے گا للکارنے اور مارنے سے تو اس کی تعزیر قتل کرنے سے نہیں **وان کانت المراۃ مطاوعۃ قتلہما** کذا فی الزیلعی لہندوانی اور اگر عورت راضی ہو مرد مذکور سے تو عورت مرد دونوں کو قتل کرے چنانچہ زیلعی نے اس قول کو ہندوانی کی طرف سے منسوب کیا ہے ثم قال وفی منیۃ المفتی **لو کان مع امراتہ وہو یزنی بہا او مع محرمہ وہما مطاوعان قتلہما** جمیعا انتہی واقرہ فی الدرر پھر زیلعی نے کہا اور منیۃ المفتی میں ہے کہ اگر دیکھنے والے کی زوجہ کے ساتھ اجنبی مرد ہو اور زنا کرتا ہو یا اس کی محرم عورت سے زنا کرتا ہو اور وہ دونوں بر اضی ہوں تو دونوں کو قتل کرے یعنی مرد اور زوجہ کو یا مرد اور محرم کو سب کو انتہی کلام الزیلعی اور اسی قول کو ثابت رکھا ہے درر غرر میں قال فی البحر ومفادہ الفرق بین الاجنبیۃ والزوجۃ والمحرم فمع الاجنبیۃ لا یحل القتل الا بالشرط المذکور من عدم الانزجار المزبور وفی غیرہا یحل مطلقا انتہی اور بحر الرائق میں کہا ہے کہ ہندوانی اور منیۃ المفتی کے قول سے مستفاد ہوا فرق درمیان اجنبی عورت کے اور زوجہ اور محرم کے سو اجنبی عورت کے ساتھ مرد کے ہونے سے قتل حلال نہیں بدون شرط مذکور کے یعنی عدم انزجار مزبور کے اور اس کے غیر میں یعنی زوجہ اور محرم میں قتل حلال ہے مطلقا شرط مذکور ہو یا نہ ہو انتہی کلام البحر

Marfat.com

وردہ فی النہر بمافی البزازیۃ وغیرہا من التسویۃ بین الاجنبیۃ وغیرہا ویدل علیہ تنکیر الہندوانی للمرأۃ نعم مافی المنیۃ مطلقا فتحمل علی المقید لیتفق کلامہم ولذا جزم فی الوہبانیۃ بالشرط المذکور مطلقا وہو الحق بلا شرط احصان لانہ لیس من الحد بل ہو من الامر بالمعروف اور بحر الرائق کے فرق کو رد کیا ہے نہر الفائق میں بدلیل قول بزازیہ وغیرہا کے ہاں یعنی اجنبی عورت اور زوجہ اور محرم میں شرط مذکور برابر ہے بلا فرق اور اس برابری پر لفظ مراۃ کو نکرہ لانا ہندوانی کے قول میں دلیل ہے ہاں منیۃ المفتی کی عبارت مطلق ہے زوجہ اور محرم میں تو اس کو قید پر محمول کرنا چاہیے یعنی شرط عدم انزجار وہاں بھی ملحوظ رہے تاکہ فقہا کا کلام متفق ہو جائے اور اسی واسطے وہبانیہ میں شرط مذکور کا جزم کیا ہے مطلقا اجنبیہ میں بھی اور زوجہ اور محرم میں بھی اور یہی قول یعنی عدم فرق حق ہے بلا شرط احصان یعنی مرد اور عورت کے قتل میں احصان شرط نہیں اس واسطے کہ یہ قتل حد زنا نہیں جو احصان شرط ہو بلکہ یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں داخل ہے م اس کو نہی عن المنکر کہنا خوب ہے اس واسطے کہ جب اس امر خلاف مشروع کا زائل کرنا قتل میں متعین ہوا تو اس میں احصان کا شرط کرنا بے معنی ہے ولہذا بزازی نے اس کو مطلق کہا ہے بزازیہ کی کتاب الحدود میں مصرح ہے پایا اپنی زوجہ کے ساتھ ایک مرد کو اگر وہ باز رہے للکارنے اور سوائے ہتھیار کے مارنے سے تو اس کا قتل حلال نہیں اور اگر نہ مانے بدوں قتل کے تو اس کا قتل کرنا حلال ہے اور اگر زوجہ اس کی اس مرد سے راضی ہو تو اس کا قتل بھی حلال ہے اور یہیں ہے تعزیر پر اور اس پر کہ قتل کو غیر محتسب بھی کر سکتا ہے انتہی کذا فی النہر وفی المجتبی الاصل ان کل شخص رأی مسلما یزنی یحل لہ قتلہ وان ما یمتنع خوفا من ان لا یصدق انہ زنی اور مجتبی میں ہے اصل یہ ہے کہ جس شخص نے کہ مسلم کو زنا کرتے دیکھا اس کا قتل کرنا اس کو حلال ہے اور قتل کرنے سے جو باز رہتا ہے تو اس خوف سے کہ اس کو سچا نہ جانیں گے مقتول کے زنا کرنے میں م اس قول سے معلوم ہوا کہ اس کو قتل اور عدم قتل میں اختیار ہے پھر اگر اس کو قتل کرے گا اور بسبب عدم تصدیق کے قاتل مارا جائے گا تو شہید ہوگا وعلی ہذا القیاس المکابر بالظلم وقطاع الطریق وصاحب المکس وجمیع الظلمۃ[1] بادنی شئ لہ قیمۃ وجمیع الکبائر والاعونۃ والسعاۃ تباح قتل الکل ویثاب قاتلہم انتہی اور اسی قیاس پر جو شخص علانیہ ظلم سے چیز کو چھین لے اور راہزن اور صاحب ظلم اور سب ظالم جو کم تر قیمت والے چیز کو بھی ظلم سے چھین لیں اور جو ظالم کہ مرتکب کسی کبیرہ کا ہو منجملہ کبائر کے اور ظالموں کے مددگار اور چغل خور جو حاکم کو فساد پر ورغلائیں تو ان سب کا قتل کرنا بنابر تعزیر کے جائز ہے اور ان کا قاتل ثواب پاویگا انتہی کلام المجتبی م قتل ان شخصوں کا بھی ظاہر امشروط بشرط عدم انزجار مذکور ہے چنانچہ لفظ علی ہذا القیاس کا اس پر دلالت کرتا ہے اور مکابر سے مراد وہ شخص ہے جو غیر کی چیز علانیہ چھین لے اگرچہ شہر میں یہ ظلم کرے اور ساعی سے مفسد مراد ہے فتاوی عالمگیری میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ علی بن احمد سے سوال ہوا کہ ایک شخص کا دعوی تھا دوسرے مرد پر سو اس نے اس کو نپایا تو اس کی برادری کے لوگوں کو حاکم کے یہاں ناحق گرفتار کرایا تو اس نے ان کو قید کیا اور ان کا مال چھین لیا ناحق تو اگر مظلوم لوگ اس کے ظلم کو قاضی کے روبرو ثابت کریں تو اس مفسد پر تعزیر ہے یا نہیں جواب دیا کہ ہاں اس پر تعزیر ہے کذا فی الطحطاوی وافتی الناصحی بوجوب قتل کل موذ اور فتوی دیا ہے امام ناصحی نے ہر موذی کے قتل کے واجب ہونے پر م امام ناصحی سے سوال ہوا کہ جو زمین میں فساد ڈالے اور لوگوں میں فساد پھیلائے حاکم کے پاس لے جاکر اس پر کیا واجب ہے جواب دیا کہ اس کا قتل واجب ہے واسطے دفع فساد کے کذا فی المنح طحطاوی نے کہا کہ شاید یہ وجوب قتل امام اور اس کے نائبوں پر بشرط عدم انزجار مذکور ہے اور ان کے سوا اور لوگوں کو مباح ہے وفی شرح الوہبانیۃ ویکون بالنفی عن البلد وبالہجوم علی بیت المفسدین وبالاخراج من الدار وبہدمہا او کسر دنان الخمر ان لم یحرقہا ولم ینقل احراق بیتہ اور شرح وہبانیہ میں ہے اور تعزیر ہوتی ہے مفسد اور موذی کو شہر میں سے نکال دینے سے اور مفسدین کے گھر پر ہجوم کرنے سے اور گھر میں سے نکال دینے سے اور اس کا گھر گرا دینے سے اور شراب کے مٹکوں کو توڑ ڈالنے سے اگرچہ شراب میں انہوں نے نمک ڈال دیا ہو اور مفسد کا گھر جلا دینا منقول نہیں م حموی نے

[1] صاحب مکس کا ترجمہ مطلق صاحب ظلم مناسب نہیں بلکہ صاحب مکس اس کو کہتے ہیں جو لوگوں سے ناحق وصولی لے راستوں پر بیٹھ کر ۱۲

Marfat.com

برجندی سے نقل کیا ہے کہ کلوار یعنی شراب بنانے والے کا گھر جلا دینا اور اہل بدعت کو بطریق سیاست قتل کرنا امام کے حق میں جائز ہے ویقیمہ کل مسلم حال مباشرۃ المعصیۃ قنیہ واما بعدہا فلیس ذلک بغیر الحاکم والزوج والمولی کما سیجئ اور تعزیر کو قائم کرے ہر مسلمان معصیت کرنے کے وقت میں کذا فی القنیہ اور گناہ واقع ہونے کے بعد سوائے حاکم اور زوج اور مولے کے یہ جائز نہیں چنانچہ آگے مذکور ہوگا م اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کرنے کے وقت تعزیر بالضرب کا ہر مسلمان مالک ہے اگرچہ محتسب نہ ہو کذا فی الملتقی اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ہاتھ سے خلاف مشروع کا ازالہ نہی عن المنکر میں داخل ہے اور شارع نے اس کا اختیار ہر مسلم کو دیا ہے اس واسطے کہ صحیح مسلم وغیرہ میں ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تم میں سے منکر خلاف شرع کے دیکھے تو چاہیے کہ ہاتھ سے اس کو بگاڑ دے اور اگر اس کو طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے اور یہ نہایت ضعیف ایمان ہے انتہی بخلاف حدود کے کہ اس کی ولایت نہیں مگر حاکم کو منح الغفار میں کہا کہ بعد فراغت گناہ کے ہر مسلم کو تعرض کرنا نہی عن المنکر نہیں اس واسطے کہ امر ماضی کی نہی متصور نہیں تو یہ خالص تعزیر ہوگئی بلا نہی عن المنکر تو اس میں سوائے امام کے کسی کو دخل نہیں فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا من علیہ التعزیر لو قال لرجل اقم علی التعزیر ففعلہ ثم رفع للحاکم فانہ یحسب بہ قنیہ واقرہ المصنف ومثلہ فی دعوی الخانیۃ لکن فی الفتح ما یجب حقا للعبد لا یقیمہ الا الامام لتوقفہ علی الدعوی الا ان یحکما فیہ فلیحفظ جس شخص پر تعزیر ہے۔ اس نے کہا ایک مرد سے کہ مجھ پر تعزیر قائم کر سو اس نے تعزیر قائم کی پھر اس کی نالش حاکم کے پاس ہوئی تو حاکم اس سے احتساب[1] کرے کذا فی القنیہ اور ثابت رکھا اس کو مصنف نے اور اسی کے مانند خانیہ کی کتاب الدعوی میں ہے لیکن فتح القدیر میں ہے کہ جو تعزیر کہ بواسطے حق العبد کے واجب ہے اس کو قائم نہ کرے سوائے امام کے بسبب توقف اس تعزیر کے دعوی پر اور دعوی نہیں مگر حاکم کے پاس الا یہ کہ مدعی اور مدعا علیہ اس میں کسی کو حکم اور پنچ مقرر کریں تو حکم بجائے قاضی ہو جائے گا تو اس تفصیل کو یاد رکھنا چاہیے م خلاصہ تفصیل فتح القدیر یہ ہے کہ حق العبد کی تعزیر سوائے حاکم کے جائز نہیں اور حق اللہ کی تعزیر میں ہر مسلم مامور ہے شارع کے جانب سے ضرب غیرہ بغیر حق وضرب المضروب ایضا یعزران کما لو تشاتما بین یدی القاضی ولم یتکافا کما مر مارا غیر شخص کو ناحق اور مضروب نے بھی ضارب کو مارا تو دونوں تعزیر دیئے جائیں گے چنانچہ اگر دو شخص باہم گالی دیں گے قاضی کے روبرو تو تعزیر دیئے جائیں گے اور گالی دینے سے باہم برابر نہیں ہوں گے بسبب بے ادبی کرنے کے مجلس شرع میں چنانچہ مذکور ہو چکا م مضاربت سے اس واسطے تعزیر ہے کہ ضرب میں اکثر تفاوت ہوتا ہے تو مکافات حاصل نہیں ہوتی ویبدأ باقامۃ التعزیر بالبادی منہما لانہ اظلم قنیہ اور اقامت تعزیر کی شروع کی جائے اس سے جس نے ابتدا کی ضرب یا شتم کی اس واسطے کہ وہی اظلم ہے کذا فی القنیہ وفی مجمع الفتاوی جاز الجازاۃ بہ فی غیر موجب حد للاذن بہ ولمن انتصر بعد ظلمہ فاولئک ما علیہم من سبیل والعفو افضل فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ اور مجمع الفتاوی میں ہے کہ بدلا لینا اور عوض میں کہنا جائز ہے اس فعل میں جو حد کا موجب نہیں بسبب اس کی اجازت کے حق تعالے نے فرمایا کہ جو انتقام لے بعد مظلوم ہونے اپنے کے تو ان لوگوں پر راہ نہیں یعنی مواخذہ نہیں اور معاف کر دینا افضل ہے انتقام سے حق تعالے نے فرمایا کہ جو معاف کر دے اور اصلاح کرے تو اس کا ثواب حق تعالے پر ہے م ظلم کا بدلا لینا جائز ہے سوائے ضرب کے اس واسطے کہ ابھی مذکور ہو چکا کہ اگر مضروب ضارب کو مارے گا تو دونوں پر تعزیر ہے تو مظلوم بالضرب یا حاکم سے نالش کرے یا معاف کر دے وصح حبسہ ولو فی بیتہ لیمنعہ من الخروج منہ نہر مع ضربہ اذا احتیج لزیادۃ التادیب اور درست ہے قید کرنا مجرم کا اگرچہ حبس اس کے گھر ہی میں ہو تو باہر نکلنے سے وہ باز رہے کذا فی النہر ساتھ اس کی ضرب کے یعنی حبس ساتھ ضرب کے اس وقت ہے جب زیادہ تادیب کی حاجت ہو زیادہ قصور کے سبب سے وضرب اشد لانہ خفف عددا فلا یخفف وصفا ثم حد الزنا لثبوتہ باالکتاب ثم حد الشرب لثبوتہ باجماع الصحابۃ

[1] یعنی اس مرد کا تعزیر کرنا مجرم کو کالعدم ہوگا ۱۲

Marfat.com

لا بالقیاس لانہ لایجری فی الحدود ثم القذف لضعف سببہ باحتمال صدق القاذف اور ضرب تعزیر کی سخت تر ہے حد زنا کی ضرب سے اس واسطے کہ تعزیر کے شمار میں تخفیف ہوئی تو وصف میں تخفیف نہ ہوگی تا اصل مقصود فوت نہ ہو پھر حد زنا کی ضرب سخت تر ہے حد شرب سے بسبب ثبوت زنا کے حد کے قرآن مجید سے پھر حد شرب کی ضرب سخت تر ہے قذف کی ضرب سے بسبب اس کے ثابت ہونے کے اجماع صحابہ سے نہ قیاس مجتہد سے اس واسطے کہ قیاس جاری نہیں حدود میں پھر سب کے بعد حد قذف کی ضرب ہے بسبب ضعیف ہونے اس کے سبب کے قاذف کے احتمال صدق سے م ہر چند حد قذف قرآن مجید سے ثابت ہے لیکن بسبب ضعف سبب کے حد شرب سے کم تر ہوا اس واسطے کہ شرب کا سبب متیقن ہے گو ثبوت اس کا ضعیف ہے حد قذف کے مثبت سے یعزر کل مرتکب منکر او موذی مسلم لغیر حق بقول او فعل الا اذا کان الکذب ظاہرا کیا کلب بحر اور تعزیر دیا جائے ہر مرتکب خلاف شرع کا یا مسلمان کا ناحق تکلیف دینے والا قول سے یا فعل سے مگر جبکہ تکلیف قولی میں کذب قائل کا ظاہر ہو مانند یا کلب کہنے سے تو اس پر تعزیر نہیں کذا فی البحر اور اسی کی مانند یا خنزیر کہنا ہے ولو بغمز العین او اشارۃ الید لانہ غیبۃ کما سیجئ فی الحظر فم ترتکبہ مرتکب محرم دکل مرتکب معصیۃ لاحد فیہا یفہما التعزیر از اشباہ اگرچہ ایذائے فعلی آنکھ مارنے سے ہو یا ہاتھ کا اشارہ کرنے سے ہو اس واسطے کہ یہ بھی غیبت ہے چنانچہ اس کا بیان کتاب الحظر والاباحۃ میں آئے گا تو مرتکب اس فعل کا مرتکب حرام ہے اور جو مرتکب ایسی معصیت کا ہو جس میں حد نہیں تو اس میں تعزیر ہے کذا فی الاشباہ والنظائر م شرح الشرعۃ میں مصرح ہے کہ غیبت فقط زبان کی صراحت پر منحصر نہیں بلکہ اس میں تعریض بھی مثل صریح کے ہے اور اسی طرح فعل مانند قول کے ہے اور اسی طرح اشارہ اور آنکھ مارنا اور رمز اور کنایہ اور حرکت جس سے مقصود معلوم ہو سب حرام غیبت میں داخل ہے اور اسی طرح کسی کی چال کی نقل کرنا غیبت ہے بلکہ تفہیم مخاطبین میں باقی غیبت سے بھی زیادہ تر ہے کذا فی المنح ملخصا فیعزر لشتم ولدہ وقذفہ ولقذف مملوک لوالد ولدہ وکذا لقذف کافر کل من لیس بمحصن بزنا ویبلغ بہ غایۃ کما لو اصاب من اجنبیۃ بزنا غیر جماع او اخذ السارق بعد جمعہ للمتاع قبل اخراجہ وفیما عداہا لا یبلغ غایۃ تو تعزیر دیا جائے اپنی ولد کی گالی دینے والا اور اس کے قذف کرنے سے اور مملوک کے قذف سے اگرچہ مملوک قاذف کی ام ولد ہو اور اسی طرح کافر کے قذف سے اور ہر غیر محصن کے قذف بالزنا سے اور ان امور مذکورہ میں تعزیر کی منتہا کو پہنچانا چاہیے یعنی انتالیس کوڑے مارے چنانچہ اگر ایک شخص نے عورت اجنبی کے سوائے جماع کے کوئی فعل حرام کیا مثلاً بوسہ لیا یا مساس کیا یا چور گرفتار ہوا بعد اسباب جمع کرنے قبل اس کے نکالنے کے تو اس پر بھی غایت تعزیر ہے اور امور مذکورہ کے سوا غایت تعزیر کو پہنچانا چاہیے م غیر محصن کی قذف میں جو حد ساقط ہوئی تو اشد تعزیر لازم ہوئی اس واسطے کہ موجب حد کی قریب نوبت پہنچی ولقذف ای لشتم مسلم ما بیا فاسق الا ان یکون معلوم الفسق کمکاس مثلا او علم القاضی بفسقہ لان الشین قد الحقہ ہو بنفسہ قبل قول القائل فتح اور تعزیر دی جائے ہر مسلمان کے گالی دینے یعنی فاسق کہنے سے مگر یہ کہ وہ شخص معلوم الفسق ہو یعنی اس کا فاسق ہونا سب کو معلوم اور ظاہر معلوم ہو چنانچہ مکاس مثلاً یا قاضی اس کے فسق کو جانتا ہو تو تعزیر نہیں قائل پر اس واسطے کہ فاسق مذکور نے اپنی جان پر آپ عیب لگایا قائل کے کہنے سے پہلے کذا فی الفتح القدیر م مصنف نے شتم کو قذف کہا مجازاً مکاس عاشر ظالم کو کہتے ہیں یعنی جو عشر اور زکوٰۃ ناحق زبردستی لے جوہری نے ماکس کی تفسیر عشار کی ہے اور مانند اس کے قاموس میں ہے فان اراد القاذف اثباتہ بالبینۃ مجردا بلا بیان سببہ لا یسمع ولو قال یا زانی واراد اثباتہ تسمع لثبوت الحد بخلاف الاول حتی لو بینوا فسقہ بما فیہ حق اللہ او للعبد قبلت وکذا فی جرح الشاہد پھر اگر گالی دینے والا اس کے مجرد فسق کے اثبات کا ارادہ کرے بلا بیان اس کے سبب کے تو شہادت مسموع نہ ہوگی کہے گا یا زانی اور اس کے اثبات کا ارادہ کرے گا تو اس کی سماعت ہوگی بسبب ثابت ہونے حد زنا کے بخلاف اول کے یعنی مجرد فسق بلا بیان سے یہاں تک کہ اگر شاہد اس کا فسق اس فعل سے بیان کریں جس میں حق اللہ یا حق العبد ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور یہی حکم ہے شاہد کی طعن میں کہ طعن مجرد مسموع نہیں اور بیان سبب کے ساتھ مسموع ہے م فسق مجرد یعنی ہے کہ اس میں سبب فسق کا بیان نہ ہو یعنی ترک صلوٰۃ یا زنا یا سرقہ بلکہ نسبت فسق علی الاطلاق ہو وعلی ہذا القیاس طعن مجرد یعنی ان لیسأل القاضی عن سبب فسقہ

Marfat.com

فان بین سببا شرعیا کتقبیل اجنبیۃ وکذا اعناقہا وخلوتہ بہا طلب بینۃ لیعزرہ ولو قال ہو ترک واجب سال القاضی المشتوم عما یجب علیہ تعلمہ من الفرائض فان لم یعرفہا ثبت فسقہ لما فی المجتبی من ترک الاشتغال بالفقہ لا تقبل شہادۃ والمراد ما یجب علیہ تعلمہ منہ نہر اور لائق ہے کہ قاضی گالی دینے والے سے اس کے فاسق ہونے کا سبب پوچھے پھر اگر وہ سبب شرعی بیان کرے چنانچہ اجنبی عورت کا بوسہ لینا یا اس کو گلے سے لگانا یا اس سے خلوت کرنا تو اس کے گواہ طلب کرے تا فاسق کو تعزیر دے اور اگر اس نے سبب فسق کا مفصل نہ بیان کیا بلکہ یوں کہا کہ فسق اس کا ترک کرنے واجب سے ہے تو قاضی مشتوم سے یعنی جس کو گالی دے واجبات کا سوال کرے یعنی فرائض اسلام سے جس کا سیکھنا اس پر واجب ہے پوچھے سو اگر مشتوم اس کو نہ جانے تو اس کا فسق ثابت ہو گیا اس واسطے کہ مجتبی میں ہے کہ جو شخص اشتغال فقہ کا ترک کرے تو اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور مراد اشتغال فقہ سے اس قدر ہے جس کا سیکھنا اس پر واجب ہے کذا فی النہر یعنی جمیع جزئیات فقہ کا دریافت کرنا واجب نہیں جس کے ترک سے فاسق مردود الشہادۃ ہو جائے بلکہ تعلم واجبات مراد ہے وغیرہ الشاتم بیا کافر وہل یکفر ان اعتقد المسلم کافرا نعم والا لا بہ یفتی شرح وہبانیہ اور گالی دینے والا یا کافر کہنے سے تعزیر دیا جائے گا اور یا کافر کہنے سے کافر ہوگا یا نہیں جواب اس کا یہ ہے کہ اگر مسلم کو کافر اعتقاد کرے گا تو ہاں کافر ہو جائیگا اور نہیں تو نہیں اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیہ م جب مسلم کو بنا بر عقائد اسلام کے کافر اعتقاد کیا تو دین اسلام کو اس نے کفر جانا اور جو اسلام کو کفر جانے وہ کافر ہے اور اگر یا کافر کہنے سے فقط سب اور دشنام کا قصد کیا بلا اعتقاد کفر مسلم تو یہ کفر نہیں بلکہ فسق ہے کذا فی المنح وغیرہ اور ابن ملک نے شرح مشارق میں کہا کہ یہ جو ہے حدیث اذا کفر الرجل اخاہ فقد باء بہا اور ہما تو یہ مستحل پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی ولو اجابہ بلبیک کفر خلاصہ اور اگر اس کو بلفظ لبیک جواب دے گا تو کافر ہو جائے گا کذا فی الخلاصہ یعنی یا کافر کے جواب میں لبیک یا حاضر یا جی کہا تو مجیب کافر ہوگا اگر راضی بکفر ہوگا اور اگر قاتل کے خوف ضرر سے کہا یا کافر کو کافر یا بالطاغوت ملا کر کے کہا تو کافر نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی التتارخانیۃ قیل لا یعزر ما لم یقل یا کافر باللہ لانہ کافر بالطاغوت فیکون محتملا اور فتاوی تاتارخانیہ میں ہے قول ضعیف یہ ہے کہ فقط یا کافر کہنے سے تعزیر قائل کی نہیں جب تک یوں نہ کہے یا کافر باللہ اس واسطے کہ ہر مسلم کافر بالطاغوت ہے یعنی بت کا منکر ہے تو کافر کا لفظ محتمل ہوا اور محتمل میں تعزیر نہیں م یہ قول اس واسطے ضعیف ہوا کہ یہ تاویل حالت غضب اور دشنام کے مخالف ہے۔ لہذا ہدایہ وغیرہ میں اطلاق وارد ہے یا خبیث یا سارق یا فاجر یا مخنث یا خاین یا سفیہ یا بلید یا احمق یا مباحی یا عوانی اور تعزیر دی جائے گی یا خبیث یا سارق یا فاجر یا مخنث یا خاین یا سفیہ یا بلید یا مباحی یا احمق یا عوانی کہنے میں م مخنث بفتح نون وہ ہے جو اغلام کرا دے اور بکسر نون بمعنی لوطی کے ہے اور بلید بمعنی خبیث فاجر مستعمل ہے لہذا اس میں تعزیر ہے کذا فی السراج اور ہندوستان میں بلید بمعنی کم فہم بد ذہنی کے مستعمل ہے اور احمق بمعنی کم عقل ہے کذا فی القاموس اور مباحی مباح کی طرف منسوب ہے یعنی جو ہر چیز کو مباح سمجھے کسی چیز کی تحریم کا نہ معتقد ہو اور عوانی عوان (بروزن سحاب) کی طرف منسوب ہے اور عرف میں ظلم کے مددگار کو کہتے ہیں اور منح الغفار میں کہا ہے کہ ہمارے عرف میں عوانی چغل خور اور ظالم کو بھی بولتے ہیں بالجملہ جو شخص ان افعال سے بری ہو اور اس کو کوئی یہ کہے تو تعزیر دیا جائے گا کذا فی الطحطاوی یا لوطی وقیل یسال فان عنی انہ من قوم لوط علیہ السلام لا یعزر وان اراد بہ یعمل عملہم عزر عندہ وحد عندہما والصحیح تعزیرہ لو فی غضب او ہزل فتح اور تعزیر دی جائے گی یا لوطی کہنے سے اور بعضوں نے کہا کہ قائل سے سوال کیا جائے کہ اس نے اس لفظ سے کیا ارادہ کیا سو اگر اس نے یہ ارادہ کیا کہ وہ شخص حضرت لوط علیہ السلام کی قوم سے ہے تو اس پر تعزیر نہیں اور اگر اس نے ارادہ کیا کہ وہ شخص لواطت کرتا ہے مانند اس قوم کے تو امام کے نزدیک اس کو تعزیر دی جائے اور صاحبین کے نزدیک اس پر حد زنا ماری جائے اور تعزیر دینے کا قول بدون سوال کے صحیح ہے اگر اس نے حالت غضب اور بیہودگی میں کہا ہو کذا فی الفتح ہزل بمعنی بیہودگی اور مسخراپن سے یہ مراد ہے جس کو امر قبیح کے مسخراپن کرنے کی عادت ہو گئی ہو کذا فی النہر یا زندیق یا منافق یا رافضی یا مبتدع یا یہودی یا نصرانی یا ابن النصرانی نہر اور تعزیر دی جائے یا زندیق یا منافق یا رافضی یا بدعتی یا یہودی یا نصرانی یا ابن النصرانی کہنے سے کذا فی النہر منافق وہ ہے جو

[1] جب آدمی نے اپنے بھائی کو کافر کہا تو ایک ان میں اس کا مقر ہوا ۱۲

Marfat.com

باطن میں کافر ہو اور لوگوں میں اپنا اسلام ظاہر کرے اور زندیق بمعنی منافق ہے مغرب میں ہے کہ زند مجوسیوں کی کتاب کا نام ہے کذا فی النہر **یالص الا ان یکون لصا** صدق القائل کما مر اور تعزیر دیا جائے یالص کہنے سے یعنی چور مگر اس وقت تعزیر نہیں جب کہ مخاطب چور ہو بسبب صادق ہونے قائل کے چنانچہ یا فاسق کے بیان میں مذکور ہو چکا یعنی اس عیب کو اس نے اپنی ذات میں آپ لگایا تو اب تعزیر کا کیا موقع ہے والنداء لیس بقید اذا الاخبار کانت او فلانا فاسق ونحو ذلک مالم یخرج مخرج الدعوی قنیۃ اور الفاظ مذکورہ کے لزوم تعزیر میں نداء مخاطب قید نہیں اس واسطے کہ جملہ خبریہ چنانچہ تو فاسق ہے یا فلانا شخص فاسق ہے اور مانند اس کے اسی طرح ہے لزوم تعزیر میں تاوقتیکہ قائل نے اس کو بطور دعوی نہ کہا ہو کذا فی القنیہ م قنیہ میں ہے کہ دعوی کیا قاضی کے پاس سرقہ کا اور اس کے اثبات سے عاجز ہوا تو اس پر تعزیر نہیں **یا دیوث** ہو من لایغار علی امراۃ اور محرمہ اور تعزیر ہے یا دیوث کہنے سے دیوث وہ ہے جس کو اپنی زوجہ اور محرم پر غیرت نہ آتی ہو اس کے پاس غیر مرد کے آنے سے کذا فی النہر والمنح **یا قرطبان** مرادف دیوث بمعنی معرص اور تعزیر ہے یا قلتبان کہنے سے قلتبان مرادف دیوث ہے بمعنی معرص م قرطبان معرب ہے قلتبان کا زیلعی نے کہا قلتبان وہ ہے کہ جو اپنی زوجہ یا محرم کے ساتھ کسی مرد کو دیکھے اور تعرض نہ کرے اس کے پاس علیحدہ چھوڑے اور بعضوں نے کہا کہ جو دو شخصوں کو جمع کر دے امر قبیح کے واسطے اور بعضوں نے کہا قلتبان وہ ہے جو بالغ آدمی کو اپنے گھر میں زوجہ کے پاس آنے جانے کی اجازت دے اپنی غیبت میں بہر تقدیر ہمارے ملک میں معرس بکسر الراء وبالسین بمعنی قلتبان ہے اور عوام خطا سے بفتح الراء بولتے ہیں اور بجائے سین صاد لاتے ہیں کذا فی النہر عن العینی **یا شارب الخمر یا آکل الربوا یا ابن القحبۃ** فیہ ایماء الی انہ اذا شتم اصلہ غیر بطلب الولد کیا ابن الفاسق ویا ابن الکافر فانہ یعزر بقولہ یا قحبۃ اور تعزیر ہے یا شارب الخمر یا اکل الربوا یا ابن القحبۃ کہنے سے اس میں اشارہ ہے اس کا کہ جب کوئی گالی دے والدین کو تو تعزیر دیا جائے گا ولد کے طلب کر دینے سے چنانچہ یا ابن الفاسق یا ابن الکافر کہنے میں اور اس کا اشارہ ہے کہ یا قحبہ کہنے میں تعزیر دیا جائیگا م قحبہ بضم قاف وسکون حاء مہملہ ماخوذ ہے قحاب سے بمعنی کھانسنے کے اور چونکہ زانیہ عرب میں جب مرد اسے پاس بلانے کو کھانستی تا اپنا مطلب کہے لہذا زانیہ مسماۃ بقحبہ ہو گئی اور بعضوں نے کہا قحبہ وہ ہے جس کی ہمت زنا کی ہو اور بعضوں نے کہا قحبہ بدتر ہے زانیہ سے اس واسطے کہ زانیہ گاہے پوشیدہ کرتی ہے اور قحبہ آشکارا خرچی لیتی ہے کذا فی الدرر عن الظہیریۃ لایقال القحبۃ عرفا افحش من الزانیۃ لکونہا تجاہر بہ بالاجرۃ لان القول لذلک المعنی لم یجد فان الزنا بالاجرۃ یسقط الحد عندہ خلافا لہما ابن کمال یوں نہ کہے کوئی کہ قحبہ عرف میں زانیہ سے افحش اور بتر ہے اس واسطے کہ قحبہ علانیہ زنا کرتی ہے اجرت لیکر اس واسطے کہ ہم کہتے ہیں اسی مطلب سے تو یا قحبہ یا ابن القحبہ کہنے والے پر حد نہیں بلکہ تعزیر ہے کیونکر زنا اجرت سے مسقط حد ہے امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کذا قال ابن کمال م صاحب درر نے اس سوال کا یوں جواب دیا ہے کہ حد قذف اس واسطے واجب ہے جب قذف صریح زنا سے ہو یا اس لفظ سے جو بحکم صریح زنا کے ہو اور لفظ قحبہ کا زانیہ کے واسطے موضوع نہیں نہ صراحۃً نہ اقتضاءً اس واسطے کہ قحاب لغت میں بمعنی سعال ہے لکن صرح فی المضمرات بوجوب الحد فیہ قال المصنف وہو ظاہر لیکن مضمرات میں وجوب حد کی قحبہ کی لفظ میں تصریح ہے مصنف نے اپنی شرح کے حاشیہ میں کہا کہ یہی قول ظاہر ہے اور اپنی شرح میں بعضے اصحاب حواشی سے نقل کیا کہ انصاف یہ ہے کہ قحبہ کے لفظ سے ہمارے ملک میں حد واجب ہے اس واسطے کہ کوئی شخص اس لفظ کو سوائے مقام زانیہ کے استعمال نہیں کرتا خصوصاً حالت غضب میں تو گویا حقیقت عرفیہ ہو گئی کذا فی الطحطاوی **یا ابن الفاجرۃ** اور تعزیر ہے یا ابن الفاجرہ کہنے سے م فاجرہ وہ ہے جو ہر گناہ کرتی ہو تو بمعنی زانیہ نہیں لہذا اس میں حد نہیں کذا فی المنح **انت ماوی اللصوص انت ماوی الزانی** اور تعزیر ہے یوں کہنے میں کہ تو چوروں کا ٹھانگی ہے تو زانیہ عورتوں کا ٹھانگی ہے یعنی سارق اور زانیات کا جائے پناہ ہے **یا من یلعب بالصبیان** اور یوں کہنے سے تعزیر ہے کہ اے شخص جو لڑکوں سے کھیلتا ہے م ابو السعود نے کہا اس لفظ سے وجوب تعزیر کی میں نے نہیں دیکھی بعضے کہتے ہیں غضب اور دشنام کے قرینہ سے کھیل سے مراد فعل قبیح ہے

لہ بضم قاف کو لغت متداولہ مساعدت نہیں کرتی بلکہ فتح قاف بعض لغات میں تصریح ہے البتہ اس کا مصدر قحاب بضم قاف سے ہے شاید مترجم اول نے کسی لغت میں بضم قاف بھی پایا ہو لیکن تاہم مشہور سے بلا وجہ اعراض کرنا مناسب نہ تھا ۱۲

Marfat.com

واللہ تعالےٰ اعلم کذا فی الطحطاوی یا حرام زادہ معناہ المتولد من الوطی الحرام فیعم حالۃ الحیض لا یقال فی العرف لا یراد ذلک بل یراد ولد الزنا لانا نقول کثیرا ما یراد بہ الخداع الیتیم فلذا لا یحد اور تعزیر دی جائے یا حرام زادہ کہنے سے معنی حرام زادہ کے وہ کہ وطی حرام سے پیدا ہو تو وطی حرام زنا اور حالت حیض دونوں کو شامل ہے فقط زنا نہیں جو حد کا موجب ہو کوئی یہ نہ کہے کہ اس لفظ سے عرف میں یہ معنی حالت حیض کی وطی مراد نہیں ہوتی بلکہ عرف میں حرامزادہ کی لفظ سے ولد الزنا مراد ہوتا ہے اس واسطے کہ ہم کہتے ہیں کہ عرف میں اس لفظ سے اکثر مکار لئیم بھی مراد ہوتا ہے تو اسی واسطے حد نہیں یعنی باعتبار وضع اور باعتبار عرف کے ولد الزنا پر مخصوص نہیں لہذا حد نہیں فرع مسئلہ ملتقطہ شارح کا اقر علی نفسہ بالدیاثۃ او عرف بہا لا یقتل ما لم یستحل و یبالغ فی تعزیرہ او یلاعن جواہر فتاوی اقرار کیا ایک شخص نے اپنی ذات کے دیوث ہونیکا یا اس فعل قبیح سے مشہور ہے تو قتل نہ کیا جائے گا جب تک دیوثی کو حلال نہ جانے اور اس کی تعزیر میں شدت اور سختی کی جائے یا وہ شخص اپنی زوجہ سے لعان کرے کذا فی جواہر الفتاوی م مرد اس اقرار سے اپنی زوجہ کا قاذف ہوا تو اس پر تعزیر لازم ہے یا لعان درصورت عدم تکذیب نفس یا حد لازم ہے جب اپنے جھوٹ بولنے کا اقرار کرے اور محصن بھی ہو کذا فی المنح وفیہا فاسق تاب وقال ان رجعت الی ذلک فاشہد وعلیہ انہ رافضی فرجع لا یکون رافضیا بل عاصیا ولو قال ان رجعت فہو کافر فرجع تلزمہ کفارۃ یمین اور اس میں یعنی جواہر الفتاوی میں ہے فاسق نے توبہ کی کسی فعل بد سے اور کہا کہ اگر میں پھر یہ کام کروں تو تم اس پر گواہی دو کہ وہ رافضی ہے سو اس نے پھر وہی فعل کیا تو وہ رافضی نہ ہو جائے گا بلکہ گنہگار ہوگا اور اگر یوں کہا کہ اگر میں پھر یہ فعل کروں تو وہ کافر ہے سو پھر وہی فعل کیا تو اس پر کفارہ قسم کا لازم ہے اس واسطے متعلق بالکفر یمین ہے لا یعزر بیا حمار یا خنزیر یا کلب یا تیس یا قرد یا بقر یا جیۃ نظہور کذبہ وحسن فی الہدایۃ التعزیر لو المخاطب من الاشراف واتباعہ الزیلعی وغیرہ تعزیر نہ دی جائے گی یوں کہنے سے کہ اے گدھے اے سور اے کتے اے بکری اے بندر اے بیل اے سانپ تعزیر نہیں ان الفاظ میں بسبب ظاہر ہونے اس کے جھوٹ کے اور ہدایہ میں تعزیر مستحسن جانی ہے اگر مخاطب اشراف یعنی علما اور سادات سے ہو اور صاحب ہدایہ کے زیلعی وغیرہ تابع ہیں اس استحسان میں یا حجام یا آبلہ یا ابن الحجام وابوہ لیس کذلک واوجب الزیلعی التعزیر فی یا ابن الحجام اور تعزیر نہیں یا حجام یا ابلہ یا ابن الحجام کہنے سے اور مخاطب کا باپ حجام نہیں اور زیلعی نے یا ابن الحجام کہنے میں تعزیر واجب جانی ہے م زیلعی نے کہا کہ یا حجام میں تعزیر نہیں بسبب کذب کے اس واسطے کہ مخاطب کا حجامت کرنا پیشہ نہیں اور یا ابن الحجام میں تعزیر ہے مخاطب کے باپ کے مرجانے سے یعنی سامعین کو شبہ پڑے گا کہ شاید مخاطب کا باپ حجام تھا تو اس کو عیب لاحق ہوا اور صاحب نہر نے اس کو رد کیا ہے کہ مسئلہ مذکورہ مخاطب کے باپ کے موت سے مقید نہیں م حجام وہ ہے جو پچھنے لگا دے اور اسند میں حلاق اور مزین کو یعنی نائی کو حجام بولتے ہیں اور آبلہ وہ جو غافل ہو مطلقا یا شر سے غافل اور احمق وہ جس کو کچھ تمیز نہ ہو کذا فی الطحطاوی یا مواجر لانہ عرفا بمعنی الموجر اور یا مواجر میں تعزیر نہیں اس واسطے کہ عرف میں بمعنی موجر کے ہے م صاحب درر نے کہا کہ مواجر بکسر جیم وہ شخص ہے جو اپنی زوجہ کو زنا کے واسطے دے اجرت لے کر لیکن ہمارے عرف میں مواجر بمعنی موجر مستعمل ہے یعنی ٹھیکہ کرنے والا اور ٹھیکہ کرنا شرعا عیب نہیں لہذا تعزیر نہیں طحطاوی نے کہا لیکن اگر قائل معنی لغوی کا ارادہ کرے گا تو تعزیر دیا جائیگا اس واسطے کہ وہ مانند دیوث کے ہے یا بغا ہوا مابون بالفارسیۃ وفی الملتقط فی عرفنا یعزر فیہما وفی ولد الحرام نہر اور تعزیر نہیں یا بغا کہنے میں اس واسطے کہ عام اس کو بولتے ہیں لیکن معنی اس کے نہیں جانتے کذا فی النہر عن الدرر فارسی زبان میں بغا اس کو کہتے ہیں جو اغلام کرادے اور ملتقط میں ہے کہ ہمارے عرف میں یا مواجر اور بغا دونوں میں تعزیر ہے اور ولد الحرام میں بھی تعزیر ہے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ نہر الفائق میں عبارت ملتقط سے موجود نہیں بلکہ اس میں یوں ہے کہ لائق یہ ہے کہ یا ولد الحرام میں تعزیر واجب نہ ہو بلکہ اولی ہے حرام زادہ سے انتہے اور مترجم نے بھی نہر الفائق کو دیکھا اس میں ملتقط کی روایت نہیں پائی شاید کسی نسخہ میں ہو واللہ اعلم بغا بفتح موحدہ وغین معجمہ مشدودہ اور اس کو باغا بھی کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی وعن البحر والضابطۃ انہ متی نسب الی فعل اختیاری محرم شرعا ویعد عارا عرفا یعزر والا لا ابن کمال الفاظ مذکورہ کی تعزیر اور عدم تعزیر کا قاعدہ

Marfat.com

کلیہ یہ ہے کہ جب قائل نے مخاطب کو منسوب کیا اس فعل اختیاری کی طرف جو شرعاً حرام ہے اور عرفاً عار اور عیب گنا جاتا ہے تو اس میں تعزیر ہے قائل پر اور اگر ایسا نہیں یعنی وہ فعل منسوب اختیاری نہیں اور یا اختیاری ہے مگر شرعاً حرام نہیں یا حرام ہے لیکن عرف اور رواج میں ننگ اور عار نہیں تو اس میں تعزیر نہیں کذا ذکرہ ابن کمال م فعل اختیاری کی قید سے یا کلب اور مانند اس کے نکل گیا اور حرام شرعی کی قید سے موا جر یعنی موجر نکل گیا **یا ضحکۃ** بسکون الحاء من یضحک علیہ الناس بالفتحا فہو من یضحک علی الناس وکذا **یا سخرۃ** واختار فی الغایۃ التعزیر فیہما وفی یا ساحر یا مقامر فی الملتقی واستحسنوا التعزیر لو المقول لہ فقیہا او علویا اور تعزیر نہیں یا ضحکہ کہنے سے ضحکہ بضم ضاد وسکون حاء وہ شخص ہے جس پر لوگ ہنسیں اور اسی طرح یا سخرہ ہے یعنی بضم سین وسکون خاء معجمہ شخص ہے جس سے لوگ مسخرہ پن کریں اور ضحکہ بفتح حاء وہ ہے جو لوگوں سے ہنسی کرے اور سخرہ بفتح معجمہ وہ ہے جو لوگوں سے مسخرا پن کرے اور غایۃ البیان میں ہے کہ یا ضحکہ اور یا سخرۃ میں تعزیر دینا مختار ہے اور یا ساحر اور یا مقامر میں اور ملتقی میں ہے کہ فقہا نے تعزیر کو مستحسن جانا ہے اگر مخاطب فقیہ یا علوی ہو م طحطاوی نے کہا ملتقی میں استحسان تعزیر جمیع الفاظ مذکورہ کے بعد ہی نہ فقط ضحکہ وغیرہ کے بعد اور ضحکہ بفتح حاء مہملہ و سخرہ بفتح حاء معجمہ وہ شخص ہے جو غیر سے ہنسی کرے یا مسخرا پن کرے نہر الفائق میں ہے کہ یا لاہی یا مسخرہ یا مقامر یا سوتی یا کشخان میں تعزیر ہے کشخان مرادف دیوث ہے **ادعی سرقۃ علی الشخص وعجز عن اثباتہا لا یعزر کما لو ادعی علی اخر بدعوی توجب تکفیرہ وعجز المدعی عن اثبات ما ادعاہ** فانہ لا شئ علیہ اذا صدر الکلام علی وجہ الدعوی عند حاکم شرعی اما اذا صدر علی وجہ السب او الانتقاص فانہ یعزر قنادی قاری الہدایۃ دعوی کیا چوری کا ایک شخص پر اور عاجز ہوا اس کے اثبات سے تو تعزیر نہ دیا جائے گا اس واسطے کہ اس دعوی سے مقصود اپنے مال کی تحصیل ہے نہ سب اور دشنام چنانچہ اگر دعوی کیا دوسرے پر ایسا دعوی کہ جو موجب ہے مدعا علیہ کی تکفیر کا اور عاجز ہوا مدعی دعوی کے ثابت کرنے سے تو اس پر کچھ نہیں بشرطیکہ اس کا یہ کلام صادر ہوا ہو بطریق دعوی کے حاکم شرعی کے پاس اور اگر یہ کلام بطور دشنام یا انتقاص کے صادر ہوا تو وہ تعزیر دیا جائیگا کذا فی قنادی قاری الہدایہ **بخلاف دعوی الزنا فانہ** اذا لم یثبت یحد للمار بخلاف دعوی زنا کے اس واسطے کہ اگر زنا ثابت نہ ہوگا تو مدعی پر حد ماری جائے گی بدلیل گذشتہ یعنی اثبات زنا بدون نسبت الی الزنا ممکن نہیں تو نسبت مقصود ہوئی اور اثبات مال کا بدون نسبت الی السرقہ متصور ہے تو نسبت الی السرقہ مقصود بالذات نہ ہوئی بلکہ حصول مال مقصود بالذات ٹھہرا **وہو ای التعزیر حق العبد غالب فیہ** اور وہ یعنی تعزیر میں حق العبد غالب ہے یعنی حق العبد کی افراد تعزیر میں غالب ہیں حق اللہ کی افراد سے اور یہ مراد نہیں کہ حق العبد اور حق اللہ دونوں تعزیر میں مجتمع ہیں اور حق العبد غالب ہے کذا فی الطحطاوی **فیجوز فیہ الابراء والعفو والتکفیل** زیلعی جب تعزیر میں حق العبد کی افراد غالب ہوئیں تو تعزیر میں ابرا اور عفو اور مجرم کی حاضر ضامنی کرنا جائز ہے کذا فی شرح الزیلعی م اجرا اور عفو میں یہ فرق ہے کہ ابرا قبل نالش کے ہوتا ہے اور عفو بعد نالش کے **والیمین ویحلف باللہ مالہ علیک ہذا الحق الذی یدعی لا باللہ ما قلت** خلاصۃ اور یمین جائز ہے تعزیر میں یعنی جب کہ وہ گالی دینے کا منکر ہو تو حاکم اس سے یوں قسم لے اللہ کی کہ مدعی کا تجھ پر وہ حق نہیں جس کا وہ دعوی کرتا ہے تو مدعا علیہ[1] کہے قسم اللہ کی میں نے نہیں کہا کذا فی الخلاصۃ **والشہادۃ علی الشہادۃ وشہادۃ رجل وامرأتین** کما فی حقوق العباد اور گواہی پر گواہی اور گواہی ایک مرد اور دو عورتوں کی تعزیر میں جائز ہے چنانچہ حقوق العباد میں سب امور مذکورہ جاری ہیں **ویکون ایضا حقا للہ تعالی فلا عفو فیہ الا اذا علم الامام** نز جار الفاعل اور تعزیر حق اللہ بھی ہوتی ہے تو اس میں معاف کرنا حاکم کو جائز نہیں مگر جب کہ امام فاعل کا باز رہنا قبل تعزیر کے معلوم کرے تو اس شرط سے معاف کرنا البتہ جائز ہے کذا فی الفتح القدیر **ولا یمین** کما لو ادعی علیہ انہ قبل اختہ مثلاً اور حق اللہ کی تعزیر میں قسم نہیں چنانچہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اس نے اس کی بہن[2] کا بوسہ لیا ہے مثلاً اور مدعا علیہ منکر ہے اور گواہ نہیں تو مدعا علیہ سے قسم نہ لی جائے گی **ویجوز**

[1] یہ سہو ہے مترجم اول کا ترجمہ صحیح یوں چاہیے کہ یوں قسم نہ دے کہ خدا کی قسم ۱۲ [2] صواب یہ ہے کہ اپنی بہن کا کیونکہ فقط اس کی محتمل مدعی کی بہن کا ہے جس میں حق العبد بھی ہے ۱۲

Marfat.com

اثباتہ بمدع شہد بہ فیکون مدعیا وشاہدا لو معہ آخر اور جائز ہے اثبات حق اللہ کا اس مدعی سے جس نے اپنے دعوی کی گواہی بھی دی تو وہ مدعی اور شاہد دونوں ہوگا بشرطیکہ اس کے ساتھ دوسرا شاہد موجود ہو اور ایسا اثبات حق العبد میں جائز نہیں وما فی القنیۃ وغیرہا لو کان المدعی علیہ ذا مروۃ وکان اول مافعل یوعظ استحسانا ولا یعزر یجب ان یکون فی حقوق اللہ تعالے فان حقوق العباد لیس للقاضی اسقاطہا فتح اور جو قول قنیہ وغیرہ میں ہے کہ اگر مدعا علیہ صاحب مروت ہو اور اول بار اس سے قصور ہوا ہو تو وہ نصیحت اور پند دیا جائے بنا بر استحسان کے اور تعزیر نہ دیا جائے واجب ہے کہ یہ قول حقوق اللہ میں محمول ہو اس واسطے کہ حقوق العباد کا اسقاط قاضی کو جائز نہیں کذا فی الفتح م صاحب فتح القدیر نے کہا کہ مروت میرے نزدیک دین اور تقوی میں ہے طحطاوی نے کہا بعض علماء نے کہا کہ قنیہ کی روایت کو حق اللہ پر محمول کرنا کچھ ضرور نہیں جائز ہے کہ اس کا محل آدمی کا حق ہو اور شائم اس قسم کا انسان ہو جس کی تعزیر فقط دار القضا تک کھینچ جانا ہو اس واسطے کہ محمد بن حسن سے مروی ہے کہ اگر لوگوں کو گالی دینے والا صاحب مروت ہو تو نصیحت کیا جائے اور اس سے کم تر ہو تو قید کیا جائے اور اگر اکثر گالی دیا کرتا ہو تو مارا بھی جائے اور قید بھی کیا جائے ومافی کراہۃ الظہیریۃ رجل یصلی ویضر الناس بیدہ ولسانہ فلا باس باعلام السلطان بہ لینزجر یفیدانہ من باب الاخبار وان اعلام القاضی بذلک یکفی لتعزیرہ نہر اور ظہیریہ کی کتاب الکراہۃ میں ہے کہ ایک مرد نماز پڑھتا ہے اور لوگوں کو ضرر پہنچاتا ہے اپنے ہاتھ اور زبان سے یعنی مارتا ہے اور سخت گیری کرتا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں اس امر کی حاکم کو اطلاع کر دینے میں تاکہ وہ باز رہے اس کا مفید ہے کہ یہ اعلام از قسم اخبار ہے تو لفظ شہادت اور مجلس قضا کی اس میں حاجت نہیں اور یہ کہ قاضی کا یہ اعلام اس کی تعزیر میں کافی ہے کذا فی النہر قلت فیہ من الکفالۃ معزیا للبحر وغیرہ للقاضی تعزیر المتہم وان لم یثبت علیہ شارح کہتا ہے اور نہر الفائق میں کتاب الکفالہ سے بحر الرائق وغیرہ کی طرف نسبت کر کے کہا ہے کہ قاضی کو جائز ہے تعزیر متہم کی اگرچہ اس پر شرعاً گناہ ثابت نہ ہو م بحر الرائق میں ہے کہ تہمت ثابت ہوتی ہے دو مستور یا ایک عادل کی گواہی سے تو ظاہر ایک مستور اور ایک فاسق گواہ سے تہمت ثابت نہیں تو تعزیر بالحبس بھی جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وکل تعزیر للہ تعالے یکفی فیہ خبر العدل لانہ فی حقوقہ تعالے یقضی فیہا بعلمہ اتفاقا اور جو تعزیر بسبب حق اللہ کے ہے اس میں ایک عادل کی خبر کافی ہے اس واسطے کہ حقوق اللہ میں قاضی اپنے علم پر حکم دیتا ہے بالاتفاق یعنی شاہد واحد سے قاضی کو علم حاصل ہوتا ہے طحطاوی نے کہا کہ یہ قول مبنی ہے سابق کے (فیکون مدعیا شاہدا لو معہ آخر) ویقبل فیہا الجرح المجرد کما مر اور حقوق اللہ میں جرح مجرد شاہد بلا بیان سبب فسق مقبول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا طحطاوی نے کہا کہ سابق میں یہ مضمون نہیں مذکور ہوا بلکہ بیان حق اللہ یا حق العبد میں البتہ قبول کی شرط مذکور ہوئی ہے وعلیہ فیما یکتب من المحاضر فی حق الانسان یعمل بہ فی حقوق اللہ تعالے ومن افتی بتعزیر الکاتب فقد اخطاء انتہی ملخصا اور بنا بر اس کے یعنی حق اللہ میں خبر واحد کے مقبول ہونے پر جو محضر حق انسان میں لکھے جاتے ہیں اس پر عمل کرنا چاہیے اللہ تعالے کے حقوق میں اور جس نے فتوی دیا ہے تعزیر کاتب کا اس نے خطا کی انتہی کلام النہر ملخصا م صاحب بحر نے کتاب الکفالہ میں کہا کہ حقوق اللہ میں اخبار واحد عادل کافی ہے اور خبر دینا جیسا زبان سے ہوتا ہے ویسا ہی لکھنے سے بھی ہوتا ہے اور فقہاء نے کہا ہے کہ جرح اور تعدیل میں کتابت ایک عادل کی قاضی کی طرف کافی ہے تو بنا بر اس کے جو محاضر حق انسان میں لکھے جاتے ہیں تو حاکم کو اس پر اعتماد کرنا عدول سے جائز ہے اور بموجب اس کے حقوق اللہ میں عمل کرنا چاہیے اور میں نے فتوی دیا ہے کہ محاضر کے کاتب پر کچھ الزام نہیں اور جس نے اس میں وجوب تعزیر کا فتوی دیا ہے اس نے خطا کی انتہی مشرعاً طحطاوی نے کہا شاید محضر سے یہاں وہ مراد ہے جس کو اہل اسلام وقف کے متولی کسی قریہ کے قاضی کے ظلم کا کاغذ لکھ کر قاضی القضاۃ کے پاس نالش کے واسطے بھیجیں وفی کفالۃ العینی عن الثانی متن مجمع الخمر ویشربہ ویترک الصلوۃ احبسہ وادبہ ثم اخرجہ ومن تیم بالقتل والسرقۃ وضرب الناس احبسہ واخلدہ فی السجن حتی یتوب لان شرہ ذا علی الناس وشر الاول علی نفسہ اور شرح عینی کی کتاب الکفالہ میں ابو یوسف سے مروی ہے کہ جو شخص شراب جمع کرتا ہو اور پیتا ہو اور نماز ترک کرتا ہو اس کو حاکم قید کرے اور ادب دے یعنی مارے پھر اس کو قید سے

Marfat.com

چھوڑ دے اور جو شخص متہم ہو ساتھ قتل کرنے اور چورانے اور لوگوں کے مارنے کے اس کو حاکم قید کرے اور ہمیشہ اس کو قید خانہ میں رکھے یہاں تک کہ وہ توبہ کرے اس واسطے کہ اس شخص کا شر لوگوں پر ہے اور پہلے شخص کا شر اپنی ذات پر ہے م ثبوت تہمت کا طریقہ عنقریب گذرا **شتم مسلم ذمیا عزر لانہ ارتکب معصیۃ فتقیید مسائل الشتم بالمسلم اتفاقی** فتح گالی دی مسلم نے کافر ذمی کو تو تعزیر دیا جائے اس واسطے کہ اس نے گناہ کیا تو مسائل شتم میں مسلم کی قید لگانی اتفاقی ہے کذا فی الفتح وفی القنیۃ قال لیہودی او مجوسی یا کافر یاثم ان شق علیہ ومقتضاہ انہ یعزر لارتکاب الاثم بحر واقرہ المصنف لکن نظر فیہ فی النہر قلت ولعل وجہہ ما مر فی یا فاسق فتامل اور قنیہ میں ہے کہ کہا یہودی یا مجوسی کو یا کافر تو گنہگار ہوگا اگر اس کو برا معلوم ہوا اور مقتضا اس قول کا یہ ہے کہ قائل تعزیر دیا جائے گا بسبب ارتکاب گناہ کے کذا فی البحر اور مصنف نے اس کو ثابت رکھا ہے لیکن نہر الفائق میں اس پر اعتراض کیا ہے شارح کہتا ہے شاید کہ وجہ اعتراض وہ ہے جو یا فاسق میں گذری سو تامل کر اس میں م وجہ اعتراض یا فاسق میں اس طرح کی مذکور ہوئی کہ یہودی اور مجوسی نے کفر کا عیب اپنی ذات میں خود لگایا یا قائل کے قول سے پہلے شارح نے بلفظ تامل اس وجہ کے ضعیف ہونے پر اشارہ کیا یعنی اگرچہ کافر نے کفر کا عیب آپ لگایا لیکن اہل اسلام نے بسبب عقد ذمہ اس کے عدم ایذا کا التزام کیا ہے تو اب اس کو کافر کہہ کر ایذا دینا صریحا عہد شکنی ہے **یعزر المولی عبدہ والزوج زوجتہ ولو صغیرۃ کما سیجئ علی ترکہا الزینۃ الشرعیۃ مع قدرتہا علیہا** تعزیر دے مولی اپنے غلام کو اور زوج اپنی زوجہ کو شرعی سنگار کے چھوڑنے پر باوجود اس کے قادر ہونے کے اس پر اگرچہ صغیرہ ہو چنانچہ اس کا بیان آگے آئے گا م زینت شرعی کی قید سے معلوم ہوا کہ مردوں کی سی زینت فاحشہ عورتوں کی سی زینت زوج زوجہ سے نہیں کروا سکتا **وترکہا غسل الجنابۃ وعلی الخروج من المنزل لو بغیر حق وترک الاجابۃ الی الفراش لو طاہرۃ من نحو حیض** اور تعزیر دے زوج زوجہ کے غسل جنابت کے ترک کرنے سے اور تعزیر دے گھر سے باہر نکلنے پر اگر ناحق نکلے اور تعزیر دے نہ پاس لیٹنے پر اگر وہ حیض وغیرہ سے پاک ہو ترک اجابت سے مراد عدم تمکین جماع ہے ویلحق بذلک ما لو ضربت ولدہا الصغیر عند بکائہ او ضربت جاریتہ غیرۃ ولا تتعظ بوعظہ او شتمتہ ولو بنحو یا حمار او ادعت علیہ او مزقت ثیابہ او کلمتہ لیسمعہا اجنبی او کشف وجہہا لغیر محرم او کلمتہ او شتمتہ او اعطت ما لم یجر العادۃ بہ بلا اذنہ اور ملحق ہیں اس کے ساتھ یعنی لزوم تعزیر اور امور مذکورہ کے ساتھ یہ امور ملحق ہیں کہ اگر زوجہ نے اپنے ولد صغیر کو اس کے رونے کے وقت مارا یا زوج کی لونڈی کو رشک اور جہل سے مارا اور زوج کی نصیحت کو نہ مانتی ہو یا زوجہ نے زوج کو گالی دی اگرچہ مانند یا حمار کے کوئی مکروہ کلمہ کہا یا زوج کو بددعا دی یا اس کے کپڑے پھاڑے یا زوج سے اس طرح پکار کے بولے تا اس کو اجنبی مرد سنے یا اپنا منہ کھول دیا غیر محرم کے سامنے یا غیر محرم سے کلام کیا یا اس کو گالی دی یا کسی کو کوئی چیز دی جس کے دینے کا دستور نہیں بدون اجازت زوج کے یعنی ان سب امور میں زوج اس کو تعزیر دے سکتا ہے والضابط کل معصیۃ لا حد فیہا فللزوج والمولی التعزیر ولیس منہ ما لو طلبت نفقتہا او کسوتہا والحت لان لصاحب الحق مقالا بحر اور قاعدہ کلیہ امور مذکورہ کے دریافت کرنے کا یہ ہے کہ جس گناہ میں شرعا حد مقرر نہ ہو تو اس میں زوج اور مولے کو تعزیر کا اختیار ہے اور یہ تعزیر کی چیز نہیں اگر زوجہ نے اپنا نفقہ یا لباس مانگا اور اس میں سخت طلبی اور جھگڑا کیا اس واسطے کہ حق دار کو اپنے حق کی طلب میں گفتگو کا اختیار ہے کذا فی بحر الرائق **ولا علی ترک الصلوۃ لان المنفعۃ لا تعود الیہ بل الیہا کذا اعتمدہ المصنف تبعا للدر علی خلاف ما فی الکنز والملتقی واستظہرہ فی خطر المجتبی** اور تعزیر نہیں زوجہ کے نماز نہ پڑھنے پر اس واسطے کہ منفعت اس کی نماز کی زوج کی طرف نہیں پھرتی بلکہ زوجہ کی طرف ہے تو زوج کا کچھ نقصان نہیں جو تعزیر دے اسی قول پر اعتماد کیا ہے مصنف نے درر غرر کی پیروی کر کے کنز اور ملتقی الابحر کے برخلاف یعنی کنز اور ملتقی میں ترک الصلوۃ پر تعزیر مصرح ہے اور مجتبی کی کتاب الخطر میں اسی قول کو ظاہر جانا ہے م مفتی ابو السعود نے کہا کہ موافق کنز اور ملتقی کے اکثر اہل مذہب کے نزدیک ترک صلوۃ پر تعزیر ہے اور بعض سلف صالحین سے منقول ہے کہ اگر میں حق تعالے کے حضور میں حاضر ہوں اور زوجہ کا مہر میری گردن پر ہو تو وہ اس سے بہتر ہے کہ بے نماز زوجہ کے ساتھ رہوں کذا فی الطحطاوی **وللاب تعزیر الابن علیہ وقدمنا ان للولی ضرب ابن سبع علی الصلوۃ ویلحق بہ الزوج** نہر اور باپ تعزیر دے ولد کو ترک صلوۃ پر صاحب نہر الفائق نے کہا کہ ہم

Marfat.com

نے کتاب الصلوٰۃ میں مقدم ذکر کیا کہ ولی کو جائز ہے مارنا سات برس کے صغیر کا نماز پر اور ولی کے ساتھ زوج ملحق ہے حکم مذکور میں م اور شارح نے کتاب الصلوٰۃ میں سات برس والے کو امر کرنا اور دس برس والے کو نماز پر مارنا مذکور کیا ہے وفی القنیۃ لہ اکراہ طفلہ علی تعلم قرآن وادب وعلم لفریضۃ علی الوالدین اور قنیہ میں ہے کہ ولی کو جائز ہے اپنے طفل پر زبردستی کرنا قرآن اور ادب اور علم سیکھنے پر بسبب اس کے فرض ہونے کے والدین پر ولہ ضرب الیتیم فیما یضرب ولدہ اور ولی کو جائز ہے یتیم کا مارنا اس امر میں جس میں اپنے ولد کو مارتا ہے یعنی ترک صلوٰۃ وغیرہ میں صاحب بحر نے آثار اور اخبار سے یہ امر ثابت کیا ہے الصغیر لا یمنع وجوب التعزیر فیجری بین الصبیان طفلی وجوب تعزیر کی مانع نہیں تو تعزیر لڑکوں میں بھی جاری ہے یعنی اگر ایک لڑکا دوسرے کو مارے تو تعزیر دیا جائے وہذا لو حق عبدا مالو کان حق اللہ بان زنا او سرق منع الصغر منہ مجتبی اور یہ یعنی عدم منع تعزیر صغیر بشرط حق العبد ہے اور اگر حق اللہ ہو اس طرح پر کہ نابالغ نے زنا کیا یا چوری کی تو طفلی تعزیر سے اس میں مانع ہے کذا فی المجتبی من حد او عزر فہلک فدمہ ہدر الا امراۃ عزرہا زوجہا بمثل ما مر فماتت لان تادیبہ مباح فیتقید بشرط السلامۃ قال المصنف وبہذا ظہر انہ لا یجب علی الزوج ضرب زوجتہ اصلا جس شخص پر حد یا تعزیر واقع ہوئی پھر وہ مر گیا تو خون اس کا رائیگان اور باطل ہے یعنی ضمان نہیں بسبب امتثال امر شارع کے مگر وہ عورت جس کو اس کے زوج نے تعزیر دی امور مذکورہ میں سو وہ مر گئی تو اس کا خون باطل نہیں اس واسطے کہ تادیب زوج کی مباح ہے تو مقید بشرط سلامتی کی ہوگی مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ اس تعلیل سے ظاہر ہوا کہ زوج پر اپنی زوجہ کی ضرب اصلا واجب نہیں اس واسطے کہ اگر واجب ہوتی تو خون کا ضمان نہ ہوتا ادعت علی زوجہا ضربا فاحشا وثبت ذلک علیہ عزر کما لو ضرب المعلم الصبی ضربا فاحشا فانہ یعزر ویضمنہ لو مات شمنی زوجہ نے اپنے زوج پر ضرب فاحش یعنی ضرب زائد غیر معتاد کا دعوی کیا اور یہ دعوی گواہوں سے اس پر ثابت ہو گیا تو وہ تعزیر دیا جائے گا چنانچہ اگر معلم نے صغیر کو عادت سے زیادہ مارا تو اس کو تعزیر دی جائے گی اور معلم ضامن ہوگا اس کے خون کا اگر وہ اس ضرب سے مر گیا کذا ذکرہ الشمنی م طحطاوی نے کہا زوجہ کے دعوے میں ضرب فاحش مجرد تصویر ہے قید نہیں کہ اس واسطے کہ بحر الرائق میں ہے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ جب زوج زوجہ کو ناحق مارے گا تو اس پر تعزیر واجب ہے شرح ملتقی میں ہے کہ امام مالک اور احمد کے نزدیک زوج اور معلم تعزیر میں ضامن نہیں اور نہ باپ تادیب میں اور نہ دادا اور نہ وصی اور اگر ضرب معتاد ہے والا ضامن ہے باجماع فقہاء وعن الثانی وزاد القاضی علی مائۃ فمات فنصف الدیۃ فی بیت المال تقتلہ بفعل ماذون فیہ وغیر ماذون فلینتصف زیلعی اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ اگر قاضی نے سو کوڑے سے زیادہ مارے سو مضروب مر گیا تو نصف دیت اس کی بیت المال میں ہے یعنی اور نصف باقی قاضی پر بسبب اس کے مقتول ہونے کے اس فعل سے جس میں شرع کا اذن تھا اور اس فعل سے جس میں اذن شرع نہ تھا تو دیت آدھوں آدھ کی جائے گی کذا فی شرح الزیلعی م طحطاوی نے کہا یہ قول ضعیف معارض ہے ماتن کے قول کے یعنی جو حد اور تعزیر میں مر جائے اس کا خون باطل ہے تو بہتر یہ تھا کہ شارح اس کو مذکور نہ کرتا فروع مسائل ملحقہ شارح کے ارتدت لتفارق زوجہا تجبر علی الاسلام وتعزر خمسۃ وسبعین سوطا ولا تتزوج بغیرہ بہ یفتی ملتقط عورت مرتد ہو گئی اس واسطے کہ اپنے زوج کو چھوڑ دے تو جبر کیا جاوے اس کے اسلام لانے پر اور اس پر پچھتر کوڑے تعزیر مارے جائیں بقول ابو یوسف اور نکاح نہ کرے غیر زوج سے اسی کا فتوی ہے کذا فی الملتقط م کتاب الطلاق میں مذکور ہو چکا کہ ایسی عورت کی تجدید نکاح پر جبر کیا جائے تھوڑے سے مہر پر ارتحل الی مذہب الشافعی یعزر سراجیۃ حنفی مذہب نے شافعی مذہب کی طرف انتقال کیا تو اس کو تعزیر دی جائے کذا فی السراجیہ م تعزیر اس وقت ہے جب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کو حقیر اور باطل اعتقاد کر کے شافعی المذہب ہو جائے اور اگر بضرورت انتقال کرے چنانچہ اتباع مذہب شافعی میں آسانی پائے تو اس پر تعزیر کا حکم نہیں چنانچہ حموی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ شیخ الاسلام عطاء بن حمزہ سے سوال ہوا کہ شافعی المذہب حنفی ہو گیا پھر اس نے مذہب اول کی طرف عود کرنے کا ارادہ کیا تو جواب دیا کہ ثابت رہنا امام اعظم کے مذہب پر بہتر اور خوب تر ہے اور یہ جو بعضوں نے کہا ہے کہ اس کو اشد تعزیر دے اس واسطے کہ اس نے ادون یعنی کمتر از حقیر مذہب کی طرف انتقال کیا سو اس قول کو کوئی پسند نہیں کرتا متہور یعنی متعصب پر زور اور قول با انصاف وہ ہے جو

Marfat.com

محقق ابن الہمام نے کہا یعنی ایک مذہب سے دوسرے مذہب کا انتقال کرنے والا اجتہاد اور برہان سے عاصی مستوجب تعزیر ہے تو بلا رتبۂ اجتہاد اور برہان انتقال کرنا بطریق اولیٰ لائق تعزیر ہوگا انتہی تو اس میں مطلق انتقال کو موجب تعزیر کہا خواہ حنفی شافعی ہو جائے بلا ضرورت یا شافعی حنفی ہو جائے وعلیٰ ہذا القیاس مالکی حنبلی اور شرح ملتقی میں ہے کہ جو شافعی کہ حنفی ہو گیا پھر اس نے مذہب اول کی طرف عود کیا تو اس پر تعزیر دی جائے گی بموجب ایک قول کے انتہی اور وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ شخص تردد بین المذاہب سے متلاعب ہو گیا یعنی مذاہب کے ساتھ لہو ولعب کرتا ہے لہذا مستحق تعزیر ہوا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی قذف بالتعریض یعزر حاوی قذف کیا بطریق تعریض اور رمز کے تو تعزیر دیا جائے کذا فی الحاوی یعنی چنانچہ یوں کہے کہ میں تو زانی نہیں مراد یہ کہ تو زانی ہے تعزیر اس واسطے ہوئی کہ صریح نسبت زنا نہیں جو قائل پر حد ہوتی زنی بامرأۃ میتۃ یعزر اختیار زنا کیا مردہ عورت سے تو تعزیر دیا جائے کذا فی الاختیار ادعی علی اخر انہ وطی امتہ وحبلت فنقصت فان برہن فلہ قیمۃ النقصان وان حلف خصمہ فلہ تعزیر المدعی منیہ دعوی کیا دوسرے پر کہ اس نے اس کی لونڈی سے قربت کی اور وہ حاملہ ہے تو اس کی قیمت ناقص ہو گئی تو اگر مدعی نے اپنا دعوی گواہوں سے ثابت کیا تو مدعی کو قیمت نقصان کی دلائی جائے گی فاعل سے اور اگر مدعا علیہ نے قسم کھائی عدم وطی کی درصورت عدم شہادت تو اس کو تعزیر مدعی کا اختیار ہے کذا فی المنیۃ وفی الاشباہ خدع امرأۃ انسان واخرجہا وزوجہا یحبس حتی یتوب او یموت لسعیہ فی الارض بالفساد اور اشباہ میں ہے کسی نے فریب دیا ایک آدمی کی عورت کو اور اسکو نکالا اور اس کا نکاح کر دیا تو فریب دینے والا قید کیا جائے یہاں تک کہ توبہ کرے یا قید میں مر جائے بسبب سعی کرنے اس شخص کے زمین میں فساد کے ساتھ من لہ دعوی علی آخر فلم یجد فامسک اہلہ للظلمۃ فحبسوہم وغرموہم غرر المدعی ایک شخص کا دعوی تھا دوسرے پر سو اس نے اس کو نپایا تو اس کے لوگوں کو ظالموں کے پاس پکڑوایا سو انہوں نے ان کو قید کیا اور ان سے ڈانڈ لیا تو مدعی تعزیر دیا جائے ویعزر علی الورع البارد کتعریف نحو تمرۃ اور تعزیر دی جائے ورع بارد یعنی نالائق پرہیزگاری پر چنانچہ مانند ایک کھجور کے پہچنوا نام تاتار خانیہ میں مروی ہے کہ خلافت عادلہ کے وقت میں ایک شخص نے کھجور کا ایک پھل مدینہ کے بازار میں پایا سو اس کو اٹھا لیا اور بار بار کہتا تھا کہ یہ کس کی کھجور ہے اس قول سے اس کو اپنے زہد اور تقویٰ کا اظہار خلق میں منظور تھا امیر المومنین عمر فاروق نے یہ سنا اور مطلب اس کا پایا فرمایا کھالے اس کو یا بارد الورع یہ وہ تقوی ہے جس سے حق تعالیٰ بغض رکھتا ہے کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ التعزیر لا یسقط بالتوبۃ کالحد تعزیر ساقط نہیں ہوتی توبہ کرنے سے مانند حد کے ثم قال واستثنی الشافعی ذو الہیئات قلت قد قدمناہ لاصحابنا عن القنیۃ وغیرہا وزاد الناطفی فی اجناسہ مالم یتکرر فیضرب التعزیر پھر صاحب اشباہ نے کہا اور امام شافعی نے تعزیر سے ذوی الہیئات یعنی متدین اور اصحاب مروت کو مستثنیٰ کیا ہے میں کہتا ہوں کہ ہم نے اشباہ میں اپنے اصحاب حنفیہ کے قول قنیہ سے مقدم ذکر کیے یعنی صاحب مروت کے حق میں عدم تعزیر بسبب اکتفا علی النصیحۃ کی ہے اور ناطفی نے اپنے اجناس میں اتنا زیادہ کہا کہ اصحاب مروت سے اس وقت تک حد ساقط ہے جب تک بار بار قصور نہ ہو اور مکرر ہونے میں تو تعزیر ماری جائے گی طحطاوی نے تمرتاشی کا قول نقل کیا کہ جب اس نے دوبارہ قصور کیا تو معلوم ہو گیا کہ وہ صاحب مروت نہیں وفی الحدیث تجافوا عن عقوبۃ ذوی المروۃ الا فی الحد اور حدیث میں ہے کہ دور ہو صاحبان مروت کی عقوبت سے مگر سوائے حد کے م یہی حدیث دونوں مذہب میں عدم تعزیر صاحبان مروت پر دلیل ہے وفی شرح الجامع الصغیر للمناوی الشافعی فی حدیث اتق اللہ لا تاتی یوم القیمۃ ببعیر تحملہ علی رقبتک لہ رغاء او بقرۃ لہا خوار او شاۃ لہا ثواج قال یوخذ منہ تجریس السارق ونحوہ فلیحفظ اور مناوی شافعی کی شرح جامع صغیر کے اندر اس حدیث میں کہ ڈر اللہ تعالیٰ سے کہ کہیں نہ لاوے تو قیامت کے دن اپنی گردن پر اٹھا کر اونٹ بلبلاتا یا گائے بیل بائیں بائیں کرتا ہوا یا بھیڑ بکری میں میں کرتی ہوئی مناوی نے کہا کہ اس حدیث سے چور اور اس کے مانند کو گھنٹا باندھنا تفضیح کے واسطے نکلتا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م مناوی کی عبارت کا یہ مضمون ہے کہ ابن میز نے کہا کہ مجھ کو یہ گمان ہے کہ تجریس سارق وغیرہ کی حاکموں نے اس حدیث سے نکالی ہے لغت عرب میں برغا اونٹ کی آواز کو کہتے اور خوار گائے بیل کی آواز کو کہتے ہیں اور ثواج بضم ثاء مثلثہ اور بعد اس کے ہمزہ مفتوحہ ممدودہ اور اس کے

Marfat.com

بعد جیم بھیڑ بکری کی آواز کو بولتے ہیں کذا فی الطحطاوی م یہ حدیث سرقہ میں وارد ہوئی ہے یعنی جو جانور کو چورائے گا وہی جانور اس کی گردن پر قیامت کے دن اپنی بولی بولتا آئے گا فیضحت کرنے کو انتقال مذہب سے یہاں تک سب اقوال شارح نے اشباہ سے نقل کیئے **تتمہ** اگر کسی کو کسی نے یا مخنث کہا تو بہتر یہ ہے کہ صبر کرے اور اگر حاکم سے تعزیر دلا دے تو جائز ہے اور اگر یوں جواب دے بلکہ تو مخنث ہے تو کچھ مضائقہ نہیں اگر زوجہ یا غلام بے ادبی کرے تو مولے اور زوج کو تادیب حلال ہے اور جو شراب خواروں کی مجلس میں حاضر ہوتا ہو اس پر تعزیر ہے اگرچہ شراب نہ پیتا ہو اور جس کے پاس شراب ہو برتن میں اور جو متیم رمضان شریف میں دن کو کھاتا پیتا ہو متعذا اس پر تعزیر ہے اور قید ہے اور جو مسلمان کہ شراب بیچتا ہو یا بیاج کھاتا ہو وہ تعزیر دیا جائے اور قید کیا جائے اور اسی طرح مغنی اور مخنث اور نوحہ گر عورت پر تعزیر اور حبس ہے یہاں تک کہ توبہ کریں کذا فی الفتح القدیر اگر ایک نے دوسرے کو کہا یا سفلہ یا بے نماز تو اس پر تعزیر ہے اور اگر ایک شخص کسی مقدمہ کا علماء سے فتوی لکھا کر اپنے خصم کے پاس لایا تو مخاصم نے کہا کہ میں اس پر عمل نہیں کرتا یا یوں کہا کہ ایسا نہیں ہے جیسا ان علما نے فتوی دیا ہے حالانکہ وہ شخص جاہل اہل علم کو تحقیر سے ذکر کرتا ہے تو اس پر تعزیر واجب ہے، آدمی کے حق میں بہتر یہ ہے کہ جب اس سے کہا جائے کہ کون چیز موجب حد اور تعزیر ہے تو اس کا جواب نہ دے کتابت صکوک اور خطوط کی زور سے یعنی جعلی اسناد بنانا موجب تعزیر ہے احکام شرعی کو بطور مزاح کے ذکر کرنا موجب تعزیر ہے اور جو مسلمان کو طمانچہ مارے یا اس کی پگڑی سر پر سے اچھال دے بازار میں تو اس پر تعزیر ہے کذا فی العالمگیریہ ؛ فریب ۱۲

Marfat.com

کتاب السرقۃ

یہ کتاب ہے سرقہ یعنی چوری کے احکام میں سرقہ بفتح سین وکسر راء مہملہ ہے اور سکون راء بھی جائز ہے چونکہ مقصود حدود سے حفظ نفس اور حفظ عقل اور حفظ آبرو ہے لہذا حدود کے بعد کتاب السرقہ کا مذکور کرنا مناسب ہوا اس واسطے کہ مال سے مقصود جان اور آبرو کی حفاظت ہے ہی لغۃ اخذ الشئ من الغیر خفیۃ وتسمیۃ المسروق سرقۃ مجازا وہ یعنی چوری لغت میں غیر سے کسی چیز کے لینے کو کہتے ہیں چھپا کر اور مسروق کو جو سرقہ کہتے ہیں تو باعتبار مجاز کہتے ہیں اور سرقہ لغوی میں داخل ہے استراق السمع یعنی چھپ کر غیر کی بات سننا کذا فی المنح وشرعا باعتبار الحرمۃ اخذ کذلک بغیر حق نصابا کان ام لا اور شرع میں باعتبار حرام ہونے کے سرقہ اسی طرح کے لینے کے عبارت ہے یعنی غیر کی چیز چھپا کر ناحق لینا خواہ وہ چیز بقدر نصاب ہو یا نہ ہو باعتبار القطع اخذ مکلف ولو انثی او عبدا او کافرا او مجنونا حال افاقتہ اور باعتبار ہاتھ کاٹنے سے شرع میں سرقہ عبارت ہے مکلف کے لینے سے اگرچہ وہ مکلف عورت ہو یا غلام یا کافر یا مجنون یعنی مجنون نے اپنے ہوش کی حالت میں چوری کی تو وہ بھی مکلف میں داخل ہے کذا فی النہر ہم سرقہ میں رکن اخذ ہے اور باقی جن کو ماتن اور شارح ذکر کریں گے وہ شرائط ہیں مصنف نے اخذ کو مطلق کہا تو اخذ حقیقی وحکمی دونوں کو شامل رہا اخذ حقیقی یہ ہے کہ بذات خود چیز کو مکان محفوظ سے نکالے اور اخذ حکمی یہ ہے کہ چند سارق کسی کے مکان میں داخل ہوں اور مال کو چرا دیں اور ایک شخص کی پیٹھ پر لاد کر گھر سے باہر نکلیں تو سب کے ہاتھ کاٹے جاویں گے بنا بر استحسان کے اور مکلف کی قید سے صغیر اور مجنون نکل گئے کہ ان پر قطع ید نہیں لیکن مال کی ضمانت ہے کذا فی البحر ناطق بصیر فلا یقطع اخرس لاحتمال نطقہ لشبہۃ ولا اعمی لجہلہ بمال غیر المکلف مذکور ناطق اور بصیر ہو تو ناطق کی قید سے گونگے کا ہاتھ نہ کاٹا جاوے گا اس کے شبہہ بیان کرنے کے احتمال سے یعنی اگر وہ ناطق ہوتا تو شائد ایسا شبہہ بیان کرتا جس میں قطع ید نہیں اور نہ اندھے کا ہاتھ کاٹا جاوے گا بسبب اس کی نادانستگی کے مال غیر سے یعنی عدم ابصارت سے عدم امتیاز اپنے مال کا غیر کے مال سے متصور ہے گو اس کو نادانستگی نہ ہوتی ہو عشرۃ دراہم لم تقل مضروبۃ کما فی المغرب الدراہم المضروبۃ سرقہ عبارت دس درم کے لینے سے مصنف نے دراہم مضروبہ نہ کہا یعنی سکہ دار اس واسطے کہ مغرب میں ہے کہ دراہم سکہ دار ہی کا نام ہے یعنی درم کی حقیقت میں ضرب داخل ہے تو اب ضرب کے ذکر کرنے کی کیا حاجت ہے کہ غیر مضروب کا درم نام نہیں ہم اس میں اختلاف ہے کہ ہر مقدار مالی میں قطع ہے یا اس مقدار معین میں جس سے کمتر میں قطع نہیں پہلا قول حسن بصری اور داؤد ظاہری اور خوارج کا ہے بدلیل قرآن اور حدیث کے حق تعالیٰ نے فرمایا (السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیہما) یعنی چور اور چورنی دونوں کا ہاتھ کاٹو یہ آیت مطلق ہے مقدار معین اس میں مذکور نہیں اور حدیث متفق علیہ میں رسی اور انڈے کے چرانے میں قطع ید مذکور ہے اور ان کے سوا جمیع فقہائے امصار اور علمائے اقطار اس قول پر متفق ہیں کہ بدوں مال معین کے قطع ید نہیں اس واسطے کہ بخاری اور مسلم میں حدیث مرفوع متفق علیہ ہے لا قطع الا فی ربع دینار فصاعدا یعنے قطع نہیں مگر ربع دینار میں یا اس سے زیادہ میں تو اس حدیث سے اول حدیث کی تاویل واجب ہوئی دس درم یا ربع دینار کی قیمت کی مراد ہے اور بیضہ سے بیضہ حدید مراد ہے یا حدیث اول منسوخ ہے اگر کوئی کہے کہ شائد حدیث ثانی منسوخ ہو تو ترجیح کی کیا وجہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ فی الحقیقۃ کسی حدیث کی تاریخ معلوم نہیں جو ایک حدیث کا منسوخ ہونا متعین ہو جاوے باقی رہی وجہ اولویت عمل سو وہ جمہور کی طرف ہے

Marfat.com

اس واسطے کہ باب الحدود میں تعارض کے وقت مانند قول جمہور متعین ہے یعنی نظر باحتیاط و استحباب در مقدار حد کا معین کرنا قطع ید کے واسطے ارجح اور اولیٰ ہے علاوہ اس کے اجماع صحابہ کرام بھی اسی پر منقول ہے تو اسی سے اطلاق آیت کا بھی مقید ہو گیا اور عقل سے بھی اس واسطے کہ حقیر مطلق میں رغبت نہیں ہوتی تو اس کو کوئی روکتا بھی نہیں چنانچہ گیہوں کا ایک دانہ تو آیت سرقہ مطلق ہو تو ایک گیہوں کے دانہ لینے سے بھی قطع واجب ہو اور تخصیص آیت کی فقط جمہور ہی کے نزدیک نہیں بلکہ اخذ من الحرز سے بھی بالاجماع مخصوص ہے پھر جن کے نزدیک مقدار معین قطع میں شرط ہے وہ تعین مقدار میں مختلف ہیں تو ہمارے اصحاب حنفیہ اور ایک جماعت تابعین کے نزدیک دس درہم کی تعیین ہے اور امام شافعی کے نزدیک ربع دینار ہے اور امام مالک اور احمد کے نزدیک ایک ربع دینار یا تین درہم ربع دینار کی حدیث صحیحین سے مذکور ہو چکی اور مسند احمد میں عائشہ صدیقہؓ سے حدیث مرفوع ہے کہ قطع کرو ربع دینار میں اور نہ قطع کرو اس سے کمتر میں اور ربع دینار اس وقت میں تین درم کا تھا امام مالک نے موطا میں کہا کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے ڈھال کی چوری میں قطع کیا جس کی قیمت تین درم تھی اور عثمان رضی اللہ عنہ نے اترج کی چوری میں قطع کیا جس کی قیمت تین درم تھی اور اصحاب حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ ڈھال کی قیمت تین درم سے زیادہ بھی بروایت صحیح ثابت ہوئی اور اخذ بالاکثر باب الحدود میں واسطے احتیال درؤ حد کے اولیٰ ہے حاکم نے مستدرک میں مجاہد عن ابن عمر روایت کی کہ قطع ید عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں ہوا مگر ڈھال کی قیمت میں اور قیمت اس کی اس وقت میں ایک دینار تھی ہر چند ابن عمر میں اختلاف ہے کہ صحابی ہے یا تابعی اگر صحابی ہے یا تابعی اگر تابعی ہے تو بقول ابو زرعہ رازی اور ابن حبان ثقہ اور حجت ہے تو حدیث مرسل ہوئی او مرسل ہمارے نزدیک اور اکثر اہل علم کے نزدیک قادح نہیں بلکہ حجت ہے تو اس کا معتبر رکھنا واجب ہوا تو ثابت ہوا کہ ڈھال کی قیمت میں اختلاف ہوا تین درم یا دس درم کا تو اخذ بالاکثر واجب ہوا اس واسطے کہ شرع نے اس باب میں حد کا تا لنا حتی الامکان واجب کیا اور مقوی اس قول کی نسائی کی روایت ہے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کہ قیمت ڈھال کی حضرت رسالت کے وقت میں دس درم تھی اور یہ روایت دار قطنی اور مسند احمد اور اسحق بن راہویہ میں ثابت ہے اور ابن ابی شیبہ میں حدیث مرفوع ہے کہ جو بقدر ڈھال کے قیمت پہنچے تو اس کے صاحب یعنے چرانے والے کا ہاتھ کاٹا جاوے اور قیمت ڈھال کی دس درم تھی اور طبرانی نے معجم میں اور عبدالرزاق اور ترمذی نے ابن مسعود سے روایت کی کہ قطع نہیں مگر دینار میں یا دس درم میں اور یہ حدیث مرسل ہے کہ قاسم بن عبدالرحمن نے ابن مسعود سے روایت کی حالانکہ قاسم کو ابن مسعود سے سماعت نہیں لیکن مسند ابو حنیفہ میں عن القاسم بن عبدالرحمن عن ابیہ عن عبداللہ بن مسعود قال[1] کان یقطع الید علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی عشرۃ دراہم تو یہ روایت مرسل نہیں بلکہ موصول ہے اور ابن خسرو نے بروایت محمد بن الحسن عن ابی حنیفہ مرفوع نقل کیا لا یقطع الید فی اقل من عشرۃ دراہم تو یہ حدیث موصول مرفوع ہے اور اگر موقوف بھی ہوتی تو بھی بجائے مرفوع تھی اس واسطے کہ مقدار شرعیہ میں قیاس مجتہد کو دخل نہیں تو موقوف اس میں محمول علی الرفع ہے کذا فی فتح القدیر ملخصا جیادا و مقدارہا فلا قطع بنقرۃ وزنہا عشرۃ لاتساوی عشرۃ مضروبۃ ولا بدینار قیمتہ دون عشرۃ سرقہ عبارت ہے کھرے دس درم کے لینے سے یا بمقدار دس درم کے تو قطع نہیں اس چاندی کی ڈلی سے جو بوزن دس درم ہے مگر دس درم مضروب کے برابر نہیں قیمت میں اور قطع نہیں اس دینار سے جس کی قیمت دس درم سے کم ہے وتعتبر القیمۃ وقت السرقۃ ووقت القطع ومکانہ بتقویم عدلین لہا معرفۃ بالقیمۃ ولا قطع عند اختلاف المقومین ظہیریہ اور معتبر ہے قیمت چوری کے وقت اور قطع ید کے وقت اور معتبر ہے قیمت قطع کرنے کے مکان میں دو عادلوں کے قیمت ٹھہرانے سے جن کو معرفت ہے قیمت کی اور قطع نہیں دو قیمت ٹھہرانے والوں کے اختلاف کے وقت کذا فی الظہیریہ ہم تو اگر ایک کپڑا چرایا جس کی قیمت دس درم تھی سو مالک نے

[1] لینا مقام محفوظ ہے ۱۲ عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ ہاتھ کاٹا جاتا تھا عہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دس درم میں ۱۲ سقہ کا ٹا جاوے ہاتھ کمتر میں دس درم سے ۱۲

Marfat.com

دوسرے شہر میں اس کو گرفتار کیا اور وہاں اس کی قیمت آٹھ درم تھی تو قطع نہ ہوگا اور اختلاف قیمت کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص دس درم یا زیادہ قیمت کرتا ہے اور دوسرا اس سے کم تو قطع نہیں اور اگر نصاب سے زیادہ میں اختلاف ہوا تو وہ مانع قطع کا نہیں مقصودۃ بالاخذ فلا قطع بثوب قیمتہ دون عشرۃ دنانیر او دراہم مصرورۃ الا اذا کان وعاء لہا عادۃ کتخنیس اور ایسے دراہم جن کا لینا مقصود بالذات ہو تو قطع نہیں اس کپڑے کی چوری سے جس کی قیمت دس درم سے کم ہے اور اس میں ایک دینار یا دس درم بندھے ہیں اس واسطے کہ کپڑا لینا مقصود تھا نہ دینار اور دراہم مگر اس کپڑے کے لینے میں البتہ قطع ہے جو دینار یا دراہم کے رکھنے کا ظرف ہو بطور عادت کے کذا فی التخنیس یعنے چنانچہ دینار اور درہم کی تھیلی لی تو البتہ قطع ہے اگر اس میں بقدر نصاب ہو اس واسطے کہ تھیلی لینے میں دراہم مقصود ہوتے ہیں اگرچہ تھیلی کی قیمت ایک درم سے کم ہو ظاہرۃ الاخراج فلو ابتلع دینارا فی الحرز وخرج لم یقطع ولا ینتظر لتغوطہ بل یضمن مثلہ لانہ استہلکہ وہو سبب الضمان للحال ایسے دراہم جن کا نکال لینا سارق سے ظاہر ہو تو اگر سارق نے ایک دینار کو مقام محفوظ میں نگل لیا اور نکل آیا تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا جاوے گا اس واسطے کہ دینار کا نکال لینا اس کے پیٹ سے ظاہر نہیں اور نہ انتظار کیا جاوے گا اس کے بگنے کا بلکہ مثل اس دینار کے اس سے ضمان لیا جاوے گا اس واسطے کہ اس نے اس کو مستہلک کیا اور استہلاک فی الحال ضمان لینے کا سبب ہے خفیۃ ابتداء او انتہاء لو اخذ نہارا ومنہ ما بین العشائین وابتداء فقط لو لیلا لینا چھپ کر ہو ابتداء میں بھی اور انتہا میں بھی اگر دن ہو اور مغرب اور عشا کے درمیان کا وقت بھی دن میں داخل ہے اور فقط ابتدا میں اخفا شرط ہے اگر رات ہو ہم اخفا کی قید سے غارت گری اور زور چھین لینا اور ہاتھ سے اچک لے جانا سرقہ کی تعریف سے نکل گیا پھر اگر چوری دن میں ہوئی شہر کے اندر تو اخفا شرط ہے ابتدا میں بھی اور انتہا میں بھی اور عشا تک دن میں اس واسطے داخل ہوا کہ اس وقت تک آدمیوں کی آمد و رفت . . . . ہوا کرتی ہے اور اگر رات میں چوری ہوئی تو فقط ابتدا کا اخفا شرط ہے نہ انتہا کا تو اگر سارق رات کو گھر میں داخل ہوا بطور خفیہ کے پھر اس نے مال کو ظاہر ہو کر لیا گو بعد مقاتلہ تو اس کا ہاتھ کاٹا جاوے گا خفیہ اولی پر اکتفا کر کے کذا فی المنح وہل العبرۃ لزعم السارق ام لزعم احدہما خلاف اور اخفا میں کیا سارق کے گمان کا اعتبار ہے یا سارق اور صاحب مال میں سے کسی ایک کا اس میں خلاف ہے ہم محل اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب سارق نے گمان کیا کہ صاحب خانہ جانتا ہے اور حالانکہ صاحب خانہ کو اس کا علم نہیں تو شرح زیلعی میں کہا کہ اس میں قطع نہیں اس واسطے کہ سارق کے گمان میں خفیہ نہیں بلکہ اس نے کھل کر لیا اور خلاصہ اور محیط اور ذخیرہ میں قطع مذکور ہے اس واسطے کہ دونوں میں سے ایک کے گمان میں خفیہ ہونا کافی ہے اور یہ مسئلہ رباعی ہے یعنی اس میں چار صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے سارق اور صاحب خانہ دونوں کو علم ہو اس میں قطع نہیں باتفاق دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں کو علم نہیں اس میں قطع ہے بالاتفاق تیسری صورت یہ ہے کہ صاحب خانہ جانتا ہے اور سارق کو اس کے علم کا علم نہیں تو ظاہرا اس میں بھی قطع ہے بالاتفاق اور چوتھی صورت اول مذکور ہو چکی من صاحب ید صحیحۃ فلا یقطع السارق من السارق فتح لینا مال کا اس شخص سے ہو جس کا قبضہ صحیح ہے تو جس نے چور کے پاس چوری کی اس پر قطع نہیں کذا فی الفتح مما لا یتسارع الیہ الفساد کلحم وفواکہ مجتبے مال مسروق اس قسم سے ہو جو جلد نہ بگڑ جاتا ہو جیسے گوشت اور تر میوے کذا فی المجتبے تو ان کی چوری میں بقدر نصاب ہوں قطع نہیں ولا بد من کون المسروق متقوما مطلقا فلا قطع بسرقۃ خمر مسلم کان السارق او ذمیا وکذا الذمی اذا سرق من ذمی خمرا او خنزیرا او میتۃ لا یقطع لعدم تقومہا عندنا ذکرہ الباقانی اور ضرور ہے مسروق کا مال متقوم ہونا مطلقا یعنی ہر دین والے کے نزدیک مال متقوم ہو تو قطع نہیں مسلمان کی شراب چرا لینے سے خواہ سارق مسلم ہو یا ذمی اور اسی طرح جب کہ ذمی دوسرے ذمی سے شراب یا سور یا مردار کو چرا وے تو قطع نہیں اس واسطے کہ اشیاء مذکورہ مال متقوم نہیں ہمارے یعنی اہل اسلام کے نزدیک اس شرط کو

Marfat.com

باقانی نے مذکور کیا ہے ھ حلبی نے کہا کہ شارح کی عبارت باوجود تطویل اس صورت کو شامل نہیں جب مسلم ذمی کی شراب چوراوے تو اگر یوں کہتا لاقطع بسرقۃ خمر یعنی قطع نہیں شراب کی چوری سے تو احصر اور اشمل ہوتا فی دار العدل فلا یقطع لسرقۃ فی دار حرب اوبغی بدائع چوری دار العدل یعنی دارالاسلام میں ہو تو قطع نہیں دارالحرب یا دار البغی کی چوری سے کذا فی البدائع تو اگر بعض تجار مسلمین نے بعض کا مال دارالحرب میں چرایا پھر جب دار الاسلام میں آئے تو چور گرفتار ہوا تو امام اس کا ہاتھ نہ کاٹے گا کذا فی البحر من حرز بمرۃ واحدۃ اتحد مالکہ ام تعدد چوری ہوئی ہو مکان محفوظ سے یکبارگی خواہ مال کا مالک ایک ہو یا چند مالک ہوں ھ حرز یعنی حفاظت کا مکان دو قسم ہے ایک حرز بنفسہ دوسرا حرز لغیرہ بنفسہ وہ مکان ہے جو حفاظت کے واسطے بنا ہو اور اس میں جانا بلا اذن مالک ممنوع ہو جنانچہ گھر اور دوکان اور خیمہ اور خزانہ اور صندوق اور حرز لغیرہ وہ مکان ہے جو حفاظت مال کے واسطے نہیں بنا مگر اس میں نگہبان موجود ہے چنانچہ مسجد اور راہ اور میدان اور قنیہ میں ہے کہ اگر جنگل کے مدفون مال کو چورایا تو اس میں قطع ہے کذا فی البحر اور ایک بار کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر بعض مال کو گھر سے نکالا پھر دوسرے بار داخل ہو کر باقی کو نکالا تو قطع نہیں بشرطیکہ اطلاع مالک یا اخلاق باب یا اصلاح نقب کا درمیان میں تخلل واقع ہوا ہو اور اگر ان امور کا تخلل نہیں واقع ہوا اور باوجود اس کے دوبار میں نکالا تو یہ ایک ہی چوری ہے تو البتہ قطع ہوگا کذا فی الحموی عن السراج اور اتحاد اور تعدد مالک سے معلوم ہوا کہ اگر ایک شخص نے بقدر نصاب جماعت کا مال چرایا تو قطع ہے اور اگر دو شخصوں نے بقدر نصاب ایک کا مال چورایا تو دونوں پر قطع نہیں اور اعتبار نصاب کا سارق کے حق میں ہے نہ مالک کے حق میں بشرطیکہ حرز واحد ہو کذا فی الطحطاوی عن البحر لاشبہۃ ولا تاویل فیہ وثبت ذلک عند الامام کما سیتضح نہ شبہہ ہو اس لینے میں نہ تاویل اور یہ ثابت ہوا ہو امام کے نزدیک چنانچہ یہ عنقریب واضح ہوگا ھ شبہہ کی قید سے وہ شخص نکل گیا جس نے اپنے محرم کے گھر سے مال کو نکالا اور تاویل کی قید سے مصحف کی چوری نکل گئی کہ اس میں قطع نہیں اس واسطے کہ اس میں تلاوت کرنے کی تاویل ممکن ہے یعنی سارق کہہ سکتا ہے کہ میں نے چرایا نہیں بلکہ پڑھنے کے واسطے لیا ہے فیقطع ان اقر بہا مرۃ والیہ رجع الثانی طائعا جب تعریف سرقہ کی معلوم ہوئی تو داہنا ہاتھ سارق کا قطع کیا جاوے گا اگر اس نے ایک بار چوری کا اقرار کیا بلا جبر اور ابو یوسف نے ایک بار کے اقرار کے طرف رجوع کیا اور اول وہ اس کے قائل تھے کہ دو مجلسوں میں دوبار کے اقرار سے چوری ثابت ہوتی ہے فاقرارہ بہا مکرہا باطل ومن المتاخرین من افتی بصحتہ ظہیریہ زاد القہستانی مغربا لخزانۃ المفتیین وسیجیل ضربہ لیقر وسنحققہ تو چوری کا اقرار کرنا سارق کا جبر اور زبردستی سے باطل ہے اور بعضے متاخرین نے صحت اکراہ کا فتوی دیا ہے کذا فی الظہیریہ اور قہستانی نے خزانۃ المفتیین کی طرف نسبت کر کے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ سارق کا مارنا بھی حلال ہے تاکہ وہ اقرار کرے چوری کا اور عنقریب ہم اس کی تحقیق بیان کریں گے او شہد رجلان اور قطع ید ہوگا اگر دو مرد گواہی دیں چوری کی ھ مصنف نے دو مردوں کی قید اس واسطے لگائی کہ عورتوں کی گواہی اس میں مقبول نہیں اور اقرار شہادت میں حصر کرنے حجت سے اشارہ کیا کہ شہادت علی الشہادۃ سے اور قسم کے انکار سے قطع نہیں اگرچہ ضمان مال ہے کذا فی المنح ولو عبد البشرط حضرۃ مولاہ ولا تقبل علی اقرارہ ولو بحضرتہ اور اگر سارق غلام ہے تو حضور اس کے مولی کا شرط ہے شہادت کی اور گواہی مقبول نہیں غلام کے اقرار پر اگرچہ مولی کے سامنے ہو ھ فتاوی عالمگیری میں ہے کہ جب گواہوں نے گواہی دی عبد ماذون کی دس درم یا زیادہ کی چوری کی تو اگر اس کا مالک موجود ہے تو بالاتفاق قطع ہے اور اگر مال قائم ہے تو صاحب مال کو پھیر دینا چاہیے اور اگر مولے غائب ہے تو امام کے نزدیک قطع نہیں اور سرقہ کا ضمان ہے اور اگر شاہدوں نے کمتر نصاب کی گواہی دی تو قاضی مال دینے کا حکم کرے نہ قطع کا خواہ مولی موجود ہو یا نہ ہو وسائلہما الامام کیف ہی واین ہی وکم ہی زاد فی الدرر وما ہی ومتی ہی ومن سرق وبیناہا اعتبلا

Marfat.com

للدعا اور سوال کرے امام گواہوں سے کہ کیونکر چوری ہوئی اور کہاں ہوئی اور کتنی ہوئی درر میں دو سوال زیادہ مذکور ہیں کہ چوری کس کو کہتے ہیں اور کب ہوئی اور کس شخص کی چوری کی اور دونوں گواہ ان سوالات کا جواب کریں یہ سوالات حد ٹالنے کی حیلہ جوئی کے واسطے ہیں ھ کیفیت سرقہ کا سوال اس احتمال سے ہے کہ شاید چور نے نقب دیا ہو گھر میں اور بلا دخول ہاتھ ڈال کر چوری کی ہو تو اس میں قطع نہیں ظاہر الروایہ میں اس واسطے یہ شخص اچکا ہوا نہ چور اور مکان کا سوال اس احتمال سے ہے کہ دار الحرب میں چوری کی ہو یا مستامن کا مال دار الاسلام میں چرایا ہو کہ اس میں قطع نہیں اور مقدار سرقہ کا سوال اس احتمال سے ہے کہ شاید نصاب سے کم ہو اور حقیقت سرقہ کا سوال اس واسطے ہے کہ شاید استراق کلام یا استراق رکوع اور سجود سے شاہدوں نے اس کو چوری کی طرف منسوب کیا ہو اور تاکہ غصب اور قطاع الطریق سے احتراز ہو اور زمان سرقہ کا سوال تقادم کے احتمال سے ہے اس واسطے کہ حدود خالصہ میں تقادم یعنی مدت گذرنا مبطل شہادت ہے اور صاحب مال کا سوال اس احتمال سے ہے کہ شاید مالک محرم یا زوجہ ہو سارق کی ویحبسہ حتی یسأل عن الشہود لعدم الکفالۃ فی الحدود اور بعد شہادت مذکورہ کے حاکم قید میں رکھے سارق کو تا شاہدوں کی عدالت دریافت کرے حبس کرنا واسطے نہ ہونے حاضر ذہنی کے ہے حدود میں حاضر ذہنی جائز نہیں تو تا تحقیق عدالت شہود متہم کو محبوس کرنا چاہیے تا بھاگ نہ جاویں ویسأل المقر عن الکل الا الزمان ومافی الفتح الا المکان تحریف نہر اور حاکم چوری کے اقرار کرنے والے سے جمیع امور مذکورہ کا سوال کرے سوائے زمانے کے اور جو فتح القدیر میں ہے کہ مقر سے مکان کا بھی سوال نہ کرے یہ تحریف ہے کذا فی النہر الفائق ھ مقر سے زمان کا سوال اس واسطے نہیں کہ تقادم مانع اقرار کا نہیں اور فتح القدیر کے بعض نسخوں میں ہے کہ سوائے مکان کے باقی شروط سے سوال کرے گویا یہ تحریف ہے حق یہ ہے کہ مکان سے بھی سوال کرے کہ شاید دار الحرب میں چوری کی ہو کذا فی النہر حموی نے کہا کہ زمان سے بھی سوال کرے اس احتمال سے کہ شاید مقر نے اپنی طفلی کی حالت میں چوری کی ہو وصح رجوعہ عن اقرارہ بہا وان ضمن المال وکذا لو رجع احدہم وقال ہو مالی او شہدا علی اقرارہ بہا وہو یجحد اویسکت فلا قطع شرح وہبانیہ اور صحیح ہے رجوع کرنا مقر کا اپنی چوری کے اقرار سے اگرچہ اس حالت میں ضامن ہوگا مال مسروق کا اور اسی طرح رجوع صحیح ہے اگر سب چوروں میں ایک نے اقرار سے رجوع کیا یا یوں کہا کہ وہ میرا مال ہے یا دو گواہوں نے اس کی چوری کے اقرار پر گواہی دی اور وہ منکر ہے یا ساکت ہے تو قطع نہیں کذا فی شرح الوہبانیہ ھ محیط میں مذکور ہے کہ دو شخصوں نے چوری کا اقرار کیا پھر ایک شخص اقرار سے پلٹ گیا تو قطع دونوں سے ساقط ہو گیا اس واسطے کہ بعد ثبوت شرکت کے چوری میں جب راجع سے حد ساقط ہوئی تو دوسرے سے بھی ساقط ہوگی اس واسطے کہ شرکت برابری کو چاہتی ہے کذا فی المنح فان اقر بہا ثم ہرب فان فی فورہ لا یتبع بخلاف الشہادۃ وکذا نقلہ المصنف عن الظہیریۃ ونقلہ شارح الوہبانیۃ بلا قید الفوریۃ پھر اگر سارق نے چوری کا اقرار کیا پھر بھاگ گیا اگر فوراً بھاگا بمجرد اقرار کے تو اس کا پیچھا نہ کیا جاوے بخلاف شہادت کے کہ اس کے بعد اگر بھاگے گا تو گرفتار کیا جاوے گا اسی طرح نقل کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ظہیریہ سے اور شارح وہبانیہ نے اس کو بلا قید فوریت نقل کیا تو ظاہر اتنافی ہوئی دونوں نقلوں میں ھ طحطاوی نے صاحب الفوائد سے نقل کی کہ مصنف کو یوں تعبیر کرنا بہتر تھا فان اقر بہا ثم ہرب وان فی فورہ یعنی چوری کا اقرار کیا پھر بھاگا اگرچہ فی الفور بھاگا اس کا پیچھا نہ کیا جاوے گا اس تعبیر سے ثابت ہوتا ہے کہ رجوع بعد الفور سے بھی قطع نہیں اس واسطے کہ اس کا بھاگنا اس کے رجوع قول کے برابر ہے اور رجوع صریح لفظ میں حکم مختلف نہیں فی الفور اور تراخی میں تو اس وقت میں شرح وہبانیہ کے نقل میں کچھ منافات نہیں اور فتاوی عالمگیری میں بھی محیط سے موافق صاحب الفوائد کے وان فی فورہ ہے یعنی ان متصلہ ہے نہ منفصلہ ولا قطع بنکول واقرار مولی علی عبدہ بہا وان لزم المال لا قراره علی نفسه اور قطع نہیں سارق کے قسم نہ کھانے سے اور مولی کے اقرار کرنے سے اپنے غلام کی چوری پر اگرچہ مال کا دینا لازم

Marfat.com

ہے اپنی ذات پر اقرار کرنے سے م جب سارق نے عدم سرقہ کی قسم نہ کھائی تو گویا مال کا اقرار کیا اور مولیٰ کا اقرار موجب مطالبہ ہے والسارق لایفتی بعقوبتہ لانہ تجنیس وعزاہ القہستانی للواقعات معللا بانہ خلاف الشرع ومثلہ فی السراجیۃ اور فتوی نہیں سارق کی عقوبت اور ضرب پر تا چوری کا اقرار کرے اس واسطے کہ اس کا مارنا ظلم ہے اور قہستانی نے اس کو واقعات کی طرف نسبت کیا ہے اس طرح دلیل لا کر کہ مارنا اس کا خلاف شرع ہے اور مانند اس کے سراجیہ میں ہے ونقل عن التجنیس عن عصام انہ سئل عن سارق منکر فقال علیہ الیمین فقال الامیر سارق و یمین ما توا بالسوط فما قربوہ عشرۃ حتی اقر فاتی بالسرقۃ فقال سبحان اللہ ما رایت جورا یشبہ بالعدل من ہذا اور تجنیس سے منقول ہے کہ عصام بن یوسف سے سوال ہوا اس سارق سے جو چوری کا منکر ہے تو جواب دیا کہ اس پر قسم ہے تو امیر بلخ نے کہا سارق اور قسم یعنی سارق کو جھوٹی قسم کا کیا خوف ہوگا کوڑا لاؤ سو مارنے والوں نے دس کوڑے نہ مارے تھے کہ اس نے چوری کا اقرار کیا پھر چوری کا مال لا دیا تو عصام نے کہا سبحان اللہ میں نے کوئی ظلم مشابہ بالعدل اس سے زیادہ تر نہیں دیکھا کذا فی المنح وفی اکراہ البزازیۃ من المشائخ من افتی بصحۃ اقرارہ بہا مکرہا اور بزازیہ کی کتاب الاکراہ میں ہے بعضے مشائخ نے چوری کا اقرار زبردستی کروانے کی صحت کا فتوی دیا ہے یعنی ضمان کے حق میں نہ قطع کے حق میں وعن الحسن بن حیل ضربہ حتی یقر مالم یظہر العظم اور حسن بن زیاد سے مروی ہے کہ ضرب سارق کی حلال ہے یہاں تک کہ چوری کا اقرار کرے بشرطیکہ اتنی ضرب نہ ہو جس سے ہڈی کھل جاوے ونقل للمصنف عن ابن العز الحنفی صح انہ علیہ الصلوۃ والسلام امر الزبیر بن العوام بتعذیب بعض المعاہدین حین کتم کنز حیی بن اخطب ففعل فدلہم علی المال قال وہو الذی لیس الناس وعلیہ العمل والافالشہادۃ علی السرقات اندر الامور اور مصنف نے اپنی شرح میں قاضی القضاۃ ابن العز حنفی سے نقل کیا کہ بروایت صحیح ثابت ہوا ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو بعضے معاہدین کے مارنے کا حکم دیا جب کہ انھوں نے حیی بن اخطب یہودی کا خزانہ چھپا ڈالا تھا حالانکہ اسی مال پر معاہدہ ہوا تھا پھر زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کو مارا تو اس نے بتایا کہا قاضی مذکور نے کہ یہ وہ حدیث مروی ہے جس میں لوگوں کو وسعت ہے اور اسی پر عمل ہے اور نہیں تو چوریوں پر گواہی کا ہونا نہایت قلیل الوجود امر ہے کذا فی المنح ثم نقل عن الزیلعی فی آخر باب قطع الطریق جواز ذلک سیاسۃ واقرہ المصنف تبعا للبحر وابن الکمال زاد فی النہر ینبغی التعویل علیہ فی زماننا لغلبۃ الفساد وتعلیل ما فی التجنیس علی زماننا ثم مصنف نے باب قطع الطریق کے آخر میں اس کا جواز بطریق سیاست کے نقل کیا اور مصنف نے اس قول کو باتباع صاحب بحر اور ابن کمال کے ثابت رکھا نہر الفائق میں اتنا زیادہ ہے کہ سارق منکر کی جواز عقوبت پر اعتماد کرنا ہمارے زمانے میں لائق اور سزاوار ہے بسبب غلبہ فساد کے اور تجنیس میں عقوبت سارق کو ظلم کہا ہے وہ علما کے سابق زمانے پر محمول ہے یعنی اس وقت اتنا فساد غالب نہ تھا تو عقوبت کی چنداں حاجت نہ تھی ثم مصنف نے آخر باب قطع میں قول مذکور یوں نقل کیا ہے کہ زیلعی نے تصریح کی ہے کہ عند التکرار قتل کرنا بطریق سیاست ہے اور از قبیل سیاست ہے جو فقیہہ ابو اللیث سے منقول ہے کہ اگر مدعا علیہ چوری کا انکار کرے تو امام کو جائز ہے کہ اپنے ظن غالب پر عمل کرے سو اگر اس کا گمان غالب ہو کہ وہ سارق ہے اور مال مسروق اس کے پاس ہے تو اس کو مارے اور یہ یعنی عقوبت کرنا بظن غالب جائز ہے چنانچہ امام فاسقوں کے پاس شراب کی مجلس میں کسی کو بیٹھا دیکھے اور چنانچہ اس کو چوروں کے ساتھ چلتا دیکھے اور فقہا نے ظن غالب سے قتل نفس کو جائز کہا ہے چنانچہ کوئی شخص کسی کے اوپر میان سے تلوار کھینچ کر آوے اور اس کو گمان غالب ہو کہ مجھ کو قتل کرے گا کذا فی المنح ثم نقل المصنف قبیلہ عن القنیۃ لو کسر سنہ او یدہ ضمن الشاکی ارشہ کالمال لا لو حصل ذلک بسورہ الجدار او مات بالضرب لندورہ پھر مصنف نے قبل زیلعی کے قول کے قنیہ سے نقل کیا ہے شرح میں کہ اگر حاکم کے پاس ناحق شکایت کی مدعی نے کسی شخص کی پھر حاکم نے اس کو مارا اور اس کا دانت یا ہاتھ ٹوٹ گیا تو مدعی شکوہ کرنے والا اس دانت یا ہاتھ کی دیت کا ضمان دے گا مانند مال کے نہ ضامن ہوگا اگر یہ حاصل ہوا اس کی دیوار کے چڑھنے سے یعنی اگر قید خانہ کی دیوار پر چڑھا بھاگنے کے واسطے اور اس کا دانت یا ہاتھ ٹوٹ گیا اور وہ شخص ضرب کے صدمہ سے مر گیا تو

Marfat.com

مدعی نالش کرنے والا اس کا ضامن نہ ہوگا اس واسطے کہ اس میں مرجانا قلیل الوجود ہے تو اس کی نالش غالباً اس کا سبب نہیں ہوسکتی کذا فی المنح مشروحاً عن الذخیرۃ لو صعد السطح لیفر خوف التعذیب فسقط فمات ثم ظہرت السرقۃ علی ید آخر کان للورثۃ اخذ الشاکی بدیۃ ابیہم و بما غرمہ للسلطان لتعدیہ فی ہذا التسبیب و سیجئ فی الغصب اور مصنف نے شرح میں ذخیرہ سے نقل کیا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے پر چوری کا دعوی کیا اور سلطان کے پاس اس کو گرفتار کرایا اور دو ایکبار مار دلائی پھر قید خانہ میں قید کروایا تو اگر وہ قید خانہ کی چھت پر چڑھ گیا تاکہ مار کے خوف سے بھاگ جاوے سو اگر وہ گر پڑا اور مرگیا پھر چوری کا مال دوسرے شخص کے پاس ظاہر ہوا تو اس کے وارثوں کو اپنے باپ کا خون بہا اور جتنا مال سلطان کو اس نے ڈانڈ دیا نالش کرنے والے سے لینا جائز ہے بسبب اس کی تعدی کے اس تسبیب میں یعنی جو کچھ ہوا اس کے سبب سے ہوا کذا فی المنح اور اس کا ذکر کتاب الغصب میں آوے گا قضی بالقطع ببینۃ او اقرار فقال المسروق منہ ہذا متاعہ لم یسرقہ منی وانما کنت اودعتہ او قال شہد شہودی بزور او اقر ہو باطل وما اشبہ ذلک فلا قطع حکم کیا قاضی نے ہاتھ کاٹنے کا بسبب گواہی یا اقرار کے پھر مسروق منہ یعنی صاحب مال نے کہا کہ میرے گواہوں نے جھوٹی گواہی دی یا سارق نے باطل اقرار کیا یا مانند ان اقوال کے کچھ اور کہا تو قطع نہیں ہم بعضے علما کے قول پر مدعی مذکور کو تعزیر چاہیے اگر مدعا علیہ نیکوکار مشہور ہو کذا فی الطحطاوی وندب تلقینہ کیلا یقر بالسرقۃ اور امام کو مستحب ہے تلقین سارق کی تاکہ چوری کا اقرار نہ کرے ہم یہ تلقین حد ٹالنے کے واسطے ہے چنانچہ روایت ہے کہ ایک سارق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو گرفتار ہو کر آیا تو فرمایا کہ کیا اس نے چوری کی ہے میں یہ نہیں گمان کرتا ہوں کہ اس نے چوری کی ہو کذا فی المنح کما لا قطع لو شہد کافران علی کافر و مسلم بہا فی حقہما ای الکافر والمسلم ظہیریۃ چنانچہ اگر گواہی دی دو کافروں نے ایک کافر اور ایک مسلمان کی چوری پر تو قطع نہیں دونوں کے حق میں یعنی کافر اور مسلم دونوں کے ہاتھ نہ کاٹے جاویں گے کذا فی الظہیریۃ تشارک جمع واصاب کل قدر نصاب قطعوا وان اخذ المال بعضہم استحسانا سدا لباب الفساد ولو فیہم صغیر او مجنون او معتوہ او محرم لم یقطع احد شریک ہوا ایک گروہ چوری میں اور حصہ پایا ہر شخص نے بقدر نصاب کے تو سب کے ہاتھ کاٹے جاویں گے اگرچہ اس مال کو ان میں سے بعضوں نے چرایا ہو بنا بر استحسان کے فساد کا دروازہ بند کرنے کے واسطے اور اگر چوروں کے گروہ میں صغیر یا مجنون یا غافل بیہوش یا صاحب مال کا محرم ہو تو کسی کا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا ہم سب کا ہاتھ اس وقت کاٹا جاویگا جب سب جماعت حرز میں داخل ہو کذا فی الہدایۃ اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر بعضے اندر جاویں اور حصے میں سب شریک ہوں تو اسی کا ہاتھ کاٹا جاوے گا جو اندر گیا اگرچہ وہ بعینہ معلوم ہے اور اگر معلوم نہ ہو تو سب تعزیر کے واسطے دایم الحبس کیے جاویں یہاں تک کہ توبہ کریں کذا فی الطحطاوی وشرط للقطع حضور شاہدیہا وقتہ وقت القطع کحضور المدعی بنفسہ حتی لو غابا او ماتا لا قطع وندا فی کل حد سوی رجم وقود بحر قلت لکن نقل المصنف فی الباب الاتی تصحیح خلافہ فتنبہ اور مشروط ہے قطع کے واسطے حاضر ہونا چوری کے دونوں شاہدوں کا قطع کرنے کے وقت جیسے حضور مدعی بذات خود شرط ہے یہاں تک کہ اگر دونوں شاہد غائب ہوں یا مرگئے ہوں تو قطع نہیں اور یہ یعنی حضور گواہوں کا ہر حد میں شرط ہے سوائے رجم اور قصاص کے کذا فی البحر میں کہتا ہوں مصنف نے اگلے باب میں اس کے مخالف کی تصحیح نقل کی ہے یعنی شرح منظومہ سے قطع میں عدم حضور شہود کی تصحیح منقول کی ہے سو آگاہ رہنا ہم استثنا رجم کا مخالف سابق کے ہے اس واسطے کہ حد زنا میں مذکور ہو چکا کہ جب شاہد غائب ہوں یا مرجاویں تو حد ساقط ہے و یقطع بساج وقناد آبنوس بفتح الباء وعود ومسک وادہان ودرس وزعفران وصندل وعنبر وفصوص خضر ای زمرد ویاقوت وزبرجد ولؤلؤ ولعل وفیروزج واناء وباب غیر مرکب ولو متخذین من خشب اور ہاتھ کاٹا جاوے گا ساگون اور قنا اور آبنوس اور اگر اور مشک اور تیل اور ورس اور زعفران اور صندل اور عنبر اور سبز نگینوں یعنی زمرد سے اور یاقوت اور زبرجد اور موتی اور لعل اور فیروزہ برتن اور غیر مرکب دروازہ کی

Marfat.com

چوری سے اگرچہ برتن اور دروازہ لکڑی کا بنا ہو ھ اور دروازہ مرکب چوری سے قطع نہیں کذا فی شرح الملتقی بشرطیکہ ایک آدمی سے اٹھ سکتا ہو ہر چند لکڑی کی چوری میں قطع نہیں لیکن ساگون اور آبنوس وغیرہ مذکورات میں قطع ہے اس واسطے کہ یہ نفیس مال ہیں ولہذا مکان محفوظ میں رکھے جاتے ہیں اور دار الاسلام میں مباح الاصل نہیں ملتے ہیں تو قائم مقام چاندی سونے کے ہوگئیں اور منح الغفار میں ہے کہ ساج یعنی ساگون ایک قسم کا درخت ہے جس کے اوپر سرخی ہوتی ہے اور لکڑی اس کی سخت ہوتی ہے مانند پتھر کے اور ساگون اور آبنوس سوائے ہند کے کہیں نہیں ہوتا اور قنا جمع ہے قناۃ کی یعنی نیزہ اور برچھی کی لکڑی اور زبرجد سبز پتھر ہے یا قوت سبز کے مشابہ بحر الجواہر میں ہے کہ زمرد اور زبرجد صاحب دیوان ادب اور صحاح کے نزدیک ایک ہی چیز ہے اور صاحب کشاف اور اس کے محشیوں کے نزدیک وہ جوہر مختلف الحقیقہ ہیں وکذا بکل ما ھو من اعز الاموال وانفسہا ولا یوجد فی دار العدل مباح الاصل غیر مرغوب فیہ ہذا ہو الاصل اور اسی طرح قطع ہے ایسے ہر ایک مال کی چوری سے جو بہت عزیز اور نہایت نفیس مال ہے اور دار العدل یعنی دار الاسلام میں مباح الاصل نہیں پایا جاتا جس میں رغبت اور خواہش نہ ہو یہی قاعدہ اصل ہے قطع ید میں ھ عزیز اور نفیس مال کی قید سے گھاس اور نرکل وغیرہ مملوک چیزیں نکل گئیں کہ ان میں قطع نہیں اور مباح الاصل کی قید سے گیرو وغیرہ نکل گیا اور غیر مرغوب کی قید سے ثقیل دروازہ نکل گیا جو ایک آدمی سے نہ اٹھ سکے اور مفتی ابو السعود نے کہا کہ اس قید سے سونا اور چاندی اور موتی اور جواہر نکل گئے اس واسطے کہ اشیا مذکورہ دار الاسلام میں مباح الاصل ہیں لیکن غیر مرغوب نہیں لا تقطع بتافہ ای حقیر یوجد مباحا فی دار الخشب لا یحرز عادۃ قطع نہیں اس حقیر چیز کی چوری سے جو دار الاسلام میں مباح پائی جاتی ہے جیسے وہ لکڑی کہ مکان محفوظ میں بنا بر عادت کے نہیں رکھی جاتی ھ تو جس لکڑی کو محفوظ مکان میں رکھنے کی عادت ہو جیسے ساگون یا آبنوس وغیرہ یا وہ لکڑی جو گڑھنے اور بنانے سے قیمتی ہوگئی تو اس کی چوری میں قطع ہے کذا فی النہر فتح القدیر میں ہے کہ مصنف ابن شیبہ میں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے وقت میں شے تافہ یعنی حقیر چیز میں قطع نہ ہوتا تھا سارق کا وحشیش وقصب وسمک ولو ملیحا وطیر ولو بطا ودجاجا فی الاصح غایۃ اور قطع نہیں گھاس اور نرکل اور مچھلی اور چڑیوں کی چوری سے اگرچہ مچھلی خشک نمکین ہو اور اگرچہ چڑیا بط یا مرغی مرغا ہو کذا فی غایۃ البیان وصید وزریح ومغرۃ ولورۃ زاد فی المجتبی واشنان وفحم وملح وخزف وزجاج لسرعۃ کسرہ اور قطع نہیں خشکار اور ہڑتال اور گیرو اور چونہ کی چوری سے اور مجتبی میں اتنا زیادہ کہا ہے اور اشنان اور کوئلہ اور نمک اور سفالی اور شیشہ کی چوری سے اس کی جلد ٹوٹ جانے کے سبب سے ولا بما یتسارع فسادہ کلبن ولحم ولو قدیدا وکل مہیا لاکل کخبز وفی ایام قحط لا قطع بطعام مطلقا ثمنی اور نہ اس چیز کی چوری سے قطع ہے جو جلد سڑ جاتی ہو جیسے دودھ اور گوشت اگرچہ خشک گوشت اور جو چیز کھانے کے واسطے تیار کی گئی ہو جیسے روٹی تو اس میں قطع نہیں اور قحط کے دنوں میں قطع نہیں کسی طعام کی چوری سے مطلقا کذا فی الثمنی ھ ارزانی کے دنوں میں طعام پختہ میں قطع نہیں اور غیر پختہ چنانچہ گیہوں میں قطع ہے اور قحط میں پختہ اور خام کسی میں قطع نہیں اس واسطے کہ حدیث میں وارد ہے کہ اضطرار کی بھوک میں قطع نہیں اور عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ قحط کے سال قطع نہیں کذا فی الفتح والبحر وفاکہۃ رطبۃ وثمرۃ علی شجر ویطبخ وکل مالا یبقی حولا اور قطع نہیں ترمیووں کی چوری سے اور درخت پر کے پھل سے اور خربوزے سے اور اس ہر چیز کی چوری سے جو سال بھر باقی نہیں رہتی ھ ترمیوے کی قید سے خشک میوہ نکل گیا تو خشک انگور اور خشک کھجور کی چوری سے قطع ہے کذا فی البحر وزرع لم یحصد لعدم الاحراز اور جو کھیت ہنوز کاٹا نہیں گیا اس کی چوری سے قطع نہیں بسبب عدم احراز کے یعنی مکان محفوظ نہیں رکھا گیا کہ سرقہ اس پر صادق ہو واشربۃ مطربۃ ولو الاناء ذہبا اور اشربہ مطربہ کی چوری سے قطع نہیں اگرچہ برتن اس کا سونے کا ہو ھ اشربہ مطربہ سے وہ پینے کی چیزیں مراد ہیں جو نشہ کرتی ہوں

Marfat.com

اگر پہ مسکر سونے کے برتن میں ہو اس واسطے کہ برتن تابع ہے یہاں نہ مقصود بالذات اور اشربہ مسکرہ میں اس واسطے قطع نہیں کہ بعضے ان میں حرام ہیں تو لینا اس کا بہا دینے پر محمول ہوگا اور بعضوں کی اباحت میں اختلاف ہے تو شبہہ پیدا ہوا سقوط قطع میں وآلات لہو ولو طبل الغزاۃ فی الاصح لان صلاحیتہ للھو صارت شبہۃ غایۃ اور باجوں کی چوری میں قطع نہیں اگرچہ غازیوں کا طبل ہو قول اصح میں اس واسطے کہ اس کا لہو اور لعب کے لائق ہونا موجب شبہہ کا ہو گیا کذا فی غایۃ البیان ھم آلات لہو یعنی باجے دف اور طبل اور بربط اور بانسری کی کچھ قیمت نہیں صاحبین کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے تو اس کے توڑنے والے پر ضمان نہیں اور امام اعظم کے نزدیک اگرچہ ان کی قیمت ہے لیکن چونکہ ان کا توڑ ڈالنے پر محمول ہوگا بنابر نہی عن المنکر کے کذا فی المنح وصلیب ذہب او فضۃ وشطرنج ونرد لتاویل الکسر نہیا عن المنکر اور سونے یا چاندی کی چلیپا اور شطرنج اور نرد کی چوری سے قطع نہیں نہی عن المنکر کی تاویل سے یعنی اس کا لینا توڑنے پر محمول ہوگا ھم صلیب یعنی چلیپا مثلث ہے جس کو نصاری اپنا قبلہ بناتے ہیں اور بعضوں نے کہا کہ چلیپا دو لکڑیاں ہیں ایک کو دوسری پر ضم کرتے ہیں اس طرح ہے نصاری کا گمان کہ عیسے علیہ السلام کو ایسی چیز پر سولی دیا تھا لہذا اس کو متبرک جانتے ہیں اور شطرنج بکسر شین معجمہ ہے اور مہملہ سے بھی پڑھنا جائز ہے اور نرد بفتح نون ایک کھیل ہے جس کو اہل[1] فرنگ کھیلتے ہیں کذا فی الطحطاوی و باب مسجد ودار لان حرز لا محرز اور قطع نہیں مسجد اور گھر کے دروازہ کی چوری سے اس واسطے کہ دروازہ غیر کی حفاظت کے واسطے ہے خود محفوظ نہیں ومصحف وصبی حر ولو محلیین لان الحلیۃ تبع اور مصحف اور آزاد صغیر کی چوری سے قطع نہیں اگرچہ مصحف یا صغیر زیور دار ہوں اس واسطے کہ زیور تابع ہے اور تابع کا اعتبار نہیں ھم مصحف میں اس واسطے قطع نہیں کہ شاید تلاوت کے واسطے لیا ہو اور اگر سارق جاہل ہے تو تعلم کا احتمال ہے اور صغیر کی چوری میں یہ احتمال ہے کہ شاید چپ کرنے کے واسطے یا دایہ کو دینے کے واسطے اس کو لیا ہو کذا فی المنح وعبد کبیر یعبر عن نفسہ ولو نائما او مجنونا واعمی لانہ اما غصب او خداع اور اس غلام کبیر کی چوری سے قطع نہیں جو باتمیز ہے یعنی اپنا حال بیان کر سکتا ہے اگرچہ اس کے لینے کے وقت وہ سوتا ہو یا مجنون اور اندھا ہو اس واسطے کہ عبد کبیر کا لینا یا غصب یا فریب دینا ہے سرقہ نہیں جو قطع لازم آوے ھم عبد کبیر سے ممیز غلام مراد ہے جو اپنا حال بیان کر سکتا ہو بالغ ہو یا نابالغ کذا فی البحر ودفاتر غیر الحساب لانہا لو شرعیۃ ککتب تفسیر وحدیث وفقہ فکمصحف والا فکطنبور اور سوائے حساب کے اوراق مکتوبہ کی چوری سے قطع نہیں اس واسطے کہ اگر وہ شرعی ہیں جیسے تفسیر اور حدیث اور فقہ کی کتابیں تو وہ حکم میں قرآن کے مانند ہیں یعنی باحتمال تلاوت قطع ساقط ہے اور اگر کتب شرعیہ نہیں تو طنبور کے حکم میں ہیں یعنی باحتمال نہی عن المنکر اس میں بھی قطع نہیں ھم شارح نے باتباع ماتن کتب غیر شرعیہ کو طنبور کے مانند کہا لیکن قہستانی نے کہا کہ کتب شعر اور دواوین اور کتب حکمت میں قطع ہے اور صاحب بحر اور نہر نے کہا کہ اگر سحر کے کتب کا سارق اس کا شوقین ہو تو اس کا ہاتھ کاٹا جاوے گا بخلاف العبد الصغیر ودفاتر الحساب الماضی حسابہا لان المقصود ورقہا فیقطع ان بلغ نصابا اما المعمول بہا فالمقصود علم ما فیہا وہو لیس بمال فلا قطع بلا فرق بین دفاتر تجار ودیوان واوقاف نہر بخلاف صغیر غلام کی چوری کے اور ان حساب کے دفتروں کی چوری کے جن کے حساب کتاب سے فراغت ہو چکی کہ اس چوری میں قطع ہے اس واسطے کہ ایسے دفتروں کے لینے سے مقصود بالذات ورق ہیں نہ حساب کا دریافت کرنا تو قطع ہوگا اگر اوراق کی مالیت بقدر نصاب پہنچے اور ایسے دفتر جن کے حساب سے ہنوز فراغت نہیں بموجب اس کے لینا دینا باقی ہے تو ان کے لینے سے اس کا حساب دریافت کرنا مقصود ہے اور یہ دریافت کرنا مال نہیں تو لہذا قطع نہیں اس کی چوری میں بلا فرق سوداگر اور کچہری اور اوقاف کی بہی کے کذا فی النہر یعنی خواہ سوداگروں کی بہیاں ہوں یا حاکم کی کچہری کی یا اوقاف کی بہیاں ہوں کسی میں قطع نہیں درصورت عدم فراغت حساب اور اس صورت میں اوراق کی مالیت بسبب غیر مقصود ہونے کے ساقط الاعتبار

[1] تو غالبا جو ہندوستان میں چوسر وغیرہ کھیلتے ہیں وہ بھی اسی حکم میں داخل ہے ۱۲۔

Marfat.com

وکلب وفهد ولو علیه طوق من ذهب علم السارق به اولا لانه تبع اور قطع نہیں کتے اور چیتے کی چوری سے اگرچہ اس کی گردن میں سونے کا طوق ہو سارق کو اس کا علم ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ طوق تابع ہے تو ساقط الاعتبار ہے و لا خیانة فی ودیعة ونهب ای اخذ قهرا واختلاس ای اختطاف لانتفاء الرکن اور قطع نہیں امانت میں خیانت کرنے سے اور غارت گری سے یعنی زبردستی لینے اور دست برد سے یعنی جھپٹا مارنے سے بسبب منتفی ہونے رکن کے یعنی خیانت میں حرز نہیں اور نہب اور اختلاس میں چھپ کر لینا موجود نہیں پھر جب رکن سرقہ نہ ہوا تو قطع کیونکر ہو نہب اور اختلاس علانیہ لینے میں دونوں برابر ہیں لیکن اختلاس میں سرعت اختطاف داخل ہے اور نہب میں داخل نہیں جامع ترمذی میں حدیث مرفوع ہے کہ لیس[1] علی خائن ولا منتهب ولا مختلس قطع) کذا فی المنح ونبش القبور ولو کان القبر فی بیت مقفل فی الاصح او کان الثوب غیر الکفن وکذا لو سرقه من بیت فیه قبر او میت لتاولہ بزیارة القبر او التجهیز وللاذن بدخوله عادة ولو اعتاده قطع سیاستہ اور نبش قبور سے یعنی کفن چور پر جو لحد دفن کے مردوں کے کفن چرائے قطع نہیں اگرچہ قبر مقفل کوٹھڑی میں ہو بقول اصح یا جس کپڑے کو قبر سے چرایا غیر کفن ہو اگر اس کو چرایا اس کوٹھڑی سے جس میں قبر یا مردہ ہے بسبب تاویل ہونے اس کے دخول کے واسطے زیارت قبر یا تجہیز میت کے اور بسبب اجازت اس کے دخول کے بنا بر عادت کے اور اگر اس کی عادت پڑ گئی ہو کفن چرانے کی تو قطع کیا جاوے گا بنا بر سیاست کے نہ بنا بر حد کے ومال عامة او مشترک وحصیر مسجد واستار کعبة ومال وقف لعدم المالک بحر اور قطع نہیں بیت المال کے مال اور مشترک مال چرانے سے اور مسجد کی چٹائیاں اور کعبہ کے غلاف اور وقف کے مال چرانے سے بسبب نہ ہونے مالک کے ہم مفتی ابو السعود نے کہا کہ مال وقف کی یہ تعلیل عدم قطع میں عجیب ہے اس واسطے کہ خود صاحب بحر اور نہر نے تصریح کی ہے کہ قطع بدہر محافظ کی طلب سے ہوتا ہے اور تمثیل میں متولی وقف کو بیان کیا ہے جب وقف کا مال چوری ہو جاوے ومثل دینه ولو دینه موجلا او زائدا علیه او احد لصیرورته شریکا اور قطع نہیں اپنے دین کے مانند کی چوری سے اگرچہ اس کا دین موجل ہو یا زائد ہو دین پر یا بہتر ہو اس سے بسبب ہو جانے سارق کے شریک ہم یہ تعلیل ہے زیادہ از دین کے چرانے کی مثلاً زید کے من بھر گیہوں قرض تھے خالد پر سو زید نے دو من گیہوں اس کے چرائے تو زید خالد کا شریک ہو گیا لہذا قطع نہیں اذا کان من جنسه ولو حکما بان کان له دراهم فسرق دنانیر وبعکسه ہو الاصح لان النقدین من جنس واحد حکما صورت مذکور میں قطع اس وقت نہیں جب کہ مسروق مجانس اور ہم جنس ہو دین کا اگرچہ مجانست حکمی ہو اس طرح پر کہ سارق کے اس پر دراہم قرض تھے سو اس نے دنانیر کو چرایا اس کے بالعکس یہی قول اصح ہے اس واسطے کہ چاندی سونا جنس واحد ہیں حکما بخلاف العرض ومنه الحلی فیقطع به مالم یقل اخذته رهنا او قضاء بخلاف اسباب اور قماش کے اور اس میں زیور بھی داخل ہے تو اسباب اور زیور کی چوری سے قطع کیا جاوے گا جب تک صاحب دین یوں نہ کہے کہ میں نے اس کو بطریق رہن کے لیا یا بطور قضاء دین کے واطلق الشافعی اخذ خلاف الجنس للمجانسة فی المالیة قال فی المجتبی وهو اوسع فیعمل به عند الضرورة اور امام شافعی نے خلاف جنس کے لینے کو مطلق رکھا ہے مالیت میں مجانس ہونے کے سبب سے یعنی چاندی سونا اور گھوڑا اور اناج ایک ہی جنس ہیں مال ہونے کے طریق سے مجتبی میں کہا کہ اس قول میں بڑی وسعت ہے تو ضرورت کے وقت اس پر عمل کر لینا چاہیے اگرچہ یہ ہمارا مذہب نہیں اس واسطے کہ انسان معذور ہے ضرورت کے وقت اس پر عمل کرنے میں کذا فی المنح عن المجتبی بخلاف سرقته من غریم ابیه او غریم ولده الکبیر او غریم مکاتبه او غریم عبده الماذون المدیون فانه یقطع لان حق الاخذ لغیره بخلاف اس کے چرانے کے اپنے باپ کے قرضدار سے یا اپنے بالغ بیٹے کے قرضدار یا اپنے مکاتب کے قرضدار یا اپنے عبد ماذون مدیون کے قرضدار سے کہ اس کا ہاتھ کاٹا جاوے گا اس واسطے کہ قرض لینے کا حق غیر شخص کے واسطے ہے ولو سرق من غریم

[1] نہیں ہے جنایت کرنے والے اور نہب لوٹنے والے اور جھپٹا مارنے والے پر کاٹنا ہاتھ کا

Marfat.com

ابنہ الصغیر لاکسرقۃ شیئ قطع فیہ ولم تتغیر اما لو تبدل العین او السبب کالبیع قطع علی ما فی المجتبیٰ اور اگر اپنے ولد صغیر کے قرضدار سے چوری کی تو قطع نہیں چنانچہ اس چیز کی چوری میں قطع نہیں جس کی چوری سے ایک بار قطع ہو چکا اور وہ چیز متغیر نہیں اسی طرح موجود ہے اور اگر اس کی ذات بدل گئی یا سبب ملک بدل گیا مانند بیع کے تو قطع ہوگا کذا فی المجتبیٰ ھ تبدل ذات کی صورت یہ ہے کہ مثلاً سوت کی چوری سے قطع ہوا پھر سوت مالک کو ملا سو اس کا کپڑا بنا گیا پھر سارق مذکورہ نے وہ کپڑا چرایا تو قطع ہوگا اور تبدل سبب کی یہ صورت ہے کہ مالک نے بعد قطع کے مال مسروق کو بیچ ڈالا پھر اس کو مول لیا پھر سارق اول نے چرایا تو دوسری بار قطع ہوگا کذا فی المنح او من ذی رحم محرم لا برضاع فلو محرمیۃ برضاع قطع کا بن عم ہو اخ رضاعا فانہ رحم نسبا محرم رضاعا عینی فسقط کلام الزیلعی یا چوری کسی چیز کی اس قرابت دار سے کی جو محرم ہے بلا رضاعت کے تو اگر قرابتدار کا محرم ہونا رضاعت کے سبب سے ہے نہ نسب کے سبب سے تو اس کی چیز کے چرانے سے قطع کیا جاوے گا جیسے چچا کا بیٹا رضاعی بھائی ہو تو وہ قرابتدار ہے باعتبار نسب کے اور محرم ہے باعتبار رضاعت کے نہ باعتبار نسب کے کذا فی شرح الکنز للعینی تو اس تقریر سے ساقط ہو گیا کلام زیلعی کا ھ زیلعی نے کہا کہ رضاعی باپ یا بیٹے یا بھائی کے مال چرانے سے قطع ہے اور اس کے اخراج کے واسطے لا برضاع کی قید کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ رحم محرم میں یہ لوگ داخل نہیں عینی نے جواب دیا کہ قرابت نسبی اور محرمیت رضاعی کا جمع ہونا جائز ہے اور یہی حق ہے اس واسطے کہ قرابت نہیں ہوتی مگر نسبی اور محرم گاہی رضاعی بھی ہوتا ہے تو اس کے اخراج کی حاجت ہوئی تو گویا یوں کہا کہ محرم نسبی کذا فی النہر ولو المسروق مال غیرہ ای غیر ذی الرحم بخلاف مالہ اذا سرق من بیت غیرہ فانہ یقطع اعتبارا للحرز وعدمہ قریب محرم سے چرانے میں قطع نہیں اگر مال مسروق اس کے پاس کسی غیر شخص کا ہو بخلاف اس کے جب کہ محرم نسبی کا مال اس کے غیر کے گھر سے چرایا تو قطع کیا جاوے گا باعتبار حرز اور عدم حرز کے ھ محرم نسبی کا گھر اس کے حق میں حرز نہیں باعتبار آمد و رفت کے بلا استیذان تو وہاں سے مال لینا چوری نہیں لہذا قطع نہیں خواہ وہ مال محرم کا ہو یا غیر کا اور غیر محرم نسبی کا گھر اس کے حق میں حرز ہے کہ وہاں آنا جانا بدوں اجازت صاحب خانہ جائز نہیں تو وہاں سے مال لینا چوری شرعاً باعتبار حرز کے لہذا قطع ہے خواہ مال غیر کا ہو یا سارق کے محرم کا وبخلاف مرضعتہ صوابہ مرضعہ بلا تاء ابن کمال مطلقا سواء سرق من بیتہا او بیت غیرہا فانہ یقطع لما مر اور بخلاف دائی دودھ پلائی کے مال کے مطلقاً یعنی برابر ہے کہ دائی کا مال اس کے گھر سے چرایا ہو یا اس کے غیر کے گھر سے بہر صورت قطع کیا جاوے گا بدلیل گذشتہ یعنی دائی محرم نسبی نہیں جو قطع ساقط ہو بنا بر عدم حرز کے شارح نے کہا مقبول ابن کمال مرضعہ بولنا صواب ہے بدوں تاء مثناۃ ھ طحطاوی نے کہا کہ بعضے علماء نے کہا کہ جب تک دایہ صغیر کو دودھ پلاتی ہے تو اس کو مرضع بولتے ہیں بدوں تاء مثناۃ اور جب دودھ پلا چکی اور صغیر کو دودھ چھڑا دیا تو اس کو مرضعہ کہتے ہیں تاء مثناۃ کے ساتھ اور یہاں معنی ثانی مراد ہیں تو مصنف کا الحاق تاء مثناۃ بمحل نہیں اور صاحب قاموس کا کلام بھی اسی کے موافق ہے تو اعتراض شارح کا مصنف سے ساقط ہو گیا ولا بسرقۃ من زوجتہ وان تزوجہا بعد القضاء بالقطع جوہرہ اور قطع نہیں زوجہ کے مال چورانے سے اگرچہ عورت سے بعد حکم قطع کے نکاح کیا ہو کذا فی الجوہرہ یعنی کسی مرد نے عورت اجنبی کا مال چرایا اور چوری اس پر ثابت ہوئی اور قاضی نے قطع ید کا حکم دیا اور اس کے بعد سارق نے اس عورت سے نکاح کر لیا تو بھی قطع ساقط ہے یعنی باب سرقہ میں زوجیت کا ہونا ہر حال میں کافی ہے وزوجہا ولو کان المسروق من حرز خاص لہ اور قطع نہیں اپنے زوج کے مال کے چورانے سے اگرچہ زوج کے حرز خاص سے مال مسروق ہوا ہو اس واسطے کہ زوجین کے مال میں بے تکلفی کا ہونا مانع قطع ہے کذا فی المنح ولا عبد من سیدہ او عرسہ او زوج سیدتہ للاذن بالدخول عادۃ اور غلام کے چرانے میں اپنے مالک یا اس کی زوجہ کے مال سے یا اپنی مالکہ زوج کے مال سے قطع نہیں بسبب آنے کی اجازت کے بنا بر عادت کے یعنی یہ عادت جاری ہے کہ گھر میں غلام کا آنا اکثر ممنوع نہیں ہوتا بلکہ اجازت ہوتی ہے تو

Marfat.com

حرز باقی نہ رہا ولا من مکاتبہ وختنہ وصہرہ اور قطع نہیں اپنے عبد مکاتب اور ختن اور صہر کے مال چرانے سے ھ زوجہ کے محرم نسبی کو صہر کہتے ہیں چنانچہ پسر اور سالا اور محرم نسبی کے زوج کو ختن کہتے ہیں چنانچہ داماد اور بھتیجی بھانجی نواسی پوتی کا زوج ومن مغنم وان لم یکن لہ حق فیہ لانہ مباح الاصل فصار شبہۃ غایۃ البیان بحث قطع نہیں غنیمت کے مال چرانے سے اگرچہ سارق کا حصہ اس میں نہ ہو اس واسطے کہ وہ مباح الاصل ہے تو شبہہ ہو گیا کذا فی غایۃ البیان بحث وحمام فی وقت جرۃ العادۃ بدخولہ وکذا حوانیت التجار والخانات مجتبی اور قطع نہیں حمام کی چوری سے اس وقت میں کہ اس میں داخل ہونے کی عادت جاری ہو اور اسی طرح بوقت دخول قطع نہیں سوداگروں کی دکانوں سے اور کاروان سرایوں سے چوری کرنے میں کذا فی المجتبی لیکن مصنف نے باتباع صاحب کنز اور حاوی کے حمام کو مطلق رکھا کذا فی المنح وبیت اذن فی دخولہ ولو اذن لمخصوصین فدخل غیرہم وسرق ینبغی ان یقطع اور قطع نہیں اس گھر کی چوری سے جس میں داخل ہونے کا اذن ہو گیا چنانچہ دوکان اور کاروان سرا میں ہوتا ہے اور اگر خاص لوگوں کو اذن دخول ہوا پھر سوا ان کے غیر شخص داخل ہوا اور اس نے چوری کی تو لائق یہ ہے کہ قطع کیا جاوے ھ اگر دوکان اور سرا میں رات کو چوری کرے گا تو قطع ہے اس واسطے کہ یہ مکانات حفاظت کے واسطے بنے ہیں اور اذن دخول کا فقط دن کو ہے نہ رات کو کذا فی المنح واعلم انہ لا یعتبر الحرز بالحافظ مع وجود الحرز بالمکان لانہ اقوی فلا یعتبر الحافظ فی الحمام لانہ حرز ولا یعتبر فی المسجد لانہ لیس بحرز یعنی شمنی اور معلوم کر کہ حفاظت نگہبان کی باوجود حفاظت مکان کے معتبر نہیں اس واسطے کہ حرز مکانی قوی تر ہے نگہبان کے حرز سے تو نگہبان معتبر نہیں حمام میں اس واسطے کہ وہ حرز مکانی ہے اور حرز نگہبان کا مسجد میں معتبر ہے اس واسطے کہ وہ حرز نہیں یعنی اموال کی حفاظت کے واسطے مسجد نہیں بنی اسی کا فتوی ہے کذا ذکرہ الشمنی ھ یعنی حمام میں غیر وقت دخول کی چوری سے قطع ہے صاحب مال سے اپنے مال کے پاس ہو یا نہ ہو اور مسجد میں اگر مالک اپنے مال کے پاس نہ ہوگا تو قطع نہیں اور یہی حکم ہے راہ اور جنگل کا وکلما کان حرز النوع فہو حرز للانواع کلہا فیقطع بسرقۃ لولو من اصطبل علی المذہب وقیل حرز کل شیء معتبر بحرز مثلہ والاول ہو المذہب عندنا مجتبی لکن جزم القہستانی بان الثانی ہو المذہب قہستانی اور جو مکان کہ حرز ہو ایک قسم کے مال کا وہ کل اقسام کے اموال کا حرز ہے تو قطع کیا جاوے گا بسبب موتی کی چوری کے اصطبل سے بنا بر صحیح مذہب کے اور بعضوں نے کہا کہ حرز ہر شے کا معتبر ہے اس کے مماثل حرز سے اور پہلا قول ہمارا مذہب ہے کذا فی المجتبی لیکن قہستانی نے یقین کیا ہے کہ ثانی مذہب صحیح ہے تو خبردار ہو جا ھ شارح نے آگاہ کر دیا کہ یہاں دونوں قولوں کی تصحیح ہوئی ہے تو قول ثانی کے بموجب اصطبل سے موتی چرانے میں قطع نہیں اس واسطے کہ اصطبل گھوڑوں کا حرز ہے نہ جواہرات کا ولا یقطع قفاف ہو من یسرق الدراہم بین اصابعہ اور قطع نہ کیا جاوے قفاف یعنی جو دراہم کو اپنی انگلیوں کے اندر چرا رکھے ھ مصنف نے باتباع صاحب بحر اپنی شرح میں کہا کہ قفاف وہ ہے جس کو دراہم پرکھنے کے واسطے دیئے جاویں سو وہ بدوں اطلاع مالک کچھ اس میں سے رکھ لے وفشاش بالفاء ہو من یہیئ لغلق الابواب ما یفتح اور فشاش بالفاء وہ شخص ہے جو دروازوں کے قفل کھولنے کے واسطے آلات تیار رکھے اذا فش حائطا او باب دار نہارا او خلا البیت من احد فلو فیہ احد وہو لا یعلم بہ قطع شمنی قطع نہ کیا جاوے جب کہ وہ دوکان یا گھر کے مقفل دروازے کو دن میں کھولے اور گھر میں کوئی نہ ہو اور اگر گھر میں کوئی ہو اور وہ نہ جانتا ہو تو قطع کیا جاویگا کذا فی الشمنی ھ دن میں قفل کا کھولنے والا مجاہر ہے مختفی نہیں اور اسی طرح جو جانتا ہو کہ گھر میں کوئی ہے وہ بھی مجاہر ہے اور شرط قطع خفیہ ہے منح الغفار میں یا ویسے منقول ہے کہ جب گھر کا دروازہ بھڑا ہو مقفل نہ ہو پھر اس میں سارق چھپ کر داخل ہوا اور اسباب چرا لے تو قطع کیا جاوے گا اور اگر دروازہ کھلا ہو پھر دن کو گھس کر چرا لے تو قطع نہیں ولیقطع لو سرق من السطح نصابا لانہ حرز شرح وہبانیہ اور قطع کیا جاوے گا اگر چھت پر سے بقدر نصاب چرا لے اس واسطے کہ چھت بھی حرز ہے کذا فی شرح الوہبانیہ بشرطیکہ چھت پر چڑھ کر چرا لے اور بحر الرائق میں ظہیریہ سے ہے کہ اگر کپڑا دیوار پر پھیلا ہو راہ کی طرف اور کوئی نیچے سے اس کو کھینچ لے تو قطع نہیں او من المسجد ارادیہ کل مکان لیس بحرز فعم الطریق

Marfat.com

والصحراء ورب امتناع عندہ ای بحیث یراہ ولو الحافظ نائما فی الاصح یا مسجد سے چرایا ہے اور حالانکہ اسباب کا مالک اس کے پاس ہے یعنی اس جگہ میں جہاں سے اس کو دیکھتا ہے اگرچہ حافظ سوتا ہو قول اصح میں مصنف نے مسجد سے ایسے ہر مکان کا ارادہ کیا جو حرز نہیں تو مسجد بایں قصد راہ اور میدان کو بھی شامل ہے ھ مالک متاع سے حافظ مراد ہے مالک ہو یا نہ ہو اور پاس ہونا عام ہے کہ اس کے سر کے نیچے ہو یا پہلو کے یا آگے رکھا ہو اور حافظ سوتا ہو اس واسطے کہ نائم بھی حافظ گنا جاتا ہے اور یہی قول اصح ہے کذا فی المجتبی لا یقطع لو سرق ضیف ممن اضافہ ولو من بعض بیوت الدار ومن صندوق مقفل لاختلال الحرز قطع نہ کیا جاوے گا اگر مہمان نے چرایا اس کا مال جس نے اس کی مہمانی کی اگرچہ گھر کی کسی کوٹھڑی سے چرایا ہو یعنی جس میں مہمانی نہیں ہوئی یا صندوق مقفل سے چرایا ہو بسبب برہم ہونے حرز کے یعنی گھر سب کوٹھڑیوں کے ساتھ حرز واحد ہے تو دخول کے اذن سے اس کی سب کوٹھڑیوں کا حرز جاتا رہا او سرق شیئا ولم یخرجہ من دار لشبہۃ عدم الاخذ بخلاف الغصب یا کوئی چیز چرائی اور گھر سے باہر نہیں نکالی تو قطع نہیں بسبب شبہہ عدم اخذ کے بخلاف غصب کے ھ چونکہ تمام گھر حرز واحد ہے تو بدوں اخراج کے چوری ثابت نہیں ہوتی بخلاف غصب کے کہ اس میں گھر سے نکال لیجانا شرط نہیں یعنی بمجرد غصب کے غاصب پر ضمان واجب ہو گیا اگرچہ اس نے گھر سے باہر نہیں نکالا اور اس مسئلہ میں گھر سے مراد چھوٹا گھر ہے اس واسطے کہ بڑے گھر کا حکم اس کے بعد مذکور ہوتا ہے وان اخرجہ من حجرۃ الدار المتسعۃ جدا الی صحنہا او غارہ اہل الحجرۃ علی حجرۃ اخری لان کل حجرۃ حرز اور اگر سارق نے مال کو نہایت بڑے گھر کے حجرے سے اس کے صحن تک نکالا یا غارت گری کی کہ بعض اہل حجرہ نے دوسرے حجرہ والے پر تو قطع نہیں ہوگا اس واسطے کہ ہر حجرہ باعتبار اس کے ساکن کے علیحدہ حرز ہے ھ حجرات دار سے وہ مکانات اور منازل مراد ہیں جن کے رہنے والوں کو اس کے گھر کے صحن کی حاجت نہ ہو بلکہ صحن سے اس طرح منتفع ہوتے ہوں جیسے راہ اور میدان سے کذا فی المنح طحطاوی نے کہا مراد غارت سے اخذ بالسرقہ ہے اور مطلب سرقہ ہے او نقب فدخل او القی کذا رایتہ فی نسخ المتن والشرح باو وصوابہ بالواو کما فی الکنز شیئا فی الطریق یبلغ نصابا ثم اخذہ قطع لان الرمی حیلۃ یعتادہا السراق فاعتبر الکل فعلا واحدا یا سارق نے نقب یعنی کو نبھل لگایا اور پھر گھر میں داخل ہوا اور کوئی چیز بقدر نصاب راہ میں ڈال دی پھر نکل کر وہ چیز لی تو قطع کیا جاوے گا۔ اس واسطے کہ چیز کا پھینک دینا ایک قسم ہے جس کی چوروں کو عادت ہوتی ہے تو یہ سب افعال یعنی نقب دینا اور داخل ہونا اور چیز کا پھینک دینا اور پھر اٹھا لینا ایک ہی فعل معتبر ہے شارح کہتا ہے اسی طرح میں نے اس کتاب کے متن اور شرح کے نسخوں میں اور القی بلفظ او دیکھا اور ٹھیک واو ہے چنانچہ کنز میں ہے ولہذا مترجم نے واو کا ترجمہ کیا نہ او کا ھ حموی نے کہا کہ شرط قطع یہ ہے کہ پھینکنے کے بعد چیز نظر آتی ہو اور اگر نظر نہ آتی ہوگی تو قطع نہیں اگرچہ پھر اس کو پا جاوے اس واسطے کہ وہ مانند مستہلک کے ہے کذا فی الطحطاوی ولو لم یاخذہ او اخذہ غیرہ فہو ضیع لا سارق اور اگر پھینک دینے والے نے اس کو نہ لیا یا غیر شخص نے اس کو لے لیا تو پھینکنے والا ضائع کرنے والا ہے نہ سارق یعنی تو اس پر ضمان واجب ہوگا نہ قطع او حملہ علی دابۃ فساقہ واخرجہ او علق رسنہ فی عنق کلب وزجرہ لان سیرہ یضاف الیہ یا مال مسروق کو جانور پر لاد لیا پھر اس کو ہانکا اور اس کو خارج کر دیا حرز سے یا مال مسروق کی رسی کتے کی گردن میں معلق کر دی اور کتے کو ڈانٹا اور للکارا کہ وہ نکل گیا تو قطع کیا جاوے گا اس واسطے کہ جانور اور کتے کا چلنا اور نکلنا اس شخص کی طرف منسوب ہوگا ھ اور اگر جانور کو ہانکا اور اخراج نہ کیا بلکہ وہ خود نکل گیا اور اسی طرح کتا بدوں ڈانٹنے کے آپ نکل گیا تو اس پر قطع نہیں اس واسطے کہ خروج اس کا آدمی کی طرف مضاف نہیں کذا فی البحر والقاہ فی الماء فاخرجہ تحریک السارق لما مر یا مال مسروق کو پانی میں ڈالدیا پھر اس کو سارق کی حرکت دینے سے حرز کے اندر سے نکالا تو قطع کیا جاوے گا بدلیل گذشتہ یعنی اس طرح کا نکالنا سارق ہی کی طرف منسوب ہوگا ھ صورت اس کی یہ ہے کہ گھر کے اندر نہر تھی اور اس کا پانی کم بہتا تھا سو سارق نے مال اس میں ڈال کر پانی کو زور سے ہلا دیا تو مال باہر

Marfat.com

گھر سے نکل گیا کذا فی المنح اولا بتحریکہ بل اخرجہ قوۃ جریہ علی الاصح لانہ اخرجہ بسببہ زیلعی یا نہ نکالا مال کو اپنی تحریک سے بلکہ پانی کے زور سے بہنے نے اس کو باہر کر دیا تو بھی قطع ہے بنا بر اصح قول کے اس واسطے اس کا باہر کر دینا سارق ہی کے سبب سے ہوا کذا فی شرح الزیلعی قطع فی الکل لما ذکرنا سارق کا ہاتھ کاٹا جاوے گا جمیع مسائل مذکورہ میں بسبب ان وجوہ کے جن کو ہم نے ذکر کیا م قطع جزا ہے وان اخرجہ اور اس کے مابعد کے وتشکل علی الاخیر ما قالوا لوعلقہ علی طائر فطار الی منزل السارق لم یقطع فلذا واللہ اعلم جزم الحدادی وغیرہ بعدم القطع اور بنا بر اخیر مسئلہ کے مشکل ہوتا ہے وہ مسئلہ جس کو فقہا نے کہا ہے کہ اگر مسروق کو چڑیا کی گردن میں لٹکا دیا سو چڑیا اڑ کر سارق کے گھر میں پہنچے تو قطع نہ کیا جاوے گا تو واللہ اعلم اسی واسطے حدادی وغیرہ نے مسئلہ اخیرہ میں عدم قطع کا یقین کیا ہے م جیسے چڑیا کا اڑنا اور سارق کے گھر میں پہنچنا سارق کی طرف منسوب نہ ہوا تو چاہیے کہ پانی کی قوت سے باہر نکلنا بلا تحریک سارق کے بھی سارق کی طرف منسوب نہ ہو وان نقب ثم ناولہ اخر من خارج الدار او ادخل یدہ فی بیت واخذہ یسمی اللص الظریف اور اگر نقب دیا پھر گھر میں گھس کر مال مسروق دوسرے آدمی کو دیا جو گھر سے باہر ہے یا نقب کے باہر سے کوٹھڑی میں ہاتھ ڈالا اور مال لیا تو قطع نہیں اور ایسے شخص کو لص ظریف یعنی ظریف چوٹا کہتے ہیں کہ چوری تو کرے اور اگر گرفتار ہو قطع لازم نہ آوے م پہلی صورت میں دونوں پر قطع نہیں اس واسطے کہ داخل پر اخراج صادق نہیں دوسرے شخص کے لینے سے اور خارج پر ہتک حرز ثابت نہیں تو سرقہ کسی پر نہ صادق آیا اور دوسری صورت میں بھی ہتک حرز بسبب عدم دخول کے ثابت نہیں کذا فی المنح ولو وضعہ فی النقب ثم خرج واخذہ لم یقطع فی الصحیح شمنی اور اگر مال کو پہلے نقب میں رکھ دیا پھر نکل کر لے لیا تو قطع نہیں صحیح قول میں کذا فی الشمنی او طرای شق صرۃ خارجۃ من نفس الکم فلو داخلہ قطع فی الحل لعکسہ اور اگر چیرا ہمیانی کو جو آستین کی ذات سے باہر ہے اور دراہم کو لیا تو قطع نہیں اور اگر ہمیانی آستین کے اندر ہے تو اس کے چیرنے سے قطع کیا جاوے گا اور ہمیانی کھولنے میں بالعکس ہے یعنی رباط خارج کے کھولنے میں قطع ہے نہ داخل کے کھولنے میں طرا بمعنی شق ہے ولہذا فاعل کو طرار کہتے ہیں اور صرہ سے مراد ہمیانی ہے کذا فی الطحطاوی او سرق من مرعی او من قطار بفتح القاف الابل علی نسق واحد بعیرا او حملا علیہ لا یقطع لان السائق والقائد والراعی لم یقصدوا اللحفظ یا اونٹوں کی چراگاہ یا قطار سے ایک اونٹ کی چوری کی یا اس پر لدے ہوئے بوجھ کی چوری کی تو قطع نہیں اس واسطے کہ قطار ہانکنے والے اور کھینچنے والے سے اور چراگاہ کے چرانیوالے سے نگہبانی مقصود نہیں جو ہتک حرز متحقق ہو بلکہ سابق اور قائد سے قطع مسافت اور نقل متاع مقصود ہے اور راعی سے چرانا مقصود ہے شارح نے کہا کہ قطار ابل بفتح قاف وہ اونٹ ہیں جو نسق واحد پر ہوں م قطار بکسر قاف صواب ہے چنانچہ قاموس اور منح الغفار اور حموی اور شرح ملتقی میں ہے کذا فی الطحطاوی وان کان معہا حافظ او شق الحمل فسرق منہ او سرق جوالقا بضم الجیم فیہ متاع وربہ یحفظہ او نائم علیہ او لقربہ او ادخل یدہ فی صندوق غیرہ او فی جیبہ او کمہ فاخذ المال قطع فی الکل والاصل ان الحرز ان امکن دخولہ فہتکہ بدخولہ والا بادخال الید فیہ والاخذ[1] اور اگر قطار کے ساتھ کوئی حافظ ہو یا کہ وہ گون کو چیرے اور اس میں سے چراوے یا اس خرجی کو چراوے جس میں اسباب ہے اور حالانکہ مالک اس کی نگہبانی کرتا ہے یا اس پر سوتا ہے یا اس کے پاس سوتا ہے یا اپنا ہاتھ سارق نے غیر کے صندوق میں ڈالا یا اس کی جیب میں یا اس کی آستین میں ڈالا پھر مال کو اس میں سے لیا تو قطع کیا جاوے گا ان سب صورتوں میں اور اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ اگر حرز ایسا ہے جس میں گھسنا انسان کا ممکن ہے جیسے گھر ہے تو ہتک حرز اس کے دخول سے معتبر ہے اور اگر ایسا ہے کہ اس میں دخول ممکن نہیں چنانچہ گون اور خرجی اور صندوق اور جیب اور آستین تو ہتک حرز اس میں ہاتھ ڈالنے اور اس کے مال لینے سے معتبر ہے جوالق بضم جیم خرجی کو کہتے ہیں اور جمع اس کی جوالق اور جوالیق اور جوالقات ہے بفتح جیم فروع مسائل ملحقہ شارح کے سرق فسطاطا منصوبا لم یقطع ولو ملفوفا او فی فسطاط اخر قطع فتح کھڑے خیمہ کو چرایا تو قطع نہ کیا جاوے گا اور اگر خیمہ کسی چیز میں لپیٹا ہوا ہے یا دوسرے خیمہ کے

[1] ایک نسخہ میں ولو ملفوفا کے بعد عند من یحفظہ ہے یعنی اگر لپیٹا ہوا اس کے محافظ کے پاس ہو اور ظاہر اس قید کی ضرورت ہے محرز ہونے کے لیے ۱۲

Marfat.com

اندر ہے تو قطع کیا جاوے گا کذا فی فتح القدیر اس واسطے کہ پہلی صورت میں خیمہ خود حرز ہے مگر محرز نہیں اور باقی صورتوں میں محرز ہے اخرج من حرز شاۃ لا تبلغ نصابا فتبعہا اخری لم یقطع سارق نے حرز سے بھیڑ یا بکری جو بقدر نصاب نہیں نکالی پھر اس کے پیچھے دوسری بکری لگی چلی گئی اور نصاب پوری ہوگئی دونوں کے مل جانے سے تو قطع نہ کیا جاوے گا اس واسطے کہ جس کو اس نے نکالا تھا وہ بقدر نصاب نہ تھی اور دوسرے کا نکلنا اس کے طرف منسوب نہیں سرق مالا من حرز فدخل آخر وحمل السارق بما معہ قطع المحمول فقط سراج چورایا مال کو حرز سے پھر دوسرا داخل ہوا اور سارق اول نے اپنے ساتھ کا مال اس پر لاد دیا تو جس پر لادا ہے وہی فقط قطع کیا جاوے گا نہ لادنے والا کذا فی السراج قال انا سارق ہذا الثوب قطع ان اضاف لکونہ اقرارا بالسرقۃ وان لوی ونصب الثوب لا یقطع لکونہ عدۃ لا اقرارا درر و توضیحہ اذا قیل ہذا قاتل زیدا معناہ انہ قتلہ واذا قیل قاتل زیدا معناہ انہ یقتلہ والمضارع یحتمل الحال والاستقبال فلا یقطع بالشک کہا کہ میں اس کپڑے کا سارق ہوں تو قطع کیا جاوے گا اگر اس نے سارق کے لفظ کو ہذا الثوب کے طرف مضاف کیا اس طرح پر کہ سارق کی تنوین کو حذف کر دیا اور ثوب کو مجرور رکھا اس واسطے قطع ہوگا کہ یوں کہنا چوری کا اقرار ہے اور اگر لفظ سارق کو تنوین کے ساتھ کہا اور ثوب کو منصوب بولا تو قطع نہ کیا جاوے گا اس واسطے کہ یہ وعدہ ہے چوری کا اقرار نہیں کذا فی الدرر اور توضیح اسکی یوں ہے کہ جب یوں کوئی بولا کہ ہذا قاتل زید تو مطلب اس کا یہ ہے کہ اس نے زید کو قتل کر ڈالا اور جب کوئی یوں بولا کہ ہذا قاتل زیدا تو مطلب یہ ہے کہ زید کو یہ قتل کرے گا یا کرتا ہے اور مضارع حال اور استقبال کو محتمل ہے اور معلوم نہیں کہ کون مراد ہے تو قطع نہ کیا جاوے گا شک سے ہم خلاصہ فرق اضافت اور عدم اضافت کا یہ ہے کہ اضافت سے اسم فاعل بمعنی ماضی ہو جاتا ہے تو گویا اس نے یوں کہا کہ سرقت ہذا الثوب تو یہ اقرار ہوا سرقہ ماضیہ کا اور عدم اضافت میں اسم فاعل بمعنی مضارع ہوتا ہے تو گویا یوں ہے کہ انا ارق ہذا الثوب اس واسطے کہ اعمال اسم فاعل کا دلالت کرتا ہے کہ قائل نے ماضی کا ارادہ نہیں کیا کیونکہ جب ماضی کے معنی میں ہوتا ہے تو عمل نہیں کرتا مگر کسائی اور ہشام کے مذہب میں کذا فی المنح قلت وفی شرح الوہبانیۃ ینبغی الفرق بین العالم والجاہل لان العوام لا یفرقون الا ان یقال یحمل شبہۃ لدرء الحد وفیہ بعد شارح کہتا ہے اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ عالم اور جاہل کے درمیان فرق کرنا لائق ہے اس واسطے کہ عوام عرب جو مسائل نحویہ سے واقف نہیں ایسی تراکیب یعنے نصب اور اضافت میں کچھ فرق نہیں کرتے ہیں مگر یہ کہ اس کو حد ٹالنے کا شبہہ قرار دیجے اور اس میں بعد یعنی دوری ہے طحطاوی نے کہا کہ شاید وجہ بعد یہ ہے کہ اس طرح سے تو شبہۃ الشبہۃ کا اعتبار کرنا لازم آتا ہے اس واسطے کہ عدم ایجاب قطع کا عالم پر تو اس شبہہ سے ہوا جو شک سے پیدا ہوا تو اگر جاہل میں اس کو اعتبار کیجے تو عدم قطع اس وجہ سے ہوگا کہ جاہل کا کلام عالم کے کلام سے مشابہ ہے للامام قتل السارق سیاسۃ لسعیہ فی الارض بالفساد درر وہذا ان عاد واما قتلہ ابتداء فلیس من السیاسۃ فی شیء نہر اور امام کو جائز ہے قتل کرنا چور کا بنا بر سیاست کے بسبب اس کے فساد اٹھانے کے زمین میں کذا فی الدرر اور یہ جواز قتل اس وقت ہے جب کہ مکرر چوری کرے اور اول ہی بار کی چوری میں قتل کرنا سیاست شرعی میں کسی طرح داخل نہیں کذا فی النہر حموی نے سراجیہ سے نقل کیا کہ جب تیسری یا چوتھی بار چوری کرے تو امام کو اس کا قتل کرنا بطریق سیاست دفع فساد کے واسطے جائز ہے حموی نے کہا کہ یہ جو ہمارے زمانے کے حاکم پہلے ہی بار کی چوری میں قتل کر ڈالتے ہیں سیاست سمجھ کر سو جور اور ظلم اور جہالت ہے کیونکہ سیاست شرعیہ شرع مغلظ یعنی شرعی سخت حکم سے عبارت ہے قلت وقد قدمنا عنہ مغربا للبحر فی باب الوطی الموجب للحد ان التقیید بالامام یفہم انہ لیس

لہ یہ مطلب جو مترجم اول سمجھا ہے ترکیب الفاظ اس کو قبول نہیں کرتی اگر یہ معنی ہوتے تو حمل کے بعد علیہ اور رامہ بدون ب کے ہونا چاہیے تھا بلکہ ترجمہ یوں چاہیے کہ دوسرا آیا اور چور کو معہ اسباب اٹھا لے گیا تو محمول یعنی چور کا ہاتھ صرف کاٹا جاوے گا نہ اٹھا لے جانے والے کا ۱۲

Marfat.com

للقاضی الحکم بالسیاسۃ فلیحفظ شارح کہتا ہے ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں نہر الفائق سے بحر الرائق کا قول باب الوطی الموجب للحد میں کہ قید لگانا امام کا مفہم ہے کہ قاضی کو حکم بسیاست کرنا جائز نہیں تو اس کو یاد رکھنا چاہیے طحطاوی نے کہا ہم بھی اسی مقام میں مذکور کر چکے ہیں بسند کتاب کہ قاضی کو اکثر احکام سیاست کے کرنے جائز ہیں واللہ سبحانہ اعلم۔

باب کیفیۃ القطع واثباتہ

یہ باب ہے کیفیت قطع اور اس کے اثبات کے احکام میں **تقطع یمین السارق من زندہ** ہو مفصل الرسغ وتحسم وجوبا عند الشافعی ندبا فتح کاٹا جاوے سارق کا داہنا ہاتھ اس کے بند دست یعنی بوچنے سے اور داغا جاوے گرم تیل سے بنا بر وجوب کے اور امام شافعی کے نزدیک داغنا بنا بر استحباب کے ہے کذا فی فتح القدیر **ہم** مطلق ہاتھ کا کاٹنا تو نص قرآنی سے ثابت ہے اور داہنے ہاتھ کی تعیین عبداللہ بن مسعود کی قرأت سے ہے یعنی[1] فاقطعوا ایمانہما اور یہ قرأت مشہور ہے **لاطلاق** آیت کی تقیید اس قرأت سے صحیح ہے اور داہنے ہاتھ کا کاٹنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے فعل سے ثابت ہے اور پوچنے سے کاٹنا متوارث بجائے متواتر ہے جس میں سند مخصوص کے طلب کرنے کی احتیاج نہیں اگرچہ دار قطنی وغیرہ میں اس مضمون کے احادیث بھی مروی ہیں اور قطع اصابع پر اکتفا کرنا یہ نقل شاذ ہے اور خارجیوں کا قول کہ ہاتھ کو مونڈھے سے کاٹنا چاہیے مخالف اجماع ہے اور داغنا تو حدیث سے ثابت ہے حاکم نے ابوہریرہ سے روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سارق پکڑ آیا جس نے شملہ چورایا تھا تو حضرت نے فرمایا کہ میں نہیں گمان کرتا کہ اس نے چوری کی ہو سارق نے کہا بلے یا رسول اللہ تو ارشاد ہوا کہ لے جاؤ اس کو اور اس کو قطع کرو اور اس کو داغو پھر اس کو میرے پاس لاؤ سو قطع ہوا اور داغا گیا پھر اس کو حضرت کے پاس لائے تو فرمایا کہ توبہ کر سو اس نے توبہ کی فرمایا اللہ تعالیٰ تیری توبہ قبول کرے حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے بشرط مسلم اور اسی کو ابوداؤد نے مراسیل میں اور قاسم بن سلام نے غریب الحدیث میں بھی روایت کیا ہے اور دار قطنی نے بھی قطع ید اور داغنے کی روایت کی ہے اور مغرب وغیرہ میں ہے کہ حسم یعنی داغنا عبارت ہے گرم تیل میں ہاتھ ملنے سے اور فائدہ داغنے کا یہ ہے کہ خون بند ہو جاوے اور شافعی اور احمد کے نزدیک گلے میں ہاتھ لٹکانا یعنی بعد قطع اور داغ کے مسنون ہے اس واسطے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کا حکم کیا چنانچہ ابوداؤد اور ابن ماجہ میں مروی ہے اور ہمارے نزدیک یہ امام کی تجویز پر موقوف ہے اور حضرت کا حکم تعلیق ہر قطع میں ثابت نہیں کہ تعلیق سنت ہو کذا فی فتح القدیر مصنف نے شرح میں کہا کہ اس میں اعتراض ہے کہ جب امر ثابت ہوا تو مسنون ہونا ثابت ہوا واللہ اعلم **الا فی حر وبرد شدیدین** فلا یقطع لان الحد زاجر لا متلف ویحبس لتوسط الامر مگر سخت گرمی اور سردی میں قطع نہ کیا جاوے گا ہلاک ہونے کے خوف سے اس واسطے کہ حد قطع زاجر ہے نہ تلف کر دینے والی اور سارق مقید رہے گا تا اعتدال پھر قطع ہوگا **وثمن زیتہ ومؤنتہ** کا جرۃ حداد وکلفۃ **حسم علی السارق** عندنا لتسببہ بخلاف اجرۃ المحضر للخصوم ففی بیت المال وقیل علی المتمرد وشرح وہبانیۃ قلت وفی قضاء الخانیۃ ہو الصحیح لکن فی قضاء البزازیۃ وقیل علی المدعی وہو الاصح کالسارق اور تیل کی قیمت اور اس کے مصارف جیسے ہاتھ کاٹنے والے کی اجرت اور داغنے کی کلفت یعنی لکڑیوں کی قیمت اور تیل جوش کرنے کے برتن کی اجرت سارق پر ہے ہمارے نزدیک اس واسطے کہ وہی سبب بڑا ہے ان مصارف کا بخلاف مدعی اور مدعا علیہ کے محضر کی اجرت کے کہ وہ بیت المال سے متعلق ہے اور بعضوں نے کہا کہ متمرد اور سرکش پر ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ شارح کہتا ہے اور خانیہ کی کتاب القضا میں ہے متمرد پر اجرت محضر کی ہونا بھی صحیح ہے لیکن بزازیہ کی کتاب القضا میں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اجرت محضر کی مدعی پر ہے اور یہی قول اصح ہے مانند سارق کے **قطع یدین ورجلہ الیسری من الکعب ان عاد** اور سارق کا بایاں پاؤں کاٹا جاوے ٹخنے سے اگر وہ دوسری بار چوری کرے **فان عاد ثالثا لا حبس وعزر ایضا بالضرب حتی یتوب ای تظہر امارات التوبۃ**

[1] یعنی آیت السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیہما فاقطعوا ایمانہما قرأت عبداللہ بن مسعودؓ ہے چور مرد اور چور عورت کے داہنے ہاتھ کاٹو ۱۲

Marfat.com

شرح وہبانیہ پھر اگر تیسری بار چوری کرے تو قطع نہ ہوگا اور قید کیا جاوے گا اور اس کو مارنے سے بھی تعزیر دی جاوے گی یہاں تک کہ توبہ کرے یعنی آثار توبہ کے ظاہر ہوں نہ فقط زبانی توبہ کذا فی شرح الوہبانیہ ہم سرقہ ثانیہ میں بایاں پاؤں کاٹنا حدیث اور اجماع سے ثابت ہے اور کعب سے کاٹنا اکثر اہل علم کے نزدیک اور امیر المومنین عمر فاروق کا فعل ہے اور سرقہ ثالثہ اور رابعہ میں قطع نہ کرنا امیر المومنین علی مرتضی کے قول سے ثابت ہے محمد بن الحسن نے کتاب الآثار میں یوں روایت کی اخبرنا ابو حنیفہ عن عمر بن مرۃ عن عبد اللہ بن سلمہ عن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب سارق چوری کرے تو میں اس کا داہنا ہاتھ کاٹوں پھر اگر دوبارہ چوری کرے تو اس کا بایاں پاؤں کاٹوں پھر اگر تیسری بار چوری کرے تو اس کو قید میں رکھوں یہاں تک کہ آثار خیر اس سے پیدا ہوں مجھ کو حیا آتی ہے اللہ سے کہ میں سارق کو ایسا کر کے چھوڑوں کہ نہ اس کے ہاتھ رہے جس سے کھاوے یا استنجا کرے اور نہ پاؤں رہے جس سے چلے اور دار قطنی اور عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے بھی اس کو روایت کیا ہے اور ابن ابی شیبہ میں مروی ہے کہ عمر فاروق نے مشورہ کیا صحابہ کرام سے تو صحابہ نے اجماع کیا مثل قول علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے وغیر ذلک من الآثار کذا فی فتح القدیر و ما روی لقطع ثالثا و رابعا ان صح حمل علی السیاسۃ او نسخ اور یہ جو روایت ہے کہ تیسری بار اور چوتھی بار کی چوری میں بھی قطع کیا جاوے اگر وہ روایت صحیح ٹھہرے تو سیاست پر محمول ہے یا منسوخ ہونے پر ہم امام شافعی کے نزدیک تیسری بار کی چوری میں بایاں ہاتھ کاٹا جاوے اور چوتھی بار کی چوری میں داہنا پاؤں کاٹا جاوے بدلیل حدیث ابی داؤد بروایت جابر خلاصہ مضمون اس کا یہ ہے کہ ایک سارق کی چار بار کی چوری سے چاروں ہاتھ پاؤں کاٹے گئے پھر جب پانچویں بار اس نے چوری کی تو حضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کے قتل کر ڈالنے کا امر فرمایا چنانچہ وہ مقتول ہوا نسائی نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے مصعب ابن ثابت اس کا راوی ضعیف ہے ہر چند مضمون اس حدیث کا طرق کثیرہ سے ثابت ہے لیکن کوئی سند طعن سے خالی نہیں لہذا طحطاوی نے کہا کہ ان آثار کو ہم نے تتبع کیا کسی کی ہم نے اصل نہیں پائی اور عقل سے نہایت بعید ہے کہ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں سارق کے چاروں ہاتھ پاؤں قطع ہوتے اور صحابہ کرام اس کو جانتے اور علی مرتضی کی خلافت میں کوئی اس کو ذکر نہ کرتا اور مشورہ کے وقت اس کے خلاف پر اجماع صحابہ ہوتا تو علی مرتضی کا اس کے مخالف عمل کرنا یا روایات مذکورہ کے ضعیف ہونے پر دلیل ہے یا سیاست پر محمول ہے یعنی یہ حکم بطریق حد سرقہ نہیں بلکہ بطریق سیاست ہے مانند قتل سارق کے کذا فی فتح القدیر نہر الفائق میں کہا کہ سیاست پر محمول ہونے کی یہ دلیل ہے کہ پانچویں بار کی چوری میں قتل کا حکم ہوا یعنی قتل سارق بطریق سیاست ہے سب کے نزدیک نہ بطریق حد کے **من سرق و ابہامہ الیسری مقطوعۃ اوشلاء او اصبعان منہا سوا ہا سوی الابہام اور رجلہ الیمنی مقطوعۃ** اوشلاء لم یقطع لانہ اہلاک بل یحبس الی التوب چنانچہ جسنے چوری کی اور حالانکہ بایاں ہاتھ کا بایاں انگوٹھا مقطوع یا شل ہے یا سوائے بائیں انگوٹھے کے اس کے ہاتھ کی دو انگلیاں مقطوع یا شل ہیں یا سارق کا داہنا پاؤں مقطوع یا شل ہے تو کچھ قطع نہ کیا جاوے گا اس واسطے کہ اس حالت میں داہنا ہاتھ یا بایاں پاؤں کاٹنا اس کا درحقیقت ہلاک کرنا ہے بلکہ ایسے سارق کو قید رکھنا چاہیے تا اظہار آثار توبہ ہم ان مسائل میں قطع نہیں کہ گرفت اور رفتار کی منفعت کا فوت کرنا ہے کیونکہ مدار چلنے کا انگوٹھے پر ہے انگوٹھے کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر ایک انگلی غیر ابہام مقطوع یا شل ہوگی تو قطع ہوگا اس واسطے کہ اس کے فوت ہونے سے گرفت میں خلل نہیں ہوتا اور بائیں ہاتھ کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر داہنا ہاتھ شل یا ناقص الاصابع ہوگا تو ظاہر الروایہ میں مقطوع ہوگا کذا فی المنح حلبی نے کہا اس صورت میں بایاں اور داہنا پاؤں اس واسطے قطع نہ ہوگا کہ یہ محل قطع نہیں ہمارے نزدیک اور داہنا ہاتھ اس واسطے نہ قطع ہوگا کہ جب بایاں ہاتھ بیکار ہوا تو گرفت متصور نہ ہوگی اور یہ اہلاک ہے اور اگر داہنا پاؤں شل ہوگا تو ہاتھ پاؤں کا ایک ہی طرف سے کاٹنا لازم آوے گا اور یہ بھی اہلاک ہے **ولا یضمن قاطع الید الیسری** ولو عمدا فی الصحیح نہر اذا امر بخلافہ لانہ اتلف و اخلف من جنسہ ما ہو خیر منہ وکذا لو قطعہ غیر المحدد فی الاصح اور ضمان نہ دے گا بائیں ہاتھ کا کاٹنے والا اگرچہ اس نے عمدا کاٹا ہو قول صحیح میں کذا فی النہر جب کہ قاطع کو اس کے

Marfat.com

برخلاف حکم ہوا اس واسطے کہ اس نے تلف کیا اور اسی کے ہم جنس ایسا چھوڑا جو اس سے بہتر ہے یعنی دا ہنا اور اسی طرح ضمان نہیں اگر غیر جلاد نے بائیں ہاتھ کو کاٹا قول اصح میں یعنی قاضی نے جلاد کو قطع کا حکم دیا اور غیر جلاد نے قطع کر ڈالا اور قبل حکم کے قطع کرنا آگے آتا ہے نفی ضمان سے تعزیر لازم نہیں تو اگر عمداً کیا ہوگا تو تعزیر دیا جائے گا ولو قطعہ احد قبل الامر والقضاء وجب القصاص فی العمد والدیۃ فی الخطاء وسقط القطع عن السارق سواء قطع یمینہ او یسارہ اور اگر کسی نے ہاتھ کاٹا قبل حکم اور قضا کے تو قصاص واجب ہے عمد میں اور دیت واجب ہے خطا میں اور سارق سے قطع ساقط ہو جائے گا خواہ اس کا داہنا ہاتھ قطع ہوا ہو یا بایاں وقضاء القاضی بالقطع کالامر علی الصحیح فلا ضمان کافی اور قطع میں قاضی کی قضا مانند حکم کے ہے بنا بر قول صحیح کے تو بعد قضا قاضی بھی قاطع پر ضمان نہیں کذا فی الکافی وفی السراج سرق فلم یوخذ بہا حتی قطعت یمینہ قصاصاً قطعت رجلہ الیسری اور سراج میں ہے کہ ایک شخص نے چوری کی سو چوری کا اس سے مواخذہ نہ ہوا یہاں تک کہ اس کا داہنا ہاتھ قصاص میں کاٹا گیا تو اس کا بایاں پاؤں کاٹا جاوے گا ہم قصاص کی قید سے احتراز ہوا سرقہ کی قطع سے یعنی اگرچہ سرقہ میں اس کا قطع ہوا تو اب دوسری بار قطع نہ ہوگا بسبب اتحاد جنس کے کذا فی الطحطاوی وطلب المسروق منہ المال لا القطع علی الظاہر بحر شرط القطع مطلقا فی اقرار وشہادۃ علی المذہب لان الخصومۃ شرط لظہور السرقۃ اور طلب کرنا مال کو مالک کا قطع کی شرط ہے مطلقاً یعنی اقرار سارق میں اور شہادت میں بنا بر مذہب قوی کے طلب مال اس واسطے شرط ہوئی کہ خصومت چوری کے ظاہر ہونے کی شرط ہے وطلب قطع ظاہراً شرط قطع نہیں کذا فی البحر اس واسطے کہ وجوب قطع خالص حق اللہ ہے ولہذا مالک قطع کو عفو بعد الوجوب نہیں کر سکتا پھر جب حق اللہ ہوا تو طلب عبد مشروط نہ ہوگی وکذا حضورہ ای المسروق منہ عند ادائہ الشہادۃ وعند القطع لاحتمال ان یقر لہ بالملک فیسقط القطع لا حضور الشہود علی الصحیح شرح المنظومۃ واقرہ المصنف قلت لکنہ مخالف لما قدمناہ متنا وشرحا فلیحرر وقد حررہ فی الشرنبلالیہ بما یفید ترجیح الاول فتامل اور اسی طرح حاضر ہونا مسروق منہ یعنی مالک یا قابض مال کا شرط ادائے شہادت اور قطع کے وقت میں اس احتمال سے کہ شاید وہ سارق کی ملک کا اقرار کرے تو ساقط ہو جاوے قطع سارق سے شرط نہیں حضور گواہوں کا قطع کے وقت بنا بر صحیح قول کے کذا فی شرح المنظومہ اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں شارح کہتا ہے لیکن عدم اشتراط شہود مخالف ہے اس کلام کے جس کو ہم نے اس بات سے پہلے ذکر کیا ہے متن اور شرح دونوں میں تو یہ مقام لائق تحریر ہے اور البتہ شرنبلالیہ میں ایسی تحریر کی ہے جو قول اول کی ترجیح کی مفید ہے یعنی اشتراط حضور کی سو اس میں تامل کرم شرنبلالیہ میں فتح القدیر سے نقل کی کہ قطع نہیں بدون حضور مسروق منہ اور شاہدین کے سو اگر غائب ہوں شاہد یا مرجاویں تو قطع نہ کیا جاوے گا انتہی امافی الفتح اور اسی طرح اگر ایک شاہد غائب ہوگا یا مرجاوے گا ظاہر الروایت میں انتہی مافی الشرنبلالیہ شارح نے بلفظ تامل اشارہ کیا کہ یہ مقام دقیق ہے تو یہاں معتمد علیہ قول کو تلاش کرنا چاہیے فتاوی ہندیہ یعنی عالمگیری میں ہے کہ جب دو شاہد چوری کی گواہی دیں پھر غائب ہو جاویں بعد ظہور عدالت کے یا مرجاویں قبل قضا کے یا بعد قضا جاری کرنے کے قبل تو دونوں صورتوں میں قاضی نہ قضا کرے نہ جاری کرے امام اعظم کے نزدیک اول قول میں اور قول اخیر امام کا یہ ہے کہ قضا کرے اور جاری کرے انتہی تو اس روایت سے معلوم ہو گیا کہ قول معتمد علیہ عدم حضور شاہدین ہے اس واسطے کہ مجتہد کا قول معتبر وہی ہوتا ہے جو قول اخیر ہے چنانچہ شارح نے شرح ملتقی میں توضیح تمام اس کو بیان کیا ہے کذا فی الطحطاوی اور مصنف نے بھی اپنی شرح میں قول اخیر امام کا عدم اشتراط حضور شاہدین میں اور موافقت قول صاحبین کے بدائع سے نقل کی ہے ثم فرع علی قولہ وطلب المسروق الخ فقال فلو اقر انہ سرق مال الغائب توقف القطع علی حضورہ فخاصمتہ پھر مصنف نے اپنے قول یعنی اشتراط طلب مسروق منہ پر متفرع کیا سو یوں کہا تو اگر سارق نے اقرار کیا کہ اس نے فلانے غائب شخص کا مال چوریا تو قطع موقوف رہے گا اس کے حاضر ہونے اور جھگڑا کرنے پر وکذا لو قال سرقت ہذہ الدراہم ولا ادری لمن ہی اولا اخبرک

Marfat.com

من صاحبہا لا قطع لانہ یلزم من جہالۃ عدم طلبہ اور اسی طرح اگر سارق نے کہا کہ میں نے یہ دراہم چوری کیے ہیں اور میں نہیں جانتا ہوں کہ یہ کس کے ہیں یا یوں اقرار کیا کہ میں نے یہ دراہم چوری کیے ہیں اور تجھ کو میں نہیں بتاتا کہ کون اس کا مالک ہے تو قطع نہیں اس واسطے کہ نادانستگی مالک سے اس کی عدم طلب لازم ہے حالانکہ طلب مالک شرط قطع ہے وکل من لہ ید صحیحۃ ملک الخصومۃ ثم فرع علیہ بقولہ کمودع وغاصب ومرتہن متول واب ووصی وقابض علی سوم الشراء وصاحب ربوا بان باع درہما بدرہمین وقبضہما فسرقا منہ لان الشراء فاسد بمنزلۃ المغصوب بخلاف معطی الربوا لانہ بالتسلیم لم یبق لہ ملک ولا ید ثمنی اور حبس کا قبضہ صحیح ہے مال پر وہ مالک ہے خصومت کرنے کا اس مال کے چورانے والے سے پھر اصل پر مصنف نے اپنا یہ قول متفرع کیا جیسے امانتدار اور غاصب اور مرتہن اور مسجد کا متولی اور باپ صغیر کے مال میں اور وصی اور حبس نے بیع پر قبضہ کیا بالغ کی خریدؔ کے نرخ پر اور بیاج لینے والا اس طرح کہ اس نے ایک درہم کو بعوض دو درہم کے بیچا اور دونوں درہم پر قبضہ کر لیا پھر اس کے پاس سے دونوں چوری گئے اس واسطے کہ فاسد خرید بمنزلہ مغصوب کے ہے بخلاف بیاج دینے والے کے کہ وہ خصومت کا مالک نہیں . . . . . اس واسطے کہ بسبب تسلیم مال کے اس کی ملکیت اور قبضہ باقی نہ رہا کذا فی الثمنی ہم غاصب بسبب وجوب ضمان کے صاحب قبض صحیح ہے شارح نے تصویر ربوا میں ایک دو درم کی مثال دی حالانکہ یہ مناسب مقام نہیں اس واسطے کہ دو درم نصاب سرقہ نہیں اور مصنف کی تصویر خوب ہے یعنی دس درم کو بیس درم سے بیچا پھر وہ چوری ہو گئے تو سارق کا ہاتھ مقطوع ہوگا ہمارے نزدیک صاحب ربوا کی خصومت سے کذا فی المنح ولا قطع بسرقۃ اللقطۃ خانیہ اور قطع نہیں لقطہ چورانے سے کذا فی الخانیہ ہم طحطاوی نے کہا کہ خانیہ میں سرقہ لقطہ سے عدم قطع مذکور نہیں بلکہ صاحب بحر نے اس کی عبارت پر متفرع کیا ہے خانیہ کا یہ مضمون ہے کہ ایک مرد نے لقطہ یعنی افتادہ چیز کو اٹھا لیا پھر اس کے پاس سے وہ چیز جاتی رہی سو اس کو غیر کے ہاتھ میں پایا تو یہ مرد اس شخص سے خصومت نہیں کر سکتا اس واسطے کہ شخص ثانی لقطہ لینے کی ولایت میں اس شخص اول کے مانند ہے صاحب بحر نے کہا تو لائق یہ ہے کہ ملتقط کی طلب سے قطع نہ ہو ومن لا ید لہ صحیحۃ فلا یملک الخصومۃ کسارق سرق منہ بعد القطع لم یقطع بخصومۃ احد ولو مالکا لان یدہ غیر صحیحۃ کما باقی النفا اور حبس کا قبضہ صحیحہ نہیں مال پر تو وہ مطالبہ اور خصومت کا مالک نہیں چنانچہ سارق کے پاس سے مال چوری ہو گیا بعد قطع ید کے تو سارق ثانی کا ہاتھ قطع نہ ہوگا کسی کی خصومت سے اگرچہ اس مال کا مالک ہے مطالبہ اس واسطے نہ کرے کہ قبضہ اس کا غیر صحیح ہے چنانچہ اس کا ذکر ابھی آتا ہے ویقطع بطلب المالک ایضا لو سرق منہم ای من الثلثۃ اور قطع ہوگا مالک بھی مطالبہ سے اگر ان تینوں کے پاس سے چوری ہو گئی یعنی امانتدار اور غاصب اور صاحب ربوا ہم اسی طرح زیلعی اور عینی اور صاحب بحر اور مصنف نے ذکر کیا ہے تو معلوم ہوا کہ بیاج دینے والا بھی مطالبہ کر سکتا ہے حالانکہ شارح نے ثمنی سے مانند صاحب بحر اور مصنف کے ابھی مذکور کیا ہے کہ معطی ربوا مطالبہ نہیں کر سکتا اس واسطے کہ تسلیم سے اس کا قبضہ اور ملک باقی نہیں واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی وکذا بطلب الراہن مع غیبۃ المرتہن علی الظاہر لانہ ہو المالک اور اسی طرح قطع ہے راہن کے مطالبہ سے مرتہن کے غائب ہونے کے ساتھ بنا بر قول ظاہر کے اس واسطے کہ مال مرہون کا راہن ہے تو مالک ہے کذا فی المنح عن الجامع الصغیر[1] بطلب المالک للعین المسروقۃ او بطلب السارق لو سرق من السارق بعد القطع لسقوط عصمۃ قطع نہیں مالک کے مال مسروق کے طلب کرنے سے یا سارق کے طلب کرنے سے اگر سارق کے پاس چوری ہو گئی بعد قطع ید کے بسبب ساقط ہونے عصمت اس مال کے یعنی بعد قطع کے وہ مال غیر متقوم ہے سارق کے حق میں لہذا اس پر ہلاک کرنے سے ضمان واجب نہیں کذا فی المنح بخلاف ما اذا سرق الثانی من السارق الاول قبل القطع وبعد ما وری بشبہۃ فان لہ ولرب المال القطع لان سقوط التقوم ضرورۃ القطع ولم یوجد فصار کالغاصب ثم بعد القطع ہل للاول استردادہ روایتان

[1] اگر مترجم اول یوں کہتا کہ بیع پر قبضہ کیا بقصد خریداری تو واضح تر ہوتا ۱۲

Marfat.com

واختارہ الکمال ردہ للمالک بخلاف اس کے جب کہ سارق ثانی نے سارق اول سے چوری کی قبل قطع کے بعد ٹل جانے حد کے شبہہ پڑنے سے اس واسطے کہ سارق اول کو اور صاحب مال کو مطالبہ قطع کا ہے . . . . . اس واسطے کہ تقوم مال کا سقوط بضرورت قطع تھا سو یہاں موجود نہیں تو سارق مانند غاصب کے ہوگیا استحقاق طلب میں پھر قطع ہو جانے کے بعد سارق اول کو سارق ثانی سے مال کا پھیر لینا جائز ہے یا نہیں اس میں دو روایتیں ہیں اور کمال الدین صاحب فتح القدیر نے مالک کو مال کا پھیر دینا پسند کیا ہے اس واسطے کہ اول اور ثانی دونوں خائن ہیں اور اگر مالک موجود نہ ہو تو قاضی اس مال کو حفاظت میں رکھے جیسے غائب شخصوں کا مال محفوظ رکھتا ہے کذا فی الفتح **سرق شیئا وردہ قبل الخصومۃ عند القاضی الی مالکہ ولو حکما کاصولہ ولو فی غیر عیالہ او ملکہ ای المسروق بعد القضاء بالقطع ولو بہبۃ مع قبض او ادعی انہ ملکہ وان لم یبرہن للشبہۃ او نقصت قیمتہ من النصاب** فی نقصان الشعر فی بلدۃ الخصومۃ لم یقطع فی المسائل الاربع کچھ چیز چوری اور قاضی کے پاس نالش ہونے سے پہلے مالک کو پھیر دی اگرچہ مالک حکمی ہو چنانچہ مالک کے اصول اگرچہ مالک کی عیال میں نہ داخل ہوں یا بعد حکم ہو جانے قطع کے سارق نے مال مسروق کا مالک کو دیا اگرچہ تملیک ہبہ مع القبض سے کر دی ہو یا سارق نے اس مال کے مالک ہونے کا دعوی کیا اگرچہ یہ دعوی بگواہی ثابت نہ کیا ہو مگر قطع نہیں بسبب شبہہ پڑنے کے یا قیمت مسروق کی گھٹ گئی نرخ کے کم ہو جانے سے مطالبہ کے شہر میں قطع نہ ہوگا ان چاروں مسئلوں میں **اقر بسرقۃ نصاب ثم ادعی احدہما شبہۃ مسقطۃ للقطع لم یقطعا** قید باقرار ہما لانہ لو اقر انہ سرق فلان فانکر فلان قطع المقر کقولہ قتلت انا وفلان اقرار کیا دو شخصوں نے سرقہ نصاب کا پھر دعوی کیا ایک سارق سے ایسے شبہہ کا جو قطع کو ساقط کرتا ہے تو دونوں پر قطع نہ ہوگا مصنف نے قید لگائی دونوں کے اقرار کی اس واسطے کہ اگر سارق یوں اقرار کرے گا کہ میں نے چوری کی اور فلانے شخص نے اور فلانا منکر ہے تو مقر پر قطع ہے مانند اس قول کے کہ میں نے قتل کیا اور فلانے نے اور فلانا منکر ہے تو فقط مقر پر قصاص ہوگا م سرقہ نصاب سے جنس مراد ہے اس واسطے کہ دو سارقوں پر قطع نہیں تاوقتیکہ سرقہ بقدر دو نصاب کے نہ ہو کذا فی الطحطاوی **ولو سرق وغاب احدہما وشہدا** ای شہد اثنان **علی سرقتہما قطع الحاضر** لان شبہۃ الشبہۃ لا تعتبر اور اگر دو شخصوں نے چوری کی اور ایک ان میں سے غائب ہوگیا اور دو شاہدوں نے گواہی دی ان کی چوری پر تو سارق حاضر قطع کیا جاوے گا اس واسطے کہ شبہۃ الشبہۃ معتبر نہیں م یعنی اس احتمال سے قطع ساقط نہیں ہو سکتا کہ شاید جب غائب سارق آوے تو کوئی شبہہ حاضر سارق کے واسطے بیان کرے کیونکہ یہ شبہۃ الشبہہ ہے اور مسقط قطع شبہہ ہے نہ شبہۃ الشبہہ **ولو اقر عبد مکلف بسرقۃ قطع وترد السرقۃ الی المسروق منہ لو قائمۃ** اور اگر مکلف غلام نے چوری کا اقرار کیا تو قطع کیا جاوے گا اور مال مسروق مالک کو پھیر دیا جاوے گا اگر مال قائم ہو م قطع اس واسطے ہے کہ اقرار عبد کا اپنی ذات پر صحیح ہے حدود اور قصاص میں مکلف کی قید اس واسطے لگائی کہ عبد صغیر کے اقرار پر قطع نہیں اور اگر مال ہلاک ہوگیا ہو تو قطع ہوگا بلا ضمان کما لو قامت علیہ بذلک لکن بشرط حضرۃ مولاہ عند اقامتہما خلافا للثانی لا عند اقرارہ بحد اتفاقا چنانچہ قطع ہے غلام پر اگر قائم ہوں گواہ اس کی چوری پر لیکن بشرط موجود ہونے اس کے مالک کے شاہدوں کی گواہی کے وقت خلافا لابی یوسف اور شرط نہیں موجود ہونا مالک کا غلام کے اقرار حد کے نزدیک بالاتفاق **ولا عزم علی السارق بعد ما قطعت یمینہ** ہذا لفظ الحدیث در وغیرہا ورواہ الکمال بعد تقطع یمینہ اور ڈانڈ[1] نہیں سارق پر بعد قطع ہونے اس کے داہنے ہاتھ کے یعنی درصورت نہ موجود رہنے مال کے بالفاظ حدیث کے ہیں کذا فی الدر وغیر اور کمال الدین نے بہ حدیث ہایں لفظ روایت کی لا عزم علی السارق بعد قطع یمینہ م متن کی روایت حدیث بالمعنی ہے اس واسطے کہ ما مصدریہ ہے اور حدیث بالمعنی روایت کرنا عارف لغت کو جائز ہے فتح القدیر میں اس حدیث کو کمال الدین بن ہمام نے دار قطنی سے روایت کیا اور نسائی میں حدیث فروعہایں لفظ ہے لا یغرم[1] صاحب سرقۃ اذا اقیم علیہ الحد اور بزار کی حدیث ہایں لفظ ہے لا یغرم السارق[2]

[1] ڈانڈ نہ لیا جائے چور سے جب تک قائم کی جائے اس پر حد ۱۲ [2] تاوان نہ لیا جاوے چور سے بعد قائم ہو جانے حد کے ۱۲

Marfat.com

سرفتہ بعد اقامۃ الحد لیکن نسائی کی حدیث ضعیف اور منقطع ہے واللہ تعالیٰ اعلم **وترد العین لو قائمۃ** وان باعہا او وہبہا لبقائہا علی ملک مالکہا اور مالک کا مال پھیر دیا جاوے اگر موجود ہو اگرچہ سارق نے اس کو بیع یا ہبہ کر دیا ہو بسبب باقی رہنے مال کے اس کے مالک کی ملک پر **ولا فرق فی عدم الضمان بین ہلاک العین او استہلاکہا فی الظاہر من الروایۃ** لکنہ یفتی باداء قیمتہا دیانۃ وسواء کان الاستہلاک **قبل القطع او بعدہ** مجتبی اور کچھ فرق نہیں عدم ضمان میں درمیان ہلاک ہو جانے مال مسروق یا اس کے ہلاک کر ڈالنے کے ظاہر الروایت میں لیکن سارق کو فتوی دیا جاوے اس کی قیمت کے ادا کرنے کا اور برابر ہے کہ استہلاک قبل قطع کے ہو یا بعد قطع کے کذا فی المجتبی **وفیہ لو استہلک المشتری منہ او الموہوب لہ فلمالک تضمینہ** اور مجتبی میں ہے کہ اگر سارق سے خرید کرنے والے نے یا موہوب لہ نے اس کو ہلاک کیا تو مالک مال کو ضمان لینا مشتری یا موہوب لہ سے جائز ہے **م** اور مشتری سارق سے اتنا پھیرے جتنا دیا **ولو قطع لبعض السرقات لم یضمن شیئا وقالا یضمن مالم یقطع** فیہ اور اگر بعضے چوریوں کی جزا میں قطع ہوا تو باقی چوریوں میں سے کسی کا ضمان نہیں اور صاحبین نے کہا کہ ضمان لیا جاوے گا اس مال کا جس میں قطع نہیں ہوا **م** امام کی دلیل یہ ہے کہ جمیع سرقات میں قطع واحد بنا بر حق اللہ کے واجب ہے اس واسطے کہ بنائے حدود تداخل پر ہے اور خصومت شرط ظہور ہے قاضی کے نزدیک تو جب ایک سرقہ کی طرف سے قطع ہوا تو سب کی طرف سے قطع ہو چکا خواہ ایک شخص کا چند بار مال چرایا ہو یا چند شخصوں کا کذا فی الملتقی **سرق ثوبا فشقہ نصفین ثم اخرجہ قطع ان بلغت قیمتہ نصابا بعد شقہ مالم یکن اتلافا بان نقص اکثر من نصف القیمۃ فلہ تضمین القیمۃ فیملک مستندا الی وقت الاخذ فلا قطع** زیلعی کپڑا چورایا پھر اس کو چیر کر گھر میں آدھا آدھا کیا پھر اس کو گھر میں سے نکالا تو قطع کیا جاوے گا اگر اس کی قیمت بقدر نصاب کے پہنچے بعد پھاڑنے کے تاوقتیکہ پھاڑنا اس کے تلف کر ڈالنے کا موجب نہ ہو اس طرح پر کہ اس کی نصف قیمت سے اکثر کم ہو جاوے تو اس وقت میں مالک کو اس کی قیمت کا ضمان لینا جائز ہے تو ضمان دیکر سارق مالک ہوگا اس کپڑے کا چوری کے وقت سے بطریق استناد کے پھر جب مالک ٹھہرا تو قطع نہیں کذا فی الزیلعی **م** طحطاوی نے کہا اور اگر گھر سے نکال کر کپڑا پھاڑا تو قطع ہوگا اگرچہ اس کی قیمت بقدر نصاب نہ رہی ہو بعد چیرنے کے **وہل یضمن نقصان الشق مع القطع** صحیح الخبازی **لا وقال الکمال الحق نعم** اور کیا پھاڑ ڈالنے کا نقصان قطع کے ساتھ ہو سکتا ہے یعنی درصورت تنصیف اور عدم اتلاف خبازی نے عدم ضمان کی تصحیح کی ہے اور کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا ہاں وجوب ضمان حق ہے وقتی اختار **تضمین القیمۃ لیسقط القطع لما مر** اور جب کہ مالک نے تضمین قیمت اختیار کی تو قطع ساقط ہوگا بدلیل گذشتہ یعنی ضمان میں وقت اخذ سے مالک ہو جائیگا سارق پھر قطع کیونکر ہو **ولو سرق شاۃ فذبحہا فاخرجہا لالما مر انہ لا قطع فی اللحم وان بلغ لحمہا نصابا بل یضمن قیمتہا** اور اگر بکری چرائی پھر گھر میں اس کو ذبح کر ڈالا پھر اس کو گھر سے باہر نکالا تو قطع نہیں اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ گوشت میں قطع نہیں اگرچہ گوشت اس کا بقدر نصاب کے پہنچے بلکہ سارق اس کی قیمت کا ضمان دے گا **ولو فعل ما سرق من الجرین وہو قدر نصاب وقت الاخذ دراہم ودنانیر اوانیۃ قطع وردت وقالا لا یرد لتقوم الصنعۃ عندہما خلافا لہ** اور سارق نے جس چاندی اور سونے کو چورایا اور حالانکہ وہ بقدر نصاب ہے چوری کے وقت اس کے دراہم اور دنانیر یا برتن بنائے تو قطع کیا جاوے گا اور وہ مالک کو پھیر دیئے جاویں گے اور صاحبین نے کہا کہ پھیرنا نہ ہوگا بسبب تقوم صنعت کے صاحبین کے نزدیک بخلاف امام کے **م** صاحبین کے نزدیک صنعت سے ذات اور نام بدل گیا اسواسطے کہ چاندی کا نام درہم ہو گیا اور سونے کا نام دینار ہو گیا اور امام اعظم اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک صنعت سے نام کا بدلنا شرعا معتبر نہیں بدلیل عدم تغیر حکم ربو یعنی اگر چاندی کا برتن دس درم کے وزن کا بیچا جائے گیا و درم سے تو جائز نہیں پس حکما ذات ویسی ہی باقی رہی جیسی تھی تو قطع ہوگا اور مالک کو پھیر دیا جاوے گا علاوہ اس کے اور دینار میں چاندی سونے کا نام بھی باقی ہے اس کے ساتھ دوسرا نام حادث ہو گیا وامانحو النحاس لو جعلہ اوزنی فان کان یباع وزنا فکذلک وان عدا فہی للسارق اتفاقا اختیار اور تانبا وغیرہ تو اگر اس کو چورایا

Marfat.com

اور اس کے برتن بنائے سو اگر وہ وزن سے بکتا ہو تو اسی طرح کا حکم ہے یعنی قطع ہے اور مالک کو پھیر دینا اور اگر بطریق شمار کے بکتا ہو تو وہ سارق کا ہے باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الاختیار اس واسطے کہ حالت جدید پیدا ہوئی بنا بر تداول اور بیع اور شرا کے **ولو صبغہ احمر او طحن الحنطۃ** اولت السویق **فقطع لا رد ولا ضمان** اور اگر سارق نے کپڑے کو سرخ رنگ کر دیا یا گیہوں کو پیس دیا یا ستو کو گھی یا شہد میں لت کیا کذا فی الطحطاوی پھر سارق کو قطع کیا گیا تو نہ رد مال ہے نہ ڈانڈ وکذا لو صبغہ بعد القطع بحر خلافا لما فی الاختیار اور اسی طرح حکم ہے اگر کپڑے کو بعد قطع ید کے رنگین کرے گا کذا فی البحر خلافا لما فی الاختیار **ولو صبغہ اسود رده لان السواد نقصان خلافا للثانی وہو اختلاف زمان لا برہان** اور اگر سارق کپڑے کو سیاہ رنگے گا تو مالک کو پھیر دیا جاوے گا اس واسطے کہ سیاہی نقصان ہے بخلاف ابی یوسف کے کہ ان کے نزدیک سیاہی موجب نقصان نہیں اور یہ اختلاف زمان کا ہے نہ اختلاف دلیل کا یعنی امام اعظم کے وقت میں سیاہی نقصان میں داخل تھی اور ابی یوسف کے وقت میں موجب خوشنمائی اور خوبی تھی اس واسطے کہ خلفائے عباسیہ پوشاک سیاہ کے ملتزم تھے **سرق فی ولایۃ سلطان لیس لسلطان آخر قطعہ اذ لا ولایۃ علی من لیس تحت یدہ فلیحفظ ہذا الاصل** چوری کی ایک سلطان کی حکومت میں تو دوسرے سلطان کو اس کا قطع کرنا نہیں پہنچتا اس واسطے کہ جو شخص اس کے تحت اختیار نہیں سرقہ کے وقت اس پر اس کی ولایت اور حکومت نہیں تو اصل کو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الدرر **ہم** سرا جیہ میں ہے کہ جب سمرقند میں چوری کرے تو اوزجند کے والی کو اس پر حد قائم کرنا نہیں پہنچتا کذا فی المنح طحطاوی نے کہا کہ یہ حکم فقط حدود میں خاص ہے یا جمیع امور میں اس کی تصریح تلاش کرنا چاہیے **اذا کان للسارق کفان فی معصم واحد قیل یقطعان وقبل ان تمیزت الاصلیۃ وامکن الاقتصار علی قطعہا لم یقطع الزائد لانہ غیر مستحق للقطع والا لم یمکن متمیزۃ قطعا وہو المختار** لانہ لا یتمکن من اقامۃ الواجب الا بذلک سراج جبکہ سارق کی دو ہتھیلیاں ہوں ایک گٹے میں بعضوں نے کہا دونوں قطع کی جاویں اور بعضوں نے کہا کہ اگر اصلی ہتھیلی ممتاز ہو اور فقط اسی کا کاٹ ڈالنا ممکن ہو تو اصلی کاٹی جاوے زائد نہ کاٹی جاوے اس واسطے کہ زائد مستحق قطع نہیں اور اگر اصلی زائد سے ممتاز نہ ہو تو دونوں قطع کی جاویں یہی قول مختار ہے اس واسطے کہ حاصل نہیں ہوتی اقامت واجب کی مگر اسی طرح کذا فی السراج واللہ اعلم۔

باب قطع الطریق

ہو السرقۃ الکبری یہ باب ہے قطع طریق یعنی رہزنی کے احکام میں اور یہ سرقہ کبری ہے جو اول مذکور ہوا وہ سرقہ صغری ہے اور چونکہ صغری کثیر الوقوع ہے لہذا اس کو مقدم ذکر کیا کبری پر ہر چند قطع طریق علانیہ ہوتا ہے نہ بطریق خفیہ تو اس کو سرقہ کہنا بنا بر مجاز کے ہے کہ ایک نوع کا اخفا اس میں بھی ہے یعنی اخفا حاکم اور اس کے نائبوں سے اور شرائط قطع طریق سے یہ ہے کہ قطاع الطریق یا قوت و شوکت ہوں ایک ہی آدمی ایسا ہو اور یہ کہ قطع طریق شہر سے باہر ہو تو شہر میں یا دو کانوں کے درمیان میں قطع طریق نہیں بخلاف ابو یوسف کے کہ ان کے نزدیک شہر کے اندر رات کے وقت متحقق ہے اور اسی پر فتوی ہے لوگوں کی مصلحت کے واسطے کذا فی الاختیار اور یہ شرط ہے کہ دار الاسلام میں ہو اور یہ کہ ماخوذ بقدر نصاب ہو اور یہ کہ قطاع الطریق اصحاب اموال کے قرابتدار نہ ہوں اجنبی ہوں اور یہ کہ قطاع الطریق ان میں سے جو وجوب قطع کے میں اہل ہوں تو اگر عورت ہوگی تو اصح قول یہ ہے کہ قطع نہیں اور یہ شرط ہے کہ قبل توبہ کرنے کے گرفتار ہوں تو اگر بعد توبہ گرفتار ہوں گے تو مال مالکوں کو پھیر دیا جاوے گا اور ان پر سے حد ساقط ہو جاوے گی بالاتفاق کذا فی الطحطاوی عن الشبلی والنہر والدرر والمنتقی **من قصد ولو فی المصر لیلا بہ یفتی وہو معصوم علی شخص معصوم** ولو ذمیا جس نے کہ قطع طریق کا قصد کیا اگرچہ شہر میں رات کو قصد کیا اسی قول ابی یوسف پر فتوی ہے حالانکہ قصد کرنے والا معصوم یعنی محفوظ الدم ہے شخص محفوظ الدم والمال پر رہزنی کا قصد کرے اگرچہ دونوں ذمی ہوں **ہم** قاصد معصوم الدم ہو یعنی مسلمان یا ذمی کہ بحکم شرع ان کا خون محفوظ ہے خواہ وہ آزاد ہو یا غلام عصمت کی قید سے کافر حربی نکل گیا سو اگر حربی دار الاسلام میں قطع طریق کرے گا تو وہ استیلاء

Marfat.com

کفر ، داخل ہے جس کا بیان کتاب الجہاد میں آویگا اور اگر قطع طریق مستامن کرے گا تو اس کی حد میں اختلاف ہے کذا فی المنح فلو علی المستامنین فلا حد تو اگر قطاع الطریق نے مستامن کفار پر رہزنی کی تو حد نہیں اس واسطے کہ بسبب حربی ہونے کے اس کا مال مباح ہے اور عصمت اس کی دائمی نہیں کذا فی المنح عن الکافی **واخذ قبل اخذ شیئ وقتل نفس حبس** وہو المراد بالنفی فی الآیۃ سو قاطع طریق گرفتار ہوا قبل لینے کسی چیز کے اور قبل قتل کرنے جان لے تو قید کیا جاوے اور نفی من الارض سے قید کرنا ہی مراد ہے آیت قرآنی میں[1] م نفی من الارض سے حبس اس واسطے مراد ہوا کہ اگر اس کی نفی جمیع ارض سے مراد ہو تو یہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ زندہ ہے اور اگر ایک شہر سے دوسرے شہر میں نکال دینا مراد ہو تو اس سے مقصود حاصل نہیں یعنی دفع اذیت آدمیوں سے اور اگر دار الاسلام سے دار الحرب کا نکال دینا مراد لیجیے تو اس میں اس کے ارتداد کا خوف ہے تو ثابت ہوا کہ نفی عن جمیع الارض مراد ہے اس طرح پر کہ اس کو ایک مکان میں قید کیجیے تا جمیع اہل ارض اس کے شر سے محفوظ رہیں بجز موضع حبس اس واسطے کہ محبوس کو خارج عن الدنیا بولتے ہیں وظاہر ان المراد توزیع الاجزیۃ علی الاحوال کما تقرر فی الاصول اور ظاہر ہے کہ آیت قرآنی میں تقسیم جزاؤں کی احوال پر مراد ہے چنانچہ کتب اصول میں ثابت ہو چکا ہے م قطاع الطریق کی جزا قرآن مجید میں قتل کرنا یا سولی دینا یا ہاتھ پاؤں کا کاٹنا یا نفی یعنی حبس مذکور ہے تو اگر آیت کے اطلاق پر عمل کیجیے تو سخت گناہ کی ہلکی جزا اور ہلکے گناہ کی سخت جزا جائز ہو سکتی ہے اور یہ امر قواعد شرع اور عقل کے مخالف ہے تو واجب ہوا تقسیم جزا کا قائل ہونا سخت گناہ کی سخت جزا اور ہلکے کی ہلکی اس واسطے کہ برابری عقوبت کی باوجود تفاوت جنایت کے حکمت کے مخالف ہے اور یہ کیونکر نہ ہو حالانکہ محمد بن الحسن نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ ابی بردہ کے لوگوں نے قطاع الطریق کی تو جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے یہ حد لیکر کہ جس نے قتال کیا اور مال لیا اور جس نے قتال کیا اور مال نہیں لیا وہ قتل کیا جائے اور جس نے مال لیا اور قتال نہیں کیا اس کے ہاتھ پاؤں کاٹے جاویں جانب خلاف سے اور جو مسلمان ہو کر آوے تو اسلام نے گناہ گذشتہ کو گرا دیا اور عطیہ کی روایت میں ابن عباس سے یوں ہے کہ جس نے راہ میں دھمکایا اور قتل نہیں کیا اور مال نہیں لیا وہ نفی کیا جاوے کذا فی الفتح والطحطاوی اور یہی مذہب ہے امام شافعی اور لیث اور اسحق اور اصحاب احمد کا اور ابو ثور اور داؤد ظاہری کے نزدیک امام کو اختیار ہے اطلاق آیت پر عمل کرنے کا **بعد التعزیر** لمباشرتہ منکر التخویف **حتی یتوب** لا بالقول بل بظہور سیماء الصلحاء او یموت رہزن مذکور محبوس کیا جاوے بعد تعزیر کے مخالف شرح دھمکانے کے سبب سے یہاں تک کہ توبہ کرے نہ فقط زبانی توبہ بلکہ علامت صالحین کے ظہور سے مر جاوے قید میں اگر آثار توبہ ظاہر نہ ہوں م مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ متون فقہ میں تعزیر مذکور نہیں حالانکہ مفتی الثقلین نے حبس بعد التعزیر کی تصریح کی ہے بسبب ارتکاب امر منکر یعنی تخویف کے اور صاحب کفایہ نے تمرتاشی سے اسی طرح نقل کیا ہے چنانچہ اخی زادہ نے اس کو مذکور کیا ہے انتہی **وان اخذ مالا معصوما** بان یکون المسلم او ذمی کما مر **واصاب کل نصابا قطع یدہ ورجلہ من خلاف ان کان صحیح الاطراف** لئلا یفوت نفعہ وہذہ حالۃ ثانیہ اگر رہزن نے مال معصوم لیا اس طرح کہ وہ مال مسلم یا ذمی کا ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور پہنچا مال ہر شخص کو بقدر نصاب کے تو اس کا ایک ہاتھ ایک پاؤں قطع کیا جاوے جانب مخالف سے بشرطیکہ اس کے ہاتھ پاؤں صحیح سالم ہوں تاکہ اس کی منفعت حاجات انسانی کی نہ فوت ہوں اور یہ دوسری حالت ہے م مخالف سے یہ مراد ہے کہ داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹنا چاہیے تا رفع حاجت ہو سکے اور صحیح الاطراف کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر اس کا بایاں ہاتھ اور داہنا مقطوع یا شل ہوگا تو قطع نہ ہوگا اور نصاب کی قید سے معلوم ہوا کہ اقل نصاب میں قطع نہیں کذا فی المنح وان **قتل معصوما ولم یاخذ مالا قتل** ہذہ حالۃ ثالثۃ حدا لا قصاصا فلذا لا یعفوہ ولی ولا یشترط ان یکون القتل موجبا للقصاص لوجوبہ جزاء لمحاربۃ اللہ تعالی بمخالفۃ امرہ

[1] یہ آیت صفحہ آئندہ میں پوری لکھی جائے گی ۱۲

Marfat.com

وبھذا الحل یستغنی عن تقدیر مضاف کما لا یخفی اور تیسری حالت یہ ہے کہ اگر قتل کرے شخص معصوم کو اور مال نہ لے تو وہ بنا بر حد کے قتل کیا جاوے گا نہ از روئے قصاص کے تو اسی واسطے ولی مقتول اس کو معاف نہیں کر سکتا اور شرط نہیں ہے کہ قتل کرنا قاطع طریق کا موجب قصاص ہو یعنی مباشرت آلہ ہو سب قاطع الطریق کا قتل کرنا شرط نہیں بلکہ ایک شخص کا قتل کرنا سب کے قتل کے واسطے کافی ہے بسبب واجب ہونے قتل کے اللہ تعالیٰ کی لڑائی کے بدلے اللہ تعالیٰ کی لڑائی سے اس کی نافرمانی مراد ہے اور اس تقریر سے تقدیر مضاف کی حاجت نہ رہی آیت قرآنی میں چنانچہ مخفی نہیں ہم آیت قرآنی یعنی انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ میں مضاف کو اکثر علما محذوف مانتے ہیں یعنی یحاربون اولیاء اللہ یا یحاربون عباد اللہ اس واسطے کہ محاربہ خدا سے ممکن نہیں شارح نے کہا جب محاربہ کو بمعنی مخالفت امر کے کہا بطریق اطلاق اسم مسبب سبب پر تو تقدیر مضاف کی کچھ حاجت نہ رہی والحالۃ الرابعۃ ان قتل واخذ المال خیر الامام بین ستۃ احوال ان شاء قطع من خلاف ثم قتل او قطع ثم صلب او قتل او صلب او قتل فقط او صلب فقط کذا فصلہ الزیلعی اور چوتھی حالت یہ ہے کہ اگر رہزن قتل کرے اور مال بھی لے تو امام مختار ہے جزا دینے میں چھ طرح پر اگر چاہے ہاتھ پاؤں جانب مخالف سے قطع کرے پھر اس کو قتل کرے یا چاہے قطع کرے پھر سولی دے یا قطع اور قتل اور سولی تینوں عمل میں لاوے یا قطع کرے اور سولی دے یا فقط قتل کرے یا فقط سولی دے اسی طرح زیلعی نے تفصیل کی شرح کنز میں ہم وجہ حصر یہ ہے کہ حالات تین ہیں قطع اور قتل اور سولی تو امام کو اختیار ہے کہ اول اور ثانی میں یا اول اور ثالث میں جمع کرے یا ثانی پر اقتصار کرے یا ثالث پر یا ثانی اور ثالث میں جمع کرے یا حالات ثلثہ کو جمع کرے ویصلب حیا فی الاصح وکیفیتہ فی الجوہرۃ اور سولی پر زندہ چڑھاوے قول اصح میں اور سولی پر چڑھانے کی کیفیت جوہرہ میں مذکور ہے ہم جوہرہ نیرہ میں کیفیت سولی پر چڑھانے کی یوں مذکور ہے کہ ایک لکڑی زمین میں گاڑے پھر اس کے اوپر ایک لکڑی عرض میں باندھے اس پر رہزن اپنے دونوں پاؤں یکے دوسری لکڑی پر تیسری لکڑی اور باندھے غرض اس میں دونوں ہاتھ اس کے باندھے پھر برچھی سے اس کی بائیں چھاتی میں کوچے اور برچھی سے اس کا پیٹ خوب ہلاوے یہاں تک کہ مرجاوے کذا فی المنح یرمی لبطنہ برمح تشہیرا لہ وتخویفا لغیرہ حتی یموت اور اس کا پیٹ برچھی سے پھاڑے اس کی تشہیر کے واسطے اور اس کو برچھی سے ہلاوے تاکہ مرجاوے ویترک ثلثۃ ایام من موتہ ثم یخلی بینہ وبین اہلہ لیدفنوہ لا اثر منہا علی الظاہر وعن الثانی یترک حتی یتقطع اور موت کے بعد تین دن تک اسے سولی پر چھوڑا جاوے پھر اس میں اور اس کے قرابت والوں میں تخلیہ کیا جاوے تاکہ اس کو وہ لوگ دفن کریں تین روز سے زیادہ سولی پر نہ رہے بنا بر ظاہر الروایۃ کے اس واسطے کہ بدبو سے لوگوں کو تکلیف ہوگی اور ابی یوسف سے مروی ہے کہ وہیں رہے یہاں تک کہ گل سڑ کر گر پڑے وبعد اقامۃ الحد علیہ لا یضمن ما فعل من اخذ مال وقتل وجرح زیلعی اور اس پر حد قائم کرنے کے بعد ضمان نہیں اس کے فعل کا یعنی اخذ مال اور قتل اور زخم لگانے کا کذا فی الزیلعی ہم ضمان کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ مال ماخوذ بعینہ باقی نہیں رہا اور اگر باقی ہوگا تو مالک کو دیا جاوے گا کذا فی الملتقی وتجری الاحکام المذکورۃ علی الکل مباشرۃ لبعضہم الاخذ والقتل والاخافۃ اور احکام مذکورہ سب قطاع الطریقوں پر جاری ہوں گے ان میں سے بعضے لوگوں کے مال لینے اور قتل کرنے اور ڈر لانے سے یعنی اگرچہ افعال قطع طریق بعضے لوگ کریں اور باقی کھڑے رہیں یا مدد کریں لیکن حبس اور تعزیر اور قطع اور قتل اور صلب سب پر جاری ہوگا علی حسب الحالات وحجرو عصا لہم کسیف اور پتھر اور ان کی لاٹھیاں مانند تلوار کے ہیں یعنی بر چند امام اعظم کے نزدیک پتھر اور لاٹھی کے قتل سے قصاص نہیں لیکن یہاں بہر صورت قتل ہوگا اس واسطے کہ یہ جزا بطریق قصاص نہیں جو لاٹھی اور تلوار میں فرق کیا جاوے بلکہ یہ جزائے محاربۂ خدا و رسول ہے بنا بر حد کے والحالۃ الخامسۃ ان انضم الی الجرح اخذ قطع من خلاف وہدر بجرحہ لعدم اجتماع قطع وضمان اور پانچویں حالت یہ ہے کہ اگر زخمی کرنے کے ساتھ مال کا لینا بھی ملے تو ہاتھ پاؤں جانب مخالف سے قطع کیے جاویں

ف کیفیت سولی دینے کی - ۱۲

Marfat.com

اور زخم کا خون بہا باطل ہے بسبب نہ جمع قطع اور ضمان کے وان جرح فقط ای لم یقتل لم یاخذ نصابا قال الزیلعی ولو کان مع ہذا الاخذ قتل فلا حد ایضا لان المقصود ہنا المال وہی من الغرائب اور اگر فقط زخمی کیا یعنی نہ قتل کیا اور نہ بقدر نصاب مال لیا تو حد نہیں زیلعی نے کہا اور اگر اس لینے کے ساتھ یعنی کمتر از نصاب لینے کے ساتھ قتل ہو تو بھی حد نہیں اس واسطے کہ مقصود یہاں مال کا لینا ہے نہ قتل کرنا اور یہ مسئلہ عجائبات سے ہے م یہ جواب ہے سوال مقدر کا عیسیٰ بن آبان نے کہا کہ فقط قتل موجب حد ہے پھر یہاں کیوں نہ ہوئی باوجود زیادتی جنایت کے یعنی قتل کیا اور مال بھی لیا خلاصہ جواب کا جس کی طرف شارح نے اشارہ کیا وہ یہ ہے کہ درصورت اخذ مال قطاع الطریق کا قصد مال لینے کی طرف غالب ہے تو وہی معتبر ہوا نہ غیر اس کا بخلاف اس صورت کے جب کہ فقط قتل کیا بلا اخذ مال اس واسطے کہ صاف ظاہر ہو گیا کہ ان کا مقصود قتل تھا نہ مال لہذا یہاں حد واجب ہوئی فوائد ظہیریہ میں اس مسئلہ کو غرائب میں شمار کیا اس واسطے کہ زیادتی ہر جنایت مورث خفت ہو گئی کذا فی الطحطاوی عن البحر او قتل عمدا او اخذ المال فتاب قبل مسکہ ومن تمام توبتہ رد المال ولو لم یردہ قیل لا حد یا راہزن نے قتل کیا عمداً اور مال لیا پھر توبہ کی قبل گرفتار ہونے کے تو حد نہیں اور اس کی تمامی توبہ سے مال کا پھیر دینا ہے حاکم کے گرفتار کرنے سے پہلے کذا فی المبسوط والمحیط اور اگر مال نہ پھیر دے گا بعضوں نے کہا تو بھی اس پر حد نہیں کذا فی المنح عن البحر او کان منہم غیر مکلف او اخرس او کان ذا رحم محرم من احد المارۃ او شریک مفاوض یا قطاع الطریق میں کوئی شخص غیر مکلف ہو یا گونگا ہو یا کسی راہ چلنے والے کا رہزن قرابتدار محرم ہو یا شریک مفاوض ہو تو کسی پر حد نہیں اس واسطے کہ جب ایک شخص سے بسبب عدم تکلیف یا گونگے ہونے یا محرمیت یا شرکت مالی سے حد ساقط ہوئی تو باقی سے بھی ساقط ہو گئی بسبب اتحاد جنایت کے کذا فی المنح او قطع بعض المارۃ علی بعض یا قطع طریق کیا بعضے راہ چلنے والوں نے بعض پر آپس میں تو حد نہیں بسبب اتحاد ضرر کے تو قافلہ بمنزلہ دار واحدہ کے ہو گیا او قطع شخص الطریق لیلا او نہارا فی مصر او بین مصرین یا رہزنی کی ایک شخص نے رات کو یا دن کو شہر کے اندر یا دو شہروں کے درمیان میں تو امام اور محمد کے نزدیک حد نہیں بسبب عدم شرط قطع طریق وعن الثانی ان قصدہ لیلا مطلقا او نہارا بسلاح فہو قاطع وبہ الفتوی بحر ودرر واقرہ المصنف اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ اگر اس نے قطع طریق کا قصد کیا رات کو کسی طرح یا دن کو ہتھیار کے ساتھ تو وہ شخص قاطع طریق ہے تو حد اس پر جاری ہو گی اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر والدرر اور مصنف نے بھی اس کو اپنی شرح میں مسلم رکھا ہے فلا حد جواب للمسائل الست تو حد نہیں یہ جواب ہے مسائل ستہ مذکورہ کا م اگرچہ مسائل مذکورہ میں حد ساقط ہوئی لیکن حقوق العباد کا مواخذہ ہو گا کذا فی الطحطاوی یعنی قتل عمد میں قصاص ہے اور اخذ مال میں رد مال ہے اگر قائم ہو اور اگر قائم نہ ہو تو ضمان ہے کذا فی المنح وللولی القود فی العمد او الارش فی غیرہ او العفو فیہما اور مسائل مذکورہ میں ولی مقتول کو جائز ہے قصاص لینا قتل عمد میں یا خون بہا لینا غیر عمد میں یا عمد اور غیر عمد میں معاف کر دینا والعبد فی حکم قطع الطریق کغیرہ وکذا المرأۃ فی ظاہر الروایۃ فتح لکنہا لا تصلب مجتبی اور عبد قطع طریق کے حکم میں مانند آزاد کے ہے اور اسی طرح عورت ظاہر الروایت میں مانند مرد کے ہے کذا فی فتح القدیر لیکن عورت سولی پر نہ چڑھائی جاوے گی کذا فی المجتبی وفی السراجیۃ والدرر فیہم امرأۃ فباشرت الاخذ والقتل قتل الرجال دونہا ہو المختار اور فتاوی سراجیہ اور درر میں ہے کہ قطاع الطریقوں کے گروہ میں ایک عورت نے بھی مال لیا اور قتال کیا تو مرد قتل کیے جاویں گے نہ عورت یہی قول مختار ہے عشر نسوۃ قطعن واخذن وقتلن قتلن وضمن المال مثلاً دس عورتوں نے قطع طریق کیا اور مال لیا اور قتل کیا سب قتل کی جاویں گی اور مال کا ضمان دیں گی م یہ قتل بنا بر قصاص ہے نہ بنا بر حد کے بدلیل ضمانت کے اور یہ توجیہ قول مختار پر مبنی ہے نہ ظاہر الروایت پر ویجوز ان یقاتل دون مالہ وان لم یبلغ نصابا ویقتل من یقاتلہ علیہ لاطلاق الحدیث من قتل دون مالہ فہو شہید فتح اور جائز ہے کہ مقاتلہ کرے انسان اپنے مال کی حفاظت کے واسطے اگرچہ مال بقدر نصاب کے نہ پہنچے اور قتل کرے اس کو جو اس سے اس کے مال پر مقاتلہ کرتا ہے بدلیل اطلاق اس حدیث کے کہ جو قتل کیا جاوے اپنے مال کے سوا یعنی اپنے مال بچانے میں مارا جاوے وہ شہید ہے کذا فی فتح القدیر م نسائی میں مخارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا سو اس نے

Marfat.com

کہا یارسول اللہ کوئی شخص میرے پاس میرا مال چھیننے کو آوے حضرت نے فرمایا کہ اس کو تذکیر کر اللہ تعالیٰ کے نام سے یعنی یوں کہ خدا کے عذاب سے ڈر میرا مال ناحق مت چھین اس نے کہا اگر وہ پند پذیر نہ ہو تو فرمایا کہ اپنے آس پاس کے لوگوں سے استعانت کر اس نے کہا کہ اگر کوئی مسلمان میرے پاس نہ آوے تو فرمایا تو سلطان اور حاکم سے استعانت کر اس نے کہا اگر حاکم دور ہو مجھ سے فرمایا قاتل دون مالک یعنی مقاتلہ کر اپنے مال بچانے کے واسطے یہاں تک کہ یا تو شہید ہو جاوے یا تو اپنا مال بچا پاوے کذا فی تنویر الوصول بحر الرائق میں ہے کہ سارق جب کسی کے گھر میں گھسے اور اسباب کو نکالے تو اس کو قتل کرنا جائز ہے جب تک کہ سارق کے پاس متاع اس کی ہے بدلیل حدیث قاتل دون مالک اور اگر سارق متاع پھینک دے تو صاحب مال کو اس سے مقاتلہ جائز نہیں اس واسطے کہ حدیث مذکور اس کو شامل نہیں اور سراجیہ میں ہے کہ سارقوں نے لوگوں کا مال لیا اور لے چلے اور مالکان مال نے اور لوگوں سے مدد چاہی سو انھوں نے سارقوں کا پیچھا کیا تو اگر مال کے مالک ساتھ ہوں یا ساتھ نہ ہوں لیکن مددگار لوگ ان کے مال کو پہچانتے ہوں اور چوروں سے چھین سکتے ہوں تو ان مددگاروں کو مقاتلہ کرنا مال چھیننے کے واسطے دست ہے اور اگر مالک ساتھ نہ ہوں اور مددگاران کے مال کو پہچانتے نہ ہوں اور نہ چھین سکتے ہوں تو ان کو مقاتلہ کرنا جائز نہیں کذا فی المنح ومن تکریر الخنق بکسر النون منہ فی المسرای خنق مرارا ذکر مسکین قتل بہ سیاستہ لسعیہ فی الارض بالفساد وکل من کان کذلک ودفع شرہ بالقتل اور جس شخص سے گلا گھونٹنا اور پھانسی دینا شہر میں مکرر ہوا ہو یعنی بارہا یہ حرکت کی ہو تو وہ اس جرم سے قتل کر ڈالا جاوے بطریق سیاست کے بسبب اس کے فساد اٹھانے کے اور جو شخص کہ ایسا مفسد ہو اس کا شر قتل کر ڈالنے سے دفع کیا جاوے والا بان خنق مرۃ لالانہ کالقتل بالمثقل وفیہ القود عند غیر ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور اگر ایسا نہ ہو یعنی ایک ہی بار اس نے پھانسی دی ہو تو بطریق سیاست اس کا قتل جائز نہیں اس واسطے کہ پھانسی سے مارنا بھاری چیز سے قتل کرنے کے برابر ہے اور اس میں قصاص ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور علماء کے نزدیک یعنی صاحبین وغیرہما کے اور امام کے نزدیک اس میں دیت ہے کذا فی المنح واللہ سبحانہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

Marfat.com

کتاب الجہاد

یہ کتاب ہے جہاد کے احکام میں اور اس کتاب کو کتاب السیر اور کتاب المغازی بھی کہتے ہیں سیر بکسر اول و فتح ثانی جمع ہے سیرت کی بکسر اول و سکون ثانی سیرت سیر بالفتح سے ہے سیر اور سفر دو قسم ہے ظاہری اور معنوی تو باعتبار قسم ثانی کے سیرت بمعنی طریقہ کے مستعمل ہے خواہ طریقہ نیک ہو یا بد چنانچہ بولتے ہیں کہ فلاں محمود السیرت اور فلاں مذموم السیرت ہے اور اہل شرع کی زبان میں جنگ کفار اور اس کے متعلقات میں سیرت مستعمل ہے جیسے مناسک حج میں اس واسطے کہ لڑائی اور جہاد کو سیر اور سفر لازم ہے اور مغازی جمع ہے مغزاۃ کی اور مغزاۃ اور غزاۃ اور غزوہ بمعنی جنگ ہے کذا فی الفتح والبحر اور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ آیا جب جہاد کی دو شرطیں ہیں اول یہ کہ کفار اسلام کو نہ قبول کرتے ہوں اور اہل اسلام نے ان کو امان نہ دی ہو اور ان سے عہد صلح کا نہ کیا ہو اور شرط ثانی یہ ہے کہ قتال کرنے سے قوت اور شوکت اور غلبہ اہل اسلام متوقع ہو اپنے اجتہاد اور تخمین کے موافق یا جس کی رائے اور اجتہاد پر اعتقاد اور اعتماد ہو اس کی تجویز کے موافق اور اگر غلبہ مسلمین کی قتال میں امید نہ ہو تو ان پر حلال نہیں اس واسطے کہ دیدہ اور دانستہ اپنی جان کو ہلاکی میں ڈالنا ہے اور حکم جہاد کا ساقط ہونا واجب کا ہے اپنے ذمے سے دنیا میں اور حصول ثواب اور سعادت ہے آخرت میں مانند عبادات کے اور وہ بعد الحدود لاتحاد المقصود وجہ الترقی غیر خفی مصنف کتاب الجہاد کو لایا بعد کتاب الحدود کے بسبب اتحاد مقصود کے اور وجہ ترقی جہاد کی مخفی نہیں م حدود اور جہاد کا مقصود ایک چیز ہے یعنی خالی کرنا عالم کا فساد سے اور اسی واسطے حدود اور جہاد دونوں حسن لغیرہ ہیں اور جہاد کی ترقی کی وجہ حدود پر یہ ہے کہ حدود میں اکثر معاملہ اہل اسلام سے ہے اور جہاد میں کفار سے تو معاملہ اہل اسلام کا اولی بالتقدیم ہوا یا یہ وجہ ہے کہ حدود میں ازالہ فسق ہے اور جہاد میں ازالہ کفر حالانکہ کفر جمیع مفاسد سے اعظم اور اقبح ہے یا یہ وجہ ہے کہ قتال کفار کا ثواب اعظم اور اکبر ہے وہو لغۃً مصدر جاہد فی سبیل اللہ اور جہاد باعتبار لغت کے مصدر ہے جاہد فی سبیل اللہ کا یعنی بذل وسعت اور کوشش کا خدا کی راہ میں اور یہ شامل ہے ہر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کوشش کو وشرعاً الدعاء الی الدین الحق وقتال من لم یقبلہ شمنی اور اصطلاح شرع میں جہاد عبارت ہے بچے دین کی طرف بلانے سے اور جو اس کو نہ مانے اس کے قتال کرنے سے کذا فی الشمنی م قہستانی نے کہا کہ شریعت میں جہاد عبارت ہے قتل کفار سے اور ان کے ضرب اور مال غارت کرنے اور ان کے معابد اور اصنام کے توڑنے سے وغیر ذلک[1] اور مراد اجتہاد اور کوشش ہے دین کی تقویت میں اہل حرب اور اہل ارتداد اور اہل بغاوت سے لڑ کر انتہی تو یہ جو شمنی نے تعریف جہاد میں فقط قتال پر اقتصار کیا تو اس واسطے کہ جہاد کا جزو اعظم قتال ہے اور مراد یہ ہے کہ قتال اور اعداد مال وغیرہ سب جہاد میں داخل ہے تو تعریف ابن کمال کی جس کو شارح آگے ذکر کرے گا تفصیل ہے اس اجمال کی کذا فی حاشیۃ الحلبی وعرفہ ابن کمال بانہ بذل الوسع فی القتال فی سبیل اللہ مباشرۃ او معاونۃ بمال او رای او تکثیر سواد او غیر ذلک انتہی اور ابن کمال نے جہاد کی تعریف اس طرح کی ہے کہ جہاد عبارت ہے بذل وسعت اور کوشش کرنے سے قتال فی سبیل اللہ میں بذات خود مستعد ہو کر یا مال کی مدد سے کر یا تدبیر بتا کر یا مسلمین کا جماؤ بڑھا کر یا موافق اس کے اور طرح کی مدد گاری انتہی کلامہ یعنی جیسے زخمیوں کی تیمارداری اور غازیوں کو کھانا پکا دینا ان کے واسطے پانی لانا ان کی اہل وعیال کی خدمت گذاری

[1] یعنی بذات خود مستقل ہیں زدوکوب اور کشت خون پر مگر فساد سے عالم کو خالی کرنے کے لئے خوب ہیں ۱۲

Marfat.com

کرنا سب جہاد میں داخل ہے چنانچہ اس کی تصریح احادیث میں مذکور ہے ومن توابعہ الرباط وھو الاقامۃ فی مکان لیس وراءہ اسلام ھو المختار اور جہاد کے توابع اور ملحقات سے رباط ہے اور وہ عبارت ہے ایسے مکان کی اقامت سے جس کے آگے اسلام نہ ہو یہی قول مختار ہے یعنی سرحد دارالاسلام میں مجاہدین کا اس واسطے ٹھہرنا تاکہ کفار دارالاسلام میں داخل نہ ہوسکیں اور اہل اسلام کو ضرر نہ پہنچادیں اس کو رباط کہتے ہیں اس واسطے کہ اگر سرحد کے اندر رباط ہو تو جمیع اہل اسلام اپنے گھروں میں مرابط ٹھہریں حالانکہ ایسا نہیں اور بعضوں نے کہا کہ جس موضع میں ایک بار کفار نے غارتگری کی وہ چالیس برس تک رباط ہوگیا اور جہاں دو بار غارتگری ہوئی وہ ایک سو بیس برس تک رباط ہوا اور جہاں تین بار غارتگری ہوئی وہ تاقیامت رباط ہے کذا فی فتح القدیر وصح ان صلوۃ المرابط بخمسمائۃ ودرہم بسبع مائۃ وان مات فیہ اجری علیہ عملہ ورزقہ وامن الفتان وبعث شہیدا آمنا من الفزع الاکبر وتمامہ فی الفتح اور بحدیث صحیح ثابت ہوا ہے کہ مرابط یعنی رباط کے ٹھہرنے والے کی نماز پانچ سو نماز کے برابر ہے اور ایک درم اس کا سات سو درم کے صرف کرنے سے افضل ہے اور صحیح مسلم میں سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ جو رباط میں مرگیا اس کا عمل جو کرتا تھا قیامت تک جاری رہے گا اور روزی اس کی جاری رہے گی اور فتنہ منکر اور نکیر وغیرہما سے محفوظ رہے گا اور طبرانی میں حدیث مرفوع ہے کہ جو مرابط میں کریگا روز قیامت کے شہید مبعوث ہوگا اور فزع اکبر یعنی بڑی دہشت اور ہول سے قیامت میں محفوظ اُٹھے گا اور پورا بیان اس کا فتح القدیر میں ہے چنانچہ مترجم نے فتح القدیر سے پورا نقل کردیا ف حدیث میں وارد ہے کہ جب ابن آدم مرتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے لیکن احادیث سے ثابت ہوا ہے کہ تیرہ عملوں کا ثواب موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے (۱) نشر علوم یعنی علوم دینی کی تعلیم کرنا یا علم دین کی کتاب تالیف کرنا یا کتاب دینی کا ترجمہ کرنا یہ سب نشر علوم میں داخل ہے (۲) دعائے اولاد (۳) کھجور وغیرہ کے درخت کا جمانا (۴) صدقات جاریہ مانند وقف وغیرہ (۵) قرآن مجید کو وارثوں کے واسطے چھوڑ جانا (۶) سرحد اسلام کی چوکیداری (۷) کنواں بنانا (۸) نہر جاری کرنا (۹) مسافرخانہ بنانا (۱۰) محل ذکر بنانا مثل مسجد اور خانقاہ اور مدرسہ دینی کے (۱۱) تعلیم قرآن مجید (۱۲) شہادت (۱۳) طریقہ نیک نکالنا جو لوگوں میں رائج ہو کذا فی الطحطاوی ثم فضیلت جہاد کی نہایت عظیم الشان ہے اور کیوں کر نہ ہو کہ عزیز ترین محبوبات پر سخت ترین تکالیف اور مشقات کا ڈالنا ہے یعنی جان نثاری اللہ سبحانہ کی رضامندی اور تقرب کے واسطے اور اس سے زیادہ تر شاق نفس کو کچلنا ہے طاعات پر نشاط اور کاہلی میں علی الدوام اور نفسانی خواہشوں سے صاف کنارہ کرنا ولہذا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی جنگ سے معاودت فرمائی کہ رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر پھرے ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہا ابن مسعود نے یا رسول اللہ اعمال سے کون عمل افضل ہے فرمایا نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا میں نے کہا پھر کون افضل ہے فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا میں نے کہا پھر کون افضل ہے فرمایا فی سبیل اللہ جہاد کرنا اس حدیث میں نماز کے بعد جہاد کی فضیلت فرمائی اور ابوہریرہؓ کی متفق علیہ حدیث میں جہاد کو بعد ایمان کے افضل فرمایا ہے ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ کون عمل افضل ہے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ایمان لانا سوال ہوا کہ اس کے بعد کون افضل ہے فرمایا جہاد فی سبیل اللہ سوال ہوا کہ پھر کون افضل ہے فرمایا حج مقبول تو اس حدیث میں صلوۃ اور زکوۃ ایمان کے لفظ میں داخل ہیں بطریق عموم مجاز کے تو دونوں حدیثوں میں کچھ معارضہ باقی نہ رہا اس واسطے کہ اس میں کچھ تردد کا مقام نہیں کہ صلوۃ خمسہ پر مواظبت کرنا ان کے اوقات مستحبہ میں افضل ہے جہاد سے اس واسطے کہ نماز فرض عین ہے اور بار بار واجب ہوتی ہے بخلاف جہاد کے اور اس واسطے کہ جہاد فرض نہیں ہوا مگر شیوع ایمان اور اقامت صلوۃ کے واسطے تو مقصود بالغیر اور حسن لغیرہ ہوا بخلاف ایمان اور نماز کے کہ وہ مقصود بالذات اور حسن لعینہا ہیں چنانچہ جامع ترمذی کی حدیث صحیح میں صاف مصرح ہے کہ رسول اللہ صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اُس کی جس کے قابو میں میری جان ہے کہ کوئی عمل درجات آخرت کی طلب میں بعد صلوۃ مفروضہ کے جہاد فی سبیل اللہ کے برابر نہیں بالجملہ احادیث صحیحہ فضائل جہاد میں بکثرت ہیں ازاں جملہ حاکم نے بخاری کی شرط پر عمران بن حصین سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھڑا ہونا مرد کا صف میں فی سبیل اللہ افضل ہے خدائے تعالیٰ کے نزدیک ستر برس کی عبادت سے ابوداؤد میں انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاد جاری ہے جب سے کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا یہاں تک کہ میری پچھلی امت دجال سے لڑے گی اس کو باطل نہ کرے گا ظلم ظالم کا اور نہ عادل کا عدل انتہی اور اجماع اس پر قائم ہے تو جہاد کا نسخ بعد زمان رسالت متصور نہیں کذا فی فتح القدیر جامع ترمذی میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لڑا اللہ کی راہ میں بقدر فواق[1] ناقہ تاکہ اللہ کا دین بلند ہو تو اس کے واسطے جنت واجب ہوئی اور سوائے ابوداؤد کے صحاح ستہ میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ کون عمل جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہے فرمایا کہ تم اس کو نہ کر سکو گے پھر اصحاب نے دو تین بار یہی سوال کیا پھر حضرت نے فرمایا کہ مجاہد فی سبیل اللہ کی مثال ایسے صائم اور قائم اور قانت بآیات اللہ کے مانند ہے جس کے صیام اور صلوٰۃ میں فتور واقع نہیں ہوتا یہاں تک کہ مجاہد اپنے گھر پلٹ آوے یعنی جو تمام دن روزہ رکھے اور تمام رات نماز اور قرآن میں بسر کرے ایک لمحہ آرام نہ کرے وہ البتہ مجاہد کے برابر ثواب میں ہو سکتا ہے سو یہ امر آدمی سے متصور نہیں اور ترمذی میں ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو آنکھوں کو آگ نہ لگے گی یعنی آتش جہنم نہ جلاوے گی ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئی دوسری وہ آنکھ جو حراست فی سبیل اللہ میں جاگی اور مسلم اور نسائی میں ابومسعود بدری سے مروی ہے کہ ایک مرد ناقہ مخطومہ لایا اور بولا کہ یہ جہاد کے واسطے ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھ کو اس کے عوض قیامت کے دن سات سو ناقہ مخطومہ یعنی نکیل والیاں ملیں گی اور صحیحین وغیرہما میں زید بن خالد سے روایت ہے کہ جس نے سامان درست کر دیا غازی فی سبیل اللہ کا البتہ اس نے خود جہاد کیا اور جو غازی کے اہل وعیال کے پیچھے خبرگیری کرتا رہا وہ بھی غازی ہے اور ابوداؤد میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاد واجب ہے تم پر ہر سردار نیکوکار یا بدکار کے ساتھ اور نماز واجب ہے تم پر ہر مسلمان نیکوکار یا بدکار کے پیچھے اگرچہ کبائر گناہ کرتا ہو اور صحیح مسلم وغیرہ میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مر گیا اور اس نے جہاد نہ کیا اور جہاد کرنے کا اپنے دل میں بھی خیال نہ کیا وہ شعبہ نفاق پر مر گیا اور صحیحین وغیرہما میں موسیٰ ابو سے روایت ہے کہ حضرت سے کسی نے پوچھا کہ مرد لڑتا ہے اظہار شجاعت کے واسطے یا لڑتا ہے حمیت کے واسطے یا اپنی نمود کے واسطے لڑتا ہے ان میں کون فی سبیل اللہ ہے فرمایا ہے جو قتال اس واسطے کرے کہ کلمۃ اللہ یعنی دین خدا کا بلند ہو وہ شخص مجاہد فی سبیل اللہ ہے اور ابوداؤد میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ ایک شخص جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ کرتا ہے اور حالانکہ متاع دنیا کی خواہش رکھتا ہے یعنی غنیمت کے مال کا آرزومند ہے تو حضرت نے فرمایا کہ اس کو کچھ ثواب نہیں پھر سائل نے تین بار اسی سوال کا اعادہ کیا حضرت ہر بار یہی فرماتے تھے کہ اس کو کچھ ثواب نہیں کذا فی تیسیر الوصول **فرض کفایۃ** کل ما فرض لغیرہ فہو فرض کفایۃ اذا حصل المقصود بالبعض والا ففرض عین ولعلہ قدم الکفایۃ لکثرۃ جہاد فرض کفایہ ہے یعنی بعضوں کے جہاد کرنے سے نہ کرنے والوں سے فرضیت ساقط ہو جاتی ہے شارح کہتا ہے جو چیز اپنے غیر کے واسطے مفروض ہوئی وہ فرض کفایہ ہے جب کہ بعض کے کرنے سے مقصد حاصل ہو جائے اور اگر ایسا نہ ہو یعنی جو بذات خود فرض ہو نہ غیر کی جہت سے یا ہر چند مفروض لغیرہ ہے لیکن بعض کے کرنے سے مقصود حاصل نہیں ہوتا تو فرض عین ہے اور شاید کہ مصنف نے فرض

[1] بالفتح والضم وہ عرصہ جو دودھ کے دوہنے میں ہوتا ہے یعنی ایکبار دودھ کر جو بچے کو چھوڑ دیتے ہیں کہ دودھ اتر آوے اور پھر چھوڑ دیتے ہیں تو اسوقت کو فواق کہتے ہیں کذا فی الصراح ۱۲

Marfat.com

...یہ کو مقدم کیا فرض عین پر بسبب اس کی کثرت کے م یہ کلام دو امر کا مفید ہے ایک تو جہاد کا فرض ہونا اور دوسرے فرض کفایہ ہونا دلیل فرضیت ...دکی تو اوامر قطعیہ ہیں قال اللہ تعالیٰ قاتلوا المشرکین کافۃ وقاتلوا الذین لایؤمنون باللہ والیوم الآخر وکتب علیکم القتال وقاتلوہم حتی لاتکون فتنۃ و ...ن الدین کلہ للہ یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ لڑو مشرکوں سے سب سے اور فرمایا کہ قتال کرو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ کا اور پچھلے ...ن کا یعنی قیامت کا اور فرمایا کہ فرض کیا گیا تم پر قتال اور فرمایا کہ قتل کرو ان کو یہاں تک کہ فتنہ یعنی کفر کا فتنہ نہ باقی رہے اور سب دین ...د کا ہو جاوے اگر کوئی کہے ان آیات کا عموم صغیر اور مجنون کا مخصوص ہے اور عام مخصوص ظنی الدلالۃ ہو جاتا ہے اس سے فرضیت ثابت ...ں ہوتی اس کا جواب یہ ہے کہ خروج صغیر اور مجنون کا عقل سے ثابت ہے تو ایسی تخصیص سے عام ظنی نہیں ہوتا اور عورت اور مریض سرے سے ...طب بخطاب جہاد نہیں اس واسطے کہ خطاب جہاد انھیں لوگوں سے ہے جو لیاقت محاربہ رکھتے ہیں اور جہاد کا فرض کفایہ ہونا اس واسطے ہے کہ ...فرض لعینہ نہیں کیوں کہ فی نفسہ افساد ہے بلکہ لغیرہ فرض ہے یعنی دین الٰہی کے غالب کرنے کے واسطے اور عباد مسلمین کے اوپر سے دفع شر کے ...لئے فرض ہوا ہے تو جب کہ یہ مدعا بعض لوگوں کے کرنے سے حاصل ہوگا تو باقی لوگوں سے ساقط ہو جاوے گا چنانچہ نماز جنازہ اور سلام کا ...واب اگر کوئی کہے کہ ظاہر آیات قرآنی سے تو جہاد فرض عین معلوم ہوتا ہے تو اس کے فرض کفایہ جاننے اور ظاہر سے عدول کرنے کی کیا وجہ ہے ...ں کا جواب یہ ہے کہ موجب عدول یہ آیت قرآنی ہے (لایستوی القٰعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجٰھدون الی قولہ وکلا وعد اللہ الحسنی) ...ی حق تعالیٰ نے فرمایا بیٹھنے والے مومنین سوائے اہل ضرر کے اور مجاہدین برابر نہیں پھر آخر آیت میں فرمایا اور ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے نیکی کا ...عدہ کیا ہے تو اگر جہاد فرض عین ہوتا تو قاعدین سے نیکی کا وعدہ نہ ہوتا بلکہ وہ مستحق عذاب ہوتے اور بروایت صحیح ثابت ہوا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ ...علیہ وسلم بعض لڑائی میں تشریف نہ لے جاتے تھے اگر فرض عین ہوتا تو تخلف حضرت کا ممکن نہ تھا کذا فی المنح طحطاوی نے قہستانی سے نقل کیا کہ اگر مسلمین ...کے ہر گروہ نے گمان کیا کہ ہمارے غیر نے جہاد کیا تو واجب سب سے ساقط ہو گیا اگرچہ کسی گروہ نے بھی جہاد نہ کیا ہو اور اگر ہر گروہ نے گمان کیا کہ ...ہمارے غیر لوگوں نے جہاد نہیں کیا تو سب پر واجب ہوگا اور اگر ایک گروہ نے دوسرے گروہ کے جہاد کرنے کا گمان کیا اور دوسرے گروہ نے ...عدم جہاد کا گمان کیا تو دوسرے گروہ پر واجب ہوگا نہ اول گروہ پر اس واسطے کہ مدار وجوب کا یہاں ظن پر ہے کیوں کہ غیر کے فعل اور عدم کا علم ...قطعی ایسے امور میں متعسر ہے **ابتداء** وان لم یبدؤنا بہ اما قولہ تعالیٰ (فان قاتلوکم فاقتلوہم) وتحریمہ فی الاشہر الحرام فمنسوخ بالعمومات کاقتلوا ...المشرکین حیث وجدتموہم جہاد فرض ہے پہلے پہل اگرچہ کفار نے ہم سے لڑائی کی ابتداء نہ کی ہو اور وہ جو آیت قرآنی ہے کہ اگر کافر تم سے لڑیں ...تو تم بھی ان سے لڑو اور تحریم جہاد کی بزرگ مہینوں میں یعنی رجب اور ذیقعدہ اور ذی الحجہ اور محرم میں سو منسوخ ہے عمومات آیات سے چنانچہ ...یہ آیت کہ لڑو مشرکین سے جس وقت اور جہاں ان کو پاؤ اس واسطے کہ لفظ حیث کا زمان اور مکان دونوں میں مستعمل ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی **ان قام بہ البعض** ولو عبیدا او نساء **سقط عن الکل** جہاد فرض کفایہ ہے یعنی اگر بعضے لوگ اس کو قائم کریں اگرچہ وہ لوگ غلام یا عورتیں ...ہوں تو سب سے ساقط ہو جاتا ہے م بعض کے جہاد سے اس وقت کل سے فرضیت ساقط ہوتی ہے جب کفایت حاصل ہو اور اگر بعض کا جہاد دفع ...کفار میں کافی نہ ہو تو کفار سے اقرب فالاقرب پر جہاد فرض ہے سو اگر کفایت نہ ہوتی ہو بدون تمام مسلمین کے تو اس وقت میں جہاد فرض عین ہو ...جائے گا مانند صوم اور صلوۃ کے کذا فی المنح **وان لا یقم** بہ احد فی زمن **ما اثموا** بترکہ ای اثم الکل من المکلفین اور اگر جہاد کو کسی نے قائم نہ کیا ...کسی وقت میں تو اس کے ترک کرنے سے سب گناہ گار ہوں گے یعنی سب عاقل بالغ مسلمان گناہ گار ہوں گے م یعنی ہر زمانے میں اگر بعض مسلمین ...جہاد نہ کریں تو سب عاصی ہوں گے اور یہ مطلب نہیں کہ کسی زمانہ میں بعضے جہاد کریں گے تو ہر وقت کے مسلمین سے گناہ ساقط ہے دایاک ان

Marfat.com

نتوہم ان فرضیۃ تسقط عن اہل الہند بقیام اہل الروم مثلاً یفرض علی الاقرب فالاقرب من العدو الی ان تقع الکفایۃ فلو لم تقع الا بکل الناس فرض عین کصلوۃ وصوم ومثل الجنازۃ والتجہیز وتمامہ فی الدرر اور کہیں ایسا نہ سمجھیو کہ فرضیت جہاد اہل ہند سے ساقط ہو جاتی ہے اہل روم کے جہاد کرنے مثلاً بلکہ جہاد فرض ہے اس پر جو زیادہ تر قریب ہے دشمن یعنی کفار سے پھر اُن کے بعد اس پر جو اُن سے اقرب ہے یہاں تک کہ کفایت حاصل ہو یعنی غیر کی مدد کی حاجت نہ رہے کفار منہزم ہو جاویں سو اگر کفایت نہ حاصل ہوتی ہو بدون سب آدمیوں کے تو اس وقت میں سب پر جہاد فرض عین ہو جائے گا مانند صلوۃ اور صوم کے اور جہاد کے مانند ہے نماز جنازہ اور تجہیز میت کی اور پورا بیان اس کا درر میں ہے م یعنی اگر ایک مسلمان شہر کے کنارے مر گیا تو اس کے پڑوسیوں اور اہل محلہ پر اس کی تجہیز اور تکفین اور نماز جنازہ فرض ہے نہ محلات بعیدہ پر اور اگر اس محلہ کے قریب دوسرے محلہ والوں نے جانا کہ اہل محلہ میت اُس کے حقوق ادا نہیں کرتے یا عاجز ہیں تجہیز اور تکفین سے تو دوسرے محلہ والوں پر فرض ہوگا اور اگر وہ بھی کوتاہی کریں گے یا عاجز ہوں گے تو تیسرے اہل محلہ پر تجہیز میت فرض ہوگی وعلی ہذا القیاس جمیع محلات پر الاقرب فالاقرب فرض ہوگی لا یفرض علی صبی وبالغ

لہ ابوان او احدہما لان طاعتہما فرض عین وقال صلی اللہ علیہ وسلم للعباس بن مرداس لما اراد الجہاد الزم امک فان الجنۃ عند رجل امک سراج جہاد فرض نہیں صغیر پر اور اس بالغ پر جس کے ماں باپ یا ایک کوئی اُن میں سے زندہ ہے اس واسطے کہ اطاعت والدین کی فرض عین ہے تو فرض کفایہ کے واسطے فرض عین ترک نہ ہوگا اور فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس رضی اللہ عنہ بن مرداس سے جب کہ اس نے جہاد کا ارادہ کیا لازم پکڑ اپنی ماں کو اس واسطے کہ بہشت تیری ماں کے قدم کے پاس ہے کذا فی السراج م جہاد میں جانا در صورت ناخوشی والدین حرام ہے اس واسطے کہ ان کی اطاعت اس پر فرض عین ہے اور جہاد فرض نہیں صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد کی اجازت مانگنے آیا فرمایا کیا تیرے والدین زندہ ہیں کہا اس نے ہاں فرمایا انہیں میں جہاد کر اور ابن مسعود کی حدیث جو مذکور ہو چکی ہے اس میں برّ والدین جہاد پر مقدم ہے اور ابو داؤد میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی یمن کے ملک سے تو فرمایا کہ یمن میں کوئی تیرا ہے اُس نے کہا میرے والدین ہیں فرمایا تجھ کو اذن دیا ہے بولا نہیں فرمایا تو پلٹ جا اور اُن سے اجازت لے اگر وہ اجازت دیں تو جہاد کر اور جو اجازت نہ دیں تو ان کے ساتھ نیکی اور خدمتگزاری کر کذا فی الفتح بحر الرائق میں ہے کہ اصول کے سوا اور اہل وعیال اگر مرد کے جہاد کرنے کو مکروہ جانیں تو اگر اُن کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو بدون اُن کی اجازت کے خروج نہ کرے وفیہ لا یحل سفر فیہ خطر الا باذنہما والا خطر فیہ یحل بلا اذن ومنہ السفر فی طلب العلم اور سراج میں ہے کہ جس سفر میں ہلاکی کا خوف ہو چنانچہ جہاد اور سمندر کا سفر کذا فی حاشیۃ الحلبی تو اگر میں جانا حلال نہیں بدون اذن والدین کے اور جس سفر میں خطرہ نہیں وہ بدون اذن کے حلال ہے اور سفر بلا خطر میں طلب علم کا سفر کرنا داخل ہے اور اسی طرح ہے تجارت اور حج کا سفر کذا فی البحر وعبد وامراۃ لحق المولی والزوج ومفادہ وجوبہ لو امرہا الزوج بہ فتح وعلی غیر الزوجۃ نہر قلت تعلیل الشمنی لضعف بنیتہا یفید خلافہ قال فی البحر انما یلزمہا امرہ فیما یرجع الی النکاح وتوابعہ اور جہاد فرض نہیں غلام اور عورت پر بسبب فرض ہونے حق مولی اور زوج کے اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے واجب ہونا جہاد کا عورت پر اگر عورت کا زوج اس کو جہاد کا امر کرے کذا فی الفتح اور غیر منکوحہ پر واجب ہونا تعلیل مذکور سے نکلتا ہے کذا فی النہر شارح کہتا ہے اور تعلیل شمنی کی بوجہ ضعیفی جسم عورت اس کے مخالف کی مفید ہے یعنی عدم وجوب کی اگرچہ زوج بھی امر کرے بحر الرائق میں کہا کہ عورت پر زوج کا امر لازم الاتباع نکاح اور توابع نکاح کے متعلقات میں ہے یعنی امر جہاد متعلقات نکاح سے خارج ہے تو عورت پر امتثال اس کا لازم نہیں تو وجوب جہاد بھی نہیں م تعلیلات مذکورہ پر وجوب اور عدم وجوب کو مستفاد کرنا بے موقع ہے اس واسطے کہ عدم وجوب قہستانی میں محیط سے منصوص ہے خلاصہ اس کا یوں ہے کہ جہاد وغیرہ عورت

Marfat.com

پر واجب نہیں خواہ منکوحہ ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ عورت سر سے قدم تک واجب الستر ہے اور جہاد میں گاہے کشف عورت ہو جاتا ہے چنانچہ محیط میں ہے تو مزدجہ کی خصوصیت نہ رہی جیسا بعضوں نے گمان کیا ہے کذا فی الطحطاوی **واعمی ومقعد** ای اعرج فتح اور جہاد فرض نہیں اندھے اور لنگڑے پر کذا فی الفتح م فتح القدیر میں مقعد بمعنی اعرج دیوان ادب سے منقول ہے اور حموی نے مغرب سے نقل کیا کہ مقعد وہ ہے جس کو بیماری نے چلنے پھرنے سے تھکا دیا ہو **واقطع** بجز ہم اور جہاد واجب نہیں دست بریدہ پر بسبب عاجز ہونے اندھے اور لنگڑے اور دست بریدہ کے م معذور ہونا اعمی اور اعرج اور مریض اور ضعفا کا قرآن مجید میں مصرح ہے اس واسطے کہ مدار تکلیف قدرت پر ہے قہستانی نے کہا اس میں اشعار ہے اس کا کہ جو شخص عاجز ہو جہاد سے کسی سبب سے اس پر فرض نہیں چنانچہ اختیار میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے **ومدیون بغیر اذن غریمہ** بل وکفیلہ ایضا ولو بامرہ بالنفس وہذا فی الحال اما الموجل فلہ الخروج ان علم برجوعہ قبل حلولہ ذخیرہ اور فرض نہیں قرض دار پر بلا اذن قرض خواہ کے بلکہ اس کے ضامن کے بلا اذن بھی اگر وہ قرضدار کے اذن سے ضامن ہوا ہو کذا فی التجنیس اگرچہ ضامن مال کا نہ ہو بلکہ حاضر ضامن ہو تو بھی بلا اذن اس کے جہاد کرنا فرض نہیں ودیعنی اذن قرض خواہ یا ضامن کا فی الحال کے قرض ادا کرنے میں شرط ہے اور مدت والے قرض میں تو اس کو جہاد کے واسطے جانا جائز ہے اگر اپنا پلٹ آنا قبل مدت ہو چکنے کے معلوم ہو کذا فی الذخیرہ م صحیح مسلم میں عمرو بن عاص سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہید کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں سوائے دین کے **وعالم لیس فی البلدۃ افقہ منہ فلیس لہ الغزو** خوف ضیاعہم سراجیہ وعم فی البزازیۃ السفر ولا یخفی ان المقید یفید غیرہ بالاولی اور اس عالم پر فرض نہیں جس سے زیادہ تر فقیہ شہر میں نہیں تو اس کو جہاد کرنا جائز نہیں لوگوں کے ضائع ہونے کے خوف سے کذا فی السراجیہ یعنی جب مسائل شرعیہ کا شہر میں بطور تحقیق کے بتانے والا نہ رہا تو وہاں کے اہل اسلام ضائع ہوئے بسبب تردد اور جہالت کے اور بزازیہ میں ہر سفر کو عام کہا ہے یعنی ایسے عالم کو کوئی سفر کرنا جائز نہیں اور پوشیدہ نہیں ہے کہ مقید بغیر مقید کا بطریق اولی مفید ہے م مقید سے مراد سفر فقیہ ہے جہاد کے واسطے وجہ افادہ کی یہ ہے کہ جب جہاد کا سفر باوجود فرض کفایہ ہونے کے ممنوع ہوا تو غیر جہاد کا سفر جو فرض نہیں ہے بطریق اولی ممنوع ہوگا طحطاوی نے کہا غیر جہاد کے سفر کو لازم نہیں کہ غیر فرض ہو بلکہ گاہے غیر جہاد کا سفر فرض عین ہو جاتا ہے، چنانچہ حج مفروض کا سفر **وفرض عین اذا ہجم العدو فیخرج الکل ولو بلا اذن دیانۃ الزوج** ونحوہ بالمنع ذخیرہ اور جہاد فرض عین ہے بشرطیکہ دشمن یک بارگی ہجوم کریں تو سب اہل اسلام نکلیں اگرچہ اہل حقوق کی اجازت نہ ہو اور زوج اور مانند اس کے جیسے باپ اور مولی اور قرض خواہ گناہ گار ہوگا اس حالت میں جہاد کے منع کرنے سے کذا فی الذخیرہ م دشمن عام ہے کافر ہو یا باغی شارح نے شرح ملتقی میں کہا کہ اگر دار الاسلام کے کسی شہر پر کفار ہجوم کریں تو اگر وہاں کے گرد و پیش کے قریب لوگ دفع پر قادر ہوں تو ان کے حق میں جہاد فرض عین ہے اور ان کے سوا اور دور والوں پر فرض کفایہ ہے لیکن جب نزدیک والے عاجز ہوں یا کاہلی کریں تو دور والوں پر بھی فرض ہو جاتا ہے اسی طرح شبہ شدہ درجہ بدرجہ تمام اہل مشرق اور مغرب سب پر فرض عین ہوگا اور جو بلا عذر اپنے وطن میں بنا رہے گا وہ گناہ گار ہوگا اور گناہ نہیں نادانستگی میں اس واسطے کہ انسان مخاطب نہیں نادانستہ کا انتہی اور اسی واسطے فتح القدیر میں کہا ہے کہ فرض عین ہونے کی شرط سے دوام جنگ ہے یہاں تک کہ دور کے لوگوں کو خبر پہنچے نہیں تو تکلیف مالا یطاق ہے اور چھڑانا مسلم اسیر کا سب اہل مشرق اور مغرب پر واجب ہے جس کو خبر ہوا در بزازیہ میں ہے کہ مسلمان عورت قید ہو گئی مشرق میں تو اہل مغرب پر اس کی تخلیص واجب ہے جب تک کفار دار الحرب میں نہ داخل ہو گئے ہوں اس واسطے کہ دار الاسلام مکان واحد کے حکم میں ہے کذا فی الطحطاوی **ولا بد لفرضیتہ من قید آخر وہو الاستطاعۃ فلا یخرج المریض المدنف** اما من یقدر علی الخروج دون الدفع ینبغی ان یخرج لتکثیر السواد رہا بافتح اور ضروری ہے جہاد کے فرض ہونے کے واسطے دوسری قید یعنی استطاعت اور قدرت تو

Marfat.com

خروج نہ کرے دائمی بیمار اور جو شخص کہ خروج پر قادر ہو نہ دفع کفار پر تو اس کو بھی نکلنا چاہیے جہاد بڑھانے کے واسطے تاکثرت مسلمین سے کفار کو دہشت اور خوف ہو کذا فی الفتح وفی السراج وشرط لوجوبہ القدرۃ علی السلاح لا امن الطریق فان علم انہ اذا حارب قتل وان لم یحارب اسر لم یلزمہ القتال اور سراج میں ہے کہ ہتھیار پر قادر ہونا وجوب جہاد کے واسطے مشروط ہے نہ امن راہ کا پھر اگر مسلم نے جانا کہ جب وہ لڑے گا تو مارا جاوے گا اور اگر نہ لڑے گا تو قید ہو جاوے گا تو اس پر قتال لازم نہیں **ویقبل خبر المستنفر ومنادی السلطان** ولو کان کل منہما **فاسقا** لانہ خبر یشتہر فی الحال ذخیرہ اور مقبول ہے خبر دینا مستنفر اور سلطان کے منادی کا اگرچہ ہر ایک ان دونوں میں سے فاسق ہو اس واسطے کہ ہجوم کفار کی خبر فی الحال مشہور ہو جاتی ہے تو مزید تحقیق کی حاجت نہیں کذا فی الذخیرہ م مستنفرہ ہے جو نفیر عام سنا دے نفیر بمعنی خروج ہے یعنی جو بسبب ہجوم کفار کے سب مسلمین کو نکلنے اور جہاد کرنے کو کہے **وکرہ الجعل** ای اخذ المال من الناس لاجل الغزاۃ **مع الفئ** ای مع وجود شئ فی بیت المال درر وصدر الشریعۃ ومفادہ ان الفئ بنا یعم الغنیمۃ قلیحفظ اور مکروہ ہے جعل یعنی لوگوں سے مال کا لینا غازیوں کے واسطے باوجود ہونے فی کے یعنی باوجود ہونے کسی چیز کے بیت المال میں کذا فی الدرر وشرح الوقایۃ اور اس سے مستفاد ہوا کہ فی یہاں غنیمت کو شامل ہے تا اس کو یاد رکھنا چاہیے م فی اس مال کو کہتے ہیں جو کافروں سے بدون قتال کے حاصل ہو جیسے خراج اور جزیہ اور غنیمت وہ مال ہے جو قتال سے حاصل ہو خلاصہ یہ ہے کہ جب تک بیت المال میں کوئی مال موجود ہو تو حکم کو رعیت سے مال لینا جہاد کے واسطے مکروہ ہے اس واسطے کہ اس کی کچھ ضرورت نہیں اور بیت المال ایسے ہی مصارف کے واسطے ہے نہ سلطان کے عیش اور آرام کے واسطے جیسا ظالم حاکم سمجھتے ہیں والا لدفع الضرر الاعلی بالادنی اور اگر بیت المال بالکل خالی ہو تو مکروہ نہیں بسبب دفع کرنے اعلی ضرر کے کمتر ضرر سے م اعلی ضرر سے مراد تعدی ضرر کفار ہے اور کمتر ضرر سے مراد مالداروں سے مال لینا بقدر ان کے مفقود کے تا محتاج غازیوں کا سامان جہاد ہو **فان حاصرناہم دعوناہم الی الاسلام فان اسلموا فبہا والا فالی الجزیۃ** لو محلہا کما سیجئ . **فان قبلوا ذلک فلہم مالنا من الانصاف وعلیہم ما علینا** من الانتصاف فخرج العبادات اذ الکفار لا یخاطبون بہا عندنا ویؤیدہ قول علی رضی اللہ عنہ انما بذلوا الجزیۃ لتکون دماؤہم کدمائنا واموالہم کاموالنا پھر اگر ہم اہل اسلام کافروں کو گھیریں تو اول ہم ان کو مسلمان ہونے کی طرف بلاویں سو اگر وہ اسلام قبول کریں تو کیا خوب بات ہے اور اگر اسلام نہ قبول کریں تو جزیہ کی طرف بلاویں یعنی جزیہ دینے کی ان سے درخواست کی جاوے اگر وہ محل جزیہ ہوں چنانچہ اس کا ذکر آوے گا یعنی اگر وہ اہل کتاب یا آتش پرست یا عجم کے بت پرست ہوں نہ عرب کے مشرک اور مرتد ہو اگر وہ جزیہ دینا قبول کرلیں تو درصورت مظلومی ان کے واسطے انصاف ہوگا جو انصاف ہم اہل اسلام کے واسطے ہوتا ہے اور درصورت ان کے ظلم کرنے کے ان سے انتقام لیا جاوے گا جیسا ہم اہل اسلام سے انتقام لیا جاتا ہے تو اس بیان سے عبادات نکل گئیں اس واسطے کہ کفار مخاطب بعبادات نہیں ہمارے نزدیک اور مؤید اس کا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ذمیوں نے تو جزیہ اس واسطے دیا ہے کہ ان کے خون ہمارے جیسے خون ہو جاویں اور ان کے مال ہمارے سے مال ہو جاویں م قول مرتضوی امام شافعی کے مسند میں بروایت محمد بن حسن شیبانی مروی ہے کذا فی الفتح شرح طحطاوی میں ہے کہ جب کفار اسلام قبول کریں تو ان کے اموال سے تعرض نہ ہوگا اور ان کی رضا سے خراج نہ لیا جاوے گا بلکہ دسواں حصہ مانند اہل اسلام کے اور ان کو حکم ہوگا کہ دارالاسلام میں آکر اقامت کریں اس واسطے کہ مسلمان کا رہنا دارالحرب میں مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی ولا یحل لنا ان **نقاتل من لا تبلغہ الدعوۃ** بفتح الدال الی الاسلام وہو ان شتہر فی زماننا شرقا وغربا لکن لا شک ان فی بلاد اللہ من لا شعور لہ بذلک بقی لو بلغہ الاسلام لا الجزیۃ ففی التتارخانیۃ لا ینبغی قتالہم حتی یدعوہم الی الجزیۃ نہر خلافا لما نقلہ المصنف اور حلال نہیں ہم کو لڑنا ان کافروں سے جن کو اسلام کی دعوت نہیں پہنچی اور وہ یعنی دعوت اسلام اگرچہ ہمارے زمانہ میں مشہور ہو گئی مشرق اور مغرب میں

Marfat.com

لیکن اس میں شک نہیں کہ بلاد خدا میں ایسے کافر بھی ہیں جن کو مطلق اس کا شعور نہیں یعنی دعوت اسلام سے خبر نہیں باقی رہی یہ بات اگر اسلام کی خبر اس کو پہنچی نہ جزیہ دینے کی تو تاتارخانیہ میں ہے کہ ان سے لڑنا سزاوار نہیں یہاں تک کہ امام اُن سے جزیہ دینے کی درخواست کرے کذا فی النہر برخلاف نقل مصنف کے م مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ دعوات اسلام اس واسطے واجب ہوئی تا کفار معلوم کریں کہ ہم دین کے واسطے لڑتے ہیں نہ مال وغیرہ کی طمع سے شاید کہ اس طرح وہ اسلام قبول کریں اور قتال کی نوبت نہ آوے اور قبل دعوت قتال کرنا گناہ ہے لیکن ضمان نہیں بسبب عدم علم کے یعنی دین اور احراز بالدار اور دعوت عام ہے حقیقی ہو یعنی زبان سے کہنا یا دعوت حکمی یعنی شرق وغرب میں مشہور ہونا کہ اہل اسلام کس واسطے لڑتے ہیں تو یہ شہرت قائم مقام دعوت ہے چنانچہ سیر کبیر اور ینابیع میں مصرح ہے انتہی تو مرجع خلاف مصنف اور صاحب نہر فقط اشتہار پر ہے اور صاحب نہر اس میں تابع ہے صاحب فتح القدیر کا تو اصل کلام نقل کرنا چاہیے فتح القدیر میں محیط سے دعوت حقیقی اور حکمی نقل کر کے کہا کہ اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بلاد میں وہ لوگ بھی ہیں کہ جن کو اس کی خبر اور شعور نہیں تو دعوت اسلام کرنا وہاں واجب ہوگا جہاں گمان اس کا ہو کہ اُن کو اسلام کی خبریں پہنچی تو جہاں خبر پہنچی وہاں دعوت کرنا مستحب ہوگا وندعو ندبا من بلغتہ الا اذا تضمن ذلک ضررًا ولو بغلبۃ الظن کان یستعدوا او یستحصنوا فلا یفعل فتح اور ہم دعوت الی الاسلام کریں بطریق استحباب کے ان کو جن کو اسلام کی خبر ہو گئی ہو مگر جس وقت کہ دعوت الی الاسلام تضمن ضرر ہو گو بظن غالب ہو اس طرح کہ وہ سامان درست کر کے مستعد ہو جاویں یا قلعہ کے اندر ہو جاویں تو ایسی جگہ دعوت کرنا مستحب نہیں کذا فی الفتح م دلیل استحباب دعوت وہ حدیث ہے جو صحیحین میں بایں مضمون ہے عبداللہ بن عون نے کہا کہ میں نے نافع کو لکھا اور دعا قبل القتال کا سوال کیا سو نافع نے کہا کہ یہ تو اوّل اسلام میں تھا اور حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق پر دوڑ کی اور وہ غافل تھے اور ان کے جانور پانی پی رہے تھے تو ان کے لڑنے والوں کو قتل کیا اور ان کی ذریت کو گرفتار کیا اور حضرت نے اسی دن جویریہ کو پایا مجھ سے یہ حدیث عبداللہ بن عمر نے کہی وہ اس لشکر میں موجود تھے والا یقبلوا الجزیۃ یستعین باللہ ونحاربہم نصب المجانیق وحرقہم وغرقہم وقطع اشجارہم ولو ثمرۃ افساد زروعہم الا اذا غلب علی الظن ظفرنا فیکرہ فتح اور اگر جزیہ دینا بھی قبول نہ کریں تو ہم اہل اسلام مدد مانگیں اللہ تعالیٰ سے اور اُن سے لڑنے لگیں مجانیق کو قائم کر کے اور ان کو پانی میں ڈبو کر اور اُن کو آگ میں جلا کر اور اُن کے درختوں کو کاٹ کر اگرچہ پھل دار درخت ہوں اور اُن کے کھیتوں کو اُجاڑ کر مگر جب کہ ظن غالب ہو ہماری فتح ہونے کا تو درختوں اور کھیتوں کا خراب کرنا مکروہ ہے اس واسطے کہ وہ مسلمانوں کے کام میں آویں گے کذا فی الفتح م مجانیق جمع ہے منجنیق بالفتح کی وہ ایک آلہ ہے جس سے بڑے بڑے پتھر پھینک مارتے ہیں اور ترتیب جنگ کی احادیث صحیحہ میں مصرح ہے کہ افسران عساکر اسلام کو حکم مل جاتا تھا مسلم اور ابوداؤد اور ترمذی میں بریدہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو لشکر یا چھاپہ کا سردار مقرر فرماتے تھے تو خاص اس کی ذات کو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کو وصیت فرماتے اور ساتھی مسلمانوں کے واسطے بھلائی کی وصیت فرماتے تھے پھر فرماتے تھے اغزوا بسم اللہ فی سبیل اللہ قتل کرو جو منکر ہو اللہ کا اغزو غنیمت کا مال نہ چراؤ اور قول کر کے خلاف قول نہ کیجیو اور ناک کان وغیرہ نہ کاٹیو اور طفل صغیر کو نہ قتل کیجیو اور نہ بڈھے کو پھر جب تو اپنے مشرک دشمن سے ملے تو اُن کو تین خصلتوں کی طرف بلا سو اگر وہ مان جاویں تیرا قول تو قبول کر اُن سے اور رُک جا اُن کے لڑنے سے اُن کو اسلام کی طرف بُلا سو اگر وہ مان جاویں تو قبول کر اُن سے اور بازرہ اُن سے پھر اُن سے نقل مکان کی درخواست کر اپنی ملک سے نقل کر مہاجرین کی ملک میں آ رہیں اور اُن سے خبر کر دے کہ اگر وہ یہ ہجرت کریں گے تو اُن کے واسطے وہ ہے جو مہاجرین کے واسطے ہے اور اُن پر وہ ہے جو مہاجرین پر ہے سو اگر وہ نقل مکان کرنا قبول کریں تو انکو

سلہ یعنی محفوظ ہونا بسبب دارالاسلام کے ۱۲

Marfat.com

خبر کر دیں کہ وہ صحرائی مسلمین کی طرح ہوں گے اُن پر حکم خدا جاری ہوگا جیسے کہ مومنین پر جاری ہوتا ہے اور غنیمت اور فی سے اُن کو حصہ نہ ملے گا تا وقتیکہ مسلمین کے ساتھ شریک ہو کر جہاد نہ کریں گے اور اگر وہ اسلام کو نہ قبول کریں تو اُن سے جزیہ دینے کا سوال کرو اگر وہ مان جاویں تو قبول کرو اور اُن سے باز رہ اور اگر جزیہ دینا بھی نہ قبول کریں تو اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ اُن پر فتح یابی کی اور لڑنا شروع کر الحدیث کذا فی تیسیر الوصول رمیہم بِنُبُلٍ ونحوہ وان تترسوا بعضنا دلو تترسوا بنبیٍ سئل ذلک النبی ونقصدہم ای الکفار اور اہل اسلام لڑیں اُن پر تیر وغیرہ پھینک مار کر اگرچہ کفار بعضے مسلمانوں کو سپر بنا دیں یعنی اپنے آگے کھڑا کریں یا اس تدبیر سے بچ جاویں تو بھی ہم اُن کو ماریں گے اور اس قتال میں ہم کفار ہی کے مارنے کا قصد کریں گے نہ مسلمان کا اور اگر کفار پیغمبر کو سپر[1] کریں تو اس نبی سے سوال کیا جاوے کہ یا حضرت کیا حکم ہے ہم لڑیں یا نہ لڑیں م رمی نعت عرب میں دور سے پھینک مارنے کو کہتے ہیں خواہ دور کا ہتھیار کمان اور منجنیق ہو خواہ بندوق اور توپ اور بان وما اصیب منہم ای من المسلمین لا دیۃ فیہ ولا کفارۃ لان الفرض لاتقرن بالغرامات اور جو مسلمان اُن کی طرف کے سپر بنانے سے قتل ہو جاویں تو اس میں نہ دیت ہے نہ کفارہ اس واسطے کہ قتال کفار فرض ہے اور فرائض ڈانڈ سے مقرون نہیں ہوتے م لڑائی میں آواز بلند کرنا مستحب نہیں اور مکروہ بھی نہیں اگر اس میں ترغیب مسلمین کا فائدہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور مجاہدین کو دانتوں میں ناخن پڑھانا مستحب ہے اس واسطے کہ اگر تلوار وغیرہ ہاتھ سے گر پڑے تو ناخن سے کافر کو کھروچ کر شاید بچ جاوے جیسے مونچھوں کا بڑھانا غازی کو سنت ہے رعب اور دہشت کے واسطے کذا فی البحر خانیہ میں ہے کہ مسلمان کو لائق نہیں کہ جب بارہ ہزار ہوں تو فرار کریں اگرچہ کفار زیادہ ہوں م اس واسطے کہ حدیث ترمذی میں وارد ہے کہ بارہ ہزار بسبب قلت کے مغلوب نہیں ہوتے فتاوی عالمگیری میں ہے کہ یہ عدم فرار اس وقت ہے جبکہ سب لوگ متفق الکلمہ ہوں اور اگر اختلاف ہو تو دو چند کا اعتبار ہے ولو فتح الامام بلدۃ وفیہا مسلم او ذمی لایحل قتل احدہم اصلا ولو اخرج واحد یحل حینئذ قتل الباقین لجواز کون الخروج ہو ذلک فتح اور اگر امام نے دار الحرب کا کوئی شہر فتح کیا جس میں ایک مسلمان یا ذمی کافر تھا تو اُن میں سے کسی کا قتل کرنا اصلا جائز نہیں اور اگر ایک کوئی شخص اُن میں سے نکال دیا گیا ہو تو اُس وقت میں باقی لوگوں کا قتل کرنا حلال ہے اس احتمال سے کہ جو شخص نکالا گیا شاید وہی مسلمان یا ذمی ہو کذا فی فتح القدیر ونہینا من اخراج بحب تعظیمہ ویحرم الاستخفاف بہ کمصحف وکتب فقہ وحدیث وامرأۃ ولو عجوزا لمداواۃ ہو الاصح ذخیرہ واراد بالنہی ما فی مسلم لاتسافروا بالقرآن فی الارض العدو اور ہم ممنوع ہیں اس کے نکالنے سے جس کی تعظیم واجب ہے اور اس کا استخفاف اور بے ادبی حرام ہے چنانچہ مصحف اور کتابیں فقہ اور حدیث کی اور عورت کا اخراج ممنوع ہے اگرچہ عورت بڈھی ہو دوا کرنے کے واسطے یہی قول صحیح ہے کذا فی الذخیرہ اور مصنف نے نہی سے صحیح مسلم کی حدیث کا ارادہ کیا کہ سفر میں قرآن کو نہ لے جاؤ دشمن کی زمین میں م دلیل اگرچہ قرآن میں خاص ہے لیکن علت عامہ نے فقہ اور حدیث کو بھی قرآن کے ساتھ ملحق کر دیا الا فی جیش یؤمن علیہ فلا کراہۃ لکن اخراج العجائز والاماء اولی مگر اُس بڑے لشکر میں قرآن وغیرہ کا لے جانا ممنوع اور مکروہ نہیں جس میں اس پر امن حاصل ہو لیکن بڈھی عورتوں اور لونڈیوں کو ساتھ لے جانا کام کے واسطے بہتر ہے جوان اور حرہ کے لے جانے سے کہ جنگ دوسرا روطحطاوی نے امام کا قول نقل کیا کہ کمتر لشکر چار سو ہے اور کثر گھات ایک سو واذا دخل مسلم الیہم بامان جاز حمل المصحف معہ اذا کانوا یوفو بالعہد لان الظاہر عدم تعرضہم ہدایہ اور جب کہ مسلم دار الحرب میں اُن سے امان لے کر جاوے تو مصحف کا ساتھ لے جانا جائز ہے بشرطیکہ وہ عہد کو پورا کرتے ہوں اس واسطے کہ ظاہر اوہ متعرض نہ ہوں گے کذا فی الہدایۃ ونہینا عن غدرہ

[1] یہ مسئلہ صرف فرضی ہے کیونکہ نبوت اب تمام ہو چکی پیغمبر کا وجود کہاں جس کو سپر کریں ہاں نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بصورت ممکن ہے اسلئے فتاووں میں درج ہوتی ہے ۱۲

Marfat.com

وغلول وعن مثلة بعد الظفر بهم اما قبله فلا باس به اختيار اور ہم ممنوع ہیں عہد شکنی اور خیانت اور ناک اور کان کاٹنے سے اُن پر فتح پانے کے بعد اور فتح پانے سے پہلے امور مذکورہ کے کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں کذا فی الاختیار م نقض عہد کی یہ صورت ہے کہ مثلاً ہم سے اور ان سے عہد ہو گیا کہ آج کے دن نہ لڑیں گے یہاں تک کہ ان کو اطمینان ہوا تو اب اُس دن لڑنا جائز نہیں کہ عہد شکنی حرام ہے اور عین لڑائی کے وقت فریب کرنا اور دھوکا دینا جائز ہے اس طرح کہ بلا عہد ہم نے ایسی حرکت کی کہ اُن کو معلوم ہوا کہ آج لڑائی نہ ہوگی سو وہ مطمئن ہو گئے پھر ہم نے ان پر حملہ کیا یا اہل اسلام کسی اور سمت چلے گئے اور کافر غافل ہو گئے پھر ناگہاں رات کو اُن پر ٹوٹ پڑے اور چھاپا مارا اور علی ہذا القیاس وانو گھات کے بہت طریقے ہیں فتح القدیر میں ہے کہ حالت قتال میں مبارز نے ہاتھ مارا سو کافر کا کان کاٹا پھر ہاتھ مارا تو آنکھ پھوڑ دی پھر ہاتھ مارا تو ناک اور ہاتھ کاٹے تو یہ جائز ہے انتہی پس حالت قتال کی قید سے معلوم ہوا جب کافر کو گرفتار کر لیا تو اس کو مثلہ کرنا یعنی ناک کان ہاتھ کاٹنا جائز نہیں اور اختیار شرح مختار سے نکلتا ہے کہ اگر ہنوز جنگ قائم ہے تو جائز ہے وعن قتل امرأة وغير مكلف وشيخ فان لا صباح ولا نسل لم فلا قتل الا اذا ارتد اور ہم ممنوع ہیں عورت اور غیر مکلف یعنی صغیر اور مجنون اور نہایت کھاپٹ بڈھے کے قتل کرنے سے جس کو لڑنے کی طاقت ہے جنگ کیوقت اور نہ اولاد ہونے کی اس سے توقع ہے تو ایسا بڈھا نہ قتل کیا جاوے مگر جبکہ مرتد ہو جاوے م ہندی نے شرح طحطاوی میں کہا کہ شیخ فانی کامل العقل حالت ارتداد میں مقتول ہوا اور جو بڈھا خرف پریشان حواس ہے وہ مقتول نہ ہوگا کہ مجنون میں داخل ہے واعمى ومقعد وزمن ومعتوه وراهب واهل كنائس لم يخالطوا الناس اور ہم ممنوع ہیں کافر اندھے اور لنگڑے اور دائم المرض خستہ حال اور بیہوش اور درویش نصرانی تارک الدنیا اور یہودیوں کے عبادت خانہ والے لوگ جو آدمیوں سے نہیں ملتے ان سب کے قتال کرنے سے م اس واسطے کہ اہل اسلام کو اُن سے کچھ ضرر نہیں اور یہی حال ہے ہندوستان کے جوگیوں کا جو گوشہ گیر اور کوہ نشین ہیں الا ان يكون احدهم ملكا او مقاتلا او ذا رأي او مال في الحرب مگر جب کہ اشخاص مذکورین سے کوئی بادشاہ یا لڑتا ہوا لڑائی میں صاحب تدبیر یا صاحب مال ہو تو قتل کیا جائے گا یعنی عورت یا صغیر یا مجنون یا پیر فرتوت یا اندھا یا لنگڑا یا طویل المرض یا بیہوش یا راہب یا اہل کنیسہ ہوگا تو قتل کیا جاوے گا اور اگر ان میں سے کوئی قتل کرتا ہوگا تو مارا جائے گا لیکن صغیر اور مجنون فقط قتال ہی کے وقت مارے جاویں گے نہ بعد قتال کے اور عورتیں اور راہب وغیرہ بعد قتال کے گرفتار ہونے سے بھی مقتول ہوں گے اور بادشاہ عورت بہر صورت مقتول ہوگی قتال کرے یا نہ کرے اور اسی طرح لڑکا یا معتوہ اگر بادشاہ ہوگا تو مطلقاً مقتول ہوگا اس واسطے کہ بادشاہ کے قتل میں کفار کی کسر شوکت ہے اور پیر فرتوت صاحب تدبیر جنگ بھی مقتول ہوگا اس واسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دُرید بن الصمۃ کہ لشکر ہوازن کا صاحب تدبیر تھا قتل کیا حالانکہ اندھا تھا اور اس کی عمر ایک سو بیس ۱۲۰ برس کی تھی کذا فی فتح القدیر ولو قتل من لا يحل قتله ممن ذكر فعليه التوبة والاستغفار فقط كسائر المعاصي لان دم الكافر لا يتقوم الا بالامان ولم يوجد ثم لا يتكون في دار الحرب بل يحملون تكثيرا للفئ وتمامه في السراج وہیں ہے اور اگر کسی مسلمان نے قتل کر ڈالا اس کو جس کا قتل کرنا حلال نہیں منجملہ اشخاص مذکورین کے تو اس پر فقط توبہ اور استغفار لازم ہے چنانچہ مابقی معاصی پر توبہ لازم ہے اس واسطے کہ کافر کا خون متقوم اور محفوظ نہیں مگر بامان دینے سے اور حالانکہ وہ یہاں موجود نہیں لہذا دیت وغیرہ قاتل پر نہیں پھر دریافت کرنا چاہیئے کہ جن کا قتل جائز نہیں ان کو اہل اسلام بعد فتح کے دارالحرب میں نہ چھوڑ آویں بلکہ اُن کو دارالاسلام میں اٹھا لاویں غنیمت کی بہتات کے واسطے اور پورا بیان اس کا سراج وہاج میں ہے اور آگے آوے گا م سراج وہاج کی پوری تقریر یہ ہے کہ جن کا قتل جائز نہیں اگر اہل اسلام کو قدرت ہو تو ان کو دارالاسلام میں گرفتار کر لاویں اور دارالحرب میں اُن کو نہ چھوڑیں اس واسطے کہ جب عورتیں وہاں رہیں تو اُن سے اہل حرب کی اولاد ہوگی اور یہی حال ہے اطفال کا کہ اُن کے رہنے سے کفار کو قوت ہوگی اور اُن کے لانے میں مسلمین کو فائدہ ہے اور اسی طرح معتوہ اور اعمی اور لنگڑا اور مفلوج اور مقطوع الید والرجل

Marfat.com

دارالحرب میں نہ چھوڑے جاویں کہ اُن سے اولاد ہوگی اور کفار کا گروہ زیادہ ہوگا اور پیر فرتوت جو قتال پر قادر نہیں اور تدبیر بھی نہیں کرسکتا اور نہ اس سے نسل ہونی ممکن ہے تو اس کو چاہیں لاویں اور چاہیں وہیں چھوڑ آویں کہ کفار کا اس میں کچھ فائدہ نہیں اور یہی حکم پھوسن بڑھیا کا کذا فی المنح ملخصاً فرعان دو مسئلے ملحق شارح کے الاول لا بأس بحمل رأس المشرک لو فیہ غیضہم او فراغ قلبنا وقد حمل ابن مسعود رأس ابی جہل والقاہا بین یدیہ علیہ الصلوۃ والسلام فقال صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اکبر ہذا فرعونی وفرعون امتی کان شرہ علیّ وعلی امتی اعظم من شر فرعون علی موسیٰ وامتہ ظہیریۃ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ کچھ ڈر نہیں مشرک کے سر اٹھانے میں یعنی برچھی وغیرہ پر اگر اُس میں کفار کو رنج اور غضب آوے یا غازیوں کو اُس میں تسکین دل ہو اور البتہ عبداللہ بن مسعود نے ابوجہل کا سر اٹھایا تھا اور اُس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈال دیا تھا تو حضرت نے فرمایا کہ اللہ اکبر یہ میرا فرعون اور میری امت کا فرعون ہے اس کا شر مجھ پر اور میری امت پر عظیم تھا موسیٰ اور اُن کی امت پر فرعون کے شر سے کذا فی الظہیریۃ اس واسطے کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پرورش کیا تھا اور ڈوبنے کے وقت ایمان کا اقرار کیا تھا بخلاف ابوجہل کے کہ ابتدا سے انتہا تک سرور عالم اور امت کی ایذا رسانی سے باز نہیں رہا اور مرتے دم تک کفر پر مصر تھا الثانی لا بأس بنبش قبورہم طلباً للمال تتارخانیۃ وعبارۃ الخانیۃ قبور الکفرۃ فعمت الذمی دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں اُن کی یعنی اہل حرب کی قبریں کھودنے میں مال نکالنے کے واسطے اور خانیہ کی عبارت یہ ہے کہ کفار کی قبریں کھودنے میں کچھ مضائقہ نہیں تو یہ عبارت ذمی کو بھی عام ہے بخلاف اول عبارت کے **ولا یحل للفرع ان یبدأ باصلہ المشرک بقتل** کما لا یبدئ قریبہ الباغی اور حلال نہیں شاخ کو کہ اپنی مشرک جڑ کے قتل میں ابتداء کرے چنانچہ حلال نہیں اپنے قرابتدار باغی کا قتل کرنا خواہ اصل ہو یا نہ ہو م اصول عام ہیں باپ کی طرف سے ہوں یا ماں کی طرف ذکور ہوں یا اناث اصل کی قید سے فرع نکل گئی تو باپ کو مشرک بیٹے کا قتل جائز ہے جنگ میں اور اسی طرح چچا اور ماموں اور بھائی مشرک کا قتل درست ہے کذا فی المنح **ویمتنع الفرع عن قتلہ بل یشغلہ لاجل ان یقتلہ غیرہ فان فقد قتلہ** اور باز رہے فرع اصل کے قتل سے اس طرح کہ اُس کو چھوڑ نہ دے بلکہ مشغول رکھے تاکہ کوئی غیر شخص اُس کو قتل کر ڈالے اور اگر غیر شخص وہاں مفقود ہو تو خود اُس کو قتل کرے کذا فی النہر **ولو قتلہ فہدرہ** لعدم العاصم اور اگر فرع نے اصل کے قتل میں ابتداء کی تو اُس کا خون باطل ہے بسبب عدم عاصم کے یعنی ایمان یا امان نہیں جو خون کو بچاوے **ولو قصد الاصل قتلہ ولہ یمکن دفعہ الا بقتلہ قتلہ** لجواز الدفع مطلقا اور اگر مشرک والدین نے مسلم اولاد کا قتل کا ارادہ کیا اور اُس کا دفع کرنا بدون اُس کے قتل کے ممکن نہیں تو اب اُن کو قتل کرے اس واسطے کہ اپنا بچانا اور اُن کا روکنا درست ہے خواہ والدین مشرک ہوں یا مسلم کیونکہ اپنا بچانا فرض ہے اور یہاں کوئی صورت بچانے کی نہیں سوائے قتل کے لہذا اس واسطے قتل والدین جائز ہے کذا فی الطحطاوی **ویجوز الصلح علی ترک الجہاد معہم بمال منہم امنا لو خیرا** لقولہ تعالیٰ وان جنحوا للسلم فاجنح لہا اور ترک جہاد پر صلح کرنا کافروں سے اُن کا مال لے کر یا اپنا مال دے کر جائز ہے اگر اس میں مصلحت اور بھلائی ہو اہل اسلام کے واسطے بدلیل قول اللہ تعالیٰ کے کہ اگر کفار صلح کی طرف جھکیں تو تو بھی اُدھر جھک م ہر چند آیت مطلق ہے لیکن بالاجماع صلح بقید مصلحت مقید ہے تو اگر مصلحت نہ ہو تو بالاتفاق جائز نہیں کذا فی الفتح **وننبذ ای نعلمہم بنقض الصلح تحرزا عن الغدر المحرم لو خیر** لفعلہ علیہ الصلوۃ والسلام باہل مکۃ اور ہم صلح کو پھینک دیں یعنی صلح توڑنے کا اعلام اور اطلاع کر دیں کافروں کو حرام عہد شکنی سے بچنے کے واسطے اگر صلح توڑنا اہل اسلام کے واسطے بہتر ہو بدلیل فعل آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے اہل مکہ سے م اعلام نقض صلح اُس وقت ضروری ہے جب ہنوز صلح کی مدد باقی ہو اور اگر مدت گذر گئی تو صلح خود باطل ہو گئی اعلام کی کچھ حاجت نہیں اور اگر مال لے کر صلح کی ہو اور ہنوز مدت باقی ہو تو اُس کے حساب سے مال پھیر دینا چاہئے اور اگر بسبب صلح کے بعضے کافر دارالاسلام میں آگئے

Marfat.com

ہوں یا بسبب اطمینان صلح کے دارالحرب کے حصون اور قلاع کو توڑ ڈالا ہو تا وقتیکہ کفار اپنے ملک میں نہ پہنچ لیں یا اپنے مکانات مذکورہ کو نہ بنالیں جب تک اُن سے لڑنا جائز نہیں کہ عہد شکنی ہے اور یہ جو اہل مکہ کا نقض صلح شارح نے ذکر کیا باتباع صاحب ہدایہ سو بے موقع ہے بلکہ لائق تھا کہ قول آیندہ یعنی درصورت خیانت کفار اس سے استدلال کرتا اس واسطے کہ فتح القدیر میں مذکور ہے کہ جمیع کتب سیر اور مغازی میں مصرح ہے کہ نقض صلح کا اعلام آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف سے نہیں ہوا بلکہ اہل مکہ نے قبل گذرنے مدت صلح کے عہد شکنی کی تو ناگہاں لشکر اسلام نے مکہ فتح کر لیا کذا فی الطحطاوی **وقاتلهم بلا نبذ مع خيانة ملكهم ولو يقاتل ذي منعة باذنه ولو بدون اذنه** نتیقض فی حقهم فقط اور ہم لڑیں کافروں سے بلا اعلام نقض صلح کے ساتھ ظاہر ہونے ان کے بادشاہ کی خیانت کے اگرچہ خیانت صاحب قوت کے قتال سے ہوگئی باجازت بادشاہ اور اگر اُس کے بدون اذن کے بعضے کافروں نے قتل کیا ہو تو فقط انھیں لوگوں کے حق میں صلح ٹوٹے گی یعنی وہ مارے جاویں گے اور گرفتار لوگ لونڈی غلام ہوں گے اور اگر مقاتلین صاحب قوت اور شوکت نہ ہوں گے تو کسی کے حق میں نقض صلح نہیں کذا فی الفتح **ولصالح المرتدين اذا غلبوا على بلدت وصارت دارهم دار حرب لو خيرا بلا مال** اور ہم اہل اسلام صلح کریں مرتدوں سے بلا اخذ مال جب کہ وہ غالب ہو جاویں کسی شہر پر اور ان کا مکان دارالحرب ہو جاوے اگر ان سے صلح کرنا خیر اور مصلحت ہو اور یہی حکم ہے مشرکین عرب کا اور اہل ذمہ کا جب کہ وہ نقض عہد کریں کذا فی عالمگیری **والا يغلبوا على بلدة لا لان فيه تقريرا المرتدين على الردة وذلك لا يجوز** فتح اور اگر غالب نہ ہوئے ہوں کسی شہر پر تو ہم صلح نہ کریں گے اس واسطے کہ صلح کرنے میں مرتدوں کو ارتداد پر قائم رکھنا ہے اور یہ جائز نہیں کذا فی الفتح **وان اخذ المال منهم لا يرد لانه غير معصوم بخلاف اخذه من لغاة فانه يرد بعد وضع الحرب اوزارها** فتح اور اگر صلح میں مرتدوں سے مال لیا تو اُس کا پھیر دینا نہ چاہئے اس واسطے کہ وہ معصوم نہیں بخلاف باغیوں سے مال لینے کے کہ وہ پھیر دیا جاوے گا بعد لڑائی ہو چکنے کے اس واسطے کہ ان کا مال معصوم ہے کذا فی الفتح **ولم تبع في الزيلعي يحرم ان نبيع منهم ما فيه تقويتهم على الحرب كحديد وعبيد وخيل** اور ہم نہ بیچیں اور زیلعی میں ہے کہ حرام ہے ہم کو کافروں سے وہ چیز بیچنا جس میں ان کو قوت حاصل ہو لڑائی پر چنانچہ لوہا اور غلام اور گھوڑے **ولا تحمله اليهم ولو بعد صلح** لانه عليه الصلوة والسلام نهى عن ذلك وامر بالميرة وهي الطعام والقماش فجاز استحسانا اور ان کی تقویت کی چیز کو ہم لاد کر نہ لے جاویں بطریق تجارت کے اہل حرب کی طرف اگرچہ بعد صلح کے یہ ہوا اس واسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے یعنی سلاح کی بیع سے منع فرمایا کذا فی البیہقی وغیرہ عن عمران بن حصین اور حکم دیا میرہ کا یعنی طعام اور قماش کے بیچنے کا یہ جائز ہے بطریق استحسان کے ثمامہ رئیس یمامہ مسلمان ہوا اہل مکہ نے اس سے کہا کہ تو بے دین ہو گیا اس نے کہا کہ میں بے دین نہیں ہوا میں اسلام لایا ہوں اور محمدؐ کی میں نے تصدیق کی ہے اب تم کو ایک دانہ گیہوں کا ملک یمامہ سے نہ پہنچے گا بدون حکم آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے پھر کفار مکہ پر نہایت تنگی ہوئی اناج کی حضرت کی خدمت میں التجا کی حضرت نے ثمامہ کو لکھا کہ اناج وہاں جایا کرے کذا فی الفتح عن البیہقی **ولا يقتل من امنه حر او حرة ولو فاسقا او اعمى او فانيا او صبيا او عبدا اذن لهما في القتال** اور نہ قتل کیا جاوے وہ کافر حربی جس کو کسی مسلمان آزاد مرد یا عورت نے امان دی اگرچہ امان دینے والا فاسق یا اندھا یا نہایت بڈھا یا وہ لڑکا یا غلام ہو جن دونوں کو لڑنے کی اجازت ہوئی ہو م ابوداؤد میں مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **المسلمون تتكافؤ دماؤهم ويسعى بذمتهم ادناهم** یعنی مسلمانوں کے خون برابر ہیں اور سعی کرتا ہے ان کی ذمہ داری سے ادنیٰ اُن کا یعنی اقل یعنی ایک مسلمان کذا فی الفتح امان یعنی پناہ عبارت ہے ازالۂ خوف سے خواہ ایک کافر کو امان ہو یا اہل شہر یا اہل قلعہ کو اور حکم امان ثبوت امن ہے کافر کے واسطے قتل سے اور گرفتاری سے اور اس کا مال لوٹنے سے لیکن اگر اُن کے پاس مسلم یا ذمی قید ہو گا تو چھڑا لیا جاوے گا کذا فی التاتارخانیہ اور صفت

Marfat.com

امان یہ ہے کہ وہ عقد غیر لازم ہے اگر اس کے توڑنے میں مصلحت ہو تو توڑنا جائز ہے کذا فی الدرر المنتقی بای لغۃ کان الامان وان کانوا لایعرفونہا بعد معرفۃ المسلمین ذلک بشرط سماعہم ذلک من المسلمین فلا امان لو کان بالبعد منہم امان صحیح ہے کسی بولی میں ہو اگرچہ کفار اس بولی کو نہ جانتے ہوں بعد دریافت کرنے مسلمانوں کے اس امان کو بشرط سماعت کفار کے ان کو مسلمانوں سے تو امان نہیں اگر کفار کے دور ہونے میں ہوئی ہوم فتوی عالمگیری میں ہے کہ اگر کافروں نے مسلمانوں کو امان دینے کی آواز نہیں سنی تو امان نہیں اُن کا قتل اور گرفتاری جائز ہے اور مسلمانوں نے ایسے مکان سے پکارا کہ کافر سن سکیں لیکن غالب معلوم ہوا کہ انھوں نے سونے کے سبب یا لڑائی کی جہت سے نہیں سنا تو یہ امان ہے اور سب کی سماعت شرط نہیں بلکہ اکثر کی سماعت سب کے حق میں کافی ہے ویصح بالصریح کامنت اولا باس علیکم اور امان صحیح ہے صریح لفظ سے مانند اس قول کے کہ میں نے امان دی یا تم پر کچھ خوف اور تنگی نہیں اور اسی طرح تم نہ ڈرو یا میں نے تم سے صلح کی یا آدمی بات سنو یا تم پر خدا کا عہد ہے یا خدا کا ذمہ ہے کذا فی المنح وبالکنایۃ کتعال اذا ظنہ امانا اور امان صحیح ہے کنایہ سے چنانچہ یوں کہنا کہ آجب کہ کافر اس کو امان گمان کرے م عالمگیری میں ہے جب مسلم نے کافر سے کہا آتا کہیں تجھ کو قتل کروں سو کافر نے بلا نا سنا اور اس کو سمجھا اور آخر کلام یعنی قتل کرنا نہ سنا یا سنا لیکن اس کو نہ سمجھا تو یہ امان ہے اور اگر آخر کلام اس نے سنا اور سمجھا تو امان نہیں اور اسی کے مانند ہے یوں کہنا کہ اگر تجھ کو مرنے کا ارادہ ہے آ اگر تو مرد ہے یا آتا تو دیکھے کہ میں تیرے ساتھ کیا کرتا ہوں تو اس میں بھی یہی تفصیل مذکور ہے وبالاشارۃ بالاصبع الی السماء اور امان صحیح ہے آسمان کی طرف انگلی سے اشارہ کرنے سے م اشارہ آسمانی کا مطلب یہ ہے کہ میں نے تجھ کو آسمان کے معبود کا ذمہ دیا کذا فی المنح خواہ اس کی امان مسلمین اور کفار میں مروج ہو یا نہ ہو کذا فی عالمگیریۃ ولو نادی المشرک بالامان صح لو ممتنعا اور اگر مشرک نے امان پکاری تو صحیح ہے اگر وہ ممتنع ہو خواہ مسلمین نے اجابت کی ہو یا سکوت کیا ہو اور اگر مشرک ایسے مقام میں ہو کہ وہ ممتنع نہیں اور وہ اپنی تلوار یا برچھی کو بڑھائے ہوئے ہے تو وہ مال غنیمت ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وصح طلبہ لذراریہ لا لاہلہ اور یہ صحیح ہے امان مانگنا کافر کا اپنی اولاد کے واسطے نہ اپنے اہل کے واسطے م حلبی نے کہا شارح یہاں چوک گیا بحر الرائق کی عبارت میں نے تأمل کرنے سے وہ عبارت یہ ہے لو طلب الامان لاہلہ لا یکون امانا بخلاف ما اذا طلبہ لذراریہ فانہ یدخل تحت الامان انتہی یعنی اگر کافر نے اپنے اہل کے واسطے امان مانگی تو اس کو خود امان نہ ہوگی بخلاف اس کے جب کہ اپنی اولاد کے واسطے امان مانگے گا تو وہ بھی امان میں داخل ہو جاوے گا یہ عبارت اس مدعا میں صریح ہے کہ امان کا طلب کرنا اپنے اہل اور اپنی اولاد کے واسطے صحیح ہے مگر پہلی صورت میں طالب امان میں داخل نہیں اور دوسری صورت میں داخل ہے بخلاف شارح کی عبارت کے انتہی فی الواقع شارح علامہ سے بنا بر بشریت کے غلط فہمی ہو گئی کہ کتب معتمدہ اس کے مخالف ناطق ہیں چنانچہ نہر الفائق کی یہ عبارت ہے لو طلب الامان لاہلہ لا یکون امانا بخلاف ذراریہ انتہی واللہ اعلم وعلمہ احکم ویدخل فی الاولاد اولاد الابناء والبنات اور داخل ہے اولاد کی ماں میں بیٹوں کی اولاد یعنی پوتے بیٹیوں کی اولاد یعنی ناتی ولو غائبا علیہم عسکر آخر ثم بعد القسمۃ علموا بالامان قبل القابض الدتیہ وعلی الولی المہر والولد حر مسلم تبعا لابیہ ورد النساء والاموال الی اہلہا یعنی بعد ثلث حیض اور ایک لشکر مسلمین نے کسی شہر کے کفار کو امان دی پھر دوسرے لشکر نے ان پر غارت گری کی پھر غنیمت بٹ جانے کے بعد ان کو امان دینے کا حال معلوم ہوا تو جس نے قتل کیا اس پر خون بہا ہے اور جس نے اُن کی عورتوں سے صحبت کی اس پر مہر مثل لازم ہے اور جو اولاد پیدا ہوئی وہ حر مسلم ہے اپنے باپ کی تبعیت سے اور عورتیں اور مال اُن لوگوں کے پھیر دے جاویں یعنی عورتیں کسی معتمد کے پاس رکھی جاویں پھر بعد منقضی ہونے تین حیض کے پھیر دی جاویں کذا فی العالمگیریۃ وینقض الامام الامان لو لقاء ہ شرا ومباشرہ بلا مصلحۃ یؤدب اور توڑ دے امام امان کو اگر اس کا باقی رہنا برا ہو اہل اسلام کے حق میں خواہ آپ امان

Marfat.com

دی ہو یا کسی مسلم نے اور بلا مصلحت امان کا دینے والا تعزیر دیا جاوے م اور نقض امان میں بھی آگاہ کر دینا کفار کو ضرور ہے کذا فی النقایۃ وبطل امان ذمی الا اذا امر بہ مسلم شمنی اور ذمی کا امان دینا باطل ہے مگر جب کہ مسلم نے اس کو امان دینے کا امر کیا ہو تو صحیح ہے کذا فی الشمنی م زیلعی اور بحر اور نہر اور درر عالمگیری میں ہے کہ امیر لشکر جب امر کرے ذمی کو تب امان صحیح ہے تو اطلاق شمنی کا مقید بمسلم امیر ہے تو ظاہر اغیر امیر کا امر کافی نہیں واسیر وتاجر وصبی وعبد مجورین عن القتال وصح محمد امان العبد فی الخانیۃ خدمۃ المسلم مولاہ الحربی امان لہ اور باطل ہے امان دینا مسلم محبوس اور سوداگر اور ایسے صغیر اور غلام کا جن کو قتال کی اجازت نہیں اور صحیح جانا ہے محمد بن حسن نے غلام کا امان دینا اور خانیہ میں ہے کہ خدمت کرنا مسلم کا اپنے حربی مولی کی امان ہے اس کے واسطے ومجنون وشخص اسلم ثمہ ولم یہاجر الینا لانہم لا یملکون القتال اور مجنون اور اس شخص کی امان باطل ہے جو مسلمان دار الحرب میں مسلمان ہوا اور اس نے ہماری طرف ہجرت نہیں کی اس واسطے کہ اشخاص مذکورین قتال کے مالک نہیں م امان مخصوص ہے خوف کے محل میں تو جو شخص قتال نہیں کر سکتا اس کی امان بے موقع ہے ذمی کو اہل اسلام پر ولایت نہیں جو اس کی امان صحیح ہو اور مسلم اسیر اور مسلم تاجر جو دار الحرب میں وارد ہے اور جو شخص وہاں اسلام لایا وہ خود کفار کی امان میں ہے تو اس کا امان دینا بے معنی ہے کذا فی المنح عن السراج۔

باب المغنم وقسمتہ

یہ باب ہے غنیمت اور اس کے بانٹنے کے احکام میں قاموس میں ہے کہ مغنم اور غنیم اور غنیمت اور غنم بالضم عبارت ہے فی سے اور غنم بالضم اور غنم بالفتح اور غنم بفتحتین اور غنیمت عبارت ہے چیز کے پانے سے بدون محنت کے کذا فی المنح فی المغرب الغنیمۃ ما نیل من الکفار عنوۃ والحرب قائمۃ فیخمس وباقیہا للغانمین والفی ما نیل منہم بعد کخراج وہو کافۃ المسلمین مغرب میں ہے کہ غنیمت وہ مال ہے جو کفار سے حاصل ہو غلبہ اور قہر سے اور لڑائی ہنوز موجود ہے تو اس میں سے خمس یعنی پانچواں حصہ نکالا جاوے گا اور باقی حق غازیوں کا ہے اور فی وہ مال ہے جو کفار سے حاصل ہوا بعد لڑائی ہو چکنے اور دار الاسلام ہو جانے کے جیسے زمین کا خراج اور وہ سب مسلمانوں کا حق ہے نہ فقط غازیوں کا کذا فی المنح اور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ غنیمت اس کا نام ہے جو کافروں سے حاصل ہو غازیوں کی قوت اور کفار کے مقہور اور مغلوب ہونے سے اور فی وہ ہے جو کفار سے بدون قتال کے حاصل ہو جیسے خراج زمین کا اور جزیہ غنیمت میں خمس ہے فی میں اور جو کفار سے بطریق تحفہ یا سرقہ یا ہبہ یا لے بھاگنے سے حاصل ہو وہ غنیمت نہیں وہ فقط آخذ کی مملوک ہے اذا فتح الامام بلدۃ صلحا جزی علی موجبہ وکذا من بعدہ من الامراء ارضہا تبقی مملوکۃ لہم جب کہ امام کسی شہر کو فتح کرے بطریق صلح کے نہ لڑائی کے تو بموجب صلح کے عمل کیا کرے اور اسی طرح اس کے بعد کے حاکم وہی معمول جاری رکھیں اور زمین اس کی کفار کی ملکیت میں باقی رہے گی م قہستانی نے کہا کہ صلح کا اعتبار خراجی یا عشری پانی پر ہے تو اگر وہاں کا پانی خراجی ہے تو خراج پر امام صلح کرے اور اگر عشری ہے تو عشر پر صلح کرے اور اس صلح کا تغیر جائز نہیں کہ بجائے نقض عہد ہے کذا فی الطحطاوی ولو فتحہا عنوۃ بالفتح ای قہرا قسمہا بین الجیش انشاء او اقرہا علیہا بجزیۃ علی رؤسہم وخراج علی اراضیہم اور اگر امام نے بطور قہر اور غلبہ شہر کو فتح کیا تو اس کو لشکر کے درمیان یعنی غازیوں کو بانٹ دے اگر وہ چاہے یا وہاں کے لوگوں کو برقرار رکھے ان کی ذاتوں پر جزیہ باندھ کر اور ان کی زمینوں پر خراج یعنی محصول مقرر کر کے م اگر امام نے اراضی کو غازیوں میں تقسیم کیا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں کیا تو زمین غازیوں کی مملوک ہو جاوے گی اور اس پر عشر معین ہوگا نہ خراج اور اگر بعد فتح کے وہاں کے کفار کو برقرار رکھا بطور احسان کے چنانچہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ملک عراق میں کیا کہ ان کے گھر اور ان کی زمین کو انھیں کے تصرف میں رکھا جزیہ اور خراج لے کر اور غازیوں میں زمین تقسیم نہیں کی تو کفار حر اصلی ذمی ہوں گے اور زمین کے وہی مالک رہیں گے کذا فی المنح اور کفار پر ان کی رقاب اور اراضی کا

Marfat.com

احسان کرنا بدون مال منقول کے مکروہ ہے بلکہ اتنا مال دینا چاہئے کہ خود کھاویں اور کھیتی کریں یہاں تک کہ غلبہ پیدا ہو اور کافروں کو چھوڑنا بدون زمین اور مال کے یا فقط مال منقول دینا جائز نہیں کہ اہل اسلام سے پھر لڑنے کو تیار ہوں گے امام مالک نے موطا میں اسلم سے روایت کی کہ میں نے عمر فاروقؓ سے سنا فرماتے تھے کہ اگر پچھلے مسلمانوں کی محتاجی کا خیال نہ ہوتا تو جس گانون کو مسلمان فتح کرتے تو میں انھیں کے درمیان تقسیم کر دیتا حصہ حصہ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو حصہ حصہ تقسیم کر دیا اس روایت سے ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ سب خیبر کو تقسیم کیا حالانکہ ابوداؤد میں بروایت صحیح ثابت ہے کہ خیبر کو نصفین تقسیم کیا نصف اپنی حاجات میں اور نصف مسلمین کے درمیان میں مسلمین میں اٹھارہ سہم تقسیم فرمائے یعنی ہر سہم میں سو مردوں کے حصے داخل کئے کذا فی الفتح ملخصا والاول اولی عنہ حاجۃ الغانمین اور اول یعنی لشکر میں بانٹ دینا بہتر ہے غازیوں کی حاجت مندی کے وقت او اخرجہم منہا وانزل بہا قوما غیرہم ووضع علیہم الخراج والجزیۃ لو کانو کفارا فلو مسلمین وضع علیہا العشر لا غیر یا کافروں کو دار الحرب سے نکال دے اور وہاں اور قوم کو بسا دے اور اس پر خراج اور جزیہ مقرر کرے اگر وہ قوم کافر ہو اور اگر وہ مسلمان ہوں تو ان پر عشر مقرر کرے نہ کچھ اور م فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر مسلمان کو وہاں لا دے چاہے ان پر عشر مقرر کرے چاہے خراج طحطاوی نے کہا عشر ہی مقرر کرنا الیق بقواعد فقہ ہے واللہ تعالی اعلم وقتل الاساری ان شاء ان لم یسلموا او استرقہم او ترکہم احرارا ذمۃ لنا الا مشرکی العرب والمرتدین لما سیجیئ اور قتل کرے قیدیوں کو اگر امام چاہے بشرطیکہ مسلمان نہ ہو گئے ہوں یا ان کو لونڈی غلام بنا دے یا ان کو آزاد ذمی بنا کر چھوڑے سوائے مشرکین عرب اور مرتدین کے کہ ان کا ذمی ہونا جائز نہیں چنانچہ آگے مذکور ہوگا م قولہ ذمۃ لنا ای حقا واجبا لنا علیہم من الجزیۃ والخراج یعنی اہل ذمہ پر ہمارا حق واجب ہے از قسم جزیہ اور خراج کے اس واسطے کہ ذمہ بمعنی حق اور امان اور عہد ہے اور اہل ذمہ کو اہل ذمہ کہا اس واسطے کہ وہ مسلمین کے عہد اور امان میں داخل ہیں وحرم منہم ای اطلاقہم مجانا ولو بعد اسلامہم ابن کمال لتعلق حق الغانمین وجوزہ الشافعی لقولہ تعالی فاما منا بعد واما فداء قلنا نسخ بقولہ تعالی (اقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم) شرح مجمع اور حرام ہے کافروں پر احسان کرنا یعنی ان کو مفت چھوڑ دینا اگرچہ بعد گرفتاری اور ان کے مسلمان ہونے کے ان کو چھوڑے کذا ذکرہ ابن کمال بسبب متعلق ہو جانے غازیوں کے حق کے یعنی بعد فتح کے غازی کافروں کے مالک ہو گئے تو اب مفت چھوڑنا ان کی حق تلفی ہے اور امام شافعی نے ان کا مفت چھوڑنا جائز رکھا ہے بدلیل اس آیت کے اما منا واما فدا یعنی لڑائی کے بعد یا احسان کرو یا فدیہ لو یعنی کچھ مال لے کر چھوڑو ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ آیت مذکورہ منسوخ ہے اس آیت سے کہ اقتلوا المشرکین یعنی مشرکوں کو قتل کرو جہاں ان کو پاؤ کذا فی الشرح المجمع م دلیل نسخ یہ ہے کہ امن اور فداء سورۂ محمد میں مذکور ہے اور یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی اور آیت سیف یعنی اقتلوا المشرکین سورۂ براءۃ میں نازل ہوئی اور یہ پچھلی سورۃ ہے جو مدینہ میں نازل ہوئی اور جنگ بدر میں جو فدیہ لے کر کافروں کو چھوڑا تھا اس پر عتاب ہوا تھا اگر کوئی کہے کہ ظاہر آیت سیف سے فقط قتل ثابت ہوتا ہے تو چاہیے کہ استرقاق اور ذمی کرنا بھی جائز نہ ہو اس کا جواب یہ ہے کہ استرقاق وغیرہ میں نص بلا نسخ موجود ہے بخلاف من اور فداء کے واللہ اعلم وحرم فداؤہم بعد تمام الحرب اما قبلہ فیجوز بالمال لا بالاسیر المسلم درر وصدر الشریعۃ وقالا یجوز وہو اظہر الروایتین عن الامام شمنی اور حرام ہے فدیہ لینا ان سے بعد تمام ہونے لڑائی کے اور قبل تمامی جنگ مال کا فدیہ لینا جائز ہے نہ قیدی مسلمان کا فدیہ کذا فی الدرر اور شرح الوقایہ یعنی اگر مسلمان کافروں کے پاس گرفتار ہو تو کافر کو چھوڑنا اس مسلمان کے عوض قبل از جنگ بھی امام کے نزدیک درست نہیں اور صاحبین نے کہا کہ جائز ہے اور وہ یعنی جواز فداء اسیر مسلم ظاہر تر ہے امام کی دو روایتوں سے کذا ذکرہ الشمنی یعنی امام سے جواز اور عدم جواز دونوں مروی ہیں لیکن جواز ظاہر الروایۃ ہے اور صاحبین کے موافق ائمہ ثلثہ کا مذہب ہے اس واسطے کہ تخلیص مسلم کی بہتر ہے کافر کے قتل سے واتفقوا انہ لا

Marfat.com

یفادی بنسائہ وصبیان وخیل وسلاح الالضرورۃ ولا باسیر اسلم لمسلم اسیر الااذا من علی اسلامہ اور امام اور صاحبین اس پر متفق ہیں کہ عورتوں اور لڑکوں اور گھوڑوں اور ہتھیار کے عوض فدیہ نہ لیا جاوے مگر ضرورت کے وقت اور نہ اُس قیدی کے عوض جو مسلمان ہوگیا ہے مسلم اسیر لیا جاوے مگر اُس وقت جائز ہے جب کہ اسیر مسلم کے کافر ہوجانے کا خوف نہ ہو م لڑکوں کا فدیہ اس واسطے جائز نہ ہوا کہ وہ بالغ ہوکر مسلمانوں سے لڑیں گے اور عورتوں سے نسل پیدا ہوگی وعلی ہذا القیاس گھوڑے اور ہتھیار لڑائی کے عمدہ سامان ہیں طحطاوی نے کہا شاید کہ منع محمول ہے دراہم اور دینار کے لینے پر والا کافر بالغ کے عوض مسلمان کا لینا بقول صاحبین جائز ہے تو لڑکوں میں کیوں کر منع ہوگا واللہ اعلم وحرم ردہم الی دارہم ثابت فی نسخ الشرح تبعا لدرر ودون المتن تبعا لابن کمال للعلم بہ من منع المن بالاولی اور حرام ہے پھیر بھیجنا کافروں کا دارالحرب میں شارح کہتا ہے یہ عبارت مصنف کی شرح کے نسخوں میں ثابت ہے موافق درر کے نہ متن کے نسخوں میں موافق ابن کمال کے اس واسطے کہ دارالحرب کا پھیرنا تو منع احسان سے بطریق اولی معلوم ہے م برجندی نے کہا کہ پھیرنا یا بعوض ہے تو وہ فدا میں داخل ہے یا بغیر عوض ہے تو وہ من میں داخل ہے اور وجہ اولویت کی یہ ہے کہ من عبارت ہے کافر کے چھوڑنے سے بلا اخذ شئ پھر جب یہ حرام ہوا تو رد کرنا بطریق اولی حرام ہوگا اس واسطے کہ اس میں من ہے زیادتی کے ساتھ یعنی دارالحرب میں پہنچا دینا وحرم عقر دابۃ شق نقلہا الی دارنا فتذبح وتحرق بعدہ اذلا یعذب بالنار الا رہا اور حرام ہے کونچیں کاٹنا اس جانور کا جس کا دارالاسلام میں لے آنا شاق ہے تو اُس کو ذبح کر ڈالے اور ذبح کے بعد جلاوے اس واسطے کہ جاندار کو آگ سے جلانا جائز نہیں سوا خدا تعالی کے کما تحرق اسلحۃ وامتعۃ تعذر نقلہا وما لا یحرق منہا کحدید یدفن فی موضع خفی وتکسر اوانیہم وتراق ادہانہم مغایظۃ لہم جیسے جلائے جاتے ہیں اُن کے ہتھیار اور اسباب جنکا نقل کرنا دارالاسلام کی طرف متعذر ہے اور جو چیز نہ جل سکے اُن میں سے چنانچہ لوہے کے ہتھیار وغیرہ تو وہ گاڑ دئے جاویں پوشیدہ مکان میں اور اُن کے برتن توڑ دے جاویں اور اُن کے تیل ڈھلکائے جاویں اُن کی رنج رسانی اور دل سوزانی کے واسطے ویترک صبیان ونساء منہم شق اخراجہا بارض خربۃ حتی یموتوا جوعا وعطشا للنہی عن قتلہم ولادجہ الی ابقائہم اور اُن کے لڑکے اور عورتیں جن کا نکالنا دارالحرب سے شاق ہے ویران زمین میں چھوڑ دے جاویں تاکہ وہ بھوک اور پیاس سے مرجاویں بسبب منع ہونے ان کے قتل کے اور دارالحرب میں ان کے باقی رکھنے کی کوئی وجہ نہیں یعنی اگر اُن کو باقی رکھے تو لڑکے جوان ہوکر مسلمانوں سے لڑیں گے اور عورتوں سے نسل پیدا ہوگی فتح القدیر میں محقق نے کہا کہ اس طرح سے مارنا تو قتل سے بھی سخت تر ہے تو بدون اضطرار شدید کے کیوں کر جائز ہوگا اضطرار یہ کہ اُن کے لانے کے واسطے بار برداری نہ ہو وجد المسلمون حیۃ او عقربا فی رحالہم ثمہ ای فی دارالحرب یترعون ذنب العقرب وانیاب الحیۃ قطعا للضرر عنا بلا قتل ابقاء للنسل تتار خانیہ مسلمانوں نے سانپ یا بچھو کو اُن کے مکانوں میں وہاں پایا یعنی دارالحرب میں تو بچھو کا ڈنگ اور سانپ کے دانت نکال ڈالیں تا مسلمانوں سے ضرر منقطع ہو اُن کو قتل نہ کریں تا اُن کی نسل باقی رہے کفار کے ضرر کے واسطے کذا فی التاتارخانیہ وفیہا ماتت نساء مسلمات ثمہ واہل الحرب یجامعون الاموات تحرقن بالنار اور تاتارخانیہ میں ہے کہ مسلمان عورتیں دارالحرب میں مرگئیں اور اہل حرب کی عادت یہ ہو کہ مردوں سے جماع کرتے ہوں تو اُن کو آگ سے جلاویں م طحطاوی نے کہا ظاہر یہ حکم اس وقت ہے جب مکان مخفی میں دفن نہ ہوسکے اور مدت مدید دفن کو نہ گذر گئی ہو والا جلانا جائز نہیں ولا تقسم غنیمۃ الا اذا قسم عن اجتہاد لحاجۃ الغزاۃ او للابداع فتحل اذا لم یکن للامام اور تقسیم نہ کی جاوے غنیمت دارالحرب میں مگر جبکہ امام نے قسمت کی اجتہاد اور مصلحت سے یا بسبب حاجتمندی غازیوں کے تو قسمت صحیح ہوگی یا قسمت کی غازیوں کے پاس امانت رکھنے کے واسطے تو حلال ہے بشرطیکہ امام کے پاس بار برداری نہ ہو فان ابوا

Marfat.com

اہل بجبر ہم باجر المثل روایتان فاذا تعذر فلو بحال لو قسمہا قدر کل علی حملہ قسم بینہم والا فہو مما شق نقلہ وسبق حکمہ پھر اگر غازی غنیمت لانے کو نہ مانیں تو آیا اُن پر امام جبر کرے اجر مثل مقرر کر کے یا نہ جبر کرے اس میں دو روایتیں ہیں جواز جبر ایک روایت میں اور عدم جواز دوسری روایت میں پھر درصورت عدم جبر امانت رکھنے کے واسطے قسمت کرنا متعذر ہو تو اگر یہ حال ہو کہ اگر بانٹ دے تو ہر شخص اپنے بوجھ کے اٹھا لانے پر قادر ہو تو غنیمت کو غازیوں میں بانٹ دے اور اگر قادر نہ ہو تو یہ وہ صورت ہے جس کا نقل کرنا شاق ہے اور اس کا حکم اول مذکور ہو چکا یعنی دواب کا ذبح کرنا اور جلانا اور عورتوں کو اور لڑکوں کو وہاں زمین میں چھوڑ دینا ولم تبع الغنیمۃ قبلہا للامام ولا لغیرہ یعنی للتمول ولو باع شیأ بطعام جاز جوہرہ اور ہم اہل اسلام نہ بیچیں غنیمت کو قبل قسمت کے نہ امام کو یہ جائز ہے نہ اس کے غیر کو یعنی بیع قبل قسمت تمول اور اوخار کے واسطے جائز نہیں لیکن اگر کسی چیز کو کھانے کے واسطے بیچے تو جائز ہے کذا فی الجوہرہ ورد البیع لو وقع دفعا للفساد فان لم یکن رد ثمنہ للغنیمۃ خانیہ اور بیع کو مردود کرے اگر قبل قسمت واقع ہوئی ہو واسطے دور کرنے فساد کے اور اگر رد کرنا ممکن نہ ہو تو اس کی قیمت غنیمت میں داخل کرے کذا فی الخانیہ ومدد لحقہم ثم کمقاتل لاسوقی وحربی ومرتد اسلم ثم بلا قتال فان قاتلوا شارکوہم اور جو مدد اور کمک غازیوں سے ملی دار الحرب میں جا کر تو وہ غازی کے برابر ہے استحقاق غنیمت میں نہ مرد بازاری اور حربی اور جو مرتد کہ وہاں مسلمان ہوا بدون قتال کے اور اگر بازاری وغیرہ کافروں سے لڑائی کریں گے تو وہ بھی غازیوں کے شریک ہوں گے غنیمت میں ہم بازاری کو حصہ بدون قتال کے اس واسطے نہیں کہ اس کا وہاں جانا قتال کی نیت سے نہیں بحر الرائق میں کہا تو اس میں اشارہ ہے کہ اگر عورت دار الحرب میں جاوے اپنے زوج کی خدمت کے واسطے یا غلام جاوے اپنے میاں کی خدمت کے واسطے اور قتال نہ کرے تو اس کے واسطے کچھ نہیں کذا فی الاختیار وفتح القدیر میں ہے کہ اسی طرح گھوڑے کے سائیس کا کچھ حصہ نہیں ولا من مات ثم قبل قسمۃ او بیع ولو مات بعد احدہما ثم او بعد الاحراز بدار نا یورث نصیبہ لتاکد ملکہ تاتارخانیہ اور اس غازی کا حصہ نہیں جو دار الحرب میں مر گیا غنیمت کے قسمت یا بیع ہونے سے پہلے اور اگر مر گیا قسمت یا بیع کے بعد وہاں یا بعد لے آنے غنیمت کے دار الاسلام میں تو اس کے حصہ میں ارث جاری ہوگا یعنی اس کے وارث بقدر حصہ کے پاویں گے بسبب متاکد ہو جانے اس کی ملکیت کے کذا فی التاتارخانیہ وفیہا ادعی رجل شہود الوقعۃ وبرہن وقد قسمت ولم ینقض استحسانا دلیعوض بقدر حظہ من بیت المال اور تاتارخانیہ میں ہے کہ دعوی کیا ایک مرد نے لڑائی میں حاضر ہونے کا اور اس کو گواہوں سے ثابت کیا اور حالانکہ غنیمت کی تقسیم ہو چکی تو قسمت شکنی نہ ہوگی بنا بر استحسان کے اور بقدر اُس کے حصے کے بیت المال سے اس کو عوض دیا جاوے گا وہ البحر من قیاس الوقف علی الغنیمۃ ردہ فی النہر وحررنا فی الوقف اور بحر الرائق میں جو وقف کا قیاس مذکور ہے غنیمت پر تو اس کو رد کیا ہے نہر الفائق میں اور اسکو ہم نے اسی کتاب کی کتاب الوقف میں تحریر کیا ہے ہم صاحب بحر نے کہا کہ اگر مستحق وقف مر گیا بعد غلبہ پیدا ہونے اور احراز ناظر کے قبل از قسمت تو اس کے حصے میں وراثت ہوگی جیسے غنیمت بعد الاحراز میں وراثت ہوتی ہے صاحب نہر نے کہا درر اور غرر میں صاحب مجمع کے فوائد سے منقول ہے کہ اگر امام اور مؤذن کا حصہ ہے وقف میں سو بدون قبضہ مر گیا تو حصہ ساقط ہو گیا اس واسطے کہ یہ بحکم صلہ اور عطا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ساقط نہیں ہوتا اس واسطے کہ وہ بحکم اجرت ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ وقف کا قیاس غنیمت پر غیر صحیح ہے انتہی لغنی ولہم ای للغانمین لا غیر الانتفاع فیہا ای دار الحرب بعلف وطعام وحطب وسلاح ودمن بلا قسمۃ اطلق الکل تبعا للکنز وقیدنی الوہبانیۃ السلاح بالحاجۃ وہو الحق وقید الکل فی الظہیریۃ بعدم نہی الامام عن اکلہ فان نہی لم یبح فی بعض تقییدالمتون یہ اور فقط غازیوں کو نہ غیر کو جائز ہے منتفع ہونا اس میں یعنی دار الحرب میں جانوروں کے چارے اور طعام اور لکڑی اور ہتھیار اور تیل سے بدون قسمت کے مصنف نے ان چیزوں کے انتفاع کو مطلق رکھا باتباع کنز اور وقایہ میں ہتھیار کے انتفاع کو مقید بحاجت کیا اور یہی حق ہے اور سب اشیاء مذکورہ کو ظہیریہ میں مقید

Marfat.com

ساقہ نہ منع کر دینے امام کے اس کے کھانے سے اکل سے مراد تناول اور استعمال ہے مناسب چیزوں کے مناسب ہو تو اگر امام اشیاء مذکورہ کے انتفاع سے منع کر دے تو مباح نہیں تو لائق ہے تقیید متون کی عدم نہی کی قید سے م حلبی نے بحر الرائق سے نقل کیا لائق یوں ہے کہ نہی امام کو بعدم حاجت مقید کیجیے اس واسطے کہ جب غازیوں کو ماکول اور مشروب کی حاجت ہوگی تو اس کے منع کرنے پر عمل نہ ہوگا و بلا بیع ولا تمول فلو باع رد ثمنہ فان قسمت تصدق بہ لو غیر فقیر اور غازیوں کو انتفاع جائز ہے بدون بیع اور عدم تمول کے تو اگر قبل قسمت کے کسی چیز کو غازی نے بیچا ہو تو اس کی قیمت کو غنیمت میں پھیر دے پھر اگر غنیمت کی قسمت ہو گئی ہو اور اس کے بعد بیع واقع ہوئی ہو تو اس کی قیمت کو خیرات کرے اگر وہ غنی ہو اور اگر محتاج ہو تو خود کھاوے کذا فی المنح عن البحر من وجد مالا یملکہ اہل الحرب کعبید وعسل فہو مشترک فیتوقف بیعہ علی اجازۃ الامیر فان ہلک او الثمن انفع اجازہ والا ردہ للغنیمۃ بحر اور جو دار الحرب میں اس چیز کو پاوے جس کے کفار مالک نہیں چنانچہ شکار اور شہد تو وہ مشترک ہے سب غازیوں میں تو اس کی بیع موقوف رہے گی امیر کی اجازت پر پھر اگر بلا اجازت بیع ہوئی اور بیع ہلاک ہو گئی یا اس کی قیمت نافع تر ہے تو امیر بیع کو جائز رکھے اور اگر مبیع قائم ہو یا قیمت انفع نہ ہو تو مبیع کو غنیمت میں پھر داخل کرے یعنی بیع کو فسخ کر کے کذا فی البحر وبعد الخروج منہا لا الا برضاہم اور بعد نکلنے دار الحرب سے اشیاء مذکورہ سے فائدہ لینا جائز نہیں مگر سب غازیوں کی رضامندی سے ومن اسلم منہم قبل مسکہ عصم نفسہ وطفلہ وکل مال معہ فان کان لوا اخذوا احرز نفسہ فقط اور کافروں سے جو شخص کہ مسلمان ہو گیا اپنے گرفتار ہونے سے پہلے تو اس نے اپنی جان اور اپنے اطفال صغیر اور اپنے ساتھ والے مال کو بچایا سو اگر غازیوں نے اطفال اور مال کو لے لیا ہو[1] اس کے مسلمان ہونے سے پہلے تو فقط اس کی ذات اسلام سے محفوظ رہے گی اداوعہ معصوما ولو ذمیا فلو عند حربی فیئ یا وہ مال محفوظ رہے گا جسکو امانت سونپا شخص محفوظ الدم کے پاس اگرچہ امانتدار ذمی ہو اور جو امانتدار کافر حربی ہو تو وہ مال غنیمت ہے کما لو اسلم ثم خرج الینا ثم ظہر علی الدار فمالہ ثمہ فی سوی طفلہ لتبعیتہ چنانچہ اگر کافر دار الحرب میں مسلمان ہوا پھر دار الاسلام کی طرف وہ نکل آیا پھر مسلمان غالب ہوئے دار الحرب پر تو اس کا مال وہاں غنیمت ہے سوا اس کے طفل صغیر کے بسبب اس کے تابع ہونے کے اسلام پدری کے لا ولدہ الکبیر وزجتہ وحملہا وعقارہ وعبدہ المقاتل وامتہ المقاتلہ وحملہا لانہ جزء الام اور جو کافر قبل گرفتاری کے دار الحرب میں مسلمان ہوا تو اس کا بالغ بیٹا اور اس کی زوجہ اور اس کا حمل اور اس کی زمین اور اس کا لڑنے والا غلام اور اس کی لڑنے والی عورت اور اس کا حمل محفوظ نہ رہے گا اس واسطے کہ حمل ماں کا تابع ہے م تو اس کا غلام یا لونڈی قتال نہ کریں گے تو اس کے مال محفوظ میں داخل رہیں گے حربی دخل دارنا بغیر امان فاخذہ احدنا فہو وما معہ فی ملک المسلمین سوا اخذ قبل الاسلام او بعدہ وقالا لا خذ خاصۃ وفی الخمس روایتان قنیہ کافر حربی بدون امان کے دار الاسلام میں داخل ہوا پھر کسی مسلمان نے اس کو گرفتار کر لیا تو وہ اور اس کے ساتھ کا مال غنیمت ہے سب مسلمانوں کے واسطے خواہ گرفتار ہوا قبل اسلام کے یا بعد اس کے اور صاحبین نے کہا کہ وہ گرفتار کرنے والے کی غنیمت ہے خاص کر اور وجوب خمس میں دو روایتیں ہیں امام اور محمد کے نزدیک کذا فی المنح عن القنیہ وفیہا استاجرہ لخدمۃ سفرہ فغزا الفرس المستاجر وسلاحہ قسمۃ بینہما الا اذا شرط فی العقد انہ للمستاجر اور قنیہ میں ہے کہ نوکر رکھا ایک شخص کو اپنے سفر کی خدمت کے واسطے سو نوکر نے جہاد کیا مستاجر کے گھوڑے اور ہتھیار سے تو اس کا حصہ غنیمت کا دونوں کے درمیان منقسم ہوگا مگر اس وقت منقسم نہ ہوگا جب عقد میں شرط ہو گئی ہو کہ غنیمت کا حصہ مستاجر کے واسطے مخصوص ہے۔

[1] یہ معنی اس صورت میں ہیں کہ اخذوا بصیغہ معروف پڑھیں اور اگر بصیغہ مجہول پڑھیں تو معنی یہ ہوں گے کہ اطفال وغیرہ اگر گرفتار ہو چکے ہوں ۱۲

Marfat.com

فصل فی کیفیۃ القسمۃ

یہ فصل ہے کیفیت قسمت غازیوں میں کیوں کر قسمت ہو قسمت عبارت ہے نصیب شائع کو محل معین میں کر دینے سے کذا فی المنح المعتبر فی الاستحقاق لسہم فارس وراجل وقت المجاوزۃ ای انفصال من دارنا وعند الشافعی وقت القتال معتبر مستحق ہونے سوار اور پیدل کے حصے میں مجاوزت کا وقت ہے یعنی دارالاسلام سے جدا ہونے کے وقت اگر سوار تھا تو سوار کا حصہ پاوے گا اور اگر پیدل تھا تو پیدل کا حصہ پاوے گا اور امام شافعی کے نزدیک لڑائی کا وقت معتبر ہے بحرالرائق میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ امام کو لائق ہے کہ جب دخول دارالحرب کا ارادہ کرے تو لشکر کو ملاحظہ کرے اور سوار اور پیدل کا شمار کرے اور ان کے نام لکھے سوجس کا نام سواروں میں لکھا پھر اس کا گھوڑا مر گیا بعد کوچ کے تو وہ سوار کے سہم کا مستحق ہوگا اور اگر بیع کرے گا تو مستحق نہ ہوگا کذا فی المنح فلو دخل دارالحرب فارسا فنفق ای مات فرسہ استحق سہمین ومن دخل راجلا فشری فرسا استحق سہما تو اگر غازی دارالحرب میں سوار داخل ہوا پھر اس کا گھوڑا مر گیا تو دو حصے کا مستحق ہوگا اور جو وہاں پیدل گیا پھر اس نے وہاں گھوڑا مول لیا تو ایک ہی حصے کا مستحق ہوگا باعتبار وقت انفصال کے م امام اعظم اور زفر کے نزدیک سوار کے دو حصے اور پیدل کا ایک حصہ اور صاحبین اور ائمہ ثلثہ اور اکثر اہل علم کے نزدیک سوار کے تین حصے اور پیدل کا ایک حصہ صاحبین وغیرہما کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ میں سوائے نسائی کے عبداللہ بن عمر کی روایت سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کے دو حصے مقرر فرمائے اور اسکے صاحب یعنی سوار کا ایک حصہ اور امام اعظم کی طرف سے یہ جواب ہے کہ معارض اس کی وہ حدیث ہے جو ابن ابی شیبہ کے مصنف میں ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار کے واسطے دو حصے مقرر فرمائے اور پیدل کے واسطے ایک حصہ علاوہ اس کے بہت احادیث سے دو سہم سوار کے ثابت ہیں جن کی تفصیل فتح القدیر میں موجود ہے پھر جب سوار کے تین سہم اور دو سہم میں معارضہ ہوا تو امام اعظم نے دو سہم کو وجوب پر محمول کیا اور تین سہم کی روایت کو تنفیل یعنی انعام پر محمول کیا اس واسطے کہ جمع بین الروایات اولی ہے ایک کے ابطال سے اگرچہ کوئی اقوی ہو اور کوئی قوی اور یوں کہنا کہ بخاری کی حدیث اصح ہے غیر بخاری کی حدیث سے اگرچہ راوی اس کے ثقات ہوں یا وہ راوی ہوں جن سے بخاری نے روایت کی ہے سو دعوی بے دلیل ہے اس کو ہم نہیں مانتے کذا فی الفتح ولا سہم بغیر فرس واحد صحیح کبیر صالح للقتال فلو مریضا ان صح قبل الغنیمۃ استحقہ استحسانا لا لو مہرا نکبر تتارخانیہ اور حصہ نہ دیا جاوے گا سوائے ایک گھوڑے کے جو تندرست جوان لڑائی کے لائق ہے تو اگر گھوڑا بیمار ہو کر تندرست ہو جاوے قبل غنیمت ملنے کے تو وہ اپنے سہم کا مستحق ہوگا بنا بر استحسان کے اور اگر بچھڑا ہوا دارالحرب کے طول جنگ اور اقامت سے جوان ہو جاوے تو گھوڑے کا حصہ نہ پاوے گا وکان الفرق حصول الارباب وہو بکبیر مریض لا بالمہر اور گویا کہ فرق دونوں صورتوں مذکورہ میں حصول تخویف ہے جوان بیمار گھوڑے سے نہ بچھڑے سے ولو غصب فرسہ قبل دخولہ او کبہ آخر او نفر دخل راجلا ثم اخذہ فلہ سہمان اور اگر غازی کا گھوڑا غصب ہو گیا یا دوسرا شخص اس پر سوار ہو گیا یا گھوڑا بھاگ گیا اور مالک اس کا پیدل داخل ہوا دارالحرب میں پھر اس نے اپنے گھوڑے کو پایا تو اس کو دو حصے ملیں گے سب صورتوں میں لا لو باعہ ولو بعد تمام القتال فانہ یسقط فی الاصح لانہ ظہر ان قصدہ التجارۃ فتح واقرہ المصنف لکن نقل فی الشرنبلالیۃ عن الجوہرۃ والتبیین ما یخالفہ وفی القہستانی لو باعہ فی وقت القتال فراجل علی الاصح ولبعد القتال فارس بالاتفاق انتہی فتنبہ ولتحفظ ہذہ القیود خوف الخطا فی الافتاء والقضاء دو حصے نہ پاوے گا اگر اس نے گھوڑے کو بیچ ڈالا اگرچہ اس نے ہو جانیکے بعد بیع کی ہو تو البتہ اس کا حصہ ساقط ہو جاوے گا قول اصح میں اس واسطے کہ بیع سے ظاہر ہو گیا کہ اس کی نیت سوداگری کی تھی نہ جہاد کی کذا فی الفتح اور مصنف نے بھی اس قول کو ثابت رکھا ہے لیکن شرنبلالیہ میں جوہرہ اور تبیین سے اس کے مخالف منقول ہے اور قہستانی میں ہے کہ اگر غازی نے گھوڑا بیچا لڑائی کے وقت تو وہ پیادہ ہے بنا بر قول اصح کے اور لڑائی کے بعد بیع کرنے

Marfat.com

سے وہ سوار ہے بالاتفاق انتہی تو خبردار رہنا اور ان قیود کو یاد رکھنا چاہیے بخوف خطا کاری فتاوی اور قضایا میں م مصنف نے اپنی شرح میں فتح القدیر سے نقل کیا کہ اگر گھوڑا بیچا لڑائی کے بعد تو اس کا حصہ ساقط نہیں ہوتا بعض کے نزدیک اور اصح یہ ہے کہ ساقط ہوتا ہے اس واسطے کہ ظاہر ہو گیا کہ اس کا قصد تجارت کا تھا انتہی مانی المنح حلبی نے کہا کہ یہ نقل فتح القدیر سے غلط ہے فتح القدیر کی عبارت یہ ہے ولو باعہ[1] بعد الفراغ من القتال لا یسقط سہم الفارس بالاتفاق وکذا اذا باعہ حال القتال لایسقط عند البعض قال المصنف والاصح انہ یسقط لانہ ظہران قصدہ التجارۃ انتہی اور یہی مطلب ہے تبیین اور جوہرہ اور قہستانی کا تو شارح کا استدراک کرنا اور خبرداری اور حفظ کا امر کرنا بے معنی ہے انتہی قول الحلبی طحطاوی نے کہا کہ شارح کا استدراک حق ہے کہ اس نے استدراک سے اس خطا پر آگاہ کر دیا جو مصنف سے واقع ہوئی اور خبردار اس واسطے کر دیا کہ یہ مقام پوشیدگی سے خالی نہیں اور یاد رکھنے کا امر جمیع قیود کی طرف راجع ہے واللہ اعلم **ولا یسہم لعبد ومبی وامرأۃ وذمی ومجنون ومعتوہ ومکاتب ورضخ لہم قبل اخراج الخمس عندنا اذا باشروا القتال او کانت المرأۃ تقوم بمصالح المرضی او تداوی الجرحی او دل الذمی علی الطریق** اور غنیمت سے حصہ نہ دیا جاوے غلام اور صغیر اور عورت اور ذمی اور مجنون اور بے ہوش اور مکاتب کو اور ان کو کچھ تھوڑا سا حصہ دیا جاوے قبل نکالنے خمس کے ہمارے نزدیک جب کہ وہ لوگ لڑائی لڑیں یا عورت بیماروں کی خدمت گذاری کرے یا زخمیوں کا علاج کرے یا کافر ذمی راہ بتاوے ومفادہ جواز الاستعانۃ بالکافر عند الحاجۃ وقد استعان علیہ الصلوۃ والسلام بالیہود علی الیہود ورضخ لہم اور دلالت ذمی سے مستفاد ہوا امداد چاہنا کافر سے حاجت کے وقت اور البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدد چاہی تھی یہودیوں سے یہودیوں پر اور ان کو کچھ عطا کیا تمام واقدی نے روایت کی محیصہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے دس یہودی لے گئے تھے اہل خیبر سے لڑنے کے واسطے اور جنگ حنین میں صفوان بن امیہ سے استعانت کی تھی اور وہ جب مشرک تھا کذا فی الفتح **ولا یبلغ بہ السہم الا فی الذمی اذا دل فیزاد علی السہم** لانہ کالاجرۃ اور نہ پہنچے ان کی عطا بقدر سہم کے یعنی غازی کے حصے کے برابر نہ دینا چاہیے مگر ذمی میں جب کہ وہ راہ بتاوے تو سہم پر زیادہ کی جاوے اس واسطے کہ عطا بعوض دلالت اجرت کے مانند ہے تو دینا چاہیے جس قدر کہ ہو **والبراذین خیل العجم والعتاق** بکسر العین جمع عتیق کرام خیل العرب والعجمین الذی ابوہ عربی وامہ عجمیۃ والمترف عکسہ قاموس سوا، اور براذین جمع برذون یعنی عجمی گھوڑے اور عتاق بکسر عین جمع عتیق یعنی عمدہ گھوڑے عرب کے اور ہجین وہ گھوڑا جس کا باپ عربی ہو اور ماں اس کی عجمی اور مترف بالعکس اس کے یعنی جس کا باپ عجمی اور ماں اس کی عربی کذا فی القاموس یہ گھوڑے سب برابر ہیں سوار کا حصہ پانے میں م بعضے علماء کے نزدیک حصہ گھوڑے کا فقط عربی گھوڑے میں منحصر ہے مصنف اور شارح نے اس کا رد کر دیا کہ گھوڑوں کا تفرقہ کرنا بے دلیل ہے اس واسطے کہ رعب مضاف ہے جنس خیل کی طرف قال اللہ تعالی (ومن رباط الخیل) اور خیل سب گھوڑوں کو کہتے ہیں اور اس واسطے کہ اگرچہ عربی گھوڑا طلب اور ہرب میں قوی تر ہے لیکن عجمی گھوڑا جفاکش اور باگ موڑنے میں نرم تر ہے تو ہر ایک میں جدی جدی منفعت ہے **لا یسہم الراجلۃ والبغل والحمار** لعدم الارہاب حصہ نہ دیا جاوے گا اونٹ اور خچر اور گدھے کا بسبب عدم رعب اندازی کے یعنی یہ جانور جہاد کے لائق نہیں اور اس میں نص بھی وارد نہیں باوجود یکہ صدر اسلام میں اونٹ اور گدھے اور خچر جہاد میں بکثرت ہوتے تھے لیکن کسی کا حصہ منقول نہیں **والخمس الباقی یقسم ثلاثا عندنا للیتیم والمسکین و ابن السبیل** اور غنیمت کا باقی خمس یعنی پانچواں حصہ ہمارے نزدیک تین تہائی بانٹا جاتا ہے یتیم اور مسکین اور مسافر کو م یتیم وہ نابالغ ہے جس کا

[1] اگر بیچا اس کو بعد لڑائی کے فارغ ہونے سے تو نہیں ساقط ہوگا حصہ سوار کا بالاتفاق اور اسی طرح جبکہ اس کو بیچا ہو وقت لڑنے کے نہیں ساقط ہوگا بعض کے نزدیک مصنف نے کہا کہ اصح یہ ہے کہ ساقط ہوگا اس لئے کہ ظاہر ہوا کہ اس کا قصد تجارت ہے ۱۲

Marfat.com

باپ مرگیا اور بعد بالغ ہونے کے اس کو یتیم نہیں کہتے وجاز صرفہ لصنف واحد فتح اور جائز ہے صرف کرنا خمس کا ایک ہی قسم میں کذا فی الفتح م تو اقسام ثلثہ کا ذکر کرنا واسطے بیان مصارف کے ہے یعنی خمس یتیم اور مسکین اور مسافر کا حق ہے خواہ تینوں کو دے خواہ ایک قسم کو وفی المنیۃ لو صرفہ للغانمین لحاجتہم جاز وقد حققتہ فی شرح الملتقی اور منیہ میں ہے کہ اگر خمس کو غازیوں پر صرف کرے بسبب ان کی حاجتمندی کے تو جائز ہے اور البتہ میں نے اس کو محقق بیان کیا ہے شرح ملتقی میں م شرح ملتقی کا یہ مضمون ہے کہ غنیمت کا خمس باقی مثل معدن اور رکاز کے محتاج یتیم اور مسکین اور مسافر کا حق ہے تو ہمارے نزدیک یہ تینوں مال تین تین حصے کرکے اقسام ثلثہ پر قسمت کیے جاویں ان کے سوا اور کسی کا دینا جائز نہیں اقسام ثلثہ میں سب کو دے یا بعض کو بشرطیکہ غنی نہ ہوں محتاج ہوں وقدم فقراء ذوالقربی من بنی ہاشم منہم ای من الاصناف الثلثۃ علیہم لجواز الصدقات لغیرہم لالہم اور خمس دینے میں محتاج قرابتدار بنی ہاشم جو مجمل اصناف ثلثہ ہیں مقدم کیے جاویں یتیم اور مسکین اور مسافر پر بسبب جائز ہونے صدقات کے غیر بنی ہاشم کے واسطے نہ بنی ہاشم کے واسطے م یعنی بنی ہاشم کا یتیم اور یتیموں پر مقدم ہے اور بنی ہاشم کا مسکین اور مسکینوں پر اور ان کا مسافر اور مسافروں پر نہر الفائق میں کہا کہ ذوی القربی سے مراد بنی ہاشم اور بنی مطلب ہیں فقط اور ان کا استحقاق فقط قرابت سے نہیں بلکہ نصرت کے سبب سے بھی یعنی آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ ہم کلامی کی موانست اور مصاحبت کی نصرت نہ قتال کی نصرت اور ایسی نصرت بنی ہاشم اور بنی مطلب کے سوا مفقود ہے ولہذا ان کی عورتوں کو بھی حصہ ملتا تھا پھر یہ حصہ حضرت کی موت سے ساقط ہوگیا بسبب نہ باقی رہنے علت کے یعنی نصرت مذکورہ کے تو اب بنی ہاشم اور بنی مطلب خمس کے مستحق ہوں گے بسبب محتاجی کے ولا حق لاغنیائہم عندنا اور خمس میں کچھ حق نہیں بنی ہاشم کے مالداروں کا ہمارے نزدیک م اس واسطے کہ خلفاء اربعہ راشدین نے خمس کو اسی طرح اصناف ثلثہ پر تقسیم کیا اور ذوالقربی کو کچھ نہیں دیا اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ ای گروہ بنی ہاشم حق تعالیٰ نے تمہارے واسطے لوگوں کا غسالہ اور ان کا میل یعنی زکوۃ کو مکروہ رکھا اور اس کے عوض میں خمس کا خمس تم کو دیا تو معلوم ہوا کہ خمس الخمس عوض ہے زکوۃ کا اور زکوۃ کا مستحق نہیں مگر محتاج تو اسی طرح خمس کا مستحق نہیں مگر محتاج اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے جو ان کو خمس دیا تھا تو بسبب نصرت ہم کلامی اور مصاحبت کے دیا تھا اور خلفاء راشدین نے جو ان کو نہ دیا تو اس واسطے کہ ذوی القربی بیان ہے مصرف کا نہ استحقاق کا اور ہمارے نزدیک اقتصار کرنا صنف واحد پر جائز ہے یا ان کو غنی جان کر نہ دیا معلوم کرنا چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف ہیں اور عبدمناف کے چار بیٹے تھے ہاشم اور عبدشمس اور مطلب اور نوفل چنانچہ عثمان بن عفان عبدشمس کی اولاد میں ہیں اور جبیر بن مطعم نوفل کی اولاد میں جب کفار قریش نے آپس میں عہد کیا کہ بنی ہاشم کے پاس نہ بیٹھیں اور ان سے کلام نہ کریں تاوقتیکہ وہ حضرت کو نہ دیں قتل کرنے کے واسطے تو بنی ہاشم نے بھی عہد کیا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار رہیں گے سو نوفل کی اولاد اور عبدشمس کی اولاد قریش کے شریک ہوئی اور بنی ہاشم حضرت کے شریک ہوئے یہاں تک کہ تین برس تک پہاڑ کی گھاٹی میں حضرت کے ساتھ قید رہے کمال مشقت اور تکلیف کے ساتھ چنانچہ کتب سیر میں یہ قصہ مفصل موجود ہے سنن ابوداؤد میں جبیر بن مطعم سے مروی ہے کہ جب آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فتح خیبر کے بعد ذوی القربی کا حصہ فقط بنی ہاشم اور بنی مطلب کو دیا اور بنی شمس اور بنی نوفل کو نہ دیا تو میں اور عثمان بن عفان حضرت کے پاس آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ بنی ہاشم کی فضیلت کے ہم منکر نہیں اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو بنی ہاشم میں پیدا کیا سو کیا وجہ ہے کہ ہمارے بھائیوں بنی مطلب کو آپ نے دیا اور ہم کو چھوڑا اور قرابت ہماری اور ان کی آپ کے ساتھ ایک ہی طرح ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اور بنی مطلب جدا نہ ہوئے کفر میں اور نہ اسلام میں اور ہم اور وہ تو شی واحد ہیں اور اپنی انگلیوں کو آپ نے قینچی کیا اس میں حضرت نے اشارہ

Marfat.com

کیا اُن کی نصرت کا یعنی موانست اور موافقت کی نصرت جاہلیت میں جب کفار قریش نے مہاجرت کا عہد کیا تھا اس واسطے کہ اُس وقت نصرت قتال کی نہ تھی کذا فی المنح والنہر والطحطاوی اور امام شافعی اور احمد کا یہ مذہب ہے کہ خمس الخمس میں غنی اور فقیر ذوی القربیٰ کے برابر ہیں اور امام مالک کے نزدیک امام مختار ہے چاہے ان کو دے چاہے نہ دے چاہے سب کو دے چاہے بعض کو چاہے غیر ذوی القربیٰ کو دے اور دلائل مفصلہ اس مسئلہ کے کتب مبسوطہ مانند عینی ہدایہ اور فتح القدیر میں مفصل ہیں وما نقلہ المصنف عن البحر ان مافی الحاوی یفید ترجیح الصرف لاغنیائہم نظر فیہ فی النہر اور جو مصنف نے بحر الرائق سے یہ نقل کیا ہے کہ البتہ جو قول کہ حاوی قدسی میں ہے وہ مفید ہے ترجیح صرف کا اغنیاء ذوی القربیٰ کے واسطے اس میں اعتراض کیا ہے نہر الفائق میں م حاوی قدسی میں ابو یوسف سے مروی ہے کہ خمس صرف کیا جاوے ذوی القربیٰ اور یتامی اور مساکین اور ابناء سبیل میں اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں بحر الرائق میں کہا کہ یہ اس کا مقتضی ہے کہ اغنیاء ذوی القربیٰ کے دینے پر فتوی ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے صاحب نہر الفائق نے کہا کہ اس میں نظر ہے بلکہ اس میں ان کے دینے کی ترجیح ہے غایۃ الامر یہ ہے کہ صاحب حاوی نے عطاء ذوی القربیٰ میں اشتراط فقر سے سکوت اس واسطے کیا کہ عطاء خمس میں مشروط ہونا فقر کا معلوم اور مشہور ہے کذا فی النہر ذکرہ تعالیٰ للتبرک باسمہ فی ابتداء الکلام اذا الکل للہ اور ذکر اللہ تعالیٰ کے نام پاک کا مصارف خمس میں اس کے نام سے برکت لینے کے واسطے ہے ابتداء کلام میں اس واسطے کہ ہر چیز خدا کی مملوک ہے خمس کی کچھ خصوصیت نہیں م قرآن مجید میں ارشاد ہوا واعلموا انما غنمتم من شیٔ فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل یعنی معلوم کرو کہ جو کچھ غنیمت میں حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے اور واسطے رسول کے اور ذوی القربیٰ اور یتامیٰ اور ابن سبیل کے واسطے مصنف نے اس آیت کی تفسیر سے آگاہ کر دیا دفع اشتباہ کے واسطے اس لئے کہ طبرانی میں ابن عباس سے منقول ہے کہ ذکر اللہ جل جلالہ کا مفتاح کلام ہے اس واسطے کہ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے وہ خدا ہی کا ہے اس میں رد ہے ابو العالیہ کے قول کا کہ اللہ کا حصہ تعمیر بیت اللہ میں صرف ہوا گر وہ قریب ہو اور نہیں تو مساجد میں صرف ہو کذا فی النہر وسہمہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سقط بموتہ لانہ حکم علق بشتق وہو الرسالۃ کالصفی الذی کان صلی اللہ علیہ وسلم یصطفیہ لنفسہ اور حصہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آپ کی موت سے ساقط ہو گیا اس واسطے کہ وہ مشتق پر معلق ہے یعنی رسالت پر یعنی وصف رسالت علت ہے حکم کی اور حالانکہ بعد آنحضرت کے کوئی رسول نہیں چنانچہ صفی ساقط ہو گیا آپ کی موت کے بعد صفی وہ جس کو رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے واسطے پسند کر لیتے تھے غنیمت سے قبل قسمت اور اخراج خمس کے چنانچہ تلوار یا زرہ یا لونڈی اور امام شافعی کے نزدیک حصہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خلیفہ کے واسطے ہے اور جو دلیل سقوط کی مذکور ہو چکی وہ ان پر حجت ہے در المنتقی میں کہا کہ ہر چند رسالت آپ کی موت کے بعد منقطع نہیں چنانچہ علماء کبار نے مذکور کیا ہے لیکن وصف رسالت میں آپ کا کوئی خلیفہ نہیں اس واسطے کہ آپ کے بعد کوئی رسول نہیں اور یہ مطلب نہیں کہ رسالت آپ کی موت کے بعد منقطع ہو گئی جیسا کسی ناقص الفہم نے مخالف اجماع کے گمان کیا بلکہ حکم منعدم ہو گیا بسبب منعدم ہونے اس کی علت کے ومن دخل دارہم باذن الامام ومنعۃ ای قوۃ فاغار خمس ما اخذوا لانہ غنیمۃ والا لا لانہ اختلاس اور جو مسلمان ہو گیا دار الحرب میں امام کی اجازت سے یا قوت سے پھر مال لایا غارت گری سے تو خمس لیا جاوے گا اس سے جو کہ وہ لوگ لائے اس واسطے کہ وہ غنیمت ہے اور اگر امام سے حکم نہیں لیا یا قوت اور شوکت سے دار الحرب میں نہ گیا اور کچھ مال لایا تو اس میں خمس نہیں اس واسطے کہ وہ جھپٹا مارنا اور لے بھاگنا ہے م خلاصہ یہ ہے کہ جس میں قہر اور غلبہ اور قوت ہے اس میں خمس ہے اور جس میں غلبہ نہیں اس میں خمس نہیں یا شوکت جانے میں تو قوت کا ہونا مریح ہے اور امام کے اذن میں اس واسطے قوت ہوئی کہ جب امام نے اذن دیا تو اس کی مدد گاری کا التزام کیا تو یہ امر محکم قوت ہوا وفی المنیۃ لو دخل اربعۃ خمس ولو ثلثۃ لا اور منیہ میں ہے اگر چار شخص دار الحرب میں گئے اور کچھ مال لائے تو

Marfat.com

اُن سے خمس لیا جاوے گا اور اگر تین شخص گئے تو نہیں قال الامام ما اصبتم لا اخمسہ فلو لم منعۃ لم یجز والا جاز امام نے کہا کہ جو مال تم دار الحرب سے لاؤ گے میں اس کا خمس نہ لوں گا تو اگر غازی باقوت ہوں تو جائز[1] نہیں اور اگر ان کو قوت اور شوکت نہیں تو جائز ہے **وندب للامام ان ینفل وقت القتال حثا وتحریضا فیقول من قتل قتیلا فلہ سلبہ سماہ قتیلا لقربہ منہ** اور امام کو مستحب ہے کہ انعام دینے کا وعدہ کرے لڑائی کے وقت ترغیب اور چونپ دلانے کے واسطے تو یوں کہے کہ جو شخص قتل کرے گا کسی مقتول کو تو اس کے واسطے اسباب ہے اُسکا زندہ کافر کو مقتول کہا بسبب اس کے قریب ہونے کے قتل سے م نفل بہ فتحتین لغت میں بمعنی زیادت ہے پھر غنیمت مسمی بہ نفل ہوئی اس واسطے کہ اس امت پر اور حلال چیزوں سے غنیمت زیادہ ہوئی کیونکہ اور امتوں پر غنیمت حلال نہ تھی اور اصطلاح شرع میں نفل وہ ہے جس کو امام بعضے غازیوں کے واسطے مخصوص کر دے کذا فی المحیط اور انعام میں وقت قتال کی قید لگانے سے اشارہ کیا کہ قبل قتال بطریق اولی جائز ہے اور بعد قتال کے جائز نہیں **او یقول من اخذ شیئا فہو لہ وقد یکون بدفع المال او ترغیب مال** یا امام یوں کہے کہ جو غازی کسی چیز کو لے گا وہ اسی کی ہے اور گاہے تنفیل مال دینے سے ہوتی ہے یا مال کی ترغیب سے خواہ وہ مال امام کے پاس ہو یا مقتول کا اسباب ہو **فالتحریض نفسہ واجب للامر بہ واختیار الادعی للمقصود مندوب** تو ترغیب فی نفسہ واجب ہے اس کے امر کے سبب سے اور انعام میں اس کا اختیار کرنا مستحب ہے جو زیادہ تر باعث مقصود اور شوق انگیز ہو **ولا یخالفہ تعبیر القدری بلا باس لانہ لیس مطردا لما ترکہ اولی بل یستعمل فی المندوب ایضا قالہ المصنف ولذا عبر فی المبسوط بالاستحباب** اور استحباب تنفیل کے مخالف نہیں تعبیر کرنا قدوری کا لا باس کر کے اس واسطے کہ لفظ لا باس کا فقط ترک اولی کو مطرد نہیں بلکہ لا باس مستحب میں بھی مستعمل ہوتا ہے ایسا کہا کہ مصنف نے اپنی شرح میں اور اسی واسطے مبسوط میں تنفیل کو مستحب کہا ہے **ویستحق الامام لو قال من قتل قتیلا فلہ سلبہ اذا قتل ہو** استحسانا اور انعام کا امام مستحق ہوگا اگر اُس نے یوں کہا کہ جو کسی مقتول کو مارے گا تو اس کے واسطے اس کا اسباب ہے جب کہ امام ہی قتل کرے بنا بر استحسان کے م قیاس میں اس واسطے جائز نہیں کہ اس قول سے امام اپنی ذات کا انعام دینے والا ہوا تو متہم ہوگا اور استحسان میں اس واسطے جائز ہوا کہ یہ قول قضاء نہیں تو در صورت عدم تخصیص اس میں تہمت نہیں بخلاف ما لو قال من منکم او قال من قتلتہ انا فلی سلبہ فلا یستحقہ الا اذا عمم بعدہ ظہیریہ بخلاف سابق یہ ہے کہ اگر امام نے کہا کہ جو شخص تم سے مارے گا یا یوں کہا کہ جس کو میں قتل کروں تو اس کا اسباب میرا ہے سو امام اس قول سے اس کے اسباب کا مستحق نہ ہوگا مگر اس وقت مستحق ہوگا جب کہ تعمیم کر دے بعد اس تخصیص مذکور کے کذا فی الظہیریہ م پہلی صورت میں اس واسطے مستحق نہ ہوا کہ انعام کو غازیان مخاطب کے واسطے خاص کر چکا اور دوسری صورت میں بسبب تہمت کے مستحق نہ ہوا **ویستحقہ مستحق منہم** اور ضخ نعم الذمی وغیرہ اور انعام کا مستحق ہے سہم یا رضخ کا حقدار تو انعام عام ہو گیا ذمی وغیرہ کو **وذا ای التنفیل انما یکون فی مباح القتل فلا یستحقہ بقتل امرأۃ ومجنون ونحوہما ممن لم یقاتل** اور یہ یعنی تنفیل تو مباح القتل ہی کے مارنے میں ہوتی ہے تو اس کا مستحق نہ ہوگا عورت اور مجنون اور ان کے مانند کے قتل سے منجملہ ان لوگوں کے جنھوں نے قتال نہیں کیا **وسماع القاتل مقالۃ الامام لیس بشرط فی استحقاقہ ما نفلہ اذ لیس فی الوسع اسماع الکل** اور سماعت قاتل کی امام کے کلام کو شرط نہیں اس کے استحقاق تنفیل میں اس واسطے کہ سب لشکر کو سنانا انسان کے مقدور میں نہیں یعنی اظہار خطاب البتہ ہو سکتا ہے سو پایا گیا کذا فی المنح **ویعم کل قتال فی تلک السنۃ مما لم یرجعوا وان مات الوالی او عزل ما لم یمنعہ الثانی** نہر اور تنفیل مذکور شامل ہے اس سال کی ہر لڑائی کو جب تک غازی نہ پلٹ آویں اگرچہ والی مر جائے یا معزول ہو جب تک دوسرے والی نے اس کو منع نہ کر دیا ہو کذا فی النہر م یہ اس وقت ہے جب تنفیل قتال کے وقت نہ ہوئی ہو اور اگر عین حالت قتال میں ہوئی ہو تو اسی لڑائی تک

[1] یعنی امام کا کہنا جائز نہیں بلکہ خمس لیا جاوے گا بسبب شوکت اور غلبہ کے حاصل ہونے کے ۱۲ ف لفظ لا باس مستحب میں بھی مستعمل ہوتا ہے ۱۲

Marfat.com

مقید رہے کی کذا فی البحر وکذا لو کل قتیل لانہ نکرۃ فی سیاق الشرط فہو من اور اسی طرح تنفیل شامل ہے ہر مقتول کو اس واسطے کہ لفظ قتیل کا نکرہ ہے شرط کے تحت میں اور وہ شرط لفظ مَنْ ہے یعنی من قتل قتیلا فلہ سلبہ میں م حلبی نے تحریر سے نقل کیا کہ عموم نکرہ نفی میں ضروری ہے اور سیاق شرط میں عام نہیں ہوتا مگر یمین میں علاوہ اس کے من قتل قتیلا اور ان قتلت قتیلا میں کچھ فرق ظاہر نہیں ہوتا اس واسطے کہ دونوں مثالوں میں قتیل نکرہ ہے سیاق شرط میں کما لا یخفی بخلاف ان قتلت قتیلا بخلاف اس قول کے کہ امام نے غازی سے کہا کہ اگر تو مقتول کو مارے گا تو اس کا اسباب تیرا ہے یعنی اگر ایک غازی سے یہ خطاب کیا اور اس نے دو کافروں کو مارا تو اس کو اول مقتول کا اسباب ملے گا فقط اور اگر علی العموم اس طرح لشکر سے خطاب کیا کہ اگر کوئی مرد تم میں کسی قتیل کو مارے گا تو اس کو اس کا اسباب ملے گا پھر ایک مرد نے دو یا تین کو قتل کیا تو سب کے اسباب کا مستحق ہوگا اور یہ استحسان ہے کذا فی البحر ولو قال ان قتلت ذلک الفارس فلک کذا لم یصح وان قطعت رؤس اولئک القتلی فلک کذا صح نہتہ اور اگر امام نے یوں کہا اگر تو اس سوار کو قتل کرے تو تیرے واسطے ایسا ہے تو یہ صحیح نہیں اور اگر یوں کہا کہ اگر تو ان مقتولوں کا سر کاٹے تو تیرے واسطے ایسا کچھ ہے تو صحیح ہے کذا فی المنیۃ قاضی خاں نے کہا اس واسطے کہ پہلی صورت از قسم جہاد ہے تو وہ اجرت کا مستحق نہ ہوگا جیسے امامت اور اذان کی اجرت جائز نہیں بخلاف دوسری صورت کے اس واسطے کہ مقتول کا سر کاٹنا از قسم جہاد نہیں تو اجارہ اس پر صحیح ہوگا حموی نے شرح کنز میں کہا کہ تعلیل قاضی خاں متقدمین کے قول پر مبنی ہے کہ اجارہ طاعات پر صحیح نہیں **ولو نفل السریۃ ہی قطعۃ من الجیش من اربعۃ الی اربعمائۃ** ماخوذۃ من السری وہو الشی لیلا درر **الربع سمع العسکر وتہا فلہم النفل** استحسانا ظہیریۃ اور اگر امام نے سریہ یعنی چھاپہ مارنے والوں سے چوتھائی غنیمت کے انعام کا وعدہ کیا اور اس قول کو لشکر نے سنا نہ چھاپہ مارنے والوں نے تو ان کو یہ انعام ثابت ہے بنا بر استحسان کے کذا فی الظہیریۃ سریہ عبارت ہے قطعہ لشکر سے یعنی چند لوگ لشکر کے چار سے چار سو تک یہ لفظ ماخوذ ہے سرے سے یعنی رات کو چلنا کذا فی الدرر یہ باعتبار اصل وضع کے ہے تو اب استعمال متن میں ملحوظ نہیں وجاز التنفیل بالکل او لقدر منہ للسریۃ لا لعسکر والفرق فی الدرر اور تنفیل جائز ہے کل غنیمت سے یا اس کے برابر سے سریہ کو نہ لشکر کو اور فرق درر غرر میں مذکور ہے م درر میں وجہ فرق یوں مذکور ہے کہ مقصود تنفیل سے ترغیب اور تحریص قتال ہے اور یہ حاصل نہیں مگر بعض کی تخصیص میں کسی چیز کے ساتھ اور تعمیم میں تو سوار کی فضیلت پیدل پر باطل ہوتی ہے اور خمس کا بھی ابطال ہے بحر الرائق میں فتح القدیر سے نقل کیا کہ سریہ اور لشکر عدم جواز تنفیل کل میں برابر ہیں بسبب بطلان سہمین منصوصین کے اور یہ مسئلہ حواشی سے مذکور ہے کذا فی حاشیۃ الحلبی **ولا ینفل بعد الاحراز ہنا** ای بدار نا **من الخمس** لجواز ہ لصنف واحد کما مر اور امام تنفیل نہ کرے بعد پہنچ جانے غنیمت کے دار الاسلام میں مگر خمس سے تنفیل بعد الاحراز بھی صحیح ہے بسبب جائز ہونے صرف خمس کے ایک قسم میں چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی جب صرف خمس کا محتاج کے واسطے ہوا تو محتاج مقاتل کے واسطے بطریق اولی جائز ہوگا کذا فی الفتح وغیرہ وسلبہ ما معہ من مرکبہ وثیابہ وسلاحہ وکذا ما علی مرکبہ لا ما علی دابۃ اخری اور اسباب مقتول کا وہ چیز ہے جو اس کے ساتھ ہے یعنی اس کی سواری اور کپڑے اور ہتھیار، اور اسی طرح وہ چیز جو اس کی سواری پر ہے نہ وہ اسباب جو دوسرے جانور پر ہے جس کو پرتل کہتے ہیں م سلب بفتحتین بمعنی مسلوب ہے کذا فی القہستانی والتنفیل حکمہ **قطع حق الباقین لا الملک قبل الاحراز بدار الاسلام** اور حکم تنفیل کا قطع ہوتا ہے باقی لشکر کے حق کا نہ مالک ہونا قبل احراز دار الاسلام کے فحسب باقی لشکر کا حق منقطع ہوا تو جس مال کو بعد تنفیل کے پاوے اس میں خمس نہیں اور وراثت اس میں جاری ہوگی اگرچہ مورث دار الحرب میں مر جاوے اور یہ جو کہا کہ مالک ہونا تنفیل کا حکم نہیں تو مطلب یہ ہے کہ ملک کامل نہیں اور اگر ملک مطلق نہ ہوتی تو اس میں وراثت کیوں کر جاری ہوتی کذا فی شرح الملتقی اور یہ مذہب شیخین کا ہے اور محمد اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک بمجرد تنفیل کے ملک ثابت ہو جاتی ہے کذا فی الفتح **فلو قال الامام من اصاب جاریۃ فہی لہ فاصابہا مسلم فاستبرأہا لم یحل لہ وطیہا ولا بیعہا کما اخذہا المتلصص ثم واستبرأہا لم تحل لہ اجماعا**

Marfat.com

جب یہ قاعدہ ہوا کہ تنفیل میں ملک قبل احراز دارالاسلام کے ثابت نہیں تو اگر امام نے یوں کہا کہ جو لونڈی کو پاوے تو وہ اسی کی ہے پھر اس کو ایک مسلمان نے پایا پھر اُس کا استبرا کیا یعنی دارالحرب میں تو اس کو اس کی وطی اور بیع حلال نہیں جیسے کسی مسلم نے دارالحرب میں عورت کو پکڑ لیا بطور خفیہ اور استبرا کیا تو اس کو وہ حلال نہیں باجماع شیخین اور محمد کے یہاں تک کہ اس کو دارالحرب سے نکال لاوے اور استبرا کرے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی عن الاتقانی والسلب للکل ان لم ینفل لحدیث لیس لک من سلب قتیلک الا ما طابت بہ نفس امامک فحملنا حدیث السلب علی التنفیل اور اسباب مقتول کا سب لشکر کا حق ہے نہ فقط قاتل کا اگر امام نے انعام نہ مقرر کر دیا ہو بدلیل اس حدیث کے کہ تجھ کو اپنے مقتول کے اسباب سے کچھ حق نہیں مگر جب تیرے امام کا دل اُس کو چاہے تو ہم نے حدیث سلب کو تنفیل پر محمول کیا م حدیث من قتل قتیلا فلہ سلبہ کی محتمل ہے کہ ہر قاتل اپنے مقتول کے اسباب کا مالک ہو اور تنفیل کی بھی محتمل ہے تو علماء حنفیہ نے اس کو تنفیل ہی پر محمول کیا بنظر حدیث اول کے تاکہ دونوں حدیثوں میں تعارض باقی نہ رہے حدیث اول میں حبیب بن سلمہ سے خطاب ہے ہر چند یہ حدیث ضعیف ہے لیکن بسبب کثرت طرق کے مرتبہ حسن کو پہنچ گئی ہے کذا فی الفتح قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود ہل یحل وطی الاماء المشتراۃ من الغزاۃ الآن حیث وقع الاشتباہ فی قسمتہم بالوجہ المشروع فاجاب لا توجد فی زماننا قسمۃ شرعیۃ لکن فی سنۃ ۹۴۸ وقع التنفیل الکلی فبعد اعطاء الخمس لا تبقی شبہۃ ابدا انتہی فلیحفظ شارح کہتا ہے اور مفتی روم شیخ الاسلام ابوسعود کے معروضات میں مرقوم ہے کہ کیا حلال ہے جماع اُن لونڈیوں کا جو خرید کی جاتی ہیں اب غازیوں سے جب کہ واقع ہوا ہے اشتباہ غازیوں کی قسمت میں بوجہ مشروع تو جواب اس سوال کا دیا مفتی ممدوح نے کہ ہمارے زمانے میں قسمت شرعی موجود نہیں لیکن سنہ ۹۴۸ میں سلطان روم کی طرف سے تنفیل کلی واقع ہو گئی ہے سو بعد خمس دینے کے شروع سے شبہہ حرمت کا باقی نہ رہا انتہی کلام المفتی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م تنفیل کلی سے یہ مراد ہے کہ جو غازی کوئی چیز پاوے وہ مالک ہے اس کا اور کل غنیمت کی تنفیل بعضوں کے واسطے مراد نہیں اور عنقریب مذکور ہو چکا فتح القدیر سے کہ تنفیل کلی نہ لشکر کے واسطے جائز ہے نہ سریہ کے واسطے تو معلوم ہوا کہ جواب مفتی ممدوح کا صحیح نہیں اور بالفعل اہل روم کے خمس دینے کو تحقیق کرنا چاہیے ظاہرا یہ ہے کہ خمس نہیں دیتے تو شبہہ موجود ہے علاوہ اس کے یہ جواب اس وقت مسلم ہو جب تنفیل مذکور ہمارے زمانے تک باقی رہی ہو حالانکہ مذکور ہو چکا کہ وہ رجوع حاکم سے منقطع ہو جاتی ہے تو امام سابق کی تنفیل امام لاحق پر بطریق اولیٰ جائز نہ ہوگی مگر اُس وقت جب کہ سلطان متاخر بھی تنفیل مذکور کو قائم رکھے واللہ سبحانہ اعلم کذا فی الطحطاوی۔

باب استیلاء الکفار

علی بعضہم بعضا او علی اموالنا یہ باب ہے غلبۂ کفار کے احکام میں بعضوں کے بعضوں پر یا ہمارے مالوں پر م حلبی نے کہا کہ علی بعضہم بعضا کی ترکیب فاسد ہے یوں کہنا صواب تھا کہ بعضہم[1] علی بعض اذا سبی کافر کافرا اخر بدار الحرب واخذ مالہ ملکہ لاستیلائہ علی مباح جب گرفتار کیا ایک کافر نے دوسرے کافر کو دارالحرب میں اور اس کا مال چھین لیا تو وہ مالک ہو گیا بسبب اُس کے غالب ہونے کے مباح چیز پر م شرح ملتقی میں کہا کہ اطلاق دارالحرب کا اس کا مفید ہے کہ احراز دار مالک شرط نہیں تو اگر کفار ترک اور ہند کفار روم پر غالب ہوں اور رومیوں کو ہند میں پکڑ لے جائیں تو وہاں کفار ترک کی بھی ملک ثابت ہوگی کفار ہند کے مانند کفار کے نفوس اور اموال دارالحرب میں مباح ہیں اور استیلاء علی المباح ملک کا سبب ہے مانند استیلاء علی الصید کے ولو سبی اہل الحرب اہل الذمۃ من دارنا لا یملکونہم لانہم احرار اور اگر گرفتار کر لے گئے کافر حربی ذمیوں کو دارالاسلام سے تو ان کے مالک نہ ہوں گے اس واسطے کہ ذمی دارالاسلام میں آزاد ہیں اور آزاد استیلاء سے مملوک نہیں ہوتا اور ذمیوں کے اموال مثل اموال مسلمین کے اُن کے مملوک ہو جاتے ہیں وملکنا ما نجدہ من ذلک السبی للکافر ان غلبنا علیہم اعتبارا

[1] اور نسخہ مطبوعہ کلکتہ میں بعضہم بعضا ہے اور یہ بھی اچھا نہیں ۱۲

Marfat.com

بسائر املاکہم اور ہم اہل اسلام مالک ہوں گے جو ہم پادیں گے اس بندی کفار سے اگر ہم ان پر غالب ہوں باعتبار ان کی باقی املاک کے یعنی اگر ایک کافر حربی نے دوسرے کافر حربی کو گرفتار کیا پھر مسلمین ان پر غالب ہوئے تو اس بندے کے مالک ہوں گے جیسے حربیوں کے اور اموال کے مالک ہوتے ہیں ف قنادی قاضی خاں میں ہے کہ اگر کافر حربی دارالاسلام میں اپنے ولد کو بیچے تو باتفاق روایات جائز نہیں اور اگر مسلم دارالحرب میں جاکر حربی کا ولد مول لے اس میں اختلاف ہے امام سے ایک روایت یہ ہے کہ جائز ہے اور حسن کی روایت امام سے یہ ہے کہ یہ بیع باطل ہے اور یہی صحیح ہے پھر جب بیع دارالحرب کی جائز نہ ہوئی بموجب قول جمہور کے تو اگر مشتری دارالاسلام میں نکال لایا اس میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ نکال لانے سے مالک ہوگا اس واسطے کہ بیع اگرچہ باطل ہے لیکن جب اس نے بجبر نکالا تو اس کا مالک ہوگیا بسبب قہر اور زبردستی کے اور بعضوں نے کہا کہ وہ حربی ہے اور بعضوں نے یعنی کرخی نے کہا کہ اگر بائع کے نزدیک بیع جائز ہے تو مشتری بسبب اخراج دارالاسلام کے مالک ہوگا خواہ خوشی سے اس کو لایا ہو یا جبر سے اور اگر بائع کے نزدیک بیع جائز نہیں تو اگر زبردستی سے لایا تو مالک ہے اور اگر وہ بخوشی آیا تو مالک نہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ اگر اس کو زبردستی سے نکال لایا تو مالک ہوگا اور اگر اس کو بخوشی لایا تو مالک نہ ہوگا خواہ بائع جواز بیع کا معتقد ہو یا نہ ہو واللہ اعلم وان غلبوا علی اموالنا ولو عبدا مؤمنا واحرزوہا بدارہم ملکوہا لا للاستیلاء علی مباح لان الصحیح من مذہب اہل السنۃ ان الاصل فی الاشیاء التوقف والاباحۃ رای المعتزلۃ بل العصمۃ من جملۃ الاحکام الشرعیۃ وہم لم یخاطبوا بہا فبقی فی حقہم مالا غیر معصوم فیملکونہ کما حققہ صاحب المجمع فی شرحہ اور اگر کفار غالب ہوگئے ہمارے اموال پر اگرچہ منجملہ ہمارے اموال کے عبد مومن ہو اور اموال کو دارالحرب میں لے گئے تو اس کے مالک ہوں گے نہ بسبب استیلاء علی المباح کے اس واسطے کہ اہل سنت کا صحیح مذہب یہ ہے کہ اشیاء میں اصل توقف ہے اور اباحت معتزلہ کا مذہب ہے بلکہ کفار ہمارے اموال کے مالک ہوگئے اس واسطے کہ عصمت یعنی وجوب حفظ اموال منجملہ احکام شرعیہ کے ہے اور کفار احکام شرعیہ کے مخاطب نہیں تو ہمارے اموال ان کے حق میں مال غیر محفوظ باقی رہے تو وہ مالک اس کے ہوں گے چنانچہ صاحب مجمع نے اس کی تحقیق اپنی شرح میں کی ہے م اشباہ میں مذکور ہے کہ اصل اشیاء میں یا اباحت ہے تاوقتیکہ دلیل اس کے مخالف پر نہ قائم ہوا اور یہی مذہب ہے امام شافعی کا یا اصل تحریم ہے تاوقتیکہ اباحت پر دلیل نہ دلالت کرے اور شافعیوں نے اس کو امام اعظم کی طرف نسبت کیا ہے اور بدائع میں کہا کہ مذہب مختار یہ ہے کہ افعال میں قبل شرع کے کچھ حکم نہیں انتہی اور مصنف کی شرح منار میں ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے بعضے حنفیوں کے نزدیک انھیں میں کرخی ہے اور بعض اصحاب حدیث نے کہا کہ اصل اس میں توقف ہے بایں معنی کہ واقع میں اشیاء کے واسطے اباحت یا تحریم کا حکم ضرور ہے لیکن ہم اس پر واقف نہیں ہو سکتے عقل سے بدون شرع کے اور ہدایہ کی فصل حدادیں مذکور ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے طحطاوی نے کہا کہ شاید صاحب ہدایہ یہاں بعض اہل مذہب کی رائے پر چلا بموافقت شافعی جب یہ ثابت ہوا تو شارح کو نسبت کرنا اباحت کے قول کو معتزلہ کی طرف مناسب نہ تھا اور یہ جو شارح نے کہا کہ کفار مخاطب باحکام شرعیہ نہیں یہ قول غیر اصح ہے اور قول اصح یہ ہے کہ وہ مخاطب باحکام شرعیہ ہیں بنا برادا اور اعتقاد کے اور یہ جو کہا کہ جب کفار مخاطب احکام شرعی کے نہ ہوئے تو ان کے حق میں مال غیر محفوظ باقی رہا یعنی ان کے واسطے مباح ہوا تو اس وقت میں قول بالاباحۃ کی طرف رجوع ثابت ہوا تو شارح جس کا منکر تھا اسی کا قائل ہوگیا ولغرض علینا اتباعہم اور ہم پر فرض ہے ان کا پیچھا کرنا یعنی کفار کا پیچھا کرنا اور ان سے لڑنا اموال چھوڑانے کے واسطے فرض ہے تاوقتیکہ وہ دارالاسلام میں ہیں اور جب دارالحرب میں چلے گئے تو فرض نہیں بلکہ مستحب ہے اور اگر اولاد کو پکڑ لے گئے تو مطلقاً ان کا پیچھا کرنا فرض ہے کذا فی المنح عن البحر عن المحیط وان اسلموا اقر ملکہم اور اگر کفار مسلمان ہوگئے تو ان کی ملک ثابت ہوگی یعنی کفار مسلمین کے اموال لے کر دارالحرب میں جاکر مسلمان ہوگئے تو وہ مالک اموال کے ہوگئے اب صاحبان اموال ان سے نہیں لے سکتے کذا فی المنح عن شرح الطحطاوی وان غلبنا علیہم ای بعد ما احرزوہا بدارہم اما قبلہ فہی لمالکہا مجانا مطلقا اور اگر ہم ہوئے غالب اُنپر

Marfat.com

یعنی بعد اس کے کہ کفار اموال کو دارالحرب میں لے گئے اور قبل دارالحرب کے لے جانے کے تو اموال مذکورہ ان کے مالکوں کو مفت ملیں گے ہر طرح سے خواہ قبل قسمت اُن کو پایا ہو خواہ بعد قسمت کے فمن وجد ملکہ قبل القسمۃ بین المسلمین لا بین الکفار کما حققہ فی الدرر فیولہ مجانا یعنی اگر ہم غالب ہوں کافروں پر تو جو مسلمان اپنا مال مملوک پاوے قبل تقسیم ہونے بین المسلمین کے نہ کفار کے درمیان چنانچہ اس کو درر میں محقق کیا ہے تو وہ مال پانے والے مالک کو مفت ملے گا بدون دینے کوئی چیز کے وان وجدہ بعد ہا فہولہ بالقیمۃ جبرا للضرر بالقدر الممکن اور اگر صاحب مال نے اس کو بعد قسمت بین المسلمین کے پایا تو اس کو بعوض قیمت کے ملے گا تا بقدر ممکن دونوں نقصان بھر جائیں یعنی مالک قدیم کی ملک بلا رضامندی زائل ہو گئی تو بایں لحاظ اس کے لینے کا اس کو حق ہے لیکن بعد قسمت کے مفت لینے سے اس کا ضرر ہے جس نے اس کو اپنے حصہ میں پایا لہذا اس مال کو بہ قیمت لینا چاہیے تا جانبین کی حق تلفی نہ ہو یہ دلیل عقلی ہے اور اسی کے موافق بحرالرائق میں حدیث منقول ہے ولو کان ملکہ مثلیا فلا سبیل لہ علیہ بعد ہا اذا اخذہ اخذہ بمثلہ فلا یفید الذی اشتراہ بہ ولو قبلہا اخذہ مجانا کما مر اور اگر مالک قدیم کا مملوک مثلی ہو یعنی کیلی یا وزنی تو اس کے واسطے کوئی راہ لینے کی نہیں اس پر بعد قسمت کے اس واسطے کہ اگر اس کو لے گا تو بعوض اس کے مثل کے لے گا مثلاً گیہوں عوض گیہوں کے لے گا تو اس کی خرید میں کچھ فائدہ نہیں اور جو شخص اپنا مثلی مال قبل قسمت کے پاوے تو اس کو مفت لے چنانچہ عنقریب گذرا وباعہ من الذی اشتراہ بہ لو اشتراہ منہم تاجر ای من العدو واخرجہ الی دار نا وبقیمۃ العرض لو اشتراہ بہ اور مالک قدیم بعوض اس قیمت کے لے جس قیمت سے سوداگر نے ان سے مول لیا یعنی دشمن سے خرید کیا اور اس کو ہمارے دارالاسلام میں نکال لایا اور بہ قیمت جنس کے لے اگر اس نے بعوض جنس کے خرید کیا ہو وبالقیمۃ لو اتہبہ منہم زاد فی الدرر او ملکہ بعقد فاسد اور بعوض قیمت کے لے اگر کفار سے اس نے بطریق ہبہ کے پایا ہو درر میں اتنا زیادہ کہا ہے یا مالک ہوا مال مذکور کا بعقد فاسد تو بھی بعوض قیمت کے لے لکن فی البحر خلافہ نجر او خیر یلیس لمالکہ اخذہ باتفاق الروایات وکذا لو اشتراہ بمثلہ نسیئۃ او بمثلہ قدرا ووصفا بعقد صحیح او فاسد لعدم الفائدۃ فلو باقل قدرا او اردی وصفا فلہ اخذہ لانہ یفید ولیس بزولانہ فداء لیکن بحرالرائق میں ہے خرید کیا ایک شخص نے مال مذکور کو کفار سے بعوض شراب یا سور کے تو اس کے مالک کو اس کا لینا باتفاق روایات جائز نہیں اور اسی طرح اگر اس کو بعوض اس کے مثل کے بوعدہ ادائے قیمت خرید کیا یا بعوض اس چیز کے خرید کیا جو مقدار اور وصف میں بیع کے مثل ہے خواہ بہ عقد صحیح خرید کیا خواہ بعقد فاسد تو جائز نہیں بسبب عدم فائدہ کے سو اگر بعوض اقل مقدار کے خرید کیا یا بعوض ناقص جنس کے خرید کیا تو مالک کو اس کا لینا جائز ہے اس واسطے کہ یہ خرید مفید ہے اور یہ بیاع نہیں اس لیے کہ یہ فداء ہے م یعنی مثلی کی عدم مساوات یہاں بیاع میں داخل نہیں اس واسطے کہ مالک نے اپنے مال کو خلاص کیا تو یہ فی الحقیقۃ فداء ہے نہ عوض کذا فی المنح عن البحر وان وصلیۃ فقئی عینہ اور قطع یدہ واخذ مشتریہ ارشہ او فقاہا المشتری فیاخذہ بکل الثمن ان شاء لان الاوصاف لا یقابلہا شیء منہ یعنی مالک کو جائز ہے کہ اپنے مال کو سوداگر سے بقیمت لے اگرچہ اس کے مملوک کی آنکھ پھوڑ دی گئی ہو یا اس کا ہاتھ کاٹا گیا ہو اور اس کے مشتری تاجر نے اس کا خون بہا لیا ہو یا خود مشتری نے اس کی آنکھ پھوڑ دی ہو تو مالک اس کو کل قیمت سے لے اگر چاہے اس واسطے کہ اوصاف کے مقابل کچھ قیمت نہیں پڑتی والقول للمشتری فی مقدارہ ای الثمن بیمینہ عند عدم البرہان لان البینۃ مبینۃ لو برہنا فبینۃ المالک ایضا خلافا للثانی نہر اور معتبر قول مشتری کا ہے قیمت کے مقدار میں اس کے قسم کھانے کے ساتھ گواہ نہ ہونے کے وقت اور اگر کوئی گواہ لا دے گا تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے اس واسطے کہ گواہ بیان کرنے والے ہیں اور اگر دونوں گواہ لا دیں تو مالک کے بھی گواہ اولی ہیں بخلاف ابو یوسف کے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ ایک نسخہ میں یوں عبارت ہے فبینۃ المالک ایضا اولی اور یہی نسخہ اولی ہے وان تکرروا الاسر والشراء برہان اسر ثانیا وشراءہا اخرا خذ المشتری الاول من الثانی

Marfat.com

تتمہ لو ردوا الاسر علی ملکہ فکان الاختلہ ثم یاخذ المالک القدیم بالثمنین ان شاء لقیامہ علیہ بہما وقبل اخذ الاول لا یاخذہ القدیم کیلا یضیع الثمن اور اگر گرفتاری اور خرید مکرر ہوئی اس طرح پر کہ دوسری بار مثلاً غلام گرفتار ہوا اور دوسرے مشتری نے اس کو خرید کیا تو مشتری اول اس کو مشتری ثانی سے لے بعوض اس کی قیمت کے بسبب وارد ہونے گرفتاری کے مشتری اول کی ملک پر تو اسی کو لینا مقدم ہوا پھر مالک قدیم اس کو دونوں قیمتیں دے کر لے اگر چاہے اس واسطے کہ غلام مشتری اول کو دو قیمتوں پر پڑا اور مشتری اول کے قبل مالک قدیم مشتری ثانی سے نہ لیتا مشتری اول کی قیمت نہ ضائع ہو ولا یملکون حرنا ومدبرنا وام ولدنا ومکاتبنا لحریتہم من وجہ فیاخذہ مالکہ مجانا لکن بعد القسمۃ تودی قیمتہ من بیت المال اور کفار مالک نہیں ہوتے ہمارے حر کے اور ہمارے مدبر اور ام ولد اور مکاتب کے بسبب آزاد ہو جانے مدبر اور ام ولد اور مکاتب کے ایک طرح سے تو اس کو اس کا مالک مفت لے بلا عوض لیکن بعد قسمت بین المسلمین اس کی قیمت بیت المال سے ادا کی جائے م حر وغیرہ اس واسطے مملوک کفار نہ ہوئے کہ سبب مفید ملک کا محل ملک میں ہوتا ہے یعنی مال مباح میں اور حر معصوم نفسہ ہے اور اسی طرح مدبر وغیرہ میں من وجہ حریت ثابت ہے اور اگر تاجر کافروں سے حر وغیرہ کو مول لے تو مالک اس سے بلا عوض لے کذا فی النہر وملک علیہم جمیع ذلک بالغلبۃ لعدم العصمۃ اور ہم اہل اسلام کفار پر مستولی ہو کر ان کے مدبر اور ام ولد اور مکاتب سب کے مالک ہوں گے بسبب غلبہ کے بواسطے عصمت کے ولو ندالیہم دابۃ ملکوہا بتحقق الاستیلاء اذ لا ید للعجماء اور اگر کافروں کی طرف اہل اسلام کا کوئی جانور بھاگ گیا تو وہ اس کے مالک ہوں گے بسبب ثابت ہونے استیلاء کے دار الاسلام سے نکلتے اس واسطے کہ جانور کے واسطے اپنی ذات پر تصرف نہیں کہ دار الاسلام سے نکلنے کے وقت ظاہر ہوا ورملک کفار کا مانع ہو وان ابق الیہم فمن مسلم فاخذوہ قہرا لاخلالہا المظہور یدہ علی نفسہ بالخروج من دارنا فلم یبق محلا للملک اور اگر دار الاسلام سے کفار کی طرف لونڈی یا غلام مسلمان بھاگ نکلا سو انہوں نے اس کو بزور پکڑ لیا تو مالک نہ ہوں گے بخلاف مذہب صاحبین کے بسبب ظاہر ہونے تصرف غلام کے اپنی ذات پر ہمارے دار الاسلام سے نکلنے کے سبب سے تو وہ محل ملک باقی نہ رہا ہم جب تک غلام دار الاسلام میں تھا تو اس کا تصرف اپنی ذات پر ساقط الاعتبار تھا بسبب تحقیق مولی کے تصرف کے تا مولی اس کے انتفاع پر قادر ہو اور خروج دار الاسلام سے مولی کا تصرف اس پر سے زائل ہو گیا تو اس کا تصرف اپنی ذات پر ظاہر ہوا تو وہ معصوم نفسہ ہو گیا لہذا وہ محل ملک باقی نہ رہا جب کفار کی ملک اس پر ثابت نہ ہوئی امام کے نزدیک تو مالک قدیم اس کو مفت لے گا خواہ وہ موہوب ہو خواہ کسی نے اس کو خرید کیا ہو خواہ مغنوم قبل از قسمت ہو اور بعد قسمت کے اس کا عوض بیت المال سے ادا کیا جائے گا کذا فی البحر شارح نے قہرا کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر غلام کو بلا قہر کفار لیں گے تو باتفاق اور صاحبین کے مالک نہ ہوں گے بخلاف ما اذا ابق الیہم بعد ارتدادہ فاخذوہ ملکوہ اتفاقا بخلاف اس کے جب کہ غلام ان کی طرف بھاگ جاوے گا بعد اپنے مرتد ہونے کے پھر کفار اس کو پکڑیں تو بالاتفاق مالک ہوں گے ولو ابق ومعہ فرس او متاع فاشتری رجل ذلک کلہ منہم اخذ المالک العبد مجانا لما مر انہم لا یملکونہ واخذ غیرہ بالثمن لانہم ملکوہ اور اگر غلام دار الحرب میں بھاگ گیا اور اس کے ساتھ گھوڑا یا اسباب ہے پھر ایک مرد نے یہ سب ان سے مول لیا تو مالک قدیم غلام کو مفت لے اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ کفار غلام کے مالک نہیں ہوتے اور غلام کے سوا اور چیز کو قیمت سے لے اس واسطے کہ کفار اس کے مالک ہو چکے وعتق عبد مسلم او ذمی لانہ یجبر علی بیعہ ایضا زیلعی شراہ مستامن ہہنا وادخلہ دارہم اتاحہ لتباین الدارین مقام الاعتاق کما لو استولوا علیہ وادخلوہ دارہم فابق منہم الینا اور آزاد ہو گا وہ غلام مسلمان یا غلام ذمی اس واسطے کہ غلام ذمی کی بھی بیع پر جبر کیا جائے گا کذا فی شرح الزیلعی وہ غلام آزاد ہو گا جس کو کافر مستامن نے دار الاسلام میں خرید کیا اور دار الحرب میں داخل کیا بسبب قائم کرنے تباین دارین کے مقام اعتاق کے چنانچہ اس صورت میں آزاد ہو گا اگر کفار غالب ہوں غلام پر دار الاسلام میں اور اس کو

Marfat.com

دارالحرب میں داخل کریں پھر وہ وہاں سے ہماری طرف دارالاسلام میں بھاگ آئے ہم امام کے نزدیک غلام دارالحرب میں داخل کرنے سے اس واسطے آزاد ہوا تا مسلم کافر کی ذلت سے خلاصی پاوے لہذا شرط تبایین دارین کو علت کے قائم مقام کیا یعنی اعتاق کے قید بالمستامن لانہ لو شراہ حربی لایعتق علیہ اتفاقا لمانع حق استرداده نہر مصنف نے مستامن کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر اس کو کافر حربی خرید کرے گا تو وہ آزاد نہ ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے اس کے حق استرداد کے مانع کے سبب سے کذا فی النہر ملحطاوی نے کہا کہ بحرالرائق اور نہرالفائق میں لو شراہ کے مقام میں لو اسر ہے یعنی اگر حربی نے عبد مسلم کو گرفتار کیا اور مترجم نے بھی جو نہرالفائق کی طرف رجوع کیا تو ملحطاوی کے موافق پایا چنانچہ[1] اس کی عبارت حاشیہ پر مرقوم ہے کعبد لهم اسلم ثم فجاءنا الی دارنا او الی عسکرنا ثم اوا شتراه مسلم او ذمی او حربی ثم اوعرضه علی البیع وان لم یقبل المشتری بحر چنانچہ حربیوں کا وہ غلام آزاد ہو جاتا ہے جو دارالحرب میں مسلمان ہوا پھر ہمارے پاس آیا یعنی ہماری طرف دارالاسلام میں آیا یا اس لشکر اسلام میں آیا جو دارالحرب میں وارد ہے یا اس کو مسلم یا ذمی یا حربی نے دارالحرب میں خرید کیا یا حربی نے اس کو بیع کے واسطے پیش کیا اگرچہ مشتری نے اس کی بیع نہ قبول کی ہو کذا فی البحر او ظهرنا علیهم فحفی هذه التسع الصور یعتق العبد بلا عتاق ولا ولاء لاحد علیه لان هذا عتق حکمی در یا ہم اہل اسلام غالب ہوئے حربیوں پر تو ان نو صورتوں میں غلام مذکور آزاد ہو جائے گا بدون آزاد کرنے کے اور کسی کو حق ولا اس پر نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ عتق حکمی ہے کذا فی الدرر نو صورتیں مستامن کی خرید سے آخر تک ہیں حلبی نے کہا بلکہ گیارہ صورتیں ہیں اس طرح پر کہ خرید کرنا مستامن کا دو حال سے خالی نہیں یا اس نے عبد مسلم کو خرید کیا یا ذمی عبد کو اور اسی طرح استیلاء کفار عبد مسلم پر واقع ہوا ہو یا عبد ذمی پر وفی الزیلعی لو قال الحربی لعبده اخذا بیده انت حر لایعتق عند ابی حنیفة رح لانه معتق بیانه مسترق بیانه اور شرح زیلعی میں ہے اگر حربی نے اپنے غلام سے کہا اس کا ہاتھ پکڑ کے کہ تو آزاد ہے تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک آزاد نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ آزاد ہے اس کے بیان سے اور مملوک ہو گیا اس کے ہاتھ پکڑنے سے یعنی بحر و زوال ملک استیلاء جدید سے اس کی ملک ثابت ہو گئی استیلاء جدید سے مراد اس کا ہاتھ پکڑنا ہے دارالحرب میں واللہ تعالیٰ اعلم

باب المستامن

ای الطالب للامان یہ باب ہے مستامن یعنی امان مانگنے والے کے احکام میں اور چونکہ طلب امان بدون استیلاء کے نہیں ہوتی لہذا اس کو باب الاستیلاء کے بعد مذکور کیا ہو من یدخل دارغیره بامان مسلما کان او حربیا مستامن وہ جو غیر کی ملک میں پناہ لے کر جائے خواہ مستامن مسلمان ہو یا حربی یعنی مسلم دارالحرب میں اہل حرب سے امان لے کر جائے یا کافر حربی دارالاسلام میں اہل اسلام سے پناہ لے کر آئے دونوں کو مستامن کہتے ہیں دخل مسلم دارالحرب بامان حرم تعرضه لشیء من دم ومال وفرج منهم اذا لمسلمون عند شروطهم داخل ہوا مسلم دارالحرب میں امان لے کر تو اس پر حرام ہے کافروں کی ہر چیز سے معترض ہونا خون اور مال اور شرم گاہ سے اس واسطے کہ اہل اسلام اپنی شرطوں کے نزدیک قائم رہتے ہیں یعنی مستامن کو حربیوں کا خون کرنا یا ان کا مال ناحق لینا اور ان کی عورتوں سے قربت کرنا جائز نہیں حرام ہے فلو اخرج الینا شیئا ملکه ملکا حراما للغدر فیتصدق به وجوبا سو اگر مسلم مستامن دارالحرب سے ہماری طرف دارالاسلام میں کوئی چیز نکال لایا تو اس کا مالک ہوگا ملک حرام بسبب دغا بازی کے تو اس کو خیرات کر دے بنا بر وجوب کے مالک اس واسطے ہوا کہ بسبب اخراج کے مال مباح پر مستولی ہوا اور حرمت عہد تسکن کی جہت سے ثابت ہوئی اور تصدق ثابت ہوا بسبب ملک خبیث کے تا ایں کہ اگر جاریہ ہو گی تو اس کی وطی حلال نہیں اگرچہ اس کو دارالاسلام میں محرز کیا اور جو شخص کہ اس جاریہ کی مستامن سے خرید کرے اس کو بھی وطی حلال نہیں بسبب

[1] فی النہر قید لشراء المستامن لان الحربی لو اسر العبد المسلم وادخله دارہ لایعتق علیه اتفاقا لما تبع عنده من عمل المقتضی وہو حق استرداد المسلم ۱۲

Marfat.com

قائم ہونے حرمت کے ملک میں دغابازی سے اور یہ حرمت وطی مشروط بقید علم ہے یعنی اگر مشتری جانتا ہو کہ بائع اس کا مالک ہوا ہے بملک محظور اس واسطے کہ خانیہ میں ہے کہ حرمت اموال میں متعدد اور منتقل ہوتی ہے علم کے ساتھ مگر وارث کے حق میں اس واسطے کہ مورث کا مال وارث کو حلال ہے اگرچہ وارث اُس کے مال کی حرمت کو جانتا ہو اور ظہیریہ میں حلت مال مورث میں یہ قید مذکور ہے کہ وارث ارباب اموال کو نہ جانتا ہو تب اس کو مال مورث کا حلال ہے یعنی اگر جانتا ہو کہ فلانا مال فلانے شخص کا مورث نے غصب کیا ہے یا رشوت میں لیا ہے تو حلال نہیں کذا فی الطحطاوی عن الحموی قید بالاخراج لانہ لو غصب منہم شیا ردہ علیہم وجوبا مصنف نے ملک میں اخراج کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر دارالحرب میں کافروں کی کوئی چیز غصب کرے گا تو ان کو پھیر دے بنا بر وجوب کے تاوقتیکہ وہ دارالحرب میں ہے اور یہی حکم ہے چوری اور غارت گری کا بخلاف الاسیر فیباح تعرضہ وان اطلقوہ طوعا لانہ غیر مستامن فہو کالمتلصص بخلاف اس مسلم کے جو دارالحرب میں گرفتار اور مقید ہے تو اس کو ان کی جان اور مال سے متعرض ہونا مباح ہے اگرچہ کفار نے اُس کو بخوشی چھوڑ دیا ہو اس واسطے کہ وہ مستامن نہیں تو وہ متلصص کے مانند ہے یعنی جو دارالحرب میں چھپ کر جائے فانہ یجوز لہ اخذ المال وقتل النفس دون استباحۃ الفرج لانہ لا یباح الا بالملک مسلم مقید کو جائز ہے حربیوں کا مال لینا اور جان کا قتل کرنا سوائے استباحت شرمگاہ کے اس واسطے کہ جزئیات کا جماع حلال نہیں مگر ملک سے اور ملک قبل احراز دارالاسلام کے ثابت نہیں اور ملک حقیقی اور حکمی دونوں کو شامل ہے الا اذا وجد امرأتہ الماسورۃ او ام ولدہ او مدبرتہ لانہم مالکوہن بخلاف الامۃ مسلم مستامن کو استباحت شرمگاہ حلال نہیں مگر اُس وقت حلال ہے جب کہ اُسنے دارالحرب میں اپنی زوجہ گرفتار یا ام ولد یا مدبر کو پایا اس واسطے کہ کفار اُن کے مالک نہیں ہوئے بخلاف لونڈی کے کہ وہ گرفتاری سے اُن کی مملوک ہو جاتی ہے تو اس کی وطی بھی حلال نہیں ولم یطاہن اہل الحرب اذ لو وطئوہن یجب العدۃ للشبہۃ زوجہ اور ام ولد اور مدبرہ اُس وقت حلال ہیں جب کہ اُن سے اہل حرب نے وطی نہ کی ہو اس واسطے کہ اگر انھوں نے اُن سے وطی کی ہو گی تو عدت واجب ہو گی بسبب شبہہ ملک کے فان ادانہ حربی بیع او قرض او بعکسہ او غصب احدہما صاحبہ وخرجا الینا لم تقض لاحد یجب بشیٔ لانہ ما التزم حکم الاسلام فیما مضی بل فیما یستقبل پھر اگر حربی نے مسلم مستامن کو مدیون کیا خواہ دین بواسطے بیع کے ہو یا قرض کے یا اس کے بالعکس ہو یعنی مستامن نے حربی کو مدیون کیا یا ایک نے دوسرے کا مال غصب کیا اور دونوں ہماری طرف دارالاسلام میں نکل آئے دارالحرب سے تو ہم اہل اسلام کسی شخص کے واسطے کسی چیز کا حکم نہ کریں گے اس واسطے کہ حربی مستامن نے حکم اسلام کا زمان گذشتہ میں التزام نہیں کیا بلکہ زمان آیندہ میں التزام کیا م ادانت میں تو اس واسطے حکم نہ ہو گا کہ ادانت دارالحرب میں واقع ہوئی وہاں حکومت اسلام جاری نہیں جو قاضی اس میں کچھ حکم کرے اور وقت قضا بھی حربی مستامن پر ولایت اسلام نہیں اس واسطے کہ اُس نے زمان گذشتہ میں التزام احکام نہیں کیا بلکہ آیندہ میں کیا ہے اور غصب میں اس واسطے حکم نہیں کہ دارالحرب غلبہ اور قہر کا ملک ہے جو ایک شخص دوسرے کے مال پر غالب ہوا مالک ہو گیا منح الغفار میں ہے کہ دین سے یہاں عام مراد ہے جو خرید فروخت اور قرض کو شامل ہے اگرچہ صاحب قاموس کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ لغت میں قرض کو دین نہیں کہتے اس واسطے کہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ دارالحرب کے قرض کا بھی یہی حکم ہے یفتی المسلم برد المغصوب زیلعی زاد الکمال وبرد الدین ایضا دیانۃ لا قضاء لانہ غدر اور مسلم کو رد مغصوب کا فتویٰ دیا جائے گا کذا فی شرح الزیلعی کمال الدین محقق نے اتنا زیادہ کیا ہے اور دین کے بھی پھیر دینے کا فتویٰ دیا جائے گا باعتبار دیانت کے نہ قضاء کے دیانۃ اس واسطے فتویٰ ہو گا کہ عدم ادائے دین دغابازی ہے م یعنی قاضی بجبر حکم نہ کرے گا بلکہ مسئلہ شرعی بیان کر دے گا وکذا الحکم یجری فی حربیین فعلا ذلک ای الادانۃ والغصب ثم استامنا لما بیناہ اور ایسا ہی حکم جاری ہے ان دو حربیوں میں جنھوں نے وہ کیا ہے یعنی ادانت اور غصب دارالحرب میں کیا پھر دارالاسلام میں داخل ہو کر مستامن ہوئے بنظر اس دلیل کے جس کو ہم نے بیان کیا ہے یعنی دونوں میں قاضی

Marfat.com

اسلام کچھ حکم کرے گا اس واسطے کہ انھوں نے التزام احکام اسلام استقبال میں کیا ہے نہ ماضی میں خرج حربی مع مسلم الی العسکفادعی المسلم انہ اسیرہ و قال الحربی کنت مستامنا فالقول للحربی الا اذا قامت قرینۃ کونہ مکتوفا او مغلولا عملا بالظاہر ہجر حربی نکلا دارالحرب سے مسلمان کے ساتھ لشکر اسلام کی طرف پھر مسلم نے دعوی کیا کہ وہ میرا قیدی ہے اور حربی نے کہا کہ میں مستامن تھا تو حربی ہی کا قول معتبر ہوگا مگر اس وقت مسلم کا قول مقبول ہوگا جب کوئی قرینہ قائم ہو اس کی گرفتاری پر چنانچہ اس کی مشکیں بندھی ہونا یا اس کے گلے میں طوق پڑا ہونا ظاہر حال پر عمل کرنے سے کذا فی البحر وان خرجا الی الحربیان الینا مسلمین وتحاکما قضی بینہما بالدین لو قویہ صحیحا للتراضی واما للغصب فلا لمامر انہ ملکہ اور اگر دو حربی نکل آئے دارالاسلام میں مسلمان ہو کر اور انھوں نے مقدمہ رجوع کیا قاضی کی طرف تو ان دونوں میں ادائے دین کا حکم کیا جاوے گا بجہت واقع ہونے دین کے صحیح بسبب رضامندی طرفین کے اور غصب میں تو حکم نہ ہوگا اس واسطے کہ مذکور ہو چکا ہے کہ دارالحرب میں غصب کرنے سے غاصب مالک ہو جاتا ہے اس واسطے کہ دارالحرب دارالقہر ہے قتل احد المسلمین المستامنین صاحبہ عمدا او خطا تجب الدیۃ لسقوط القود فیہ کالحد فی مالہ فیہما لتعذر الصیانۃ علی العاقلۃ مع تباین الدارین دو مسلمان مستامن میں سے ایک نے دوسرے اپنے ساتھی کو قتل کیا قصدا یا چوکے تو دیت واجب ہوگی بسبب ساقط ہونے قصاص کے وہاں یعنی دارالحرب میں مانند حد کے دیت واجب ہوگی قاتل کے مال میں دونوں صورتوں عمد اور خطا میں بسبب متعذر ہونے حفاظت کے اہل محلہ پر باوجود اختلاف دارین کے یعنی اہل محلہ پر جو قتل خطا میں دیت واجب ہوتی ہے تو اس سبب سے کہ انھوں نے بچانے میں قصور کیا سو یہ امر دارین سے متصور نہیں لہذا قاتل ہی کے مال سے دیت دلائی جائے گی والکفارۃ ایضا فی الخطا لاطلاق النص اور کفارہ بھی واجب ہوگا قتل خطا میں بسبب اطلاق نص کے یعنی نص قرآنی میں بلا قید دارالحرب اور دارالاسلام کے ارشاد ہوا ہے کہ جو مومن کو چوک کر مارے تو مسلمان گردن کا آزاد کرنا اور دیت مسلمہ مقتول کے وارثوں کو وفی قتل احد الاسیرین الاخر کفر فقط کما مر بلا دیۃ فی الخطا دو قیدی مسلمان میں سے ایک دوسرے کے قتل کر ڈالنے میں فقط کفارہ دے بدلیل گذشتہ بدون دیت کے قتل خطا میں م سقوط دیت کی وجہ قتل عمد میں مذکور ہوگی ولا شئی فی العمد اصلا لانہ بالاسر صار تبعا لہم فسقطت عصمتہ المقومۃ لا الموثمۃ فلذا یکفر فی الخطا اور کچھ واجب نہیں قتل عمد میں اصلا نہ کفارہ نہ دیت اس واسطے کہ مسلم بسبب گرفتاری کے اہل حرب کا تابع ہو گیا تو ساقط ہو گئی عصمت مقومہ نہ موثمہ تو اسی واسطے قتل خطا میں کفارہ دے نہ عمد میں اصلام عصمت مقومہ یعنی قیمت ٹھہرانے والی وہ ہے جو موجب مال ہو تعرض کے وقت اور عصمت موثمہ وہ ہے جو موجب گناہ کی ہو عند التعرض کذا فی المنح کقتل المسلم اسیرا ومن اسلم ثم لو ورثتہ المسلمون ثم فیکفر فی الخطاء فقط لعدم الاحراز بدارنا جیسے مسلم کے قتل کرنے میں قید کیا مسلم کو یا اس کو جو دارالحرب میں مسلمان ہوا اگرچہ مقتول کے مسلمان وارث وہاں موجود ہوں دیت واجب نہیں تو فقط قتل خطا میں کفارہ دے بسبب عدم احراز دارالاسلام کے م عصمت مقومہ جو انسان کی قیمت کو ثابت کرے اس طرح پر کہ جو تک عصمت کرے تو اس پر قصاص لازم آوے یا دیت یہ ہمارے نزدیک بسبب احراز دارالاسلام کے ثابت ہے نہ بسبب اسلام کے کذا فی الطحطاوی عن العلامہ نوح۔

فصل فی استیمان الکافر

یہ نقل ہے کافر کے طلب امان میں جب استیمان مسلم سے فراغت پائی تو مصنف نے احکام کافر مستامن کے شروع کیے لایمکن حربی مستامن فینا سنۃ لئلا یصیر عینا لہم دعونا علینا نہ رہنے پاوے حربی مستامن ہم میں یعنی دارالاسلام میں ایک سال تا کافروں کا جاسوس اور ہماری ضرر رسانی کو ان کا مددگار نہ ہو جاوے م حربی کا ہمیشہ رکھنا دارالاسلام میں جائز نہیں مگر باسترقاق یا جزیہ تا کافروں کا جاسوس نہ بنے اور مسلمین کے افراد میں ان کا مددگار نہ ہوگا مگر کچھ مدت اُن کو رہنے دینا البتہ جائز ہے اس واسطے کہ بالکل نہ آنے دینے میں سد باب تجارت ہے لہذا دونوں مدتوں میں حد فاصل ایک سال کو قرار دیا کہ اس مدت میں جزیہ واجب

Marfat.com

ہوتا ہے کذا فی المنح وقیل لہ من قبل الامام ان اقمت سنۃ قید اتفاقی لجواز توقیت ما دونہا کشہر وشہرین درر لکن ینبغی ان لا یلحقہ ضرر لتقصیر المدۃ جداً فتح وضعنا علیک الجزیۃ اور حربی سے کہا جائے بادشاہ اسلام کی طرف سے کہ اگر تو دارالاسلام میں ایک سال رہے گا تو ہم تجھ پر جزیہ رکھیں گے شارح نے کہا ایک سال رہنے کی قید اتفاقی ہے بسبب جواز توقیت کمتر از سال کے جیسے ایک مہینے یا دو مہینے کذا فی الدرر لیکن لائق یوں ہے کہ اس کو ضرر نہ پہنچے نہایت کمتر مدت مقرر کرنے سے کذا فی الفتح م جزیہ مقرر کرنا سال بھر کے رہنے پر موقوف نہیں بلکہ اگر امام نے ایک مہینہ رہنے کی اجازت دی تو اگر دو مہینے رہے گا تو ذمی ہو جائے گا جزیہ اُس پر لازم آوے گا فان مکث سنۃ بعد قولہ فہو ذمی ظاہر المتون ان قول الامام لہ ذلک شرط لکونہ ذمیا فلو اقام سنۃ او سنتین قبل القول فلیس بذمی وبہ صرح العتابی وقیل نعم وبہ جزم فی الدرر قال فی الفتح والاول الاوجہ پھر اگر حربی دارالاسلام میں سال بھر بعد قول امام کے ٹھہرے تو وہ ذمی ہے ظاہر عبارت متون یہ ہے کہ امام کا یہ قول اُس کے ذمی ہونے کی شرط ہے تو اگر حربی ایک سال یا دو سال دارالاسلام میں ٹھہرے گا قول امام سے پہلے تو وہ ذمی نہیں اور اسی کی عتابی نے تصریح کی ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ بدون قول امام کے بھی ذمی ہوگا اور اسی قول پر یقین کیا ہے درر میں فتح القدیر سے کہا کہ قول اول دلیل سے موافق تر ہے ولا جزیۃ علیہ فی اول المکث الا بشرط اخذہا منہ فیہ اور حربی پر جزیہ نہیں پہلے سال کی اقامت میں مگر اُس سے شرط کر لینے میں سال کے اندر جزیہ لینے کی یعنی اگر یوں کہہ دیا ہو کہ اگر تو اس سال رہے گا تو تجھ پر جزیہ دینا لازم آوے گا تب تو لینا درست ہے والا نہیں اس واسطے کہ وہ دوسرے سال میں ذمی ہوا ہے نہ اول سال میں اور جزیہ دینا بدون ذمی ہونے کے لازم نہیں اب آگے مصنف نے ذمی کے احکام شروع کیے واذا صار ذمیا یجری القصاص بینہ ویضمن المسلم قیمۃ خمرہ وخنزیرہ اذا اتلفہ اور جب کہ حربی ذمی ہو گیا تو قصاص جاری ہوگا اُس کے درمیان اور مسلم کے درمیان اور مسلم اُس کی شراب اور سور کی قیمت کا ضمان دے گا جب کہ مسلم اُس کو تلف کر ڈالے گا وتجب الدیۃ علیہ اذا قتلہ خطأ اور مسلمان پر خون بہا دینا واجب ہوگا جب کہ ذمی کو چوک کر مار ڈالے گا ویجب کف الاذی عنہ وتحرم غیبتہ کالمسلم فتح اور واجب ہے اس پر سے تکلیف اور ایذا کو ہٹانا اور اس کی غیبت کرنا حرام ہے مسلمان کے مانند کذا فی الفتح القدیر وفیہ لو مات المستامن فی دارنا وورثتہ ثمہ وقف مالہ لہم ویاخذوہ ببینۃ ولو من اہل الذمۃ فبکفیل ولا یقبل کتاب ملکہم اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر کافر مستامن دارالاسلام میں مر گیا اور اس کے وارث دارالحرب میں ہیں تو اُس کا مال اُن کے واسطے رکھ چھوڑا جاوے گا اور اُس کے وارث مال کو گواہ لا کر پاویں گے اور اگر اُن کے وارث کے گواہ اہل ذمہ ہوں تو ضامن لے کر ان کو مال ملے گا اور حربیوں کے بادشاہ کا خط اس امر میں مقبول نہیں واذا اراد الرجوع الی دار الحرب بعد الحول ولو لتجارۃ او لقضاء حاجۃ کما یفیدہ الاطلاق نہر منع لان عقد الذمۃ لا ینقض ومفادہ منع الذمی ایضا اور جب کہ کافر مستامن دارالحرب کی طرف پھر جانے کا ارادہ کرے بعد ٹھہرنے سال بھر کے تو منع کیا جائے گا اگرچہ تجارت یا حاجت روائی کے واسطے جاتا ہو چنانچہ اطلاق روایات اسی کو مفید ہے کذا فی النہر اس واسطے روکا جائے گا کہ عقد ذمہ بعد منعقد ہونے کے منقوض نہیں ہوتا اور اس تعلیل سے مستفاد ہوا ذمی کا منع کرنا بھی دارالحرب کے جانے سے م طحطاوی نے کہا منع ذمی بحث ہے صاحب بحر کی حالانکہ یہ مسئلہ فتاوی عالمگیری میں مصرح ہے یعنی تو قیاس کی کیا حاجت ہے کما یمنع لو وضع علیہ الخراج بان الزم بہ واخذ منہ عند حلول وقتہ لان خراج الارض کخراج الراس جیسے روکا جاتا ہے حربی مستامن دارالحرب کے جانے سے اگر اس پر خراج زمین کا مقرر کیا جاوے اس طرح پر کہ خراج اُس کو لازم کیا گیا ہو اور خراج اُس سے لیا جائے گا اُس کے وقت آنے کے نزدیک اس واسطے کہ زمین کا محصول گردن کے محصول کے برابر ہے ذمی ہو جانے میں یعنی جب مستامن نے دارالحرب میں زمین مول لی یا غیر کی زمین میں زراعت کی تو اُس پر خراج لازم آیا تو وہ اس سے ذمی ہو گیا جیسے جزیہ سے ذمی ہوتا ہے لہذا دارالحرب میں نہ جانے پاوے گا او صار لہا ای المستامنۃ الکتابیۃ زوج

Marfat.com

مسلم او ذمی لتبعیتہما وان لم یدخل بہا یا مستامنہ کتابیہ کے واسطے مسلم یا ذمی زوج ہوگیا یعنی دارالاسلام میں اس نے مسلم یا ذمی سے نکاح کیا تو اب دارالحرب میں نہ جانے پاوے گی بسبب تابع ہونے زوجہ کے زوج کے واسطے اگرچہ زوج نے اُس سے قربت نہ کی ہو لا عکسہ لامکان طلاقہ بالعکس اُس کے یعنی کافر مستامن اگر ذمیہ سے نکاح کرے تو ذمی نہیں ہوتا اس کی طلاق دینے کے امکان سے یعنی مرد زوجہ کو طلاق دے کر اپنے ملک میں جا سکتا ہے بخلاف عورت کے کہ وہ مالک طلاق کی نہیں ولو نکحہا ہنا فطالبتہ مہرہا فلہا منعہ من الرجوع تاتارخانیۃ اور اگر مستامن نے ذمیہ سے دارالاسلام میں نکاح کیا سو زوجہ نے اُس سے اپنا مہر مانگا تو اُس کو اُس کا روکنا دارالحرب کے جانے سے پہنچتا ہے کذا فی التاتارخانیۃ فلولم یف حتی مضی الحول ینبغی صیرورتہ ذمیا علی ما مر من الدرر سو اگر مستامن نے مہر نہ دیا یہاں تک کہ ایک سال گذر گیا تو اُس کا ذمی ہو جانا سزاوار ہے بنابر اُس روایت کے کہ جو درر سے مذکور ہو چکی یعنی امام کا یوں کہنا مستامن سکے اگر تو سال بھر رہے گا تو ہم تجھ پر جزیہ مقرر کریں گے ذمی ہونے میں شرط نہیں بلکہ اقامت یک سالہ ثبوت ذمیت میں کافی ہے بروایت درر ومنہ علم حکم الدین الحادث فی دارنا اور مہر کے حکم سے معلوم ہو گیا اُس دین کا حکم جو دارالاسلام میں حادث ہوا یعنی صاحب دین کو مدیون کا روکنا دارالحرب کے جانے سے جائز ہے اور اگر سال بھر ادائے دین نہ کرے گا تو ذمی ہو جائے گا فان رجع المستامن الیہم ولو لغیر دارہم حل دمہ لبطلان امانتہ پھر اگر مستامن پھر گیا حربیوں کی طرف اگرچہ دوسرے دارالحرب میں گیا ہو تو اُس کا خون بعد داخل ہونے دارالحرب کے حلال ہے بسبب باطل ہو جانے اُس کی امان کے تو وہ حربی ہو گیا فان ترک ودیعۃ عند معصوم مسلم او ذمی او دینا علیہما فاسر او ظہر بالبناء للمجہول بمعنی غلب علیہم فاخذوہ او قتلوہ سقط دینہ وما سلمہ وما غصب منہ وجرۃ عین اجرہا لسبق یدہ پھر اگر مستامن دارالحرب میں پھر گیا اور امانت کو شخص معصوم یعنی مسلم یا ذمی کے پاس چھوڑ گیا یا دونوں پر اپنا دین چھوڑ گیا پھر بدون صلح ہونے دارالحرب کے گرفتار ہوا یا غلبہ حاصل ہوا اہل حرب پر سو اُس کو گرفتار کیا مسلمین نے یا اُس کو قتل کیا بعد غالب ہونے کے تو اُس کا دین اور بیع مسلم کا راس المال اور جو مال کہ اُس سے غصب کیا اور کرایہ اُس ذات کا جس کو اُس نے اجارہ دیا تھا ساقط ہو گیا بسبب مقدم ہونے قبضۂ امانت دار دغیرہ کے مدیون دغیرہ پر اثبات یہ بسبب مطالبہ کے تھا اور مطالبہ تو بسبب گرفتاری ماقبل دارین کے ساقط ہوا اور مدیون دغیرہ کا یداور مسلمین کے پیسے اسبق ہے تو اسی کو مخصوص ہو گا لہذا دین دغیرہ ساقط ہو گا اور غنیمت نہ ہو گا کذا فی البحر وصار مالہ کودیعۃ وما عند شریکہ ومضاربہ وما فی بیتہ فی دارنا فیأ اور مال اُس کا چنانچہ اُس کی امانت اور جو مال کہ اُس کے شریک یا مضارب کے پاس ہے اور جو اُس کے گھر میں ہے دارالاسلام کے اندر غنیمت ہو جاوے گا یعنی اس واسطے کہ مال مذکور اُس کے قبضے میں ہے تقدیراً کیونکہ امانتدار دغیرہ کا قبضہ قائم مقام صاحب امانت کے ہے تو امانت دغیرہ غنیمت ہو جاوے گی اس کی ذات کی تبعیت سے واختلف فی الرہن درج فی النہر انہ للمرتہن بدینہ اور اختلاف روایت ہے اُس کے رہن میں اور نہر الفائق میں ترجیح دی ہے کہ مرتہن ہی کے واسطے ہے بعوض اُس کے دین کے یہ قول ہے ابو یوسف کا اور محمد کے نزدیک مرہون بیچا جاوے اور اُس سے مرتہن کا دین ادا کیا جاوے اور جو زیادہ ہو ادائے دین سے وہ غنیمت ہے مسلمین کی صاحب بحر نے محمد کے قول پر ترجیح دی ہے اور حموی نے صاحب نہر کی ترجیح کو رد کیا ہے کذا فی الطحطاوی وفی السراج لو بعث من یاخذ لو دیعۃ و القرض یجب التسلم الیہ انتہی اور سراج میں ہے کہ اگر مستامن مذکور نے کسی شخص کو دارالحرب سے امانت اور قرض لینے کے واسطے بھیجا تو اُس کو امانت اور قرض کا سپرد کرنا واجب ہے انتہی کلامہ یعنی اس واسطے کہ اُس کا مال غنیمت نہیں ہوتا مگر اُس کی گرفتاری یا قتل سے سو ہنوز حاصل نہیں وعلیہ فیوفی منہ دینہ ہنا ولو صارت ودیعۃ فیأ اور بنابر وجوب تسلیم ودیعت اور قرض کے تو ادا کیا جاوے گا اُس کے مال سے دین اس کا جو اُس نے دارالاسلام میں مسلم سے قرض لیا یا ذمی سے اگر یہ اُس کی ودیعت غنیمت ہو گئی طحطاوی نے کہا یہ بحث ہے صاحب بحر

Marfat.com

کی نہ روایت مذہب وان قتل اومات فقط بلا غلبۃ علیہم فدینہ وقرضہ ودیعتہ لورثتہ لان نفسہ لم تصر مغنومۃ فکذا مالہ کما لو ظہر علیہ فہرب فمالہ اور اگر مستامن مذکور بعد رجوع دارالحرب کے قتل کیا گیا بدون گرفتاری کے یا فقط مرگیا بدون غالب ہونے مسلمین کے دارالحرب پر تو اُس کا دین اور قرض اور امانت اُس کے وارثوں کے واسطے ہے اس واسطے کہ ذات اُس کی مغنوم نہیں ہوئی تو اسی طرح اُس کا مال بھی غنیمت نہیں ہوا چنانچہ اگر وہ گرفتار ہوا پھر بھاگ گیا تو اُس کا مال اُسی کے واسطے ہے کیونکہ اُس کی گرفتاری اُس کے بھاگ جانے سے باطل ہوگئی م خلاصہ یہ ہے کہ یہاں پانچ صورتیں ہیں تین صورتوں میں تو اُس کا دین ساقط ہے اور اُس کی امانت غنیمت ہے (۱) دارالحرب پر غالب ہونے اور اُس کے گرفتار کرنے سے (۲) دارالحرب پر غالب ہونے اور اُس کے قتل کرنے سے (۳) بدون غلبۂ دارالحرب اُس کی گرفتاری سے اور دو صورتوں میں اس کا مال غنیمت نہیں بلکہ بطور سابق قائم رہے گا اگر وہ زندہ ہے تو آپ لے نہیں تو اُس کے وارث لیں گے (۱) اُس کے گرفتار ہونے سے پھر بھاگ جانے سے (۲) اُس کے مقتول ہونے سے بدون مغلوبی دارالحرب کے یا اس کے مرجانے سے کذا فی النہر حربی ہنا لہ ثمہ عرس واولاد ودیعۃ مع معصوم وغیرہ فاسلم ہنا اوصار ذمیا ثم ظہرنا علیہم فکلہ فی العدم یدہ وولایتہ ولو سبی طفلہ الینا فہو فئ مسلم ایک حربی یہاں دارالاسلام میں ہے جس کی وہاں دارالحرب میں جورو اور اولاد اور امانت ہے شخص معصوم یا غیر معصوم کے ساتھ پھر وہ یہاں دارالاسلام میں مسلمان ہوگیا یا ذمی ہوگیا پھر ہم اہل اسلام اہل حرب پر غالب ہوئے تو اُس کی زوجہ اور اولاد اور امانت سب غنیمت ہے بسبب نہ ہونے اُس کے قبضے اور ولایت کے اور اگر اس کا طفل دارالاسلام میں گرفتار ہو آیا تو وہ مملوک مسلم ہے م طفل مسلمان ٹھہرا اپنے باپ کی تبعیت سے اس واسطے کہ دونوں ایک ملک میں مجتمع ہوئے بخلاف اُن اطفال کے جو دارالحرب میں ہیں کہ وہ اسلام میں تابع اپنے باپ کے نہ ہوں گے بسبب تباین دارین کے وان اسلم ثمہ فجاء ہنا فظہرنا علیہم فطفلہ حر مسلم لاتحاد الدار اور اگر حربی دارالحرب میں مسلمان ہوا پھر یہاں دارالاسلام میں آیا پھر اہل اسلام کا اہل حرب پر غلبہ ہوا تو اس کا طفل صغیر حر مسلم ہے اپنے باپ کی تبعیت سے بسبب متحد ہونے دار کے یعنی جب اُس کا باپ مسلمان ہوا تھا تو دونوں دارالحرب میں واقع تھے کذا فی النہر ودیعتہ مع معصوم لہ لان یدہ کیدہ محترمۃ اور امانت اُس کی شخص معصوم کے ساتھ اُسی کے واسطے ہے اس واسطے کہ قبضہ امانتدار معصوم کا صاحب امانت کے قبضے کے مانند محترم ہے یعنی بسبب اسلام کے وغیرہ فئ وعینا غصبہا مسلم لعدم النیابہ فتح اور سوائے امانت کے اور مال اس کا غنیمت ہے اگرچہ اُس کی کسی چیز کو مسلم نے اس سے غصب کیا ہو بسبب عدم نیابت کے کذا فی الفتح اس واسطے کہ غاصب کا قبضہ صحیح نہیں جو مالک کے قبضے کے قائم مقام ہو وللامام حق اخذ دیتہ مسلم لا ولی لہ اصلا اور امام کے واسطے اس مسلمان کی دیت کے لینے کا حق ہے جس کا کوئی ولی وارث نہیں ہر گز م مقصود یہ ہے کہ اس کا خون بہا لے کر بیت المال میں رکھے والا قتل خطا کا حکم معلوم ہے ولہذا کفارہ مذکور نہ کیا اس واسطے کہ جنایات میں مذکور ہوگا ودیتہ مستامن اسلم ہنا من عاقلۃ قاتلہ خطاء نفسا معصوما وامام کو اس مستامن کی دیت کے لینے کا حق ہے جو یہاں دارالاسلام میں مسلمان ہوا اور اس کے قاتل کے اہل محلہ سے خون بہا لے قتل خطا میں بسبب قتل کرنے قاتل کے نفس معصوم الدم کو یعنی مستامن کا ولی دارالحرب میں کالعدم ہے لہذا امام اس کا خون بہا لے گا اس واسطے کہ امام اس کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہیں وفی العمد لہ القتل قصاصا او الدیۃ صلحا لا العفو نظرا لحق العامۃ اور لا وارث مسلم اور مستامن مسلم کے قتل عمد میں امام کو قاتل کا قتل جائز ہے بنا بر قصاص کے یا خون بہا لینا بطور صلح کے نہ معاف کرنا بنظر حق عامہ مسلمین کے یعنی اگر دیت بیت المال میں جمع ہوگی تو سب اہل اسلام کو حصہ ملے گا تو خون معاف کر دینے میں ان کی حق تلفی ہے حربی او مرتد او من وجب علیہ القود التجا بالحرم لا یقتل بل یحبس عنہ الغذاء لیخرج فیقتل لان من دخلہ فہو امن بالنص ویجئ فی الجنایات حربی یا

Marfat.com

یا مرتد یا جس پر قصاص واجب ہوا جا چھپا بیت اللہ کے حرم میں تو حرم کے اندر وہ مقتول نہ ہوگا بلکہ اس کا کھانا روکا جائے یعنی اسکو کوئی کھانا پینا مطلق نہ دے تا وہ حرم سے باہر نکلے عاجز ہو کر پھر حرم کے باہر قتل کیا جاوے اس واسطے کہ جو شخص حرم میں داخل ہوا وہ امن میں ہو گیا بموجب نص قرآنی کے یعنی (ومن دخلہ کان آمنا) اور یہ مسئلہ آگے کتاب الجنایات میں آوے گا **لا تصیر دار الاسلام دار الحرب الا بامور ثلثۃ باجراء احکام اہل الشرک باتصالہا بدار الحرب بان لا یبقی فیہا مسلم او ذمی امنا بالامان الاول علی نفسہ** دار الاسلام دار الحرب نہیں ہوتا مگر تین امور کے پائے جانے سے (۱) اہل شرک کے احکام جاری ہونے سے (۲) اور اس کے متصل ہونے سے دار الحرب کے ساتھ (۳) اور اس سے کہ وہاں مسلم یا ذمی بے دھڑک نہ باقی رہے اپنی ذات پر امان اول سے م اہل شرک سے سب اہل کفر مراد ہیں یعنی اہل کفر کے احکام علی الاعلان بلا دغدغہ جاری ہوں اور حکم اسلام وہاں نہ جاری ہو اور اتصال دار الحرب سے یہ مراد ہے کہ دونوں کے درمیان میں بلا دا سلام کا کوئی شہر واقع ہو اور امان اول سے وہ امان مراد ہے جو ثابت تھی قبل غالب ہونے کفار کے مسلم کو اسلام کے سبب سے اور ذمی کو عقد ذمہ کی جہت سے اور اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں یا اہل حرب کسی شہر پر بلاد اسلام سے غالب ہو جائیں یا کسی شہر کے لوگ مرتد ہو کر احکام کفر جاری کریں یا اہل ذمہ عہد توڑ کر اپنے ملک پر غالب ہو جائیں تو ان سب صورتوں میں وہ ملک دار الحرب نہ ہوگا امام اعظم کے نزدیک مگر شرائط مذکورہ ثلثہ سے اور صاحبین نے کہا کہ فقط ایک ہی شرط سے دار الاسلام دار الحرب ہو جاتا ہے یعنی احکام کفر کے ظاہر کرنے سے اور یہی قول قیاس کے موافق ہے کذا فی العالمگیریہ عن السراج الوہاج طحطاوی نے کہا جب دار الاسلام دار الحرب ہو گیا تو وہاں حدود اور قصاص نہ جاری ہوگا اور اس پر مسلم کو اہل حرب کی جان اور مال کا متعرض ہونا حلال ہے سوائے حلت فروج کے اور احکام مذکورہ منعکس ہو جائیں گے جب دار الحرب دار الاسلام ہو جائے گا **و دار الحرب تصیر دار الاسلام باجراء احکام اہل الاسلام فیہا کجمعۃ وعید و ان بقی فیہا کافر اصلی وان لم تتصل بدار الاسلام** درر وہذا ثابت فی نسخ المتن ساقط من نسخ الشرح فکانہ ترکہ لمجیٔ بعضہ ووضوح باقیہ اور دار الحرب دار الاسلام ہو جاتا ہے احکام اسلام کے جاری کرنے سے اس میں چنانچہ نماز جمعہ اور عید اگرچہ وہاں کا فر اصلی باقی رہے اور گو وہ ملک دار الاسلام سے نہ متصل ہو کذا فی الدرر اور یہ عبارت یعنی حربی وغیرہ کے دخول حرم سے آخر تک متن کے نسخوں میں ثابت ہے اور مصنف کی شرح کے نسخوں سے ساقط ہے سو گویا مصنف نے اس کو شرح میں متروک کر دیا بسبب آنے بعضے مضمون کے اور واضح ہونے باقی کلام کے یعنی دخول حربی کا حرم میں کتاب الجنایات میں آوے گا اور باقی مضمون واضح ہے طحطاوی نے کہا اس کے واضح ہونے میں بحث ہے م شرح ملتقی میں شرنبلالیہ سے منقول ہے کہ قاری ہدایہ سے سوال ہوا دریائے شور یعنی سمندر سے کہ وہ دار الاسلام سے ہے یا دار الحرب سے جواب دیا کہ وہ کسی میں داخل نہیں کہ وہاں کسی کا قہر اور حکومت نہیں طحطاوی نے کہا کہ ہم نکاح کافر کے باب میں مذکور کر چکے ہیں کہ دریائے شور دار الحرب میں داخل ہے اور شیخ الاسلام ابو سعود کے حاشیہ میں بعد ذکر جواب قاری ہدایہ کے مذکور ہے شرح نظم ہالی سے کہ سجر املح کا سطح دار الحرب کے حکم میں ہے انتہی تو معلوم ہوا کہ جو قاری ہدایہ نے مذکور کیا وہ اس کی بحث ہے تو نفس مقدم ہے اسپیجابی اور اسروشنی نے اپنی فصول میں ابو الیسر سے مذکور کیا کہ دار الاسلام دار الحرب نہیں ہوتا جب تک وہ سب امور باطل نہ ہو جائیں جن کی جہت سے وہ دار الاسلام ہوا ہے اور اسبیجابی نے اپنی مبسوط میں اسی طرح مذکور کیا ہے اور امام ناصر الدین نے منشور میں ذکر کیا کہ دار الاسلام بسبب جاری ہونے احکام اسلام کے دار الاسلام ہوا ہے تو جب تک کوئی چیز بلائق اسلام سے باقی رہے کی تو جانب اسلام کو ترجیح دی جاوے گی کذا فی حاشیہ الطحطاوی ملتقط میں مذکور ہے کہ جو بلاد کہ کفار کے ہاتھ میں ہیں بلاشک وہ بلاد اسلام ہیں نہ بلاد حرب اس واسطے کہ وہ بلاد حرب سے متصل نہیں اور اس واسطے کہ کفار نے اس میں احکام کفر کے بھی جاری نہیں کیے بلکہ اہل اسلام قاضی ہیں اور جس شہر میں ان کی طرف سے حاکم مسلمان ہے تو اقامت جمعہ اور عید اور اخذ خراج اور تقلید قضاۃ جائز ہے بسبب استیلاء مسلم کے اور کفار کی اطاعت یا یہ موعدۃ

ف دار الاسلام کس صورت میں دار الحرب ہوتا ہے ۱۲

Marfat.com

ہے یا مخادعہ اور جن شہروں پر کفار حاکم ہیں تو مسلمین کو اقامت جمعہ اور عید جائز ہے اور آپس کی رضامندی سے ایک شخص قاضی ہو سکتا ہے اور اہل اسلام کو واجب ہے کہ کفار سے درخواست کریں کہ ہم پر مسلمان کو حاکم کرے کذا فی الفصول العمادیۃ

باب العشر والخراج والجزیۃ

یہ باب ہے عشر اور خراج اور جزیہ کے احکام میں م جب مصنف نے اُس کو ذکر کیا جس سے کافر مستامن ذمی ہو جاتا ہے تو اُس کے بعد ضائف مالیہ کو ذکر کیا یا جو ذمی پر ذمی ہونے کے بعد لازم آتی ہے یعنی ذمی کی زمین اور سر کا خراج چونکہ خراج ارض اور خراج راس کی تفریعات میں کثرت تھی لہذا ان کو دونوں میں مذکور کیا اور خراج ارض کو مقدم کیا اس واسطے کہ اُس میں گفتگو ہے پھر خراج کے ساتھ عشر کو بھی ذکر کر دیا تا وظیفۂ ارض کی تکمیل اور تتمیم ہو جائے اور ذکر عشر کا خراج پر اس واسطے مقدم کیا کہ اُس میں عبادت کا مضمون ہے بخلاف خراج کے کہ وہ عقوبت ہے عشر بضم عین لغت میں عبارت ہے واحد من العشر یعنی دسواں حصہ اور خراج بالفتح وہ ہے جو زمین یا غلام کی پیدائش سے خارج ہو اور جس کو بادشاہ وظیفۂ ارض اور راس سے لے وہ مسمی بخراج ہے پھر مصنف نے تحدید اور تعیین عشری اور خراجی زمین کی اول شروع فرمائی اس واسطے کہ اس طرح ضبط احکام اسہل ہے کذا فی النہج الغفار حاکم اسلام پر واجب ہے کہ جب اُس کو عشر اور خراج اور جزیہ ملے تو اس کے مستحقین پر صرف کرے والا اُس کا وبال اُس کی گردن پر ہے اور اگر عشر اور خراج خلاف شرع لیگا تو ظالم ہوگا اور جو اُس کو حلال جان کر لے وہ کافر ہے اور ہمارے زمانے کے حاکم فاسق اور ظالم ہیں اس واسطے کہ وہ خراج وغیرہ کو خلاف شرع خرچ کرتے ہیں یعنی ملک کے محصول کو اپنے باپ کا مال سمجھتے ہیں اور اہل استحقاق کو محروم کر کے اُس کو بیہودہ اپنے عیش اور آرام میں صرف کرتے ہیں کذا فی الطحطاوی عن الحوی ارض العرب ہی من حد الشام والکوفۃ الی اقصی الیمن وما اسلم اہلہ طوعا او فتح عنوۃ وقسم بین جیشنا والبصرۃ ایضا باجماع الصحابۃ عشریۃ لانہ الیق بالمسلم زمین عرب کی اور وہ شام اور کوفہ کی حد سے منتہائے یمن تک ہے اور جس ملک کے رہنے والے بخوشی مسلمان ہوئے یا جو ملک بزور اور شوکت اسلام فتح ہوا اور اُس کی زمین لشکر اسلام میں تقسیم ہو گئی اور بصرہ بھی باجماع صحابۂ کرام عشری ہے اس واسطے کہ دسواں حصہ لینا مسلمان سے لائق تر ہے م رخی نے کہا عرب عبارت ہے زمین حجاز اور تہامہ اور یمن اور مکہ اور طائف اور بادیہ یعنی جنگل سے اور غیر رخی نے کہا کہ مکہ تہامہ میں داخل ہے تہامہ بکسر اول وہ زمین ہے جو نجد سے نیچی ہے اور نجد اونچی زمین کا نام ہے اور حجاز اس زمین کا نام ہے جو تہامہ اور نجد کے درمیان حاجز اور فاصل ہے عرب کو جزیرہ یعنی ٹاپو اس واسطے کہتے ہیں کہ بحر حبش اور بحر فارس اور فرات اُس کو محیط ہے اور عرب کی حد طول میں عدن سے ہے عراق تک اور عرض میں جدہ سے ہے شام تک زمین عرب کی عشری اس واسطے ہوئی کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام اور خلفائے راشدین سے منقول نہیں کہ وہاں سے کسی نے خراج لیا ہو اور جیسے عرب کی رقبت جائز نہیں ویسے ہی اُن کے ملک سے خراج درست نہیں وکذا بستان مسلم او کرمہ کان دارہ در رد المحتار باب العاشر شئی من ہذا وحررناہ فی شرح الملتقی اور اسی طرح مسلمان کا باغ اور انگور اُس کا جہاں اُس کا گھر تھا عشری ہے کذا فی الدر رباب العاشر میں اُس کا بیان یہاں سے زیادہ تر گذر گیا اور ہم نے اس کو تحریر کیا ہے شرح ملتقی میں م شرح ملتقی میں معراج سے یوں مذکور ہے کہ جو گھر باغ بنایا گیا اگر گھر ذمی کا ہے تو اُس میں خراج ہے مطلقا اور اگر مسلمان کا ہے سو اگر اُس نے خراج کے پانی سے سینچا تو اس میں خراج ہے اور عشر کے پانی سے سینچا تو عشر ہے اور اگر مسلم یا ذمی نے اس کو کا ہے خراج کے پانی سے سینچا اور گاہے عشر کے پانی سے تو مسلم پر عشر ہے اور ذمی پر خراج کذا فی الحلبی ملخصا وسواد قری العراق وحدہ من العذیب بضم وفتح قریۃ من قری الکوفۃ الی عقبۃ حلوان بن عمران بضم وسکون قریۃ بین بغداد وہمدان عرضا اور سواد قریات عراق اور عراق کے ملک کی حد عذیب سے ہے عقبہ حلوان بن عمران تک عرض میں عذیب بضم عین مہملہ وفتح ذال معجمہ ایک گاؤں کا نام ہے قریات کوفہ سے اور عقبہ حلوان بضم حا وسکون لام ایک گاؤں ہے بغداد اور ہمدان کے درمیان م نہایہ میں ہے سواد

Marfat.com

عراق سے قریات عراق مراد ہیں اُن کو سواد کہا بسبب اُن کے اشجار اور زراعت کی سرسبزی کے عرب سبز کو سیاہ بولتے ہیں اس واسطے کہ سبز دور سے سیاہ نظر آتا ہے تو کلام شارح کا بحذف حرف تفسیر ہے اور اضافت بیانی ہے اور عراق سے مراد عراق عرب ہے جس میں کوفہ اور بصرہ اور بغداد اور نجف اور کربلا واقع ہیں اور شرنبلالیہ وغیرہ میں کہا کہ عذیب بنی تمیم کے پانی کا نام ہے قریب کوفہ کے اور شاید کہ اس چشمے کے کنارے پر گاؤں آباد ہو مسمی بعذیب تو دونوں قولوں میں اختلاف نہ رہا **ومن العلث** بفتح فسکون مثلثۃ قریۃ شرقی دجلۃ موقوفۃ علی العلویۃ وما قیل من الثعلبیۃ بفتح فسکون غلط مصنف عن المغرب **الی عبادان** بالتشدید حصن صغیر لسبا البحر فی المثل لیس وراء عبادان قریۃ مستصفی طولا اور حد عراق کی علث پر ہے عبادان تک طول میں علث بفتح عین مہملہ وسکون لام پھر ثاے مثلثہ قریہ ہے دجلہ کے مشرق کی جانب سادات علوی پر موقوف ہے اور وہ جو بعضوں نے یعنی شارح وقایہ وغیرہ نے کہا ہے کہ طول عراق کا ثعلبیہ بفتح اول وسکون ثانی سے ہے مصنف نے مغرب سے اپنی شرح میں نقل کیا ہے کہ عبادان بشدید ثانی قلعہ صغیرہ ہے دریاے شور کے کنارے پر مثل میں وارد ہے عبادان کے پرے کوئی قریہ نہیں یعنی بلکہ دریا ہے کذا فی المستصفی طحطاوی نے مصباح سے نقل کیا کہ عبادان بوزن صیغہ تثنیہ شہر ہے دریاے فارس پر متصل بصرہ وبالایام اثنان وعشرون یوما ونصف وعرضہ عشرۃ ایام سراج اور طول عراق کا باعتبار ایام کے ساڑھے بائیس دن کی راہ ہے اور عرض اس کا دس دن کی راہ ہے کذا فی السراج م بحر الرائق میں شرح ذخیرہ سے منقول ہے کہ سواد عراق کا طول ایک سو ستر فرسنگ کا ہے اور عرض اسی فرسنگ کا اور مساحت اس کی زمین کی چھتیس لاکھ جریب ہے کذا فی المنح **وما فتح عنوۃ ولم یقسم بین جیشنا الا مکۃ سواء اقر اہلہ علیہ او نقل الیہ کفار آخر او فتح صلحا خراجیۃ لانہ الیق بالکافر** اور جو ملک کہ بشوکت اسلام فتح ہوا اور لشکر اسلام کے درمیان تقسیم نہ ہوا سوائے مکہ معظمہ کے خواہ وہاں کے لوگ اس ملک پر ثابت اور قائم رکھے گئے یا اس ملک کی طرف اور کفار بلا کر بسائے گئے یا جو ملک بطور صلح کے مفتوح ہوا وہ خراجی ہے اس واسطے کہ خراج کافر سے مناسب تر ہے م سواد عراق پر امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کے سامنے خراج مقرر کیا چنانچہ کتب سیر میں مشہور ہے نقل روایت کی اس میں حاجت نہیں اور اسی طرح بعد فتح مصر اور شام کے خلافت فاروقیہ میں خراج مقرر ہوا خراج کافر سے اس واسطے مناسب ہوا کہ وہ متضمن عقوبت ہے اور اُس میں تغلیظ ہے لہذا خراج بجر لیا جاتا ہے اگرچہ کافر نے اُس میں زراعت نہ کی ہو کیونکہ خراج عین ارض سے متعلق ہے بخلاف عشر کے کہ وہ عین خارج سے متعلق ہے تو بدون زراعت کے تقاضا عشر کا نہیں اور ہر چند مکہ معظمہ بزور فتح ہوا اور وہاں کے لوگ وہیں قائم رکھے گئے لیکن وہ عشری ہے نہ خراجی اس واسطے کہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے وہاں سے خراج نہ لیا اور شاید کہ وجہ عدم خراج یہ ہو کہ وہاں زراعت نہیں ہوتی واللہ اعلم **وارض سواد مملوکۃ لاہلہا یجوز بیعہم لہا وتصرفہم فیہا** ہدایہ وعند الائمۃ الثلثۃ ہی موقوفۃ علی المسلمین فلم یجز بیعہم فتح اور سواد عراق کی زمین مملوک ہے وہاں کے لوگوں کی اُن کو بیع کرنا اور اس میں تصرف کرنا مانند ہبہ اور وصیت اور اجارہ اور وقف کے جائز ہے کذا فی الہدایہ اور باقی تینوں اماموں کے نزدیک وہ زمین مسلمانوں پر وقف ہے تو وہاں کے لوگوں کی بیع ان کے نزدیک جائز نہیں کذا فی الفتح م اور عراق کے حکم میں وہ ملک ہے جو بزور اسلام فتح ہوا اور وہاں کے لوگ وہیں قائم رکھے گئے یا جو ملک بصلح فتح ہوا اور ان کی اراضی پر خراج مقرر ہوا تو وہاں کے زمیندار اپنی زمین کے مالک ہیں بیع اور ہبہ وغیرہ ان کو جائز ہے اور ارث اس میں جاری ہے یہاں تک کہ کوئی شخص اُن میں سے باقی نہ رہے تب اس کی ملکیت بیت المال کی طرف منتقل ہوگی کذا فی الطحطاوی عن الشرح الملتقی تو معلوم ہوا کہ اکثر قریات ہندوستان کے زمیندار اپنی زمین کے شرعاً مالک ہیں ان کی بیع اور ہبہ وغیرہ نافذ ہے اس واسطے کہ جب ہندوستان فتح ہوا تو یہاں کے لوگوں پر ثابت رکھا گیا خراج لے کر **ویجب الخراج فی ارض الوقف**

Marfat.com

لا الشراۃ من بیت المال اذا وقفہا مشتریہا فلا عشر فیہا ولا خراج عشر نبلالیہ معزیا للبحر وکذا لو لم یوقفہا کما ذکرتہ فی شرح الملتقی اور خراج واجب ہے وقف کی زمین میں مگر اُس وقفی زمین میں خراج نہیں جو بیت المال سے خریدہوئی جب کہ اُس کو وقف کیا اُس کے مشتری نے تو نہ اُس میں عشر ہے نہ خراج کذا فی الشرنبلالیہ ناقلا عن البحر اور اسی طرح اُس میں عُشر اور خراج نہیں اگر مشتری نے اس کو وقف نہ کیا چنانچہ میں نے اُس کو شرح الملتقی میں مذکور کیا ہے م بیت المال کی اراضی کو بیچنا سلطان کو جائز نہیں مگر اس شرط سے کہ جب مسلمین کو معاذ اللہ حاجت شدید واقع ہو کذا فی الطحطاوی عن التحفۃ المرضیۃ والصبی والمجنون لو کانت الارض خراجیۃ والعشر لو عشریۃ درر ومرفی الزکوۃ اور خراج واجب ہے وقف اور صغیر اور مجنون کی زمین سے اگر وہ زمین خراجی ہو اور عشر واجب ہے اگر وہ عشری ہے کذا فی الدرر اور یہ مسئلہ کتاب الزکوۃ میں مذکور ہو چکا وقالوا ارض الشام ومصر خراجیۃ اور فقہا نے کہا کہ زمینیں مصر اور شام کی خراجی ہیں م ہدایہ میں ہے کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصر پر خراج مقرر کیا جب کہ اُس کو عمرو بن العاص نے فتح کیا اور اسی طرح باجماع صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم شام پر خراج مقرر ہوا کذا فی المنح وفی الفتح الماخوذ الان من اراضی مصر اجرۃ لا خراج الا تری انہا لیست مملوکۃ للزراع کما نہ لموت المالکین شیئا فشیئا بلا وارث فصارت لبیت المال وعلی ہذا فلا یصح بیع الامام ولا شراءہ من وکیل بیت المال بشئ منہا لانہ کولی الیتیم فلا یجوز الا للضرورۃ والعیاذ باللہ زاد فی البحر او رغب فی العقار نصف قیمتہ علی قول المتاخرین المفتی بہ حلیت وسیجئ فی باب الوصی جواز بیع عقار الصبی فی سبع مسائل اور فتح القدیر میں ہے کہ جواب حاصل ہوتا ہے مصر کی اراضی سے وہ اجرت ہے نہ خراج کیا تو نہیں جانتا کہ اراضی مذکورہ زراعت کرنے والوں کی مملوک نہیں گویا عدم مملوکیت اس کی بسبب مرجانے اُس کے مالکوں کے ہے اندک اندک بلا وارث تو وہ اراضی بیت المال کی ہوگئی اور بموجب اس کے تو صحیح نہیں بیچنا امام کا اُس اراضی کو اور نہ حاکم کا خرید کرنا بیت المال کے وکیل سے کسی زمین کو اُس میں سے اس واسطے کہ امام اور سلطان بیت المال کے مملوک میں یتیم کے ولی کے مانند ہے تو اُس کی بیع اور شرا جائز نہیں مگر بسبب ضرورت کے والعیاذ باللہ بحر الرائق میں اتنا زیادہ کہا ہے یا زمین کی خرید میں رغبت زیادہ ہوگئی ہو اگر کی دونی قیمت ہوجانے سے تو اس کی بیع جائز ہے بموجب قول متاخرین کے جو مفتی بہ ہے میں کہتا ہوں باب الوصی میں آوے گا اراضی صغیر کی بیع کا جائز ہونا سات صورتوں میں م بیت المال کا وکیل وہ ہے جس کو سلطان نے بیت المال کی خبر گیری پر دار وغہ کیا شرح ملتقی میں کہا کہ عشری اور خراجی کے سوا یہاں ایک تیسری قسم زمین ہے جس کو اراضی مملکت اور اراضی جوزہ کہتے ہیں یعنی زمین سلطانی وہ اراضی ہے جس کے مالک مرگئے بلا وارث اور اُس کی ملک بیت المال کی طرف راجع ہوئی یا جو ملک بزور لشکر اسلام فتح ہوا اور اہل اسلام کی ملک میں تا قیامت باقی رکھا گیا اور اس اراضی کا حکم تاتارخانیہ میں یوں مذکور ہے کہ سلطان کو جائز ہے کہ وہ اراضی زراعت کرنے والوں کو دے دو طریق پر یا مزارعین کو مالکوں کے قائم مقام کرے زراعت اور خراج کے دینے میں یا زمین اُن کو اجارہ دے خراج کے برابر تو جو اُن سے حاصل ہو وہ خراج ہے امام کے حق میں پھر اگر نقد مقرر ہو تو وہ خراج موظف ہے اور اگر بعض خارج ہو تو خراج مقاسمہ ہے اور مزارعین کے حق میں تو فقط اُجرت ہے نہ عشر نہ خراج انتہی مافی التاتارخانیہ اگر کوئی کہے کہ استیجار ارض کا بعض خارج سے جائز نہیں کیونکہ اجارہ فاسدہ ہے بسبب جہالت کے اُس کا جواب یہ ہے جو مذکور ہو چکا کہ حاصلات امام کے حق میں خراج ہے اور مزارعین کے حق میں اجرت بفرورت عدم صحت خراج حقیقۃً وحکماً پھر جب اراضی مذکورہ دو طرح پر مزارعین کو دی تو اُس اراضی میں اُن کو بیع اور تصرف کرنا جائز نہیں اور وراثت اُس میں جاری نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا وافتی مفتی دمشق فضل اللہ ارضی بان غالب اراضینا سلطانیۃ لانقراض ملاکہا مالت لبیت المال فتکون فی یدزراعہا کالعاریۃ انتہی اور یہ فتوی دیا مفتی دمشق فضل اللہ رضی نے کہ اکثر ہماری اراضی سلطانی ہے بسبب ہلاک ہوجانے اُن کے مالکوں کے تو وہ بیت المال کی طرف راجع ہوئیں سو اپنے کاشتکاروں کے ہاتھ میں عاریت کے مانند

Marfat.com

ہیں انتہی وفی النہر عن الواقعات لو اراد السلطان شراء ہا لنفسہ او امر غیرہ بشرائہا منہ لنفسہ انتہی اور نہر الفائق میں واقعات سے منقول ہے کہ اگر سلطان بیت المال کی زمین کی خرید کا ارادہ کرے تو اپنے غیر کسی شخص کو مثلاً وکیل بیت المال کو امر کرے اُس کے بیچ ڈالنے کا پھر اُس کو اُس کے مشتری سے خرید کرلے اپنے واسطے انتہی م طحطاوی نے کہا یہ قول مخالف ہے قول سابق کہ امام کو بیت المال کے وکیل سے بھی خرید کرنا جائز نہیں مگر یہ کہ اُس کو اس حالت پر محمول کیجیے جب مسلمین کو ضرورت شدیدہ پیش آوے واذا لم یعرف الحال فی الشراء من بیت المال فالاصل الصحۃ وبہ یعرف صحۃ وقف المشتراۃ من بیت المال وان شروط الواقفین صحیحۃ وانہ لا خراج علی اراضیہا اور جب کہ حال معلوم نہ ہو بیت المال سے خرید کرنے کا یعنی بوقت شراء مجوز بیع شرعاً حاصل تھا یا نہ تھا تو اصل یہاں صحیح ہونا خرید کا ہے اور بسبب اصل صحت کے معلوم ہو گئی صحت وقف اس زمین کی جو بیت المال سے خرید ہوئی اور یہ کہ شروط واقفین کی صحیح ہیں اور یہ کہ اُس اراضی موقوفہ پر خراج نہیں م جب شروط واقفین کی صحیح ہوئیں تو اُن کے بموجب عمل کرنا واجب ہوگا اور یہ جو حموی نے توہم کیا ہے کہ اراضی مذکورہ بیت المال کے حکم پر باقی ہے سو غیر صحیح ہے وموات احیاہ ذمی باذن الامام اور صحیح کہ کافر خراجی اور جس لاوارث افتادہ زمین کو ذمی نے بحکم امام آباد کیا یا امام نے اس کو بطور عطا دیا چنانچہ مذکور ہو چکا وہ خراجی ہے ولو احیاہ مسلم اعتبر قربہ لان ما قارب الشیٔ یعطی حکمہ اور اگر زمین افتادہ کو مسلم نے آباد کیا تو اُس کا قرب معتبر ہوگا کیونکہ جو شئی کے قریب ہوتا ہے اُس کو اسی کا حکم دیا جاتا ہے م اگر وہ زمین خراجی کے نزدیک ہے تو وہ بھی خراجی ہے اور اگر عشری کے نزدیک ہے تو عشری ہے اور یہ مذہب ہے ابو یوسف کا چنانچہ گھر کے آگے کے میدان میں صاحب خانہ منتفع ہوتا ہے اگرچہ وہ اس کی ملک میں نہ ہو یعنی اُس کو بسبب قرب کے وہاں مٹی ڈالنا اور گھوڑا باندھنا درست ہے کذا فی المنح وکل منہما ای العشریۃ والخراجیۃ ان سقی بماء العشر اخذ منہ العشر الا ارض کافر تسقی بماء العشر اذ الکافر لا یبتداء بالعشر اور دونوں قسمیں یعنی زمین عشری اور خراجی اگر عشر کے پانی سے سینچی جائے تو اُس سے عشر لیا جائے گا مگر کافر کی زمین جو عشر کے پانی سے سینچی اس سے خراج ہی لیا جاوے گا نہ عشر اس واسطے کہ کافر سے عشر لینے میں ابتدا نہیں کی جاتی بالاتفاق وان سقی بماء الخراج اخذہ منہ الخراج لان النماء بالماء اور اگر زمین سینچی جائے خراج کے پانی سے تو اُس سے خراج لیا جائے گا اس واسطے کہ افزونی کھیت کی پانی سے ہوتی ہے م علامہ نوح نے فرمایا کہ یہ تفصیل فقط موات یعنی افتادہ زمین میں جاری ہے والا تقسیم اراضی کی باعتبار اُس کی ذات کے عشری اور خراجی کی طرف ہو چکی قطع نظر پانی سے تو زمین افتادہ غیر مزروع کو قبل سینچنے پانی کے عشری اور خراجی سے موصوف نہیں کر سکتے اور مصنف نے یہ قول مخالف کہا قول سابق کے یعنی اول قرب کو معتبر کہا بموجب قول ابو یوسف کے اور حالانکہ وہی مختار ہے پھر پانی کو مذکور کیا بموجب قول محمدؒ کے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وہو ای الخراج لو عان خراج مقاسمۃ ان کان الواجب بعض الخارج کالخمس ونحوہ وخراج وظیفۃ ان کان الواجب شیئا فی الذمۃ یتعلق بالتمکن من الانتفاع بالارض اور وہ یعنی خراج دو قسم پر ہے ایک خراج مقاسمہ ہے اگر واجب بعض خارج ہو جیسے پانچواں حصہ یا نصف یا مانند اس کے اور دوسری قسم خراج وظیفہ ہے اگر واجب کوئی چیز معین ہو ذمہ پر جو متعلق ہے بسبب قادر ہونے کے زمین کی انتفاع سے م اہل ہند خراج کو محصول اور لگتہ کہتے ہیں اور خراج مقاسمہ کو بٹائی اور خراج وظیفہ کو جمعی بولتے ہیں خراج مقاسمہ خارج یعنی کھیت کی پیدائش سے متعلق ہے نہ قدرت انتفاع سے یہاں تک کہ اگر مزارع کھیت نہ بووے گا اُس پر کچھ دینا واجب نہ ہوگا بخلاف خراج وظیفہ خلاصہ یہ ہے کہ خراج مقاسمہ بحکم عشر ہے لیکن مصرف اس کا خراج ہے کذا فی شرح الملتقی کما وضع عمر رضی اللہ عنہ علی السواد لکل جریب ہو ستون ذراعا فی ستین بذراع کسری سبع قبضات وفیل المعتبر فی کل بلدۃ عرفہم وعرف مصر التقدیر بالغدان فتح وعلی الاول والمعول بحر چنانچہ خراج وظیفہ مقرر فرمایا امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سواد عراق پر ہر جریب کے واسطے جریب عبارت ہے شصت در شصت گز سے یعنی ساٹھ گز طول اور ساٹھ گز عرض کسری کے گز سے جو سات قبضے کا گز ہے اور

Marfat.com

بعضوں نے کہا جریب میں ہر شہر کا رواج معتبر ہے اور مصر کا رواج اندازہ کرنا ہے فدان[1] سے کذا فی الفتح اور اعتماد قول اول پر ہے کذا فی البحر ہر ملک کے رواج کا قابل صاحب کافی حافظ الدین اور صاحب محیط ہے اور قول اول اس واسطے صحیح اور معتمد ہوا کہ اگر ہر ملک کا رواج معتبر ہو خراج میں تو لازم آتا ہے اتحاد خراج کا باوجود اختلاف مقادیر کے ہندوستان میں مساحت زمین کی بیگھے کے حساب سے ہوتی ہے ہر بیگھہ ساٹھ گز قطعی طول میں اور اسی قدر عرض میں ہوتا ہے اور قطعی گز تخمیناً تہائی زائد ہے کسری کے گز سے **یبلغہ الماء صاعا من برا وشعیر ودرہما عطف علی الصاع من اجود النقود** زیلعی فاروق اعظم نے ہر ایک اس جریب میں جہاں پانی پہنچتا ہے ایک صاع گیہوں یا جو اور ایک درم نہایت کھرے کو مقرر کیا کذا فی الزیلعی درہما کا عطف صاع پر ہے م پانی پہنچنے سے مراد یہ ہے کہ وہ زمین لائق زراعت کے ہو صاع سے مراد وہ صاع ہے جو آٹھ رطل ہوتا ہے اور لکھنو کے سیر سے ایک صاع تخمیناً تین سیر اور ایک چھٹانک ہے بحر الرائق میں کہا جو اناج کھیت میں بویا جاوے اس سے ایک صاع لیا جاوے گا گیہوں ہوں یا جَو مسور ہو یا جوار اور یہی صحیح ہے انتہی اور درم سے وہ درم مراد ہے جو دس درم سات مثقال کے برابر ہوں تو ایک درم تین ماشے اور ایک رتی اور خمس رتی چاندی کا ہوا خلاصہ یہ ہوا کہ خلافت فاروقیہ میں فی بیگہ تخمیناً تین سیر سنچتہ اناج اور پانچ آنہ محصول زمین کا مقرر ہوا **والجریب الرطبۃ خمسۃ دراہم** اور رطبہ کی ہر جریب میں پانچ درم خراج مقرر ہوا نہر الفائق میں ہے کہ اہل مصر رطبہ کو برسیم اور قرط کہتے ہیں اور غایہ میں ہے کہ رطبہ قصب کا نام ہے جب تک کہ وہ تر رہے اور جوہری نے تفسیر ثانی پر اقتصار کیا اور مغرب میں ہے رطبہ بفتح را اور قصب رطب ہے جمع اس کی رطاب اور کتاب العشر میں ہے کہ بقول غیر رطاب ہیں بقول جیسے گندنا اور رطاب ککڑی کھیرا اور خربوزہ اور بینگن اور جو اس طرح پر ہو اور کتب لغت میں قول اول ہی مذکور ہے انتہی کلام النہر م رطبہ اور قصب کو فارسی میں سپست کہتے ہیں وہ نبات ہے تیل کے مانند گھوڑے اس کو کھاتے ہیں اور ظاہر التفسیر کتاب العشر کی فقہ میں زیادہ تر لائق اعتماد کے ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم **والجریب الکرم او النخل متصلۃ قید فیہما ضعفہا** اور ہر جریب انگور اور نخلستان میں جن کے درخت باہم متصل ہوں اس کا دونا خراج ہے یعنی فی جریب دس درم جس کے تخمیناً تین روپے ہوتے ہیں شارح نے کہا کہ اتصال اشجار کی انگور اور کھجور دونوں میں قید ہے م جس زمین کے گرد احاطہ ہو اور اس میں ایسے گھنے درخت انگور کے ہوں جس کے نیچے زراعت نہ ہو سکے اس کو زبان عرب میں کرم بولتے ہیں کذا فی النہر **ولما سواہ مما لیس فیہ توظیف عمر** کرغفران وبستان وہو کل ارض یحوطہا حائط وفیہا اشجار متفرقۃ ویمکن الزرع تحتہا فلو ملتفۃ ای متصلۃ لا یمکن زراعۃ ارضہا فہو کرم طاقۃ اور ماسوائے اقسام ثلثہ مذکورہ کے جس میں عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توظیف اور تعیین نہیں چنانچہ زعفران اور بوستان بقدر اس کی طاقت کے خراج ہے شارح نے کہا کہ بوستان اس زمین کا نام ہے جس کے گرد احاطہ ہو اور اس میں متفرق درخت ہوں اور زراعت اس کے نیچے ممکن ہو اور اگر اس کے درخت پیچان ہوں یعنی ایسے متصل ہوں جس کی زمین کی زراعت ممکن نہ ہو وہ کرم ہے **وغایۃ الطاقۃ نصف الخارج لان التنصیف عین الانصاف فلا یزاد علیہ فی خراج المقاسمۃ ولا فی الموظف علی مقدار ما وظفہ عمر** رضی اللہ تعالیٰ عنہ وان طاقت علی الصحیح اور نہایت طاقت نصف خارج ہے اس واسطے کہ تنصیف یعنی آدھا لینا عین انصاف ہے تو نصف خارج پر زیادہ نہ کیا جائے بٹائی کے محصول میں اور نہ جمعی محصول میں زیادتی چاہیے اس مقدار سے جس کو امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقرر فرمایا اگرچہ زمین خراج فاروقی سے زیادہ کی طاقت رکھتی ہو بنا بر قول صحیح کے کذا فی الکافی م خراج فاروقی سے زیادہ لینا اس واسطے نہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عاملوں سے پوچھا کہ شاید تم نے زمین پر زیادہ محصول مقرر کیا ہو جس کی اس کو طاقت نہیں انھوں نے کہا نہیں بلکہ ہم نے بقدر طاقت کے معین کیا ہے اور اگر ہم اس سے بھی زیادہ مقرر کرتے تو بھی اس میں گنجائش تھی انتہی تو اس سے ثابت ہوا کہ باوجود طاقت اور گنجائش کے بھی زیادہ لینا جائز نہیں اس واسطے کہ فاروق عادل نے باوجود

---

[1] فدان بفتح فا وذال مشدد کاشتکاری کے بیل کو کہتے ہیں تو غالباً مراد یہ ہے کہ اندازہ مصریوں کا ہل کے جوتنے سے ہے ۱۲

Marfat.com

دریافت طاقت اور گنجائش کے بھی زیادہ لینا تجویز نہ کیا اور یہی قول امام اعظم کا صحیح ہے چنانچہ کافی میں موجود ہے تو جو زمین کہ بعد فاروق اعظم کے مفتوح ہوئی سو اگر اس میں گیہوں پیدا ہوتے ہوں اور حاکم چاہے کہ اس پر فی جریب دو درم مقرر کرے باوجود طاقت اور گنجائش کے تو ہرگز جائز نہیں کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ یہ نص صریح ہے اس محصول کے حرام ہونے پر جس کو حکام ظالمین خراج فاروقی سے زیادہ لیتے ہیں اور اگر یہ بھی مسلم کیجیے کہ اراضی بیت المال کی ہو کر مستاجرہ ہو گئی ہے خراجیہ باقی نہ رہی تو بھی اجرت کی زیادتی خراج سے جائز نہیں چنانچہ تاتارخانیہ سے مذکور ہو چکا **وینقص مما وظف علیہا ان لم تطق بان لم یبلغ** الخارج ضعف الخراج الموظف **فینقص الی نصف الخارج وجوبا وجوازا عند** طاقۃ **وینبغی ان لا یزاد علی النصف ولا ینقص عن الخمس حدادی** اور کم کر ڈالا جائے اس خراج سے جو زمین پر مقرر ہو گیا اگر زمین کو اس کی طاقت نہ ہو اس طرح پر کہ زمین کا غلہ خراج موظف کے دو چند تک نہ پہنچے تو خراج گھٹایا جاوے نصف خارج تک بنا بر وجوب کے اور بنا بر جواز کے طاقت کے وقت اور لائق یوں ہے کہ زیادہ نہ لیا جاوے نصف خارج سے اور کم نہ کیا جاوے خمس سے کذا ذکرہ الحدادی یعنی اگر مثلاً دس سیر فی جریب غلہ پیدا ہو تو محصول پانچ سیر سے زیادہ نہ لے اور دو سیر سے کم نہ کرے اور یہ حکم بنائی کا ہے کذا فی الحلبی عن البحر وفیہ لو غرس بارض الخراج کرما او شجرا فعلیہ خراج الارض الی ان یطعم اور اس میں یعنی جوہرہ حدادی میں ہے اگر ایک شخص خراج کی زمین میں انگور بوئے یا کوئی اور درخت پھلدار تو اس پر زمین کا خراج واجب ہے یہاں تک کہ انگور وغیرہ کھانے کے لائق ہو م خراج زمین سے خراج زراعت مراد ہے یعنی ایک صاع اور ایک درم وکذا لو تلف الکرم وزرع الحب فعلیہ خراج الکرم اور اسی طرح اگر انگور کو کھا گئے اور اناج بو دے تو اس پر انگور کا خراج واجب ہے م اس پر ہمیشہ انگور کا خراج واجب ہوگا اس واسطے کہ اس نے اعلیٰ کو چھوڑ کر ادنیٰ کو اختیار کیا فتاوی عالمگیری میں ہے کہ جو اخس الامرین کی طرف انتقال کرے گا بدون عذر کے اس پر عمدہ کا خراج واجب ہوگا جیسے زعفران چھوڑ کر مثلاً جوار یا باجرہ بو دے اور اس مسئلہ کو دریافت کرنا چاہیے اس کا فتوی نہ دینا چاہیے تاکہ حاکم ظالم لوگوں کے مال نہ چھین لیں یعنی جس کا مال ظلم سے لینا چاہیں گے تو اس پر تہمت رکھیں گے کہ اس نے مثلاً انگور یا زعفران کی زراعت چھوڑ کے جوار یا باجرا بویا اور اس سے خراج زعفران اور انگور کا لیں گے واذا اطعم فعلیہ قدر ما یطیق ولا یزید علی عشرۃ دراہم ولا ینقص عما کان اور جب کہ انگور کھانے کے لائق ہو تو اس پر خراج لازم آوے گا بقدر اس کی طاقت کے اور نہ زیادہ کرے دس درم پر اور نہ کم کرے اس محصول سے جو اس زمین پر قبل انگور بونے کے تھا م طحطاوی نے کہا اذا اطعم مسئلہ اولی سے مرتبط ہے تو بہتر یوں تھا کہ بعد ان یطعم کے مذکور کرتا وکل ما یمکن الزرع تحت شجرۃ فبستان وما لا یمکن فکرم اور جہاں زراعت ممکن ہو درخت کے نیچے وہ بستان ہے اور جہاں ممکن نہ ہو وہ کرم ہے یہ مضمون مکرر ہو چکا واما الاشجار التی علی السکۃ فلا شئ فیہا انتہی اور جو درخت کہ پانی کے بان پر ہوتے ہیں ان پر کچھ خراج نہیں انتہی ما فی الجوہرۃ الحدادی م مسناۃ بضم میم وتشدید نون جامع اللغۃ میں کہا کہ وہ عرم ہے یعنی جو سیلاب روکنے کے واسطے بنایا جاوے کذا فی الطحطاوی وفی زکوۃ الخانیۃ قوم شرکاء فیہا کرم وارض فشری احدہما الکرم والاخر الاراضی وارادوا قسم الخراج فلو معلوما فکما کان قبل الشراء والا کان کان جملۃ فان لم تعرف الکرم الا کروما قسم بقدر الحصص اور خانیہ کی کتاب الزکوۃ میں مذکور ہے کہ ایک قوم نے ایک قریہ خرید کیا جس میں انگور اور زمین ہے سو ایک شخص نے انگور کے باغ مول لیے اور دوسرے نے اراضی مول لی اور دونوں نے قسمت خراج کا ارادہ کیا تو اگر خراج معلوم ہو یعنی انگور کا خراج علیحدہ اور اراضی کا خراج علیحدہ معلوم ہو تو ویسا ہی خراج باقی رہے گا جیسا کہ خرید کرنے سے پہلے تھا اور اگر انگور اور زمین کا خراج جدا جدا معلوم نہ ہو تو خراج وہاں کا مجمل اور مجموعہ رہے گا سو اگر انگور سوائے انگور کے کچھ اور نام سے مشہور نہ ہوں تو خراج کی تقسیم ہوگی بقدر حصوں کے یعنی کوئی شخص انگور کو اراضی نہ جانتا ہو اور اراضی کو انگور نہ جانتا ہو تو مجموع خراج قریہ کا بقدر اس کے حصوں کے قسمت پذیر ہوگا کذا فی الحلبی عن الخانیۃ قریۃ خراجہم متفاوت فطلبوا التسویۃ ان لم یعلم قدرہ ابتداء ترک علی ما کان ایک قریہ

Marfat.com

ہے کہ وہاں کے لوگوں کا خراج مختلف ہے کسی پر کم اور کسی پر زیادہ پھر اہل قریہ نے خراج برابر کر دینے کی درخواست کی اگر مقدار خراج کی ابتدار سے معلوم نہ ہو کہ برابر تھا یا کم وبیش تو بطور سابق چھوڑا جاوے گا **ولا خراج ان غلب الماء علی ارضہ او انقطع الماء او اصاب الزرع آفات سماویۃ کغرق وحرق وشدۃ برد الا اذا بقی من السنۃ ما یکمن الزرع فیہ ثانیا** اور محصول نہیں اس کاشتکار پر جس کی زمین پر پانی غالب ہوا یا پانی وہاں سے منقطع ہو گیا یا کھیت کو آسمانی آفات پہنچیں جیسے کھیتی کا ڈوبنا یا جل جانا یا زیادتی سردی کی برف ریزی سے مگر اس وقت البتہ محصول ہوگا جب ان آفات کے بعد سال میں سے اس قدر مدت باقی رہے جس میں دوسری بار زراعت ہو سکے م فتح القدیر میں کہا فتوی اس پر ہے کہ اگر بعد آفات مذکورہ کے سال میں سے تین مہینے باقی رہیں تو خراج ساقط نہ ہوگا اور آفات سماویہ سے وہ مراد ہے جس کو انسان دفع نہ کر سکے فتاوی خیریہ میں کہا کہ بزازی نے ٹڈی کو بھی غرق اور حرق کے ساتھ ملحق کیا ہے اس واسطے کہ اس کا دفع کرنا نہیں ہو سکتا اور شک نہیں کہ کھیت میں کیڑا لگنا اور چوہا اور بندر اور چیونٹا بھی اسی طرح ممکن الدفع نہیں لیکن ہمارے اکثر علماء نے بندر اور درندے جانور اور رافعی میں عدم سقوط کی تصریح کی ہے اور کچھ فرق نہیں خراج وظیفہ اور خراج مقاسمہ اور عشر میں اور زراعت کی مانند رطبہ اور کرم اور مانند اُن کے ہیں اور یہی قول یعنی سقوط خراج بآفات مذکورہ انصاف سے قریب تر ہے اور ظلم سے دور تر انتہی اور فتاوی عالمگیری میں ذخیرہ کروری سے منقول ہے کہ ملوک عجم یعنی نوشیروانیوں کا کیا خوب طریقہ تھا کہ جب مزارع کی زراعت اُن کے وقت میں آفت رسیدہ ہوتی تھی تو اُس کو بیج وغیرہ مصارف اپنے خزانے سے دیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اپنی رعیت کاشتکار کے نفع میں شریک ہیں تو ہم اُن کے نقصان میں کیوں نہ شریک ہوں تو بادشاہ اسلام اس نیک خصلت میں سزاوار تر ہے انتہی بحر الرائق میں کہا کہ اگر بادشاہ مزارع کو کچھ نہ دے تو لا اقل[1] کہ اُس سے خراج کا ڈانڈ نہ لے **اما اذا کانت الآفۃ غیر سماویۃ ویمکن الاحتراز عنہا کاکل قردۃ وسباع ونحوہما کانعام وفارۃ ودودۃ بحر او ہلک الخارج بعد الحصاد لا یسقط وقبلہ یسقط** اور جب کہ آفت آسمانی نہ ہو اور اس سے بچ رہنا ممکن ہو جیسے بندر اور درندے جانور اور ان کے مانند کے کھیتی کھا جانے سے جیسے چوپائے جانور اور چوہا اور کیڑا کذا فی البحر یا ہلاک ہو گیا غلہ کھیت کاٹنے کے بعد تو خراج ساقط نہ ہوگا اور قبل کھیت کاٹنے کے اگر غلہ تلف ہوگا تو خراج ساقط ہوگا مگر اُس وقت ساقط نہ ہوگا جب سال میں اتنی مدت باقی ہو جس میں دوبارہ کھیتی ہو سکے چنانچہ یہ قید کلام سابق سے مفہوم ہوتی ہے نہر الفائق میں کہا کہ کیڑے کو آفت سماوی میں نہ داخل کرنا مسلم نہیں بلکہ اُس کے آفت آسمانی ہونے میں تردد کرنا لائق نہیں اس واسطے کہ اس سے احتراز ممکن نہیں **ولو ہلک بعضہ ان فضل عما انفق شیئ اخذ منہ بمقدار ما بیناہ** مصنف سراج وتمامہ فی الشرنبلالیہ **مغربا للبحر** اور اگر تمام غلہ ہلاک نہ ہوا بلکہ بعض ہلاک ہوا تو اگر کچھ غلہ فاضل پڑے خرچ سے تو اُس سے خراج لیا جائے اس قدر جس کو ہم نے بیان کیا کذا ذکر المصنف فی شرحہ عن السراج الوہاج اور پورا بیان اس کا شرنبلالیہ میں ہے بحر الرائق سے م منح الغفار میں سراج وہاج سے منقول ہے کہ اگر بعض خارج ہلاک ہو تو محمد رح نے کہا کہ اگر غلہ خراج کا دونا باقی رہا اس طرح پر کہ فی جریب بمقدار دو درم اور دو صاع کے باقی رہا تو خراج واجب ہے اور اگر مقدار خراج سے کم باقی رہا تو نصف واجب ہے ہمارے مشائخ نے کہا اس میں صواب یہ ہے کہ اول اُس کو دیکھنا چاہئے کہ مزارع کا اس کھیت میں کتنا خرچ ہوا پھر غلہ کی پیدائش کو دیکھنا چاہیئے تو پہلے غلہ سے مزارع کے خرچ کو مجرا کرے پھر اگر کچھ بچے تو اُس میں سے وہ مقدار خراج لے جس کو ہم نے بیان کیا یعنی نصف لے قال وکذا حکم الاجارۃ فی الارض المستاجرۃ شرنبلالیہ میں کہا اور یہی حکم ہے اجارہ ارض مستاجرہ میں م طحطاوی نے کہا بحر الرائق میں مذکور ہے کہ حکم اجارہ مخالف حکم خراج ہے اس واسطے کہ بقدر استیفا اجرت لی جاتی ہے بخلاف خراج کے تو اجارہ کو خراج کے ساتھ ملحق کرنا ظاہرا صحیح نہیں **فان عطلہا صاحبہا وکان خراجہا موظفا او اسلم صاحبہا او اشتری مسلم من ذمی ارض خراج یجب الخراج** پھر اگر خراجی زمین کو اُس کے مالک نے معطل رکھا نہ بویا اور اُس زمین کا خراج موظف

[1] یعنی اس سے کم تو نہ ہو ۱۲

Marfat.com

یعنی جمعی تھا یا اُس زمین کا مالک مسلمان ہوگیا یا مسلمان نے ذمی سے زمین خراج کی مول لی تو ہر صورت میں خراج واجب ہے ہم مصنف نے نسبت تعلیل سے اشارہ کیا کہ صاحب ارض زراعت پر قادر تھا اور اس نے زراعت نہ کی تو تقصیر اس کی ثابت ہوئی لہذا خراج اس پر لازم آیا اور اگر مالک زراعت کرنے سے عاجز ہو بسبب اپنے ناطاقت ہونے کے یا بسبب فقدان اسباب کے تو حاکم کو چاہیے کہ اُس کی زمین کسی شخص کو بٹائی پر دے اور مالک کے حصے سے خراج لے کر باقی کو مالک کے واسطے رکھے اور اگر حاکم چاہے زمین کو اجارہ دے اور خراج اجرت سے لے خواہ بیت المال کے مال سے زراعت کرادے اور اگر یہ کچھ نہ ہو سکے تو زمین کو بیچ ڈالے اور اُس کی قیمت سے خراج لے اور یہ حکم بلاخلاف ہے کذا فی البحر اور خراج لینے کے بعد جو قیمت باقی رہے وہ مالک کو دے اور بعد بیع کے مشتری سے خراج لیا کرے کذا فی التتارخانیہ مسلمان پر ابتدا خراج نہیں بلکہ بقائہ ہے اس واسطے کہ صحابہ کرام نے زمین خراج کی مول لی تھی اور اُس کا خراج دیا کرتے تھے کذا فی فتح القدیر ولو منعہ انسان من الزراعۃ او کان الخراج خراج مقاسمۃ لا یجب شیٔ سواہ اور اگر ذمی کو زراعت کرنے سے کسی انسان نے روکا یا خراج بٹائی کا خراج تھا تو کوئی چیز واجب نہیں کذا فی السراج اسواسطے کہ روکنے سے اُس کی عاجزی ثابت ہوگئی اور بٹائی کا خراج بدون پیدائش کے لازم نہیں وقد علمت ان الماخوذ من اراضی مصر اجرۃ لا خراج فما فعل الان من الاخذ من الفلاح وان لم یزرع فلیس ذلک فلاحۃ واجبارہ علی السکنی فی بلدۃ معینۃ لیعمرہ ویزرع الارض حرام بلاشبہۃ تو اور تجھ کو معلوم ہو چکا کہ جو حاصل ہوتا ہے اراضی مصر سے اجرت ہے نہ خراج سو جو کہ اب معمول ہے کاشتکار سے لینے کا اگرچہ وہ نہ بوئے اور یہ مسمی بفلاحت ہے اور کاشتکار پر جبر کرنا ایک شہر معین کے رہنے پر کہ اپنے گھر کو آباد رکھے اور اراضی میں زراعت کرے سو حرام ہے بلاشبہ کذا فی النہر ونحوہ فی الشرنبلالیہ مغربا للبحر حیث وقال وتقدم ان مصر الان لیست خراجیۃ بل بالاجرۃ فلا شیٔ علی من لم یزرع ولم یکن مستاجرا ولا جبر علیہ بسببہا فما یفعلہ الظلمۃ من الاضرار بہ حرام خصوصا اذا اراد الاشتغال بالعلم اور مانند نہر الفائق کے شرنبلالیہ میں ہے بحر الرائق کی طرف نسبت کر کے چنانچہ یوں کہا ہے اور مقدم مذکور ہو چکا کہ اراضی مصر کی بالفعل خراجی نہیں بلکہ باجرت ہے تو کوئی چیز اُس پر واجب نہیں جس نے اس میں زراعت نہ کی اور حالانکہ وہ مستاجر نہیں یعنی درصورت مستاجری اور تمکن کے اجرت واجب ہوگی اور اُس پر جبر نہیں اُس کے سبب سے تو جو حکام ظالمین اُس کو ضرر پہنچاتے ہیں وہ حرام ہے خصوصاً جب کہ مزارع اشتغال علم کا ارادہ کرے وقالوا لو زرع الاخس قادرا علی الاعلی کزعفران فعلیہ خراج الاعلی وہذا یعلم ولا یفتی بہ کیلا یجتری الظلمۃ علماء نے کہا کہ اگر مزارع بوئے کمتر چیز عمدہ تر پر قادر ہو کر چنانچہ زعفران چھوڑ کر جو بوئے تو اس پر عمدہ چیز کا خراج واجب ہے اور اس مسئلہ کو دریافت کیجیے اُس کا فتویٰ نہ دیجیے تاکہ حکام ظالمین لوگوں کے اموال پر جرت نہ کریں یعنی اگر حاکم ظالم اُس کا فتویٰ پائے گا تو اُس کو مال لینے کا یہ حیلہ ملے گا کہ اُس نے مثلاً زعفران چھوڑ کر جو بویا اور اُس سے زعفران کا محصول ناحق لے گا اور یہ صریح ظلم ہے باع ارضا خراجیۃ ان بقی من السنۃ مقدار ما یمکن المشتری من الزراعۃ فعلیہ الخراج والا فعلی البائع عنایۃ بیچا خراجی زمین کو اگر سال سے اتنی مدت باقی ہے جس میں مشتری زراعت کرنے پر قادر ہے تو مشتری پر خراج ہے اور نہیں تو بائع پر کذا فی العنایۃ م فتح القدیر سے مذکور ہو چکا کہ امکان زراعت میں تین مہینے پر فتویٰ ہے ولا یؤخذ العشر من الخارج من ارض الخراج لانہما لا یجتمعان خلافا للشافعی رح اور نہ لیا جائے عشر خراجی زمین کے غلہ سے اس واسطے کہ امام اعظم رح کے نزدیک بموجب حدیث کے عشر اور خراج مجتمع نہیں ہوتے بخلاف امام شافعی کے کذا فی الفتح ولا یتکرر الخراج بتکرر الخارج فی سنۃ لو موظفا والا بان کان خراج مقاسمۃ تکرر لتعلقہ بالخارج حقیقۃ اور دو بار خراج نہیں لیا جاتا دو بار غلہ پیدا ہونے سے ایک سال میں اگر جمعی خراج ہے اور اگر جمعی خراج نہ ہو اس طرح پر کہ بٹائی کا خراج ہو تو دو بار لیا جائے گا بسبب متعلق ہونے بٹائی کے خارج پر فی الحقیقۃ تو جی بار غلہ پیدا ہوگا بانٹ دینا ہوگا کالعشر فانہ یتکرر بتکرر بٹائی کا خراج عشر کی مانند مکرر ہوتا ہے زراعت کی تکرار سے ترک السلطان او نائبہ الخراج لرب الارض او وہبہ لہ ولو بشفاعۃ جاز عند الثانی وحل لہ لو مصرفا والا تصدق

Marfat.com

یہ بہ یفتی وما فی الحاوی من ترجیح حلہ لغیر المصرف خلاف المشہور سلطان یا اُس کے نائب نے خراج چھوڑ دیا زمیندار کو یا اُس کو بخش دیا اگرچہ کسی کی سفارش سے چھوڑا یا بخشا تو ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور زمیندار کو وہ حلال ہے اگر وہ خراج کا مصرف ہو مثلاً غازی یا قاضی یا مفتی یا مدرس ہو اور اگر صاحب زمین خراج کا مصرف نہ ہو تو وہ خراج کو خیرات کرے اسی پر فتوی ہے اور جو قول کہ حاوی قدسی میں ہے غیر مصرف کی بھی حلت کی ترجیح میں سو قول مشہور کے خلاف ہے کذا فی النہر ولو ترک العشر لا یجوز اجماعا ویخرجہ بنفسہ للفقراء سراج خلافا لما فی قاعدۃ تصرف الامام منوط بالمصلحۃ من الاشباہ مغربا للبزازیۃ فتنبہ اور اگر سلطان عشر چھوڑ دے عشری زمین کے مالک کو تو جائز نہیں باتفاق صاحبین کے اور مالک اس کو آپ نکالے فقیروں کے واسطے کذا فی السراج بخلاف اس قول کے جو اشباہ کے اس قاعدے میں ہے بزازیہ کی طرف نسبت کر کے کہ تصرف امام کا مصلحت سے متعلق ہے سو آگاہ رہنا م دار المنتقی میں کہا بزازیہ میں ہے زمین عشری کے مالک پر چھوڑنا جائز ہے خواہ وہ غنی ہو یا فقیر لیکن اگر وہ غنی ہو تو سلطان عشر کا ضمان دے خراج کے بیت المال سے صدقات کے بیت المال کو اور اگر وہ فقیر ہو تو ضمانت نہیں انتہی پھر میں نے برجندی میں دیکھا مصرف جزیہ میں اور اسی طرح اگر عشر مقاتلین کو امام دے تو جائز ہے اس واسطے کہ عشر مقاتلین کی قوت سے حاصل ہوا انتہی حلبی نے کہا تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ روایت رافع اختلاف ہے یعنی عشر کا چھوڑنا جو منع ہے تو اُن پر منع ہے جو مقاتل اور غازی نہیں اور بزازیہ میں جو جواز کا قول ہے تو مقاتلین پر محمول ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی وفی النہر یعلم من قول الثانی حکم الاقطاعات من اراضی بیت المال اذ حاصلہا ان الرقبۃ بیت المال والخراج لہ وحینئذ فلا یصح بیعہ ولا ہبتہ ولا وقفہ لہم لہ اجارتہ تخریجا علی اجارۃ المستاجر اور نہر الفائق میں ہے کہ ابو یوسف کے قول سے یعنی جواز ترک خراج یا اس کے ہبہ کرنے سے مصرف خراج کے واسطے معلوم ہوتا ہے بیت المال کی اراضی کی معافی کا حکم اس واسطے کہ معافی کا حاصل یہ ہے کہ رقبہ زمین بیت المال کا مملوک ہے اور محصول زمین کا معافیدار کے واسطے ہے اور اس وقت میں تو صحیح نہیں معافیدار کی بیع اور نہ اُس کا ہبہ اور نہ اُس کا وقف ہاں اُس کو جائز ہے اجارہ دینا بقیاس اجارۂ مستاجر م اقطاعات کو بعضے عرف میں انعام کہتے ہیں اور بعضے اُس کو بر اور صلہ کہتے ہیں اور صورت اُس کی یہ ہے کہ بادشاہ قطعۂ ارض خراجیہ کو بعضے لوگوں کو عطا کرے کہ وہ اُس سے فائدہ پاویں تو یہ جائز ہے بشرطیکہ منعم علیہ یعنی جس کو کہ بادشاہ نے عطا کی وہ مصرف خراج ہو ابو یوسف کے نزدیک کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اور ہندوستان کے عرف میں اقطاعات کو معافی کی زمین اور ائمہ اور ملک اور معاش بولتے ہیں اور جس کو وہ زمین ملی اس کو معافی دار اور ائمہ دار اور ملکی کہتے ہیں اراضی معافیہ کا بیچنا اور وقف کرنا اس واسطے جائز نہیں کہ وہ معافیدار کی مملوک نہیں اس کو فقط خراج میں اختیار ہے نہ رقبۂ ارض میں ومن الحوادث لو اقطعہا السلطان لہ ولاولادہ ونسلہ وعقبہ علی ان من مات منہم انتقل نصیبہ الی اخیہ ثم مات السلطان وانتقل من اقطع لہ السلطان فی زمان سلطان آخر ہل یکون لاولادہ لم ارہ ومقتضی قواعدہم الغاء التعلیق بموت المعلق فتدبرہ اور منجملہ حوادث فتوی یہ مسئلہ ہے کہ اراضی کو اگر معاف کر دیا سلطان نے اس کو اور اس کی اولاد کو اور اس کی نسل اور ذریت پسماندہ کو اس شرط پر کہ اُس کی اولاد سے جو مرے اُس کا حصہ اُس کے بھائی کو پہنچے پھر معاف کرنیوالا سلطان مر گیا اور جس کے واسطے معافی ہوئی وہ دوسرے سلطان کے زمانہ میں منتقل ہوا کیا وہ معافی اس کی اولاد کے واسطے ہوگی صاحب نہر نے کہا کہ اس مسئلہ کو میں نے فقہا کے کلام میں نہیں دیکھا اور مقتضی اُن کے قواعد کا تعلیق کا لغو کرنا ہے تعلیق کرنے والے کی موت سے سو اُس کو غور کرم تعلیق سے یہ قول مراد ہے کہ جو ان میں سے مرے اُس کا حصہ اُس کے بھائی کی طرف منتقل ہو اور تعلیق کرنے والے سے سلطان اول مراد ہے طحطاوی نے کہا ظاہر اس کا یہ حکم ہے کہ وہ اراضی اس کی اولاد کے واسطے ہے اس واسطے کہ اس کی اولاد بالاصالت معافیدار ہے بطریق تعلیق کے ولو اقطعہ السلطان ارضا مواتا او ملکہا السلطان ثم اقطعہا لہ جاز وقفہا اور اگر سلطان نے زمین افتادہ ایک شخص کو معاف کر دی یا بادشاہ زمین مذکور کا مالک ہوا پھر اس نے ایک شخص کو معاف کر دی تو اس کو وقف کرنا اس زمین کا جائز ہے م زمین افتادہ کی معافی سے یہ مراد ہے کہ اس شخص نے زمین

Marfat.com

مذکورہ کو آباد کیا باذن سلطان اور ملک سلطان سے مراد یہ ہے کہ سلطان نے زمین مذکورہ کو اپنے واسطے آباد کیا وقف کرنا اس شخص کا اس واسطے صحیح ہوا کہ وہ زمین مذکورہ کا مالک ہو گیا بملک حقیقی تو اُس کو جمیع تصرفات مالکانہ جائز ہوئے والا رصاد من السلطان لیس مایقاف البتۃ اور ارصاد سلطان کا وقف کرنا جائز نہیں ہے البتہ انتہی مافی المنہر سید حموی نے کہا کہ ارصاد اُس سے عبارت ہے کہ جو لوگ بیت المال کے مستحق ہیں اُن کے واسطے بیت المال میں سے بقدر اُن کے حصے یا بعض حصے کے جدا کر دینا سو یہ جائز ہے اُس کا نقض بالاتفاق جائز نہیں اور یہ جو بحکم وزراء مصر علماء اور قراء اور یتامی اور بیوہ اور بناء مساجد اور مؤذن اور امام اور خطیبوں کے واسطے ارصاد مقرر ہے اس کا نقض ہرگز جائز نہیں اس واسطے کہ یہ لوگ بیت المال کے مصارف سے ہیں اور بیت المال فقط مصالح مسلمین کے واسطے ہے اور ہرگز مصلحت نہیں ارزاق مستحقین بیت المال کے قطع کرنے میں اور ابن عبدالسلام اور اکمل اور بلقینی اور ابن جماعہ کا اسی پر فتوی ہے انتہی اور شیخ حنفی نے اپنے رسالہ متعلقہ ارصاد میں کہا کہ اراضی بیت المال کی مساجد وغیرہ سلطان نور الدین شہید نے اول وقف کی اور ابن عمرون سے اس کا استفسار ہوا سو انھوں نے اس کے جواز کا فتوی دیا اور مذاہب اربعہ کے علماء اُن کے ساتھ متفق ہوئے اور ابن عمرون اور اُن کے موافقین نے یہ ارادہ نہیں کیا کہ یہ وقف حقیقی ہے اس واسطے کہ وقف کرنا غیر مالک سے صحیح نہیں یعنی سلطان بیت المال کا مالک نہیں جو اس کا وقف صحیح ہو بلکہ علماء مذکورین نے اس کو ارصاد معلوم کیا یعنی بعض بیت المال اُس کے مستحقین کے واسطے علیحدہ ہو گیا تا اُن کو بسہولت پہنچ جائے اس واسطے کہ فقہا اور ضعفا کا پہنچنا بادشاہوں تک اور اپنا حق اُن سے لینا متعذر یا متعسر ہے کذا فی حاشیہ الطحطاوی وفی الاشباہ قبیل القول فی الدین افتی العلامۃ قاسم بصحۃ اجارۃ القطع لہ وان للامام ان یخرجہ متی شاء اور اشباہ میں قبیل گفتگو دین کے ہے علامہ قاسم نے اجارہ معافیدار کی صحت کا فتوی دیا اور یہ کہ امام کو جائز ہے کہ معافیدار کو جب چاہے خارج کر دے یعنی اراضی کو ضبط کر لے م وجہ صحت اجارہ یہ ہے کہ معافیدار انتفاع اراضی کا مالک ہے تو وہ مستاجر کی مانند ہے نہ مستعیر کے اور مستاجر کو اجارہ دینا درست ہے اور اسی طرح معافیدار کو بھی جائز ہے وقیدہ ابن نجیم بغیر الموات اما الموات فلیس للامام اخراجہ عنہ لانہ لیملکہ بالاحیاء فلیحفظ اور معافیدار سے زمین کے نکال لینے کو ابن نجیم صاحب اشباہ نے غیر زمین افتادہ کو مقید کیا ہے اور زمین افتادہ میں تو سلطان کو اس کا نکال لینا معافیدار سے جائز نہیں اس واسطے کہ زمین افتادہ کا بسبب آباد کرنے کے وہ مالک ہو جاتا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م والی ملک کو لازم ہے کہ تحصیل خراج پر ایسے شخص کو مقرر کرے جو رعایا پر آسانی کرے اور خراج لینے میں انصاف کرے اور جتنا غلہ پیدا ہو اُس کے موافق خراج لے یہاں تک کہ پورا خراج آخر غلہ تک حاصل کرے یعنی خراج بمقدار غلہ لے یہاں تک کہ اگر زمین میں غلہ ربیع اور غلہ خریف دونوں ہوتے ہوں تو تخمین کرے اگر دونوں فصلوں میں برابر غلہ ہوتا ہو تو آدھا محصول ربیع میں لے اور آدھا خریف میں اور اسی طرح ساگ اور ترکاری کو غور کرے اگر پانچ بار کاٹی جاتی ہو تو اس کا پانچ بار میں محصول لے اور اگر چار بار کاٹی جاتی ہو تو چار بار لے وعلی ہذا القیاس جس پر عشر اور خراج ہو اور وہ مر جائے تو اس کے متروک سے لے اور خراج لینا چاہیے غلہ تیار ہونے کے وقت علی اختلاف البلدان اور صاحب اراضی کو حلال نہیں غلہ کھانا بدون ادائے خراج کے اور اسی طرح عشری زمین کا غلہ کھانا جائز نہیں بدون ادائے عشر کے اور اگر کھائے گا تو ضمان دینا ہوگا اور ارض خراج کا غلہ حبس کرنا سلطان کو جائز نہیں محصول لینے کے واسطے کذا فی العالمگیریہ

فصل فی الجزیۃ

یہ فصل ہے جزیہ کے احکام میں ہی لغۃ فی الجزاء لانہا جزیت عن القتل والجمع جزی کالحیۃ والحی وہی نوعان جزیہ لغت میں بمعنی جزا ہے اس واسطے جزیہ جزا واقع ہوا ہے قتل سے یعنی جزیہ قتل کافر کا بدلا ہے اگر جزیہ نہ دیتا تو قتل کیا جاتا اور جزیہ کی جمع جزی ہے بضم اول وفتح ثانی چنانچہ لحیۃ کی جمع لحی ہے اور وہ یعنی جزیہ دو قسم ہے جزیہ صلحی اور جزیہ قہری

Marfat.com

الموضوع من الجزیۃ یصلح لا یقدر ولا یغیر تحرز عن الغدر جو جزیہ کہ متعین ہوا بطور صلح کے اس میں تقدیر اور تغییر نہیں عہد شکنی سے بچنے کے واسطے م یعنی جو جزیہ راضی سے معین ہوا تو اُس کو بدل ڈالنا عہد شکنی ہے اور یہ جو کہا کہ اس میں تقدیر نہیں یعنی تقدیر آیندہ نہیں ڈالا وہ تو صلحی مقدار ہوا ہے وما وضع بعد ما قهروا او اقروا على املاكهم لقدر في كل سنة على قفيز مغتمل یقدر علی تحصیل النقدین بای وجہ کان ینابیع وتکفی صحتہ فی اکثر السنۃ ہدایۃ اثنا عشر درہما فی کل شہر درہم اور جو جزیہ کہ ٹھہرایا جائے کافروں کے مغلوب ہونے اور املاک پر ان کو قائم رکھنے کے بعد ہر محتاج کاسب پر جو کمانے والا تحصیل نقدین پر قادر ہے کسی وجہ سے قدرت ہو کذا فی الینابیع اور تندرست رہنا اُس کا اکثر سال میں وجوب جزیہ کے واسطے کافی ہے کذا فی الہدایۃ بارہ درم اُس پر معین کیے جاویں ہر مہینے میں ایک درم یعنی تخمیناً پانچ آنہ مہینہ وعلی وسط الحال ضعفہ فی کل شہر درہمان اور متوسط الحال یعنی جو کہ نہ فقیر ہے نہ غنی اُس پر اُس کا دونا مقرر کیا جائے ہر مہینے میں دو درم ہر سال میں چوبیس درہم وعلی المکثر ضعفہ فی کل شہر اربعۃ دراہم وہذا للتسہیل لا لبیان الوجوب لانہ بادل الحول بنایۃ اور غنی کثیر المال پر اُس کا دونا ہر مہینے میں چار درم اور یہ مشاہرہ اور قسط بندی واسطے آسانی کے ہے نہ واسطے بیان وجوب کے اس واسطے کہ وجوب جزیہ کا ابتدائے سال میں ہوتا ہے کذا فی الینابیع م اصل وجوب ابتدائے سال میں ہے اور وجوب ادا آخر سال میں ومن ملک عشرۃ الآف درہم فصاعدا غنی ومن ملک ما تی درہم فصاعدا متوسط ومن ملک ما دون المائتین اولا یملک شیئا فقیر قالہ الکرخی وہو احسن الاقوال وعلیہ الاعتماد بجر و اعتبر ابو جعفر العرف وہو الاصح تاتارخانیۃ اور جو ذمی دس ہزار درم یا زیادہ کا مالک ہو وہ غنی ہے اور جو دو سو درم یا زیادہ کا مالک ہو وہ متوسط الحال ہے اور جو دو سو درم سے کمتر کا مالک ہو یا کسی چیز کا مالک نہ ہو وہ فقیر اور محتاج ہے یہ قول ہے کرخی کا اور یہ احسن الاقوال ہے اور اسی پر اعتماد ہے کذا فی البحر اور ابو جعفر طحاوی نے عرف کو معتبر رکھا ہے اور یہ قول صحیح تر ہے کذا فی التاتارخانیۃ یعنی ہر شہر کا عرف معتبر ہے سو جس کو اہل شہر غنی یا متوسط یا فقیر کہتے ہوں وہی معتبر ہے فتاوی عالمگیری میں اس کو اصح کہا اور اختیار میں اس کو مختار کذا فی الطحطاوی ویعتبر وجود ہذہ الصفات فی آخر السنۃ فتح لانہ وقت وجوب الاداء نہر اور وجود ان صفات کا علی اختلاف القولین آخر سال میں معتبر ہے کذا فی فتح القدیر اس واسطے کہ آخر سال وجوب ادا کا وقت ہے کذا فی النہر وتوضع على كتابي يدخل في اليهود والسامرة لانهم يهود يتون بشريعة موسى عليه السلام وفي النصارى الفرنج والارمن واما الصابئة ففي الخانية تؤخذ منهم عنده خلافا لهما اور مقرر کیا جائے جزیہ اہل کتاب پر یہودیوں میں قوم سامرہ داخل ہے اس واسطے کہ وہ شریعت موسیٰ علیہ السلام پر چلتے ہیں اور نصاریٰ میں فرنگی اور ارمنی داخل ہیں اور خانیہ میں ہے کہ قوم صابی سے امام اعظم رح کے نزدیک جزیہ لیا جائے نہ صاحبین کے نزدیک م کتابی عربی ہو یا عجمی بہر صورت اُس پر جزیہ ہے اور صابی امام کے نزدیک منجملہ نصاریٰ ہیں اور صاحبین کے نزدیک ستارہ پرست ہیں حلبی نے کہا ظاہر کلام فقہا اس پر دلالت کرتا ہے کہ صابی منجملہ عرب ہیں اس واسطے کہ اگر وہ عجمی ہوتے تو امام اور صاحبین کا وجوب جزیہ میں اُن پر اختلاف نہ ہوتا اس واسطے کہ عجمی پر بہر صورت جزیہ لازم ہے کتابی ہو یا مشرک ومجوسی ولو عربیا لوضعہ علیہ الصلوۃ والسلام علی مجوس ہجر اور مجوس آتش پرست پر گرچہ مجوسی عربی ہو بسبب مقرر کرنے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے ہجر کے مجوسیوں پر م ہجر بفتحتین بحرین میں ایک شہر کا نام ہے اور وہ عرب میں داخل ہے وشنی عجمی لجواز استرقاقہ فجاز ضرب الجزیۃ علیہ اور عجمی بت پرست پر بسبب جائز ہونے اس کے استرقاق اور مملوکیت کے تو اس پر جزیہ بھی جائز ہوا م عجمی خلاف عربی ہے وثن وہ ہے جو دیوار میں منقوش ہو اور اُس کا جثہ نہ ہو اور صنم اُس کا نام ہے جو بصورت انسان ہو اور صلیب وہ ہے جس کا نہ نقش نہ صورت کذا فی الفتح بحر الرائق میں کہا وثن وہ ہے جس کا جثہ ہو خواہ وہ لکڑی کا بنا ہو یا پتھر یا چاندی یا جوہر کا اور شرح ملتقی میں ہے کہ وثن وہ ہے جس کی صورت ہو آدمی کی صورت کی مانند اور صنم صورت بلا جثہ ہے کذا فی الطحطاوی لا علی وثنی عربی لان البعثۃ فی حقہ اظہر فلم یعذر

Marfat.com

جزیہ نہ مقرر کیا جائے عربی بت پرست پر اس واسطے کہ معجزہ اس کے حق میں ظاہر ہے تو وہ معذور نہ ہوا م حق عرب میں معجزہ اس واسطے ظہر ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انھیں میں پیدا ہوئے اور قرآن مجید انھیں کی زبان میں اترا تو وہ اس کے معانی اور فصاحت کے زیادہ تر واقف ہوئے تو کفر اُن کا سخت ہوا لہذا اُن پر سخت حکم ہوا کہ جزیہ اُن سے مقبول نہیں یا اسلام لاویں یا مقتول ہوں اور ہر چند اہل کتاب عرب سے زیادہ تر عارف تھے حقیقت اسلام سے لیکن اُن میں قیاس متروک ہو گیا بسبب نص قرآنی کے کہ اہل کتاب سے اخذ جزیہ کا حکم ہوا نہ عرب سے اور عربی سے مراد عربی الاصل ہے تو اہل کتاب اس قید سے خارج ہو گئے اگرچہ وہ عرب میں رہیں اس واسطے کہ وہ عربی الاصل نہیں **ومرتد فلم یقبل منہما الا الاسلام او السیف** اور جزیہ نہیں مرتد پر تو کافر عربی اور مرتد سے کچھ مقبول نہیں سوائے اسلام یا تلوار کے یعنی مسلمان ہو یا مقتول ہو اور چونکہ مرتد محاسن الاسلام سے مطلع ہو کر کافر ہو گیا لہذا اس سے اور عربی سے غیر اسلام یا تلوار کے اور کچھ مقبول نہیں **ولو ظہرنا علیہم فنساؤہم وصبیانہم فی** اور اگر ہم غالب ہوں کفار عرب یا مرتدین پر تو اُن کی عورتیں اور لڑکے غنیمت ہیں مگر یہ کہ نساء اور صبیان مرتدین مسلمان ہونے پر جبر کیے جائیں گے بخلاف نساء اور صبیان مشرکین عرب **کذا فی الطحطاوی عن الشبلی صبی وامراۃ وعبد ومکاتب ومدبر وابن ام ولد** اور صغیر نابالغ اور عورت اور غلام اور مکاتب اور مدبر اور ام ولد کے لڑکے پر جزیہ نہیں م ہدایہ میں وارد ہے کہ ام ولد پر جزیہ نہیں اور حالانکہ یہ غیر مناسب ہے کیونکہ جب نساء احرار پر جزیہ نہ ہوا تو ام ولد پر کیونکر ہو گا مراد وہاں ام ولد سے ابن ام ولد ہے **کذا فی الفتح وزمن من زمن یزمن زمانۃ** نقص بعض اعضائہ او تعطل قواہ فدخل المفلوج والشیخ العاجز اور زمن پر جزیہ نہیں زمن مشتق ہے زَمِنَ یَزْمَنُ زَمَانَۃً سے یعنی جس کے بعض اعضاء ناقص ہو گئے یا اس کے قویٰ بیکار ہو گئے تو اس تفسیر سے فالج زدہ اور عاجز بوڑھا زمن میں داخل ہو گیا **واعمی وفقیر غیر معتمل وراہب لا یخالط الناس** لانہ لا یقتل والجزیۃ لاسقاط اور اندھے اور محتاج غیر کاسب اور نصاریٰ کے اس درویش پر جو لوگوں سے نہیں ملتا جلتا جزیہ نہیں اس واسطے کہ درویش نصرانی قتل نہیں کیا جاتا اور جزیہ لازم اسقاط قتل کے واسطے ہے **وجزم الحدادی بوجوبہا ونقل ابن الکمال انہ القیاس مفادہ ان الاستحسان بخلافہ فتامل** اور حدادی نے یقین کیا ہے واجب ہونے جزیہ کا راہب یعنی درویش نصرانی پر اور ابن کمال نے ایضاح اور اصلاح میں نقل کیا ہے کہ یہی قیاس ہے اور قیاس سے مستفاد یہ ہوا کہ استحسان بخلاف قیاس ہے سو اس کو تامل کرم برجندی نے فتاوی قاضی خاں سے نقل کیا کہ راہب اور قسیس سے جزیہ لینا ثابت ہے ظاہر الروایۃ میں ایک روایت محمد سے یہ ہے کہ جزیہ نہ لیا جائے انہی تو اس سے معلوم ہوا کہ مصنف نے غیر ظاہر الروایۃ کو اختیار کیا **کذا فی الطحطاوی عن الحموی والعبرۃ فی الاہلیۃ للجزیۃ وعدمہا وقت الوضع فمن افاق او عتق او بلغ او برء بعد وضع الامام لم توضع علیہ** اور جزیہ کی اہلیت اور عدم اہلیت کا اعتبار امام کے مقرر کرنے کا وقت ہے سو جو مجنون کہ ہوش میں آیا یا غلام آزاد ہوا یا صغیر بالغ ہو گیا یا بیمار تندرست ہوا بعد وضع امام کے تو اس پر جزیہ نہ رکھا جائے گا م یہ مراد نہیں کہ بعد وضع امام کے گا ہے جزیہ مقرر نہ ہو گا باوجود اہلیت کے بلکہ مراد یہ ہے کہ اس سال مقرر نہ ہو گا بلکہ سال آیندہ سے معین ہو گا **کذا فی العالمگیریۃ عن قاضی خاں بخلاف الفقیر اذا الیسر بعد الوضع حیث توضع علیہ لان سقوطہا لعجزہ وقد زال** اختیار بخلاف فقیر کے جب وہ مقدور والا ہو گیا بعد جزیہ مقرر کرنے کے اس واسطے جزیہ اس پر مقرر کیا جائے گا کہ اس کا سقوط تھا عاجز ہونے کے سبب سے اور حالانکہ اس کا عجز زائل ہو گیا **کذا فی الاختیار وہی** ای الجزیۃ **لیست رضی منا بکفرہم کما طعن الملحدۃ بل انما ہی عقوبۃ لہم علی اقامتہم علی الکفر فاذا جازاہم اللہ للاستدعاء الی الایمان بدونہا فیہا اولی وقال تعالی حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وہم صاغرون واخذہا علیہ الصلوۃ والسلام من مجوس ہجر ونصاری نجران واقرہم علی دینہم** اور وہ یعنی جزیہ لینا رضامندی اہل اسلام کی نہیں اُن کے کفر پر جیسا کہ ملحدان دین نے طعنہ دیا ہے بلکہ جزیہ تو اُن کے لیے عقوبت اور عذاب ہے بسبب اُن کے قائم رہنے کے کفر پر پھر جب کہ مہلت دینا کافروں کا ایمان کی طرف بلانے کے واسطے بدون جزیہ کے جائز ہوا تو جزیہ لے کر مہلت دینا

Marfat.com

بطریق اولی جائز ہے اور حق تعالی نے فرمایا یہاں تک کہ کفار جزیہ دیں ہاتھ سے ذلیل ہو کر اور رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے ہجر کے مجوسیوں اور نجران[1] کے نصاری سے یہ جزیہ لیا اور ان کو ان کے دین پر رہنے دیا یعنی ان کو مہلت دی تا محاسن اسلام دیکھ کر اسلام قبول کریں م شارح نے یہ جواب دیا اس سوال کا جو منح الغفار میں اس طرح مذکور ہے کہ اگر تو کہے کہ کفر معصیت ہے تو اس کے قائم رکھنے پر عوض لینا کیونکر جائز ہوگا اور اگر جائز ہو تو چاہیے کہ زانیوں سے عوض زنا کے اور اسی طرح اور معاصی کے عوض مال لینا جائز ہو خلاصہ جواب یہ ہے کہ جزیہ لینا رضا بالکفر نہیں بلکہ عقوبت اور اذلال ہے اقامت علی الکفر سے اور جزیہ لینے کے جواز پر قرآن اور حدیث دال ہیں **ثم فرع علیہ لقولہ فتسقط الاسلام** و لو بعد تمام السنۃ پھر مصنف نے جزیہ کے عقوبت ہونے پر اپنا یہ قول متفرع کیا تو جزیہ ساقط ہوتا ہے ذمی کے مسلمان ہونے سے اگرچہ بعد تمامی سال کے اسلم لاوے م حلبی نے کہا کہ بعدیت یہاں مقارنت پر محمول ہے اس واسطے کہ اگر مسلمان ہوگا سال کے بعد تو سقوط جزیہ کا بسبب تکرار کے ہوگا نہ بسبب اسلام **کے ویسقط المعجل لسنۃ لا سنتین فیرد علیہ سنۃ** خلاصۃ اور ساقط ہوگا پیشگی جزیہ ایک سال کا نہ دو سال کا سو ایک سال کا اس کو پھیر دیا جائے گا کذا فی الخلاصۃ یعنی اگر ابتدائے سال میں جزیہ دیا پھر اسی سال میں وہ مسلمان ہوا تو اس کو جزیہ نہ پھیر دیا جائے گا اور اگر دو سال کا جزیہ پیشگی دیا ہے تو ایک سال کا اس کو پھیر دیا جائے گا اس واسطے کہ اس پر وجوب ثابت نہ تھا کذا فی الطحطاوی **والموت و التکرار للتداخل** کما سیجئ اور ساقط ہوتا ہے جزیہ بسبب موت اور تکرار سال کے بواسطے تداخل کے چنانچہ ذکر تداخل کا عنقریب آتا ہے **والعمی والزمانۃ وصیرورۃ فقیرا او مقعدا وشیخا کبیرا لا یستطیع للعمل** اور ساقط ہوتا ہے جزیہ بسبب نابینا ہونے کے اور ناقص الاعضا ہو جانے کے اور ہو جانے ذمی کے فقیر یا جانبد پیر فرتوت کہ کام نہیں کر سکتا ثم بین التکرار فقال **واذا اجتمع علیہ حولان تداخلت والاصح سقوط جزیۃ السنۃ الاولی بدخول السنۃ الثانیۃ** زیلعی لان الوجوب بادل الحول بعکس خراج الارض پھر مصنف نے تکرار کو بیان کیا سو یوں کہا اور جب ذمی پر دو سال مجتمع ہوں تو جزیہ تداخل ہو جائے گا یعنی ایک سال کا جزیہ چند سال کو کفایت کرے گا اور پہلے سال کے جزیہ کا ساقط ہونا دوسرے سال کے آنے سے قول اصح ہے کذا فی شرح الزیلعی اس واسطے کہ وجوب جزیہ کا اول سال میں ہوتا ہے خراج الارض کے بالعکس کہ وہ آخر سال میں واجب ہوتا ہے یعنی جب وجوب جزیہ اول سال سے ہوا تو دوسرے سال کے داخل ہونے سے تکرار لازم ہوئی **ویسقط الخراج بالموت فی الاصح حاوی وبالتداخل کالجزیۃ وقیل** لا یسقط کالعشر **وینبغی ترجیح الاول لان الخراج عقوبۃ بخلاف العشر بحر قال المصنف وسیاتی فی الخانیۃ لصاحب المذہب فکان ہو المذہب** اور ساقط ہوتا ہے خراج قول اصح میں کذا فی الحاوی اور ساقط ہوتا ہے تداخل سے جزیہ کے مانند اور قول ضعیف میں ساقط نہیں ہوتا مانند عشر کے اور لائق ہے ترجیح دینا قول اول کا اس واسطے کہ خراج عقوبت ہے بخلاف عشر کے کہ وہ عبادت ہے کذا فی البحر مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور خانیہ میں سقوط بالموت کو امام اعظم صاحب کے مذہب کی طرف نسبت کیا تو وہی قوی مذہب ہوا م محل اختلاف وہ ہے جب خراج مقرر ہو جائے بسبب عاجز ہونے ذمی کے زراعت سے سو اگر تکرار بسبب عاجزی کے نہ ہو تو بالاتفاق خراج لیا جائے گا کذا فی المنح صدر الاسلام نے کتاب العشر والخراج میں سقوط اور عدم سقوط میں دو روایتیں امام اعظم سے نقل کی ہیں اور قول صحیح یہ ہے کہ خراج لیا جائے گا کذا فی العالمگیریہ عن المحیط تو قول معتمد علیہ عدم سقوط ہوا اور یہ گفتگو خراج موظف میں ہے اور خراج مقاسمہ تو عین خارج سے متعلق ہے مانند عشر کے کذا فی الطحطاوی **وفیہا لا یحل لکل الغلۃ حتی یودی الخراج** اور خانیہ میں ہے کہ حلال نہیں غلہ کا کھانا تا وقت ادائے خراج م اور یہی حکم ہے عشر کا چنانچہ باب الخراج کے آخر میں عالمگیری سے مترجم نے اس کو اور عدم سقوط خراج کو نقل کیا ولا تقبل

[1] نجران ایک شہر کا نام ہے یمن میں ۱۲

Marfat.com

من الذمی لو بعثہا علی ید نائبہ فی الاصح بل یکلف ان یاتی بنفسہ فیعطیہا قائما والقابض منہ قاعدا ہدایہ اور ذمی سے جزیہ قبول نہ کیا جائے اگر اس کو اپنے نائب کے ہاتھ بھیجے قول اصح میں بلکہ اس کو حکم کیا جائے کہ آپ لاوے سو اس کو کھڑا ہو کر دے اور ذمی سے لینے والا بیٹھ کر لے کذا فی الہدایہ ویقول اعط یا عدو اللہ ویصفعہ فی عنقہ لا یا کافر ویاثم القائل ان اذاہ بہ قینۃ اور جزیہ کا لینے والا ذمی سے کہے اے دشمن خدا کے دے اور اس کی گردن میں دھپ مارے اور اس کو یا کافر نہ کہے اور یا کافر کہنے والا گنہگار ہوگا اور اس کو اس قول سے تکلیف دے گا کذا فی القینۃ ولا یجوز ان یحدثوا بیعۃ ولا کنیسۃ ولا صومعۃ ولا بیت نار ولا مقبرۃ ولا صنما حاوی فی دار الاسلام ولو قریۃ فی المختار فتح اور جائز نہیں ذمی کو نیا بنا دے بیعہ اور نہ کنیسا اور نہ صومعہ اور نہ آتش خانہ اور نہ قبرستان اور نہ صنم کذا فی الحاوی دار الاسلام میں اگرچہ دار الاسلام کے قریہ میں احداث کرے تو بھی جائز نہیں قول مختار میں کذا فی الفتح م اصل لغت میں عبادت خانہ یہود اور نصاری کو مطلقاً بیعہ کہتے ہیں پھر غلبہ استعمال سے عبادت خانہ یہود کو کنیسہ کہتے ہیں اور عبادتخانہ نصاری کو بیعہ بولتے ہیں اور دیر کا لفظ نصاری کے واسطے مخصوص ہے اور صومعہ وہ عبادتخانہ ہے جسکا سر لنبا بنایا جاوے تاکہ خلق سے منقطع ہو کر اس میں عبادت کی جاوے کذا فی المنح ہندوستان میں نصاری اپنے عبادت خانہ کو گرجا کہتے ہیں ویعاد المنہدم ای لا ما ہدمہ الامام بل ما انہدم لنفسہ اشباہ فی آخر الدعاء برفع الطاعون اور ذمیوں کا منہدم عبادت خانہ دوبارہ بنایا جاوے یعنی نہ وہ عبادت خانہ جس کو امام نے ڈھایا بلکہ وہ بنایا جاوے جو خود بخود منہدم ہو گیا چنانچہ اشباہ کی دفع وبا کی دعا کے اخیر میں مذکور ہے م مصنف کے کلام سے معلوم ہوا کہ معابد قدیمہ سے تعرض نہ چاہیے اور جو قدیم گرجا ہے اس کا اعادہ جائز ہے کذا فی المنح من غیر زیادۃ علی البناء الاول ولا یعدل عن النقض الاول ان کفی وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اعادہ منہدم جائز ہے بدون زیادہ کرنے کے پہلی عمارت پر اور تجاوز کرنا نہ چاہیے شکست اول سے اگر وہ کافی ہو اور پورا بیان اس کا شرح وہبانیہ میں ہے م اگر بنائے اول سے عدول ہو باوجود کفایت کے تو اس میں بنائے ثانی کی زیادتی ہے اول پر کذا فی النہر شرح وہبانیہ میں مذکور ہے کہ فقہا نے تصریح کی ہے منع زیادتی کی تو اس سے معلوم ہوا کہ جو کچی اینٹ سے بنا ہو اس کو پکی اینٹ سے نہ بنا دے اور جو پکی اینٹ سے ہو اس کو پتھر سے نہ بنا دے کذا فی الطحطاوی واما القدیمۃ فتترک مسکنا فی الفتحیۃ ومعبدا فی الصلحیۃ بحر خلافا لما فی القہستانی فتنبہ اور معابد قدیمہ تو رہنے کے واسطے چھوڑے جاویں بلاد مفتوحہ میں اور عبادت کے واسطے چھوڑے جائیں بلاد صلحیہ میں کذا فی البحر یہ قول مخالف ہے قہستانی کے سو خبردار رہنا م حلبی نے کہا قہستانی میں تتمہ سے منقول ہے کہ جو بلاد صلح سے قابو میں آئے اس کے کل معابد منہدم کیے جائیں جمیع روایات میں ویمیز الذمی عنا فی زی بالکسر لباسہ وہیئتہ ومرکبہ وسرجہ وسلاحہ اور ممتاز اور جدا کیا جائے ذمی اہل اسلام سے اپنے لباس اور ہیئت میں اور اپنی سواری اور زین اور ہتھیار میں شارح نے کہا زی بالکسر عبارت ہے لباس اور ہیئت سے اور نووی نے شرح مسلم میں کہا کہ زی[1] بالفتح و التشدید ہے کذا فی الطحطاوی فلا یرکب خیلا الا اذا استعان بہم الامام لمحاربۃ وذب عنا ذخیرہ وجاز بغل کحمار تاتارخانیۃ تو ذمی سوار نہ ہو گھوڑے پر مگر اس وقت جب کہ امام ان سے مدد چاہے لڑائی کے واسطے اور واسطے ہٹانے کفار کے مسلمین سے کذا فی الذخیرۃ اور جائز ہے ذمی کو سوار ہونا خچر کا مانند گدھے کے کذا فی التاتارخانیۃ وفی الفتح ہذہ عند المتقدمین واختار المتاخرون انہ لا یرکب اصلا الا لضرورۃ وفی الاشباہ والمعتمد ان لا یرکبوا مطلقا ولا یلبسوا العمائم وان رکب الحمار لضرورۃ نزول فی الجامع اور فتح القدیر میں ہے کہ یہ یعنی خچر اور گدھے پر سوار ہونا متقدمین کے نزدیک اور متاخرین نے یہ قول مختار کیا ہے کہ ذمی ہرگز سوار ہی نہ ہو مگر بسبب ضرورت کے یعنی سفر یا مرض میں اور اشباہ میں ہے

[1] شاید اس کی وجہ یہ ہوگی کہ اصل اس کی زوی بفتح زا اور قاعدہ اجتماع واو اور یا سے واو یا ہو کر دوسرے میں ادغام ہو گئی پھر فتحہ کو کسرہ سے بدلنے کی کیا ضرورت ۱۲

Marfat.com

اور قول معتمد یہ ہے کہ اہل ذمہ مطلقاً نہ سوار ہوں اور پگڑیاں نہ باندھیں اور اگر ذمی سوار ہو گدھے پر لیکن بسبب ضرورت کے تو مجامع مسلمین میں سواری پر سے اتر پڑے ویرکب سرجا کالاکف کالبرذعۃ فی مقدمۃ شبہ الرمانۃ اور سوار ہو ایسے زینوں پر جو پاؤں کے مانند ہیں پشم آگندہ جن کے آگے لکڑی مانند انار کے م محل رکوب ذمی استعانت امام ہے یا ضرورت تو اب جواز اور عدم جواز رکوب میں اختلاف نہ رہا طحطاوی نے کہا کالبرذعۃ بحذف حرف تفسیر ہے مگر شارح کو مناسب تھا کہ کالبرذع کہتا اس واسطے کہ جمع کی تفسیر ہے ولا یعمل بسلاح اور نہ کام کرے ہتھیار باندھ کر اس واسطے کہ ہتھیار کے استعمال میں عزت ہے کذا فی القہستانی ویظہر الکستیج فارسی معرب الزنار من صوف او شعر اور ذمی نمودار رکھے کستیج کو کستیج لفظ فارسی ہے معرب یعنی زنار صوف یا بال کام ابو یوسف سے منقول ہے کہ وہ تاگا ہے موٹا انگلی کے برابر جس کو ذمی لپیٹے سب کپڑوں کے اوپر باندھے بلا تزئین کذا فی المنح عن المغرب ویلزم تمییزہم بکل العلامات خلاف اشباہ والصحیح ان فتحہا عنوۃ فلہ ذلک والا فعلی الشرط تاتارخانیۃ اور کیا لازم ہے تمیز ذمیوں کی جمیع علامات سے اس میں خلاف ہے کذا فی الاشباہ اور قول صحیح یہ ہے کہ اگر امام نے شہر کو بغلبہ فتح کیا ہے تو اس کو یہ جائز ہے اور اگر بصلح فتح ہوا ہے تو شرط کے موافق عمل کرنا چاہیے کذا فی التاتارخانیۃ م بعضوں نے کہا کہ اہل ذمہ کی تمیز تین علامات سے ضرور ہے اور بعضوں نے کہا نصرانی میں ایک علامت کافی ہے اور یہودی میں دو اور مجوسی میں تین اور اسی پر بعضوں کا فتوی ہے کذا فی الطحطاوی عن الذخیرۃ ویمنع من لبس العمامۃ ولو زرقاء او صفراء علی الصواب نہر ونحوہ فی البحر واعتمدہ فی الاشباہ کما قدمناہ دائما تکون طویلۃ سوداء اور منع کیا جائے پگڑی باندھنے سے اگرچہ آسمانی یا زرد رنگ ہو بنا بر قول صواب کے کذا فی النہر اور اسی طرح بحر الرائق میں ہے اور اسی قول پر صاحب بحر نے اشباہ میں اعتماد کیا ہے چنانچہ اس کو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے اشباہ سے اور ذمی کی پگڑی تو لمبی سیاہ ہوتی ہے ومن زنار الابریسم والثیاب الفاخرۃ والمختصۃ باہل العلم والشرف کصوف مربع وجوخ رفیع وابراء رفیقۃ اور منع کیا جائے ذمی ابریشم کے زنار سے اور عمدہ کپڑوں سے اور اس پوشاک سے جو اہل علم اور شرف کو مخصوص ہے جیسے صوف مربع اور جوخ رفیع اور چادریں باریک طحطاوی نے کہا صوف مربع سے شاید فرجیہ مراد ہے کہ مخصوص باہل قرآن اور اہل علم ہے م فرجیہ عرب کا ایک لباس ہے اور جوخ عمدہ بانات کا کشادہ آستین لباس عرب کا ہے جس کو قمیص اور جبہ پر پہنتے ہیں ومن استکتاب ومباشرۃ مایکون بہا معظما عند المسلمین وتمامہ فی الفتح اور منع کیا جاوے ذمی لکھانے اور اس کام کی مباشرت سے جس سے وہ مسلمین کے نزدیک معظم اور باعزت ٹھہرے اور پورا بیان اس کا فتح القدیر میں ہے یعنی کافر کو تحریر کا کام مثل منشی گری یا متصدی کے نہ دینا چاہیے اسی طرح اس کو داروغگی یا تقسیم تنخواہ وغیرہ سپرد کرنا نہ چاہیے جس میں مسلمان اس کے حاجتمند ہوں وفی الحاوی وینبغی ان یلازم الصغار فیما یکون بینہ وبین المسلمین فی کل قنتی وعلیہ فیمنع من القعود حال قیام المسلم عندہ بحر اور حاوی قدسی میں ہے اور سزاوار یہ ہے کہ لازم کی جائے ذمی کو ذلت اور حقارت ان معاملات میں جو اس کے درمیان اور مسلمین کے درمیان واقع ہوں ہر چیز کے اندر اور اس کے بموجب تو منع کیا جائے بیٹھنے سے مسلم کے کھڑے ہونے کے وقت اس کے پاس کذا فی البحر ویحرم تعظیمہ وتکرہ مصافحتہ ولا یبدأ بسلام الا لحاجۃ ولا یزاد فی الجواب علی وعلیک اور حرام ہے تعظیم اور توقیر اس کی اور مکروہ ہے اس سے مصافحہ کرنا اور اس کو پہلے سلام نہ کیا جائے مگر بسبب حاجت کے اور اس کے سلام کے جواب میں وعلیک سے زیادہ نہ کہا جائے م ذمی کی خدمت کرنا اور اس کے واسطے کھڑا ہونا تعظیم محرم میں داخل ہے ذخیرہ میں ہے کہ جب یہودی حمام میں گیا اگر خادم مسلم نے اس کی خدمت کی خلوص کی طمع سے یا اس نیت سے کہ اس کا دل اسلام کی طرف مائل ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور اگر خدمت کی اس کی تعظیم کے واسطے بلا نیت مذکورہ تو مکروہ ہے اور اسی طرح

Marfat.com

اگر مسلم ذمی کے واسطے کھڑا ہوگیا بطمع اس کے اسلام لانے کے تو کچھ مضائقہ نہیں اور اگر اس نے تعظیم کے واسطے قیام کیا بلا نیت مذکورہ یا بسبب اس کی مالداری کے کھڑا ہوگیا تو مکروہ ہے وضیق علیہ فی الرد وعلل علی دارہ علامۃ وتمامہ فی الاشباہ من احکام الذمی اور اس پر تنگی کرنا چاہیے چلنے پھرنے میں یعنی مسلمانوں سے راہ میں دب کر چلے اور اس کے گھر پر کچھ علامت مقرر کی جائے اور اس کا پورا بیان ہے احکام ذمی میں اشباہ کے م علامت کا فائدہ یہ ہے تاکہ سائل اس کے واسطے مغفرت کی دعا نہ کرے اور تفرع نہ کرے جیسے مسلمین سے تفرع کرتا ہے وفی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی ویمنعون من استیطان مکۃ والمدینۃ لانہما من ارض العرب قال علیہ الصلوۃ والسلام لایجتمع فی ارض العرب دینان ولو دخل للتجارۃ جاز د لایطیل واما دخولہ المسجد الحرام فذکر فی السیر الکبیر المنع وفی الجامع الصغیر عدمہ والسیر الکبیر آخر تصنیف محمد رحمہ اللہ تعالی فالظاہر انہ اورد فیہ ما استقر علیہ الحال انتہی اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے اور کفار ذمی روکے جائیں مکہ اور مدینہ کے وطن بنانے سے اس واسطے کہ حرمین شریفین عرب کی زمین سے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجتمع نہ ہوں عرب کی زمین میں دو دین اور اگر ذمی وہاں سوداگری کے واسطے جائے تو جائز ہے اور وہاں زیادہ قیام نہ کرے اور مسجد الحرام میں اس کا جانا سو سیر کبیر میں تو منع مذکور ہے اور جامع صغیر میں عدم منع ثابت ہے اور سیر کبیر پچھلی تصنیف ہے محمد بن حسن رحمہ اللہ کی تو ظاہر یہ ہے کہ سیر کبیر میں اسی قول کو مذکور کیا ہے جو آخر الامر میں ثابت ہوگیا انتہی یعنی منع دخول راجح ہے وفی الخانیۃ وتمیز نساءہم لا عبیدہم بالکتیح اور خانیہ میں ہے اور امتیاز کی جائے ذمیوں کی عورتوں میں تو ان کے غلاموں میں زنار سے م ان کی عورتوں کے گلوں میں لوہے کے طوق ڈالے جائیں اور ان کی ازاریں مسلمات کی ازاروں سے مخالف ہوں کذا فی الاختیار والذمی اذا اشتری دارا ای اراد شراءہا فی المصر لا ینبغی ان تباع منہ اشتری لم یجبر علی بیعہا من المسلم د قیل لا یجبر الا اذا کثرت دور اور ذمی نے جب ایک گھر مول لیا یعنی اس کے مول لینے کا ارادہ کیا شہر میں تو اس کے ہاتھ بیع کرنا لائق نہیں سو اگر اس نے مول لیا تو اس پر جبر کیا جائے اس کے بیچ ڈالنے پر مسلم کے ہاتھ اور قول ضعیف یہ ہے کہ بیع پر جبر اور زبردستی نہیں مگر جب کہ بکثرت گھروں کو خرید کیا ہو کذا فی الدرر قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود من کتاب الصلوۃ سئل عن مسجد لم یبق فی اطرافہ بیت احد من المسلمین واحاط بہ الکفرۃ فکان الامام والموذن فقط لاجل وظیفتہما یذہبان الیہ فیوذنان ویصلیان بہ فہل تحل لہم الوظیفۃ فاجاب بقولہ تلک البیوت یاخذہا المسلمون بقیمتہا جبرا علی الفور وقد ورد الامر الشریف السلطانی بذلک ایضا فالحاکم لا یوخر ہذا الحکم اصلا میں کہتا ہوں اور مفتی ابو سعید کے معروضات میں کتاب الصلوۃ سے وارد ہے کہ ان سے سوال ہوا اس مسجد کا کہ اس کے گرد و پیش کسی مسلمان کا گھر باقی نہیں رہا اور اس کو کافروں نے گھیر لیا سو امام اور موذن وہاں جایا کرتے ہیں اپنے مہینے یا سالانے کے واسطے سو وہاں اذان دیتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں تو ان کو مہینہ یا سالانہ حلال ہے یا نہیں سو مفتی موصوف نے بایں قول جواب دیا کہ ان گھروں کو اہل اسلام قیمت دے کر زبردستی سے فوراً لے لیں اور الیتہ امر شریف سلطانی بھی اسی باب میں وارد ہوا ہے تو حاکم اس میں ہرگز تاخیر نہ کرے م شارح نے جواب میں سے بقدر مناسب مقام ذکر کیا اور سوال مذکور کا جواب یہ ہے کہ امام اور موذن مستحق وظیفہ ہیں کہ اپنے کام پر مستعد اور قائم ہیں کذا فی الطحطاوی وفیہا من الجہاد ولبعدان ورد الامر الشریف السلطانی لعدم استخدام الذمیین للعبد والجواری لو استخدم ذمی عبدا او جاریۃ فاذا یلزمہ فاجاب یلزمہ التعزیر الشدید والحبس فی الخانیۃ وغیرہا دیوثرون بما کان استخفافا لہم وکذا تمیز دورہم عن دورنا انتہی فلیحفظ ذلک اور مفتی ممدوح کے معروضات میں ہے کتاب الجہاد سے اور بعد وارد ہونے امر شریف سلطانی کے غلاموں اور لونڈیوں کو نہ خدمت کرنے ذمیوں کا اگر ذمی خدمت لے غلام یا لونڈی سے اس پر کیا لازم ہے تو مفتی موصوف نے جواب دیا کہ اس پر تعزیر شدید اور قید کرنا لازم ہے سو خانیہ وغیرہا میں یہ

Marfat.com

مضمون ہے اور ذمیوں کو وہ امر کیا جائے جس میں ان کی ذلت ہو اور اسی طرح جدائی کی جائے ان کے گھروں کی ہمارے گھروں سے انتہی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے یعنی جب ذمی مامور باستخفاف ہوئے تو استخدام میں ان کی تعظیم ہوتی ہے لہذا ان پر تعزیر شدید لازم آوے گی وان تکاری اہل الذمۃ دورا فیما بین المسلمین لیسکنوا فیہا فی المصر جاز لعود نفعہ علینا ولیروا تعاملنا فیسلموا بشرط عدم تقلیل الجماعات بسکنا ہم شرط الامام الحلوانی اور اگر اہل ذمہ گھروں کو کرایہ لیں مسلمانوں کی آبادی کے اندر تاکہ اس میں رہیں شہر میں تو جائز ہے بسبب عائد ہونے اس کی منفعت کے مسلمین پر کرایہ ملنے سے اور تا اہل ذمہ اہل اسلام کی حسن معاشرت کو دیکھیں تو اسلام قبول کریں بشرطیکہ کمتر ہونے جماعات مسلمین کے اُن کی سکونت سے یہ شرط عدم تقلیل کی امام حلوانی نے کی ہے فان لزم ذلک من سکناہم امروا بالاعتزال عنہم واسکنی بناحیۃ لیس فیہا مسلمون وہو محفوظ عن ابی یوسف بحر عن الذخیرۃ سو اگر ان کے رہنے سے تقلیل جماعات لازم آوے تو ان کو مسلمین سے علیحدہ ہونے کا اور اس کنارے میں سکونت کرنے کا حکم کیا جاوے جس میں مسلمین نہ رہتے ہوں اور یہی قول ابی یوسف سے محفوظ ہے کذا فی البحر عن الذخیرہ وفی الاشباہ واختلاف سکناہم بیتنا فی المصر والمعتمد الجواز فی محلۃ خاصۃ انتہی واقرہ المصنف وغیرہ لکن رد شیخ الاسلام جوی زادہ وجزم بانہ فہم خطاء لکانہ فہم من الناحیۃ المحلۃ ولیس کذلک فقد صرح التمرتاشی فی شرح الجامع الصغیر بعد ما نقل عن الشافعی انہم یومرون ببیع دورہم فی امصار المسلمین وبالخروج عنہا وبالسکنی خارجا لئلا یکون لہم محلۃ خاصۃ نقلا عن النسفی والمراد بالمنع المذکور عن الامصار ان یکون لہم فی المصر محلۃ خاصۃ یسکنونہا دون غیرہا فیہا منعۃ عارفۃ کمنعۃ المسلمین فاما سکناہم بینہم وہم مقہورون فلا کذلک کذا فی الفتاوی الاسکوبی فلیحفظ اور اشباہ میں ہے اور اختلاف واقع ہے ذمیوں کی سکونت میں اہل اسلام کے اندر شہر میں اور جواز سکونت محلہ خاص میں قول معتمد ہے انتہی اور اسی کو ثابت رکھا ہے مصنف وغیرہ نے لیکن شیخ الاسلام جوی زادہ نے اس کو رد کیا ہے اور اس پر یقین کیا ہے کہ صاحب اشباہ غلط سمجھا ہے سو گویا وہ ناحیہ سے محلہ سمجھا ہے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے اس واسطے کہ تمرتاشی نے جامع صغیر کی شرح میں بعد نقل کرنے امام شافعیؒ سے اس قول کو کہ ذمیوں کو اپنے گھر بیچنے کا اہل اسلام کے شہروں میں اور وہاں سے نکل جانے کا اور خارج شہر کے رہنے کا حکم کیا جاوے تا اُن کے واسطے ایک محلہ خاص نہ ہو نسفی سے تمرتاشی نے نقل کر کے تصریح کی ہے کہ مراد یعنی منع سکونت امصار سے یہ ہے کہ ان کے واسطے شہر میں ایک محلہ مخصوص ہو جس میں وہ سکونت کریں اور حالانکہ اُن کے واسطے وہاں جماعت باشوکت وعزت ہو جماعت مسلمین کے مانند اور سکونت اہل ذمہ کی آپس میں اور حالانکہ وہ دبے اور ذلیل ہوں اس طرح منع نہیں کذا فی فتاوی الاسکوبی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م خلاصہ یہ ہے کہ اہل ذمہ اگر اہل اسلام میں کم زور ہو کر رہیں تو منع نہیں اگرچہ خاص محلہ میں رہیں لیکن اگر باجماعت اور قوت ہوں چنانچہ تمرتاشی نے مذکور کیا یا اُن کی سکونت سے تقلیل جماعت مسلمین لازم آوے جیسے کہ صاحب فتحیہ نے تصریح کی ہے تو منع کئے جائیں گے اور صاحب اشباہ نے جو سکونت محلہ خاص کے جواز کو معتمد کہا ہے تو اس پر محمول ہے کہ جب ان کو قوت اور شوکت نہ ہو تو تمرتاشی کے قول کے مخالف نہ ہوا واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ویتقض عہدہم بالغلبۃ علی موضع للحرب او بالالحاق بدار الحرب زاد فی الفتح بالامتناع من قبول الجزیۃ او یجعل نفسہ طلیعۃ للمشرکین بان یبعث لیطلع علی اخبار العدو فلو لم یبعثوہ لذلک لم ینتقض عہدہم وعلیہ یحمل کلام المحیط اور ذمیوں کا عہد ٹوٹ جائے گا اُن کے غالب ہونے سے ایک مکان پر لڑائی کے واسطے یا دار الحرب میں جا کر ملنے سے فتح القدیر میں اتنا زیادہ کیا ہے یا عہد شکنی ہوگی جزیہ نہ قبول کرنے سے یا آپ کو مشرکین کا جاسوس بنانے سے اس طرح پر کہ کافر حربی دار الحرب میں بھیجا جائے مستامن ہو کر تا اخبار دشمن پر مطلع ہو سو اگر اہل حرب اس کو اس کے واسطے نہ بھیجیں تو ان کا عہد نہ ٹوٹے گا اور اسی تفصیل پر کلام محیط کا محمول ہے م محیط میں کہتے اگر ذمی مشرکین کو عیوب مسلمین کی خبر پہنچائے تو یہ نقض

Marfat.com

عہد نہیں صاحب بحر نے رفع اختلاف کے واسطے تاویل کی کہ یہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ اہل حرب نے اس کو جاسوسی کے واسطے نہ بھیجا ہو اور صاحب نہر اور حموی اور شارح نے بھی اس تاویل کو پسند کیا کذا فی الطحطاوی وصار الذمی فی ہذہ الاربع الصور کالمرتد فی کل احکامہ الا انہ لو اسر لیسترق والمرتد یقتل ولا یجبر علی قبول الجزیۃ والمرتد یجبر علی قبول الاسلام اور ہو گیا ذمی ان چاروں صورتوں میں مرتد کے مانند اس کے کل احکام میں مگر یہ کہ اگر ذمی گرفتار ہو گا تو غلام بنایا جائے گا اور مرتد گرفتاری کے بعد قتل ہو گا اور ذمی پر قبول جزیہ کے واسطے جبر نہ ہو گا اور مرتد پر قبول اسلام کے واسطے جبر ہو گا لا ینقض عہدہ بقولہ نقضت العہد ونحوہ بخلاف الامان للحربی فانہ ینتقض بالقول بحر نہ ٹوٹے گا اس کا عہد اس کے یوں کہنے سے کہ میں نے عہد کو توڑا کذا فی شرح الزیلعی بخلاف حربی کے امان کے کہ وہ ٹوٹ جائے گی قول مذکور سے کذا فی البحر ولا بالاباء عن اداء الجزیۃ بل عن قبولہا کما مر ونقل العینی عن الواقعات قتلہ بالاباء عن الاداء قال وہو قول الثلثۃ لکن ضعفہ فی البحر اور ذمی کا عہد نہیں ٹوٹتا ادائے جزیہ کے انکار سے بلکہ عہد ٹوٹتا ہے قبول جزیہ کے انکار سے چنانچہ فتح القدیر سے مذکور ہو چکا اور عینی نے واقعات سے ذمی کا قتل کرنا بسبب انکار ادائے جزیہ سے نقل کیا ہے کہا اور یہی قول ہے تینوں اماموں کا لیکن اس قول کو ضعیف کہا ہے بحر الرائق میں اس وجہ سے کہ درایت اور روایت کے مخالف ہے ولا بالزنا بمسلمۃ وقتل مسلم وابنتان مسلم عن دینہ وقطع الطریق اور عہد ذمی کا نہیں ٹوٹتا مسلمان عورت کے ساتھ زنا کرنے سے اور مسلمان کے قتل کر ڈالنے سے اور مسلمان کو اس کے دین سے بہکا دینے سے اور قطاع الطریقی سے ہم اس واسطے کہ زنا سے اس پر حد قائم ہو گی اور قتل سے قصاص لازم آوے گا اور ذمی رہنے کا فائدہ بعد قصاص کے یہ ہے کہ اس کی اولاد صغار رقیق نہ ہو گی اور اس کا مال غنیمت نہ ہو گا وسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لانہ کفرہ المقارن لہ لا یمنعہ فالطاری لا یرفعہ فلو من مسلم قتل کیا جائے اور نہیں ٹوٹتا عہد ذمی کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دشنام اور بدگوئی سے اس واسطے کہ کافر ہونا ذمی کا جو مقارن ہے عہد کے مانع عہد کا نہیں تو جو کفر کہ طاری ہوا بسبب دشنام کے وہ عہد کا رافع نہ ہو گا پھر اگر دشنام مسلم سے صادر ہو تو وہ مقتول ہو گا چنانچہ باب لاحق میں آوے گا م شیخ شاہین نے ذخیرہ سے تفصیل اس میں نقل کی ہے کہ اگر ذمی نے اپنے اعتقاد کے موافق یوں کہا کہ آنحضرت رسول نہ تھے یا انھوں نے یہود یو کو ناحق قتل کیا یا حضرت کی طرف نسبت کذب کی تو بعضے علماء کے نزدیک اس کا عہد نہیں ٹوٹتا اور اگر ذمی نے اپنے خلاف اعتقاد ذکر کیا اس طرح پر کہ آنحضرت کی طرف زنا کی نسبت کی یا آپ کے نسب میں طعنہ کیا تو عہد ٹوٹے گا انتہی اور یہ محمول ہے عدم اعلان پر کذا فی الطحطاوی ویوجب الذمی ویعاقب علی سبہ دین الاسلام او القرآن او النبی صلی اللہ علیہ وسلم حاوی وغیرہ قال العینی واختیاری فی السب ان یقتل انتہی وتبعہ ابن الہمام قلت وبہ افتی شیخنا الخیر الرملی وہو قول الشافعی اور ذمی تعزیر دیا جاوے اور مارا جائے دین اسلام یا قرآن یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی پر کذا فی الحاوی وغیرہ علامہ عینی نے کہا اور میرے نزدیک قول مختار بدگوئی میں یہ ہے کہ وہ قتل کیا جاوے اور تابع ہوا ہے عینی کا ابن ہمام صاحب فتح القدیر میں کہتا ہوں اور اسی کا فتوی دیا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اور یہی قول ہے امام شافعی کا م بحر الرائق میں کہا کہ ابن ہمام نے یہاں بحث مخالف اہل مذہب کے کی ہے عینی کا تابع ہو کر اور علامہ قاسم نے تصریح کی ہے کہ ابن ہمام کے ابحاث مخالفہ پر عمل نہ کرنا چاہیے ہاں یہ البتہ ہے کہ مومن کا دل مسئلہ سب میں قول مخالف کی طرف مائل ہوتا ہے لیکن ہم کو اتباع مذہب واجب ہے ثم رایت فی معروضات المفتی ابی السعود انہ ورد امر سلطانی بالعمل بقول ائمتنا القائلین بقتلہ اذا ظہر انہ معتادہ وبہ افتی پھر میں نے مفتی ابو سعود کے معروضات میں دیکھا کہ البتہ امر سلطانی وارد ہوا ہے ہمارے ان علماء کے اقوال پر عمل کرنے کا جو قائل ہیں ذمی کے قتل کرنے کے جب کہ ظاہر ہو جائے کہ بدگوئی اس کی عادت ہے اور اسی کا فتوی دیا ہے مفتی ممدوح نے م طحطاوی نے شرح ملتقی سے نقل کیا کہ جب ذمی علی الاعلان بدگوئی کرے یا اس کی یہی عادت ہو تو اس کو قتل کرنا چاہیے اگرچہ عورت ہو

Marfat.com

ثم افتی فی بحر الیہودی قال لبشر النصرانی نبیکم عیسٰی ولد زنی بانہ یقتل لسبہ الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام انتہی پھر مفتی ابوسعود نے بحر یہودی کے بشر نصرانی سے یوں کہنے میں کہ معاذ اللہ کہ تمہارا نبی عیسٰی ولد الزنا ہے یہ فتوی دیا کہ وہ قتل کیا جائے بسبب اس کے گالی دینے کے حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو انتہی قتل کا فتوی دیا بسبب اعلان سب کے ملتقط ویدہ ان ابن کمال باشا فی احادیثہ الاربعینیۃ فی الحدیث الرابع والثلثین یا عائشۃ لا تکونی فاحشۃ مالصہ والحق انہ یقتل عندنا اذا اعلن بشتمہ علیہ الصلوۃ والسلام صرح بہ فی سیر الذخیرۃ حیث قال واستدل محمد لہیان قتل المرأۃ اذا اعلنت بشتم الرسول بما روی ان عمرو بن عدی لما سمع عصماء بنت مروان تؤذی الرسول فقتلہا لیلا فمدحہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ذلک انتہی فلیحفظ شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں اور مفتی ممدوح کے فتوی کا یہ مؤید ہے کہ ابن کمال پاشا نے اپنی چہل حدیث میں چونتیسویں اس حدیث کے اندر یعنی یا عائشۃ[1] لا تکونی فاحشۃ میں جو اس طرح تصریح کی ہے اور حق یہ ہے کہ کافر ذمی قتل کیا جاوے گا ہمارے نزدیک جب کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کی بدگوئی تو ظاہر کرے تصریح کی ہے اس مسئلہ کی ذخیرہ کی کتاب السیر میں چنانچہ یوں کہا ہے اور امام محمد نے واسطے بیان قتل کرنے عورت کے جب کہ وہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کی بدگوئی کا اعلان کرے استدلال کیا ہے اس روایت سے کہ عمر بن عدی نے جبکہ سنا عصماء بنت مروان سے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کی بدگوئی کرتی ہے اس کو رات میں تو رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کے قاتل کی مدح کی انتہی مافی الذخیرۃ تو علیہ الصلوۃ والسلام کو ایذا دیتی ہے تو اس کو قتل کر ڈالا رات میں تو رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کے قاتل کی مدح کی انتہی مافی الذخیرۃ تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م خلاصہ یہ ہے کہ ذمی مقتول نہ ہوگا حضرت کی بدگوئی سے مگر جب کہ اس کو بدگوئی کی عادت ہوگئی ہو کما فی المعروضات یا وہ اعلان کرتا ہو کذا فی الذخیرۃ تو عدم قتل کی روایت عدم اعتیاد یا عدم اعلان پر محمول ہو تو اب دونوں قولوں میں تعارض باقی نہ رہا واللہ تعالیٰ اعلم **ویؤخذ من مال بالغ تغلبی فی تغلبیۃ** لا من طفلہم الا الخراج **ضعف زکوتنا** باحکامہا **مما تجب فیہ الزکوۃ** المعہودۃ بیننا لان الصلح وقع کذلک اور لیا جاوے گا بالغ تغلبی اور تغلبیہ کے مال سے نہ ان کے اطفال سے سوائے خراج کے اہل اسلام کی زکوۃ کا دونا لیا جائے گا باحکامہا مفصلہ زکوۃ اس مال سے جس میں زکوۃ مقرری بین المسلمین واجب ہوتی ہے اس واسطے کہ صلح اس قوم سے اسی طرح پر واقع ہوئی ہے م تغلبی[2] بکسر لام منسوب ہے تغلب بن وائل بن ربیعہ کی طرف وہ عرب کی ایک قوم ہے جو جاہلیت میں نصرانی ہوگئی تھی اور روم کے متصل سکونت اختیار کی تھی جب زمانہ اسلام کا آیا تو عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے جزیہ طلب کیا انھوں نے جزیہ دینے کا انکار کیا عار سمجھ کر اور بولے کہ ہم لوگ بھی عرب ہیں ہم سے بھی زکوۃ لیجئے جیسے اور عرب سے زکوۃ لیتے ہو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مشرک سے ہم زکوۃ نہیں لیتے تو بعضے لوگ اس قوم کے روم کو بھاگ گئے سو نعمان بن زرعہ نے کہا یا امیر المومنین یہ لوگ بڑے لڑنے والے ہیں اور عرب میں جزیہ دینے سے ننگ اور عار کرتے ہیں سو ننگی نہ کیجیے اور ان سے جزیہ بنام زکوۃ لیجیے سو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کو بلایا اور زکوۃ کا دونا ان پر مقرر کیا پھر اسی پر صحابہ کرام کا اجماع ہوگیا ان کے بعد فقہا کا کذا فی النہر والبحر اور چونکہ صلح دوچند زکوۃ پر ہوئی لہذا ان کے اطفال اور مجانین اور معتوہین پر کچھ لازم نہیں کیوں کہ زکوۃ ان پر واجب نہیں کذا فی الدرر المنتقی بخلاف خراج کے کہ وہ طفل وغیرہ پر لازم ہے اس واسطے کہ وہ زمین کا وظیفہ ہے عبادت نہیں کذا فی البحر اور جب ان پر دوچند زکوۃ باحکامہا لازم ہوئی ہو چالیس بکریوں میں سے دو بکریاں اور ایک سو بیس بکریوں سے چار بکریاں وعلی ہذا القیاس اونٹ سے کذا فی الفتح **ویؤخذہ من مولاہ** ای معتق **التغلبی فی الجزیۃ والخراج کمولی القرشی** وحدیث مولی القوم منہم مخصوص بالاجماع اور لیا جائے گا اس کے مولی سے یعنی تغلبی کے آزاد غلام سے جزیہ اور خراج میں قرشی کے آزاد غلام کے مانند اور مولی القوم منہم کی حدیث بالاجماع مخصوص ہے یعنی یہ جو حدیث ہے کہ آزاد

[1] ای عائشہ مت ہونا فحش کرنے والی ۱۲ [2] صواب یہ ہے کہ مترجم اول یوں کہتا کہ تغلبی بفتح لام منسوب ہے تغلب بکسر لام کی طرف اس لیے کہ تغلب بکسر لام کی طرف جب نسبت کرتے ہیں تو لام کو فتحہ دیتے ہیں تاکہ بہت سے کسرے یک جا نہ ہوں ۱۲

Marfat.com

غلام قوم کا اُسی قوم میں داخل ہے سو یہ مخصوص بحرمت صدقہ ہے یعنی جس قوم کو صدقہ لینا درست نہیں تو اُس کے آزاد غلام پر بھی لینا جائز نہیں و مصرف الجزیۃ والخراج ومال التغلبی وبدیتہم للامام وانما یقبل اذا دفع عنہم ان قتالنا للدین لا للدنیا جوہرہ وما اخذ منہم بلا حرب ومنہ ترکہ ذمی واخذہ عاشر منہم ظہیریۃ مصالحنا خبر مصرف اور مصرف جزیہ اور خراج کا اور تغلبی کے مال کا جس کو کفار نے سلطان کو بطریق تحفہ دیا ہو اور اس مال کا جو کافروں سے بدون لڑائی کے لیا گیا اہل اسلام کے مصالح میں سلطان کفار کا تحفہ اس وقت قبول کرے جب کہ ان کے نزدیک ثابت ہو جائے کہ ہمارا لڑنا دین کے واسطے ہے نہ دنیا کی تحصیل کے واسطے کذا فی الجوہرہ اور مال بلا حرب میں اُس ذمی کا ترکہ داخل ہے جس کا کوئی وارث نہیں کذا فی الحموی اور وہ مال جس کو عاشر کفار سے لے کذا فی الظہیریۃ شارح نے کہا مصالحنا خبر ہے مصرف کی م مصالح جمع ہے مصلحت کی یعنی جس کی منفعت اسلام کی طرف عائد ہو کذا فی القہستانی اہل نجران کا مال اور جس مال پر کہ اہل حرب نے صلح کی ترک قتال پر دار الحرب میں لشکر اسلام کے داخل ہونے سے پہلے مال بلا حرب میں داخل ہے کذا فی البحر کسد ثغورنا وبناء قنطرۃ وجسر وکفایۃ العلماء والمتعلمین تجنیس وبہ یدخل طلبۃ العلم فتح مصالح اہل اسلام کے چنانچہ دار الاسلام کی سرحدوں کی حفاظت کرنا اور پکا پل اور لکڑی کا پل بنانا اور علماء اور متعلمین کو بقدر کفایت دینا کذا فی التجنیس متعلمین کے لفظ سے طالب علم بھی مصرف میں داخل ہو گئے کذا فی الفتح م سد بالفتح والضم مضبوط کرنا وثغر بالفتح و سکون غین معجمہ عبارت ہے موضع مخافت بلاد سے تو سد ثغور سے مراد یہ ہے کہ اُن لوگوں پر صرف کرنا چاہیے جو اس محل خوف کی محافظت کرتے ہیں جو فاصل ہے دار الاسلام اور دار الحرب کے درمیان میں اور علماء سے مراد مفسرین اور محدثین ہیں اور ظاہر علماء سے مراد وہ ہیں جو علوم شرعیہ کی تعلیم کرتے ہیں تو صرف اور نحو وغیرہ ہما کو بھی شامل ہے کذا فی الحموی عن البرجندی نہر الفائق میں خانیہ سے منقول ہے کہ رازی سے سوال ہوا کہ بیت المال میں اغنیاء کا بھی حصہ ہے جواب دیا کہ نہیں مگر جب کہ غنی عالم یا قاضی ہو اور فقہاء کا اس میں حصہ نہیں مگر اُس فقیہ کا حصہ ہے جو لوگوں کو فقہ اور قرآن کی تعلیم کیا کرتا ہے والقضاۃ والعمال ککتبۃ قضاۃ وشہود قسمۃ ورقباء سواحل اور بقدر کفایت قاضیوں اور عاملوں کے جیسے قاضیوں کے کاتب اور قسمت کے گواہ یعنی قسمت بین الورثہ اور شرکاء کے شاہد اور سواحل دریا کے نگہبان یعنی عشر لینے والے کذا فی الطحطاوی ورتق المقاتلۃ وذراریہم ای ذراری کل من ذکر مسکین واعتمدہ فی البحر قائلا وہل یعطون بعد موت آبائہم حالۃ الصغر لم ارہ اور جیسے روزی مقاتلین مجاہدین کی اور ان کی ذریت کی یعنی محافظین حدود اور علماء اور قضاۃ اور عمال اور مقاتلین سب مذکورین کی ذریت کی کذا فی الشرح مسکین اور اسی پر اعتماد کیا بحر الرائق میں یوں کہکر اور کیا اُن کی ذریت کو روزی دی جائے گی اُن کے باپوں کے مرجانے کے بعد حالت طفلی میں میں نے اس کا حکم کسی کتاب میں نہیں دیکھا م طحطاوی نے شیخ عیسیٰ صفتی کے رسالے سے نقل کیا کہ ابو یوسف رح نے کہا کتاب الخراج میں کہ جو شخص بیت المال کا مستحق ہے اور اُس کے واسطے اُس کا استحقاق بیت المال میں مفروض ہو گیا تو اُس کی ذریت کے واسطے بھی مفروض ہو گا اُس کی تبعیت سے اور اُس کی موت سے ساقط نہ ہو گا صاحب ہادی نے کہا فتوی اس پر ہے کہ علماء اور فقہا اور مقاتلین کی ذریت اور جو مستحق بیت المال ہو اس کی ذریت کا حصہ معین کیا جاوے اور جو ان کی اولاد کے واسطے مفروض ہوا وہ اُن کی موت سے ساقط نہیں ہوتا والی ہنا تمت مصارف بیت المال ثلثۃ فہذا مصرف جزیۃ وخراج ومصرف زکوۃ وعشر مرفی الزکوۃ ومصرف خمس ورکاز مرفی السیر وبقی رابع وہو لقطۃ وترکۃ بلا وارث ودیۃ مقتول بلا ولی ومصرفہا لقیط فقیر وفقیر بلا ولی اور یہاں تک تمام ہو چکی تین قسم بیت المال کے مصارف سو یہ مصرف جزیہ اور خراج کا ہے اور زکوۃ اور عشر کا مصرف کتاب الزکوۃ میں مذکور ہو چکا اور مصرف خمس اور رکاز کا گذر گیا کتاب السیر میں یعنی کتاب الجہاد کی فصل قسمت غنیمت میں مذکور ہو چکا باقی رہا چوتھی قسم کا بیت المال یعنی افتادہ مال اور متروکہ بلا وارث اور خونبہا اُس مقتول کا جس کا کوئی ولی نہیں اور مصرف اس کا لقیط محتاج اور فقیر بلا ولی ہے یعنی اُن کے نفقات اور اُن کے معالجات اور اُن

Marfat.com

کے مولی کی تکفین اور اُن کے جنایات کی دیت میں صرف کیا جاوے گا کذا فی النہر وعلی الامام ان یجعل لکل نوع بیتا یخصہ اور بادشاہ پر لازم ہے کہ ہر قسم مال کا ایک ایک گھر بنا دے کہ وہ گھر اسی مال کے واسطے مخصوص رہے یعنی ایک بیت المال جزیہ اور خراج کا اور دوسرا عشر اور زکوٰۃ کا اور تیسرا خمس اور رکاز کا چوتھا لقطات اور لاوارث ترکات اور لاوارث کی دیت کا اور فائدہ چار خزانہ کرنے کا یہ ہے کہ ایک قسم کا مال دوسری قسم میں مخلوط نہ ہو جائے اس واسطے کہ ہر قسم کا حکم علیحدہ ہے کذا فی البحر ولہ ان یستقرض من احد ہا لیصرفہ للآخر اور جائز ہے بادشاہ کو قرض لے ایک بیت المال سے تاکہ اُس کو صرف کرے دوسرے بیت المال کے مصرف میں م پھر جب اُس قسم کا مال آوے تو جس بیت المال سے قرض لیا تھا اس میں پھیر دے مگر جب کہ مال مصرف از قسم صدقات اور خمس کے ہو اور اہل خراج پر صرف کیا ہو اور حالانکہ وہ محتاج ہیں تو پھیر دینا کچھ ضروری نہیں اس واسطے کہ فقراء اہل خراج مستحق صدقات ہیں اپنی محتاجی کے سبب سے کذا فی البحر والنہر ویعطی بقدر الحاجۃ والفقہ والفضل فان قصر کان اللہ علیہ حسیبا زیلعی اور دے بقدر حاجت اور بمقدار فقہ اور فضیلت کے سو اگر اس میں بادشاہ قصور کرے گا تو حق تعالیٰ اس سے حساب کا لینے والا ہے کذا فی الشرح زیلعی م قینیہ میں ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل اسلام کو برابر دیتے تھے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کو بقدر حاجت اور بمقدار فقہ اور فضیلت کے عطا فرماتے تھے اور عمل کرنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فعل پر ہمارے زمانے میں احسن ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وفی الحاوی المراد بالحافظ فی حدیث لحافظ القرآن مائتا دینار ہو المفتی الیوم اور حاوی قدسی میں ہے کہ حافظ سے مراد اس حدیث میں کہ حافظ قرآن کے واسطے دو سو دینار ہیں مفتی ہے اس واسطے کہ جو صحابہ کرام کے زمانے میں حافظ قرآن ہوتا تھا وہ احکام کا بھی عالم ہوتا تھا بخلاف اس وقت کے کذا فی الطحطاوی ولا شئ لذمی فی بیت المال الا ان یہلک لضعفہ فیعطیہ ما یسد جوعتہ اور کچھ حق نہیں ذمی کے واسطے بیت المال میں مگر یہ کہ وہ ہلاک ہوتا ہو بسبب اپنے ضعف کے تو اتنا اس کو بیت المال سے دے جس سے یکبارہ گرسنگی دفع ہو ومن مات ممن ذکر فی نصف الحول حرم من العطاء لانہ صلۃ فلا یملک الا بالقبض اور جو شخص مصارف بیت المال سے جنکا ذکر ہو چکا نصف سال میں مر گیا محروم رہا عطا سے اس واسطے کہ عطا صلہ ہے یعنی صدقہ اور احسان ہے تو وہ مملوک نہیں ہوتا بدون قبضے کے م حموی کی شرح میں ہے کہ رزق اور عطا متقارب المعنی ہیں مگر فقہا نے دونوں میں فرق کیا ہے سو جو اہل لشکر کو بطور مشاہرہ دیا جائے اُس کو رزق کہتے ہیں اور جو بطریق سالانہ یا ششماہی کے دیا جائے اس کو عطا کہتے ہیں اور فتح القدیر میں ہے کہ عطا وہ ہے کہ جو مستحقین بیت المال کے نام پر کچہری میں لکھا جائے چنانچہ جاگیر ہمارے عرف میں لیکن جاگیر عام نہ ہے اور عطا سالانہ واہل العطاء فی زماننا القاضی والمفتی والمدرس صدر شریعۃ اور اہل عطا یعنی سالانہ دار ہمارے زمانے میں قاضی اور مفتی اور مدرس ہیں کذا فی شرح الوقایہ م بحر الرائق کی عبارت میں مثل القاضی والمفتی والمدرس ہے اور یہی بہتر ہے کہ مقاتلین وغیرہم کو بھی شامل ہے ولو مات فی آخرہ اول بعد تمامہ کما صححہ اخی زادہ یستحب الصرف الی قریبہ لانہ اوفی تعبہ فیندب لو فاء لہ اور اگر اہل عطا مر گیا آخر سال میں یا بعد تمام ہو جانے سال کے چنانچہ اخی زادہ نے اُس کی تصحیح کی ہے تو مستحب ہے عطاء کا صرف کرنا اس کے قریب کی طرف اس واسطے کہ اُس نے اپنی محنت کشی کو پورا کر دیا تو عطاء کو بھی پورا کر دینا اُس کے واسطے مستحب ہوا یعنی میت کے وارثوں کو دے کرم استحباب صرف علامہ عینی اور شارح مجمع کا مختار ہے اور مسکین نے وجوب صرف کو اختیار کیا ہے محقق ابن ہمام نے کہا کہ دلیل اس کی مقتضی ہے کہ اُس کے وارثوں کو دینا واجب ہے اس واسطے کہ حق متاکد ہو گیا سال کے اندر تمام عمل سے چنانچہ سہم غازی کا موروث ہوتا ہے بعد احراز دار الاسلام کے بسبب متاکد ہونے حق کے اس وقت میں اگرچہ اس کی ملک ثابت نہیں کذا فی الطحاوی ومن تعجل ثم مات او عزل قبل الحول قیل یجب رد ما بقی وقیل لا کالنفقۃ المعجلۃ زیلعی اور جو سالانہ پیشگی لے پھر مر جائے یا معزول ہو عمل سے سال سے پہلے بعضوں نے کہا جس قدر سال میں سے باقی رہا اتنا حساب سے پھیر دے اور بعضوں نے کہا پھیر دینا واجب نہیں نفقہ معجلہ کے مانند شیخین کے

ف تفسیر رزق وعطا وجاگیر ۱۲

Marfat.com

نزدیک خلافا لمحمدؒ کذا فی النہج عن الزیلعی والمؤذن والامام اذا کان لہما وقف فلم یستوفیا فیاحتی ماتا فانہ لیسقط لانہ کالصلۃ وکذلک القاضی وقیل لایسقط لانہ کالاجرۃ وہذا ثابت فی نسخ الشرح ساقط من نسخ المتن ہنا وتمامہ فی الدرر وقد لخصنا فی الوقف اور مؤذن اور امام مسجد کا جب کہ وقف اُن کے واسطے ہو اور اُن کو پورا سال نہ گذرا کہ وہ مرگئے تو وہ ساقط ہوگا اس واسطے کہ وہ بمنزلہ صدقہ اور احسان کے ہے اور یہی حکم ہے قاضی کا اور قول ضعیف یہ ہے کہ وہ ساقط نہیں ہوتا اس واسطے کہ وہ بجائے اجرت کے ہے اور یہ مسئلہ مصنف کی شرح کے نسخوں میں ثابت ہے اور متن کے نسخوں سے ساقط ہے اور پورا بیان اُس کا درر غرر میں ہے اور کتاب الوقف میں ہم نے اُس کو ملخص بیان کیا ہے م اور اگر امام اور مؤذن کے واسطے اجرت معین ہے تو وہ موت سے ساقط نہیں ہوتی درر غرر میں صدر الاسلام طاہر بن محمود کے فوائد سے مذکور ہے کہ ایک گاؤں میں امام مسجد پر زمین وقف ہے سو امام نے اُس کا غلہ بعد پختہ ہونے کے لیا اور اس گاؤں سے چلا گیا تو باقی سال کا حصہ اُس سے مسترد نہ ہوگا اور امام کو باقی سال کا حصہ کھانا جائز ہے اگر وہ محتاج ہو اور یہی حکم ہے طلبۂ علم اور مدرس کا کذا فی الطحطاوی۔

باب المرتد

یہ باب ہے مرتد کے احکام میں جب مصنف نے کفر اصلی کے احکام سے فراغت پائی تو کفر طاری کے احکام شروع کیے کفر اصلی سے مراد یہ ہے کہ اس پر ایمان متقدم نہ ہوا ہو بعد بلوغ کے اور کفر طاری وہ ہے جس پر ایمان متقدم ہوا ہو ہو لغۃ الراجع مطلقا وشرعا الراجع عن دین الاسلام مرتد لغت میں پھر جانے والے کو کہتے ہیں مطلقا خواہ ایمان سے پھرے یا غیر ایمان سے اور اصطلاح شرع میں دین اسلام سے پھر جانے والے کو مرتد کہتے ہیں ورکنہا اجراء کلمۃ الکفر علی اللسان بعد الایمان اور ردت یعنی ارتداد کا رکن جاری کرنا ہے کلمہ کفر کا زبان پر بعد ایمان کے م یہ ارتداد ظاہری کی تعریف ہے اور ارتداد قلبی تکلم لسانی پر موقوف نہیں چنانچہ حق تعالی کو بصفت نالائق موصوف اعتقاد کرے یا بعد مدت کے کافر ہو جانے کا قصد مصمم رکھے کذا فی الطحطاوی وہو تصدیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی جمیع ما جاء بہ عن اللہ تعالی مما علم مجیئہ ضرورۃ اور وہ یعنی ایمان عبارت ہے سرور عالم محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی تصدیق سے ہر چیز میں جس کو آنحضرتؐ لائے اللہ تعالی کی طرف سے جسکا لانا بالیقین معلوم ہو چکا یعنی ضروریات دین محمدیؐ کو دل سے مان لیا یہی حقیقت ہے ایمان کی اور ضروریات سے مراد وہ ہے جس کو عوام بھی جانتے ہیں بلا احتیاج نظر واستدلال چنانچہ وحدانیت خدا ونبوت انبیا وبعثت وجزاء وجوب صلوۃ وزکوۃ وحرمت خمر وغیرہا کذا فی حاشیۃ الحلبی وہل ہو فقط او ہو مع الاقرار قولان واکثر الحنفیۃ علی الثانی والمحققون علی الاول اور کیا ایمان فقط تصدیق قلبی سے عبارت ہے یا تصدیق مع الاقرار سے اس میں دو قول ہیں اور اکثر حنفیہ قول ثانی پر ہیں اور علماء محققین قول اول پر م محققین سے مراد اکثر ماتریدیہ اور اشاعرہ ہیں اور خوارج کے نزدیک ایمان عبارت ہے تصدیق مع الاطاعۃ سے لہذا اُن کے نزدیک گناہ سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اور کرامیہ کے نزدیک فقط تصدیق زبانی کا نام ایمان ہے سو اگر تصدیق لسانی تصدیق قلبی کے مطابق ہے تو وہ مومن ناجی ہے والا مومن مخلد فی النار ہے والاقرار شرط لاجراء الاحکام الدنیویۃ بعد الاتفاق علی انہ لیعتقد متی طولب بہ انی بہ فان طولب بہ فلم یقر فہو کفر عنادا ومحققین مذکورین کے نزدیک ایمان کا اقرار کرنا شرط ہے احکام دنیویہ کے جاری کرنے کے واسطے اُن کے متفق ہونے کے بعد اس پر کہ مومن اُس کا اعتقاد رکھے کہ جب کوئی اُس سے ایمان کا مطالبہ کرے گا تو وہ ایمان کا اقرار کرے گا سو اگر اُس سے ایمان کا مطالبہ ہوا اور اُس نے اقرار نہ کیا تو اُس کا یہ عدم اقرار اور چپ رہنا کفر عناد ہے م احکام دنیویہ سے مراد نکاح اور انکاح اور قبول شہادت اور صحت قضا اور تغسیل اور تکفین اور نماز جنازہ اور مقابر مسلمین میں دفن کرنا ہے پھر اگر وہ مرگیا اور اُس نے ایمان کا اقرار نہ کیا اور اُس کے دل میں یہ تھا کہ جو کوئی اُس سے پوچھے گا تو وہ ایمان کا اقرار کرے گا تو وہ خدا کے نزدیک مومن ناجی ہوگا لیکن اسلام کے احکام دنیویہ اُس پر جاری نہ ہوں گے علماء

Marfat.com

محققین کا اُس پر اجماع ہے کہ ترک عناد شرط ہے ایمان کی اور ترک عناد سے مراد یہ ہے کہ جب اُس سے ایمان کا مطالبہ ہو تو وہ اُس کا اقرار کرے سو اگر بعد مطالبہ اُس نے اقرار نہ کیا تو یہ عدم اقرار کفر عنادی ہے اعتقاد سابق اُس کو مفید نہ ہوگا باقی رہا یہ کہ اگر اُس کا معتقد نہ ہوگا تو یعنی خالی الذہن ہو یا اُس کا معتقد ہو کہ مطالبہ کرنے سے ایمان کا اقرار نہ کرے گا لیکن مطالبہ کے وقت اقرار کرے سو یہ اقرار کیا کافی ہوگا بنظر حصول مقصود کے یا کافی نہ ہوگا بنظر اعتقاد سابق کے کذا فی حاشیۃ الحلبی طحطاوی نے کہا ظاہر اجواب یہ ہے کہ جب اُس نے اقرار کیا تو اُس کے ایمان میں کچھ شک نہیں اور قبل اقرار کے درصورت ثانی کافر ہوگا اس واسطے کہ اس نے اپنی نیت میں اقرار ایمانی سے انکار کیا اور پہلی صورت میں شرط کرنا اعتقاد کا مقتضی کفر ہے واللہ تعالیٰ اعلم قال المصنف وفی الفتح من ہزل بلفظ الکفر ارتد وان لم یعتقدہ للاستخفاف فھو ککفر العناد مصنف نے کہا اور فتح القدیر میں ہے کہ جس نے مسخراپن اور خوش طبعی کی بلفظ کفر اگرچہ معتقد کفر نہ ہو وہ مرتد ہوگیا بسبب خفیف جاننے کے تو وہ کفر عنادی کے مانند ہے م فتاوی خیریہ میں بحر الرائق سے منقول ہے کہ جو کلمہ کفر کا تکلم کرے باعتبار ہزل کے وہ کافر ہے سب کے نزدیک اور اس کے اعتقاد کا کچھ اعتبار نہیں اور جس نے باعتبار خطا یا اکراہ کے اس کا تکلم کیا وہ سب کے نزدیک کافر نہیں اور جس نے معلوم کر کے قصداً تکلم کیا وہ بھی بالاتفاق کافر ہے اور جو کلمہ کفر کو بخوشی بولا لیکن اُس کے کفر ہونے سے جاہل ہے تو اس میں اختلاف ہے والکفر لغۃ الستر وشرعاً تکذیبہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شئی مما جاء بہ من الدین ضرورۃ اور کفر لغت میں بمعنی اخفا کے ہے اور شرع میں عبارت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب سے کسی چیز میں جس کو آپ لائے منجملہ دین کے بالیقین بلاتردد یعنی ضروریات دین میں سے ایک چیز کا بھی انکار کرنا کفر ہے مثلاً جو فرضیت زکوۃ یا حج کا منکر ہو یا ظہر کی مثلاً چار رکعت فرض کو نہ مانے وہ کافر ہے والفاظہ تعرف فی الفتاوی بل افردت بالتالیف مع انہ لا یفتی بالکفر بشئی منہا الا فیما اتفق المشائخ علیہ کما سیجئ قال فی البحر وقد الزمت نفسی ان لا افتی بشئ منہا اور کلمات کفر کے فتاووں میں مشہور ہیں بلکہ ان کی جداگانہ تالیف ہوئی ہے رسائل میں باوجود اُس کے کہ کفر کا فتوی دیا نہیں جاتا بسبب کسی چیز کے اُن میں سے مگر اس میں جس پر فقہا کا اتفاق ہے چنانچہ آوے گا بحر الرائق میں کہا کہ میں نے اپنی ذات پر لازم کر لیا ہے کہ میں فتوی نہ دوں گا کسی چیز پر ان میں سے یعنی جس میں فقہا کا اختلاف ہے اس واسطے کہ مومن کو کافر کہنا بلا دلیل قطعی خطرناک ہے فائدہ بعضے موجبات کفر فتاوی عالمگیری اور طحطاوی سے مترجم نقل کرتا ہے تاکہ اہل اسلام اس سے کنارہ کریں جو شخص کہے کہ میں صفت اسلام کی نہیں جانتا وہ کافر ہے اُس کا صوم اور صلوۃ اور عبادت اور نکاح صحیح نہیں اور اس کی اولاد ولد الزنا ہے جو شخص حق تعالیٰ کو بصفات ناقصہ موصوف کرے یا اُس کے کسی نام مقدس سے یا اُس کے کسی حکم سے مسخراپن کرے یا اس کے وعدہ اور وعید کا انکار کرے یا اس کا کوئی شریک یا فرزند یا زوجہ ٹھہراوے یا اس علیم اور قدیر کی طرف جہل یا عجز یا نقصان کی نسبت کرے وہ کافر ہے جو کہے کہ اگر خدا مجھ کو اس کا امر کرے تو میں نہ کروں وہ کافر ہے جو شخص بعض انبیاء علیہم السلام کا مقر نہ ہو یا کسی سنت کو سنن مرسلین سے پسند نہ کرے وہ کافر ہے جو خضر اور ذوالکفل کی نبوت کا منکر ہو وہ کافر نہیں بسبب اختلاف کے اُن کی نبوت میں جو شخص کہے کہ اگر فلانا شخص نبی یا رسول اللہ ہو تو بھی اس پر ایمان نہ لاؤں وہ کافر ہے رافضی جب شیخین کو بد کہے یا لعنت کرے تو وہ کافر ہے اور اگر علی مرتضی کو ابی بکر صدیق رضؓ سے افضل کہے تو کافر نہیں مبتدع ہے قذف عائشہ صدیقہ رضؓ کا کفر ہے بخلاف اور ازواج طاہرات کے کہ اُن کا قاذف کافر نہیں لیکن مستحق لعنت ہے خلافت شیخین کا منکر بقول صحیح کافر ہے رافضیوں کا یہ قول کہ دنیا میں اموات رجعت کریں گے یا جبرئیل علیہ السلام نے غلطی کی کہ علی مرتضی کو چھوڑ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی پہنچائی یہ صاف کفر ہے یہ لوگ دین اسلام

ف جن باتوں سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اُن کا ذکر ۱۲

Marfat.com

سے خارج ہیں اور مرتدین میں داخل ہیں حدیث متواتر کا منکر کافر ہے اور حدیث مشہور کا منکر بقول صحیح کافر نہیں اور اسی طرح خبر واحد کا منکر کافر نہیں بلکہ گناہ گار ہے بسبب ترک قبول کے استخفاف ملائکہ کا اور ان کو عیب لگانا کفر ہے جو شخص قرآن کو مخلوق کہے یا قرآن میں سے کسی آیت کا منکر ہو یا مستخزا اور بے ادبی کسی آیت سے کرے حقارت کرنا ۱۲ وہ کافر ہے جو قرآن کو دف وغیرہ کی گت پر پڑھے وہ کافر ہے ایک شخص نے کہا دوسرے سے کہ نماز پڑھ اس نے جواب دیا کہ اس کو کون سر پر اٹھاوے یا بولا کہ ہمارے واسطے لوگ نماز پڑھتے ہیں یا بولا کہ تو نے نماز پڑھ کے کیا کیا یا یوں بولا کہ نماز پڑھنا نہ پڑھنا برابر ہے یہ سب کفر ہے جو شخص کہے بطریق استخفاف اور طنز کہ ہم نے بہت نماز پڑھی ہماری کوئی حاجت روا نہ ہوئی تو وہ کافر ہے جو شخص کہے کہ نماز مجھ کو سزاوار نہیں یا حلال مجھ کو سزاوار نہیں یا نماز کو میں نے طاق پر رکھ دیا وہ کافر ہے جو شخص بلا سبب عالم یا فقیہ کو گالی دے اس پر خوف ہے کفر کا ایک جاہل نے کہا کہ یہ جو علم سیکھتے ہیں داستان سیکھتے ہیں اور باد ہوائی کہتے ہیں یا یوں کہا کہ یہ تزویر ہے سو وہ کافر ہے اگر فقیہ نے مسئلہ بیان کیا یا حدیث صحیح کی روایت کی دوسرے نے کہا یہ کچھ نہیں یا یوں بولا کہ یہ بات کس کام آتی ہے درم چاہیے کہ موجب حشمت اور عزت ہے علم کس کے کام آتا ہے سو یہ قول کفر ہے جو شخص اونچے مکان پر بیٹھے بطمطراق عظیم کے اور اس کے ساتھ چند لوگ ہوں اور اس سے مسائل پوچھتے ہوں اور اس سے ہنسی کرتے ہوں اور اس کو تکیوں سے مارتے ہوں تو سب کافر ہوں گے شرع کے ساتھ استخفاف اور بے ادبی کرنے سے اور اگر خصم اس کا فتوی لکھا لاوے اور وہ فتوی کو زمین پر ڈال دے تو وہ کافر ہے جو شخص حرام کو حلال اعتقاد کرے یا حلال کو حرام جانے وہ کافر ہے لیکن اگر بازاری بلا اعتقاد حلت حرام کو حلال کہے تو اس کا مال بک جائے یا جہالت سے کہے تو وہ کافر نہیں اور اصل یہ ہے کہ جو حرام کو حلال اعتقاد کرے سو اگر وہ حرام لغیرہ ہے چنانچہ غیر کا مال تو وہ کافر نہیں اور اگر حرام لعینہ ہے سو اگر اس کی دلیل قطعی ہے تو وہ کافر ہے اور نہیں تو نہیں مرتکب صغائر سے کسی نے کہا کہ توبہ کر اس نے جواب دیا کہ میں نے کیا کیا ہے کہ توبہ کروں وہ کافر ہے جو شخص پیالہ خمر کے پینے کے وقت یا زنا کرنے کے وقت یا قمار کھیلنے کے وقت بسم اللہ کہے وہ کافر ہے انکار اور اذان سے مستخزا اور بے ادبی کرنا کفر ہے جو قیامت اور جنت اور نار اور میزان اور صراط اور نامۂ اعمال اور بعد موت کے زندہ ہونے کا منکر ہو وہ کافر ہے اور کذلک ایک مرد کے بعث کا منکر ہو وہ کافر نہیں ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ گناہ نہ کر کہ دوسرا جہان بھی ہے اس نے کہا کہ اس جہان کو کون جانتا ہے وہ کافر ہے جو کسی شخص کو کلمۂ کفر سکھا دے وہ کافر ہے اگرچہ بطریق لہو ولعب کے سکھا دے اور اسی طرح اگر غیر کی عورت کو ارتداد کی تلقین کرے تا وہ اپنے زوج سے جدا ہو جائے یہ بھی کفر ہے جو شخص مجوسیوں کی ٹوپی اپنے سر پر رکھے وہ کافر ہے بقول صحیح مگر بضرورت دفع گرما اور سرما کافر نہیں اور اپنی کمر پر زنار باندھنے سے کافر ہوتا ہے مگر جب کہ جنگ میں بطور خدع کے یا جاسوسی کے باندھے تو کفر نہیں جو مشرکین کی عید میں بطریق تعظیم جاوے تو کافر ہوتا ہے مترجم کہتا ہے اعیاد مشرکین یعنی کفار کے میلے چنانچہ ہولی دیوالی بسنت نوروز وغیر ذلک کافر ہوتا ہے آدمی مجوسیوں کے نوروز میں جانے سے ان کے افعال کی موافقت کے سبب اس دن میں اور اس چیز کے خرید کرنے سے نوروز میں جس کو قبل اس کے نہ خریدتا تھا تعظیم نوروز کے واسطے نہ واسطے کھانے اور پینے کے اور کافر ہوتا ہے اس دن مشرکین کو تحفہ دینے سے اگرچہ انڈا ہی ہو بطریق اس کی تعظیم کے اور کافر ہوتا ہے تحسین امر کفار سے بالاتفاق تو اگر کہے کہ کھانے کے وقت کلام نہ کرنا یا حالت حیض میں عورت کو پاس نہ رکھنا بہتر فعل ہے مجوسیوں کا تو وہ کافر ہے شیخ ابو منصور ماتریدی نے کہا کہ جو ہمارے زمانے کے سلطان کو عادل کہے وہ کافر ہے اور بعضوں نے کہا کہ کافر نہیں خطیبوں کا القاب سلاطین میں یوں کہنا عادل اعظم شہنشاہ اعظم مالک رقاب الامم سلطان ارض اللہ مالک بلاد اللہ علی الاطلاق جائز نہیں اس واسطے کہ بعضے الفاظ کفر ہیں اور

Marfat.com

بعض معصیت اور کذب ہیں اور شہنشاہ خصائص اسمار الٰہیہ سے بالا وصف اعظم ہے عورات مسلمین اطفال کے چیچک نکلنے کے وقت جو بھوانی کو
جتی ہیں اور اس سے شفا چاہتی ہیں کافر ہو جاتی ہیں نکاح ان کے ٹوٹ جاتے ہیں اور اگر ان کے شوہر بھی اس فعل سے راضی ہوں تو وہ بھی کافر ہو
جاتے ہیں جو شخص کہے کہ اس زمانے میں بدون خیانت اور دروغ گوئی کے بسر اوقات نہیں ہوتا یا یوں کہے کہ جب تک خرید و فروخت میں جھوٹ نہ
بولے گا روٹی کھانے کو نہ پاوے گا اس کلام سے کافر ہو جاتا ہے جس نے کافر ہونے کا عزم کیا اگرچہ سو برس بعد تو وہ فی الحال کافر ہو گیا جس نے
اپنی زبان سے کلمۂ کفر بخوشی کہا بغیر جبر کے اور اسکا دل ایمان پر ہے وہ کافر ہوا خدا کے نزدیک مومن نہیں جس قول یا فعل کے کفر ہونے میں علما
کا اختلاف ہو تو اس کے قائل کو تجدید نکاح اور توبہ کا امر کیا جاوے بطریق احتیاط کے اور اگر از راہ خطا وہ قول یا فعل صادر ہوا ہو تو تجدید
نکاح اور رجوع کی حاجت نہیں ہکذا فی العالمگیریۃ واللہ تعالیٰ اعلم وشرائط صحتہا العقل والصحو والطوع فلا تصح ردۃ مجنون ومعتوہ وموسوس
وصبی لا یعقل وسکران ومکرہ علیہا واما البلوغ فالمذکورۃ فلیستا بشرط بدائع اور صحت ارتداد کی شرطیں عقل اور ہوشیاری اور خود مختاری ہے تو
صحیح نہیں مرتد ہونا مجنون اور بے ہوش اور وسواسی اور طفل نافہم اور مست کا اور جس پر جبر اور زبردستی ہوئی ہو مرتد ہونے کے واسطے اور بالغ
ہونا اور مرد ہونا ارتداد کی شرط نہیں کذا فی البدائع وفی الاشباہ لا تصح ردۃ السکران الا الردۃ بسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانہ یقتل ولا یعفی عنہ
اور اشباہ میں ہے کہ صحیح نہیں مرتد ہونا مست کا مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی کا ارتداد صحیح ہے اس واسطے کہ وہ قتل کیا جائے گا اور اس کا
قصور معاف نہ ہوگا مجر الرائق میں قید لگائی کہ اس کا سکر حرام چیز سے ہوا اور اس نے اپنی خوشی بلا جبر اس کو استعمال کیا ہو والا وہ مجنون کے
مانند ہے من ارتد عرض الحاکم علیہ الاسلام استتابا علی المذہب لبلوغہ الدعوۃ جو شخص مرتد ہو جائے حاکم اس پر اسلام عرض کرے یعنی اس سے
اسلام قبول کراوے بطریق استحباب کے بنا بر صحیح مذہب کے اس واسطے کہ جس کو دعوت اسلام کی پہنچ گئی اس پر عرض اسلام واجب نہیں وتکشف
شبہتہ بیان لثمرۃ العرض اور اس کا شبہ دور کیا جاوے یہ بیان ہے ثمرۂ عرض کا یعنی عرض اسلام کا فائدہ یہ ہے کہ اگر اس کو کوئی شبہ پڑ گیا ہو
تو دفع کیا جاوے ویحبس وجوبا ندبا ثلثۃ ایام یعرض علیہ الاسلام فی کل یوم منہا خانیۃ اور مرتد قید کیا جائے بنا بر وجوب کے تین دن قول
ضعیف میں حبس بنا بر استحباب کے ہے تینوں دنوں میں ہر روز اس پر اسلام عرض کیا جائے کذا فی الخانیۃ ان استمہل ای طلب المہلۃ والا قتلہ
من ساعتہ الا اذا رجی اسلامہ بدائع حبس تین دن کا اس وقت ہے جب کہ مہلت چاہے اور اگر مہلت نہ مانگے تو فی الفور حاکم اس کو قتل کر ڈالے
یعنی بعد عرض اسلام اور کشف شبہ کے مگر اس وقت قتل میں جلدی نہ کرے جب کہ اس کا مسلمان ہونا متوقع ہو کذا فی البدائع وکذا لو ارتد ثانیا
لکنہ یضرب فی الثالثۃ یحبس ایضا حتی یظہر علیہ التوبۃ فان عاد فکذلک تاتارخانیۃ قلت لکن نقل فی الزواہر عن آخر حدود الخانیۃ مفرعا للبلخی
مالفظہ قتلہ بلا توبۃ فتنبہ اور اسی طرح مہلت دی جائے گی اگر دوسری بار مرتد ہوگا لیکن مارا جائے گا بعد توبہ کے بلا حبس اور تیسرے بار کے ارتداد
میں ضرب کے ساتھ حبس بھی کیا جائے گا یہاں تک کہ اس پر آثار توبہ کے ظاہر ہوں پھر اگر چوتھے بار ارتداد کی طرف عود کرے گا تو یہی حکم ہے
یعنی بعد توبہ اور ضرب کے تا ظہور آثار اسلام مقید رہے گا کذا فی النہر عن التاتارخانیۃ شارح کہتا ہے لیکن زواہر میں آخر حدود خانیہ سے ابو
عبداللہ بلخی کی طرف نسبت کر کے وہ مضمون نقل کیا ہے جو مفید ہے مرتد مذکور کے قتل کا بلا قبول توبہ سو آگاہ رہنا ہم فتح القدیر میں تاتارخانیہ
کے قول کو ظاہر الروایۃ قرار دیا ہے اور خانیہ کے قول کو روایت نوادر ٹھہرایا ہے اور اجناس ناطفی اور مختصر سرخسی میں مذکور ہے کہ چوتھے بار
کے ارتداد میں امام اس کو مہلت نہ دے اگر وہ مہلت مانگے اگر فی الحال اسلام قبول کرے تو بہتر ہے والا اس کو قتل کرے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
فان اسلم فبہا والا قتل لحدیث من بدل دینہ فاقتلوہ سو بعد مہلت مذکورہ کے اگر وہ اسلام قبول کرے تو کیا خوب ہے والا امام اس کو
قتل کرے بدلیل اس حدیث کے جو اپنے دین کو یعنی اسلام بدل ڈالے اس کو قتل کرو۔ رواہ احمد والبخاری کذا فی النہر وا سلامہ ان یتبرأ عن الادیان سوے

Marfat.com

لاسلام او ان ما انتقل الیہ بعد نطقہ بالشہادتین وتمامہ فی البحر اور مسلمان ہونا مرتد کا اس طرح ہے کہ بیزار ہو جائے سب دینوں سے سوائے اسلام کے یا اُس دین سے بیزار ہو جس کی طرف اس نے انتقال کیا بعد تکلم شہادتین کے اور پورا بیان اُس کا بحرالرائق میں ہے م بحرالرائق میں کہا کہ مرتد کے اسلام میں بعد الشہادتین سوائے اسلام کے اور دینوں سے بیزار ہونا دارالاسلام میں شرط ہے اور اگر دارالحرب میں مسلم مرتد کو مارے لگے اور وہ کہے محمد رسول اللہ یا کہے کہ میں اسلام میں داخل ہوا یا دین محمدی میں آیا تو یہ دلیل ہے اُس کے اسلام کی ولو اتی بہا علی وجہ العادۃ لم ینفعہ مالم یتبرا بزازیہ اور اگر مرتد کلمۂ شہادت کو بولا بطریق عادت کے تو اس کو نافع نہیں جب تک سوائے اسلام کے اور دینوں سے تبرا نہ کرے کذا فی البزازیہ وکرہ تنزیہا لما تر قتلہ قبل العرض بلا ضمان لان الکفر مبیح للدم اور بدلیل گذشتہ مکروہ تنزیہی ہے اس کا مارڈالنا قبل عرض کرنے اسلام کے بدون ضمان کے اس واسطے کہ کفر مباح کرنے والا ہے اُس کے خون کا م دلیل گذشتہ یہی ہے کہ عرض اسلام بقول صحیح مستحب ہے اور ترک مستحب مکروہ تنزیہی ہے نہ تحریمی فتح القدیر میں کہا کہ قاتل قبل العرض پر اگرچہ ضمان نہیں لیکن تعزیر ہے اور اسی طرح قاتل عضو پر قید باسلام المرتد لان الکفار اصناف خمسۃ من ینکر الصانع کالدہریۃ ومن ینکر الوحدانیۃ کالثنویۃ ومن یقر بہما لکن ینکر لغبۃ الرسل کالفلاسفۃ ومن ینکر الکل کالوثنیۃ ومن یقر بالکل لکن ینکر عموم رسالۃ المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کالعیسویۃ فیکتفی من الاولین بقول لا الٰہ الا اللہ وفی الثالث بقولہ محمد رسول اللہ وفی الرابع باحدہما وفی الخامس بہما مع التبری عن کل دین یخالف دین الاسلام بدائع وآخر کراہیۃ الدرر اور مصنف نے اسلام مرتد کو مقید بقید مذکور اس واسطے کیا کہ سب کافر پانچ قسم پر ہیں بعضے خالق کے منکر ہیں چنانچہ فرقہ دہریہ اور بعضے وحدانیت کے منکر ہیں لیکن رسالت انبیاء کے منکر ہیں جیسے حکماء فلاسفہ اور بعضے خالق اور وحدانیت اور رسالت سب کے منکر ہیں چنانچہ بت پرست اور بعضے سب کا اقرار کرتے ہیں لیکن عموم رسالت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہیں چنانچہ فرقہ عیسویہ تو اکتفا کرے امام اولین یعنی دہریہ اور مجوسیوں سے لا الٰہ الا اللہ کے کہنے پر اور ثالث حکماء فلاسفہ سے محمد رسول اللہ کے کہنے پر اور رابع یعنی بت پرستوں سے ایک پر یعنی کلمۂ توحید یا اقرار رسالت پر اور خامس یعنی عیسویہ سے دونوں قول پر یعنی شہادتین پر کفایت کرے ساتھ تبرا کرنے کے ہر دین سے جو مخالف ہے دین اسلام کے کذا فی البدائع وآخر کراہیۃ الدرر م فلاسفہ سے یہاں سب حکماء یونانیین مراد نہیں بلکہ بعضے مراد ہیں اس واسطے کہ جمہور فلاسفہ رسالت انبیاء کے قائل ہیں اور عیسویہ سے نصاری مراد نہیں بلکہ ایک قوم ہے یہود کی جو عیسی اصفہانی یہودی کی طرف منسوب ہے شارح مسائرہ کا قول بدائع اور درر کے مخالف ہے یعنی مجوسیوں میں ادائے شہادتین ضروری ہے اور ظاہرا دہریہ بھی مجوسیوں کے مانند ہیں انکار توحید اور رسالت میں کذا فی حاشیۃ الحلبی وحینئذ فیستفسر من جہل حالہ بل عمم فی الدرر اشتراط التبری فی کل یہودی ونصرانی ومثلہ فی فتاوی المصنف وابن نجیم وغیرہما وفی رمز فتاوی قاری الہدایۃ کذا افتی علماؤنا والذی افتی بہ صحتہ بالشہادتین بلا تبر لان التلفظ بہما صار علامۃ علی الاسلام فیقتل ان رجع مالم یعد اور اُس وقت میں یعنی جب معلوم ہوا کہ کفار پانچ قسم پر ہیں اور ان کے اسلام میں حکم مختلف ہے تو استفسار کرنا چاہیے جس کا حال معلوم نہ ہو کہ اقسام خمسہ میں سے کس دین پر مرتد داخل ہوا بلکہ عام کہا ہے درر میں مشروط ہونے تبرا کو ہر یہودی اور نصرانی میں اور اسی کے مانند ہے مصنف اور ابن نجیم وغیرہما کے فتاوں میں اور فتاوی قاری ہدایہ کی کتاب الرمز میں ہے ایسا ہی فتوی دیا ہے ہمارے علماء نے اور جو میں فتوی دیتا ہوں وہ صحت اسلام ہے شہادتین سے بلا شرط تبرا اس واسطے کہ شہادتین کا بولنا اسلام کی علامت ہو گئی ہے تو قتل کیا جائے گا اگر پھر جائے درصورت عدم الاعادۃ م اسلام مرتد میں بالفعل اکتفا بالشہادتین معمول ہے کذا فی الدرر المنتقی واعلم انہ لا یفتی بتکفیر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن او کان فی کفرہ خلاف ولو کان ذلک روایۃ ضعیفۃ کما حررہ فی البحر وغیرہ فی الاشباہ الی العزمی اور اس کو معلوم کر کہ فتوی نہ دیا جائے اس مسلمان کی تکفیر پر جس کے کلام کا محمول کرنا اچھے محمل پر ممکن ہو یا اس کے کفر میں علماء کا اختلاف ہو اگرچہ یہ خلاف ضعیف روایت سے ہو چنانچہ بحرالرائق میں اُس کو خوب منقح کر کے لکھا ہے اور

Marfat.com

اشباہ میں عدم تکفیر درصورت اختلاف کو فتاوی صغری کی طرف منسوب کیا ہے م مفتی ابو سعود نے حاشیہ اشباہ میں تصریح کی ہے کہ عدم تکفیر میں روایت ضعیف بھی کافی ہے اگرچہ وہ روایت ہمارے غیر مذہب کی ہو وفی الدر وغیرہا اذا کان فی المسئلۃ وجوہ توجب الکفر وواحد تمنعہ فعلی المفتی المیل لما یمنعہ ثم لو نیتہ ذلک فسلم والا لم ینفعہ حمل المفتی علی خلافہ اور در وغیرہ میں ہے جب کہ ایک صورت میں چند وجوہ ہوں موجب کفر کے اور ایک وجہ مانع کفر ہو تو مفتی پر لازم ہے میل کرنا اس وجہ کی طرف جو مانع کفر ہے پھر اگر اس شخص کی نیت میں وہی وجہ ہے جو مانع کفر ہے تو وہ شخص مسلمان ہے اور اگر اس کی نیت میں وہ وجہ نہیں ہے تو فائدہ نہ کرے گا محمول کرنا مفتی کا اس کے خلاف پر ویبغی التعوذ بہذا الدعاء صباحا ومساء فانہ سبب العصمۃ من الکفر لو بعد الصدق الامین صلی اللہ علیہ وسلم اللھم انی اعوذ بک من ان اشرک بک شیئا وانا اعلم واستغفرک لما لا اعلم انک انت علام الغیوب اور مسلمان کو لائق ہے پناہ مانگنا بواسطے اس دعا کے صبح اور شام اس واسطے کہ وہ سبب ہے کفر سے محفوظ رہنے کا بموجب وعدہ رسول صادق امانت دار کے علیہ الصلوۃ والسلام وہ دعا اللھم سے آخر تک ہے یعنی خداوندا میں پناہ مانگتا ہوں بواسطے تیرے اس سے کہ کسی چیز کو میں تیرا شریک ٹھہراؤں جان بوجھ کر اور تیری مغفرت چاہتا ہوں اس گناہ کے واسطے جس کو میں نہیں جانتا بلاشک تو علام الغیوب ہے وتوبۃ الیاس مقبولۃ دون ایمان الیاس درر اور توبہ کرنا گناہوں سے اس وقت جب زندگی کی امید نہ رہے مقبول ہے نہ ایمان لانا اس وقت کا کذا فی الدر الطحطاوی نے کہا مقبولیت توبہ یاس متفق علیہ نہیں بلکہ بعضے علماء نے عدم قبول کی تصحیح کی ہے واللہ تعالیٰ اعلم وفیہا ایضا شہد نصرانیان علی نصرانی انہ اسلم وہو ینکر لم تقبل شہادتہما وکذا لو شہد رجل وامرأتان من المسلمین وفی النوازل تقبل شہادۃ رجل وامرأتین علی الاسلام وشہادۃ نصرانیین علی نصرانی بانہ اسلم انتہی اور یہ بھی درر میں ہے کہ گواہی دی دو نصرانیوں نے ایک نصرانی پر کہ وہ مسلمان ہو گیا اور حالانکہ وہ منکر ہے تو ان کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور اسی طرح اگر گواہی دی ایک مرد اور دو عورتوں نے منجملہ مسلمین ہونے کے اور نوازل میں ہے کہ مقبول ہے گواہی ایک مرد اور دو عورتوں کی اسلام لانے پر اور مقبول ہے گواہی دو نصرانیوں کی ایک نصرانی پر اس کی کہ وہ مسلمان ہو گیا انتہی وکل مسلم ارتد فتوبتہ مقبولۃ الا جماعۃ من تکررت ردتہ علی ما مر اور جو مسلمان کہ مرتد ہو گیا تو اس کی توبہ مقبول ہے مگر چند مرتدین کی توبہ مقبول نہیں ان میں سے ایک وہ ہے جس کا ارتداد چند بار واقع ہوا بنا بر گذشتہ م یہ قول غیر معتمد ہے اور حق یہ ہے کہ اس کی توبہ مقبول ہے چنانچہ تاتارخانیہ سے مذکور ہو چکا والکافر بسب نبی من الانبیاء فانہ یقتل حدا ولا تقبل توبتہ مطلقا ولو سب اللہ تعالیٰ قبلت لانہ حق اللہ تعالیٰ والاول حق العبد لا یزول بالتوبۃ اور توبہ مقبول نہیں اس مرتد کی جو کافر ہوا بسبب گالی دینے کسی نبی کے انبیاء میں سے اس واسطے کہ وہ قتل کیا جائے گا بنا بر حد کے اور اس کی توبہ مقبول نہ ہوگی کسی طرح خواہ خود توبہ کر کے آیا ہو خواہ اس کی توبہ گواہی سے ثابت ہوئی ہو کذا فی البحر اور اگر حق تعالیٰ کو گالی دے تو توبہ مقبول ہے اس واسطے کہ وہ حق اللہ تعالیٰ کا ہے اور اول یعنی نبی کی گالی حق العبد ہے جو توبہ کرنے سے زائل نہیں ہوتا ہم جو کہا کہ اس کی توبہ مقبول نہیں یعنی اسقاط قتل مقبول نہیں کذا فی الفتح بحر الرائق میں کہا اس قید سے معلوم ہوا کہ خدا کے نزدیک اس کی توبہ مقبول ہے چنانچہ فقہا نے اس کی تصریح کی ہے ومن شک فی عذابہ وکفرہ کفر وتمامہ فی الدر فی فصل الجزیۃ مغربا للبزازیۃ اور اس کی توبہ مقبول[1] نہیں جو نبی کے گالی دینے والے کے عذاب اور کفر میں شک کرے اور پورا بیان اس کا درر میں جزیہ کی فصل میں ہے بزازیہ سے نقل کر کے م بزازیہ میں ہے کہ ابن سحنون مالکی نے کہا کہ اہل اسلام کا اجماع ہے اس پر کہ نبی کا گالی دینے والا کافر ہے اور حکم اس کا قتل ہے اور جو شک کرے اس کے عذاب اور کفر میں وہ کافر ہو گیا وکذا لو انبغضہ بالقلب فتح واشباہ اور اسی طرح وہ مرتد ہے جو نبی کے ساتھ بغض رکھے دل سے کذا فی الفتح والاشباہ وفی فتاوی الصنف ویجب الحاق

[1] مترجم اول نے من شک کا عطف والکافر پر سمجھا حالانکہ ایسا نہیں پھر بکوشش جو خبر تھی من شک کی اس کا ترجمہ بالکل چھوڑ دیا پس ترجمہ اصوب یوں تھا اور جو شخص شک کرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گالی دینے والے کے عذاب اور کفر میں وہ کافر ہے ۱۲

Marfat.com

الاستہزاء والاستخفاف بہ لتعلق حقہ ایضا اور مصنف کے فتاوی میں ہے اور واجب ہے الحاق استہزاء اور استخفاف کا ساتھ گالی کے یعنی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تمسخر کرے وہ بھی مرتد غیر مقبول التوبہ ہے اس واسطے کہ نبی کا حق اس سے بھی متعلق ہو گیا وفیہا سئل عمن قال لشریف لعن اللہ والدیک والدی الذین خلفوک فاجاب الجمع المضاف یعم مالم تحقق عہد خلافا لابی ہاشم وامام الحرمین کما فی جمع الجوامع وحینئذ فیعم حضرۃ الرسالۃ لینبغی القول بکفرہ او اذا کفر بسببہ لا توبۃ لہ علی ماذکرہ البزازی وتوارد وہ الشارحون نعم لو لوحظ قول ابی ہاشم وامام الحرمین باحتمال العہد فلا کفر وہو اللائق بمذہبنا لتقریحہم بالمیل الی مالا یکفر اور اس میں یہ فتاوی مصنف میں سوال واقع ہوا اس کے حق میں جس نے سید فاطمی رضؓ سے کہا کہ لعنت کرے اللہ تیرے باپوں کو اور ان باپوں کو جو تجھ کو اپنے پیچھے چھوڑ گئے تو جواب دیا کہ جمع مضاف عام ہو جاتی ہے تاوقتیکہ عہد نہ ثابت ہو بخلاف ابی ہاشم اور امام الحرمین کے مذہب کے کذا فی جمع الجوامع اور اس وقت میں تو یہ کلام حضرت صاحب رسالت کو شامل ہو جائے گا تو اس کے کفر کا قائل ہونا لائق ہے اور جب وہ کافر ہوا صاحب رسالت کے گالی دینے سے تو اس کے واسطے توبہ نہیں بنابر اس کے جس کو بزازی نے ذکر کیا ہے اور شارحین متون نے اس پر اتفاق کیا ہے اگر ابی ہاشم اور امام الحرمین کا قول ملاحظہ کیا جائے بسبب محتمل عہد کے تو کفر اس کا ثابت نہیں اور یہی عدم تکفیر ہمارے مذہب کے لائق ہے بسبب تصریح کرنے ہمارے اہل مذہب کے اس وجہ کی طرف مائل ہونے پر جو مانع تکفیر ہے م وجہ مانع کفر اس سوال میں ابی ہاشم اور امام الحرمین کا قول ہے کہ جمع مضاف عام نہیں ہوتی اور احتمال عہد یہاں یہ ہے کہ والدین اقربین معہود ہیں تو صاحب رسالت کا شمول ثابت نہ ہوا وفیہا من تنقص مقام الرسالۃ لقولہ بان سبہ صلی اللہ علیہ وسلم او لفعلہ بان ابغضہ لقلبہ قتل حدا کما مر التصریح بہ لکن صرح فی آخر الشفاء بان حکمہ حکم المرتد ومفادہ قبول التوبۃ کما لا یخفی اور فتاوی مصنف میں ہے کہ جو گھٹاوے مرتبہ صاحب رسالت کو اپنے قول سے اس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا اپنے فعل سے اس طرح کہ اس محبوب رب العالمین سے بغض رکھے اپنے دل میں تو قتل کیا جائے بنابر حد کے چنانچہ اس کی تصریح گذر گئی لیکن قاضی عیاض مالکی نے آخر شفا میں تصریح کی ہے کہ حکم اس کا مانند حکم مرتد کے ہے تو مستفاد ہوا اس سے کہ توبہ اس کی مقبول ہے چنانچہ مخفی نہیں زاد المصنف فی شرحہ وقد سمعت من مفتی الحنفیۃ بمصر شیخ الاسلام ابن عبد العال ابن الکمال وغیرہ تبعوا البزازیۃ والبزازی تبع صاحب السیف المسلول وعزاہ الیہ ولم یغرہ لاحد من علماء الحنفیۃ وقد صرح فی النتف ومعین الحکام وشرح الطحطاوی وحاوی الزاہدی وغیرہا بان حکمہ کالمرتد ولفظ النتف من سب صلی اللہ علیہ وسلم فانہ مرتد وحکمہ حکم المرتد ویفعل بہ بالفعل ما المرتد انتہی وہو ظاہر فی قبول توبتہ کما مر عن الشفاء فلیحفظ اور یہ بڑھایا ہے مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں اور میں نے سنا مفتی حنفیہ سے مصر میں یعنی شیخ الاسلام ابن عبد العال سے کہ کمال الدین صاحب فتح القدیر وغیرہ عدم قبول توبہ میں بزازی کے تابع ہیں اور بزازی سبکی کا تابع ہے جو مصنف ہے سیف مسلول کا اور بزازی نے اس قول کو سبکی کی طرف منسوب کیا اور اس کو منجملہ علماء حنفیہ کے کسی عالم کی طرف نسبت نہیں کیا اور مقرر تصریح کی ہے نتف اور معین الحکام اور شرح طحاوی اور حاوی زاہدی وغیرہا میں اس کی کہ حکم اس کا مانند مرتد کے ہے اور نتف کی عبارت کا یہ مطلب ہے کہ جس نے گالی دی اور بدگوئی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سو وہ مرتد ہے اور حکم اس کا مانند حکم مرتد کے ہے اور اس کے ساتھ وہ کیا جائے جو مرتد کے ساتھ کیا جاتا ہے انتہی یعنی امراء میں قتل ہے توبہ میں نہیں اور یہ ظاہر ہے اس کی توبہ قبول ہونے میں چنانچہ شفا سے مذکور ہو چکا انتہی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م خلاصہ یہ ہے کہ شاتم مصطفوی کے عدم قبول توبہ کی سند سبکی کی طرف منتہی ہے جو سیف مسلول کا مصنف ہے اور حالانکہ سبکی حنفی المذہب نہیں جو اس کا قول حنفیوں کے واسطے حجت ہے علی الخصوص کہ علماء حنفیہ کی تصریحات اس کے مخالف موجود ہیں واللہ اعلم قلت وظاہر الشفاء ان قولہ یا ابن الف خنزیر ویا ابن مائۃ کلب وان قولہ لہاشمی لعن اللہ بنی ہاشم کذلک وان شتم الملائکۃ کالانبیاء فلیحرر میں کہتا ہوں اور ظاہر شفا اس پر دلالت کرتا ہے کہ یوں کہنا کہ اے بیٹے ہزار سور دکے یا اے فرزند سو کتوں کے یا یوں کہنا ہاشمی سے کہ لعن کرے خدا بنی ہاشم پر اسی طرح کفر ہے اور البتہ شتم ملائکہ انبیاء کے شتم کے مانند ہے تو اس کی تحقیق اور تحر

Marfat.com

کرنا چاہیے یعنی کتب حنفیہ میں تلاش کرنا چاہیے کہ اس کا کیا حکم ہے اس واسطے قاضی عیاض صاحب شفا مالکی المذہب ہے اس کا قول حنفیوں کے واسطے حجت نہیں ومن حوادث الفتوی مالو حکم حنفی بکفرہ لسب النبی ہل للشافعی ان یحکم بقبول توبتہ الظاہر نعم لانہا حادثۃ آخری وان حکم بموجبہ نہر اور حوادث فتوی سے یہ ہے کہ اگر حنفی المذہب نے بسبب شتم نبی کے شاتم کے کفر کا حکم دیا تو کیا شافعی المذہب کو جائز ہے کہ اس کی قبول توبہ کا حکم کرے ظاہر اجواب یہ ہے کہ ہاں جائز ہے اس واسطے کہ دوسرا حادثہ ہے مغائر حادثۂ تکفیر کے اگرچہ شافعی المذہب نے بموجب حکم کفر بھی کر دیا ہو کذا فی النہر اس واسطے کہ موجبات کفر اور ارتداد کے متعدد ہیں چنانچہ زوجہ کا جدا ہو جانا اور عمل کا حبط ہونا تو موجب متعین نہ رہا عدم قبول توبہ میں طحطاوی نے کہا کہ یہ سوال اور جواب بزازی وغیرہ کے قول پر مبنی ہے حالانکہ اہل مذہب قبول توبہ کے قائل ہیں تو اس کا ذکر بلا وجہ ہے قلت ثم رایت فی معروضات الفتی ابی السعود سوالا ملخصہ ان طالب علم ذکر عندہ حدیث نبوی فقال الکل احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم صدق یعمل بہا فاجاب بانہ یکفر اولا لسبب استفہامہ الانکاری ثانیا بالحاقہ الشین للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فمن کفرہ الاول عن اعتقاد یومر بتجدید ایمان فلا یقتل والثانی یقید الزندقہ فبعد اخذہ لا تقبل توبتہ اتفاقا فیقتل وقبلہ اختلف فی قبول توبتہ فعند ابی حنیفۃ تقبل فلا یقتل وعند باقی الائمۃ لا یقبل ویقتل حدا فلذلک فی زماننا فی سنۃ اربع و اربعین وتسع مائۃ لقضاۃ الممالک المحمیۃ برعایۃ رای الجانبین بانہ ان ظہر صلاحہ وحسن توبتہ واسلامہ لا یقتل ویکتفی بتعزیرہ وحبسہ عملا بقول الامام الاعظم وان لم یکن من اناس یفہم خیرہم یقتل عملا بقول بقیۃ الائمۃ ثم فی سنۃ ۹۵۵ تقرر ہذا الامر باخر فینظر القائل من ای الفریقین ہو فیعمل بمقتضاہ انتہی فلیحفظ و لیکن التوفیق شارح کہتا ہے پھر میں نے دیکھا مفتی ابو سعود کے معروضات میں ایک سوال جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک طالب علم کے نزدیک حدیث نبوی مذکور ہوئی سو اس نے کہا کیا سب احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی ہیں جن پر عمل کیا جائے تو مفتی ممدوح نے یہ جواب دیا کہ وہ کافر ہو گیا اول بار استفہام انکاری کے سبب سے اور دوسرے بار کافر ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عیب لگانے سے سو اس کے پہلے کفر اعتقادی میں امر کیا جائے تجدید ایمان کا تو قتل نہ کیا جائے اور کفر ثانی اس کا مقید زندقہ ہے سو بعد گرفتار ہونے کے اس کی توبہ مقبول نہیں بالاتفاق تو قتل کیا جائے اور قبل اس کی گرفتاری کے اختلاف ہے اس کی توبہ قبول ہونے میں سو امام ابو حنیفہ کے نزدیک توبہ مقبول ہے تو وہ مقتول نہ ہوگا اور باقی تینوں اماموں کے نزدیک توبہ مقبول نہیں اور مقتول ہوگا بنا بر حد کے سو اسی اختلاف کے سبب سے حکم سلطانی وارد ہوا ہے یعنی سلطان روم کا حکم ۹۴۴ھ سنہ میں ممالک محروسہ کے قاضیوں کو ساتھ مراعات کرنے رای جانبین کے اس طرح پر کہ اگر ظاہر ہو مرتد کی صلاحیت اور خوبی اس کی توبہ اور اسلام کی تو وہ مقتول نہ ہو اور کفایت کی جائے اس کی تعزیر اور حبس پر امام اعظم کے قول پر عمل کرنے سے اور اگر وہ شخص ان لوگوں سے نہ ہو جن کی خیر اور نیکوکاری دریافت ہو تو قتل کیا جائے ائمہ ثلثہ کے قول پر عمل کرنے سے پھر ۹۵۵ھ سنہ میں مستحکم ہو گیا یہ حکم سلطانی دوسرے حکم کے آنے سے تو قائل کو دیکھنا چاہیے کہ دو فریق میں سے وہ کس میں ہے اہل اصلاح میں ہے یا اہل فسق میں تو موافق اس کے عمل کرنا چاہیے انتہی کلام المفتی سو اس کو یاد رکھنا چاہیے اور اس حکم سلطانی سے قبول توبہ اور عدم قبول کا اختلاف بھی دفع ہو گیا م طحطاوی نے کہا کہ طالب علم مذکور کے کفر میں تامل ہے اس واسطے کہ اس کا کلام مجمل حسن پر محمول ہوتا ہے یعنی اس کے کلام کی یہ مراد ہے کہ اثبات احکام میں عمل نہیں ہوتا مگر حدیث صحیح پر یا حسن پر اور اس میں حدیث ضعیف پر عمل نہیں یا یہ مراد ہے کہ احادیث منسوخہ پر عمل نہیں اور جو حدیث کہ اس طالب علم نے سنی یا ضعیف ہے جس سے حکم شرعی ثابت نہیں ہوتا یا منسوخ تو اس قصد سے یا اس کے احتمال سے اس پر کفر کا حکم نہیں ہو سکتا اور محل استفہام اس کے قول لعمل بہا پر ہے نہ صدق پر تو اس احتمال سے الحاق شین بھی نہ ہوا اور بر تقدیر تسلیم ارتداد زندقہ اس کا ثابت نہیں ہوتا واللہ اعلم اذا لکافر بسب الشیخین او بسب احدہما فی البحر عن الجوہرۃ معزیا للشہید من سب الشیخین او طعن فیہما کفر ولا تقبل توبتہ وبہ اخذ الدبوسی وابو اللیث وہو المختار للفتوی انتہی وجزم بہ فی الاشباہ واقرہ المصنف قائلا وبہذا یقوی القول

Marfat.com

بعد قبول توبۃ من سب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وہو الجانب الذی ینبغی التاویل علیہ فی الافتاء والقضاء رعایۃ جانب حضرۃ المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم انتہی لکن فی النہر وہذا لا وجود لہ فی اصل الجوہرۃ وانما وجد علی حاشیۃ بعض النسخ فالحق بالاصل مع انہ لا ارتباط لہ بما قبلہ انتہی قلت وسیکفینا ما مر من الامر بقتل من سب احد الشیخین یعنی صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے یا دونوں میں سے ایک کی دشنام اور بدگوئی سے کافر ہوا بسبب دشنام شیخین یعنی صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے یا دونوں میں سے ایک کی دشنام اور بدگوئی سے کافر ہوا بحر الرائق میں جوہرہ سے صدر شہید کی طرف نسبت کر کے منقول ہے کہ جس نے شیخین کو بد کہا یا اُن دونوں کو طعن کیا کافر ہو گیا اور توبہ اُس کی مقبول نہیں اور اسی قول کو ابو الفرد بوسی اور فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے لیا ہے اور یہی پسندیدہ ہے فتوی دینے کے واسطے انتہی اور اسی قول پر یقین کیا ہے اشباہ میں اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں یوں کہہ کر یہ یعنی شاتم شیخین کے کفر اور عدم قبول توبہ کی روایت قوی کرتی ہے عدم قبول توبۂ شاتم مصطفوی کے قول کو اور عدم قبول توبہ ایسی جانب سے ہے جس پر اعتماد کرنا افتا اور قضا میں لائق ہے برعایت مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم انتہی قول المصنف لیکن نہر الفائق میں ہے اور اس کا وجود ہی نہیں اصل جوہرہ میں وہ عبارت تو جوہرہ کے بعضے نسخے کے حاشیہ پر پائی گئی تھی سو اصل کے ساتھ ملا دی گئی باوجود اس کے کہ اس عبارت کو کچھ ارتباط نہیں اپنے ماقبل سے انتہی مافی النہر شارح کہتا ہے اور کفایت کرتا ہے ہم کو جو امر کہ گذر گیا یعنی قبول توبہ اور عدم قبول شاتم مصطفوی میں حکم سلطان روم جو قبل اس کے مذکور ہو چکا کافی ہے سو غور اور تامل کرو شیخین کے تبرا کرنے والے اور طاعن کا کفر بروایت خلاصہ اور بزازیہ اور وہبانیہ بلا شبہہ ثابت ہے کذا فی المنح لیکن اُس کا عدم قبول توبہ کتب مذکورہ میں مذکور نہیں فقط صاحب بحر الرائق نے جوہرہ سے اس کو نقل کیا ہے سو اُس کا حال معلوم ہو چکا کہ اصل کتاب کی وہ عبارت نہیں کسی نے حاشیہ کی عبارت کو کتاب میں داخل کر دیا اور یہ جو مصنف نے عدم قبول توبہ کی تقویت کی ہے اور اس کو قابل اعتماد کے کہا ہے برعایت جانب مصطفوی سو لائق اعتماد کے نہیں کہ عدم قبول توبہ نصوص مذہب کے مخالف ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور نصوص اہل مذہب لائق اعتماد کے ہیں نہ ترجیح مصنف کی اس واسطے کہ وہ ارباب ترجیح میں نہیں اور رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم مومنین پر رؤف اور رحیم ہے تو اس دریائے کرم سے عفو متوقع ہے بعد توبہ کے سید حموی نے حاشیۂ اشباہ میں کہا کہ عمر بن نجیم صاحب نہر سے حکایت ہے کہ اس کے بھائی صاحب بحر عدم قبول توبہ کا فتوی دیا اس سے روایت طلب ہوئی تو پائی نہ گئی مگر جوہرہ کے حاشیہ پر میں کہتا ہوں اگر جوہرہ کے سب نسخوں میں روایت مذکورہ ہوتی تو بھی حجت نہ تھی اسواسطے کہ ہم سابق ذکر کر چکے ہیں کہ ہمارے مذہب میں شاتم انبیاء کی توبہ مقبول ہے خلافا للمالکیۃ والحنابلۃ اور جب یہ ہوا تو سب شیخین کی عدم قبول توبہ بلا دلیل ہے بلکہ میری دانست میں کسی امام سے یہ قول ثابت نہیں انتہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وفی المعروضات المزبورۃ ما معناہ ان من قال عن فصوص الحکم للشیخ محی الدین بن العربی انہ خارج عن الشریعۃ وقد صنفہ للاضلال ومن طالعہ ملحد ما ذا یلزمہ اجاب نعم فیہ کلمات تباین الشریعۃ وتکلف بعض المتصلفین لارجاعہا الی الشریعۃ لکن تیقنا ان بعض الیہود افتراہا علی الشیخ قدس اللہ سرہ فیجب الاحتیاط بترک مطالعۃ تلک الکلمات وقد صدر امر السلطانی بالنہی فتجب الاجتناب من کل وجہ انتہی فلیحفظ اور مفتی ابو السعود کے معروضات مذکورہ میں وہ سوال ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص شیخ محی الدین بن عربی کی فصوص الحکم کو کہے کہ وہ شریعت سے خارج ہے اور اُس کو گمراہ کرنے کے واسطے تصنیف کیا ہے اور جو اس کو مطالعہ کرے وہ ملحد ہے کیا لازم ہے اس قائل پر مفتی ممدوح نے جواب دیا کہ ہاں اس کتاب میں چند کلمات مخالف شرع ہیں اور بعضے اہل تکلف نے ان کلمات کے پھیرنے میں شریعت کی طرف بناوٹ اور تکلف کیا ہے لیکن ہم کو بالیقین ثابت ہو گیا ہے کہ بعضے یہودیوں نے اُن کلمات کو شیخ قدس سرہ پر افترا کیا ہے تو واجب ہے احتیاط کرنا اُن کلمات مخالفۂ شریعت کے مطالعہ کرنے سے اور البتہ صادر ہوا ہے حکم سلطانی اُس کے عدم اشتغال پر تو اب واجب ہو گیا پرہیز کرنا ہر وجہ سے یعنی نہ اس میں نظر کرے نہ یاد رکھے نہ سُنے انتہی تو اُس کو یاد رکھنا چاہیے م شیخ محی الدین بن عربی محمد بن علی بن محمد حاتمی طائی اندلسی مشہور ابن العربی و

Marfat.com

شیخ اکبر پانچ سو ساٹھ میں پیدا ہوئے اور چھ سو ستائیس میں وفات پائی اور صالحیہ میں دفن ہوئے علامہ عصر اور عارف کبیر تھے عارف منادی کے طبقات میں امام ناصر الدین طبلاوی سے منقول ہے کہ مرد عجمی ولی اللہ مصر میں وارد ہوا اکثر لوگ اس سے فیض یاب ہوئے اور بارہا ملتجی رہے کہ آپ ہم کو فصوص الحکم پڑھ کر سنائے وہ قبول نہ کرتے تھے آخرش بعد الحاح کثیر استخارہ کر کے وعدہ کیا کہ دریائے نیل کے پار درصورت عدم صحبت اغیار تمہارا مطلب ہوگا چنانچہ چند مدت وہاں جا کر اوقات معینہ میں لسان حقیقت مؤید بالشریعت سے تقریر بدیع فرمایا کرتے تھے پھر نوبت کے دن اس مشغولی سے باز رہے مخلصین نے سوال کیا کہ اس کا کیا سبب ہے فرمایا کہ آج کی رات درس کا۔ ایک مقام مشکل معلوم ہوا بار بار اس میں غور کیا اشکال زیادہ ہوتا جاتا تھا پھر عالم قدس کی طرف توجہ خالص کی تاکہ یہ مجھ پر منکشف ہو تو حقیقت مجھ پر کشف ہوئی سو مجھ کو ثابت ہوا کہ شیخ کا کشف اس مسئلہ میں مختل ہو گیا لہذا میں اس کتاب سے بالخصوص باز رہا انتہی اور بعض عارفین نے شیخ اکبر کی ثنا اور صفت کے بعد کہا ہے کہ شیخ کی بعض کتب میں اکثر کلمات وحشت انگیز ظاہرۃ الاشکال ہیں جس کے سبب سے اکثر لوگ بدگمان ہو گئے ہیں حالانکہ محققین کاملین نے فرمایا ہے کہ اُن کلمات کا جو ظاہر مطلب موہم ہے وہ مراد شیخ نہیں بلکہ مراد شیخ وہ امور ہیں جو متاخرین اہل طریقت کے مصطلح علیہا ہیں اُن کی اصطلاح ٹھہر گئی ہے کہ اُن امور کے تعبیر الفاظ موہمہ سے کی جائے تاکہ نااہل کذاب اُن امور کا دعوی نہ کرے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ۱۲ شیخ اکبر قدس سرہ کے کمال عرفانی میں واقف منصف کو تردد نہیں لیکن کلمات وحشت انگیز مخالف شریعت حقہ اُن کی بعضی تصانیف میں البتہ جا بجا موجود ہیں یا اس سبب سے کہ عارف کتنا ہی کامل ہو خطا کشفی سے معصوم نہیں چنانچہ طبقات منادی سے بشہادت ولی مکاشف بعضے مسائل میں اختلال کشف شیخ ثابت ہوا یا اس سبب سے کہ بنائے کلام شیخ اصطلاح قوم پر ہے نا واقف اصطلاح اُن کو مخالف شریعت سمجھتا ہے اور واقع میں مخالف نہیں یا اس سبب سے کہ معاندین یہود نے شیخ کے کلام میں گمراہی مسلمین کے واسطے کچھ کلمات مخالفہ شریعت درج کر دیئے ہیں چنانچہ بشہادت شیخ الاسلام مفتی ابو السعود کے معلوم ہو چکا اور عارف باللہ عبد الوہاب شعرانی بھی اس کے معترف ہیں چنانچہ ان کی تصانیف سے ظاہر ہے جب یہ ثابت ہوا تو ہر شخص کو مطالعہ اُن کلمات کا جائز نہیں علی الخصوص کم علم نا آشنائے عرفان کے حق میں اُن کا دیکھنا سم قاتل ہے اور یہ جو بعضے جاہل متصوف کہتے ہیں کہ مخالفت شریعت کی کچھ مضر نہیں شریعت عوام کے واسطے ہے اہل حقیقت کا مرتبہ اس سے بالاتر ہے یہ قول صاف جہالت اور الحاد ہے شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف میں فرمایا کہ کل حقیقۃ ردتہا الشریعۃ فہی زندقۃ یعنی جس حقیقت کو شریعت رد کر دے وہ کفر اور زندقہ ہے طبقات، عارف منادی میں خود کلام شیخ اکبر قدس سرہ العزیز کا منقول ہے کہ جو شخص شرائع انبیاء میں سے ایک حکم کا جاہل ہو اس کے واسطے مقام معرفت صحیح نہیں سو جو شخص کہ معرفت کا مدعی ہو اور شریعت محمدیہ وغیرہا میں سے ایک حکم اس پر مشکل ہو وہ کاذب ہے حق تعالیٰ ہم کو اور مسلمانوں کو فہم صحیح عطا کرے اور افراط اور تفریط سے بچا دے آمین وقد اثنی صاحب القاموس علیہ فی سوال رفع الیہ فیہ فقال اللہم انطقنا بما فیہ رضاک الذی اعتقدہ وادین اللہ بہ انہ کان رضی اللہ عنہ شیخ الطریقۃ حالا وعلما وامام الحقیقۃ حقیقۃ ورسما ومحی رسوم المعارف فعلا واسما[1] اذا فعلغل فکر الزنی طرف ؎ من علمہ غرقت فیہ خواطر : اور البتہ تعریف کی ہے صاحب قاموس نے شیخ اکبر کی اس سوال میں جو اُن کے پاس بھیجا گیا شیخ اکبر کے باب میں سو یوں کہا ہے کہ الٰہی مجھ کو گویا کر اُس میں جس میں تیری رضامندی ہے جو اعتقاد کہ میں رکھتا ہوں اور جس اعتقاد سے کہ میں حق تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ شیخ اکبر رضی اللہ عنہ شیخ طریقت تھا حالت اور علم کی راہ سے اور امام حقیقت تھا باعتبار حقیقت اور رسم کے یعنی اہل حقیقت کا زینت دینے والا تھا اور آثار شکستہ عارف کا زندہ کرنے والا تھا بنا بر فعل اور اسم کے جب کہ فکر مرد کی نزدیک جائے اُس کے دریائے علم

[1] بہتر یہ تھا کہ ترجمہ یوں ہوتا کہ میں کہاں ان کی صفت کر سکتا ہوں حالانکہ وہ یقینا میرے وصف سے بالاتر ہیں اور جو کچھ میں نے لکھا ہے اُس کے وہ گویا ہیں ۱۲

Marfat.com

کنارے سے تو ڈوب جائیں اس میں خطرات اس کے یعنی اس کے فہم سے عاجز ہو عباب لاتکدرہ الدلا :: وسحاب تقاصی عنہ الانوار کانت وعوتہ تخرق السبع الطباق وتفرق برکاتہ فتملا الافاق وانی اصفہ وہو یقینا فوق ما وسفتہ وناطق بما کتبتہ وغالب ظنی انی ما انصفتہ سہ وما علی ازا ما قلت مقتدی :: دع الجہول یظن الجہل عدوانا :: واللہ واللہ واللہ العظیم :: ومن اقامہ حجۃ للہ برہانا :: ان الذی قلت بعض من مناقبہ ما زدت الا لعلی زدت نقصانا :: الی ان قال ومن خواص کتبہ انہ من واظب علی مطالعتہا انشرح صدرہ لفک المعضلات وحل الشکلات وہ سبلاب عظیم ہے جس کو ڈول کد لا نہیں کرتے اور بادل ہے جس سے ستارے بعید ہو جاتے ہیں یعنی چھپ جاتے ہیں ستاروں سے مراد اُن کے زمانے کے اہل عرفان ہیں اُن کی دعاسات آسمانوں کو پھاڑتی تھی یعنی مستجاب الدعوۃ تھے اور برکتیں اُن کی منتشر تھیں سو آسمان کے کنارے اُن سے پر تھے اور البتہ میں اُن کی صفت کرتا ہوں اور وہ یقینا میرے بیان کرنے سے بالا ہیں اور جو میں نے اُن کی تعریف لکھی ہے اُس کا میں گویا ہوں یعنی تحریر مطابق تقریر ہے اور میرا گمان غالب یہ ہے کہ میں نے اس کا انصاف نہیں کیا یعنی اس کا حق وصف ادا نہیں کیا اور کچھ مجھ پر حرج نہیں جب کہ میں اپنا اعتقاد بیان کر دوں دور کر اس جاہل کو جو جہالت کو گمان کا وہم کرتا ہے سرکشی سے واللہ واللہ واللہ العظیم اور اُس کی قسم ہے جس نے شیخ اکبر کو حجۃ اللہ اور برہان کر کے قائم کیا ہے کہ بیشک جو میں نے اُن کی تعریف کی ہے وہ قدر قلیل ہے اُن کے مناقب اور فضائل سے میں نے زیادہ نہیں بیان کیا مگر اس خوف سے کہ شاید میں نقصان کو زیادہ کروں اس واسطے کہ مرد کامل کی اونی فضیلت کا بیان کرنا درحقیقت اس کی تنقیص ہے یہاں تک کہ صاحب قاموس نے کہا کہ ان کی کتابوں کے خواص سے یہ ہے کہ اُن کا جو مطالعہ ہمیشہ کیا کرے اس کا سینہ کھل جاتا ہے فک معضلات اور حل مشکلات کے واسطے وقد اثنی علیہ شیخ العارف عبدالوہاب شعرانی سیمانی کتابہ تنبیہ الاغنیاء علی فطرۃ من بحر علوم الاولیاء فعلیک بہ وباللہ التوفیق اور البتہ شیخ اکبر کی ثنا اور صفت کی شیخ عارف عبدالوہاب شعرانی نے اپنی اکثر تصانیف میں خصوصاً اپنی اس کتاب میں جس کا نام تنبیہ الاغنیاء علی فطرۃ من بحر العلوم الاولیاء ہے سو تو لازم پکڑ اس کتاب کو وباللہ التوفیق م عبدالوہاب شعرانی ولی کامل دیار عرب میں مشہور کثیر التصانیف ہیں و الکافر بسبب اعتقاد السحر لا توبۃ لہ اور جو کافر ہے بسبب اعتقاد کرنے اباحت سحر یعنی جادو کے اُس کی توبہ مقبول نہیں م حاشیہ حلبی میں ہے کہ سحر وہ قول ہے جس سے تعظیم غیر اللہ ہو اور تقدیرات اور تاثیرات اُس کی طرف منسوب ہوں اور شیخ صالح نے کہا کہ سحر امر خارق عادت کا اظہار ہے نفس شریر خبیث سے بمباشرت اعمال مخصوصہ محقق ابن ہمام نے کہا کہ ہمارے اصحاب حنفیہ نے فرمایا کہ سحر کی حقیقت اور تاثیر ہے ایلام اجسام میں اور قول ضعیف یہ ہے کہ سحر کی کچھ حقیقت نہیں بجز خیال بندی کے اور سحر کا سیکھنا سکھانا بلا خلاف اہل علم کے حرام ہے اور اُس کو مباح اعتقاد کرنا کفر ہے اور ہمارے اصحاب اور امام مالک اور احمد سے منقول ہے کہ ساحر کافر ہو جاتا ہے سحر کے سیکھنے اور کرنے سے خواہ اُس کو حرام جانے یا نہ جانے اس کو قتل کرنا چاہیے کذا فی المنح عن الفتح اور تبیین المحارم میں امام ابو منصور ماتریدی سے منقول ہے کہ سحر کو مطلقاً کفر کہنا خطا ہے بلکہ اس کی حقیقت سے بحث کرنا واجب ہے سو اگر سحر میں اس چیز کا رد ہو جو ایمان کی شرط میں لازم ہے تو وہ البتہ کفر ہے والا کفر نہیں پھر جو سحر کہ کفر ہے اس میں مرد مقتول ہوں گے نہ عورتیں اور جو سحر کہ کفر نہیں اور اس میں اہلاک نفس ہے تو اس میں قطاع الطریق کا حکم ہے اور اُس میں مرد اور عورتیں برابر ہیں مقتول ہونے میں بسبب کوشش کرنے فساد فی الارض کے اور مقبول ہے توبہ سحر کی اس واسطے کہ ساحرین فرعون جب ایمان لائے تھے تو اُن کا ایمان صحیح تھا اور عدم قبول توبہ کا قول غلط ہے انتہی اور عدم قبول توبہ کا قول احکام دنیا کے حق میں محمول ہے اور آخرت کے حق میں تو بلا شبہہ توبہ مقبول ہے ایک قسم کا سحر وہ ہے جس سے مرد عورت کے قربت پر قادر نہیں ہوتا تفسیر ابن عادل میں وہب بن منبہ کی کتاب سے منقول ہے کہ جو شخص بیر کے سات پتے کچلے اور اُن کو دو پتھروں کے درمیان کچلے پھر اُس کو پانی میں گھول کر آیۃ الکرسی اس پر پڑھے پھر اُس سے تین چلو

Marfat.com

نے کر غسل کرے تو اس کی بستگی انشاء اللہ تعالیٰ دفع ہو جائے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو امرأۃ وفی الاصح لسعیہا فی الارض بالفساد ذکرہ الزیلعی اگرچہ معتقد سحر کی عورت ہو قول اصح میں بسبب اُس کی سعی کرنے کے فساد فی الارض کے زیلعی نے اس کو ذکر کیا ہے م غیر اصح منتقی کا قول ہے کہ ساحرہ مقتول نہ ہوگی بلکہ حبس کی جائے گی اور مرتدہ کے مانند ماری جائے گی زیلعی نے اپنی شرح میں کہا کہ اُس کے سحر کا کفر غیر کو متعدی ہوا بخلاف مرتد اور حربیہ کے ثم قال وکذا الکافر بسبب الزندقۃ لا توبۃ لہ وجعلہ فی الفتح ظاہر المذہب لکن فی خطر الخانیۃ الفتوی علی انہ اذا اخذ الساحر و الزندیق المعروف الداعی قبل توبتہ ثم تاب لم تقبل توبتہ ویقتل ولو اخذہ بعدما قبلت پھر زیلعی نے کہا اور اسی طرح جو کافر ہے بسبب زندقہ کے اُس کی توبہ مقبول نہیں اھ مقبول توبہ کو فتح القدیر میں ظاہر المذہب قرار دیا ہے لیکن خانیۃ کی کتاب الخطر میں ہے کہ فتوی اُس پر ہے کہ جب ساحر یا زندیق مشہور جو لوگوں کو زندقہ سکھاتا ہے گرفتار ہوا قبل توبہ کرنے کے پھر اُس نے بعد گرفتاری کے توبہ کی تو اس کی توبہ مقبول نہیں اور وہ مقتول ہوگا اور اگر بعد توبہ کرنے کے گرفتار ہوا تو اُس کی توبہ مقبول ہے وافاد فی السراج ان الخناق لا توبۃ لہ اور سراج وہاج میں تصریح کی ہے کہ پھانسی دینے والے کی توبہ مقبول نہیں یعنی جو گلا گھونٹ کر آدمی کو مارتا ہو چنانچہ کتاب الجہاد سے پہلے مذکور ہو چکا وفی الشمنی الکاہن قیل کالساحر اور شمنی میں ہے کہ کاہن کو بعضوں نے ساحر کے مانند کہا ہے عدم قبول توبہ میں م فتح القدیر میں کہا کہ بعضوں کے نزدیک کاہن وہی ساحر ہے اور بعضوں کے نزدیک کاہن عراف کو کہتے ہیں جو اٹکل اور تخمین سے خبر دیتا ہے اور بعضوں کے نزدیک کاہن وہ ہے جس کے پاس جن اخبار لاتے ہوں ہمارے علماء نے کہا کہ اگر وہ اس کا معتقد ہو کہ شیاطین کرتے ہیں جو وہ چاہتا ہے تو وہ کافر ہے اور اگر فقط تخییل کا معتقد ہو تو کافر نہیں وفی حاشیۃ البیضاوی للخسرو الداعی الی الالحاد والاباحی کالزندیق اور ملا خسرو کے حاشیہ بیضاوی میں ہے جو الحاد کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے اور اباحی زندیق کے مانند ہے یعنی اُس کی توبہ مقبول نہیں اباحی وہ ہے جو ہر چیز کو مباح اعتقاد کرے حرمت کا معتقد نہ ہو وفی الفتح المنافق الذی یبطن الکفر ویظہر الاسلام کالزندیق الذی لا یتدین بدین وکذا من علم انہ ینکر فی الباطن بعض الضروریات کحرمۃ الخمر ویظہر اعتقاد حرمتہ وتمامہ فیہ اور فتح القدیر میں ہے کہ منافق جو کفر کو چھپاتا ہے اور اسلام کو ظاہر کرتا ہے وہ زندیق کے مانند ہے جو کسی دین کو نہیں مانتا ہے اور اسی طرح وہ شخص زندیق کے مانند ہے جو باطن میں بعض ضروریات دین کا منکر ہے مانند حرمت خمر کے اور ظاہر میں اس کی حرمت کا اعتقاد ظاہر کرتا ہے اور پورا بیان اس کا اس میں ہے م فتح القدیر میں کہا کہ واجب ہے کہ عدم قبول توبہ میں منافق زندیق کے مانند ہو اس واسطے کہ زندیق کے اظہار توبہ پر اطمینان نہیں کیونکہ وہ اپنے اعتقاد عدم تدین کو چھپاتا ہے اور منافق اُس کے مانند ہے اخفا میں اور اُس کا حال یوں معلوم ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اُس پر کسی کی طرف سے آگاہ ہو گیا یا اُس نے اپنا عقیدہ کسی اپنے معتقد سے بیان کیا وفیہ یکفر الساحر بتعلمہ وفعلہ اعتقد تحریمہ اولا وتخییل لکن فی خطر الخانیۃ لو استعملہ للتجربۃ والامتحان ولا یعتقدہ لا یکفر وحینئذ فالمستثنی احد عشر اور فتح القدیر میں ہے کہ کافر ہوتا ہے ساحر سحر کے سیکھنے اور کرنے سے اُس کی حرمت کا معتقد ہو یا نہ ہو اور وہ مقتول ہوگا لیکن خانیہ کی کتاب الخطر میں ہے کہ اگر سحر کو استعمال کرے ازمایش اور امتحان کے واسطے اور اُس کی اباحت کا اعتقاد نہ رکھتا ہو تو کافر نہیں ہوتا اور اس وقت میں گیارہ قسم کے مرتد مستثنیٰ ہیں یعنی ہر مرتد کی توبہ مقبول ہے سوائے گیارہ شخصوں کے یعنی جس کا ارتداد مکرر ہوا اور جس نے انبیاء علیہم السلام کو بد کہا اور جس نے صدیق یا فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو برا کہا اور ساحر اور زندیق اور پھانسی دینے والا اور کاہن اور ملحد اور اباحی اور منافق اور بعضے ضروریات دینی کا منکر باطن میں واعلم ان کل مسلم ارتد فانہ یقتل ان لم یتب الا جماعۃ المراۃ والخنثی ومن اسلامہ تبعا والصبی اذا اسلم والمکرہ علی الاسلام ومن ثبت اسلامہ بشہادۃ رجلین ثم رجعا اور معلوم کر کہ جو مسلمان کہ مرتد ہو گیا وہ قتل کیا جائے اگر توبہ نہ کرے مگر چند اشخاص مرتدین پر

Marfat.com

قتل نہیں اگرچہ توبہ نہ کریں عورت اور خنثی اور جس کا اسلام بالتبع ہوا اور صغیر جب کہ وہ مسلمان ہو جائے اور جو بزور مسلمان کیا گیا ہو اور جس کا اسلام دو مردوں کی گواہی سے ثابت ہوا ہو پھر دونوں گواہ گواہی سے پھر گئے ہوں کذا فی النہر عن الفوائد الزینیۃ اسلام بالتبع کی یہ صورت ہے کہ صغیر غیر عاقل کے والدین مسلمان ہوئے پھر صغیر بالغ ہوا اور بعد بلوغ کے اقرار اسلام اس سے مسموع نہ ہوا تو اگر وہ مرتد ہوگا تو مقتول نہ ہوگا اس واسطے کہ ہنوز اس سے تصدیق نہیں پائی گئی کہ ارتداد کی تو لیف اس پر صادق آوے کذا فی الحموی اور صغیر کافر بعد اسلام کے اگر مرتد ہوگا تو مقتول نہ ہوگا بلکہ بزور اسلام پر قائم کیا جائے گا کذا فی الشرنبلالیۃ زاد فی الاشباہ ومن ثبت اسلامہ بشہادۃ رجل وامرأتین انتہی اشباہ میں اتنا زیادہ کہا ہے کہ جس کا اسلام ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے ثابت ہوا وہ بھی مقتول نہ ہوگا انتہی م حلبی نے کہا کہ یہ نوادر کی روایت ہے ولو شہد نصرانیان علی نصرانی انہ اسلم وہو ینکر لم تقبل شہادتہما وقیل تقبل وعلی نصرانیۃ قبلت اتفاقا وتمامہ فی آخر کراہیۃ الدرر اور اگر دو نصرانیوں نے ایک نصرانی پر گواہی دی کہ وہ مسلمان ہو چکا ہے اور حالانکہ وہ منکر ہے تو اُن کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور قول ضعیف یہ ہے کہ مقبول ہوگی اور اگر نصرانیہ عورت کے اسلام کی دو نصرانیوں نے گواہی دی تو بالاتفاق مقبول ہوگی اور پورا بیان اس کا درر کی کتاب الکراہیۃ کے آخر میں ہے م دونوں میں وجہ فرق یہ ہے کہ مرتدہ مقتول نہیں ہوتی تو قبول کرنا دونوں کی گواہی کا جائز ہوا بخلاف مرتد کے ولکن نصرانیہ پر جبر کیا جائے گا قبول اسلام پر یہی قول ہے امام کا اور نوادر کی روایت یہ ہے کہ ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی اسلام پر اور نصرانیوں کی گواہی نصرانی کے اسلام پر مقبول ہے کذا فی آخر کراہیۃ الدرر اور قاضی خاں نے امام ہی کے قول پر اعتماد کیا ہے کہ عورتوں کی گواہی پر قتل نہیں اگرچہ قبول اسلام پر جبر کیا جائے گا کذا فی الطحطاوی عن نوح آفندی ویلحق بالصبی من ولدتہ المرتدۃ بیننا اذا بلغ مرتدا والسکران اذا اسلم وکذا اللقیط لان اسلامہ حکمی لا حقیقی اور عدم قتل میں ملحق صغیر سے وہ شخص ہے جس کو مرتدہ نے دار الاسلام میں جنا جب کہ وہ بالغ ہوا مرتد ہو کر پا مست جب کہ اسلام لایا اور اسی طرح سے لقیط ہے اس واسطے کہ مسلمان ہونا اس کا حکمی ہے نہ حقیقی وقیدنا بالخانیۃ وغیرہا المکرہ بالحربی اما الذمی والمستامن فلا یصح اسلامہ انتہی لکن حملہ المصنف فی کتاب الاکراہ علی جواب القیاس وفی الاستحسان یصح فلیحفظ وحینئذ فالمستثنی اربعۃ عشر اور خانیہ وغیرہ میں مکرہ علی الاسلام کو کافر حربی کی قید سے مقید کیا ہے اور کافر ذمی اور مستامن کا اسلام زبردستی سے صحیح نہیں لیکن مصنف نے کتاب الاکراہ میں عدم صحت اسلام کو جواب قیاس پر محمول کیا ہے اور استحسان میں صحیح کہا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے تو مستثنی چودہ قسم کے مرتد ہیں یعنی جو مسلمان کہ مرتد ہو جائے اور توبہ نہ کرے وہ قتل کیا جائے گا مگر چودہ مرتد مقتول نہ ہوں گے عورت اور خنثی اور جس کا اسلام بالتبع ہوا اور صغیر جب کہ اسلام قبول کرے اور حربی اور ذمی اور مستامن جب کہ بزور مسلمان کئے جائیں اور جن کا اسلام دو مردوں کی گواہی سے ثابت ہو پھر وہ شہادت سے رجوع کریں اور جس کا اسلام ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے ثابت ہوا اور وہ نصرانی جس کے اسلام پر دو نصرانی گواہی دیں اور وہ نصرانیہ جس کے اسلام پر دو نصرانی گواہی دیں اور جس کو مرتدہ دار الاسلام میں جنے جب کہ وہ بالغ ہوتے مرتد ہوا اور مست جب کہ اسلام قبول کرے اور لقیط شہدوا علی مسلم بالردۃ وہو منکر لا یتعرض لہ لاحتمال تکذیب الشہود العدول بل لان انکارہ توبۃ ورجوع یعنی یمتنع القتل فقط وثبت بقیۃ احکام المرتد کحبط عمل وبطلان وقف وبینونۃ زوجۃ لو فیما تقبل والا قتل کالردۃ بسببہ علیہ الصلوۃ والسلام کما مر اشباہ زاد فی البحر وقد رایت من یغلط فی ہذا المحل واقرہ المصنف وحینئذ فالمستثنی اربعۃ عشر گواہوں نے ایک مسلمان کی ارتداد پر اور وہ منکر ہے تو اس سے تعرض نہ کیا جائے نہ بسبب تکذیب شہود عدول کے بلکہ اس واسطے کہ اس کا انکار کرنا ارتداد یہی توبہ ہے اور رجوع ہے ارتداد سے عدم تعرض سے مراد یہ ہے کہ فقط منکر کا قتل ممتنع ہوگا اور ثابت رہیں گے باقی احکام مرتد کے چنانچہ عمل کا حبط ہونا اور وقف کا باطل ہو جانا اور زوجہ کا جدا ہونا بشرطیکہ انکار اس ارتداد سے ہو جس میں توبہ مقبول ہوتی ہے اور نہیں تو قتل کیا جائے

Marfat.com

گا چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دشنام کی ارتداد سے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الاشباہ بحر الرائق میں اتنا زیادہ کہا کہ میں نے دیکھا ہے اُس کو جو اُس مقام میں خطا کرتا ہے یعنی انکار کو عدم ارتداد پر مطلقاً محمول کرتا ہے یعنی عدم قتل کے سوا بقیہ احکام مذکورہ میں بھی اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں اور اس وقت تو مستثنیٰ چودہ مرتد ہیں م طحطاوی نے کہا صواب یہ ہے کہ شارح خمسہ عشر کہتا اس واسطے کہ عدم قتل منکر سابق کی چودہ صورتوں سے زائد ہے وفی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی ما یکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح فاولادہ اولاد زنی ومافیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ جو ارتداد کہ بالاتفاق کفر ہے اس سے عمل اور نکاح باطل ہو جاتا ہے اُس کی اولاد زنا کی اولاد ہے اگر تجدید نکاح نہ ہو اور جس ارتداد کے کفر ہونے میں علما کا اختلاف ہے اس میں استغفار اور توبہ و تجدید نکاح کا امر کیا جائے گا چنانچہ خطا کا یعنی بنا بر احتیاط کے تجدید نکاح کا فتوی دیا جائے اور بطلان نکاح کا حکم نہ ہو اور محیط میں قسم ثالث کو زیادہ کیا کہ اگر الفاظ ارتداد از راہ خطا صادر ہوں تو موجب کفر نہیں اور اس میں تجدید نکاح کا امر نہیں لیکن استغفار اور رجوع کا امر کیا جائے گا کذا فی الطحطاوی ولا یترک المرتد علی ردتہ باعطاء الجزیۃ ولا بامان موقت ولا بامان موبد ولا یجوز استرقاقہ بعد اللحاق بدار الحرب بخلاف المرتدۃ خانیۃ اور مرتد چھوڑ نہ دیا جائے گا اپنے ارتداد پر جزیہ دے کر اور نہ امان موقت اور نہ امان دائمی سے اور جائز نہیں اُس کا غلام بنانا بعد الحاق دار الحرب کے بخلاف مرتدہ کے کہ اُس کا استرقاق بعد الحاق دار الحرب کے جائز ہے کذا فی الخانیۃ والکفر کلہ ملۃ واحدۃ خلافا للشافعی فلو تنصر یہودی او عکسہ ترک علی حالہ ولم یجبر علی العود اور جمیع اقسام کفر کے ایک دین اور ملت ہیں بخلاف امام شافعی کے تو اگر نصرانی ہو گیا یہودی یا اُس کے بالعکس تو اپنے اسی حال پر چھوڑا جائے گا اور اس پر جبر نہ کیا جائے گا پہلے دین کے عود پر ویزول ملک المرتد عن مالہ زوالا موقوفا فان اسلم عاد ملکہ وان مات او قتل علی ردتہ او حکم بلحاقہ ورث کسب اسلامہ وارثہ المسلم ولزوجتہ بشرط العدۃ زیلعی بعد قضاء دین اسلامہ کسب ردتہ فی بعد قضاء دین ردتہ وقالا میراث ایضا فکسب المرتدۃ اور زائل ہوتی ہے مرتد کی ملکیت اُس کے مال سے بزوال موقوف یعنی اگر وہ پھر مسلمان ہوا تو اُس کی ملک نے عود کیا اور اگر مر گیا اور حالت ارتداد پر مقتول ہوا یا الحاق دار الحرب کا اُس پر حکم ہو گیا تو حالت اسلام کے اُس کے کسب کا اس کا وارث مسلم وارث ہو گا اگرچہ وارث اُس کی زوجہ ہو بشرط بقائے عدت کذا فی شرح الزیلعی وراثت ہو گی بعد ادائے دین اسلام کے اور اُس کے ارتداد کا کسب غنیمت ہے بعد ادائے دین ارتداد کے اور صاحبین نے کہا کہ وہ بھی میراث ہے مرتدہ کی کسب کے مانند م حسن نے ابو یوسف سے روایت کی کہ دین ارتداد کا کسب اسلام سے ادا کیا جائے گا لیکن اگر کفایت نہ کرے گا تو ارتداد کے کسب سے ادا کیا جائے گا بدائع اور ولوالجیہ میں کہا کہ یہی قول صحیح ہے تو تن کی روایت قول صحیح کے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وان حکم القاضی بلحاقہ عتق مدبرہ من ثلث مالہ وام ولدہ من کل مالہ وحل دینہ وقسم مالہ ولیورثہ مکاتبہ الی الوارثۃ والولاء للمرتد لانہ العتق بدائع اور اگر الحاق دار الحرب کا مرتد پر قاضی نے حکم کیا تو اُس کا مدبر ثلث مال سے آزاد ہو گا اور اُس کی ام ولد کل مال سے آزاد ہو گی اور اُس کا دین مؤجل وفی الحال لازم الادا ہو گا اور اس کا مال وارثوں میں قسمت کیا جائے گا اور اس کا مکاتب بدل کتابت کو اُس کے وارثوں کو ادا کرے گا اور ولا مرتد ہی کے واسطے ہو گی اس واسطے کہ وہ وہی آزاد کرنے والا ہے کذا فی البدائع یعنی اُس کے وارث ابتداء ولا کے مالک نہ ہوں گے بلکہ عصبہ بنفسہ اس کو وراثت میں پاوے گا اور اگر ولا میں وارثوں کا حق ہوتا تو عورت بھی اس میں داخل ہوتی کذا فی الطحطاوی وینبغی ان لا یصح القضاء بہ الا فی ضمن دعوی حق العبد نہر اور لائق یہ ہے کہ الحاق دار الحرب کا حکم صحیح نہ ہو مگر دعوی حق العبد کے ضمن میں کذا فی النہر یعنی حکم الحاق قضاء صحیح نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ الحاق موت کے مانند ہے اور موت کا دن داخل تحت قضاء نہیں اصل اس بحث کی صاحب بحر سے ہے واعلم ان تصرفات المرتد علی اربعۃ اقسام فینفذ منہ اتفاقا ما لا یعتمد تمام ولایۃ وہی خمس الاستیلاد والطلاق

Marfat.com

وقبول الہبۃ وتسلیم الشفعۃ والحجر علی عبدہ الماذون اور معلوم کر کہ تصرفات مرتد کے چار قسم پر ہیں سو اُس کا وہ تصرف باتفاق امام اور صاحبین نافذ ہے جو کمال ولایت پر معتمد نہیں اور وہ پانچ چیزیں ہیں۔ استیلاد اور طلاق اور قبول ہبہ اور تسلیم[1] شفعہ اور تصرف سے باز رکھنا عبد ماذون کا۔ ہم استیلاد کی صورت یہ کہ مرتد کی لونڈی لڑکا جنی اور اُس نے اس کا دعوی کیا تو ولد کا نسب مرتد سے ثابت ہوگا اور وہ ولد وارثوں کے ساتھ اُس کا وارث ہوگا اور لونڈی اُس کی ام ولد ہوگی اگر کوئی کہے کہ مرتد کی زوجہ بائن ہو جاتی ہے پھر طلاق اس سے کیونکر واقع ہوگی اُس کا جواب یہ ہے کہ وقوع بینونت سے امتناع طلاق لازم نہیں اور کتاب الطلاق میں مذکور ہو چکا کہ مبانہ کو طلاق صریح عدت میں لاحق ہو سکتی ہے کذا فی البحر ویبطل منہ اتفاقا ما یعتمد الملۃ وہی حبس النکاح والذبیحۃ والصید والشہادۃ والارث اور مرتد کا وہ تصرف بالاتفاق باطل ہے جو ملت پر معتمد ہے یعنی جس کی صحت اعتقاد ملت پر منحصر ہے اور وہ پانچ چیزیں ہیں نکاح اور ذبیحہ اور شکار کرنا اور گواہی اور ارث۔ م نکاح مرتد کا باطل ہے خواہ منکوحہ مسلمہ یا کافرہ اصلیہ یا مرتدہ ہو اس واسطے کہ مرتد مستحق قتل ہے اور امہال اُس کا تامل کے واسطے ہے اور نکاح اس سے باز رکھے گا اور باطل اولئے شہادت ہے نہ تحمل اُس کا اور ارث باطل ہے یعنی مرتد کسی کا وارث نہیں لیکن اگر وہ مرے گا تو اس کے کسب اسلامی کے ورثہ مسلمین وارث ہوں گے ویتوقف منہ اتفاقا ما یعتمد المساوات وہو المفاوضۃ اور وہ تصرف اُس کا بالاتفاق موقوف ہے جو مساوات دینی پر معتمد ہے اور وہ شرکت مفاوضہ ہے یعنی اگر مسلمان ہوگا تو مفاوضہ کی شرکت نافذ ہو جائے گی اور نہیں تو باطل ہوگی او ولایۃ متعدیۃ وہو التصرف علی ولدہ الصغیر یا موقوف رہے گا وہ تصرف جو ولایت متعدیہ پر معتمد ہے اور وہ تصرف ہے اپنے ولد صغیر پر ویتوقف منہ عند الامام وینفذ عندہما کل ما کان مبادلۃ مال بمال او عقد تبرع کالمبالغۃ والصرف والسلم والعتق والتدابیر والکتابۃ والہبۃ والرہن والاجارۃ والصلح عن اقرار وقبض الدین لانہ مبادلۃ حکمیۃ والوصیۃ اور امام کے نزدیک موقوف رہے گا اور صاحبین کے نزدیک نافذ ہوگا ہر ایک وہ تصرف جو مبادلہ مال کا ہے ساتھ مال کے یا عقد تبرع ہے چنانچہ مبالغہ اور صرف اور سلم اور عتق اور تدبیر اور کتابت اور ہبہ اور رہن اور اجارہ اور صلح اقرار سے اور قبض کرنا دین کا اس واسطے کہ قبضہ کرنا دین کا مبادلہ حکمیہ ہے اور وصیت کرنا م قبض دین مبادلہ حکمیہ اس واسطے ہوا کہ ادائے دین بالمثل ہوتا ہے تو قابض دین کا اس چیز کا بدلہ لینا چاہتا ہے جو مدیون کے ذمے پر ثابت ہے ویبقی المنۃ وعقلہ ولا شک فی بطلانہما اور باقی رہا اُس کے امان دینے اور دیت کا حکم اور شک نہیں اُن کے باطل ہونے میں اس واسطے کہ جب ذمی دوسرے کو امان نہیں دے سکتا تو مرتد بطریق اولی اور چونکہ دیت تناصر سے متعلق ہے اور مرتد لائق نصرت کے نہیں لہذا اُس کی دیت باطل ہے واما ایداعہ واستیداعہ والتقاطہ ولقطتہ فینبغی عدم جوازہا نہر اور مرتد کی ایداع واستیداع اور التقاط اور لقطہ کا عدم جواز لائق ہے کذا فی النہر ان اسلم نفذ وان ہلک بموت او قتل او لحق بدار الحرب وحکم بلحاقہ بطل ذلک کلہ اگر مرتد مسلمان ہوا تو جمیع تصرفات موقوفہ نافذ ہوں گے اور اگر ہلاک ہوا موت سے یا قتل سے یا وہ دار الحرب میں جا کر ملا اور اُس کے لحاق پر قاضی کا حکم ہو گیا تو یہ سب باطل ہو جائیں گے فان جاء مسلما قبلہ ای قبل الحکم فکانہ لم یرتد کما لو عاد بعد الموت الحقیقی زیلعی پھر اگر مرتد دار الحرب سے آیا مسلمان ہو کر قبل حکم لحاق کے تو گویا وہ مرتد ہی نہ ہوا تھا اور چنانچہ اگر عود کرے یعنی زندہ ہو جائے میت بعد موت حقیقی کے تو وہ اپنا مال وارث سے پھیر لے گا کذا فی شرح الزیلعی م جب اُس کا مسلمان ہو کر آنا قبل حکم لحاق کے بجائے عدم ارتداد ہوا تو اپنے مال کا وہی مالک ہوگا اور مدبر اُس کا آزاد نہ ہوگا اور اُس کا دین موجل غیر موجل نہ ہوگا اور اُس کا مال جو وارثوں کے پاس ہوگا اس کی ملکیت اس میں عود کرے گی بلا حکم قاضی و رضائے وارث اور اگر وارث نے اُس کا مال تلف کیا ہو تو ضمان دے گا لیکن

[1] مشتری کو حوالہ کرنا اور خود دست بردار ہونا ۱۲

Marfat.com

تداد کا حکم فسخ نکاح اور احباط عمل میں جاری رہے گا کذا فی الطحطاوی **وان جاء مسلما وماله مع وارثه اخذه** بقضاء اور ضی ولونی بیت المال
لانہ فی النہر اور اگر دار الحرب سے مسلمان ہو کر آیا بعد حکم الحاق کے اور حالانکہ مال اُس کا وارث کے پاس موجود ہے تو اُس کو لے گا قاضی کے حکم
ے یا وارث کی رضامندی سے اور اگر مال اُس کا بیت المال میں ہے تو اُس کو نہ پاوے گا اس واسطے کہ وہ غنیمت ہے کذا فی النہر م
یت المال کے مال سے وہ مال مراد ہے جو ارتداد کے کسب سے حاصل ہوا ہو اور اگر بسبب عدم وارث کے کسب اسلام کا مال بیت المال میں
کھا گیا ہو تو وہ اُس کو پاوے گا تو اطلاق شارح کا غیر مناسب ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود **وان هلک ماله وازاله الوارث عن ملکه**
یا **اخذه ولو قائما لصحة القضاء** اور اگر اُس کا مال ہلاک ہو گیا یا اُس کو وارث نے اپنی ملک سے زائل کر دیا تو اُس کو نہ پاوے گا اگرچہ وہ
ال قائم ہو بسبب صحیح ہونے حکم قاضی کے حق وارث میں وله ولاء مدبره وام ولده اور اُسی کے واسطے ہے اُس کے مدبر اور ام ولد کی ولا و مکاتبہ لہ
ن لم یود وان عجز عاد رقیقا له بدائع اور مرتد مذکور مکاتب اسی کا ہو گا اگر مکاتب نے بدل کتابت وارث کو نہیں ادا کیا اور اگر عاجز ہوا ادائے
بدل کتابت سے تو پھر اُس کا مملوک ہو جائے گا کذا فی البدائع **ویقضی ما ترک من عبادة فی الاسلام لان ترک الصلوة والصیام معصیته والمعصیته**
تبقی **بعد الردة** اور جس عبادت کو حالت اسلام میں ترک کیا ہو اُس کو بعد مسلمان ہونے کے قضا کرے اس واسطے کہ ترک صلوٰۃ اور صیام معصیت ہے
اور معصیت باقی رہتی ہے بعد ارتداد کے کذا فی قاضی خان عن شمس الائمة **وما ادی منها فیه یبطل** اور جو عبادت کہ اسلام میں ادا کی وہ باطل ہو
گئی ارتداد سے **ولا یقضی من العبادات الا الحج لانه بالردة صار کالکافر الاصلی فاذا اسلم وهو غنی فعلیه الحج** فقط اور قضا نہ کی جائیں گی عبادتیں سوا
حج کے اس واسطے کہ مرتد بسبب ارتداد کے کافر اصلی کے برابر ہو گیا پھر جب وہ اسلام لاوے اور غنی ہو تو اس پر فقط حج واجب ہے م قضاء حج
سے اعادہ حج کا مراد ہے اس واسطے کہ حج کا وقت تمام عمر ہے طحطاوی نے کہا اعادہ حج کا حصر ممنوع ہے اس واسطے کہ اگر اول وقت نماز پڑھ کر
مرتد ہو گیا اور آخر وقت مسلمان ہوا تو اس نماز کا اعادہ واجب ہے کیونکہ اُس کا وقت ہنوز باقی ہے مانند وقت حج کے مسلم اصاب مالا او شیاء
یجب به القصاص او حد السرقة یعنی المال المسروق لا الحد خانیة واصله انه یؤاخذ بحق العبد وامانیره ففیه التفصیل مسلم نے کسی کا مال لیا یا ایسا
فعل کیا جس سے قصاص واجب ہے یا مرتکب حد سرقہ ہوا مراد اس سے مال مسروق ہے نہ حد کذا فی الخانیۃ اور قاعدہ اس کا یہ ہے کہ مرتد حق
العبد میں ماخوذ ہو گا اور غیر حق العبد میں تفصیل ہے م خانیہ میں ہے کہ اگر مسلم پر حد شرب خمر یا حد سکر واجب ہوئی پھر وہ مرتد ہوا پھر اسلام لایا قبل
لحوق دار الحرب کے تو وہ ماخوذ نہ ہو گا اور اگر مرتد امام کی قید میں محبوس ہے اور اُس کا مرتکب ہوا تو وہ حد خمر اور سکر میں ماخوذ نہ ہو گا اور حد و
اللہ میں ماخوذ ہو گا اور اگر مرتد امام کے پاس محبوس نہیں اور اس کا مرتکب ہوا پھر مسلمان ہوا قبل لحوق دار الحرب کے تو بھی اس پر مواخذہ
نہیں کذا فی الفتح **او الدیة ثم ارتد واصابه وهو مرتد فی دار الاسلام ثم لحق ولحق بنا زمانا ثم جاء مسلما یؤاخذ به کله** یا مسلم موجب دیت کا مرتکب
ہوا پھر مرتد ہوا یا مرتکب اشیاء مذکورہ کا ہوا حالانکہ وہ مرتد تھا دار الاسلام میں پھر وہ دار الحرب میں جا کر ملا اور اہل اسلام سے مدت تک لڑا کیا
پھر دار الاسلام میں آیا مسلمان ہو کر تو ان سب چیزوں کا اس سے مواخذہ ہو گا یعنی مال اور قصاص اور مال مسروق اور دیت کا **ولو اصابه**
بعد ما لحق مرتدا فاسلم لا یؤاخذ بشیء من ذلک لان الحربی لا یؤاخذ بعد الاسلام بما کان اصابه حال کو نہ محاربا لنا اور اگر مرتکب ہوا امور مذکورہ
کا بعد لاحق ہونے دار الحرب کے مرتد ہو کر پھر وہ مسلمان ہوا تو امور مذکورہ میں سے کسی چیز کا مواخذہ اس سے نہ ہو گا اس واسطے کہ مرتد مذکور
حربی کافر ہو گیا اور حربی ماخوذ نہیں ہوتا بعد اسلام کے ان افعال میں جس کا مرتکب ہوا بوقت محارب ہونے کے اہل اسلام سے اخبرت بارتداد
زوجها فلها التزوج بآخر بعد العدة استحسانا کما فی الاخبار من ثقة بموته او **بطلیقه ثلثا وکذا لو لم یکن ثقة فاتاها بکتاب طلاقها واکبر**

Marfat.com

رانہا انہ حق لاباس بان تعتد وتتزوج لبسوط عورت کو خبر پہنچی اپنے زوج کے مرتد ہو جانے کی تو اس کو دوسرے زوج سے نکاح کر لینا جائز ہے بعد عدت کے بدلیل استحسان کے چنانچہ عورت کو دوسرا نکاح جائز ہے مرد معتمد کی خبر کہنے میں زوج کی موت کی یا اس کے تین طلاق دینے کی اور اسی طرح اگر مخبر معتمد نہ ہو اور عورت کے پاس اس کے طلاق کا خط لاوے زوج کی طرف سے اور عورت کو ظن غالب ہو جاوے اس کے حق ہونے کا کچھ مضائقہ نہیں کہ وہ عدت میں بیٹھے اور بعد اس کے نکاح کر لے کذا فی البسوط والمرتدۃ ولو صغیرۃ او خنثی یجبر تحبس ابدا دلا تجالس ولا تؤکل حقائق حتی تسلم ولا تقتل خلافا للشافعی اور عورت مرتدہ اگرچہ صغیرہ یا خنثی ہو کذا فی البحر ہمیشہ محبوس رہے گی اور پاس نہ بیٹھائی جاوے اور ساتھ نہ کھلائی جائے کذا فی الحقائق یہاں تک کہ اسلام قبول کرے اور قتل نہ کی جائے گی بخلاف امام شافعی کے م عدم قتل مرتدہ سے وہ ساحرہ مستثنیٰ ہے جو آپ کو اس کا خالق اعتقاد کرتی ہو کذا فی المحیط امام شافعی کی قتل مرتدہ میں یہ دلیل ہے کہ جو اپنا دین بدل ڈالے اس کو قتل کر دو ہماری دلیل وہ حدیث ہے جس میں قتل نساکی نہی وارد ہے اور وہ کافرہ اصلیہ اور مرتدہ دونوں کو شامل بلکہ امام اعظم نے اپنی مسند سے بروایت ابن عباس عدم قتل مرتدات اور ان کے قید رکھنے اور بزور اسلام قبول کروانے کی حدیث روایت کی ہے کذا فی الفتح وان قتلہا احد لا یضمن شیاء ولو امۃ فی الاصح اور اگر مرتدہ کو کسی نے قتل کر ڈالا تو وہ کسی چیز کا ضمان نہ دے گا اگرچہ مرتدہ لونڈی ہو قول اصح میں اس واسطے کہ قیمت خون کی اسلام کے سبب سے ہوتی ہے سو وہ زائل ہو گیا لیکن قاتل پر تعزیر ہے کذا فی الولوالجیۃ وتحبس عند مولاہا لخدمۃ سوی الوطی سواء طلب ذلک ام لا فی الاصح وتولی ضربہا جمعا بین الحقین اور مرتدہ لونڈی اپنے مولی کے پاس محبوس کی جائے اس کی خدمت کرنے کے واسطے سوائے جماع کے خواہ اس کے حبس کرنے کا اپنے پاس مولی طالب ہو یا نہ ہو اور اس کی ضرب کا مولی کو اختیار رہے گا بواسطے جمع کرنے کے دونوں حقوں میں یعنی حق خدا اور حق مولی ولیس للمرتدۃ التزوج بغیر زوجہا بہ یفتی وعن الامام تسترق ولو فی دار الاسلام وبہ افتی بہ حسما لقصدہا السی لاباس بہ وتکون قنۃ المزوج بالاستیلاد مجتبی وفی الفتح انہا فی المسلمین فیشتریہا من الامام او یہبہا لہ ولو مصرفا اور جائز نہیں مرتدہ کو نکاح کرنا اپنا زوج چھوڑ کر غیر سے اسی کا فتوی ہے اور امام سے ایک روایت یہ ہے کہ مرتدہ لونڈی بنائی جائے گی اگرچہ دار الاسلام میں ہو اور اگر مفتی اس روایت پر فتوی دے اس کے بُرے قصد کے استیصال کے واسطے تو کچھ مضائقہ نہیں اور ہو گی مرتدہ لونڈی اپنے زوج کے استیلاد کے سبب سے کذا فی المجتبی اور فتح القدیر میں ہے کہ وہ غنیمت ہے سب مسلمین کے واسطے نہ فقط زوج کے واسطے تو زوج اس کو امام سے خرید کر لے یا امام اس کو بخش دے اگر مصرف ہو غنیمت کا م زوجہ کا بُرا قصد یہ کہ مرتد ہو کر اپنے زوج سے بائن ہو جائے اور امام سے اس وقت خرید کرے جب بیت المال منتظم ہو اور نہیں تو زوج استیلاد سے مالک ہو گا وصح تصرفہا لا تہا لا تقتل اور صحیح ہے تصرف مرتدہ کا مانند بیع اور ہبہ کے اس واسطے کہ وہ مقتول نہیں ہوتی والکتابیہا مطلقا لورثتہا ویرثہا زوجہا المسلم لو مریضۃ ومانت فی العدۃ کمریض طلاق المریض قلت وفی الزواہر انہ لا یرثہا لو صحیحۃ لانہا لا تقتل فلم تکن فارۃ قاتل اور کتابی مرتدہ کی مطلقا خواہ اسلام کی کتابی ہو خواہ ارتداد کی اس کے وارثوں کے واسطے ہے اور اس کا زوج مسلم اس کا وارث ہو گا اگر وہ مریض ہو اور عدت میں مر گئی ہو چنانچہ طلاق المریض میں گذر گیا میں کہتا ہوں اور زواہر میں ہے کہ زوج اس کا وارث نہ ہو گا اگر وہ بیمار نہ ہو اس واسطے کہ وہ مقتول نہیں ہوتی تو فارہ نہیں ہوتی تو اسکو تامل کر لے م طبی نے کہا کہ میں نے تامل کیا سو اس کا مفہوم اس کے ماقبل میں پایا یعنی قولہ لو مریضۃ انتہی اور ایک نسخہ میں یہ عبارت زائد ہے وترث المرتدۃ زوجہا المرتد اتفاقا خانیہ یعنی مرتدہ اپنے زوج مرتد کی وارث ہوتی ہے بالاتفاق کذا فی الخانیۃ ولدت امتہ ولدا فادعاہ فہو ابنہ حر یرثہ فی امتہ المسلمۃ مطلقا ولدتہ لاقل من نصف حول او اکثر لاسلامہ تبعا لامہ والمسلم یرث المرتد ان مات المرتد او لحق بدار ہم مرتد کی لونڈی ایک لڑکا جنی سو اس کا

Marfat.com

دعوی کیا مرتد نے تو ولد اسی کا بیٹا آزاد ہے اس کا وارث ہوگا مسلمان لونڈی میں یعنی اگر مسلمان لونڈی سے پیدا ہو تو مطلقا وارث ہوگا خواہ اس کو چھ مہینے سے کمتر میں جنی ہو بعد ارتداد کے یا زیادہ میں بسبب مسلمان ہونے ولد کے اپنی ماں کی تبعیت سے اور مسلمان مرتد کا وارث ہوتا ہے اگر مرتد مر جائے یا دار الحرب میں جا ملے وکذا فی امتہ النصرانیۃ ای الکتابیۃ الا اذا جارت بہ لاکثر من نصف حول منذ ارتد وکذا النصفہ لعلوقہ من ما المرتد فیتبعہ لقربہ للاسلام بالجبر علیہ والمرتد لا یرث والمرتد اور یہی حکم ہے اس کی نصرانیہ لونڈی میں یعنی اگر مرتد کی نصرانیہ یا یہودیہ لونڈی سے لڑکا پیدا ہوا تو اس کا وارث ہوگا مگر اس وقت وارث نہ ہوگا جبکہ کتابیہ اس کو جنے چھ مہینے سے زیادہ میں ابتدائے ارتداد سے اور اسی طرح نصف سال کی ولادت میں بھی وارث نہ ہوگا۔ بسبب اس کے علوق کے مرتد کی منی سے تو لڑکا مرتد ہی کا تابع ہوگا بسبب قریب ہونے ولد کے اسلام سے بواسطے جبر علی الاسلام کے اور مرتد وارث نہیں ہوتا مرتد کا یعنی ولد تابع ہوتا ہے والدین میں سے اس کا جس کا بہتر دین ہے سو یہاں ماں سے کتابیہ اور باپ مرتد لیکن چونکہ مرتد پر اسلام کے واسطے جبر ثابت ہے تو ولد پر بھی جبر ثابت ہے تو ظاہر حال اس کا اسلام پر دال ہے لہذا وہ باپ کا تابع ہوگا نہ ماں کا پھر جب وہ مرتد رہا تو وارث نہ ہوگا کیوں کہ مرتد نہیں وارث ہوتا مرتد کا کذا فی المنح وان لحق بمالہ ای مع مالہ وظہر علیہ فھو ای مالہ فی لا نفسہ لان المرتد لا یسترق اور اگر مرتد دار الحرب میں گیا اپنے مال کے ساتھ اور اہل اسلام کا اس پر غلبہ حاصل ہوا تو اس کا مال غنیمت ہے نہ اس کی ذات اس واسطے کہ مرتد رقیق نہیں ہوتا فان رجع ای بعد ما لحق بلا مال سواء قضی بلحاقہ او لا فی ظاہر الروایۃ وھو الا وجہ فتح فلحق ثانیا بمالہ وظہر علیہ فھو لوارثہ لانہ بالالحاق انتقل لوارثہ فکان ملکا قدیما وحکم بامرانہ لہ قبل قسمتہ بلا قیمۃ وبعدھا قیمتہ ان شاء ولا یاخذہ لوجود العدم الفائدۃ پھر اگر مرتد دار الاسلام میں پھر آیا یعنی بعد لاحق ہونے دار الحرب کے بلا مال خواہ اس کے الحاق کا حکم ہو گیا ہو یا نہ ہوا ہو ظاہر الروایۃ میں اور یہی وجہ قوی ہے کذا فی الفتح پھر دوسرے بار پلٹ آیا دار الحرب میں اپنا مال لے کر اور اس پر غلبہ حاصل ہوا تو وہ مال اس کے وارث کا ہوگا اس واسطے کہ بسبب لحوق دار الحرب کے مال اس کا اس کے وارث کے واسطے منتقل ہو گیا تو وہ مدت دراز سے اس کا وارث ہو چکا اور حکم اس کا گذر گیا کہ وہ مال اس کے وارث کا ہے قبل اس کی قسمت کے مفت اور بعد قسمت غنیمت کے بعوض قیمت کے پاوے گا اگر وہ چاہے اور اگر وہ مال مثلی ہو یعنی کیلی اور وزنی ہو تو نہ لے بسبب عدم فائدہ کے اس واسطے کہ اگر اس کو لے گا تو مثلی دے کر لے گا وان قضی لعبد شخص مرتد لحق بدارہم لابنہ ومکاتبہ الابن فجاء المرتد مسلما فبد لہما والولاء کلاہما للاب الذی عاد مسلما فجعل الابن کالوکیل اور ایک شخص دار الحرب میں جا ملا اور اس کے غلام کی ملک کا اس کے لڑکے کے واسطے حکم کر دیا گیا سو لڑکے نے اس کو مکاتب کیا پھر مرتد آیا مسلمان ہو کر تو بدل کتابت اور ولاء دونوں باپ کے واسطے ہوں گے جو مسلمان ہو کر پھر آیا تو بیٹا وکیل کے مانند قرار دیا گیا عقد کتابت میں مرتد قتل رجلا خطا فلحق او قتل فدیتہ فی کسب الاسلام ان کان والا فمن کسب الردۃ بحر عن الخانیۃ مرتد نے قتل کیا ایک مرد کو بنا بر خطا کے پھر وہ دار الحرب میں جا کر ملا یا مقتول ہوا ارحداد میں تو دیت مرد مقتول کی اسلام کی کمائی میں ہے اگر وہ ہو اور اگر اسلام کی کمائی نہ ہو تو ارتداد کی کمائی میں اس کی دیت ہوگی کذا فی البحر عن الخانیۃ وکذا لو اقر بغصب مالو کان الغصب بالمعاینۃ او بالبینۃ فانہ فالکسبین اتفاقا ظہیریۃ اور ایسا ہی حکم ہے اگر مرتد نے غصب کا اقرار کیا اور اگر ثبوت غصب کا بمشاہدہ یا بگواہی ہو نہ اقرار سے تو وہ دونوں کے کسب میں ہے بالاتفاق کذا فی الظہیریۃ واعلم ان جنایۃ العبد والامۃ والمکاتب والمدبر کجنایتہم فی غیر الردۃ اور معلوم کر کہ جنایت غلام اور لونڈی اور مکاتب اور مدبر کی ان کی جنایت غیر ارتدادی کے برابر ہے یعنی مولی مختار ہے چاہے لونڈی اور غلام کا فدیہ دے چاہے ان کو دے ڈالے اور مکاتب کی جنایت اس کے کسب ارتدادی میں ہے اور جنایت مدبر کی کتاب الجنایات میں آوے گی قطعت یدہ عمدا فارتد والعیاذ باللہ ومات منہ ادلحق فحکم بہ فجاء مسلما فمات منہ ضمن القاطع نصف الدیۃ فی مالہ لورثہ

Marfat.com

فی السلتین لان السرایۃ حلت محلا غیر معصوم فاھدرت قید بالعمد لانہ فی الخطاء علی العاقلۃ مسلم کاٹا گیا پھر وہ معاذ اللہ مرتد ہوگیا اور اسی زخم سے مرگیا یا دارالحرب میں جاملا سو اس کے لحوق کا حکم ہوگیا پھر دارالاسلام میں مسلمان ہو کر آیا سو اسی زخم سے مرگیا تو قاطع نصف دیت کا ضمان دے اپنے مال میں سے مرتد کے وارث کو دونوں صورتوں میں یعنی فقط قطع ید کی دیت لازم ہوگی نہ جان کی اس واسطے کہ سرایت الی النفس نے محل غیر معصوم میں حلول کیا تو باطل ہوگئی مصنف نے عمد کی قید لگائی اس واسطے کہ خطا میں عاقلہ پر دیت ہے، وقیدنا بالحکم بلحاق لانہ ان عاد قبلہ او اسلم ہہنا ولم یلحق فمات منہ بالسرایۃ ضمن الدیۃ کلہا لکونہ معصوما وقت السرایۃ ایضا اور مقید کیا ہم نے لحاق دارالحرب کے حکم کے ساتھ اس واسطے کہ اگر مرتد دارالحرب سے قبل حکم الحاق عود کرے گا یا مسلمان ہوا یہاں دارالاسلام میں اور دارالحرب میں ملحق نہ ہوا پھر مرگیا اسی قطع سے بسبب سرایت کے تو پوری ... دیت کا ضامن ہوگا اس واسطے کہ وہ معصوم الدم ہے سرایت کے وقت بھی جیسے کہ وہ معصوم تھا ثبوت حکم کے وقت ارتدا لقاطع فقتل او مات ثم سری الی النفس فہدر لو عمدا لغوات محل القود ولو خطاء فالدیۃ علی العاقلۃ فی ثلث سنین من یوم القضاء علیہم خانیۃ ولا عاقلۃ لمرتد قاطع ید مرتد ہوگیا پھر مقتول ہوا یا مرگیا پھر سرایت کی قطع نے جان تک یعنی اس زخم سے مرگیا تو قصاص باطل ہے اگر قطع عمدا ہو بسبب فوت ہوجانے محل قصاص کے اور اگر قطع بنا بر خطا ہو تو دیت عاقلہ پر ہے تین سال کے اندر جس دن سے کہ ان پر حکم ہوا کذا فی الخانیہ اور مرتد کے واسطے عاقلہ نہیں ہم خطا میں عاقلہ پر اس واسطے دیت لازم ہوئی کہ قطع کے وقت وہ مسلمان تھا نہ مرتد ولو ارتد مکاتب فلحق واکتسب مالا فاخذ بمالہ ولم یسلم فقتل فبدل الکتابۃ لمولاہ وما بقی من مالہ لوارثہ لان الردۃ لا توثر فی الکتابۃ اور اگر مکاتب مرتد ہوا اور دارالحرب میں جاملا اور کچھ مال کمایا اور اپنے مال کے ساتھ گرفتار ہوا پھر مقتول ہوا تو اسکا بدل کتابت اس کے مولی کا ہے اور بدل کتابت رہے کہ جو مال باقی رہے وہ مکاتب کے وارث کا ہے اس واسطے کہ ارتداد اثر نہیں کرتا کتابت میں وجان ارتدا ولحقا فولدت المرتدۃ ولدا وولد ولدا کذلک المولود ولد فظہر علیہم جمیعا فالولدان فیء کامہما والولد الاول یجبر بالضرب علی الاسلام وان صلیت به تبعیۃ لابویہ لا الثانی لعدم تبعیۃ الجد علی الظاہر لحکمہ کحربی اور زوجہ دونوں مرتد ہوئے اور دارالحرب میں جاملے پھر مرتد بیٹا جنی اور اس مولود کے بھی ولد ہوا پھر ان سب پر غلبہ ہوا اہل اسلام کا تو بیٹا اور پوتا غنیمت ہیں اپنی ماں کے مانند اور بیٹا بزور مسلمان کیا جائے گا مار کر اگرچہ اس کا محل دارالحرب میں رہا ہو جبر علی الاسلام بہر صورت ثابت ہے باتباع والدین نہ پوتا یعنی پوتے پر جبر علی الاسلام نہیں بسبب اس کے نہ تابع ہونے دادا کے ظاہر الروایۃ میں تو حکم اس کا حربی کے مانند ہے۔ م ارتداد کا حکم ایک پشت جاری رہتا ہے نہ دو پشت پھر جب پوتا دادا کا تابع نہ ہوا جبر علی الاسلام میں، تو پوتا گرفتاری کے بعد غلام بنایا جائے گا یا اس پر جزیہ مقرر ہوگا یا قتل کیا جائیگا اور دادا مقتول ہوگا اس واسطے کہ اصلی مرتد ہے یا اسلام قبول کرے کذا فی المنح عن الفتح وقید بردتہما لانہ لو مات مسلم عن امرأۃ حامل فارتدت ولحقت فولدت ہناک ثم ظہر علیہم ای علی اہل تلک الدار فانہ لا یسترق ویرث اباہ لانہ مسلم ولو لم تکن ولدتہ حتی سبیت ثم ولدتہ فی دارالاسلام فہو مسلم تبعا لابویہ مرقوق تبعا لامہ فلا یرث لرقہ بدائع اور مصنف نے مسئلہ سابقہ میں ارتداد زوجین کی قید لگائی اس واسطے کہ اگر مسلمان مرگیا اپنی زوجہ کو حاملہ چھوڑ کر پھر عورت مرتد ہوئی اور دارالحرب میں جاملی پھر وہاں لڑکا جنی پھر وہاں کے لوگوں پر اہل اسلام کا غلبہ ہوا تو وہ لڑکا غلام نہ بنایا جائے گا اور وہ اپنے باپ کا وارث ہوگا اس واسطے کہ وہ مسلمان ہے اپنے باپ کا تابع ہو کر اور اگر مرتدہ مذکورہ دارالحرب میں نہ جنی یہاں تک کہ گرفتار ہوئی پھر لڑکا جنی دارالاسلام میں تو وہ مسلمان ہے اپنے باپ کا تابع ہو کر اور وہ مرقوق ہے اپنی ماں کا تابع ہو کر تو وہ اپنے باپ کا وارث نہ ہوگا بسبب اپنے رق کے کذا فی البدائع واذا ارتد صبی عاقل صح خلافا للثانی ولا خلاف فی تخلیدہ فی النار لعدم العفو عن الکفر تلویح اور جب کہ مرتد ہوگیا صبی عاقل تو صحیح ہے بخلاف ابی یوسف کے اور خلاف نہیں اس کے مخلد فی النار ہونے میں بسبب نہ معاف ہونے کفر کے کذا فی التلویح یعنی اختلاف ابی یوسف کا فقط احکام دنیوی میں ہے

Marfat.com

نہ آخر دی میں کا سلام فانہ یصح اتفاقا فلا یرث ابویہ الکافرین تفریع علی الثانی ویجبر علیہ بالضرب تفریع علی الاول ارتداد صبی عاقل کا صحیح ہی
اُس کے مسلمان ہونے کے مانند کہ وہ صحیح ہے بالاتفاق تو وارث نہ ہوگا اپنے کافر ماں باپ کا یہ تفریع ہے ثانی پر یعنی صحت اسلام صبی عاقل پر اور
مسلمان ہونے پر زبردستی کی جائے گی مار کر یہ تفریع ہے اول پر یعنی صحت ارتداد صبی عاقل پر والعاقل الممیز وہو ابن سبع فاکثر مجتبی وسراجیہ وقیل الذی
یعقل ان الاسلام سبب النجاۃ وممیز الخبیث من الطیب والحلو من المر قائلہ الطرطوسی فی النفع الوسائل قائلا ولم ار من قدرہ بالسن قلت وقد رایت
نقلہ اور صبی عاقل عبارت ہے ممیز سے اور وہ یعنی طفل با امتیاز سات برس یا زیادہ کا ہوتا ہے کذا فی المجتبی والسراجیہ اور قول ضعیف یہ ہے کہ صبی
عاقل وہ ہے کہ جو سمجھتا ہو کہ اسلام سبب ہے نجات کا اور امتیاز کرتا ہو خبیث اور طیب اور شیریں اور تلخ میں قائل اس قول ضعیف کا طرطوسی ہے کتاب
النفع الوسائل میں یوں کہہ کر کہ میں نے اُس فقیہ کو نہیں معلوم کیا جس نے صبی عاقل کی حد سال سے ٹھہرائی ہو میں کہتا ہوں اور تو معلوم کر چکا اس کی نقل کو مجتبی
اور سراجیہ سے م حموی اور قہستانی کا قول طرطوسی کے قول کا مقوی ہے حموی نے اپنی شرح میں کہا کہ عاقل وہ ہے جو جانے کہ اسلام حق ہے اور کفر باطل ہے
اور قہستانی نے کہا کہ عاقل وہ ہے جو کلمۂ توحید کو تعقل کرے اور جانے کہ اسلام سبب ہے نجات کا اور بیع خلاف شرا کے ہے انتہی اور سات برس کا لڑکا
ان امور کو کچھ نہیں سمجھتا خصوصا اس زمانے میں کذا فی الطحطاوی ویؤیدہ انہ علیہ الصلوۃ والسلام عرض الاسلام علی علی وسنہ سبع وکان یفتخر بہ حتی قال سبقتکم
الی الاسلام طرا :: خلا ما ما بلغت اوان حلم :: وسبقتکم الی الاسلام قہرا :: بصارم ہمتی وسنان عزمی :: اور تقدیر بالسن کا یہ مؤید ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام
نے علی مرتضی پر اسلام کو پیش کیا اور حالانکہ عمران کی سات برس کی تھی اور مرتضی کرم اللہ وجہہ اس کا فخر کرتے تھے یہاں تک کہ فرمایا صحابۂ کرام سے مخاطب ہو
کر کہ میں نے تم سب سے سبقت کی مسلمان ہونے کی طرف لڑکپن میں جب کہ میں اپنی جوانی کو نہ پہنچا تھا اور چلایا میں نے تم کو اسلام کی طرف زبردستی اپنی ہمت
تلوار اور اپنے عزم کی برچھی سے م صحیح قول یہ ہے کہ عرض اسلام کے وقت جناب مرتضوی آٹھ برس کے تھے چنانچہ بخاری نے اسی پر اقتصار کیا ہے کذا
فی الفتح اول من اسلم کی روایات مختلفہ کی توفیق یہ ہے کہ صبیان میں علی مرتضی پہلے مسلمان ہوئے اور رجال احرار میں صدیق اکبر اور نسایں خدیجۃ الکبری
اور موالی میں زید بن حارثہ اور ورقہ بن نوفل اور بحیرا اور نسطور اہل فترت سے ہیں یعنی قبل از نسخ دین عیسوی کے متمسک تھے اور رسول منتظر کے
مومن اور مصدق تھے اور یہ تصدیق اُن کو آخرت میں مفید ہوگی لیکن وہ لوگ اسلام میں داخل نہیں اس واسطے کہ اہل اسلام کا اجماع ہے کہ حقیقت میں
اول من اسلم خدیجۃ الکبری علیہا السلام ہیں اور ورقہ وغیرہ صحابہ میں داخل نہیں اس واسطے کہ صحابی وہ ہے جو بعد رسالت کے یعنی بعد نزول سورۂ مدثر
کے رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا مصاحب ہو کذا فی الطحطاوی عن شرح الملتقی ثم ہل یقع فرضا قبل البلوغ ظاہر کلامہم نعم اتفاقا وفی التحریر المختار عند
الماتریدی انہ مخاطب باداء الایمان کالبالغ حتی لو مات بعدہ بلا ایمان خلد فی النار نہر پھر دریافت کرنا چاہیے کہ صبی عاقل کا ایمان کیا فرض واقع ہوتا
ہے قبل بلوغ کے ظاہر کلام علماء یہ ہے کہ ہاں فرض واقع ہوتا ہے بالاتفاق اور تحریر میں ہے کہ ابو المنصور ماتریدی کے نزدیک قول مختار یہ ہے کہ صبی
عاقل ادائے ایمان کا مخاطب ہے بالغ کے مانند یہاں تک کہ اگر مر جائے گا بعد اُس کے بلا ایمان تو ہمیشہ دوزخ میں رہے گا کذا فی النہر الفائق وفی شرح
الوہبانیۃ سہ بدرویش درویشاں کفر بعضہم وصح انہ لا کفر وہو المحرر :: کذا قول شیء لله قیل بکفرہ :: دیا حاضرا یا ناظرا لیس یکفر :: علامہ عبد البر ابن شحنہ کی
شرح وہبانیہ میں ہے کہ درویش درویشاں کہنے کو بعضوں نے کفر کہا ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ قول کفر نہیں اور یہی تحقیق اور منقح ہے اور اسی طرح شیء اللہ کے
قول کو بعضوں نے کفر کہا ہے اور یا حاضرا یا ناظرا کہنا کفر نہیں م شرح وہبانیہ میں بزازیہ سے منقول ہے کہ رساتیق شروان میں مشہور ہے کہ جو کہے درویش لدرویشاں
وہ کافر ہے اس واسطے کہ معنی اُس کے یہ ہیں کہ جمیع اشیا مباح ہیں تو لازم آیا کہ حرام بھی مباح ہے حالانکہ اباحت حرام کفر ہے اور یہ تکفیر ہے باطل اس واسطے کہ
مطلب قول مذکور کا یہ ہے کہ سکنۃ المساکین یا فقر الفقرا تو گویا قائل نے یوں کہا کہ ہم متمکن ہوئے بسکنت مساکین یا محتاج ہوئے تیری طرف بفقر فقرا اور

Marfat.com

اس میں ایک شئی کی اباحت پر بھی کوئی دلالت نہیں پہنچ جائے اباحت جمیع اشیاء اور شی اللہ کے کفر ہونے کی شاید یہ وجہ ہے کہ قائل نے چیز اللہ تعالیٰ کے لئے مانگی حالانکہ حق تعالیٰ ہر چیز سے غنی ہے سب خلق اُس کے محتاج ہیں اور لائق یوں ہے کہ اس قول میں عدم تکفیر کو ترجیح دیجئے اس واسطے کہ اس کی تاویل یوں ہوسکتی ہے کہ قائل کہے کہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں شی کو طلب کروں اللہ تعالیٰ کے اکرام کے واسطے شارح نے اس کو باختصار نقل کیا شرح وہبانیہ میں اس طرح ہے (ومن[1] قال شئ للہ بعض یکفر :: وبخشی علیہ الکفر بعض یقرر :: کذا فی الطحطاوی بعضے لوگ بطور وظیفہ یوں کہا کرتے ہیں یا عبدالقادر شی للہ اس میں راجح عدم تکفیر ہے لیکن خوف کفر سے خالی نہیں چنانچہ بیت وہبانیہ کی اُس پر نص ہے تو ترک اس قول کا لازم ہے اور یا حاضر یا ناظر کہنے میں اس واسطے کفر نہیں کہ حضور بمعنی علم ہے اور نظر بمعنی رویت ہے قال اللہ تعالیٰ (الم تعلم بان اللہ یری) تو گویا اُس نے حق تعالیٰ کو یوں ندا کی کہ یا عالم[2] یا من یری ومن یستحل الرقص قالوا بکفرہ :: ولا سیما بالدف یلہو ویزمر :: اور جو رقص کو حلال جانے اُس کا کفر علماء نے بیان کیا ہے خصوصاً وہ رقص کرنے والا جو دف پر ناچے اور حالت[3] لاوے م قرطبی نے نقل کیا کہ یہ راگ اور ضرب قضب اور رقص حرام ہے امام مالک اور شافعی اور احمد بن حنبل کے نزدیک اور شیخ الاسلام کرمانی کا فتوی یہ ہے کہ مستحل اس رقص کا کافر ہے جب معلوم ہوا کہ اُس کی حرمت بالاجماع ہے تو لازم آیا کہ اس کا حلال جاننے والا کافر ہو کذا فی الطحطاوی ومن لولی قال طی مسافۃ :: یجوز جہول ثم بعض یکفر :: واثباتہا فی کل ما کان خارقا :: عن النسفی النجم یروی ویشہر :: اور جو ولی کے واسطے طی مسافت جائز کہے وہ جاہل ہے پھر بعضوں نے اُس کی تکفیر ہے اور اثبات کرامت کا ہر خارق عادت میں امام نجم الدین نسفی سے مروی ہے اور منصور یعنی نصرت عموم خوارق عادات کی امام محمد کے اس قول سے ثابت ہے کہ ہم کرامات اولیا کے مومن ہیں اس واسطے کہ قول طی مسافت کو بھی عام ہے مگر جو نص قاطع سے ثابت ہو چکا کہ محال ہے جیسے قرآن کے مانند کلام کا ہونا وہ البتہ داخل کرامات نہیں چنانچہ کتاب الطلاق کے اندر فصل حدود میں اس کا بیان گذر گیا۔

باب البغاۃ

یہ باب ہے باغیوں کے احکام میں جب حکم قتال کفار سے فراغت ہوئی تو حکم قتال مسلمین بغاوت شعار شروع ہوا البغی لغۃ الطلب مطلقہ ذلک ما کنا نبغی یعنی لغت عرب میں بمعنی طلب ہے اور منجملہ معنی طلب یہ آیت ہے (ذلک ما کنا نبغی) یہ وہ چیز ہے جس کو ہم طلب کرتے تھے م صحاح میں ہے کہ بغی عبارت ہے تعدی اور ہر مجاوزت اور افراط سے وعرفا طلب ما لا یحل من جور وظلم فتح اور عرف میں بمعنی عبارت ہے اُس چیز کی طلب سے جو حلال نہیں جور اور ظلم سے کذا فی الفتح و شرعا ہم الخارجون عن طاعۃ الامام الحق بغیر حق فلو لحق فلیسوا ببغاۃ وتمامہ فی جامع الفصولین اور شرح میں ہے وہ لوگ ہیں جو خارج ہوئے امام حق کی اطاعت سے ناحق اور اگر امر حق پر خروج کریں تو وہ باغی نہیں اور اس کی تمام تقریر جامع الفصولین میں ہے کہ جب مسلمین نے ایک امام پر اجتماع کیا اور اس کے سبب سے امن میں ہو گئے پھر ایک جماعت مسلمین نے اُس پر خروج کیا سو اگر یہ خروج امام کے ظلم کے سبب سے ہوا تو یہ لوگ باغی نہیں باقی مسلمان نہ امام کی اعانت کریں کہ اعانت علی الظلم ہے اور نہ اہل خروج کی اعانت کریں کہ اعانت علی الخروج ہے اور اگر خروج مسلمین کا بسبب ظلم کے نہ ہو بلکہ بدعوی حقیقت اور ولایت کے ہو تو وہ لوگ اہل بغی ہیں مسلمین پر نصرت امام کی واجب ہے قلانسی نے کہا کہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر علی مرتضی نہ ہوتے تو ہم کو قتال اہل قبلہ معلوم نہ ہوتا جناب مرتضوی اور اُن کے ساتھی اہل حق تھے اور مخالف اُن کے اہل بغی اور ہمارے زمانہ میں غلبہ کا اعتبار ہے فرقہ عادلہ اور باغیہ معلوم نہیں ہوتا کہ سب طالب دنیا ہیں انتہی ملخصا کذا فی الطحطاوی ثم الخارجون عن طاعۃ الامام ثلثۃ قطاع الطریق

ف حرمت رقص باجماع فقہاء اربعہ۔ [1] اور جس نے کہا شی للہ تو بعض اس کو کافر کہتے ہیں اور بعض یہ تقریر کرتے ہیں کہ اس پر خوف ہے ۱۲۔
[2] اے جاننے والے اے دیکھنے والے وہ شخص کہ دیکھتا ہے ۱۲ [3] یہ ترجمہ ٹھیک نہیں کیوں کہ زمر کے معنے نی بجانے کے ہیں نہ حالت لانے کے تو ترجمہ یوں مناسب تھا کہ دف سے کھیلے اور بانسری بجاوے ۱۲

Marfat.com

وعلم حکمھم والبغاۃ وسبی حکمھم وخوارج وھم قوم لھم منعۃ خرجوا علیہ بتاویل یرون انہ علی باطل کفر او معصیۃ توجب قتالہ بتاویلھم یستحلون دمائنا واموالنا ویسبون نسائنا ویکفروننا اصحاب نبینا علیہ افضل الصلوۃ والسلام وحکمھم حکم البغاۃ باجماع الفقہاء کما حققہ فی الفتح پھر دریافت کرنا چاہیے کہ اطاعت امام سے خارج ہونے والے تین قسم ہیں ایک قطاع الطریق یعنی اہل خروج بلا تاویل اور بلا شوکت اور اُن کا حکم معلوم ہوگیا اور دوسری قسم باغی جو مباح نہیں جانتے جس کو خوارج مباح جانتے ہیں اور ان کا حکم آتا ہے اور تیسری قسم خوارج وہ قوم ہیں جن کے واسطے قوت اور شوکت حاصل ہے امام پر خارج ہوئے ہیں تاویل سے گمان کرتے ہیں کہ امام باطل پر ہے باعتبار کفر اور ایسی معصیت کے جو موجب قتال ہے امام کا اُن کی تاویل سے وہ حلال جانتے ہیں ہم اہل اسلام کے خونوں اور مالوں کو اور بندی کرتے ہیں ہماری عورتوں کو اور کافر کہتے ہیں ہمارے نبی افضل الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کو اُن کا حکم مانند حکم باغیوں کے ہے باجماع فقہاء چنانچہ اس کی تحقیق فتح القدیر میں کی ہے م فتح القدیر میں ہے کہ جمہور فقہا اور محدثین کے نزدیک خوارج درحکم بغاۃ ہیں اور بعضے محدثین اُن کے کفر کے قائل ہیں ابن منذر نے کہا میں نہیں جانتا کہ اہل حدیث کے ساتھ کوئی موافق ہوا تو تکفیر خوارج میں اور یہ مقتضی ہے اجماع فقہا کی نقل کا اور محیط میں مذکور ہے کہ بعضے فقہا اہل بدعت کی تکفیر نہیں کرتے اور بعضے کرتے ہیں اس بدعت والے کی جس کی بدعت دلیل قطعی کے مخالف ہے اور صاحب محیط نے اس کو اکثر اہل سنت کی طرف نسبت کیا ہے اور نقل اول یعنی عدم تکفیر اثبت ہے ہاں یہ البتہ ہے کہ اہل مذہب کے کلام میں اکثر اہل بدعت کی تکفیر واقع ہے لیکن تکفیر ان فقہا کے کلام میں وارد نہیں جو مجتہدین ہیں اور غیر فقہا مجتہدین کا کلام معتبر نہیں اور مجتہدین سے منقول عدم تکفیر ہے اور ابن منذر نقل مذاہب مجتہدین سے زیادہ تر واقف ہے انتہی حلبی نے کہا کہ کلام وجیہ ہے مگر مشکل یہ ہے کہ مقتضی ہے عدم تکفیر اُن رافضیوں کا جو سب شیخین اور قذف عائشہ صدیقہ کرتے ہیں حالانکہ یہ صریح کفر ہے طحطاوی نے کہا اس کا جواب ممکن ہے کہ عدم تکفیر اہل بدعت سے رافض مذکورین کی تکفیر مستثنیٰ ہے اس واسطے کہ ان کی تکفیر نص فقہا سے ثابت ہے واللہ اعلم وانما لم نکفرھم لکونہ عن تاویل وان کان باطلا بخلاف المستحل بلا تاویل کما مر فی باب الامامۃ اور ہم جو خوارج کی تکفیر نہیں کرتے تو اس سبب سے کہ اُن کا قتال اور استحلال تاویل سے ہے اگرچہ یہ تاویل باطل ہے بخلاف مستحل بلا تاویل کے کہ اس کی تکفیر صریح ہے چنانچہ کتاب الصلوٰۃ کے اندر باب الامامۃ میں مذکور ہو چکا والامام یصیر اماما بامرین بالمبایعۃ من الاشراف والجیش عیان وبان ینفذ حکمہ فی رعیتہ خوفا من قھرہ وجیروتہ اور امام ہو جاتا ہے امام دو چیز سے اشراف اور لشکریوں کے بیعت کرنے سے اور اس کے کہ اس کا حکم جاری ہو جائے اس کی رعیت میں اس کے غالب ہونے اور دبدبہ سے پہ م امامت ثابت ہوتی ہے اہل حل وعقد کی بیعت سے یا خلیفہ سابق کے استخلاف سے اور امامت میں سب اہل اسلام کی بیعت کی یا عدد معین کی شرط نہیں بلکہ جماعۃ علماء یا جماعہ اہل رای اور تدبیر کی بیعت کافی ہے کذا فی الطحطاوی عن السائرۃ وشرحھا فان بایع الناس الامام ولم ینفذ حکمہ فیھم لعجزہ عن قھرھم لا یصیر اماما سو اگر لوگوں نے ایک امام سے بیعت کی اور اُس کا حکم نافذ نہ ہوا اُن میں بسبب اُس کے عاجز ہونے کے اُس کے مغلوب ہونے سے تو وہ امام نہ ہوگا فاذا صار اماما فجار لا ینعزل ان کان لہ قھر وغلبۃ لعودہ بالقھر فلا یفید والا ینعزل بہ لانہ مفید خانیۃ وتمامہ فی کتب الکلام پھر جب کہ ایک شخص بشروط مذکورہ امام ہوا پھر اُس نے ظلم شروع کیا تو معزول کرنے سے معزول نہ ہوگا اگر اس کے واسطے قہر اور غلبہ ثابت ہو اس واسطے کہ وہ بسبب اپنے قہر اور شوکت کے پھر سلطان ہو جائے گا تو معزول کرنا مفید نہ ہوگا اور اگر اُس کے واسطے قوت حاصل نہیں تو بسبب ظلم اور ستم کے معزول کرنے سے معزول ہوگا اس واسطے کہ وہ مفید ہے اور بحث امامت کا پورا بیان کتب کلام میں ہے فاذا خرج جماعۃ مسلمون عن طاعتہ او طاعۃ نائبہ الذی الناس بہ فی امان ودرء وغلبوا علی بلدۃ دعاھم الیہ ای الی طاعتہ وکشف شبھتھم استحبابا پھر جب کہ جماعت مسلمین نے امام کی اطاعت سے خروج کیا یا اُس کے اُس نائب کی اطاعت سے خروج کیا جس کے سبب سے لوگ امان میں ہیں کذا فی الدرر اور مسلمین مذکورین غالب ہو گئے ایک شہر پر تو امام اُن کو اپنی

Marfat.com

اطاعت کی طرف بلا دے اور اُن کے شبہے کو حل کرے بنا بر استحباب کے نہ بنا بر وجوب کے فان تحیزوا مجتمعین حل لنا قتالھم بدأحتی تفرق جمعھم اذالحکم یدار علی دلیلہ وھوالاجتماع والامتناع سو اگر باغیوں نے ایک مکان پکڑا اس میں مجتمع ہو کر تو حلال ہو گیا ہم کو قتال ان کا پہلے پہل یہاں تک کہ ان کی جماعت پریشان ہو اس واسطے کہ حکم قتال کا پھرتا ہے قتال کی دلیل پر اور وہ عبارت ہے اجتماع اور امتناع سے یعنی ظاہرا اجتماع اور امتناع ان کا ارادہ قتال کی دلیل ہے لہذا ان کا قتال حلال ہوا اگرچہ وہ قتال کی ابتدا نہ کریں اس قول کو خواہر زادہ نے ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہے اور یہی مذہب مختار ہے اور قدوری نے نقل کیا کہ قتال شروع کرنا نہ چاہیے تا وقتیکہ وہ شروع نہ کریں کذا فی البحر ومن دعاہ الامام الی ذلک ای قتالھم افترض علیہ اجابتہ لان طاعۃ الامام فیما لیس بمعصیۃ فرض فکیف فیما ہو طاعۃ بدائع اور جن کو امام نے اس قتال کیطرف بلایا تو اُن پر اجابت اُس کی فرض ہے اس واسطے کہ اطاعت امام کی اس امر میں جو گناہ نہیں ہے فرض ہے اُس میں کیونکر فرض نہ ہوگی جو طاعت ہے کذا فی البدائع م اور یہ جو امام اعظمؒ سے مروی ہے کہ زمانہ فتنہ اور فساد میں علیحدہ ہو رہے اپنے گھر میں بیٹھ کر سو اُس صورت پر محمول ہے کہ جب تک امام نے اُس کو نہیں بلایا اور بعضے اصحاب کبار کا بیٹھ رہنا باغیوں کے قتال سے اُن کی عدم قدرت پر محمول ہے اور بعضوں کو کچھ تردد تھا ملت قتال میں اور یہ جو حدیث میں وارد ہے کہ جب دو مسلمان تلوار لے کر سامنا کریں تو قاتل اور مقتول دوزخ میں ہیں سو حمیت اور عصبیت کے قتال پر محمول ہے یا ملک گیری اور طلب دنیا کے قتال پر کذا فی الفتح لو قادرا والا لزم بیتہ درر ونی المتبغی لو بغوا لاجل ظلم السلطان ولا یمتنع عنہ لا نیبغی للناس معاونۃ السلطان ولا معاونتھم اجابت امام کی فرض ہے اگر وہ قادر رہے قتال پر اور نہیں تو اپنے گھر میں بیٹھ رہے کذا فی الدرر اور متبغی میں ہے کہ اگر چند مسلمین نے بغاوت کی بسبب ظلم بادشاہ کے اور بادشاہ حالانکہ ظلم سے باز نہیں رہتا تو لوگوں کو لائق نہیں مدد گاری سلطان کی اور نہ مدد گاری باغی لوگوں کی ولو طلبوا الموادعۃ اجیبوا الیھا ان خیر للمسلمین کما فی اہل الحرب والا لا یجابوا بجر اور اگر باغیوں نے صلح کرنا چاہا ترک قتال پر تو اُس کو مان لینا چاہیے اگر صلح کرنا مسلمین کے واسطے بہتر ہو چنانچہ حربیوں کی صلح میں یہی شرط ہے اور اگر اُن کے حق میں صلح بہتر نہ ہو تو قبول کرنا نہ چاہیے کذا فی البحر ولا یوخذ منھم شئی اور کچھ لینا نہ چاہیے یعنی نہ ہدیہ نہ مال صلح کے عوض میں فلو اخذنا منھم رہونا واخذوا منا رہونا ثم غدروا بنا وقتلوا رہوننا لا تقتل رہونھم ولکن یحبسون الی ان یھلک اہل البغی او یتوبوا وکذلک اہل الشرک افا فعلوا بر ہوننا ذلک لا نفعل بر ہونھم ولکن یجبرون علی الاسلام او یصیروا ذمۃ لنا پھر اگر ہم نے باغیوں سے اول لی اور باغیوں نے ہم سے اول لی پھر انھوں نے ہم سے عہد شکنی کی اور ہمارے اولوں کو قتل کیا تو ہم اُن کے اولوں کو نہ قتل کریں گے ولیکن اُن کو محبوس رکھیں گے یہاں تک کہ اہل بغی ہلاک ہو جائیں یا بغاوت سے توبہ کریں اور یہی حکم ہے کفار کا جب کہ وہ ہماری اولوں کو قتل کریں تو ہم اُن کی اولوں کو نہ قتل کریں گے ولیکن وہ لوگ بزور مسلمان کیے جائیں گے یا ہمارے ذمی ہو جائیں م اُن کا قتل اس واسطے جائز نہ ہوا کہ وہ ہمارے قابو میں آکر ہماری امان میں ہو گئے کذا فی البحر ولو لھم فئۃ اجھز علی جریحھم ای اتم قتلہ واتبع مولیھم والا لا لعدم الخوف اور اگر باغیوں کی جماعت قائم ہو تو امام اُن کے زخمیوں کو پورا قتل کر ڈالے اور اُن کے بھاگنے والوں کا پیچھا کرے اور اگر جماعت اُن کی پریشان ہو گئی تو زخمیوں کو قتل کرنا اور بھاگے کا پیچھا کرنا نہ چاہیے بسبب نہ رہنے خوف کے والامام بالخیار فی اسیرھم ان شاء قتلہ وان شاء حبسہ حتی یتوب اہل البغی فان تابوا حبسہ ایضا حتی یحدث توبۃ سراج اور سلطان کو اختیار ہے ان کے قیدی میں چاہے اس کو قتل کرے چاہے محبوس رکھے یہاں تک کہ اہل بغاوت توبہ کریں سو اگر وہ توبہ کریں تو بھی قیدی کو قید میں رکھے یہاں تک کہ وہ بھی توبہ کریں کذا فی السراج ولقاتلھم بالمنجنیق والاغراق وغیر ذلک کاہل الحرب اور ہم ان سے لڑیں منجنیق اور غرق کر دینے سے اور اس کے سوا اور طریق سے بھی مانند کفار کے ولا مایجوز قتلہ من اہل الحرب کنساء وشیوخ لا یجوز قتلہ منھم مالم یقاتلوا اور جس کا قتل کرنا کفار سے جائز نہیں چنانچہ

Marfat.com

عورتوں اور بڈھوں کا قتل باغیوں میں سے بھی جائز نہیں تاوقتیکہ وہ نہ لڑتے ہوں یعنی اگر باغیوں کی عورتیں اور بڈھے قتال کریں گے تو تو اُن کا قتل جائز ہے سوائے اطفال اور مجانین کے کذا فی البحر ولا یقتل عادل محرمہ مباشرۃ مالم یرد قتلہ اور عادل یعنی امام کا مددگار اپنے محرم باغی کو اپنے ہاتھ سے نہ قتل کرے جب تک محرم نے اس کے قتل کا ارادہ نہیں کیا یعنی اگر محرم باغی قتل کا ارادہ کرے تو دفع کرنا اُس کا جائز ہے اگرچہ دفع کرنا بقتل ہو بخلاف جنگ کفار کے کہ وہاں قتل محرم جائز ہے سوائے والدین کے کذا فی البحر ولا تسبی لہم ذریۃ وتحبس اموالہم الی توبتہم فترد علیہم اور اُن کی ذریت بندی نہ کی جائے اور اُن کے مال محبوس رہیں اُن کی توبہ ظاہر ہونے تک سو بعد توبہ اُن کو پھیر دیے جائیں گے م اور اُن کی عورتیں بھی بندی نہ ہوں گی اس واسطے کہ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ نے جنگ جمل میں قتل اسیر اور کشف ستر اور اخذ مال سے نہی فرمائی اور وہی پیشوا ہیں اس باب میں کذا فی المنح وبیع الکراع اولی لانہ انفع فتح اور بیچ ڈالنا اُن کے دواب کا بہتر ہے اس واسطے کہ نافع تر ہے کذا فی الفتح بیع کی منفعت یہ ہے کہ قیمت کا امانت رکھنا آسان بلا مضرت ہے والا بیت المال سے دانہ چارہ صرف ہوگا ویقاس علیہ العبید نہر اور دواب کی بیع پر اُن کے غلاموں کی بیع قیاس کیجائے کذا فی النہر وتقاتل بسلاحہم وخیلہم عنہ الحاجۃ ولا ینتفع بغیرہما من اموالہم مطلقا ولو عند الحاجۃ سراج اور قتال کریں ہم ان کے ہتھیاروں اور گھوڑوں سے اور ان دو چیزوں کے سوا اُن کے اموال سے مطلقاً منفعت نہ لی جائے اگرچہ انتفاع وقت حاجت کے ہو کذا فی السراج م جناب مرتضوی نے باغیوں کے ہتھیار اپنے لشکر میں تقسیم کیے بصرہ میں اور یہ تقسیم بسبب حاجت کے تھی نہ واسطے تملیک کے اور فرمایا کہ اُن کا مال غنیمت نہیں اور اُن کی ذریت بندی نہیں کذا فی المنح ولو قال الباغی تبت والقی السلاح من یدہ کف عنہ ولو قال کف عنی لانظر فی امری لعلی اتوب والقی السلاح کف عنہ ولو قال انا علی دینک ومعہ السلاح لا لان وجود السلاح معہ قرینۃ بقاء بغیہ فمتی القاہ کف عنہ والا لا فتح اور اگر باغی نے کہا کہ میں نے توبہ کی اور ہتھیار اپنے ہاتھ سے ڈال دے تو عادل اُس کے قتال سے باز رہے اور اگر اُس نے کہا عادل سے کہ مجھ کو چھوڑ تا میں اپنے امر میں تامل کروں شاید میں توبہ کروں اور ہتھیار پھینک دے تو باز رہے اور اگر باغی بولا کہ میں تیرے دین پر ہوں اور اس کے ساتھ ہتھیار ہیں تو اُس کے قتال سے نہ باز رہے اس واسطے کہ ہتھیار کا ساتھ رہنا قرینہ ہے اُس کی بقائے بغاوت کا سو جب کہ ہتھیار پھینکے تو باز رہے اور نہیں تو باز نہ رہے کذا فی فتح القدیر ولو قتلہ باغ مثلہ وظہر علیہم فلا شئ فیہ لکونہ مباح القتل فتح فلا اثم ایضا اور اگر ایک باغی کو دوسرے باغی نے قتل کیا اور اُن پر اہل عدل کا غلبہ حاصل ہوا تو اُس کے قتل میں کوئی چیز نہیں نہ قصاص نہ دیت اس واسطے کہ اُس کا قتل مباح تھا کذا فی فتح القدیر پھر جب قتل مباح ہوا تو اُس کے قتل میں کچھ گناہ بھی نہیں وقتلانا شہداء ولا یصلی علی بغاۃ بل یکفنون ویدفنون بدائع اور ہمارے یعنی اہل عدل کے مقتول شہید ہیں تو اُن پر نماز جنازہ پڑھی جائے اور بدون غسل دفن کیے جائیں اور باغیوں کے مقتولوں پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے بلکہ کفن پہنائے جائیں اور دفن کیے جائیں کذا فی البدائع ویکرہ نقل رؤسہم الی الآفاق دگک رؤس اہل الحرب لانہا مثلۃ وجوزہ بعض المتاخرین لو فیہ کسر شوکتہم ادفراغ قلبنا فتح ومرفی الجہاد اور مکروہ ہے اُن کے سروں کو اطراف عالم میں پھرانا اور اسی طرح کفار کے سروں کو نقل کرنا مکروہ ہے اس واسطے کہ مثلہ[1] ہے اور اُس کو بعضے متاخرین نے جائز کہا ہے اگر اُس میں اُن کی کسر شوکت ہو یا ہماری تسکین خاطر ہو کذا فی الفتح اور مذکور ہو چکا جہاد میں ولو غلبوا علی مصر فقتل مصری مثلہ عمدا فظہر علی المقر قتل بہ ان لم یجر علی اہلہ ای المصر احکامہم وان جری لانقطاع ولایۃ الامام عنہم اور اگر باغی غالب ہو گئے ایک شہر پر سو ایک شہر والے نے دوسرے شہری کو عمداً قتل کیا پھر اہل عدل کا بادشاہ غالب ہوا اُس شہر پر تو قاتل مذکور بسبب اس قتل کے مقتول ہوگا اگر اہل شہر پر باغیوں کے احکام نہ جاری ہوتے ہوں اور اگر اُن کے احکام جاری ہوتے ہوں تو قصاص نہ ہوگا بسبب منقطع ہو جانے امام کی حکومت کے اُن پر سے لیکن قاتل پر عذاب آخرت ثابت ہے کذا فی الفتح وان قتل عادل باغیا ورثہ مطلقا اور اگر عادل نے باغی کو قتل کیا تو اُس کا وارث ہوگا ہر طرح خواہ باغی کہے کہ میں حق پر ہوں خواہ کہے میں باطل پر ہوں اس واسطے کہ

[1] مثلہ کہتے ہیں ناک، کان یا دوسرے اعضاء کو کاٹنا اور مثلہ کرنے کی ممانعت ہے ۱۲

Marfat.com

قتل سبق مانع ارث کا نہیں و بالعکس اذا قال الباغی وقت قتلہ ان علی باطل لا یرثہ اتفاقا لعدم الشبہۃ اور سابق کے بالعکس یعنی باغی عادل کو قتل کرے جبکہ باغی بولا اسکے قتل کیوقت کہ میں باطل پر ہوں تو اسکا وارث نہ ہوگا بالاتفاق بسبب عدم شبہ کے م باغی اس واسطے وارث نہ ہوگا کہ اُس نے اتلاف نفس بتاویل فاسد کیا اور تاویل فاسد ملحق ہے تاویل صحیح سے جب کہ اُس کے ساتھ قوت ہو کذا فی المنح وان قال انا علی حق فی الخروج علی الامام وامر علی دعواہ ورثہ اما لو رجع تبطل دیانتہ فلا ارث ابن کمال اور اگر باغی نے کہا کہ میں حق پر ہوں امام پر خروج کرنے میں اور اپنے دعوی پر مصر رہا تو عادل مقتول کا وارث ہوگا اور اگر اس دعوی سے رجوع کرے گا تو اُس کی دیانت باطل ہوگی تو وارث نہ ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال وفی الفتح ولو دخل باغ بامان فقتلہ عادل عمدا الزمتہ الدیۃ کما فی المستامن لبقاء شبہۃ الاباحۃ اور فتح القدیر میں ہے اور اگر باغی دارالعدل میں داخل ہوا امان لے کر پھر اُس کو عادل نے عمداً قتل کیا تو اُس پر دیت لازم ہوگی جیسے مستامن کے قتل میں دیت لازم ہے بسبب باقی رہنے شبہہ اباحت کے یعنی دیت لازم ہوئی نہ قصاص اس واسطے کہ اُس کی اباحت دم کا شبہہ موجود ہے ویکرہ تحریما بیع السلاح من اہل الفتنۃ ان علم لانہ اعانۃ علی المعصیۃ اور مکروہ تحریمی ہے ہتھیار کا بیچنا اہل فتنہ سے اگر معلوم ہو کہ مشتری اہل فساد سے ہے اس واسطے کہ یہ مددگاری ہے گناہ پر م حموی نے کہا اور یہی حکم ہے ہبہ اور وصیت اور اعارہ اور اجارہ دینے ہتھیار کا اور بیع کو مکروہ تحریمی کہنا یہ بحث ہے صاحب بحر کی اور اہل فتنہ بغاۃ اور قطاع الطریق اور لصوص سب کو شامل ہے کذا فی المنح وبیع ما یتخذ منہ کالحدید ونحوہ یکرہ لاہل الحرب لا لاہل البغی لعدم تفرغہم لعلہ سلاحا لقرب زوالہم بخلاف اہل الحرب ذمی اور اُس چیز کا بیچنا جس سے جنگی ہتھیار بنتا ہے چنانچہ لوہا وغیرہ مکروہ ہے اہل حرب سے نہ اہل بغاوت سے بسبب اُن کے نہ فراغت پانے کے ہتھیار بنانے کے واسطے بسبب اُن کے قرب زوال ہونے کے بخلاف اہل حرب کے کذا فی الزیلعی قلت وافاد کلامہم ان ما قامت المعصیۃ بسببہ یکرہ بیعہ تحریما والا فتنزیہا نہیں کہتا ہوں اور فقہا کے کلام سے ثابت ہوا کہ جس کے سبب سے معصیت قائم ہو چنانچہ ہتھیار اس کی بیع مکروہ تحریمی ہے اور جس کے سبب سے گناہ نہ قائم ہو چنانچہ جاریہ مغنیہ اور کبوتر اُڑانے والے اور شیرۂ انگور اور جس لکڑی سے باجے بنتے ہیں اسکی بیع مکروہ تنزیہی ہے کذا فی النہر وفی الفتح ینفذ حکم قاضیہم لو عادلا والا لا ولو کتب قاضیہم الی قاضینا کتابا فان علم انہ قضی بشہادۃ عدلین نفذ والا لا اور فتح القدیر میں ہے کہ باغیوں کے قاضی کا حکم نافذ ہے بشرطیکہ وہ عادل ہو نہ باغی اور اگر باغی ہو تو اُس کا حکم نافذ نہ ہوگا اور اگر باغیوں کے قاضی نے ہمارے قاضی کی طرف خط بھیجا سو اگر معلوم ہو کہ اُس نے دو عادلوں کی گواہی سے حکم کیا ہے تو وہ حکم نافذ ہوگا اور نہیں تو نہیں م محل عدم نفاذ حکم قاضی باغی وہ ہے کہ قضاء قاضی جمیع مجتہدین کی رائے کے مخالف ہے اس واسطے کہ حکم قاضی کا مجتہدات میں نافذ ہے اگرچہ قاضی عادل کی رائے کے مخالف ہو تو اطلاق شارح کا صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی عن الفتح واللہ سبحانہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

Marfat.com

کتابُ اللقیط

یہ کتاب ہے لقیط کے احکام میں عقبہ مع اللقطۃ بالجہاد لعرضیتہا لفوات النفس والمال وقدم اللقیط لتعلقہ بالنفس وہی مقدمۃ علی المال مصنف کتاب اللقیط کو کتاب اللقطۃ کے ساتھ کتاب الجہاد کے پیچھے لایا اس واسطے کہ جان اور مال دونوں معرض ہلاک میں ہیں جیسے جہاد میں انفس و اموال معرض تلف میں ہیں اور مقدم کیا کتاب اللقیط کو بسبب اس کے متعلق ہونے کے جان سے اور حالانکہ جان مقدم ہے مال پر ہو لغۃ مایلقط فعیل بمعنی مفعول ثم غلب علی الولد للبنوذ باعتبار المال لقیط لغت میں وہ ہے جو زمین سے اٹھایا جاوے فعیل بمعنی مفعول ہے پھر اس کا استعمال غالب ہو گیا ولد مطروح پر باعتبار انجام کے یعنی جو لڑکا پھینکا اور ڈالا گیا آخر اسکو کوئی اٹھالے گا اس واسطے اس کو لقیط کہا وشرعا اسم الحی مولود طرحہ اہلہ خوفا من العیلۃ او فرارا من تہمۃ الریبۃ اور شرع میں لقیط انسان کے اس بچے کا نام ہے جس کو لوگوں نے پھینک دیا محتاجی کے خوف سے یا تہمت زنا سے بچنے کے واسطے مضیعہ اثم ومحرزہ غانم اس کا ضائع کرنے والا یعنی جو اس کو نہ اٹھائے وہ گنہگار ہے اور اٹھا لینے والا فائدہ یاب ہے یعنی ثواب پاوے گا التقاطہ فرض کفایۃ ان غلب علی ظنہ ہلاکہ لو لم یرفعہ ولو لم یعلم بہ غیرہ ففرض عین ومثلہ روایۃ اعمی یقع فی بئر شمنی لقیط کا اٹھا لینا فرض کفایہ ہے اگر ملتقط کو گمان غالب ہو اس کی ہلاکی کا اگر وہ اس کو نہ اٹھاوے اور اگر لقیط کو کوئی نہ جانتا ہو سوائے اس کے تو اس وقت نہ اٹھانا فرض عین ہے اور اسی کے مانند ہے اندھے کو کوئیں میں گرتے دیکھنا کذا فی الشمنی والا فمندوب لما فیہ من الشفقۃ والاحیاء اور اس کی ہلاکی کا خوف نہ ہو تو اٹھا لینا لقیط کا مستحب ہے اس واسطے کہ اس میں شفقت اور جلانا ہے جان کا ہم شفقت اطفال پر افضل اعمال ہے اور ایک جان کا جلانا سب آدمیوں کے جلانے کے برابر ہے حق تعالیٰ نے فرمایا (من[1] احیاہا فکانما احیی الناس جمیعا) کذا فی الزیلعی وہو حر مسلم تبعا للدار الا بحجۃ رقہ علی خصم وہو الملتقط لسبق یدہ اور لقیط آزاد مسلمان ہے دارالاسلام کی تبعیت سے مگر اس کی رقیت کی حجت سے خصم پر اور خصم یہاں ملتقط ہے بسبب سابق ہونے اس کے ہاتھ کے ہم یہ دفع دخل ہے کہ بینہ بدون خصم کے حجت نہیں اور مخاصم یہاں کوئی نہیں شارح نے جواب دیا کہ مخاصم ملتقط ہے اس واسطے کہ اس کے رکھنے میں بسبب سبقت ید کے احق ہے تو اس کا تصرف بدون بینہ زائل نہ ہوگا اور حجت سے یہاں بینہ مراد ہے نہ اقرار کذا فی الطحطاوی ومایحتاج الیہ من نفقۃ وکسوۃ وسکنی ودواء ومہر اذا زوجہ السلطان فی بیت المال ان برہن علی التقاطہ اور جس چیز کی لقیط کو احتیاج ہے خوراک اور پوشاک اور مکان سکونت اور دوا اور مہر سے جب کہ سلطان اس کا نکاح کر دے وہ بیت المال میں ہے بشرطیکہ ملتقط اس کا اٹھا لینا گواہی سے ثابت کرے وان کان لہ مال او قرابۃ ففی مالہ او علی قرابتہ اور اگر لقیط کا مال ہو یا اس کی کہیں قرابت ثابت ہو تو جمیع ضروریات مذکورہ اس کے مال میں یا اس کے قرابت والوں پر ہیں وارثہ ولو دیتہ فی بیت المال کجنایتہ لان الغرم بالغنم وراثت لقیط کی اگرچہ دیت ہو بیت المال میں ہے جیسے اس کی جنایت بیت المال سے متعلق ہے اس واسطے کہ نقصان بمقابلہ فائدہ کے ہے ہم تو اگر لقیط محلہ میں مقتول پایا گیا تو اہل محلہ سے دیت لے کر بیت المال میں داخل ہوگی اور اگر لقیط کو کوئی عمداً قتل کرے تو سلطان کو اختیار ہے چاہے قاتل کو قتل کرے چاہے دیت پر صلح کرلے لیکن سلطان معاف نہیں کر سکتا کذا فی المنح اور اگر لقیط سے جنایت صادر ہوگی تو اس کی دیت بیت المال سے دی جاوے گی ولیس لاحد اخذہ

[1] جس نے زندہ کیا جان کو گویا اس نے زندہ کیا تمام آدمیوں کو ۱۲

Marfat.com

منہ قہراو ہل للامام الاعظم اخذہ بالولایۃ العامۃ فی الفتح لاواقرہ المصنف تبعا للبحر وحررہ فی النہر نعم لایسغی اخذہ الا بموجب اور کسی کو جائز نہیں لینا لقیط کا ملتقط سے زبردستی اور سلطان اعظم کو اس کا لے لینا بسبب حکومت عامہ کے جائز ہے یا نہیں فتح القدیر میں کہا کہ جائز نہیں اور ثابت رکھا اس قول کو مصنف نے اپنی شرح میں باتباع صاحب بحر اور تحریر کی ہے نہر الفائق میں کہ ہاں سلطان کو لینا زبردستی جائز ہے لیکن اس کا لینا لائق نہیں مگر سبب سے ہم سبب یہ کہ ملتقط محافظت کے لائق نہ ہو **فلو اخذہ احد وخاصمہ الاول رد الیہ** الا اذا دفعہ باختیارہ لان البطل حقہ سو اگر لقیط کو کسی نے ملتقط سے زبردستی لیا اور خصومت کی اس سے ملتقط اول نے تو اسی کو پھیر دیا جاوے گا مگر اس وقت نہ پھیرا جائے گا جب کہ اس نے دوسرے کو اپنی خوشی سے دیا ہو اس واسطے کہ اس نے اپنا حق آپ باطل کر دیا **وہذا اذا اتحد الملتقط فلو تعدد** ترجح احدہما **کما لو وجدہ مسلم وکافر فتنازعا قضی بہ للمسلم** لانہ انفع للقیط خانیۃ ولو استویا فالرای فیہ للقاضی بحر بحثا اور یہ یعنی ملتقط سے زبردستی نہ لینا اس صورت میں ہے جب کہ ملتقط ایک ہی ہو اور اگر ملتقط متعدد ہوں اور ایک ترجیح رکھتا ہو چنانچہ اگر لقیط کو ایک مسلم اور ایک کافر نے پایا پھر دونوں نے جھگڑا کیا تو لقیط مسلم ہی کو دلایا جائے گا اس واسطے کہ مسلم کے پاس رہنا لقیط کو نافع ہے کہ وہ بھی مسلمان ہوگا کذا فی الخانیہ اور اگر دونوں ملتقط برابر ہوں اسلام یا کفر میں تو اس میں قاضی کی تجویز کو دخل ہے کذا فی البحر بحثا **وثبت نسبہ من واحد بمجرد دعواہ ولو غیر الملتقط استحسانا لو حیا والا فبالبینۃ** خانیۃ اور اگر دو ملتقط نے پایا اور ایک نے اس کے نسب کا دعوی کیا تو اس کا نسب ایک ملتقط سے ثابت ہو جائے گا بمجرد اس کے دعوی کرنے کے بدلیل استحسان بشرطیکہ لقیط زندہ ہو اور اگر زندہ نہ ہوگا تو نسب دعوی سے ثابت نہ ہوگا بدوں گواہی کے کذا فی الخانیہ ہم وجہ استحسان کی یہ ہے کہ اقرار نسب صغیر کے واسطے ہے اور حق ملتقط کا ابطال ضمنا واقع ہوا بضرورت ثبوت نسب اور بہت سی چیزیں ضمنا ثابت ہو جاتی ہیں نہ قصدا کذا فی المحوی **ومن اثنین مستویین کولدامۃ مشترکۃ** اور نسب لقیط کا ثابت ہوتا ہے دو برابر شخصوں کے دعوی سے جیسے مشترک لونڈی کے ولد کا نسب ثابت ہوتا ہے دو شریکوں سے بشرط دعوی ہم دو شخص برابر وہ ہیں جن میں کوئی مرجح نہیں تو ملتقط کا دعوی خارج سے مقدم ہوگا وعبارۃ المنیۃ ادعاہ اکثر من اثنین فعن الامام انہ یثبت الی خمسۃ ظاہرۃ فی عدم قبول دعوی الزائد ولا یشترط اتحاد الام نہر لکن فی القہستانی عن النظم ما یفید ثبوتہ من الاکثر فیحرر اور عبارت منیہ کی یہ ہے کہ لقیط کے نسب کا دو سے زیادہ شخصوں نے دعوی کیا تو امام اعظم سے روایت ہے کہ نسب ثابت ہوگا پانچ شخص تک ظاہر اس عبارت کا دلالت کرتا ہے کہ پانچ سے زیادہ کا دعوی مقبول نہ ہو اور شرط نہیں اتحاد ماں کا دعوی مذکور میں کذا فی النہر لیکن قہستانی میں نظم سے وہ عبارت منقول ہے جو مفید ثبوت نسب ہے پانچ سے زیادہ میں بھی تو اس کی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے ہم قہستانی میں نقایہ سے منقول ہے کہ ابو حنیفہ کے نزدیک دو سے مراد اکثر نسب ثابت ہوتا ہے طحطاوی نے کہا کہ عبارت منیہ اور سراج کی صریح ہے کہ دعوت نسب کی پانچ شخص تک منتہی ہے اور قہستانی کی عبارت غیر صریح ہے اور لائق اعتماد کے صریح ہے نہ غیر صریح **ولو ادعتہ امرأۃ واحدۃ ذات زوج فان صدقہا زوجہا او شہدت لہا القابلۃ او قامت بینۃ ولو رجلا وامرأتین علی الولادۃ صحت دعوتہا والا لا لما فیہ من تحمیل النسب علی الغیر** اور اگر لقیط کے نسب کا ایک عورت شوہر والی نے دعوی کیا سو اگر شوہر نے اس کی تصدیق یا دائی جنائی نے اس کی گواہی دی یا بینہ قائم ہوئی ولادت پر اگرچہ گواہ ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تو عورت کا دعوی صحیح ہے اور اگر ایسا نہیں یعنی زوج وغیرہ نے اس کی تصدیق نہ کی تو دعوی نسب کا صحیح نہیں اس واسطے کہ اس دعوی میں شخص غیر پر نسب کا ثابت کرنا ہے یعنی زوج **فان لم یکن لہا زوج فلا بد من شہادۃ رجلین** اور اگر عورت مدعیہ کا شوہر نہ ہو تو دو مرد کی گواہی ضرور ہے ثبوت نسب میں **ولو ادعتہ امراتان او اقامت احدہما البینۃ حتی اولی بہ وان اقاما جمیعا فہو بینہما** خلافا لہما الکل من الخانیۃ اور اگر لقیط کا دو عورتوں نے دعوی کیا اور ایک نے گواہ قائم کیے تو وہی اس کے ساتھ لائق

Marfat.com

ترہے اور اگر دونوں عورتوں نے گواہ قائم کیے تو وہ دونوں کا بیٹا ہے بخلاف صاحبین کے کہ ان کے نزدیک وہ کسی کا بیٹا نہیں یہ سب مسائل مذکورہ خانیہ سے منقول ہیں **وان ادعاہ خارجان ووصف احدہما علامتہ** بہ ای بجسدہ لا بثوبہ **ووافق فھو احق** اذا لم یعارضھا اقوی منھا کبینۃ الآخر وحریۃ وسبقۃ اسلامہ وسنہ ان ارخا فان اشتبہ فبینہما اور لقیط کے نسب کا دو خارج شخصوں نے دعوی کیا اور ایک نے اس میں کوئی نشانی بیان کی یعنی اس کے بدن میں نہ کپڑے میں تل یا بتوڑی بتائے اور اس کا نشان موافق پڑا تو وہی شخص زیادہ تر حقدار ہے بشرطیکہ کوئی وجہ قوی تر علامت سے معارض اس کی نہ ہو چنانچہ دوسرے شخص کے گواہ یا اس کا آزاد ہونا یا اس کی سبقت قبض یا مسلمان ہونا اس کا یا اس کی اتنی عمر ہونا کہ اس کے لڑکا ہو سکے بشرطیکہ دونوں مدعیوں نے تاریخ مذکور کی ہو سو اگر اشتباہ واقع ہو تو لقیط دونوں میں مشترک ہوگا یعنی اگر ایک شخص کا پتا یا نشان موافق پڑا اور دوسرے نے ثبوت نسب کے گواہ گذرانے یا کہ دوسرا آزاد ہے اور صاحب علامت غلام یا وہ مسلم ہے اور صاحب علامت کافر تو ان صورتوں میں علامت کا کچھ اعتبار نہ ہوگا **ولو ادعی احدہما انہ ابنہ والآخر انہ ابنتہ فاذا ہو خنثی فلو مشکلا قضی لہما والا فلمن ادعی انہ ابنہ** اور اگر ایک نے دعوی کیا کہ لقیط اس کا بیٹا ہے اور دوسرے نے کہا کہ وہ اس کی بیٹی ہے پھر اس کو جو دیکھا تو خنثی ہے سو اگر وہ خنثی مشکل ہے تو وہ دونوں کو دلایا جائے گا بسبب عدم ترجیح کے اور اگر خنثی مشکل نہیں تو اس کو دلایا جائے گا جو دعوی کرتا ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے یعنی بشرط توافق والا دوسرے کو دلایا جائے گا اس واسطے کہ جب علامت موافق نہ ہوگی تو حکم نہ ہوگا کذا فی الظہیریۃ مقدسی نے کہا یوں کہنا مناسب تھا والا فلمن وافق کذا فی الطحطاوی **ولو شہد لمسلم ذمیان وللذمی مسلمان** قضی بللمسلم تاتارخانیۃ اور اگر گواہی دی مسلمان کی دو ذمیوں نے اور ذمی کے واسطے دو مسلمانوں نے تو لقیط مسلمان ہی کو دلایا جائے گا کذا فی التاتارخانیہ اس واسطے کہ دونوں گواہیاں صحت میں برابر ہیں لیکن مسلم کو بسبب اسلام کے ترجیح ہوئی **وثبت نسبہ من ذمی ولکن ہو مسلم استحسانا فینزع من یدہ قبیل عقل الادیان مالم یبرہن المسلمین انہ ابنہ فیکون کافرا نہرا** اور ثابت ہوگا نسب لقیط ذمی سے بسبب دعوی نسب کے ولیکن لقیط مسلمان ہے بدلیل استحسان تو ذمی کے ہاتھ سے چھین لیا جائے گا تعقل ادیان سے پہلے تاوقتیکہ ذمی دو مسلمانوں کی گواہی سے ثابت نہ کرے کہ وہ اس کا بیٹا ہے پھر جب یہ ثابت کرے گا تو اب لقیط کافر ہوگا کذا فی النہر **وجہ** استحسان کی یہ ہے کہ دعوی ذمی متضمن نسب ہے اور اس میں لقیط کا فائدہ ہے باعتبار پرورش کے اور نفی اسلام میں اس کا ضرر ہے اور ثبوت نسب کا فر میں ولد کا کافر ہونا ضرور نہیں اس واسطے کہ کافر کا بیٹا مسلمان ہو جاتا ہے اپنی ماں کے مسلمان ہو جانے سے تو دعوی ذمی کی تصحیح ہوئی لقیط کی منفعت میں نہ اس کی مضرت میں کذا فی الطحطاوی عن الحموی **ان لم یکن ای یوجد فی مکان اہل الذمۃ کقریتہم او بیعتہ او کنیسۃ** لقیط مذکور مسلم ہے بشرطیکہ اہل ذمہ کے مکان میں نہ پایا گیا ہو چنانچہ ذمیوں کے گاؤں میں یا نصاری کے عبادت خانہ یا یہود کی پرستش گاہ میں والمسئلۃ رباعیۃ لانہ اما ان یجدہ مسلم فی مکاننا فمسلم او کافر فی مکانہم فکافر او کافر فی مکاننا او عکسہ فظاہر الروایۃ اعتبار المکان لسبقہ اختیار اور مسئلہ مذکورہ چار صورت کا محتمل ہے اس واسطے کہ یا لقیط کو مسلم نے پایا ہمارے مکان میں یعنی اہل اسلام کی آبادی میں تو وہ مسلم ہے یا کافر نے پایا کافروں کی آبادی میں تو وہ کافر ہے یا کافر نے پایا ہمارے مکان میں یا مسلم نے پایا کافروں کے مکان میں تو ظاہر الروایۃ میں مکان کا اعتبار ہے بسبب سابق ہونے مکان کے کذا فی الاختیار شرح المختار یعنی مکان مقدم ہے آخذ پر اس واسطے کہ لقیط کا مکان میں ہونا متحقق ہے قبل وضع ید کے اور سبقت ترجیح کی اس باب سے ہے نہ غلام سے کذا فی فتح القدیر **وثبت نسبہ من عبد وہو حر** وان ادعی انہ ابنہ من زوجتہ الامۃ عند محمد وکلام الزیلعی ظاہر فی اختیارہ اور ثابت ہوتا ہے نسب لقیط بسبب دعوی نسب کے اور حالانکہ لقیط آزاد ہے اگرچہ غلام نے دعوی کیا ہو کہ لقیط اس کا بیٹا ہے اس کی زوجہ سے جو لونڈی ہے اس واسطے کہ مملوکین کا ولد گا ہے آزاد ہو جاتا ہے قبل انفصال اور بعد انفصال کے بواسطے اعتاق کے یہ قول محمد کا ہے اور زیلعی کا قول اس قول کے اختیار کرنے میں ظاہر ہے **ولو ادعاہ حران احدہما انہ ابنہ من ہذہ الحرۃ والآخر من ہذہ**

Marfat.com

الامۃ فالذی یدعیہ من الحرۃ اولی لثبوتہ من الجانبین زیلعی اور اگر لقیط کے نسب کا دعوی کیا دو آزادوں نے ایک نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہے اس آزاد عورت سے اور دوسرے نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے اس لونڈی سے تو جو شخص دعوی کرتا ہے حرہ سے وہ مقدم ہے بسبب اس کے ثابت ہونے کے دو جانب سے کذا فی الزیلعی یعنی اثبات احکام نسب دو جانب سے مقدم ہے ایک جانب سے **وان وجد معہ مال فھولہ** عملا بالظاہر ولو فوقہ او تحتہ او دابۃ ھو علیھا لا ما کان لیقربہ اور اگر لقیط کے ساتھ مال پایا گیا تو اسی کا ہے ظاہر پر عمل کرنے سے یعنی ظاہر حال اس پر دلالت کرتا ہے کہ جس نے لقیط کو ڈالا تو اس کے صرف کے واسطے مال بھی رکھ دیا اگرچہ مال لقیط کے اوپر ہو یا نیچے یا کہ مال جانور ہو جس پر لقیط ہے نہ وہ مال اس کا ہے بجز اس کے قریب ہے **فیصرفہ الوجد او غیرہ الیہ بامر القاضی** فی ظاہر الروایۃ لانہ مال ضائع تو اس کے مال کو پانے والا یا غیر اس کا لقیط کی طرف کرے قاضی کے حکم سے ظاہر الروایۃ میں اس واسطے کہ وہ مال ضائع ہے یعنی اس کا کوئی حافظ نہیں اور مالک نہیں تو ایسے مال میں ایسے مصرف کی طرف قاضی کو اختیار ہے کذا فی الفتح **ولو قرر القاضی ولاءہ للملتقط صح** ظہیریۃ لانہ قضاء فی فصل مجتہد فیہ نعم لہ بعد بلوغہ ان یوالی من شاء مالم یعقل عنہ بیت المال خانیۃ اور اگر قاضی نے لقیط کی ولاء ملتقط کے واسطے مقرر کی تو صحیح ہے کذا فی الظہیریۃ اس واسطے کہ فصل مجتہد فیہ میں قضا ہے یعنی بعضے علماء کا یہ مذہب ہے کہ ملتقط عتق کے مانند ہے کذا فی البحر ہاں لقیط کو جائز ہے کہ اپنے بالغ ہونے کے بعد موالاۃ کرے جس سے چاہے جب تک کہ بیت المال سے اس کی جانب سے دیت نہ دی گئی ہو کذا فی الخانیۃ یعنی اگر دیت بیت المال سے دی گئی ہوگی تو لقیط کو موالاۃ کا اختیار نہیں بلکہ اس کا مال اس کی موت کے بعد بیت المال میں داخل ہو کالان الخراج بالضمان **ویدفعہ فی حرفۃ** اور ملتقط لقیط کو سپرد کرے صناعت سیکھنے میں کہ منجملہ تادیب ہے نہر الفائق میں یوں مناسب تھا کہنا کہ اس کو علم سکھاوے اور اگر اس میں قابلیت علم کی نہ ہو تو پیشہ سکھاوے **ویقبض ھبتہ وصدقتہ** اور اس کی ہبہ اور خیرات پر ملتقط قبضہ رکھے یعنی اگر لقیط کو کوئی شخص کوئی چیز بطور ہدیہ یا خیرات کے دے تو اس کے واسطے محفوظ رکھے **ولیس لہ ختنتہ فلو فعل فھلک ضمن ولو علم الختان انہ** ملتقط ضمن ذخیرۃ اور جائز نہیں ملتقط کو ختنہ کرنا لقیط کا پھر اگر اسے یہ کیا سو وہ ہلاک ہوگیا تو ملتقط پر ضمان لازم ہوگا اور اگر ختنہ کرنے والے نے جانا کہ وہ ملتقط ہے تو ختان ضامن ہوگا کذا فی الذخیرۃ **ولہ نقلہ حیث شاء** وینبغی منعہ من مصر الی قریۃ بحر اور ملتقط کو جائز ہے اس کا لے جانا جہاں چاہے اور لائق ہے اس کا روکنا شہر کے لے جانے سے گاؤں کی طرف کذا فی البحر اس واسطے کہ گاؤں میں اس کی خو بگڑ جائے گی **ولا ینفذ للملتقط علیہ نکاح وبیع وکذا اجارۃ** فی الاصح لانہ الولایۃ علیہ فی مالہ ونفسہ للسلطان لحدیث السلطان ولی من لا ولی لہ اور لقیط پر نکاح اور بیع ملتقط کی نافذ نہیں اور اسی طرح اس کا اجارہ نافذ نہیں قول اصح میں اس واسطے کہ لقیط پر حکومت اس کے مال اور جان میں سلطان کے واسطے ہے بسبب اس حدیث کے کہ بادشاہ اس کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہیں **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے لو باع او کفل او دبر او کاتب او اعتق او وہب او تصدق وسلم ثم اقر انہ عبد لزید لا یصدق فی ابطال شیء من ذلک لانہ متہم وتمامہ فی الخانیۃ اگر لقیط نے بعد بلوغ کے بیع کی یا ضمانت کی یا اپنے غلام کو مدبر کیا یا مکاتب کیا یا آزاد کیا یا ہبہ کیا یا صدقہ دیا اور قبضہ کرا دیا پھر اقرار کیا کہ وہ شخص زید کا غلام ہے تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی تصرفات مذکورہ کے ابطال میں اس واسطے کہ وہ اس اقرار میں متہم ہے اور پورا بیان اس کا خانیہ میں ہے ومجہول النسب کالقیط اور شخص مجہول النسب لقیط کے مانند ہے طحطاوی نے کہا ظاہر اطلاق اس پر دلالت کرتا ہے کہ لقیط کے جمیع احکام مجہول النسب میں جاری ہیں واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم۔

★★★★

Marfat.com

کتاب اللقطه

یہ کتاب ہے لقطہ کے احکام میں ہی بالفتح وتسکن اسم وضع للمال الملتقط عینی لقطہ بضم لام وفتح قاف ہے اور سکون قاف بھی جائز ہے یہ اسم مال ملتقط کے واسطے موضوع ہے کذا فی شرح العینی وشرعاً مال یوجد ضائعاً ابن کمال اور اصطلاح شرع میں لقطہ وہ مال ہے جو ضائع پایا جاوے یعنی مال غیر محفوظ جس کا مالک معلوم نہ ہو وفی التاتارخانیہ عن المضمرات مال یوجد ولا یعرف مالکہ ولیس بمباح کمال الحربی اور تاتارخانیہ میں مضمرات سے تعریف یوں ہے کہ جو مال پایا جاوے اور اس کا مالک معلوم نہ ہو اور وہ مباح نہ ہو حربی کے مال کے مانند وفی المحیط **رفع شیئ ضائع للحفظ علی الغیر لا التملیک** اور محیط میں ہے کہ لقطہ عبارت ہے چیز ضائع کے اٹھا لینے سے حفاظت کے واسطے غیر شخص پر نہ واسطے تملیک کے **م** لقطہ شے مرفوع ہے نہ رفع تو یہاں بمعنی مرفوع ہے اور بہتر یہ تھا کہ تملیک کے مقام پر ہوتا کذا فی الطحطاوی وبذا یعلم ما اعلم مالکہ کالواقع من السکران وفیہ انہ امانۃ لا لقطۃ لانہ لا یعرف بل یدفع لمالکہ اور یہ تعریف محیط کی اس مال کو بھی شامل ہے جس کا مالک معلوم ہو چنانچہ گری چیز مست سے اور اس تعمیم میں یہ خلل ہے کہ مست کی گری چیز امانت ہے لقطہ نہیں اس واسطے کہ وہ پہنچوائی نہیں جاتی بلکہ اس کے مالک کو دی جائے گی **ندب رفعہا لمالکہا ان امن علی نفسہ تعریفہا والا فالترک اولی** افتادہ چیز کا اٹھا لینا اس کے مالک کے واسطے افضل ہے اگر اعتماد ہو اپنی ذات پر اس کی تعریف کرنے کا اور اگر اعتماد نہ ہو یعنی شک واقع ہو تعریف اور عدم تعریف میں تو اس کا ترک بہتر ہے وفی البدائع وان اخذہا لنفسہ حرم لانہا کالغصب اور بدائع میں ہے اور اگر لقطہ کو اپنے واسطے لے گا تو حرام ہے اس واسطے کہ وہ غصب کرنے کے برابر ہے **ووجب** ای فرض فتح وغیرہ **عند خوف ضیاعہا** کما مر لان المال المسلم حرمتہ کما لنفسہ فلو ترکہا حتی ضاعت اثم وہل یضمن ظاہر کلام النہر لا وظاہر کلام المصنف نعم لما فی الصیرفیۃ حمار یاکل حنطۃ انسان فلم یمنعہ حتی اکل قال فی البدائع الصحیح انہ یضمن انتہی اور واجب ہے اس کا اٹھانا یعنی فرض ہے کذا فی الفتح وغیرہ اس کے ضائع ہونے کے خوف کے وقت چنانچہ کتاب اللقیط میں مذکور ہو چکا اس واسطے کہ مسلمان کے مال کے واسطے حرمت ہے جیسے اس کی جان کی حرمت ہے سو اگر اس نے چھوڑا یہاں تک کہ وہ مال ضائع ہو گیا تو وہ گنہگار ہوگا اور کیا اس پر ضمان لازم آوے گا یا نہیں ظاہر کلام نہر الفائق یہ ہے کہ ضمان نہیں اور ظاہر کلام مصنف کا اس کی شرح میں یہ ہے کہ ہاں اس پر ضمان ہے اس واسطے کہ صیرفیہ میں ہے کہ ایک گدھا کسی انسان کے گیہوں کھاتا ہے سو اس نے اس کو نہ روکا یہاں تک کہ وہ کھا گیا بدائع میں کہا قول صحیح یہ ہے کہ وہ ضمان دے گا انتہی **م** معتمد علیہ نہر الفائق کا قول ہے یعنی عدم ضمان چنانچہ فتح القدیر کی آئندہ روایت اس کی مؤید ہے اور مسئلہ حمار میں اتلاف مشاہد اور محقق ہے بخلاف ترک لقطہ کہ یہاں اتلاف غیر مشاہد اور غیر محقق ہے اس واسطے کہ ممکن ہے کہ لقطہ ایسے شخص کے ہاتھ میں آوے جو اس سے زیادہ تر امین ہے کذا فی الطحطاوی وفی الفتح وغیرہ **ورفعہا ثم ردہا الی مکانہا لم یضمن** فی ظاہر الروایۃ اور فتح القدیر وغیرہ میں ہے کہ اگر لقطہ اٹھایا پھر وہیں رکھ دیا تو ضامن نہ ہوگا ظاہر الروایۃ میں **م** اور مقابل ظاہر الروایہ کے قول بالضمان ہے وصح التقاط صبی وعبد لا مجنون ومدہوش ومعتوہ وسکران لعدم الحفظ منہم اور صحیح ہے لقطہ اٹھانا صغیر اور غلام کا نہ مجنون اور مدہوش اور غافل اور مست کا بسبب نہ ہونے حفاظت کے ان سے **م** جب صغیر اور غلام لقطہ اٹھاوے گا تو تعریف ولی اور مولی پر لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی **فان شہد علیہ بانہ اخذہ لیردہ علی ربہ ویکفیہ ان یقول من سمعتموہ** نیشد لقطۃ فدلوہ علی سو اگر اس نے لقطہ لینے پر شاہد کیا اس طرح کہ اس نے لقطہ لیا ہے تا اس کو پھیر دے اس کے مالک کو اور شاہد کرنے کے واسطے اتنا کہنا بھی کافی ہے کہ جس کو تم سنو کہ لقطہ تلاش کرتا ہے تو اس کو میرے پاس بھیج دیجیو

Marfat.com

وعرف ای نادی علیہا حیث وجدہا وفی الجامع اور تعریف کرتا رہا یعنی اس پر پکارتا رہا جہاں اس کو پایا اور مجامع ناس میں یعنی مساجد کے ابواب اور بازاروں اور رستوں میں یوں پکارتا رہا کہ میں نے کسی کی چیز پائی ہے میں اس کے مالک کو نہیں جانتا تو اس کا مالک میرے پاس آوے اور اس کا پتہ بتاوے کذا فی المنح اور اگر اس کی تعریف سے عاجز ہو تو دوسرے شخص کو دے کہ وہ تعریف کرے کذا فی التاتارخانیۃ **الی ان علم ان صاحبہا لا یطلبہا او انہا تفسد ان بقیت کالاطعمۃ** والثمار یہاں تک پکارتا رہے کہ معلوم ہو جائے کہ اس کا مالک اب تلاش نہ کرتا ہوگا یہاں تک کہ لقطہ سڑ جائے گا اگر باقی رکھا جائے کھانے کی پختہ چیزیں یا پھل **ہم** علم سے مراد ظن غالب ہے عدم طلب کا یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی المضمرات اور ظاہر الروایۃ میں ایک سال کی تعریف ہے مطلقاً کذا فی المبسوط پھر تقدیر سال میں اقوال ہیں کہ ہر جمعہ میں یا ہر مہینے یا ہر ششماہی میں تعریف کرے اور تلاش کی قید سے معلوم ہوا کہ جو چیز لائق طلب نہ ہو جیسے کھجور کی افتادہ گٹھلیاں یا انار کے چھلکے تو اس سے فائدہ لینا بلا تعریف جائز ہے لیکن مالک کی ملک اس سے زائل نہیں ہوتی اس واسطے کہ تملیک مجہول سے صحیح نہیں مگر جب پھینکنے کے وقت قوم متعین سے کہا جو اٹھاوے وہ مالک ہے اور یہی حکم ہے التقاط ستابل[1] متفرقہ کا نہ مجتمعہ کا کذا فی الطحطاوی **کانت امانۃ لم تضمن** بلا تعد بشرط اشتہاد اور تعریف مذکور کے لقطہ ملتقط کے ہاتھ میں امانت ہوگا یعنی بعد تعدی لائق ضمان کے نہیں **فلو لم یشہد مع التمکن منہ او لم یعرفہا ضمن** ان انکر بہا اخذہ للرد وقبل الثانی قولہ بیمینہ وبہ ناخذ حاوی واقرہ المصنف وغیرہ سو اگر ملتقط نے کسی کو گواہ نہ کیا باوجود اس کے قادر ہونے کے یا اس نے تعریف نہ کی تو ضامن ہوگا اگر اس کا مالک انکار کرتا ہو پھیر دینے کی نیت سے لینے کو اور قبول کیا ہے ابو یوسف نے قول ملتقط کا اس کی قسم کے ساتھ اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں یعنی یہی مفتی بہ ہے کذا فی الحاوی اور ثابت رکھا اس کو مصنف رح نے **ہم** قول اصح میں محمد بھی ابو یوسف کے ساتھ ہیں کذا فی الینابیع تو اب صاحبین کے قول پر فتوی ہوا **ولو من الحرم او قلیلۃ او کثیرۃ** فلا فرق بین مکان ومکان ولقطۃ ولقطۃ اگرچہ لقطہ حرم کا ہو یا کم یا زیادہ ہو تو کچھ فرق نہیں درمیان ایک مکان کے دوسرے مکان سے اور نہ ایک کا لقطہ دوسرے لقطہ سے **ہم** لقطہ حل اور حرم کی تعریف میں کچھ فرق نہیں امام اعظم اور مالک اور شافعی اور احمد کے ایک قول میں دوسرا قول امام شافعی کا یہ ہے کہ ہمیشہ تعریف کرتا رہے یہاں تک کہ مالک اس کا پیدا ہو اس واسطے کہ صحیحین میں بروایت ابوہریرہ رض حدیث مرفوع میں وارد ہے لا یحل ساقطتہ الا لمنشد یعنی حلال نہیں لقطہ مکہ کا مگر معرف کے واسطے اور اس میں تعریف کی قید نہیں تو دوام ثابت ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ مطلب حدیث کا یہ ہے کہ التقاط حلال نہیں مگر معرف کو اور اپنے واسطے لینا حلال نہیں اور تخصیص مکہ واسطے رفع اس وہم کے ہے کہ کوئی وہاں کی تعریف کو ساقط سمجھے اس سبب سے کہ ظاہرا وہ چیز مسافروں کی ہے جو متفرق ہو گئے تو اب تعریف سے کیا فائدہ کذا فی الفتح اور اسی طرح لقطۂ قلیلہ اور کثیرہ کی تعریف میں کچھ فرق نہیں قول معتمد میں اور غیر معتمد یہ قول ہے کہ دو سو درم یا زیادہ کی سال بھر تعریف چاہیے اور دس درم سے زیادہ کی دو سو درم تک ایک مہینہ اور دس درم کی سات دن اور تین درم کی تین دن اور ایک درم کی ایک دن تعریف چاہیے کذا فی الطحطاوی **فینتفع الرافع بہا لو فقیرا والا تصدق بہا علی فقیر ولو علی اصلہ وفرعہ وعرسہ الا اذا عرف انہا لذمی فانہ توضع فی بیت المال** تاتارخانیۃ پھر بعد تعریف کے اٹھانے والا منتفع ہو لقطہ سے اگر وہ محتاج ہو اور اگر محتاج نہ ہو تو اس کو فقیر پر تصدق کرے اگرچہ فقیر اس کی اصل اور فرع اور زوجہ ہو مگر جب معلوم ہو جائے کہ لقطہ ذمی کا ہے تو وہ بیت المال میں رکھا جائے گا کذا فی التاتارخانیۃ وفی القنیۃ لورجی وجود المالک وجب الایصاء اور قنیہ میں ہے کہ اگر وجود مالک کی امید ہو تو اس کی وصیت کر جانا واجب ہے والا واجب نہیں کذا فی البحر **فان جاء رب مالکہا بعد التصدق خیر بین اجازۃ فعلہ ولو بعد ہلاکہا ولہ ثوابہا** پھر اگر اس کا مالک آیا تصدق کرنے کے بعد تو وہ مختار ہے اس کے تصدق کے جائز رکھنے میں اگرچہ بعد ہلاکی لقطہ کے اجازت دافع ہو اور اسی مالک کو اس کے تصدق کا ثواب ہوگا **او تضمینہ** والظاہر انہ لیس للوصی والاب اجازتہا نہر یا مالک مختار ہے ضمان لینے میں ظاہر یہ ہے کہ

[1] جمع سنبلہ بمعنی خوشہ گندم وغیرہ ۱۲

Marfat.com

ملک صغیر کے وصی اور باپ کو اجازت تصدق کا اختیار نہیں وفی الوہبانیۃ الصبی کبالغ فیضمن ان لم یشہدتم لابیہ اووصیہ التصدق وضمانہ فی مالہما لامال الصغیر اور وہبانیہ میں ہے کہ صغیر بالغ کے برابر ہے تو ضمان اس پر لازم آوے گا اگر اس نے اٹھانے کے وقت شاہد نہ کیا ہو پھر اس کے باپ یا وصی کو تصدق کرنا اور لقطہ کا ضمان دینا جائز ہے اپنے مال سے نہ صغیر کے مال سے **ولو تصدقہا بامر القاضی** فی الاصح کما لہ **ان یضمن القاضی لو الامام لو فعل ذلک** لانہ تصدق بمال الغیر بغیر اذنہ ذخیرہ ملتقط پر ضمان لازم ہے اگرچہ اس نے بامر قاضی تصدق کیا ہو چنانچہ اس کو اختیار ہے کہ قاضی یا بادشاہ سے ضمان لے اگر قاضی یا امام نے بھی تصدق کیا ہو اس واسطے کہ یہ خیرات کرنا ہے غیر کے مال میں بغیر اس کے اذن کے کذا فی الذخیرۃ او تضمن **المسکین وایہما ضمن لایرجع بہ علی صاحبہ** یا ضمان لے مالک اس فقیر سے جس نے اس کا مال خیرات میں پایا اور دونوں میں سے جس سے ضمان لے وہ دوسرے سے نہ پھیرلے ولو العین قائمۃ اخذہا من الفقیر اور اگر وہ چیز قائم اور موجود ہو تو اس کو فقیر سے لے **ولا شیء للملتقط لمال او بہیمۃ او منال من الجعل اصلا الا بالشرط** کمن ردہ فلہ کذا فعلیہ اجر مثلہ تاتارخانیہ کا جارۃ فاسدۃ اور مال یا جانور یا صغیر گم شدہ کے ملتقط کے واسطے کچھ مال عوض التقاط کے ہرگز نہیں مگر اس شرط سے چنانچہ مالک نے کہا کہ جو اس کو لاوے اس کے واسطے اتنا مال ہے تو اس کو اجرت مثل ملے گی کذا فی التاتارخانیۃ جیسے اجارہ فاسدہ میں اجرت مثل ملتی ہے **وندب التقاط البہیمۃ الضالۃ وتعریفہا مالم یخف ضیاعہا فیجب وکرہ لو معہا ما تدفع بہ عن نفسہا کقرن لبقر وکدم لابل** تاتارخانیۃ اور بھولے بھٹکے جانور کا التقاط اور تعریف مستحب ہے جب تک اس کے ضائع ہونے کا خوف نہ ہو پھر اگر خوف ہو تو التقاط واجب ہے اور التقاط مکروہ ہے اگر جانور کے ساتھ وہ چیز ہو جس سے وہ اپنی جان بچا سکے غیر کو ہٹا کر جیسے سینگ گائے بیل کے اور دانت سے کاٹنا اونٹ کے واسطے کذا فی التاتارخانیہ **ھم** قاموس میں ہے کہ بہیمہ وہ جانور ہے جس کے چار پاؤں ہوں اگرچہ پانی میں رہتا ہو یا ہر جانور بے تمیز کا نام بہیمہ ہے تو بموجب تفسیر ثانی کے دواب اور طیور اور اونٹ اور بیل اور بھیڑ بکری اور مرغی اور پالو کبوتر کو لقط بہیمہ شامل ہے اور یہ جو حدیث صحیح میں اخذ بہیمہ سے نہی وارد ہے اس کا جواب مبسوط میں یوں دیا ہے کہ یہ حکم تھا بسبب غلبہ اہل صلاح کے اور ہمارے زمانے میں تو اہل فساد اور اہل طمع کا غلبہ ہے ہرگز اطمینان نہیں کہ اہل خیانت اس کو چھوڑیں تا مالک پا جائے تو اب اس کا التقاط ہی افضل ہے تا مومن کا مال محفوظ رہے **ولو کان التقاطہ فی الصحراء ان ظن انہا ضالۃ حاوی** اگرچہ التقاط بہیمہ جنگل میں واقع ہو بشرطیکہ اس کی گم گشتی کا ظن غالب ہو کذا فی الحاوی **وہو فی الانفاق علی اللقیط واللقطۃ متبرع** لقصور ولایتہ اور ملتقط لقیط اور لقطہ پر صرف کرنے میں احسان کا کرنے والا ہے بسبب اپنے قصور ولایت کے یعنی صرف کا تقاضا مالک سے نہیں کر سکتا جیسے غیر کا دین ادا کرنا بدون اس کے امر کے کذا فی البحر **الا اذا قال لہ القاضی انفق** لتترجع فلو لم یذکر الرجوع لم یکن دینا فی الاصح **او یصدقہ اللقیط بعد بلوغہ** کذا فی المجمع ای یصدقہ علی ان القاضی قال لہ ذلک لانا رعمہ ابن ملک نہر مگر اس وقت صرف مذکور دین ہوگا جب کہ ملتقط سے کسی قاضی نے کہا کہ خرچ کرنا پھیر لیجیو سو اگر قاضی پھیر لینے کو نہ مذکور کرے تو اس کے مالک پر دین نہ ہوگا قول اصح میں یا اس وقت دین ہوگا جب کہ لقیط ملتقط کی تصدیق کرے اپنے بالغ ہونے کے بعد کذا فی المجمع یعنی لقیط اس کی اس پر تصدیق کرے کہ قاضی نے اس سے پھیر لینے کو کہا ہے اور اس کا وہ مطلب نہیں جس کو ابن ملک نے گمان کیا ہے کذا فی النہر **ھم** ابن ملک شارح مجمع نے تصدیق لقیط کا یہ مطلب سمجھا ہے کہ جب قاضی نے انفاق کا حکم نہ کیا اور ملتقط نے دعوی کیا کہ قاضی نے حکم کیا ہے اور لقطہ نے اس کی تصدیق کی تو اس کو پھیر لینے کا اختیار ہے کذا فی الطحطاوی **ثم المدیون رب اللقطۃ والبالقیط اوسیدہ او ہو بعد بلوغہ** پھر دریافت کرنا چاہیے کہ درصورت رجوع مدیون لقطہ کا مالک ہے اور لقیط کا باپ یا اس کا مولیٰ یا خود لقیط بعد بالغ ہونے اپنے کے **وان کان لہا نفع اجرہا باذن الحاکم وانفق علیہا من کالضال** بخلاف الابق ویجئ فی بابہ اور اگر لقطہ جانور لائق ہو انتفاع کے جیسے گم ہوا گھوڑا اور اونٹ تو اس کو اجارہ دے ملتقط حاکم کے اذن سے

Marfat.com

اور اس پر صرف کرے اس کی اجرت سے بخلاف غلام گریختہ کے کہ اس کا اجارہ صحیح نہیں اس کے بھاگ جانے کے خوف سے اور یہ عنقریب آتا ہے باب الآبق میں **وان لم یکن نفع باعہا القاضی وحفظ ثمنہا** ولو الانفاق اصلح امر بہ لان ولایتہ نظریۃ اختیار فلو لم یکن ثمہ نظر لم ینفذ امرہ بہ فتح بحثا اور اگر جانور میں نفع لائق اجارہ کے نہ ہو چنانچہ بھیڑ بکری میں تو قاضی اس کو بیچ ڈالے اور اس کی قیمت رکھ چھوڑے اور اگر خرچ کرنا اس پر بہتر ہو مالک کے واسطے تو قاضی ملتقط کو خرچ کرنے کا امر کرے دو تین دن تک بامید ظہور مالک کذا فی البحر عن الہدایۃ اس واسطے کہ قاضی کی ولایت نظری ہے یعنی تامل مصلحت کے واسطے سو اگر وہاں تامل میں مصلحت نہ ہو تو اس کا امر بالاتفاق نافذ نہیں کذا فی الفتح بحثا **ولہ منعہا من ربہا لیاخذ النفقۃ** فان ہلکت بعد حبسہ سقطت وقبلہ لا اور ملتقط کو جائز ہے نہ دینا لقطہ کا مالک کو نفقہ لینے کے واسطے پھر اگر لقطہ ہلاک ہو گیا بعد حبس ملتقط کے تو نفقہ ساقط ہو گیا اور قبل حبس کے ہلاکی سے ساقط نہیں **ولا یدفعہا الی مدعیہا جبرا علیہ بلا بینۃ** اور ملتقط لقطہ نہ دے اس کے مدعی کو زبردستی بدون گواہی کے یعنی درصورت تصدیق ملتقط کو دینے کا اختیار ہے **فان بین علامۃ حل الدفع بلا جبر وکذا یحل ان صدقہ مطلقا** بین او لا ولہ اخذ کفیل الا مع البینۃ فی الاصح نہایہ پھر اگر مدعی نے کوئی علامت لقطہ کی بیان کی اور موافق پڑی تو دینا جائز ہے بلا جبر اور اسی طرح جائز ہے دینا اگر ملتقط نے مدعی کی تصدیق مطلقا کی خواہ اس کی علامت بیان کی ہو یا نہ بیان کی ہو اور جائز ہے ملتقط کو ضامن لینا مدعی سے مگر گواہی کے ساتھ جائز نہیں قول اصح میں کذا فی النہایۃ **التقط لقطۃ فضاعت منہ ثم وجدہا فی ید غیرہ فلا خصومۃ بخلاف الودیعۃ** مجتبی ونوازل لکن فی السراج الصحیح ان لہ خصومۃ لان یدہ احق ایک شخص نے لقطہ اٹھایا سو ضائع ہو گیا اس کے پاس سے پھر اس کو پایا غیر کے ہاتھ میں تو دونوں میں خصومت نہیں یعنی ملتقط اول کو مطالبہ نہیں بخلاف ودیعت کے کذا فی المجتبی والنوازل لیکن سراج میں صحیح قول یہ ہے کہ اس کو خصومت کرنا درست ہے اس واسطے کہ اس کا ہاتھ زیادہ تر حقدار ہے بسبب سبقت کے **علیہ دیون ومظالم جہل اربابہا والیس من علیہ ذلک من معرفتہم فعلیہ التصدق بقدرہا من مالہ وان استغرقت جمیع مالہ** ہذا مذہب اصحابنا لا نعلم بینہم خلافا کمن فی یدہ عروض لا یعلم مستحقہا اعتبارا للدیون بالاعیان ایک شخص پر ایسے دیون اور مظالم ہیں جن کے لوگ معلوم نہیں اور جس پر یہ دیون اور مظالم ہیں وہ ان کی پہچان سے ناامید ہو گیا تو اس پر تصدق واجب ہے اس کے برابر اپنے خاص مال سے اگرچہ اس کا تمام مال اس میں کھپ جائے یہ مذہب ہے ہمارے اصحاب کا اس میں ان کا اختلاف ہم کو معلوم نہیں چنانچہ جس کے ہاتھ میں ایسے اجناس اور اسباب ہیں جن کے مستحق معلوم نہیں تو اس پر تصدق واجب ہے دیون کا اعتبار اجناس سے کر کے ہم مظالم یعنی سرقہ اور غصب اور اگر اصحاب دیون اور مظالم یا ان کے وارث معلوم ہوں تو بری الذمہ نہ ہو گا دنیا اور آخرت میں بدون ان کے دینے کے اور اسی طرح اگر ان کی معرفت کی توقع ہو تو تصدق جائز نہیں اور تصدق سے یہ مراد نہیں کہ ان کے تصدق کا ثواب ان کے اصحاب کو ہو گا اس واسطے کہ تصدق کے واسطے ان کا اذن ثابت نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ تصدق خدا کے نزدیک ذخیرہ ہے حق تعالی سے امید ہے کہ ان کے مخاصمین کو بسبب اس کے راضی کر دے گا کذا فی الطحطاوی ومتی فعل ذلک سقط عن المطالبۃ اصحاب الدیون فی العقبی مجتبی اور جب کہ یہ تصدق کرے گا تو اس پر مطالبہ اصحاب دیون کا آخرت میں ساقط ہو گا کذا فی المجتبی طحطاوی نے کہا شاید اس کی وجہ واللہ اعلم یہ ہے کہ دیون اور مظالم مذکور مال ضائع کے مانند ہیں اور فقرا اس کے مصرف ہیں درصورت نہ معلوم ہونے مستحقین کے اور ادائے دین میں حق کو اس کی صدق نیت معلوم ہے اور توبہ سے ارتکاب ظلم کا گناہ ساقط ہو گا واللہ تعالی اعلم وفی العمدۃ وجد لقطۃ وعرفہا ولم یر ربہا فانتفع بہا لفقرہ ثم ایسر یجب علیہ ان یتصدق بمثلہ اور عمدہ میں ہے کہ ایک شخص نے پایا لقطہ اور اس کی تعریف کی اور اس کے مالک کو نہ دیکھا سو اس سے منتفع ہوا اپنی محتاجی کے سبب سے پھر مقدور اس کو ہوا تو واجب ہے اس پر خیرات کرنا اس کے مانند یعنی بعوض اس کے مات فی البادیۃ جاز لرفیقہ بیع متاعہ ومرکبہ وحمل ثمنہ الی اہلہ ایک شخص مر گیا جنگل میں تو اس کے رفیق کو اس کے اسباب اور

Marfat.com

سواری کا بیچنا اور قیمت اس کی اس کے لوگوں کو پہنچانا جائز ہے ھ بشرطیکہ جنگل بعید ہو وطن سے والا بعینہ اس کا اسباب پہنچانا چاہیے حطب و جد فی الماء ان لہ قیمۃ فلقطۃ والا فحلال لاخذہ کسائر المباحات الاصلیۃ درر اور لکڑی پانی میں پائی اگر وہ قیمت والی ہے تو وہ لقطہ ہے ورنہ اگر قیمتی نہیں تو اس کے لینے والے کو حلال ہے چنانچہ باقی مباحات اصلیہ کا لینا حلال ہے کذا فی الدر و فی الحاوی غریب مات فی بیت انسان لم یعرف وارثہ فترکتہ کلقطۃ مالم یکن کثیرا فلبیت المال بعد التفحص عن ورثۃ سنین فان لم یجد ہم فلہ ولو مصرفا اور حاوی میں ہے کہ مسافر مر گیا ایک انسان کے گھر میں اور وہ اس کے وارث کو نہیں جانتا کہ کہاں ہے تو اس کا متروکہ لقطہ کے مانند ہے حکم میں جب تک زیادہ نہ ہو اور اگر زیادہ ہوگا تو بیت المال کے واسطے ہے بعد تلاش کرنے اس کے وارثوں کے چند سال تک سو اگر وارثوں کو نہ پایا تو وہی انسان اس کو لے اگر وہ مصرف ہو یعنی فقیر ہو ھ یہ تصریح ہے اس کی جو لقطہ کی تشبیہ سے مفہوم ہوا محصنۃ ای برج حمام اختلط بہا اہلی لغیرہ لا ینبغی لہ ان یاخذہ وان اخذہ طلب صاحبہ ليردہ لانہ کاللقطۃ فان فرخ عندہ فان کانت الام غریبۃ لا یتعرض لفرخہا لانہ ملک الغیر فان الام لصاحب المحصنۃ والغریب ذکر فالفرخ لہ ولو لم یعلم ان بیرجہ غریبا لا شیئ علیہ ان شاء اللہ تعالیٰ کبوتروں کا برج ہے یعنی ان کے رہنے کا مکان ہے جس میں غیر کے پالو کبوتر رل مل گئے تو لائق نہیں صاحب مکان کو اس کا لینا اور اگر لے تو بواسطے تعریف کے اس کے مالک کو طلب کرے تا اس کو پھیر دے اس واسطے کہ وہ لقطہ کے مانند ہے سو اگر غیر کے کبوتر نے بچہ دیا سو اگر ماں مسافر ہو تو مالک مکان اس سے معترض نہ ہو کہ غیر کی ملک ہے اس واسطے کہ جانور کا بچہ ماں کا تابع ہوتا ہے اور کبوتری اگر صاحب مکان کی ہے اور کبوتر مسافر تو بچہ مکان والے کا ہے اور اگر اس کو معلوم نہیں کہ اس کے برج میں غیر کا مسافر کبوتر ہے تو اس پر کچھ گناہ نہیں ان شاء اللہ تعالیٰ قلت واذا لم یملک الفرخ فان فقیرا اکلہ وان غنیا تصدق بہم تم اشتراہ وبہذا کان یفعل الامام الحلوانی ظہیریۃ میں کہتا ہوں اور جب مکان والا مالک بچہ نہ ہوا تو اگر وہ فقیر ہے تو اس کو کھائے اور اگر غنی ہے تو محتاج کو تصدق کرے پھر اس سے خرید کرے اور شمس الائمہ سرخسی نے کہا اسی طرح ہمارے استاد شمس الائمہ حلوانی کیا کرتے تھے کذا فی المنح عن الظہیریۃ وفی الوہبانیۃ مر ثمار تحت اشجار فی غیر امصار لا باس بالتناول مالم یعلم النہی صریحا او دلالۃ وعلیہ الاعتماد اور وہبانیہ میں ہے کہ ایک شخص پھلوں پر ہو کر نکلا جو درختوں کے نیچے پڑے ہیں شہروں کے سوا دیہات میں تو اس کے کھانے کا کچھ مضائقہ نہیں جب تک نہی صریحا یا دلالۃ معلوم نہ ہو اور اسی قول پر اعتماد ہے ھ شرح وہبانیہ میں ہے کہ ایک شخص درختوں کے نیچے پڑے پھلوں پر ہو کر نکلا تو اگر وہ شہر ہے تو اس کا کھانا درست نہیں مگر اس شرط سے کہ معلوم ہو جائے کہ اس کے مالک نے مباح کر دیا ہے خواہ تصریح اباحت ثابت ہو یا دلالت حال سے اس واسطے کہ شہر میں مباح کر دینے کی عادت نہیں اور اگر باغ میں ایسے پھل ہوں جو سالہا سال باقی رہتے ہیں اور سڑتے نہیں جیسے اخروٹ اور بادام تو اس کا لینا جائز نہیں جب تک ان کا مالک نے معلوم ہو اور اگر ایسے پھل ہوں جو مدت تک باقی نہیں رہ سکتے تو اس میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ بدوں ثبوت اباحت لینا جائز نہیں اور بعضوں نے کہا کچھ مضائقہ نہیں جب کہ صراحۃً یا دلالۃً یا عادۃً نہی نہ معلوم ہو اور اسی قول پر اعتماد ہے اور اگر دیہات اور قریات ہیں تو اگر پھل باقی رہنے والے ہیں تو ان کا لینا بدون دریافت اذن مالک کے جائز نہیں اور اگر ایسے ہوں جو باقی نہیں رہتے جلد سڑ جاتے ہیں تو قول بالاتفاق ہے کہ اس کا لینا درست ہے جب تک نہی نہ معلوم ہو اور اگر پھل درخت پر ہیں تو شہر اور گاؤں میں کہیں لینا درست نہیں بلا اذن مالک کے مگر یہ کہ موضع کثیر الثمار ہو اور معلوم ہو کہ ایسی جگہ بخل نہیں کرتے ہیں تو اس کو کھانا درست ہے لیکن لادنا جائز نہیں انتہی ملخصا کہا طحطاوی نے کہ اب تو نے جانا کہ شارح کا کلام مجمل ہے اور تفصیل یہ ہے کہ جو ہم نے مذکور کی وفیہا ھ واخذک تفاحا من النہر جاریا یجوز وکشری وفی الجواز نیک اور وہبانیہ میں ہے اور سیب اور امرود کو تیر لینا جاری نہر سے جائز ہے اور اخروٹ میں لینا جائز نہیں ھ نہر جاری کی قید اتفاقی ہے اس واسطے کہ ہر پانی کا یہی حکم ہے سیب اور امرود کا لینا بسبب جلد سڑ جانے کے جائز ہے اور اخروٹ کا نہ لینا بسبب نہ سڑنے کے اور مالک کے واسطے لے رکھنا درست ہے اگر قیمتی ہو والا اپنے واسطے بھی لینا جائز ہے کذا فی الحلبی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

Marfat.com

کتاب الآبق

یہ کتاب ہے آبق یعنی غلام گریختہ کے احکام میں مناسبتہ عرضیتہ التلف والزوال کتاب الآبق کی مناسبت کتاب اللقطہ وغیرہ سے عارض ہونا تلف اور زوال کا ہے لیکن لقیط اور لقطہ میں عروض تلف باعتبار ذات کے ہے اور آبق میں باعتبار انتفاع مولی کے ہے نہ باعتبار اس کی ذات کے والاباق الطلاق الرقیق تمراوکذا عرفہ ابن کمال لیدخل لہارب من موجرہ ومستعیرہ ومودعہ ووصیہ اور اباق عبارت ہے لونڈی غلام کے چلے جانے سے ازراہ شرارت اور سرکشی کے یہی تعریف کی ہے ابن کمال نے اباق کی تاکہ داخل ہو آبق کی تعریف میں وہ غلام جو بھاگ گیا مولی کے متاجر اور رعایت مانگنے والے اور امانتدار اور اس کے وصی کے پاس سے م موجر بفتح جیم مستاجر ہے اور مودع بفتح دال ہے کذافی الحلبی اور وصی عام ہے میت کی طرف سے یا قاضی کی طرف سے اخذہ فرض ان خاف ضیاعہ غلام گریختہ کا پکڑ لینا فرض ہے اگر خوف ہو اس کے ضائع ہونے کا یعنی مولیٰ کے پاس نہ پہنچنے کا اس واسطے کہ پکڑ رکھنے میں مال مسلم کا قائم رکھنا ہے ویحرم اخذہ لنفسہ اور حرام ہے اس کا پکڑ لینا اپنی ذات کے واسطے ویندب اخذہ ان قوی علیہ والا فلا ندب لما فی البائع حکم اخذہ کلقطۃ اور اس کا پکڑ لینا مستحب ہے اگر وہ شخص گرفتار کرنے پر قادر ہو یعنی اس کے حفظ پر تا ایصال مولیٰ قادر ہو اور اگر عاجز ہو تو استحباب نہیں اس واسطے کہ بدائع میں ہے کہ اس کی گرفتاری کا حکم لقطہ کے مانند ہے فان ادعاہ آخر دفع الیہ ان برہن واستوثق منہ بکفیل ان شاء لجواز ان یدعیہ آخر ویحلفہ الحاکم ایضا باللہ ما اخرجہ عن ملکہ بوجہ پھر اگر غلام گریختہ کا دوسرے شخص نے دعوی کیا تو اس کو دے اگر اس نے گواہی سے اپنا دعوی ثابت کیا اور اس سے ضامن لے اگر چاہے بسبب جواز اس بات کے کہ شائد اس کا دوسرا مدعی ہو اور حاکم بھی اس سے خدا کی یوں قسم لے کہ اس نے غلام کو اپنے ملک سے کسی وجہ سے خارج نہیں کیا نہ بیع سے نہ ہبہ سے م یہ مسئلہ ان مسائل میں سے ہے جن میں گواہی اور قسم مجتمع ہوئی اس واسطے کہ ایک کا مقصود دوسرے کے مغائر ہے کذافی الطحطاوی یعنی گواہی سے اثبات ملک مقصود ہے اور قسم سے ابقاء ملک وان لم یبرہن عطف علی ان یبرہن واقر العبد انہ عبدہ او ذکر المولی علامتہ وحلیتہ دفع الیہ بکفیل اور اگر مدعی گواہ نہ لایا اور غلام نے اقرار کیا کہ یہ اس کا غلام ہے یا مولیٰ نے اس کی علامت یا اس کی صورت شکل مطابق واقع بیان کی تو اس کو دے ضامن لے کر شارح نے کہا وان لم یبرہن عطف ہے یبرہن پر تاکوئی اس کو ان منفصلہ نہ سمجھے طحطاوی نے علامہ نوح سے نقل کیا کہ درصورت بینہ دفع واجب ہے اور درصورت اقرار اور ذکر علامت واجب نہیں فان انکر المولی اباقہ مخافۃ جعلہ حلف الا ان یبرہن علی اباقہ او علی اقرار المولی بذلک زیلعی ہو اگر مولی اس کے بھاگنے کا منکر ہو محنتانہ دینے کے خوف سے تو خدا کی قسم کھائے کہ وہ نہیں بھاگا مگر یہ کہ گرفتار کرنے والا گواہ لاوے اس کے بھاگنے پر یا مولی کے بھاگ جانے کے اقرار پر تو اب قسم معتبر نہ ہوگی کذافی الزیلعی فان طالت المدۃ ای مدۃ المجی باعہ القاضی ولو علم مکانہ وامسک من ثمنہ ما انفق علیہ منہ اور قاضی اس کی قیمت کو اس کے مالک کے واسطے محفوظ رکھے اور رکھ لے اس کی قیمت سے جو خرچ ہوا اس پر یعنی اگر بیت المال سے اس پر خرچ ہوا تو اتنا اس کی قیمت سے بیت المال میں رکھ دے طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح ثمنہ کے لفظ کو نہ لاتا اس واسطے کہ مصنف کا قول یعنی نہ مغنی ہے وان جاء المولی بعدہ وبرہن او علم دفع باقی الثمن الیہ اور اگر مولیٰ بعد بیع کے آیا اور گواہی سے اپنی ملک ثابت کی یا علامت بیان کی تو باقی قیمت اس کو دی جائے م حلبی نے کہا علم مشدد یدلام ہے یعنی علامت اور حلیہ مذکور کیا طحطاوی نے کہا قاموس سے یہی مطلب ہے تخفیف ثابت ہوتا ہے

Marfat.com

ولا یملک المولی نقض بیعہ ای بیع القاضی لانہ بامر الشرع کحکمہ لانیقض اور مالک نہیں مولیٰ اس کے بیع کے توڑنے کا اس واسطے کہ بیع قاضی بامر شرع قاضی کے حکم کے مانند ہیں ٹوٹتی قلت لکن رأیت فی معروضات المرحوم ابی السعود مفتی الروم انہ صدر امر السلطان بمنع القضاۃ عن اعطاء الاذن ببیع عبید العسکریۃ وحینئذ فلا یصح بیع عبید السباہیۃ فلہم اخذہا من مشتریہا ویرجع المشتری بثمنہ علی البائع وامافی عبید الرعایا فکذلک اذا کان لغبن فاحش والا فللرعایا الثمن وبذلک ورد الامر ایضا انتہی بالمعنی فلیحفظ فانہ مہم میں کہتا ہوں میں نے دیکھا ابوسعود مرحوم مفتی روم کے معروضات میں کہ صادر ہوا حکم سلطان روم کا قاضیوں کے منع کرنے میں اہل لشکر کے غلاموں کی بیع کی اجازت دینے سے اور اس وقت میں تو صحیح نہیں سپاہیوں کے گریختہ غلاموں کی بیع تو ان کو مشتری سے مفت لینا جائز ہے اور مشتری اس کی قیمت بائع سے پھیر لے اور رعایا کے غلاموں میں بھی یہی حکم ہے جب کہ بیع صریح نقصان سے ہوئی ہو اور اگر بیع میں خسارہ نہ ہوا ہو تو رعایا کو قیمت دے کر لینا درست ہے اور اس کا بھی حکم سلطانی وارد ہوا ہے انتہی جواب المفتی بالمعنی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ ضروری ہے ولو زعم المولیٰ تدبیرہ او کتابتہ او استیلادہا لم یصدق فی نقضہ الا ان یکون عندہ ولد منہا او برہن علی ذلک نہر اور اگر مولی گمان کرے اس کے مدبر یا مکاتب ہونے کا یا لونڈی کی استیلاد کا تو اس کی تصدیق نہ ہوگی نقض بیع میں مگر اس وقت تصدیق ہوگی کہ مولیٰ کے پاس لونڈی کے پیٹ کا لڑکا ہو یا اس گمان پر گواہ لاوے کذا فی النہر واختلف فی الضال قیل اخذہ افضل وقیل ترکہ ولو عرف بیتہ فایصالہ الیہ اولی اور بھولے بھٹکے غلام میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ اس کا لینا افضل ہے اور بعضوں نے کہا کہ چھوڑنا افضل ہے اور اگر اس کا گھر جانتا ہو تو اس کا پہنچا دینا بہتر ہے ابق عبد فجاء بہ رجل وقال لم اجد معہ شیئا من المال صدق ولا شیئ علیہ ایک غلام بھاگا سو اس کو کوئی مرد پکڑ لایا اور بولا کہ میں نے اس کے ساتھ کچھ مال نہیں پایا تو اس کی تصدیق ہوگی اور اس پر کچھ نہیں ہے ولمن یردہ اجر بقولہ الاتی اربعون درہما الیہ من مدۃ سفر فاکثر وہو ای والحال ان الراد ولو صبیا او عبدا لکن الجعل لمولاہ ممن یستحق الجعل اور جو پھیر لاوے غلام کو مولی کے پاس سفر کی مدت یا زیادہ سے حالانکہ پھیر لانے والا ان لوگوں میں سے ہے جو مختانہ کے مستحق ہیں اگرچہ پھیر لانے والا صغیر یا غلام ہو لیکن غلام کا مختانہ اس کے مولی کا ہے ھم جعل بالضم وجعالہ بالکسر اور جعیلہ بروزن کریمہ عبارت ہے اجر سے لہذا جعل کا ترجمہ مختانہ کیا مستحق مختانہ وہ شخص ہے جس پر محافظت مال مولیٰ واجب نہیں اور جو اس کا خادم نہ ہو اور جس سے مولی نے استعانت نہیں چاہی شارح نے کہا لمن یردہ کی خبر مصنف کا آئندہ قول اربعون درہما ہے قید بہ لانہ لاجعل لسلطان وشحنۃ وخفیر ووصی یتیم وعاملہ ومن استعان وبہ کان وجدتہ فخذہ فقال نعم او کان فی عیالہ وابن واحد الزوجین مطلقا زیلعی وشریک نتف وہبانیۃ ولو الجیۃ فالمستثنی احد عشر مصنف نے استحقاق اجرت کی قید لگائی اس واسطے کہ مختانہ نہیں واسطے بادشاہ کے اور کوتوال اور معاہد اور یتیم کے وصی کے اور یتیم کے عیال کے اور جس سے مولی نے مدد چاہی اس طرح پر کہ اگر بھاگے غلام کو پایا تو اس کو پکڑ لینا سو اس نے کہا اچھا یا غلام کا پھیر لانے والا مولی کی عیال میں ہو اور احد الزوجین کا بیٹا مطلقا خواہ عیال میں ہو یا نہ ہو کذا فی الزیلعی اور شریک کے واسطے اجر نہیں کذا فی النتف ولو ہبانیۃ وولو الجیۃ تو استحقاق اجر سے گیارہ شخص مستثنے ہوئے ھم طحطاوی نے کہا کہ غیر مستحقین اجر اس حساب سے گیارہ ہوئے کہ احد الزوجین میں دو صورتیں ہیں یعنی زوجہ کا بیٹا زوج کے غلام کو پھیر لاوے یا زوج کا بیٹا زوجہ کے غلام کو پھیر لاوے اور بحر الرائق میں عدم استحقاق کی صورتوں میں ماں اور باپ کو شمار کیا ہے جب کہ وہ فرزند کی عیال میں ہوں تو یہ دونوں صورتیں شارح کے اس قول میں داخل ہیں او کان فی عیالہ اربعون درہما فبطل صلحہ فی مازاد علیہا ولو بلا شرط استحسانا غلام کے پھیر لانے والے کے واسطے چالیس درم مختانہ ہے اگرچہ شرط نہ کی ہو مولی نے مختانہ کی بنا بر استحسان کے پھر جب مختانہ چالیس درم ٹھہر گیا تو چالیس سے زیادہ درم پر صلح کرنا باطل ہے ھم قیاس یہ ہے کہ بدون شرط مختانہ نہ ہو لیکن وجہ استحسان صحابہ کرام کا اجماع ہے اصل مختانہ پر اگرچہ اس کی مقدار میں اختلاف ہے لہذا مدت سفر میں چالیس درم مقرر ہوئے اور کمتر میں کمتر تا جمیع روایات مجتمع ہو جاویں کذا فی الطحطاوی عن الحموی ولو رد امۃ ولہا ولد عقیل لا باق فجعلان نہر بحثا اور اگر پھیر لایا لونڈی کو اور اس کا ایک بیٹا ہے جو فرار کے مضمون کو سمجھتا ہے تو دو مختانے ہیں کذا فی النہر بحثا وان لم

Marfat.com

یعد لہا عند الثانی لثبوتہ بالنص فلذا عول علیہ ارباب المتون چالیس درم محنتانہ لازم ہے اگرچہ غلام کی قیمت چالیس کے برابر نہ ہو **ابو یوسف** کے نزدیک بسبب ثابت ہونے چالیس درم کے صحابہ کرام کی نصوص سے تو اسی واسطے متون فقہ کے مصنفوں نے ابو یوسف ہی کے قول پر اعتماد کیا ہے **ان اشہد انہ اخذہ لیردہ والا لا** یشہد لہ محنتانہ لازم ہے اگر پھیرنے والے نے اس پر گواہ کیا ہو کہ اس کو گرفتار کیا ہے پہنچا دینے کے واسطے اور اگر گواہ نہیں کیا تو اس کے واسطے کچھ نہیں اس واسطے کہ ترک اشہاد دلالت کرتا ہے کہ اس نے اپنے واسطے گرفتار کیا **ولزادہ من اقل منہا لقسطہ وقیل یرضخ لہ برای الحاکم** ای بقدر باصطلاحہما بفتیٰ تاتارخانیہ اور اس کے پھیرنے کے واسطے کمتر مدت سفر سے محنتانہ ہے چالیس کے حساب سے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کو قدر قلیل دینا چاہیے حاکم کی تجویز سے یا اس کی تقدیر ہو دونوں کی رضامندی سے اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی البحر عن التاتارخانیہ **ولو من المصر فیرضخ لا یقطع** کما مر اور اگر اس کو اسی شہر سے پھیر لایا جس میں مولیٰ رہتا ہے تو اس کو قدر قلیل دینا چاہیے یا چالیس کے حساب سے چنانچہ گذر گیا **وام ولد ومدبر ومأذون کفن فی الجعل** اور ام ولد اور مدبر اور عبد ماذون فی التجارۃ خالص غلام کے برابر ہے محنتانہ میں **وان مات المولیٰ قبل وصولہ** ای الابق **وہو مدبر وام ولد فلا جعل لہ لعتقہا بموتہ** اور اگر مولیٰ مر گیا غلام گریختہ کے پہنچنے سے پہلے اور حالانکہ وہ مدبر یا ام ولد ہے تو پھیر لانے والے کے واسطے محنتانہ نہیں بسبب آزاد ہو جانے دونوں کے مولیٰ کی موت سے اور آزاد کے پھیر لانے میں محنتانہ نہیں **وان ابق منہ بعد الشہادۃ المتقدم لم یضمن لانہ امانۃ حتی لو استعملہ فی حاجۃ نفسہ ثم ابق ضمن** ابن ملک عن القنیۃ اور اگر غلام بھاگ گیا پھیر لانے والے کے پاس بعد اس اشہاد متقدم کے تو پھیر لانے والے پر ضمان نہیں اس واسطے کہ غلام اسکے پاس امانت تھا اور امانت میں بلا تعدی ضمان نہیں تو اگر اس نے غلام کو اپنے ذاتی کام میں لگایا پھر وہ بھاگ گیا تو وہ ضمان دے گا کذا فی شرح ابن ملک عن القنیۃ وفی الوہبانیۃ لو انکر المولیٰ ابا قہ قبل قولہ بیمینہ ویلزم مرید الرد قیمتہ مالم یبین اباقہ اور وہبانیہ میں ہے کہ اگر مولیٰ نے اس کے بھاگنے کا انکار کیا تو اس کا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھ اور قاصد رد پر اس کی قیمت لازم ہوگی جب تک وہ اس کا بھاگنا نہ ثابت کرے یعنی گواہی سے یا مولیٰ کے اقرار سے کذا فی الطحطاوی **وضمن لو ابق او مات قبلہ مع تمکنہ منہ** لانہ غاصب اور ضامن ہوگا گرفتار کرنے والا اگر غلام بھاگ گیا یا مر گیا قبل اشہاد کے باوجود اس کے قادر ہونے کے اشہاد پر اس واسطے ضامن ہوگا کہ وہ غاصب ہے **ولا جعل لہ فی الوجہین خلافا للثانی لان الاشہاد عندہ لیس بشرط فیہ وفی اللقطۃ** اور اس کے واسطے محنتانہ نہیں دونوں صورتوں میں یعنی در صورت فرار بعد الاشہاد اور در صورت ترک اشہاد بخلاف ابو یوسف کے دوسری صورت میں اس واسطے کہ ان کے نزدیک گواہ کرنا شرط نہیں غلام کے محنتانہ میں اور لقطے میں ہم طحطاوی نے کہا کہ اس میں اعتراض ہے اس واسطے کہ ابو یوسف کے نزدیک بعد الاشہاد کے بھی بھاگ جانے میں محنتانہ واجب نہیں تو ترک اشہاد میں بطریق اولیٰ واجب نہ ہوگا بلکہ ان کے نزدیک محنتانہ بدون پہنچا دینے کے واجب نہیں ہاں ان کے نزدیک اشہاد شرط نہیں تو بہتر یہ تھا کہ شارح قول خلافا للثانی کو یہاں سے حذف کرتا اور انہ اخذہ لیردہ کے قول کے پاس ذکر کرتا اور محتمل ہے کہ خلافا للثانی وضمن قبلہ کی طرف راجع ہو اس واسطے کہ وہ قسم ثانی ہے وان ابق منہ کی **ولا جعل لہ فی مکاتب لحریتہ یدا** اور محنتانہ نہیں مکاتب کے پھیر لانے پر بسبب اس کے آزاد ہونے کے تصرف کی راہ سے **وجعل عبد الرہن علی المرتہن لو قیمتہ مساویۃ للدین او اقل ولو اکثر من الدین فعلیہ لقدر دینہ والباقی علی الراہن لان حقہ بالقدر المضمون منہ** اور محنتانہ رہن کے غلام کا مرتہن پر ہے اگر اس کی قیمت برابر ہو دین کے یا کمتر اور اگر قیمت زیادہ ہو دین سے تو مرتہن پر محنتانہ ہے بقدر اس کے دین کے اور باقی محنتانہ راہن پر ہے اس واسطے کہ اس کا حق اس سے بقدر ضمان کے ہے ہم محنتانہ بہر صورت مرتہن پر ہے خواہ وہ راہن زندہ ہو یا مردہ اس واسطے کہ موت سے رہن باطل نہیں ہو جاتا کذا فی الفتح والبحر **وجعل عبد اوصی برقبتہ لانسان وبخدمتہ لآخر علی صاحب الخدمۃ فی الحال لان المنفعۃ لہ فاذا انقضت الخدمۃ رجع صاحبہا علی صاحب الرقبۃ او بیع العبد فیہ** ای فی الجعل اور محنتانہ اس غلام کا جس کی گردن کی وصیت ایک انسان کے واسطے ہوئی ہو اور

Marfat.com

اس کی خدمت کرنے کی وصیت دوسرے انسان کے واسطے ہوئی ہو صاحب خدمت پر ہے فی الحال اس واسطے کہ منفعت اسی کے واسطے ہے پھر جب خدمت کی مدت منقضی ہو جائے تو صاحب خدمت اس کی گردن کے مالک سے محنتانہ پھیر لے یا غلام بیچ ڈالا جائے محنتانہ میں وحمل ماذون مدیون علی من یستقر له الملک خان بیع بدأ بالجعل والباقی للغرماء اور محنتانہ غلام ماذون مدیون کا اس پر ہے جس کی ملک اس پر ٹھہر جائے خواہ مولے کی خواہ دائن کی سو اگر وہ بیچا جائے تو پہلے قیمت سے محنتانہ دیا جائے اور باقی قرض خواہوں کو ملے کما یجب وحمل ابق جنی خطاء فی ید الاخذ علی من سیصیر له چنانچہ واجب ہے محنتانہ اس غلام کا جس نے خطا کی راہ سے جنایت کی غیر آخذ کے ہاتھ میں اس پر ہے جس کا وہ آخر کو غلام ہوگا خواہ مولے خواہ ورثہ مقتول اور اگر آخذ کے پاس جنایت کرے گا تو کسی پر محنتانہ نہیں کذا فی البحر ومغصوب علی غاصبه وموهوب علی موهوب له وان رجع الواهب بعد الردلان زوال ملکه بالرجوع تقصیر منه وهو ترک التصرف اور غلام مغصوب کا محنتانہ اس کے غاصب پر ہے اور غلام موہوب کا موہوب لہ پر اگرچہ واہب نے اس کو پھیر لیا ہو موہوب کے پھیر دینے کے بعد اس واسطے کہ زوال ملک موہوب لہ کا بسبب رجوع کے اس کی تقصیر سے ہوا یعنی ترک تصرف سے وحمل عبد صبی فی ماله اور صغیر کے غلام کا محنتانہ اس کے مال میں ہے والابق نفقته کنفقة اللقطة کما مر اور غلام گریختہ کا خرچ لقطہ کے خرچ کے مانند ہے چنانچہ گذر گیا یعنی اگر گرفتار کرنے والے نے بلا امر قاضی خرچ کیا ہے تو احسان ہے اس کو مالک سے پھیر لے نہیں سکتا اور اس کے اذن سے پھیر لے سکتا ہے بشرطیکہ قاضی نے رجوع کی شرط کر دی وله حبسه الدین نفقته اور غلام کے گرفتار کرنے والے کو اس کا حبس کرنا اپنے نفقہ کے واسطے درست ہے ولا یوجره القاضی خشیة اباقه ثانیا ولکن یحبسه تعزیرا له وقیل یوجره للنفقة وبه جزم فی الهدایة والکافی اور غلام گریختہ کو قاضی اجارہ نہ دے اس کے دوبارہ بھاگ جانے کے خوف سے ولیکن محبوس رکھے باعتبار تعزیر کے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کو اجارہ دے نفقہ کے واسطے اور اسی قول اخیر پر یقین کیا ہے ہدایہ اور کافی میں بخلاف اللقطة والضال وقدر فی التاتارخانیة مدة حبسه بستة اشهر ولنفقته فیهما من بیت المال ثم بعد بیعه القاضی کما مر بخلاف لقطہ اور گم ہوئے غلام کے کہ ان کو قاضی اجارہ دے اور تاتارخانیہ میں مدت حبس غلام کی چھ مہینے کے ساتھ متعین کی ہے اور خرچ غلام کا مدت حبس میں بیت المال سے ہے پھر مدت مذکورہ کے بعد قاضی اس کو بیچ ڈالے چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب اللقطہ میں یعنی جس قدر بیت المال سے صرف ہوا اس کو لے کر باقی قیمت کو مالک کے واسطے رکھ چھوڑے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا ابق بعد البیع قبل القبض للمشتری رفع الامر للقاضی لیفسخ غلام مذکور بھاگ گیا بعد بیع قبل القبض کے تو مشتری کو جائز ہے قاضی سے نالش کرنا تاکہ وہ بیع کو فسخ کر دے اس واسطے کہ مشتری رد غلام کے انتظار سے متضرر ہوگا واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم ؛

Marfat.com

کتاب المفقود

یہ کتاب ہے شخص مفقود کے احکام میں مناسبت اس کی سابق سے اس راہ سے ہے کہ غائب اور بے نشان ہونے میں دونوں برابر ہیں ہو لغۃ المعدوم وشرعا غائب لم یدر احی ہو فیتوقع قدومہ ام میت اودع اللحد البلقع ای القفر جمعہ بلا رفع فدخل الاسیر ومرتدا لم یدر الحق ام لا مفقود لغت میں بمعنی معدوم ہے اور شرع میں اس غائب کو کہتے ہیں جو معلوم نہیں کہ زندہ ہے کہ اس کا آنا متوقع ہو یا مردہ ہے کہ چٹیل میدان کی لحد میں گاڑا گیا بلقع بمعنی قفر ہے یعنی زمین بے نبات اور جمع اس کی بلاقع ہے تو اس تعریف میں اہل حرب کا قیدی اور وہ مرتد داخل رہا جو معلوم نہیں کہ دار الحرب میں داخل ہوا یا نہیں م مصنف نے باتباع صاحب بحر الرائق جہل مکان مفقود کو اعتبار نہیں کیا اس دلیل سے کہ محیط میں مسلم اسیر اہل حرب کو جس کی حیات اور موت معلوم نہیں مفقود میں شمار کیا ہے حالانکہ مکان اس کا معلوم ہے کہ دار الحرب ہے لیکن نقایہ اور اس کی شرح قہستانی میں تعریف مفقود کی یوں کی ہے کہ وہ غائب ہے جس کا اثر معلوم نہیں یعنی حیات اور موت اور مکان اس کا معلوم نہیں اور کنز اور فتاوی عالمگیری میں بھی جہل مکان کو شرط کیا ہے اور صاحب بحر نے نص صریح سے جہل مکانی ثابت نہیں کیا طحطاوی نے کہا تو معتمد یہی ٹھہرا کہ جہالت مکان تعریف مفقود میں ضرور ہے وہو فی حق نفسہ حی بالاستصحاب ہذا ہو الاصل فیہ اور وہ یعنی مفقود اپنی ذات کے حق میں زندہ ہے باعتبار استصحاب کے یعنی حیات بنظر ظاہر حال کے اصل ہے مفقود کے احکام میں چنانچہ اسی اصل پر مصنف نے قول آئندہ کو متفرع کیا فلا تنکح عرسہ غیرہ ولا یقسم مالہ تو نکاح نہ کرے اس کی زوجہ اس کے غیر سے اور اس کا مال وارثوں پر تقسیم نہ کیا جائے قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود انہ لیس لامین بیت المال نزعہ من ید من بیدہ ممن امنہ علیہ قبل ذہابہ کما سیجئی معزیا لخزانۃ المفتیین میں کہتا ہوں اور مفتی ابی السعود کے معروضات میں ہے کہ جائز نہیں بیت المال کے امین کو مفقود کا مال نکال لینا اس شخص کے ہاتھ سے جس کو مفقود نے اپنے مال پر امین کیا اپنے جانے سے پہلے چنانچہ آگے آوے گا خزانۃ المفتیین سے ولا تفسخ اجارتہ اور اس کا اجارہ فسخ نہ کیا جائے ونصب القاضی من رای وکیلا یاخذ حقہ کغلاتہ ودیونہا المقر بہا ویحفظ مالہ ویقوم علیہ عند الحاجۃ اور حاجت کے وقت منصوب کرے قاضی اس کو یعنی وکیل کو جو مفقود کا حق لیا کرے چنانچہ غلات اور اس کے وہ دیون جن کے مدیون مقر ہیں منکر نہیں اور محافظت کرے اس کے مال کی اور قائم رہے اس پر اس طرح کہ مثلاً کھیت کا کٹوانا اور خرمن گاہ میں جمع کرنا پھر غلہ کو بھوسے سے جدا کر کے مخزن میں رکھنا تو قیام عام ہوا حفظ سے طحطاوی نے کہا کہ عند الحاجت نصب قاضی سے مرتبط ہے بدلیل ما بعد لہذا ترجمہ اسی طرح کیا گیا فلو لہ وکیل فلہ حفظ مالہ لا تعمیر دارہ الا باذن الحاکم لانہ لعلہ مات ولا یکون وصیا تجنیس سو اگر مفقود کی طرف کوئی وکیل ہو تو اس کو اس کے مال کی حفاظت کا اختیار ہے نہ اس کے گھر کی تعمیر کا مگر حاکم اذن سے اس واسطے کہ شائد وہ مر گیا ہو اور یہ شخص اس کا وسیع نہیں کذا فی التجنیس لکنہ ای ہذا الوکیل المنصوب لیس بخصم فیما یدعی علی المفقود من دین ودیعۃ وشرکۃ فی عقار او رقیق ونحوہ لانہ لیس بمالک ولا نائب عنہ وانما ہو وکیل بالقبض من جہۃ القاضی و انہ لا یملک الخصومۃ بلا خلاف لیکن یہ وکیل منصوب صاحب خصومت نہیں ہو سکتا اس میں جو مفقود پر دعوی کیا جائے از قبیل دین اور امانت اور شرکت کی زمین یا غلام وغیرہ میں اس واسطے کہ وکیل مذکور مالک نہیں اور نہ اس کا نائب وہ تو قبض مال کا وکیل ہے قاضی کی طرف سے اور وہ خصومت کا مالک نہیں بلا اختلاف م قاضی کے وکیل منصوب میں اختلاف نہیں اس واسطے کہ حکم علی الغائب لازم آتا ہے اور وہ جائز نہیں بلکہ اختلاف ہے

Marfat.com

مالک کے وکیل میں جس کو قبض دین کے واسطے اس نے وکیل کیا کہ وہ خصومت کا مالک ہے یا نہیں تو امام کے نزدیک وہ مالک ہے اور صاحبین کے نزدیک مالک نہیں کذا فی المنح ولو قضی بخصومۃ لم ینفذ زاد الزیلعی فی القضاء تبعۃ الکمال الا بتنفیذ قاض آخر لکن فی الخلاصۃ الفتوی علی النفاذ یعنی لو القاضی مجتہدا نہر اور اگر قاضی کے وکیل منصوب کی خصومت سے کوئی قاضی حکم کرے تو اس کا حکم نافذ نہ ہوگا زیادہ کیا ہے زیلعی نے کتاب القضا میں اور کمال الدین صاحب فتح القدیر اس کا تابع ہوا ہے کہ حکم مذکور نافذ نہیں مگر دوسرے قاضی کی تنفیذ سے لیکن خلاصہ میں ہے کہ فتوی ہے حکم نافذ ہونے پر بلا شرط تنفیذ یعنی اگر قاضی مجتہد ہو نہ مقلد کذا فی النہر ھم عنایہ اور فتح القدیر اور خلاصہ اور بزازیہ میں ہے کہ اگر قاضی مصلحت دیکھے اور اعتقاد کرے توقف علی الغائب جائز ہے اور حموی نے کہا کہ ظاہر کلام علماء مذکورین کا یہ ہے کہ قاضی سے مراد قاضی مجتہد ہے یا قاضی غیر حنفی مذہب جو قضا علی الغائب کا معتقد ہے اور حنفی المذہب تو کیونکر اس کا اعتقاد کرے گا اپنے امام کے مذہب کے مخالف اور اگر معلوم ہوگیا کہ قضا علی الغائب ہمارا مذہب نہیں علی ما ہو الصواب پھر اگر اس پر غیر حنفی حکم کرے گا تو اس کے نفاذ میں دو روایتیں صحیح ہیں پھر اگر دوسرا قاضی اس کو نافذ کرے گا تو اختلاف جاتا رہے گا اور اگر حنفی اس کا حکم کرے گا تو نافذ نہ ہوگا اس واسطے کہ اس کا امام اس کا معتقد نہیں کذا فی الطحطاوی وملخصا ولا یبیع القاضی مالا یخاف فسادہ فی نفقۃ ولا فی غیرہا بخلاف ما یخاف فسادہ فانہ یبیعہ القاضی ویحفظ ثمنہ اور نہ بیچے قاضی مفقود کی اس چیز کو جس کے بگڑ جانے کا خوف نہیں نہ نفقہ میں بیچے نہ اس کے غیر میں بخلاف اس چیز کے کہ جس کے سڑنے اور بگڑنے کا خوف ہے کہ اس کو قاضی بیچ ڈالے اور قیمت اس کی رکھ چھوڑے قلت لکن فی معروضات المفتی ابی السعود ان القضاۃ وامناء بیت المال فی زماننا مامورون بالبیع مطلقا وان لم یخف فسادہ فان ظہر حیا فلہ الثمن لان القضاۃ غیر المامورین بصنعۃ نعم اذا بیع بغبن فاحش فلہ فسخہ انتہی فلیحفظ میں کہتا ہوں لیکن مفتی ابو السعود کے معروضات میں یہ ہے کہ قاضی اور بیت المال کے امین سلطان روم کی طرف سے مامور ہیں بیچنے ڈالنے کے مطلقا اگرچہ اس کے بگڑ جانے کا خوف نہ ہو پھر اگر مفقود زندہ ظاہر ہو تو اس کے واسطے قیمت ہے اس واسطے کہ قاضی مامور نہیں اس کی بیع فسخ کرنے کے ہاں جب کہ نقصان صریح سے بیع ہوئی ہو تو اس کو فسخ بیع کا اختیار ہے انتہی کلام المفتی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے وینفق علی عرسہ وقریبہ ولادا وہم اصولہ وفروعہ اور خرچ کیا جائے مفقود کی زوجہ اور ولادت کے قرابت والوں پر اور وہ اس اصول ہیں اور فروع ہم اصول اور فروع کو بشرط احتیاج اور فقر کے نفقہ ملے گا اور زوجہ کو بلا فقر بھی چنانچہ باب النفقات میں مذکور ہو چکا ولا یفرق بینہ وبینہما ولو بعد مضی اربع سنین خلافا لمالک اور تفریق نہ کی جائے درمیان مفقود اور درمیان اس کی زوجہ کے اگرچہ بعد گذر جانے چار برس کے ہو بخلاف امام مالک کے ھم امام مالک کے نزدیک جب آدمی چار برس تک مفقود الخبر ہوگیا تو قاضی اس میں اور اس کی زوجہ میں تفریق کر دے پھر وفات کی عدت بیٹھ کر جس سے چاہے نکاح کر لے اس واسطے کہ عمر فاروق نے یہی حکم کیا تھا اس شخص میں جس کو جن اٹھا لے گئے تھے ہمارے دلیل یہ حدیث مرفوع ہے کہ انہا زوجۃ حتی یاتیہا البیان یعنی مفقود کی عورت اسی کی زوجہ ہے یہاں تک کہ اس کے پاس خبر پہنچے یعنی موت یا طلاق کی اور علی مرتضی نے کہا کہ وہ عورت مبتلا ہوئی ہے تو اس کو صبر کرنا چاہیے تا وقتیکہ اس کی موت معلوم ہو یا طلاق اس واسطے کہ نکاح کا ثبوت معروف ہو چکا اور غیبت فرقت کی موجب نہیں اور موت خیز احتمال میں ہے تو نکاح شک سے زائل نہیں ہو سکتا اور عمر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ تعالی عنہ کے قول کی طرف آخر کو رجوع کیا ہے کذا فی المنح ۔ طحطاوی نے کہا مفتی ابو السعود نے قہستانی سے نقل کیا کہ اگر امام مالک کے قول پر موضع ضرورت میں فتوی دے یعنی حنفی المذہب تو سزاوار یہ ہے کہ لا باس بہ ومیت فی حق غیرہ فلا یرث من غیرہ حتی لو مات رجل عن ابنتین وابن مفقود وللمفقود بنتان وابن والترکۃ فی البنتین والکل مقرون بفقد الابن واختصموا للقاضی لا ینبغی لہ ان یحرک للمال عن موضعہ ای لا ینزعہ من ید البنتین خزانۃ المفتیین اور مفقود

Marfat.com

ہبت ہے اپنے غیر کے حق میں تو وارث نہ ہوگا غیر سے یہاں تک کہ اگر ایک مرد مر گیا دو بیٹیاں اور ایک بیٹا مفقود چھوڑ کر اور مفقود کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے اور ترکہ مورث کی دو بیٹیوں کے ہاتھ میں ہے اور سب لوگ مقر بفقدان ابن میت ہیں یعنی کسی کو اس کی حیات اور موت اور مکان معلوم نہیں اور انھوں نے قاضی سے نالش کی تو قاضی کو لائق نہیں کہ مال کو اس کے مکان سے جنبش دے یعنی مال کو مورث کی بیٹیوں کے ہاتھ سے نکالے کذا فی خزانۃ المفتین **ولا یستحق ما اوصی لہ اذا مات الموصی بل یوقف قسطہ الی موت اقرانہ فی بلدہ علی المذہب** لانہ الغالب واختار الزیلعی تفویضہ للامام اور مفقود مستحق نہیں اس مال کا جس کی وصیت ہوئی اس کے واسطے جب کہ وصیت کرنے والا مر گیا بلکہ مفقود کی وراثت کا حصہ اٹھا رکھا جائے اس کے شہر والے ہمعصروں کی موت تک بنا بر ظاہر مذہب کے اس واسطے کہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ آدمی اپنے سب اقران اور امثال سب سے زیادہ کمتر زندہ رہتا ہے اور اختیار کیا ہے زیلعی نے تفویض اس کی امام کے واسطے یعنی حاکم جس وقت مصلحت دیکھے تو اس کی موت کا حکم دے ھم مقابل ظاہر مذہب گیارہ قول ہیں ان میں اقل تیس سال کی تقدیر ہے بحر الرائق میں کہا تعجب ہے مشائخ سے کہ ظاہر مذہب کے مخالفت کیونکر اختیار کرتے ہیں حالانکہ مقلدین امام اعظم پر اتباع ظاہر المذہب واجب ہے **وطریق قبول البینۃ ان یجعل القاضی من فی یدہ المال خصما عنہ او ینصب علیہ فیما تقبل علیہ البینۃ** نہر اور طریق قبول شہادت کا یہ ہے کہ جس کے ہاتھ میں مفقود کا مال ہے اس کو قاضی خصم ٹھہرا دے مفقود کی طرف سے یا قاضی کسی کو اس کا کارندہ بنا کر اس پر گواہی قبول کرے کذا فی النہر قلت وفی واقعات المفتیین لقدری افندی مغربا للقنیۃ انما یحکم بموتہ لقضاء لانہ امر محتمل فلا بد ینضم الیہ القضا لا یکون حجۃ میں کہتا ہوں اور قدری افندی کے واقعات المفتیین میں قنیہ سے یہ منقول ہے کہ مفقود کی موت کا تو حکم قاضی کی قضا سے کیا جائے گا اس واسطے کہ اس کی موت امر محتمل ہے تو جب تک اس کی طرف قضاء قاضی منضم نہ ہوگی حجت نہ ہوگی ھم اور دوسرا قول یہ ہے کہ بمجرد انقضا مدت بلا قضا قاضی اس کی موت کا حکم ہوگا کذا فی القہستانی اور اقتصار قدری افندی کا قول اول پر اس کی ترجیح کا مفید ہے قدری افندی کا نام عبد القادر ہے کذا فی الطحطاوی **فان ظہر فبلہ قبل موت اقرانہ حیا فلہ ذلک القسط** پھر اگر مفقود زندہ ظاہر ہو قبل مرنے اپنے ہمعصروں کے تو اس کو وہ حصہ وراثت کا ملے گا جو اس کے واسطے اٹھا رکھا گیا ھم اور یہی حکم ہے اگر وہ زندہ ظاہر ہوا بعد مدت قبل حکم قاضی کے اور اگر زندہ ظاہر ہوا بعد اپنی موت کے حکم کے تو ظاہر اوہ اس میت کے برابر ہے جو زندہ ہو گیا اور مرتد کے برابر ہے جو مسلمان ہوا تو جو مال کہ وارثوں کے ہاتھ میں باقی ہوگا اس کو وہ پاوے گا اور جو مال صرف ہو گیا اس کا مطالبہ نہیں شیخ شاہین نے کہا کہ اس کی زوجہ اس کو ملے گی اور اولاد زوج ثانی کو کذا فی الطحطاوی عن المفتی ابی السعود فتاوی عالمگیری میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ اگر مفقود آیا بعد گذرنے مدت کے تو اپنی زوجہ کا وہی احق ہے اور اگر اس کی زوجہ نے دوسرے سے نکاح کر لیا تو اس کا اس پر کچھ اختیار نہیں **ویعدہ یحکم بموتہ فی حق مالہ یوم علم ذلک** ای موت اقرانہ **فتعتد منہ عدۃ الموت وتقسیم مالہ بین من یرثہ الان** اور بعد موت اقران کے اس کی موت کا حکم کیا جائے اس کے مال کے حق میں جس دن کہ یہ معلوم ہو یعنی اس کے اقران کا مرنا تو اسی دن سے اس کی زوجہ موت کی عدت میں بیٹھے اور اس کا مال تقسیم کیا جائے ان لوگوں کے درمیان میں جو اس کے اب وارث ہیں ھم اور جو اس کے وارث قبل موت کے مر گئے ان کو حصہ نہ ملے گا گویا مفقود اب مر گیا اور اسی طرح اس کے ام ولد اور مدبر اب آزاد ہوں گے **ویحکم بموتہ فی حق مال غیرہ من حین فقدہ فیرد الموقوف لہ الی من یرث مورثہ عند موتہ لما تقرر ان الاستصحاب وہو ظاہر الحال حجۃ دافعۃ لا مثبتۃ** اور بعد موت اقران حکم کیا جائے مفقود کی موت کا اس کے غیر کے مال کے حق میں جس وقت سے کہ وہ گم ہوا تو جو حصہ کہ اس کے واسطے اٹھا رکھا گیا تھا وہ پھیرا جاوے ان لوگوں کی طرف جو اپنے مورث کے وارث تھے اس کی موت کے نزدیک اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے علم اصول میں کہ استصحاب یعنی ظاہر حال حجت دافعہ ہے نہ مثبتہ ھم اسی واسطے اس کی موت کا حکم نہیں اس کے مال کے حق میں گم ہونے کے وقت سے اس واسطے کہ ظاہر حال اس کی حیات پر دلالت کرتا ہے اور وہ مقتضی ہے عدم موت کا **ولو کان مع المفقود وارث**

Marfat.com

یجب بہ لم یعط الوارث شیئا وان انتقض حقہ بہ اعطی اقل النصیبین ویوقف الباقی اور اگر مفقود کے ساتھ ایسا وارث ہو جو محجوب ہوتا نہ مفقود کے سبب سے تو اس وارث کو کچھ نہ دیا جائے گا اور اگر وارث کا حق گم ہوتا ہو مفقود کے سبب سے تو اس کے دو حصوں میں سے اس کو کم حصہ دیا جائیگا اور باقی اٹھا رکھا جائے گا ھم مثلاً ایک شخص مرگیا دو بیٹیاں اور ایک مفقود بیٹا اور ایک پوتا یا پوتی چھوڑ کر اور مال مورث کا اجنبی کے ہاتھ میں ہے اور سب وارثوں نے فقدان ابن میں اتفاق کیا پھر دونوں بیٹیوں نے میراث طلب کی تو ان کو نصف دیا جائے گا اس واسطے کہ اتنا ان کا حصہ بہر صورت متیقن ہے اور نصف باقی اٹھا رکھا جائے گا اور اولاد ابن کو کچھ نہ ملے گا اس واسطے کہ وہ محجوب ہیں اگر مفقود زندہ ہو تو وہ میراث کے مستحق نہ ہوں گے بسبب تک کے اور اجنبی کے ہاتھ سے مال نہ لیا جائے گا تاوقتیکہ اس کی خیانت نہ ظاہر ہو کذا فی المنح کالحمل ومحل الفرائض ولذا حذفہ القدوری وغیرہ مانند حمل کے اور محل اس گفتگو کا فرائض ہے لہذا قدوری وغیرہ نے اس کو یہاں حذف کیا ھم یعنی اگر حمل کے ساتھ دوسرا ایسا وارث ہو جو کسی طرح ساقط نہ ہوتا ہو اور حمل متغیر نہ ہوتا ہو تو اس کو پورا حصہ ملے گا بسبب اس کے متیقن ہونے کے ہر حال میں چنانچہ اگر مورث نے ایک بیٹا اور حاملہ زوجہ چھوڑی تو زوجہ کو آٹھواں حصہ ملے گا اور اگر ایسا وارث ہو کہ حمل سے اس کا حصہ ساقط ہو جاتا ہو تو اس کو کچھ نہ دیا جائے گا اور اگر ایسا وارث ہو جس کا حصہ حمل سے متغیر ہو جاتا ہو تو اس کو اقل النصیبین ملے چنانچہ اگر مورث نے زوجہ حاملہ اور جدہ چھوڑی تو جدہ کو چھٹا حصہ دیا جائے گا اس واسطے کہ اس کو تغیر نہیں اور اگر حاملہ اور بھائی کو چھوڑا تو اسکو کچھ نہ ملے گا اسواسطے کہ بھائی ساقط نہیں ہوتا بیٹی سے بلکہ عصبہ ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ حاملہ بیٹی جنے اور ساقط ہو جاتا ہے بیٹے کے سبب سے اور جائز ہے کہ حاملہ بیٹا جنے تو امر دائر ہوا سقوط اور عدم سقوط میں تو اصل استحقاق مشکوک فیہ ہوا لہذا اس کو کچھ نہ ملے گا اور حمل کے واسطے ابن واحد کا حصہ اٹھا رکھا جائے گا اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المنح والطحطاوی **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کالیس للقاضی تزویج امۃ غائب ومجنون وعبدہما ولہ ان یکاتبہا وبیعہما قاضی کو درست نہیں غائب اور مجنون کی لونڈی اور ان کے غلام کا نکاح کر دینا اور اس کو اختیار ہے ان کے مکاتب کرنے اور بیچ ڈالنے میں اور اسی طرح ان کو اجارہ دینے میں کذا فی شرح الملتقی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم۔

Marfat.com

کتاب الشرکۃ

یہ کتاب ہے شرکت کے احکام میں لایخفی مناسبتہا للمفقود من حیث الامانۃ بل قد تتحقق فی مالہ عند موت مورثہ پوشیدہ نہیں مناسبت شرکت ساتھ مفقود کے امانت کی جہت سے بلکہ گاہے شرکت ثابت ہوجاتی ہے مفقود کے مال میں اس کے مورث کے مرنے کے وقت ہم مصنف کتاب الشرکت کو کتاب المفقود کے بعد لایا دو وجہ کی مناسبت سے ایک وجہ یہ ہے کہ ایک شریک کا مال دوسرے شریک کے پاس امانت ہوتا ہے جیسے مفقود کا مال شخص حاضر کے پاس امانت ہوتا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ گاہے مفقود کے مال میں شرکت متحقق ہوجاتی ہے چنانچہ اگر مفقود کا مورث مرگیا زندہ مفقود اور دوسرے وارث کو چھوڑ کر اور یہ مناسبت انہیں دونوں میں مخصوص ہے اور پہلی مناسبت عام ہے دونوں میں اور آبق اور لقطہ اور لقیط میں اگر لقیط کے ساتھ مال ہو کذا فی المنح ہی بکسر فسکون فی المعروف لغۃ الخلطۃ سمی بہا العقد لانہا سببہ شرکت بکسر اول وسکون ثانی بقول معروف لغت میں عبارت ہے خلط سے یعنی دو حصوں کو اس طرح ملانا کہ جدائی باقی نہ رہے اس عقد کا نام شرکت رکھا گیا اس واسطے کہ شرکت سبب ہے عقد کی طحطاوی نے کہا ضمیر مسببہ کی عقد کی طرف راجع ہے اور بعضے نسخوں میں لانہا سببہ ہے اور اس میں قلب ہے بلکہ لانہ سببہا کہنا ٹھیک ہے وشرعا عبارۃ عن عقد بین المتشارکین فی الاصل والربح جوہرہ اور اصطلاح شرع میں شرکت عبارت ہے عقد بین المتشارکین سے اصل یعنی راس المال اور منفعت میں کذا فی الجوہرہ تو اگر منفعت میں شرکت ہو نہ راس المال میں تو وہ مضاربت ہے اور اگر راس المال میں ہو نہ منفعت میں تو وہ بضاعت ہے کذا فی الطحطاوی ورکنہا فی شرکۃ العین اختلاطہما اور رکن شرکت کا شرکۃ العین میں دونوں بالوں کا مل جانا ہے یعنی دونوں بالوں میں ایسا اختلاط ہو کہ ایک کی تمیز دوسرے متعذر یا متعسر ہو اور اختلاط کے مانند خلط ہے یعنی اور مال کا ملنا اور ملانا یکساں ہے حکم میں کذا فی الحلبی وفی العقد اللفظ المفید لہ اور رکن شرکت کا شرکۃ العقد میں وہ لفظ جو عقد کا مفید ہو یعنی ایجاب اور قبول رکن ہے چنانچہ یوں کہنا ایک شریک کا کہ میں تیرا شریک ہوا فلانی فلانی چیز میں اور دوسرے شریک کا یوں کہنا کہ میں نے قبول کیا وشرط جواز کون الواحد قابلا للشرکۃ اور جواز شرکت کی شرط ہونا ایک چیز کا یعنی معقود علیہ کا قابل شرکت کے ہم قابل شرکت کی قید سے وقف معین سے احتراز ہوگیا تو ناظر وقف کو جائز نہیں کہ غیر مستحق وقف کو ساتھ مستحق کے شریک کرے وہی ضربان شرکۃ ملک وہی ان یملک متعدد اثنان فاکثر عینا او حفظا کتوب ہبۃ الریح فی دارہما فانہما شریکان فی الحفظ قہستانی اور شرکت دو قسم ہے ایک شرکت ملک کی وہ یہ ہے کہ چند شخص دو ہوں یا زیادہ مالک ہوں ایک چیز موجود کے یا مالک ہوں حفاظت کے چنانچہ ایک کپڑا ہوا نے اڑا کر دو شخصوں کے گھر میں ڈال دیا تو وہ دونوں شریک ہیں اس کی حفاظت میں کذا فی القہستانی اودینا علی ما ہو الحق فلو دفع المدیون لاحدہما فللآخر الرجوع بنصف ما اخذ فتح وسیجئ متنا فی الصلح یا چند لوگ مالک ہوں دین کے بنا بر اس قول کے جو حق ہے تو اگر مدیون ایک شریک کو دین ادا کرے تو دوسرے شریک کو نصف دین ماخوذ کا لینا جائز ہے کذا فی الفتح اور یہ مسئلہ کتاب الصلح کے متن میں آوے گا ہم بعضوں نے کہا کہ دین میں شرکت نہیں الا مجازاً اس واسطے کہ دین وصف شرعی ہے کہ مملوک نہیں ہوتا اور حق یہ ہے کہ شرعاً مملوک ہوتا ہے بدلیل تفریع شارح وان من خیل اختصاصہ بما اخذہ ان یہبہ لرب الدین حصتہ وہبا تیرا اور جو دین کہ شریک نے لیا اس کے اختصاص کی یہ تدبیر ہے کہ شریک آخذ کو مدیون بقدر اس کے حصہ کے ہبہ کرے

Marfat.com

اور مالک دین اس کو اپنا حصہ ہبہ کرے کذا فی الوہبانیہ ھ ہبہ دین مجاز ہے اسقاط سے ولہذا غیر مدیون کو ہبہ کرنا جائز ہے **بارث او بیع** اوغیرہا بای سبب کان جبریا او اختیاریا ولو متعاقبا کما لو اشتری شیئا ثم اشترک فیہ آخر مدیۃ چند شریک مالک ہوں بسبب ارث کے یا بیع کے یا سوائے ان کے جس سبب سے کہ ملک حاصل ہو خواہ سبب جبری ہو یا اختیاری اگرچہ ملک متعاقب ہو چنانچہ اگر ایک شخص نے کسی چیز کو خرید کیا پھر اس میں دوسرے شخص کو شریک کر لیا کذا فی المنیۃ ھ سوائے ارث اور بیع کے منجملہ اسباب ملک ہبہ ہے اور صدقہ اور دو شخصوں کا غالب ہو جانا حربی کے مال پر یا تھیلی پھٹ کر دو شخصوں کا مال مل جانا بلا قصد تخلیط یا بقصد اس طرح خلط کرنا کہ تمیز متعذر ہو یا متعسر چنانچہ گیہوں کا جو میں ملا دینا ان سب صورتوں میں شرکت املاک متحقق ہوتی ہے **وکل من شرکاء الملک اجنبی فی الامتناع من تصرف مضر فی مال صاحبہ** لعدم تضمنہا الوکالۃ اور ہر شریک شرکاء ملک سے اجنبی کے مانند ہے اس تصرف کے امتناع میں جو مضر ہے اس کے ساتھی کے مال میں یعنی شریک کے حصے میں تصرف مضر اس کو کرنا جائز نہیں لیکن متضمن ہونے شرکۃ الملک کے وکالت کو ھ تصرف مضر کی قید اس واسطے لگائی کہ تصرف غیر مضر جائز ہے چنانچہ مشترک گھر کی چھت پر چڑھنا یا مشترک زمین میں کھیتی کرنا بشرط حصول منفعت درصورت غیبت شریک کذا فی القہستانی **فصح لہ بیع حصتہ ولو من غیر شریکہ بلا اذن الا فی صورۃ الخلط لما لیہما بفعلہما** کحنطۃ لشعیر وکبناء وشجر وزرع مشترک قہستانی وتمامہ فی فصل الثلثین من العمادیۃ ونحوہ فی فتاوی ابن نجیم تو صحیح ہے بیچنا اپنے حصے کا اگرچہ غیر شریک کے ہاتھ بیچا ہو بدوں اس کے اذن کے مگر خلط کی صورت میں غیر شریک سے بیچنا بلا اذن جائز نہیں یعنی دو شخصوں نے دو مال اپنے فعل اختیاری سے ملائے جیسا گیہوں کو جو سے ملانا اور چنانچہ عمارت اور درخت اور کھیتی مشترک کذا فی القہستانی اور پورا بیان اس کا عمادیہ کی تیسویں فصل میں ہے اور اسی کے مانند ابن نجیم کے فتاوی میں ہے، ھ خلط میں فعل شریکین کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر ایک شخص خلط کرے گا تو وہ دوسرے کے مال کا مالک ہو جائے گا ضمان دے کر شرکت نہ رہے گی اگر کوئی کہے کہ خلط اور اختلاط کی صورت میں اور ان کی غیر میں کیا فرق ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جب دو شریکوں میں ابتدا سے شرکت ہوئی اس طرح پر کہ دونوں نے گیہوں کو خرید کیا یا وراثت میں پایا تو ہر دانہ گیہوں کا دونوں میں مشترک ہوا تو ہر شریک کو اپنا حصہ شائع بیچنا شریک سے یا اجنبی سے جائز ہے بخلاف خلط اور اختلاط کے کہ اس میں ہر ہر دانہ پورا مملوک ہے ایک شخص کا اس میں دوسرے کی شرکت نہیں پھر جب اپنا حصہ غیر شریک کے ہاتھ پر بیچا تو اس کی تسلیم پر قادر نہ ہوگا مگر حصۂ شریک کو مخلوط کر کے لہذا اس کے اذن پر بیع موقوف ہوگی اور اگر شریک کے ہاتھ پر بیچے گا تو جائز ہے بسبب قدرت علی التسلیم کے جیسے اجارہ مشاع کا شریک سے جائز ہے اور ظاہر ابیان شارح کا مقتضی ہے کہ عمارت اور درخت اور زراعت مشترکہ من قبیل خلط ہے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس میں بیع کا متوقف ہونا شریک کے اذن پر اس واسطے ہے کہ شریک کو درخت کے اکھاڑنے اور عمارت کے ڈھانے سے ضرر پہنچے گا کذا فی الطحطاوی وفیہا بعد ورقتین ان المبطل کذلک لکن فیہا بعد ورقتین اخریین جواز بیع البناء او الغرس المشترک فی الارض المحتکرۃ ولو لاجنبی فتنبہ اور ابن نجیم کے فتاوی میں دو ورق کے بعد ہے کہ خربوزوں کی فالیز بھی اسی طرح ہے یعنی اس کی بیع اجنبی سے جائز نہیں لیکن اسی کتاب میں اور دو ورقوں کے بعد جواز بیع ہے عمارت اور شجر مشترک کا جو ارض محتکرہ میں قائم ہے اگرچہ اس کی بیع اجنبی سے کی ہو لو جبر دار رہنا ھ شارح نے تناقض کتاب مذکور پر آگاہ کر دیا اور اطمینان دل کے لائق وہ قول ہے جو اور کتب معتمدہ کے موافق ہے بیع بنا اور غرس کی اجنبی سے جائز نہیں کذا فی الطحطاوی فلا یجوز بیعہ الا باذنہ ولو کانت الدار مشترکۃ تو جائز نہیں اشیاء مشترکہ کی بیع بلا اذن شریک کے اگرچہ گھر مشترک ہو ھ حلبی نے کہا کہ عدم جواز بیع راجح ہے خلط مالین اور اس کے مابعد کی طرف دار بینہما باع احدہما بیتا معینا او نصبہ من بیت معین فللاخر ان یبطل البیع ایک گھر مشترک ہے دو شریکوں میں ایک شریک نے ایک معین کوٹھڑی یا اپنا حصہ ایک معین کوٹھڑی سے بیچا تو دوسرے شریک کو جائز ہے کہ بیع کو باطل کر ڈالے اس واسطے کہ بائع کا

Marfat.com

حصہ مبیع میں متحقق نہیں اس احتمال سے کہ شاید قسمت کے وقت جس کو بائع نے بیچا ہے اس کے شریک کے حصے میں پڑے ہاں اگر اپنا حصہ بلا تعیین مکان بیچا
تو جائز ہوتا وفی الواقعات داربین رجلین باع احدہما نصیبہ لا خرلم یجز لانہ لا یخلو اما ان باعہ بشرط الترک او بشرط القلع او الہدم اما الاول فلا یجوز لانہ شرط منفعۃ
للمشتری سوی البیع فصار کشرط اجارۃ فی البیع ولا یجوز بشرط الہدم والقلع لان فیہ ضررا بالشریک الذی لم یبع اور واقعات میں ہے کہ ایک گھر مشترک
ہے دو مردوں میں ان میں سے ایک نے اپنا حصہ اجنبی کے ہاتھ بیچا تو جائز نہیں اس واسطے کہ دو حال سے خالی نہیں کہ یا اس نے بیع کی ہے
بشرط ترک کے یعنی جیسا گھر ہے ویسا ہی بنا رہے یا بیع کی ہے بشرط قلع یا ہدم کے پہلی صورت تو جائز نہیں اس واسطے کہ بائع نے مشتری کی منفعت
شرط کی ہے سوائے بیع کے تو یہ شرط مانند شرط اجارہ کے ہوئی بیع میں اور بشرط ہدم اور قلع بھی جائز نہیں اسواسطے کہ گھر کے گرانے میں اس شریک کا
ضرر ہے جس نے اپنا حصہ نہیں بیچا ھم بیع مذکور سے فقط عمارت کی بیع مراد ہے چنانچہ عمادیہ میں مصرح ہے اور اگر شریک نے اپنا تمام حصہ یعنی عمارت
کو ساتھ زمین کے بیچا تو اس کے جواز کا کوئی مانع نہیں کذا فی الحلبی اور اجارہ شرط کرنا بیع میں اس طرح کہ عمارت کا حصہ بیچنے کے وقت اس کی
زمین کا اجارہ شرط کرے تو یہ جائز نہیں اس واسطے کہ ادخال ایک عقد کا ہے دوسرے عقد میں وفی الفتاوی شجرۃ بین قوم باع احدہم نصیبہ مشاعا و
الاشجار قد انتہت او ان القطع حتی لا یضر بہا القطع جاز الشراء وللمشتری ان یقطع لانہ لیس فی القسمۃ ضرر اور فتاوی میں ہے کہ درخت مشترک بین
ایک قوم میں اس میں سے ایک شخص نے اپنا حصہ بلا تعیین بیچا اور حالانکہ درختوں کے کاٹنے کا زمانہ پورا ہو چکا کہ اب مشتری اور شریک کو کاٹنا ضرر نہیں
کرتا تو خرید کرنا جائز ہے اور مشتری کو کاٹنا درست ہے اس واسطے کہ قسمت میں ضرر نہیں ھم طحطاوی نے کہا قطع مشتری بعد تقسیم درست ہے اور یہ
حکم ان اشجار میں ہے جن میں قطع کرنا مقصود ہوتا ہے یعنی جیسے شیشم اور ساکھو اور جن درختوں سے پھل مقصود ہوتا ہے ان کا یہ حکم نہیں وفی
النوازل باع نصیبہ من الشجرۃ بلا ارض بلا اذن شریکہ ان بلغت اوان انقطاعہا جاز البیع لانہ لا یتضرر المشتری بالقسمۃ وان لم یبلغ فسد لتقرره
بہا اور نوازل میں ہے کہ ایک شریک نے اپنا حصہ اشجار میں سے بدوں زمین کے بلا اذن شریک بیچا اگر اس کے قطع کا وقت ہے تو بیع جائز ہے اس واسطے کہ
مشتری کو ضرر نہ ہوگا قسمت سے اور اگر قطع کا وقت ہنوز نہیں پہنچا تو بیع فاسد ہے بسبب ضرر پانے مشتری کے قسمت سے وفیہا باع بناء بلا ارض
علی انہ یترک المشتری البناء فالبیع فاسد عمادیۃ من الفصل الثلثین من مسائل الشیوع اور نوازل میں ہے کہ ایک شریک نے عمارت بدوں زمین کے بیچی اس شرط پر
کہ مشتری عمارت کو چھوڑے یعنی بدستور سابق قائم رکھے تو بیع فاسد ہے کذا فی العمادیہ مسائل شیوع کی تیسویں فصل سے طحطاوی نے کہا اشجار اور عمارت کے
دونوں مسئلے مکرر ہو گئے پہلا مسئلہ فتاوی میں مذکور ہے اور دوسرا واقعات میں والاختلاط بلا صنع من احدہما فلا یجوز بیعہ الا باذنہ لعدم شیوع الشرکۃ
فی کل جزء بخلاف نحو حمام وطاحون وعبد ودابۃ حیث یصح بیع حصتہ اتفاقا کما بسطہ المصنف فی فتاواہ بیع مشترک کی بلا اذن شریک صحیح ہے مگر خلط
اور اس اختلاط کی صورت میں جو بلا صنعت احد الشریکین کے حاصل ہو تو اس کی بیع جائز نہیں مگر باذن شریک بسبب شائع ہونے شرکت کے ہر ہر دانہ
میں بخلاف مانند حمام اور چکی اور غلام اور جانور مشترک کے اس واسطے کہ ان میں سے اپنا حصہ بیچنا بالاتفاق صحیح ہے چنانچہ اس کو مشرح بیان کیا
ہے مصنف نے اپنے فتاوی میں ھم اختلاط بلا صنعت کی صورت یہ ہے مثلاً کہ تھیلی پھٹ کر دراہم مل گئے یا گٹھیا پھٹ کر گیہوں یا جو مختلط ہو
گئے اور عدم شیوع شرکت عدم جواز بیع کی علت ہے خلط اور اختلاط کی دونوں صورتوں میں چنانچہ مسئلہ خلط میں اس کی تصریح ہو چکی تم الظاہر ان البیع
لیس بقید بل المراد الاخراج عن الملک لو ہبۃ او وصیۃ وتمامہ فی الرسالۃ المبارکۃ فی الاشیاء المشترکۃ وہی نافعۃ لمن ابتلی بالافتاء پھر ظاہر یہ ہے کہ مصنف
کے قول مذکور میں بیع کی قید نہیں بلکہ بیع سے مراد اخراج ہے اپنے ملک سے اگرچہ اخراج بسبب ہبہ یا وصیت کے ہو اور پورا بیان اس کا رسالہ مبارکہ
فی الاشیاء المشترکہ میں ہے اور وہ رسالہ اس شخص کو نافع ہے جو مبتلا بافتا ہو یعنی مفتی کو مفید ہے ھم رسالہ مبارکہ صاحب نہر الفائق کی تصنیف ہے

Marfat.com

کذا فی النہر وزاد الوانی محشی الدرر الشفعۃ ایضا فراجعہ اور وانی محشی درر نے شفعہ کو بھی زیادہ کیا ہے خلط اور اختلاط پر تو اس کی طرف مراجعت کرو ھ حاشیہ مذکور کی عبارت کا یہ مطلب ہے کہ استثناء صورت خلط اور اختلاط پر یہ اعتراض وارد ہے کہ مصنف کو لائق تھا کہ استثناء صورت شفعہ کا بھی اشارہ کرتا اس واسطے کہ اگر دو شخص وارث ہوں زمین کے تو ایک وارث کو اپنا حصہ زمین مذکور غیر شریک سے بیچنا جائز نہیں بلا اذن شریک کذا فی الطحطاوی واما الانتفاع بہ بغیبتہ شریکہ ففی بیت وخادم وارض ینتفع بالکل ان کانت الارض ینفعہا الزرع والالا بحر بخلاف الدابۃ ونحوہا وتمامہ فی الفصل الثالث والثلثین من الفصولین اور فائدہ لینا چیز مشترک سے اپنے شریک کی غیبت میں سو بیت اور خادم اور زمین میں تو بالکل مشترک سے منتفع ہو اگر زمین کو زراعت فائدہ کرتی ہو اور اگر زمین کو ضرر ہو زراعت سے تو جائز نہیں کذا فی البحر بخلاف جانور اور اس کے مانند کے اور اس کا پورا بیان فصولین کی تینتیسویں فصل میں ہے ھ حموی نے کہا کہ بالنور مشترک پر سوار نہ ہو بغیر اذن شریک کے اس واسطے کہ سواری میں تفاوت ہوتا ہے یعنی واقف کار کی سواری سے جانور کو تکلیف نہیں اور ناواقف کی سواری سے مشقت ہوتی ہے اور علمانے کہا ہے کہ مشترک لونڈی ایک دن ایک شریک کے پاس رہے اور دوسرے دن دوسرے کے پاس انتہی اب چند مسائل مہایاۃ کے بمناسبت مقام مذکور ہوتے ہیں جن کو مفتی ابوالسعود نے سراج سے نقل کیا ہے مہایاۃ عبارت ہے باری مقرر کرنے سے منافع مشترکہ میں سو معلوم کرنا چاہیے کہ باری باندھنا منافع مشترکہ میں جائز ہے بنا بر استحسان کے اور اس میں قاضی کا جبر جاری ہے قسمت کے مانند مگر یہ کہ قسمت اقوی ہے استکمال منفعت میں اس واسطے کہ اس میں منافع کا اجتماع ہے زمان واحد میں اور مہایاۃ میں اجتماع منافع علی التعاقب ہے اور مہایاۃ باطل نہیں ہوتی موت سے تو وہ از قسم اجارہ اور عاریت نہیں کہ ان کا بطلان ہو جاتا ہے موت سے اور جب ایک شریک طالب قسمت کا ہو تو نقض اسکا جائز ہے اور کوئی ایسا عقد نہیں جس کا فسخ دوسرے کی طلب سے جائز ہو سوائے مہایاۃ کے اور مہایاۃ تین قسم پر ہے ایک مہایاۃ اس چیز میں ہے جو اصل کی قسمت کرنے سے بھی حاصل ہے اور اختلاف مستعمل سے مختلف نہیں تو یہ قسم صحیح ہے چنانچہ ایک گھر دو شخصوں میں مشترک ہے سو انھوں نے آپس میں یہ قرار دیا کہ بعضے مکان میں ایک رہے اور بعضے میں دوسرا اس میں بیان مدت کی کچھ حاجت نہیں ہر شخص کو جائز ہے کہ آپ اس میں رہے یا اتنا مکان اس گھر کا کرایہ کو دے اور اگر آپس میں یہ قرار پایا کہ ایک شخص کو جاڑے پر ہے اور دوسرا اینچے تو بھی جائز ہے دوسری قسم مہایاۃ کی وہ ہے جو اس شے کے منافع میں ہو جو اصل کی قسمت کرنے سے حاصل نہیں ہو سکتی لیکن اختلاف پذیر نہیں چنانچہ دو غلام میں یوں قرار دینا کہ ایک غلام ایک مولی کی خدمت کرے اور دوسرا غلام دوسرے مالک کی خدمت کرے اور یہ جائز ہے صاحبین کے قول پر بسبب جائز ہونے قسمت رقیق کے اور امام اعظم اگرچہ جواز قسمت رقیق کے قائل نہیں لیکن ان کے نزدیک قسمت فی المنافع جائز ہے اس واسطے کہ جنس واحد غیر مختلف ہے تیسری قسم مہایاۃ کی وہ ہے جو منافع مختلفہ میں ہو چنانچہ سواری کے دو جانوروں میں یہ بات مقرر ہو کہ ایک پر ایک شریک سوار ہو اور دوسرے پر دوسرا یا دونوں جانور دونوں شریکوں کی سواری میں رہیں تو یہ مہایاۃ جائز نہیں بسبب مختلف ہونے منفعت دواب کے اور اسی طرح ایک سواری پر باری باری سوار ہونا بھی جائز نہیں بخلاف عبد واحد اس واسطے کہ یہ سوار ہونا مختلف ہے باعتبار رفاقت سوار کے اور خدمت غلام کی مختلف نہیں اس واسطے کہ غلام اپنے اختیار سے خدمت کرتا ہے مالا یطاق کا متحمل نہیں ہوتا اور جانور سواری میں مجبور رہے اور اگر دو شریکوں نے ایک نخل یا شجر میں یہ مقرر کیا کہ ہر شخص ایک جانب کے پھل لیا کرے یا بکری میں ایک تھن کا ایک شخص دودھ لے اور دوسرے تھن سے دوسرا شریک لے تو جائز نہیں اس واسطے کہ مہایاۃ منافع کے ساتھ مخصوص ہے اس سبب سے کہ ان کو بقا نہیں تو قسمت ان میں متعذر ہے اور پھل اور دودھ شے موجود ہے ان میں تو بخوبی قسمت ہو سکتی ہے بعد حصول کے علاوہ اس کے اولاد اور البان متفاوت ہیں اور اعیان میں قسمت جائز نہیں الا بتعدیل کذا فی الطحطاوی ملخصا اور طحطاوی نے کہا فصولین کی فصل مذکور میں مذکور ہے کہ مشترک گھر میں ایک شریک رہا دوسرے شریک کی غیبت میں تو اس پر حصہ شریک غائب کا کرایہ لازم نہیں اگرچہ وہ گھر کرایہ کے واسطے مہیا ہو

Marfat.com

اس واسطے کہ سکونت کے حق میں مشترک گھر ہر شریک کا مملوک قرار دیا جاتا ہے علی سبیل الکمال اس واسطے کہ اگر ایسا نہ ہو تو ہر شریک کا اس میں داخل ہونا اور بیٹھنا اور اسباب رکھنا ممنوع ہو تو منافع ملک بالکل باطل ہو جاویں اور حالانکہ یہ جائز نہیں پھر جب کہ یہ ٹھہرا تو شریک حاضر اپنی ملک میں ساکن رہا تو اس پر کرایہ نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ تاویل ملک اس میں رہا **وشرکۃ عقد** ای واقعۃ بسبب عقد قابلۃ للوکالۃ اور دوسرے قسم شرکت کی عقد شرکت ہے یعنی وہ شرکت جو واقع ہے بسبب عقد کے قابل ہے واسطے وکالت کے **ورکنہا** ای ماہیتہا **الایجاب والقبول** ولو معنی کما لو دفع لہ الفا وقال اخرج مثلہا واشترو الربح بیننا اور رکن اس کا یعنی شرکۃ العقد کی ماہیت اور حقیقت ایجاب اور قبول ہے اگرچہ ایجاب اور قبول لفظی نہ ہو بلکہ معنوی ہو چنانچہ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دیے اور کہا کہ تو بھی ایسے درم نکال اور اشیا تجارت کو مول لے اور نفع ہمارے تمہارے درمیان نصفا نصف ہے **ھم** جب کہ دوسرے شخص نے دراہم مذکورہ کو لیا اور اتنے دراہم اپنے پاس سے نکالے تو شرکت منعقد ہو گئی کذا فی البحر **وشرطہا** ای شرکۃ العقد **کون المعقود علیہ قابلا للوکالۃ** فلا تصح فی مباح کاحتطاب اور شرکۃ العقد کی شرط ہے ہونا معقود علیہ کا قابل وکالت کے تو صحیح نہیں شرکت امر مباح میں جیسے جنگل کی لکڑیاں لینا **ھم** معقود علیہ یعنی جس کلم کے واسطے شرکت واقع ہوئی اس میں قابلیت وکالت اس واسطے شرط ہوئی تاکہ جس چیز کو دونوں شریک حاصل کریں وہ دونوں میں مشترک واقع ہو تو فاعل کے واسطے بطریق اصالت کے ہوگی اور شریک کے واسطے بطریق وکالت کے تو یہ بات مباحات میں حاصل نہ ہوگی چنانچہ جنگل کی لکڑیوں اور گھاس اور شکار میں اس واسطے کہ توکیل ان میں صحیح نہیں تو مباحات کو جو شخص حاصل کرے گا وہی بالخصوص اس کا مالک ہوگا نہ اس کا شریک کذا فی الزیلعی **وعدم ما یقطعہا کشرط دراہم مسماۃ من الربح لاحدہما لانہ قد لا یربح غیر المسمی وحکمہا الشرکۃ فی الربح** اور شرکۃ العقد کی دوسری شرط نہ ہونا اس کا جو قاطع ہے شرکت کا چنانچہ شرط کر لینا دراہم معینہ کا منفعت سے ایک شریک کے واسطے اس واسطے کہ ممکن ہے کہ گاہے منفعت سوائے قدر معین کے نہ ہو اور حالانکہ[1] حکم شرکت کا اشتراک فی المنفعت ہے **ھم** مثلاً زید اور خالد شریک ہیں تجارت میں اور زید نے ہزار روپے دیئے اور خالد سے کہا کہ مجھ کو دو یا چار روپیہ سینکڑہ مشاہرہ دیا کرنا تو یہ شرط ناجائز ہے اور مفسد شرکت اس واسطے کہ شاید کبھی دو یا چار کے سوا منفعت نہ ہوئی تو خالد منفعت سے بے نصیب رہا یا مطلق فائدہ نہ ہو فتاوی عالمگیری میں بدائع سے منقول ہے کہ شرکۃ العقد کی یہ شرط ہے کہ فائدہ معلوم القدر ہو سو اگر مجہول القدر ہوگا تو مفسد شرکت ہے اور یہ شرط ہے کہ فائدہ جز شائع ہو فی الجملہ نہ معین یعنی شریک اپنے واسطے نصف منفعت ٹھہرا لے یا تہائی سو اگر دس یا سو درم کی تعیین ہوگی تو شرکت فاسد ہو جائے گی انتہی **وہی** اربعۃ مفاوضۃ وعنان وتقبل ووجوہ وکل من الاخیرین یکون مفاوضۃ وعنانا کما سیجئ اور شرکۃ العقد چار قسم پر ہے ایک مفاوضہ دوسری عنان تیسری تقبل چوتھی وجوہ اور پچھلی دو قسموں سے مفاوضہ اور عنان بھی ہوتی ہے چنانچہ آوے گا **ھم** بحر الرائق میں کہا کہ زیلعی نے شرکت کو چھ قسم کہا ہے اس اعتبار سے کہ یا شرکت بالمال ہے یا شرکت بالاعمال ہے یا شرکت بالوجوہ اور ہر ایک دو قسم ہیں مفاوضہ اور عنان اور یہی تقسیم بہتر ہے اور اسی کو طحاوی اور کرخی نے ذکر کیا ہے اس واسطے کہ چار قسم کہنا جیسا کہ شارح نے کہا ہے اس کا موہم ہے کہ اخیرین یعنی تقبل اور وجوہ میں مفاوضہ اور عنان نہیں ہوتی انتہی اور عالمگیری میں ذخیرہ سے بھی اقسام ستہ مذکورہ منقول ہیں **اما مفاوضۃ من التفویض بمعنی المساواۃ فی کل شیئ** اور شرکۃ العقد یا مفاوضہ ہے اور مفاوضہ مشتق ہے تفویض سے اور تفویض بمعنی مساواۃ ہے یعنی ہر چیز میں برابر ہونا **ھم** مشتق ہونا مفاوضہ کا تفویض سے دلالت کرتا ہے کہ مزید بھی مزید سے مشتق ہوتا ہے اور یہ خلاف مشہور ہے کذا فی شرح الملتقی قاموس میں کہا کہ مفاوضہ عبارت ہے اشتراک فی کل شیئ اور مساوات سے لہذا ہدایہ میں کہا چونکہ یہ شرکت عام ہے جمیع تجارات میں ہے اور تفویض کرتا ہے ہر شریک دوسرے کو امر شرکت کا علی الاطلاق اس واسطے یہ عقد مسمی بہ مفاوضہ ہے لیکن مفاوضہ اصطلاحیہ میں ہر چیز کی

[1] مترجم ثانی کے نزدیک یہ جملہ حالیہ نہیں بلکہ مستانفہ ہے یعنی ماتن نے رکن اور شرط کو بیان کیا تھا شارح نے اس کا حکم بیان کیا کہ شرکت کا اثر مترتب یہ ہے کہ نفع میں شرکت ہو۔ ۱۲

Marfat.com

مساوات لازم نہیں اس واسطے کہ زیادتی ہر شریک کی دوسرے پر باعتبار زمین اور اسباب کے مضر شرکت نہیں اور بعضوں نے کہا کہ مفاوضہ مشتق ہے فوض بمعنی انتشار اور اشتہار سے چونکہ یہ عقد جمیع تصرفات کے انتشار اور ظہور پر مبنی ہے لہذا اس کو مفاوضہ کہا **ان تضمنت وکالۃ و کفالۃ لصحۃ الوکالۃ بالمجہول ضمنا لا قصدا** شرکت یا مفاوضہ ہے اگر وہ وکالت اور ضمانت کی متضمن ہو بسبب صحیح ہونے مجہول کی وکالت کے ضمناً نہ قصداً **اھ** یہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ وکالت بالمجہول جائز نہیں تو لازم ہے کہ شرکت مفاوضہ جائز نہ ہو کہ مجہول الجنس کی وکالت کو متضمن ہے شارح نے اس کا جواب دیا کہ وکالت بالمجہول قصداً البتہ صحیح نہیں لیکن ضمناً صحیح ہے چنانچہ مضاربت صحیح ہے باوجود جہالت کے اس واسطے کہ مضاربت چیز مجہول کی خرید کی توکیل سے عبارت ہے لیکن درضمن عقد مضاربت وتسا ویا مالا تصح به الشرکۃ اور بشرطیکہ دونوں شریک اس مال میں برابر ہوں جس سے شرکت صحیح ہے **ھ** صحت شرکت کی قید سے عرض اور عقار خارج ہے تو اس کی زیادتی مضر مفاوضہ نہیں وکذا رسجا کما حققہ الزیلعی اور اسی طرح منفعت میں دونوں برابر ہوں جیسا کہ دانی نے اس کی تحقیق کی ہے **ھ** دانی نے حاشیۂ درر میں کہا کہ شرکت مفاوضہ عبارت ہے مساوات جمیع متعلقات شرکت سے تو یہ منفعت کی برابری کو بھی مقتضی ہے ولہذا فقہا نے اس کا تعرض نہیں کیا کرخی نے اپنے مختصر میں منجملہ شرائط صحت مفاوضہ کہا ہے کہ دونوں منفعت میں برابر ہوں بلا تفصیل کذا فی الطحطاوی **وتصرفا ودینا** لا یخفی ان التساوی فی التصرف یستلزم التساوی فی الدین اور بشرطیکہ دونوں شریک برابر ہوں تصرف اور دین میں مخفی نہیں کہ تصرف میں برابر ہونا مستلزم ہے دین کی برابری کو **ھ** ولہذا زیلعی نے کہا اختلاف فی الدین اختلاف فی التصرفات کا مودی ہے کہ کافر نے جب شراب اور سور کو خرید کیا تو مسلم اس کی بیع پر قادر نہیں اور شرط مفاوضہ یہ ہے کہ جمیع مشتریات شریک کی بیع پر قادر ہو اس واسطے کہ وہ وکیل ہے بیع اور شرا میں اور اسی طرح مسلم ان دونوں کی خرید پر بھی قادر نہیں واجازہا ابو یوسف مع آنکہ اختلاف الملۃ مع الکراہۃ اور ابو یوسف نے مفاوضہ جائز رکھا ہے اختلاف ملت کے ساتھ بھی کراہت کے ساتھ اس واسطے کہ کافر عقود جائزہ سے واقف نہیں **فلا تصح** مفاوضۃ وان صحت عنانا **بین حر وعبد ولو مکاتبا او ماذونا وصبی بالغ ومسلم وکافر لعدم المساواۃ** تو شرکت صحیح نہیں باعتبار مفاوضہ اگرچہ صحیح ہے باعتبار عنان درمیان آزاد اور غلام کے اگرچہ غلام مکاتب ہو یا ماذون اور درمیان صغیر اور بالغ کے اور مسلم اور کافر کے بسبب نہ برابر ہونے دونوں کے اس واسطے کہ حر بالغ بذات خود تصرف کا مالک ہے اور غلام اور صغیر بلا اذن ولی اور مولیٰ مالک نہیں وعلی ہذا القیاس مسلم اور کافر تصرف میں برابر نہیں چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا وافادانا لا تصح بین مبعضین لعدم اہلیتہما للکفالۃ ولا ماذونین لتفاوتہما قیمۃ اور مصنف نے اپنے کلام میں اشارہ کیا کہ شرکت مفاوضہ صحیح نہیں دو نابالغوں میں بسبب انکی عدم اہلیت کے واسطے کفالت کے اور صحیح نہیں دو ماذون غلاموں میں بسبب متفاوت ہونے دونوں کی قیمت میں یعنی جب قیمت میں برابر نہ ہوئے تو ضمانت میں برابر نہ ہوئے حالانکہ مفاوضہ میں ایک شریک کا کفیل ہونا دوسرے شریک کے واسطے ضرور ہے **وکل موضع لم تصح المفاوضۃ لفقد شرطہا ولا یشترط ذلک فی العنان کان عنانا کما مر لاستجماع شرائطہ** کما سیضح اور جس موضع میں شرکت مفاوضہ صحیح نہ ہوئی بسبب فقدان اس کی شرط کے اور حالانکہ وہ شرط مفقود عنان میں مشروط نہیں تو وہ شرکت عنان ہو جاوے گی چنانچہ مذکور ہو چکا کہ حر اور عبد اور صبی اور بالغ اور مسلم اور کافر میں مفاوضہ صحیح نہیں لیکن عنان صحیح ہے اس کی شرائط کے جمع ہونے سے چنانچہ شرائط عنان عنقریب واضح ہوں گے **وتصح المفاوضۃ بین حنفی وشافعی** وان تفاوتا تصرفا فی متروک التسمیۃ لتساویہما ملۃ وولایۃ الالزام بالحجۃ ثابتۃ اور صحیح ہے شرکت مفاوضہ درمیان حنفی اور شافعی کے اگرچہ دونوں متروک التسمیہ میں متفاوت ہیں باعتبار تصرف کے بسبب برابر ہونے دونوں کے ملت میں اور ولایت الزام کی دلیل سے ثابت ہے یعنی متروک التسمیہ کے مال غیر متقوم ہونے پر دلیل قائم ہے اور ثبوت حجت کا بواسطہ اتحاد ملت اور اعتقاد کے لازم ہے اس واسطے کہ شافعی المذہب کا یہ گمان ہے کہ متروک التسمیہ کی خرید شافعی اور حنفی دونوں کو درست ہے اور حنفی کا یہ زعم ہے کہ وہ دونوں کو جائز نہیں تو دونوں تصرف میں برابر ہیں اپنے اعتقاد کی راہ سے بخلاف مسلم اور ذمی کے کذا فی المنح **ولا تصح الا بلفظ المفاوضۃ وان لم**

Marfat.com

یعرفا معنا بالسراج اوبیان جمیع مقتضیاتہا ان لم یذکر لفظہا اذ العبرۃ للمعنی لا للمبنی اور شرکت مفاوضہ صحیح نہیں مگر بذکر لفظ مفاوضہ اگرچہ شریکین اس کے معنی کو نہ جانتے ہوں یا اس کے جمیع مقتضیات کے بیان سے صحیح ہے اگر اس کے لفظ کو مذکور نہ کیا اس واسطے کہ اعتبار معنی کا ہے نہ لفظ کا ھ لفظ مفاوضہ میں علم اس کے معنی کا اس واسطے نہ شرط ہوا کہ صریح محتاج نیت کا نہیں اور جمیع مقتضیات کا بیان اس طرح ہے کہ دو حر بالغ مسلم یا ذمیوں نے ایک دوسرے سے یوں کہا کہ میں تیرا شریک ہوا اپنے سب نقد مال میں بقدر تیری ملک کے بطریق تفویض عام دونوں جانب سے تجارت اور نقد اور نسیہ میں بایں شرط کہ ہر شخص دوسرے کا ضامن ہے کذا فی البحر واذا صحت فما اشتراہ احدہما یقع مشترکا الا طعام اہلہ وکسوتہم استحسانا لان المعلوم بدلالۃ الحال کالمشروط وارادوا بالمستثنی ما کان من حوائجہ ولو جاریۃ للوطی باذن شریکہ کما سیجی اور جب کہ شرکت مفاوضہ باستجماع شرائط مذکورہ صحیح ہوئی سو جس چیز کو کہ ایک شریک خرید کرے گا وہ مشترک واقع ہوگی مگر اپنے اہل وعیال کا طعام اور لباس خرید کرنا مشترک نہیں بنا بر استحسان کے اس واسطے کہ جو چیز بدلالت حال معلوم ہے وہ زبانی شرط کے برابر ہے اور مصنف نے طعام اور لباس مستثنی سے جمیع حاجات ضروریہ کا ارادہ کیا اگرچہ لونڈی خرید کی ہو وطی کے واسطے اپنے شریک کے اذن سے چنانچہ فصل آئندہ میں آوے گا ھ وطی کے مانند خدمت ہے اور اذن شریک کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر بے اجازت شریک خریدے گا تو لونڈی مشترک ہوگی وللبائع مطالبۃ ایہما شاء بثمنہا ای الطعام والکسوۃ ویرجع الاخر بما ادی علی المشتری بقدر حصتہ ای ادی من مال الشرکۃ اور بائع کو قیمت طعام اور لباس کا مطالبہ جائز ہے دونوں میں سے جس سے چاہے کرے خواہ مشتری سے بالاصالۃ خواہ اس کے شریک سے بالکفالۃ اور دوسرا شریک مشتری سے پھیرلے جو اس نے قیمت ادا کی بقدر اس کے حصے کے اگر اس نے شرکت کے مال سے ادا کی ہوگی ھ اگر اس نے غیر شرکت کے مال سے قیمت ادا کی تو رجوع نہ کرے اور شرکت مفاوضہ باطل ہوگئی اگر مال مودی اس جنس سے ہو جس سے شرکت صحیح ہے اس واسطے کہ اس مال کے داخل ہونے سے اس کی ملک میں مال اس کا زیادہ ہوگیا مساوات مشروطہ باقی نہ رہی اور اگر مال موئے دار جنس شرکت نہیں چنانچہ عرض تو مفاوضہ باطل نہیں کذا فی الطحطاوی وکل دین لزم احدہما بتجارۃ واستقراض وغصب واستہلاک وکفالۃ بمال بامرہ لزم الآخر ولو لزومہ باقرارہ اور جو دین کہ ایک شریک کو لازم ہوگا بسبب تجارت اور قرض لینے اور غصب اور استہلاک اور مال کے ضامنی سے مکفول لہ کے امر سے تو وہ دین دوسرے شریک کو بھی لازم ہوگا اگرچہ لزوم اس کا شریک کے اقرار سے ہو ھ کفالت بامر کی قید اس واسطے لگائی کہ کفالت بلا امر اس کے شریک پر دین لازم نہیں چنانچہ کفالت نفس میں وہ بالاجماع ماخوذ نہیں کذا فی المتلقی وشرحہ الا اذا اقر لمن لا تقبل شہادتہ لہ ولو معتدتہ فیلزمہ خاصۃ کمہر وخلع وجنایۃ وکل ما لا تصح الشرکۃ فیہ مگر جب کہ شریک نے دین کا اقرار کیا اس شخص کے واسطے جس کے حق میں اس کی گواہی مقبول نہیں چنانچہ اصول اور فروع اور زوجہ اگرچہ زوجہ معتدہ ہو تو یہ دین اسی کو لازم ہوگا بالخصوص نہ اس کے شریک کو چنانچہ مہر اور خلع اور جنایت اور وہ چیز جس میں شرکت صحیح نہیں ھ زیلعی نے کہا کہ دوسرے شریک کو جنایت کی دیت اور مہر اور خلع اور صلح قتل عمد اور نفقہ زوجات اور اقارب لازم نہیں اس واسطے کہ یہ دیون اس چیز کے بدل ہیں جس میں اشتراک صحیح نہیں تو یہ لازم نہیں مگر مباشر کو وفائدۃ اللزوم انہ اذا ادعی علی احدہما فلہ تحلیف الآخر ولو ادعی علی الغائب لہ تحلیف الحاضر علی علمہ ثم اذا قدم لہ تحلیفہ البتۃ ولو البینۃ اور فائدہ لزوم دین کا یہ ہے کہ جب مدعی نے دین کا دعوی کیا ایک شریک پر تو اس کو قسم دینا دوسرے شریک پر جائز ہے یعنی در صورت انکار وعدم بینہ اور اگر مدعی نے شریک غائب پر دعوی کیا تو مدعی کو شریک حاضر کا قسم دینا جائز ہے اس کے علم پر پھر جب غائب آوے تو مدعی کو اس سے قسم لینا بالیقین جائز ہے کذا فی الولوالجیۃ حاضر کے علم پر اس واسطے قسم ہوئی کہ غیر کا فعل ہے نہ اپنا بخلاف غائب کہ اس پر بالقطع قسم ہے کہ اپنا فعل ہے وبطلت ان وہب لاحدہما او ورث ما تصح فیہ الشرکۃ مما یجئ ووصل لیدہ ولو بصدقۃ او ایصاء لفوات المساواۃ بقاء وہی شرط کالابتداء اور شرکت مفاوضہ باطل ہو جائے گی اگر ایک شریک نے ہبہ اور وراثت میں وہ چیز پائی جس میں شرکت صحیح ہے منجملہ نقد وغیرہ کے چنانچہ اس کا ذکر آوے گا اور حالانکہ چیز موہوب اور موروث

Marfat.com

کے ہاتھ میں پہنچ گئی اگرچہ وصول بواسطے خیرات اور کسی کی وصیت کے ہوا ہو شرکت باطل ہوگی بسبب فوت ہونے مساوات مالی کے من حیث
بقاء اور سالانکہ مساوات بقائی شرط ہے مانند ابتدا کے ھ اس واسطے کہ عقود غیر لازمہ میں بقا در حکم ابتدا ہے طحطاوی نے کہا ظاہر اکلام زیلعی اس کا مقتضی
ہے کہ ہر میراث میں قبضہ ہونا شرط البطلان نہیں بلکہ جب میراث نقدین کی دین ہو **لا تبطل بقبض مالا تصح فیہ الشرکۃ کعرض وعقار** باطل نہیں ہوتی شرکت
مفاوضہ اس چیز کے قبض سے جس میں شرکت صحیح نہیں چنانچہ اسباب اور زمین **واذا بطلت بماذکر صارت عنانا** ای تنقلب الیہا اور جب کہ شرکت
مفاوضہ باطل ہوگئی بسبب اس کے جو مذکور ہو چکا تو شرکت عنان ہوگئی یعنی مفاوضہ منقلب ہو کر عنان بن گئی بسبب امکان کے اس واسطے کہ مساوات
میں شرط نہیں کذا فی المنح **ولا تصح مفاوضۃ وعنان** ذکر فیہا المال والا فہما تقبل وجوہ **بغیر النقدین والفلوس النافقۃ والتبر والنقرۃ**
ای ذہب وفضۃ لم یغلبا **اذا جری مجری النقود التعامل بہما** والا فکعروض اور صحیح نہیں شرکت مفاوضہ اور عنان سوائے نقدین اور فلوس رائجہ اور سونے
چاندی کی ڈلی کے جب کہ بجائے نقود معاملات میں چلتی ہوں اور اگر بجائے دراہم اور دنانیر رائج نہ ہوں تو سونے چاندی کی ڈلی اسباب کے مانند ہے
شارح نے کہا سوائے نقد وغیرہ کے وہ شرکت مفاوضہ اور عنان صحیح نہیں جن میں مال مذکور ہوا اور اگر مال مذکور نہیں تو مفاوضہ اور عنان درضمن شرکت
تقبل اور وجوہ ہوں گی تبر بکسر اول اور نقرہ سے سونا اور چاندی غیر مضروب مراد ہے بطریق لف ونشر مرتب **وصحت بعرض ہو المتاع غیر النقدین**
ویحرک قاموس **ان باع کل منہما نصف عرضہ بنصف عرض الآخر ثم عقدا** ہا مفاوضۃ او عنانا وہذہ حیلۃ لصحتہا بالعروض اور شرکت اموال
صحیح ہے اسباب سے اگر بیع کرے ہر شخص دونوں میں سے اپنے نصف اسباب کو بعوض نصف اسباب دوسرے کے پھر دونوں شرکت کو منعقد کریں خواہ شرکت
مفاوضہ خواہ عنان اور یہ حیلہ ہے واسطے صحیح ہو جانے شرکۃ العقد کے اسباب سے عرض بالفتح عبارت ہے اس متاع یعنی اسباب سے جو نقدین کے
سوائے ہے اور تحریک عرض بھی جائز ہے کذا فی القاموس ھ جب ایک نے اپنا نصف اسباب دوسرے کے نصف اسباب سے بیچا تو دونوں قیمت میں
شریک ہو گئے بشرکۃ ملک تو جائز نہیں ایک کو دوسرے کے حصے میں تصرف کرنا پھر عقد سے شرکۃ المال شرکۃ العقد ہو گئی اب ہر شخص کو اپنے شریک
کے حصہ میں تصرف جائز ہو گیا کذا فی المنح زیلعی نے کہا بیع کرنا بعوض نصف اسباب شریک کے اتفاقی قید ہے اس واسطے کہ اگر بعوض دراہم بیع کرکے
شرکت منعقد کرے گا عرض بیع میں تو بھی جائز ہے اور ایک شخص کا بیع کرنا ثبوت شرکت کے واسطے کافی ہے وہذا ان تساویا قیمۃ وان تفاوتا باع
صاحب الاقل بقدر ما یثبت بہ الشرکۃ ابن کمال فقولہ بنصف عرض الآخر اتفاقی اور یعنی نصف عرض کو نصف عرض سے بیع کرنا اس وقت ہے
جب دونوں کے اسباب برابر ہوں قیمت میں اور اگر قیمت میں متفاوت ہوں تو کمتر قیمت والا اس قدر اپنا اسباب بیع کرے جس سے شرکت ہو
جائے کذا صرح ابن کمال تو مصنف کا یہ قول کہ نصف عرض شریک سے بیع کرے اتفاقی ہے ھ مثلاً ایک شخص کے اسباب کی ہزار قیمت ہے
اور دوسرے کے اسباب کی دو ہزار قیمت ہے تو صاحب اقل اپنے اسباب کی دو تہائیاں بعوض ایک تہائی دوسرے کے اسباب کے بیع کرے
تو تمام مال دونوں میں تین ثلث ہوگا دو ثلث صاحب اکثر کے اور ایک ثلث صاحب اقل کا پھر دونوں شخص شرکت کو منعقد کریں . . . . .
تو منفعت دونوں میں بقدر ملک کے ہوگی کذا فی المنح اور جس قدر دوسرے کا اسباب زیادہ رہے گا وہ مفسد شرکت نہیں اس واسطے کہ ملک اسباب
مبطل شرکت نہیں اور نصف عرض کی قید یا اتفاقی ہے یا قصدی تا مفاوضہ اور عنان دونوں کو شامل ہے اس واسطے کہ مفاوضہ میں تساوی شرط ہے
نہ عنان میں کذا فی الطحطاوی **ولا تصح بمال غائب او دین مفاوضۃ کانت او عنانا لتعذر المضی علی موجب الشرکۃ** اور شرکت صحیح نہیں
غائب کے مال اور دین سے خواہ شرکت مفاوضہ ہو یا عنان بسبب قادر ہونے کے موجب شرکت پر یعنی جب دونوں مال یا ایک مال حاضر نہ ہوا تو
دونوں میں منفعت کا ہونا متعذر ہے ھ شلبی نے اتقانی سے نقل کیا کہ وقت عقد کے مال کا ہونا شرکت کی شرط نہیں بلکہ خرید کے وقت مال کا ہونا شرط ہے

Marfat.com

لبسبب حصول مقصود کے واما عنان بالکسر وبالفتح اور یا شرکت عنان بالکسر ہے اور فتح عین کا بھی جائز ہے ھ اما عنان عطف ہے اما مفاوضہ پر
یہ بیان ہے شرکۃ العقد کی نوع ثانی کا عنان بمعنی عرض ہے یعنی پیش آمد اور سامنا ہونا سو جب کہ ایک شریک نے دوسرے کو اس کا اختیار دیا کہ خرید
کرے جو اس کے سامنے آوے لہذا یہ شرکت مسمی بعنان ہوئی یا عنان ماخوذ ہے عنان الفرس سے اس واسطے کہ ہر شریک نے اپنے بعض مال کی عنان
تصرف دوسرے شریک کو دی ان تضمنت وکالۃ فقط بیان لشرطہا شرکت عنان ہوتی ہے اگر متضمن ہو فقط وکالت کی یہ بیان ہے اس کی شرط کا
ھ ظاہر اقید فقط کی اس کو مقتضی ہے کہ تضمن کفالت سے عنان منعقد نہیں ہوئی لیکن اگر وکالت اور کفالت کے ساتھ باقی شروط مفاوضہ موجود ہیں تو شرکت
مفاوضہ ہے والا لائق بہ ہے کہ عنان منعقد ہو اور فقہا کے اس قول کا کہ عنان کفالت سے منعقد نہیں ہوتی یہ مطلب ہے کہ ذکر کفالت عنان میں شرط نہیں
اور یہ نہیں کہ عدم ذکر کفالت شرط ہے کذا فی البحر فتصح من اہل التوکیل کصبی ومعتوہ یعقل البیع وان لم یکن اہلا للکفالۃ لکونہما لا یقتضی الکفالۃ تو شرکت
عنان صحیح ہے اہل توکیل سے چنانچہ صغیر اور اس بالغ کم عقل سے جو بیع کو سمجھتا ہے اگرچہ وہ ضمانت کی لیاقت نہ رکھتا ہو اس واسطے کہ شرکت عنان
ضمانت کی مقتضی نہیں ھ اہل توکیل رجال اور نساء اور بالغ اور صغیر ماذون اور حر اور عبد ماذون اور مسلم اور کافر اور مکاتب سب کو شامل ہے کذا فی العالمگیریۃ
تو ان سب مذکورین میں شرکت عنان صحیح ہے بل الوکالۃ ولذا تصح عاما وخاصا ومطلقا وموقتا بلکہ شرکت عنان وکالت کی مقتضی ہے اور اسی واسطے
عنان صحیح ہے عام اور خاص ہو کر اور مطلق اور موقت ہو کر یعنی چونکہ عنان وکالت پر مبنی ہے اور وکالت تو عام اور خاص اور مطلق اور موقت ہر طرح صحیح ہے
تو عنان بھی اسی طرح صحیح ہے ومع التفاضل فی المال دون الربح وعکسہ اور عنان صحیح ہے مال کی زیادتی کے ساتھ بلا زیادتی منفعت اور اس
کے بالعکس یعنی تفاضل منفعت نہ مال میں ھ دونوں شریکوں کا مال برابر ہو یا کم وبیش اور نفع دونوں میں برابر ہو یا کم وبیش خواہ دونوں تجارت کریں یا ایک
ہر صورت شرکت عنان صحیح ہے لیکن اگر سب نفع ایک شخص کے واسطے مشروط ہو تو یہ جائز نہیں کہ یہ شراکت نہ رہی قرض ہو گیا اگر عامل کے واسطے نفع مشروط
ہوا یا بضاعت ہو گئی اگر نفع صاحب مال کے واسطے مشروط ہوا کذا فی الطحطاوی عن النہر وبعض المال دون بعض اور شرکت عنان صحیح ہے بعض
مال سے نہ بعض آخر سے اس واسطے کہ مساوات عنان میں شرط نہیں وبخلاف الجنس کدنانیر من احدہما ودراہم من الآخر اور عنان صحیح ہے مختلف
الجنس سے چنانچہ ایک شریک کی اشرفیاں اور دوسرے شریک کے روپے ھ عنان میں تخصیص خلاف جنس اس کے موہم ہے کہ شرکت مفاوضہ میں یہ جائز
نہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے اس واسطے کہ اگر دراہم اور دنانیر قیمت میں برابر ہیں تو مفاوضہ جائز ہے والا عنان صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن الخزانۃ
وبخلاف الوصف کبیض وسود وان تفاوتت قیمتہا اور عنان صحیح ہے مخالف وصف سے چنانچہ دراہم سفید اور سیاہ سے اگرچہ دونوں
کی قیمت متفاوت ہو والربح علی ما شرطا اور نفع دونوں شریکوں کی شرط کے موافق ہوگا ومع عدم الخلط لاستناد الشرکۃ فی الربح الی العقد لا المال
فلم تشترط مساواۃ واتحاد وخلط اور عنان صحیح ہے ساتھ نہ ملانے دونوں مالوں کے بسبب مستند ہونے نفع کے شرکت کے عقد کی طرف نہ مال کی طرف تو مشروط
نہیں مساواۃ اور اتحاد اور خلط ھ عدم مساوات مع التفاضل پر متفرع ہے اور عدم اتحاد مال بخلاف الجنس والوصف پر متفرع ہے اور عدم خلط
مع عدم الخلط پر متفرع ہے ولیطالب المشتری بالثمن فقط لعدم تضمن الکفالۃ اور فقط مشتری سے مطالبہ قیمت کا کیا جائے گا نہ اس کے شریک سے
بسبب متضمن ہونے شرکت عنان کے ضمانت کو ویرجع علی شریکہ بحصتہ منہ ان ادی من مال نفسہ ای مع بقاء مال الشرکۃ والا فالشراء لہ لا یصیر
مستدینا علی مال الشرکۃ بلا اذن بحر اور شریک مشتری قیمت بھر لے اپنے شریک سے بقدر اس کے حصے کے اگر مشتری نے قیمت ادا کی ہو اپنے ذاتی مال سے
یعنی باوجود باقی رہنے مال شرکت کے اور اگر مال شرکت کا نقد باقی نہیں رہا بلکہ منجملہ اعیان اور امتعہ کے ہو گیا تو خرید کرنا مشتری ہی کے واسطے محسوب ہوگا
تاکہ ہو شریک مشتری قرض کرنے والا شرکت کے مال پر بلا اذن شریک کذا فی البحر ھ خلاصہ یہ ہے کہ اگر ایک شریک نے کوئی چیز خرید کی اور شرکت کا مال نقد موجود ہو

Marfat.com

ہے تو شریک سے قیمت بھرلے بقدر اس کے حصے کے اور اگر نقد باقی نہیں بلکہ متاع اور قماش مشترک ہے اور مشتری نے دراہم یا دنانیر سے ادھار خرید کی تو یہ خرید فقط مشتری ہی کے واسطے مخصوص ہے اس واسطے کہ اگر مشترک ہو تو لازم آوے کہ اس نے شرکت کے مال پر قرض کیا اور حالانکہ شریک عنان بلا اذن شریک استدانت کا مالک نہیں کذا فی البحر عن المحیط **وتبطل الشرکۃ بہلاک المالین او احدہما قبل الشراء والہلاک علی مالکہ قبل الخلط** وعلیہما بعدہ اور باطل ہو جاتی ہے شرکت دونوں مالوں کی ہلاک ہونے سے یا ایک مال کے ہلاک ہونے سے قبل خرید کے اور ہلاکی مالک کی مال پر ہے قبل خلط کرنے دونوں مالوں کے اور دونوں شریکوں پر ہے بعد خلط کرنے کے وان اشتری احدہما بمالہ و ہلاک بعدہ مال الآخر قبل ان یشتری بہ شیئا فالمشتری بالفتح بینہما شرکۃ عقد علی ما شرطا **اور جمع علی شریکہ بحصتہ منہ** ای من الثمن لقیام الشرکۃ وقت الشراء اور اگر ایک شریک نے اپنے مال سے کوئی چیز خریدی اور بعد خرید کے دوسرے شریک کا مال ہلاک ہو گیا قبل اس کے خرید کرنے کسی چیز کے تو جو چیز خرید ہوئی وہ مشترک ہے دونوں میں بشرکت عقد بموجب دونوں کی شرط کے اور شریک مشتری اپنے شریک سے قیمت بھرلے اس کے حصے کے موافق بسبب قائم ہونے شرکت کے خرید کے وقت میں طحطاوی نے کہا قیام شرکت علت ہے یعنی فالمشتری بینہما کی تو اس کا ذکر اس کے متصل مناسب تھا **وان ہلک مال احدہما ثم اشتری الآخر بمالہ فان صرحا بالوکالۃ فی عقد الشرکۃ** بان قالا علی ان ما اشتراہ کل منہما بمالہ ہذا یکون مشترکا بینہما وصدر الشریعۃ **فالمشتری مشترک بینہما علی ما اشترطا فی اصل المال لا الربح** لصیرورتہا **شرکۃ تلک لبقاء الوکالۃ** المصرح بہا اور اگر ایک کا مال ہلاک ہو گیا پھر دوسرے شریک نے اپنے مال سے کوئی چیز خرید کی تو اگر دونوں شریکوں نے وکالت کی تصریح کر دی عقد شرکت میں اس طرح کہ دونوں نے کہا کہ ہم شریک ہیں اس شرط پر کہ دونوں میں سے جو شخص اپنے اس مال سے خرید کرے تو وہ چیز مشترک ہے کذا فی النہر و شرح الوقایہ تو جو چیز خرید ہوئی وہ مشترک ہوگی دونوں میں بموجب ان کی شرط کے یہ اشتراط اصل مال میں ہوگا نہ منفعت میں لسبب ہو جانے اس شرکت کے شرکۃ الملک بسبب باقی رہنے اس وکالت کے جس کی تصریح ہو چکی ہم ایک شریک کے مال ہلاک ہونے سے شرکۃ العقد باطل ہو گئی لیکن وکالت مصرحہ باقی ہے اور خرید ہوئی تھی بحکم وکالت تو اب شرکۃ الملک ہو گئی سو اب کوئی شریک دوسرے کے نصیب میں تصرف نہیں کر سکتا کذا فی المنح ویرجع بحصتہ ثمنہ **والا** ای وان ذکرا مجرد الشرکۃ ولم یتصادقا علی الوکالۃ فیہا ابن کمال **فہو لمن اشتراہ خاصۃ** لان الشرکۃ لما بطلت بطل ما فی ضمنہا من الوکالۃ اور شریک مشتری اس کی قیمت کا حصہ بھرلے والا یعنی اور اگر دونوں شریکوں نے فقط شرکت کو ذکر کیا ہو اور اس میں وکالت پر اتفاق نہ کیا ہو کذا صرح ابن کمال تو وہ خریدی ہوئی چیز اسی شخص کی مخصوص ہوگی جس نے خرید کی اس واسطے کہ شرکت جب کہ باطل ہو گئی بسبب ہلاکی مال کے تو جو اس کے ضمن میں وکالت تھی وہ بھی باطل ہو گئی **وتفسد باشتراط دراہم من الربح لاحدہما لقطع الشرکۃ** کما مر اور فاسد ہوتی ہے شرکت ایک شریک کے واسطے دراہم معینہ شرط کرنے سے منفعت میں سے لسبب منقطع ہونے شرکت کے چنانچہ اول باب میں گذر گیا کہ تعیین دراہم قاطع شرکت ہے ہم مثلاً ایک شریک نے شرط کی کہ نفع میں سے سو درم اول لے کر باقی کو تقسیم کروں گا تو یہ شرط قطع شرکت کی موجب ہے بعض وجوہ میں کہ شاید کبھی فائدہ حاصل نہ ہو سوائے سو درم کے تو اس صورت میں تمام نفع ایک ہی شخص کے واسطے مشروط ہو گیا تو یہ شرکت نہ رہی قرض یا بضاعت ہو گئی کذا فی المنح والطحاوی لانہ شرط لعدم فسادہا بالشروط وظاہرہ بطلان الشرط لا الشرکۃ بحر و مصنف شرکت فاسد ہو گئی قطع شرکت سے نہ اس سبب سے کہ تعیین دراہم شرط فاسد ہے لسبب فاسد ہونے شرکت کے شروط فاسدہ سے اور ظاہر اس قول کا یعنی عدم فساد شرکت بشروط فاسدہ بطلان شرط پر دلالت کرتا ہے نہ بطلان شرکت پر کذا فی البحر و شرح المصنف قلت صرح صدر الشریعۃ وابن الکمال بفساد الشرکۃ میں کہتا ہوں کہ تصریح کی ہے صدر الشریعہ اور ابن کمال نے فساد شرکت کی تعیین دراہم سے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کا طرز بیان فہم مقصود میں موجب رکاکت کا ہوا تو اگر شارح مصنف کی عبارت کے بعد یوں کہتا کہ اس طرف صدر الشریعۃ اور ابن کمال گئے ہیں اور فقہا کے اس قول سے کہ شرکت فاسد نہیں ہوتی شروط فاسدہ سے

Marfat.com

صاحب بحر اور مصنف یہ سمجھتے ہیں کہ شرط تعیین دراہم کی باطل ہے نہ شرکت تو خوب واضح تر ہوتا ویکون الربح علی قدر المال اور ہوگا نفع بقدر مال کے یعنی درصورت اشتراط دراہم معینہ ہر شریک کو نفع بقدر مال کے ملے گا اس واسطے کہ شرکت فاسدہ کا یہی حکم ہے ولکل من شریکی العنان والمفاوضۃ ان یستاجر من یتجر لہ ویحفظ المال اور ہر شریک کو عنان اور مفاوضہ کے دو شریکوں میں سے جائز ہے کہ نوکر رکھے اس کو جو تجارت کرے یا مال کی حفاظت کرے اس واسطے کہ یہ تاجروں کی عادت ہے ویبیع ای یدفع المال بضاعۃ بان یشترط الربح لرب المال اور شریک کو جائز ہے کہ دے مال کو بطریق بضاعت کے یعنی تمام نفع صاحب مال کے واسطے مشروط ہو نہ عامل کے واسطے م طحطاوی نے کہا بضاعت کے یہ معنی عرفی ہیں اور باعتبار لغت کے بائع بمعنی شریک ہے کذا فی القاموس ویودع ویعیر ویضارب لانہ دون الشرکۃ فتضمنہا اور جائز ہے شریک کو کہ امانت رکھا دے اور عاریت دے اور مال کو بطریق مضاربت کے دے اس واسطے کہ مضاربت شرکت سے کمتر ہے تو شرکت اس کو متضمن ہے ویوکل اجنبیا بیع وشراء ولو نہا المفاوض الآخر صح نہیہ بحر اور جائز ہے شریک کو کہ شخص غیر کو بیع اور شرا کا وکیل کرے اور اگر اس کو دوسرا شریک مفاوض منع کرے توکیل سے تو اس کا منع کرنا صحیح ہے کذا فی البحر م تقیید مفاوض کی اتفاقی ہے اس واسطے کہ ہر شریک کی یہی صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن الجوہرہ ویبیع بما غر وہان خلاصہ اور جائز ہے بیع کرنا شریک کا بعوض غبن فاحش اور ذلیل کے کذا فی الخلاصۃ یعنی بعوض قلیل یا کثیر بیع جائز ہے وینقد وینسیئہ بزازیہ اور جائز ہے بیع نقد اور ادھار کذا فی البزازیہ ولیس لہ ان یسافر بالمال لہ حمل اولا ہو الصحیح خلافا للاشباہ وقیل ان لہ حمل یضمن والا لا ظہیریہ اور جائز ہے ہر شریک کو سفر میں لے جانا مال کا خواہ اس کے واسطے حمل ہو یا نہ ہو یہی قول صحیح ہے بخلاف اشباہ اور بعضوں نے کہا کہ اگر مال کے واسطے حمل ہے تو شریک پر ضمانت ہے والا نہیں کذا فی الظہیریہ م تفسیر مالہ حمل میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ وہ محمول بلا اجر ہے اور بعضوں نے کہا کہ جو ایک ہاتھ سے اٹھ سکے کذا فی جامع الفصولین خلاصہ ہے کہ سفر میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ مطلقا سفر جائز ہے اس واسطے کہ اذن تصرف کا بمقتضائے شرکت ثابت ہے اور شرکت علی الاطلاق صادر ہوئی اور حالانکہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہے مگر بدلیل ومونۃ السفر والکراء من راس المال ان لم یربح خلاصہ اور خرچ سفر اور کرایہ کا راس المال سے متعلق ہے اگر نفع نہ ہوا تجارت میں کذا فی الخلاصۃ م عالمگیری میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ شریک کا نفقہ اس کی ذات اور طعام اور سالن کا راس المال میں سے ہے اور اگر نفع حاصل ہوا ہو تو اس میں محسوب ہو لا یملک الشریک الشرکۃ الا باذن شریکہ جوہرہ مالک نہیں شریک غیر شریک کو شریک کرنے کا مگر اپنے شریک کی اجازت سے کذا فی الجوہرہ م اس واسطے شریک نہیں کر سکتا کہ شے اپنی برابر والی چیز کی متضمن نہیں ہوتی بلکہ کمتر کی کذا فی الہدایۃ ولا الرہن الا باذنہ او یکون ہو العاقد فی موجب الدین اور مالک نہیں شریک رہن کا مگر اپنے شریک کے اذن سے یا کہ راہن وہی عاقد ہو موجب دین میں م یعنی شریک نے کوئی چیز مول لی اور بعوض اس کی قیمت کے کوئی چیز شرکت کے مال سے رہن رکھی تو جائز ہے اور جیسے رہن جائز نہیں ویسے ہی ارتہان بھی جائز نہیں الا درصورت ولایت عقد کذا فی الطحطاوی عن البحر والخانیۃ وحینئذ فیصح اقرارہ بالرہن والارتہان اور اس وقت میں یعنی جب کہ راہن وہی عاقد نفسہ ہو تو صحیح ہے اس کا اقرار رہن اور ارتہان کا کذا فی السراج ولا الکتابۃ والاذن بالتجارۃ وتزویج الامۃ وبذا کلہ لو عنانا اما المفاوض فلہ کل ذلک اور مالک نہیں شریک غلام کے مکاتب کرنے کا اور اس کو تجارت کے اذن دینے کا اور لونڈی کے نکاح کر دینے کا اور یہ سب جو مذکور ہوا اس وقت ہے جب کہ وہ شریک عنان ہو اور شریک مفاوض کو تو یہ سب کچھ جائز ہے ولو فاوض ان یاذن شریکہ جاز والا تنعقد عنانا بحر اور اگر شریک مفاوض غیر کو شریک مفاوض بنا دے اگر یہ اپنے شریک کے اذن سے ہے تو جائز ہے اور نہیں تو شرکت عنان منعقد ہو جائے گی کذا فی البحر اس واسطے کہ عنان کمتر ہے مفاوضہ سے اور شے اپنی کمتر کی متضمن ہوتی ہے ولا یجوز لہما فی عنان ومفاوضۃ تزویج العبد ولا الاعتاق ولو علی مال اور جائز نہیں دونوں شریکوں کو عنان اور مفاوضہ میں تزویج غلام کی اور نہ اس کا آزاد کرنا جائز ہے اگرچہ اعتاق بعوض مال کے ہو ولا الہبۃ ای الثوب ونحوہ فلم یجز فی حصۃ شریکہ وجاز فی نحو لحم وخبز وفاکہۃ اور نہ شریکوں کو ہبہ کرنا جائز ہے

Marfat.com

یعنی کپڑا اور اس کے مانند کو ہبہ کرنا صحیح نہیں اور اگر ہبہ کرے گا تو اپنے شریک کے حصہ میں نہ ہوگا اور جائز ہے ہبہ مانند گوشت اور روٹی اور میوے کے خلاصہ یہ ہے کہ چاندی سونا اور اسباب ہبہ کرنا درست نہیں اور ماکولات کا ہبہ کرنا درست ہے **ولا القرض** الا باذن شریکہ اذ ناصر یحافیہ سراج اور نہ قرض دینا جائز ہے مگر اپنے شریک کے اذن سے ایسا اذن جو صریح ہے قرض میں کذا فی السراج وفیہ اذا قال لہ اعمل برائیک فلہ کل التجارۃ الا القرض والہبۃ وسراج میں ہے جب کہ ایک شریک نے دوسرے سے کہا کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق تو اس کو اس قول سے ہر تجارت جائز ہے سوائے قرض دینے اور ہبہ کرنے کے یعنی اس قول سے رہن اور ارتہان اور سفر اور خلط مال اور غیر کے مال سے شرکت کرنا جائز ہے مگر قرض اور ہبہ درست نہیں کذا فی البحر **وکذا اکل ماکان اتلافا للمال اوکان تملیکا للمال بغیر عوض** لان الشرکۃ وضعت للاسترباح وتوابعہ ومالیس کذلک لا یتنظمہ عقدہا اور اسی طرح قرض کے مانند ہے جس میں مال تلف ہوتا ہو یا تملیک مال ہو بغیر عوض کے اس واسطے کہ شرکت موضوع ہے واسطے طلب منفعت اور توابع منفعت کے اور جو کام ایسا نہیں اس کو عقد شرکت منتظم نہیں **وصح بیع شریک ومفاوض ممن ترد شہادتہ لہ کابنہ وابویہ ینفذ علی المفاوضۃ** اجماعاً اور صحیح ہے شریک مفاوض کی بیع اس شخص سے جس کی گواہی اس کے حق میں مقبول نہیں چنانچہ اس کا بیٹا اور باپ اور یہ بیع شرکت مفاوضہ پر نافذ ہوگی بالاجماع **لا یصح اقرارہ بدین** فلا ینفذ علی المفاوضۃ عندہ بزازیہ صحیح نہیں اس کا اقرار دین کا تو یا اقرار نافذ نہ ہوگا مفاوضہ پر امام اعظم کے نزدیک کذا فی البزازیہ یعنی اگر شریک مفاوض نے مثلاً اقرار کیا کہ میں نے اپنے بیٹے یا باپ سے قرض لیا ہے تو یہ اقرار غیر صحیح شرکت میں جاری نہ ہوگا فی الخلاصہ اقر شریک العنان بجاریۃ لم یخبر فی حصۃ شریکہ اور خلاصہ میں ہے اقرار کیا شریک عنان نے ایک لونڈی کا تو جائز نہیں اس کے شریک کے حصہ میں یعنی ایک شریک کے پاس شرکت کی لونڈی ہے سو اس نے اقرار کیا کہ یہ لونڈی فلانے شخص کی ہے تو یہ اقرار اس کے شریک کے نصیب میں جائز نہیں کذا فی العالمگیریہ عن قاضی خاں **لو باع احدہما للآخر اخذ ثمنہ ولا الخصومۃ فیما باعہ اوادانہ** اور اگر ایک شریک نے بیع کی تو دوسرے شریک کو اسکی قیمت لینا جائز نہیں اور نہ اس کے بیع اور ادا میں خصومت جائز ہے یعنی جس مال کو شریک نے بطریق دین دیا اس میں شریک ثانی خصومت نہیں کر سکتا **وہو ای الشریک امین فی المال فیقبل قولہ بیمینہ فی مقدار الربح والخسران والضیاع والدفع لشریکہ ولو ادعاہ بعد موتہ** کما فی البحر مستدلا بما فی وکالۃ لو لو الجیۃ کل من حکی امرا لا یملک استیناف ان فیہ ایجاب الضمان علی الغیر فلا یصدق وان فیہ نفی الضمان عن نفسہ صدق انتہی فلیحفظ ہذا الضابط اور وہ یعنی شریک خواہ شریک عنان ہو یا مفاوضہ کذا فی الطحطاوی امانت دار ہے مال میں تو اس کا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھ بمقدار منفعت اور نقصان اور راس المال کے ضائع ہونے اور اپنے شریک کے دینے میں اگرچہ اس کا دعوی کیا اپنے شریک کی موت کے بعد چنانچہ بحر الرائق میں ہے وکالت ولو الجیہ سے استدلال کرکے کہ جس شخص نے حکایت کی اس امر کی جس کے استیناف کا وہ مالک نہیں اگر اس میں ایجاب ضمان ہوتا ہو غیر پر تو اس کی تصدیق نہ ہوگی اور اگر اس حکایت میں نفی ضمان کی ہو اپنی ذات سے تو اس کی تصدیق ہوگی تو اس قاعدہ کو یاد رکھنا چاہیے **ع** صاحب بحر نے کہا کہ ظاہر کلام فقہا یہ ہے کہ اگر اپنے شریک کو دفع مال کا دعوی کیا تو اس کا قول مع الیمین معتبر ہے خواہ یہ دعوی شریک کی حیات میں ہو یا موت میں اور ظاہر کلام ولوالجی کتاب الوکالۃ میں اس کا مفید ہے اس واسطے کہ اس نے کہا کہ اگر قبض ودیعت کے واسطے وکیل کیا پھر موکل مر گیا سو وکیل نے کہا کہ میں نے قبضہ کیا اس کی حیات میں اور وہ چیز ہلاک ہوگئی اور وارث اس کے منکر ہیں یا وکیل نے کہا کہ میں نے ودیعت موکل کو دی تو اس کی تصدیق ہوگی اور اگر قبض دین کے واسطے وکیل کیا تو تصدیق نہ ہوگی اس واسطے کہ وکیل نے دونوں موضع میں اس امر کی حکایت کی جس کے استیناف کا مالک نہیں سو وکیل لقبض ودیعت نفی ضمان کی اپنی ذات سے حکایت کرتا ہے لہذا اس کی تصدیق ہوگی اور وکیل لقبض دین حاکی ضمان ہے موکل پر تو اس کی تصدیق نہ ہوگی انتہی ملخصا کذا فی المنح **ویضمن بالتعدی وہذا حکما الامانات** اور ضمان دے گا شریک بسبب تعدی کے اور یہی حکم ہے امانات کا یعنی امانتدار پر ضمان نہیں مگر تعدی وفی خانیۃ التقلید بالمکان صحیح فلو قال لا تجاوز خوارزم فجاوز وضمن حصۃ شریکہ اور خانیہ میں ہے کہ مقید کرنا شرکت کا ساتھ مکان کے صحیح ہے تو اگر ایک شریک نے دوسرے شریک سے

Marfat.com

کہ کہ نوازم سے آگے نہ بڑھنا پھر وہ بڑھ گیا اور مال تباہ ہوا تو ضامن ہوگا اپنے شریک کے حصہ کا بسبب تعدی کے وفی اشباہ نہی احدہما شریکہ عن الخروج وعن بیع النسیئۃ جائز اور اشباہ میں ہے کہ ایک شریک نے نہی کی اپنے شریک کو شہر کے باہر جانے سے اور ادھار بیچنے سے تو بھی جائز ہے یعنی اگر اس کے خلاف کریگا اور مال تلف ہوگا تو ضمان دے گا کما **یضمن الشریک** عنانا ومفاوضۃ بحر **بموتہ مجہلا نصیب صاحبہ** علی المذہب والقول بخلافہ غلط کما فی وقف الخانیۃ وسیجئ فی الودیعۃ خلافا للاشباہ چنانچہ ضامن ہوتا ہے شریک اپنے شریک کے حصہ کا خواہ شرکت عنان ہو یا مفاوضہ کذا فی البحر اپنے مرجانے سے بلا بیان یعنی اگر ایک شخص مرگیا اور اس نے اپنے شریک کے مال کا جو اس کے پاس ہے حال نہ بیان کیا تو اس پر ضمان ہے بنا بر مذہب صحیح کے اور قول اس کے مخالف یعنی عدم ضمان کا قول غلط ہے کما فی الوقف الخانیۃ اور کتاب الودیعۃ میں اس کی تصریح آوے گی بخلاف اشباہ کے **ہم** اشباہ کی کتاب الامانت میں ہے کہ احد المتفاوضین جب مرگیا اور اس نے بیان نہ کیا اس مال کا جو اس کے پاس ہے تو اس پر ضمان نہیں طحطاوی نے کہا کہ صاحب اشباہ کا کلام مبنی علی الغلط ہے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے فی المحیط قد وقع حادثتان الاولی نہاہ عن البیع نسیئۃ فباع فاجبت بنفاذہ فی حصتہ وتوقفہ فی حصۃ شریکہ فان اجاز فالربح لہما محیط محیط میں ہے کہ دو حادثے واقع ہوئے پہلا حادثہ یہ کہ ایک شریک نے دوسرے کو ادھار بیچنے سے منع کیا سو شریک نے ادھار بیع کی تو میں نے جواب دیا بیع کے نافذ ہونے کا بائع کے حصہ میں اور موقوف ہونے بیع کا اس کے شریک کے حصہ میں پھر اگر شریک اپنے حصہ کی بیع کو جائز رکھے گا تو نفع اس کا دونوں کے واسطے ہے یعنی اگر جائز نہ رکھے گا تو اس کے حصہ کی بیع باطل ہے الثانیۃ نہاہ عن الاخراج فخرج ثم ربح فاجبت انہ غاصب حصۃ شریکہ بالاخراج فینبغی ان لا یکون الربح علی الشرط انتہی ومقتضاہ فساد الشرکۃ دوسرا حادثہ یہ ہے ایک شریک نے دوسرے کو منع کیا مال کو شہر کے باہر لے جانے سے سو شریک باہر نکلا یعنی مال لے کر پھر اس کو منفعت حاصل ہوئی تو میں نے جواب دیا کہ وہ اپنے شریک کے حصہ کا غاصب ہے بسبب اخراج کے تو لائق یہ ہے کہ نفع موافق شرط کے مشترک نہ ہو انتہی اور مقتضی اس جواب کا فساد شرکت ہے کذا فی النہر یعنی اس واسطے کہ شرکت غصب کی طرف منتقل ہوئی وفیہ تفرع علی کونہ امانۃ مسائل قاری الہدایۃ عمن طلب محاسبۃ شریکہ فاجاب لا یلزم بالتفصیل ومثلہ المضارب والوصی والمتولی نہر وقضاۃ زماننا لیس لہم قصد بالمحاسبۃ الا الوصول الی سحت المحصول اور نہر الفائق ہے اور متفرع ہے مال شرکت کے امانت ہونے پر وہ مسئلہ جس کا سوال ہوا قاری ہدایہ سے کہ جو شخص اپنے شریک سے محاسبہ طلب کرے تو قاری ہدایہ نے جواب دیا کہ شریک پر جواب دینا بہ تفصیل لازم نہ کیا جائے گا یعنی جو شریک امین ہے تو نفع نقصان میں اسی کا قول اجمالا مع الیمین معتبر ہوگا اور شریک کے مانند مضارب اور یتیم وصی اور متولی وقف ہے کذا فی النہر اور ہمارے زمانے کے قاضیوں کو حساب لینے اشخاص مذکورین سے کچھ ارادہ نہیں سوائے حرام ملنے کے **ہم** حلبی نے کہا یہ سب عبارت نہر الفائق کی ہے تو شارح کو مناسب تھا کہ لفظ نہر کو نہ لاتا کہ لفظ فی کافی ہے اور آخر میں انتہی کہتا **واما تقبل** وتسمی شرکۃ صنائع واعمال وابدان اور یا شرکت تقبل ہے اور اس کو شرکت صنائع اور شرکت اعمال اور شرکت ابدان بھی کہتے ہیں **ہم** شرکت تقبل اس واسطے کہتے ہیں کہ ایک شریک عمل کو قبول کرتا ہے اور اپنے شریک کی طرف ڈال دیتا ہے اور شرکت صنائع اس واسطے کہتے ہیں کہ اہل حرفہ یہ شرکت باہم کرتے ہیں اور شرکت اعمال اور ابدان اس واسطے کہتے ہیں کہ دونوں شخص اپنے ابدان سے عمل کرتے ہیں غالبا اگرچہ دونوں کو عمل کرنا لازم نہیں **ان اتفق** صانعان **خیاطان او خیاط وصباغ فلا یلزم** اتحاد صنعۃ ومکان **علی ان تقبلا الاعمال** التی یمکن استحقاقہا یا شرکت تقبل ہے اگر متفق ہوں دو اہل حرفہ یعنی دو درزی یا درزی اور رنگریز اس پر کہ ان اعمال کو قبول کریں جن کا استحقاق ممکن ہے اور جب خیاط اور رنگریز کی شرکت صحیح ہوئی تو ثابت ہوا کہ اتحاد حرفہ اور اتحاد مکان شرکا لازم نہیں شرکت میں **ہم** امکان استحقاق عمل کی قید سے ان اعمال کی شرکت نکل گئی جو غیر مستحق ہیں عقد سے چنانچہ دلالی اور یہ ضرور ہے کہ عمل حلال ہو نہ حرام اور عمل قبول کرنا دونوں کا شرط نہیں بلکہ اگر ایک شخص کام لے اور دوسرا کام کرے یا ایک درزی کسی کا کپڑا لے اور قطع کرکے دوسرے خیاط کو دے سینے کے واسطے تو جائز ہے کذا فی الطحطاوی ومنہ تعلیم

Marfat.com

کتابۃ وقرآن وفقہ علی المفتی بہ اور منجملہ عمل حلال جس کا استحقاق عقد سے ممکن ہے تعلیم کتابت اور قرآن اور تعلیم فقہ ہے بموجب قول مفتی بہ کے ھ متاخرین کے نزدیک اس پر فتوی ہے کہ طاعات پر اجرت لینا صحیح ہے بخلاف شرکت دلالین ومغنین وشہود محاکم وقراء مجالس وتعازی ووعاظ وسوال لان التوکیل بالسوال لایصح فیہ والاشباہ بخلاف دلالوں کی شرکت اور گویوں کی شرکت اور محکموں کے گواہوں کی شرکت اور مجالس اور ماتم کے قاریوں کی شرکت اور واعظوں کی شرکت اور سائلین کی شرکت کے اس واسطے سائلین کی شرکت جائز نہیں کہ سوال کرنے کے واسطے وکیل کرنا صحیح نہیں کذا فی القنیۃ والاشباہ ھ شرکت دلالین اس واسطے صحیح نہیں کہ دلال کے عمل کا استحقاق بعقد اجارہ صحیح نہیں بلا بیان مدت کذا فی المجتبی اور مغنی یعنی گویوں کی شرکت اس واسطے صحیح نہیں کہ غنا حرام ہے اور شرکت شہود اس واسطے جائز نہیں کہ گواہی پر اجرت لینا صحیح نہیں اور شرکت قرآن خوانوں کی مجالس اور ماتم کے مکانوں میں بطریق قرأت زمزمہ یعنی کنگڑی سے پڑھنا صحیح نہیں اس واسطے کہ ممکن الاستحقاق اور شرکت واعظین بھی بسبب عدم استحقاق کے صحیح نہیں تعازی جمع تعزیت مراد ماتم ہے جو اموات کے وقت ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی ویکون الکسب بینہما علی ما شرطا مطلقا فی الاصح لانہ لیس بربح بل بدل عمل فصح تقویمہ اور ہوگا کسب دونوں شریکوں کے درمیان میں بموجب ان کی شرط کے مطلقا قول اصح میں اس واسطے کہ کسب نفع نہیں بلکہ عمل کا بدلا ہے تو اس کی تقوم صحیح ہے ھ اگرچہ عمل بالمناصفۃ مشروط ہو اور مال اثلاثا یعنی ایک ثلث ایک شریک کا اور دو ثلث دوسرے شریک کا تو بھی صحیح ہے باعتبار استحسان کے اس واسطے کہ جو مال کسب سے حاصل ہوتا ہے وہ منفعت میں داخل نہیں اس واسطے کہ منفعت ہوتی ہے جنس کے اتحاد کے وقت یعنی جب کہ راس المال اور منفعت ایک جنس ہوں اور حالانکہ یہاں دونوں مختلف الجنس ہیں اس واسطے کہ راس المال یہاں عمل ہے اور منفعت مال ہے تو یہ مال عمل کا بدلا ہوا اور عمل تقویم پذیر ہے یعنی عمل قلیل کی تقویم مال کثیر سے صحیح ہے چنانچہ ایک شخص کو مزدور ٹھہرایا اجرت مثل سے زیادہ دے کر بخلاف شرکۃ الوجوہ کہ اس میں کمی اور زیادتی منفعت کی صحیح نہیں بموجب قیاس کے چنانچہ آگے معلوم ہوگا کذا فی المنح وکل ما تقبلہ احدہما یلزمہما وعلی ہذا الاصل فیطالب کل واحد منہما بالعمل ویطالب کل منہما بالاجر دیرا دافعہا بالدفع الیہ ای الی احدہما اور جس کام کو ایک شریک قبول کرے گا تو دونوں پر وہ لازم ہو جائے گا اور بموجب اسی قاعدے کے تو مطالبہ عمل کا کیا جائے گا ہر شریک سے اور ہر شریک مزدوری کا مطالبہ کرے گا اور بری الذمہ ہوگا مزدوری کا دینے والا ایک شریک کو دے کر والحاصل من اجر عمل احدہما بینہما علی الشرط ولو الآخر مریضا او مسافرا امتنع عمدا بلا عذر لان الشرط مطلق العمل لا عمل القابل الا تری ان القصار لو استعان بغیرہ او استاجرہ استحق الاجر بزازیۃ اور جو مزدوری ایک شریک کے کام کرنے سے حاصل ہوگی وہ دونوں میں منقسم ہوگی بموجب شرط کے اگرچہ دوسرا شریک بیمار ہو یا سفر میں ہو یا عمدا بلا عذر عمل سے باز رہا ہو اس واسطے کہ شرط مطلق عمل ہے کسی شریک کا عمل ہونا بالخصوص قبول کرنے والے شریک کا عمل کیا تو نہیں جانتا کہ دھوبی اگر امداد چاہے غیر شخص سے یا کسی کو مزدوری لگا دے تو اجرت کا مستحق ہوگا کذا فی البزازیۃ واما وجوہ ہذا رابع وجوہ شرکۃ العقد اور یا شرکۃ وجوہ ہے یہ چوتھی قسم ہے شرکۃ العقد کے اقسام کی ھ شرکۃ الوجوہ اس واسطے اس کا نام ہوا کہ ادھار خرید کرنا بدوں وجاہت کے نہیں ہوتا یعنی جس شخص کی وجاہت اور اعتبار لوگوں میں ہوتا ہے اسی کے ہاتھ ادھار بیچتے ہیں کذا فی المنح ان عقداہا بلا مال علی ان یشتریا نوعا او انواعا بوجوہہما ای بسبب وجاہتہما ویبیعا فما حصل بالبیع یدفعان منہ ثمن ما اشتریا بالنسیئۃ وما بقی بینہما اور یہ یا شرکت الوجوہ ہے اگر دونوں شریکوں نے ایجاب قبول کیا بدوں مال کے اس شرط پر کہ دونوں شخص ایک قسم یا چند اقسام کی چیزیں خرید کریں اپنی وجاہت اور اعتبار سے اور بیچیں سو بیع سے جو حاصل ہو اس میں سے قیمت اس کی دین جس کو ادھار خرید کر لیا اور جو باقی رہے بعد ادائے قیمت کے دونوں میں منقسم ہو ھ شرکۃ الوجوہ یہ ہے کہ دو شریک ہوں اور انکے پاس مال نہیں لیکن لوگوں میں انکی وجاہت ہے سو دونوں کہیں کہ ہم شریک ہوئے اس پر کہ ادھار مول لیں اور نقد بیچیں اس شرط پر کہ جو حق تعالی نفع دے وہ ہمارا بین منقسم بموجب ایسی ایسی شرط کے کذا فی العالمگیریہ عن البدائع ویکون کل منہما متقبلا والوجوہ عنانا ومفاوضۃ ایضا بشرطہ السابق اور ہر ایک قسم تقبل اور وجوہ کی عنان ہوتی ہے اور مفاوضہ بھی موافق اپنی شرط سابق کے ھ شرکت تقبل میں مفاوضہ اس طرح ہوگا کہ دونوں شریک لفظ مفاوضہ

Marfat.com

یا معنی مفاوضہ ذکر کریں اس شرط سے کہ دونوں اہل حرفہ اعمال کو قبول کریں اور ضامن ہوں اعمال کے برابر اور نفع اور نقد ان میں متساوی ہوں اور ہر شخص دوسرے کا ضامن ہو ملحقات شرکت میں اور اگر عمل اور اجرت میں کمی بیشی ہو تو شرکت عنان ہوگی اور شرکت وجوہ میں مفاوضہ اس طرح ہوگا کہ دونوں شریک اہل کفالت ہوں اور جو چیز خریدیں وہ دونوں میں نصفا نصف ہو اور ہر شخص پر اس کی نصف قیمت ہو اور نفع میں دونوں برابر ہوں اور لفظ مفاوضہ ذکر کریں یا اس کے مقتضیات کو تو اثمان اور مبیعات میں وکالت اور کفالت متحقق ہوگی اور اگر کوئی ان شرطوں میں سے فوت ہو تو شرکت عنان ہو جائے گی کذا فی العالمگیریۃ عن الفتح والمحیط واذا اطلقت عنانا اور اگر شرکت تقبل یا وجوہ مطلق ہو یعنی بلا ذکر مفاوضہ یا عنان تو عنان ہی ثابت ہوگی لسبب کثرت رواج عنان کے و تتضمن شرکۃ کل من تقبل والوجوہ الوکالۃ اعتبارا فی جمیع انواع الشرکۃ اور ہر ایک شرکت تقبل اور وجوہ سے وکالت کی متضمن ہوگی واسطے معتبر ہونے وکالت کے جمیع اقسام شرکت میں والکفالۃ ایضا اذا کانت مفاوضۃ بشرطہا اور ہر شرکت تقبل اور وجوہ کی ضمانت کی بھی متضمن ہوگی جب کہ شرکت مفاوضہ ہو موافق اس کی شرط کے خلاصہ یہ ہے کہ شرکت مذکورہ میں وکالت کا ہونا ہر صورت ضرور ہے اور کفالت در صورت مفاوضہ والربح فیہا علی ما شرطا من مناصفۃ المشتری بفتح الراء او مثالثۃ لیکون الربح بقدر الملک لئلا یودی الی ربح مالم یضمن بخلاف العنان کما مر اور شرکۃ الوجوہ میں نفع بقدر شرط شریکین کے ہوگا خرید کی چیز میں مناصفہ ہو یا مثالثہ یعنی اگر دونوں شریکوں نے آدھوں آدھ خرید کی ہو تو نفع بھی آدھوں آدھ ہوگا اور اگر ایک شریک نے تہائی خرید کی اور دوسرے نے دو تہائیاں تو اس کے موافق نفع ہوگا تا نفع بقدر ملک کے ہوتا اس کے نفع کی طرف نوبت نہ پہنچے جس کا یہ شخص ضامن نہیں بخلاف اس شرکۃ العنان کے جو شرکۃ الاموال میں ہوتی ہے کہ اس میں زیادتی نفع باوجود کمی مال کے جائز ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم خلاصہ یہ ہے کہ نفع شرکۃ الوجوہ میں تابع خرید کی چیز کے ہے اس واسطے کہ نفع بقدر ضمان کے ہوتا ہے اگر کوئی شریک شرکۃ الوجوہ میں زیادہ نفع شرط کرے گا تو شرط باطل ہے تو نفع دونوں میں بقدر ضمان کے ہوگا پھر اگر ایک چیز ادھار خرید کی اور ہر شخص مثلاً نصف نصف قیمت کا ضامن ہوا اور ایک شریک نے نصف سے زیادہ دو ثلث نفع شرط کر لیا تو یہ نفع اس کا ہوا جس کا ضمان اس پر نہیں لہذا جائز نہیں کذا فی الظہیریۃ ملخصا وفی الدرر لا یستحق الربح الا باحدی ثلث بمال او عمل او تقبل اور درر میں ہے کہ نفع کا استحقاق نہیں ہوتا مگر لسبب ایک کے تین چیزوں میں سے یا مال سے یا عمل سے یا قبول کرنے سے ہم مال سے نفع حاصل ہونا چنانچہ صاحب مال کو حاصل ہوتا ہے مضاربت میں اور عمل سے نفع ہونا چنانچہ مضارب کو ہوتا ہے اور قبول کرنے سے نفع ہونا چنانچہ ایک شخص دکان پر بیٹھا ہے اور لوگ اس کو سینے یا رنگنے کا کام دیتے ہیں اور وہ اپنے شریک سے کام کرواتا ہے تو نصف اجرت کا وہ مستحق ہے لسبب تقبل اور ضمان کے ان تین چیزوں کے سوا نفع لینا شرع میں جائز نہیں کذا فی الظہیریۃ۔

فصل فی الشرکۃ الفاسدۃ

یہ فصل ہے شرکت فاسدہ کے احکام میں شرکت فاسدہ وہ ہے جس میں صحت شرکت کی شرائط سے کوئی شرط نہ ہو کذا فی العالمگیریۃ لا تصح شرکۃ فی احتطاب واحتشاش واصطیاد واستقاء وسائر المباحات کا جتناء وثمامن جبال وطلب معدن من کنز وطبخ اجر من طین مباح لتضمنہا الوکالۃ والتوکیل فی اخذ المباح لا تصح صحیح نہیں شرکت مباح لکڑی اور گھانس اور پانی لینے اور شکار کرنے اور باقی مباحات میں چنانچہ پھلوں کا چننا پہاڑوں سے اور معدن کا طلب کرنا کنز سے اور اینٹ کا پکانا مباح مٹی سے لسبب متضمن ہونے شرکت کے وکالت کو اور حالانکہ مباح چیز کے لینے میں وکیل کرنا صحیح نہیں ہم شرکت بلا وکالت نہیں ہو سکتی اور اخذ مباحات میں وکالت متصور نہیں اس واسطے کہ توکیل عبارت ہے اثبات ولایت تصرف سے اس چیز میں جس میں موکل کا تصرف ثابت ہے سو یہاں حاصل نہیں اس واسطے کہ موکل مباح چیز کا

ف استحقاق نفع نہیں ہوتا مگر تین چیزوں سے ۱۲

Marfat.com

خود مالک نہیں تو اپنی جگہ غیر کی اقامت کا کیونکر مالک ہوگا کذا فی المنح معدن وہ ہے جس کی وضع پیدائشی ہو اور کنز وہ ہے جس کی وضع بنی آدم سے ہو اور رکاز دونوں کو شامل ہے تو اگر شارح تعداد مباحات میں طلب معدن و کنز جاہلی کہتا فتاوی عالمگیری کے مانند تو مناسب تھا اس واسطے کہ کنز اسلامی لفظ ہے نہ مباح اور اگر مٹی اور کنکر مملوک ہوں اور دو شخص ان کو خرید کر کے اینٹ اور چونہ پکا دیں اور بیچیں تو جائز ہے عینی نے کہا یہ شرکۃ الوجوہ ہے اور فتح القدیر میں کہا کہ یہ شرکۃ الصنائع ہے کذا فی الطحطاوی **وما حصلہ احدہما فلہ وما حصلاہ معا فلہما نصفین** ان لم یعلم بالکل اور مباحات میں سے جو ایک شریک حاصل کرے گا تو وہ ہی اس کا مالک ہوگا یعنی بسبب فاسد ہونے شرکت کے اور جس کو دونوں ساتھ ہی حاصل کریں گے تو وہ دونوں میں نصفا نصف ہوگا اگر معلوم نہ ہو کہ ہر شخص نے کتنا حاصل کیا یعنی اگر ایک کی تحصیل معلوم ہو تو اس کے موافق مالک ہوں گے ھم فتاوی خیریہ میں ہے کہ عورت کا زوج اور بیٹا ایک گھر میں رہتے اور علیحدہ علیحدہ کسب کرتے ہیں اور حاصلات کسب یکجا رکھتے ہیں اور تفاوت اور تساوی اور تمیز معلوم نہیں تو وہ مال دونوں میں برابر ہوگا اور اسی طرح چند بھائی اپنے باپ کی میراث میں سوداگری یا کھیتی کرتے ہیں اور مال زیادہ ہوا تو برابر میں تقسیم ہوگا اگرچہ کام اور تدبیر میں متفاوت ہوں ف **وما حصلہ احدہما باعانۃ صاحبہ اجر مثلہ بالغا ما بلغ عند محمد وعند ابی یوسف لا یجاوز نصف ثمن ذلک قیل تقدیمہم قول محمد یؤذن باختیارہ** نہر و عنایہ اور مباحات میں سے جو ایک شخص نے حاصل کیا اپنے ساتھی کی مدد سے تو وہ چیز اسی شخص کی ہے اور اس کے ساتھی کے واسطے اجرت ہے اس کی محنت کے مانند اجرت مثل کتنی کیوں نہ ہو جائے محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک اس چیز کی نصف قیمت سے اجرت زیادہ نہ ہوگی بعضوں نے کہا مقدم لانا فقہا کا محمد کے قول کو اس کے مختار اور مفتی بہ ہونے پر آگاہ کرتا ہے کذا فی النہر والعنایہ ھم حموی نے مفتاح سے نقل کیا کہ قول محمد فتوی کے واسطے مختار ہے اور غایۃ البیان میں ہے کہ قول ابو یوسف استحسان ہے **والربح فی الشرکۃ الفاسدۃ بقدر المال ولا عبرۃ لشرط الفضل فلو کل المال لاحدہما فلاجر** اجر مثلہ کما لو دفع دابۃ لرجل لیؤجرہا والاجر بینہما فالشرکۃ فاسدۃ والربح للمالک وللآخر اجر مثلہ وکذلک السفینۃ والبیت اور شرکت فاسدہ میں نفع بقدر مال کے ہے اور اعتبار نہیں زیادہ لینے کی شرط کا سو اگر سب مال ایک شریک کا ہے تو دوسرے شریک کو اس کی محنت کے مانند اجرت ملے گی چنانچہ ایک شخص نے اپنا جانور اونٹ یا بیل دوسرے مرد کو دیا تا اس کو کرایہ چلاوے اور اجرت دونوں میں مشترک ہے تو یہ شرکت فاسدہ ہے اور تمام نفع مالک کا ہے اور دوسرے مرد کے واسطے اجرت مثل ہے اور یہی حکم ہے ناؤ اور گھر کا ھم قنیہ میں ہے کہ ایک شخص ناؤ کا مالک ہے اس نے اپنے ساتھ چار شخص شریک کیے اس شرط پر کہ ناؤ کو چلاویں اور جو فائدہ ہو اس میں سے پانچواں حصہ مالک کا اور باقی چاروں میں برابر تو یہ شرکت فاسد ہے اور حاصل کا مالک صاحب کشتی ہے اور اس پر چاروں کی اجرت مثل ہے **ولو بیع علیہا ابر فالربح لرب البر وللآخر اجر مثل الدابۃ ولو لاحدہما البغل وللآخر بعیر فالاجر بینہما علی مثل اجر البعض لبعیر** نہر اور اگر ایک شخص نے اپنا جانور دوسرے کو دیا تا کہ وہ اس کے اوپر گیہوں لاد کر بیچے تو نفع گیہوں کے مالک کا ہے اور دوسرے کو جانور کی اجرت مثل ملے گی اور اگر ایک شخص کا خچر ہے اور دوسرے کا اونٹ تو اجرت دونوں میں منقسم ہوگی خچر اور اونٹ کی اجرت کے مانند کذا فی النہر ھم صاحب نہر نے کہا اس واسطے شرکت فاسد ہے کہ جانور کی منفعت مال شرکت ہونے کی لیاقت نہیں رکھتی **وتبطل الشرکۃ** ای شرکۃ العقد **بموت احدہما** علم الآخر او لا لانہ عزل حکمی اور باطل ہو جاتی ہے شرکت یعنی شرکۃ العقد ایک شریک کے مرنے سے دوسرے شریک نے اس کی موت معلوم کی ہو یا نہ اس واسطے کہ موت عزل حکمی ہے تو علم اس میں شرط نہیں موت سے شرکت اس واسطے باطل ہو گئی کہ شرکت میں وکالت مندرج ہے اور موت سے وکالت باطل ہو جاتی ہے کذا فی المنح **ولو حکما** بان قضی بلحاقہ مرتدا موت سے شرکۃ باطل ہوتی ہے اگرچہ موت حقیقی نہ ہو حکمی ہو اس طرح پر کہ ایک شریک کے لحوق دار الحرب پر حالت ارتداد میں قاضی کا حکم ہو گیا ہو **وتبطل ایضا بانکارہما ولقولہ لا اعمل معک** فتح اور شرکت باطل ہوتی ہے شرکت کے انکار سے اور یوں کہنے سے کہ میں تیرے ساتھ کام نہیں کرتا کذا فی

ف چند بھائی باپ کی میراث میں تجارت کرتے ہیں تو برابر حصہ پاویں گے گو عمل اور تدبیر میں متفاوت ہوں ۱۲

Marfat.com

الفتح وبفسخ احدہما ولو للمال عروضا بخلاف المضاربۃ ہو المختار بزازیۃ خلافا للزیلعی اور شرکت باطل ہوتی ہے ایک شریک کے فسخ کر ڈالنے سے اگرچہ مال شرکت عروض ہو نہ نقد بخلاف مضاربت کے کہ وہ فسخ کرنے سے فسخ نہیں ہوتی اگر مال عروض ہو اور یہی قول مختار ہے کذا فی البزازیۃ بخلاف زیلعی کے کلام کے ہم زیلعی کے کلام سے نکلتا ہے کہ جب مال عروض ہو تو فسخ جائز نہیں ویتوقف علی علم الآخر لانہ عزل قصدی اور فسخ شرکت موقوف ہے دوسرے شریک کے علم پر اس واسطے کہ یہ عزل قصدی ہے نہ حکمی ہم طحطاوی نے کہا تینوں طرح کا فسخ علم پر موقوف ہے یعنی فسخ انکاری اور اظہار عدم عمل کا فسخ اور فسخ صریح وبجنونہ مطبقا فالربح بعد ذلک للعامل لکنہ یتصدق بربح مال المجنون تاتارخانیۃ اور شرکت باطل ہوتی ہے شریک کے جنون مطبق ہونے سے اور فسخ شرکت کے بعد کا نفع عامل کے واسطے ہے لیکن وہ خیرات کرے مجنون کے مال کی منفعت کو کذا فی التاتارخانیۃ ہم ظاہر اشرکت فسخ ہونے کا حکم نہیں بلا اطباق جنون کی مدت ایک مہینہ ہے یا چھ مہینے علی اختلاف القولین کذا فی الطحطاوی ولم یزک احدہما مال الآخر بغیر اذنہ فان اذن کل فادیا معا او جہل ضمن کل نصیب صاحبہ وتقاصا اور جح بالزیادۃ اور نہ زکوۃ دے ایک شریک دوسرے کے مال کی بدون اس کے اذن کے پھر اگر ہر شریک نے دوسرے کو اپنے مال کی زکوۃ دینے کا اذن دیا پھر دونوں نے ساتھ ہی زکوۃ دی یا تقدیم اور تاخیر معلوم نہ ہوئی تو ہر شریک حصہ شریک ثانی کا ضمان دے اور دونوں باہم مجرا کر لیں یا زیادتی کو پھیر لے یعنی اگر شرکت مفاوضہ ہو یا شرکت عنان میں دونوں کا مال برابر ہو تب تو باہم مجرا کر لیں اور اگر ایسی شرکت عنان ہو جس میں دونوں مال کم و بیش ہوں تو زیادہ مال والا مقدار زیادت کو شریک سے ضمان لے وان ادیا متعاقبا کان الضمان علی الثانی علم بادائہ صاحبہ اولا کالمامور بادائہ الزکوۃ او الکفارۃ اذا دفع للفقیر بعد اداء الآمر بنفسہ لان فعل الآمر عزل حکمی وفیہ لا یشترط العلم خلافا لہما اور اگر دونوں شریکوں نے زکوۃ آگے پیچھے ادا کی تو دوسرے دینے والے پر ضمان ہوگا خواہ ثانی کو اپنے شریک کے ادا کرنے کا علم ہو یا نہ ہو جیسے ادائے زکوۃ اور کفارہ کا مامور جب کہ فقیر کو دے بعد ادا کرنے آمر کے بذات خود ضامن ہوتا ہے اس واسطے کہ آمر کا فعل عزل حکمی ہے اور اس میں علم شرط نہیں امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے مذہب۔ کے کہ ان کے نزدیک ضمان نہیں درصورت عدم علم ہم درصورت تعاقب ثانی ادا کرنے والے پر اس واسطے ضمان واجب ہوا کہ اس نے ادا نہ کیا آمر کا امر یعنی فرض کا ساقط کرنا آمر پر سے اس واسطے کہ جب آمر نے اول زکوۃ دی تو اس پر سے فرض ساقط ہو گیا پھر مامور کے دینے سے کچھ ساقط نہ ہوا تو وہ آمر کا مخالف ہوا لہذا اس پر ضمان لازم آیا خواہ اس کو اس کا علم ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ آمر کے ادا سے مامور حکما معزول ہو گیا بسبب فوت ہونے محل کے اور یہ مختلف نہیں ہوتا علم اور جہل سے جیسے بیع عبد کا وکیل موکل کے آزاد کر دینے سے معزول ہو جاتا ہے اس کو عتاق کا علم ہو یا نہ ہو کذا فی المنح اشتری احد المتفاوضین امۃ باذن الآخر صریحا فلا یکفی سکوتہ لبطلانہا فہی لہ لا للشرکۃ بلا شیء تتضمن الاذن بالشراء للوطی الہبۃ اذ لا طریق لحلہ الا بہا لحرمۃ وطی المشترکۃ وہبۃ المشاع فیما لا یقسم جائزۃ وقالا یلزمہ نصف الثمن ایک شریک متفاوض نے لونڈی خرید کی دوسرے شریک کے صریح اذن سے تو کافی نہ ہوگا چپ رہنا اس واسطے خرید کی تاکہ اس سے قربت کرے تو وہ لونڈی اسی کی ملک خاص ہوگی نہ شرکت کی مفت مملوک مشتری ہوگی اس واسطے کہ وطی کے واسطے خرید کا اذن دینا سکوت کا متضمن ہے اس واسطے کہ وطی کے حلال ہونے کا کوئی طریقہ نہیں سوائے ہبہ بسبب حرام ہونے مشترک لونڈی کی وطی کے اور ہبہ مشاع کا اس امر میں جس میں تقسیم نہیں ہو سکتی جائز ہے اور صاحبین نے کہا کہ شریک مشتری کو نصف قیمت دینا لازم ہے وللبائع والمستحق اخذ کل ثمنہا وعقرہا لتضمن المفاوضۃ للکفالۃ اور لونڈی کے بائع اور مستحق کو جائز ہے لونڈی کی قیمت اور اس کا مہر مثل لینا ہر شریک سے بسبب متضمن ہونے مفاوضہ کے ضمانت کو ہم یہاں الف ونشر مرتب ہے یعنی بائع ہر شریک سے قیمت اس کی لے سکتا ہے اور مستحق مہر مثل ومن اشتری عبدا مثلا فقال لہ اخر اشرکنی فیہ فقال فعلت ان قبل القبض لم یصح وان بعدہ صح ولزمہ نصف الثمن وان لم یعلم بالثمن خیر عند العلم بہ اور جس نے مثلا ایک غلام خرید کیا تو غیر شخص نے اس سے

Marfat.com

کہا کہ اس میں مجھ کو شریک کرلے سو مشتری نے کہا کہ میں نے یہ کام کیا یعنی شریک کیا اگر یہ قول قبل قبض کے ہے تو صحیح نہیں اور اگر بعد قبض کے ہے تو صحیح ہے اور اس کو نصف قیمت لازم ہے اور اگر دوسرے کو قیمت معلوم نہیں تو وہ مختار ہے قیمت معلوم ہونے کے وقت چاہے لے چاہے نہ لے ھ قبل القبض شرکت اس واسطے صحیح نہ ہوئی کہ مبیع منقول کی قبل القبض جائز نہیں **ولو قال اشرکنی فیہ فقال نعم ثم لقیہ آخر وقال مثلہ واجیب نعم** فان کان القائل **عالما بمشارکۃ الاول فلہ ربعہ وان لم یعلم فلہ نصفہ** لکونہ مطلوبا شرکتہ فی کلہ وحینئذ خرج البعد من ملک الاول اور اگر غیر شخص نے کہا کہ مجھ کو شریک کرلے خلاغلام کی خرید میں سو مشتری نے کہا ہاں تجھ کو شریک کیا پھر مشتری کو دوسرا شخص ملا اور اس نے بھی مانند اس کے کہا یعنی شرکت کی درخواست کی اور جواب دیا کہ ہاں تو بھی شریک ہے تو اگر قائل ثانی مشارکت شخص اول کو جانتا ہے تو وہ چوتھائی کا مالک ہے اور اگر اس کو مشارکت کا علم نہیں تو نصف کا مالک ہوگا اس واسطے کہ قائل ثانی کو پوری غلام کی شرکت مطلوب ہے اور اس وقت میں غلام نکل جائے گا اول کی ملک سے ھ قائل ثانی درصورت علم مشارکت اس واسطے چوتھائی کا مالک ہوگا کہ ایجاب اول سے نصف غلام قائل اول کا ہوگیا تھا اور نصف مشتری کا تو ایجاب ثانی سے مشتری مشارکت نہیں کرسکتا مگر اپنے نصف میں تو نصف النصف ربع ہوا اور قائل ثانی درصورت عدم علم مشارکت اس واسطے نصف کا مالک ہوگا کہ قائل ثانی کو عبد کامل میں شریک ہونا مطلوب ہے حالانکہ ایجاب اول سے نصف عبد میں قائل اول کو شریک کرچکا تو نصف باقی قائل ثانی کا ہوگا اب مشتری اول کی غلام میں کچھ بھی ملکیت باقی نہ رہی کذا فی المنح **ماشتریت الیوم من انواع التجارۃ ففی بینی وبینک فقال نعم جاز اشباہ** ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ جو میں آج خرید کروں تجارت کی اقسام سے سو وہ مجھ میں اور تجھ میں مشترک ہے سو دوسرے نے کہا ہاں تو یہ جائز ہے کذا فی الاشباہ ھ ذکر الیوم اور وقت شرط نہیں اور ایک شخص دوسرے کا حصہ بیع نہیں کرسکتا بدون اس کی اجازت کے اس واسطے کہ دونوں خرید میں شریک ہوئے ہیں نہ بیع میں کذا فی الطحطاوی وفیہا **تقبل ثلثۃ عملا بلا عقد شرکۃ فعملہ احدہم فلہ ثلث الاجر ولاثنی وللآخرین** اور اشباہ میں ہے کہ تین شخصوں نے ایک کام کرنا قبول کرلیا بلا عقد شرکت سو ایک شخص نے وہ عمل پورا کردیا تو اس کو تہائی مزدوری ملے گی اور باقی دو شخصوں کو کچھ نہ ملے گا ھ چونکہ وہ باہم شریک نہ تھے تو ہر شخص پر ثلث عمل لازم تھا اس واسطے کہ ہر شخص پر تہائی کا کام تہائی مزدوری کے عوض مستحق تھا سو جب ایک شخص نے پورا کام کردیا تو دو ثلث عمل کے اس نے بطور احسان کے کیے لہذا مستحق مزدوری کا نہ ہوگا ابن وہبان نے کہا یہ حکم باعتبار قضا کے ہے لیکن باعتبار دیانت کے اس کو پوری مزدوری دینا مناسب ہے جب کہ ان سے کام لینا بطور ربوبیہ کے نہ ہو اس واسطے کہ ظاہر حال عامل یہ ہے کہ اس نے تمام کام اس امید سے کیا کہ پوری مزدوری پاوے گا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے **القول لمنکر الشرکۃ** قول معتبر شرکت کے منکر کا ہے ھ اگر ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ یہ میرا شریک مفاوض ہے اور وہ شخص منکر ہے اور مال منکر کے قبضہ میں ہے تو منکر ہی کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اور مدعی پر گواہ لانا لازم ہے کذا فی الفتح **برہن الورثۃ علی المفاوضۃ لم یقبل حتی یبرہنوا انہ کان مع المیت فی حیوۃ المیت** گواہ لائے وارث شرکت مفاوضہ پر تو مقبول نہیں جب تک کہ اس پر گواہ نہ لاویں کہ مال مشترک شریک زندہ کے کہ پاس تھا شریک میت کی زندگی میں اس واسطے کہ مفاوضہ مقتضی بقاء مال نہیں بلکہ ممکن ہے کہ مال ہلاک ہوگیا ہو تو اس کا بیان ضرور لازم ہے کہ یہ مال مشترک ہے بعد اس کے نصف مال کا حکم ہوگا برہنوا علی الارث والحی علی المفاوضۃ **قضی لہ بنصفہ** فتح وارث گواہ لائے میت کی وراثت پر اور شریک زندہ نے گواہ گذرانے شرکت مفاوضہ پر یعنی میت میرا شریک مفاوض تھا تو شریک زندہ کو نصف مال میت کا دلایا جاوے گا کذا فی الفتح **تصرف احد الشریکین فی البلد والآخر فی السفر دار اولقسمۃ فقال ذوالید قد استقرضت الفا فالقول لان المال فی یدہ** تصرف کیا ایک شریک نے شہر میں اور دوسرے نے سفر میں اور کسی شریک نے قسمت کا ارادہ کیا تو قابض مال نے کہا کہ میں نے تو ہزار درم قرض لیے تھے یعنی شرکت نہیں جو قسمت ہو تو اسی کا قول معتبر ہے اگر مال اس کے ہاتھ میں ہے ھ اور دوسرے کو ہزار درم لینا جائز ہے کذا فی المنح حلبی نے کہا ذوالید کہنے کے بعد قبض مال کی شرط کی کچھ حاجت نہیں شروانی کہا **فباعوا اقمرتہ ودفعوہ لاحدہم لیحفظہ فدسہ فی التراب ولم یجدہ خلف فقط**

Marfat.com

چند لوگوں نے انگور کا باغ خرید کیا پھر اس کا پھل بیچا اور اس کی قیمت آپس میں سے ایک شخص کو دی حفاظت کے واسطے سو اس نے مال کو مٹی میں گاڑ دیا پھر تلاش کیا تو مال نہ پایا تو اس سے فقط قسم لی جائے گی یعنی اس پر ضمان نہیں کہ وہ امین ہے ودفع لآخر مالا قرضہ نصفہ وعقد الشرکۃ فی الکل فشری امتعۃ فطلب رب المال حصتہ ان لم یصبر لنفسہ اخذ المتاع بقیمۃ الوقت ایک شخص نے دوسرے کو کچھ مال دیا نصف اس کو قرض دیا اور کل مال میں شرکت منعقد کی سو دوسرے شخص نے تجارت کا اسباب خرید کیا پھر مال کے مالک نے اپنا حصہ طلب کیا یعنی اپنا قرض مانگا کذا فی الطحطاوی تو اگر وہ مال بکنے اور نقد حاصل ہونے تک صبر نہ کرے تو اسباب کو لے فی الحال کی قیمت سے یعنی وقت طلب قیمت سے لے نہ خرید کے بموجب بینہما متاع علی دابۃ فی الطریق سقطت فاکتری احدہما دابۃ بغیبۃ الآخر خوفا من ہلاک المتاع ونقصہ رجع بحصتہ قنیۃ دو شخصوں کا اسباب مشترک ایک جانور پر تھا راہ میں وہ جانور گر پڑا تو ایک شریک نے دوسرے شریک کی غیبت میں دوسرا جانور کرایہ کیا اسباب کے ضائع ہونے یا نقصان کے خوف سے تو اپنے شریک سے بقدر اس کے حصہ کے کرایہ بھر لے کذا فی القنیۃ دابۃ مشترکۃ قال البیطارون لابد من کیہا فکوہا لحاضر لم یضمن ایک جانور مشترک بیمار ہے سالوتریوں نے کہا کہ اس کا داغنا ضرور ہے سو داغ دلایا اس کو شریک حاضر نے دوسرے شریک کی غیبت میں پھر جانور ہلاک ہو گیا تو حاضر پر ضمان نہیں کذا فی المنح دار بین اثنین سکن احدہما وخربت ان خربت بالسکنی ضمن ایک گھر دو میں مشترک ہے اس میں ایک شریک نے سکونت کی اور وہ منہدم ہو گیا اگر اس کی سکونت کے سبب سے منہدم ہو گیا تو ساکن پر ضمان ہے م مشترک گھر غیر مقسوم میں شریک کو بقدر اپنے حصہ کے سکونت کرنا جائز ہے جدھر چاہے رہے اور مقسوم میں سوائے اپنے حصہ کے سکونت جائز نہیں کذا فی الطحطاوی طاحونۃ مشترکۃ قال احدہما لصاحبہ عمرہا فقال ہذہ العمارۃ تکفینی لا ارضی بعمارتک فعمرہا لم یرجع جواہر الفتاوی پنچکی مشترک ہے دو میں سو ایک شریک نے کہا اپنے دوسرے شریک سے کہ اس کی از سر نو تعمیر کر سو اس نے کہا کہ یہی عمارت مجھ کو کافی ہے میں تیری عمارت سے راضی نہیں سو اس نے اس کی تعمیر کی تو وہ اپنے شریک سے عمارت کا خرچ نہیں لے سکتا کذا فی جواہر الفتاوی م طاحون مشترک سے ہر چیز قسمت پذیر مراد ہے وفی السراجیۃ طاحونۃ مشترکۃ انفق احدہما فی عمارتہا فلیس بمتطوع ولو انفق علی عبد مشترک او ادی خراج کرم مشترک فہو متطوع الکل من منح المصنف اور سراجیہ میں ہے مشترک پنچکی کی عمارت میں ایک شریک نے خرچ کیا تو وہ محسن نہیں یعنی شریک سے اس کے حصہ کے موافق لے گا اور اگر غلام مشترک پر خرچ کیا یا انگور مشترک کا خراج ایک شریک نے ادا کیا تو وہ محسن ہے یہ جمیع مسائل مذکورہ مصنف کی شرح منح الغفار سے منقول ہیں قلت والضابط ان کل من اجبر ان یفعل مع شریکہ اذا فعلہ احدہما بلا اذن فہو متطوع والا لا شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ کا یہ ہے کہ جس شخص پر اپنے شریک کے ساتھ کام کرنے کا جبر ہو سکتا ہو تو جب ایک شریک وہ کام کرے گا دوسرے شریک کے بلا اذن تو وہ محسن ہے اور اگر اس کام میں شریک پر جبر نہیں تو فاعل محسن نہیں م درصورت جواز جبر شریک فاعل قاضی سے نالش کر سکتا ہے تا قاضی زبردستی شریک ثانی سے وہ کام کرا دے پھر باوجود اس کے جب کہ اس نے نالش نہ کی تو وہ تعمیر وغیرہ میں مضطر نہ ٹھہرا محسن ہوا لہذا شریک سے نصف خرچ کا دعوی نہیں کر سکتا اور درصورت عدم جواز جبر اگر ایک شریک تعمیر وغیرہ کرے گا بلا اذن تو محسن نہ ہو گا کہ اب وہ اپنے مال بچانے کے واسطے مضطر ہے تو اپنے شریک سے نصف خرچ کا دعوی کرے گا اور یہ قاعدہ جمیع فروع مذکورہ کو شامل ہے سوائے مسئلہ سراجیہ کے اور ظاہرا جواہر الفتاوی کا مسئلہ معتمد ہے اس واسطے کہ قاعدہ مذکورہ کے اور نظائر کے موافق ہے یا سراجیہ کا مسئلہ اس صورت پر محمول ہے جب کہ بحکم قاضی خرچ کرے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ولا یجبر الشریک علی العمارۃ الا فی ثلث وصی وناظر وضرورۃ تعذر قسمۃ ککری نہر ومرمۃ قناۃ ویرود ولاب وسفینۃ معینۃ وحائط لا یقسم اساسہ فان کان الحائط یحتمل القسمۃ وبنی کل واحد فی نصیبہ السترۃ لم یجبر والا اجبر وکذا کل ما لا یقسم کحمام دخان وطاحون وتمامہ فی متفرقات قضاء البحر والعینی والاشباہ اور شریک پر عمارت کے واسطے زبردستی نہیں ہوتی مگر تین صورت میں وصی یتیم اور ناظر وقف اور تعذر قسمت کی ضرورت میں چنانچہ اصلاح نہر اور کنویں اور رہٹ اور معین کشتی کی مرمت اور اس دیوار کی مرمت جس کی بنیاد منقسم نہیں ہو سکتی سو اگر دیوار قسمت کی محتمل ہو یعنی طویل ہو اور ہر شریک اپنے حصے میں پردہ کر سکتا ہو تو اس کی

Marfat.com

مرمت میں شریک ثانی پر جبر نہ کیا جاوے گا اور اگر دونوں شریکوں میں آڑ اور پردہ نہ ہو سکتا ہو تو شریک ثانی پر تعمیر کے واسطے جبر ہو گا اور اسی طرح کا حکم علی التفصیل ہر ایک اس چیز میں ہے جو قسمت پذیر نہیں چنانچہ حمام اور خانقاہ اور پنچکی اور پورا بیان اس کا بحر الرائق کی کتاب القسمۃ کی متفرقات اور عینی اور اشباہ میں ہے ھ خانیہ میں ہے کہ ایک دیوار مشترک ہے دو صغیروں کے دو گھروں کے درمیان میں اور اس دیوار پر دھنیوں وغیرہ کا بوجھ ہے کہ خوف ہے سقوط کا اور ہر صغیر کا وصی ہے سو ایک وصی نے دیوار کی مرمت طلب کی اور دوسرا وصی اس کو نہیں مانتا تو قاضی وہاں امین کو بھیجے کہ اس کو دیکھے کہ اگر ترک مرمت میں دونوں کا ضرر معلوم کرے تو زبردستی بنوا دے اور جامع الفصولین میں ہے کہ پنچکی اور حمام اگر منہدم ہو کر جنگل ہو گیا تو اس کی تعمیر میں جبر نہیں زمین کو دونوں شریک تقسیم کر لیں اور اگر عمارت قائم ہے اور کچھ منہدم ہے تو جو شریک نہ مرمت کرتا ہو اس پر زبردستی چاہیے اور اگر محتاج ہو تو دوسرا شریک مرمت کرے اور نصف خرچ اس پر دین ہو گا کذا فی الطحطاوی وفی غصب المجتبی زرع بلا اذن شریکہ فدفع لہ شریکہ نصف البذر یکون الزرع بینہما قبل الانبات لم یجز ولبعدہ جاز وان اراد قلعہ لیقاسمہ فقلعہ من نصیبہ ولیضمن الزرع نقصان الارض بالقلع والصواب نقصان الزرع اور مجتبی کی کتاب الغصب میں ہے کہ زراعت کی بلا اذن شریک کے سو اس کے شریک نے اس کو آدھا بیج دیا تا کھیتی دونوں میں مشترک ہو اگر کھیتی جمنے سے پہلے بیج دیا تو جائز نہیں اس واسطے کہ وہ بمنزلہ معدوم ہے اور بعد کھیت جمنے کے جائز ہے اور اگر شریک غیر زارع نے کھیت اکھاڑنے کا ارادہ کیا تو اس کو باہم تقسیم کر لے پھر اس کو اکھاڑ ڈالے اپنے حصہ سے اور زراعت کرنے والا نقصان زمین کا ضمان دے جو نقصان کہ اکھاڑنے سے ہوا اور ٹھیک یہ ہے کہ نقصان زراعت کا ضمان دے ھ طحطاوی نے کہا قول اخیر شارح کا ہے اس واسطے کہ عبارت مجتبی تا لفظ بالقلع منتہی ہو گئی چنانچہ میں نے مجتبی کے نسخ معتمدہ میں اسی طرح پایا اور تصویب شارح کی بلا وجہ ہے اس واسطے کہ غاصب وہی شریک ہے جس نے بلا اذن اپنے شریک کے کھیتی کی انتہی ملخصا وفی قسمۃ الاشباہ المشترک اذا انہدم فابی احدہما العمارۃ فان احتمل القسمۃ لا جبر ولا قسم والا بنی تم اجرہ لیرجع وتمامہ فی شرکۃ المنظومۃ المجیبۃ اور اشباہ کی کتاب القسمۃ میں ہے کہ مکان مشترک جب منہدم ہو جائے اور ایک شریک اس کی مرمت سے انکار کرے تو اگر وہ مکان قابل قسمت ہے تو اس کی تعمیر میں شریک پر جبر نہیں اور اس کی تقسیم کی جاوے یعنی دوسرے شریک کی درخواست سے اور اگر مکان قابل تقسیم کے نہ ہو تو وہ شریک اس کو بنا دے یعنی قاضی کے حکم سے پھر اس کو کرایہ دے تا نصف خرچ حاصل کر لے اور پورا اس کا۔ بیان منظومہ مجیبہ کی کتاب الشرکۃ میں ہے وفیہا باع شریک شقصہ لآخر ولو بلا اذن شریک ناظر فیما عدا الخلط والاشتلاط اجوز ذلک البیع والتعاطی اور منظومہ مجیبہ میں ہے ایک شریک نے اپنا حصہ دوسرے شخص سے بیچا اگرچہ بلا اذن شریک حاضر کے بیع کی ہو سوائے صورت خلط اور اختلاط کے تو یہ بیع اور تعاطی جائز رکھی گئی ھ یہ مسئلہ شرکۃ الملک کا ہے جو اول باب میں مذکور ہو چکا ہے ثم الشریک بہمنا لو باعا حصۃ من فرس واتبعاہ ذلک منہ الاجنبی وہلک وکان ذا بغیر اذن الشرکاء فان یشاؤا ضمنوا الشریک او من اشتری منہ علی ما قدروا پھر یہاں شریک اگر اپنا حصہ گھوڑے میں سے بیچے اور شخص اجنبی اس سے مول لے اور گھوڑا ہلاک ہو جاوے اور یہ بیع بغیر اذن شریکوں کے ہوئی تو بموجب روایت فقہا کے شریکوں کو اختیار ہے کہ شریک سے ضمان لیں یا اس سے جس سے اُس نے خرید کیا ھ درصورت اذن شرکا تضمین نہیں اور شریک پر ضمان اُس صورت میں ہے جب اس نے گھوڑا مشتری کو تسلیم کر دیا ہو اور اگر مشتری نے بلا تسلیم بائع اُس کو لیا ہو تو فقط مشتری پر ضمان ہے کذا فی الطحطاوی وان یکن کل شریک اجرا حصۃ حمام لہ من آخرا وکان شخص منہما قد اذنا لذلک فی تعمیرہ وبالبنا فلا رجوع صاح للمستاجر فی ذا البنا علی الشریک الآخر اور اگر ہر ایک شریک نے اپنا حصہ حمام دوسرے کو اجارہ دیا ہو اور ایک شخص نے دونوں شریکوں میں سے اس مستاجر کو اُس کی تعمیر اور بنانے کی اجازت دی ہو تو مستاجر کو جائز نہیں اس تعمیر کا خرچ مانگنا دوسرے شریک سے جس نے اجازت نہیں دی ھ حلبی نے کہا شارح نے حاشیہ پر یہ عبارت یہاں لکھی ہے قلت ظاہرہ انہ یرجع علی الاذن لبقی یرجع ابکلہ ام بحصتہ فلیراجع یعنی میں کہتا ہوں کہ ظاہر کلام مذکور یہ ہے کہ مستاجر اذن دینے والے شریک سے مرمت کا خرچ لے گا اتنی بات باقی رہی کہ تمام خرچ اُس سے لے گا بقدر اس کے تو اُس کو کتب

Marfat.com

فقہ میں تلاش کرنا چاہیے طحطاوی نے کہا کہ یہی عبارت بعضے نسخ درالمختار کے اندر مرقوم ہے اور آخر میں اُس کے لفظ منہ ہے تو یہ قرینہ ہے کہ یہ عبارت حاشیہ کی ہے اس واسطے کہ عادت مصنفین یہ ہے کہ حاشیہ کے اختتام کے بعد منہ لکھتے ہیں ؎ لو واحد من الشریکین سکن ؛ فی الدار مدۃ مضت الزمن ؛ فلیس للشریک ان یطالبہ ؛ باجرۃ السکنے ولا المطالبۃ ؛ بانہ لیسکن مثل الاول ؛ لکنہ ان کان فی المستقبل ؛ یطلب ان یہا فی شریکا ؛ یجاب فافہم ودع الشکیک کا دو شریکوں میں سے ایک شریک رہا گھر میں ایک مدت تک جو گذر گئی زمانہ سے تو دوسرے شریک کو کرایہ مانگنا جائز نہیں اور نہ اس کا اس کو مطالبہ ہے کہ اس میں رہے زمان اول کے برابر لیکن اگر زمان مستقبل میں شریک سے مطالبہ سکونت کا بطور مہایاۃ کرے تو قبول کیا جاوے اس کو سمجھ لے اور چھوڑ تشکیک کو م اب چند مسائل شرکت فتاوی عالمگیری سے نقل کرتا ہوں باپ اور بیٹے نے ایک حرفہ سے مال حاصل کیا اور پہلے ان کے پاس کچھ مال نہ تھا تو یہ مال باپ ہی کا ہے اگر بیٹا اس کی عیال میں ہو اس لیے کہ بیٹا معین ہے باپ کا اور اسی طرح اگر زوجین کے پاس مال زہو اور دونوں نے اپنی سعی سے مال کثیر جمع کیا ہو تو وہ مال زوج ہی کا ہے زوجہ اس کی معین اور مددگار ہو گی ہاں اگر زوجہ کا علیحدہ پیشہ ہو گا تو اس کی ملک وہی ہو گی دو شخصوں کا جو دین کہ ایک شخص پر واجب ہو گا سبب واحد ہے حقیقۃً ہو یا حکماً تو وہ دین دونوں میں مشترک ہو گا تو جب ایک شریک دین میں سے کچھ حاصل کرے گا تو دوسرے شخص کو اس میں مشارک ہونا جائز ہے اور جو دین دو شخصوں کا دو سبب مختلف سے ہو تو وہ مشترک نہیں تو اگر ایک شخص کچھ حاصل کرے گا تو دوسرا اس میں شریک نہیں ہو سکتا ایک اونٹ دو میں مشترک ہے پھر ایک شریک اس پر کچھ لاد کر بستی سے چلا اپنے شریک کے اذن سے پھر اونٹ راہ میں گر پڑا سو شریک نے اس کو حلال کر ڈالا تو اگر اُس کی زندگی کی امید تھی تو وہ ضامن ہے اور اگر امید نہ تھی تو ضامن نہیں اور اگر غیر شریک اُس کو حلال کرے گا تو بہر صورت اس پر ضمان ہے امید ہو یا نہ ہو یہی قول اصح ہے اور یہی حکم ہے گائے بکری چرانے والے کا کہ در صورت قطع امید حیات اس کے ذبح کرنے میں ضمان نہیں اور غیر شریک کے ذبح میں ضمان ہے مطلقاً طعام اور دراہم دو شریکوں میں مشترک ہیں سو شریک حاضر نے شریک غائب کے پیچھے نصف طعام اور دراہم کو صرف کیا محمد نے کہا میں امید رکھتا ہوں کہ کچھ مضائقہ نہیں فقیہ ابو اللیث نے کہا یہی قول ہمارا مختار ہے اور مکیل اور موزون مشترک سے اپنا حصہ لینا شریک کی غیبت میں جائز ہے ایک گھر میں دو شریک رہتے ہیں تو اگر ایک شریک چھت پر چڑھے تو دوسرا اس کو روک نہیں سکتا اس واسطے کہ وہ اپنے حق میں متصرف ہے اگر ایک وارث نے ترکہ مشترکہ میں تجارت کی اور نفع حاصل کیا تو یہ نفع فقط اسی کا ہے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھ کو ہزار درہم قرض دے میں تجارت کروں نفع میں ہم اور تو شریک ہیں پھر اس نے قرض دیا اور فائدہ حاصل ہوا تو تمام نفع مستقرض کا ہے نہ مقرض کا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

Marfat.com

کتاب الوقف

یہ کتاب ہے وقف کے احکام میں ہم محاسن وقف کے ظاہر ہیں اس میں انتفاع طبقات[1] محبوبین ہے منجملہ اپنی اولاد یا محتاجین کے اور عمل صالح کے ادامت[2] ہے کہ بعد موت کے بھی اُس کا ثواب جاری ہے امام شافعی نے فرمایا کہ میری دانست میں اہل جاہلیت میں وقف نہ تھا یہ خصلت حمیدہ اہل اسلام سے جاری ہوئی اور ثابت ہوا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات باغ مدینہ میں وقف فرمائے اور خلیل الرحمن علیہ السلام کے اوقاف اب تک باقی ہیں اور خلفاء راشدین اور صحابۂ کرام کے اوقاف مشہور ہیں کذا فی الاسعاف مناسبۃ للشرکۃ ادخال غیرہ معہ فی مالہ غیران ملکہ باق فیہا لافیہ مناسبت وقف کی شرکت سے اپنے مال میں غیر کا داخل کرنا ہے اپنے ساتھ مگر اتنا فرق ہے کہ مالک کی ملک شرکت میں باقی ہے نہ وقف میں م غیر کا ادخال شرکت میں تو ظاہر ہے کہ شریک مالک کے ساتھ تصرف اور نفع میں داخل ہے لیکن اپنے ساتھ غیر کا داخل کرنا اقسام وقف میں لازم نہیں مگر جب کہ اپنی ذات اور غیر پر وقف کرے تو اگر شارح صاحب نہر الفائق وغیرہ کے مانند یوں کہتا کہ مناسبت وقف کی شرکت سے اس اعتبار سے ہے کہ مقصود دونوں سے اُس مال کا انتفاع ہے جو اصل مال سے زائد ہو لیکن شرکت میں اصل مال صاحب مال کی ملک میں رہتا ہے اور وقف میں اکثر کے نزدیک اُس کی ملک سے نکل جاتا ہے تو خوب تر واضح ہوتا کذا فی الطحطاوی وہو لغۃ الحبس وقف لغت میں بمعنی حبس ہے یعنی بند کرنا اور روکنا م ولہذا موقف الحساب اُس مکان کو کہتے ہیں جہاں لوگ قیامت میں حساب کے واسطے محبوس ہوں گے وقف مصدر ہے بمعنی موقوف اس لئے اُس کی جمع اوقاف ہے وشرعا حبس العین علی حکم ملک الواقف والتصدق بالمنفعۃ ولو فی الجملۃ اور اصطلاح شرع میں وقف عبارت ہے حبس کرنے عین سے وقف کرنے والے کی ملک کے حکم پر اور خیرات کرنی منفعت سے اگرچہ تصدق فی الجملہ ہو م یہ تعریف وقف کی امام کے مذہب پر ہے، شارح نے قید حکم باتباع شرنبلالیہ زیادہ کی اور یہ صحیح نہیں اس واسطے کہ بتصریح قہستانی امام کے نزدیک رقبہ مملوک ہے وقف کا حقیقۃً نہ حکماً اور قید فی الجملہ جواب ہے فتح القدیر کا صاحب فتح القدیر نے کہا کہ تعریف وقف پر اتنی عبارت زیادہ کرنا چاہیے اور صرف منفعتہا الی من احب یعنی اُس کی منفعت کا صرف کرنا جدھر چاہے اس واسطے کہ اغنیا کی طرف صرف کرنا بلا قصد قربت وقف میں صحیح ہے بشرطیکہ اُس کے آخر میں قربت دائمی ہے لیکن قبل الفراغ اغنیا وقف ثابت ہے بلا تصدق اور اس قدر زیادہ کرنے سے تعریف جامع ہو جاتی ہے حاصل جواب یہ ہے کہ تصدق فی الجملہ مراد ہے اور اُس پر محیط کی عبارت دلالت کرتی ہے کہ اگر اغنیا پر وقف کرے تو جائز نہیں اس واسطے کہ قربت نہیں بخلاف اس کے کہ اگر اُس کے آخر میں محتاجین کے واسطے مقرر کرے تو قربت ثابت ہوگی فی الجملہ کذا فی الحلبی والاصح انہ عندہ جائز غیر لازم کالعاریۃ اور قول اصح یہ ہے کہ امام اعظم کے نزدیک وقف جائز ہے لازم نہیں مانند عاریت کے یعنی واقف کو ابطال وقف کا اختیار ہے وعندہما ہو حبسہا علی حکم ملک اللہ تعالی و صرف منفعتہا علی من احب ولو غنیا فیلزم فلا یجوز لہ ابطالہ ولا یورث عنہ علیہ الفتوی ابن کمال وابن الشحنۃ اور صاحبین کے نزدیک وقف، عبارت ہے عین کے حبس کرنے سے اللہ تعالی کی ملک کے حکم پر اور اُس کی منفعت کے صرف کرنے سے جس پر چاہے اگرچہ موقوف علیہ غنی ہو پھر جب واقف کی ملک سے خارج ہوا تو وقف لازم ہو گیا واقف کو اس کا باطل کر دینا جائز نہیں اور اُس کا وارث اُس کو وراثت میں نہ پاوے گا اور صاحبین

[1] یعنی جو لوگ واقف کو محبوب ہیں خواہ اُس کی اولاد ہو یا محتاج یا علماء وغیرہ اُن کے طبقات کا نفع اٹھانا خوبی ہے وقف کی ۱۲

Marfat.com

ہی کے قول پر فتوی ہے کذا صرح ابن کمال وابن الشحنۃ وسببہ ارادۃ محبوب النفس فی الدنیا بین الاحباب وبالآخرۃ بالثواب اور سبب وقف کا ارادہ کرنا ہے محبوب دلی اور پسندیدہ جانی کا دنیا میں دوستوں کے اندر اور آخرت میں ثواب حاصل ہوتے سے یعنی بالنیۃ من اہلہا لانہ مباح بدلیل صحتہ من الکافر یعنی حصول ثواب وقف اس شخص کی نیت سے ہوتا ہے جو اہل ہے نیت کا یعنی مسلم عاقل بالغ اس واسطے کہ وقف کرنا مباح ہے بدلیل صحیح ہونے وقف کے کافر سے یعنی جب کافر کا وقف فی نفسہ عبادت نہیں تو ثواب نیت سے ہوگا نہ اصل وقف سے قد یکون واجبا بالنذر فی تصدق بہا او ثمنہا ولو وقفہا علی من لا یجوز لہ الزکوۃ جاز فی الحکم ولبقی نذرہ وبہذا عرف صفتہ اور وقف کرنا کبھی واجب ہوتا ہے نذر کرنے سے تو چیز موقوف کو تصدق کرے یا اس کی قیمت کو اور اگر اس کو وقف کیا اس پر جس کو زکوۃ دینا جائز نہیں تو حکم میں وقف جائز ہوگا اور نذر باقی رہے گی اور اس تقریر سے صفت وقف کی معلوم ہوگئی م صفت وقف کی یہ ہے کہ وہ مباح اور قربت اور فرض ہوتا ہے مباح وہ وقف ہے جو بلا قصد قربت ہو ولہذا آدمی سے وقف صحیح ہے اور اس کو کچھ ثواب نہیں اور وقف قربت بقصد عبادت ہوتا ہے مسلم سے اور وقف فرض منذور ہے چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میرا فلاں آوے تو مجھ پر اس گھر کا وقف کرنا مسافروں پر لازم ہے پھر اگر نذر کرنے والا اپنے اصول اور فروع پر وقف کرے گا تو وقف جائز ہوگا لیکن نذر ادا نہ ہوگی کذا فی البحر اور جو شارح نے کہا کہ اس کو تصدق کرے یا اس کی قیمت کو تو مسئلہ نذر بالوقف کو اس مسئلہ کے ساتھ مخلوط کر دیا جب کہ صیغہ وقف کا نذر ہو حالانکہ دونوں کا حکم مختلف ہے نذر بالوقف کا حکم تو ابھی معلوم ہو چکا اور صیغہ وقف کے نذر ہونے کا بحر الرائق میں یہ حکم ہے کہ اگر بحکم عرف یا قائل کے پوچھنے سے وقف ثابت ہو تو وہ وقف ہے اور اگر کہے کہ میں نے صدقہ کا ارادہ کیا تو وہ نذر ہے اس کو تصدق کرے یا اس کی قیمت کو اور اگر نیت نہ ہو تو وہ میراث ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا وحکمہ ما مر فی تعریفہ اور حکم وقف کا گذر گیا اس کی تعریف میں م حکم یعنی اثر مرتب جو تعریف میں مذکور ہوا سو تصدق ہے منفعت کا ومحلہ المال المتقوم اور وقف کا محل مال متقوم ہے جو قابل وقف ہو طحطاوی نے کہا مال سے وہ مال مراد ہے جو واقف کا مملوک ہو وقف کرنے کے وقت تو اگر زمین کو غصب کر کے وقف کیا پھر اس کو خرید لیا مالک سے تو صحیح نہیں وارکنہ الالفاظ الخاصۃ کارضی ہذہ صدقۃ موقوفۃ مؤبدۃ علی المساکین ونحوہ من الفاظ کموقوفۃ اللہ او علی وجہ الخیر او البر واکتفی ابو یوسف بلفظ موقوفۃ فقط قال الشہید ونحن نفتی بہ للعرف اور رکن وقف کا الفاظ مخصوصہ ہے چنانچہ یوں کہنا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ دائمی ہے مساکین پر اور مانند ان الفاظ کے چنانچہ یوں کہنا کہ یہ زمین خدا کے واسطے موقوف ہے یا علی وجہ البر موقوف ہے اور ابو یوسف نے فقط بلفظ موقوف اکتفا کی ہے یعنی اگر اسی قدر کہے کہ یہ زمین یا یہ باغ موقوف ہے بلا ذکر محتاجین اور بلا قید دوام تو کافی ہے صدر شہید نے کہا کہ ہم اسی قول کا فتوی دیتے ہیں بسبب عرف کے م الفاظ کو رکن اس واسطے کہا کہ اگر وقف مع الشرائط لکھے بلا تلفظ تو وقف صحیح نہیں بالاتفاق کذا فی الفتح اور شرح ملتقی میں ہے کہ طرفین کے نزدیک وقف صحیح نہیں جب تک اس کو اپنے ہاتھ سے نہ لکھے اور شاہدوں کو اس کے مضمون پر گواہ نہ کرے انتہی مشائخ بلخ نے ابو یوسف کے قول پر فتوی دیا ہے کہ مجرد لفظ وقف بلا ذکر دوام اور جہت مصرف کافی ہے اور اکثر علماء نے محمدؒ کے قول پر فتوی دیا اشتراط تسلیم میں کذا فی الطحطاوی وشرطہ شرط سائر التبرعات کحریۃ وتکلیف اور شرط وقف کی وہ ہے جو باقی تبرعات کی شرط ہے چنانچہ آزادی اور تکلیف تو غلام اور صغیر اور مجنون کا وقف صحیح نہیں وان یکون قربۃ فی ذاتہ اور شرط وقف یہ ہے کہ فی ذاتہ قربت ہو م نو مسلم یا ذمی کا وقف نصاری یا یہود کے معبد اور فقرائے اہل حرب پر صحیح نہیں اور غنی پر وقف کرنے میں قربت ہے اس واسطے کہ ذخیرہ میں ہے کہ تصدق علی الغنی میں ایک طرح کی قربت ہے کمتر قربت فقیر سے معلوما منجزا لا معلقا الا بکائن شرط وقف کی یہ ہے کہ معلوم ہو نہ مجہول منجز ہو نہ معلق کسی شرط پر مگر معلق بشرط موجود جائز ہے م تو اگر اپنی کچھ زمین وقف کی بلا تعیین تو صحیح نہیں یا یوں کہا کہ یہ زمین فقرا یا میرے قرابت والوں پر وقف ہے تو باطل ہے بسبب شک کے کذا فی العالمگیریۃ اور اسی طرح

Marfat.com

وقف زمین باستثناء اشجار صحیح نہیں بسبب عدم تعیین وقف اور اگر بولا کہ اگر میرا بیٹا ہو تو میرا گھر وقف ہے مساکین پر تو صحیح نہیں بسبب تعلیق کے اور اگر یوں کہا کہ اگر یہ گھر میرا مملوک ہو پھر ظاہر ہوا کہ وقت تکلم وہ گھر متکلم کا مملوک تھا تو وقف صحیح ہوگا اس واسطے کہ تعلیق تھی خطر موجود پر ولا مضافا ولا موقتا ولا بخیار شرطا اور شرط وقف یہ ہے کہ مضاف نہ ہو اور موقت نہ ہو اور خیار شرط نہ ہو م اضافت وقف اس طرح کہ میرا گھر صدقہ ہے کل یا پرسوں حلبی نے کہا کہ عدم اضافت کو شرط وقف کی کہنا غلط ہے اس واسطے کہ بحر اور نہر میں جامع الفصولین سے صحت اضافت منقول ہے ولا ذکر مع اشتراط بیعہ وصرف ثمنہ لحاجتہ فان ذکرہ بطل وقفہ بزازیۃ اور شرط یہ ہے کہ وقف کے ساتھ اس کے بیع کو اور اس کی قیمت صرف کرنے کو اپنی حاجت میں مذکور نہ کرے اور اگر مذکور کرے گا یعنی اس طرح کہ یہ زمین وقف ہے لیکن اگر مجھ کو حاجت ہوگی تو بیچ کر میں اس کی قیمت صرف کروں گا تو وقف اس کا باطل ہے کذا فی البزازیۃ وفی الفتح لو وقف المرتد فقتل او مات او ارتد المسلم بطل وقفہ اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر مرتد نے وقف کیا پھر وہ مقتول ہوا یا مر گیا یا مسلم بعد وقف کرنے کے مرتد ہو گیا تو اس کا وقف باطل ہے م وقف مرتد میراث ہو جائے گا خواہ وہ مقتول ہو اپنے ارتداد پر یا مر جائے یا مسلمان ہو لیکن بعد اسلام کے اعادہ وقف صحیح ہے اور مرتدہ کا وقف کرنا صحیح ہے اس واسطے کہ وہ مقتول نہیں ہوتی کذا فی البحر ولا یصح وقف مسلم او ذمی علی بیعۃ او حربی قیل او مجوسی اور صحیح نہیں وقف کرنا مسلم یا ذمی کا معبد نصاری پر یا حربی پر اور بعضوں نے کہا یا مجوسی پر م معبد نصاری سے جمیع معابد کفار مراد ہیں معابد کفار کا وقف عہد اسلام میں باطل ہے اور اگر زمانہ جاہلیت میں یعنی حربی ہونے کے وقت وقف کیا تو صحیح یہ ہے کہ بعد ذمی ہونے کے اس سے تعرض نہیں اور قول معتمد یہ ہے کہ محتاجین مجوس پر وقف جائز ہے کذا فی البحر وجاز علی ذمی لانہ قربۃ حتی لو قال علی من اسلم من ولدہ او انتقل الی غیر النصرانیۃ فلا شئ لہ لزمہ شرطہ علی المذہب اور جائز ہے وقف کرنا ذمی پر اس واسطے کہ وہ قربت ہے لہذا اس کو صدقہ اور نذر اور کفارہ دینا جائز ہے یہاں تک کہ اگر نصرانی ذمی وقف کرے اس شرط پر کہ جو اس کی اولاد سے مسلمان ہو جائے یا نصرانیت کے سوا اور دین کی طرف انتقال کرے تو اس کو محاصل وقف سے کچھ حصہ نہیں تو اس کی شرط لازم ہوگی بنا بر مذہب مختار کے اس واسطے کہ مالک کو اپنے تصرفات میں اختیار ہے کذا فی الخصاف والملک یزول عن الموقوف باحد اسوار بعۃ باقرار مسجد کما سیجئ او بقضاء القاضی لانہ مجتہد فیہ وصورتہ ان یسلم الی المتولی ثم یظہر الرجوع معین المفتی مغربا للفتح المولی من قبل السلطان لا الحکم اور ملک واقف کی زائل ہوتی ہے موقوف سے ایک امر سے منجملہ چار امور کے مسجد کے جدا کر دینے سے چنانچہ عنقریب اس کا بیان آوے گا یا اس قاضی کے حکم کر دینے سے جو بادشاہ کی طرف سے مقرر ہے نہ محکم کے حکم سے حکم قاضی کی اس واسطے حاجت ہوئی کہ زوال ملک مجتہدین میں مختلف فیہ ہے اور صورت اس کی یہ ہے کہ واقف متولی کو وقف تسلیم کر دے پھر اپنا رجوع ظاہر کرے یعنی کہے کہ اب میں وقف نہیں کرتا کذا فی معین المفتی عن الفتح پھر قاضی بعد مرافعہ متولی کے لزوم کا حکم کرے م مصنف نے لزوم وقف زوال ملک سے تعبیر کیا اس واسطے کہ زوال ملک کو لزوم وقف لازم ہے اور قضا کی احتیاج امام کے مذہب پر ہے اس واسطے کہ صحت وقف میں اختلاف نہیں خلاف تو لزوم وقف میں ہے سو امام کے نزدیک لازم نہیں اور صاحبین کے نزدیک لازم ہے تو اس میں بیع اور ارث نہیں اور ترجیح دلیل سے ہے اور خصاف نے صاحبین کے واسطے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کے اوقاف سے بکثرت استدلال کیا ہے اور ابو یوسف اول امام کے قول پر تھے جب ہارون الرشید کے ساتھ حج کیا اور مدینہ طیبہ اور اس کے نواح میں اوقاف صحابہ کرام کے دیکھے تو امام کے مذہب سے رجوع کیا اور لزوم وقف کا فتوی دیا خلاصہ یہ ہے کہ مشائخ نے صاحبین کے قول کو ترجیح دے کر فتوی دیا ہے علاوہ اس کے فقہا نے تصریح کی ہے کہ جب قاضی نے رشوت لی تو اس کا حکم نافذ نہیں ہوتا اور ہمارے زمانہ میں قاضی رشوت سے خالی نہیں تو اس وقت میں لزوم وقف نہیں ہو سکتا مگر صاحبین کے قول پر کذا فی الطحطاوی ویجئ ان البینۃ تقبل بلا دعوی اور آگے آوے گا کہ گواہی مقبول ہے بلا دعوی یعنی اس واسطے کہ حکم وقف کا تصدق ہے محصول کا اور وہ حق

Marfat.com

تعالیٰ کا حق ہے اور حقوق اللہ میں قضا بالشہادۃ بلا دعوی صحیح ہے کذا فی المحیط ثم ہل القضاء بالوقف قضاء علی الکافۃ فلا تسمع فیہ دعوی ملک آخر وقف آخر ام لا فسمع افتی ابوالسعود مفتی الروم بالاول بہ جزم فی المنظومۃ المجیبۃ ورجحہ المصنف صونا عن المیل لابطالہ لکنہ نقل بعدہ عن البحر ان المعتمد الثانی وصحح فی الفواکہ البدریۃ وبہ افتی المصنف پھر کیا قضا بالوقف حکم ہے سب پر کہ اس میں دوسرے ملک یا دوسرے وقف کا دعوی مسموع نہیں یا سب لوگوں پر حکم نہیں کہ دعوی مذکور مسموع ہو ابوسعود مفتی روم نے قول اول یعنی عدم کا فتوی دیا اور اسی قول پر منظومہ مجیبہ میں یقین کیا اور اسی کی ترجیح مصنف نے دی تا وقف ابطال کے حیلوں سے محفوظ رہے لیکن مصنف نے اپنی شرح میں کلام کے بعد بحر الرائق سے نقل کیا کہ قول ثانی یعنی جواز سماع دعوی معتمد ہے اور اس کی فواکہ بدریہ میں تصحیح کی ہے اور اسی کا فتوی مصنف نے دیا ہے **او بالموت اذا علق** بہ ای بموتہ کاذامت فقد وقفت داری علی کذا فی الصیحہ انہ کوصیۃ تلزم من الثلث بالموت لا قبلہ ولو لوارثہ وان ردوہ لکنہ یقسم کالثلثین یا ملک زائل ہوتی ہے واقف کے موت سے جب کہ وہ اپنی موت پر وقف کو معلق کرے اس طرح کہ جب میں مرجاؤں تو اپنے گھر کو فلانے پر وقف کیا تو صحیح یہ ہے کہ وقف وصیت کے مانند لازم ہوتا ہے ثلث مال سے بسبب موت کے نہ قبل اس کے اگرچہ واقف نے اپنے وارث کے واسطے وقف کیا ہو گو اس کے وارثوں نے اس کو جائز نہ رکھا ہو لیکن ثلث تقسیم ہوگا وارثوں پر دو ثلث کے مانند ظہیریہ میں ہے کہ ایک عورت نے گھر کو اپنے مرض الموت میں اپنے بیٹوں پر وقف کیا ان کے بعد ان کی اولاد پر اور ان کی اولاد کی اولاد پر جب تک کہ نسل باقی رہے بعد اس کے محتاجوں کے واسطے پھر وہ عورت مرگئی اور دو بیٹیاں اور ایک بہن وارث چھوڑ گئی اور بہن اس کے وقف کرنے سے راضی نہیں اور میت کا کچھ مال نہیں سوائے اس گھر کے تو وقف جائز ہوگا ایک ثلث میں نہ دو ثلث میں تو دو ثلث وارثوں میں بقدر ان کے سہام کے تقسیم ہوں گے اور ایک ثلث وقف رہے گا تو اس کا جو کرایہ وغیرہ ہوگا وارثوں پر تقسیم ہوا کرے گا بقدر ان کے حصوں کے جب تک وارث زندہ رہیں گے یعنی بیٹوں پر پھر ان کی اولاد پر پھر اولاد کی اولاد پر واقف کی شرط کے مانند اور وارثوں کا اس میں حق نہیں یعنی اس کی بہن کا یا اس کی اولاد کا انتہی بزازیہ کی عبارت یہ ہے (قال ارضی ہذہ موقوفۃ علی ابنی فلان فان مات فعلی ولد ولدی ونسلی ولم تخبر الورثۃ فہی ارث بین کل الورثۃ مادام الابن الموقوف علیہ حیا فان مات صار کلہا للنسل انتہی) یعنی ایک شخص نے کہا کہ میری یہ زمین وقف ہے میرے فلانے ولد پر پھر جب وہ مرے تو اس کے ولد پر اور میری نسل پر اور وارثوں نے اس کو جائز نہ رکھا تو وہ ارث ہے سب وارثوں میں جب تک کہ ابن موقوف علیہ زندہ رہے گا پھر جب کہ وہ مرے گا تو تمام زمین نسل کے واسطے ہے انتہی الترجمۃ صاحب بحر الرائق نے کہا کہ عبارت بزازیہ کی صحیح نہیں اس واسطے کہ ظہیریہ سے مذکور ہو چکا کہ دو ثلث ملک میں اور ایک ثلث وقف ہے اور اس کا محصول وارثوں پر تقسیم ہوگا جب تک وارث موقوف علیہ زندہ رہے گا شارح نے اس اعتراض کا جواب قول آئندہ میں دیا فقول البزازیۃ انہ ارث ای حکما فلا خلل فی عبارتہ فاعتبر الوارث بالنظر للغلۃ والوصیۃ وان ردوا بالنظر للغیر وان لم تنفذ لوارثہ لانہا لم تتحض لہ بل لغیرہ بعدہ فافہم تو بزازیہ کا یہ قول کہ ثلث وقف کا ارث ہے محمول ہے ارث حکمی پر یعنی باوجود وقف ہونے کے تا حیات موقوف علیہ مانند میراث کے مقسوم ہوگا تو کچھ خلل نہ رہا بزازیہ کی عبارت میں تو فقہا نے وارث کا اعتبار کیا بنظر محصول وقف کے اور وصیت کا اعتبار کیا اگرچہ وارثوں نے اس کو جائز نہ رکھا بنظر غیر کے گو وصیت جاری نہ ہو وارث کے واسطے اس واسطے کہ وصیت یہاں محض وارث کے واسطے نہیں ہوئی جو جائز نہ ہو بلکہ غیر وارث کے واسطے نافذ ہوئی ہے بعد وارث کے تو سمجھ لے یعنی چونکہ وصیت صرف وارث کے واسطے خالص نہ تھی لہذا اس میں دونوں اعتبار کی رعایت کی وارث کا اعتبار بنظر محصول کے کیا اور غیر وارث کا اعتبار بنظر وصیت کے کیا تا وصیت لازم ہو جائے طحطاوی نے کہا شارح کا رد ظاہر نہیں اس واسطے کہ عبارت بزازیہ اس میں صریح ہے کہ تمام زمین ارث ہے جب تک ابن موقوف علیہ زندہ ہے اور اس کی موت کے بعد بالکل نسل کے واسطے ہو جاوے گی اور شارح کا جواب حیات ابن تک ہو سکتا ہے

Marfat.com

لیکن بنظر نسل نہیں ہوسکتا اس لیے کہ نسل کے واسطے ثلث ہے نہ سب زمین اوبقولہ وقفتہانی حیوتی وبعد وفاتی مؤبدا فانہ جائز عندہم لکن عند الامام مادام حیا ہو نذر بالتصدق بالغلۃ فعلیہ الوفاء وله الرجوع ولولم یرجع حتی مات جاز من الثلث یا ملک زائل ہوتی ہے یوں کہنے سے کہ میں نے اُس کو وقف کیا اپنی زندگی میں اور بعد وفات اپنی کے ہمیشہ تو یہ جائز ہے امام اور صاحبین کے نزدیک لیکن امام کے نزدیک جب تک وہ زندہ ہے تو وہ تصدق محصول کی نذر ہے تو اُس پر وفائے نذر لازم ہے اور اُس کو رجوع کرنا بھی جائز ہے اور اگر اُس نے رجوع نہ کیا یہاں تک کہ وہ مرگیا تو وقف جائز ہوگا ثلث مال سے م جواز بمعنی مذکور صاحبین کے نزدیک منافی لزوم نہیں قلت ففی ہذین الامرین له الرجوع ومادام حیا غنیا او فقیرا بامر قاض اوغیرہ شرنبلالیہ فقول الدرر لو اقتفر لفسخ القاضی لو غیر مسجل منظور فیہ میں کہتا ہوں تو ان دونوں امر یعنی وقف معلق بالموت اور وقف لبقید حیات وبعد ممات میں واقف کو رجوع کرنا جائز ہے جب تک کہ وہ زندہ ہے مالدار ہو یا محتاج قاضی کے امر سے رجوع کرے یا سوائے اُس کے کذا فی شرنبلالیہ تو درر غرر کا یہ قول کہ اگر واقف محتاج ہو تو قاضی اس کو فسخ کردے اگر وقف پر سجل نہ ہوگئی ہو منظور فیہ ہے یعنی مسلم نہیں م اس واسطے کہ فسخ قاضی کی حاجت نہیں بلکہ واقف خود فسخ میں مختار ہے اور قید فقیر کی بھی کچھ احتیاج نہیں اور بموجب قول مفتی بہ کے واقف کچھ تصرف نہیں کرسکتا اور مفتی کو بھی فسخ کا فتوی دینا جائز نہیں اس واسطے کہ بحر الرائق میں ہے امام کے قول پر کسی نے فتوی نہیں دیا کذا فی الطحطاوی ولا یتم الوقف حتی یقبض لم یقل للمتولی لان تسلیم کل شی بما یلیق بہ ففی المسجد بالافراز وفی غیرہ بنصب المتولی وتسلیمہ ایاہ ابن کمال اور وقف تمام نہیں ہوتا یہاں تک کہ مقبوض ہو مصنف نے یوں نہ کہا کہ متولی کا مقبوض ہے اس واسطے کہ تسلیم ہر چیز کی اُس کے لائق ہوتی ہے تو مسجد میں تسلیم جدا کر دینے سے ہوتی ہے اور غیر مسجد میں متولی مقرر کرنے اور اُس کو تسلیم کر دینے سے ہوتی ہے کذا صرح ابن کمال ولفیرز فلا یجوز وقف مشاع لیقسم خلافا للثانی اور وقف تمام نہیں ہوتا یہاں تک کہ جدا کر دیا جائے تو جائز نہیں وقف کرنا مشاع قسمت پذیر کا بخلاف ابو یوسف کے م وقف کا جدا کر دینا قسمت کر کے مبنی ہے اشتراط قبض پر سوا امام محمد نے قبض کو شرط کیا ہے تو وقف مشاع یعنی غیر مقسوم کو جائز نہیں رکھا اور امام ابو یوسف نے قبض نہیں شرط کیا تو وقف مشاع جائز رکھا اور اختلاف ہے محتمل القسمۃ میں اور غیر محتمل القسمۃ کا وقف تو بالاتفاق جائز ہے سوائے مسجد اور مقبرہ کے کہ اس کا وقف باوجود عدم احتمال قسمت بھی تمام نہیں بالاتفاق مشائخ بلخ نے ابو یوسف کے قول کو لیا ہے اور مشائخ بخارا نے محمد کے قول کو لیا ہے اور خلاصہ اور بزازیہ اور ولوالجیہ اور شرح مجمع اور تنجیس اور غایۃ البیان میں کہا کہ مشاع میں امام محمد کے قول پر فتوی ہے کذا فی البحر ویجعل آخرہ لجہۃ قربۃ لا تنقطع ہذا بیان شرائط الخاصۃ علی قول محمد لانہ کالصدقۃ وجعلہ ابو یوسف کالاعتاق اور آخر وقف کا مقرر کیا جائے اس جہت قربت کے واسطے جو منقطع نہ ہو یعنی انجام کار وقف مؤبد دائمی ہو مساکین پر یہ یعنی تسلیم اور افراز اور تابید بیان ہے وقف کی شرائط خاصہ کا محمد کے قول پر اس واسطے کہ وقف مانند صدقہ ہے اور ابو یوسف نے اس کو اعتاق کے مانند قرار دیا ہے م ابو یوسف سے دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ کہ تابید وقف میں ضرور ہے لیکن ذکر دوام شرط نہیں اور یہی قول صحیح ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ دوام شرط نہیں اور امام محمد کے نزدیک تصریح تابید ضروری ہے کذا فی الہدایہ والفتح طحطاوی نے کہا مصنف کا طرز بیان مناسب نہیں اس واسطے کہ اول امام کے مذہب پر چلا کہ لزوم وقف نہیں ہوتا مگر قضا سے پھر بیان شرائط میں محمد کے طور پر چلا حالانکہ فتوی صاحبین کے قول پر ہے لزوم وقف میں بلا قضاء واختلاف الترجیح والاخذ بقول الثانی احوط واسہل وفی الدرر وصدر الشریعۃ وبہ یفتی واقرہ المصنف اور محمد اور ابو یوسف کے قول کی ترجیح مختلف ہے اور ابو یوسف کا قول لینا احوط اور اسہل ہے وقف کی ترغیب کے واسطے اور درر غرر اور شرح وقایہ میں ہے کہ اسی کا فتوی ہے اور مصنف نے بھی اپنی شرح میں اس کو ثابت رکھا ہے واذا وقتہ لشہر او سنۃ بطل اتفاقا درر وعلیہ فلو وقف علی رجل بعینہ عاد بعد موتہ لورثۃ الواقف بہ یفتی فتح قلت وجزم فی الخانیۃ بصحۃ الموقت مطلقا فتنبہ واقرہ الشرنبلالی اور جب وقف میں مہینہ یا سال کا وقت بیان کیا تو باطل ہے بالاتفاق کذا

Marfat.com

فی الدرر اور جب بطلاق موقت کے اگر وقف کیا ایک مرد پر بعینہ تو اُس کی موت کے بعد واقف کے وارثوں کی طرف وقوف کریگا اسی پر فتوی ہے کذا فی الفتح میں کہتا ہوں اور خانیہ میں تصحیح کیا ہے صحت موقت کا مطلقاً تو خبردار ہو جا اور ثابت رکھا ہے اُس کو شرنبلالی نے ہم مسئلہ وقف علی العین بطلان موقت پر مبنی نہیں ہو سکتا جب تک شخص معین پر وقف کرنا بالاتفاق باطل نہ ہو حالانکہ ایسا نہیں بلکہ یہ مسئلہ اس پر مبنی ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک تابید اصلا شرط نہیں تو موقوف علیہ کی حیات تک وقف رہے گا اور بعد اس کے میراث ہوگا اور خانیہ میں ہے کہ ایک مرد نے اپنے گھر کو ایک دن یا ایک مہینہ یا وقت معین وقف کیا اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو جائز ہے اور وقف ابدی ہوگا انتہی تو اس کا قول یعنی عدم زیادت اس تفصیل کا مشیر ہے جس کو ہلال نے بیان کیا ہے کہ اگر واقف یہ شرط کرے کہ بعد وقت معلوم کے موقوف میری طرف رجوع کرے تو وقف باطل ہے اور اگر یہ شرط نہیں تو صحیح ہے تو خانیہ کی عبارت میں اطلاق نہیں جس کو شارح نے بیان کیا ہے مگر یہ کہ اطلاق وقت مراد رکھے اور توفیق عبارت کی یوں ممکن ہے کہ بطلان موقت کا قول مطلقاً محمد کے قول پر محمول ہے کہ ان کے نزدیک تابید لفظی شرط ہے اور صحت موقت مطلقاً کا قول ابو یوسف کی اس روایت پر محمول ہے جس میں مطلقاً اشتراط تابید نہیں اور قول بالتفصیل ابو یوسف کے اس قول صحیح پر محمول ہے جس میں تابید معنوی ضرور ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی فاذا تم ولزم لا یملک ولا یعار ولا یرہن فبطل شرط واقف الکتاب الرہن کما مر فی التدبیر پھر جب وقف باجماع شرائط وارتفاع موانع تمام ہو تو مملوک نہیں ہوتا اور تملیک اس میں نہیں اور نہ عاریت اور نہ رہن تو کتابوں کے وقف کرنے والے کو رہن کا کرنا باطل ہے چنانچہ کتاب التدبیر میں مذکور ہو چکا ولو سکنہ المشتری او المرتہن ثم بان انہ وقف او لصغیر لزم اجر المثل قنیہ اور اگر وقف میں مشتری یا مرتہن رہا پھر ظاہر ہوا کہ یہ وقف ہے یا صغیر کا مملوک ہے تو اُس پر اجرت مثل واجب ہے کذا فی القنیۃ ولا یقسم بل تہائون الا عند ہما فیقسم المشاع وبہ افتی قاری الہدایہ وغیرہ اور قسمت نہ کی جاوے وقف مستحقین میں بلکہ اہل استحقاق نوبت بنوبت اس سے فائدہ لیں مگر صاحبین کے نزدیک تو غیر مقسوم قسمت ہو اور اسی کا فتوی دیا ہے قاری ہدایہ وغیرہ نے اذا کانت القسمۃ بین الواقف وشریکہ الملک او الواقف الاخر او ناظرہ ان اختلفت جہۃ وقفہما قاری الہدایہ صاحبین کے نزدیک قسمت وقف مشاع صحیح ہے جب کہ قسمت ہو درمیان واقف اور اُس کے شریک مالک کے یا دوسرے واقف یا اُس کے ناظر کے بشرطیکہ جہت اُس کی وقف کی مختلف ہو کذا صرح قاری الہدایہ ہم یعنی قاضی نے جب کہ جواز وقف مشاع کا حکم کیا اور اس کی قضا نافذ ہو کر رافع خلاف اور متفق علیہ ہو گئی سو اگر بعضے شرکا طالب قسمت ہوں تو امام کے نزدیک قسمت نہ ہوگی نوبت بنوبت استعمال کرنا چاہیے اور صاحبین کے نزدیک قسمت ہوگی کذا فی المنح اور اگر جہت وقف مختلف نہیں تو قسمت کی احتیاج نہیں اس لیے کہ دونوں وقف کا مصرف متحد ہے ولو وقف نصف عقار کلہ فالقاضی یقسمہ مع الواقف صدر الشریعۃ وبعد موتہ لورثتہ ذلک فیفرز القاضی من الملک ولہم بیعہ بہ افتی قاری الہدایہ واعتمدہ فی المنظومۃ المحبیۃ اور اگر واقف نے اُس زمین کا نصف وقف کیا جس کی کل کا وہ مالک ہے تو قاضی اُس کو تقسیم کر دے باوجود واقف کے کذا صرح صدر الشریعۃ وابن الکمال اور واقف کی موت کے بعد اُس کے وارثوں کو یہ تقسیم جائز ہے تو قاضی وقف کو ملک سے جدا کر دے اور وارثوں کو نصف مملوک کا بیع کرنا جائز ہے اور اسی کا فتوی دیا ہے قاری ہدایہ نے اور اسی پر اعتماد کیا ہے منظومہ محبیہ میں ہم نفع السائل میں مذکور ہے کہ جمع بین الوقف والملک کی قسمت قاضی کو جائز نہیں مگر شرکا کی تراضی سے کذا فی المنح لا الموقوف علیہم فلا یقسم الوقف بین مستحقیہ اجماعا در رد کافی وخلاصہ وغیرہا لان حقہم لیس فی العین وبہ جزم ابن نجیم فی فتاواہ وفی فتاوی قاری الہدایہ ہذا ہو المذہب وبعضہم جوز ذلک نہ جب کہ ما بین موقوف علیہم کے قسمت ہو تو وقف مقسوم نہ ہوگا ما بین مستحقین کے باجماع امام اور صاحبین کے کذا فی الدرر والکافی والخلاصہ وغیرہا اس واسطے کہ مستحقین کا حق عین وقف میں نہیں بلکہ اُس کے محاصل میں ہے اور اسی کا یقین کیا ہے ابن نجیم نے اپنے فتاوی میں اور قاری ہدایہ کے فتاوی میں ہے کہ یہی مذہب ہے اور بعضے علمائے قسمت موقوف بین المستحقین

Marfat.com

جائز رکھی ہے م یہ قول غیر معتبر ہے کہ مخالف اجماع ہے کذا فی الطحطاوی ولو سکن بعضہم ولم یجد الآخر مرصدا یکفیہ فلیس لہ اجرۃ ولا لہ ان یقول لا اسکنہ بقدر ما استغلتہ لان المہایاۃ انما تکون بعد الخصومۃ قنیہ اور اگر بعض مستحقین نے وقف میں سکونت کی اور دوسرے مستحق نے ایسی جگہ نہ پائی جو اُس کو کافی ہو تو اُس کو اجرت لینا مستحق ساکن سے جائز نہیں اور نہ اُس کو یوں کہنا جائز ہے کہ مکان وقف کو میں استعمال کروں گا جس قدر تو نے استعمال کیا اس واسطے کہ مہایاۃ یعنی نوبت بنوبت استعمال کرنا نہیں ہوتا مگر بعد خصومت کے کذا فی القنیہ م طحطاوی نے کہا یہ خصاف کی عبارت ہے شارح قنیہ کی طرف منسوب کی نعم لو استعملہ کلا احدہم بالغلبۃ بلا اذن الآخر لزمہ اجر حصۃ شریکہ ولو وقفا علی سکناہما بخلاف الملک المشترک ولو معد للاجارۃ قنیہ ہاں اگر ایک مستحق نے تمام مکان وقف کو استعمال کیا زبردستی بلا اذن مستحق ثانی کے تو ساکن پر بقدر حصہ شریک کے اجرت لازم ہوگی اگرچہ وہ مکان دونوں کی سکونت کے واسطے وقف ہوا ہو بخلاف ملک مشترک کے کہ اس میں شریک پر اجرت لازم نہیں اگرچہ وہ مکان کرایہ کے واسطے مہیا ہو کذا فی القنیہ قلت ولو بعضہ ملک وبعضہ وقف یاتی فی الغصب میں کہتا ہوں اور اگر کچھ مکان ملک اور کچھ وقف ہو غصب میں آوے گا ویزال ملکہ عن المسجد والمصلی بالفعل وبقولہ جعلتہ مسجدا عند الثانی وشرط محمد والامام الصلوۃ فیہ بجماعۃ وقیل یکفی واحد وجعلہ فی الخانیۃ ظاہر الروایۃ اور زائل ہوتی ہے ملک واقف کی مسجد اور عید گاہ سے بواسطہ فعل کے یعنی علیحدہ کر دینے سے یا اس قول سے کہ میں نے اُس مکان کو مسجد کر دیا ابو یوسف کے نزدیک اور محمد اور امام نے اس میں جماعت سے نماز پڑھنا شرط کیا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ایک شخص کا بھی نماز پڑھنا کافی ہے اور خانیہ میں اسی قول کو ظاہر الروایۃ کہا ہے م مسجد مخالف ہے مطلق وقف سے سب کے نزدیک تو امام اعظم کے نزدیک حکم حاکم اور وصیت کرنا اُس کے واسطے شرط نہیں اور ابو یوسف کے نزدیک مشاع کا مسجد کرنا جائز نہیں اور محمد کے نزدیک تسلیم متولی اس میں شرط نہیں مسجد کے واسطے عمارت بنانا شرط نہیں اس واسطے کہ خانیہ میں ہے کہ ایک شخص کی زمین میدان ہے اس میں کچھ عمارت نہیں اور اس نے لوگوں کو جماعت سے نماز پڑھنے کی اجازت دی دائما یا دوام کا لفظ ذکر نہ کیا لیکن نیت دوام کی پھر وہ مر گیا تو وہ مکان مسجد ہوگا اس میں میراث نہیں کذا فی النہر جس نے مسجد بنائی تو اُس کی ملک موجود ہے جب تک مسجد کو اُس کی راہ کے ساتھ اپنی ملک سے جدا نہ کر دے اس واسطے کہ وہ خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے نہیں ہوتی بغیر جدا کر دینے کے تو اگر اپنے گھر کے درمیان میں مسجد بنا دے اور لوگوں کو دخول اور نماز کا اذن دے اگر اُس کی راہ بھی شرط کی ہے تو سب کے نزدیک مسجد ہو گئی والا امام کے نزدیک مسجد نہیں اور صاحبین کے نزدیک مسجد ہو گئی اور راہ منجملہ حقوق مسجد ثابت ہو جاوے گی بلا شرط اور نماز اس واسطے کہ شرط ہوئی کہ امام اور محمد کے نزدیک تسلیم ضروری ہے اور مسجد میں جماعت سے تسلیم ثابت ہوتی ہے بنا بر صحیح روایت کے امام سے اور اس کے ساتھ اور اقامت سے نماز جہری بھی شرط ہے تو اگر نماز سری بلا اذان واقامت ہوگی تو امام محمد کے نزدیک مسجد ہوگی اور اگر ایک شخص کو امام اور موذن مقرر کیا تو اسی کے تنہا نماز سے مسجد ہو گی بالاتفاق اور متولی یا قاضی یا اُس کے نائب کی تسلیم سے مسجد ہو گی کذا فی العالمگیریہ ملخصا اور چونکہ واقف اور قضا میں ابو یوسف کا قول ارجح ہے لہذا مصنف نے اُس کو مقدم کیا تنویر اور درر اور ملتقی کے مانند یعنی بمجرد قول مسجد ہو جاتی ہے کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا ارادا اہل المحلۃ نقض المسجد وبنائہ حکم من الاول ان کان البانی من اہل المحلۃ لہم ذلک والا لا بزازیہ اہل محلہ نے چاہا مسجد کا توڑنا اور بعد اس کے بنانا اُس کا محکم تر اول سے تو اگر دوسرا بنانے والا منجملہ اہل محلہ ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں تو نہیں جائز کذا فی البزازیہ واذا جعل تحتہ سردابا لمصالحہ ای المسجد جاز للمسجد المقدس ولو جعل لغیرہا اذ جعل فوقہ بیتا وجعل باب المسجد الی طریق وغرلہ عن ملکہ لا یکون مسجدا ولہ بیعہ ویورث عنہ خلافا لہما اور جب کہ مسجد کے نیچے تہ خانہ بنایا مسجد کے مصالح کے واسطے تو جائز ہے جیسے بیت المقدس کی مسجد کے نیچے ہے اور اگر تہ خانہ مصالح مسجد کے سوا کے واسطے بنایا گیا یا مسجد کے اوپر کوٹھری بنائی اور مسجد کا دروازہ راہ کی طرف کر دیا اور اس کو اپنی ملک سے جدا کر دیا تو مسجد نہ ہوگی اور اُس کو اُس کی بیع جائز ہے اور اُس کے بعد اُس کا وارث پا دے گا بخلاف صاحبین کے مذہب کے م امام کا قول ظاہر المذہب ہے اس واسطے کہ اس میں حق العبد باقی ہے اور جب حق العبد مسجد کے اعلیٰ یا اسفل یا جوانب

Marfat.com

میں باقی رہا تو وہ خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے نہ ہوئی کذا فی الطحطاوی عن البحر کما لو جعل وسط دارہ مسجدا واذن للصلوۃ فیہ حیث لا یکون مسجدا الا اذا شرط الطریق زیلعی چنانچہ ایک شخص نے اپنے گھر کے درمیان مسجد بنائی اور اس میں نماز کا اذن دیا تو وہ مسجد نہ ہوگی مگر جب کہ مسجد کے واسطے راہ بھی شرط کرے کذا فی الزیلعی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کالو بنی فوقہ بیتا للامام لا یضر لانہ من المصالح اما لو تمت المسجد ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذلک لم یصدق تاتارخانیۃ فاذا کان ہذا فی الواقف فکیف بغیرہ فیجب ہدمہ ولو علی جدار المسجد ولا یجوز اخذ الاجرۃ منہ ولا ان یجعل شیئا منہ مستغلا ولا سکنی بزازیۃ اور اگر واقف نے مسجد کے اوپر امام کے واسطے کوٹھری بنائی تو مضر نہیں اس واسطے کہ یہ منجملہ مصالح مسجد ہے اور اگر اس مکان کا مسجد ہونا پورا ہو گیا یعنی فقط قول سے جس پر فتوی ہے یا اس میں نماز پڑھنے سے پھر واقف نے مسجد کے اوپر مکان بنانے کا ارادہ کیا تو منع کیا جائے گا اور اگر کہے گا کہ میں نے اس کی نیت کی تھی تو اس کی تصدیق نہ ہوگی کذا فی التاتارخانیۃ پھر جب واقف کا یہ حال ہے کہ بنا نہیں سکتا تو غیر واقف کا بنانا کیونکر جائز ہوگا تو اس کا گرا دینا واجب ہے اگرچہ عمارت مسجد کی دیوار پر ہو نہ چھت پر اور اس سے کرایہ لینا جائز نہیں اور نہ یہ جائز ہے کہ منجملہ مسجد کے کوئی تھوڑا مکان کرایہ یا سکونت کے واسطے مقرر کیا جائے کذا فی البزازیۃ م کرایہ لینا ہر صورت جائز نہیں اگرچہ مسجد کی عمارت وغیرہ میں صرف ہو اور یہ جو بعض مسجد کا کرایہ لینا صاحب مسجد کے واسطے جائز رکھا ہے وہ قول غیر صحیح ہے کذا فی البحر ولو خرب ما حولہ واستغنی عنہ یبقی مسجدا عند الامام والثانی ابدا الی قیام الساعۃ وبہ یفتی حاوی القدسی اور اگر مسجد کا گرد و پیش منہدم ہو کر ویران ہو گیا اور اس کی کچھ حاجت نہ رہی تو وہ بھی مسجد ہی باقی رہے گی امام اور ابو یوسف کے نزدیک ہمیشہ قیامت تک اسی پر فتوی ہے کذا فی الحاوی القدسی یعنی اس کی ملکیت واقف اور اس کے وارثوں کی طرف عود نہ کرے گی اور اس کا نقل کرنا دوسری مسجد کی طرف جائز نہیں اس واسطے کہ وہ مسجد ہے علی الدوام کوئی اس میں نماز پڑھے یا نہ پڑھے کذا فی المنح والحاوی القدسی وعاد الی الملک ای ملک الباني او ورثتہ عند محمد اور مسجد منہدم عود کرے گی طرف ملک کے یعنی بانی یا اس کی وارثوں کو اس کی ملک عائد ہوگی محمد کے نزدیک وعن الثانی فینقل الی مسجد آخر باذن القاضی اور ابو یوسف سے دوسری روایت ہے کہ وہ نقل ہوگی دوسری مسجد کی طرف قاضی کے اذن سے یعنی اس کا شکستہ اسباب قاضی کے اذن سے بیع ہو کر قیمت اس کی دوسری مسجد میں صرف ہوگی اور یہ روایت اسعاف کی حاوی کے مخالف ہے کذا فی المنح ومثلہ فی الخلاصۃ المذکور تشیش المسجد وحیرہ مع الاستغناء عنہما اور خلاف مذکور میں مانند منہدم کے ہے مسجد کی گھاس اور اسکی چٹائیاں جب ان کی حاجت نہ رہے یعنی شیخین کے نزدیک ملک میں داخل نہیں اور محمد کے نزدیک واقف کی مملوک ہو جاویں گی وکذا الحصر والبیر اذا لم ینتفع بہما فیصرف وقف المسجد والرباط والبیر والحوض الی اقرب مسجد او رباط او بیر او حوض الیہ تفریع علی قولہما در اور اسی طرح مسافر خانہ اور کنواں جب لائق انتفاع کے نہ رہے تو صرف کیا جائے وقف مسجد اور مسافر خانہ اور کنوئیں اور حوض کا اس مسجد اور مسافر خانہ اور کنوئیں اور حوض کے جو اس سے قریب تر ہے یہ تفریع ہے شیخین کے قول پر کذا فی الدرر م عبارت میں لف ونشر مرتب ہے یعنی وقف مسجد اقرب مسجد کی طرف اور وقف مسافر خانہ اقرب مسافر خانہ کی طرف اور حوض کا وقف اقرب حوض کی طرف صرف ہو وفیہا وقف ضیعۃ علی الفقراء وسلمہا للمتولی ثم قال لوصیہ اعط من غلتہا فلانا کذا وفلانا لم یصح لخروجہ عن ملکہ بالتسجیل فلو قبلہ صحت قلت لکن سیجئ مغربا للفتاوی ومؤیدزادہ ان للواقف الرجوع فی الشروط ولو مسجلا اور درر میں ہے کہ ایک شخص نے زمین فقرائے پر وقف کی اور متولی کو سپرد کی پھر اس نے اپنے وصی سے کہا کہ اس زمین کے محصول سے فلانے کو اتنا دینا اور فلانے کو اتنا تو یہ صحیح نہیں بسبب خارج ہو جانے موقوف کے واقف کی ملک سے قاضی کے حکم مسجل سے سو اگر قبل حکم کے وصیت کرے گا تو صحیح ہوگا میں کہتا ہوں لیکن آگے آوے گا فتاوی مؤید زادہ سے منقول ہو کر کہ واقف کو شروط وقف میں رجوع کرنا جائز ہے اگرچہ وقف مسجل ہو گیا ہو م یہ استدراک ہے عدم صحت پر طحطاوی نے کہا معلوم ہوا کہ شارح نے اس کی تحریر نہیں کی استحد الواقف فالجہۃ قبل مرسوم

Marfat.com

بعض الموقوف علیہ لبسبب خراب وقف احدہما جاز للحاکم ان یصرف من فاضل الوقف لاخر علیہ لانہما حینئذ کشیٔ واحد واقف اور جہت متحد ہے اور بعض موقوف علیہ کا مرسوم یعنی مشاہرہ دیا سالیانہ کم ہوگیا بسبب ویران ہوجانے احد الوقفین کے تو حاکم کو جائز ہے کہ دوسرے وقف کی فاضل آمدنی سے ادھر صرف کرے اس واسطے کہ دونوں مصرف ایک مصرف کے مانند ہیں ہم مصنف نے اپنی شرح میں اتحاد واقف اور جہت کی اس طرح مثال دی کہ ایک شخص نے دو مسجدیں بنائیں اور ہر ایک کے مصالح کے واسطے علیحدہ وقف معین کیا تو اگر ایک مسجد کے امام یا مؤذن کا وظیفہ کم ہوگیا اُس کی وقف کی ویرانی سے تو دوسری مسجد کے وقف کی فاضل آمدنی سے اُن کو حاکم دے سکتا ہے انتہی علامہ نوح نے کہا کہ اتحاد جہت کو اس طرح محمول کرنا کلام بزازی کے صریحا مخالف ہے اس واسطے کہ بزازی نے اتحاد واقف اور جہت کی یوں مثال دی ہے کہ دو وقف ایک مسجد پر ہوں ایک وقف اُس کی مرمت کے واسطے اور دوسرا وقف اُس کے امام اور مؤذن کے واسطے کذا فی الطحطاوی وان اختلف احدہما بان بنی رجلان مسجدین او رجل مسجدا و مدرسۃ ووقف علیہما اوقافا لایجوز لہ ذلک اور اگر واقف اور جہت سے کوئی مختلف ہو اس طرح پر کہ دو شخصوں نے دو مسجدیں بنائیں یا ایک شخص نے مسجد اور مدرسہ بنایا اور دونوں پر اوقاف موقوف کیے تو حاکم کو یہ جائز نہیں کہ ایک کا مجموعہ دوسرے پر صرف کرے ولو وقف العقار بقبرۃ واکرتہ بفتحتین وہم عبیدۃ الحراثون صح استحسانا تبعا للعقار اور اگر ایک شخص نے اپنی زمین کو بیلوں اور کھیتی کرنے والے اپنے غلاموں کے ساتھ وقف کیا تو صحیح ہے بنا بر استحسان کے زمین کی تبعیت سے اکرۃ بفتح اول وثانی جمع اکار ہے یعنی کاشت کار م اور اسی طرح باقی آلات کاشت کاری کا وقف کرنا زمین کے ساتھ صحیح ہے کذا فی شرح الملتقی وجاز وقف القن علی مصالح الرباط خلاصہ ونفقتہ وجنایتہ فی مال الوقف ولو قتل عمدا لا تود فیہ بزازیۃ بل تجب قیمتہ لیشتری بہ بدلہ اور جائز ہے وقف کرنا غلام کا مسافر خانہ کے مصالح کے واسطے کذا فی الخلاصۃ اور اس کا خرچ اور جنایت وقف کے مال میں ہے اور اگر وہ غلام مقتول ہو عمدا تو اس میں قصاص نہیں کذا فی البزازیۃ بلکہ قاتل پر اُس کی قیمت دینا واجب ہے تا عوض اُس کے دوسرا خرید کیا جائے کما صح وقف مشاع قضی بجوازہ لانہ مجتہد فیہ فللحنفی المقلد ان یحکم بصحۃ وقف الشاع ولبطلانہ لاختلاف الترجیح واذا کان فی المسئلۃ قولان مصححان جاز الافتاء والقضاء باحدہما بحر مصنف چنانچہ صحیح ہے وقف اُس مشاع کا جس کے جواز پر قاضی کا حکم ہوگیا اس واسطے کہ وقف مشاع میں مجتہدوں کا اختلاف ہے تو قاضی حنفی مقلد کو جائز ہے کہ صحت وقف مشاع کا حکم کرے بسبب اختلاف ترجیح صحت اور عدم صحت کے اور جب کہ مسئلہ میں دو قول مصحح ہوں تو کسی ایک قول پر فتوی دینا مفتی کو اور حکم کرنا قاضی کو جائز ہے کذا فی البحر وشرح المصنف م بشرطیکہ کوئی قول مفتی بہ نہ ہو والا مفتی بہ سے عدول کرنا جائز نہیں اور جب ایک قول پر فتوی دیدیا اور قاضی حکم کرے تو دوسرے قول پر فتوی نہ دے اور نہ حکم کرے کذا فی الطحطاوی وکما یصح ایضا وقف کل منقول تصدا فیہ تعامل للناس کفاس وقدوم بل ودراہم ودنانیر اور چنانچہ صحیح ہے وقف اس مال منقول کا بھی بالقصد نہ بالتبع جس میں لوگوں کا عمل جاری ہوگیا یعنی جس منقول کا وقف کرنا مسلمین میں رائج ہوگیا جیسے کلہاڑی اور بسولہ بلکہ دراہم اور دنانیر گھوڑے اور ہتھیار کی صحت وقف میں صاحبین میں اختلاف نہیں اس واسطے کہ اس میں احادیث اور آثار وارد ہیں بلکہ اُن کے غیر میں اختلاف ہے مشہور یہ ہے کہ محمد کے نزدیک وقف منقول کا بشرط رواج صحیح ہے اور ابو یوسف کے نزدیک صحیح نہیں اور مجتبی میں یوں منقول ہے کہ محمد مجوز وقف منقول ہیں مطلقا اور ابو یوسف بشرط رواج اور ظاہر نہر الفائق اس پر دلالت کرتا ہے کہ وقف منقول نہیں شہروں میں منحصر ہے جہاں اس کے وقف کا رواج ہے اور مفتی ابو السعود کے نزدیک انحصار مقبول نہیں کذا فی الطحطاوی قلت بل ورد الامر للقضاۃ بالحکم بہ کما فی معروضات المفتی ابی السعود وکمیل وموزون یباع ویدفع ثمنہ مضاربۃ او بضاعۃ فعلی ہذا الوقف کراعلی شرط ان یقرضہ لمن لا یدر لہ لیزرعہ لنفسہ فاذا ادرک اخذ مقدارہ ثم اقرضہ

Marfat.com

لغیرہ وہکذا اجاز خلاصۃ میں کہتا ہوں بلکہ سلطان روم کا امر قاضیوں کو صحت وقف دراہم اور دنانیر کے حکم کرنے کا وارد ہوا ہے چنانچہ مفتی ابوالسعود کی معروضات میں ہے اور ہر چیز کیل اور وزنی کے وقف کرنے کا تو کیل اور موزوں بیچی جاوے اور اس کی قیمت بطور مضاربت یا بضاعت کسی کو دی جائے تو بموجب صحت وقف منقول کے اگر کئی من گیہوں یا جو وقف کرے اس شرط پر کہ متولی اُس کو قرض دے اس مزارع کو جس کے پاس بیج نہیں اُس کو وہ بو دے اپنے واسطے پھر جب اناج پختہ ہو تو اتنا اُس سے لے لے پھر وہ اناج دوسرے محتاج مزارع کو قرض دے اور اسی طرح ہمیشہ قرض دیا کرے اور اتنا لے لیا کرے تو یہ جائز ہے کذا فی الخلاصۃ وفیہا وقف بقرۃ علی ان ما خرج من لبنہا او سمنہا للفقراء ان اعتاد وا ذلک رجوت ان یجوز اور خلاصہ میں ہے کہ ایک شخص نے گائے وقف کی اس شرط پر کہ جو اُس کا دودھ اور گھی نکلے وہ فقیروں کے واسطے ہے اگر وہاں کے لوگ ایسے وقف کرنے کے معتاد ہوں تو اس کے جواز کی میں امید رکھتا ہوں وقدر وجنازۃ ودثابہا مصحف وکتب لان التعامل یترک بہ القیاس لحدیث ما رآہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن بخلاف ما لا تعامل فیہ کثیاب ومتاع وہذا قول محمد وعلیہ الفتوی اختیارا اور صحیح ہے وقف کرنا دیگ اور جنازہ اور اس کے کپڑوں کا اور مصحف اور کتابوں کا اس واسطے کہ تعامل یعنی رواج مسلمین سے قیاس مجتہد متروک ہو جاتا ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جس کو اہل اسلام اچھا جانیں وہ خدا کے نزدیک اچھا ہے بخلاف اس منقول وقف کے جس کا رواج نہیں چنانچہ کپڑوں اور اسباب کا وقف کرنا کہ وہ جائز نہیں یہ قول ہے محمد کا اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الاختیار شرح المختار م جنازہ بالکسر عبارت ہے نعش سے یعنی جس پر میت کو رکھ کر دفن کے واسطے لے جاویں اور ثیاب جنازہ وہ ہیں جو نعش پر ڈالے جاویں علامہ نوح نے کہا کہ وقف کتب کا مطلقا جائز ہے اگرچہ صرف ونحو بلاغت کی کتابیں ہوں وقف میں قیاس یہ ہے کہ زمین کا وقف جائز ہو نہ منقول کا اس واسطے کہ تابید یعنی ہمیشگی وقف میں شرط ہے سو منقول میں حاصل نہیں والحق فی البحر السفینۃ بالمتاع اور لاحق کیا ہے بحر الرائق میں کشتی اور جہاز کو اسباب سے عدم جواز وقف میں یعنی بسبب عدم عرف کے حلبی نے کہا ہمارے زمانہ میں جہازوں کا وقف رائج ہو گیا ہے اس واسطے کہ بعضے جہاز حرمین شریفین کے اناج پہنچانے کے واسطے وقف ہیں وفی البزازیۃ جاز وقف الاکیۃ علی الفقراء فیدفع الیہم شتاء ثم یرد ونہا لبعدہ اور بزازیہ میں ہے کہ جائز ہے وقف کمبلوں کا فقیروں پر سو اُن کو دیئے جاویں جاڑے میں پھر اُن کو وہ پھیر دیں بعد اس کے م یہ وقف عدم جواز وقف متاع سے مستثنی ہے وفی الدرر وقف مصحفا علی اہل مسجد لقراءۃ القرآن ان یحصون جاز اور درر غرر میں ہے کہ وقف کیا مصحف کو اہل مسجد پر قرآن پڑھنے کے واسطے اگر اہل مسجد شماری لوگ ہوں تو جائز ہے م ظاہر التقیید احصاء دلالت کرتی ہے کہ در حالت عدم احصاء وقف جائز نہ ہو لیکن ملتقی اور اُس کی شرح میں احصار اہل مسجد شرط نہیں وان وقف علی المسجد جاز ولقراءۃ فیہ ولا یکون محصورا علی ہذا المسجد اور اگر مصحف کو وقف کیا مسجد پر تو جائز ہے اور اُس میں پڑھا جاوے گا اور محصور نہ ہو گا یہ مصحف اسی مسجد پر کذا فی البحر م قنیہ میں ہے کہ ایک مسجد معین کا مصحف موقوف دوسرے اہل محلہ کو دینا جائز نہیں وبہ عرف حکم نقل کتب الاوقاف من محالہا للانتفاع بہا والفقہاء بذلک مبتلون فان وقفہا علی مستحق وقفہ لم یجز نقلہا وان علی طلبۃ العلم وجعل مقرہا فی خزانۃ التی فی مکان کذا ففی جواز النقل تردد نہر اور اسی سے معلوم ہو گیا نقل کرنا کتب اوقاف کا اُن کے مکانات سے فائدہ لینے کے واسطے اور فقہاء اُس میں مبتلا ہیں سو اگر واقف نے کتابوں کو وقف کیا اپنے وقف یعنی اپنی مسجد یا مدرسہ کے مستحقین پر تو ان کتب کا دوسری جگہ لے جانا جائز نہیں اور اگر مطلق طالب علموں پر وقف کیا اور ٹھکانا کتب کا اپنے اُس خزانہ میں مقرر کیا جو فلانے مکان میں ہے تو جواز نقل میں تردد ہے کذا فی النہر م سبب تردد اختلاف ہے ان دونوں عبارتوں کا جو سابق مذکور ہو چکیں کہ ایک روایت سے جواز نقل معلوم ہوتا ہے اور دوسری سے عدم جواز طحطاوی نے کہا کہ فقہاء کا یہ قول کہ وقف میں عمل بالاصلح لازم ہے اس کا مقتضی ہے کہ نقل کتب فقہیہ جائز نہ ہو کہ نفع طالبوں کا بعد نقل کے متعسر ہو جاتا ہے خصوصا زیادہ مدت گذرنے سے یا ناقل کی موت سے اُس کے وارث اُس کی ملک کے مدعی اکثر ہو جاتے ہیں واللہ اعلم قید ۱

Marfat.com

من غلتہ لعمارتہ ثم ماہو اقرب بعمارتہ کا مام مسجد و مدرس مدرسۃ یعطون بقدر کفایتہم ثم السراج والبساط کذلک الی آخر المصالح وتمامہ فی البحر اور وقف کی آمدنی سے پہلے وقف کی مرمت شروع کی جائے بعد اس کے وہ صرف جو عمارت سے نزدیک تر ہے جیسے مسجد کا امام اور مدرسہ کا مدرس اُن کو دینا چاہیے بقدر اُن کی کفایت کے پھر چراغچی اور فراشوں کو اسی طرح بقدر کفایت دینا چاہیے آخر مصالح تک یعنی مؤذن اور ناظر اور تیل اور چٹائیاں اور وضو کا پانی اور پورا بیان اس کا بحر الرائق میں ہے م یعنی متولی پر ترتیب مذکور کے موافق صرف کرنا واجب ہے اور ابتداً عمارت لازم نہیں مگر جب خوف ہو وقف کی ویرانی کا اور تعمیر اس قدر مستحق ہے جس صفت پر واقف نے وقف کیا تھا اور اس سے زیادہ تعمیر کرنا مستحق نہیں مگر مستحقین کی رضامندی سے تو وقف کی دیواروں کو سفید یا سرخ کرنا جائز نہیں اگر واقف نے رنگین نہ کیا ہو وان لم یشترطہ الواقف لثبوتہ اقتضاء صرف عمارت مقدم ہے اگرچہ واقف نے اس کو شرط نہ کیا ہو بسبب اس کے ثابت ہونے کے بنا بر اقتضاء کے یعنی اس واسطے کہ واقف کا قصد یہ ہے کہ محاصل ہمیشہ صرف ہوتا رہے اور ہمیشگی نہیں ہو سکتی بدون عمارت کے تو شرط عمارت کی اقتضاء ثابت ہوئی کذا فی الفتح وتقطع الجہات للعمارۃ ان لم یخف ضرر بین فتح فان خیف کا مام وخطیب وفراش قدموا نیعطوا المشروط لہم واما الناظر الکاتب والجابی فان عملوا زمن العمارۃ فلہم اجرۃ عملہم لا المشروط بحر قال فی النہر وہو الحق خلافا للاشباہ اور قطع کیے جاویں گے سب مصارف مستحقین کے ہنگام عمارت میں اگر صریح ضرر کا خوف نہ ہو کذا فی الفتح سو اگر ضرر صریح کا خوف ہو چنانچہ امام اور خطیب اور فراش تو اُن کی تقدیم ہوگی سو اُن کو اُن کا مشروط دیا جائے گا اور ناظر اور کاتب اور تحصیلدار اگر عمارت کے زمانہ میں اپنے کام کریں تو اُن کو اپنے عمل کی اجرت ملے گی نہ مشروط کذا فی البحر نہر الفائق میں کہا کہ یہی حق ہے خلافا للاشباہ م اشباہ میں کہا کہ اُن کو بقدر کفایت دیا جائے گا وفیہا عن الذخیرۃ لو صرف الناظر لہم مع الحاجۃ الی التعمیر ضمن ولہل یرجع علیہم الظاہر لا لتعدیہ بالدفع اور اشباہ میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ اگر ناظر نے مستحقین پر صرف کیا باوجود حاجت تعمیر کے تو اُس پر ضمان ہے اور کیا ناظر مستحقین سے بعد ضمان کے پھیر سکتا ہے ظاہر احکم یہ ہے کہ پھیر نہیں سکتا بسبب اُس کی تعدی کے دینے سے وما قطع للعمارۃ یسقط راسا اور جو حق مستحقین کا قطع ہوا عمارت کے واسطے وہ بالکل ساقط ہو جاتا ہے یعنی وقف پر دین نہیں ہوتا اس لیے کہ ہنگام عمارت میں اُن کا کچھ حق نہیں تو اگر آئندہ آمدنی حقوق سے فاضل رہے گی تو اُن کو بعوض سال گذشتہ ملے گی کذا فی الاشباہ وفیہا لو شرط الواقف تقدیم العمارۃ ثم الفاضل للفقراء او المستحقین لزم الناظر امساک قدر العمارۃ کل سنۃ وان لم یحتج الآن لجواز ان یحدث حدث ولا غلۃ بخلاف ما اذا لم یشترط فلیحفظ الفرق بین الشرط وعدمہ اور اشباہ میں ہے کہ اگر واقف نے وقف میں تقدیم عمارت شرط کی بعد اُس کے فاضل آمدنی فقرا یا مستحقین کے واسطے تو ناظر کو لازم ہے رکھ چھوڑنا بقدر عمارت کے ہر سال اگرچہ اُس کی بالفعل حاجت نہ ہو کہ شاید کوئی حاجت پیش آوے اور محصول نہ ہو بخلاف اُس کے جب کہ واقف نے تقدیم عمارت نہ شرط کی ہو تو ہر سال اٹھا رکھنا لازم نہیں تو شرط اور عدم شرط کے فرق کو یاد رکھنا چاہیے وفی الوہبانیۃ لو زاد المتولی وانقاعلی اجر المثل ضمن الکل لوقوع الاجارۃ لہ اور وہبانیہ میں ہے کہ اگر متولی نے اجرت مثل پر ایک دانگ بھی زیادہ کی تو جمیع اجرت کا وہ ضامن ہے اپنے مال سے بسبب واقع ہونے اجارہ کے متولی کے واسطے صورت اس کی یہ ہے کہ متولی نے ایک شخص کو مسجد میں ایک درم اور ایک دانگ پر مزدوری لگایا اور اجرت مثل ایک درم ہے تو متولی کو تمام اجرت اپنے مال سے ڈانڈ دینا ہوگا کذا فی شرح الوہبانیۃ عن قاضی خاں اور دانگ ششم حصہ ہے درم کا وفی شرحہا للشرنبلالی عند قولہ شعر ویدخل فی وقف الصالح قیم ؛ امام خطیب والمؤذن یعبر ؛ الشعائر التی تقدم شرطہا ام لم یشترط بعد العمارۃ ہی امام وخطیب ومدرس وقناد وفراش ومؤذن وناظر وثمن زیت وقنادیل وحصیر وماء وضوء وکلفۃ نقل للمیضاۃ فلیس مباشر وشاہد وشاد وجابی خازن

Marfat.com

کتب من الشعائر فتقدیمہم فی دفتر الحساب لیس بشرعی ویقع الاشتباہ فی بواب ومرمتی قالہ فی البحر قلت ولا تردد فی تقدیم بواب ومرمتی وخادم ومطہرۃ انتہی اور وہبانیہ کی شرح شرنبلالی میں اس کے قول کے پاس اور داخل ہے مصالح وقف میں ناظر اور امام اور خطیب اور مؤذن یوں ہے کہ جو شعائر کہ مقدم ہیں واقف نے شرط کیا ہو یا نہ شرط کیا ہو بعد عمارت کے وہ امام اور خطیب اور مدرس اور چراغچی اور فراش اور مؤذن اور ناظر اور تیل اور قنادیل اور چٹائیوں اور وضو کے پانی کی قیمت اور پانی لے آنے کی مزدوری وضو کے برتن میں تو مباشر اور شاہد اور مسجد کا خبر گیر اور محصول کا تحصیلدار اور کتابوں کا خزانچی شعائر وقف میں نہیں تو اُن کی تقدیم دفتر حساب میں امر شرعی نہیں بحر الرائق میں کہا کہ دربان اور مرمتی میں اشتباہ واقع ہوتا ہے کہ یہ بھی مقدم ہیں یا نہیں میں کہتا ہوں کچھ تردد نہیں دربان اور مرمتی اور خادم مطہرہ کی تقدیم میں انتہی کلام شرنبلالی ہم مرمتی منسوب ہے مزملہ کی طرف مزملہ بروزن معظمہ وہ برتن ہے جس میں پانی سرد ہو اور مراد یہاں وہ شخص ہے جو اہل مسجد کے پانی پینے کے برتن پانی سے بھرے اور شاد وہ شخص جو خبر گیر مسجد ہو یعنی جو ملازم مسجد رہے پاک صاف رکھنے کے واسطے اور خادم مطہرہ وہ ہے جو اس کو پاک صاف رکھے اور وہ مراد نہیں جو مطہرہ میں پانی بھرے کہ وہ پہلے مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی قلت انما یکون المدرس من الشعائر لو مدرس المدرسۃ کما مر اما مدرس الجامع فلا لانہ لا یتعطل بغیبتہ بخلاف المدرسۃ حیث تقفل اصلا شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ مدرس اس وقت شعائر میں داخل ہوگا اگر مدرسہ کا مدرس ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور جامع مسجد کا مدرس تو شعائر میں داخل نہیں اس واسطے کہ اس کی غیبت سے تعطل نہیں ہوتا بخلاف مدرس مدرسہ کے کہ وہ اُس کے نہ ہونے سے بالکل معطل اور مقفل ہو جاتا ہے م اشباہ میں ہے کہ مدرس مدرسہ اس وقت شعائر میں ہوگا جب ملازم تدریس رہے واقف کی شرط کے مانند اور ہمارے زمانہ کے مدرس تو ایسے نہیں ہیں انتہی اور مدرس تو درصورت ملازمت تدریس مستحق ہوگا مشروط کا خواہ طالبین مشروطین کو تعلیم کرے یا اور طالبین کو دل یا خذ ایام البطالۃ کعید ورمضان لم ارہ وینبغی الحاقہ ببطالۃ القاضی واختلفوا فیہا والاصح انہ یاخذ لانہا للاستراحۃ اشباہ من قاعدۃ العادۃ محکمۃ وسیجئ مالو غاب فلیحفظ اور کیا مدرس امام تعطیل چنانچہ عید اور رمضان میں مشروط لے گا یا نہیں میں نے اُس کو مصرح نہیں دیکھا اور لائق ہے الحاق تعطل مدرس کا قاضی کے تعطل سے اور علماء اس کے لینے میں مختلف ہیں اور قول اصح یہ ہے کہ قاضی اُس کو لے اس واسطے کہ ایام تعطیل کے استراحت کے واسطے ہیں چنانچہ اشباہ میں ہے اس قاعدہ کے تحت میں العادۃ محکمۃ اور آگے آوے گا وہ مسئلہ کہ اگر مدرس غائب رہا تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م طحطاوی نے کہا کہ علامہ بیری نے اس الحاق کو قہستانی کی اس عبارت سے رد کیا کہ اگر واقف نے ہر روز کی تدریس پر کچھ معین کیا پھر مدرس نے جمعہ اور منگل کو تعطیل کی تو اُس کو روزینہ حلال نہیں اور اگر ہر روز کے واسطے کچھ مبلغ مقرر نہیں کیا تو لینا حلال ہے اگرچہ ان دونوں دنوں میں درس نہ کرے بسبب عرف کے بخلاف غیر جمعہ اور منگل کی تعطیل کے کہ اس کی اجرت لینا حلال نہیں مطلقا خواہ ہر روز کی اجرت معین کی ہو یا نہ کی ہو ولو کان الموقوف دار انفارتہ علی من لہ السکنی ولو متعددا من مالہ لا من الغلۃ اذا الغرم بالغنم درر اور اگر موقوف گھر ہو تو اس کی مرمت اس شخص پر ہے جس کی سکونت کے واسطے وہ موقوف ہے اگرچہ ساکن متعدد ہوں رہنے والا اپنے مال سے مرمت کرے نہ گھر کے کرایہ سے اس واسطے کہ نقصان عوض منفعت کے ہے کذا فی الدرر ولم یزد فی الاصح یعنی انما تجب العمارۃ علیہ بقدر الصفۃ التی وقفہا الواقف اور ساکن گھر کی مرمت زیادہ نہ کرے قول اصح میں یعنی اُس پر تو عمارت بقدر اسی صفت کے واجب ہے جس صفت پر واقف نے اُس کو وقف کیا ولو ابی من لہ السکنی او عجز لفقرہ عمر الحاکم ای آجرہا الحاکم منہ او من غیرہ وعمرہا باجرتہا کعمارۃ الواقف ولم یزد فی الاصح الا برضا من لہ السکنی زیلعی ولا یجبر الابی علی العمارۃ ولا یصح اجارۃ من لہ السکنی بل المتولی او القاضی اور جس کے واسطے سکونت وقف ہے اگر عمارت بنانا قبول کرے یا اپنی محتاجی سے عاجز ہو تو حاکم اُس کی تعمیر کرے یعنی حاکم اُس گھر کو اسی شخص ساکن یا اس کے غیر کو کرایہ دے اور اُس کے کرایہ سے اُس کی مرمت

Marfat.com

کرے واقف کی عمارت کے مانند اور زیادہ عمارت نہ کرے مگر اُس کی رضامندی سے جس کے واسطے سکونت ہے کذا فی الزیلعی اور ابا کرنے والے پر زبردستی نہیں عمارت کے واسطے اور جس کے واسطے سکونت ہے اُس کا اجارہ دینا صحیح نہیں بلکہ متولی پر قاضی کا اجارہ دینا صحیح ہے ثم رد ہا بعد التعمیر الی من لہ السکنی رعایۃ للحقین پھر حاکم اس گھر کو بعد تعمیر کے پھیر دے اُس کو جس کے واسطے سکونت ہے برعایت دونوں حقوق کے یعنی تعمیر برعایت حق واقف ہوئی اور پھیر دینا برعایت حق ساکن ہوا اس واسطے کہ اگر تعمیر نہ ہوتی تو سکونت بالکل فوت ہو جاتی فلا عمارۃ من لہ الاستغلال لانہ لاسکنی لہ فلو سکن بل تلزمہ الاجارۃ الظاہر لانعدام الفائدۃ تو گھر کی عمارت اس شخص پر واجب نہیں جس کے واسطے گھر کا کرایہ وقف ہے اس واسطے کہ اُس کے لیے سکونت نہیں سو اگر وہ شخص گھر میں سکونت کرے کیا کرایہ اُس پر لازم ہوگا ظاہر الجواب یہ ہے کہ اُس پر واجب نہیں بسبب عدم فائدہ کے یعنی اگر کرایہ اُس پر لازم ہو تو آخر کرایہ بھی اُس کو ملے گا پھر لزوم اجرت کا کیا فائدہ ہوا الا اذا اصبح للعمارۃ فیاخذہا المتولی لیعمرہا ولو ہو المتولی ینبغی ان یجبرہ القاضی علی عمارتہا مما علیہ من الاجر فان لم یفعل نصب متولیا لیعمرہا مگر اُس وقت کرایہ اُس پر لازم ہوگا جب مرمت کی حاجت ہو تو متولی اُس سے کرایہ لے کر گھر کی مرمت کرے اگر خود وہی متولی بھی ہو تو لائق یہ ہے کہ قاضی اُس پر زبردستی کرے عمارت کے واسطے اُس کرایہ سے جو اُس پر لازم ہوا ہے بسبب سکونت کے پھر اگر وہ نہ کرے تو قاضی دوسرا متولی مقرر کرے اُس کی تعمیر کے واسطے ولو شرط الواقف غلتہا لہ ومؤنتہا علیہ صحا ویجبر علی عمارتہا الظاہر لانہ اور اگر واقف نے آمدنی گھر کی ایک شخص کے واسطے شرط کی اور اُس کا خرچ بھی اُس پر شرط کیا تو یہ دونوں شرطیں صحیح ہیں اور کیا اُس شخص پر عمارت کے واسطے زبردستی کی جاوے گی یا نہیں ظاہر الجواب یہ ہے کہ اُس پر جبر نہیں کذا فی النہر وفی الفتح ولم یجد القاضی من یستاجرہا لم ارہ و خطر لی انہ یخیر بین ان یعمرہا او یردہا لورثۃ الواقف قلت ولو کان ہو الوارث لم ارہ وفی فتاوی قاری الہدایۃ ما یفید استبدالہ او بردثمنہ للوارث والفقراء اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر قاضی اس کو نہ پاوے جو اُس گھر کو کرایہ پر لے میں نے اُس کو نہیں دیکھا اور میرے دل میں یہ آتا ہے کہ جس کے واسطے سکنیٰ وقف ہے اُس کو قاضی اختیار دے اس میں کہ یا اُس کی تعمیر کرے یا اُس کو واقف کے وارثوں کو پھیر دے شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ اگر وارث ہی پر سکونت وقف ہو میں نے اُس کو نہیں دیکھا اور قاری ہدایہ کے فتاوی میں وہ مضمون ہے جو مفید ہے اُس کے استبدال کا یا اُس کی قیمت پھیر دینے کا وارث کو یا فقیروں کو ثم بحر الرائق میں بعد نقل عبارت فتح القدیر کے کہا یہ عجیب ہے اس واسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ جب وقف ویران ہو جائے اور لائق انتفاع نہ رہے تو اُس کا استبدال چاہیے خواہ زمین ہو خواہ گھر ذخیرہ میں منتقی سے منقول ہے کہ ہشام نے کہا کہ میں نے محمد سے سنا کہتے تھے کہ جب وقف خراب ہو جائے اس طرح کہ لائق انتفاع مساکین کے باقی نہ رہے تو قاضی کو جائز ہے کہ اس کو بیچ ڈالے اور اُس کی قیمت سے زمین یا گھر مول لے اور یہ جائز نہیں سوائے قاضی کے اور وقف کا عود کرنا بعد ویرانی کے ملک واقف یا اُس کے وارث کی طرف سو ہم ذکر کر چکے کہ وہ قول ضعیف ہے حاصل یہ ہے کہ موقوف علیہ السکنی جب تعمیر سے انکار کرے اور قاضی مستاجر کو نہ پاوے تو اُس کو بیچ ڈالے اور اُس کی قیمت سے وہ زمین یا گھر خرید کرے جو وقف ہو انتہی تو شارح کا یہ قول کہ اگر موقوف علیہ السکنی وارث ہو اُس کو میں نے نہیں دیکھا ساقط ہو گیا اس واسطے کہ اس کا حکم فقط استبدال ہے اور وہ مختلف نہیں وارث اور غیر وارث سے اور فتاوی قاری ہدایہ کا بھی ضعف ظاہر ہو گیا اور تعجب ہے شارح سے کہ اس قسم کا مرتکب ہوتا ہے باوجود کلام بحر الرائق کے دیکھنے کے علی الخصوص کہ صاحب نہر الفائق نے بھی اُس کو ثابت رکھا ہے کذا فی الحلبی وصرف الحاکم او المتولی حاوی لقضہ او ثمنہ ان تعذر اعادۃ عینہ الی عمارتہ ان احتاج والا حفظہ لیحتاج الا اذا خیف ضیاعہ فیبیعہ ویمسک ثمنہ لیحتاج حاوی اور صرف کرے حاکم یا متولی کذا فی الحاوی وقف کے منقوض کو یعنی مکان کی شکستہ لکڑی اور پتھر اور اینٹ کو یا اُس کی قیمت کو اگر وقف کا بعینہا اعادہ متعذر ہو اُس کی عمارت کی طرف اگر حاجت ہو مرمت کی اور نہیں تو اس کو محفوظ رکھے حاجت کے وقت کے واسطے مگر جب اُس کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو اُس کو بیچ ڈالے اور اُس کی قیمت

Marfat.com

کو رکھ چھوڑے حاجت کے واسطے م بحر الرائق میں تو بیع منقوض کی دو جگہ ہے درصورت تعذر اعادہ اور درصورت خوف ہلاک ولا یقسم النقض او ثمنہ بین مستحقی الوقف لان حقہم فی المنافع لا فی العین اور تقسیم نہ ہوگا وقف کا منقوض یا اُس کی قیمت مستحقین وقف کے درمیان میں اس واسطے کہ ان کا حق منافع وقف میں ہے نہ عین وقف میں یعنی اس واسطے کہ عین میں حق مالک ہے یا حق اللہ تعالیٰ علی اختلاف القولین اور یہیں سے معلوم ہوگیا کہ مسجد کی پرانی چٹائیوں کی تقسیم مستحقین میں جائز نہیں اور اسی طرح باقی رہیں رمضان کی بتیاں موم کی اور تیل امام اور مؤذن کو لینا جائز نہیں بلا اذن مالک کے اور اگر اُس کے وہاں رواج ہو کہ امام اور مؤذن بلا اذن صریح لیتے ہوں تو جائز ہے کذا فی الطحطاوی وجعل شیئ ای جعل البانی شیئا من الطریق مسجدا لضیقہ ولم یضر بالمارین جاز لانہما للمسلمین کعکسہ ای کجواز عکسہ وہو ما اذا جعل فی المسجد ممر لتعارف اہل الامصار فی الجوامع وجاز لکل احد ان یمر فیہ حتی الکافر الا الجنب والحائض والدواب زیلعی بانی مسجد کو تھوڑی راہ مسجد میں کر لینا بسبب تنگی مسجد کے جب کہ راہ چلنے والوں کو مضرت نہ ہو تو جائز ہے اس واسطے کہ مسجد اور راہ دونوں مسلمین کے واسطے ہیں چنانچہ بالعکس اس کے جائز ہے یعنی جب کہ مسجد میں گذرگاہ ٹھہرایا جاوے بسبب تعارف شہریوں کے جوامع مسجد میں اور ہر شخص کو مسجد میں ہو کر چلا جانا جائز ہے یہاں تک کہ کافر کو سوائے جنب اور حائض اور جانوروں کے کذا فی الزیلعی م اس کے مخالف فتاوی عالمگیری میں محیط سے یوں منقول ہے کہ اگر لوگ ارادہ کریں کہ کچھ مسجد کو مسلمانوں کے واسطے راہ ٹھہراویں تو صحیح یہ ہے کہ اُن کو جائز نہیں طحطاوی نے کہا کہ اس میں کچھ مخالفت نہیں اس لیے کہ مصنف کا کلام بانی مسجد کے ٹھہرانے میں ہے اور محیط کا کلام اہل محلہ کے ٹھہرانے میں ہے کما لو جعل الامام الطریق مسجدا لا عکسہ لجواز الصلوۃ فی طریق لا للمرور فی المسجد چنانچہ جائز ہے ٹھہرانا سلطان کا راہ کو مسجد نہ بالعکس اس کے یعنی مسجد کو راہ بنانا جائز نہیں بسبب جائز ہونے نماز کے راہ میں نہ مسجد میں چلنا م حلبی نے کہا یعنی جنب اور حائض اور نفساء اور جانوروں کا چلنا مسجد میں جائز نہیں تو یہ قول منافی ماتقدم نہیں ہے تو خذ ارض ودار وحانوت بجنب مسجد ضاق علی الناس بالقیمۃ کرہا درر وعمادیہ زمین اور گھر اور دکان مسجد کے پہلوؤں میں ہے اور وہ مسجد لوگوں پر تنگی کرتی ہے تو اُس کو زبردستی قیمت دے کر لینا جائز ہے کذا فی الدرر والعمادیہ م اس واسطے کہ جب مسجد الحرام میں تنگی ہوئی تھی تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے لوگوں کی اراضی اکراہ سے لی اور مسجد میں ملائی اور یہ اکراہ جائز ہے اور اگر وقف کی زمین مسجد کے پہلو میں ہو تو اس کا لینا بحکم قاضی جائز ہے کذا فی المنح والطحطاوی جعل الواقف الولایۃ لنفسہ جاز بالاجماع ٹھہرانا واقف کا ولایت وقف کو اپنے واسطے جائز ہے بالاجماع م اس واسطے کہ شرط واقف کی شرط معتبر ہے نصوص کے مانند اگر کوئی کہے محمد کے نزدیک تسلیم شرط ہے صحت وقف کی پھر قول بالاجماع کیونکر صحیح ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ ولایت واقف منافی تسلیم نہیں اس واسطے کہ ممکن ہے کہ واقف اول کسی کو تسلیم کرے پھر اس سے لے لیوے اور محتمل ہے کہ تسلیم شرط نہ ہو واقف کی ولایت میں کذا لو لم یشترطہا لاحد فالولایۃ لہ عند الثانی وہو الظاہر المذہب نہرا خلافا لما نقلہ المصنف اور اسی طرح اگر واقف نے کسی کے واسطے ولایت شرط نہ کی ہو تو وقف ہی کے واسطے ولایت ثابت ہوگی ابو یوسف کے نزدیک اور یہی ظاہر المذہب ہے کذا فی النہر بخلاف اُس کے جس کو مصنف نے نقل کیا ہے م مصنف نے اپنی شرح میں سراجیہ سے نقل کیا ہے کہ محمد کے قول پر فتوی ہے یعنی درصورت عدم شرط ولایت وقف صحیح نہیں ثم لوصیہ ان کان والا فللحاکم فتاوی ابن نجیم وقاری الہدایۃ وسیجئ پھر درصورت عدم شرط واقف کے بعد اس کے وصی کے واسطے ولایت ہوگی اور اگر وصی نہیں تو حاکم کے واسطے ولایت ہوگی کذا فی فتاوی ابن نجیم وقاری الہدایۃ اور آگے آوے گا وینزع وجوبا بزازیۃ لو الواقف درر فغیرہ بالاولی غیر مامون او عاجز او ظہر منہ فسق کشرب خمر ونحوہ فتح او کان یصرف مالہ فی الکیمیا نہر بحثا اور نکال لیا جائے وقف بنا بر وجوب کے کذا فی البزازیۃ اگر واقف پر اطمینان نہ ہو یعنی خائن ہو کذا فی الدرر تو غیر واقف سے درصورت خیانت نکال لینا بطریق اولی جائز ہوگا یا متولی وقف کا عاجز ہو

Marfat.com

یا اُس کا فسق ظاہر ہو گیا ہو جیسے شراب کا پینا یا مانند اُس کے کذا فی الفتح یا متولی اپنا مال کیمیا میں صرف کرتا ہو کذا فی النہر بخلاصہ یہ ہے کہ متولی وقف کا امین اور قادر اور متقی چاہیے اس واسطے کہ مقصود وقف بدون ان صفات کے حاصل نہیں اور اسی طرح جس کو کیمیا کی لت ہو وہ لائق تولیت نہیں کہ سب محاصل وقف طلب کیمیا میں برباد کرے گا وان شرط عدم نزعہ وان لا ینزعہ قاض ولا سلطان لمخالفتہ لحکم الشرع فیبطل کالوصی فلو مامونا لصح تولیتہ غیرہ اشباہ اگرچہ واقف نے اُس کا عدم نزع شرط کیا ہو یا یہ شرط کی ہو کہ متولی کو قاضی اور سلطان نہ نکالے تو بھی نکالنا واجب ہے اس واسطے کہ یہ شرط حکم شرع کے مخالف ہے تو باطل ہوگی جیسے وصی غیر مامون سے نکال لینا جائز ہے سو اگر متولی امین ہو تو اُس کے غیر کی تولیت صحیح نہیں کذا فی الاشباہ م یعنی اگر واقف کے متولی اور ناظر کو بلا ظہور خیانت قاضی معزول کرے اور دوسرے کو مقبول ٹھہرائے تو اُس کی تولیت صحیح نہیں اور اگر متولی واقف کی جانب سے نہیں تو قاضی کو اُس کا معزول کرنا بلا ظہور خیانت بھی جائز ہے اور دوسرے قاضی کو اُس کا پھر بحال کرنا جائز نہیں اور خود واقف کو متولی کا معزول کرنا مطلقاً جائز ہے اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی وجاز جعل غلۃ الوقف والولایۃ لنفسہ عند الثانی وعلیہ الفتوی اور جائز ہے آمدنی وقف کو یا ولایت کو اپنی ذات کے واسطے مقرر کرنا ابو یوسف کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے م یعنی ایک شخص نے وقف کیا اور تمام یا بعض محصول کو اپنی ذات کے واسطے شرط کیا جب تک وہ زندہ رہے اور بعد اُس کی موت کے فقیروں کے واسطے ہے تو محمد کے نزدیک باطل ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے مشائخ بلخ کا تاکہ وقف کرنے میں لوگ راغب ہوں کذا فی المنح حموی نے کہا کہ اگر واقف محصول وقف میں یہ شرط کرے کہ میری طرف سے حج کروایا جاوے یا میرے کفارات ایمان یا میرے دیون ادا کیے جاویں اور جو باقی رہے وہ فقیروں میں صرف ہو تو ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے ابو یوسف کی وہ حدیث دلیل ہے جو مشائخ نے روایت کی کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام اپنے وقف سے کھاتے تھے اور یہ حلال نہیں بدون شرط کے اس واسطے کہ اُس پر اجماع ہے کہ بدون شرط یہ حلال نہیں کذا فی الطحطاوی وجاز شرط الاستبدال بہ ارضا اخری حینئذ اور جائز ہے شرط کرنا بدل ڈالنے وقف کا دوسری زمین سے اس وقت میں یعنی جب کہ ابو یوسف کے قول پر فتوی ہوا بحر الرائق میں ہے کہ جواز شرط استبدال بالاجماع ہے اور بعضوں نے اس کو ابو یوسف کا قول مفتی بہ کہا ہے کذا فی الطحطاوی او شرط بیعہ واشتری بثمنہ ارضا اخری اذا شاء فاذا فعل صارت الثانیۃ کالاولی فی شرائطہا وان لم یذکرہا ثم لا یستبدل لہا بثالثۃ الا بحکم بسبب الشرط والشرط وجد فی الاولی لا الثانیۃ یا شرط کرنا وقف کی بیع کا جائز ہے اور خرید کرے اس کی قیمت سے دوسری زمین جب چاہے پھر جب یہ کر چکا تو دوسری زمین پہلی زمین کے مانند ہوگی اس کی شرائط میں اگرچہ واقف نے شرائط سابقہ کو ذکر نہ کیا ہو پھر دوسری زمین کو تیسری زمین سے نہ بدلے اس واسطے کہ استبدال کا حکم ثابت ہوا تھا بسبب شرط کے اور شرط پہلی زمین میں پائی گئی نہ دوسری میں واما الاستبدال ولو للمساکین بدون الشرط فلا یملکہ الا القاضی درر وشرط فی البحر خروجہ عن الانتفاع بالکلیۃ وکون البدل عقارا والمستبدل قاضی الجنۃ المفسر بذی العلم والعمل اور بدون شرط واقف کے زمین وقف کا بدلنا اگرچہ استبدال فقط مساکین کے واسطے ہو کوئی اس کا مالک نہیں سوائے قاضی کے کذا فی الدرر اور بحر الرائق میں استبدال قاضی کے واسطے شرط کیا ہے نکل جانا وقف کا انتفاع سے بالکل اور ہونا عوض کا زمین اور ہونا مستبدل کا قاضی جنت یعنی قاضی صاحب علم وعمل ہو م شارح نے بحر الرائق کی پانچ شروط سے دو شرطوں کا ذکر نہ کیا یعنی اتنی آمدنی نہ باقی رہنا جس سے وقف کی مرمت ہو سکے اور بیع میں غبن فاحش نہ ہونا قاضی عالم باعمل کو قاضی جنت کہا بموجب اس حدیث مرفوع کے جو حاکم نے بریدہ سے روایت کی کہ دو قاضی ناری ہیں اور ایک قاضی جنتی ہے جس قاضی نے حق کو دریافت کیا پھر اسی پر حکم کیا سو وہ جنت میں ہے اور جس قاضی نے حق کو دریافت کیا پھر ظلم کیا دانستہ یا حکم کیا بغیر علم کے تو وہ دونوں ناری ہیں کذا فی الطحطاوی وفی النہر ان المستبدل قاضی الجنۃ فالنفس بہ مطمئنۃ فلا یخشی ضیاعہ ولو بدراہم وبالدنانیر وکذا لو شرط عدمہ وہی احدی

Marfat.com

المسائل السبع التی یخالف فیها شرط الواقف کما بسطه فی الاشباه اور نہر الفائق میں ہے کہ اگر وقف کا بدلنے والا قاضی جنت ہو تو اس سے دل کو اطمینان ہے تو اُس کے ضائع ہونے کا خوف نہیں اگرچہ استبدال ابراہیم اور دنانیر سے ہو اور اسی طرح استبدال قاضی جائز ہے اگر واقف نے عدم استبدال کی شرط کی ہو اور یہ ایک مسئلہ ہے ان سات مسئلوں سے جن میں شرط واقف کی مخالفت کی جاتی ہے چنانچہ اس کو اشباہ میں مشرح بیان کیا ہے م اشباہ میں کہا کہ شرط واقف کی نص شارع کی برابر ہے واجب العمل ہونے میں مگر چند مسائل ہیں (۱) شرط کی واقف نے ناظر کے معزول ہونے کی تو نالائق ناظر کے معزول کرنے میں قاضی کو اختیار ہے (۲) شرط کی کہ وقف کو ایک سال سے زیادہ اجارہ نہ دے حالانکہ لوگ ایک سال کے اجارہ میں رغبت نہیں کرتے یا زیادتی اجارہ میں فقیروں کا نفع ہے تو قاضی کو مخالفت جائز ہے نہ ناظر کو (۳) واقف نے شرط کی کہ میری قبر پر قرآن پڑھا جاوے تو تعیین باطل ہے امام کے قول پر اس واسطے کہ قبور پر قرآن پڑھنا مکروہ ہے اور صحیح اور مختار محمد کا قول ہے عدم کراہت کا تو تعیین لازم ہوگی (۴) شرط کی کہ فاضل آمدنی فلانی مسجد کے سائلوں پر تصدق ہو تو قیم یعنی متولی کو غیر مسجد مذکور کے سائلوں کو اور فقیر غیر سائل کو دینا جائز ہے (۵) شرط کی کہ مستحقین کو اتنی روٹی اور اتنا گوشت ہر روز دیا جائے تو متولی کو نقد دینا جائز ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ فقیروں کو طلب عین یا قیمت لینا جائز ہے (۶) قاضی کو جائز ہے کہ امام مشروط کو زیادہ کر دے اگر امام کو اس قدر کفایت نہ کرتا ہو بشرطیکہ امام عالم متقی ہو (۷) واقف نے عدم استبدال کی شرط کی تو قاضی کو استبدال جائز ہے اگر بہتر ہو اُس کے حق میں انتہی ملخصًا وزاد ابن المصنف فی زواہرہ ثامنة وہی اذا نقص الواقف درای الحاکم ضم مشارف جاز کالوصی وغزاہا لانفع الوسائل اور ابن مصنف نے اپنے حاشیہ اشباہ مسمی بہ زواہر میں آٹھواں مسئلہ زیادہ کیا وہ یہ ہے کہ جب تصریح کی واقف نے کہ کوئی شخص ناظر کا شریک نہ ہو اُس وقف میں اور حاکم نے اُس کے ساتھ مشرف کے ملانے کی مصلحت دیکھی تو جائز ہے جیسے وصی کے ساتھ دوسرے کو شریک کرنا جائز ہے اور اُس کی نسبت النفع المسائل کی طرف کی م مشرف بفتح اول وسکون ثانی وہ ہے جس کو حفاظت کا امر ہو نہ کسی اور کام کا اور مشارف بھی بمعنی مشرف ہے اور مسائل ثمانیہ پر نواں مسئلہ یہ زیادہ کیا گیا کہ جب واقف نے شرط کی کہ اس قدر سے زیادہ اجرت پر اجارہ نہ دیا جائے اور حالانکہ اجرت مثل اس سے زیادہ ہے سراج حانوتی نے کہا کہ جائز نہیں یعنی بدون اجرت مثل کے اجارہ دینا جائز نہیں اگرچہ واقف نے یہ شرط کی ہو کذا فی الطحطاوی وفیہا لایجوز استبدال العامر الا فی اربع اور اشباہ میں ہے کہ وقف کا بدلنا جائز نہیں مگر چار صورت میں م اشباہ میں چاروں صورتیں یوں مذکور ہیں (۱) واقف نے اگر استبدال کی شرط کی ہو (۲) غاصب نے اُس کو غصب کیا اور اُس پر اتنا پانی جاری کیا کہ زمین زراعت کے لائق نہ رہی تو متولی اُس سے ضمان لے کر دوسری زمین اُس کے عوض خرید کرے (۳) غاصب نے زمین وقف غصب کی اور گواہ نہیں ہیں تو غاصب سے قیمت لے کر دوسری زمین خرید کر کے پہلے شرائط کے موافق وقف کرے (۴) اگر کوئی شخص عمدہ زمین کثیر المحصول وقف کے عوض دیتا ہو تو ابو یوسف کے مفتی بہ قول پر بدلنا جائز ہے قلت لکن فی معروضات المفتی ابی السعود انه فی السنة احدی وخمسین وتسع مائة وذا لامر الشریف بمنع استبداله وامران یصیر باذن السلطان تبعا لترجیح صدر الشریعة انتہی فلیحفظ میں کہتا ہوں لیکن مفتی ابو سعود کی معروضات میں یہ ہے کہ نو سو اکاون سال میں امر شریف سلطان روم کا منع استبدال وقف میں وارد ہوا ہے اور حکم ہو گیا کہ استبدال باذن سلطان ہوا کرے یہ منع باتباع ترجیح صدر الشریعة ہے انتہی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م یہ شارح اشباہ کے جواز استبدال پر استدراک کیا صدر الشریعة نے شرح وقایہ میں کہا کہ ابو یوسف مجوز استبدال ہیں اگر آمدنی کم ہو جائے اور ہم اُس کا فتوی نہیں دیتے اور البتہ ہم نے استبدال میں بے شمار فساد دیکھے کہ ظالم قاضیوں نے اُس کو حیلہ مقرر کیا ہے اوقاف المسلمین کے ابطال میں انتہی علاوہ اس کے اگر جائز ہے تو قاضی یا عمل کو جائز ہے سو وہ کبریت احمر سے بھی زیادہ تر عزیز الوجود ہے وفیہا ایضًا لو شرط

Marfat.com

الواقف العزل والنصب وسائر التصرفات من یتولی من اولادہ ولا یدا خلہم احد من القضاۃ والامراء وان داخلوہم فعلیہم لعنۃ اللہ بل یمکن مداخلتہم فاجاب انہ فی سنۃ اربع واربعین وتسع مائۃ قد حررت ہذہ الوقفیات المشروطۃ ہکذا فالمتولون لو من الامراء یعرضون للدولۃ العلیۃ علی مقتضی الشرع ومن دونہم رتبۃ یعرض بآرائہم مع قضاۃ البلاد علی المشروع من المراد لا یخالف القضاۃ المتولین ولا المتولون القضاۃ بہذا ورد الامر الشریف فالواقفون لو ارادوا ای فساد صدر یصدر واذا داخلہم القضاۃ والامراء فعلیہم اللعنۃ فہم الملعونون لما تقرر ان الشرائط المخالفۃ للشرع جمیعہا لغو وباطل انتہی فلیحفظ اور مفتی ابوسعود کی معروضات میں یہ بھی ہے کہ اگر واقف عزل اور نصب اور باقی تصرفات اُس کے واسطے شرط کرے جو اُس کی اولاد سے متولی ہو اور مداخلت نہ کرے اُس کی اولاد اہل تولیت سے قاضیوں اور امیروں میں سے کوئی اور اگر مداخلت کریں تو اُن پر اللہ کی لعنت ہے کیا اس صورت میں قاضیوں اور امیروں کو دخل کرنا ممکن ہے تو مفتی مرحوم نے یہ جواب دیا کہ نو سو چوالیس ہجری میں ایسے وقف مرقوم ہوئے ہیں جن میں ایسی شرطیں ہیں تو متولی اگر منجملہ امراء باوجاہت ہوں تو تصرفات وقفیہ کو ارباب دولت علیہ سلطانیہ کے آگے پیش کیا کریں اور اگر متولی اُن سے کمتر رتبہ ہوں تو اپنی تجویزوں کو قضاۃ بلاد سے پیش کیا کریں اور دونوں امور مشروعہ پر عمل کریں نہ قاضی متولیوں کی مخالفت کریں نہ متولی قاضیوں کی امر شریف سلطانی اسی پر وارد ہوا ہے جب یہ معلوم ہو چکا تو اگر وقف کرنے والے یہ ارادہ کریں کہ متولیوں سے جو فساد صادر ہو وہ صادر ہوا کرے اور جب کہ قاضی اور امیروں سے مداخلت کریں دفع فساد میں تو اُن پر لعنت ہے تو وہ ہی واقف ملعون ہیں اس واسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ شرائط مخالف شریعت بالکل لغو اور باطل ہیں انتہی کلام المفتی تو اُس کو یاد رکھنا چاہیے م بحر الرائق میں ہے کہ جب واقف یہ شرط کرے کہ قاضی اور بادشاہ وقف میں دخل نہ کریں تو یہ شرط باطل ہے اس واسطے کہ اس میں مستحقین کی مصلحت کی تضییع اور وقف کی تعطیل ہے تو مقبول نہیں انتہی چونکہ حتی الامکان رعایت شرط واقف اور مداخلت حاکم لازم ہوئی لہذا مفتی مرحوم نے توافق کا حکم کیا یعنی متولی حاکم کی مرضی سے وقف میں تصرفات کیا کرے اس سے معلوم ہوا کہ اگر متولی حاکم سے اجازت نہ لے تو حاکم کو اُس میں مداخلت کرنا جائز ہے اور اُس پر کچھ گناہ نہیں بلکہ واقف پر گناہ ہے **بنی علی الارض ثم وقف البناء قصدا بدونہا ان الارض مملوکۃ لا یصح وقیل یصح وعلیہ الفتوی** ایک شخص نے زمین پر عمارت بنائی پھر عمارت وقف کیا بالقصد بدون زمین کے اگر زمین مملوکہ ہے کسی کی تو وقف صحیح نہیں اکثر اہل مذہب کے نزدیک کذا فی البحر اور دوسرا قول یہ ہے کہ صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے سئل قاری الہدایۃ عن وقف البناء والغراس بلا ارض فاجاب الفتوی علی صحۃ ذلک درجہ شارح الوہبانیۃ واقرہ المصنف معللا بانہ منقول فیہ تامل فتعین بہ الافتاء قاری ہدایہ سے وقف کرنے عمارت اور اشجار کا بدون زمین کے سوال ہوا سو جواب دیا کہ اُس کے صحیح ہونے پر فتوی ہے اور اسی کو ترجیح دی شارح وہبانیہ نے اور ثابت رکھا ہے اس کو مصنف نے اپنی شرح میں یہ دلیل لاکر کہ عمارت اور اشجار مال منقول ہے اور اُس کے وقف میں عرف جاری ہے تو اُس کا فتوی دینا متعین ہو گیا م قاری ہدایہ کا نام سراج الدین ہے وہ شاگرد ہے اکمل کا اور استاد ہے صاحب فتح القدیر کا چونکہ ہدایہ کو اپنے استاد سے اٹھارہ بار پڑھا لہذا ملقب بہ قاری ہدایہ ہو گیا کذا فی الطحطاوی **وعن ابی السعود وان موقوفۃ علی عین البناء لہ جاز تبعا اجماعا وان الارض لجہۃ اخری فتختلف فیہ والصحیح الصحۃ کما فی المنظومۃ المحبیۃ** اور اگر زمین موقوف ہے اُس پر جس کے واسطے عمارت معین ہوئی تو جائز ہے وقف عمارت کا بالتبع بالاتفاق اور اگر زمین دوسرے مصرف کے واسطے وقف ہو تو اس میں اختلاف ہے اور قول صحیح یہ ہے کہ اُس کا وقف صحیح ہے کذا فی المنظومۃ المحبیۃ وسئل ابن نجیم عن وقف الاشجار بلا ارض فاجاب یصح لو الارض وقفا ولو لغیر الواقف اور ابن نجیم سے سوال ہوا وقف اشجار بلا ارض کا تو جواب دیا کہ وقف صحیح ہے اگر زمین وقف ہو اگرچہ واقف اشجار کے سوا کسی اور نے وقف کیا ہو م یہ قول مفتی بہ کے مخالف ہے چنانچہ مذکور ہو چکا قاری ہدایہ سے وسئل ایضا عن البناء والغراس فی الارض المحتکرۃ ہل یجوز بیعہ ووقفہ وہل یجوز وقف العین المرہونۃ والمستاجرۃ فاجاب نعم اور اس کا بھی

Marfat.com

سوال اُن سے ہوا کہ عمارت اور اشجار ارض محتکرہ میں ہیں کیا اُن کی بیع اور وقف جائز ہے اور کیا جائز ہے وقف کرنا اُس زمین یا گھر کا جس کو گرو رکھا ہے یا مستاجر کو اجارہ دیا ہے تو جواب دیا کہ ہاں م ارض محتکرہ عبارت ہے اُس زمین موقوف سے جس کی اجرت بطور ماہانہ یا سالانہ مقرر ہو گئی طحطاوی نے کہا اس مسئلہ کے ذکر کی کچھ حاجت نہیں اس واسطے کہ مذکور ہو چکا کہ زمین موقوف کی عمارت اور اشجار کا وقف بقول صحیح صحیح ہے اور ارض مرہونہ اور مستاجرہ کے جواب میں اجمال ہے تفصیل اُس کی بحرالرائق میں ہے کہ اگر ایک شخص نے اُس زمین کو وقف کیا جو غیر شخص کے اجارہ میں ہے تو صحیح ہے اور اجارہ باطل نہ ہوگا پھر جب مدت اجارہ منقضی ہوگی یا موجر یا مستاجر میں سے کوئی مرے گا تو مصرف وقف میں صرف ہوگی اور زمین مرہونہ کو اگر چھوڑا یا ہے یا واسطے ادا کرنے زر رہن کے کچھ مال چھوڑ مرا ہے تو وقف صحیح ہے اور اگر کچھ مال ادائے دین کے واسطے نہیں تو وہ زمین بیچی جاوے گی اور وقف باطل ہوگا اور اگر راہن زندہ ہے تو قاضی ادائے زر رہن کے واسطے اُس پر جبر کرے گا اگر اُس کو مقدور ہوگا اور اگر وہ مفلس ہے تو وقف باطل ہے وفی البزازیۃ لایجوز وقف البناء فی ارض عاریۃ او اجارۃ اور بزازیہ میں ہے کہ جائز نہیں وقف عمارت کا عاریت اور اجارہ کی زمین میں یعنی مستعیر اور مستاجر کو جائز نہیں طحطاوی نے کہا بحرالرائق میں ہے کہ جو خصاف نے ذکر کیا وہ اس سے مستثنیٰ ہے کہ اگر زمین محتکرہ ہے تو جائز ہے واما حکم الزمادۃ فی الارض المحتکرۃ ففی المنیۃ حانوتٌ لرجلٍ فی ارض وقف فابی صاحبہ ان یستاجر الارض باجر المثل ان العمارۃ لورفعت تستاجر باکثر مما استاجرہ امر برفع العمارۃ دیوجر لغیرہ والاترک فی یدہ بذلک الاجر ومثلہ فی البحر اور اجرت زیادہ ہونے کا حکم منیہ میں بایں تفصیل ہے کہ ایک شخص کی دکان ہے وقف کی زمین میں اور اُس کے مالک نے انکار کیا کہ زمین کو اجرت مثل پر دیوے تو اگر عمارت وہاں سے ہٹالی جائے تو اُس کی اجرت زیادہ ہو جائے مستاجر کی اجرت سے تو اُس کو حکم ہوگا کہ اپنی عمارت کا اسباب اٹھالے جائے اور وہ زمین غیر شخص کو اجارہ دی جائے اور اگر عمارت دور ہونے سے اجرت زیادہ نہ ہو تو اُس کو مستاجر کے ہاتھ میں اُسی اجرت پر چھوڑا جائے اور اُس کے مانند بحرالرائق میں ہے وفیہ لو زید علیہ ان اجارۃ مشاہرۃ تفسخ عند راس الشہر ثم ان ضر رفع البناء لم یرفع وان لم یضر رفع او یملکہ القیم برضی المستاجر وان لم یرض یبقی الی ان تخلیص ملکہ محیط اور بحرالرائق میں محیط سے ہے کہ اگر مستاجر کی اجرت سے زیادہ اجرت ہو اگر اس کا اجارہ ماہواری ہے تو شروع مہینہ کے نزدیک اجارہ اُس کا فسخ کیا جائے بعد اس کے اگر رفع عمارت مضر ہو وقف کو تو نہ اٹھائی جائے اور اگر رفع مضر نہ ہو تو اٹھائی جائے یا متولی وقف اُس کا مالک ہو جائے گا مستاجر کی رضامندی سے اور اگر وہ راضی نہ ہو تو باقی رکھی جائے یہاں تک کہ اُس کی ملک خالص ہو جائے بقی لو اجارۃ مسانۃ او مدۃ طویلۃ والظاہر انہ لاتقبل الزیادۃ دفعا للضرر علیہ ولاضرر علی الوقف لان الزیادۃ انما کانت بسبب البناء لا الزیادۃ فی نفس الارض انتہی باقی رہی یہ بات کہ اگر مستاجر کا اجارہ بطور سالانہ ہو یا مدت دراز کا اجارہ ہو ظاہر یہ ہے کہ یہاں زیادتی اجرت مقبول نہ ہو مستاجر کے دفع ضرر کے واسطے اور وقف پر بھی کچھ ضرر نہیں اس واسطے کہ زیادتی کرایہ کی بسبب عمارت کے تھی نہ بسبب زیادتی زمین کے فی نفسہا انتہی کلام صاحب البحر واما وقف الاقطاعات ففی النہر لایجوز الا اذا کانت الارض مواتا او ملکا للامام فاقطعہا رجلا قال واغلب اوقاف الامراء بہذا النمط ہو اقطاعات یجعلونہا مشتراۃ صورۃ من وکیل بیت المال اور وقف کرنا اراضی معافی کا سو نہر الفائق میں ہے کہ جائز نہیں مگر اُس وقت جب کہ زمین معافی کی موات ہو یعنی اُس کا کوئی مالک نہ ہو یا حاکم کی مملوک ہو سو حاکم نے اُس کو کسی شخص کے واسطے معاف کر دیا صاحب نہر نے کہا کہ امیروں کے اکثر اوقاف مسربیں انعامی اراضی ہے وقف کرنے والے بیت المال کے وکیل سے اُس کو ظاہر میں مشابہ تحریر کر لیتے ہیں م تفصیل اس مقام کی یوں ہے کہ واقف ارض یا مالک اصلی ہے اُس کا اس طرح پر کہ وہ اُس کا مالک تھا جب کہ وہ ملک دارالاسلام میں ہوا اور امام نے اراضی وہاں کی لوگوں کے ہاتھ میں رکھی تو یہ وقف بلاتردد صحیح ہے یا واقف نے زمین کی ملکیت اُس کے مالک اصلی سے کسی وجہ سے حاصل کی تو یہ وقف بھی صحیح ہے یا واقف کو

Marfat.com

زمین بطور انعام سلطانی ملی تو اگر زمین مذکور موات یعنی لاوارثی ہے یا حاکم کی مملوک ہے تو وقف صحیح ہے اور اگر بیت المال کی زمین سلطانی کسی کو دی تو اس کا وقف صحیح نہیں اس واسطے کہ وہ منفعت کا مالک ہے نہ زمین کا اور جب سلطان چاہے اس سے نکال لے اور اگر واقف نے بیت المال سے بوجہ مشروع زمین خرید کر لی تو اس کا وقف صحیح ہے اس واسطے کہ وہ اس کا مالک ہے اس کی جمیع شروط کی زمین مذکور میں مراعات ہوگی اور اگر بیت المال کی زمین کو سلطان وقف کرے بلا خرید کے علامہ قاسم نے فتوی دیا کہ وقف صحیح ہے اور دوسرا سلطان اس کو باطل نہیں کر سکتا کذا فی الطحطاوی عن الحموی عن التحفۃ المرضیۃ وفی الوہبانیۃ ؎ ولو وقف السلطان من بیت مالنا :: لمصلحۃ عمت یجوز ولو جرت ؛ قلت وفی شرحہا للشرنبلالی وکذا یصح اذا نہ بذلک وان فتحت عنوۃ لا صلحا لبقاء ملک مالکہا قبل الفتح اور وہبانیہ میں ہے کہ اگر بادشاہ نے مسلمین کے بیت المال سے وقف کیا مصلحت عام کے واسطے تو جائز ہے اور سلطان ثواب پاوے گا میں کہتا ہوں اور وہبانیہ کی شرنبلالی شرح میں ہے اور اسی طرح اذن دینا بادشاہ کا اس کے واسطے صحیح ہے اگر وہ ملک بزور اہل اسلام کے فتح ہوا ہو نہ بطور صلح کے بسبب باقی رہنے ملک مالک کے قبل فتح کے م خانیہ میں ہے کہ اگر سلطان نے کسی قوم کو یہ اذن دیا کہ شہر کی زمین سے فلانی زمین میں مسجد کے وقف کے واسطے دکانیں بنالیں تو اگر وہ ملک بقہر فتح ہوا ہے تو اذن سلطان کا نافذ ہے اس واسطے کہ وہ ملک مجاہدین کا مملوک ہو گیا تو اس میں امر سلطانی جائز ہے اور اگر بصلح فتح ہوا ہو تو ما لکان قدیم کی ملک قائم ہے کذا فی الطحطاوی واطلق القاضی بیع الوقف غیر المسجل لوارث الواقف فباع صح وکان حکما ببطلان الوقف لعدم تسجیلہ حتی لو باعہ الواقف او بعضہ او رجع عنہ ورفعہ لجہۃ اخری وحکم بالثانی قبل الحکم بلزوم الاول صح الثانی لوقوعہ فی محل الاجتہاد کما حققہ المصنف وافتی بہ تبعا لشیخہ وقاری الہدایۃ والملا ابی السعود قلت لکن حملہ فی النہر علی القاضی المجتہد فرجعہ اجازت دی قاضی وقف غیر مسجل کے بیع کے وقف کی وارث کو سو اس نے بیع کی تو یہ بیع صحیح ہے اور با جازت قاضی بطلان وقف کا حکم ہوگا بواسطے نہ سجل ہونے وقف کے یہاں تک کہ اگر واقف تمام وقف یا بعض کو بیع کرے یا رجوع کرے وقف سے اور دوبارہ اس کو دوسرے مصرف کے واسطے وقف کرے اور وقف ثانی پر قاضی حکم کر دے قبل حکم کرنے لزوم اول کے تو وقف ثانی صحیح ہوگا بسبب واقع ہونے حکم قاضی کے محل اجتہاد میں چنانچہ اس کو محقق کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور اس کا فتوی دیا ہے اپنے استاد اور قاری ہدایہ اور مفتی ابو السعود کی پیروی سے میں کہتا ہوں لیکن حمل کیا ہے اس کو نہر الفائق میں قاضی مجتہد کے حکم پر سو اس کی طرف مراجعت کرم خلاصہ یہ ہے کہ وقف مسجل کی بیع میں درصورت حکم اختلاف ہے مصنف نے خلاصہ وغیرہ سے صریح صحت نقل کی اگرچہ قاضی مقلد حنفی المذہب ہو اور قینہ کی روایت اس کے بطلان بیع میں صریح ہے اور اسی کو علامہ قاسم نے پسند کیا ہے اور یہی قول اولی ہے سد باب کے واسطے بقول صاحب قنیہ اور امام کا قول یعنی وقف کا لازم ہونا بلا حکم قاضی اگرچہ بعضوں نے اس کی تصحیح کی ہے لیکن کسی نے اس پر فتوی نہیں دیا کما فی البحر حالانکہ قاضیوں کو غیر مفتی بہ پر حکم کرنا جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ولو اطلق القاضی البیع لغیرہ ای لغیر الوارث لا یصح بیعہ لانہ اذا بطل عاد الی ملک الوارث وبیع مال الغیر لا یجوز در یعنی بغیر طریق شرعی لما فی العمادیۃ باع القیم الواقف بامر القاضی ورآیہ جاز اور اگر قاضی بیع وقف کر غیر وارث کو اجازت دے تو اس کی بیع صحیح نہیں اس واسطے کہ وقف جب باطل ہوا یعنی قاضی کی اجازت بیع سے تو وارث کی ملک میں عود کر آیا اور حالانکہ غیر کے مال کو بیچنا جائز نہیں کذا فی الدرر یعنی عدم جواز اس وقت ہے کہ بغیر طریق شرعی ہو اس واسطے کہ عمادیہ میں ہے کہ متولی نے وقف بیچا قاضی کے امر اور تجویز سے تو جائز ہے یعنی اس واسطے کہ بطریق شرعی ہے قلت واما المسجل لو انقطع ثبوتہ وارادہ اولاد الواقف ابطالہ فقال المفتی ابو السعود فی معروضاتہ قد منع القضاۃ من استماع ہذہ الدعوی انتہی فلیحفظ میں کہتا ہوں اور وقف مسجل کا اگر ثبوت منقطع ہوا اور واقف کی اولاد اس کا ابطال چاہے تو مفتی ابو السعود نے اپنی معروضات میں کہا کہ ایسے دعوے کے استماع سے قاضی ممنوع ہیں تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م انقطاع ثبوت مسجل کی یہ صورت ہے کہ مثلاً قاضی

Marfat.com

کی سجل میں یہ مرقوم ہے کہ فلانے شخص نے فلانی زمین وقف کی اور قاضی نے اُس پر حکم کر دیا لیکن بسبب طول مدت کے اُس کے ثبوت پر گواہ نہیں ہیں الوقف فی مرض موتہ کہبتہ فیہ من الثلث مع القبض وقف کرنا اپنے مرض الموت میں مانند ہبہ کے ہے مرض الموت میں یعنی ثلث مال سے معتبر ہے قبض کے ساتھ فان خرج الوقف من الثلث او اجازہ الوارث نفذ فی الکل والا بطل فی الزائد علی الثلث ولو اجاز البعض جاز بقدرہ سو اگر وقف مذکور ثلث مال سے نکل آیا یا اُس کو وارث نے جائز رکھا تو کل میں نافذ ہوگا اور اگر ثلث سے نکلا یا وارث نے جائز رکھا تو ثلثائی مال سے زائد میں باطل ہوگا اور اگر بعضے وارث نے وقف میت کا جائز رکھا تو بقدر اُس کے جائز ہوگا ولبطل وقف راہن معسر و مریض مدیون محیط اور باطل ہے وقف کرنا راہن مفلس کا اور اس مریض کا جو دین محیط کا مدیون ہے بخلاف صحیح تو قبل الحجر فان شرط وفاء دینہ من غلتہ صح وان لم یشترط یوفی من الفاضل عن کفایتہ بلا شرف ولو وقفہ علی غیرہ فغلبتہ من جعلہ لہ خانیہ فتاوی ابن نجیم بخلاف تندرست مدیون کے اگر اُس نے وقف کیا ہو قبل ممنوع التصرف ہونے کے سو اگر اُس نے ادائے دین کی شرط کی ہو وقف کے محصول سے تو صحیح ہے اور اگر شرط نہ کی ہو تو دین ادا کیا جائے اُس آمدنی سے جو فاضل بچے واقف کی بقدر کفایت سے بلا فضول خرچی اور اگر واقف نے اپنے سوا اور شخص پر وقف کیا ہو تو اُس کی آمدنی اُسی شخص کے واسطے مخصوص ہوگی جس کے واسطے واقف نے مقرر کر دیا کذا فی فتاوی ابن نجیم م دین محیط مریض میں مانع صحت وقف ہے نہ صحیح غیر مہجور میں اور اگر صحیح بسبب سفاہت یا دین کے مجور التصرف ہوا تو وقف اس کا صحیح نہیں قلت قید محیط لان غیر المحیط یجوز فی ثلث مابقی بعد الدین لو لہ ورثۃ والا فی کلہ فلو باعہا القاضی ثم ظہر مال شری بہ ارض بدلہا وتمامہ فی الاسعاف فی باب وقف المریض میں کہتا ہوں دین میں محیط کی قید لگائی گئی اس لیے کہ دین غیر محیط میں وقف جائز ہے اس ثلث مال میں جو بعد ادائے دین باقی رہے بشرطیکہ واقف کے وارث ہوں اور اگر اُس کے وارث نہ ہوں تو اُس کے کل مال میں بعد ادائے دین وقف صحیح ہوگا پھر اگر قاضی نے وقف کو بیچا واسطے ادائے دین واقف کے خواہ دین محیط ہو یا غیر محیط پھر میت واقف کا مال ظاہر ہوا تو قاضی اُس مال سے دوسری زمین عوض اُس کے خرید کرے اور پورا بیان اس کا اسعاف میں ہے وقف مریض کے باب میں وفی الوہبانیۃ ۵ فان وقف المرہون فافتکہ یجز ۵ فان مات عن عین بقی لا الغیر ای والا فیبطل وللغلۃ یہمل فلیتامل اور وہبانیہ میں ہے کہ اگر شی مرہون کو وقف کیا پھر اُس کو خلاص کیا تو جائز ہے سو اگر مر گیا وہ مال چھوڑ کر جو ادائے دین میں پورا ہے تو وقف معتبر نہ ہوگا یعنی اگر دین ادا نہ ہوگا تو وقف باطل کیا جائے گا یا آمدنی کے واسطے مہلت دی جائے تو اُس سے دین ادا ہو اور وقف باطل نہ ہو تو تامل کرنا چاہیے م طحطاوی نے کہا کہ بموجب امر شارح کے ہم نے تامل کیا تو معلوم ہوا کہ طرز بیان شارح خوب نہیں اس واسطے کہ شرنبلالی نے وہبانیہ میں کہا آمدنی کے واسطے مہلت دینا بعضے علما کی بحث ہے روایت نہیں جس کو بطور نص ذکر کیا قلت لکن فی معروضات المفتی ابوالسعود وسئل عمن وقف علی اولادہ وہرب من الدیون ہل یصح فاجاب لا یصح ولا یلزم والقضاۃ ممنوعون من الحکم وتسجیل الوقف بمقدار ما شغل بالدین انتہی فلیحفظ میں کہتا ہوں لیکن مفتی ابوسعود کی معروضات میں سوال ہوا اُس شخص کا جس نے اولاد پر وقف کیا اور ادائے دین سے بھاگا کیا یہ وقف صحیح ہے تو جواب دیا کہ صحیح نہیں اور لازم نہیں اور قاضیوں کو منع ہے اس کا حکم کرنا اور وقف مسجل کرنا بقدر اس کے جو مشغول ہے دین سے انتہی جواب المفتی تو اُس کو یاد رکھنا چاہیے م یہ منع سلطان روم کی جانب سے ہے جیسے بعد پندرہ سال کے استماع دعوی منع ہے کذا فی الطحطاوی الوقف علیہ ثلثۃ اوجہ اما للفقراء او الاغنیاء ثم الفقراء او یستوی فیہ الفریقان کرباط وخان ومقابر وسقایات وقناطر ونحو ذلک کمساجد وطواحین وطست لاحتیاج الکل لذلک بخلاف الادویۃ فلم یجز لغنی بلا تعمیم او تخصیص فیدخل الاغنیاء تبعا للفقراء قنیۃ وقف تین صورت پر ہے یا فقیروں کے واسطے ہے یا مالداروں کے واسطے یا بعد اُس کے فقیروں کے واسطے یا اُس میں دونوں فریق برابر ہیں چنانچہ مسافر خانہ اور خانقاہ اور

Marfat.com

قبرستان اور آبدار خانے یعنی پانی کی سبیل اور پل اور اُس کے مانند اور چیزیں جیسے مسجدیں اور پن چکیاں اور طاس کہ ان چیزوں کے وقف میں فقیر اور غنی برابر ہیں اس واسطے کہ اُن کی طرف سب کی حاجت ہے بخلاف ادویہ یعنی جو دوا کہ دارالشفا میں وقف ہو تو وہ مالدار کو جائز نہیں بلا تعمیم یا تنصیص کے تو درصورت تعمیم اغنیا بھی اس میں فقیروں کے پیرو ہو کر داخل ہوں گے کذا فی القنیہ م تعمیم کی یہ صورت ہے کہ واقف کہے کہ یہ دوائیں سب بیماروں کے واسطے وقف ہیں اور تنصیص یہ کہ واقف اغنیا کو کھول کر مذکور کرے تو اغنیا اس میں بالقصد داخل ہیں اور تعمیم میں بالتبع فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا اقرار بوقف صحیح وبانہ اخرجہ من یدہ وارثہ لعلم خلافہ جاز الوقف ولا تسمع دعوی وارثہ قضاء درر اقرار کیا واقف نے وقف صحیح کا اور اس کا کہ اُس نے اس کو اپنے ہاتھ سے خارج کر دیا اور واقف کا وارث اُس کے خلاف جانتا ہے یعنی یہ جانتا ہے کہ مورث نے وقف نہیں کیا تو وقف جائز ہے اور اُس کے وارث کا دعوی مسموع نہیں دارالقضاء میں کذا فی الدرر وفی الوہبانیۃ سہ وتبطل اوقاف امراء بارتدادہ فمحال ارتدادہ منہ للوقف اجدر اور وہبانیہ میں ہے کہ باطل ہو جاتے ہیں اوقاف مرد کے اُس کے مرتد ہو جانے سے تو حالت ارتداد کے اوقاف بطریق اولی باطل ہوں گے۔

فصل یہ فصل ہے شروط واقف کی مراعات میں یراعی شرط الواقف فی اجارۃ فلم یرد القیم بل القاضی لانہ لہ ولایۃ النظر لفقیر وغائب و میت رعایت کی جائے یعنی واجب الرعایت ہے واقف کی شرط اجارہ وقف میں تو متولی واقف کی شرط سے زیادہ اجارہ نہ دے بلکہ قاضی اُس کو شرط سے زیادہ کر سکتا ہے اس واسطے کہ قاضی کو ولایت نظری ہے فقیر اور غائب اور میت کے واسطے م مثلاً واقف نے شرط کی کہ زمین وقف کو ایک سال سے اجارہ نہ دے اور حالانکہ مستاجر اتنی مدت کے اجارہ پر رغبت نہیں کرتے اور چند سال کا اجارہ فقیروں کے حق میں نافع تر ہے تو متولی دو۲ تین۳ سال کا اجارہ نہیں کر سکتا بلکہ قاضی سے یہ حال عرض کرے تا وہ مدت اجارہ زیادہ کر دے کذا فی البحر فلو اہمل الواقف مدتہا قیل تطلق الزیادۃ للقیم وقیل تقید لسنۃ مطلقا وبہا ای بالسنۃ یفتی فی الدار وبثلث سنین فی الارض الا اذا کانت المصلحۃ بخلاف ذلک وہذا انما یختلف زمانا وموضعا پھر اگر واقف نے مدت اجارہ بلا قید رکھی تو بعضوں نے کہا زیادتی مدت کی متولی کے واسطے علی الاطلاق باقی رہے گی اور بعضوں نے کہا کہ ایک سال تک مقید ہو گی ہر صورت میں اور اُس پر یعنی سال کی مدت پر فتوی ہے گھر کے اجارہ میں اور تین سال پر فتوی ہے زمین کے اجارہ میں مگر جب کہ مصلحت اُس کے مخالف ہو اور یہ یعنی اختلاف مدت اجارہ مختلف ہے باعتبار زمان اور اور مکان کے م زیادتی مدت اجارہ ہے اس لیے وقف میں جائز نہ ہو گی کہ ابطال وقف نہ لازم آوے اس واسطے کہ جو مستاجر کو مدت دراز تک تصرف مالکانہ کرتے دیکھے گا تو اُس کی ملک کا اس کو توہم ہو گا وفی البزازیۃ لو اصبح لذلک یعقد عقودا فیکون العقد الاول لازما لانہ ناجز والثانی لا لانہ مضاف قلت لکن قال ابو جعفر الفتوی علی ابطال الاجارۃ الطویلۃ ولو لعقود وذکرہ الکرمانی فی الباب التاسع عشر واقرہ قدری افندی ویجئ فی الاجارۃ اور بزازیہ میں ہے کہ اگر اُس کی یعنی طول مدت اجارہ کی احتیاج ہو تو چند عقود منعقد کرے تو عقد اول لازم ہو گا اس واسطے کہ وہ فی الحال کا عقد ہے اور عقد ثانی لازم نہیں اس واسطے کہ وہ مضاف ہے میں کہتا ہوں لیکن فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ اجارہ طویلہ کے ابطال پر فتوی ہے اگرچہ بچند عقود ہو چنانچہ اس کو کرمانی نے انیسویں باب میں ذکر کیا ہے اور قدری افندی نے اس کو قائم رکھا ہے اور کتاب الاجارہ میں آوے گا م شارح نے استدراک سے آگاہ کر دیا کہ بزازیہ کی روایت خلاف مفتی بہ ہے ویوجر باجر المثل فلا یجوز بالاقل ولو ہو المستحق قاری الہدایۃ الا بنقصان یسیر او اذا لم یرغب فیہ الا بالاقل اشباہ اور وقف اجارہ دیا جائے اجرت مثل پر تو اس سے کمتر اجارہ دینا درست نہیں اگرچہ مستحق ہی مستاجر ہو کذا ذکرہ قاری الہدایۃ مگر اجرت مثل سے اگر تھوڑا سا کم ہو تو جائز ہے یا جب کہ اُس میں کوئی خواہش نہ کرتا ہو الا بالاقل کذا فی الاشباہ فلو خص اجرہ بعد العقد لا یفسخ العقد للزوم الضرر اور اگر وقف کا کرایہ ارزاں ہو جائے بعد عقد کے تو عقد فسخ نہ ہو گا لیکن لازم آوے ضرر وقف کے

Marfat.com

بسبب فسخ کے ولو زاد اجرہ علی اجر مثلہ قیل یعقد ثانیا بہ علی الاصح اور اگر اجرت وقف کی گراں ہو جائے اُس کی اجرت مثل سے تو بعضوں نے کہا اجارہ کو دوبارہ منعقد کرے بقول اصح فی الاشباہ لو زاد اجر مثلہ فی نفسہ بلا زیادۃ احد فللمتولی فسخہا بغبن وعالم یفسخ فلہ المسمی اشباہ میں ہے اگر اُس کا اجر مثل فی نفسہ زیادہ ہو گیا بدون زیادہ کرنے کسی شخص کے تو متولی کو اُس کا فسخ کر دینا جائز ہے اسی پر فتوی ہے اور جب تک فسخ نہ کریگا تو اُس کو اجر معین ہی ملے گا وقیل لا یعقد بہ ثانیا کزیادۃ واحد تعنتا فانہا لا تعتبر وسیجئ فی الاجارۃ اور بعضوں نے کہا در صورت زیادتی دوبارہ عقد نہ کرے مانند بڑھا دینے کسی شخص کے واسطے تکلیف رسانی اور مشقت اندازی مستاجر کے کہ وہ زیادتی معتبر نہیں اور آگے آوے گا کتاب الاجارہ میں والمستاجر الاول اولی من غیرہ اذا قبل الزیادۃ اور پہلا مستاجر اولی ہے اپنے غیر سے جب کہ زیادتی اجر کو قبول کرے م یہ مبنی ہے قول اول پر جو اصح ہے والموقوف علیہ الغلۃ او السکنی لا یملک اجارۃ ولا الدعوی لو غصب منہ الوقف الا بتولیۃ او اذن قاض ولو الوقف علی رجل معین علی ما علیہ الفتوی عمادیۃ لان حقہ فی الغلۃ لا التعین اور جس کے واسطے محصول اور سکونت وقف ہو وہ اجارہ دینے کا مالک نہیں اور نہ دعوی کا مالک ہے اگر اس سے کسی نے وقف غصب کرایا ہو مگر بسبب تولیت یا اذن قاضی کے اگرچہ مرد معین پر وقف ہو بنا بر قول مفتی بہ کے کذا فی العمادیۃ اجارہ دینے کا اس واسطے مالک نہیں کہ حق مستحق کا محصول میں ہے نہ عین وقف میں وہل یملک السکنی من یستحق الریع فی الوہبانیۃ لا وفی شرحہا للشرنبلالی والتحریر نعم اور کیا سکونت وقف کا وہ شخص مالک ہے جو مستحق ہے اُس کی آمدنی کا وہبانیہ میں کہا کہ وہ مالک سکونت کا نہیں اور اُس کی شرح شرنبلالی میں کہا اور تنقیح یہ ہے کہ ہاں وہ سکونت کا مالک ہے والموقوف اذا آجرہ للمتولی بدون اجر المثل لزم المستاجر لا المتولی کما غلط فیہ بعضہم تمامہ ای تمام اجر المثل اور جب کہ متولی موقوف کو کم اجر مثل سے اجارہ دے تو مستاجر کو پورا اجر مثل دینا لازم ہوگا متولی کو جیسا کہ بعضوں نے اس میں غلط سمجھا ہے کاب وکذا وصی خانیۃ اجر منزل صغیرہ بدونہ فانہ یلزم المستاجر تمامہ اذ لیس لکل منہما ولایۃ الحط والاسقاط چنانچہ باپ اور اسیطرح وصی نے کذا فی الخانیۃ اجارہ دیا اپنے صغیر کا مکان اجرت کم مثل سے تو البتہ مستاجر پر پورا اجر لازم ہوگا اس واسطے کہ ہر ایک کو دونوں میں سے کم کرنے اور ساقط کرنے کی ولایت نہیں م طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح بجائے لکل منہما کے لکل منہم کہتا تو متولی کو بھی یہ تعلیل شامل ہوتی وفی الاشباہ علی القنیۃ ان القاضی یامرہ بالاستیجار باجر المثل وعلیہ تسلیم زوائد السنین الماضیۃ ولو کان المقیم ساکنا مع قدرتہ علی الرفع للقاضی لا غرامۃ علیہ وانما ہی علی المستاجر واذا اظفر الناظر بمال الساکن فلہ اخذ النقصان منہ فی صرف فی مصرفہ قضاء ودیانۃ انتہی فلیحفظ اور اشباہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ قاضی مستاجر کو بعوض اجر مثل اجارہ لینے کا امر کرے اور اُس پر سنین ماضیہ کی زیادتیاں لازم ہوں گی یعنی در صورت کم ہونے اجارہ کے اجرت مثل سے اور اگر متولی ساکت رہا ہوگا باوجود اس کے قادر ہونے کے قاضی کے پاس نالش کرنے پر تو بھی اُس پر تاوان نہیں ہوتا تاوان تو مستاجر ہی پر ہے اور جب کہ ناظر ساکن وقف کے مال کو پا جاوے تو اُس کو بقدر نقصان اس میں لینا جائز ہے پھر اُس کو صرف کرے وقف کے مصرف میں قضاءً بھی اور دیانۃً بھی انتہی کلام الاشباہ تو اُس کو یاد رکھنا چاہیے قلت وقید باجارۃ المتولی لما فی غصب الاشباہ لو اجر الغاصب ما منافعہ مضمونۃ من مال وقف او یتیم او معد للاستغلال فعلی المستاجر المسمی لا اجر المثل وعلی الغاصب رد ما قبضہ لا غیر لتاویل العقد انتہی فلیحفظ میں کہتا ہوں کہ مصنف نے وقف میں اجارہ متولی کی قید لگائی اس واسطے کہ اشباہ کی کتاب الغصب میں یوں ہے کہ اگر غاصب نے اجارہ دیا جس کے منافع کا ضمان غاصب پر ہے منجملہ مال وقف یا مال یتیم یا اس مکان کے جو کرایہ کے واسطے مہیا ہے تو مستاجر پر اجر مسمی ہے نہ اجر مثل اور غاصب پر پھیر دینا ہے اُس کا جو اجر اُس نے مستاجر سے لیا نہ سوائے اُس کے بسبب تاویل عقد اجارہ انتہی تو اُس کو یاد رکھنا چاہیے لفیتی بالضمان فی غصب العقار الوقف وغصب منافعہ واتلافہا کما لو سکن بلا اذن او اسکنہ المتولی بلا اجر کان علی الساکن اجر المثل ولو غیر معد للاستغلال بہ لفیتی صیانۃ للوقف وکذا منافع مال الیتیم در فتوی ہے تاوان کا زمین وقف کے غصب اور اُس کے منافع

Marfat.com

کے غصب اور منافع کے تلف کر دینے میں چنانچہ اگر کسی نے مکان وقف میں سکونت کی بلا اذن یا متولی نے اس کو رکھا بلا کرایہ تو ساکن پر اجر مثل واجب ہوگا اگرچہ وہ مکان کرایہ کے واسطے مہیا نہ ہو تو اسی پر فتوی ہے وقف کی حفاظت کے واسطے اور یہی حکم ہے مال یتیم کے منافع کا کذا فی الدرر وکذا یفتی بکل ما ہو انفع للوقف فیما اختلف العلماء فیہ حاوی القدسی ومتی قضی بالقیمۃ شری بہا عقارا آخر فیکون وقف بدل الاول اور اسی طرح فتوی ہے ہر ایک اس قول پر جو وقف کے واسطے زیادہ تر نافع ہے جس میں علماء کا اختلاف ہے کذا فی حاوی القدسی اور جب کہ قاضی زمین وقف کی قیمت کا حکم کرے تو بعوض اس کے دوسری زمین خرید کرے تو یہ زمین وقف ہوگی زمین اول کی عوض یعنی اس کا وقف ہونا تلفظ وقف پر موقوف نہیں کذا فی معین المفتی اور اختلاف علما کی یہ صورت ہے مثلاً کہ ایک قول میں استبدال وقف در صورت قلت محصول جائز ہے اور دوسرے قول میں جائز نہیں مگر در صورت فقدان محصول مطلقاً تو عدم جواز پر فتوی دیا جائے گا کہ یہ وقف کو نافع تر ہے بسبب باقی رہنے اس کی ذات کے اور احتمال تلف ہو جانے اس کی قیمت کے والذی تقبل فیہ الشہادۃ حسبۃ بدون الدعوی[1] اربعۃ عشر منہا الوقف علی ما فی الاشباہ لان حکمہ التصدق بالغلۃ وہو حق اللہ تعالی اور جس میں گواہی مقبول ہوتی ہے تحصیل ثواب کے واسطے بدون دعوی کے وہ چودہ[14] مقام ہیں ان میں سے ایک وقف ہے کذا فی الاشباہ اس واسطے کہ اثر مترتب وقف کا تصدق ہے محصول کا اور تصدق حق اللہ ہے تو اس کی گواہی میں دعوی مدعی کی کچھ حاجت نہیں م چودہ مقامات مذکور ہیں وقف[1] طلاق[2] تعلیق[3] طلاق لونڈی[4] کا آزاد ہونا اس کا مدبرہ[5] ہونا خلع[6] ہلال[7] رمضان نسب[8] حد زنا[9] حد شراب[10] ایلا[11] ظہار[12] حرمت[13] معاہرت اپنے مولی[14] کے نسب کا دعوی کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ بقی لو الوقف علی معینین ہل تقبل بلا دعوی فی الخانیۃ ینبغی لا اتفاقا وفی شرح الوہبانیۃ للشیخ حسن وہذا التفصیل ہو المختار وفی التاتارخانیۃ ان ہو حق اللہ تقبل والا لا الا بالدعوی فلیحفظ باقی رہی یہ بات کہ اگر وقف معین لوگوں پر ہو گیا اس میں گواہی بلا دعوی مقبول ہے یا نہیں خانیہ میں کہا لائق یہ ہے کہ مقبول نہیں بالاتفاق اور شیخ حسن کی شرح وہبانیہ میں ہے اور یہ تفصیل ہی مختار ہے اور تاتارخانیہ میں ہے کہ اگر وہ حق اللہ ہے تو مقبول ہے اور حق اللہ نہیں تو گواہی بلا دعوی مقبول نہیں سو اس کو یاد رکھنا چاہیے م تفصیل مذکور سے تاتارخانیہ کی تفصیل مراد ہے کہ غیر معین پر مقبول ہے نہ معین پر قلت لکن بحث فیہ ابن الشحنۃ میں کہتا ہوں لیکن بحث کی ہے اس میں یعنی اطلاق قبول شہادت میں ابن شحنہ نے م ابن شحنہ نے کہا کہ تفصیل مذکور لا بدی ہے اس واسطے کہ جب شہادت قائم ہوئی اس پر کہ اس وقف کی قوم معین مستحق ہے تو اس میں دعوی ضرور ہوا بسبب ثابت ہونے اس کے استحقاق اور استعمال کے اگرچہ آخر کار اس کے فقراء مستحق ہوں بخلاف اس گواہی کے کہ فقراء یا مسجد کے وقف پر قائم ہو کذا فی المنح حلبی نے کہا ضمیر فیہ کی راجع ہے اس اطلاق کی طرف جو کلام ماتن سے مستفاد ہے نہ تفصیل کی طرف طحطاوی نے کہا شارح کی عبارت اس کے مخالف موہم ہے ووفق المصنف بقولہا مطلقا لثبوت اصل الوقف لقبول للفقراء باشتراط الدعوی لثبوت الاستحقاق لما فی الخانیۃ لو کان ثمۃ مستحق ولم یدع لم یدفع لہ شیء من الغلۃ وتصرف کلہا للفقراء اور مصنف نے اپنی شرح میں اختلاف مذکور کو دفع کر دیا ہے بواسطہ مقبول ہونے گواہی کے مطلقا واسطے ثابت ہونے اصل وقف کے کیوں کہ مرجع اس کے فقیر ہیں اور بواسطے مشروط ہونے دعوی کے واسطے ثابت ہونے استحقاق کے اس واسطے کہ خانیہ میں ہے کہ اگر وہاں مستحق ہوا اور دعوی نہ کرے تو اس کو کچھ غلہ نہ دیا جائے گا اور تمام غلہ محتاجوں پر صرف کیا جائے گا م خلاصہ توفیق مذکور یہ ہے کہ ثبوت اصل وقف محتاج نہیں دعوی کا مطلقا اگرچہ مستحق بدون دعوی کے غلہ نہ پاوے گا اور ثبوت استحقاق شخص معین بلا شبہہ دعوی پر موقوف ہے تو اب ابن وہبان اور ابن شحنہ کے کلام کا خلاف مندفع ہو گیا کذا فی المنح قلت ومفادہ انہ لو ادعی استحق مع انہا لا تسمع منہ علی المفتی بہ الا بتولیۃ کما مر فتدبر میں کہتا ہوں اور قول مذکور سے استفاد ہوا کہ مستحق دعوی کرے گا تو مستحق غلہ ہوگا باوجود اس بات کے کہ مستحق کا دعوی مسموع نہیں بنا بر قول مفتی بہ کے بدون تولیت کے چنانچہ عنقریب گذر گیا تو غور کر م حلبی نے کہا جو مذکور ہو چکا وہ یہ ہے کہ در صورت غصب متولی مدعی ہوگا نہ مستحق بلا تولیت اور اگر مستحق وقف میں اپنے استحقاق کا دعوی کرے گا تو بلا شبہہ صحیح ہے محتاج مدبر نہیں وفی الاشباہ

[1] قال الطحطاوی قال صاحب الاشباہ اربع عشرۃ ہی الشہادۃ علی دعوی مولاہ نسبہ ۱۲

Marfat.com

لنا شاہد حسبۃ فی اربعۃ عشر ولیس لنا مدع حسبۃ الا فی دعوی الموقوف علیہ اصل الوقف فانہا تسمع عند البعض والمفتی بہ لا الا تولیۃ فاذا لم تسمع دعواہ فالاجنبی اولی انتہی وقدمر فتنبہ اور اشباہ میں ہے کہ ہم حنفیوں کے نزدیک شاہد حسبہ چودہ مقام میں ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا اور ہمارے نزدیک مدعی حسبہ نہیں مگر موقوف علیہ اصل وقف کے دعوی میں کہ اُس کا دعوی مسموع ہے بعض کے نزدیک اور قول مفتی بہ میں مسموع نہیں مگر تولیت پھر دعوی اس کا مسموع نہ ہوا تو اجنبی اس سے بہتر ہے انتہی کلام الاشباہ اور البتہ مذکور ہو چکا سو آگاہ ہو جام جو مذکور ہوا سو موقوف علیہ کا دعوی غاصب پر ہے اور یہاں اصل وقف کا دعوی ہے تو دونوں کی مغائرت میں شک نہیں **ویشترط** دعوی الوقف **بیان الواقف** ولو الوقف قدیما **فی الصحیح** بزازیۃ لئلا یکون اثباتا للمجہول وفی العمادیۃ تقبل اور شرط ہے دعوی وقف میں بیان واقف کا اگرچہ وقف قدیمی ہو قول صحیح میں کذا فی البزازیۃ تا اثبات مجہول کے واسطے نہ ہو اور عمادیہ میں ہے کہ مقبول ہے بلا بیان واقف اور یہ قول ہے ابو یوسف کا اور اسی پر مشائخ بلخ ہیں اور چونکہ وقف میں ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے تو یہاں بھی انھیں کے قول پر فتوی ہے کذا فی البلخ **وتقبل فیہ الشہادۃ علی الشہادۃ وشہادۃ النساء مع الرجال والشہادۃ بالشہرۃ لاثبات اصلہ وان صرحوا بہ اسی بالسماع فی المختار ولو الوقف علی معینین للاوقاف القدیمۃ عن الاستہلاک بخلاف غیرہ** اور مقبول ہے وقف میں گواہی پر گواہی دینا اور گواہی عورتوں کی مردوں کے ساتھ اور مقبول ہے شہرت کی گواہی اصل وقف کے اثبات کے واسطے اگرچہ گواہ اپنی سماعت کی تصریح بھی کر دیں قول مختار میں اور گو کہ وقف معین لوگوں پر ہو بہر صورت گواہی مقبول ہے تا اوقاف قدیمہ استہلاک سے محفوظ رہیں بخلاف غیر وقف کے یعنی جس میں شہادت بالتسامع جائز ہے چنانچہ نسب کہ اگر اُس میں اپنی سماعت کی تصریح کریں گے تو گواہی مقبول نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی عن الدرر **لا تقبل بالشہرۃ لاثبات شرائطہ فی الاصح** درر وغیرہا مقبول نہیں شہرت کی گواہی شرائط وقف کے اثبات کے واسطے قول اصح میں کذا فی الدرر وغیرہ م اسی پر فتوی ہے کذا فی العالمگیریۃ علامہ نوح نے کہا شہادت بالشہرت یہ کہ متولی دعوی کرے کہ اس زمین کا وقف ہونا فلانے امر پر معروف اور مشہور ہے اور گواہ بھی یہی گواہی دیں اور شہادت بالتسامع یہ کہ شاہد کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں بسبب تسامع کے کذا فی الطحطاوی اور بزازیہ میں ہے کہ شہادت بالتسامع اصل وقف پر موقوف ہے نہ اُس کی شرائط پر اس واسطے کہ وقف باقی رہتا ہے قرنا بعد قرن بخلاف شرائط کے اور جس سے صحت وقف کی متعلق ہو اور موقوف علیہ ہو سو وہ اصل وقف سے ہے اور جو موقوف علیہ صحت وقف نہیں وہ اُس کی شرائط میں ہے کذا فی البلخ لکن فی المجتبی المختار قبولہا علی شرائط ایضا واعتمدہ فی المعراج واقرہ الشرنبلالی وقواہ فی الفتح بقولہم لیسلک بمنقطع الثبوت المجہولۃ شرائطہ ومصارفہ ما کان علیہ فی دواوین القضاۃ انتہی وجوابہ بان ذلک للضرورۃ والمدعی اعم بحر لیکن مجتبی میں کہا کہ قبول کرنا شہادت شہرت کا وقف کی شرائط پر بھی قول مختار ہے اور معراج میں اس پر اعتماد کیا ہے اور شرنبلالی نے اُس کو ثابت رکھا ہے اور فتح القدیر میں اُس کو قوی رکھا فقہا کے اس قول سے کہ جس وقف کا ثبوت منقطع ہو اور اُس کے شرائط اور مصارف مجہول ہیں اُس میں اُس پر عمل کیا جائے گا جو قاضیوں کے دفاتر میں ہے انتہی اور جواب اس کا یہ ہے کہ یہ لبسبب ضرورت کے ہے اور مدعا عام تر ہے کذا فی البحر م خلاصہ تقویت فتح القدیر یہ ہے کہ درصورت مذکورہ جب دفاتر قضاۃ پر عمل ہوا یہی مطلوب ہے ثبوت بالتسامع کا اور جواب بحر الراتق میں یہ ہے کہ دفاتر پر عمل اس ضرورت سے ہوا کہ شرائط اُس کے مجہول تھے اور مدعا عام ہے خواہ شرائط مجہول ہوں یا نہ ہوں علاوہ اس کے کلام فتح القدیر کا اس وقف میں ہے جس کا ثبوت منقطع ہو اور سوائے دفتر کے اس کا حال معلوم نہ ہو اور یہاں گفتگو اس وقف کی ہے جس کا ثبوت سماعت کی گواہی سے ہے **وبیان المصرف کقولہم علی مسجد کذا من اصلہ لتوقف صحۃ الوقف علیہ فتقبل بالتسامع** اور مصرف وقف کا بیان چنانچہ یوں کہنا شاہدوں کا کہ یہ زمین فلانی مسجد پر وقف ہے داخل ہے اصل وقف میں بسبب موقوف ہونے صحت وقف کے بیان مصرف پر تو مصرف میں شہادت بالتسامع مقبول ہے **لبعض مستحقیہ وکذا لبعض الورثۃ ولا ثالث لہما کما فی الاشباہ قلت وکذا لو ثبت اعسارہ فی وجہ احد الغرماء کما سیجئ فتامل وقالوا تقبل بینۃ الا**

Marfat.com

افلاس بغیبۃ المدعی وکذا اعتراض بعض الاولیاء المتساوین بثبوت الاعتراض لکل کملا وکذا الامان والتوددولایۃ المطالبۃ بازالۃ الضرر العام عن طریق المسلمین والتبع لیقتضی عدم الحصر اور بعض مستحق وقف بجائے کل مستحقین کے ہے اور اسی طرح بعض وارث اور ان دو کا تیسرا نہیں یعنی ہونے مستحق اور وارث کے ایک شخص بجائے کل اشخاص نہیں ہو سکتا کذا فی الاشباہ میں کہتا ہوں اور اسی طرح حکم ہے اگر مفلسی مدیون کی ایک قرض خواہ کے سامنے ثابت ہو چنانچہ آوے گا تو اس کو تامل کر اور فقہا نے کہا ہے کہ افلاس کے گواہ مدعی کی غیبت میں مقبول ہیں اور یہی حکم ہے بعض اولیاء مساوین کا کہ اعتراض نکلے گا حق ہر ایک کو پورا ثابت ہے اور یہی حکم ہے امان اور قصاص اور ولایت مطالب کا ضرر عام دفع کرنے کے واسطے مسلمین کی راہ سے اور تجسس اور تلاش مقتضی ہے عدم حصر کی م یہ رد ہے صاحب اشباہ کا کہ وہ دو کے حصر کا قائل ہے ثم انہ ینتصب احد الورثۃ خصما عن الکل لو فی دعوی دین لا عین مالم یکن بیدہ فلیحفظ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ ایک وارث خصم ہوتا ہے سب وارثوں کی طرف سے اگر دین کے دعوی میں خصومت ہو نہ عین کے دعوی میں تا وقتیکہ وہ مدعی علیہ کے ہاتھ میں نہ ہو تو اس کو یاد رکھنا چاہیے **ینتصب خصما عن الکل** ای اذا کان وقف بین جماعۃ وواقفہ واحد فلو لاحد منہم او وکیلہ الدعوی علی واحد منہم او وکیلہ یعنی بعض مستحق وقف جھگڑا کر سکتا ہے سب کی طرف سے یعنی جب وقف ہو ایک جماعت کے درمیان میں اور اس کا وقف کرنے والا ایک ہی ہو تو ان میں سے ایک مستحق کو یا اس کے وکیل کو دعوی کرنا اس میں سے دوسرے شخص پر یا اس کے وکیل پر جائز ہے **وقیل لاینتصب فلا یصح القضاء الا بقدرتہ فی یدالحاضرین** اور دوسرا قول ضعیف یہ ہے کہ بعض مستحق سب کی طرف سے خصومت نہیں کر سکتا سو قاضی کو حکم کرنا صحیح نہیں مگر اسی قدر میں جو حاضرین کے ہاتھ میں ہے م قائل اس قول کا قاضی عبد الجبار ہے وہذا ای انتصاب بعضہم اذا کان الاصل ثابتا والا فلا ینتصب احد المستحقین خصما وتمامہ فی الوہبانیۃ اور یہ یعنی بعض مستحقین کا خصومت کرنا اس وقت ہے جب اصل وقف ثابت ہو اور اگر ثابت نہ ہو تو ایک مستحق خصومت نہیں کر سکتا اور پورا بیان اس کا شرح وہبانیہ میں ہے **اشتری المتولی بمال الوقف دار الوقف لالیلحق بالمنازل الموقوفۃ ویجوز بیعہا فی الاصح لان اللزوم کلا ما کثیرا ولم یوجد ہہنا** متولی واقف نے مال وقف سے ایک گھر خرید کیا وقف کرنے کے واسطے تو یہ گھر منازل موقوفہ سابق کے ساتھ نہ ملایا جائے اور اس کی بیع جائز ہے قول اصح میں اس واسطے کہ اس کے لزوم وقف میں بہت سا کلام ہے اور یہاں وہ موجود نہیں **مات الموذن والامام ولم یستوفیا وظیفتہما من الوقف سقط لانہ کالصلۃ کالقاضی وقیل لایسقط لانہا کالاجرۃ کذا فی الدرر قبیل باب المرتد** وغیرہا قال المصنف ثمہ وظاہرہ ترجیح الاول لحکایۃ الثانی یقیل قلت قد جرم فی البغیۃ تلخیص القنیۃ بانہ یورث بخلاف رزق القاضی کذا فی وقف الاشباہ ومغنم النہر مر گیا مؤذن اور امام اور حالانکہ دونوں نے اپنا وظیفہ یعنی ماہانہ یا سالانہ وقف سے نہیں پایا تو ساقط ہو گیا مثل قاضی کے اس واسطے کہ وظیفہ مانند صلہ اور عطا کے ہے کہ بدون قبض مملوک نہیں ہوتا اور دوسرا قول یہ ہے کہ ساقط نہیں ہوتا اس واسطے کہ وہ اجرت کے مانند ہے کذا فی الدرر قبیل باب المرتد وغیرہا مصنف نے اپنی شرح میں وہیں کہا اور ظاہر درر ترجیح قول اول کا مقتضی ہے یعنی سقوط کا بسبب حکایت قول ثانی کے بلفظ قیل میں کہتا ہوں کہ بقیہ تلخیص القنیہ میں البتہ یقین کیا ہے اس کا کہ امام اور مؤذن کا وظیفہ مورث ہوتا ہے بخلاف رزق قاضی کے کذا فی وقف الاشباہ ومغنم النہر ولو علی الامام وار وقف فلم یستوف الاجرت حتی مات ان اجرہا المتولی سقط وان اجرہا الامام لا عمادیۃ اور اگر امام مسجد پر ایک گھر وقف ہو سو اس نے کرایہ اس گھر کا پورا نہ پایا یہاں تک کہ وہ مر گیا تو اگر وہ گھر متولی نے کرایہ دیا تھا تو کرایہ ساقط ہو گیا اور اگر اس کو امام نے کرایہ دیا تو ساقط نہ ہوگا کذا فی العمادیۃ یعنی اس واسطے کہ امام کا اجارہ دینا بمنزلہ اس کی قبض کے قرار دیا گیا اخذا لامام الغلۃ وقت الادراک وذہب قبل تمام السنۃ لایسترد منہ غلۃ باقی السنۃ فصار کالجزیۃ وموت القاضی قبل الحول ویحل للامام غلۃ باقی السنۃ لو فقیرا وکذا الحکم فی طلبۃ العلم فی المدارس درر امام نے غلہ لیا پختگی زراعت کے وقت اور اس مسجد سے چلا گیا قبل تمام ہونے سال کے تو اس سے باقی سال کا غلہ پھیر نہ لیا جائے گا تو وہ ہو گیا جزیہ اور موت قاضی کے مانند سال سے پہلے اور حلال ہوگا امام کو غلہ باقی سال کا اگر وہ محتاج ہوگا اور یہی حکم ہے طالب علموں کا مدرسوں میں کذا فی الدرر یعنی اگر طالب علم غلہ سال بھر کا مدرسہ سے لے کر چلا جاوے تو استرداد نہیں م اگر ذمی اثنای سال میں مر جائے

Marfat.com

تو اس سے ایام گذشتہ کا جزیہ نہ لیا جائے گا اور محتمل ہے کہ یہ مراد ہو کہ اگر اثنار سال میں جزیہ پیشگی دے پھر ذمی مسلمان ہو جائے یا مر جائے تو وہ یا اس کا وارث استرداد جزیہ نہیں کر سکتا ونظم ابن الشحنۃ الغیبۃ المسقطۃ للمعلوم المقتضیۃ للعزل ومنہ ؎ ولیس بدمنہ ان لم یزد علی ثلث شہور فہو یعنی ولیغفر اور ابن شحنہ نے نظم کیا اس غیبت کو جو ساقط کرتی ہے مشروط کو اور مقتضی ہے معزول کو اور منجملہ نظم مذکور یہ ہے اور جو غیبت ناچاری کی ہے اگر تین مہینہ سے زیادہ نہ ہو تو وہ معاف اور مغفور ہے ؎ وقد اطبقوا الا یاخذ السہم مطلقا :: لما قد مضی والحکم للشرع لیسفر :: اور البتہ علماء نے اتفاق کیا ہے کہ در صورت غیبت ایام گذشتہ کا حصہ مطلقا نہ لے اور یہ حکم شرع میں مسافر کے واسطے ہے م حصر نے مطلقا یعنی خواہ سفر ضروری ہو یا غیر ضروری قلت بذا کلہ فی سکان المدرسۃ وفی غیر فرض الحج وصلۃ الرحم اما فیہما فلا یستحق العزل والمعلوم کما فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی میں کہتا ہوں اور یہ تمام مذکور سکان مدرسہ میں اور فرض حج اور صلہ رحم کے سوا میں ہے اور ان دونوں میں یعنی فرض حج اور صلہ رحم میں تو مستحق عزل اور مشروط کا نہیں کذا فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی وفی المنظومۃ المجیبیۃ ؎ لا تجز استنابۃ الفقیہ لا :: ولا المدرس لعذر حصلا :: کذلک حکم سائر الارباب :: اولم یکن عذر فدا من باب اور منظومہ مجیبیہ میں ہے کہ جائز نہیں نائب کرنا فقیہ اور نہ مدرس کا بسبب عذر کے حاصل ہو اسی طرح حکم ہے باقی ارباب وظائف کا یا عذر نہ ہو تو یہ عدم استنابت بطریق اولی جائز نہ ہوگی ؎ والمتولی لو لوقف اجرا :: لکنہ فی صکۃ ما ذکرہ من اسی جہۃ تولی الوقفا :: ما جوز وا ذلک حیث یلغی :: اور متولی نے اگر وقف کو اجارہ دیا لیکن اس نے وثیقہ اجارہ میں یہ ذکر نہیں کیا کہ وہ کس وجہ سے متولی ہوا ہے وقف کا واقف کی طرف سے یا قاضی کی جانب سے تو فقہا نے یہ اجارہ دینا جائز نہیں رکھا جہاں کہیں ہو ؎ ومثل الوصی اذا یختلف :: حکمہا تی ذا علی ما یعرف :: بحسب التقلید والنص فقس :: کل التصرف کیلا یلتبس اور مانند متولی کے وصی ہے اس واسطے کہ متولی اور وصی دونوں کا حکم بنا مشہور کے مختلف ہے بحسب تقلید اور نص کے سو قیاس کر لے اجارہ دینے پر جمیع تصرفات کو اس واسطے فقہا نے اجازت نہ دی تا احکام میں اشتباہ نہ پڑے م جامع الفصولین میں ہے کہ ایجار متولی اور وصی بلا تصریح وجہ تولیت اور ایصا کی جائز نہیں اس واسطے کہ باپ کی وصی اور دادا کے وصی اور ماں کے وصی اور قاضی کی جہت سے وصی کے احکام مختلف ہیں قلت لکن للسیوطی رسالۃ سماہا الضیاۃ فی جواز الاستنابۃ ونقل الاجماع علی ذلک فلیحفظ میں کہتا ہوں کہ جلال الدین سیوطی کا ایک رسالہ ہے جس کا نام انھوں نے ضیاۃ فی جواز الاستنابۃ کہا ہے اور جواز نیابت پر اجماع فقہا نقل کیا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے ولایۃ نصب القیم الی الواقف ثم لوصیہ لقیامہ مقامہ ولایت قائم کرنی متولی کی واقف کی طرف ہے پھر اس کی وصی کو بسبب قائم ہونے وصی کے مقام اس کے ولو جعلہ علی امر للوقف فقط کان وصیا فی کل شئ خلافا للثانی ولو جعل النظر لرجل ثم جعل الآخر وصیا کانا ناظرین مالم یخصص وتمامہ فی الاسعاف فلو وجد کتابا وقف فی کل اسم متول وتاریخ الثانی متاخرا شترکا بحر اور اگر واقف نے ایک شخص کو فقط امر وقف پر وصی کیا تو وہ ہر چیز میں وصی ہوگا بخلاف ابو یوسف کے اور اگر واقف نے عہدہ نظارت ایک مرد کو دیا پھر دوسرے کو وصی کیا تو وہ دونوں ناظر ہوں گے تا عدم تخصیص اور پورا بیان اس کا اسعاف میں ہے تو اگر وقف کے دو وثیقے پائے گئے کہ ہر ایک میں ایک متولی کا نام ہے اور دوسرے وثیقہ کی تاریخ متاخر ہے تو دونوں شخص تولیت میں شریک ہوں گے کذا فی البحر فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا طالب التولیۃ لا یولی الا المشروط لہ النظر لانہ مولی فرید التقیید نہر تولیت کی درخواست کرنے والے کو تولیت نہ دی جائے سوائے اس شخص کے جس کے واسطے تولیت مشروط ہو چکی تو اگر بعد شرط کے درخواست کرے گا تو دیا جائے گا اس واسطے کہ وہ متولی ہو چکا بسبب شرط کے تو وہ اس درخواست سے تقیید شرط کا ارادہ کرتا ہے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا طالب تولیت کو اس واسطے تولیت نہ دی جائے کہ حدیث میں نہی وارد ہے ثم اذا مات المشروط لہ بعد موت الواقف ولم یوص الی احد فولایۃ النصب للقاضی اذ لا ولایۃ لمستحق الا تولیۃ کما مر پھر جب کہ وہ شخص مر گیا جس کے واسطے تولیت مشروط تھی بعد موت واقف کے اور اس نے کسی کے واسطے وصیت

؎ قال ابن الشحنۃ مولد الرادیۃ من بعد مسافرا شرعا کذا فی الطحطاوی ۱۲

Marfat.com

نہیں کی تولیت کی تو نصب متولی کی ولایت قاضی کیواسطے ہے نہ مستحق وقف کیواسطے اس واسطے کہ مستحق کو ولایت نہیں ہوتی مگر اُس کی تولیت سے چنانچہ گذر گیا و مادام احد یصلح للتولیۃ من اقارب الواقف لایجعل المتولی من الاجانب لانہ اشفق ومن قصدہ لنسبۃ الوقف الیہم اور جب تک کوئی شخص تولیت کی لیاقت رکھتا ہو واقف کے اقارب سے تو متولی بیگانوں سے نہ مقرر کیا جائے اس واسطے کہ واقف کا برادری والا مصلح زیادہ شفیق ہے اور اُس کا مقصود یہ ہے کہ وقف کی نسبت اُس کی خاندان کی طرف بنی رہے ارادالمتولی اقامۃ غیرہ مقامہ فی حیاتہ وصحتہ ان کان التفویض لہ بالشرط عاما صح ولا یملک عزلہ الا اذا کان الواقف جعل لہ التفویض والعزل ایک متولی نے اپنے غیر شخص کو بجائے خود قائم کرنے کا ارادہ اپنی زندگی اور صحت میں کیا اگر متولی کو تفویض تولیت بسبب شرط کرنے واقف کے عام ہو تو اقامت مذکورہ صحیح ہے اور متولی مذکور اس کے معزول کرنے کا بعد اقامت کے مالک نہ رہے گا مگر جب کہ واقف نے اس کے واسطے متولی کرنا اور معزول کرنا دونوں مقرر کر دیا ہو طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح وصحتہ کو محذوف کرتا تا تفصیل آئندہ صحیح ہوتی مانند صاحب اشباہ کے والا فان فوض فی صحتہ لایصح وان فی مرض موتہ صح وینبغی ان یکون لہ العزل والتفویض الی غیرہ کالایصاء اشباہ اور اگر متولی نے غیر کو تولیت سپرد کی اپنی صحت میں تو صحیح نہیں اور اگر اپنے مرض الموت میں تفویض کی تو صحیح ہے اور سزاوار یہ ہے کہ اس کو عزل اور تفویض غیر کا اختیار ہو مثل وصیت کرنے کے کذا فی الاشباہ م مثلاً باپ کے وصی کو اختیار ہے کہ دوسرے کو وصی کرے اور اُس کو معزول کرے قال وسئلت عن ناظر معین بالشرط ثم من بعدہ للحاکم قبل اذا فوض النظر لغیرہ ثم مات ینتقل للحاکم فاجبت ان فوض فی صحتہ فنعم فی مرض موتہ لا مادام المفوض لہ باقیا لقیامہ مقامہ وعن واقف شرط مرتبا رجل معین ثم من بعدہ للفقراء فغرغ عنہ لغیرہ ثم مات ہل ینتقل للفقراء فاجبت بالانتقال صاحب اشباہ نے کہا مجھ سے سوال ہوا اُس ناظر کا جو معین ہوا شرط سے پھر بعد اُس کے حاکم کو اختیار ہے تو جب کہ ناظر مذکور غیر کو نظارت سپرد کرے پھر مر جائے کیا اُس کی ولایت حاکم کی طرف منتقل ہوگی سو میں نے جواب دیا کہ اگر ناظر نے اپنی صحت میں غیر کو تولیت تفویض کی تو ہاں حاکم کی طرف انتقال ہوگا اور اگر اُس نے اپنے مرض الموت میں تفویض کی تو انتقال نہ ہوگا جب تک وہ شخص باقی رہے گا جس کو ناظر نے تولیت سپرد کی بسبب قائم ہونے اس شخص کے بجائے ناظر کے اور مجھ سے سوال ہوا اس وقف کرنے والے کا جس نے بترتیب وقف کیا ایک مرد معین کے واسطے پھر بعد اُس کے فقیروں کے واسطے سو مرد مستحق اپنا حصہ غیر کو حوالہ کر کے کنارہ گیر ہوا پھر مر گیا وظیفہ معلومہ کیا فقیروں کی طرف منتقل ہوگا میں نے منتقل ہونے کا جواب دیا یعنی بعد موت مستحق مذکور کے وفیہا للواقف عزل الناظر مطلقا بہ یفتی ولم ار حکم عزلہ لمدرس وامام ولا ہما ولو لم یجعل ناظرا فنصب القاضی لم یملک الواقف اخراجہ ولو عزل الناظر نفسہ ان علم الواقف والقاضی صح والا لا اور اشباہ میں ہے کہ واقف کو اختیار ہے معزول کرنے ناظر کا مطلقا یعنی خواہ اس نے اپنے واسطے عزل شرط کیا ہو یا نہ کیا ہو اسی کا فتوی ہے اور میں نے نہیں دیکھا حکم معزول کرنے واقف کا اس مدرس اور امام کو جن کو واقف ہی نے مقرر کیا اور اگر واقف نے ناظر معین نہیں کیا سو قاضی نے منصوب کیا تو واقف اُس کے اخراج کا مالک نہیں اور اگر ناظر نے اپنی ذات کو معزول کیا اگر واقف یا قاضی کو اس کا علم ہو تو عزل صحیح ہے والا نہیں م طحطاوی نے کہا کہ امام اور مؤذن کی معزولی تو مصرح ہے بلاشک مدرس کا بھی یہی حکم ہے خانیہ میں ہے کہ جب امام اور مؤذن بسبب عذر کے چھ چھ مہینے اپنا کام نہ کریں تو متولی کو انکا معزول کرنا اور غیر کو قائم کرنا جائز ہے انتہی لیکن یہ عزل بسبب عذر کے ہے اور کلام ہے عدم عذر میں باع دارا ثم باعہا المشتری من اخری ثم ادعی انی کنت وقفتہا او قال وقف علی لم تصح فلا یحلف المشتری مثلاً زید نے گھر بیچا پھر اُس کو خالد مشتری نے اور شخص سے بیچا پھر زید نے دعوی کیا کہ میں نے اس گھر کو وقف کر دیا تھا یوں کہا کہ وہ گھر مجھ پر وقف تھا تو یہ دعوی صحیح نہیں تو قسم نہ لی جاوے گی مشتری سے م مشتری کا بیع کرنا قید نہیں فتاوی ابن نجیم کے سوال میں یہ مذکور تھا شارح نے اس کو ذکر کر دیا اور مشتری پر اس واسطے حلف نہیں کہ حلف صحت دعوی پر مرتب ہے ولو اقام بینۃ او برہن حجۃ شرعیۃ قبلت فیبطل البیع ویلزم اجر المثل فیہ لانی الملک لو استحق علی المعتمد بزازیہ وغیرہا اور اگر بائع مذکور گواہ قائم کرے اس کے وقف ہونے پر یا حجت شرعی ظاہر کرے تو مقبول ہوگی تو بیع باطل ہوگی اور مشتری پر اجر مثل لازم ہوگی

Marfat.com

وقف میں نہ ملک میں درصورت اُس کے استحقاق کے بقول معتمد کذا فی البزازیۃ وغیرہا وقف میں اجرت مثل لازم ہوجاتی ہے بلا عقد اجارہ بخلاف ملک مستحق کے اور حجت شرعی سے وہ نوشتہ مراد ہے جو مبیع کے وقف ہونے پر گواہی دے چنانچہ فتاوی ابن نجیم میں سائل کے سوال میں مصرح ہے اور ظاہر بیان شارح کا اُس پر دلالت کرتا ہے کہ مکتوب پر عمل کرنا چاہیے بلا بیان شرعی اور حالانکہ یہ قاعدہ مذہب کے مخالف ہے کہ خط معمول بہ نہیں ہوتا اور خود ابن نجیم نے سوال کے جواب میں فقط گواہوں پر اقتصار کیا ہے ہاں اشباہ کے بعضے محشیوں نے کہا ہے کہ قاضی کی محفوظ سجل پر عمل کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی ولیس للمشتری حبسہ بالثمن منیۃ من الاستحقاق اور مشتری کو جائز نہیں روک رکھنا وقف مذکور کا قیمت لینے کے واسطے کذا فی المنیۃ من باب الاستحقاق اس واسطے کہ حبس بجائے رہن ہے اور وقف میں رہن جائز نہیں وفی احدی المسائل السبع المستثنا من قولہم من سعی فی نقض ما تم من جہتہ فسعیہ مردود علیہ اور وہ یعنی بیع کرکے وقف کا دعوی کرنا ایک مسئلہ ہے ان سات مسائل سے جو مستثنی ہیں فقہا کے اس قول سے کہ جو شخص سعی کرے اُس کے توڑنے میں جو اُس کی جہت سے پوری ہوئی ہے تو اُس کی سعی نامقبول ہے کذا فی قضاء الاشباہ واعتمدنی الفتح والبحر انہ ان ادعی وقفا محکوما بلزومہ قبل والا لا وہو تفصیل حسن اعتمدہ المصنف فی الاستحقاق لکن اعتمد الاول آخر الکتاب تبعا للکنز وغیرہ اور فتح القدیر میں اور بحر الرائق میں اُس پر اعتماد کیا ہے کہ اگر بائع نے اس کا دعوی کیا کہ بیع ایسا وقف ہے جس کے لزوم پر قاضی کا حکم ہوگیا تو دعوی اُس کا مقبول ہے اور نہیں تو نہیں اور یہ خوب تفصیل ہے جس پر مصنف نے باب الاستحقاق میں اعتماد کیا ہے لیکن آخر کتاب میں قول اول پر یعنی اطلاق وقف پر خواہ لزوم کا حکم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو مصنف نے اعتماد کیا ہے کنز وغیرہ کے تابع ہوکر ہم تفصیل مذکور امام کے قول پر مبنی ہے اور بقول مفتی بہ حکم باللزوم کی کچھ حاجت نہیں وفی العمادیۃ لا تقبل عند الامام وہو المختار وصوبہ الزیلعی قال وہو احوط اور عمادیہ میں ہے کہ گواہ مقبول نہیں امام کے نزدیک اور یہی مختار ہے اور زیلعی نے اُس کی تصویب کی ہے اور کہا کہ یہی قول قریب تر باحتیاط ہے وفی دعوی المنظومۃ المحبیۃ وہذا فی وقف ہو حق اللہ تعالی اما لو کان علی العباد لم یجز قلت قد قدمنا قبولہا مطلقا لثبوت اصلہ لہا للفقراء فتدبر وفی فتاوی ابن نجیم ثم تسمع دعواہ وبینتہ ویبطل البیع اور منظومہ محبیہ کے کتاب الدعوی میں ہے اور یہ یعنی دعوی وقف کے گواہ مقبول ہونا اس وقف میں ہے جو حق اللہ ہے اور اگر وقف عباد پر ہو تو جائز نہیں میں کہتا ہوں ہم مقدم ذکر کرچکے مقبول ہونا شہادت کا مطلقا واسطے ثابت ہونے اصل وقف کے کیونکہ اُس کا انجام کار فقیروں کے لیے ہے تو اُس کو غور کرلے اور ابن نجیم کے فتاوی میں ہے کہ ہاں دعوی وقف کا اور گواہی مسموع ہے اور بیع باطل ہوگی البانی للمسجد اولی من القوم نصب الامام والمؤذن فی المختار الا اذا عین القوم اصلح ممن عینہ البانی بنانے والا مسجد کا مقدم ہے اہل محلہ سے امام اور مؤذن کے مقرر کرنے میں بقول مختار مگر جب کہ قوم نے امام اور مؤذن بانی کے امام اور مؤذن سے اصلح اور لائق معین کیا یعنی اس وقت میں تجویز اہل محلہ بہتر ہے اس واسطے کہ اس کی منفعت اہل محلہ کی طرف راجع ہے صح الوقف قبل وجود الموقوف علیہ فلو وقف علی اولاد زید ولا ولد لہ او علی مکان ہیاہ بناء مسجد او مدرسۃ صح فی الاصح صحیح ہے وقف کرنا قبل وجود موقوف علیہ کے تو اگر خالد نے زید کی اولاد پر وقف کیا اور حالانکہ اُس کے کوئی اولاد نہیں یا اس مکان پر وقف کیا جس کو مسجد یا مدرسہ بنانے کے لیے مہیا کیا تو صحیح ہے قول اصح میں وتصرف الغلۃ للفقراء الی ان یولد لزید او یبنی المسجد عمادیۃ زاد فی النہر وینبغی انہ لو وقفہ علی مدرسۃ یدرس فیہا المدرس مع طلبۃ فدرس فی غیر ہا لتعذر التدریس فیہا ان تصرف العلوفۃ لہ لا للفقراء کما یقع فی الروم اور صرف کیا جائے محصول وقف کا فقیروں پر یہاں تک کہ زید کی اولاد ہو یا مسجد بنائی جائے کذا فی العمادیۃ نہر الفائق میں اتنا زیادہ کیا ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اس مدرسہ پر جس میں مدرس درس کرتا ہے طالب علموں کے ساتھ سو مدرس پڑھانے لگا اور مدرسہ میں سوائے اُس کے بسبب متعذر ہونے درس کے اُس مدرسہ میں تو لائق یہ ہے کہ علوفہ مدرس کو دیا جائے نہ فقیروں کو چنانچہ بلاد روم میں رائج ہے ہم تدریس متعذر ہوئی بسبب منہدم ہوجانے مدرسہ کے یا بعید واقع ہونے کے آبادی سے فروع مہمۃ حدثت للفتوی یہ مسائل ضروریہ ہیں جو فتوی کے واسطے حادث ہوئے ہم شارح علامہ نے آخر کتاب

Marfat.com

الوقف میں بکثرت مسائل ملحقہ کو زیادہ کیا اور بعد نصف کتاب کے تنگنائے ایجاز سے نکلکر گلگشت میدان اطناب فقط اسی باب میں پسند کیا ارصد الامام ارضا علی ساقیۃ لیصرف خراجہا لکلفتہا فاستغنی عنہا لخراب البلد فنقلہا وکیل الامام لساقیہ ہی ملک ہل یصح اجاب بعض الشافعیۃ بان الارصاد علی الملک ارصاد علی المالک یعنی تصح فحینئذ یلزم المرصد علیہ ادرارہا کما کانت لمالی الحاوی الحوض اذا خرب صرفت اوقافہ فی حوض آخر فتدر مقرر کردی بادشاہ نے کوئی زمین ایک نہر پر تاکہ اس کا محصول نہر کی درستی اور مرمت کے واسطے صرف ہوا کرے پھر اس نہر کی حاجت نہ رہی شہر کے ویران ہوجانے سے سو بادشاہ کے وکیل نے اس کا خراج اس نہر کی طرف نقل کیا جو مملوک ہے کیا یہ نقل کرنا صحیح ہے یعنے شافعیوں نے جواب دیا مملوک پر مقرر کردینا مالک پر مقرر کرنا ہے یعنی صحیح ہے تو اس وقت میں مرصد علیہ یعنی مالک نہر پر اس کا جاری رکھنا اور صرف کرنا لازم ہے چنانچہ پہلی نہر پر صرف کرنا لازم تھا اس واسطے کہ حاوی میں ہے کہ جب حوض ویران ہوجائے تو اس کے اوقاف کو دوسرے حوض پر صرف کرنا چاہیے سو اس کو غور کرم طحطاوی نے کہا حاوی کے مسئلہ میں نقل اوقاف ہے ایک وقف سے دوسرے وقف کی طرف اور حادثہ مذکورہ میں نقل ہے وقف سے ملک کی طرف دار کبیرۃ فیہا بیوت وقف بیتا منہا علی عتیقہ فلان والباقی علی ذریتہ وعقبہ ثم عم علی عتقائہ قال الوقف الی العقار ہل یدخل من خصہ بالبیت فی الثانی اختلف الافتاء اخذ من خلاف مذکور فی الذخیرۃ لکن فی الخانیۃ اوصی لرجل بمال وللفقراء بمال والموصی لہ محتاج ہل یعطی من نصیب الفقراء اختلفوا والاصح نعم ایک بڑا گھر ہے جس میں چند مکانات اور کوٹھریاں ہیں مالک نے اس میں سے ایک کوٹھری فلانے اپنے آزاد غلام پر وقف کی اور باقی مکانات تو اپنی ذریت اور پسماندوں پر وقف کیا پھر ان کے بعد اپنے آزاد غلاموں پر پھر وقف مذکور بعد مر جانے ذریت کے آزادوں کی طرف پھر آگیا اس وقف ثانی میں وہ شخص بھی داخل ہوگیا جس کو واقف نے خاص کردیا تھا ایک کوٹھری دے کر اس سوال کے جواب میں فتوی مختلف ہے باعتبار اس خلاف کے جو ذخیرہ میں مذکور ہے لیکن خانیہ میں ہے کہ وصیت کی ایک مرد کے واسطے ایک مال کی اور فقیروں کے واسطے وصیت کی دوسرے مال کی اور جس شخص کے واسطے اول وصیت ہوئی وہ محتاج ہے کیا اس کو فقیروں کے حصہ سے دیا جائے گا اس میں علما مختلف ہیں اور قول اصح یہ ہے کہ ہاں اس کو بھی دیا جائے گا م ذخیرہ میں مذکور ہے کہ اگر اپنی زمین کا نصف محصول اپنے محتاج قرابتیوں پر مقرر کیا اور نصف ثانی کو مساکین کے واسطے معین کیا سو اس کے قرابت والے محتاج ہوگئے کیا نصف مساکین سے اس کو دیا جائے گا ہلال نے کہا نہ دیا جائے گا اور یہی قول ہے ابراہیم بن خالد کا اور ابراہیم بن یوسف اور علی فارسی اور ہندوانی نے کہا ان کو بھی دیا جائے گا انتہی ذخیرہ میں کسی قول کی ترجیح نہ تھی لہذا خانیہ سے استدراک کیا کہ دینا اصح ہے استاجر دارا موقوفۃ فیہا اشجار مثمرۃ ہل لہ الاکل منہا الظاہر انہ اذا لم یعلم شرط الواقف لم یاکل لما فی الحاوی غرس فی المسجد اشجارا مثمرۃ ان غرس للسبیل فلکل مسلم الاکل فتباع المصالح المسجد وقف کا گھر کرایہ پر لیا جس میں پھل والے درخت ہیں کیا کرایہ دار کو ان میں سے کھانا درست ہے ظاہر اجواب یہ ہے کہ جب واقف کی شرط معلوم نہ ہو تو کھائے اس واسطے کہ حاوی میں ہے کہ واقف نے مسجد میں پھلدار درخت لوئے اگر فی سبیل اللہ وقف کے واسطے لوئے تو ہر مسلم کو اس کا کھانا جائز ہے اور نہیں تو پھل بیچے جائیں ضروریات مسجد کے واسطے قولہم شرط الواقف کنص الشارع ای فی المفہوم والدلالۃ ووجوب العمل بہ فیجب علیہ خدمۃ وظیفۃ او ترکہا لمن یعمل والا اثم لاسیما فیما یلزم بترکہا تعطیل الکل من النہر یہ قول فقہا کا کہ وقف کرنے والے کی شرط شارع کی نص کے مانند ہے یعنی مفہوم اور دلالت اور وجوب عمل میں تو صاحب خدمت پر اپنے وظیفہ کی خدمت کرنا یا وظیفہ چھوڑنا اس شخص کے واسطے جو خدمت مذکورہ ادا کرتا ہو اور اگر باوجود عدم کارگزاری کے وجہ مقرری کو لیگا تو گنہگار ہوگا علی الخصوص اس خدمت میں جس کے ترک سے تعطیل لازم آوے چنانچہ تدریس مدرس کی یہ سب فروع مذکورہ نہر الفائق سے منقول ہیں م فتاوی خیریہ میں ہے کہ واقف کی عبارت اگر من قبیل مفسر ہے جو محتمل تخصیص اور تاویل نہیں تو اس پر عمل کیا جائے گا اور جو من قبیل

Marfat.com

ظاہر ہے تو اُس کا بھی یہی حکم ہے اور اگر محتمل ہے لیکن اس میں قرینہ ہے تو اُس پر بھی عمل ہوگا اور اگر مشترک اور مجمل ہے تو عمل نہ ہوگا لیکن اگر واقف زندہ ہوگا تو اس سے دریافت کیا جائے گا وفی الاشباہ المحاکمۃ فی الاوقاف لما شبہ الاجرۃ ای فی ضمن المباشرۃ والحل للاغنیاء وشبہ الصلۃ ملومات اوعزل لا یسترد العجلۃ وشبہ الصدقۃ لتصحیح اصل الوقف فانہ لایصح علی الاغنیاء ابتداء وتمامہ فیہا اور اشباہ میں ہے کہ وظیفہ مرتبہ اوقاف میں اجرت کے مشابہ ہے ہنگام خدمت گذاری میں اور اغنیاء کے واسطے حلال ہونے میں اور مشابہ ہے صلہ اور عطا کے تو اگر صاحب خدمت مثلاً امام یا مدرس مرجائے یا معزول ہو تو جو پیشگی لے چکا وہ نہ پھیر لیا جائے گا اور مشابہ ہے کہ صدقہ کے واسطے صحیح ہونے اصل وقف کے اس واسطے کہ وقف صحیح نہیں مالداروں پر باعتبار ابتداء کے اور پورا بیان اس کا اس میں ہے م جاگیر عطا کے مانند ہے یعنی جو دفتر میں مقاتلین اور غیر مقاتلین کے نام پر ثابت ہے لیکن عطا سالیانہ ہے اور جاگیر ماہیانہ مگر یہاں جاگیر سے وہ مراد ہے جو واقف کی جانب سے مرتب ہو کذا فی الطحطاوی یکرہ اعطاء نصاب الفقیر من وقف الفقراء الا اذا وقف علی فقراء قرابتہ اختیار ومنہ یعلم حکم المرتب الکثیر من وقف الفقراء لبعض العلماء والفقراء یلیحفظ مکروہ ہے بقدر نصاب کے فقیروں کو دینا فقراء کے وقف سے مگر جب کہ واقف نے اپنے قرابتی فقیروں پر وقف کیا تو بقدر نصاب دینا مکروہ نہیں کذا فی الاختیار اور اسی سے معلوم ہو گیا حکم مرتب کثیر کا فقراء کے وقف سے بعضے محتاج علماء کے واسطے تو اُس کو یاد رکھنا چاہیے یعنی فقیروں کے وقف سے بقدر نصاب یا زیادہ محتاج عالم کو دینا جائز نہیں اس واسطے کہ وقف صدقہ ہے تو مشابہ زکوۃ ہوا لیس للقاضی ان یقرر وظیفۃ فی الوقف لغیر شرط الواقف ولا یحل للمقرر الاخذ الا النظر علی الواقف باجر مثلہ قنیہ یہ قاضی کو جائز نہیں کہ کسی کے واسطے وظیفہ مقرر کرے وقف میں بدون شرط واقف کے اور جس کے واسطے قاضی نے مقرر کر دیا اُس کو لینا حلال نہیں مگر نظارت وقف کی بعوض اجرۃ مثل کے قاضی کو جائز ہے کذا فی التتارخانیہ م یہ اُس وقت ہے جب ضرورت نہ ہو اور اگر ضرورت داعی ہو اور مصلحت مقتضی ہو تو قاضی کے پاس مرافعہ کیا جائے اور ضرورت ثابت کی جائے تو قاضی اُس کو مقرر کرے جو اُس کی اصلاح کرے اور اُس کے واسطے اجرت مثل معین کر دے یا متولی کو قاضی اجازت اس کی دے کذا فی الطحطاوی عن الولوالجیۃ یجوز الزیادۃ من القاضی علی معلوم الامام ان کان لا یکفیہ وکان عالما تقیا ثم قال بعد ورقتین والخطیب ملحق بالامام بل ہو امام الجمعۃ قلت واعتمدہ فی المنظومۃ المحبیۃ قاضی کو جائز ہے زیادہ کرنا امام کی وجہ مقرری پر جب کہ اس کو کفایت نہ کرتی ہو اور وہ عالم متقی ہو پھر صاحب اشباہ نے کہا دو ورق کے بعد اور خطیب امام کے ساتھ ملحق ہے بلکہ خطیب خود امام الجمعہ ہے میں کہتا ہوں اور اسی روایت پر اعتماد کیا ہے منظومہ محبیہ میں ونقل عن المبسوط ان السلطان یجوز لہ مخالفۃ الشرط اذا کان غالب جہات الوقف قری ومزارع فیعمل بامرہ وان غایر شرط الواقف لان اصلہا لبیت المال اور منظومہ محبیہ کے مصنف نے خواہرزادہ کی مبسوط سے نقل کیا ہے کہ البتہ بادشاہ کو مخالفت شرط کی جائز ہے جب کہ اکثر جہات وقف کی دیہات اور اراضی زراعت کی ہو تو اُس کے حکم کے موافق عمل کیا جائے اگرچہ واقف کی شرط کے مغائر ہو اس واسطے کہ دیہات اور اراضی کی اصل بیت المال کی مملوک ہے یصح تعلیق التقریر فی الوظائف فلو قال القاضی ان مات فلان او شغرت وظیفۃ کذا فقد قررتک فیہا صحیح وظائف میں مقرر کرنے کی تعلیق صحیح ہے تو اگر قاضی کہے کہ اگر فلانا شخص مرجائے یا فلانا وظیفہ خالی ہو تو میں نے تجھ کو اس میں مقرر کیا تو یہ تعلیق صحیح ہے لیس للقاضی عزل الناظر بمجرد شکایۃ المستحقین حتی یثبتوا علیہ خیانۃ وکذا الوصی جائز نہیں قاضی کو معزول کرنا متولیہ کا بمجرد شکایت مستحقین کے یہاں تک کہ اُس پر خیانت ثابت کریں اور اسی طرح وصی کو معزول کرنا بدون اثبات خیانت جائز نہیں الناظر اذا اجر انسانا فہرب ومال الوقف علیہ فلم یضمن بخلاف ما اذا فرط فی خشب الوقف حتی ضاع ضمن ناظر نے جب کہ اجارہ دیا کسی آدمی کو سو وہ بھاگ گیا اور حالانکہ اُس پر وقف کا مال ہے تو ناظر پر ضمان نہیں بخلاف اُس کے کہ جب کہ ناظر نے وقف کی لکڑی کی محافظت اور خبرگیری نہ کی یہاں تک کہ وہ ضائع ہوئی تو اُس پر ضمان لازم ہے م اور یہی حکم ہے مسجد کے فرش کا جب کہ نہ جھاڑا گیا اور دیمک اُس کو کھا گئی یا کتب موقوفہ کے داروغہ نے خبرگیری نہ کی یہاں تک کہ دیمک کھا گئی تو اُس پر ضمان ہے اگر اُس کی کچھ اجرت معین ہو کذا فی

Marfat.com

العینیۃ لا یجوز الاستدانۃ علی الوقف الا اذا احتیج الیہا لمصلحۃ الوقف کتعمیر وشراء بذر فیجوز بشرطین الاول اذن القاضی فلو بعد منہ یستدین بنفسہ الثانی ان لا یمکن اجارۃ العین والصرف من اجرتہا والاستدانۃ القرض او الشراء نسیئۃ جائز نہیں استدانت یعنی دین کرنا وقف پر مگر جب اس کی حاجت ہو وقف کی مصلحت کے واسطے چنانچہ مرمت کرنا یا زمین وقف کے واسطے بیج مول لینا تو استدانت جائز ہے دو شرطوں سے شرط اول اذن قاضی ہے سو اگر ناظر وقف دور ہو قاضی سے تو خود بلا اذن قاضی استدانت کرے دوسری شرط یہ ہے کہ عین وقف کا اجارہ دینا اور اس کی اجرت سے صرف کرنا ممکن نہ ہو اور یہاں استدانت سے مراد قرض ہے یا ادھار خرید کرنا م حلبی نے کہا صواب یہ ہے کہ شارح بجائے قرض استقراض کہتا اس واسطے کہ قرض عبارت ہے قرض دینے سے اور استقراض قرض لینے سے وہل للمتولی شراء متاع فوق قیمتہ ثم بیعہ للعمارۃ ویکون الربح علی الوقف الجواب نعم کیا متولی کو جائز ہے خرید کرنا متاع کا اس کی قیمت سے زیادہ کر کے پھر اس کا بیچنا عمارت کے واسطے اور مقدار زیادت کو وقف پر ڈالنا جواب اس کا یہ ہے کہ ہاں متولی کو جائز ہے م طحطاوی نے کہا منشاء اس جواب کا عدم اطلاع حکم سابقین ہے اس واسطے کہ تاتارخانیہ اور قنیہ میں ابو یوسف سے یوں منقول ہے کہ زیادتی قیمت کو متولی وقف سے نہ دے بلکہ اپنے مال سے دے اسی پر فتوی ہے اقر بارض فی ید غیرہ انہا وقف وکذبہ ثم ملکہا صارت وقفا زمین مقبوضہ غیر میں ایک شخص نے اقرار کیا کہ یہ وقف کی زمین ہے اور قابض نے اس کی تکذیب کی پھر کسی وجہ سے مقر اس زمین کا مالک ہوا تو وہ زمین وقف ہو جاوے گی تعمل بالمصادقۃ علی الاستحقاق وان خالفت کتاب الوقف لکن فی حق المقر خاصۃ فلو اقر المشروط لہ الربع او النظر انہ یستحقہ فلان دونہ صح ولو جعلہ لغیرہ لا ویجبر آخر الاقرار عمل کیا جائے گا باہم تصدیق کے بموجب مستحق ہونے پر اگرچہ یہ مصادقت وثیقہ کے مخالف ہو لیکن یہ عمل فقط مقر کے حق میں مخصوص ہوگا سو اگر اس شخص نے جس کے واسطے وقف کی آمدنی یا تولیت مشروط ہے اقرار کیا کہ اس آمدنی یا تولیت کا فلانا شخص مستحق ہے نہ میں تو یہ صحیح ہے اور اگر موقوف علیہ اپنا حصہ غیر کے واسطے مقرر کرے گا تو صحیح نہ ہوگا اور آگے کتاب الاقرار کے اخیر میں یہ مسئلہ آوے گا م اقرار موقوف علیہ کا مخالف وثیقہ وقف کے اس احتمال سے صحیح ہوا کہ شائد واقف نے مقر کے بعد غیر شخص کے واسطے معین کر دیا ہو اور غیر کو اپنا حصہ دینا صحیح اس واسطے نہ ہوا کہ استحقاق مشروط ارث کے مانند ساقط کرنے سے ساقط نہیں ہوتا ولا یکفی صرف الناظر لثبوت استحقاقہ بل لا بد من اثبات نسبہ ویجیء فی باب دعوی ثبوت النسب اور کفایت نہیں کرتا صرف کرنا متولی کا واسطے ثابت ہونے استحقاق مستحق کے بلکہ ضرور ہے اس کی نسب کے اثبات سے اور دعوی النسب کے باب میں آگے آوے گا م صرف کرنا متولی کا بسبب احتمال خطا ثبت استحقاق نہیں متی ذکر الواقف شرطین متعارضین یعمل بالمتاخر منہما عندنا لانہ ناسخ للاول جب واقف نے دو شرطیں متعارض ذکر کیں تو شرط متاخر پر عمل ہوگا ہمارے نزدیک اس واسطے کہ متاخر اول شرط کی ناسخ ہے م شرطین متعارضین چنانچہ واقف نے اول استبدال وقف کو ذکر کیا پھر منع کر دیا الوصف بعد الجمل یرجع الی الاخیر عندنا والی الجمیع عند الشافعیۃ لو بالواو ولو ثم فالی الاخیر اتفاقا الکل من وقف الاشباہ وتمامہ فی القاعدۃ التاسعۃ صفت بعد تمام معطوفات کے راجع ہوتی ہے اخیر معطوف کی طرف ہمارے نزدیک اور سب معطوفات کی طرف راجع ہوتی ہے شافعیوں کے نزدیک اگر عطف بحرف واو ہو اور اگر عطف بحرف ثم ہو تو اخیر معطوف کی طرف باتفاق حنفیہ اور شافعیہ راجع ہوتی ہے یہ سب مسائل سابقہ مذکورہ اشباہ کے کتاب الوقف سے منقول ہیں اور پورا بیان اس کا اشباہ کے نویں قاعدہ میں ہے م یعنی اگر واقف نے یوں کہا کہ وقفت[1] علی اولادی واولاد اولادی واولاد اولاد اولادی الذکور تو ہمارے نزدیک ذکور صفت ہے بطن ثالث کی نہ بطن اول اور ثانی کی بخلاف شافعیہ کے من وقف حال صحتہ وقال علی الفریضۃ الشرعیۃ قسم علی ذکورہم واناثہم بالسویۃ ہو المختار المنقول عن الاخیار کما حققہ مفتی دمشق یحیی بن النقار فی الرسالۃ المرضیۃ علی الفریضۃ الشرعیۃ ونحوہ فی فتاوی المصنف جس شخص نے وقف کیا اپنی اولاد پر اپنی صحت میں اور یوں کہا کہ میں نے وقف کیا بموجب فریضہ

[1] میں نے وقف کیا اپنی اولاد پر اور اولاد کی اولاد پر اور اولاد کی اولاد کی اولادوں پر ۱۲۔

Marfat.com

شرعیہ کے تو وارثوں کے ذکور اور اناث پر تقسیم ہوگی یہی قول مختار علماء اخیار سے منقول ہے چنانچہ اس کو بہ تحقیق بیان کیا ہے مفتی دمشق یحییٰ بن منقار نے رسالہ مرضیہ علی الفریضۃ الشرعیۃ میں اور اسی کے مانند ہے مصنف کے فتاوی میں ہم لطحطاوی نے کہا کہ فریضہ شرعیہ سے شاید اس واسطے تساوی ذکور اور اناث کی ثابت ہوئی کہ بسبب فرض کے بین المتساویین فی الدرجۃ والقوۃ کے ارث برابر ہوتی ہے چنانچہ اولاد مادری میں اور تفاوت بین الابن والبنت تو بسبب عصوبت کے ہے نہ لواسطے فرض کے واللہ اعلم وفیہا تثبت بطریق شرعی وقفیۃ مکان وجب نقض البیع ولا اثم علی البائع مع عدم علمہ وللمتولی اجر مثلہ ولو بنی المشتری او غرس فذلک لہا فیسلک معہما ما انفع للوقف اور فتاوی مصنف میں ہے جب کہ بطریق شرعی ثابت ہو وقف ہونا مکان کا تو اس کی بیع کو توڑنا واجب ہے اور کچھ گناہ نہیں اس کے بائع پر اس کی نادانستگی کے ساتھ اور متولی کو اجرت مثل ہے مشتری سے اور اگر مشتری نے زمین وقف میں عمارت بنائی یا درخت لگایا تو وہ عمارت اور درخت بانی اور غارس کا ہے تو عمارت اور درخت کے ساتھ دہ کنا چاہیے جو انفع تر ہو وقف کے واسطے یعنی اگر عمارت اور درخت کے واسطے نافع ہو تو متولی اس کا متصرف ہو اور اگر مشتری کے اجارہ میں رکھنا نافع ہو تو اس کے پاس رکھے وفی البزازیۃ مغربا للجامع انما یرجع بقیمۃ البناء لبعد نقضہ ان سلمہ المشتری للبائع وان امسکہ لم یرجع بشیء بخلاف ما لو استحق المبیع اور بزازیہ میں ہے جامع سے کہ رجوع کرنا بقیمت عمارت تو بعد شکستگی عمارت کے ہے یعنی بنا منقوض کی قیمت معتبر ہے نہ بنا قائم کی اگر مشتری نے اس کو بائع کے تسلیم کر دیا ہو اور اپنے پاس رکھا ہو تو مشتری کچھ نہ پاوے گا بخلاف اس کے وہ ہے اگر بیع میں استحقاق ملک غیر ثابت ہو یعنی وہاں مشتری بنا قائم کی قیمت لے گا نہ بنا منقوض کی لو انقطع بثبوتہ فما کان فی دواوین القضاۃ اتبع والا فمن برہن علی شیء حکم لہ بہ والا صرف للفقراء مالم یظہر وجہ بطلانہ بوجہ شرعی فیعود للملک واقفہ لو وارثہ او لبیت المال اگر منقطع ہو ثبوت اس کا یعنی مصرف وقف کا معلوم نہ بسبب تقادم زمان کے سو جو مصرف قاضیوں کے دفاتر میں مرقوم ہو تو اس کی پیروی کرنا چاہیے اور اگر وہاں نہ ہو سو جو شخص کہ کسی چیز کو بگواہی ثابت کرے تو اس کا حکم کیا جائے اور اگر گواہی بھی نہ ہو تو فقیروں پر صرف کیا جائے جب تک کہ وجہ بطلان وقف فقرا بوجہ شرعی نہ ظاہر ہو اور اگر بطلان وقف فقرا ظاہر ہو اس طرح پر کہ اس کے واقف نے اس کو اغنیاء پر وقف کیا تو وقف مذکور واقف کی ملک میں پھر آوے گا اگر وہ زندہ ہے یا اس کے وارث کی ملک میں اگر واقف مر گیا ہو یا بیت المال کی ملک میں عود کرے گا اگر واقف اور وارث کوئی نہ ہو ولو وقفہ السلطان عاما جاز ولو لجہۃ خاصۃ فظاہر کلامہم لا یصح اور اگر وقف کیا بادشاہ نے علی العموم تو جائز ہے اور اگر جہت خاص کے واسطے وقف کیا چنانچہ ایک شخص کی اولاد پر وقف کیا تو ظاہر کلام فقہا یہ ہے کہ یہ وقف خاص نہیں ہم یعنی سلطان کا وقف بیت المال سے عام صحیح ہے نہ خاص اس واسطے کہ خصوصیت میں بقیہ مسلمین کی حق تلفی ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ لو شہد المتولی مع آخر لوقف مکان کذا علی المسجد فظاہر کلامہم قبولہا اگر گواہی دی متولی نے دوسرے گواہ کے ساتھ فلانے مکان کے وقف ہونے کی مسجد پر تو ظاہر کلام علما قبول شہادت پر دلالت کرتا ہے لا تلزم المحاسبۃ فی کل عام ویکتفی القاضی منہ بالاجمال لو معروفا بالامانۃ ولو متہما یجبرہ علی التعیین شیاء فشیاء ولا یحبسہ بل یہدده ولو اتہم یحالفہ قینیۃ قلت وقدمنا فی الشرکۃ ان الشریک والمضارب والوصی والمتولی لا یلزم بالتفصیل وان غرض قضاتنا لیس الا الوصول لصحت المحصول لازم نہیں محاسبہ متولی کا ہر سال اور قاضی متولی کو محاسبہ اجمالی پر کفایت کرے اگر وہ امانت میں مشہور ہے اور اگر متہم بخیانت ہو تو اس پر جبر کرے تعیین مصارف پر اندک اندک اور اس کو قید نہ کرے بلکہ اس کو دھمکا دے اور اگر اس کو متہم پاوے تو قسم کھلا دے کذا فی القنیۃ میں کہتا ہوں اور ہم نے کتاب الشرکۃ میں مقدم ذکر کیا ہے کہ شریک اور مضارب اور وصی اور متولی کو حساب دینا بتفصیل لازم نہیں اور ہمارے زمانے کے قاضیوں کو حساب لینے سے کچھ غرض نہیں سوائے حاصل کرنے حرام مال کے لو ادعی المتولی الدفع قبل قولہ بلا یمین لکن افتی الملا ابو السعود انہ ان ادعی الدفع من غلۃ الوقف فی وقفہ کاولادہ واولاد اولاد قبل قولہ وان ادعی الدفع الی الامام الجامع والبواب ونحوہما لا یقبل قولہ کما لو استاجر شخصا للبناء فی الجامع باجرۃ معلومۃ ثم ادعی تسلیم الاجرۃ لم یقبل قولہ قال المصنف ہو تفصیل فی غایۃ الحسن فیعول علیہ واعتمدہ ابنہ فی حاشیۃ الاشباہ اگر متولی نے حقدار کو

Marfat.com

حق دینے کا دعوی کیا تو اس کا قول بدون قسم کے مقبول ہوگا لیکن مفتی ملا ابوسعود نے فتوی دیا ہے اس کا کہ اگر متولی نے دعوی کیا حق دینے کا علیہ وقف دینے سے اپنے وقف میں چنانچہ اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کو تو اس کا قول مقبول ہے اور اگر اُس نے جامع مسجد کے امام یا دربان اور مانند اُن کے اہل خدمات کے دینے کا دعوی کیا تو اس کا قول مقبول نہ ہوگا چنانچہ اگر ایک شخص کو مزدوری لگایا جامع مسجد کی تعمیر کے واسطے بعوض اجرت مقرری کے پھر دعوی کیا تسلیم اجرت کا تو اس کا قول مقبول نہیں مصنف نے اپنے فتاوی میں کہا کہ یہ تفصیل مفتی مرحوم کی نہایت خوبی میں ہے تو اسی پر عمل کرنا چاہیے اور اسی پر مصنف کے بیٹے نے حاشیہ اشباہ میں اعتبار کیا ہے قلت وسیجئ فی العاریۃ معزیا لاخی زادہ لو اجر القیم ثم عزل فقبض الاجرۃ المنصوب فی الاصح میں کہتا ہوں اور آگے آوے گا کتاب العاریۃ میں بنقل قول اخی زادہ کہ اگر متولی نے مکان وقف اجارہ دیا پھر وہ متولی معزول ہوا تو اجرت لینا متولی منصوب کا حق ہے قول اصح میں اس واسطے کہ متولی سابق کا اجارہ دینا وقف کے واسطے تھا نہ اپنی ذات کے واسطے وہل یملک المعزول مصادقۃ المستاجر علی التعمیر قیل نعم قال المصنف والذی ترجح عندی لا اور کیا متولی معزول مالک ہے تصدیق مستاجر کا مرمت پر بعضوں نے کہا ہاں مالک ہے مصنف نے کہا اور جو قول میرے نزدیک راجح ہے وہ عدم ملک مصادقت ہے یعنی اگر متولی معزول کہے کہ میں نے مستاجر کو مرمت کرنے کا اور صرف مجرا دینے کا اذن دیا تھا تو اس میں اختلاف ہے علماء کا لیس للمتولی اخذ زیادۃ علی ما قدر لہ الواقف اصلا جائز نہیں متولی کو زیادہ لینا اس پر جو اس کے واسطے واقف نے مقرر کر دیا مطلقا خواہ اجرت مثل کے برابر ہو یا نہ ہو کذا فی الطحطاوی ویجب صرف جمیع ما یحصل من نماء وعوائد شرعیۃ وعرفیۃ لمصارف الوقف الشرعیۃ اور جو بڑھوتی اور فوائد شرعی اور عرفی حاصل ہوں اُن سب کا وقف کے مصارف شرعیہ میں صرف کرنا واجب ہے م یہ اُس صورت میں ہے کہ جب متولی کی اجرت نہ مقرر ہوئی ہو والا عوائد قدیمہ معہودہ کا متولی کو لینا جائز ہے اس واسطے کہ معہود کالمشروط ہے کذا فی الطحطاوی ویجب علی الحاکم امر المرتشی برد الرشوۃ علی الراشی غیب الدعوی الشرعیۃ الکل من فتاوی المصنف قلت لکن سیجئ فی الوصایا وم ایضا ان للمتولی اجر مثل عملہ فتنبہ اور واجب ہے حاکم پر رشوت لینے والے پر حکم کرنا رشوت پھیر دینے کا رشوت پھیر دینے والے کو بعد دعوی شرعی کے یہ سب مسائل سابقہ فتاوی مصنف سے منقول ہیں میں کہتا ہوں لیکن کتاب الوصایا میں آوے گا اور مذکور ہو چکا ہے کہ متولی کو اپنے عمل کی اجرت مثل جائز ہے تو آگاہ ہو جاؤ طحطاوی نے کہا یہ شارح نے استدراک کیا اُس قول کا کہ متولی کو وظیفہ واقف سے زیادہ لینا جائز نہیں اور حالانکہ بین القولین کچھ منافات نہیں اس واسطے کہ عدم جواز در صورت مقرر کر دینے واقف کے ہے اور جواز اجرت مثل اس صورت میں ہے جب کہ قاضی نے متولی کو مقرر کیا ہو چنانچہ بحر الرائق میں مفصلا مذکور ہے لو وقف لفقراء قرابتہ لم یستحق مدعیہا ولو ولیا لصغیر الابنیۃ علی فقرہ وقرابتہ مع بیان جہتہا فاذا قضی لہ استحقہ من حین الوقف علیہ فتاوی ابن نجیم اگر واقف نے وقف کیا اپنے قرابت والے محتاجوں پر تو قرابت کا مدعی مستحق وقف نہ ہوگا اگرچہ مدعی صغیر کا ولی ہو بدون گواہی کے اپنی محتاجی اور قرابت پر جہت قرابت کے بیان کے ساتھ پھر جب قاضی کا حکم ہوگا اُس کے استحقاق[1] پر تو وہ مستحق ہوگا وقف کا وقف کرنے کے وقت سے کذا فی فتاوی ابن نجیم وفیہا سئل عمن شرط السکنی لزوجتہ فلانۃ بعد وفاتہ مادامت غربا فمات وتزوجت وطلقت ہل ینقطع حقہا بالتزوج اجاب نعم قلت وکذا لو وقف علی امہات اولادہ الامن تزوج ادعلی بنی فلان الامن خرج من ہذہ البلدۃ فخرج بعضہم ثم عاد وعلی بنی فلان ممن یتعلم العلم فترک بعضہم ثم اشتغل بہ فلا شئ لہ الا ان شرط انہ لو عاد فلہ فلیحفظ خزانۃ المفتیین اور فتاوی ابن نجیم میں ہے کہ سوال ہوا اُس شخص کا حکم جس نے سکونت مکان کی شرط کی اپنی فلانی زوجہ پر بعد اپنی وفات کے جب تک کہ وہ مجرد بلا نکاح رہے پھر وہ مر گیا اور زوجہ نے دوسرے سے نکاح کیا اور مطلقہ ہوئی کیا منقطع ہو جائے گا اُس کا حق نکاح کرنے سے جواب دیا کہ ہاں نکاح کرنے سے حق سکونت منقطع ہو جائے گا میں کہتا ہوں اور یہی حکم ہے اپنی

[1] بہتر یوں تھا کہ مترجم اول یوں کہتا اُس کی قرابت کے ثبوت پر ۱۲۔

Marfat.com

امہات اولاد پر وقف کرنے کا مگر جو ام ولد کہ نکاح کرے اس کے واسطے حق سکونت نہیں یا وقف کیا فلانے کی اولاد پر مگر اس پر جو نکل گیا اس شہر سے سو کوئی ان میں سے شہر سے نکلا پھر پلٹ آیا یا وقف کیا فلانے کی اولاد پر جو ان میں سے علم حاصل کرے سو اُن میں سے کسی نے علم سیکھنا ترک کیا بعد اس کے پھر تحصیل علم میں مشغول ہو گیا تو اس کے واسطے مال وقف سے کچھ نہیں مگر یہ کہ واقف نے یہ شرط کی، ہو کہ اگر شرط مخصوص کی طرف پھر عود کرے گا تو وہ مستحق ہو گا تو اس شرط سے البتہ حق دار ہو گا سو اس کو یاد رکھنا چاہیے کذا فی خزانۃ المفتیین وفی الوہبانیۃ قضی بدخول ولد البنت بعد مضی سنین فلہ غلۃ الآتی لا الماضی لو مستہلکۃ اور وہبانیہ میں ہے قاضی کا حکم ہوا ناتی کے داخل ہونے کا بعد گذرنے چند سال کے تو اُس کو آئندہ کا غلہ ملے گا نہ گذشتہ اگر غلہ صرف ہو گیا ہو م یعنی اگر غلہ موجود ہو گا تو ایام گذشتہ کا بھی ملے گا اور نہیں تو آئندہ ملے گا نہ گذشتہ وقف علی بنیہ ولہ ولد واحد فلہ النصف والباقی للفقراء ایک شخص نے وقف کیا اپنے بیٹوں پر اور اس کا ایک ہی بیٹا ہے تو اس کو نصف ملے گا اور باقی فقیروں کے واسطے ہے یعنی اس واسطے کہ لفظ بنین جمع ہے اور اقل جمع وقف اور وصیت میں دو ہیں لہٰذا بالمناصفہ ہو گیا کذا فی الحلبی وعلی ولدہ لا الکل لانہ مفرد مضاف نعم اور وقف کیا اپنے ولد پر اور اُس کا ایک ہی بیٹا ہے تو اس کو کل ملے گا اس واسطے کہ لفظ ولد کا مفرد مضاف ہے تو عام ہو گا للمتولی الاقالۃ لو خیرا متولی کو اجارہ توڑنا جائز ہے اگر وقف کے واسطے بہتر ہے م اقالۂ اجارہ اس وقت جائز ہے جب کہ اس نے خود اجارہ دیا ہو نہ دوسرے متولی نے کذا فی الصیرفیۃ اور محل جواز اقالہ اس وقت تک ہے جب تک اجرت کو اس نے نہ لیا ہو اور اگر اجرت لی تو اقالہ جائز نہیں کذا فی الاشباہ اجر لعرض معین صح وخصاہ بالنقود متولی نے وقف کو اجارہ دیا معین اسباب کی عوض تو صحیح ہے اور صاحبین نے اجارہ وقف کو نقود کے ساتھ مخصوص کیا ہے للمستاجر غرس الشجر بلا اذن الناظر اذا لم یضر بالارض ولیس لہ الحفر الا باذنہ دیا اذن لو خیر الا لا مستاجر وقف کو جائز ہے درخت کا لگانا بدون اذن متولی کے جب کہ درخت لگانا زمین کو ضرر نہ کرے اور اُس کو حوض وغیرہ کھودنا جائز نہیں مگر اذن سے اور متولی کھودنے کا اذن دے اگر وقف کے واسطے بہتر ہو والا اذن نہ دے وما بناہ مستاجر او غرسہ فلہ مالم ینوہ للوقف والمتولی بناءہ وغرسہ للوقف مالم یشہد انہ لنفسہ قبلہ اور مستاجر جو عمارت بنا دے یا درخت لگائے وہ اُسی کا مملوک ہے جب تک اس نے وقف کے واسطے اُس کی نیت نہ کی ہو اور متولی کا عمارت بنانا اور درخت لگانا وقف ہی کا مملوک ہے جب تک کہ اس نے قبل تعمیر اور درخت لگانے سے اُس پر شاہد نہ کیا ہو کہ تعمیر وغیرہ اپنی ذات کے واسطے ہے ولو اجر لابنہ لم یجز خلافا لہما کعبدہ اتفاقا وہذا لو باشر بنفسہ لو القاضی صح کذا الوصی بخلاف الوکیل اور اگر متولی نے وقف اجارہ دیا اپنے بیٹے کو تو جائز نہیں امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے چنانچہ اپنے غلام کو اجارہ دینا باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہیں اور یہ حکم مذکور اُسوقت ہے جب متولی نے بذات خود اجارہ دیا ہو اگر قاضی متولی کے بیٹے یا غلام کو اجارہ دے گا تو صحیح ہے اور یہی حکم ہے وصی کا کہ اس کی بیع اور اجارہ اپنے فرزند سے صحیح ہے بخلاف وکیل کے کہ اُس کی بیع اور اجارہ اپنے فرزند سے صحیح نہیں وقف علی اصحاب الحدیث لا یدخل فیہ الشافعی افاما لم یکن فی طلب الحدیث ویدخل الحنفی کان فی طلبہ او لا بزازیۃ ای لکونہ یعمل بالمرسل ویقدم خبر الواحد علی القیاس ایک نے وقف کیا اہل حدیث پر تو اس میں شافعی مذہب نہ داخل ہو گا جب کہ وہ علم حدیث نہ پڑھتا ہو اور حنفی مذہب اہل حدیث میں داخل ہو گا خواہ وہ علم حدیث کی طلب میں ہو یا نہ ہو کذا فی البزازیۃ یعنی اس واسطے کہ حنفی مذہب حدیث مرسل پر عمل کرتا ہے اور حدیث واحد یعنی جو حدیث متواتر اور مشہور نہ ہو اس کو مقدم کرتا ہے قیاس پر بخلاف شافعی المذہب کے کہ وہ حدیث مرسل پر عمل نہیں کرتا اور قیاس کو احادیث احاد پر مقدم رکھتا ہے م حدیث مرسل وہ ہے جسمیں صحابی مذکور نہ ہو تابعی یوں کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا خلاصہ یہ ہے کہ جب حنفی کے نزدیک حدیث مرسل پر عمل لازم ہوا اور بمقابلہ احادیث احاد قیاس متروک ہوا تو حنفی کو اہل حدیث کہنا لیق ہوا طحطاوی نے کہا ظاہر اخل اس مسئلہ کا وہ ہے جب واقف کو تخصیص محدثین

Marfat.com

کی نیت نہ ہو والا بلاشک اہل استحقاق محدثین ہی ہوں گے نہ فقہا اس واسطے کہ واقف کی مراد معلوم ہوگئی اور درصورت عدم نیت واقف گفتگو کا مقام ہے کہ چاروں مذہب والے اہل حدیث ہیں بایں معنی کہ ان کے اماموں نے موافق اپنے شروط کے حدیث پر عمل کرنا واجب جانا ہے اور حنفی کا عمل کرنا مرسل پر اور خبر واحد کو قیاس پر مقدم کرنا اس کی تخصیص کا مقتضی نہیں انتہی وجاز علی القبور والاکفان لاعلی الصوفیۃ والعمیان ہوالاصح اور وقف جائز ہے قبروں اور کفنوں پر نہ صوفیوں اور اندھوں پر یہی قول صحیح تر ہے م بحرالرائق میں ہے کہ وقف میں یہ شرط کرنا کہ اُس کی قبر کے نزدیک قرآن پڑھا جائے باطل ہے لیکن فتوی محمد کے قول پر ہے کہ قرات عند القبر مکروہ نہیں اور صوفیوں پر وقف اس وقت جائز نہیں جب کہ وہ طریقہ ناپسندیدہ خلاف شرع پر ہوں اس واسطے کہ اس وقت میں وقف کرنا اُن پر قربت نہیں اور اگر صوفیہ طریقہ حمیدہ پر ہوں تو وقف صحیح ہے اور اسی پر محمول ہے جواز وقف جو شمس الائمہ سے منقول ہے اور اندھوں پر اس واسطے وقف جائز نہیں کہ اندھے غنی بھی ہوتے ہیں اور محتاج بھی اور اسی طرح کانے اور لنگڑے بھی کذا فی الطحطاوی ولو شرط النظر للارشد فالارشد من اولادہ فاستویا اشترکا بہ افتی الملا ابوالسعود ومعلا بان افعل التفضیل تنتظم الواحد والمتعدد وہو الظاہر اور اگر واقف نے اپنی اولاد میں سے تولیت شرط کی ارشد کے واسطے یعنی جو زیادہ تر ہوشیار ہو وہ درجہ بدرجہ متولی وقف رہے سو دو فرزند اُس کے برابر ٹھہرے ہوشیار میں تو دونوں تولیت میں شریک ہوں گے اسی کا فتوی دیا ہے ملا ابوسعود نے یوں استدلال کر کے کہ افضل التفضیل کا صیغہ واحد اور متعدد کو شامل ہوتا ہے اور یہی قول ظاہر ہے وفی النہر عن الاسعاف شرط لافضل اولادہ فاستویا فلاسہم ولواحدہما اورع والاخر اعلم بامور الوقف فہو اولی اذا امن خیانۃ جوہرہ اور نہر الفائق میں اسعاف سے منقول ہے کہ واقف نے تولیت شرط کی اپنی افضل اولاد کے واسطے سو اُس کی اولاد میں سے دو شخص برابر ٹھہرے تو تولیت زیادہ ترعمر والے کو ملے گی اور ایک فرزند زیادہ پرہیزگار ہو اور دوسرا زیادہ تر دانا ہو امور وقف کا تو دانا تر بہتر ہے بشرطیکہ اُس کی خیانت کا خوف نہ ہو انتہی نقل النہر عن الجوہرۃ م یہ استدراک ہے قول سابق پر تو اشتراک تولیت اس وقت ہوگا جب دونوں عمر میں برابر ہوں اور نہر الفائق کے ایک نسخہ میں مترجم نے جو دیکھا تو اولویت عالم کی روایت ظہیریہ کی طرف منسوب پائی نہ جوہرہ کی طرف واللہ اعلم وکذا لو شرط لارشدہم کما فی النفع الوسائل اور اسی طرح افضل کی شرط کی مانند ہے اگر واقف نے ارشد اولاد کے واسطے تولیت شرط کی کما فی النفع الوسائل یعنی جو اشتراط افضل میں کلام ہے وہی اشتراط ارشد میں کذا فی الطحطاوی ولو ضم القاضی للقیم ثقۃ اوی ناظر حسبۃ ہل للاصیل ان یستقل بالتصرف لم ارہ افتی الشیخ الخ انہ ان ضم الیہ بخیانتہ لم یستقل والا فلہ ذلک وہو حسن نہر اور اگر قاضی نے متولی کے ساتھ دوسرے شخص معتمد کو ملایا یعنی ناظر بلا اجرت کو تو متولی اصیل کو تصرف وقف میں کرنا بالاستقلال جائز ہے یا نہیں میں نے اُس کو مصرح نہیں دیکھا اور میرے استاد بھائی یعنی صاحب بحرالرائق نے فتوی دیا کہ اگر قاضی نے متولی کے ساتھ دوسرا ناظر اس کی خیانت کے سبب سے ملایا تو اصیل مستقل نہ ہوگا اور نہیں تو اس کو استقلال بالتصرف جائز ہے اور یہ فتوی خوب ہے کذا فی النہر م نصب متولی اور ناظر اور وصی ہر قاضی کو جائز نہیں بلکہ یہ عہدہ قاضی القضاۃ کا ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وفی فتاوی مویدزادہ مغربا للخانیۃ وغیرہا لیس للمشرف التصرف بل الحفظ اور فتاوی مؤیدزادہ میں منقول ہے خانیہ وغیرہ سے کہ مشرف کو وقف میں تصرف کرنا جائز نہیں بلکہ اس کا عہدہ حفاظت کا ہے لیس للمتولی ان یستدین علی الوقف للعمارۃ الا باذن القاضی متولی کو وقف کے اوپر ادھار کرنا عمارت کے واسطے جائز نہیں مگر قاضی کے اذن سے مات المتولی والجباۃ یدعون تسلیم الغلۃ الیہ فی حیاتہ ولا بینۃ لہم صدقوا بیمینہم لانکارہم الضمان متولی مرگیا اور تحصیلدار دعوی کرتے ہیں کہ ہم نے غلہ اراضی کا متولی کو تسلیم کیا اُس کی زندگی میں اور اُن کا کوئی گواہ نہیں تو اُن کی تصدیق ہوگی اُن کی قسم کے ساتھ بسبب اُن کے منکر ہونے ضمان کے لایجوز

Marfat.com

الرجوع عن الوقف اذا کان مسجلاً لکن یجوز الرجوع عن الموقوف علیہ المشروط کالموذن والامام والمعلم ان کانوا اصلح انتہی جوہرہ جائز نہیں وقف کرکے پھرنا جب کہ وقف مسجل بحکم قاضی ہوگیا ہو لیکن جس پر مال وقف مشروط ہے چنانچہ موذن اور امام اور معلم کا تغیر کرنا جائز ہے اگرچہ وہ لائق تر ہوں انتہی نقل الفتاوی عن الجوہرۃ م طحطاوی نے کہا شارح کی نقل میں خلل ہے صواب یہ ہے کہ جواز تغیر بشرط عدم صلاحیت ہے کذا فی الدرر المنتقی عن مؤیدزادہ وہکذا فی الخلاصۃ وفی جواہر الفتاوی شرط لنفسہ ما دام حیا ثم لولدہ فلان ما عاش ثم من بعدہ للاعف الارشد من اولادہ فالہا تنصرف للابن لا للواقف لان الکنایۃ تنصرف لاقرب المکنیات بمقتضی الوضع اور جواہر الفتاوی میں ہے واقف نے شرط کی تولیت اپنی ذات کے واسطے جب تک وہ زندہ رہے پھر وہ اپنے فلانے ولد کے واسطے جب تک وہ زندہ رہے پھر بعد اس کے عفیف تر اور ہوشیار تر کے واسطے اُس کی اولاد میں سے تو ضمیر بعدہ اور اولاد کی وقف کی ولد کی طرف پھرے گی نہ واقف کی طرف اس واسطے کہ کنایہ منصرف ہوتا ہے قریب تر ملنے کی طرف بمقتضائے وضع کے م کنایہ سے یہاں مراد ہائے ضمیر ہے اور ضمیر کو کنایہ کہنا یہ اصطلاح کوفی ہے اور مکنی سے مراد ضمیر کا مرجع ہے کذا فی الطحطاوی وکذلک مسائل ثلثۃ وقف علی زید وعمرو ونسلہ فالہاء لعمرو فقط اور اسی طرح مسائل ثلثہ میں اقرب کا اعتبار ہے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ وقف کیا زید اور عمرو اور اس کی نسل پر تو ہائے ضمیر فقط عمرو کی طرف پھرے گی یعنی اس واسطے کہ وہی اقرب ہے نہ زید کی طرف پھرے گی کہ وہ بعید ہے وقفت علی ولدی وولد ولدی الذکور فالذکور راجع لولد الولد فحسب دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ واقف نے کہا کہ میں نے وقف کیا ہے اپنے بیٹے اور بیٹے کے ولد ذکور کی طرف تو صفت ذکور کی پوتے کی طرف راجع ہوگی فقط یعنی اس واسطے کہ ذکور اقرب ہے پوتے سے وعکسہ وقفت علی بنی زید وعمرو لم یدخل بنو عمرو لانہ اقرب الی زید فینصرف الیہ ہذا ہو الصحیح اور بالعکس مسئلہ ثانی کے یہ قول ہے کہ وقف کیا میں نے ابنائے زید اور عمرو پر تو ابنائے عمرو وقف میں نہ داخل ہوں گے اس واسطے کہ فقط ابنی کا زید سے قریب تر ہے تو اسی کی طرف منصرف ہوگا نہ عمرو کی طرف یہی قول صحیح ہے م یہ راجع ہے اصل مسئلہ کی طرف اور قول غیر صحیح کامل الدین کا قول ہے کہ مسئلہ اولی میں ہائے ضمیر واقف کی طرف ہے نہ اُس کے ابن کی طرف کذا فی الطحطاوی وقدمنا ان الوصف بعد متعاطفین للاخر عندنا وفی الزیلعی من باب المحرمات وقولہم ینصرف الشرط الیہما وہو الاصل قلنا ذلک فی الشرط المصرح بہ والاستثناء بمشیۃ اللہ تعالی واما فی الصفۃ المذکورۃ فی آخر الکلام فتنصرف الی ما یلیہ نحو جاء زید وعمرو العالم الخ فلیحفظ اور ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں کہ صفت بعد دو معطوفون کے اخیر معطوف کے واسطے ہوتی ہے ہمارے نزدیک اور زیلعی کے باب المحرمات میں یہ ہے اور فقہا کا یہ قول کہ دونوں معطوفوں کی طرف پھرتی ہے اور یہی اصل ہے ہم کہتے ہیں کہ دونوں معطوفوں کی طرف شرط کا پھرنا شرط مصرح اور استثنا بمشیت اللہ میں ہے اور اس صفت میں جو آخر کلام میں مذکور ہو تو یہ اصل ہے کہ اپنے قریب کی طرف منصرف ہوگی چنانچہ جاء زید وعمرو العالم میں عالم فقط عمرو کی صفت ہے انتہی تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م شرط مصرح کی یہ مثال ہے کہ (زینب[1] طالق وہند ان دخلت الدار) تو دخول دار دونوں کی طلاق کی شرط ہے نہ فقط ہند کی اور استثنا کی یہ مثال ہے کہ (زینب[2] طالق وہند انشاء اللہ) وفی المنظومۃ المحبیۃ ؎ والوصف بعد جمل اذا اتی ؛ یرجع للجمیع فیما ثبتا ؛ عند الامام لشافعی فیما ؛ ان کان ذا العطف بواو واما ؛ ان کان اذا عطفا بثم وقعا الی الاخیر باتفاق رجعا اور منظومہ محبیہ میں ہے اور صفت بعد سب معطوفات کے جب آوے تو جمیع معطوفات کی طرف راجع ہے اس روایت میں جو امام شافعی سے ثابت ہے اگر معطوف بحرف واو ہو اور اگر یہ عطف ثم سے واقع ہو تو باتفاق حنفی اور شافعی اخیر معطوف کی طرف راجع ہوگی ولو علی البنین وقفا یجعل ؛ فان فی ذاک البنات تدخل اور اگر وقف بیٹوں پر مقرر ہوا تو اس میں بیٹیاں بھی داخل ہوں گی م اور اخوۃ (برادران ۱۲) کے وقف میں اخوات (ہمشیرگان ۱۲) داخل ہوں گی

[1] زینب طالق ہے اور ہند اگر داخل ہو گھر میں ۱۲ [2] زینب طلاق والی ہے اور ہند اگر خدا چاہے ۱۲

Marfat.com

کذا فی الظہیریۃ وقاضی خان اور شاید کہ وجہ اُس کی تغایب ذکور ہے اناث پر واللہ اعلم + ودولد الابن کذلک لبنت بہ یدخل فی ذریتہ مثبت اور پوتا اور اسی طرح ناتی ذریت کے وقف میں داخل ہے م کذلک البنت اصل میں کذلک ولد البنت تھا مضاف محذوف ہوا اور مضاف الیہ اسی طرح مجرور بنا رہا کذا فی الحلبی + ولو وقف علی الذریۃ ؛ من غیر ترتیب فبالسویۃ + یقسم من علا والاسفل ؛ من غیر تفصیل لبعض فانقل اگر وقف کیا ذریت پر بلا ترتیب تو برابر تقسیم ہوگی ذریت عالیہ اور سافلہ میں بدون زیادتی بعض کے بعض پر سو اس روایت کو نقل کرم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ وقف کیا اپنی نسل اور ذریت پر تو قریب اور بعید اس میں داخل ہیں اور اولاد بنین اور بنات اس میں برابر ہیں آزاد ہوں یا مملوک اور مملوک کا حصہ اُس کا مولی لے گا + وتنقض القسمۃ فی کل سنۃ + ویقسم الباقی علی من عینہ + اور قسمت ٹوٹ جائے گی ہر سال اور باقی مقسوم ہوگا اُن پر جن کے واسطے معین کیا ہے واقف نے یعنی اگر واقف کی ذریت میں کوئی اور لڑکا لڑکی پیدا ہو جو سال گذشتہ میں مستحق نہ تھے یا ذریت موجودہ میں سے کوئی مرے گا تو سال گذشتہ کی قسمت بدل جائے گی اور اگر موقوف ذریت پر بعض وقف ہے تو باقی مقسوم ہوگا اور کل وقف ہے تو کل مقسوم ہوگا کذا فی الطحطاوی + ولو علی اولادہ ثم علی ؛ اولادا اولادہ قد جعلا ؛ وقفا فقالوا لیس فی ذا یدخل ؛ اولاد بنتہ علی ما ینقل ؛ اور اگر وقف کیا اپنی اولاد پر پھر اپنی اولاد کی اولاد پر تو علماء نے کہا ہے کہ اس میں واقف کی اولاد بنت یعنی ناتی اور ناتن داخل نہیں بموجب روایت منقولہ کے م یہی ظاہر الروایت ہے اور واقعات اور منیہ اور ولوالجیہ اور تجنیس اور مزید میں اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی + بنی اولادی کذا اقاربی ؛ واخوتی ولفظ آبائی احسب ؛ یشترک الاناث والذکور فیہ وذاک واضح مسطور ؛ بنی اولادی کے لفظ میں اسی طرح اقاربی اور اخوتی احد آبائی کے لفظ کو شمار کر اس میں اناث اور ذکور مشترک ہیں اور یہ قول واضح اور مسطور ہے م یعنی اگر واقف نے کہا وقفت علی آبائی یعنی میں نے باپوں پر وقف کیا تو اُس میں اُس کی ماں اور باپ دادا دادی نانا نانی داخل ہوں گے اس واسطے کہ جمع مذکر اختلاط کے وقت مؤنث کو بھی شامل ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ ومما یکثر وقوعہ ما لو وقف علی ذریتہ مرتبا وجعل من شرط ان من مات قبل استحقاقہ ولد ولد قام مقامہ لو بقی حیا فہل لہ حظ ابیہ لو کان حیا ویشارک الطبقۃ الاولی اولا افتی السبکی بالمشارکۃ وخالفہ السیوطی وہذہ المخالفۃ واجبۃ کما افادہ ابن نجیم فی الاشباہ من القاعدۃ التاسعۃ اور جو صورت وقف اولاد کی کثیر الوقوع ہے یعنی مصر میں وہ یہ ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنی ذریت پر علی الترتیب یعنی طبقہ بعد طبقہ وبطنا بعد بطن اور شرط وقف کی یہ مقرر کی کہ جو شخص اُس کی اولاد میں سے قبل استحقاق کے مر جائے ولد چھوڑ کر تو اُس کا ولد اپنے باپ کے قائم مقام ہو اگر اُس کا باپ زندہ باقی رہتا تو کیا اُس ولد کو اپنے باپ کا حصہ ملے گا اگر اُس کا باپ زندہ رہتا اور وہ ولد استحقاق میں طبقہ اولی کا شریک ہوگا یا نہیں علامہ سبکی نے مشارکت کا فتوی دیا اور سیوطی نے اُس کی مخالفت کی ہے۔ اور یہ مخالفت واجب ہے چنانچہ اس کو بیان کیا ہے ابن نجیم نے اشباہ کے نویں قاعدہ میں م اشباہ میں حاصل سوال اور اپنا جواب مختار یوں مذکور ہے کہ جب واقف نے اپنی اولاد اور پوتوں پر وقف کیا پھر اُن کے بعد پڑوتوں پر پھر اپنی ذریت اور نسل پر طبقہ بعد طبقہ وبطنا بعد بطن کہ طبقہ علیا طبقہ سفلی کا حاجب ہو اس شرط پر کہ جو مر جائے تو اُس کا حصہ اُس کے ولد کو ملے اور جو مر جائے قبل داخل ہونے کے اس وقف میں اور مستحق ہونے اسکے منافع کے اور بیٹا اور پوتا پڑوتا چھوڑے تو بیٹا اپنے باپ کے حق کا مستحق ہوگا اگر اس کا باپ زندہ رہتا اور یہ صورت کثیر الوقوع ہے قاہرہ یعنی مصر میں انتہی طحطاوی نے کہا یہ جو شارح نے فتوی مشارکت کا سبکی کی طرف نسبت کیا سو غلط ہے عدم مشارکت کا فتوی سیوطی سے مصرح ہے اور یہ فتوی واقف کے پوتے کے دو فرزندوں میں مذکور ہے جو پوتا اپنے باپ کی زندگی میں مر گیا لکنہ ذکر بعد وقتین ان

Marfat.com

بعضهم يعبر بين الطبقات بثم وبعضهم بالواو فبالواو يشارك بخلاف ثم فراجعه متاملا مع شرح الوهبانية فانه نقل عن السبكي واقعتين اُخريين يحتاج اليهما ولم يزل العلماء متحيرين في فهم شروط الواقفين الا من رحم الله لیکن صاحب اشباہ نے دو ورقوں کے بعد مذکور کیا ہے کہ بعضے وقف کرنے والے طبقات اولاد میں بلفظ ثم تعبیر کرتے ہیں اور بعضے بلفظ واو تو واو کی تعبیر سے طبقہ سافلہ طبقہ عالیہ کا شریک ہوگا بخلاف ثم کا کہ مشارک نہ ہوگا سو مراجعت کر اشباہ کی طرف غور کر کے شرح وہبانیہ کے ساتھ کہ اُس نے سبکی سے دو اور صورتیں نقل کی ہیں جن کی طرف حاجت پڑتی ہے اور ہمیشہ علماء حیران رہے ہیں شروط واقفین کے فہم میں مگر جس پر کہ خدا نے رحم کیا م طحطاوی نے کہا ہم نے مراجعت کی اشباہ کی طرف سو یہ اس میں پایا کہ واو کی تعبیر میں قسمت منقوض ہوگی اور ثم میں منقوض نہ ہوگی اُس میں مشارکت اور عدم مشارکت جو شارح نے نقل کی مذکور نہیں اور یہ بھی بالتحقیق معلوم ہوا کہ یہ جو صاحب اشباہ نے واو اور ثم میں فرق کیا ہے سو صحیح نہیں بلکہ دونوں صورتوں میں قسمت منقوض ہوگی انقراض بطن اعلیٰ سے چنانچہ علامہ مقدسی نے بسند کلام خصاف اس کو واضح کر دیا ہے اور جو توضیح اس مسئلہ کی چاہے وہ اشباہ اور اس کے حواشی کی طرف رجوع کرے انتہی ملخصاً وقد افتيت فيمن وقف على اولاد الظهور دون الاناث فماتت مستحقة عن ولدين ابوهما من اولاد الظهور بانه ينتقل نصيبها لهما لصدق كونهما من اولاد الظهور باعتبار ابيهما كما يعلم من الاسعاف وغيره اور اُس شخص کے حق میں جس نے وقف کیا ذکور کی اولاد پر نہ اناث کی اولاد پر ایک مستحق عورت ایسی دو ولد چھوڑ کر مر گئی جن کا باپ ذکور کی اولاد سے ہے یہ فتویٰ میں نے دیا کہ عورت مستحقہ کا حصہ دونوں ولد کی طرف منتقل ہوگا اس واسطے کہ دونوں پر یہ صادق آتا ہے کہ وہ ذکور کی اولاد میں سے ہیں اپنے باپ کے اعتبار سے چنانچہ اسعاف وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے وفي الاسعاف والتاتارخانية لو وقف على عقبه يكون لولده وولد ولده ابدا ما تناسلوا من اولاد الذكور دون الاناث الا ان يكون ازواجهن من ولد ولده الذكور كل من يرجع نسبه الى الواقف بالآباء فهو من عقبه وكل من كان ابوه من غير الذكور من ولد الواقف فليس من عقبه انتهى اور اسعاف اور تاتارخانیہ میں ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنے عقب یعنی پسماندوں پر تو یہ وقف واقف کے ولد اور پوتے پر ہمیشہ رہے گا جب تک اُن کی نسل باقی رہے گی ذکور سے نہ اناث سے مگر اناث کی اولاد اس وقت وقف میں داخل ہوگی جب کہ اناث کے ازواج واقف کے پوتوں کی اولاد ہوں جس شخص کا نسب واقف کی طرف راجع ہو بواسطے آباء کے وہ واقف کا عقب ہے اور جس شخص کا باپ واقف کی اولاد ذکور سے نہ ہو سو وہ شخص واقف کے عقب میں داخل نہیں انتہی کلام الاسعاف م قول اخیر قول اول کی توضیح ہے خلاصہ یہ ہے کہ اولاد پسری پر عقب صادق آتا ہے نہ اولاد دختری پر وسيجيء انه في الوصايا انه لو اوصى لآله وجنسه دخل كل من ينسب اليه من قبل آبائه ولا يدخل اولاد البنات وانها لو اوصت الى اهل بيتها او بجنسها لا يدخل ولدها الا ان يكون ابوه من قومها لان الولد انما ينسب لابيه لا لامه قلت وبه علم جواب حادثة لو وقف على اولاد الظهور دون اولاد البطون فماتت مستحقة عن ولدين ابوهما من الولاد الظهور هل ينتقل نصيبها لهما فاجبت نعم ينتقل نصيبها لهما لصدق كونهما من اولاد الظهر باعتبار والدهما المذكور اور آگے آوے گا کتاب الوصایا میں یہ کہ اگر ایک شخص نے وصیت کی اپنی آل اور اپنی جنس کے واسطے تو داخل ہوگا اس وصیت میں جو شخص کہ منسوب ہے اُس کی طرف اُس کے آباء اور اجداد کی طرف سے اور نہ داخل ہوگی اولاد بنات کی اور اگر عورت نے وصیت کی اپنے اہل بیت اور اپنے جنس کے واسطے تو عورت کا ولد وصیت میں نہ داخل ہوگا مگر اُس صورت میں داخل ہوگا جب کہ باپ اُس کا عورت موصیہ کی قوم سے ہو اس واسطے کہ لڑکا اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتا ہے نہ اپنی ماں کی طرف میں کہتا ہوں اس تقریر سے جواب اس حادثہ کا معلوم ہو گیا کہ اگر وقف کیا اولاد ذکور پر نہ اولاد بنات پر پھر اُن میں سے ایک عورت مستحقہ دو ولد چھوڑ کر مر گئی جن کا باپ ذکور کی اولاد سے ہے کیا عورت کا حصہ اُس کے دونوں لڑکوں کی طرف منتقل ہوگا سو میں نے جواب دیا کہ ہاں عورت کا حصہ دونوں کی طرف انتقال

Marfat.com

کرے گا اس واسطے کہ دونوں پر صادق آتا ہے کہ وہ ذکور کی اولاد ہیں باعتبار اپنے والد مذکور کے م یہ مسئلہ بعینہا عنقریب مذکور ہو چکا

فصل انیما تعلق بوقف الاولاد من الدرر وغیرہا یہ فصل ہے ان مسائل میں جو متعلق ہیں اولاد کے وقف سے منقول ہیں درر وغیرہا سے م یہاں عبارت درالمختار کی نسخ میں مختلف ہے نسخہ مکتوبہ عرب میں یوں ہے انیما تعلق بوقف الاولاد من ذکور وغیرہا اور نسخہ مطبوعہ کلکتہ میں (من الدرر وغیرہا) لیکن مترجم نے نسخہ مطبوعہ مصر پر اعتماد کیا کما لایخفی وجہہ وعبارۃ المواہب فی الوقف علی نفسہ وولدہ ونسلہ وعقبہ جعل ریعہ لنفسہ ایام حیاتہ ثم ولدہ جاز عند الثانی وبہ یفتی کجعلہ لولدہ ولکن یختص بالصلبی اور عبارت مواہب کی یہ ہے کہ اپنی ذات اور اپنی ولد اور اپنی نسل اور اپنے عقب کے وقف میں محصول وقف کا اپنی ذات کے واسطے ٹھہرایا اپنے ایام حیات میں پھر اسی طرح درجہ بدرجہ تو جائز ہے ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ واقف کا اپنے ولد کے واسطے محصول وقف کا مقرر کرنا جائز ہے ولیکن فرزند صلبی کو مخصوص ہوگا یعنی پوتے پروتے کو نہ ملے گا ویعم الانثی مالم یقید بالذکر اور ولد کا لفظ عورت کو بھی شامل ہے جب تک واقف نے ولد ذکر کی نہ قید لگائی ہو م ولد عورت کو اس واسطے عام ہوا کہ ماخوذ ہے ولادت سے اور ولادت عورت میں بھی موجود ہے کذا فی الحلبی عن الدرر ویستقل بہ الواحد فان انتفی الولد الصلبی فللفقراء دون ولد الولد الا ان لا یکون حسین الوقف صلبی مختص بولد الابن ولو انثی دون من دونہ من البطون ودون ولد البنت فی الصحیح اور مستقل ہوگا ساتھ وقف کے واحد صلبی سو اگر واحد صلبی منتفی ہو یعنی مرگیا ہو تو وقف فقرا کے واسطے ہوگا نہ واقف کے پوتے کے واسطے مگر اس وقت جب کہ وقف کے وقت ولد صلبی نہ ہو تو اب وقف ولد الابن کو مخصوص ہوگا اگرچہ ولد الابن عورت ہو نہ غیر ولد الابن کو منجملہ لبطون کے اور نہ واقف کے نواسی کو قول اصح میں یعنی اس واسطے کہ اولاد بنات کی اپنے آبا کی طرف منسوب ہوتی ہے نہ امہات کی طرف بخلاف ولد الابن کے کذا فی الدرر ولو زاد وولد ولد فقط اقتصر علیہما اور اگر واقف نے زیادہ کیا کہ میں نے وقف کیا اپنے ولد پر اور اپنے پوتے پر فقط تو ولد اور پوتے پر مخصوص ہوگا ولو زاد البطن الثالث عمہ نسلہ اور اگر واقف نے بطن ثالث کو زیادہ کیا تو اس کی تمام نسل کو شامل ہوگا یعنی اگر یوں کہا کہ (وقفت علی ولدی وولد ولدی وولد ولد ولدی) کذا فی الدرر یعنی میں نے وقف کیا اپنے بیٹے پر اور اپنے پوتے پر اور اپنے پروتے پر تو غلہ اس کی نسل پر صرف ہوگا جب تک ان میں تناسل باقی رہے گا نہ فقرا پر اس واسطے کہ جب واقف نے بطن ثالث کو مذکور کیا تو بسبب کثرت وسائط کے تفاوت فاحش پایا گیا تو صفت تخصیص کی مرتفع ہوگئی تو فقط معنی انتساب کا اختیار باقی رہا تو سب کو شامل ہوگا کیونکہ قریب بعید سب میں موجود ہے بخلاف بطن ثانی کے اس واسطے کہ اس میں ایک ہی واسطہ ہے کذا فی الطحطاوی ویستوی الابعد والاقرب والاان یذکر ما یدل علی الترتیب کما لو قال ابتداء علی اولادی بلفظ الجمع او علی ولدی واولادی اور بطن ثانی کی زیادتی میں ابعد اور اقرب برابر ہوگا مگر یہ کہ واقف وہ چیز ذکر کرے جو ترتیب پر دلالت کرے چنانچہ ابعد اور اقرب برابر ہے مگر یوں کہے بلفظ جمع کے ابتدائے وقف میری اولاد پر ہے یا یوں کہے کہ وقف ہے میرے ولد پر اور میری اولاد کی اولاد پر م ترتیب پر دلالت کرنا اس طرح پر کہ واقف کہے الاقرب فالاقرب یا یوں کہے کہ میرے ولد پر پھر میرے پوتے پر یا کہے کہ بطنا بعد بطن تو اس وقت اسی سے ابتدا ہوگی جس سے واقف نے ابتدا کی ولو قال علی اولادی ولکن سماہم فمات احدہم صرف نصیبہ للفقراء ولو علی امراتہ واولادہ ثم ماتت لم یخص ابنہا بنصیبہا اذا لم یشترط رد نصیب من مات منہم الی ولدہ اور اگر واقف نے کہا کہ میں نے وقف کیا اپنی اولاد پر ولیکن اولاد کا نام ذکر کیا اور اخیر وقف فقیروں کے واسطے ٹھہرایا کذا فی الدرر سو ان میں سے ایک ولد مرگیا تو اس کا حصہ فقیروں پر صرف ہوگا اور اگر وقف کیا اپنی زوجہ پر اور اپنی

Marfat.com

اولاد پر پھر زوجہ مر گئی تو اس کا بیٹا اُس کے حصہ کے ساتھ مخصوص ہوگا جب کہ واقف نے اس شخص کا حصہ جو اُن میں سے مر گیا اس کے ولد کیواسطے پھیر دینا شرط نہ کیا ہو م شارح کو مناسب تھا کہ یوں کہتا ولو علی امرأتہ ثم علی اولادہ) تا کلام تناسب ہوتا اور مراد یہ ہے کہ واقف نے زوجہ کے بعد استحقاق اپنی اولاد کے واسطے ٹھہرایا تو زوجہ کا ولد زوجہ کے حصہ کے ساتھ مخصوص نہ ہوگا درر میں کہا ولد الزوجہ سے وہ لڑکا مراد ہے جو واقف سے پیدا ہوا انتہی اور جو لڑکا زوجہ کا اور شوہر سے ہے اُس کو وقف میں کچھ دخل نہیں کذا فی الطحطاوی ولو قال علی بنی اولی اخوتی دخل الاناث علی الاوجہ علی بناتی لا یدخل البنون اور اگر واقف نے کہا کہ میں نے وقف کیا اپنے بیٹوں یا اپنے بھائیوں پر تو اُس میں اناث بھی داخل ہیں بقول موجہ تر یعنی بیٹیاں اور بہنیں بھی وقف میں داخل ہوں گی یعنی اس واسطے کہ جمع ذکور عند الاختلاط اناث کو بھی شامل ہوتی ہے بخلاف جمع اناث کے کما مر ولو قال علی بنی ولہ بنات فقط او قال علی بناتی ولہ بنون فالغلۃ للمساکین ویکون وقف منقطعا فان حدث ما ذکر عاد الیہ اور اگر وقف کیا اپنے بیٹوں پر اور حالانکہ اُس کی بیٹیاں ہیں یا وقف کیا اپنی بیٹیوں پر اور حالانکہ اس کے فقط بیٹے ہیں تو غلہ مساکین کے واسطے ہے اور وقف منقطع ہوگا پھر اگر وہ پیدا ہوئی کو واقف نے ذکر کیا تھا تو وقف اُس کی طرف عود کرے گا یعنی پہلی صورت میں اگر واقف کا بیٹا پیدا ہوا اور دوسری صورت میں بیٹی پیدا ہوئی تو وقف مذکور کی مستحق ہوگی ویدخل فی قسمۃ الغلۃ من ولد لدون نصف حول من طلوع الغلۃ لا لاکثر الا اذا ولدت مبانتہ او ام ولدہ المعتقۃ لدون سنین لثبوت نسبہ بلا حمل وطیہا فلو حمل فلا لاحتمال علوقہ بعد طلوع الغلۃ اور اولاد کے وقف میں غلہ کی قسمت میں وہ لڑکا داخل ہوگا جو چھ مہینے سے کم تر مدت میں پیدا ہوا ابتدائے نمود غلہ سے نہ وہ لڑکا جو زیادہ مدت میں پیدا ہوا مگر وہ لڑکا داخل ہوگا جس کو واقف کی زوجہ مبانیہ (طلاق بائن دی ہو) یا اُس کی آزاد ام ولد جنی کم تر دو سال سے بسبب ثابت النسب ہونے والد کے بلا علت وطی اُس کی ماں کے سوا اگر اس کی وطی حلال ہو اس طرح پر کہ ام ولد آزاد نہ ہو یا زوجہ معتدہ رجعی ہو کذا فی الجلبی تو اکثر مدت کی ولادت میں داخل قسمت نہ ہوگا بسبب احتمال علوق ولد کے بعد نمود ہونے غلہ کے وتقسم بینہم بالسویۃ ان لم یرتب البطون وان کان للذکر کالانثیین فکما قال اور اولاد کے طبقات میں غلہ برابر منقسم ہوگا اگر واقف نے بطون میں ترتیب مذکور نہیں کی اور اگر واقف نے کہا کہ مرد کو دونا حصہ عورت کا تو بموجب اُن کے قول کے ملے گا فلو وصیۃ فرض ذکر مع الاناث وانثی مع الذکور ویرجع سہمہ للورثۃ لعدم صحۃ الوصیۃ للمعدوم فلا بد من فرضہ لیعلم یا یرجع للورثۃ سو اگر وصیت ہے تو فرض کیا جائے مرد عورتوں کے ساتھ اور عورت فرض کی جائے مردوں کے ساتھ اور سہم شخص مفروض کا اُس کے وارثوں کی طرف راجع ہو بسبب نہ صحیح ہونے وصیت کے معدوم کے واسطے تو مفروض ہے اُس کی فرضیت ہے تاکہ معلوم ہو کہ قدر غلہ موصی کے وارثوں کی طرف راجع ہوگا م یہ مسئلہ غامض ہے توضیح اُس کی یہ ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنی اولاد پر للذکر مثل حظ الانثیین اور مرد اور عورت اُن میں مختلط ہیں تو بموجب اُس کی شرط کے غلہ منقسم ہوگا اور اگر فقط ذکور ہوں یا فقط اناث ہوں تو اُن میں غلہ برابر قسمت ہوگا بلا فرض کرنے مرد کے یا عورت کے اور اگر وصیت کی ذکور اور اناث کے واسطے للذکر مثل حظ الانثیین اور حالانکہ وہاں فقط ذکور ہیں یا فقط اناث ہیں تو عورتوں کے ساتھ مرد اور مردوں کے ساتھ عورتیں فرض ہوں گی اور وصیت اُن پر تقسیم ہوگی للذکر مثل حظ الانثیین اور سہم مفروض وارثوں کی طرف راجع ہوگا وجہ فرق کی یہ ہے کہ وقف میں تمام مال وقف واقف کی ملک سے نکل جاتا ہے تو اگر اُن کے ساتھ مرد یا عورت فرض ہو تو وہ حصہ بھی موقوف علیہم یا مساکین کو ملے گا بخلاف وصیت کے اس واسطے کہ جب ذکور اور اناث کے واسطے وصیت ہوئی تو فقط ذکور یا فقط اناث ہوتے میں وصیت صحیح نہ ہوگی اس واسطے کہ معدوم کے لیے وصیت نہیں تو یہاں فرض کرنا ضروری ہوا تا معلوم ہو جائے کہ وارثوں کی طرف کتنا راجع ہوگا کذا فی الطحطاوی صح اہب الزمن وشرحہا ولو قال علی ولدی ونسلی ابدا وکلما مات واحد منہم کان نصیبہ لنسلہ فالغلۃ لجمیع ولدہ ونسلہ جمیعہم ومیتہم بالسویۃ ونصیب المیت لولدہ ایضا بالارث عملا بالشرط اور اگر واقف نے کہا کہ وقف کیا میں نے اپنے ولد پر اور نسل پر ہمیشہ اور جو اُن میں مر جائے تو اُس کا حصہ اُس کی نسل کے واسطے تو غلہ اُس کے تمام اولاد اور نسل کے واسطے ہوگا زندہ اور مردہ کو برابر اور میت کا حصہ بھی اُس کا ولد پا دے گا بسبب ارث کے بنا بر عمل کرنے شرط کے م توضیح اس کی در میں یوں ہے

Marfat.com

کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنے ولد پر اور اپنے ولد کے ولد پر جب تک اُن میں تناسل رہے اور واقف نے بطنا بعد بطن نہ کہا اور حصہ میت کا اس کے ولد کے واسطے شرط کیا تو غلہ اُس کی جمیع اولاد اور نسل کو برابر ملے گا اور اگر واقف کا کوئی بیٹا مرے گا اور اپنا ولد چھوڑے گا تو میت کا حصہ اُس کا ولد پاوے گا بسبب ارث کے تو ولد میت دو سہم پاوے گا ایک سہم وہ جو واقف نے اُس کے واسطے مقرر کیا اور دوسرا سہم اپنے والد کا چنانچہ شارح نے دونوں حصوں کی طرف بلفظ ایضا اشارہ کر دیا ولو قال وکل من مات منہم من غیر نسل کان نصیبہ لمن فوقہ ولم یکن فوقہ احد اوسکت عنہ یکون راجعا لاصل الغلۃ للفقراء مادام نسلہ باقیا اور اگر مسئلہ مذکورہ میں واقف نے کہا کہ جو ولد اُن میں سے بلا نسل مرجائے تو اس کا حصہ طبقہ علیا کے واسطے ہے اور حالانکہ میت کے اوپر کوئی باقی نہیں یا اُس شرط سے واقف نے سکوت کیا تو میت کا حصہ اصل غلہ کی طرف راجع ہوگا یعنی غلہ کے مصرف میں صرف ہوگا فقیروں کو نہ ملے گا جب تک واقف کی نسل باقی رہے گی والنسل اسم للولد وولد الولد ابدا ولو انثی اور نسل نام ہے ولد کا اور اُس کے ولد کی اولاد کا ہمیشہ بطنا بعد بطن اگرچہ ولد عورت ہو والعقب للولد وولدہ من الذکور اى دون الاناث الا ان یکون ازواجہن من ولد ولدہ الذکور اور عقب نام ہے ولد کا اور اُس کے ذکور اولاد کا یعنی عورتوں کا نام عقب نہیں مگر یہ کہ عورتوں کے شوہر اُس کے پوتوں کی اولاد ہوں چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا دالہ وجنسہ واہل بیتہ کل من ینا سبہ الی اقصی اب لہ فی الاسلام وہو الذی ادرک الاسلام اسلم اولا اور مرد کے آل اور جنس اور اہل بیت جو شخص کہ اُس کا ہم نسب ہو اُس کے اقصائے والد کی طرف اسلام میں اور اقصائے والد فی الاسلام وہ ہے جس نے ابتدائے اسلام کو پایا خواہ اُس نے اسلام قبول کیا یا نہ کیا ہم ادراک اسلام کی قید اس واسطے لگائی کہ زمانہ جاہلیت لائق اعتبار کے نہیں اہلیت میں مسلم اور کافر مرد اور عورت، محرم اور غیر محرم، قریب اور بعید اور والد اور ولد داخل ہیں لیکن والد اقصی اور اولاد بنات اور اخوات اور اُن کے سوا اور عورتوں کی اولاد اہل بیت میں داخل نہیں مگر جب کہ اُن کے شوہر واقف کے بنی اعمام سے ہوں کذا فی العالمگیریۃ عن الظہیریۃ وقرابتہ وارحامہ انسابہ کل من ینا سبہ الی اقصی اب لہ فی الاسلام من قبل ابویہ سوے ابویہ وولدہ لصلبہ فانہم لا یسمون قراباتہ اتفاقا وارحامہ بلا منہم او سفل عندہما خلافا لمحمد فعندہم منہا اور مرد کی قرابت اور ارحام اور انساب وہ لوگ ہیں جو اُس کے ہم نسب ہوں اُس کے اقصائے والد تک اسلام میں اُس کے ماں باپ کی طرف سے اس کے والدین اور ولد صلبی کے سوا کہ اُن کو قرابت نہیں کہتے باتفاق شیخین اور محمدؒ کے اور اسی طرح جو والدین سے اوپر ہے چنانچہ اجداد اور جدات یا جو ولد صلبی سے نیچے ہے چنانچہ پوتا پوتی نواسی نواسن اُس کو بھی قرابت نہیں کہتے شیخین کے نزدیک بخلاف محمدؒ کے کہ انھوں نے ان کو بھی قرابت میں شمار کیا ہے ہم انسان کی عیال اور حشم وہ لوگ ہیں جو اس کے نفقہ میں ہوں خواہ اُس کے گھر میں ہوں یا نہ ہوں کذا فی العالمگیریۃ وان قید بفقرائہم یعتبر الفقر وقت وجود الغلۃ اور اگر واقف نے وقف کو اہل قرابت کے فقیروں کے ساتھ مقید کیا تو محتاجی موجود غلہ کے وقت معتبر ہوگی یعنی مستحق غلہ وہ ہوگا جو اس دن محتاج ہوگا جب غلہ پایا گیا یہ قول ہے ہلال رحمہ اللہ کا وہو المجوز للاخذ الذکوۃ اور فقر سے مراد وہ ہے جو زکوۃ لینے کا مجوز[1] ہے ہم جس کو زکوۃ لینا درست ہو وہ فقیر ہے باب وقف میں قاضی خاں میں ہے کہ جس کے پاس حاجت سے زیادہ اسباب یا کپڑے اتنے ہوں جن کی قیمت سو درم ہو وہ غنی ہے اس کو زکوۃ وقف لینا حلال نہیں کذا فی العالمگیریۃ فلو تاخر صرفہا حین لعارض فافتقر الغنی واستغنی الفقیر یشارک المفتقر وقت القسمۃ الفقیر وقت وجود الغلۃ لان الصلات انما تملک حقیقۃ بالقبض وطرو الغنی والموت لا یبطل ما استحق پھر اگر واقف کے صرف میں تاخیر ہو گئی چند سال کسی وجہ سے جو غنی محتاج ہو گیا اور محتاج غنی ہو گیا تو مشارک ہوگا وہ غنی جو فقیر ہو گیا وقت قسمت کے اس کا جو فقیر ہو گیا وقت وجود غلہ کے اس واسطے کہ صلات تو مملوکہ نہیں ہوتی مگر قبض سے اور طاری ہونا مالداری اور موت، کا مبطل اس حق کا نہیں جس کا وہ مستحق ہو چکا کام غنی کا فقیر ہونا اس طرح پر کہ گواہوں نے گواہی دی کہ وہ محتاج ہو گیا قبل پیدا ہونے غلہ کے اور فقیر مستغنی ہوا بعد آنے غلہ کے اور اپنا حصہ لینے سے پہلے اور غلہ کے وقت وہ فقیر ہی تھا کذا فی العالمگیریۃ اور یہاں سوال وارد ہوا تھا کہ وقف تو فقیروں کا حق ہے تو چاہیے کہ اس غنی کو نہ ملے

[1] یعنی فقر وہی حالت ہے جو زکوۃ لینا جائز کر دیتی ہے۔ ۱۲

Marfat.com

شارح نے جواب دیا کہ وقف مذکور فقیروں کا حق نہیں ہوگیا اس واسطے کہ صلہ مملوک نہیں ہوتا مگر قبض سے وامامن ولدمنہم لدون نصف حول لبعد مجئ الغلۃ فلاحظ لہ لعدم احتیاجہ فکان بمنزلۃ الغنی وقیل یستحق لان الفقیر من لاشئ لہ والحمل لاشئ لہ اور وقف مذکور میں جو اہل قرابت میں لڑکا پیدا ہو کم تر چھ مہینے کی مدت میں غلہ آنے کے بعد تو اُس کا حصہ نہیں بسبب اس کی عدم احتیاج کے تو وہ بمنزلہ غنی کے ہوگا تو غلات مستقبلہ کا مستحق نہ ہوگا اور قول ضعیف یہ ہے کہ وہ مستحق ہوگا اس واسطے کہ فقیر وہ ہے جو کسی چیز کا مالک نہ ہو اور حمل کسی چیز کا مالک نہیں م یہ ایک قول ہے فقیر کی تعریف میں اور قول معتمد یہ ہے کہ فقیر وہ ہے جو بقدر نصاب کے مالک نہ ہو ولو قید لعیلھم او بالاقرب فالاقرب او فالاحوج او بمن جاورہ منہم او بمن سکن مصر تقیید۔ الاستحقاق بہ علا بشرط اور اگر واقف نے اہل قرابت کو صالحین کے ساتھ مقید کیا یا اقرب فالاقرب یا احوج فالاحوج کی قید لگائی یا جو شخص اس کا مجاور ہے یا جو مصر میں مثلاً سکونت رکھے تو استحقاق وقف کا قید مخصوص کے ساتھ مقید ہوگا بنظر عمل کرنے اس کی شرط کے م اہل صلاح وہ ہے جو مستور[1] مستقیم الطریقۃ سلیم الناحیۃ کامن الاذی قلیل الشر نہ متہتک نہ صاحب زینت ہو نہ قذاف محصنات نہ معروف بالکذب اور اہل عفاف اور اہل خیر اور اہل فضل اور اہل صلاح برابر ہیں کذا فی العالمگیریۃ عن الحاوی وتمامہ فی الاسعاف ومن احوجہ حوادث زمانہ الی ماخفی من مسائل الاوقاف فعلیہ بالکتاب المخصوص باحکام الاوقاف الملخص من کتابی ہلال والخصاف کذا فی البرہان فی شرح مواہب الرحمٰن للشیخ ابراہیم بن موسی بن ابی بکر الطرابلسی الحنفی نزیل القاہرۃ بعد دمشق المتوفی فی اوائل القرن العاشر سنۃ اثنین وعشرین وتسعمائۃ وہو ایضا صاحب الاسعاف اور پورا بیان مسائل مذکورہ کا اسعاف میں ہے اور جس مفتی اور عالم کو مسائل خفیہ اوقاف کی طرف حوادث زمانہ محتاج کریں تو اُس پر مطالعہ کتاب کا لازم ہے جو احکام اوقاف کے ساتھ مخصوص ہے اور کتاب ہلال اور کتاب خصاف کا خلاصہ ہے اسی طرح مذکور ہے برہان شرح مواہب الرحمٰن میں جو تصنیف ہے ابراہیم بن موسی بن ابی بکر طرابلسی حنفی کی جو اقامت پذیر تھے مصر کے بعد دمشق کے جن کی وفات ہوئی قرن عاشر کی ابتدا میں نو سو بائیس ہجری میں اور وہی اسعاف کے بھی مصنف ہیں م یہاں تک فروع اوقاف مذکور ہو چکے اب آگے مسائل اختلاف شہادت وغیرہ مذکور ہوتے ہیں واللہ اعلم شارح رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل مذکورہ کو بے محل یہاں مذکور کیا اور تکلف کر کے مناسبت کو ثابت کرنا خالی دقت سے نہیں بہرحال مترجم بیچارہ ترجمہ مسائل مذکورہ میں تابع ہے شارح کا **قول الاشباہ** اختلاف الشاہدین مانع الا فی احدی واربعین یہ قول ہے اشباہ کا کہ اختلاف دو گواہوں کا مانع ہے قبول ہونے شہادت کا مگر اکتالیس مسئلوں میں مانع نہیں م یعنی جس میں تعداد شہادت کی شرط ہے اُس میں اختلاف مانع ہے اس واسطے کہ ہر شاہد دوسرے کا مکذب ہے اور مدعی ایک شاہد کا مکذب ہے دریافت کرنا چاہیے کہ تطابق کلام شاہدین میں لفظاً اور معنی ضرور ہے اس طرح پر کہ دونوں کا لفظ معنی واحد پر بالوضع بطریق دلالت مطابقی کے دلالت کرے نہ بطریق تضمن کے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک اس کا اعتبار ہے جس پر دونوں شاہدوں نے اتفاق کیا تو اگر ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی تو امام کے نزدیک گواہی مردود ہے اس واسطے کہ اقل پر بطریق تضمن دلالت کرنا امام کے نزدیک معتبر نہیں لیکن صاحبین کے نزدیک ہزار پر گواہی مقبول ہے جب کہ اکثر کا مدعی دعوی کرتا ہو اس واسطے کہ ہزار پر دونوں نے اتفاق کیا ہے اور اگر مدعی نے اقل کا دعوی کیا تو صاحبین کے نزدیک گواہی مردود ہے اس واسطے کہ مدعی اکثر کے شاہد کا مکذب ہے اور صحیح صاحبین کے کا قول ہے کذا فی الطحطاوی عند ابی السعود شارح کو مناسب تھا کہ بجائے الا فی احدی واربعین کے الا فی اثنین واربعین کہتا تا تفصیل آیندہ کے مطابق ہوتا اس واسطے کہ بیالیس صورتیں مستثنی مذکور ہیں قال فی زواہر الجواہر حاشیتہا للشیخ صالح ابن المصنف قد ذکرنی الشرح المحال علیہ مسائل لا یفرفیہا اختلاف الشاہدین وانا اذکرہا سردا فاقول الاول شہد احدہما ان علیہ الف درہم وشہد الآخر انہ اقر بالف درہم تقبل شیخ صالح بن مصنف تنویر

[1] یعنی حال اُس کا مستور ہو اور مستقیم الطریقۃ ہو یعنی راست رو اور سلیم الناحیۃ سے مراد سلیم المزاج اور کامن الاذی سے غرض یہ کہ دوسرے کو تکلیف دینا اُس سے ظاہر نہ ہو ۱۲

Marfat.com

الابصار نے زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ والنظائر میں کہا البتہ مصنف اشباہ نے اس شرح میں جس پر حوالہ کیا ہے یعنی بحرالرائق میں چند مسائل کو ذکر کیا ہے جس میں اختلاف شاہدین مضر نہیں اور میں ان مسائل کو شمار کرکے بلا دلیل ذکر کرتا ہوں سو کہتا ہوں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ ایک شاہد نے گواہی دی کہ مدعا علیہ پر ہزار درم ہیں اور دوسرے نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے ہزار درم کا اقرار کیا تو گواہی مقبول ہے الثانیۃ ادعی کرحنطۃ جیدۃ شہد احدہما بالجودۃ والاخر بالردیۃ تقبل بالردیۃ ویقضی بالاقل ۲- دعوی کیا مدعی نے بقدر کرکے کھرے گیہوں کا تو ایک نے کھرے ہونے کی گواہی دی اور دوسرے گواہ نے ناقص گیہوں ہونے کی گواہی دی ناقص کی گواہی مقبول ہوگی اور اقل پر حکم ہوگا م کر بضم اول وتشدید ثانی پیمانہ کا نام ہے الثالثۃ ادعی مائۃ دینار نقال احدہما نیسابوریۃ والآخر بخاریۃ والمدعی یدعی نیسابوریۃ وہی اجود یقضی بالبخاریۃ ۳- دعوی کیا سو دینار کا تو ایک گواہ نے کہا کہ نیشاپوری دینار تھے اور دوسرے نے کہا بخاری دینار تھے اور مدعی نیشاپوری کا دعوی کرتا ہے تو وہی کھرے ہیں تو دینار بخاری کا حکم ہوگا بالاتفاق الرابعۃ واختلفا فی الہبۃ والعطیۃ ۴- اگر دونوں اختلاف کریں ہبہ اور عطیہ میں الخامس واختلفا فی لفظ النکاح والتزویج ۵- اگر اختلاف کریں نکاح اور تزویج کے لفظ میں م بحرالرائق میں کہا کہ تطابق لفظی میں یہ شرط نہیں کہ وہی بعینہ لفظ مذکور ہو بلکہ یا بعینہ یا اس کے مترادف تو ہبہ اور عطیہ کا اختلاف یا نکاح یا تزویج کا اختلاف مانع قبول کا نہیں انتہی حموی نے کہا تو اب استثنا کی حاجت نہیں کہ واقع میں یہاں اختلاف ہی نہیں السادسۃ شہد احدہما انہ جعلہا صدقۃ موقوفۃ ابدا علی ان لزید ثلث غلتہا ویشہد اخران لزید نصفہا تقبل علی الثلث ۶- ایک نے گواہی دی کہ واقف نے زمین کو صدقۂ موقوفہ دائمی کیا ہے اس شرط پر کہ زید کو اس کا تہائی غلہ ملے گا اور دوسرا گواہی دیتا ہے کہ زید کو اس کا نصف غلہ ملے تو گواہی تہائی پر مقبول ہوگی م اور ایسی ہی اگر ایک کل کی گواہی دے اور دوسرا نصف کی تو نصف متفق علیہ پر حکم ہوگا بشرطیکہ مدعی اکثر کا دعوی کرتا ہو السابعۃ انہ باع بیع الوفاء فشہد احدہما بہ والاخران المشتری اقر بذلک تقبل ۷- مدعی نے دعوی کیا کہ اس نے بیع الوفا کی بیع کی تو ایک گواہ نے اس کے موافق گواہی دی اور دوسرے نے کہا کہ مشتری نے بیع الوفا کا اقرار کیا تو مقبول ہے م بیع الوفا یا بیع کی کچھ خصوصیت نہیں بلکہ ہر قول کا یہی حکم ہے بخلاف فعل کے اور نکاح فعل میں داخل ہے کذا فی الحلبی عن البحر الثامنۃ شہد احدہما انہا جاریتہ والاخر انہا کانت لہ تقبل ۸- ایک نے گواہی دی کہ وہ اس کی لونڈی ہے اب اور دوسرے نے کہا کہ پہلے اس کی لونڈی تھی تو قبول ہوگی التاسعۃ ادعی الفا مطلقا فشہد احدہما علی اقرارہ بالف قرض والآخر بالف ودیعۃ تقبل ۹- دعوی کیا مطلق ہزار کا بلا قید قرض یا ودیعت کے سو ایک نے گواہی دی مدعا علیہ کے اقرار پر قرض کی اور دوسرے نے ہزار امانت کی تو مقبول ہے العاشرۃ ادعی الابراء فشہد احدہما بہ والآخر انہ وہبہ او تصدق علیہ او حللہ جاز ۱۰- دعوی کیا ابراء دین کا تو ایک نے اس کی گواہی دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ دائن نے مدیون کو دین ہبہ کر دیا یا خیرات کیا یا اس کو چھوڑ دیا تو جائز ہے اس واسطے کہ ہبہ کرنا اور تصدق کرنا اور تحلیل دین ابراء میں داخل ہے الحادیۃ عشرۃ ادعی الہبۃ فشہد احدہما بالبراءۃ والآخر بالہبۃ وانہ حللہ جاز ۱۱- دعوی کیا ہبہ کا یعنی دائن نے اس کو دین ہبہ کر دیا سو ایک نے براءت کی گواہی دی اور دوسرے نے ہبہ یا تحلیل کی تو جائز ہے الثانیۃ عشرۃ ادعی الکفیل الہبۃ فشہد احدہما بہا والآخر بالابراء جاز وثبت الابراء ۱۲- دعوی کیا ضامن نے ہبہ کا یعنی دیون اصیل کو دائن نے دین ہبہ کر دیا تو ایک نے اس کے موافق گواہی دی اور دوسرے نے ابراء کی تو جائز ہے اور ابراء ثابت ہوگا اور ضامنی باطل ہو جاوے گی الثالثۃ عشرۃ شہد احدہما علی اقرارہ انہ اخذ منہ العبد والآخر علی اقرارہ بانہ اودع منہ ہذا العبد تقبل ۱۳- ایک نے گواہی دی مدعا علیہ کے اقرار پر کہ اس نے مدعی سے غلام لیا ہے اور دوسرے نے اس کے اس اقرار پر کہ اس نے مدعی کا غلام بطور ودیعت کے رکھا تو گواہی مقبول ہوگی م صورت اس کی یہ ہے ایک مرد نے غلام کا دعوی کیا جو دوسرے مرد کے پاس ہے تو مدعا علیہ نے انکار کیا پھر مدعی نے شہادت مذکورہ ثابت کی تو مدعی غلام کو پاوے گا اور اسی طرح ہے مسئلہ آئندہ الرابعۃ عشرۃ شہد احدہما انہ غصب منہ والآخران فلانا اودع منہ ہذا العبد تقضی للمدعی ۱۴- ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے مدعی سے غلام کو غصب کیا ہے

Marfat.com

اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ فلانے نے اُس کا غلام بطور ودیعت کے رکھا ہے تو مدعی کے واسطے حکم ہوگا الخامسۃ عشر شہد احدہما انہا ولدت منہ والآخر انہا حبلت منہ تقبل ۱۵ - ایک نے گواہی دی کہ عورت اُس کا لڑکا جنی اور دوسرے نے یہ کہ وہ اس سے حاملہ ہوئی تو مقبول ہوگی م صورت اس کی یہ ہے کہ زوج نے زوجہ کی طلاق اُس کی ولادت پر معلق کی پھر گواہوں نے شہادت مذکور دی تو طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ حمل کو غالباً ولادت لازم ہے تو گویا اس نے ولادت کی گواہی دی السادستہ عشرۃ شہد احدہما انہ اقران الدار لہ والآخر انہ سکن فیہا تقبل ۱۶ - ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ گھر مدعی کا ہے اور دوسرے نے یہ کہ مدعی اس میں ساکن تھا تو مقبول ہوگی م ہر چند سکونت باجارہ یا باعارہ بھی ہوتی ہے لیکن ملک اس میں اصل ہے لہٰذا گواہی مقبول ہوگی علی الخصوص کہ دوسرے کی شہادت سے ملک کی تائید ہوگئی السابعۃ عشرۃ شہد احدہما انہا ولدت منہ ذکرا وقال الآخر انثی تقبل ۱۷ - ایک نے گواہی دی کہ زوجہ شوہر سے لڑکا جنی اور دوسرے نے کہا کہ اُس کی لڑکی جنی تو مقبول ہے م صورت اس کی یہ ہے کہ طلاق اس کی مطلق ولادت پر معلق ہوئی تھی الثامنۃ عشرۃ انکر اذن عبدہ فشہد احدہما علی اذنہ فی الثیاب والآخر فی الطعام تقبل ۱۸ - مولی نے انکار کیا اپنے غلام کو تجارت کے اذن دینے کا تو ایک نے گواہی دی کپڑوں کی تجارت کے اذن کی اور دوسرے نے طعام کی تجارت کی گواہی دی تو مقبول ہوگی اس واسطے کہ ایک قسم میں اذن دینا جمیع انواع کو شامل ہوتا ہے کذا فی باب الماذون التاسعۃ عشرۃ اختلف شاہدا الاقرار بالمال فی کونہ اقر بالعربیۃ وبالفارسیۃ تقبل بخلاف فی الطلاق ۱۹ - اختلاف کیا اقرار مال کے دو شاہدوں نے کہ اس نے عربی زبان میں اقرار کیا یا فارسی میں تو مقبول ہوگی بخلاف طلاق کے کہ اس میں مقبول نہ ہوگی یعنی اس واسطے کہ اقرار میں اتفاق معنوی کافی ہے بخلاف طلاق کے العشرون شہد احدہما انہ قال لعبدہ انت حر والآخر انہ قال آزادی تقبل ۲۰ - ایک نے گواہی دی کہ مولی نے اپنے غلام سے عربی میں کہا کہ انت حر یعنی تو آزاد ہے اور دوسرے نے کہا فارسی میں آزادی یعنی تو آزاد ہے تو مقبول ہے الحادیۃ والعشرون قال لامرأتہ ان کلمت فلانا فانت طالق فشہد احدہما انہا کلمتہ غدوۃ والآخر عشیۃ طلقت ۲۱ - زوج نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر تو فلانے سے بات کرے گی تو تو طالق ہے سو ایک نے گواہی دی کہ اُس نے اُس سے اول روز بات کی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس سے آخر روز بات کی تو وہ مطلقہ ہوگی الثانیۃ والعشرون ان طلقتک فعبدی حر فقال احدہما طلقہا الیوم والآخر انہ طلقہا امس یقع الطلاق والعتاق ۲۲ - زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر میں تم کو طلاق دوں تو میرا غلام آزاد ہے سو ایک نے گواہی دی کہ اس نے آج کے دن اُس کو طلاق دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اُس کو کل طلاق دی تو طلاق اور عتاق واقع ہوں گے م اس مسئلہ میں اور مسئلہ سابقہ میں مقصود ملحوظ ہے یعنی حصول شرط قطع نظر زمان سے الثالثۃ والعشرون شہد احدہما انہ طلقہا ثلثا البتۃ والآخر انہ طلقہا ثنتین البتۃ یقضی بطلقتین ویملک الرجعۃ ۲۳ - ایک نے گواہی دی کہ زوج نے زوجہ کو تین طلاق البتہ دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ دو طلاق البتہ دی تو دو طلاق کا حکم ہوگا اور زوج رجعت کا مالک ہوگا م اگر لفظ البتہ کا شہادت سے متعلق ہے نہ طلاق سے تو رجعت بلا تکلف ثابت ہے اور اگر طلاق سے متعلق ہو تو ملک رجعت سے مراد یہ ہے کہ اعادہ نکاح کا مالک ہے بعقد جدید اس واسطے کہ طلاق بائن کے بعد اعادہ عقد جائز ہے الرابعۃ والعشرون شہد احدہما انہ اعتق بالعربیۃ والآخر بالفارسیۃ تقبل ۲۴ - ایک نے گواہی دی کہ مولی نے عربی زبان میں غلام کو آزاد کیا اور دوسرے نے کہا فارسی میں تو مقبول ہے م یعنی شاہد نے عربی فارسی میں گواہی دی اور شاہد نے یہ نہیں کہا کہ مولی نے حُرّ یا آزاد کہا تو یہ مسئلہ بیسویں مسئلہ کے ساتھ مکرر نہ ہوا کہ اس میں قول مولی کا عربی فارسی میں مذکور ہے الخامسۃ والعشرون اختلفا فی مقدار المہر یقضی بالاقل ۲۵ - شاہدوں نے اختلاف کیا مقدار مہر میں تو اقل مہر پر حکم ہوگا م طحطاوی نے کہا جامع الفصولین میں مذکور ہے کہ شاہدوں نے بیع اور اجارہ اور طلاق اور عتاق کی گواہی دی بعوض مال کے اور مختلف ہوئی مقدار مال میں تو گواہی مقبول نہیں مگر نکاح میں مقبول ہے اور مہر میں مہر مثل کی طرف رجوع ہوگا اور صاحبین نے کہا کہ نکاح میں بھی مقبول نہیں انتہی تو اقل پر حکم کرنا اُس کے منافی ہے السادسۃ والعشرون شہد احدہما انہ وکلہ بخصومتہ مع فلان فی دار سماہ وشہد الآخر انہ وکلہ بخصومتہ فیہ دون شیٔ آخر تقبل فی دار اجتمعا علیہ ۲۶ - گواہی دی ایک نے کہ فلانے نے فلانے کو فلانے کے ساتھ خصومت کرنے کا وکیل

Marfat.com

کیا ہے اس گھر میں جسکا وکیل نے نام لیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ اُس نے اس کو خصومت کا وکیل کیا ہے اسی گھر کی خصومت میں اور دوسری چیز کی خصومت میں بھی تو گواہی مقبول ہوگی اُس گھر کی وکالت میں جس پر دونوں شاہد متفق ہوئے السابعۃ والعشرون شہد احدہما انہ وقف فی صحتہ والآخر بانہ وقف فی مرضہ قبلا ۲۷ ۔ ایک نے گواہی دی کہ واقف نے اُس کو وقف کیا اپنی صحت میں اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ اُس کو اپنے مرض میں وقف کیا تو دونوں مقبول ہیں م ط وہانی نے کہا لیکن اُس کی تصریح نہ ہوئی کہ وقف کل میں ہوگا یا ثلث میں گرا کا اتنا ہی مال ہے اور ظاہر ثلث ہی مال معلوم ہوتا ہے مگر اس کو منقل ثابت کرنا چاہیے الثامنۃ والعشرون لو شہد شاہد ان اوصی علیہ یوم الخمیس وآخر یوم الجمعۃ جازت ۲۸ ۔ اگر ایک شاہد نے گواہی دی کہ زید نے خالد کو مثلاً وصی کیا پنج شنبہ کے دن اور دوسرے نے کہا جمعہ کے دن تو جائز ہے التاسعۃ والعشرون ادعی مالا فشہد احدہما ان المحتال علیہ احال غریمہ بہذا وشہد الآخر انہ کفل عن غریمہ بہذا المال تقبل ۲۹ ۔ مدعی نے دعوی کیا مال کا سو ایک گواہ نے گواہی دی کہ محتال علیہ پر اُس کے دائن نے یہ مال اُتارا اور دوسرے نے گواہی دی کہ مدعی علیہ مدعی کے مدیون کا ضامن ہوا بواسطے اس مال کے تو گواہی مقبول ہے م غریم بمعنی دائن اور مدیون دونوں کے بولا جاتا ہے سو یہاں غریم اول بمعنی دائن کے اور غریم ثانی بمعنی مدیون ہے اور محتال علیہ وہ ہے جس پر کوئی مال حوالہ کرے یعنی اتارے اور وہ قبول کرے صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ زید نے خالد پر مال کا دعوی کیا سو خالد نے انکار کیا زید نے دو شاہد گذرانے ایک شاہد نے یہ گواہی دی کہ خالد محتال علیہ ہے یعنی خالد کے دائن نے زید کا حوالہ خالد پر کیا یعنی جو اُس کا دین خالد پر ہے وہ زید کو دلایا اور دوسرے نے گواہی دی کہ خالد ضامن ہوا ہے مدیون زید کا خلاصہ یہ ہے کہ مال خالد پر بہر صورت ہے لیکن ایک شاہد نے کہا کہ اُس پر مال بطریق احالہ ہے اور دوسرے نے کہا بطریق ضمانت ہے اور یہ صورت شیخ صالح کے کلام میں آگے آوے گی مگر اس نے کہا ہے کہ حکم ضمانت پر ہوگا اس لیے کہ وہ اقل ہے کذا فی الطحطاوی والثلثون شہد احدہما انہ باعہ کذا الی شہر وشہد الآخر بالبیع ولم یذکر الاجل تقبل ۔ ۳۰ ۔ ایک نے گواہی دی کہ اُس نے اتنے کو بیچا ایک مہینہ کی مدت پر اور دوسرے نے بیع کی گواہی بلا ذکر مدت دی تو مقبول ہے الحادیۃ والثلثون شہد احدہما انہ باعہ بشرط الخیار ثلثۃ ایام ولم یذکر الآخر الخیار تقبل فیہما ۳۱ ۔ ایک نے گواہی دی کہ اُس نے بیع کی بشرط خیار تین دن کے اور دوسرے نے خیار کو ذکر نہ کیا تو دونوں میں مقبول ہے الثانیۃ والثلثون شہد واحد انہ وکلہ بالخصومۃ فی ہذا الدار عند قاضی الکوفۃ والآخر عند قاضی البصرۃ جازت شہادتہما ۳۲ ۔ ایک نے گواہی دی کہ مدعی کو اس گھر کی خصومت میں وکیل کیا قاضی کوفہ کے سامنے اور دوسرے نے کہا کہ قاضی بصرہ کے سامنے تو دونوں کی گواہی جائز ہے الثالثۃ والثلثون شہد انہ وکلہ بالقبض والآخر انہ جرہ تقبل ۳۳ ۔ ایک نے گواہی دی کہ مدعی کو قبض کرنے کا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اُس کو مسلط کیا تو مقبول ہے م قولہ جرہ من التجریۃ بمعنی التسلیط کذا فی الحلبی الرابعۃ والثلثون شہد احدہما انہ وکلہ بقبض والآخر انہ سلطہ علی قبضہ تقبل ۳۴ ۔ ایک نے گواہی دی کہ مدعی کو قبض کا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اسکو قبض کرنے پر مسلط کیا تو مقبول ہے م یہ صورت اور صورت سابقہ یکساں ہیں فقط لفظ کا فرق ہے الخامسۃ والثلثون شہد احدہما انہ وکلہ بقبضہ والآخر انہ اوصی لہ بقبضہ فی حیوتہ تقبل ۳۵ ۔ ایک نے گواہی دی کہ اُس کو اُس نے اُس کے قبض کرنے کا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اُسے اُس کو اپنی زندگی میں اُس کے قبض کرنے کی وصیت کی تو مقبول ہے م موصی الیہ بالقبض بمنزلہ وکیل کے ہے حقیقۃً وکیل نہیں اس واسطے کہ وکالت موت سے باطل ہو جاتی ہے السادسۃ والثلثون شہد احدہما انہ وکلہ بطلب دینہ والآخر بتقاضیہ تقبل ۳۶ ایک نے گواہی دی کہ اُس نے اُس کو وکیل کیا اپنے دین کے طلب کرنے میں اور دوسرے نے کہا کہ دین کا تقاضا کرنے کے واسطے وکیل کیا تو مقبول ہے السابعۃ والثلثون شہد احدہما انہ وکلہ بقبضہ والآخر بطلبہ تقبل ۳۷ ۔ ایک نے گواہی دی کہ اُس کو وکیل کیا اُس کو قبض کرنے کے واسطے اور دوسرے نے کہا اُس کے طلب کرنے کے واسطے تو مقبول ہے الثامنۃ والثلثون شہد احدہما انہ وکلہ بقبضہ والآخر انہ امرہ باخذہ او ارسلہ لیاخذہ تقبل ۳۸ ۔ ایک نے گواہی دی کہ اُس نے اُس کو اُس کے لینے کا امر کیا یا اُس کو بھیجا تاکہ اُس کو لے تو

Marfat.com

مقبول ہے التاسعۃ والثلثون اختلفا فی زمن اقرارہ فی الوقف تقبل ۳۹۔ دونوں شاہدوں نے اختلاف کیا واقف کے زمانہ اقرار فی الوقف میں تو مقبول ہوگا م اس میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ مشہود بہ اگر قول محض ہے تو اختلاف زمانی یا مکانی قبول شہادت کا مانع نہیں بسبب ممکن ہونے اعادہ اور تکرار کے قول میں اور اگر فعل محض ہو چنانچہ غصب یا قول مختلط بفعل ہو چنانچہ نکاح تو اس میں اختلاف زماں یا مکاں کا مانع ہے قبول کا نکاح اگرچہ قول ہے لیکن حضور شاہدین اس کی شرط ہے اور وہ فعل ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ الاربعون اختلفا فی مکان اقرارہ تقبل ۴۰۔ شاہدوں نے اختلاف کیا وقف کے مکان اقرار میں تو مقبول ہے الحادیۃ والاربعون اختلفا فی وقفہ فی صحتہ او فی مرضہ تقبل ۴۱۔ گواہوں نے اختلاف کیا واقف کے وقف کرنے میں اسکی صحت میں یا اسکے مرض میں تو مقبول ہوگا۔ م یہ مسئلہ ستائیسویں مسئلہ کے ساتھ مکرر ہوگیا الثانیۃ والاربعون شہد احدہما بوقف علی زید والآخر علی عمرو یکون وقفا علی الفقراء انتہی ۴۲۔ ایک شاہد نے گواہی دی واقف کے وقف کرنے کی زید پر اور دوسرے نے عمرو پر تو مقبول ہے اور یہ وقف فقیروں پر ہوگا۔ انتہی کلام البحر قلت وزدت بفضل اللہ علی ما ذکرہ المصنف مسائل منہا لو اختلفا فی تاریخ الرہن بان شہد احدہما انہ رہن یوم الخمیس والآخر یوم الجمعۃ تسمع عندہما خلافا لمحمد جواہر الفتاوی شیخ صالح نے کہا میں کہتا ہوں اور جو مسائل مصنف اشباہ اور بحر الرائق نے مذکور کیے اُن پر میں نے چند مسائل زیادہ کیے یعنی تیرہ مسئلے ازاں جملہ یہ ہے کہ شاہدوں نے تاریخ رہن میں اختلاف کیا سو ایک نے گواہی دی کہ راہن نے پنجشنبہ کے دن رہن رکھا اور دوسرے نے کہا کہ جمعہ کے دن تو گواہی شیخین کے نزدیک مسموع ہے بخلاف محمد کے کذا فی الجواہر الفتاوی ومنہا لو اتفق الشاہدان علی الاقرار من واحد بمال واختلفا فی زمان فقال احدہما کنا جمیعا فی مکان کذا وقال الآخر کنا فی مکان کذا تقبل اور ازاں جملہ یہ کہ اگر شاہدوں نے ایک شخص کے اقرار مال پر اتفاق کیا اور مکان میں اختلاف کیا سو ایک شاہد نے کہا کہ ہم سب ایسے مکان میں تھے اور دوسرے نے کہا کہ ہم فلانے مکان میں تھے تو مقبول ہے م حلبی نے کہا یہ مکرر ہے چالیسویں صورت کے ساتھ طحطاوی نے کہا مگر دونوں میں فرق ہے اس واسطے کہ چالیسویں وقف کے اقرار میں ہے اور یہ مال کے اقرار میں علاوہ اُس کے وہاں شاہدوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم سب تھے سو تامل کرو الا اس کا مابعد سینتیسویں صورت کے ساتھ مکرر ہو جائے گا ومنہا لو قال احدہما والمسئلۃ بحالہا کان ذلک بالغداۃ وقال الآخر کان ذلک بالعشی تقبل وہما فی الولوالجیۃ اور ازاں جملہ یہ کہ ایک نے کہا اور حالانکہ مسئلہ سابقہ بحال خود ہے یعنی مال کا اقرار متفق علیہ ہے یوں کہا کہ یہ اقرار اول روز تھا اور دوسرے نے کہا آخر روز تھا تو مقبول ہے اور یہ دونوں صورتیں ولوالجیہ میں مذکور ہیں ومنہا شہدا علی رجل انہ طلق امرأتہ واحدہما یقول انہ عین منکوحتہ بنت فلان والآخر یقول ما عینہا انی اعلم واشہد ان المرأۃ التی کانت لہ سوی ابنۃ فلان قد طلقہا واخرجہا من دارہ قبل ہذا التطلیق قال فخر الدین اذا شہدا علی الطلاق الا انہ عین احدہما المرأۃ وذکرہا باسمہا ولم یعین الآخر التی ہی فی نکاحہ غیر امرأۃ واحدۃ تصح الشہادۃ وہی فی جواہر الفتاوی اور ازاں جملہ یہ کہ دو شاہدوں نے ایک مرد پر گواہی دی کہ اُس نے اپنی زوجہ کو اور ایک کہتا ہے کہ زوج نے اپنی عین منکوحہ زید کی بیٹی کو مثلاً طلاق دی اور دوسرا شاہد کہتا ہے کہ ومطلقا بعینہا نہیں میں مقرر جانتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ جو عورت کہ زوج کی تھی زید کی بیٹی کے سوا اُس کو اُس نے طلاق دی اور اُس کو یعنی زید کی بیٹی کو تو اُس نے اپنے گھر سے نکال دیا قبل اس تطلیق کے یعنی جس میں ایک شاہد تعیین کرتا ہے کذا فی الطحطاوی فخر الدین نے کہا جب کہ دونوں نے طلاق پر گواہی دی مگر یہ کہ ایک شاہد نے عورت مطلقہ کی تعیین کی اور اُس کا نام مذکور کیا اور دوسرے شاہد نے اُس عورت کو جو اُس کے نکاح میں تھی علی التعیین ذکر نہ کیا اور حالانکہ زوج کے نکاح میں نہیں سوا ایک عورت کے تو شہادت صحیح ہوگی یعنی اس واسطے کہ صاف معلوم ہوگیا کہ مطلقہ زید ہی کی بیٹی ہے اور یہ مسئلہ جواہر الفتاوی میں ہے ومنہا ادعی ملک دارہ فشہد لہ احدہما انہا لہ او قال ملکہ وشہد الآخر انہا کانت ملکہ تقبل منیۃ المفتی اور ازاں جملہ یہ کہ ایک شخص نے اپنے گھر کے ملک کا دعوی کیا تو ایک گواہ نے گواہی دی کہ وہ گھر اسی کا ہے یا یوں بولا کہ اُس کا مملوک ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ وہ گھر اس کا مملوک تھا تو مقبول ہے کذا فی المنیۃ المفتی م جب زمان گذشتہ میں اُس کا مملوک ٹھہرا تو اصل یہ ہے کہ بطور سابق اُسی کا مملوک رہیگا

Marfat.com

ں وقت تک کہ ناقل شرعی اُس کو نقل کرے ومنہا ادعی الفین والفا وخمسماۃ فشہد احدہما بالالف والخر بالف وخمسمائۃ قضی بالالف لجماعۃ اور ازانجملہ یہ کہ دعوی کیا
وہزار کا یا ایک ہزار پانچ سو کا تو شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ایک ہزار پانچ سو کی گواہی دی تو ہزار کا حکم بالاجماع ہوگا کذا فی المینۃ
فتی اس واسطے کہ ہر شاہد نے ہزار کا لفظ صراحۃ ذکر کیا بخلاف ایک ہزار اور دو ہزار کے گواہی کے اس واسطے کہ ہزار دو ہزار میں تضمنا داخل ہیں نہ صراحۃ اور
علوم ہو چکا کہ مفتی بہ صاحبین کا قول ہے کذا فی الطحطاوی ومنہا لو شہدان لہ علی ہذا الرجل الف درہم وشہد احدہما انہ قد قضاہ المطلوب منہا خمس مائۃ والطالب
کر ذلک فانہ شہادتہما علی الالف مقبولۃ ولو الجیتا اور ازاں جملہ یہ کہ دونوں شاہدوں نے بالاتفاق اس کی گواہی دی کہ مدعی کے اُس مرد پر ہزار درم ہیں
در ایک نے یہ گواہی دی کہ دو ہزار درم مطلوبہ میں سے مدعی علیہ نے پانسو درم ادا کئے ہیں اور طالب اُس کا منکر ہے تو اس گواہ کی گواہی ہزار پر مقبول ہے کذا فی الوالجیہ
یعنی مدعی علیہ کو چاہیے کہ دوسرا گواہ پانسو کے ادا کرنے پر قائم کرے ومنہا ادعی جاریۃ فی ید رجل وجاء بشاہدین فشہد احدہما انہا جاریتہ غصبہا منہ وشہد الآخر
نہا جاریتہ ولم یقل غصبہا منہ قبلت الشہادۃ مجمع الفتاوی اور ازاں جملہ یہ کہ مدعی نے دعوی کیا ایک لونڈی کا ایک مرد کے ہاتھ میں اور مدعی دو شاہد لایا سو
ایک شاہد نے گواہی دی کہ وہ لونڈی مدعی کی لونڈی ہے مدعی علیہ نے اس سے غصب کر لی ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اُس کی لونڈی ہے اور یہ نہ کہا کہ اُس
نے اُس سے غصب کر لی ہے تو شہادت مقبول ہے کذا فی مجمع الفتاوی اس واسطے کہ مطلق گاہے مقید کے ساتھ مجتمع ہو جاتا ہے ومنہا شہد السبرتۃ بقرۃ و
اختلفا فی لونہا تقبل عندہ خلافا لہما جامع الفصولین اور ازاں جملہ یہ کہ شاہدوں نے گائے کی چوری کی بالاتفاق گواہی دی اور اختلاف کیا اُس کے رنگ
میں تو یہ گواہی امام کے نزدیک مقبول ہے بخلاف صاحبین کے کذا فی جامع الفصولین ومنہا شہد احدہما بکفالۃ والآخر بحوالۃ تقبل فی الکفالۃ لانہا اقل جامع
الفصولین اور ازاں جملہ یہ کہ ایک نے کفالت کی گواہی دی اور دوسرے نے حوالہ دین کی تو کفالت میں گواہی مقبول ہوگی اس واسطے کہ ضامنی نسبت بحوالہ
کم تر ہے کذا فی جامع الفصولین م یہ صورت ستائیسویں صورت کے ساتھ مکرر ہے ومنہا شہد احدہما انہ وکلہ بطلاقہا وحدہا وشہد الآخر انہ وکلہ بطلاقہا وطلاق
فلانۃ الاخری فہو وکیل فی طلاق التی اتفقا علیہا وہی فیہ ایضا اور ازاں جملہ یہ کہ ایک نے گواہی دی کہ مثلاً زید کو زوج نے فقط فلانی زوجہ کی طلاق کا
وکیل کیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اُس کی طلاق کا اور دوسری فلانی عورت کی بھی طلاق کا وکیل کیا ہے تو زید اسی عورت کی طلاق میں وکیل ہوگا
جس عورت پر دونوں شاہد متفق ہوئے اور یہ مسئلہ بھی جامع الفصولین میں ہے ومنہا شہد الوکالۃ وزاد احدہما انہ عزلہ تقبل فی الوکالۃ لا فی العزل وہی فیہ ایضا
اور ازاں جملہ یہ کہ دو شاہدوں نے وکالت کی گواہی دی اور ایک گواہ نے اتنا زیادہ کہا کہ وکیل مذکور کو معزول کیا وکالت سے تو شہادت وکالت میں مقبول ہوگی نہ
معزول کرنے میں اور یہ مسئلہ بھی جامع الفصولین سے ہے ومنہا ادعت ارضا شہد احدہما انہا ملکہا لان زوجہا دفعہا الیہا عوضا عن الاستیمان وشہد الآخر انہا تملکہا
لان زوجہا اقر انہا ملکہا تقبل لان کل بائع مقر بالملک لمشتریہ نکاتہا شہدا انہ ملکہا اور ازاں جملہ یہ کہ عورت نے ایک زمین کا دعوی کیا ایک شاہد نے گواہی
دی کہ وہ زمین اس عورت کی مملوک ہے اس واسطے کہ اُس کے زوج نے وہ زمین اُس کو بعوض مہر کے دی ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اُس زمین کی
عورت ہی مالک ہے اس واسطے کہ اُس کے زوج نے اقرار کیا کہ یہ زمین عورت کی مملوک ہے تو گواہی مقبول ہے اس واسطے کہ ہر بائع اپنے مشتری کی ملک کا
مقر ہے تو گویا دونوں شاہدوں نے بالاتفاق گواہی دی کہ زوج نے عورت کو زمین کا مالک کیا ہے م جب زوج نے زمین عوض مہر کے دی تو زوج بائع ٹھہرا
اور استیمان عبارت ہے مہر سے کذا فی الطحطاوی دلیل ترد لانہ لما شہد احدہما انہ دفعہا عوضا وشہد بالعقد وشہد الآخر باقرارہ بالملک فاختلف المشہود بہ
اما لو شہد احدہما ان زوجہا دفعہا عوضا والآخر باقرارہ انہ دفعہا عوضا تقبل لاتفاقہما کما لو شہد احدہما بالبیع والآخر باقرارہ وہی فی جامع الفصولین انتہی
کلام الشیخ صالح ابن الشیخ محمد بن عبداللہ الغزی اور قول ضعیف میں شہادت مذکورہ مردود ہے اس واسطے کہ جب ایک گواہ نے اُس کی گواہی دی کہ زوج

سلہ قاعدہ بارھواں یہ ہے کہ ساکت کی طرف کوئی قول منسوب نہیں ہوتا پھر کہا اور نکل گئے اس قاعدہ سے بہت سے مسائل جن میں سکوت مثل نطق کے ہوتا ہے ۱۲

Marfat.com

زمین کو عوض مہر کے دیا اور عقد معاوضہ کی گواہی دی اور دوسرے نے زوج کے اقرار بالملک کی گواہی دی تو مشہود بہ مختلف ہوگیا یعنی اس جہت سے کہ شاہد اول نے اقرار بالملک کی گواہی نہ دی اور اگر ایک شاہد یوں گواہی دیتا کہ اس کے زوج نے زمین عوض مہر کے دی اور دوسرا زوج کے اقرار پر یوں گواہی دیتا کہ اُس نے زمین عوض دی تو مقبول ہوتی بسبب متفق ہونے دونوں شاہدوں کے چنانچہ ایک شاہد اگر گواہی دے بیع کی اور دوسرا گواہ بائع کے اقرار بیع پر گواہی دے تو مقبول ہے اور یہ مسئلہ بھی جامع الفصولین میں ہے تمام ہوچکا کلام شیخ صالح بن شیخ محمد بن عبداللہ غزی کا فی الاشباہ السکوت کالنطق فی الانی مسائل عد منہا سبعۃ وثلثین اشباہ میں ہے کہ سکوت نطق کے مانند ہے مگر چند مسائل میں شمار کیا ہے مسائل مذکورہ میں سے سینتیس کو مع اولی یہ تھا کہ شارح یوں کہتا السکوت لیس کالنطق الانی کذا چنانچہ اسی طرح ہے بعض نسخ درالمختار میں اور یہ نقل بالمعنی ہے اس واسطے کہ اشباہ کی عبارت یوں ہے القاعدۃ الثانیۃ عشر لا ینسب الی ساکت قول ثم قال وخرج عن ہذہ القاعدۃ مسائل کثیرۃ یکون السکوت فیہا کالنطق کذا فی الطحطاوی اور مترجم نے ۲۷ مسائل کو کتاب النکاح کے باب الاولیاء میں مفصل ذکر کیا ہے قلت وزاد فی تنویر البصائر مسئلتین میں کہتا ہوں اور تنویر البصائر میں دو مسئلے اور زیادہ کیے ہیں الاولی مسئلۃ السکوت فی الاجارۃ قبول ورضی کقول لساکن دارہ اسکن بکذا والانتقل فسکت لزمہ المسمی ذکرہ المولف فی الاجارۃ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ سکوت کرنا اجارہ میں قبول اور رضامندی ہے چنانچہ صاحب خانہ کا یوں کہنا اپنے گھر کے رہنے والے سے کہ سکونت کر بعوض اتنے کے والا اٹھ جا اور پھر مستاجر چپ رہا تو اس کو معین کرایہ دینا لازم ہوگا اور مولف اشباہ نے اس کو کتاب الاجارہ میں ذکر کیا ہے الثانیۃ سکوت المودع قبول ولالۃ قال المولف فی البحر سکوتہ عند وضعہ بین یدیہ ولالۃ انتہی دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ساکت رہنا امانت رکھنے والے کا قبول ہے بدلالت حال مولف اشباہ نے اپنی کتاب بحر الرائق میں کہا چپ رہنا امانت دار کا امانت رکھنے کے وقت اپنے سامنے قبول ہے باعتبار دلالت کے انتہی کلام التنویر وزاد علیہ فی جواہر الجواہر مسائل اور مسائل مذکورہ پر زواہر الجواہر میں چند مسائل بڑھائے ہیں منہا عند قولہ الرابعۃ والعشرون سکوتہ عند بیع زوجتہ فقال وکذا سکوتہا عند بیع زوجہا لما فی البزازیۃ الفتوی علی عدم سماع الدعوی فی القریب والزوجۃ انتہی وصحح قاضی خان انہا تسمع فلیتامل عند الفتوی از انجملہ اتن کے اس قول کے پاس کہ سکوت زوج کا زوجہ کے بیع کرنے کے وقت تو شیخ صالح زواہر کے مصنف نے کہا اور اسی طرح سکوت زوجہ کا اپنے زوج کے بیع کرنے کے وقت بجائے قول کے ہے اس واسطے کہ بزازیہ میں فتوی ہے عدم سماع دعوی پر قرابت دار اور زوجہ میں انتہی ما فی البزازیۃ اور قاضی خاں نے تصحیح کی ہے کہ دعوی مذکور مسموع ہے تو تامل کرنا چاہیے فتوی دینے کے وقت یعنی مفتی کو مناسب ہے کہ خصمین کو نظر کرے اور جو اُن کے حق میں احوط ہو اُس کا فتوی دے کذا فی الطحطاوی وقلت وزاد ما فی متفرقات التنویر من سکوت الجار عند تصرف المشتری فیہ زرعا وبناء وغرسا بناء للبزازیۃ وہکذا ذکرہ فی تنویر البصائر مغربا الیہا فالعجب من صاحب الجواہر الزواہر کیف ذکر صدر کلام البزازیۃ وترک الآخر شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں اور زیادہ کیا جائے وہ مسئلہ جو متفرقات تنویر میں ہے یعنی ساکت رہنا پڑوسی کا مشتری کے تصرف کے وقت خرید کے مکان میں باعتبار زراعت کرنے یا عمارت بنانے کے اور اس قول کو ہم نے بزازیہ کی طرف نسبت کیا ہے اور اسی طرح تنویر البصائر میں ذکر کیا ہے اسی کی طرف نسبت کرکے تو تعجب ہے جواہر زواہر کے مصنف سے کہ کیوں کر اُس نے ابتدا کلام بزازیہ کو ذکر کیا اور آخر کلام کو چھوڑا مع صدر کلام بزازیہ سکوت زوجہ کا ہے اپنے زوج کی بیع کرنے کے وقت اور آخر کلام بزازیہ کا مسئلہ ہے متفرقات کا ومنہا لو تزوجت بغیر کفو فسکت الولی حتی ولدت کان سکوتہ رضی زیلعی اور منجملہ زوائد صاحب زواہر الجواہر کے یہ ہے کہ اگر عورت نے نکاح کیا غیر کفو سے سو ولی ساکت رہا یہاں تک کہ وہ جنے تو اس کا سکوت رضامندی ہوگا کذا فی الزیلعی وزاد منہا، فی المحیط رجل زوج رجلا لغیر امرہ فنہاہ القوم وقبل التہنیۃ فہو رضی لان قبول التہنیۃ دلیل الاجازۃ اور ازاں جملہ وہ مسئلہ ہے جو محیط میں ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کا نکاح کر دیا بدوں اُس کے امر کے سو اُس کو قوم نے مبارکبادی دی اور اُس نے مبارکباد قبول کیا تو وہ رضامندی ہے نکاح کی اس واسطے کہ

ف السکوت کالنطق الانی مسائل ۱۲۔

Marfat.com

مبارک باد کا قبول کرنا اجازت نکاح کی دلیل ہے م یہ مسئلہ مبنی ہے ظاہر الروایۃ پر اور بموجب روایت جس کے جس پر فتوی ہے نکاح ہی منعقد نہ ہوگا اور قبول تہنیت سے مراد سکوت ہے والا یہ مسئلہ مستثنیات میں نہ ہوگا ومنہا ان الوکالۃ کما تثبت بالصریح تثبت بالسکوت ولذا قال فی الظہیریۃ لو قال ابن العم للکبیرۃ انی اریدان ازوجک من نفسی فسکتت نزوجہا جاز ذکر المولف فی بحرہ من بحث الاولیاء اور ازاں جملہ یہ کہ وکالت جیسے صریح قول سے ثابت ہوتی ہے ویسے ہی سکوت سے بھی ثابت ہوتی ہے اور اسی واسطے ظہیریہ میں کہا کہ اگر ابن عم نے چچا کی بالغ بیٹی سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تیرا نکاح کر لوں اپنی ذات سے سو وہ چپ رہی سو اُس نے اُس سے نکاح کر لیا تو جائز ہے ذکر کیا ہے اس کو مؤلف نے اپنی کتاب بحر الرائق میں اولیاء کی بحث سے م یہاں سکوت سے موکل کا سکوت مراد ہے اور یہ غیر ہے ماتقدم کا کہ وہاں وکیل کا سکوت مراد ہے ومنہا سکوت اہل العلم والصلاح فی التعدیل کما فی الشہادات البحر قال ویکتفی بالسکوت من اہل العلم والصلاح فیکون سکوتہ تزکیۃ للشاہد لما فی الملتقط وکان اللیث بن مسادر قاضیا فاحتاج الی تعدیل شاہد وکان المزکی مریضا فعادہ القاضی وسال عن الشاہد فسکت المعدل ثم سالہ فسکت فقال اسالک ولا تجیبنی فقال المعدل ما یکفیک من مثل السکوت قلت قد عدہ فی الاشباہ مغربا بالشہادات شرحہ فکیف تکون زائدۃ[1] نعم زاد فیہ تقییدہ بکونہ من اہل العلم والصلاح نعدہا من الزوائد اور ازاں جملہ سکوت اہل علم اور صلاح کا قول کے برابر ہے شاہد کے تعدیل میں چنانچہ بحر الرائق کی کتاب الشہادت میں ہے کہا اور کفایت کرتا ہے سکوت اہل علم اور صلاح کا تو ہوگا سکوت اُس کا تزکیہ شاہد کا اس واسطے کہ ملتقط میں ہے کہ لیث بن مسادر قاضی تھا سو اُس کو ایک شاہد کی تعدیل کی حاجت ہوئی اور مزکی بیمار تھا سو قاضی اُس کی عیادت کو گیا اور شاہد کا حال اس سے پوچھا سو وہ چپ ہو رہا پھر پوچھا پھر چپ رہا تو قاضی نے کہا میں تجھ سے پوچھتا ہوں تو مجھ کو جواب نہیں دیتا تو معدل نے کہا کیا تجھ کو مجھ سے آدمی کا چپ رہنا کفایت نہیں کرتا شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں سکوت مزکی کو اشباہ میں شمار کیا اپنی شرح کی کتاب الشہادت کی طرف نسبت کر کے تو یہ مسئلہ زائد کیوں کر ہوگا ہاں یہ البتہ ہے کہ صاحب زواہر نے سکوت مزکی میں اُس کے اہل علم اور صلاح ہونے کی قید زیادہ کی ہے لہذا اُس کو زوائد میں شمار کیا م اور بعضے نسخوں میں یوں عبارت ہے فکیف یکون فی تقییدہ بکونہ من اہل العلم والصلاح نعدہا من الزوائد انتہی طحطاوی نے کہا من الزوائد خبر ہے یکون کی اور قول اُس کا نعدہا حذف کرنا اولی ہے خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جب یہ مسئلہ اشباہ میں ہوا تو فقط اہل علم اور صلاح کی قید لگانے سے زوائد میں کیوں کر ہوگا چونکہ عبارت مذکور خالی تکلف سے نہ تھی چنانچہ مترجم نے نسخہ صحیحہ مکتوبہ عرب پر اعتماد کیا واللہ اعلم ومنہا لو ان العبد خرج لصلوۃ الجمعۃ فراہ مولاہ فسکت حل لہ الخروج الیہا لان السکوت بمنزلۃ الرضی کما فی جمعۃ البحر اور ازانجملہ یہ کہ اگر غلام نماز جمعہ کے واسطے نکلا سو اُس کے مولی نے اُس کو دیکھا سو چپ رہا تو اُس کو نماز کے واسطے نکلنا حلال ہے اس واسطے کہ سکوت بمنزلہ رضامندی کے ہے چنانچہ یہ بحر الرائق کے باب الجمعہ میں مذکور ہے ومنہا ما فی القنیۃ بعد ان رقم بعلامۃ قع عت ولو زفت الیہ بلا جہاز فلہ ان یطالب بما بعث الیہ من الدنانیر وان کان الجہاز قلیلا فلہ المطالبۃ بما یلیق بالمبعوث فی عرفہم فحینئذ یفتی بانہ اذا لم یخبر بما یلیق فلہ استردادہ بالبعث والمعتبر ما تتخذ للزوج لا ما تتخذ لہا ولو سکت بعد الزفاف زمانا یعرف بذلک رضاہ لم یکن لہ ان یخاصم بعد ذلک وان لم تتخذ لہ شیئا اور ازانجملہ وہ مسئلہ ہے جو قنیہ میں مذکور ہے بعد علامت قع عت کے اگرچہ زوجہ زوج کے پاس بھیجی گئی بدون جہیز کے تو زوج کو مطالبہ کرنا دنانیر کا جو اُس کے باپ یا چچا کی طرف بھیجے تھے جائز ہے اور اگر تھوڑا جہیز دیا ہو تو اُس کو مطالبہ کرنا اُس قدر جہیز کا جو اُن کے عرف میں مبعوث کے ساتھ لائق ہے درست ہے تو اُس وقت میں یہ فتوی ہے کہ جب زوجہ کے ولی نے جہیز مناسب مال نہ دیا تو زوج کو پھیر لینا اس مال کا جو قبل نکاح کے بھیجا تھا جائز ہے اور معتبر وہ جہیز ہے جو زوج کی منفعت کے واسطے بنایا جاتا ہے نہ وہ جہیز جو زوجہ کے واسطے ہوتا ہے اور اگر زوج نے سکوت کیا بعد زفاف کے اتنی مدت کہ اُس سے عدم جہیز یا قلت جہیز کی رضامندی معلوم ہو گئی تو زوج کو جھگڑا کرنا بعد اُس مدت کے جائز نہیں اگر یہ زوج کے واسطے کوئی چیز بنائی گئی ہو م قع علامت ہے قاضی عبد الجبار کی اور عت

[1] زائد کے بعد ایک نسخہ میں اذا ہی نیہ ہے یعنی زائد کیسے ہوگا کیونکہ وہ مسئلہ تبیین میں موجود ہے ۱۲

Marfat.com

علامت ہے علاء الدین ترجمانی کی یعنی یہ مسئلہ قاضی عبدالجبار اور علاء الدین ترجمانی سے مروی ہے اور یہاں مقصود بالذکر فقط سکوت بعد زفاف ہے حلبی نی عرفہم کے بعد یح ضبط کیا ہے یائے تحتیہ وحاء مہملہ حالانکہ یہ قینہ کی رموز سے نہیں کما لایخفی علی ناظرا اور نسخ کثیرہ میں فحینئذ ہے کذا فی الطحطاوی اور مسئلہ جہیز کا کتاب النکاح میں مذکور ہو چکا ومنہا اذا ابراہ فسکت صح فلا یحتاج الی القبول ہکذا ذکرہ البرہان فی الاختیارات فی کتاب الاقرار ازاں جملہ یہ کہ دائن نے مدیون کو دین سے بری کر دیا سو مدیون چپ رہا تو ابرا صحیح ہے اور حاجت نہیں قبول کرنے مدیون کی اسی طرح برہان نے اختیارات کتاب الاقرار کے اندر ذکر کیا ومنہا سکوت الراہن عند بیع المرتہن الرہن یکون مبطلا فی احد الروایتین ذکرہ الزیلعی وغیرہ وہی تعلم من الاشباہ اول القاعدۃ الحمد للہ العزیز الوہاب وہو اعلم بالصواب اور ازاں جملہ سکوت راہن کا مرتہن کے بیچنے کے وقت رہن کو مبطل رہن ہوگا اور ایک روایت میں مبطل نہیں ذکر کیا ہے اس کو زیلعی وغیرہ نے اور یہ مسئلہ اشارہ معلوم ہوتا ہے اشباہ کے اول قاعدہ سے سب تعریف اللہ ہی کو ہے جو غالب اور بخشنے والا ہے اور وہی دانا تر ہے ٹھیک بات کام شیخ صالح مؤلف زواہر نے زوائد کے بعد حمد ربانی ادا کی تالیف کی توفیق پر بعضے علماء نے چند مسائل اور زیادہ کیے ہیں ۱۔ جس نے اسباب ایک مرد کے پاس رکھ دیا اور چپ رہا پھر چلا گیا تو صاحب اسباب مودع بالکسر ٹھہرے گا یعنی امانت رکھوانے والا۔ ۲۔ جب میت کے دو وصی سے ایک وصی نے جنازہ اٹھانے کے واسطے قبرستان تک دو حمال کرایہ کیے اور دوسرا وصی حاضر اور ساکت ہے یا بعضے وارثوں نے کرایہ مقرر کیا دونوں وصیوں کے سامنے اور وہ ساکت ہیں تو جائز ہے اور یہ اجرت جمیع مال سے ہوگی بمنزلہ کفن کے م بدعت اور خلاف شرع دیکھ کر ساکت رہنا رضامندی کے مانند ہے بشرطیکہ ہاتھ یا زبان سے اس کے روک دینے پر قادر ہو اور اگر قادر نہ ہو تو دل سے مکروہ جانے یعنی درصورت عدم قدرت اگر بدعت اور گناہ کو مکروہ جانے گا تو اس وقت میں اس کا سکوت رضامندی میں نہ شمار ہوگا ۴۔ زید نے خالد کو وصیت کی پھر خالد زید کی حیات میں ساکت رہا پھر جب مر گیا تو بعد ترکہ خالد نے بیچا یا اس کے دین کا تقاضا کیا تو یہ وصیت کا قبول کرنا ہے ان مسائل کو حموی نے معین الحکام سے نقل کیا ۵۔ زوج اپنے گھر میں روئی لایا اور اس کی زوجہ نے سوت کاتا یا زوج سوت لایا اور زوجہ نے کپڑا بُنا تو زوج اس کی قیمت کا تاوان نہیں لے سکتا اور ساکت رہنا زوج کا رضامندی میں شمار ہوگا ۶۔ زید نے آٹا گوندھا اور خالد نے اس کی روٹی پکائی یا زید نے زمین پر بکری کو پچھاڑا اور خالد نے اس کو ذبح کیا تو زید کا سکوت امر کرنے کے مانند ہے باعتبار دلالت حال کے اور خالد اس کا معین ہے نہ اس کو اجرت ملے گی نہ اس پر ضمان ہے اس فعل میں کذا فی الطحطاوی عن البیری م تو معلوم ہوا کہ ترین مسائل میں سکوت نطق کے مانند ہے بایں تفصیل اشباہ کے مسائل ۷ ۳ اور تنویر البصائر کے ۲۔ اور زواہر الجواہر کے ۸۔ اور طحطاوی کے منقول از **قول الاشباہ** لایحلف الناکل فی احدی وثلثین مسئلۃ بنیا ہا فی الشرح یہ قول ہے اشباہ کا کہ قسم نہ لی جائے منکر سے اکتیس مسئلوں میں ہم نے اُن کو شرح میں بیان کیا ہے یعنی بحر الرائق میں قال الشیخ شرف الدین حاشیتہ علیہا المسماۃ بتنویر البصائر علی الاشباہ والنظائر اقول قال فی شرح المحال ثم اعلم ان المصنف اقتصر علی عدم الاستحلاف عندہ فی الاشباہ التسعۃ والحاصل انہ لایستحلف فی احدی وثلثین فصلۃ بعضہا مختلف فیہ وبعضہا متفق علیہ فذکر سردا اختصار التسعۃ شیخ شرف الدین نے اپنے حاشیہ میں جو اشباہ پر ہے جس کا نام تنویر البصائر علی الاشباہ والنظائر ہے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ مصنف نے اپنی شرح میں جس پر اشباہ میں حوالہ کیا ہے یوں کہا کہ پھر معلوم کر کہ کنز کے مصنف نے اقتصار کیا عدم استحلاف پر امام کے نزدیک نو چیزوں میں اور خانیہ میں ہے کہ منکر سے قسم نہیں لی جاتی اکتیس صورت میں بعضے اُن میں مختلف فیہ ہیں اور بعضے متفق علیہ ہیں پھر اس نے بطور شمار کے بلا دلیل اختصار کے واسطے نو چیزوں کو ذکر کیا م اشباہ تسعہ میں تنویر وغیرہ میں یوں ذکر کیا ہے کہ تحلیف نہیں اس نکاح میں جس کا انکار کیا زوج یا زوجہ نے اور اس رجعت میں جس

سلہ مترجم اول نے التسعۃ کو مفعول یحلف سمجھا حالانکہ وہ بیان ہے احدی وثلثین کا تو اصل میں مجرور ہے اور عبارت یوں ہے فی التسعۃ وفی تزویج البنت الخ یعنی ۲۱ جگہوں سے نو جگہوں مذکور فی الکنز تحلیف نہیں اور تزویج بنت میں نہیں الخ اور اسی لیے طحطاوی نے کہا کہ فی تزویج البنت عطف ہے التسعۃ پر حالانکہ مترجم کے ترجمہ کے موافق عطف نہیں

Marfat.com

مرد یا عورت نے انکار کیا عدت کے بعد اور اس ایلاء میں جس کا مرد یا عورت نے انکار کیا بعد مدت کے اور استیلاد کے انکار میں جس کا دعوی لونڈی کرتی ہے اور قیت اور نسب اور ولاء میں اس طرح پر کہ مثلاً زید شخص مجہول پر دعوی کرے کہ وہ میرا غلام یا بیٹا یا مولی ہے یا بالعکس اور حد اور لعان میں حاصل یہ ہے کہ مسائل مذکورہ میں فتوی ہے عدم تحلیف پر سوائے حدود کے کذا فی الطحطاوی وفی تزویج البنت صغیرۃ اوکبیرۃ وعندہما تستحلف الاب فی الصغیرۃ اور تحلیف نہیں تزویج بنت میں صغیرہ ہو یا کبیرہ اور صاحبین کے نزدیک باپ سے قسم لی جائے گی صغیرہ میں م قولہ فی تزویج البنت عطف ہے تسعہ پر وفی تزویج المولی امۃ خلافا لہما اور مولی کے نکاح کر دینے میں اپنی لونڈی کا بخلاف صاحبین کے وفی دعوی الدائن الایصاء فانکرہ لایحلف اور دائن کے دعوی میں وصیت کرنے کا پھر مدعی علیہ نے اس پر انکار کیا تو قسم نہ لی جاوے گی گواہ نے یہ دعوی کیا کہ میت نے مدعی علیہ کو ادا کرنے دین کی وصیت کی ہے اور چاہتا ہے کہ اپنا دین مدعی علیہ سے لے اور وہ وصیت کا منکر ہے تو اس پر قسم نہیں وفی دعوی الدین علی الوصی اور دین کے دعوی میں وصی پر م یہاں وصیت متحقق ہے لیکن دین کا انکار بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہاں اصل وصیت کا انکار ہے وفی الدعوی علی الوکیل فی المسئلتین کالوصی وکیل پر دعوی کرنے میں دونوں صورتوں میں وصی کے مانند ہے م اس میں دو مسئلے ہیں ایک یہ کہ مدعی نے دعوی کیا کہ مدعی علیہ فلانے کام کا وکیل ہے اور وہ اصل وکالت کا منکر ہے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ وکالت متحقق ہے لیکن مدعی کے دعوی کا منکر ہے کما مر فی المسئلتین المذکورتین فیما اذا کان فی ید رجل شئ فادعاہ رجلان کل الشراء منہ فاقر بہ لاحدہما وانکر الآخر لایحلف اور اس صورت میں جب کہ ایک مرد کے ہاتھ میں ایک چیز ہے سو اس کا دو شخصوں نے دعوی کیا ہر شخص اس چیز کے خرید کرنے کا مدعی علیہ سے دعوی کرتا ہے سو اس نے ایک شخص کے خریدنے کا اقرار کیا اور دوسرے کے خریدنے کا انکار کیا تو دوسرا شخص اس سے قسم نہ لے گا وکذا لو انکرہما فحلف لاحدہما فنکل قضی علیہ لم یحلف للآخر اور اسی طرح اگر مدعی علیہ نے دونوں کی خرید کا انکار کیا سو ایک مدعی کے واسطے اس سے قسم لی گئی سو اس نے قسم نہ کھائی اور اس پر حاکم کا حکم ہو گیا چیز دینے کا تو دوسرے مدعی کے واسطے قسم نہ لی جائے گی وفیما اذا ادعی الہبۃ مع التسلیم من ذی الید فاقر لاحدہما لایحلف للآخر اور نیز اس صورت میں جب کہ دو شخصوں نے دعوی کیا ہبہ مع التسلیم کا قابض سے سو اس نے ایک کے واسطے اقرار کیا تو دوسرے کے واسطے قسم نہ لی جاوے گی وفیما اذا ادعی کل منہما انہ رہنہ وقبضہ فاقر بہ لاحدہما اور اس صورت میں جب کہ دو شخصوں میں سے ایک نے دعوی کیا کہ مدعی علیہ نے اس چیز کو رہن کیا ہے اور میں نے اس پر قبضہ کیا ہے سو اس نے ایک مدعی کے رہن اور قبض کا اقرار کیا تو دوسرے کے واسطے قسم نہ لی جاوے گی او حلف لاحدہما فنکل لایحلف للآخر دعوی رہن مع القبض میں ایک مدعی کے واسطے قسم طلب ہوئی سو مدعا علیہ نے قسم نہ کھائی تو دوسرے کے واسطے قسم نہ لی جائے گی وفیما اذا ادعی احدہما الرہن والتسلیم والآخر الشراء فاقر بالرہن وانکر البیع لایحلف للمشتری اور اس صورت میں جبکہ ایک مدعی نے رہن اور تسلیم کا دعوی کیا اور دوسرے نے خرید کا دعوی کیا سو مدعی علیہ نے رہن کا اقرار کیا اور بیع کا انکار کیا تو مشتری کے واسطے قسم نہ لی جائے گی ولو ادعی احدہذین الاجارۃ والآخر الشراء فاقر بہا انکرہ لایحلف لمدعیہ ویقال لمدعیہ ان شئت فانتظر انقضاء المدۃ او فک الرہن وان شئت فافسخ اور ایک مدعی نے اگر اجارہ کا دعوی کیا اور دوسرے نے خرید کا سو مدعی علیہ نے اجارہ کا اقرار کیا اور خرید کا منکر ہوا تو خرید کے مدعی کے واسطے قسم نہ لی جائے گی اور اس کے مدعی سے کہا جائے گا کہ اگر تیرا جی چاہے تو انقضاء مدت اجارہ کی یا رہن خلاص ہونے کا انتظار کر اور اگر تو چاہے تو بیع کو فسخ کر ڈال م خرید کے مدعی سے انتظار کے واسطے اس وقت کہا جائے گا جب کہ اس نے خرید کو ثابت کیا ہو انقضاء اجارہ اس مسئلہ سے متعلق ہے اور فک رہن مسئلہ سابقہ سے عبارت میں لف ونشر غیر مرتب کیا ہے وفیما اذا ادعی احدہما الصدقۃ والقبض والآخر الشراء واقر لاحدہما لایحلف اور اس صورت میں جب کہ ایک مدعی نے کسی چیز کا صدقہ اور قبض کرنے کا دعوی کیا اور دوسرے نے اسی چیز کے خرید کا دعوی کیا سو مدعی علیہ نے ایک دعوی کا خواہ صدقہ خواہ خرید کا اقرار کیا تو دوسرے کے واسطے قسم نہ لی جائے گی وفیما اذا ادعی کل منہما الاجارۃ فاقر لاحدہما اور اس صورت میں جب کہ دو شخصوں میں سے ہر ایک نے اجارہ کا دعوی کیا سو مدعی علیہ نے ایک مدعی کے واسطے اقرار کیا تو دوسرے کے واسطے قسم نہ لی جائے گی اولکل لایحلف بخلاف ولو ادعی کل منہما علی ذی الید الغصب فاقر لاحدہما اویحلف لاحدہما فنکل یحلف للثانی کما لو ادعی کل منہما الایداع فاقر بہ لاحدہما یحلف للثانی کذا الاعارۃ ویحلف مالہ علیک کذا

Marfat.com

قیمۃ وہی کذا وکذا یا اجارہ کے دعوی میں ایک مدعی کے واسطے قسم طلب ہوئی اور اُس نے قسم نہ کھائی تو دوسرے کے واسطے قسم طلب نہ ہوگی بخلاف اس کے وہ صورت ہے کہ اگر ایک نے قابض پر غصب کا دعوی کیا سو اُس نے ایک مدعی کے واسطے اقرار کیا یا ایک مدعی کے واسطے اُس سے قسم طلب ہوئی سو اُس نے قسم نہ کھائی تو دوسرے مدعی سے قسم لی جائے گی چنانچہ اگر ہر ایک مدعی نے امانت رکھنے کا دعوی کیا سو مدعی علیہ نے ایک مدعی کے واسطے اقرار کیا تو دوسرے کے واسطے اُس سے قسم لی جائے گی اور یہی حکم ہے عاریت دینے کا اور قسم یوں لی جائے کہ مدعی کی تجھ پر فلانی چیز نہیں ہے اور نہ اس کی قیمت ہے اور قیمت تو اتنی اتنی ہے م قیمت کی قسم اس واسطے لی جائے گی کہ جب مدعی علیہ نے متنازع فیہ کا ایک مدعی کے واسطے اقرار کیا تو دوسرے کے حق کو اُس میں فوت کیا لہذا اُس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اسی طرح کی قسم غصب میں تو ظاہر ہے نہ ودیعت اور استعارہ میں ہاں مگر انکار سے مودع اور مستعیر بھی درحکم غاصب ہوتا ہے وفیما اذا ادعی البائع رضی الموکل بالعیب لم یحلف وکیلہ اور اس صورت میں جب کہ بائع نے دعوی کیا کہ موکل بیع کے عیب سے راضی ہوگیا ہے اور وکیل اُس کا منکر ہے تو وکیل سے قسم نہ لی جائے گی یعنی اس واسطے کہ رضامندی موکل کی جہت سے ہے تو وکیل سے غیر کے فعل کی کیوں کر قسم طلب ہو وفیما اذا انکر توکیلہ لہ فی النکاح اور اس صورت میں جب کہ مدعی علیہ انکار کرے کہ میں نے مدعی کو نکاح میں وکیل نہیں کیا وفیما اذا اختلف الصانع والمستصنع فی المامور بہ لایمین علی واحد منہما اور اس صورت میں جب کہ کاریگر اور کام بنوانے والا کام میں مختلف ہوں یعنی صانع کہتا ہو کہ تو نے فلانے کام کی فرمایش کی اور مستصنع کہتا ہو کہ نہیں میں نے دوسرے کام کی فرمایش کی تھی تو دونوں میں سے کسی پر قسم نہیں م یہ دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ درصورت اختلاف فی المامور بہ صانع پر قسم نہیں اور دوسری صورت یہ کہ مستصنع پر قسم نہیں وکذا لو ادعی الصانع علی رجل انہ استصنعہ فی کذا فانکر لایحلف اور اسی طرح اگر صانع نے ایک مرد پر دعوی کیا کہ اُس نے اس سے فلانا کام بنوایا اور وہ مرد منکر ہے تو اُس سے قسم نہ لی جائے گی م باب السلم کے آخر میں معلوم ہوگا کہ اگر صانع اور مستصنع عمل میں متفق علیہ ہوں تو مستصنع کو اختیار ہے چاہے اُس کو لے اور چاہے نہ لے تو درصورت اختلاف یا انکار بطریق اولی اُس کو اختیار ہوگا پھر قسم کی کیا وجہ ہے الحادیۃ والثلثون لو ادعی انہ وکیل عن الغائب بقبض دینہ وبالخصومۃ فانکر لایستحلف المدیون علی قولہ خلافا لہما ہکذا ذکر بعضہم وقال الحلوانی یستحلف فی قولہم جمیعا انتہی اکتیسواں مسئلہ یہ ہے کہ اگر دعوی کیا ایک شخص نے کہ میں وکیل ہوں شخص غائب کا اُس کا دین لینے اور خصومت کے واسطے سو مدیون نے اس کا انکار کیا تو اُس سے قسم نہ لی جائے گی امام کے قول پر بخلاف صاحبین کے اسی طرح ذکر کیا ہے بعضے فقہا نے اور حلوانی نے کہا کہ امام اور صاحبین سب کے قول میں مدیون سے قسم لی جائیگی انتہی کلام الخانیۃ وبہ علم ان ما فی الخلاصۃ تساہل وقصور حیث قال کل موضع لو اقر لزمہ اذا انکرہ یستحلف الا فی ثلث اور خانیہ کے اکتیس مسائل سے معلوم ہوگیا کہ جو خلاصہ میں ہے سو تساہل اور قصور ہے اس واسطے کہ صاحب خلاصہ نے کہا کہ جس موضع میں اگر شخص اقرار کرے تو اقرار اُس کو لازم ہو جائے جب اُس کا انکار کرے تو اُس سے قسم لی جائے گی مگر مسائل ثلثہ میں باوجود انکار کے قسم نہیں م قصور یہ ہے کہ صاحب خلاصہ نے فقط تین ہی صورتوں کو مستثنی کیا باوجود کثرت مسائل مذکورہ کے اب آگے مسائل ثلثہ کا بیان ہے منہا الوکیل بالشراء اذا وجد بالمشتری عیبا فاراد ان یردہ بالعیب واراد البائع ان یحلفہ باللہ ما یعلم ان الموکل رضی بالعیب لایحلف فاذا اقر الوکیل لزمہ ذلک ویبطل حق الرد پہلا مسئلہ منجملہ مسائل ثلثہ کے یہ ہے کہ خرید کے وکیل نے مول لی چیز میں عیب پایا سو ارادہ کیا کہ اس کو بسبب عیب کے پھیرے اور بائع نے ارادہ کیا کہ اُس سے قسم لے اللہ کی کہ وہ نہیں جانتا ہے کہ اس کا موکل عیب سے راضی ہو گیا ہے تو اس سے قسم نہ لی جائے گی پھر اگر وکیل رضائے موکل کا اقرار کرے تو اُس کو بیع لازم ہو جائے اور پھیر دینے کا حق باطل ہو م یہ بعینہ خانیہ کا ۲۶ مسئلہ ہے الثانیۃ لو ادعی علی الآمر رضاہ لایحلف وان اقر لزمہ (۲) مسئلہ اگر مدعی امر کرنے والے پر دعوی کرے مامور کی رضامندی کا تو اس سے قسم نہ لی جائے گی اور اگر اقرار کرے تو اُس پر لازم ہو جائے م ضمیر رضاہ کی مامور کی طرف راجع ہے چنانچہ اس کے موافق ترجمہ ہو چکا اور احتمال ہے کہ آمر کی طرف راجع ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ مدعی رضائے آمر کا دعوی کرے اور ایک نسخہ میں یوں ہے کہ لو ادعی الآمر رضاہ یعنی اگر آمر رضائے مامور کا دعوی کرے یعنی مامور عیب سے راضی ہوگیا غرض اُس کی یہ کہ

Marfat.com

مامور پر الزام آوے کذا فی الطحطاوی الثالثۃ الوکیل بقبض الدین اذا ادعی المدیون ان الموکل براہ عن الدین وطلب یمین الوکیل علی العلم لا یحلف ولو اقر لزمہ انتہی
۳ قبض دین کی وکیل پر مدیون نے دعوی کیا کہ موکل نے اُس کو دین چھوڑ دیا اور اس نے وکیل سے قسم طلب کی تو اس سے قسم نہ لی جائے گی اور اگر وکیل اقرار کرے
ابراء دین کا تو اُس کو اقرار لازم ہوا انتہی مافی الخلاصۃ م اقرار لازم ہو یعنی وکیل کو مقتضائے اقرار یعنی ترک مخاصمت مدیون کے ساتھ لازم آوے اور یہ مطلب نہیں
کہ اُس کے موکل پر وکیل کا اقرار لازم آوے وزدت علی الواحد والثلثین السابقۃ البائع اذا انکر قیام العیب للحال لا یحلف عند الامام ولو اقر بہ لزمہ کما مر فی خیار
العیب صاحب بحر الرائق نے کہا اور اکتیس مسائل سابقہ پر میں نے یہ مسائل زیادہ کیے اول یہ کہ بائع جب قیام عیب فی الحال کا انکار کرے تو اس سے قسم نہ لی جائے
گی امام کے نزدیک اور اگر وہ اقرار کرے عیب کا تو اُس کو لازم ہو چنانچہ مذکور ہو چکا خیار العیب میں م صورت اس کی یہ ہے کہ جب مشتری نے دعوی کیا مثلاً کہ غلام فرش
پر پیشاب کر دیتا ہے اور بائع اس کا منکر ہے تو اُس پر قسم نہ آوے گی واشاہد اذا انکر رجوعہ لا یستحلف ولو اقر بہ ضمن ما تلف بہا اور شاہد جب کہ رجوع عن الشہادۃ
کا انکار کرے تو قسم نہ لی جائے گی اور اگر رجوع کا اقرار کرے تو ضامن ہوگا اس مال کا جو اُس کی گواہی سے تلف ہو گیا والسارق اذا انکر ہا لا یستحلف للقطع ولو اقر بہا قطع
وذکر الاسبیجابی ولا یحلف الاب فی مال الصبی ولا الوصی فی مال الیتیم ولا المتولی للمسجد والاوقاف الا اذا ادعی علیہم العقد فیحلفون حینئذ انتہی اور چور جب چوری کا
انکار کرے تو قطع ید کے واسطے درصورت نکول اُس سے قسم نہ لی جائے گی یعنی لزوم مال کے واسطے البتہ قسم لی جائے گی کذا فی الطحطاوی اور اگر چوری کا اقرار کرے گا
تو ہاتھ قطع کیا جائے گا اور اسبیجابی نے ذکر کیا کہ قسم نہیں لی جاتی باپ سے صغیر کے مال میں اور نہ وصی سے یتیم کے مال میں اور نہ مسجد اور اوقاف کے متولی سے یعنی درصورت
دعوی خیانت باپ اور وصی اور متولی پر قسم نہیں جب کہ اُن پر عقد کا دعوی ہو تو اب اُن سے قسم لی جائے گی انتہی کلام البحر م یعنی اگر باپ یا وصی یا متولی پر اراضی صغیر
یا یتیم یا وقف کے عقد اجارہ کا کوئی دعوی کرے اور وہ منکر ہو تو اُس سے قسم لی جائے گی قلت وزدت علی ما ذکرہ مسائل شرف الدین حاشیہ تنویر البصائر کے مصنف نے
نے کہا کہ میں کہتا ہوں اور میں نے چند مسائل زیادہ کیے صاحب بحر الرائق کے مذکورات پر الاولی لو ادعی رجل شیئاً وارادا استحلافہ فقال المدعی علیہ ابتی الصغیر فلا
یحلف وفی فتاوی الفضلی علیہ الیمین فی قولہم جمیعا فاذا استحلف فنکل والمدعی ارض تقضی بالارض للمدعی ثم ینتظر بلوغ الصبی ان صدق المدعی کان کما قال وان کذبہ
ضمن الوالد قیمۃ الارض وتوخذ الارض من المدعی وتدفع للصبی وہذا بمنزلۃ ما لو اقر لغائب لم یظہر جحودہ ولا تصدیقہ لا تسقط عنہ الیمین فکذلک ہنا قلت وعلی الاول
رجوع ہذہ الی قول المصنف ولا یستحلف الاب فی مال الصبی لانہ لما اقر بہا للصبی ظہر انہا من مالہ وفیہ تامل پہلا مسئلہ تنویر البصائر کا یہ ہے کہ اگر دعوی کیا
ایک مرد نے کسی چیز کا اور مدعی علیہ سے قسم لینا چاہا تو مدعی علیہ نے کہا کہ وہ چیز میری صغیر بیٹے کی ہے تو قسم نہ لیجائیگی اور فتاوی فضلی میں ہے کہ اُس پر قسم ہے سب کے
قول میں پھر جب اُس سے قسم طلب ہوئی سو اس نے قسم نہ کھائی اور جس کا دعوی ہے وہ زمین ہے تو زمین مدعی کو دلائی جائے گی پھر صغیر کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جائیگا
اگر بعد بالغ ہونے کے صغیر نے مدعی کی تصدیق کی تو ویسا ہی ہوگا جیسا اُس نے کہا اور اگر اس نے مدعی کی تکذیب کی تو صغیر کا والد زمین کی قیمت کا ضمان دے گا
مدعی کو کذا فی الحلبی اور زمین مدعی سے لے کر صغیر کو دی جائے گی اور یہ مسئلہ بمنزلہ اُس کے ہے کہ اگر مدعی علیہ نے اُس شخص غائب کے واسطے اقرار کیا جس کی تصدیق اور
تکذیب ظاہر نہیں تو مدعی علیہ سے قسم ساقط نہ ہوگی تو اسی طرح یہاں اقرار صغیر میں بھی ساقط نہ ہوگی شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں اور قول اول کے بموجب یعنی درصورت
عدم بین رجوع اس مسئلہ کا مصنف بحر الرائق کے اس قول کی طرف ہوگا کہ باپ پر صغیر کے مال میں قسم نہیں اس واسطے کہ جب باپ نے صغیر کے واسطے اقرار کیا تو ظاہر ہو گیا
کہ متنازع فیہ صغیر کے مال سے ہے اور اس میں تامل ہے م طحطاوی نے کہا شاید وجہ تامل کی یہ ہے کہ صاحب بحر کا کلام اُس صورت میں ہے جب متحقق ہو جائے کہ وہ صغیر
ہی کا مال ہے اور یہاں صغیر کا مال ہونا ثابت نہیں مگر باپ کے اقرار سے اور یہ بھی ممکن ہے کہ شاید مدعی علیہ نے ابطال دعوی مدعی کا حیلہ کیا ہو انتہی لو اشتری
دارا فحفر الشفیع فانکر المشتری الشراء قال فی النوازل ولو ان رجلا اشتری دارا حفر الشفیع فانکر المشتری الشراء او اقر ان الدار لابنہ الصغیر ولابنتہ فلا یمین علی
المشتری لانہ قد لزمہ الاقرار لابنہ فلا یجوز الاقرار لغیرہ بعد ذلک ۲ اگر خرید کیا ایک گھر کو سو شفیع حاضر ہوا تو مشتری نے خرید کا انکار کیا یا اقرار کیا کہ گھر اسکے

Marfat.com

صغیر بیٹے کا ہے یا صغیر بیٹی کا ہے ۱۲ اور شفیع کے پاس گواہ ہیں خرید پر تو مشتری پر قسم نہیں اسواسطے کہ اس کو اپنے بیٹے کا اقرار لازم ہو گیا تو جائز نہیں غیر ولد کے واسطے اقرار کرنا بعد اس کے م غیر ولد سے بائع مراد ہے یعنی اگر قسم مشتری پر لازم ہوا در شاید وہ قسم سے انکار کرے تو وہ گھر شفیع کو دیا جائے اور صغیر کی ملک سے نکل جائے الخانیۃ لو کان فی ید رجل غلام او جاریۃ او ثوب ادعاہ رجلان فقدماہ الی القاضی فاقر بہ لاحدہما ثم اراد الآخر تحلیفہ فان ادعی ملکا مرسلا او شراء من جہۃ لم یکن لہ ان یحلفہ وان ادعی علیہ الغصب فلہ تحلیفہ لانہ لو اقر بالغصب یجب علیہ الضمان کذا فی النوازل ۳ ۔ اگر ایک شخص کے پاس غلام یا لونڈی یا کپڑا ہے جس کا دو مردوں نے دعوی کیا سو دونوں مدعا علیہ کو قاضی کے پاس لے گئے سو اس نے ایک مدعی کے واسطے اقرار کیا پھر دوسرے نے اس کی قسم لینے کا ارادہ کیا اگر اس نے ملک مرسل یا اس کی خرید کرنے کا مدعا علیہ سے دعوی کیا تو اس کو قسم لینا جائز نہیں اور اگر اس پر غصب کا دعوی کیا تو اس کو قسم لینا جائز ہے اس واسطے کہ اگر مدعا علیہ غصب کا اقرار کرے گا تو اس پر ضمان واجب ہوگا کذا فی النوازل م اگر مدعی ثانی خرید کا اقرار کرے گا تو اس پر ضمان واجب نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ چیز اس کے ہاتھ سے نکل گئی دوسرے مشتری کو ملی اور اس کا اقرار دوسرے پر حجت نہیں غایۃ الامر یہ ہے کہ دوسرا مقر لہ قیمت پھیر لے گا اگر قیمت دینا ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی ملک مرسل یہ کہ وجہ ملک اس میں بیان نہ ہو یعنی بجہت خرید یا ہبہ یا وراثت کے ملک ہو اور یہ مسئلہ مکرر ہے خانیہ کے سولھویں مسئلہ سے فقط ملک مرسل کی قید اس میں زیادہ ہے الرابعۃ لو اشتری الاب لابنہ الصغیر دارا ثم اختلف مع الشفیع فی مقدار الثمن فالقول للاب بلا یمین کما فی کثیر من کتب المذہب ۴ ۔ اگر خرید کیا باپ نے اپنے صغیر بیٹے کے واسطے ایک گھر پھر اختلاف ہوا شفیع کے ساتھ مقدار قیمت میں تو باپ ہی کا قول معتبر ہے بلا قسم کے چنانچہ اکثر کتب اہل مذہب میں ہے یعنی قسم اس واسطے نہیں کہ باپ پر صغیر کے مال میں قسم نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا الخامسۃ لو ادعی السارق انہ استہلک المسروق ورب المسروق انہ قائم عندہ فالقول للسارق ولا یمین علیہ ۵ ۔ اگر سارق نے دعوی استہلاک مسروق کا کیا اور مسروق کا مالک مدعی ہے کہ وہ مال قائم ہے سارق کے پاس تو سارق ہی کا قول معتبر ہے اور اس پر قسم نہیں م یہ مسئلہ مفروض ہے سارق کے قطع ید کے بعد بقرینہ عبارت نوازل قال ابو اللیث فی النوازل وسئل ابو القاسم عن السارق اذا استہلک المسروق بعد ما قطعت یدہ ہل یضمن قال لا ویستوی حکمہ فیما استہلکہ قبل القطع وبعد القطع قیل لہ فان قال السارق قد ہلک وقال صاحب المال لم یستہلک وہو عندک قائم ہل یحلف قال یجب ان یکون القول قول السارق ولا یمین علیہ نقیہ ابو اللیث نے نوازل میں کہا کہ ابو القاسم سے سوال ہوا سارق کا جس نے مال مسروق کو مستہلک کیا اپنے قطع ید کے بعد کیا اس پر ضمان لازم آوے گا جواب دیا کہ ضمان نہیں اور سارق کا حکم یکساں ہے استہلاک مال میں قبل قطع ید اور بعد قطع ید کے پھر ان سے سوال ہوا کہ اگر سارق کہے کہ مال ہلاک ہوا اور مالک مال کہے کہ تو نے اس کو مستہلک نہیں وہ تیرے پاس موجود ہے کیا سارق سے قسم لی جائے گی کہا ابو القاسم نے واجب یہ ہے کہ سارق ہی کا قول معتبر ہو بدون قسم کے م طحطاوی نے کہا یہاں ہلاک مال اور استہلاک کا حکم یکساں ہے السادسۃ اذا وہب الرجل شیأ واراد الرجوع فادعی الموہوب لہ ہلاک الموہوب فالقول قولہ ولا یمین علیہ کما فی الخانیۃ وغیرہا ۶ ۔ جب ایک مرد نے کوئی چیز ہبہ کی اور ارادہ کیا پھیر لینے کا سو موہوب لہ نے موہوب کی ہلاکی کا دعوی کیا تو موہوب لہ کا قول معتبر ہوگا اور اس پر قسم نہیں کما فی الخانیۃ وغیرہا السابعۃ ادعی علیہ انک وصی فلان المیت فانکر لا یحلف ۷ ۔ مدعی علیہ پر دعوی ہوا کہ تو فلانی میت کا وصی ہے سو اس نے انکار کیا تو اس سے قسم نہ لی جائے گی م یہ مسئلہ مکرر ہے خانیہ کے بارھویں مسئلہ کے ساتھ الثامنۃ ادعی علیہ انک وکیل فلان فانکر انہ وکیل فلان لا یحلف وہما فی البزازیۃ ۸ ۔ مدعی علیہ پر دعوی ہوا کہ تو فلانے کا وکیل ہے سو اس نے انکار کیا کہ میں فلانے کا وکیل نہیں تو اس سے قسم نہ لی جائے گی اور یہ دونوں مسئلے بزازیہ میں ہیں م یہ مسئلہ بھی خانیہ کے چودھویں مسئلہ کے ساتھ مکرر ہے التاسعۃ قال الواہب شرطت العوض وقال الموہوب لہ لم تشترط فالقول لہ بلا یمین ۹ ۔ واہب نے کہا کہ میں نے ہبہ بشرط عوض کے کیا اور موہوب نے کہا کہ تو نے عوض شرط نہیں کیا تو موہوب لہ کا قول معتبر ہے بلا قسم اس واسطے کہ اصل ہبہ میں یہ ہے کہ بلا عوض ہو العاشرۃ اشتری العبد شیأ فقال البائع انت محجور فقال العبد انا ماذون فالقول لہ بلا یمین ۱۰ ۔ غلام نے کوئی چیز خرید کی سو بائع نے غلام سے کہا کہ تو محجور ہے یعنی مولی نے تجھ کو تجارت کی اجازت نہیں دی سو غلام نے کہا ماذون میں

Marfat.com

نی التجارۃ ہوں تو غلام ہی کا قول معتبر ہوگا بلا قسم الحاویۃ عشرۃ اذا اشتری عبد من عبد فقال احدہما انا مجور وقال الآخر انا وانت ماذون لنا فالقول لہ بلا یمین ۱۱۔ جب کہ ایک غلام نے دوسرے غلام سے کوئی چیز خریدی سو ایک غلام نے کہا کہ میں مجور ہوں اور دوسرے غلام نے کہا کہ ہم دونوں ماذون نی التجارۃ ہیں تو قول معتبر اس کا ہے جو مدعی ہے اذن کا بلا یمین اس واسطے کہ صدور بیع قرینہ ہے اذن کا الثانیۃ عشرۃ باع القاضی مال الیتیم فردہ المشتری علیہ بعیب فقال برّ منی منہ فالقول قولہ بلا یمین وکذا لو ادعی رجل قبلہ اجارۃ ارض الیتیم واراد تحلیفہ لم یحلفہ لان قولہ علی وجہ الحکم وکذا فی کل شیٔ یدعی علیہ ۱۲۔ قاضی نے یتیم کا مال بیچا سو مشتری نے قاضی کو پھر دیا بسبب عیب کے سو قاضی نے کہا کہ تو نے مجھ کو اس سے بری الذمہ کر دیا ہے تو قول معتبر قاضی کا قول ہوگا اور اسی طرح اگر ایک مرد نے اجارہ زمین یتیم کا دعوی کیا قبل بیچنے قاضی کے اور اس نے تحلیف قاضی کا ارادہ کیا تو قاضی سے قسم نہ لی جائے گی اس واسطے کہ قاضی کا قول حکم ہے یعنی حاکم پر قسم نہیں اور یہی حکم ہے ہر چیز کے دعوی کا قاضی پر الثالثۃ عشرۃ لو طالب ابو الزوجۃ زوجہا بالمہر فلہ ذلک لو صغیرۃ او کبیرۃ بکرا ولو اختلف الاب والزوج فی بکارتہا ولا بینۃ للزوج والتمس من القاضی تحلیفہ من العلم بذلک عن ابی یوسف انہ یحلف وذکر الخصاف انہ لا یحلف کالوکیل بقبض الدین اذا ادعی المدیون ان صاحب الدین ابراہ وانکر الوکیل لا یحلف الوکیل کذلک ہنا کذا فی الظہیریۃ ۱۳۔ اگر زوجہ کے باپ نے اس کے زوج سے مہر کا تقاضا کیا تو اس کو جائز ہے اگرچہ زوجہ صغیرہ یا کبیرہ باکرہ ہو اور اور اگر باپ اور زوج نے اس کی بکارت میں اختلاف کیا اور گواہ نہ ہوں زوج کے عدم بکارت پر اور زوج نے التماس کیا قاضی سے باپ کی قسم لینے کا اس کی عدم علمی پر ابو یوسف سے روایت یوں ہے کہ اس سے قسم لی جائے اور خصاف نے ذکر کیا کہ اس سے قسم نہ لی جائے چنانچہ قبض دین کے وکیل سے مدیون یوں دعوی کرے کہ صاحب دین نے اس کو دین معاف کر دیا ہے اور وکیل اس کا منکر ہو تو اس سے قسم نہ لی جائے گی اسی طرح یہاں بھی قسم نہ لی جائے گی کذا فی الظہیریۃ الرابعۃ عشرۃ اشتری امۃ فادعی انہا لہ زوج فقال البائع لہا زوج عبدی فطلقہا قبل البیع او مات فالقول لہ بلا یمین کذا فی السراجیۃ واللہ اعلم ہذا التحریر من خواص ہذا الکتاب کذا فی حاشیۃ الاشباہ للشرف الغزی ایضا ۱۴۔ خرید کیا لونڈی کو پھر مشتری نے دعوی کیا کہ اس لونڈی کا زوج ہے یعنی اس عیب سے پھیر دینے کا ارادہ کیا سو بائع نے کہا کہ اس کا زوج میرا غلام ہے سو اس نے اس کو طلاق دی قبل بیع کے یا وہ مر گیا تو بائع کا قول معتبر ہوگا بلا یمین کذا فی السراجیۃ واللہ اعلم اس قسم کی تحریر اس کتاب کے خواص میں سے ہے اسی طرح مذکور ہے شرف الدین غزی کے حاشیۃ اشباہ میں قلت فی حاشیتہا للشیخ صالح زاد سبعۃ آخر فنقول شارح کتابہ میں کہتا ہوں اور شیخ صالح کے حاشیۃ اشباہ میں سات مسئلے اور زیادہ کیے ہیں سو ہم اُن کو بیان کرتے ہیں الخامسۃ عشرۃ لو طعن المدعی علیہ فی الشاہد وقال ہو ادعی ہذہ الدار لنفسہ قبل شہادتہ فانکر فاراد تحلیفہ لا یحلف مجمع الفتاوی ۱۵۔ اگر مدعا علیہ نے شاہد میں طعن کیا کہ اس نے اس گھر کا اپنی ذات کے واسطے دعوی کیا تھا قبل اس شہادت کے سو شاہد نے اس کا انکار کیا تو مدعا علیہ نے اس سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو قسم نہ لی جائے گی کذا فی مجمع الفتاوی السادسۃ عشرۃ اذا کانت الترکۃ مستغرقۃ بدیون جماعۃ باعیانہا فجاء غریم آخر وادعی دینا لنفسہ فالخصم ہو الوارث لکنہ لا یحلف لانہ حینئذ لو اقر لہ لم یقبل فلم یحلف مجمع الفتاوی ۱۶۔ جب ترکہ جماعت معین کے دین میں مستغرق ہو پھر دوسرا قرض خواہ آوے اور دین کا دعوی کرے اپنی ذات کے واسطے تو خصم وارث ہے میت کا لیکن اس سے قسم نہ لی جائے گی اس واسطے کہ اس وقت میں اگر اس کے دین کا اقرار کرے گا تو مقبول نہ ہوگا تو اس سے قسم بھی نہ لی جائے گی کذا فی مجمع الفتاوی السابعۃ عشرۃ رجل لہ علی رجل الف درہم فاقر بہا ثم انکر اقرارہ ہل یحلف باللہ ما اقررت قال الدبوسی نعم وقال الصفار لا وانما یحلف علی نفس الحق مجمع الفتاوی ۱۷۔ ایک مرد کے دوسرے مرد پر ہزار درہم ہیں سو اس نے ہزار کا اقرار کیا پھر اپنے اقرار کا منکر ہو گیا کیا اس سے اللہ کی قسم لی جائے گی کہ میں نے اقرار نہیں کیا دبوسی نے کہا کہ ہاں قسم لی جائے گی اور صفار نے کہا کہ نہیں اور اس سے تو نفس حق پر یعنی ہزار درم ہونے پر قسم لی جائے گی کذا فی مجمع الفتاوی والثامنۃ عشرۃ دفع لآخر مالا ثم اختلفا فقال قبضت ودیعۃ وقال الدافع بل لتنفسک لا یحلف المدعی علیہ قال القاضی القول لرب المال لانہ اقر بسبب الضمان وہو قبض مال الغیر مجمع الفتاوی ۱۸۔ ایک شخص نے دوسرے کو مال دیا پھر دونوں مختلف ہوئے سو جس نے مال لیا تھا کہا کہ میں نے بطور امانت کے قبضہ کیا تھا اور دینے

Marfat.com

ولے نے کہا بلکہ تو نے اپنی ذات کے واسطے یعنی قرض لیا تھا تو قسم نہ لی جائے گی مدعا علیہ سے قاضی نے کہا قول معتبر صاحب مال[1] کا ہے اس واسطے کہ وہ سبب ضمان کا مقر ہے یعنی قبض مال غیر کذا فی مجمع الفتاوی م دعوی ودیعت سے غرض یہ ہے کہ اس پر ضمان لازم نہ آوے اس واسطے کہ بلا تعدی ہلاک ہو جانے ودیعت سے امانت دار پر ضمان نہیں اور قول قاضی بیان ہے حکم مسئلہ یعنی جب مدعا علیہ پر قسم نہ ہوئی تو صاحب مال کا قول معتبر ہوگا کذا فی الطحطاوی التاسعة عشرة رجل قدم رجلا للقاضی وقال ان فلانا ابن فلان توفی ولم یترک وارثا غیری ولہ علی ہذا کذا وکذا من المال فانکر المدعی علیہ دعواہ فقال الابن استحلفہ ما یعلم انی ابنہ وانہ مات لم یحلف بل یبرہن الابن علیہما ثم یحلفہ علی ما یدعی لابیہ من المال وقیل یستحلف علی العلم الاول قول الامام والثانی قولہما وقال الحلوانی الصحیح قول الثانی انہ یحلف ولو الجیة ۱۹۔ ایک مرد نے آیا ایک مرد کو قاضی کے پاس اور کہا کہ فلاں ابن فلاں مر گیا اور اس نے کوئی وارث نہیں چھوڑا سوا میرے اور اس میت کا اس مرد پر اتنا اور اتنا مال ہے سو مدعا علیہ نے اس کے دعوی کا انکار کیا تو مدعی کے بیٹے نے کہا قاضی سے کہ اس سے قسم لیجیے اس کی کہ وہ نہیں جانتا کہ میں اس کا بیٹا ہوں اور وہ شخص نہیں مر گیا تو اس سے قسم نہ لی جائے گی بلکہ بیٹا اپنی ولدیت اور اس کی موت گواہی سے ثابت کرے پھر مدعا علیہ سے قسم لے اپنے باپ کے مال کے دعوی پر اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے قسم لی جائے علم پر یعنی نفی علم ولدیت اور موت پر پہلا قول امام کا ہے اور دوسرا قول صاحبین کا ہے اور حلوانی نے کہا ثانی کا قول یعنی ابو یوسف کا قول صحیح ہے کہ اس سے قسم لی جائے کذا فی الولوالجیہ طحطاوی نے کہا تخصیص ابو یوسف کی اس کی مفید ہے کہ محمد ان کے ساتھ نہیں اور حالانکہ پہلی عبارت اس کے مخالف ہے یعنی وہاں حلف لینا صاحبین کی طرف منسوب ہے انتہی م اکثر نسخ میں الصحیح قول الثانی باضافت ہے اور اگر قول کا لفظ معرف باللام ہو تو تخالف عبارتین باقی نہ رہے ابو یوسف اور محمد دونوں کا قول ٹھہر جائے واللہ اعلم ومنہا العشرون لو ادعی علیہ الف درہم فقال المدعی علیہ للقاضی انہ قد کان ادعی علی ہذہ الدعوی عند قاضی بلد کذا ثم خرج من دعواہ ذلک فابرأنی عن ہذہ الدعوی فحلفہ انہ لم یبرأنی منہا فان حلف حلفت مالہ شئ اختلفت فیہ والصحیح یستحلف علی دعواہ ولو الجیة اور ازانجملہ ۲۰۔ اگر ایک شخص پر دعوی کیا ہزار درم کا سو مدعا علیہ نے قاضی سے کہا کہ مدعی نے یہ دعوی مجھ پر فلانے شہر کے قاضی کے پاس کیا تھا پھر مدعی اپنے اس دعوی سے نکل بھاگا تھا سو اس نے مجھ کو بری الذمہ کر دیا تھا اس دعوی سے سوائے قاضی صاحب اس سے قسم لیجیے کہ اس نے مجھ کو اس دعوی سے بری الذمہ نہیں کر دیا پھر اگر مدعی یہ قسم کھائے کا تو میں یہ قسم کھاؤں گا کہ اس کا مجھ پر کچھ نہیں اس میں روایت مختلف ہے اور قول صحیح یہ ہے کہ اس کے دعوی پر قسم لی جائے گی کذا فی الولوالجیہ م یعنی مدعی سے قسم لی جائے گی مدعا علیہ کے دعوی برأت پر اس طرح پر میں نے اس کو اپنے اس دعوی سے بری الذمہ نہیں کیا طحطاوی نے کہا کہ مجھ کو اس عبارت کا یہی مطلب معلوم ہوتا ہے جو مذکور ہوا ومنہا لو ان رجلا ادعی علی رجل انہ غرق ثوبہ واحضر الثوب معہ للقاضی واراد استحلافہ علی السبب لا یحلف علی السبب اور ازانجملہ ۲۱۔ اگر ایک مرد نے دوسرے مرد پر یہ دعوی کیا کہ اس نے اس کا کپڑا پھاڑا اور وہ اپنے ساتھ کپڑا بھی لایا قاضی کے پاس اور اس سے قسم لینا چاہا سبب پر تو اس سے قسم نہ لی جائے گی سبب پر م یعنی مدعا علیہ سے یوں قسم نہ لی جائے گی کہ واللہ میں نے اس کو نہیں پھاڑا اس واسطے کہ پھاڑنا کبھی مالک کے حکم سے بھی ہوتا ہے یا کپڑا مدعا علیہ کا تھا اور اس نے اس کو اپنی ملک کی حالت میں پھاڑا پھر اس کو بیچ ڈالا تو استحلاف علی السبب میں حرج ہے بلکہ اس پھاڑنے کے تاوان پر قسم لی جائے گی فائدۃ قلت وبہذہ مع قبلہا صارت اثنین وخمسین مسئلة فلیحفظ **فائدہ** میں کہتا ہوں اور یہ زوائد مسائل سابقہ کے ساتھ مل کر باون ۵۲ مسئلے ہوئے تو اس کو یاد رکھنا چاہیے م حلبی نے کہا باون نہیں بلکہ اٹھاون ۵۸ ہوئے ۳۱ خانیہ کے اور بحر الرائق کے ۶۔ اور تنویر البصائر کے ۱۴۔ اور زواہر الجواہر کے ۷۔ وقد افاد الامام الحلوانی ان الجہالة کما تمنع قبول البینة تمنع الاستحلاف ایضا الا اذا اتہم القاضی وصی الیتیم او قیم الوقف ولا یدعی شیئا معلوما فانہ یحلف نظرا للوقف والیتیم واللہ اعلم اور امام حلوانی نے کہا کہ جہالت دعوی کی جیسے قبول شہادت کی مانع ہے قسم لینے کی بھی مانع ہے مگر جب کہ متہم کرے قاضی یتیم کے وصی کو خواہ وقف

[1] صاحب مال سے غرض مدعا علیہ ہے جس کو دافع نے مال دیا تھا تو اگر رب المال کی جگہ المدفوع لہ ہوتا تو واضح تر ہوتا ۱۲

Marfat.com

متولی کو اور کسی چیز معین کا دعوی نہ کرے تو اُس سے قسم لی جائے گی بلحاظ وقف اور یتیم کے واللہ اعلم **قول الاشباہ** القاضی اذا قضی فی مجتہد
نفذ قضاؤہ الا فی مسائل الخ ای فینقض فیہا حکم الحاکم یہ قول ہے اشباہ کا کہ قاضی جب حکم کرے اس امر میں جس میں اجتہاد مجتہدین مختلف ہے
اس کا حکم جاری ہو جائے گا مگر چند مسائل میں الی آخر یعنی چند مسائل مستثنی میں حاکم کا حکم توڑا جائے گا نافذ نہ ہوگا م اور حموی نے کہا کہ قاضی
سے مراد قاضی مجتہد ہے اور قاضی مقلد کو تو حکم کرنا سوائے اپنے مذہب کے قول راجح کے جائز نہیں یہاں تک کہ اگر غیر مذہب کا حکم کرے گا تو اُس کا
حکم نافذ نہ ہوگا انتہی یعنی مثلاً اگر قاضی حنفی مذہب شافعی یا مالکی یا حنبلی مذہب کا حکم کرے گا تو اُس کا حکم نافذ نہ ہوگا اور فتاوی گازرونی میں شیخ
سے منقول ہے کہ اگر قاضی حنفی صاحبین کے قول پر حکم کرے امام کے مخالف اور حالانکہ صاحبین کا قول اس مسئلہ میں مرجح نہیں تو اس کا حکم نافذ نہ ہوگا توڑا
جائے گا کذا فی الطحطاوی شارح نے اشباہ کے مسائل مستثنی کو بسبب کثرت کے نقل نہ کیا منجملہ مسائل اشباہ نکاح متعہ ہے یعنی اگر قاضی مجتہد اپنے
خلاف مذہب جواز نکاح متعہ کا حکم کرے تو نافذ نہ ہوگا اس واسطے کہ متعہ منسوخ ہے اور ابن عباسؓ اگرچہ جواز کے قائل تھے لیکن یہ قول مخالف کتاب
اور سنت کے معتبر نہ ہوگا علاوہ اس کے اس مسئلہ سے ابن عباس کا رجوع بھی صحیح اور ثابت ہے قال ابن المصنف الشیخ صالح بن محمد بن عبد اللہ فی حاشیۃ
علیہا المسماۃ بزواہر الجواہر فی التفسیر علی الاشباہ والنظائر وقد ظفرت بمسائل آخر فزدتہا تتمیما للفائدۃ وقسمتہا علی ثلثۃ اقسام الاول مالم یختلف فیہ
مشائخنا والثانی ما یختلفوا فیہ والثالث ما لا نص فیہ عن الامام واختلف اصحابنا فیہ وتعارضت تصانیفہم مصنف کے بیٹے شیخ صالح ابن محمد بن عبد اللہ نے
اپنے اشباہ کے حاشیہ میں جس کا نام زواہر الجواہر فی التفسیر علی الاشباہ والنظائر ہے کہا اور البتہ میں نے چند مسائل اور پائے ہیں سو میں نے اُن کو بڑھایا ہے
تاکہ فائدہ پورا ہو جائے اور اُن کو تین قسم کیا ہے پہلی قسم وہ جس میں ہمارے مشائخ یعنی امام اور صاحبین مختلف نہیں ہیں اور دوسری قسم وہ ہے جس میں وہ
مختلف ہیں اور تیسری قسم وہ ہے جس میں امام سے روایت صریح نہیں اور ہمارے اصحاب یعنی مصنفین اہل مذہب اُس میں مختلف ہیں اور اُن کی تصانیف اُس میں متعارض
ہیں فمن القسم الاول اذا باع دارا وقبضہا المشتری واستحقت منہ وتعذر علی البائع ردہا فقضی علی البائع للمشتری بدار مثلہا فی المواضع والخطۃ والاذرع والبناء کقول
عثمان البستی ثم رفع لقاض آخر ابطلہ والزم برد الثمن فقط الا ان یکون احدث بناء او غرسا فیلزمہ بقیمۃ ذلک مع الثمن سو قسم اول سے یہ مسئلہ ہے کہ جب
ایک شخص نے گھر بیچا اور اُس پر مشتری نے قبضہ کیا اور وہ گھر مستحق استرداد ہوا اُس سے یعنی غیر بائع کا مملوک ثابت ہوا اور بائع پر اُس کا پھیرنا متعذر ہوا سو قاضی
نے بائع پر مشتری کے واسطے ایسے دوسرے گھر دینے کا حکم کیا جو اُس کے برابر ہو باعتبار مساکن اور محلہ اور طول اور عرض کی ناپ اور عمارت میں چنانچہ عثمان بستی کا یہ
مذہب ہے پھر اُس کا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کے پاس تو اس کو باطل کرے اور فقط قیمت پھیر دینا بائع پر لازم کر دے مگر یہ کہ مشتری نے اُس میں عمارت بنائی ہو
یا درخت لگایا ہو تو اُس کی قیمت بھی گھر کی قیمت کے ساتھ لازم کرے ومنہ حاکم قضی ببطلان شفعۃ الشریک وثم رفع لقاضی آخر فانہ ینقضہ لمخالفتہ لنص الحدیث اور ازاں
جملہ یہ کہ ایک قاضی نے شفعہ شریک کے بطلان کا حکم کیا پھر دوسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہوا تو اُس کو باطل کر دے کیوں کہ یہ حکم نص حدیث کے مخالف ہے ومنہ
المحدود فی قذف اذا قضی بشیء بعد ثبوتہ ثم رفع الحکم لقاض لا یراہ ابطلہ اور ازاں جملہ یہ کہ جس پر قذف کی حد پڑی جب کہ وہ کسی چیز کا حکم کرے بعد اس کے ثابت
ہونے کے . . . . . گواہی سے پھر اس کا مرافعہ ہو اس قاضی کے پاس جس کا یہ مذہب نہیں ہے تو اُس کو باطل کر دے م طحطاوی نے کہا اور ایک
نسخہ میں بعد توبتہ ہے بتاء مثناۃ فوقانیہ یعنی محدود فی القذف اپنے توبہ کرنے کے بعد قاضی ہو کر حکم کرے ومنہ لو حکم اعمی ثم رفع لقاضی لم یرہ ینقضہ لہ[1] لانہ لیس
من اہل الشہادۃ والقضاء فوقہا اور ازاں جملہ یہ ہے کہ اگر اندھا حکم کرے پھر اس کا مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہو جو اُس کو جائز نہیں جانتا تو اُس کو باطل
کر دے اس واسطے کہ اندھا اور اسی طرح محدود فی القذف لائق شہادت کے نہیں اور قاضی ہونا تو شہادت سے بھی بالاتر ہے م یہ دونوں مسئلوں کی دلیل ہے

[1] ایک نسخہ میں ینقضہ کے بعد یہ جملہ ہے الشفعۃ للشریک یعنی اس حکم کو توڑ کر شریک کے لیے شفعہ ثابت کرے ۱۲۔

Marfat.com

ومنہ اذا حکم بشہادۃ الصبیان ثم رفع لآخر نقضہ لانہ کالمجنون وکذا ما اداہ النائم فی نومہ اورازاں جملہ یہ کہ جب قاضی لڑکوں کی گواہی سے حکم کرے پھر اُس کا دوسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہو تو اُس کو باطل کردے اس واسطے کہ یہ مجنون کے مانند ہے اور اسی طرح وہ مسئلہ ہے جب کہ سوتا آدمی سونے کی حالت میں گواہی ادا کرے اور اس پر کوئی حکم کرے لازم الابطال ہے ہم اگرچہ بعضوں کے نزدیک شہادت اطفال معتبر ہے لیکن یہ مخالف ہے نص قرآنی کے لہٰذا لازم الابطال ہے قال اللہ تعالیٰ واستشہدوا شہیدین من رجالکم یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ دو گواہ کرو اپنے مردوں میں سے یعنی مسلمانوں میں سے دو مرد گواہی میں شرط ہیں حالانکہ اطفال کو رجال نہیں بولتے منہ الحکم بشہادۃ النساء وحدہن فی شجاج الحمام ورفع لآخر لا یمضیہ اورازاں جملہ حکم کرنا فقط عورتوں کی گواہی سے سر کے زخموں میں حمام کے اندر اور اس کا مرافعہ ہوا تو دوسرا قاضی اُس کو نہ جاری رکھے بلکہ باطل کردے اس واسطے کہ نص قرآنی کے مخالف ہے ومنہ الحکم باجارۃ المدیون فی دینہ لا ینفذ اورازاں جملہ حکم کرنا مدیون کے اجارہ پر اس کے دین میں نافذ نہ ہوگا ومنہ القضاء بخط شہود اموات لا ینفذ اورازانجملہ حکم کرنا مردہ گواہوں کے خط دیکھ کر نافذ نہیں ومنہ القضاء بجواز بیع الدراہم بالدنانیر نسیئۃ اورازاں جملہ حکم کرنا جواز بیع دراہم کا دنانیر سے اُدھار یعنی ایک شخص روپے نقد دے اور دوسرا اشرفی دینے کا وعدہ کرے یا بالعکس واجب الابطال ہے اس واسطے کہ حدیث مشہور کے مخالف ہے ومنہ القضاء بشہادۃ اہل الذمۃ فی الاسفار وفی الوصیۃ ثم رفع لمن لا یراہ نقضہ اورازاں جملہ حکم کرنا کفار ذمیوں کی گواہی سے سفر اور وصیت میں پھر مرافعہ ہوا اس قاضی کے پاس جس کا یہ مذہب نہیں تو اُس کو باطل کردے ومنہ اذا قضی بشیٔ فرفع لآخر فنقضہ ولم یبین وجہ النقض امضی نقضہ اورازاں جملہ یہ کہ جب ایک قاضی نے کسی چیز کا حکم کیا پھر اُس کا مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہوا سو دوسرے حاکم نے اُس کو باطل کیا اور وجہ بطلان کو بیان نہ کیا تو حاکم ثانی کا حکم جاری رکھا جائے گا اس واسطے کہ صدور نقض میں اصل یہ ہے کہ علی وجہ السداد ہو کذا فی الطحطاوی ومنہ اذا باع رجل من آخر عبدًا وامتہ ومضی علی ذلک مدۃ ثم ظہر فیہ عیب لم یقر البائع بہ ولم تقم بہ بینۃ بانہ کان موجودا عندہ فردہ القاضی علی البائع ثم رفع حکمہ لآخر فانہ یبطل الرد ویعیدہ للمشتری اورازاں جملہ یہ کہ جب ایک مرد نے دوسرے سے غلام یا لونڈی کو بیچا اور اُس پر مدت گذر گئی پھر اُس میں وہ عیب ظاہر ہوا جس کا بائع اقرار نہیں کرتا اس پر گواہ بھی قائم نہیں کہ وہ عیب بائع کے پاس تھا سو قاضی نے اُس کو بائع پر رد کیا پھر اُس کا مرافعہ ہوا دوسرے حاکم کے پاس تو وہ اُس پھیر دینے کو باطل کرے اور مشتری کے پاس اس کو پھیرے ومنہ اذا حکم بتحریم بنت المرأۃ التی لم یدخل بہا ثم رفع لحاکم آخر یبطل حکم الاول لمخالفتہ نص ربائکم اللاتی فی حجورکم الآیۃ اورازاں جملہ یہ کہ ایک حاکم نے اُس عورت کی بیٹی کی تحریم کا حکم کیا جس سے اُس کے زوج نے صحبت نہیں کی اور قبل قربت کے طلاق دی پھر اُس کا مرافعہ دوسرے حاکم کے پاس ہوا تو حاکم اول کے حکم کو باطل کردے اس واسطے کہ تحریم اس نص قرآنی کے مخالف ہے اور حرام ہیں تمہاری ربیبہ جو تمہاری گودوں میں ہیں تمہاری اُن عورتوں سے جن سے تم نے صحبت کی سو اگر تم نے اُن سے صحبت نہ کی تو تم پر کچھ گناہ نہیں ومن القسم الثانی اذا اختلف الصحابۃ علی قولین ثم اخذ الناس باحد قولیہم ترکوا لآخر فحکم القاضی بالمتروکۃ لم ینقض عندہ خلافا للثانی اور قسم ثانی یعنی جس میں امام اور صاحبین مختلف ہیں یہ مسئلہ ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مختلف ہوں دو قول پر پھر لوگوں نے اُن کے ایک قول پر عمل کیا اور دوسرے قول کو چھوڑا سو قاضی نے قول متروک پر حکم کیا تو امام کے نزدیک حاکم ثانی اُس کو نہ توڑے بخلاف ابی یوسف کے ومنہ اذا وطی ام امرأۃ وحکم ببقاء النکاح ثم رفع لآخر یری خلافہ لم یبطلہ ثم ان الزوج جاہلا فہو سعۃ وان عالما لا یحل لہ المقام معہا لان القضاء لا یحل ولا یحرم خلافا لابی حنیفۃ اورازاں جملہ یہ کہ جب ایک شخص نے اپنی خوشدامن سے وطی کی یعنی زنا کیا اور حالانکہ ہنوز منکوحہ سے قربت نہیں ہوئی کذا فی جامع الفصولین اور قاضی نے بقائے نکاح منکوحہ کا حکم کیا پھر مرافعہ ہوا دوسرے حاکم کے پاس جو اس کے مخالف اعتقاد رکھتا ہے تو حاکم ثانی اُس کو باطل نہ کرے پھر اگر زوج جاہل ہے تو وہ کشائش میں ہے یعنی منکوحہ کے پاس رہنا اُس کو جائز ہے اور اگر عالم ہے تو اُس کو منکوحہ کے پاس رہنا حلال نہیں اس واسطے کہ قاضی کا حکم حرام کو

Marfat.com

حلال نہیں کر دیتا اور نہ حلال کو حرام بخلاف امام اعظم کے کہ اُن کے نزدیک بقاء نکاح کا حکم لازم البطلان ہے کذا فی الطحطاوی وذکر الحاکم فی الملتقی
فی رجل وطی ام امرأتہ فقضی ان ذلک لایحرمہا ثم رفع لآخر فرق بینہما وذکر ذلک مطلقا فالظاہر ان ذلک مذہبہ او قول الامام لمخالفتہ النص ولا تنکحوا ومہادلی
اور حاکم نے اُس مرد کے حق میں ذکر کیا جس نے اپنی خوشدامن سے وطی کی پھر قاضی کا حکم ہو گیا کہ وہ وطی اُس کی منکوحہ کو حرام نہیں کر دیتی پھر مرافعہ دوسرے
قاضی کے پاس ہوا وہ تفریق کر دے زوجین میں اور حاکم نے اُس کو مطلقاً ذکر کیا بلا خلاف امام اور صاحبین کے تو ظاہر یہ تفریق حاکم کا مذہب ہے یا امام
کا قول ہے بسبب اُس کے مخالف ہونے کے اس نص قرآنی کے کہ نکاح کرو جو تمہارے باپوں نے نکاح کیا عورتوں سے اور نکاح سے یہاں وطی مراد
ہے یعنی اس عورت سے قربت نہ کرو جس سے تمہارے باپوں نے قربت کی م نص مذکور اس مسئلہ کی دلیل نہیں ہو سکتی بلکہ اس مسئلہ کی دلیل ہے جس کو
جامع الفصولین میں اس طرح ذکر کیا کہ اگر قاضی نے جواز نکاح مزنیہ اب کا حکم بیٹے کے واسطے کیا یا بالعکس تو یہ حکم نافذ نہ ہوگا کہ اُس کی حرمت کتاب اللہ
میں منصوص ہے کذا فی الطحطاوی ومنہ اذا قضی بخلاف مذہبہ غلطا ووافق قول مجتہد ثم رفع لآخر امضاہ عند الامام وقالا ینقضہ لانہ غلط والغلط لیس
بمجتہد فیہ اور ازاں جملہ جب کہ قاضی نے خلاف اپنے مذہب کے غلط حکم کیا اور کسی مجتہد کے قول کے موافق پڑ گیا پھر دوسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہوا تو
وہ اُس کو جاری رکھے امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ اُس کو باطل کر دے اس واسطے کہ وہ غلط ہے اور غلط مجتہد فیہ نہیں م جامع الفصولین میں ہے کہ
قضا فی المجتہدات نافذ ہے سب علماء کے نزدیک بالاجماع لیکن سزاوار یہ ہے کہ قاضی عالم ہو مواضع خلاف سے اور قول مخالف کو چھوڑے اور اپنے
مذہب کے موافق حکم کرے تا جمیع علما کے نزدیک باتفاق روایات صحیح ہو اور اگر قاضی کو مواضع اجتہاد کا علم نہ ہو تو اُس کے نفاذ حکم میں ہمارے علماء
سے دو روایتیں ہیں یعنی صحت اور عدم صحت اور اگر قاضی مجتہد ہے سو اُس نے غیر کے مذہب پر بھول کر حکم کیا تو حکم امام کے نزدیک نافذ ہے اور اگر
عمداً حکم کیا تو بھی بقول صحیح نافذ ہے اور صاحبین اور ائمہ ثلثہ نے کہا کہ نافذ نہیں بموجب اُس کے زعم کے اور صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہے اور
بعضوں نے کہا کہ امام کے قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی ومنہ المدیون اذا حبس لایکون حبسہ حجرا علیہ وقال القاسم بن معن حجر فلو حکم بہ ثم
رفع لآخر نقضہ وقالا ینفذ فلو حکم الثانی بہ نفذ ولم ینقض اور ازاں جملہ یہ کہ مدیون محبوس ہوا تو اُس کا حبس مانع اُس کے تصرفات کا نہیں اور قاسم
بن معن نے کہا کہ مانع تصرفات ہے سو اگر قاضی نے اُس کے منع تصرف کا حکم کیا پھر اُس کا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کے پاس تو اُس کو باطل کر دے اور
صاحبین نے کہا کہ وہ حکم نافذ ہے اگر دوسرے قاضی نے بھی پہلے قاضی کے موافق حکم کیا تو اب وہ حکم نافذ ہوگا اور باطل نہ ہوگا یعنی باتفاق ومن القسم
الثالث اذا حکم بالشاہد والیمین فی الاموال ثم رفع لحاکم تری خلافہ نقضہ عند الثانی عن الامام لا لاختلاف الآثار اور تیسری قسم سے یہ مسئلہ ہے جب
حاکم نے حکم کیا ایک شاہد اور مدعی کی قسم پر مالی مقدمات میں پھر مرافعہ ہوا دوسرے حاکم کے پاس جس کا مذہب اُس کے خلاف ہے تو اس حکم کو باطل
کرے ابو یوسف کے نزدیک اور امام سے ایک روایت یہ ہے کہ باطل نہ کرے بسبب اختلاف آثار کے یعنی بعضے آثار ایک شاہد اور یمین کے حکم کے
جواز پر دلالت کرتے ہیں اور بعضے عدم جواز پر م موافق تقسیم سابق کے مناسب یہ تھا کہ یہ مسئلہ قسم ثانی میں مذکور ہوتا اس واسطے کہ قسم ثالث
وہ ہے جس میں امام سے روایت نہ ہو حالانکہ اس میں امام سے روایت موجود ہے مگر یہ کہ روایت سے روایت معتبر مراد رکھیئے ومنہ اذا قضی القاضی بشہادۃ الاب
لابنہ او لجدہ ثم رفع لآخر لایراہ امضاہ عند الثانی ینقضہ عند محمد اور ازاں جملہ یہ کہ جب قاضی باپ کی گواہی پر اُس کے بیٹے یا دادا کے واسطے حکم کرے پھر
دوسرے کے پاس مرافعہ ہو جس کا مذہب اس کے مخالف ہے تو ابو یوسف کے نزدیک اُس کو جاری رکھے اور محمد کے نزدیک اُس کو باطل کرے ومنہ اذا تزوج
الثانی بابنۃ من الزنی وحکم الحاکم بحل ذلک ثم رفع لمن لایراہ البطلان مما یستشنعہ الناس ذکرہ فی شرح الطحطاوی اور ازاں جملہ یہ کہ جب زانی نے اپنی زنا
کی بیٹی سے نکاح کیا اور حاکم نے اس کے حلال ہونے کا حکم کیا پھر مرافعہ ہوا اس حاکم کے پاس جس کا مذہب اس کے مخالف ہے تو اس کو باطل کر دے سو اسطے

Marfat.com

کہ اس کو لوگ معیوب جانتے ہیں ہم لوگوں سے اہل فضل مراد ہیں اور مناسب یہ تھا کہ اس میں خلاف کو مذکور کرتا اس واسطے کہ قسم ثالث سے ہے ومن رجل اعتق عبدا ثم مات المعتق ولا وارث لہ ثم قضی القاضی بمیراثہ المعتق ثم رفع لحاکم انر نقضہ وجعل مالہ لبیت المال عند ابی یوسف وہو صحیح لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الولاء لمن اعتق ولا یلزم مولی الموالاۃ لانہ مستحق بالعقد وہو قائم بہما فاستویا کالزوجیۃ فاغتنم ہذہ القام فانہ من جواہر ہذہ الکتاب واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب اور ازاں جملہ یہ کہ ایک مرد نے غلام کو آزاد کیا پھر آزاد کرنے والا مر گیا اور اس کا کوئی وارث نہیں پھر قاضی نے اس کی میراث غلام آزاد کو دلائی پھر مرافعہ ہوا دوسرے حاکم کے پاس تو اس حکم کو باطل کر دے اور اس کا مال بیت المال کے واسطے ٹھہرا دے ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول صحیح ہے بدلیل اس حدیث صحیح کے میراث اسی شخص کے واسطے ہے جس نے آزاد کیا یعنی غلام آزاد کے واسطے میراث نہیں اور مولی العتاقہ پر مولی الموالاۃ کا اعتراض لازم نہیں آتا اس واسطے کہ مولی الموالاۃ مستحق میراث کا عقد موالاۃ سے ہوتا ہے اور عقد مذکور دونوں میں قائم ہے تو دونوں میراث پانے میں برابر ہوئے جیسے زوجیت زوجین میں برابر قائم ہے یعنی مطلق ارث میں نہ مقدار سہم میں سو غنیمت جان اس مقام کو کہ وہ اس کتاب کے جواہرات میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ دانا تر ہے ٹھیک بات کا اور اسی کی طرف مرجع اور مآب ہے ہم مولی الموالاۃ یہ کہ دو شخص مجہول النسب آپس میں عقد محبت منعقد کریں تو اگر کوئی اُن کا وارث نہ ہو تو ایک دوسرے کا وارث ہوگا بخلاف ولاء عتاقت کے کہ اس میں آزاد کرنے والا فقط اپنے غلام آزاد کا وارث ہوتا ہے اور غلام آزاد اس کا وارث نہیں ہوتا۔

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ علی احسانہ کہ اس ایام برکت انجام میں جلد دوم غایۃ الاوطار ترجمہ اردو دُرّ المختار تنویر الابصار فقہ امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی جن کا مذہب تمام ہندوستان میں رائج ہے جس کا ترجمہ بزبان اردو مولوی خُرّم علی صاحب مرحوم نے طحطاوی اور حاشیہ مدنی کے احوال کے ساتھ کیا اور جس کا تکملہ بعد انتقال مولوی صاحب مرحوم افضل العلماء جناب مولوی محمد احسن صاحب صدیقی نانوتوی نے فرمایا بار سوم مطبع نامی منشی نولکشور صاحب سی۔آئی۔ای واقع لکھنؤ میں بماہ مئی سنہ ۱۸۹۳ء مطابق ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۱۰ ہجری بہزاران حسن وخوبی طبع ہو کر نفع بخش کافۂ مسلمین ہوئی۔



Marfat.com



خزینۃ الکتب ابو ایوب الانصاریؓ ٹیلیگرام چینل

قارئین کرام! اس چینل میں مختلف فنون پر اردو، عربی، فارسی، ہندی اور انگریزی زبان میں کتابوں کا ایک عظیم ذخیرہ دستیاب ہے، آپ ان کتابوں سے خود بھی استفادہ کریں اور صدقہ جاریہ کی نیت سے اپنے احباب کو بھی شیئر کریں۔

♣ Join & Share ♣

https://telegram.me/abu_ayyub_al_ansari_library

♣ Contact Us ♣

abuayyubalansarilbrary@gmail.com

♣ فہرستِ فنون ♣

1- قرآنیات
2- حدیثیات
3- فقہیات
4- عقائد وفرق
5- سیرت نبوی ﷺ
6- سوانح
7- خطبات
8- تاریخ
9- ادب
10- مضامین ومقالات
11- تربیت واصلاح
12- جنرل نالج
13- سفرنامے
14- لغات
15- طب
16- درسیات
17- قصص وواقعات
18- رسائل وجرائد

19- متفرقات